

شرح ریاض الصالحین

امام محی الدین ابی زکریا بن شرف نووی رحمہ اللہ

۶۳۱-۶۸۶ھ

تالیف

جلد
پہلا



مترجم:

ابو حمزہ مفتی ظفر جبار چشتی

شراح:

علامہ ابوالتراب محمد ناصر الدین بن ناصر المدنی عطاری

پروگریسو بکس

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

علماء اہلسنت کی کتب Pdf فائل میں حاصل
کرنے کے لئے

”فقہ حنفی PDF BOOK“

چینل کو جوائن کریں

<http://T.me/FiqahHanfiBooks>

عقائد پر مشتمل پوسٹ حاصل کرنے کے لئے

تحقیقات چینل ٹیلیگرام جوائن کریں

<https://t.me/tehqiqat>

علماء اہلسنت کی نایاب کتب گوگل سے اس لنک

سے فری ڈاؤن لوڈ کریں

[https://archive.org/details/](https://archive.org/details/@zohaibhasanattari)

[@zohaibhasanattari](https://archive.org/details/@zohaibhasanattari)

طالب دعا۔ محمد عرفان عطاری

زوہیب حسن عطاری

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

تالیف

امام مخی الدین ابی زکریا بن شرف بووی

ترجمہ

ابو حمزہ مفتی ظفر جنابا چشتی

تالیف

مولانا ناصر حسین قادری عطاری

شرح ریاض الصالحین



مارچ 2015ء

آصف صدیق پرنٹرز

1100/-

چوہدری غلام رسول - میاں جوادر رسول

میاں شہزاد رسول

روپے / =

باراول

پرنٹرز

تعداد

ناشر

قیمت

ملنے کے پتے

مکتبہ اہل بیت

042-37112941
0323-8836776

مللت پبلی کیشنز

Ph: 051-2254111

E-mail: millat_publication@yahoo.com

0321-4146464

Ph: 042-37239201 Fax: 042-37239200

مللت پبلی کیشنز

لاہور مارکیٹ

آر دو بازار لاہور

042-37352795 فکس 042-37124354 فون

پروگریسو بکس

فہرست

36	88- جس نے روزہ دار کا روزہ افطار کرایا.....	15	82- محرم شعبان کے روزے کی فضیلت کا بیان.....
39	10- کِتَابُ الْاِعْتِكَافِ	17	ان روزوں سے افضل کوئی نہیں
39	89- ماہِ رَمَضَانَ میں اِعْتِكَافِ کرنے کا بیان	18	83- ذی الحجہ کے پہلے عشرے میں روزہ رکھنا.....
39	اعتکاف	19	عشرہ ذی الحجہ کی فضیلت
42	11- کِتَابُ الْحَجِّ	19	ماہِ ذُو الْحِجَّةِ کی فضیلت
42	90- حج کی فرضیت اور اس کی فضیلت کا بیان	20	ذی الحجہ کی اہم دعا
43	حج کا بیان	20	84- یومِ عرفہ اور نوڈسِ محرم کے روزوں کی فضیلت
52	حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ	24	یومِ عاشوراء کی اکتیس خصوصیات
52	چورانوے برس کا جوان	25	یومِ عاشوراء کے مستحبات
54	اٹنی جدعاء	26	علمِ تصوف کا بہت بڑا عالم
54	اغراوٹنی کی تیز رفتاری	26	یومِ عاشوراء کے فضائل
55	قبائل میں تبلیغِ اسلام	28	85- شوال کے چھ دنوں کے روزوں کے استحباب کا بیان
56	12- کِتَابُ الْجِهَادِ	29	86- پیر اور جمعرات کے دن روزہ رکھنا مستحب ہے
56	91- جہاد کی فرضیت اور صبح و شام کی فضیلت کا بیان	31	87- ہر ماہ میں تین دن روزہ رکھنا مستحب ہے
61	تبلیغِ اسلام کرنے والا بھیڑیا	32	تم میں مجھ جیسا کون ہے؟
63	جنت واجب کر لی	33	ہر ماہ تین دن کے روزے
67	قرآن اور نماز کا شیدائی	33	حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ
71	کوئی عمل جہاد سے بڑھ کر نہیں	35	ایامِ بیض

142	امانت داری سے متاثر	82	کیا خرچ کرنا سات سو گنا ہے؟
143	96- فتنے کے زمانے میں عبادت کرنے کی فضیلت کا بیان.....	82	ہر درہم کے بدلے سات لاکھ درہم
144	97- خرید و فروخت اور لین دین میں نرمی کا ذکر.....	83	کیا ہم اپنی تقدیر ہی پر بھروسہ کر لیں؟
144	کم تولنے کے بارے میں حکایت	91	واقعہ بیر معونہ
145	آگ کے دو پہاڑ	93	حضرت انس بن نضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
149	روزانہ اس سے ڈگنا مال صدقہ کرنے کا ثواب	94	خدا نے قسم پوری فرمادی
151	الجواب	102	دوسری مرتبہ قتل کیا جاؤں
152	تاجر کے آداب	102	فرشتوں کے بال و پر
155	13- كِتَابُ الْعِلْمِ	104	شہادت ہے مطلوب و مقصود مؤمن
155	98- اللہ کے لیے علم سیکھنے اور سکھانے کی فضیلت	108	توکل کا بیان
160	قرآن میں نیکی کی دعوت کا حکم	109	اللہ (عزوجل) کی مدد
160	ہر ایک اپنے اپنے منصب کے مطابق نیکی دعوت دے	124	میری امت کی سیاحت جہاد ہے
161	ہر مسلمان مبلغ ہے	126	غزوہ تبوک
161	افضل عمل وہ ہے جس کا فائدہ دوسروں کو پہنچے	126	غزوہ تبوک کا سبب
163	مسلمانوں کا فائدہ	130	92- شہیدوں کی جماعت کا بیان.....
163	کوئی مانے یا نہ مانے اپنا ثواب کھرا	134	93- غلام کو آزاد کرنے کی فضیلت
163	زورے زمین کی سلطنت سے بہتر	136	94- غلاموں کے ساتھ احسان کرنے کی فضیلت
170	کبیرہ گناہ	138	95- جو غلام اللہ کا اور اپنے مالکوں کا حق ادا کرے.....
170	نصیحت طلب کرو	139	حبشی غلام
174	14- كِتَابُ حَمْدِ اللَّهِ تَعَالَى وَشُكْرِهِ	141	سب سے پہلے جنت میں
174	99- حمد و شکر کی فضیلت	142	مصائب پر صبر قرب الہی عَزَّ وَجَلَّ کا ذریعہ ہے

228	103- سوتے اور جاگتے وقت کیا دعا پڑھی جائے؟	176	بسم اللہ شریف کی فضیلت
228	سوتے وقت کیا پڑھے	178	اولاد کی موت پر کس نے کیا کہا؟
228	بیدار ہو کر کیا پڑھے	179	کھانے اور پینے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا
229	104- ذکر کے حلقوں کی فضیلت	179	کھانے یا پینے کے بعد جہا لہی بجالانا
237	راہِ علم کی مشقتوں میں صبر پر انعام	180	15- کِتَابُ الصَّلَاةِ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ
242	105- صبح و شام اللہ تعالیٰ کا ذکر کا بیان	180	رسول اللہ ﷺ پر درود
244	دو رحمتوں سے فضل	180	سلام پڑھنا
246	اول و آخر میں بھلائی	180	100- رسول اللہ ﷺ پر درود پڑھنے کی سیلت.....
247	جو گناہ ہیں انہیں مت لکھو	183	شیخ عبدالقادر جیلانی کی مجلس مبارک میں انبیاء علیہم السلام کی تشریف آوری
249	106- سوتے وقت کیا پڑھے؟	187	اندھیریوں سے اجالے کی طرف
252	سونے جاگنے کی سنتیں اور آداب	189	درو و پاک پڑھنے نے عذابِ قبر سے بچالیا
258	17- کِتَابُ الدَّعَوَاتِ	190	حضرت سیدنا حواری رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حق مہر
258	107- دعا کا حکم اور اس کی فضیلت.....	192	16- کِتَابُ الْأَذْكَارِ
265	دین میں دنیا کی آمیزش	192	101- ذکر کی فضیلت اور اس کی ترغیب کا بیان
269	امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ کافی کی دعا	197	شیطان مردود سے حفاظت
281	دوا نگلیوں کے درمیان	197	بے شمار نیکیاں
285	گھٹنوں کے بل	200	فکرِ آخرت کے متعلق فرمانِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
286	عاجزی و انکساری	201	شکر گزار بندہ
287	108- کسی کی عدم موجودگی میں دعا کرنے کی فضیلت.....	211	انگلوں اور پچھلوں کے گناہ معاف
288	وفاداری اور خلوص کے ساتھ پیش آنا	226	102- اللہ تعالیٰ کا ذکر کھڑے بیٹھے لیٹے کرنا
288	ڈوبنے والا	226	ذکر الہی

315	قبر میں تلاوت	289	109- دعا کے متعلق بعض مسائل
316	لاٹھی روشن ہو گئی	293	میری ایک بھی دعا دنیا میں قبول نہ ہوتی
317	حضرت عباد بن بشر رضی اللہ تعالیٰ عنہ	294	مصیبت کا ٹکڑا
317	حضرت اسید بن ابی ایاس عدوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	295	110- اولیاء کی کرامت و فضیلت کا بیان
318	چہرہ سے گھر روشن	296	شجر مریم رضی اللہ عنہا اور نہر جبریل علیہ السلام
321	حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	297	محراب مریم
322	کرامات	298	حضرت مریم رضی اللہ عنہا با کرامت ولیہ ہیں
322	مکہ کی آواز مدینہ پہنچی	298	عبادت گاہ و مقام مقبولیت ہے
322	ایک سال میں تمام قاتل ہلاک	299	اصحاب کہف (خاروا لے)
323	لاش کوز میں نکل گئی	308	حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ
324	زبان سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور وحی	309	کرامات
325	18- کِتَابُ الْأُمُورِ الْمَنْهِيَةِ عَنْهَا	309	بد نصیب بوڑھا
325	111- غیبت کی حرمت اور زبان کی حفاظت کا حکم	310	دشمن صحابہ کا انجام
328	امت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پانچ طبقے	310	گستاخ کی زبان کٹ گئی
330	زبان کی آفات	311	چہرہ پیشہ کی طرف ہو گیا
345	112- غیبت کا سننا حرام ہے.....	311	ایک خارجی کی بلاکت
346	غیبت کی تعریف	313	حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ
348	کسی کو مسلمان کی غیبت یا بے عزتی سے روکنے کا ثواب	314	حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ
349	غیبت کا بدلہ	314	کرامات
349	113- غیبت کی بعض مباح صورتیں	314	فرشتوں نے سایہ کیا
352	کب غیبت کی رخصت ہے؟	315	کفن سلامت، بدن تروتازہ

390	رحمت بنا کر بھیجا گیا	354	بد مذہبوں سے حدیث و آیت نہ سنی
391	عام سی بات	354	بد عقیدہ شخص کی غیبت
392	122- غیر معین گناہ گاروں پر لعنت کرنا جائز ہے	355	منہوس بد مذہبوں کی بات سنی ہی نہیں ہے
393	123- ناحق مسلمان کو گالی دینا حرام ہے	355	بد مذہب ہی کی بُو
394	دسویں قسم: گالی دینا	356	یہ غیبت نہیں
397	124- مردوں کو ناحق گالم گلوچ کرنا حرام ہے.....	357	بیٹے کی تکواریں باپ کا سر
398	مرے ہوئے مسلمان کو بُرائی سے یاد کرنا	359	114- چغلی کی حرمت.....
398	غسٹال مردے کی بُرائی بیان نہ کرے	361	چغلی کھانا
398	مرنے کے بعد بلند آواز سے کلمہ پڑھا!	362	چغلی کی تعریف
399	مرے ہوئے کافر کی غیبت	362	115- لوگوں کی بات کو بلاوجہ حکام تک لے جانا منع ہے... 362
399	125- تکلیف پہنچانے سے ممانعت کا ذکر	363	میرے صحابہ سے محبت کرو
400	مومن کی حرمت کہے سے بڑھ کر ہے	364	116- دوزخ آدی کی مذمت
400	کامل مسلمان کی تعریف	365	مناقت
400	دائرہ ایمان سے نکل جانے کا خطرہ	365	117- جھوٹ کی حرمت
401	126- باہمی بغض قطع تعلق اور بے رحمی سے ممانعت کا ذکر	377	118- جھوٹ کی جو قسمیں جائز ہیں
403	127- حسد کی حرمت کا بیان	380	119- جو بات کہی جائے اس کی تحقیق کر لی جائے..... 380
404	128- ٹوہ لگانے کا ذکر.....	380	ناسق کی خبر پر اعتماد مت کرو
406	بدگمانی کرنے والوں کی توبہ	383	120- جھوٹی گواہی کی شدید حرمت کا ذکر
407	جب حجام برابر آ کر بیٹھا	384	جھوٹی گواہی
408	بھائی بھائی بن جاؤ	384	121- معین انسان یا جانور پر لعنت کرنا حرام ہے
409	129- بلا ضرورت مسلمانوں کے متعلق بدگمانی سے ممانعت	387	لعنت

434	ایک دوسرے کے کان میں بات کرنا (جبکہ تیسرا موجود ہو)	410	تین نخصلتیں
436	139- غلام جانور عورت اور بچے کو سزا دینا منع ہے...	410	130- مسلمانوں کی تحقیر حرام ہے
439	زخمی گدھا	411	تکبر کے کہتے ہیں
440	وہ ظالم ہے	411	کسی کو حقارت سے مت دیکھو
444	جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا	413	131- مسلمان کی مصیبت پر خوشی کے اظہار کی ممانعت
445	140- ہر جانور کو آگ سے سزا دینا منع ہے.....	414	132- جو نسب ثابت ہیں ان پر اعتراض حرام ہے...
445	آگ کا مالک	416	133- دھوکہ دینے اور کھوٹ سے ممانعت کا بیان
446	تنبیہ	418	دھوکے سے قیمت میں زیادتی کرنا
447	141- حق کا مطالبہ کرنے پر مال دار کا مال مٹول کرنا...	418	مکر و فریب اور دھوکا دینا
448	142- ہبہ کو واپس لینا مکروہ ہے.....	419	سفر کا ارادہ ہے یا گوشت کھانے کا؟
449	ہبہ واپس لینے کا بیان	420	134- عہد شکنی کی حرمت
451	143- یتیم کے مال (کو کھانے) کی تاکید کی حرمت	421	جھوٹا وعدہ کرنا حرام ہے
453	144- حرمت ربا کا سخت تر ہونا	421	وعدہ خلافی کسے کہتے ہیں؟
455	145- ریا کاری کی حرمت	422	وعدہ پورا کرنے کی نیت نہ ہو مگر اتنا قاپورا ہو جائے تو...
455	ریا کاری کو اس مثال سے سمجھئے	422	شرعی قباحت ہو تو وعدہ پورا نہ کرے
456	ریا کی تعریف	424	135- عطیہ وغیرہ پر احسان جتانے کی ممانعت
458	ریاء کی لغوی و اصطلاحی تعریف	425	136- فخر و سرکشی کی ممانعت کا بیان
459	ریا کاری کی پہچان کے طریقے	427	137- مسلمانوں کا تین دن سے زیادہ قطع تعلق حرام ہے...
459	(۱) ریا بالاحوال	428	تکبر نہ کرے
459	(۲) ریا بالاقوال	433	138- تیسرے کی اجازت کے بغیر دو کا سرگوشی کرنا منع ہے...
459	(۳) ریا بالاعمال	434	یہ میری زوجہ ہے

495	تکلف اور بناوٹ سے گفتگو کرنا	460	(۴) ریاء بالاصحاب
496	159- میت پر نوحہ کرنے پٹنے کی حرمت کا بیان.....	460	ریا کاری حرام ہے
501	نوحہ کے معنی اور اس کے بعض احکام	462	146- جن چیزوں کے بارے میں ریاء کا وہم کیا جاتا ہے...
504	ان کے منہ مٹی سے بھر دو	463	147- اجنبی عورت اور بے ریش لڑکے کو دیکھنا حرام ہے...
505	درہم بٹورنے کے لئے رونا	466	راستے میں بیٹھنے کے آداب
506	160- کاہنوں، نجومیوں کے پاس جانا ممنوع ہے.....	469	148- اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی حرام ہے
511	161- شگون لینے کی ممانعت	471	149- لباس میں مردوں کو عورتوں کی اور عورتوں کو مردوں کی
519	162- جاندار کی تصویر کا بچھونے پر بنانا حرام ہے.....	475	مشابہت اختیار کرنا حرام ہے
519	تصویروں کا بیان	475	150- شیطان اور کافروں کے ساتھ مشابہت رکھنا منع ہے
522	بت پرستی کی جڑ	475	کھانے کا طریقہ
525	مودی کا شرعی حکم	478	151- مرد اور عورت کا اپنے بالوں کو سیاہ خضاب لگانا منع ہے
537	163- شکار یا کھیتی کی رکھوالی کے بغیر کتا رکھنا حرام ہے...	480	152- سر کے کچھ بال مونڈ لینا جائز نہیں ہے.....
538	164- اونٹ وغیرہ کے گلے میں تھنٹی لٹکانے کی کراہت...	483	153- مصنوعی بال لگانا اور دانتوں کو باریک کرنا حرام ہے...
540	165- جلالہ جانور پر سواری مکروہ ہے.....	485	بالوں میں پیوند
541	166- مسجد میں تھو کنا منع ہے.....	486	مذکورہ احادیث مبارکہ کے بعض الفاظ کی وضاحت
543	قبلہ کی جانب منہ کر کے نہ تھو کے	486	تنبیہ
543	قبلہ کی طرف تھوکنے والے کی حکایت	488	154- مرد کا سر اور داڑھی کے سفید بال اکھیڑنا.....
544	ذکر، نماز اور تلاوت قرآن کیلئے	490	155- بغیر عذر شرمگاہ کو چھونے کی ممانعت.....
544	167- مسجد میں جھگڑا کرنا مکروہ ہے.....	491	156- بلا عذر ایک جوتے یا ایک موزے میں چلنا مکروہ ہے..
548	اشعار کا بیان	493	157- سوتے وقت گھر میں آگ چھوڑنا منع ہے.....
551	168- لہسن پیاز گندنا کھا کر مسجد میں جانا منع ہے.....	494	158- بہ تکلف کوئی کام یا بات کرنا منع ہے.....

573	178- فاسق اور بدعتی کو سردار کہہ کر پکارنے کی ممانعت	553	کچی پیاز کھانے سے بھی منہ بد بودار ہو جاتا ہے
574	179- بخار کو گالی دینا مکروہ ہے	553	بد بودار منہ لے کر مسلمانوں کے مجمع میں جانے کی ممانعت
575	180- ہوا کو گالی دینا منع ہے.....	553	بد بودار مرہم لگا کر مسجد میں آنے کی ممانعت
577	181- مرغ کو گالی دینا مکروہ ہے	553	آرنڈی کا تیل
578	182- فلاں ستارے کی وجہ سے بارش ہوئی کہنا منع ہے... 578	555	مسجدوں کو خوشبودار رکھیے!
579	183- مسلمان کو اے کافر! کہنا حرام ہے	556	169- جمعہ کے دن امام کے خطبہ کے وقت احتیاب مکروہ ہے....
580	184- بے حیائی اور زبان درازی کی ممانعت	557	170- جس کا ارادہ قربانی کرنے کا ہو تو وہ عشرہ ذی الحجہ شروع ہونے کے بعد ناخن اور بال قربانی سے پہلے نہ کاٹے
581	185- کلام میں تکلف کرنا مکروہ ہے.....	558	171- مخلوق کے نام کی قسم کھانا منع ہے.....
583	پر حکمت گفتگو کا سبب	559	قسم اٹھانا مکروہ
583	اشعار	561	اللہ عزوجل کی قسم
583	سلامتی کا نسخہ	562	172- جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھانا سخت منع ہے
584	چند اشعار	562	جھوٹی قسم کھانے والے تا چر کیلئے دردناک عذاب ہے
584	186- میرا نفس شریر ہو گیا کہنا مکروہ ہے	563	جھوٹی قسم سے بڑکت مٹ جاتی ہے
584	187- انگور کو کرم کا نام دینا مکروہ ہے	564	جھوٹی قسم کی سزا
586	188- کسی آدمی کے لیے عورت کی تعریف کرنا ممنوع ہے... 586	564	جھوٹی قسم گھروں کو دیران کر چھوڑتی ہے
586	189- یہ کہنا مکروہ ہے کہ اے اللہ! اگر تو چاہے تو مجھے بخش دے 586	565	173- وہ کرے جس کو بہتر دیکھے اور قسم کا کفارہ دے دے... 565
588	190- جو اللہ چاہے اور فلاں چاہے یوں کہنا مکروہ ہے 588	568	174- لغو قسم معاف ہے اس میں کفارہ نہیں..... 568
588	اللہ عزوجل پر بھروسہ	569	175- بیع میں حلف اٹھانا پسندیدہ نہیں اگرچہ سچا ہو 569
589	191- نماز عشاء کے بعد گفتگو کرنا مکروہ ہے 589	570	176- یہ مکروہ ہے کہ آدمی اللہ کا واسطہ دے کر کچھ مانگے... 570
589	عشاء کے بعد جلد سونے کی عادت ڈالنے کی نصیحت	572	177- بادشاہ کو شہنشاہ کہنا حرام ہے..... 572
590	کچھ ضروری مسائل		

614	انبیائے کرام بشر ہیں مگر افضل البشر	591	جننی کون ہے؟
615	204- قبر پر بیٹھنے کی حرمت	592	سیدنا مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مناجات
618	205- قبر پر عمارت بنانے کی ممانعت کا بیان.....	592	192- شوہر بیوی کو ہمستری کے لیے بلائے تو اس کی بات نہ مانا حرام ہے
619	206- غلام کا اپنے آقا سے فرار ہونا سخت حرام ہے... 619	593	193- شوہر کی اجازت کے بغیر بیوی کا نقلی روزے رکھنا حرام ہے
619	نماز قبول نہیں	596	194- مقتدی کو رکوع و سجود میں امام سے پہلے سر اٹھانا حرام ہے
620	207- حدود میں سفارش کرنا حرام ہے	597	نماز میں امام سے سبقت کرنا
624	208- لوگوں کے راستہ میں پاخانہ کرنا منع ہے.....	597	195- نماز میں پہلو پر ہاتھ رکھنا مکروہ ہے
625	209- کھڑے پانی میں پیشاب وغیرہ کرنا منع ہے	598	196- کھانا آجائے تو نماز پڑھنا مکروہ ہے.....
625	قضائے حاجت کے آداب	598	197- نماز میں آسمان کی طرف دیکھنا ممنوع ہے
625	210- والد کا بعض اولاد کو بعض پر بہہ میں فضیلت دینا مکروہ ہے	600	198- نماز میں بغیر عذر کے ادھر ادھر متوجہ ہونا مکروہ ہے
627	211- کسی میت پر عورت کا تین دن سے زیادہ سوگ حرام ہے	600	رحمت پھیر لیتا ہے
630	212- شہری کا دیہاتی کے لئے بیع کرنا حرام ہے.....	601	مکروہات نماز
630	مسائل فقہیہ	601	199- قبروں کی طرف (منہ کر کے) نماز پڑھنا ممنوع ہے
634	213- شرعی عذر کے بغیر مال ضائع کرنا منع ہے	607	200- نمازی کے آگے سے گزرنا حرام ہے
634	حساب نعمت کے بارے میں لرزہ خیز 9 فرامین مصطفیٰ	608	نمازی کے آگے سے گزرنا
636	مال زیادہ دو بال زیادہ	608	201- جب مؤذن اقامت کہنا شروع کر دے تو نفل پڑھنے منع ہیں
638	214- اسلحہ سے کسی مسلمان کی طرف اشارہ کرنے کی ممانعت... 638	609	202- جمعہ کے دن کو نفل نماز کے لئے مخصوص کر لینا مکروہ ہے
639	215- اذان کے بعد مسجد سے نکلنا مکروہ ہے.....	611	جمعہ کا روزے
640	مؤذن کا اذان کہنے کے بعد مسجد سے باہر جانا کیسا؟	612	بے اجازت کے نفل روزہ نہ رکھے
640	216- بغیر عذر کے خوشبو کا تحفہ واپس کرنے کی ممانعت	613	203- صوم وصال کی حرمت.....
641	خوشبو	613	جب تک زندہ رہوں گا دن میں روزہ رکھوں گا

696	مدینہ طیبہ کے برکات	641	217- منہ پر کسی شخص کی تعریف کرنے کی ممانعت ہے ...
696	اہل مدینہ کے ساتھ بُرائی کرنے کے نتائج	642	تعریف پسندی
698	قیامت کی نشانیاں	645	تعریف کرنا
699	قیامت کب آئے گی؟	645	تعریف کرنے والے کے لئے آفات
709	رحمت الہی کی امید رکھنا واجب ہے	646	ممدوح کے لئے آفات
713	ثواب پانے والا خوش نصیب امام	646	218- جس علاقہ میں وبا پھیل جائے وہاں سے فرارنا پسندیدہ ہے
714	حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کوشش	650	219- جادو و سحر حرام ہے
714	حضرت سیدنا وحشی بن حرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ	652	220- کفار کے علاقہ میں قرآن پاک لے کر جانا منع ہے ...
716	نوشیا طین کے نام و کام	652	221- سونے اور چاندی کے برتنوں کا استعمال منع ہے ...
725	کوئی ظالم مجھ سے نہ بچ سکے گا!	654	سونے چاندی کے برتنوں کا استعمال
729	گمان کسے کہتے ہیں؟	655	222- زعفران سے رنگا ہوا کپڑا پہننا منع ہے
729	گمان کی اقسام	656	223- صبح سے شام تک خاموش رہنا منع ہے
729	بدگمانی کے جائز ہونے کی صورتیں	657	علم سے گفتگو اور حلم سے خاموشی
730	بدگمانی جائز ہونے کا مطلب	658	224- باپ کے علاوہ کی طرف نسبت کرنا جائز نہیں ...
731	دوسری صورت	663	225- اللہ اور اس کے رسول نے جن کاموں سے منع کیا ان سے ڈرانے کا ذکر
738	علم و حکمت کے دلائل	663	226- منع کردہ باتوں کے ارتکاب کر نیوالے کو کیا کرنا چاہئے؟
739	حضرت خالد بن الولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ	666	19- كِتَابُ الْمَنْشُورَاتِ وَالْبِلَاحِ
744	سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کنیت	666	227- متفرق احادیث اور قیامت کی نشانیوں کا بیان
758	شفاعتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم	682	رجال کس کو کہتے ہیں؟
769	آبِ زَمْزَمِ كَيْ فَضَائِلِ	694	فضائلِ مدینہ طیبہ
771	20- كِتَابُ الْاِسْتِغْفَارِ	695	مدینہ طیبہ کی اقامت

806	موت و حیات کی شکل	771	228- مغفرت و بخشش طلب کرنا
807	قیامت قائم ہوگی	773	توبہ و استغفار کی اہمیت و فضیلت
808	موت کا مینڈھا	773	علم سے محرومی
		774	رزق میں تنگی
		774	وحشتِ قلبی
	◆◆◆◆◆	775	مقبول توبہ کا بیان
		776	مومن بندے کی توبہ
		777	مجھ سے مغفرت طلب کرو میں تمہیں بخش دوں گا
		782	حضرت سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا طریقہ
		783	سچی توبہ کسے کہتے ہیں؟
		783	توبہ کی شرائط
		784	229- اللہ تعالیٰ نے جنت میں کیا نعمتیں تیار کی ہیں؟ ...
		785	جنت کے ہر پھل سے کھاؤ
		786	جنت کا بیان
		793	جنت کتنی بڑی ہے؟
		793	جنت کے دروازے
		793	ایک دروازہ کتنا بڑا ہوگا؟
		800	جنت کے باغات
		801	انبیاء علیہم السلام کے رتبے
		804	محوریں پانے کا عمل
		805	کروٹیں بستروں سے جدا

وعائے مصطفیٰ ﷺ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللَّهُمَّ رَحِمِي خَلْفَتِي

قُلْتَنِي يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمِنْ

خَلْفَائِكَ قَالَ الَّذِينَ يَأْتُونَكَ

مِنْ بَعْدِي مِنْ أَجْلِي

وَيَعْلَمُونَ مَا لَيْسَ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

احادیث مصطفیٰ کی اشاعت اور تعلیم دینے والوں کے لیے
اے اللہ میرے جانشینوں پر رحم فرما، ہم نے عرض کی
یا رسول اللہ آپ کے جانشین کون ہیں؟ آپ نے فرمایا
وہ لوگ جو میرے بعد آئیں گے میری حدیثیں بیان کریں
گے اور لوگوں کو میری حدیثوں کی تعلیم دیں گے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

82-بَابُ فَضْلِ صَوْمِ الْمُحَرَّمِ

محرم شعبان اور حرمت والے

وَشَعْبَانَ وَالْأَشْهُرِ الْحُرُمِ

مہینوں کے روزے کی فضیلت کا بیان

(1251) وَعَنْ أَبِي حُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت سے آج فرماتا،

قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رمضان کے بعد زیادہ

«أَفْضَلُ الصِّيَامِ بَعْدَ رَمَضَانَ: شَهْرُ اللَّهِ الْمُحَرَّمِ،

فضیلت والے روزے اللہ کے حرمت والے مہینے محرم

وَأَفْضَلُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْفَرِيضَةِ: صَلَاةُ اللَّيْلِ» رَوَاهُ

کے ہیں اور فرض نماز کے بعد فضیلت والی نماز تہجد کی نماز

مُسْلِمٌ.

ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب فضل صوم المحرم: ج ۲ ص ۱۶۹ رقم: ۲۸۱۲ صحیح ابن عزیمة: باب فضل الصوم فی

المحرم اذا هو افضل الصيام بعد شهر رمضان: ج ۲ ص ۲۸۲ رقم: ۲۰۰۶ مسند امام احمد بن حنبل: مسند ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ

ج ۲ ص ۲۲۲ رقم: ۸۵۱۵ مسند عبد بن حمید من مسند ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ ص ۳۱۹ رقم: ۱۳۲۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ محرم سے مراد عاشورہ کا دن ہے نہ کہ سارا ماہ محرم ورنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شعبان کے روزے زیادہ

رکھا کرتے، چونکہ عاشورہ کا دن محرم میں واقع اور عاشورہ میں بڑے اہم واقعات ہو چکے ہیں: آدم علیہ السلام کی توبہ کی

قبولیت، نوح علیہ السلام کی کشتی کا جو دی پہاڑ پر ٹھہرنا، یعقوب علیہ السلام کا اپنے فرزند یوسف علیہ السلام سے ملنا، فرعون کا

غرق اور موسیٰ علیہ السلام کی نجات، ایوب علیہ السلام کی شفا، یونس علیہ السلام کا مچھلی کے پیٹ سے باہر آنا وغیرہ عاشورہ ہی

کے دن ہوئے، بعد میں شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ اور قیامت کا آنا اسی دن میں ہونے والا تھا اس لیے سارے محرم کو

اللہ کا مہینہ فرمایا گیا یعنی اللہ کے محبوبوں کا مہینہ کہ جو اللہ کے بندوں کا ہو جائے وہ اللہ کا ہو جاتا ہے اور جس دن یا جس مہینہ

میں کوئی اہم کام ہوا ہو اس میں عبادتیں کرنا بہتر ہے لہذا ربیع الثانی کی گیارہویں، ربیع الاول کی بارہویں، رجب کی

ستاہیسویں افضل تاریخیں ہیں اور ان میں عبادت، روزہ، نوافل، میلاد شریف وغیرہ کرنا بہتر ہے۔ یہ حدیث بہت

سے صوفیانہ و عالمانہ مسائل کا ماخذ ہے۔ صوفیائے کرام بہت سے اعمال کی زکوٰۃ عاشورہ کے دن ادا کرتے ہیں۔ اس کی تحقیق

ہماری کتاب "جاء الحق" حصہ اول میں دیکھئے۔

فرض سے مراد نماز پنجگانہ ہے مع سنن مؤکدہ اور وتر کے، اور رات کی نماز سے مراد تہجد ہے یعنی فرائض وتر اور سنن

مؤکدہ کے بعد درجہ نماز تہجد کا ہے کیوں نہ ہو کہ اس نماز میں مشقت بھی زیادہ ہے اور خصوصی حضور بھی غالب، یہ نماز حضور

انور صلی اللہ علیہ وسلم پر فرض تھی، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَّكَ۔ رب تعالیٰ نے تہجد پڑھنے والوں کے بڑے فضائل بیان فرمائے: تَتَجَالَىٰ جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ اور فرماتا ہے: وَالَّذِينَ يَبِينُتُونَ لِربِّهِمْ سُجَّدًا وَقِيَامًا وغیرہ۔ فقیر کی وصیت ہے کہ ہر مسلمان ہمیشہ تہجد پڑھے اور اس نماز کا ثواب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ہدیہ کر دیا کرے بلکہ انہی کی طرف سے ادا کیا جائے ان شاء اللہ! وہاں سے بہت کچھ ملے گا۔ (بزاۃ الناجح، ج ۳ ص ۲۶۷)

(1252) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول

لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ رَمَضَانَ شَهْرًا أَكْثَرَ مِنْ شَعْبَانَ، فَإِنَّهُ كَانَ يَصُومُ شَعْبَانَ كُلَّهُ. وَفِي رِوَايَةٍ: كَانَ يَصُومُ شَعْبَانَ إِلَّا قَلِيلًا. روزے رکھتے تھے۔ آپ سارا شعبان ہی روزہ رکھتے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ تھوڑے دن چھوڑ کر سارا شعبان روزے رکھتے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب صوم شعبان، ج ۲ ص ۶۹۵، رقم: ۱۸۹۹، صحیح مسلم، باب صیام النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی غیر رمضان، ج ۳ ص ۱۶۱، رقم: ۲۷۷۸، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب فی فضل صوم شعبان، ج ۳ ص ۲۹۲، رقم: ۸۱۸۹، سنن ابن ماجہ، باب ما جاء فی صیام النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج ۱ ص ۵۲۵، رقم: ۱۷۱۰، مسند امام احمد، حدیث السیدة عائشہ رضی اللہ عنہا، ج ۱ ص ۱۳۲، رقم: ۲۵۱۳)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس طرح کہ شعبان کا چاند بہت اہتمام سے دیکھتے تھے، پھر اس کے دن کی شمار رکھتے تھے کیونکہ اس پر ماہ رمضان کا دارومدار ہے، بقرعید کے چاند پر بھی اگر چہ حج وغیرہ کا دارومدار ہے مگر حج ہر سال ہر شخص نہیں کرتا اور نماز بقرعید و قربانی چاند سے دس دن بعد ہوتی ہے جس میں چاند کا پتہ لگ جاتا ہے، رمضان میں چاند ہوتے ہی ہر شخص روزے رکھتا ہے لہذا اس کے چاند کا اہتمام زیادہ چاہیے۔ (بزاۃ الناجح، ج ۳ ص ۲۰۶)

(1253) وَعَنْ مُجِيبَةَ الْبَاهِلِيَّةِ، عَنْ أَبِيهَا أَوْ عَمَّهَا: أَنَّهُ آتَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ انْطَلَقَ فَأَتَاهُ بَعْدَ سَنَةٍ - وَقَدْ تَغَيَّرَتْ حَالُهُ وَهَيْئَتُهُ - فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَمَا تَعْرِفُنِي؟ قَالَ: "وَمَنْ أَأَنْتَ؟" قَالَ: أَنَا الْبَاهِلِيُّ الَّذِي جِئْتُكَ عَامَ الْأَوَّلِ. قَالَ: "فَمَا غَيَّرَكَ، وَقَدْ كُنْتَ حَسَنَ الْهَيْئَةِ؟" قَالَ: مَا أَكَلْتُ طَعَامًا مِّنْذُ فَارَقْتُكَ إِلَّا يَلِيلٍ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: حضرت مجیبۃ الباہلیۃ اپنے باپ یا چچا سے روایت کرتی ہیں کہ وہ (ان میں سے کوئی ایک) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا پھر چلا گیا سال بعد دوبارہ آیا تو اس کی حالت اور صورت بدلی ہوئی تھی، تو اس نے عرض کی: یا رسول اللہ! آپ کیا مجھ کو پہچانتے نہیں؟ فرمایا: تو کون ہے؟ عرض کیا: میں وہی باہلی ہوں جو ایک سال پہلے حاضر ہوا تھا تو آپ نے فرمایا: تجھے کس چیز نے تبدیل کر دیا ہے تو؟ تو اچھی حالت میں تھا۔ عرض کی:

عَلَيْتَ نَفْسِكَ! ثُمَّ قَالَ: «صُمُّ شَهْرَ الصَّبْرِ، وَيَوْمًا مِنْ كُلِّ شَهْرٍ» قَالَ: رِذِي، فَإِنَّ بِي قُوَّةٌ، قَالَ: «صُمُّ يَوْمَيْنِ» قَالَ: رِذِي، قَالَ: «صُمُّ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ» قَالَ: رِذِي، قَالَ: «صُمُّ مِنَ الْحَرَمِ وَاتْرُكْ، صُمُّ مِنَ الْحَرَمِ وَاتْرُكْ، صُمُّ مِنَ الْحَرَمِ وَاتْرُكْ» وَقَالَ بِأَصَابِعِهِ الثَّلَاثِ فَصَبَّهَا، ثُمَّ أَرْسَلَهَا. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ. وَ«شَهْرُ الصَّبْرِ»: رَمَضَانَ.

جب سے میں آپ سے جدا ہوا ہوں صرف رات کو میں نے کھایا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تو نے اپنے آپ کو تکلیف میں ڈالا۔ پھر فرمایا: تو ماہ رمضان کے روزے رکھ اور ہر مہینہ کے ایک دن عرض کی مجھے زیادہ کی اجازت دیں کیونکہ مجھے قوت حاصل ہے۔ فرمایا: دو دن روزہ رکھ عرض کی مجھے زیادہ کی اجازت دیں کیونکہ مجھے قوت حاصل ہے فرمایا ہر ماہ میں تین دن روزہ رکھ اور کچھ چھوڑ دے حرمت والے مہینوں میں روزہ رکھ اور کچھ چھوڑ دے حرمت والے مہینوں میں روزہ رکھ اور چھوڑ۔ اور آپ نے تین انگلیاں ملا کر اشارہ کیا پھر اس کو چھوڑ دیا۔ اسے امام ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔ اور ”شہر الصبر“ سے مراد رمضان ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد: باب فی صوم اشہر الحرم: ج ۲ ص ۲۹۸، رقم: ۲۲۳۰ السنن الکبریٰ للبیہقی: باب فی فضل الصوم فی اشہر الحرم: ج ۲ ص ۲۹۱، رقم: ۸۶۸۷)

شرح حدیث: ان روزوں سے افضل کوئی نہیں

حضرت سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہان کے تاجور، سلطان بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو میرے بارے میں بتایا گیا کہ میں کہتا ہوں کجب تک زندہ رہوں گا دن میں روزہ رکھوں گا اور رات میں عبادت کیا کروں گا۔ تو آپ نے مجھ سے فرمایا، کیا یہ بات تم نے ہی کہی ہے؟ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! میں نے ہی کہی ہے، تو آپ نے فرمایا، تم اس کی طاقت نہ رکھ سکو گے لہذا! روزہ بھی رکھو اور افطار بھی کرو، آرام بھی کرو اور قیام بھی کرو، ہر مہینے تین روزے رکھ لیا کرو کیونکہ ایک نیکی دس کے برابر ہے لہذا یہ ساری زندگی کے روزوں کے برابر ہونگے۔

میں نے عرض کیا، میں اس سے بھی زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ ارشاد فرمایا، دو دن چھوڑ کر ایک دن روزہ رکھو۔

میں نے پھر عرض کیا، میں اس سے بھی زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ ارشاد فرمایا، ایک دن چھوڑ کر ایک دن روزہ رکھو، یہ

صیام داؤدی ہیں اور یہ سب سے بہتر روزے ہیں۔ میں نے پھر عرض کیا، میں اس سے بھی زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپ

نے ارشاد فرمایا، ان روزوں سے افضل کوئی نہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر میں رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم کا تین روزوں والا فرمان عالی شان قبول کر لیتا تو یہ مجھے اپنے اہل اور مال سے زیادہ پسندیدہ ہوتا۔

جبکہ ایک روایت میں ہے کہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مجھے خبر ملی ہے کہ تم رات کو قیام کرتے ہو اور دن میں روزہ رکھتے ہو؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! میں نیکی ہی کے ارادے سے ایسا کرتا ہوں۔ فرمایا جو ہمیشہ روزہ رکھے اس کا کوئی روزہ نہیں مگر میں تمہیں صوم دہر کے بارے میں بتاتا ہوں، (وہ یہ ہے کہ) ہر مہینے میں تین دن کے روزے رکھا کرو۔ (صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب لنھی عن صوم الدھر۔۔۔۔۔ الخ، رقم ۱۱۵۹، ص ۵۸۴)

ذی الحجہ کے پہلے عشرے میں روزہ

رکھنا اور دیگر نیکیوں کی فضیلت کا بیان

83-بَابُ فَضْلِ الصَّوْمِ وَغَيْرُهُ

فِي الْعَشْرِ الْأَوَّلِ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول

اللہ ﷺ نے فرمایا: ان دنوں میں عمل صالح جس قدر اللہ

کریم کو محبوب ہے اور دنوں میں ایسا نہیں۔ آپ ذی الحجہ

کے عشرہ کا ارادہ کرتے تھے۔ انہوں نے عرض

کیا: یا رسول اللہ! جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں؟ فرمایا: ہاں

جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں۔ لیکن ایسا آدمی جو جان و مال

لے کر (اللہ کی راہ میں) نکلے پس اس میں سے کسی چیز کو

لے کر واپس نہ لوئے۔ (بخاری)

(1254) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا،

قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا

مِنْ أَيَّامٍ الْعَمَلُ الصَّالِحُ فِيهَا أَحَبُّ إِلَى اللَّهِ مِنْ

هَذِهِ الْأَيَّامِ" يَعْنِي أَيَّامَ الْعَشْرِ. قَالُوا: يَا رَسُولَ

اللَّهِ، وَلَا الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ؟ قَالَ: "وَلَا الْجِهَادُ فِي

سَبِيلِ اللَّهِ، إِلَّا رَجُلٌ خَرَجَ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ، فَلَمْ

يَرْجِعْ مِنْ ذَلِكَ بِشَيْءٍ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب التکبیر الی العید ج ۲ ص ۲۰، رقم: ۱۱۱۱ السنن الصغری للبیہقی، باب العمل الصالح فی

العشر من ذی الحجۃ، ج ۱ ص ۳۳۲، رقم: ۱۲۵۴ سنن ابوداؤد، باب فی صوم العشر، ج ۲ ص ۲۰۱، رقم: ۲۲۴۰ سنن الدارمی، باب فی فضل العمل

فی العشر، ج ۲ ص ۲۱، رقم: ۱۰۰۲، مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن العباس، ج ۱ ص ۲۲۶، رقم: ۳۲۲۸)

شرح حدیث: حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو

جہاں کے تاجور، سلطان بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، حج کے دس دنوں میں کیا گیا عمل اللہ عزوجل کو بقیہ دنوں

میں کئے جانے والے عمل سے زیادہ محبوب ہے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا راہ

خدا عزوجل میں جہاد کرنا بھی؟ ارشاد فرمایا ہاں! راہ خدا عزوجل میں جہاد کرنا بھی، سوائے اس شخص کے جو اپنی جان و مال

کے ساتھ نکلے اور ان دنوں میں سے کچھ بھی واپس نہ لائے۔ (بخاری، کتاب العیدین، باب فضل العمل الخ، رقم ۹۳۹، ج ۱ ص ۳۳۳)

حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی بقرعید کے پہلے عشرہ میں رب تعالیٰ کو بندوں کے نیک عمل بہت پیارے ہیں جن پر بہت ثواب دے گا کیونکہ یہ

زمانہ حج کا ہے اور اسی عشرہ میں عرفہ کا دن ہے جو تمام دنوں سے بہتر ہے ماہ رمضان کی آخری دس راتوں میں نیکیاں بہت قبول ہیں کہ یہ زمانہ اعتکاف ہے اور اس میں شب قدر ہے، رب تعالیٰ نے فرمایا: **وَلَيَالٍ عَشْرًا** دس راتوں کی قسم۔ خیال رہے کہ دن تو بقرعید کے اول عشرہ کے افضل ہیں اور راتیں رمضان کے آخری عشرہ کی افضل، اسی لیے یہاں ایام فرمایا گیا اور قرآن شریف میں لیل، لہذا قرآن و حدیث متعارض نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ افضل دنوں میں عبادت بھی افضل ہے، اسی لیے شب معراج، شب برات، شب میلاد میں عبادت افضل ہیں کہ یہ افضل راتیں ہیں۔

بقرعید کے پہلے عشرہ کے اعمال دوسرے زمانہ کے جہاد سے افضل ہیں، ہاں یہ جہاد جس میں غازی جان و مال سب کچھ قربان کر دے یہ اس عشرہ کی نیکیوں سے افضل ہے۔ معلوم ہوا کہ اس عشرہ کا جہاد تو بہت ہی افضل ہوگا۔

(مراۃ المناجیح، ج ۲ ص ۶۸۶)

عشرہ ذی الحجہ کی فضیلت

جو شخص ان دس ایام کی عزت کرتا ہے اللہ تعالیٰ یہ دس چیزیں اس کو مرحمت فرما کر اس کی عزت افزائی کرتا ہے (۱) عمر میں برکت (۲) مال میں افزونی (۳) اہل و عیال کی حفاظت (۴) گناہوں کا کفارہ (۵) نیکیوں میں اضافہ (۶) نزع میں آسانی (۷) ظلمت میں روشنی (۸) میزان میں سنگینی یعنی وزنی بنانا (۹) دوزخ کے طبقات سے نجات (۱۰) جنت کے درجات پر عروج۔ جس نے اس عشرہ میں کسی مسکین کو کچھ خیرات دی اس نے گویا اپنے پیغمبروں علیہم السلام کی سنت پر صدقہ دیا۔ جس نے ان دنوں میں کسی کی عیادت کی اس نے اولیاء اللہ اور ابدال کی عیادت کی، جو کسی کے جنازے کے ساتھ گیا اس نے گویا شہیدوں کے جنازے میں شرکت کی، جس نے کسی مومن کو اس عشرہ میں لباس پہنایا، اللہ تعالیٰ اس کو اپنی طرف سے خلعت پہنائے گا جو کسی یتیم پر مہربانی کرے گا، اللہ تعالیٰ اس پر عرش کے نیچے مہربانی فرمائے گا، جو شخص کسی عالم کی مجلس میں اس عشرہ میں شریک ہو اوہ گویا انبیاء اور مرسلین علیہم السلام کی مجلس میں شریک ہوا۔ (غنیۃ الطالبین صفحہ ۴۱۹)

ماہ ذوالحجہ کی فضیلت

ذوالحجہ کا مہینہ چار برکت اور حرمت والے مہینوں میں سے ایک ہے۔ اس مبارک مہینہ میں کثرتِ نوافل، روزے، تلاوت قرآن، تسبیح و تہلیل، تکبیر و تقدیس اور صدقات و خیرات وغیرہ اعمال کا بہت بڑا ثواب ہے۔ اور بالخصوص اس کے پہلے دس دنوں کی اتنی فضیلت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس عشرہ کی دس راتوں کی قسم یاد فرمائی ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالْفَجْرِ ۝ وَلَيَالٍ عَشْرًا ۝ وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۝ وَاللَّيْلِ إِذَا يَسِيرًا ۝

قسم ہے مجھے فجر کی عید قربان کی اور دس راتوں کی جو ذوالحجہ کی پہلی دس راتیں ہیں۔ اور قسم ہے جفت اور طاق کی جو رمضان مبارک کی آخری راتیں ہیں، اور قسم ہے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج کی رات کی۔

اس قسم سے پتہ چلتا ہے کہ عشرہ ذی الحجہ کی بہت بڑی فضیلت ہے۔ (فضائل الایام والشہور صفحہ ۴۶۳)

ذی الحجہ کی اہم دعا

الحمد لله الذي في السماء عرشه ، الحمد لله الذي في الارض قدرته ، الحمد لله الذي في
القيامة هيئته ، الحمد لله الذي في القبر قضاؤه ، الحمد لله الذي في الجنة رحبته ، الحمد لله
الذي في جهنم سلطانه ، الحمد لله الذي في البر والبحر برهانه ، و الحمد لله الذي في الهواء
ريحه ، و الحمد لله الذي لا مفرو ولا ملجأ الا اليه و الحمد لله رب العلمين

ہر خوبی اللہ کے لیے ہے جس کا عرش آسمان میں ہے، تعریف اللہ کے لیے ہے جس کی قدرت زمین پر ہے،
تعریف اللہ کے لیے ہے جس کی ہیبت قیامت میں ہے، تعریف اللہ کے لیے ہے جس کا حکم قبروں پر ہے،
تعریف اللہ کے لیے ہے جس کی رحمت جنت میں ہے، تعریف اللہ کے لیے ہے جس کی برہان خشکی اور سمندر
میں ہے، تعریف اللہ کے لیے ہے جس کی خوشبو ہوا میں ہے، تعریف اللہ کے لیے ہے کہ سوائے اس کی ذات
کے کوئی پناہ کی جگہ نہیں ہے تعریف اللہ کے لیے ہے جو رب العالمین ہے۔

یوم عرفہ اور نوادس محرم کے
روزوں کی فضیلت

84- بَابُ فَضْلِ صَوْمِ يَوْمِ

عَرَفَةَ وَعَاشُورَاءَ وَتَأْسُوعَاءَ

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

اللہ ﷺ سے یوم عرفہ کے روزے کے بارے میں سوال
کیا گیا تو آپ نے فرمایا وہ گزشتہ اور آئندہ سال کے
گناہوں کا کفارہ ہے۔ (مسلم)

(1255) وَعَنْ أَبِي قَتَادَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

قَالَ: سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ
صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ، قَالَ: "يُكَفِّرُ السَّنَةَ الْمَاضِيَةَ
وَالْبَاقِيَةَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب استحباب صیام ثلاثة ایام من كل شهر: ج ۲، ص ۱۶۶، رقم: ۲۸۰۰ السنن الکبریٰ

للبيهقي: باب صوم يوم عرفه لغير الحاج ج ۴، ص ۲۸۲، رقم: ۸۶۳۹، مسند امام احمد بن حنبل حدیث ابی قتادہ الانصاری ج ۵، ص ۲۶۶،
رقم: ۲۲۵۱۰)

شرح حدیث: مسلم شریف میں یہ مکمل حدیث یوں ہے:

روایت ہے حضرت ابو قتادہ سے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا عرض کیا آپ روزے
کیسے رکھتے ہیں تو اس کی بات سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے جب حضرت عمر نے آپ کی ناراضی دیکھی تو
عرض کیا ہم اللہ کی ربوبیت ستائیم کے دین ہونے اور محمد مصطفیٰ کے نبی ہونے سے راضی ہیں ہم اللہ و رسول کے غضب سے
اللہ کی پناہ مانگتے ہیں حضرت عمر یہ بار بار کہتے رہے حتیٰ کہ حضور کی ناراضی جاتی رہی پھر حضرت عمر نے عرض کیا یا رسول اللہ جو
ساری عمر روزے رکھے وہ کیسا فرمایا نہ اس نے روزے رکھے نہ افطار کیا یا فرمایا نہ روزہ رکھ۔ کا اور نہ افطار کرے گا عرض کیا جو

دو دن روزے رکھے اور ایک دن افطار کرے وہ کیسا فرمایا کیا کوئی اس کی طاقت رکھتا ہے عرض کیا جو ایک دن روزہ اور ایک دن افطار کرے وہ کیسا فرمایا یہ داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں عرض کیا جو ایک دن روزہ رکھے اور دو دن افطار کرے وہ کیسا فرمایا میری تمنا ہے کہ مجھے یہ طاقت ملتی پھر فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر ماہ میں تین دن کے روزے اور رمضان سے رمضان تک کے روزے ساری عمر کے روزے ہیں عرفہ کے دن کا روزہ مجھے اللہ کے کرم پر امید ہے کہ ایک سال اگلے اور ایک سال پچھلے کا کفارہ ہو جائے اور عاشورہ کے دن روزہ مجھے اللہ کے کرم پر امید ہے کہ پچھلے سال کا کفارہ بنا دے۔

حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

چند وجہ سے یہ ناراضی ہوئی: ایک یہ کہ سوال میں بے ادبی کا شائبہ ہے، سائل کو چاہیے کہ اپنے متعلق سوال کرے نہ کہ مفتی کے بارے میں، انہیں پوچھنا چاہیے تھا کہ میں کس طرح روزے رکھا کروں۔ دوسرے یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات مختلف تھے آپ کبھی زیادہ روزے رکھتے تھے کبھی کم تو جواب دشوار تھا۔ تیسرے یہ کہ بہت سے نیک اعمال حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کم کرتے تھے تاکہ امت پر دشواری نہ ہو ان پر آسانی رہے۔ چوتھے یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تبلیغ اسلام حقوق ازواج اور سلطنت کے انتظام، مہمانوں کی تواضع میں زیادہ مشغول رہتے تھے جس کی وجہ سے روزے کبھی کم رکھتے تھے۔ پانچویں یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو تھوڑے اعمال پر وہ ثواب ملتا تھا جو دوسروں کو زیادہ اعمال پر بھی نہیں ملتا۔ ممکن تھا کہ وہ سائل حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے روزے سن کر انہیں کم سمجھتا جیسے بعض لوگوں نے حضرت عائشہ صدیقہ سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادات سن کر انہیں کم جانا۔ (مرقات و اشعد لعات)

(حضرت عمر نے عرض کی) یعنی میں سارے مسلمانوں کی طرف سے عرض کرتا ہوں کہ ہم سے جو بے ادبیاں سرزد ہو جاتی ہیں ان کی وجہ یہ نہیں کہ ہمیں آپ کے مراتب کا انکار ہے بلکہ محض درباری آداب سے ناواقفیت کی بنا پر ہے۔ اعلیٰ حضرت نے کیا خوب فرمایا۔ شعر

سرکار ہم گنواروں میں طرز ادب کہاں
ہم کو تو بس تمیز یہی بھیک بھر کی ہے

مرقات نے یہاں فرمایا کہ چونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضی پر رب تعالیٰ بھی ناراض ہو جاتا ہے اس لیے جناب عمر نے اللہ کے غضب کا بھی ذکر کیا۔ خیال رہے کہ اللہ رسول کے غضب سے سوائے رب کی بارگاہ کے کہیں پناہ نہیں مل سکتی۔

معلوم ہوا کہ عاجزی اور خوشامد بڑی اکسیر ہے۔ شعر

عجز کار انبیاء و اولیاء است
عاجزی محبوب درگاہ خداست

ایسا شخص ہمیشہ دن میں کھانے سے محروم رہا اور روزوں کا ثواب بھی نہ پاسکا کیونکہ سال میں پانچ دن روزے منع تھے

وہ ان دنوں میں بھی روزے رکھ گیا گنہگار ہو یا یہ حکم اس کے متعلق ہے جو ہمیشہ کے روزوں پر قادر نہ ہو بہت مشقت اٹھا کر اور نفس کو ہلاکت میں ڈال کر روزے رکھے اور ان روزوں کی وجہ سے حق والوں کے حقوق ادا نہ کر سکے لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ حضرت ابو طلحہ انصاری اور حمزہ ابن عمرو سلمی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ ہی میں ان پانچ دنوں کے سواء ہمیشہ روزے رکھتے تھے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مطلع ہونے پر منع نہ کیا، نیز بیہقی شریف میں ہے کہ جو ہمیشہ روزے رکھے اس پر دوزخ ایسی تنگ ہو جائے گی جیسے نوے کا عدد کہ کلمہ کی انگلی کا کنارہ انگوٹھے کی جڑ میں لگا دیا جائے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ یہ تشبیہ ان لوگوں کے لیے ہے جو ہمیشہ روزے رکھنے کی وجہ سے ایسے عادی ہو جائیں کہ انہیں روزے میں تکلیف ہو۔ (لمعات و مرقات) لہذا امام اعظم ابو حنیفہ کا چالیس سال مسلسل روزے رکھنا اس عتاب کی زد میں نہیں آتا۔

یعنی عام لوگوں پر بھی دشوار ہے اس سے بھی لوگوں کے سارے کاروبار بند ہو جائیں گے۔ اس جواب سے معلوم ہو رہا ہے کہ ممانعت کی وجہ لوگوں کی کمزوری ہے اگر کسی میں ہمیشہ روزے رکھنے کی طاقت ہو جس سے اس کا کوئی کام بند نہ ہو تو اس کے لیے وہی افضل ہے۔

یعنی آپ ہمیشہ یوں ہی روزے رکھتے تھے یہ بہتر طریقہ ہے یا یہ مطلب ہے کہ عوام پر یہ بھی مشکل ہے یہ تو داؤد علیہ السلام ہی تھے جو اس طرح روزے رکھ گئے دوسرے معنی زیادہ ظاہر ہیں جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہو رہا ہے اور دوسری حدیثیں پہلے معنی کی تائید کرتی ہیں، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہترین روزے داؤد علیہ السلام کے پاس ہیں۔ علماء فرماتے ہیں کہ عمل اتنا کرو جو تمہیں علم سے نہ روکے اور علم میں اتنے مشغول ہونا جو تمہیں اعمال سے نہ روکے، درمیانی چال اچھی۔

یعنی مجھ پر امت کا بوجھ، ازدواج کے حقوق، مملکت کے انتظامات نہ ہوتے تو میں اسی طرح روزے رکھا کرتا، اگر میں ایسے روزے رکھنے لگوں تو کمزور مسلمان بھی اس سنت پر عمل کرنے لگیں جس سے ان کے کاروبار بند ہو جائیں گے۔ یہاں طاقت رکھنے سے مراد موقعہ پانا ہے لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم روزہ وصال رکھا کرتے تھے کہ وہ ہمیشہ نہ رکھتے تھے کبھی کبھی، پھر بھی صحابہ کو اس سے منع فرمادیا لہذا اس عبادت سے کوئی دھوکہ نہ کھائے اور یہ نہ سمجھے کہ نعوذ باللہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کمزور تھے اور آپ میں ان روزوں کی بھی طاقت نہ تھی۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلامان حضرت بایزید بسطامی نے ایک بار تین سال تک پانی نہ پیا، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خان صاحب قدس سرہ نے ایک بار اسی دن کچھ نہ کھایا اور کسی کام میں فرق نہ آیا۔ یہ واقعہ مجھے میرے مرشد برحق صدرالافاضل مولانا نعیم الدین صاحب نے فرمایا۔ ہر مہینہ کی تیرھویں، چودھویں، پندرھویں تاریخ کے روزے رکھ لے جائیں اور پورے ماہ رمضان کے روزے رکھے جائیں تو اس سے ساری عمر کے روزوں کا ثواب مل جاتا ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے: مَنْ جَاءَ

بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ امْتَالِيهَا۔ جب ایک کا دس ملتا ہے تو ان شاء اللہ! تین روزوں میں تیس کا ثواب ملے گا اس حساب سے ساری عمر کے روزے ہو جائیں گے یہ سب رحمتیں اس رحمت والے محبوب کے صدقے سے ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے عرض کیا جا چکا کہ یہ صیام مصدر ہے نہ کہ صوم یا صائم کی جمع یعنی ذی الحجہ کی نو تاریخ کا روزہ اگلے پچھلے دو سال کے صغیرہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور اگر گناہ صغیرہ نہ ہوں تو درجے بلند کر دیتا ہے، گناہ کبیرہ بغیر توبہ اور بندوں کے حق بغیر ادا کئے معاف نہیں ہوتے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ آئندہ ایک سال کے گناہ مٹانے کے معنی یہ ہیں کہ اسے گناہ سے بچنے کی توفیق مل جاتی ہے۔ خیال رہے کہ یہ حدیث غیر حاجیوں کے لیے ہے حاجی کے لیے عرفات میں اس دن روزہ نہ رکھنا بہتر ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عاشورے کے روزے سے نویں بقرعید کا روزہ افضل ہے کیونکہ عاشورہ کا روزہ تو ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہے اور عرفہ کا روزہ دو سال کا مگر عاشورہ کا دن عرفے کے دن سے بعض اعتبار سے افضل ہے۔ لہذا یہ حدیث گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں جس میں عاشورے کے دن کی افضلیت بیان کی گئی۔

(بزمۃ المناجیح، ج ۳ ص ۲۷۲)

(1256) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: حَضْرَتِ ابْنِ عَبَّاسٍ ؓ سَعَةَ رَوَايَتِهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَامَ يَوْمَ عَاشُورَاءَ وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. حُكْمٌ دِيَا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: کتاب الصوم: باب وجوب صوم رمضان: ج ۲ ص ۲۴: رقم: ۱۸۱۲ صحیح مسلم: باب صوم یوم عاشوراء: ج ۲ ص ۱۵۰: رقم: ۲۴۱۲ السنن الکبریٰ للبیہقی: باب فضل یوم عاشوراء: ج ۲ ص ۲۸۶: رقم: ۱۸۶۵۸ سنن ابوداؤد: باب فی صوم یوم عاشوراء: ج ۲ ص ۲۰۲: رقم: ۲۴۲۲ سنن ابن ماجہ: باب صیام یوم عاشوراء: ج ۱ ص ۵۵۲: رقم: ۱۴۲۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ لکھتے ہیں:

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ روزہ رکھنا موسیٰ علیہ السلام کی موافقت کے لیے ہے نہ کہ ان کی متابعت کے لیے۔ موافقت اور متابعت میں زمین و آسمان کا فرق ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: فَبِهَذَا لَهُمْ اِقْتِدَادٌ يٰهَا مَوَافَقَتِ كَاذِكْرِ هِيَ كَرَأِپ سَارِے انبیاء کی موافقت فرمائیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر موسیٰ علیہ السلام تجلیات ظاہری زندہ ہوتے تو انہیں میری اتباع کے بغیر چارہ کار نہ ہوتا، یہاں اتباع کا ذکر ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء کے موافق ہیں اور انبیاء کے تابع۔

چنانچہ شروع اسلام میں عاشوراء کا روزہ فرض رہا، پھر رمضان کی فرضیت سے عاشوراء کے روزوں کی فرضیت تو منسوخ ہو گئی مگر سنیت اب بھی باقی ہے۔ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ معظم واقعات کی یادگاریں منانا رکن اسلامی ہے۔ دوسرے یہ کہ یہ یادگاریں محض اس لیے حرام نہ کبی جائیں گی کہ ان میں مشابہت کفار کا شائبہ ہے۔ تیسرے یہ

کہ اسلامی یادگاریں کھیل کود سے نہ منائی جائیں بلکہ عبادتوں سے منائی جائیں، دیکھو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مویں علیہ السلام کے واقعہ کی یادگاریں روزہ رکھا جو کہ عبادت ہے۔ چوتھے یہ کہ اللہ والوں کی خوشی میں شرکت کرنا کچھ ملنے کا بہانہ ہو جاتا ہے، بادشاہوں کے نوکر چاکر شہزادوں کی سالگرہ میں دکھلاوے کی خوشی منا کر بھی کچھ پالیتے ہیں تو اگر ہم عید میلاد، عید معراج دل سے منائیں تو ان شاء اللہ منہ مانگی مرادیں پائیں گے بلکہ پارہے ہیں ان تمام عیدوں کی اصل یہ حدیث ہے۔ (مزاۃ المناجیح، ج ۳ ص ۲۹۴)

یوم عاشوراء کی اکتیس خصوصیات

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، حضور نبی مکرم، نور مجسم، رسول اکرم، شہنشاہ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ برکت نشان ہے:

- (1) اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے بنی اسرائیل پر سال میں ایک دن کا روزہ فرض کیا اور وہ یوم عاشوراء کا روزہ ہے اور اس سے مراد ماہِ محرم کا دسواں دن ہے۔ لہذا تم بھی اس دن کا روزہ رکھو اور اپنے گھر والوں پر کھلا خرچ کرو (شُعْبُ الْاِيْمَان میں ہے:)
- جو اس دن اپنے اہل و عیال پر مال میں فراخی و کثادگی کرتا ہے اللہ عَزَّ وَجَلَّ اس پر تمام سال رزق وافر فرمائے گا۔ (شُعْبُ الْاِيْمَان، باب فی الصیام، صوم التاسع مع العشر، الحدیث ۳۷۹۵، ج ۳، ص ۳۶۶) پس تم اس دن کا روزہ رکھو کہ (2) اسی دن اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے حضرت سیدنا آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی توبہ قبول فرما کر انہیں صفی اللہ کے مقام پر فائز فرمایا (3) اسی دن حضرت سیدنا ادریس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اعلیٰ مقام پر فائز فرمایا (4) اسی دن حضرت سیدنا نوح نجی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کشتی میں طوفان سے نکالا (5) اسی دن حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آگ سے نجات ملی (6) اسی دن حضرت سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر تورات نازل فرمائی (7) اسی دن حضرت سیدنا یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قید سے رہائی ملی (8) اسی دن حضرت سیدنا یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بینائی کا ضعف دور ہوا (9) اسی دن حضرت سیدنا یوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تکلیف رفع کی گئی (10) اسی دن حضرت سیدنا یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام مچھلی کے پیٹ سے نکالے گئے (11) اسی دن دریائے پھت کر بنی اسرائیل کو راستہ دیا (12) اسی دن حضرت سیدنا داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی لغزش معاف ہوئی (13) اسی دن اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے حضرت سیدنا سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مملکت عظیم عطا فرمایا اور (14) یہی وہ دن ہے جس دن نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطانِ بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو آپ کے سبب آپ کے اگلوں پچھلوں کے گناہ معاف کرنے کا مزدہ جاں فزا سنایا گیا (15) یہی وہ پہلا دن ہے جس میں اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے دنیا کو پیدا کیا (16) اسی دن آسمان سے پہلی بارش برسی اور (17) زمین پر سب سے پہلی رحمت بھی اسی دن اتری (18) جس نے یوم عاشوراء کا روزہ رکھا گویا اس نے سارا زمانہ روزہ رکھا کہ یہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا روزہ ہے (19) جس نے شبِ عاشوراء کو شبِ بیداری کی گویا اس نے ساتوں آسمان والوں کے

برابر اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی عبادت کی (20) جس نے اس رات چار رکعات اس طرح ادا کیں کہ ہر رکعت میں ایک مرتبہ سورۃ فاتحہ اور اِکَاوُن (51) بار سورۃ اخلاص پڑھی تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ اس کے پچاس سال کے گناہ معاف فرمادے گا (21) جس نے عاشوراء کے دن کسی کو پانی پلایا اللہ عَزَّ وَجَلَّ بڑی پیاس کے دن (یعنی بروز قیامت) اسے ایسا جام پلائے گا کہ اس کے بعد وہ کبھی پیاسا نہ ہوگا اور وہ ایسا ہو جائے گا گویا اس نے لمحہ بھر بھی اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی نافرمانی نہیں کی (22) جس نے اس دن کچھ صدقہ کیا گویا اس نے کسی سائل کو کبھی خالی نہیں لوٹایا (23) جس نے عاشوراء کے دن غسل کیا تو وہ مرض موت کے سوا کسی مرض میں مبتلا نہ ہوگا (24) جس نے اس دن کسی یتیم کے سر پر ہاتھ رکھا یا اس سے حسن سلوک کیا گویا وہ تمام اولادِ آدم کے یتیموں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آیا (25) جس نے اس دن کسی مریض کی عیادت کی گویا اس نے بنی آدم کے تمام مریضوں کی عیادت کی (26) اسی دن عرش (27) لوح اور (28) قلم پیدا کئے گئے (29) اسی دن اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے حضرت سیدنا جبرائیل امین علیہ السلام کو پیدا فرمایا (30) اسی دن حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آسمانوں کی طرف اٹھایا گیا اور (31) اسی دن قیامت قائم ہوگی۔

(حاشیہ اعانۃ الطالبین، باب الصوم، فصل فی صوم الطوع، ج ۲، ص ۲۲۲-۲۲۵)

یوم عاشوراء کے مستحبات

یوم عاشوراء کے مستحبات پہلے بیان کئے جا چکے ہیں۔ اب کچھ ایسے امور ذکر کئے جاتے ہیں جو پہلے بیان نہیں ہوئے۔ اس دن غسل کرنا مستحب ہے۔ منقول ہے: اللہ عَزَّ وَجَلَّ محرم کی دسویں رات آب زمزم شریف کو دنیا کے تمام پانیوں میں ملادیتا ہے لہذا جو شخص اس دن غسل کرے تمام سال بیماری سے محفوظ رہے گا۔

اس دن یہ امور بھی مستحب ہیں: صدقہ کرنا، یتیم کے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھنا، روزہ دار کو افطار کرانا، پانی پلانا، رضائے الہی عَزَّ وَجَلَّ کے لئے اپنے مسلمان بھائی سے ملاقات کرنا، مریضوں کی عیادت کرنا، روزہ رکھنا، گھر والوں پر خرچ میں کشادگی کرنا، والدین کے ساتھ عزت و اکرام سے پیش آنا، جنازوں میں شرکت کرنا، راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹانا، غصہ پی جانا، ظالم کو معاف کر دینا، نفل پڑھنا اور ذکر الہی عَزَّ وَجَلَّ کی کثرت کرنا۔

نیز یہ بھی مستحب ہے جو کہ امیر المؤمنین حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ و جہہ الکریم سے مروی ہے، جس نے عاشوراء کے دن ہزار مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھی خدائے رحمن عَزَّ وَجَلَّ اس پر نظرِ رحمت فرمائے گا اور جس پر رحمن عَزَّ وَجَلَّ نظرِ رحمت فرمائے گا تو وہ اسے کبھی عذاب نہ دے گا۔ (نزہۃ المجالس، کتاب الصوم، باب فضل صیام عاشوراء الخ، ج ۱، ص ۲۳۱، مختصر ۱)

(1257) وَعَنْ أَبِي قَتَادَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنْ صِيَامِ يَوْمِ عَاشُورَاءَ، فَقَالَ: "يُكَفِّرُ السَّنَةَ الْمَاضِيَةَ." حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عاشورہ کے روزے کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا گزشتہ سال کا کفارہ بن جاتا

ہے۔ (مسلم)

رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب استحباب صیام ثلاثة ايام من كل شهر ج ۲ ص ۱۶۴ رقم: ۲۸۰۴ السنن الکبریٰ للبیہقی: باب صوم يوم عرفة لغیر الحاج ج ۲ ص ۲۸۲ رقم: ۸۱۲۹ مسند امام احمد بن حنبل: حدیث ابی قتادة الانصاری ج ۵ ص ۲۹ رقم: ۲۲۵۱۰)

شرح حدیث: علم تَصَوُّف کا بہت بڑا عالم

حضرت سیدنا احمد بن محمد بڑے از علیہ رحمۃ اللہ الغفار فرماتے ہیں: ایک مرتبہ عاشورہ کی رات میں ایک مسافر خانے میں داخل ہوا تو وہاں ایک درویش جو کی روٹی نمک کے ساتھ کھا رہا تھا۔ اس کی یہ حالت دیکھ کر میں تڑپ اٹھا۔ میرے پاس اس وقت ایک ہزار دینار تھے جو میں نے عبادت گزاروں کو نذرانہ دینے کی غرض سے جمع کر رکھے تھے۔ میں نے لوگوں سے اس درویش کے متعلق پوچھا تو پتا چلا کہ وہ علم تَصَوُّف کا بہت بڑا عالم اور یہاں کے تمام زاہدوں پر فوقیت رکھتا ہے۔ میں نے سوچا کہ یہ تمام دینار اسے دے دینے چاہیں کیونکہ اس سے بہتر کوئی نہیں جس پر مال خرچ کیا جائے۔

چنانچہ صبح ہوتے ہی میں چند رفقاء کے ساتھ اس درویش کے پاس گیا۔ وہ بڑی خندہ پیشانی سے ملا، میں بھی خوش روٹی سے پیش آیا۔ میں نے کہا: کل میں نے آپ کو نمک کے ساتھ جو کی روٹی کھاتے دیکھا۔ میرا خیال ہے کہ تم دن کو روزہ رکھتے ہو اور افطاری میں صرف نمک کے ساتھ جو کی روٹی کھاتے ہو۔ میں چاہتا ہوں کہ تمہیں کچھ ہدیہ پیش کروں۔ یہ کہہ کر میں نے دیناروں کی تھیلی اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا: یہ ایک ہزار دینار ہیں انہیں قبول فرما کر مجھ پر احسان فرمائیں۔ یہ سن کر اس درویش نے میری طرف بڑی غضب ناک نظروں سے دیکھا اور کہا: اپنے دینار واپس لے جاؤ! بے شک یہ تو اس کی جزاء ہے جس نے اپنا راز لوگوں پر ظاہر کر دیا ہو، جاؤ! ہمیں تمہارا یہ مال نہیں چاہے۔ میں نے بہت اصرار کیا لیکن اس نے ایک دینار بھی قبول نہ کیا۔

یوم عاشوراء کے فضائل

اس دن کی قدر و منزلت معروف ہے کہ اسی دن اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے حضرت سیدنا نوح علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو طوفان سے نجات عطا فرمائی۔ جب آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے رفقاء کے ساتھ کشتی سے باہر تشریف لائے تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ ایسا عظیم دن ہے کہ اس میں نیکیوں کا اجر دگنا کر دیا جاتا ہے اور ہر گناہ معاف کر دیا جاتا ہے۔ اسی دن اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے حضرت سیدنا آدم صلی اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی توبہ قبول فرمائی۔ اسی روز حضرت سیدنا نوح نجی اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ علیہ السلام کے قلیل زاد راہ والے رفقاء کو کشتی میں نجات عطا فرمائی۔ اسی دن حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو ناز نمود سے نجات عطا فرمائی۔ اسی دن حضرت سیدنا ایوب علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو مصیبت سے چھٹکارا عطا فرمایا۔ اسی روز حضرت سیدنا یعقوب علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے طویل دکھ

رد کے بعد حضرت سیدنا یوسف علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان سے ملا یا۔ اسی دن حضرت سیدنا یونس علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو مچھلی کے پیٹ سے باہر نکالا۔ اسی دن بنی اسرائیل کے لئے دریا میں راستے بنائے گئے تاکہ وہ اسے پار کر کے فرعون سے نجات پائیں۔ اسی دن حضرت سیدنا داؤد علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی لغزش معاف ہوئی۔ اسی دن حضرت سیدنا سلیمان علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو سلطنتِ عظیم عطا کی گئی۔ اسی دن اللہ عزّ و جلّ نے حضرت سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہم کلامی کا شرف بخشا اور حضرت سیدنا عیسیٰ روح اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو آسمان پر اٹھا لیا۔ اسی دن حضرت سیدنا جبرائیل امین علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام رحمتِ باری تعالیٰ لے کر نازل ہوئے۔ اور یہی وہ عظیم دن ہے جس میں حضور سید المرسلین، جنابِ رحمۃ اللعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اگلوں پچھلوں کے گناہ معاف فرمانے کی خوشخبری سنائی گئی۔

اس دن کی عظمت و شرافت کے لئے تمہارے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ جس نے اس دن کا روزہ رکھا گویا اس نے ساری زندگی روزہ رکھا اور جس نے عاشوراء کی رات قیام کیا تو وہ بڑا اجر اور بڑی عطا پا کر کامیاب ہو اور جس نے اس دن کسی بے لباس کو کپڑے پہنائے یا بھلائی کا کوئی کام کیا اللہ عزّ و جلّ اس کو دردناک عذاب سے محفوظ فرمادے گا۔ جس نے اس دن کسی یتیم کی حاجت پوری کی یا کسی بھوکے کو کھانا کھلایا یا کسی کو پانی کا ایک گھونٹ پلایا اللہ عزّ و جلّ اس کو جنت کے دسترخوان پر کھانا کھلائے گا اور مہر لگی ہوئی شرابِ طہور اور سلسبیل (یعنی جنتی چشمے) کا پانی پلائے گا۔ جس نے اس دن صدقہ کیا بروز قیامت وہ اپنے صدقے کے گھنے سائے میں ہوگا۔ جس نے اس دن اپنے گھر والوں پر خرچ میں فراخی کی اس کے رزق میں کشادگی کر دی جائے گی اور اس کی سیرت و صورت کو اچھا کر دیا جائے گا۔ پس اس دن اللہ عزّ و جلّ کی خوب پائی بولوا اور کلمہ طیبہ شریف کی کثرت کرو اور اللہ عزّ و جلّ کی بارگاہ میں جلدی جلدی توبہ کر لو اور اعمالِ صالحہ کے ذریعے طویل سفر کے لئے زاویر تیار کر لو۔ اس دن کی فضیلت پر انعامات و اکرامات کی روایات اس کثرت سے آئی ہیں کہ ان کے اظہار سے ہر زبان قاصر ہے۔ (نزہۃ المجالس، کتاب الصوم، باب فضل صیام عاشوراء الخ، ج ۱، ص ۲۳۲)

(1258) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا،
 قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَكِنَّ
 حَضْرَتِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا سَعَى فِي رِوَايَتِ هَذِهِ الْحَدِيثِ مِنْ رِوَايَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَكِنَّ
 نُوْحَرِّمُ الْحَرَامَ كَارُوزَهُ بَهِي رَكْهُونَ كَا۔ (مَسْلَم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب ای یوم لصیام فی عاشوراء، ج ۲، ص ۱۵۱، رقم: ۲۴۲۳، مصنف ابن ابی شیبہ، باب فی یوم
 عاشوراء ای یوم ہوج، ص ۵۸، رقم: ۱۳۴۳)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

پہلے وجوبی حکم دیا اور فرضیتِ رمضان کے بعد استحبابی۔ واقعہ یہ ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد ہجرت یہود

مدینہ کو روزہ رکھتے پایا ان سے اس کی وجہ پوچھی وہ بولے کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے نجات دی کہ اسے غرق کیا، سرکار نے فرمایا نَحْنُ أَحَقُّ بِمُوسَىٰ مِنْكُمْ بمقابلہ تمہارے موسیٰ علیہ السلام کا ہم پر زیادہ حق ہے یہ فرما کر عاشورہ کا روزہ مسلمانوں پر فرض کر دیا، پھر روزہ رمضان سے اس کی فرضیت تو منسوخ ہو گئی مگر حضور استحباً خود بھی یہ روزہ رکھتے رہے اور صحابہ کو بھی حکم دیتے رہے تب وہ واقعہ پیش آیا جو یہاں مذکور ہے۔

لہذا اگر ہم بھی عاشورے کی تعظیم کریں گے تو اہل کتاب سے مشابہت ہو جائے گی اور کفار سے مشابہت اسلام میں حرام ہے، یہ عرض معروض ۱۰ھ میں ہوئی۔ (مرقات) یعنی یہود و نصاریٰ کی مشابہت سے اس طرح بچ جائیں گے کہ وہ صرف عاشورے کا ایک روزہ رکھتے ہیں اور ہم نوں محرم کا بھی روزہ رکھ کر دو کر لیا کریں گے یعنی مشابہت کے خوف سے نیکی بند نہ کریں گے بلکہ اس میں زیادتی کر کے فرق کر دیا کریں گے مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اگلے سال تک تشریف فرما نہ رہے بلکہ اسی سال ربیع الاول میں وفات پا گئے۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ اب سنت یہی ہے کہ عاشورے کے دو روزے رکھے، سنت قولی تو صراحۃً ہے اور سنت فعلی ارادۃً۔ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ بزرگوں کی یادگاریں قائم کرنا شرک یا حرام نہیں بلکہ رکن اسلام ہے۔ نماز پنجگانہ کی رکعتیں بقرعید کی نماز و قربانی اور حج کے سارے ارکان یادگار انبیاء ہی ہیں (علیہم السلام) دیکھو ہماری کتاب "جاء الحق" حصہ اول لہذا عرس، میلاد شریف چہ گیارہویں پاک سب افضل چیزیں ہیں۔ دوسرے یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم باذن الہی احکام کے مالک و مختار ہیں، عاشورے کے روزے کی کوئی آیت موجود نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب چاہا فرض ہو گیا اور جب چاہا مستحب رہ گیا۔ تیسرے یہ کہ حدیث قرآن سے منسوخ ہو سکتی ہے، دیکھو عاشورے کا روزہ حدیث سے ثابت تھا اور اس کا نسخ رمضان سے ہوا جو قرآن سے ثابت ہے۔ چوتھے یہ کہ کفار سے ہر تشبہ برا نہیں بلکہ بری باتوں میں یا ان چیزوں میں تشبہ حرام ہے جسے اسلام نے ان کا قومی یا مذہبی نشان قرار دیا ہو۔ تشبہ اور اشتراک میں بڑا فرق ہے، دیکھو ۱۰ھ تک حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشورے کا ایک ہی روزہ رکھا اور صحابہ کے عرض کرنے پر بھی اس روزے کو حرام نہ کہا۔ پانچویں یہ کہ تھوڑے فرق سے تشبہ اٹھ جاتا ہے، تشبہ کے بہانے سے عبادات بند نہ کرو۔ اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو میلاد شریف کو کنہیا جنم سے اور نیاز فاتحہ کو کنا گتوں سے تشبیہ دے کر حرام کہتے ہیں، اللہ سچی سمجھ عطا فرمائے۔ چھٹے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی وفات کا علم تھا کہ اس سال ہو جائے گی اسی لیے صرف اس موقع پر اگر فرمایا، یہ اگر اپنے شک کے لیے نہیں بلکہ اوروں کو شک میں رکھنے کے لیے جیسے رب تعالیٰ فرماتا ہے: **إِنَّ يَتْلُمِ اللَّهُ فِي قُلُوبِكُمْ خَيْرًا**۔ (بِرَاةُ الْمُنَافِقِ، ج ۳ ص ۲۶۹)

شوال کے چھ دنوں کے
روزوں کے استحباب کا بیان

85- بَابُ اسْتِحْبَابِ صَوْمِ

سِتَّةِ أَيَّامٍ مِنْ شَوَالٍ

(1259) عَنْ أَبِي أَيُّوبَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ اتَّبَعَهُ سِتًّا مِنْ شَوَّالٍ، كَانَ كَصِيَامِ الدَّهْرِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے رمضان کا روزہ رکھا پھر اس کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے تو وہ زمانہ بھر کے روزوں کی طرح ہیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب صوم ستة ايام من شوال اتباعاً لرمضان، ج ۲ ص ۱۱۹، رقم: ۸۱۵ السنن الکبریٰ للبیہقی، باب فی فضل صوم ستة ايام من شوال، ج ۲ ص ۲۴۲، رقم: ۸۱۲ سنن ترمذی، باب ما جاء فی صيام ستة ايام من شوال، ج ۲ ص ۱۲۲، رقم: ۵۰۱، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث ابی ایوب الانصاری، ج ۵ ص ۳۱۹، رقم: ۲۳۶۱۴)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ نے اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اپنے سے نیچے راوی کو یعنی اپنے شاگرد ابن عمرو بن ثابت کو، انہوں نے یہ حدیث بیان کی جس کا ذکر آگے آ رہا ہے۔ مسلسل یا متفرق مگر متفرق افضل، اس طرح کہ عید کے سویرے ایک روزہ رکھ لے، باقی پانچ روزے پورے مہینے میں کچھ فاصلہ کرتے ہوئے رکھ لے کیونکہ سال میں دن تقریباً تین سو ساٹھ ہوتے ہیں اور ہر نیکی کا ثواب دس گناہ تو رمضان کے تیس روزے تین سو بن گئے اور یہ چھ روزے ساٹھ ہو گئے۔ خیال رہے کہ یہ حدیث اس روایت کے خلاف نہیں جس میں ارشاد ہوا کہ ہر مہینے میں تین روزے عمر بھر کے روزے ہیں کیونکہ ہو سکتا ہے کہ ان روزوں کا بھی یہی ثواب ہو اور ان کا بھی یہی، ثواب ایک لیکن اس کے حاصل کرنے کے ذریعے بہت۔

مرقات نے فرمایا کہ یہ حدیث تقریباً تیس صحابہ سے مروی ہے، ترمذی نے اسے حسن فرمایا، باقی اسی اسناد میں اس کی نہایت صحیح ہیں۔ چنانچہ اسے طبرانی، بزاز، ابن ماجہ، نسائی، ابن خزیمہ، ابن حبان، احمد، بیہقی وغیرہ کتب نے ابو ہریرہ، جابر، ثوبان، براء ابن عازب، ابن عباس، سعد ابن سعید، ابو ایوب انصاری اور حضرت عائشہ صدیقہ سے روایتیں کیں، اس حدیث کو ضعیف کہنا سخت غلطی ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۳ ص ۲۷۵)

پیر اور جمعرات کے دن

روزہ رکھنا مستحب ہے

86- بَابُ اسْتِحْبَابِ صَوْمِ

الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيْسِ

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

اللہ ﷺ سے پیر کے روزے کے متعلق پوچھا گیا تو آپ

نے فرمایا اس دن میری پیدائش ہے اسی دن میں مبعوث

ہوا اور اسی دن مجھ پر وحی نازل ہوئی۔ (مسلم)

(1260) عَنْ أَبِي قَتَادَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ الْاِثْنَيْنِ، فَقَالَ: «ذَلِكَ يَوْمٌ وُلِدْتُ فِيهِ، وَيَوْمٌ بُعِثْتُ، أَوْ أُنزِلَ عَلَيَّ فِيهِ» رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب صيام ثلاثة ايام من كل شهر، ج ۲ ص ۱۶۶، رقم: ۲۸۰۴ السنن الکبریٰ للبیہقی، ج ۲ ص ۱۶۶، رقم: ۲۸۰۴)

یوم الاثنین، فقال: «ذلك يوم وُلِدْتُ فِيهِ، وَيَوْمٌ بُعِثْتُ، أَوْ أُنزِلَ عَلَيَّ فِيهِ» رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

یوم بُعِثْتُ، أَوْ أُنزِلَ عَلَيَّ فِيهِ» رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب صيام ثلاثة ايام من كل شهر، ج ۲ ص ۱۶۶، رقم: ۲۸۰۴ السنن الکبریٰ للبیہقی، ج ۲ ص ۱۶۶، رقم: ۲۸۰۴)

ذکر اخبار سید المرسلین ج ۲ ص ۱۵ رقم: ۲۱۶۹ سنن النسائی الکبیری باب صوم يوم الاثنين ج ۲ ص ۱۲۶ رقم: ۲۴۴۴ صحیح ابن
خزیمہ باب استحباب صوم يوم الاثنين ج ۲ ص ۲۹۹ رقم: ۲۱۱۸ مصنف عبدالرزاق باب صیام الدهر ج ۲ ص ۲۸۵ رقم: ۴۸۶۵
شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یا تو پوچھا گیا کہ اس دن میں روزہ رکھنا کیسا ہے اور اس کا کیا ثواب ہے یا یہ کہ یا رسول اللہ آپ ہر پیر کو روزہ کیوں
رکھتے ہیں اس میں کیا خصوصیت ہے۔ (مرقات و لمعات)

یعنی پیر کے دن دنیا کو دو نعمتیں ملیں: ایک میری تشریف آوری اور دوسرے نزول قرآن کی ابتداء کہ غار حرا میں پہلی وحی
اِقرأ بِاسْمِ الٰہِ پیر کے دن ہی آئی لہذا اس دن روزہ رکھنا بہت ہی بہتر ہے۔ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ
کہ وقت اور جگہ اشرف واقعات کی وجہ سے اشرف ہو جاتے ہیں۔ (مرقات) دوسرے یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی
ولادت کریمہ اللہ تعالیٰ کی بڑی ہی نعمت ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے نعمتوں میں شمار کیا، رب تعالیٰ نے صرف
اس نعمت پر من فرما کر احسان بتایا کہ فرمایا: لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ الایہ۔ تیسرے یہ کہ اہم واقعات کی یادگاریں
مناسبت سے ثابت ہے۔ چوتھے یہ کہ یادگار میں کھیل کود نہ ہونا چاہیے بلکہ عبادتیں ہوں اس لیے میلاد شریف، عید
معراج، عرس وغیرہ کا ثبوت ہوتا ہے۔ پانچویں یہ کہ امام مالک کے ہاں پیر کا دن جمعہ سے بھی افضل ہے، ان کی دلیل یہ
حدیث بھی ہے۔ (بزاۃ الناجح، ج ۳ ص ۲۷۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پیر اور جمعرات کو اعمال (بارگاہ الہی
میں) پیش ہوتے ہیں مجھے یہ بات پسند ہے کہ جب
میرے نامہ اعمال پیش ہوں تو میں روزہ سے ہوں۔
اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن
ہے۔ مسلم نے اس کو روزے کے ذکر کے بغیر روایت کیا
ہے۔

(1261) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنْ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "تُعْرَضُ
الْأَعْمَالُ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيسِ، فَأَجِبُ أَنْ
يُعْرَضَ عَمَلِي وَأَنَا صَائِمٌ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ:
"حَدِيثٌ حَسَنٌ"، وَرَوَاهُ مُسْلِمٌ بِغَيْرِ ذِكْرِ الصَّوْمِ.

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب النهی عن الشحناء والتهاجر، ج ۸ ص ۱۱ رقم: ۶۶۱۱ سنن ترمذی، باب ما جاء فی صوم
يوم الاثنين والخميس، ج ۳ ص ۱۲۲ رقم: ۲۴۴۴ سنن النسائی، باب صوم النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج ۲ ص ۱۱۸ رقم: ۲۶۶۴ مسند امام
احمد، حدیث اسامة بن زید، ج ۵ ص ۲۰۱ رقم: ۲۱۸۱۱ مسند البزار، مسند اسامة بن زید، رضی اللہ عنہ، ج ۱ ص ۴۰۲ رقم: ۲۶۱۴)
شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس طرح کہ اعمال لکھنے والے فرشتے بندوں کے ہفتہ بھر کے اعمال ان دونوں میں رب تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش
کرتے ہیں۔ خیال رہے کہ اعمال کا اٹھانا یعنی آسمانوں پر پہنچانا اور ہے اور رب تعالیٰ کی بارگاہ میں پیشی کچھ اور، اعمال کا

اٹھانا تو روزانہ چوبیس گھنٹے میں دو بار ہوتا ہے کہ دن کے اعمال رات سے پہلے، اور رات کے اعمال دن سے پہلے وہاں پہنچائے جاتے ہیں مگر پیشی ہفتہ میں دو بار لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں روزانہ دو بار اعمال اٹھانے کا ذکر ہے۔ (مرقات) یا اس کے معنی یہ ہیں کہ اعمال لکھنے والے فرشتے اعمال نامے ان فرشتوں پر پیش کرتے ہیں جو اعمال ناموں کی نقل اپنے رجسٹروں میں کرتے ہیں۔ (اشعہ) تب تو یہ حدیث بالکل صاف ہے۔

(جب میرے نامہ اعمال پیش ہوں تو میں روزہ سے ہوں) تاکہ روزے کی برکت سے رحمت الہی کا دریا جوش مارے۔ خیال رہے کہ سال بھر کے اعمال کی تفصیلی پیشی شعبان میں ہوتی ہے کیونکہ وہ اللہ کے ہاں سال کا آخری مہینہ ہے اور رمضان سال کا شروع مہینہ جیسے دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ غرض کہ فرشی سال اور ہے جس کی ابتداء محرم سے انتہاء بقرعید پر، عرشی سال کچھ اور۔ (ازمرقات) (بزاۃ المناجیح، ج ۳ ص ۲۸۴)

(1262) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا،
قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَتَحَرَّى صَوْمَ الْإِثْنَيْنِ وَالْخَمِيسِ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ
وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ".
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ
فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیر اور جمعرات کے روزے
کی کوشش فرمایا کرتے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور
کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء في صوم يوم الاثنين والخميس، ج ۳ ص ۱۲۱، رقم: ۴۵)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ نے اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اکثر جمعرات اور پیر کے دن نفلی روزے رکھتے تھے اس کی وجہ انکی حدیث میں آرہی ہے۔ پیر کو یوم الاثنین غالباً اس لیے کہتے ہیں کہ یہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کا دن ہے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔ بعض نے کہا کہ عرب میں ہفتہ اتوار سے شروع ہوتا ہے لہذا اتوار پہلا دن ہوا اور پیر دوسرا اور جمعرات پانچواں مگر علماء کا قول یہ ہے کہ ہفتہ سنیچر سے شروع ہوتا ہے۔ (مرقات) احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہفتہ کا پہلا دن جمعہ ہے کہ اس دن ہی پیدائش عالم کی ابتداء پڑی۔ واللہ اعلم! (بزاۃ المناجیح، ج ۳ ص ۲۸۴)

87- بَابُ اسْتِحْبَابِ صَوْمِ
ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِّنْ كُلِّ شَهْرٍ
ہر ماہ میں تین دن روزہ
رکھنا مستحب ہے

وَالْأَفْضَلُ صَوْمُهَا فِي الْأَيَّامِ الْبَيْضِ وَهِيَ
الثَّالِثُ عَشَرَ وَالرَّابِعُ عَشَرَ وَالْخَامِسُ عَشَرَ،
وَقِيلَ: الثَّانِي عَشَرَ، وَالثَّالِثُ عَشَرَ، وَالرَّابِعُ عَشَرَ،
وَالصَّحِيحُ الْمَشْهُورُ هُوَ الْأَوَّلُ.
افضل یہ ہے کہ ایام بیض یعنی تیرہ چودہ اور پندرہ کا
روزہ رکھے بعض نے کہا کہ ایام بیض بارہ تیرہ اور چودہ
ہیں لیکن پہلا قول زیادہ صحیح اور مشہور ہے۔

(1263) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ،

قَالَ: أَوْصَانِي خَلِيلِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

بِثَلَاكٍ: صِيَامٍ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ، وَرَكَعَتِي

الضُّحَى، وَأَنْ أُوتِرَ قَبْلَ أَنْ أَكَامَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے
میرے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم نے تین کاموں کا تاکید فرمایا ہر ماہ
میں تین دن روزہ رکھنا، چاشت کی دو رکعتیں اور یہ کہ
سونے سے پہلے میں وتر پڑھوں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب صلاة الضعی فی الحضرة ج ۲ ص ۵۸ رقم: ۱۱۶۸، صحیح مسلم، باب استحباب صلاة الضعی
وان اقلها رکعتان واكملها ثمان رکعات ج ۲ ص ۱۵۸ رقم: ۱۰۰۵، السنن الکبری للبیہقی، باب الاختیار فی وقت الوتر ج ۲ ص ۳۶ رقم:
۵۰۴، سنن ابوداؤد، باب فی الوتر قبل النوم ج ۱ ص ۵۲۹ رقم: ۱۲۲۲، سنن الدارمی، باب صلاة الضعی ج ۱ ص ۳۰۲ رقم: ۱۳۵۳)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ نے اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

شروع مہینہ میں ایک روزہ، درمیان میں ایک، آخر میں ایک، یا ہر عشرہ کے شروع میں ایک روزہ یا ہر مہینہ کی تیرھویں
چودھویں پندرھویں کے روزے تیسرا احتمال زیادہ قوی ہے۔

اس لیے کہ آپ بہت رات گئے تک دن کی سنی ہوئی حدیثیں یاد کرتے تھے۔ دیر میں سوتے اس لیے تہجد کو اٹھنا
مشکل ہوتا۔ (مرقاۃ واشد) اس سے معلوم ہوا کہ دینی طلبہ کے لیے یہی بہتر ہے کہ رات گئے تک علم میں محنت کریں اور وتر
عشاء کے ساتھ پڑھ لیا کریں ان کے لیے سبق یاد کرنا تہجد سے افضل ہے۔ خیال رہے کہ بعض صحابہ کرام خصوصاً ابو ہریرہ
قرآن کی طرح احادیث یاد کرتے تھے۔ (بزاۃ المناجیح، ج ۲ ص ۵۰۰)

تم میں مجھ جیسا کون ہے؟

رمضان شریف کے روزوں کے علاوہ شعبان میں بھی قریب قریب مہینہ بھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روزہ دار ہی
رہتے تھے۔ سال کے باقی مہینوں میں بھی یہی کیفیت رہتی تھی کہ اگر روزہ رکھنا شروع فرمادیتے تو معلوم ہوتا تھا کہ اب کبھی
روزہ نہیں چھوڑیں گے پھر ترک فرمادیتے تو معلوم ہوتا تھا کہ اب کبھی روزہ نہیں رکھیں گے۔ خاص کر ہر مہینے میں تین دن
ایام بیض کے روزے، دو شنبہ و جمعرات کے روزے، عاشوراء کے روزے، عشرہ ذوالحجہ کے روزے، شوال کے چھ
روزے، معمولاً رکھا کرتے تھے۔ کبھی کبھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صوم وصال بھی رکھتے تھے، یعنی کئی کئی دن رات کا
ایک روزہ، مگر اپنی امت کو ایسا روزہ رکھنے سے منع فرماتے تھے، بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول
اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آپ تو صوم وصال رکھتے ہیں۔ ارشاد فرمایا کہ تم میں مجھ جیسا کون ہے؟ میں اپنے رب کے
دربار میں رات بسر کرتا ہوں اور وہ مجھ کو (روحانی غذا) کھلاتا اور پلاتا ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب الوصال... الخ، الحدیث: ۱۹۶۱، ج ۱، ص ۶۳۵، وسائل الوصول الی شاکل الرسول، الباب السادس فی صفة

عبادۃ صلی اللہ علیہ وسلم، الفصل الثانی فی صفة صومہ صلی اللہ علیہ وسلم، ص ۲۶۵-۲۶۸ ملحقہ ط)

(1264) وَعَنْ أَبِي الدُّدَاءِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ. حضرت ابوالدعاء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے
 قَالَ: أَوْصَانِي حَبِيبِي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے تین کام کرنے کا حکم دیا میں
 بِثَلَاثٍ لَنْ أَدْعُهُنَّ مَا عِشْتُ: بِصِيَامٍ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ تاحیات ان کو نہ چھوڑوں گا۔ ہر ماہ تین دن روزہ رکھنا
 مِنْ كُلِّ شَهْرٍ، وَصَلَاةِ الضُّحَى، وَبَأَنْ لَا آتَاكَ حَتَّى چاشت کی نماز اور یہ کہ وتر ادا کر کے میں سوؤں۔ (مسلم)
 أَوْتَرَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب استحباب صلاة الضحی وان اقلها ركعتان السنن الکبری للبیہقی: باب الوصیة
 بصلاة الضحی: ج ۲، ص ۲، رقم: ۵۰۹۳ مسند ابی الجعد حدیث عبدالمجید بن بہرام: ج ۲، ص ۱۹۰، رقم: ۲۸۸۱ جامع الاصول لابن اثیر:
 الفصل الرابع فی صلاة الضحی: ج ۱، ص ۱۱۳، رقم: ۲۲۱۲ صحیح ابن خزیمہ: باب ذکر الوصیة بالوتر: ج ۲، ص ۱۲۲، رقم: ۱۰۸۲)

شرح حدیث: ہر ماہ تین دن کے روزے

حضرت سیدنا ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غیوب، منترہ غیب
 صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا، جس نے ہر ماہ تین دن کے روزے رکھے تو یہ پورے سال کے روزے ہیں، اس
 بات کی تصدیق اللہ عزوجل کی کتاب میں یوں کی گئی ہے،
 مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرٌ أَمْثَالِهَا

ترجمہ کنز الایمان: جو ایک نیکی لائے تو اس کے لیے اس جیسی دس ہیں۔ (پ 8، الانعام: 160)

(جامع الترمذی، کتاب الصوم، باب ما جاء فی صوم ثلاث (ایام) من کل شهر، رقم ۷۶۲، ج ۲، ص ۱۹۳)

(1265) وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت
 رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "صَوْمُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ
 صَوْمُ الدَّهْرِ كُلِّهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر ماہ تین دن روزے
 رکھنا زمانہ بھر کے روزوں کی طرح ہیں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب النهی عن صوم الدهر لمن تضرر به او فوت به حقا: ج ۲، ص ۱۹۲، رقم: ۲۰۱۲ السنن
 الکبری للبیہقی: باب من كره صوم الدهر واستحب القصد في العبادة: ج ۲، ص ۲۹۹، رقم: ۸۴۲۶ سنن النسائی: باب صوم عشرة ايام من
 الشهر: ج ۲، ص ۲۱۳، رقم: ۲۳۹۹ مسند امام احمد بن حنبل: مسند عبد اللہ بن عمرو: ج ۲، ص ۱۸۹، رقم: ۶۷۶۱)

شرح حدیث: حضرت سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی مجلس میں شریک لوگوں سے ارشاد فرمایا: تم لوگ حضور نبی
 کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے زیادہ نمازیں پڑھنے والے، ان سے
 زیادہ روزے رکھنے والے اور ان سے زیادہ جہاد کرنے والے ہو لیکن وہ حضرات تم سے بہتر تھے۔ تو لوگوں نے

عرض: اے ابو عبد الرحمن! اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: یہ اس لئے کہ حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تم سے زیادہ دنیا سے کنارہ کشی کرنے والے اور تم سے زیادہ آخرت میں رغبت رکھنے والے تھے۔ (الأخذ وتفرد المل ص ۷۵)

حضرت معاذہ عدویہ سے روایت ہے کہ انہوں نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر مہینے تین دن روزہ رکھتے تھے فرمایا ہاں میں نے عرض کیا: مہینہ کے کون سے دنوں میں تو فرمایا آپ اس کی پروا نہ کرتے تھے کہ مہینہ کے کون سے دنوں کے روزے رکھیں۔ (مسلم)

(1266) وَعَنْ مُعَاذَةَ الْعَدَوِيَّةِ: أَنَّهَا سَأَلَتْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: أَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ؟ قَالَتْ: نَعَمْ. فَقُلْتُ: مِنْ أَيِّ الشَّهْرِ كَانَ يَصُومُ؟ قَالَتْ: لَمْ يَكُنْ يُبَايِنُ مِنْ أَيِّ الشَّهْرِ يَصُومُ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب استحباب صیام ثلاثة ایام من کل شهر وصوم: ج ۲ ص ۱۶۶ رقم: ۲۸۰۱ سنن ابن ماجہ: باب ما جاء فی صیام ثلاثة ایام من کل شهر: ج ۱ ص ۵۲۵ رقم: ۱۷۰۹ مسند امام احمد بن حنبل: حدیث السیدة عائشہ رضی اللہ عنہا: ج ۱ ص ۱۲۵ رقم: ۲۵۱۰ جامع الاصول لابن اثیر: النوع التاسع فی الايام المجهولة من کل شهر: ج ۶ ص ۲۲۵ رقم: ۲۴۷۹) شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

چونکہ حضرت عائشہ صدیقہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر حال نگاہ میں رکھتی تھیں اس لیے سرکار کے حالات زیادہ تر اہم المؤمنین ہی سے پوچھے جاتے تھے۔ خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مہینہ میں مختلف روزے رکھتے تھے کبھی زیادہ کبھی کم مگر تین دن سے کم کبھی نہ رکھتے تھے، اکثر تیرہویں، چودھویں، پندرہویں کے روزے رکھتے تھے، کبھی ان کے علاوہ اور تاریخوں میں بھی لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ان تین تاریخوں میں روزے رکھتے تھے کیونکہ وہاں اکثری حالت کا ذکر ہے۔ اشعة اللمعات نے فرمایا کہ ان تین روزوں کی تاریخ میں دس ۱۰ قول ہیں۔ (میزان المناجیح، ج ۳ ص ۲۷۴)

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تو مہینہ سے تین دن روزے رکھے تو تیرہ چودہ اور پندرہ کا روزہ رکھ۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

(1267) وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِذَا صُمْتَ مِنَ الشَّهْرِ ثَلَاثًا، فَصُمْ ثَلَاثَ عَشْرَةَ، وَأَرْبَعَ عَشْرَةَ، وَخَمْسَ عَشْرَةَ." رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ."

تخریج حدیث: (سنن ترمذی: باب ما جاء صوم ثلاثة ایام من کل شهر: ج ۲ ص ۱۲۴ رقم: ۷۱۱: السنن الکبریٰ للبیہقی: باب من ای الشهر یصوم هذه الايام الثلاثة: ج ۲ ص ۲۹۳ رقم: ۸۷۰۰ صحیح ابن خزیمہ: باب استحباب صیام هذه الايام الثلاثة من

کل شهر ج ۳ ص ۲۱۱ رقم: ۲۱۱۸ جامع الاصول لابن اثیر النوع الثامن فی ایام البیض ج ۱ ص ۳۲۶ رقم: ۲۱۱۸
شرح حدیث: حکیم الأئمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

انہی دنوں کو عربی میں ایام بیض یعنی چمک دار دن کہا جاتا ہے جن کی راتیں روشن ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان تاریخوں میں اکثر روزے رکھتے تھے جیسا کہ اگلی حدیث میں آرہا ہے، (بزاۃ المناجیح ج ۳ ص ۲۸۵)

(1268) وَعَنْ قَتَادَةَ بْنِ مِلْحَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُنَا بِصِيَامِ أَيَّامِ الْبَيْضِ: ثَلَاثَ عَشْرَةَ، وَأَرْبَعَ عَشْرَةَ، وَخَمْسَ عَشْرَةَ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ.

حضرت قتادہ بن ملحان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایام بیض یعنی تیرہ چودہ اور پندرہ تاریخ کے روزے رکھنے کا حکم فرماتے تھے۔ (ابوداؤد)

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد باب فی صوم الثلاث من کل شهر ج ۲ ص ۲۰۲ رقم: ۲۳۵۱ السنن الکبریٰ للبیہقی باب من ای الشهر یصوم هذه الايام الثلاثة ج ۲ ص ۲۱۲ رقم: ۸۴۰۳ مسند امام احمد حدیث قتادہ بن ملحان رضی اللہ عنہ ج ۵ ص ۲۸ رقم: ۲۰۳۲)

شرح حدیث: ایام بیض

ہر ماہ ایام بیض یعنی قمری مہینوں کے ۱۳۔۔۔۔۔۱۴۔۔۔۔۔۱۵ کے روزے رکھنا مستحب ہے ان روزوں کی فضیلت کے بارے میں قطب الاقطاب سیدنا غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ، لکھتے ہیں، حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ، نے فرمایا کہ ۱۳ تاریخ کا روزہ تین ہزار برس، ۱۴ تاریخ کا روزہ دس ہزار برس اور ۱۵ تاریخ کا روزہ ایک لاکھ تیرہ ہزار برس کے روزوں کے برابر ہے۔ (غنیۃ الطالبین صفحہ 498)

(1269) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُفْطِرُ أَيَّامَ الْبَيْضِ فِي حَضْرٍ وَلَا سَفَرٍ. رَوَاهُ النَّسَائِيُّ بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایام بیض کے روزے سفر میں چھوڑتے تھے نہ حضر میں۔ اسے نسائی نے سند حسن کے ساتھ روایت کیا۔

تخریج حدیث: (سنن النسائی باب صوم النبی صلی اللہ علیہ وسلم ج ۲ ص ۱۱۸ رقم: ۲۶۵۲ مسند البزار مسند ابن عباس رضی اللہ عنہما ج ۱ ص ۱۸۴ رقم: ۵۰۲۵ جامع الاصول لابن اثیر النوع الثامن فی ایام البیض ج ۱ ص ۳۲۶ رقم: ۲۱۱۸)
شرح حدیث: حکیم الأئمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہاں مرقات نے فرمایا ایام بیض کے متعلق علماء کے نو قول ہیں جن میں سے زیادہ قوی قول یہ ہے کہ وہ چاند کی تیرھویں، چودھویں، پندرھویں راتیں ہیں، انہیں ایام بیض یا تو اس لیے کہتے ہیں کہ ان کی راتیں اجیالی ہیں اور یا اس لیے کہ ان کے روزے دنوں کو نورانی اور اجیالا کرتے ہیں اور یا اس لیے کہ آدم علیہ السلام کے اعضاء جنت سے آکر سیاہ پڑ گئے

تھے، رب تعالیٰ نے انہیں ان تین روزوں کا حکم دیا ہر روزے سے آپ کا تہائی جسم چمکیلا ہوا حتیٰ کہ تین روزوں کے بعد سارا جسم نہایت حسین ہو گیا۔ (بزۃ المناجیح، ج ۳ ص ۲۹۸)

88- بَابُ فَضْلِ مَنْ فَطَرَ صَائِمًا

وَفَضْلِ الصَّائِمِ الَّذِي يُؤْكَلُ

عِنْدَهُ وَدُعَاءُ الْآكِلِ

لِلْمَاكُولِ عِنْدَهُ

اس کی فضیلت کہ جس نے روزہ دار کا روزہ افطار کرایا اور اس روزہ دار کی فضیلت جس کے پاس کھانا کھایا جائے اور کھانے والا اس کے لیے دعا کرے جس کے پاس کھایا جائے

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی روزہ دار کو روزہ افطار کرایا تو اس کو اس کے اجر کی مثل ملے گا۔ روزہ دار کا اجر بھی کم نہ ہوگا۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(1270) عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدِ الْجُهَنِيِّ رَضِيَ اللَّهُ

عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «مَنْ

فَطَرَ صَائِمًا، كَانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِهِ، غَيْرَ أَنَّهُ لَا يُنْقَضُ

مِنْ أَجْرِ الصَّائِمِ شَيْءٌ» رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ:

«حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ»

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی فعل من فطر صائماً، ج ۳ ص ۱۴۱، رقم: ۸۰۴، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب من فطر صائماً، ج ۳ ص ۲۴۰، رقم: ۸۴۱۵، المعجم الکبیر للطبرانی، باب من اسمه زید بن خالد الجہنی، ج ۵ ص ۲۵۶، رقم: ۵۲۶۶، سنن النسائی الکبریٰ للبیہقی، باب ثواب من فطر صائماً، ج ۲ ص ۲۵۶، رقم: ۲۲۲۲، مسند البزار، مسند زید بن خالد الجہنی، ج ۱ ص ۶۱، رقم: ۳۴۴۵)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ نے اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس لیے کہ روزہ دار کو افطار کرانے یا غازی کو سامان دینے میں نیکی پر مدد کرنا ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ۔ چونکہ روزہ دار نفس و شیطان سے جہاد کرتا ہے اس لیے اسے غازی کے ساتھ ذکر فرمایا۔ خیال رہے کہ روزہ افطار کرانے سے ثواب روزہ مل جائے گا مگر اس سے روزہ ادا نہ ہوگا وہ تو رکھنے سے ہی ادا ہوگا، ثواب مل جانا اور بے فرض ادا ہونا کچھ اور۔

یہ حدیث ترمذی، ابن ماجہ، نسائی، ابن حبان وغیر ہم محدثین نے نقل فرمائی، ترمذی نے اسے حسن صحیح فرمایا، شاید

حضرت مصنف قدس سرہ ان اسنادوں پر مطلع نہ ہوئے اس لیے ان کا ذکر نہ فرمایا۔ (بزۃ المناجیح، ج ۳ ص ۲۱۸)

حضرت أم عمارہ انصاریہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ہاں تشریف لائے میں نے آپ

کی طرف کھانا آگے کیا تو آپ نے فرمایا: تو کھا اس نے

عرض کیا: میرا روزہ ہے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(1271) وَعَنْ أُمِّ عَمَارَةَ الْأَنْصَارِيَّةِ رَضِيَ

اللَّهُ عَنْهَا: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ

عَلَيْهَا، فَقَدَّمَتْ إِلَيْهِ طَعَامًا، فَقَالَ: «كُلِّي»

فَقَالَتْ: إِنِّي صَائِمَةٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الصَّائِمَ تَصَلَّى عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ إِذَا أَكَلَ عِنْدَهُ حَتَّى يَفْرُغُوا" وَرُبَّمَا قَالَ: "حَتَّى يَشْبَعُوا" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ".

جب روزہ دار کے پاس کھانا کھایا جائے تو اس کے لیے فرشتے دعا رحمت و مغفرت کرتے ہیں۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی باب ما جاء في فضل الصائم اذا اكل عنده ج ۲ ص ۱۵۲ رقم: ۸۵، جامع الاصول لابن اثیر

الفرع السابع في دعوة الصائم ج ۱ ص ۲۱۱ رقم: ۲۵۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ المحتان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کا نام نسیم ابن کعب ابن عوف ہے، کنیت ام عمارہ، صحابیہ ہیں، انصاریہ ہیں، عاصم ابن زید کی بیوی ہیں، بیعت عقبہ اور بیعت رضوان میں حاضر تھیں، غزوہ احد میں آپ نے گیارہ زخم کھائے حتیٰ کہ زخموں کی وجہ سے آپ کا ایک ہاتھ کاٹنا پڑا تھا رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس کے باوجود تمام غزوں میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہیں۔

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا کھایا انہوں نے نہ کھایا۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ روزہ دار مہمان کی تواضع خاطر کھانے سے کرسکتا ہے، ہاں رمضان میں روزہ توڑوں اور روزہ چوروں کو نہ کھانا کھلانے نہ ان کے لیے پکائے کہ یہ گناہ پر مدد ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ۔ دوسرے یہ کہ اگر مہمان کی ناراضی کا اندیشہ نہ ہو تو میزبان نفل روزہ نہ توڑے اور مہمان سے عذر کر دے۔

(اس کے لیے فرشتے دعا رحمت و مغفرت کرتے ہیں) کیونکہ یہ روزہ دار دو عبادتیں کر رہا ہے ایک روزہ دوسرا کھانا کھاتے دیکھ کر صبر اس لیے اس کا اجر و ثواب بھی زیادہ ہے اور فرشتوں کی دعائیں نفع میں۔ ظاہر یہ ہے کہ فرشتوں سے مراد اعمال لکھنے والے اور حفاظت کرنے والے فرشتے ہیں۔ (مزاۃ المناجیح، ج ۳ ص ۳۰۸)

حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ رسول

اللہ ﷺ حضرت سعد بن عبادہ ؓ کے پاس تشریف لائے وہ روٹی اور زیتون لے کر آئے تو آپ نے وہ کھایا پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارے پاس روزہ داروں نے روزہ افطار کیا ہے اور تمہارا کھانا نیکیوں نے کھایا اور تم پر فرشتوں نے رحمتیں بھیجیں۔ اسے ابو داؤد نے اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا۔

(1272) وَعَنْ أَنَسِ بْنِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَ إِلَى سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَجَاءَ بِخُبْزٍ وَزَيْتٍ، فَأَكَلَ، ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَفْطَرَ عِنْدَكُمْ الصَّائِمُونَ، وَأَكَلَ طَعَامَكُمْ الْأَبْرَارُ، وَصَلَّتْ عَلَيْكُمْ الْمَلَائِكَةُ" رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ.

تخریج حدیث: (سنن ابو داؤد باب ما جاء في الدعاء لرب الطعام اذا اكل عنده ج ۲ ص ۲۲۲ رقم: ۲۸۵۹ السنن الکبریٰ

للبيهقي باب ما يدعو به الصائم لمن افطر عنده ج ۲ ص ۲۲۹ رقم: ۸۲۹۳ سنن ابن ماجه باب في ثواب من فطر صائما ج ۱ ص ۵۵۱ رقم:

۵۲۶ سنن الدارمی باب دعاء الصائم لمن يفطره عنده ج ۲ ص ۳۰ رقم: ۱۰۰۲ صحیح ابن حبان باب الضیافة ج ۱ ص ۱۰۰ رقم: ۵۲۶)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(تمہارا کھانا نیکیوں نے کھایا) یہ جملہ دعا ہے یا خبر یعنی تمہارا کھانا خدا کرے ہمیشہ ابرار کھائیں فساق، فجار نہ کھا
 خبر ہے، چونکہ حضور انور سید الابرار ہیں اس لیے حضور انور کا کھانا گویا جہان بھر کے ابرار کا کھانا ہے۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ
 ہی فرما سکتے ہیں ہم اپنے کو کس منہ سے ابرار کہیں، خدا تعالیٰ ہم گنہگاروں، ناہنجاروں کو ابرار کی غلامی نصیب فرمادے۔
 یہ بھی دعا ہے یا خبر یعنی خدا کرے ہمیشہ تمہارے لیے فرشتے دعائیں کرتے رہیں یا ہمارے کھانے سے فرشتوں۔
 تمہارے لیے دعائیں کیں۔ معلوم ہوا کہ حضور انور کا کسی کا کھانا ملاحظہ فرمانا فرشتوں کی دعا کا ذریعہ ہے۔ (مرقات)
 (تمہارے پاس روزہ داروں نے روزہ افطار کیا ہے) یہ جملہ دعائیہ ہے یعنی خدا کرے تمہارے کھانے سے روزہ
 دار افطار کیا کریں تمہارا کھانا اس راہ میں خرچ ہوا کرے کیونکہ اس وقت حضور انور کا نہ تو روزہ تھا نہ یہ وقت افطار کا تھا، بعض
 شارحین نے فرمایا کہ حضور انور کا روزہ تھا جو حضرت سجد کی خاطر توڑ دیا گیا مگر یہ درست نہیں اس لیے کہ روزہ توڑنے کو افطار
 نہیں کہتے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۶ ص ۹۷)



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

10- كِتَابُ الْاِعْتِكَافِ

اعتكاف کا بیان

89- بَابُ الْاِعْتِكَافِ فِي رَمَضَانَ

ماہ رمضان میں اعتكاف کرنے کا بیان

(1273) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْتَكِفُ

اللہ ﷺ رمضان کا آخری عشرہ اعتكاف کرتے تھے۔

الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب الاعتكاف فی العشر الاواخر والاعتكاف فی المساجد ج ۳، ص ۳۰۰، رقم: ۱۲۷۳، صحیح

مسلم: باب اعتكاف العشر الاواخر من رمضان ج ۳، ص ۱۰۶، رقم: ۲۸۳۹، سنن ابوداؤد: باب الاعتكاف ج ۲، ص ۳۰۰، رقم: ۲۲۲۲، السنن

الصغریٰ للبیہقی: باب الاعتكاف ج ۳، ص ۳۰۰، رقم: ۱۳۰۰، المنقلی لابن الجارود: باب الصيام ص ۱۰۹، رقم: ۳۰۰)

شرح حدیث: اعتكاف

عبادت کی نیت سے اللہ تعالیٰ کے لئے مسجد میں ٹھہرنے کا نام اعتكاف ہے اعتكاف کی تین قسمیں ہیں اول اعتكاف

واجب دوسرے اعتكاف سنت تیسرے اعتكاف مستحب۔

(الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصوم، باب الاعتكاف، ج ۳، ص ۳۹۲-۳۹۵)

اعتكاف واجب: جیسے کسی نے یہ نیت مانی کہ میرا فلاں کام ہو جائے تو میں ایک دن یا دو دن کا اعتكاف کروں گا اور

اس کا کام ہو گیا تو یہ اعتكاف واجب ہے اور اس کا پورا کرنا ضروری ہے یاد رکھو کہ اعتكاف واجب کے لئے روزہ شرط ہے

بغیر روزہ کے اعتكاف واجب صحیح نہیں۔ (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصوم، باب الاعتكاف، ج ۳، ص ۳۹۵-۳۹۶)

اعتكاف سنت موکدہ: رمضان کے آخری دس دنوں میں کیا جائے گا یعنی بیسویں رمضان کو سورج ڈوبنے سے پہلے

اعتكاف کی نیت سے مسجد میں داخل ہو جائے اور تیسویں رمضان کو سورج ڈوبنے کے بعد اسیسویں رمضان کو چاند ہونے

کے بعد مسجد سے نکلے یاد رکھو کہ اعتكاف سنت موکدہ کفایہ ہے یعنی اگر محلہ کے سب لوگ چھوڑ دیں تو سب آخرت کے

مواخذہ میں گرفتار ہوں گے اور کسی ایک نے بھی اعتكاف کر لیا تو سب آخرت کے مواخذہ سے بری ہو جائیں گے اس

اعتكاف میں بھی روزہ شرط ہے مگر وہی رمضان کے روزے کافی ہیں۔

(الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصوم، باب الاعتكاف، ج ۳، ص ۳۹۵-۳۹۶)

اعتكاف مستحب: اعتكاف مستحب یہ ہے کہ جب کبھی بھی دن یا رات میں مسجد کے اندر داخل ہو تو اعتكاف کی نیت

کمرے جتنی دیر تک مسجد میں رہے گا اعتكاف کا ثواب پائے گا نیت میں صرف اتنا دل میں خیال کر لینا اور منہ سے کہہ لینا

کافی ہے کہ میں نے خدا کے لئے اعتكاف مستحب کی نیت کی۔

مسئلہ:- مرد کے لئے ضروری ہے کہ مسجد میں اعتکاف کرے اور عورت اپنے گھر میں اس جگہ اعتکاف کرے کی وجہ

اس نے نماز پڑھنے کے لئے مقرر کی ہو۔ (الدر المختار، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، ج ۳، ص ۴۹۳-۴۹۴)

مسئلہ: اعتکاف کرنے والے کے لئے بلا عذر مسجد سے نکلنا حرام ہے اگر نکلا تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا چاہے قصداً نکلا ہو یا بھول کر اسی طرح عورت نے جس مکان میں اعتکاف کیا ہے اس کو اس گھر سے باہر نکلنا حرام ہے اگر عورت اس مکان سے باہر نکل گئی تو خواہ وہ قصداً نکلی ہو یا بھول کر اس کا اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔

(الدر المختار، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، ج ۳، ص ۵۰۰-۵۰۳)

مسئلہ:- اعتکاف کرنے والا صرف دو عذروں کی وجہ سے مسجد سے باہر نکل سکتا ہے ایک عذر طبعی جیسے پیشاب پاخانہ اور غسل فرض و وضو کے لئے دوسرے عذر شرعی جیسے نماز جمعہ کے لئے جانا ان عذروں کے سوا کسی اور وجہ سے اگرچہ ایک ہی منٹ کے لئے ہو مسجد سے اگر نکلا تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا اگرچہ بھول کر ہی نکلے۔

(الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصیام، باب الاعتکاف، ج ۳، ص ۵۰۱، ۵۰۳)

مسئلہ: اعتکاف کرنے والا دن رات مسجد ہی میں رہے گا وہیں کھائے پئے سوئے مگر یہ احتیاط رکھے کہ کھانے پینے سے مسجد گندی نہ ہونے پائے معتکف کے سوا کسی اور کو مسجد میں کھانے پینے اور سونے کی اجازت نہیں ہے اس لئے اگر کوئی آدمی مسجد میں کھانا پینا اور سونا چاہے تو اس کو چاہے کہ اعتکاف مستحب کی نیت کر کے مسجد میں داخل ہو اور نماز پڑھے یا ذکر الہی کرے پھر اس کے لئے کھانے پینے اور سونے کی بھی اجازت ہے۔ (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصیام، باب الاعتکاف، ج ۳، ص ۵۰۶)

مسئلہ: اعتکاف کرنے والا بالکل ہی چپ نہ رہے نہ بہت زیادہ لوگوں سے بات چیت کرے بلکہ اس کو چاہے کہ نفل نمازیں پڑھے، تلاوت کرے، علم دین کا درس دے، اولیاء و صالحین کے حالات سنے اور دوسروں کو سنائے، کثرت سے درود شریف پڑھے اور ذکر الہی کرے اور اکثر با وضو رہے اور دنیا داری کے خیالات سے دل کو پاک صاف رکھے اور بکثرت رورو کر اور گڑگڑا کر خدا سے دعائیں مانگے۔ (جنی زیور ۳۵۸)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کا آخری عشرہ اعتکاف کرتے تھے حتیٰ کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے وفات عطا فرمائی، پھر آپ کے بعد آپ کی ازواج نے بھی اعتکاف کیا۔

(متفق علیہ)

(1274) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: أَنَّ

النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ
الْأَوَّخِرَ مِنْ رَمَضَانَ، حَتَّى تَوَفَّاهُ اللَّهُ تَعَالَى، ثُمَّ
اعْتَكَفَ أَزْوَاجُهُ مِنْ بَعْدِهِ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الاعتکاف فی العشر الاواخر والاعتکاف فی البساجد، ج ۲، ص ۲۴، رقم: ۲۰۲۵، صحیح

مسلم، باب اعتکاف العشر الاواخر من رمضان، ج ۲، ص ۱۴۵، رقم: ۲۸۸۱، السنن الصغری، باب الاعتکاف، ج ۱، ص ۲۲۱، رقم: ۱۳۴۴، سنن

ابوداؤد: باب الاعتكاف ج ۲ ص ۲۰۴ رقم: ۲۲۶۳ سنن الدارقطنی: باب الاعتكاف ج ۲ ص ۲۰۱ رقم: ۲۲۸۹ مسند امام احمد بن حنبل: حدیث السيدة عائشه رضی اللہ عنہا ج ۱ ص ۱۲ رقم: ۲۲۶۵۴

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس پیشگی سے معلوم ہوا کہ اعتکاف سنت مؤکدہ ہے اور چونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم امت کو صراحتاً نہ دیا بلکہ رغبت دی معلوم ہوا کہ یہ اعتکاف واجب نہیں کیونکہ وجوب کے لیے حکم دینا ضروری ہے، لہذا یہ حدیث احناف کی دلیل ہے کہ رمضان کا اعتکاف سنت مؤکدہ ہے، پھر سارے مدینہ منورہ میں صرف حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور بعض صحابہ ہی اعتکاف کرتے تھے سب مسلمان نہ کرتے تھے، معلوم ہوتا ہے کہ اعتکاف سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے۔

یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کی ازواج پاک نے ہمیشہ اپنے گھروں میں اعتکاف کیا نہ کہ مسجد نبوی شریف میں مسجد میں تو ایک بار ان بیویوں نے اعتکاف کیا تھا، اعتکاف کے لیے کپڑے کے خیمے لگائے تھے جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اکھڑا دیئے تھے۔ فقہا فرماتے ہیں کہ اگرچہ عورت مسجد میں بھی باپردہ رہ کر اعتکاف کر سکتی ہے مگر اس کے لیے گھر میں اعتکاف بہت اچھا ہے۔ (بزاۃ المناجیح ج ۳ ص ۳۲۲)

(1275) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ،
قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْتَكِفُ فِي
كُلِّ رَمَضَانَ عَشْرَةَ أَيَّامٍ، فَلَمَّا كَانَ الْعَامُ الَّذِي
قُبِضَ فِيهِ اعْتَكَفَ عِشْرِينَ يَوْمًا. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر ماہ رمضان میں دس دن اعتکاف کیا کرتے تو جب وہ سال آیا جس میں آپ نے وفات پائی تو آپ نے بیس دن اعتکاف کیا۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب الاعتكاف في العشر الاوسط من رمضان ج ۳ ص ۵۱ رقم: ۲۰۲۲ مسند امام احمد بن حنبل: مسند ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۲۵۵ رقم: ۸۱۶۴ السنن الکبریٰ للبیہقی: باب الاعتكاف ج ۲ ص ۳۱۳ رقم: ۸۸۲۶ سنن ابوداؤد: باب این یكون الاعتكاف ج ۲ ص ۲۰۹ رقم: ۲۲۶۸ سنن ابن ماجہ: باب ما جاء في الاعتكاف ج ۱ ص ۵۱۲ رقم: ۱۴۶۹)

یعنی شروع نبوت سے مابعد ہجرت شروع سے ہر رمضان میں حضرت جبریل اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک پارہ روز دورہ کرتے تھے جس سے پورے رمضان میں ایک ختم ہوتا تھا وفات کے سال دو پارہ روز دور کیا جس سے مہینہ میں دو ختم ہوئے۔ یوں سمجھو کہ افضل رسول پر افضل مہینہ میں افضل کلام افضل مقام میں لا کر سنتے اور سنا تے تھے، یہاں معاوضہ سے مراد راستہ ہے یعنی دور شعر

اس لیے رمضان کا سارا مہینہ نور ہے

نور آیا تولا یا نور پر نورانی رات

اس سے معلوم ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی وفات کی خبر تھی کہ اس سال ہوگی اسی لیے اس سال سفر آخرت کی تیاری خصوصیت سے فرما رہے ہیں یہ حدیث اہل سنت کے بہت سے مسائل کی اصل ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ ہر شخص بڑھاپے میں یا مرض وفات میں خصوصیت سے آخرت کی تیاری کرے دنیاوی تعلقات کم کرنا شروع کر دے یہ بھی سنت رسولی ہے، اللہ تعالیٰ توفیق دے۔ (بزاۃ المناجیح ج ۳ ص ۳۲۶)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

11- کتاب الحج

90- بَابُ وُجُوْبِ الْحَجِّ وَفَضْلِهِ

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: (وَيَلِّهُ عَلٰى النَّاسِ حُجَّ الْبَيْتِ
مَنْ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ
عَنِ الْعَالَمِيْنَ) (آل عمران: 97)

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

حج کا بیان

حج کی فرضیت اور اس کی فضیلت کا بیان

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ کے لیے لوگوں پر بیت
اللہ کا حج ہے جو اس کی طرف راستہ کی طاقت رکھتا ہے اور
جس نے انکار کیا تو اللہ سب جہانوں سے غنی ہے۔

شرح: حضرت صدرالفاضل سیدنا مولینا محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ المہادی خزائن العرفان میں اس کے
تحت لکھتے ہیں

مسئلہ: اس آیت میں حج کی فرضیت کا بیان ہے اور اس کا کہ استطاعت شرط ہے حدیث شریف میں سید عالم صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے اس کی تفسیر زاد اور احلہ سے فرمائی زاد یعنی توشہ کھانے پینے کا انتظام اس قدر ہونا چاہئے کہ جا کر واپس آنے
تک کے لئے کافی ہو اور یہ واپسی کے وقت تک اہل و عیال کے نفقہ کے علاوہ ہونا چاہئے راہ کا امن بھی ضروری ہے کیونکہ بغیر
اس کے استطاعت ثابت نہیں ہوتی: (خزائن العرفان)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے
لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دینا نماز
قائم کرنا زکوٰۃ ادا کرنا بیت اللہ کا حج کرنا اور ماہ رمضان
کے روزے رکھنا۔ (متفق علیہ)

(1276) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ
رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "بُنِيَ
الْاِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ: شَهَادَةِ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاَنَّ
مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ، وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ، وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ،
وَحَجِّ الْبَيْتِ، وَصَوْمِ رَمَضَانَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب الايمان وقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم بنی الاسلام علی خمس: ج ۱ ص ۱۱ رقم: ۹
صحیح مسلم: باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم "بنی الاسلام علی خمس" ج ۱ ص ۲۲ رقم: ۱۲۱ السنن الکبریٰ للبیہقی: باب اصل
فرض الصلاة: ج ۱ ص ۲۵۸ رقم: ۱۴۲۲ سنن ترمذی: باب ما جاء بنی الاسلام علی خمس: ج ۵ ص ۵ رقم: ۲۶۰۹ سنن النسائی الکبریٰ: باب
علی کہ بنی الاسلام: ج ۱ ص ۵۲۱ رقم: ۱۱۴۲۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الخٹان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کا نام عبد اللہ بن عمر ہے، ظہور نبوت سے ایک سال پہلے پیدا ہوئے، ۳۷ھ میں شہادت ابن زبیر سے تین ماہ
بعد وفات پائی، ذی طویٰ کے مقبرہ مہاجرین میں دفن ہوئے، چوراسی سال عمر شریف پائی، بڑے متقی اور اہل بالنت
تھے۔ رضی اللہ عنہ۔ (مرقاۃ وغیرہ)

(اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے) یعنی اسلام مثل خیمہ یا چھت کے ہے اور یہ پانچ ارکان اس کے پانچ ستونوں کی طرح کہ جو کوئی ان میں سے ایک کا انکار کرے گا وہ اسلام سے خارج ہوگا، اور اس کا اسلام منہدم ہو جاویگا۔ خیال رہے کہ ان اعمال پر کمال ایمان موقوف ہے اور ان کے ماننے پر نفس ایمان موقوف، لہذا جو صحیح العقیدہ مسلمان کبھی کلمہ نہ پڑھے یا نماز روزہ کا پابند نہ ہو، وہ اگرچہ مؤمن تو ہے مگر کامل نہیں، اور جوان میں سے کسی کا انکار کرے وہ کافر ہے۔ لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں، نہ اعمال ایمان کے اجزاء ہیں۔

(لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دینا) اس سے سارے عقائد اسلامیہ مراد ہیں جو کسی عقیدے کا منکر ہے وہ حضور کی رسالت ہی کا منکر ہے۔ حضور کو رسول ماننے کے یہ معنی ہیں کہ آپ کی ہر بات کو ماننا جاوے۔

(نماز قائم کرنا) ہمیشہ پڑھنا، صحیح پڑھنا، دل لگا کر پڑھنا، نماز قائم کرنا۔

(زکوٰۃ ادا کرنا) اگر مال ہو تو زکوٰۃ و حج ادا کرنا فرض ہے ورنہ نہیں مگر انکا ماننا بہر حال لازم ہے۔ نماز ہجرت سے پہلے معراج میں فرض ہوئی، زکوٰۃ و روزہ ۲ھ میں، اور حج ۹ھ میں فرض ہوئے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۱ ص ۲)

حج کا بیان

حج ۹ھ میں فرض ہوا نماز و زکوٰۃ اور روزہ کی طرح حج بھی اسلام کا ایک رکن ہے اس کا فرض ہونا قطعی اور یقینی ہے جو اس کی فرضیت کا انکار کرے وہ کافر ہے اور اس کی ادائیگی میں تاخیر کرنے والا گنہگار اور اس کا ترک کرنے والا فاسق اور عذاب جہنم کا سزاوار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا کہ:

وَاتَّبِعُوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ۔

یعنی حج و عمرہ کو اللہ کے لئے پورا کرو۔ (پ 2، البقرہ: 196)

احادیث میں حج و عمرہ کے فضائل اور اجر و ثواب کے بارے میں بڑی بڑی بشارتیں آئی ہیں مگر حج عمر میں صرف ایک بار ہی فرض ہے۔

حج واجب ہونے کی شرطیں :- حج واجب ہونے کی آٹھ شرطیں ہیں جب تک یہ سب نہ پائی جائیں حج فرض نہیں۔

(۱) مسلمان ہونا کافر پر حج فرض نہیں (۲) دار الحرب میں ہو تو یہ بھی ضروری ہے کہ جانتا ہو کہ حج اسلام کے ارکان میں سے ہے (۳) بالغ ہونا یعنی نابالغ پر حج فرض نہیں (۴) عاقل ہونا لہذا مجنون پر حج فرض نہیں (۵) آزاد ہونا یعنی لونڈی غلام پر حج فرض نہیں (۶) تندرست ہونا کہ حج کو جاسکے اس کے اعضاء سلامت ہوں، آنکھیاں ہولہذا پانچ اور فالج والے اور جس کے پاؤں کٹے ہوں اور اس بوڑھے پر کہ سواری پر خود نہ بیٹھ سکتا ہو حج فرض نہیں یوں ہی اندھے پر بھی حج فرض نہیں اگرچہ پکڑ کر لے چلنے والا اسے ملے ان سب پر بھی یہ ضروری نہیں کہ کسی کو بھیج کر اپنی طرف سے حج کرا دیں (۷) سفر خرچ کا مالک ہونا اور سواری کی قدرت ہونا چاہے سواری کا مالک ہو یا اس کے پاس اتنا مال ہو کہ سواری کرایہ پر لے سکے (۸) حج

کا وقت یعنی حج کے مہینوں میں تمام شرائط پائے جائیں۔ (رد المحتار مع الدر المختار، کتاب الحج، مطلب فیمن حج بہال حرام، ج ۳، ص ۵۲۱)۔
 وجوب ادا کے شرائط: یہاں تک تو وجوب کے شرائط کا بیان ہے اب شرائط ادا کا بیان ہوتا ہے کہ یہ شرطیں اگر پائی جائیں تو خود حج کو جانا ضروری ہے اور اگر یہ سب شرطیں نہ پائی جائیں تو خود حج کو جانا ضروری نہیں بلکہ دوسرے سے حج کرا سکتا ہے یا وصیت کر جائے مگر اس میں یہ بھی ضرور ہے کہ حج کرانے کے بعد آخر عمر تک خود قادر نہ ہو ورنہ خود بھی حج کرنا ضروری ہوگا وہ شرطیں یہ ہیں (۱) راستہ میں امن و امان ہونا یعنی اگر غالب گمان سلامتی کا ہو تو حج کے لئے جانا ضروری ہے اور غالب گمان یہ ہو کہ ڈاکہ یا لڑائی کی وجہ سے جان ضائع ہو جائے گی تو حج کے لئے جانا ضروری نہیں (۲) عورت کو مکہ تک جانے میں تین دن یا زیادہ کا راستہ ہو تو اس کے ہمراہ شوہر یا محرم کا ہونا شرط ہے خواہ وہ عورت جوان ہو یا بڑھیا اور اگر تین دن سے کم کا راستہ ہو تو عورت بغیر شوہر اور محرم کے بھی جاسکتی ہے مگر محرم سے مراد وہ مرد ہے کہ جس سے ہمیشہ کے لئے اس عورت کا نکاح حرام ہو چاہے نسب کی وجہ سے نکاح حرام ہو جیسے بیٹا باپ بھائی وغیرہ یا سسرال کے رشتہ سے نکاح حرام ہو جیسے خسر یا شوہر کا بیٹا۔ عورت شوہر یا محرم جس کے ساتھ سفر کر سکتی ہے اس کا عاقل بالغ غیر فاسق ہونا شرط ہے (۳) حج کو جانے کے زمانہ میں عورت عدت میں نہ ہو چاہے وفات کی عدت ہو یا طلاق کی (۴) قید میں نہ ہو

(الفتاویٰ الہندیہ، کتاب المناسک، الباب الاول، ج ۱، ص ۲۱۸-۲۱۹)

صحت ادا کی شرطیں: صحت ادا کی نو شرطیں ہیں کہ اگر یہ نہ پائی جائیں تو حج صحیح نہیں ہوگا وہ شرائط یہ ہیں (۱) مسلمان ہونا (۲) احرام، بغیر احرام کے حج نہیں ہو سکتا (۳) حج کا وقت یعنی حج کے لئے جو وقت شریعت کی طرف سے معین ہے اس سے قبل حج کے افعال نہیں ہو سکتے (۴) افعال حج کی جگہوں پر افعال حج کرنا مثلاً طواف کی جگہ مسجد حرام ہے وقوف کی جگہ میدان عرفات و مزدلفہ ہے کنکری مارنے کی جگہ منیٰ ہے اگر یہ کام دوسری جگہ کریگا تو حج صحیح نہیں ہوگا (۵) تمیز کرنا اتنا چھوٹا بچہ کہ جس میں کسی چیز کی تمیز ہی نہ ہو اس کا حج صحیح نہیں (۶) عقل والا ہونا کہ مجنون اور دیوانے کا حج صحیح نہیں (۷) حج کے فرائض کو ادا کرنا جس نے حج کا کوئی فرض چھوڑ دیا اس کا حج صحیح نہیں ہوا (۸) احرام کے بعد اور عرفات میں وقوف سے پہلے جماع نہ ہونا اگر ہوگا تو حج باطل ہو جائے گا (۹) جس سال احرام باندھا اسی سال حج کرنا اگر اس سال احرام باندھا اور چاہے اسی احرام سے آئندہ سال حج کرے تو یہ حج صحیح نہیں ہوگا۔

(رد المحتار مع الدر المختار، کتاب الحج، مطلب فیمن حج بہال حرام، ج ۳، ص ۵۲۲)

حج کے فرائض: حج میں یہ چیزیں فرض ہیں (۱) احرام کہ یہ شرط ہے (۲) وقوف عرفہ یعنی نویں ذوالحجہ کے آفتاب ڈھلنے سے دسویں کی صبح صادق سے پہلے تک کسی وقت عرفات میں ٹھہرنا (۳) طواف زیارت کا اکثر حصہ یعنی چار پھیرے یہ دونوں چیزیں یعنی عرفہ کا وقوف اور طواف زیارت حج کا رکن ہیں (۴) نیت (۵) ترتیب یعنی پہلے احرام باندھنا پھر عرفہ میں ٹھہرنا پھر طواف زیارت (۶) ہر فرض کا اپنے وقت پر ہونا (۷) مکان یعنی وقوف عرفہ میدان عرفات کی زمین میں ہونا

سوا بطنِ عمرہ کے اور طواف کا مکان مسجد الحرام شریف ہے۔

(الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الحج، مطلب فی فرض الحج دو اجابت، ج ۳ ص ۵۳۶-۵۳۷) (جنی زیور ص ۳۶۰-۳۶۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ دیا اور فرمایا: اے لوگو! بے شک اللہ تعالیٰ نے تم پر حج فرض کیا ہے تو حج کرو۔ ایک آدمی نے عرض کیا: کیا ہر سال یا رسول اللہ؟ تو آپ خاموش ہو گئے۔ حتیٰ کہ اس آدمی نے تین بار ایسا کہا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر میں کہہ دیتا ہوں تو لازم ہو جاتا اور تم اس کی طاقت نہ رکھتے پھر فرمایا تم مجھے چھوڑ دو جب تک میں تم کو چھوڑ دوں۔ تم سے پہلے لوگ صرف ایسے سوالات کی کثرت اور اپنے انبیاء پر اختلاف کی وجہ سے ہلاک ہو گئے تو جب تم کو میں کوئی حکم دوں تو حتی الامکان اس کو پورا کرو اور جب میں تم کو کسی چیز سے روکوں تو اس کو چھوڑ دو۔ (مسلم)

(1277) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: خَطَبَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: "أَيُّهَا النَّاسُ، قَدْ فَرَضَ اللَّهُ عَلَيْكُمُ الْحَجَّ فُحُّجُوا" فَقَالَ رَجُلٌ: أَكُلَّ عَامٍ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ فَسَكَتَ، حَتَّى قَالَهَا ثَلَاثًا. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَوْ قُلْتُ نَعَمْ لَوَجَبَتْ، وَلَئِنَّمَا اسْتَطَعْتُمْ" ثُمَّ قَالَ: "ذُرُونِي مَا تَرَكْتُكُمْ، فَإِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِكَثْرَةِ سُؤَالِهِمْ، وَاخْتِلَافِهِمْ عَلَى أَنْبِيَائِهِمْ، فَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ فَأَتُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ، وَإِذَا نَهَيْتُكُمْ عَنْ شَيْءٍ فَدَعُوهُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فرض الحج مرة في العمر، ج ۲ ص ۱۰۲، رقم: ۲۲۲۱، السنن الكبرى للبيهقي، باب وجوب الحج في العمرة مرة واحدة، ج ۱ ص ۲۲۸، رقم: ۱۵۰۶، السنن النسائي الكبرى، باب وجوب الحج، ج ۲ ص ۲۱۹، رقم: ۲۵۱۸، صحیح ابن حبان، باب فرض الحج، ج ۱ ص ۱۱۹، رقم: ۲۴۰۵، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرة رضی اللہ عنہ، ج ۲ ص ۵۰۸، رقم: ۱۰۶۱۵)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ نے اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ خطبہ حج فرض ہونے کے سال مدینہ منورہ میں تھا، ۸ھ میں فتح مکہ ہوئی تو بعض لوگوں نے حج کیا، ۹ھ میں حضرت ابوبکر صدیق نے لوگوں کو حج کرایا اور ۱۰ھ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حج فرمایا، ابن ہمام فرماتے ہیں کہ حج کی فرضیت ۵ھ یا ۶ھ یا ۹ھ میں ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اتنے عرصہ تک حج نہ کرنا اس لیے تھا کہ آپ کو اپنی زندگی اور اپنے حج کرنے کا علم تھا۔ حق یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت سے پہلے بھی دو یا تین حج کیے ہیں جیسا کہ ترمذی، ابن ماجہ و حاکم نے حضرت جابر وغیرہم سے روایت کی۔ (مرقات)

اگر حج کی فرضیت فتح مکہ سے پہلے ۵ھ یا ۶ھ میں ہوئی تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ جب تمہیں مکہ معظمہ پہنچنا میرا ہو جائے تو حج کرنا، فرض تو ابھی ہو گیا ہے مگر اس کی ادا جب لازم ہوگی اور اگر فتح مکہ کے بعد ۹ھ میں فرض ہوا ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اس سال ہی حج کرو۔

(ایک آدمی نے عرض کیا، کیا ہر سال یا رسول اللہ؟) یہ عرض کرنے والے حضرت اقرع ابن حابس تھے، وہ سمجھے یہ کہ ہر رمضان میں روزے فرض ہوتے ہیں تو چاہیے کہ بقرعید میں حج فرض ہو کہ پھر یہ سوچا کہ اس میں لوگوں کو بہت دشواری ہوگی کیونکہ روزے تو اپنے گھر میں ہی رکھ لیے جاتے ہیں مگر حج کے لیے مکہ معظمہ جانا پڑتا ہے اور اطراف عالم سے ہر سال بیت اللہ شریف پہنچنا بہت مشکل ہوگا اس لیے آپ نے یہ سوال کیا اور بار بار کیا تا کہ مسئلہ واضح ہو جائے۔

اس سوال پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خاموشی اس لیے تھی کہ سائل سوال سے باز آجائے تاکہ ہم کو جواب کی ضرورت نہ ہو مگر سائل شوق کی زیادتی سے یہ اشارہ نہ سمجھ سکا۔

(اگر میں کہہ دیتا ہاں تو لازم ہو جاتا) یعنی پورا جواب تو کیا معنی، اگر ہم صرف ہاں کہہ دیتے تب بھی ہر سال حج فرض ہو جاتا۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو احکام شرعیہ کا مالک بنایا ہے کہ آپ کی ہاں اور نہ میں تاثیر ہے جس کے قوی دلائل موجود ہیں کیوں نہ ہو کہ آپ کا کلام وحی الہی ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُؤْتَىٰ۔ اس کی پوری تحقیق ہماری کتاب "سلطنت مصطفیٰ" میں ملاحظہ فرمائیے۔ دوسرے یہ کہ بزرگوں سے اعمال اور وظیفوں میں قید یا پابندی نہ لگوانی چاہیے بلا قید عمل کرنا چاہیے۔

(جب تک میں تم کو چھوڑ دوں) یعنی ہمارے احکام میں کیوں، کیسے اور کب کہہ کر قید نہ لگائیں ہم شرعی احکام کی تبلیغ ہی کے لیے تو بھیجے گئے ہیں ضروری چیزیں ہم خود بیان فرمادیں گے۔ (لمعات)

(اپنے انبیاء پر اختلاف کی وجہ سے ہلاک ہو گئے) اس طرح کہ انہوں نے زیادہ پوچھ پوچھ کر پابندیاں لگوائیں، پھر ان پابندیوں پر عمل نہ کر سکے یا انہوں نے عمل تو کیا مگر بہت مشکل سے جیسے ذبح گائے کا واقعہ ہوا۔

(اپنے انبیاء پر اختلاف کی وجہ سے ہلاک ہو گئے) یعنی میرے احکام پر عمل کرنا فرض ہے اور ممنوعات سے بچنا لازم، یہ دونوں کام بقدر طاقت ہیں اگر نماز کھڑے ہو کر نہ پڑھ سکو تو بیٹھ کر پڑھ لو، اگر جان پر بن جائے تو مردار کھا لو۔ اس سے معلوم ہوا کہ جیسے وجوب و فرضیت کے لیے امر ضروری ہے ایسے ہی حرمت و ممانعت کے لیے نہی لازم، جس چیز کا حکم بھی نہ ہو اور ممانعت بھی نہ ہو وہ جائز ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا۔ بعض جو کہتے ہیں کہ جو کام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہ کیا ہو وہ حرام ہے غلط ہے قرآن شریف کے بھی خلاف ہے اور اس قسم کی احادیث کے بھی۔ (مزاۃ النبی، ج ۱ ص ۲)

(1278) وَعَنْهُ قَالَ: سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ الْعَمَلِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: "إِيْمَانٌ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ" قِيلَ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: "الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ" قِيلَ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: "حَجٌّ مَبْرُورٌ" مُتَّفَقٌ

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ کون سا عمل زیادہ فضیلت والا ہے تو آپ نے فرمایا: اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا۔ کہا گیا پھر کون سا عمل فرمایا اللہ کے راستہ میں جہاد کرنا عرض کیا

عَلَيْهِ.

گیا: پھر کون سا فرمایا حج مقبول۔ (متفق علیہ)

الْمَبْرُورُ هُوَ الَّذِي لَا يَزِيكِبُ صَاحِبُهُ لِيَهِيَ

ممبرور: وہ حج کہ حج کرنے والا اس میں کسی

معصیت کا ارتکاب نہ کرے۔

مَعْصِيَةً.

تخریج حدیث: (صحیح بخاری باب من قال ان الایمان هو العمل ج ۱ ص ۱۸ رقم: ۲۶ صحیح مسلم باب بیان کون الایمان بالذات تعاقب الفضل الاعمال ج ۱ ص ۶۲ رقم: ۲۵۹ صحیح ابن حبان باب فضل الایمان ج ۱ ص ۲۶۵ رقم: ۱۵۲ سنن النسائی الکبیری باب ما بعد الجهاد فی سبیل اللہ ج ۱ ص ۱۲ رقم: ۲۲۲۸ مسند امام احمد بن حنبل مسند ابی هریرة رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۲۸۰ رقم: ۷۸۵۰)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

افضل سے مراد درجہ اور ثواب میں زیادہ، چونکہ ایمان عقائد کا نام ہے اور عقیدہ دل کا عمل ہے اس لیے ایمان کو اعمال میں داخل کیا گیا، نحوی لوگ جاننے پہچاننے اور ماننے کو افعال قلوب کہتے ہیں، چونکہ سارے اعمال کی صحت و قبولیت ایمان پر موقوف ہے اس لیے ایمان کا سب سے پہلے ذکر کیا گیا۔

اللہ کی راہ کا جہاد وہ جنگ ہے جس میں محض رب کو راضی کرنا اور اسلام کی اشاعت منظور ہو، مال، ملک، عزت حاصل کرنے کے لیے جنگ کرنا فتنہ ہے جہاد نہیں۔ شعر

جنگ مؤمن سنت پیغمبری است

جنگ شاہاں فتنہ وغارت گری است

چونکہ حج بدنی و مالی عبادات کا مجموعہ ہے اس لیے اس کا بھی بڑا درجہ ہے۔ حج مقبول و مبرور وہ ہے جو لڑائی جھگڑے گناہ و ریاء سے خالی ہو اور صحیح ادا کیا جائے۔ خیال رہے کہ بعض احادیث میں ایمان کے بعد نماز کا ذکر ہے مگر یہاں جہاد کا ذکر آیا اس لیے کہ جہاد فی سبیل اللہ اکثر نمازی ہی کرتے ہیں یا بعض ہنگامی حالات میں جہاد نماز سے افضل ہو جاتا ہے، دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خندق میں زیادہ مشغولیت کی بنا پر پانچ نمازیں قضاء فرمادیں لہذا احادیث میں تعارض نہیں۔ ہنگامی حالات اور ہوتے ہیں معمول پر پہنچنے کے بعد دوسرے حالات۔ (بزاۃ المناجیح، ج ۲ ص ۱۲۲)

(1279) وَعَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ

انہی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "مَنْ حَجَّ فَلَمْ يَزِفْ،

فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے حج کیا پھر نہ بے حیائی کی

وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

بات کی اور نہ کوئی گناہ کیا تو وہ اس طرح لوٹے گا جس

طرح جس دن اس کی ماں نے اس کو جنم دیا تھا۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب فضل حج المبرور ج ۲ ص ۱۲۲ رقم: ۱۵۲۱ صحیح مسلم: باب فی فضل الحج والعمرة ویوم عرفة ج ۲ ص ۱۰۴ رقم: ۲۲۵۰ السنن الکبیری للبیہقی: باب فضل الحج والعمرة ج ۲ ص ۱۲۱ رقم: ۱۰۶۸۱ سنن ابن ماجہ: باب فضل الحج والعمرة ج ۲ ص ۱۶۲ رقم: ۲۸۸۰ سنن ترمذی: باب ما جاء فی ثواب الحج والعمرة ج ۲ ص ۱۶۶ رقم: ۸۱۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

حج کے بیان میں رنٹ سے مراد ہوتا ہے بیوی سے صحبت یا صحبت کے اسباب پر عمل یا صحبت کی گفتگو اور فسق سے مراد ہوتا ہے ساتھیوں سے لڑائی جھگڑا یعنی جو رضائے الہی کے لیے حج کرے اور حج کو بخش باتوں، لڑائی جھگڑوں سے پاک و صاف رکھے تو گناہ صغیرہ سے تو یقیناً اور کبیرہ سے احتمالاً بالکل صاف ہو جائے گا حقوق العباد تو ادا ہی کرنا پڑیں گے۔ حق یہ ہے کہ تاجر حاجی کو بھی ثواب ملے گا مگر مخلص حاجی سے کم۔ (مرقات) (مزاۃ المناجیح، ج ۲ ص ۱۲۳)

(1280) وَعَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "الْعُمْرَةُ إِِلَى الْعُمْرَةِ كَفَّارَةٌ لِمَا بَيْنَهُمَا، وَالْحَجُّ الْمَبْرُورُ لَيْسَ لَهُ جَزَاءٌ إِلَّا الْجَنَّةَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ." اور انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک عمرہ دوسرے عمرہ تک کے درمیانی وقفہ کے لیے کفارہ ہے اور حج مقبول کی جزا جنت کے سوا کچھ اور نہیں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب وجوب العمرة وفضلها، ج ۲ ص ۱۲، رقم: ۱۷۷۲، صحیح مسلم: باب فی فضل الحج والعمرة ویوم عرفه، ج ۲ ص ۱۰۷، رقم: ۲۲۵۵، السنن الکبریٰ للبیہقی: باب فضل الحج والعمرة، ج ۵ ص ۲۶۱، رقم: ۱۰۶۸۲، سنن ابن ماجہ: باب فضل الحج والعمرة، ج ۲ ص ۱۶۲، رقم: ۲۸۸۸، سنن النسائی الکبریٰ: باب فضل العمرة، ج ۲ ص ۲۲۲، رقم: ۲۶۰۸)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

علماء فرماتے ہیں کہ دو عمروں کے درمیان کے گناہ صغیرہ معاف ہو جاتے ہیں اور حج مقبول میں گناہ کبیرہ کی معافی کی بھی قوی امید ہے۔

(جزا جنت کے سوا کچھ اور نہیں) یعنی حج مقبول کی جزا تو یقیناً ہے اس کے علاوہ دنیا میں غنا، دعا کی قبولیت بھی عطا ہو جائے تو رب کا کرم ہے حصر ایک جانب میں ہے۔ (مزاۃ المناجیح، ج ۲ ص ۱۲۳)

(1281) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، تَرَى الْجِهَادَ أَفْضَلَ الْعَمَلِ، أَمْ لَا نُجَاهِدُ؟ فَقَالَ: "لَكِنَّ أَفْضَلَ الْجِهَادِ: حَجُّ مَبْرُورٌ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ." حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم جہاد کو زیادہ فضیلت والا عمل سمجھتی ہیں، تو کیا ہم جہاد نہ کریں۔ آپ نے فرمایا: لیکن زیادہ فضیلت والا عمل حج مقبول ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب فضل الحج المبرور، ج ۲ ص ۱۲۲، رقم: ۱۵۲۰، مسند ابی یعلیٰ: مسند عائشہ رضی اللہ عنہا، ج ۸ ص ۱۶۶، رقم: ۲۷۱۷، مسند الشافعی: الباب الاوّل فیما جاء فی فرض الحج وشروطه، ص ۷۱، رقم: ۷۲۷)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کہ مجھے بھی میدان جہاد میں اپنے ساتھ لے چلیں، مجاہدین کی مرہم پٹی و دیگر خدمات کروں گی اور اگر ضرورت پڑی تو کفار سے لڑوں گی بھی۔

(لیکن زیادہ فضیلت والا عمل حج مقبول ہے) یعنی عورتوں پر جہاد فرض نہیں حج فرض ہے اگر ان میں اس کی طاقت ہو۔ خیال رہے کہ کبھی ہنگامی حالات ایسے نازک ہو جاتے ہیں کہ عورتوں کا بھی جہاد کرنا پڑتا ہے جب کہ مرد جہاد کے لیے ناکافی ہوں، کفار کا دباؤ بڑھ جائے، یہ حدیث نارمل (Normal) حالات کی ہے۔ اور جن احادیث میں عورتوں کا جہاد میں جانا ثابت ہے وہ ہنگامی حالات میں ہے لہذا احادیث میں تعارض نہیں۔ اس حدیث سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو جوان لڑکیوں کو تعلیم کے بہانہ اکیلی پردیس میں بھیج دیتے ہیں جہاں اسکولوں میں مخلوط تعلیم دی جاتی ہے، وہ بھی عبرت پکڑیں جو جہاد پریڈ (Prade) کے بہانہ عورتوں کو بے پردہ پھراتے ہیں۔ شعر

کراہ یہ فکر کہ بیٹا حج خفیہ ہو
یہ فکر چھوڑ کہ بیٹی تیری عقیقہ ہو

(بزازۃ المناجیح، ج ۳ ص ۱۳۰)

(1282) وَعَنْهَا: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَا مِنْ يَوْمٍ أَكْثَرَ مِنْ أَنْ يَغْتَبِقَ اللَّهُ فِيهِ عَبْدًا مِنَ النَّارِ مِنْ يَوْمِ عَرَفَةَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔
اور انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی دن ایسا نہیں ہے جس میں اللہ تعالیٰ عرفہ کے دن سے زیادہ اپنے بندے کو جہنم کی آگ سے آزاد کرتا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فی فضل الحج والعمرة ویوم عرفة، ج ۲ ص ۱۰۰، رقم: ۲۲۵۲ سنن النسائی، باب ما ذکر فی یوم عرفة، ج ۵ ص ۲۵۱، رقم: ۲۰۰۲ السنن الصغریٰ للبیہقی، باب ما یفعل المرء بعد الصفا والہروة، ج ۲ ص ۲، رقم: ۱۷۱۹ جامع الاصول لابن الدرباب، یوم عرفة، ج ۱ ص ۲۶۲، رقم: ۶۸۶۵)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ نے اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی سال بھر کے تمام دنوں سے زیادہ نویں ذی الحجہ کو گنہگار بخشے جاتے ہیں۔ عبد کے عموم سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس دن حاجیوں کے علاوہ اور بندوں کو بھی بخشتا ہے اسی لیے غیر حجاج کے لیے اس دن روزہ سنت ہے۔

یعنی اس دن اللہ کی رحمت بندوں سے قریب تر ہوتی ہے اور رب تعالیٰ فرشتوں پر حاجیوں کی افضلیت، ان کی شرافت و کرامت ظاہر فرماتا ہے کہ اے فرشتوں تم نے کہا تھا کہ انسان خوزریزی و فساد کرے گا تم نے اس پر غور نہ کیا کہ انسان اپنا گھر بار وطن چھوڑ کر پردیسی بن کر، پریشان بال، کفن پہنے لبیک لبیک کی صدا لگائیں لگاتار عرفات کے میدان میں بھی آئے گا، بتاؤ ان حاجیوں نے سواء میری رضاء کے اور کیا چاہا ہے، صرف مجھے راضی کرنے کے لیے یہ لوگ ان میدانوں میں مارے مارے پھر رہے ہیں یہ شرف نہ ملا لگے کو حاصل ہے نہ جنات کو صرف ان ہی کا حصہ ہے۔ (بزازۃ المناجیح، ج ۳ ص ۲۰۹)

(1283) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "عُمْرَةٌ فِي" اللہ ﷺ نے فرمایا: رمضان میں عمرہ حج کے برابر ہے یا

رَمَضَانَ تَعْدِلُ حَجَّةً - أَوْ حَجَّةً مَبِيَّةً مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. فرمایا میرے ساتھ حج کے برابر ہے۔ "فضیلت و ثواب میں" (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب حج النساء، ج ۲، ص ۱۱، رقم: ۱۸۹۲، صحیح مسلم، باب فضل العمرہ فی رمضان، ج ۱، ص ۱۱، رقم: ۲۰۰۴، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب العمرہ فی رمضان، ج ۲، ص ۲۲۶، رقم: ۹۰۰۲، سنن ابن ماجہ، باب العمرہ فی رمضان، ج ۲، ص ۱۱، رقم: ۲۱۱۱، سنن ترمذی، باب ما جاء فی عمرہ رمضان، ج ۲، ص ۲۶، رقم: ۱۲۱۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی ماہ رمضان میں کسی وقت عمرہ دن یا رات میں اس کا ثواب حج کے برابر ہے۔ معلوم ہوا کہ جگہ اور وقت کا اثر عبادت پر پڑتا ہے۔ اعلیٰ جگہ اور اعلیٰ وقت میں عبادت بھی اعلیٰ ہوتی ہے۔ (مرقات) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے عمرہ ذیقعدہ میں ہوئے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۲، ص ۱۲۵)

(1284) وَعَنْهُ: أَنَّ امْرَأَةً قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ قَرِيضَةَ اللَّهِ عَلَى عِبَادِهِ فِي الْحَجِّ، أَذْرَكَتْ آبِي سَيْخًا كَبِيرًا، لَا يَثْبُتُ عَلَى الرَّاحِلَةِ أَفَأَجُجُ عَنْهُ؟ قَالَ: "نَعَمْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

اور انہی سے روایت ہے کہ ایک عورت نے عرض کیا: یا رسول اللہ بے شک حج کے بارے میں اللہ کا فریضہ اپنے بندوں پر میرے باپ کو پہنچا ہے وہ بہت بوڑھا ہے سواری پر نہیں بیٹھ سکتا، کیا میں اس کی طرف سے حج کر لوں، تو آپ نے فرمایا: ہاں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب وجوب الحج وفضله، ج ۲، ص ۱۳۲، رقم: ۱۵۱۲، صحیح مسلم، باب الحج عن العاجز لزمانة وهرم ونحوهما او للموت، ج ۲، ص ۱۰۱، رقم: ۲۱۵، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب النیابة فی الحج عن المعصوب والبیات، ج ۲، ص ۱۴۹، رقم: ۱۰۱۲۴، سنن ابوداؤد، باب الرجل یحج عن غیره، ج ۲، ص ۹۶، رقم: ۱۸۱۱، سنن الدارمی، باب فی الحج عن المحی، ج ۲، ص ۶۱، رقم: ۱۸۴۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی میرے باپ پر بڑھاپے میں حج فرض ہوا ہے یا اس طرح کہ اسلام میں فرضیت حج کا حکم جب آیا تو بڑھے تھے یا اس طرح کہ ان کے پاس مال بڑھاپے میں ہی آیا ہے، یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ اس نے حج نہ کیا حتیٰ کہ بڑھا ہو گیا، پہلے معنی پر یہ حدیث امام شافعی کی دلیل ہے۔ خیال رہے کہ اگر بہت بڑھاپے و معذوری کی حالت میں مسلمان صاحب نصاب ہو جب کہ سواری پر بھی سفر نہ کر سکے تو امام ابوحنیفہ کے ہاں اس پر حج فرض نہ ہوگا کہ وہ مِّنْ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا میں داخل نہیں۔ امام شافعی کے ہاں فرض ہو جائے گا، ہاں صاحبین کے ہاں اگر یہ بڑھا دوسرے ساتھی مددگار کے خرچہ پر بھی قادر ہو تو حج فرض ہو جائے گا۔

اس جواب سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ ایسا معذور شخص جس میں طاقت آنے کی امید نہ ہو حج بدل کر اسکا ہے، حج نفل میں طاقتور آدمی بھی کر سکتا ہے۔ دوسرے یہ کہ عورت مرد کی طرف سے حج کر سکتی ہے اگرچہ مرد و عورت کے

طریقہ حج میں قدرے فرق ہوتا ہے۔ (بزاۃ الناحج، ج ۳ ص ۱۲۷)

حضرت لقیط بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا پس عرض کیا: میرا باپ بہت بوڑھا ہے حج کر سکتا ہے نہ عمرہ اور نہ ہی سواری پر بیٹھ سکتا ہے۔ تو آپ نے فرمایا: اپنے باپ کی طرف سے حج اور عمرہ کر۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(1285) وَعَنْ لَقَيْطِ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّهُ آتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنَّ أَبِي شَيْخٌ كَبِيرٌ، لَا يَسْتَطِيعُ الْحَجَّ، وَلَا الْعُمْرَةَ، وَلَا الطَّعْنَ؛ قَالَ: "حُجَّ عَنْ أَبِيكَ وَاعْتَمِرْ" رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ".

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب الرجل یحج عن غیرہ، ج ۲ ص ۹۷، رقم: ۱۸۱۲، سنن ترمذی، باب ما جاء فی الحج عن الشیخ الکبیر والمیت، ج ۳ ص ۲۶۶، رقم: ۱۲۰، المنتقی لابن الجارود، باب المناسک، ص ۱۲۲، رقم: ۵۰۰، سنن ابن ماجہ، باب الحج عن المحی اذا لم یستطع، ج ۲ ص ۹۰، رقم: ۲۰۶، سنن النسائی الکبیری، باب العمرة علی الرجل الذی لا یتستطیع، ج ۲ ص ۲۲۲، رقم: ۴۶۱۷)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اتان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی میرے والد زیادہ بوڑھے ہونے کی وجہ سے نہ توجج و عمرہ کے ارکان ادا کر سکتے ہیں طواف سعی وغیرہ اور نہ سواری پر بیٹھ سکتے ہیں جو مکہ معظمہ تک پہنچائے لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔ غالباً ان کے والد پر پہلے سے حج فرض تھا کسی مجبوری کی وجہ سے حج نہ کیا تھا ورنہ ایسے بوڑھے پر اگر اس کمزوری میں مال آئے توجج فرض نہیں۔

(حج اور عمرہ کر) یا تو ان کی طرف سے حج و عمرہ خود کر دو یا کسی سے کرادو۔ خیال رہے کہ حج بدنی و مالی عبادت کا مجموعہ ہے لہذا بوقت مجبوری دوسرا اس کی طرف سے کر سکتا ہے یعنی حج بدل مگر قدرت ہوتے ہوئے خود ہی کرنا ہوگا، محض بدنی عبادت میں نیابت مطلقاً ناجائز ہے اور محض مالی عبادت میں مطلقاً جائز لہذا کوئی کسی کی طرف سے نماز روزہ کبھی ادا نہیں کر سکتا اور زکوٰۃ قربانی بہر حال ادا کر سکتا ہے اس کی اجازت سے۔ خیال رہے کہ عمرہ فرض یا واجب نہیں سنت ہے لہذا حدیث میں دونوں کا حکم دینا استحباباً ہے، یعنی بہتر یہ ہے کہ دونوں ہی باپ کی طرف سے ادا کرو، آیت کریمہ وَاتَّبِعُوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ میں عمرہ شروع کر دینے کے بعد اس کے پورا کر دینے کا حکم ہے یعنی جب حج و عمرہ شروع کر دیا تو انہیں ضرور پورا کروں کیونکہ ہر نفل شروع کر دینے سے فرض ہو جاتا۔ (بزاۃ الناحج، ج ۳ ص ۱۲۷)

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع میں حج کروایا گیا اور میں سات سال کا تھا۔ (بخاری)

(1286) وَعَنْ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: حُجَّ بِي مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ، وَأَنَا ابْنُ سَبْعِ سِنِينَ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب حج الصبیان، ج ۲ ص ۱۱۹، رقم: ۱۸۵۸ السنن الکبریٰ للبیہقی، باب حج الصبی، ج ۵ ص ۵، رقم: ۱۹۱۲ سنن ترمذی، باب ما جاء فی حج الصبی، ج ۲ ص ۲۶۵، رقم: ۱۲۵، معرفة الصحابة لابی نعیم، من اسمه سلیم، ج ۳ ص ۵۵، رقم: ۲۰۰۴ اخبار مکه للفاکھی، ذکر الحج بالصبیان الصغار، ص ۲۴۲، رقم: ۴۶۹)

شرح حدیث: حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کی کنیت ابو یزید ہے، بنو کندہ میں سے تھے۔ ہجرت کے دوسرے سال پیدا ہوئے اور حجۃ الوداع میں اپنے والد کے ساتھ حج کیا۔ امام زہری ان کے شاگردوں میں بہت ہی مشہور ہیں۔ ۸۰ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

(الاکمال فی اسماء الرجال، حرف السین، فصل فی الصحابة، ص ۵۹۸)

چورانوے برس کا جوان

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ان کے سر پر اپنا دست مبارک پھیرا تھا۔ جمعیہ بن عبد الرحمن کا بیان ہے کہ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ چورانوے برس تک نہایت ہی تندرست اور قوی ہو کر رہے اور کان، آنکھ، دانت کسی چیز میں بھی کمزوری کے آثار نہیں پیدا ہوئے تھے۔ (کنز العمال، ج ۱۶، ص ۵۱)

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام عطاء کہتے ہیں کہ حضرت سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر کے اگلے حصے کے بال بالکل سیاہ تھے اور سر کے پچھلے حصے کے سب بال اور داڑھی بالکل سفید تھی۔ میں نے حیران ہو کر پوچھا: اے میرے آقا! یہ کیا معاملہ ہے؟ مجھے اس پر تعجب ہو رہا ہے تو انہوں نے فرمایا کہ میں بچپن میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا تو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم میرے پاس سے گزرے اور مجھ سے میرا نام پوچھا میں نے اپنا نام سائب بن یزید بتایا تو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے میرے سر پر اپنا ہاتھ مبارک پھیرا جہاں تک حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا دست مبارک پہنچا ہے وہ بال سفید نہیں ہوئے اور آئندہ بھی کبھی سفید نہیں ہوں گے۔

(کنز العمال، کتاب الفضائل، فضائل الصحابة، السائب بن یزید، الحدیث: ۱۳۷۱، ۱۳۸۲، ۱۳۷۳، ج ۷، الجزء ۱۳، ص ۱۸۷، ۱۸۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کچھ سواروں کو روحا کے مقام پر ملے آپ نے فرمایا: تم کون لوگ ہو؟ انہوں نے عرض کیا: مسلمان ہیں۔ پھر انہوں نے عرض کیا: آپ کون ہیں؟ تو ﷺ نے فرمایا: اللہ کا رسول ہوں تو ایک عورت نے بچہ اٹھا کر عرض کیا: کیا اس کے لیے حج ہے؟ تو آپ نے فرمایا: ہاں اور تیرے لیے بھی اجر ہے۔ (مسلم)

(1287) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِيَ رُكْبًا بِالرُّوحَاءِ، فَقَالَ: «مَنِ الْقَوْمُ؟» قَالُوا: الْمُسْلِمُونَ. قَالَ: «مَنْ أَنْتَ؟» قَالَ: «رَسُولُ اللَّهِ». فَرَفَعَتْ امْرَأَةٌ صَبِيًّا، فَقَالَتْ: «إِلْهَذَا حَجٌّ؟» قَالَ: «نَعَمْ، وَلَكَ أَجْرٌ.» رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

تخریج حدیث: (صحیح مسلم باب صفة حج الصبی واجرم من حج به ج ۲ ص ۱۰۱ رقم: ۳۳۱۴ المصنف ابن ابی شیبہ: باب فی الصبی والعباد والاعرابی یحج ج ۲ ص ۸۲۲ رقم: ۱۵۱۰۸ اخبار مکة للفاکھی ذکر الحج بالصبيان الصغار ص ۳۶۱ رقم: ۴۷۸ السنن الصغری للبیہقی باب حج الصبی ج ۱ ص ۲۲۲ رقم: ۱۵۱۰۸ سنن ابوداؤد باب فی الصبی یحج ج ۲ ص ۶۶ رقم: ۱۴۳۸)

شرح حدیث: حکیم الأمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ المحتان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

• روحاء مدینہ منورہ سے چھتیس ۳۶ یا چالیس میل دور مکہ معظمہ کے راستہ پر ایک منزل ہے، یہاں ہی حضرت آمنہ خاتون کا انتقال ہوا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع کے لیے تشریف لے جا رہے تھے ادھر سے کوئی اور قافلہ بھی حج کے لیے آرہا تھا کہ ملاقات ہوگئی اور یہ سوال و جواب واقع ہوئے اور غالباً یہ بچہ شیر خوار تھا اس نے عرض کیا کہ اگر میں اس کا احرام بندھوادوں اور اسے گود میں لے کر سارے ارکان حج ادا کروں تو کیا میرے حج کے ساتھ اس کا حج بھی ہو جائے گا۔

(ہاں اور تیرے لیے بھی اجر ہے) یعنی بچہ کو بھی اس کا ثواب ملے گا حج کرنے کا اور تجھے بھی اس کے حج کا ثواب ملے گا حج کرانے کا۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ اگرچہ نابالغ بچہ کا حج ثواب کے لحاظ سے تو ہو جائے گا مگر اس سے حجۃ الاسلام ادا نہ ہوگا، بالغ ہونے پر پھر حج کرنے پڑے گا لیکن اگر فقیر یا غلام حج کرے تو ان کا حجۃ الاسلام ادا ہو جائے گا کہ امیری یا آزادی کے بعد انہیں دوبارہ حج کرنا ضروری نہیں کہ ہر شخص مکہ معظمہ پہنچ کر وہاں کا ہی مانا جاتا ہے، مکہ کا فقیر یا غلام حج اسلام کر سکتا ہے مگر معظمہ کے چھوٹے بچوں کے حج سے حجۃ الاسلام ادا نہیں ہوتا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بچوں کی نیکیوں کا ثواب ماں باپ کو بھی ملتا ہے لہذا انہیں نماز روزہ کا پابند بناؤ۔ (برزاة المناجیح، ج ۳ ص ۱۲۶)

(1288) عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَجَّ عَلَى رَحْلِ وَكَانَتْ زَامِلَتُهُ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کجاوہ پر حج کیا اور وہی آپ کا سامان اٹھانے کے لیے بھی تھا۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری باب الحج علی الرحل ج ۲ ص ۱۲۲ رقم: ۱۵۱۰۸ السنن الکبری للبیہقی باب من اختار الركوب لما فيه من زيادة النفقة ج ۲ ص ۲۲۲ رقم: ۲۱۱۳ صحیح ابن حبان باب مقدمات الحج ج ۲ ص ۴۰ رقم: ۲۴۵۲)

شرح حدیث: حکیم الأمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ المحتان لکھتے ہیں:

بلا مجبوری و معذوری سواری پر طواف کرنا ممنوع ہے، طواف میں چلنا واجب ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا اونٹ پر طواف لوگوں کی تعلیم کے لیے تھا تا کہ تمام لوگ یہ طواف دیکھ کر طواف کرنا سیکھ لیں لہذا یہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سے ہے اور یہ حضور کا معجزہ ہے کہ اونٹ نے اس وقت پیشاب پانخانہ نہ کیا۔ ہم لوگ مجبوری کی حالت میں بھی اونٹ، گھوڑا حرم شریف میں نہیں لے جاسکتے، ڈولی میں طواف کریں گے جیسا کہ بیمار و بڑھے لوگ کرتے ہیں۔ خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے طوف قدم تو پیدل کیا اور طواف زیارت سواری پر لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف

نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف میں رمل کیا اور سواری پر رمل ناممکن ہے۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ حضور انور اس وقت بیمار تھے اس لیے سواری پر طواف کیا مگر یہ غلط ہے، ہاں بعض روایات میں ہے کہ حضور انور نے ایک عمرہ میں صفا مروہ کی سعی سواری پر کی مگر بیماری کی وجہ سے اس سعی میں حضور ان پہاڑوں پر چڑھے بھی نہیں، صفا مروہ کی سعی سواری پر کرنا ممنوع ہے۔ (ازمقات) (مزاۃ النبی ج ۳ ص ۱۸۳)

اوٹنی جدعاء

حضرت سیدنا ابوالامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے: میں نے نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو حجۃ الوداع کے موقع پر اپنی اوٹنی جدعاء پر سوار ہو کر یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: میں تمہیں پڑوسیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پڑوسیوں کے اس قدر حقوق بیان فرمائے کہ میں نے سوچا: آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اسے وراثت میں حصہ دار بنا دیں گے۔

(المعجم الکبیر، الحدیث: ۵۲۳، ج ۸، ص ۱۱۱)

لاغراوٹنی کی تیز رفتاری

حضرت شیخ محی الدین حضور غوث پاک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں ابو حفص عمر بن صالح حدادی اپنی اوٹنی لے کر آیا اور عرض کیا کہ میرا حج کا ارادہ ہے اور یہ میری اوٹنی ہے جو چل نہیں سکتی اور اس کے سوا میرے پاس کوئی اوٹنی نہیں ہے۔ پس آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کو ایک انگلی لگائی اور اس کی پیشانی پر اپنا ہاتھ رکھا وہ کہتا تھا کہ اس کی حالت یہ تھی کہ تمام سواریوں سے آگے چلتی تھی حالانکہ وہ اس سے قبل سب سے پیچھے رہتی تھی۔

(بہجة الاسرار، ذکر فضول من کلامہ مرصعاً من عجائبہ، ص ۱۵۳)

کہ بیڑے کے ہیں نا خدا غوث اعظم

مریدوں کو خطرہ نہیں بحر غم سے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عکاظ

(1289) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا،

مجنۃ اور ذوالحجاز یہ دو جاہلیت کے بازار تھے توحج کے

قَالَ: كَانَتْ عُكَاظُ، وَمَجْنَةُ، وَذُو الْمَجَازِ اسْوَاقًا فِي

موقع پر صحابہ نے ان ایام میں تجارت کو گناہ خیال کیا تو

الْجَاهِلِيَّةِ، فَتَأْتَمُّوْا اَنْ يَّتَجَرُّوْا فِي الْمَوَاسِمِ، فَلَزَلَتْ:

یہ آیت اتری تم پر اس میں کوئی حرج نہیں کہ تم اپنے رب

(لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ

کا فضل تلاش کرو، یعنی حج کے موسم میں۔ (بخاری)

رَبِّكُمْ) (البقرة: 198) فِي مَوَاسِمِ الْحَجِّ. رَوَاهُ

الْبُخَارِيُّ.

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب الاسواق التي كانت في الجاهلية، ج ۳ ص ۶۲ رقم: ۲۰۹۸ السنن الکبریٰ للبیہقی: باب

التجارة في الحج، ج ۲ ص ۳۳۲ رقم: ۸۹۲۰ المعجم الکبیر للطبرانی احادیث عبد اللہ بن العباس ج ۱۱ ص ۱۱۲ رقم: ۱۱۲۳۵)

شرح حدیث: قبائل میں تبلیغ اسلام

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا طریقہ تھا کہ حج کے زمانے میں جب کہ دور دور کے عربی قبائل مکہ میں جمع ہوتے تھے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام قبائل میں دورہ فرما کر لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے تھے۔ اسی طرح عرب میں جا بجا بہت سے میلے لگتے تھے جن میں دور دراز کے قبائل عرب جمع ہوتے تھے۔ ان میلوں میں بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تبلیغ اسلام کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔ چنانچہ عکاظ، مجنہ، ذوالحجاز کے بڑے بڑے میلوں میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبائل عرب کے سامنے دعوت اسلام پیش فرمائی۔ عرب کے قبائل بنو عامر، محارب، فزارہ، غسان، مرہ، سلیم، عبس، بنو نصر، کندہ، کلب، عذرہ، حضارمہ وغیرہ ان سب مشہور قبائل کے سامنے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسلام پیش فرمایا مگر آپ کا چچا ابولہب ہر جگہ آپ کے ساتھ ساتھ جاتا اور جب آپ کسی قبیلہ کے سامنے وعظ فرماتے تو ابولہب چلا کر یہ کہتا کہ یہ دین سے پھر گیا ہے، یہ جھوٹ کہتا ہے۔ (المواہب اللدنیہ مع شرح الزرقانی، ذکر عرض المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نفسه... الخ، ج ۲، ص ۷۳ والسیرۃ النبویہ لابن ہشام، عرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم... الخ، ص ۱۶۸ ملخصاً)

حضرت صدرالاقاضی سیدنا مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی خزائن العرفان میں سورہ بقرہ کی

اس کے تحت لکھتے ہیں:

شان نزول: بعض مسلمانوں نے خیال کیا کہ راہ حج میں جس نے تجارت کی یا اونٹ کرایہ پر چلائے اس کا حج ہی کیا

اس پر یہ آیت نازل ہوئی مسئلہ: جب تک تجارت سے افعال حج کی ادا میں فرق نہ آئے اس وقت تک تجارت مباح ہے۔

(خزائن العرفان)



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

12- کتاب الجہاد

91- بَابُ وُجُوْبِ الْجِهَادِ

وَفَضْلِ الْعَدُوَّةِ وَالرُّوْحَةِ

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

جہاد کا بیان

جہاد کی فرضیت اور صبح و شام کی

فضیلت کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: (وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَافَّةً

كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَافَّةً وَاعْلَمُوا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ) (التوبة: 36)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: (كُتِبَ عَلَیْكُمْ الْقِتَالُ

وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ وَعَسَى اَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسَى اَنْ تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ) (البقرة: 216)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم تمام مشرکوں کے خلاف جہاد کرو جس طرح وہ تمام تم سے لڑتے ہیں۔ اور یقین کرو کہ اللہ متقی لوگوں کے ساتھ ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تم پر جہاد فرض کر دیا گیا اور وہ تمہیں ناپسند ہے۔ قریب ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور وہ تمہارے لیے بہتر ہو۔ اور قریب ہے کہ تم کسی کو پسند کرو اور وہ تمہارے لیے بری ہو اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

شرح: حضرت صدر الفاضل سیدنا مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی خزائن العرفان میں اس کے

تحت لکھتے ہیں:

مسئلہ: جہاد فرض ہے جب اس کے شرائط پائے جائیں اگر کافر مسلمانوں کے ملک پر چڑھائی کریں تو جہاد فرض عین ہوتا ہے ورنہ فرض کفایہ۔ (خزائن العرفان)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تم خدا کی راہ میں نکلو تم

ہلکے ہو یا بوجھل اور اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ اللہ کے راستہ میں جہاد کرو۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: (انْفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا

وَجَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ) (التوبة: 41)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک اللہ نے ایمان

داروں سے ان کی جانیں اور مال خرید لیے کہ ان کے لیے جنت ہے۔ پس وہ اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہیں۔ قتل کرتے ہیں اور قتل ہوتے ہیں۔ یہ سچا وعدہ تو رات انجیل اور قرآن مجید میں موجود ہے اور اللہ سے

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: (اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنْ

الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنْ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُوْنَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ وَعَدَا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَةِ وَالْانجِيلِ وَالْقُرْآنِ وَمَنْ اَوْفٰ بِعَهْدِهِ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي

بَايَعْتُمْ بِهِ وَذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ) (التوبة): بڑھ کر وعدہ وفا کرنے والا کون ہے۔ تو تم اپنی بیع پر خوش ہو جاؤ جو تم نے کی اور یہ ہی بڑی کامیابی ہے۔ (111)

شرح: حضرت صدرالافاضل سیدنا مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

راہِ خدا میں جان و مال خرچ کر کے جنت پانے والے ایمان داروں کی ایک تمثیل ہے جس سے کمال لطف و کرم کا اظہار ہوتا ہے کہ پروردگار عالم نے انہیں جنت عطا فرمانا، ان کے جان و مال کا عوض قرار دیا اور اپنے آپ کو خریدار فرمایا، یہ کمال عزت افزائی ہے کہ وہ ہمارا خریدار بنے اور ہم سے خریدے کس چیز کو، جو نہ ہماری بنائی ہوئی نہ ہماری پیدا کی ہوئی، جان ہے تو اس کی پیدا کی ہوئی، مال ہے تو اس کا عطا فرمایا ہوا۔

شانِ نزول: جب انصار نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شبِ عقبہ بیعت کی تو عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ اپنے رب کے لئے اور اپنے لئے کچھ شرط فرمائیجئے جو آپ چاہیں، فرمایا میں اپنے رب کے لئے تو یہ شرط کرتا ہوں کہ تم اس کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور اپنے لئے یہ کہ جن چیزوں سے تم اپنے جان و مال کو بچاتے اور محفوظ رکھتے ہو اس کو میرے لئے بھی گوارا نہ کرو۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہم ایسا کریں تو ہمیں کیا ملے گا، فرمایا جنت۔ (خزائن العرفان)

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِينَ دَرَجَةً وَكُلًّا وَعَدَّ اللَّهُ الْحُسْنَى وَفَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ عَلَى الْقَاعِدِينَ أَجْرًا عَظِيمًا كَرَجَاتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَرَحْمَةً وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا) (النساء: 95-96)

• اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بلا عذر بیٹھنے والے ایماندار اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرنے والے برابر نہیں اللہ کریم نے مجاہدین کو بیٹھنے والوں پر درجہ کے لحاظ سے فضیلت عطا کی۔ اور ہر ایک کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے جنت کا وعدہ فرمایا اور اللہ کریم نے مجاہدین کو بیٹھنے والوں پر اجرِ عظیم کے اعتبار سے فوقیت عطا کی۔ یہ اس کی طرف سے درجاتِ مغفرت اور رحمت ہے۔ اور اللہ کریم بخشنے والا مہربان ہے۔

شرح: حضرت صدرالافاضل سیدنا مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

اس آیت میں جہاد کی ترغیب ہے کہ بیٹھ رہنے والے اور جہاد کرنے والے برابر نہیں ہیں مجاہدین کے لئے بڑے درجات و ثواب ہیں اور یہ مسئلہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جو لوگ بیماری یا پیری و ناطقتی یا نابینائی یا ہاتھ پاؤں کے ناکارہ ہونے

اور عذر کی وجہ سے جہاد میں حاضر نہ ہوں وہ فضیلت سے محروم نہ کئے جائیں گے اگر نیت صالح رکھتے ہوں۔

حدیث بخاری میں ہے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوہ تبوک سے واپسی کے وقت فرمایا کچھ لوگ مدینہ میں رہ گئے ہیں ہم کسی گھائی یا آبادی میں نہیں چلتے مگر وہ ہمارے ساتھ ہوتے ہیں انہیں عذر نے روک لیا ہے۔ جو عذر کی وجہ سے جہاد میں حاضر نہ ہو سکے اگرچہ وہ نیت کا ثواب پائیں گے لیکن جہاد کرنے والوں کو عمل کی فضیلت اس سے زیادہ حاصل ہے۔ (خزان العرفان)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! کیا میں تم کو ایسی تجارت پر رہنمائی کروں جو تم کو دردناک عذاب سے نجات دے اور تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کرو یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو تو وہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تم کو ایسے باغات میں داخل کرے گا جس کے نیچے سے نہریں جاری ہیں اور ہمیشہ رہنے والی جنتوں میں عمدہ مکانات یہ ہی بڑی کامیابی ہے اور ایک اور چیز جسے تم پسند کرتے ہو اللہ کی طرف سے مدد اور نزدیکی فتح ہے اور اہل ایمان کو بشارت عطا کر دیں۔

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ تِجَارَةٍ تُنْجِيكُمْ مِنْ عَذَابِ أَلِيمٍ تُوْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ ذَلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ يَغْفِرَ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَمَسَاكِنَ طَيِّبَةً فِي جَنَّاتٍ عَدْنٍ ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ وَأُخْرَىٰ تُحِبُّونَهَا نَصْرٌ مِنَ اللَّهِ وَفَتْحٌ قَرِيبٌ وَبَشِيرٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ) (الصف: 10-13)

اس باب میں آیات بکثرت مشہور و معروف ہیں۔ جہاد کی فضیلت میں احادیث کا احاطہ ممکن نہیں پس بعض احادیث ان میں سے درج ذیل ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کون سا عمل افضل ہے؟ تو آپ نے فرمایا: اللہ پر اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان۔ عرض کیا گیا پھر کون سا عمل ہے؟ فرمایا: تم اللہ کی راہ میں جہاد کرنا عرض کیا: اس کے بعد؟ فرمایا: مقبول حج۔ (متفق علیہ)

وَالآيَاتُ فِي الْبَابِ كَثِيرَةٌ مَّشْهُورَةٌ. وَأَمَّا الْآحَادِيثُ فِي فَضْلِ الْجِهَادِ فَأَكْثَرُ مِنْ أَنْ تُحْصَرَ، فَمَنْ ذَلِكَ: (1290) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيُّ الْعَمَلِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: «إِيْمَانٌ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ» قِيلَ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: «الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ» قِيلَ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: «حَجٌّ مَبْرُورٌ» مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

تخریج حدیث: (صحیح بخاری باب من قال ان الایمان هو العمل ج ۱ ص ۱۸ رقم: ۲۱ صحیح مسلم باب بیان کون الایمان باللہ تعالیٰ افضل الاعمال ج ۱ ص ۶۲ رقم: ۲۵۸ صحیح ابن حبان باب فضل الایمان ج ۱ ص ۳۶۵ رقم: ۱۵۲ سنن النسائی الکبیری باب ما یعدل الجہاد فی سبیل اللہ ج ۲ ص ۱۲ رقم: ۲۲۲۸ مسند امام احمد بن حنبل: مسند ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۲۸۷ رقم: ۷۵۰)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

افضل سے مراد درجہ اور ثواب میں زیادہ، چونکہ ایمان عقائد کا نام ہے اور عقیدہ دل کا عمل ہے اس لیے ایمان کو اعمال میں داخل کیا گیا، نحوی لوگ جاننے پہچاننے اور ماننے کو افعال قلوب کہتے ہیں، چونکہ سارے اعمال کی صحت و قبولیت ایمان پر موقوف ہے اس لیے ایمان کا سب سے پہلے ذکر کیا گیا۔

اللہ کی راہ کا جہاد وہ جنگ ہے جس میں محض رب کو راضی کرنا اور اسلام کی اشاعت منظور ہو، مال، ملک، عزت حاصل کرنے کے لیے جنگ کرنا فتنہ ہے جہاد نہیں۔ شعر

جنگ شاہاں فتنہ و غارت گری است
جنگ مؤمن سنت پیغمبری است

چونکہ حج بدنی و مالی عبادات کا مجموعہ ہے اس لیے اس کا بھی بڑا درجہ ہے۔ حج مقبول و مبرور وہ ہے جو لڑائی جھگڑے گناہ و ریاء سے خالی ہو اور صحیح ادا کیا جائے۔ خیال رہے کہ بعض احادیث میں ایمان کے بعد نماز کا ذکر ہے مگر یہاں جہاد کا ذکر آیا اس لیے کہ جہاد فی سبیل اللہ اکثر نمازی ہی کرتے ہیں یا بعض ہنگامی حالات میں جہاد نماز سے افضل ہو جاتا ہے، دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خندق میں زیادہ مشغولیت کی بنا پر پانچ نمازیں قضاء فرمادیں لہذا احادیث میں تعارض نہیں۔ ہنگامی حالات اور ہوتے ہیں معمول پر پہنچنے کے بعد دوسرے حالات۔ (مزاۃ المناجیح ج ۲ ص ۱۲۲)

(1291) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ،
قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَيُّ الْعَمَلِ أَحَبُّ إِلَيَّ
اللَّهُ تَعَالَى؛ قَالَ: "الصَّلَاةُ عَلَى وَقْتِهَا" قُلْتُ: ثُمَّ
أَيُّ؟ قَالَ: "بِرُّ الْوَالِدَيْنِ" قُلْتُ: ثُمَّ أَيُّ؟ قَالَ:
"الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! اعمال میں سے کون سا عمل اللہ کریم کو زیادہ پیارا ہے۔ تو آپ نے فرمایا: وقت پر نماز ادا کرنا۔ میں نے عرض کیا: پھر کون سا فرمایا والدین سے بھلائی کرنا، میں نے عرض کیا: پھر کون سا؟ تو فرمایا: اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری باب فضل الصلاة لوقتها ج ۱ ص ۱۱۰ رقم: ۵۰۴ صحیح مسلم باب بیان کون الایمان باللہ تعالیٰ افضل الاعمال ج ۱ ص ۶۳ رقم: ۲۶۲ سنن الدارقطنی باب ما جاء فی ان افضل الاعمال الصلاة ج ۱ ص ۳۲۱ رقم: ۷۷۹ مسند امام احمد مسند عبداللہ بن مسعود ج ۱ ص ۳۰۹ رقم: ۲۸۱۰ مسند ابی عوانہ بیان افضل الاعمال ص ۱۸۲ رقم: ۱۸۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی ہمیشہ نمازیں وقت مستحبہ پر ادا کرنا۔ علمائے کرام فرماتے ہیں کہ ایمان کے بعد نماز کا درجہ ہے ان کی دلیل یہی

حدیث ہے۔ جن روایتوں میں جہاد کو نماز سے پہلے بیان کیا گیا وہ بعض ہنگامی حالات میں ہے جب جہاد فرض عین ہو چکا ہو اور دشمن کی یلغار بڑھ گئی ہو، ورنہ ظاہر ہے کہ جہاد نماز ہی کے لئے ہوتا ہے۔ یا یوں کہا جائے کہ سائلین کے لحاظ سے حضور کے جواب مختلف ہوئے، کسی کے لئے جہاد افضل تھا، کسی کے لئے غریبوں کو کھانا کھلانا، کسی کے لئے زبان کی حفاظت، کسی کے لئے چھپ کر خیرات، لہذا احادیث متعارض نہیں۔

یہ تربیت سیدنا ابن مسعود کے حال کے لحاظ سے ہے، ورنہ بعض روایات میں اس کے برعکس بھی آیا ہے۔

یعنی میں نے سوال ہی اتنے کئے۔ خیال رہے کہ ماں باپ کی خدمت کو نماز سے بہت مناسب ہے کہ نماز رب کی عبادت ہے اور یہ خدمت مری کی اطاعت اسی لیے قرآن شریف میں اس خدمت کو عبادت کے ساتھ بیان فرمایا گیا:

وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ۔ (مراۃ المناجیح، ج ۱ ص ۵۳۳)

(1292) وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: عَرَضَ كِي: يَا رَسُولَ اللَّهِ! كُونَ سَاعِلٍ أَفْضَلَ هِيَ؟ تَوَّأَبُ نِي فَرَمَايَا: اللَّهُ عَلَى إِيْمَانٍ لَانَا أَوْرَاسِ كِي رَاهِ فِي جِهَادِ كَرْنَا۔ (متفق عليه)

حضرت ابو ذر رضي الله عنه سے روایت ہے کہ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! کون ساعِل افضل ہے؟ تو آپ نے فرمایا: اللہ پر ایمان لانا اور اس کی راہ میں جہاد کرنا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ای الرقاب افضل، ج ۲ ص ۱۳۲، رقم: ۲۵۱۸، صحیح مسلم، باب بیان کون الایمان باللہ تعالیٰ افضل الاعمال، ج ۱ ص ۶۲، رقم: ۶۶۰، صحیح ابن حبان، کتاب العتق، ج ۲ ص ۱۳۸، رقم: ۳۲۱۰، سنن الکبیری للبیہقی، باب فضل الدیابہ عن لایہدی، ج ۶ ص ۸۱، رقم: ۱۱۴۴۱، کتاب الورع لابن ابی الدنیا، ص ۳۹، رقم: ۲۰)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی دل و دماغ جسم وغیرہ ظاہری باطنی اعضاء کے اعمال صالحہ میں سے کون ساعِل افضل ہے اسی لیے سرکار نے جواب میں دلی عمل یعنی ایمان کا ذکر بھی فرمایا۔

ایمان وہ افضل جس پر خاتمہ نصیب ہو جائے ورنہ محض بے کار ہے جیسے ابلیس کا برباد شدہ ایمان اور جہاد میں کفار سے جہاد بھی شامل ہے اور مجاہدات ریاضات بھی داخل ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے: **إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَمُوا** اور فرماتا ہے: **وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا**۔ (مراۃ المناجیح، ج ۵ ص ۲۹۸)

(1293) وَعَنْ أَنَسِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَعَدْوَةٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، أَوْ رَوْحَةٌ، خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت انس رضي الله عنه سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلى الله عليه وسلم نے فرمایا: اللہ کی راہ میں صبح کا چلنا یا شام کا چلنا دنیا سے اور جو کچھ اس میں ہے اس سے بہتر ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب الغدوة والروحة فی سبیل اللہ وقاب قوس احدکم من الجنة ج ۳ ص ۱۰۷ رقم: ۲۷۱۳ صحیح مسلم: باب فضل الغدوة والروحة فی سبیل اللہ ج ۶ ص ۳۶ رقم: ۴۹۸۱ السنن الکبریٰ للبیہقی: باب من قال لا تحبب الجنة عن سفر ج ۳ ص ۱۸۷ رقم: ۵۸۶۴ سنن ترمذی: باب ما جاء فی فضل الغدوة والرواح فی سبیل اللہ ج ۲ ص ۱۸۱ رقم: ۱۶۵۱ سنن الدارمی: باب الغدوة فی سبیل اللہ عزوجل والروحة ج ۲ ص ۲۶۷ رقم: ۲۳۹۸)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

صبح سے دوپہر تک کا جانا غدوہ ہے اور دوپہر سے شام تک کا وقت جانا رواح۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جانا اس کی بہت صورتیں ہیں: جہاد کے لیے جانا، نماز کے لیے مسجد میں جانا، طلب علم دین کے لیے مدرسہ یا استاذ کے پاس جانا مراد ہے اسی لیے مصنف اسے باب الجہاد میں لائے۔

کیونکہ دنیا اور دنیا کی نعمتیں فانی ہیں اس کا ثواب باقی۔ خیال رہے کہ دنیا کی چیز وہ ہے جس کا تعلق نفس سے ہو۔ نماز، روزہ، حج و عبادات، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت وغیرہ عبادات دنیا میں تو ہیں مگر دنیا کی چیزیں نہیں تو ان کا تعلق قلب و روح سے ہے لہذا کوئی غازی اس صحابی کے گرد قدم کو نہیں پہنچ سکتا جو ایک بار ایمان و خلاص کے ساتھ حضور کو دیکھے پھر فوت ہو جائے ہم جیسے کروڑوں مسلمانوں کی عمر بھر کی عبادت ایک آن کے دیدار یار پر صدقے و قربان لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔ (مزاۃ النبی، ج ۵ ص ۲۸۸)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کرتا ہے۔ لوگوں میں کون زیادہ افضل ہے۔ تو آپ نے فرمایا: وہ مومن جو اپنی جان و مال کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے۔ پھر عرض کی پھر کون۔ فرمایا: ایسا ایمان دار جو گھاٹیوں میں سے کسی گھاٹی میں ہو وہاں اللہ کی عبادت کرے اور لوگوں کو اپنے شر سے بچائے۔

(1294) وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخَدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: آتَى رَجُلٌ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: أَيُّ النَّاسِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: "مُؤْمِنٌ يُجَاهِدُ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ" قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: "مُؤْمِنٌ فِي شُعْبٍ مِنَ الشُّعَبِ يَعْبُدُ اللَّهَ، وَيَدَعُ النَّاسَ مِنْ شَرِّهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب العزلة راحة من خلاط السوء ج ۸ ص ۱۰۲ رقم: ۱۶۴۳ صحیح مسلم: باب فضل الجہاد ج ۶ ص ۳۷ رقم: ۴۹۸۲ السنن الکبریٰ للبیہقی: باب فی فضل الجہاد فی سبیل اللہ ج ۶ ص ۱۵۹ رقم: ۱۸۱۶۶ مسند امام احمد بن حنبل: مسند ابی سعید الخدری ج ۶ ص ۳۷ رقم: ۱۱۳۴۰ سنن ابوداؤد: باب فی ثواب الجہاد ج ۲ ص ۳۱۳ رقم: ۲۳۸۷)

شرح حدیث: تبلیغ اسلام کرنے والا بھیڑیا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بھیڑیے نے ایک بکری کو پکڑ لیا لیکن بکریوں کے چرواہے

نے بھیڑیے پر حملہ کر کے اس سے بکری کو چھین لیا۔ بھیڑیا بھاگ کر ایک ٹیلے پر بیٹھ گیا اور کہنے لگا کہ اے چرواہے! اللہ تعالیٰ نے مجھ کو رزق دیا تھا مگر تو نے اس کو مجھ سے چھین لیا۔ چرواہے نے یہ سن کر کہا کہ خدا کی قسم! میں نے آج سے زیادہ کبھی کوئی حیرت انگیز اور تعجب خیز منظر نہیں دیکھا کہ ایک بھیڑیا عربی زبان میں مجھ سے کلام کرتا ہے۔ بھیڑیا کہنے لگا کہ اے چرواہے! اس سے کہیں زیادہ عجیب بات تو یہ ہے کہ تو یہاں بکریاں چرا رہا ہے اور تو اس نبی کو چھوڑے اور ان سے منہ موڑے ہوئے بیٹھا ہے جن سے زیادہ بزرگ اور بلند مرتبہ کوئی نبی نہیں آیا۔

اس وقت جنت کے تمام دروازے کھلے ہوئے ہیں اور تمام اہل جنت اس نبی کے ساتھیوں کی شانِ جہاد کا منظر دیکھ رہے ہیں اور تیرے اور اس نبی کے درمیان بس ایک گھائی کا فاصلہ ہے۔ کاش! تو بھی اس نبی کی خدمت میں حاضر ہو کر اللہ کے لشکروں کا ایک سپاہی بن جاتا۔ چرواہے نے اس گفتگو سے متاثر ہو کر کہا کہ اگر میں یہاں سے چلا گیا تو میری بکریوں کی حفاظت کون کریگا؟ بھیڑیے نے جواب دیا کہ تیرے لوٹنے تک میں خود تیری بکریوں کی نگہبانی کروں گا۔ چنانچہ چرواہے نے اپنی بکریوں کو بھیڑیے کے سپرد کر دیا اور خود بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گیا اور واقعی بھیڑیے کے کہنے کے مطابق اس نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب کو جہاد میں مصروف پایا۔ پھر چرواہے نے بھیڑیے کے کلام کا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تذکرہ کیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم جاؤ تم اپنی سب بکریوں کو زندہ و سلامت پاؤ گے۔ چنانچہ چرواہا جب لوٹا تو یہ منظر دیکھ کر حیران رہ گیا کہ بھیڑیا اس کی بکریوں کی حفاظت کر رہا ہے اور اس کی کوئی بکری بھی ضائع نہیں ہوئی ہے چرواہے نے خوش ہو کر بھیڑیے کے لئے ایک بکری ذبح کر کے پیش کر دی اور بھیڑیا اس کو کھا کر چل دیا۔ (المواہب اللدیۃ مع شرح الزرقانی، باب کلام الذئب و شہادۃ... الخ، ج ۶، ص ۵۲۹)

(1295) وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللَّهُ

عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "رِبَاطٌ يَوْمٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا عَلَيْهَا، وَمَوْضِعٌ سَوِطٍ أَحَدِكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا عَلَيْهَا، وَالرَّوْحَةُ يَرُوحُهَا الْعَبْدُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ تَعَالَى، أَوْ الْغَدْوَةُ، خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا عَلَيْهَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی راہ میں ایک دن پہرا دینا دنیا سے اور جو کچھ اس میں ہے اس سے بہتر ہے اور جنت میں تم میں سے کسی کے کوڑے کی جگہ دنیا سے اور جو کچھ اس میں ہے اس سے بہتر ہے۔ اور صبح یا شام کو تھوڑی دیر اللہ تعالیٰ کی راہ میں چلنا دنیا اور جو کچھ اس میں ہے بہتر ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل رباط فی سبیل اللہ، ج ۲، ص ۳۵، رقم: ۲۸۹۲، صحیح مسلم، باب فضل الغدوة والروحة فی سبیل اللہ، ج ۶، ص ۳۶، رقم: ۳۱۸۱، مسند امام احمد بن حنبل، مسند سہل بن سعد، ج ۲، ص ۲۲۲، رقم: ۱۵۶۴، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب ما یبدأ بہ من سدا اطراف المسلمین بالرجال، ج ۶، ص ۳۸، رقم: ۱۸۲۲، سنن ترمذی، باب ما جاء فی فضل المرابط، ج ۲، ص ۱۸۸، رقم: ۱۱۶۴)

شرح حدیث: جنت واجب کرلی

حضرت سیدنا اہل بن حنظلہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نور کے پیکر، تمام نبیوں کے مُرُور، دو جہاں کے تاجور، سلطان بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غزوہ حنین کے دن سفر کر رہے تھے، سفر طویل ہو گیا یہاں تک کہ رات ہو گئی۔ جب اگلے دن ہم نے سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نمازِ ظہر ادا کی تو ایک سوار آیا اور عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں آپ کے سامنے سے گیا یہاں تک کہ میں فلائی فلاں پہاڑ پر چڑھا تو میں نے ہوازن والوں کو مال سے لدے ہوئے اونٹ، مویشی اور عورتوں کے ساتھ دیکھا کہ وہ حنین کی طرف آنے کے لئے اکٹھے ہوئے ہیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مسکرانے لگے اور فرمایا، وہ کل مسلمانوں کی غنیمت ہو جائے گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، آج رات ہمارے لئے پہرہ کون دے گا؟ حضرت سیدنا انس بن ابی مر عمہ غنوی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں پہرہ دوں گا۔ فرمایا، سوار ہو جاؤ۔ جب وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان سے فرمایا، اس گھائی کی طرف جاؤ اور اس کی بلندی پر چڑھ جانا اور تمہاری وجہ سے آج رات ہم دھوکہ نہ کھا جائیں۔ جب صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی جائے نماز پر دو رکعتیں ادا کیں پھر فرمایا، کیا تم نے اپنے سوار کو دیکھا؟ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم نے اسے نہیں دیکھا۔ پھر نماز کے لیے اقامت کہی گئی تو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھانے لگے اور نماز کے دوران پہاڑ کی چوٹی کی طرف توجہ فرماتے رہے۔

جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پوری فرمائی تو فرمایا، خوش ہو جاؤ تمہارا سوار آ گیا۔ تو ہم گھائی کے درختوں کے خلا کی طرف دیکھنے لگے۔ اچانک وہ صحابی آگے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا اور عرض گزار ہوئے، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں یہاں سے روانہ ہونے کے بعد پہاڑ کی چوٹی پر اس جگہ پہنچا جہاں تک پہنچنے کا اللہ عزوجل کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے حکم فرمایا تھا، جب صبح ہوئی تو میں نے دونوں چوٹیوں کو دیکھا جب خوب نظر دوڑائی تو کوئی نظر نہیں آیا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، کیا رات کو تم پہاڑ سے اترے تھے؟ انہوں نے عرض کیا، نہیں صرف نماز اور قضائے حاجت کے لئے اترنا تھا۔ تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، تم نے اپنے لئے (جنت) واجب کر لی، اب اس پہرہ کے بعد کوئی عمل نہ کرنا تمہیں نقصان

ندے گا۔ (سنن ابوداؤد، کتاب الجہاد، باب فضل الحرم، رقم ۲۵۰۱، ج ۳، ص ۱۴)

(1296) وَعَنْ سَلْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: حضرت سلمان ؓ سے روایت ہے کہ میں نے

سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ ایک دن رات کا

”رَبَّاطٌ يَوْمٌ وَلَيْلَةٌ خَيْرٌ مِنْ صِيَامِ شَهْرٍ وَقِيَامِهِ،
وَإِنْ مَاتَ جَزَى عَلَيْهِ عَمَلُهُ الَّذِي كَانَ يَعْمَلُ،
وَأَجْرِي عَلَيْهِ رِزْقُهُ، وَأَمِنَ الْفِتَانَ“ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

پہرا مہینہ بھر کے روزوں اور قیام سے بہتر ہے اگر وہ اس
میں مر گیا تو اس کا عمل جاری کر دیا جائے گا اور اس کا
رزق (ثواب) جاری کر دیا جائے گا اور قبر کی آزمائش
سے اسے محفوظ کر دیا جائے گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل الرباط فی سبیل اللہ عزوجل، ج ۶، ص ۵۰، رقم: ۵۰۴۴ الفوائد
المعللة لابن زرعة الدمشقی، ص ۴، رقم: ۶۸، جامع الاصول لابن اثیر، الفصل السابع فی فضل الجہاد والشہادۃ
ج ۱، ص ۳۶۱، رقم: ۶۷۷)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

خیال رہے کہ جہاد کی یہ تیاری رباط میں داخل ہے فی زمانہ بندوق توپ چلانے کی مشق، موٹر کار، ٹینک، ہوائی جہاز کی
بمباری سیکھنا سب رباط ہے جب کہ جہاد کی نیت سے ہو، ایک ماہ کے روزے نماز کا ذکر یہاں کثرت کے لیے ہے لہذا یہ
حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں زیادہ کا ذکر ہے، یا مجاہد و مرابط کا جیسا خلاص ویسا ثواب۔

سبحان اللہ! کیا کرم نوازی ہے کہ مرابط جو جو نیکیاں زندگی میں کرتا تھا ان سب کا ثواب قیامت تک اسے پہنچتا رہتا
ہے اس کا ہر عمل جاری بن جاتا ہے۔

یعنی شہید کی طرح اسے بھی قبر میں ہمیشہ جنتی رزق ملتا رہے گا، رب تعالیٰ فرماتا ہے: يُؤْتُونَ فِيهَا رِزْقًا مِمَّا آتَاهُمُ اللَّهُ
مِنْ فَضْلِهِ۔

امن معروف ہے یا مجہول اور فتنان یا نون کے نختہ سے ہے، فتنہ کا مبالغہ یاف کے ضمہ سے فتنن بمعنی فتنہ گر کی جمع
یعنی اللہ کی راہ میں مرابط بڑے فتنہ سے یا فتنہ گری سے محفوظ رہے گا یا محفوظ رکھا جائے گا، بڑے فتنہ سے مراد حساب قبر کا
فتنہ و آزمائش ہے اور فتنہ گری یعنی آزمائش کرنے والوں سے مراد عذاب کے فرشتے، منکر نکیر یا دجال اور شیطان
ہیں۔ مرابط حساب قبر عذاب قبر سے بھی محفوظ ہے، دوزخ کی آگ اور وہاں کے ملائکہ کے عذاب سے امن میں رہے
گا، نیز شیطان اور اگر اس کی زندگی میں دجال نکلے تو اس کے شر سے محفوظ رہے۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ مجاہد اور مرابط سے
حساب قبر بھی نہیں ہوگا اور تنگی قبر و حساب قبر سے محفوظ رہے گا، اس فقہی فرمان کا ماخذ یہ حدیث بھی ہے۔

حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر میت سے عمل کو مہر لگا کر بند کر دیا جاتا ہے لیکن اللہ کی راہ میں پہرا دینے والا اور اس کا عمل قیامت تک بڑھتا رہتا ہے اور وہ قبر کی آزمائش سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(1297) وَعَنْ فَضَالَةَ بْنِ عَبِيدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «كُلُّ مَيِّتٍ يُخْتَمُ عَلَى عَمَلِهِ إِلَّا الْمُرَابِطَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، فَإِنَّهُ يُنْمَى لَهُ عَمَلُهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَيَوْمَئِذٍ وَثَنَةُ الْقَبْرِ» رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: «حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ».

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی فضل من مات مرابطاً، ج ۲، ص ۱۶۵، رقم: ۱۱۲۱، المستدرک للحاکم، کتاب الجہاد، ج ۲، ص ۸۸، رقم: ۲۲۱۴، سنن الدارمی، باب فضل من مات مرابطاً، ج ۲، ص ۲۷۸، رقم: ۲۲۲۵، صحیح ابن حبان، باب فضل الجہاد، ج ۱، ص ۳۸۲، رقم: ۲۲۲۲، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث عقبہ بن عامر، ج ۲، ص ۱۵۰، رقم: ۱۷۲۶)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ انصاری صحابی ہیں، غزوہ احد اور بیعت الرضوان میں شریک ہوئے، خیبر کی فتح میں شامل تھے، حضور کے بعد دمشق میں رہے وہاں امیر معاویہ کی طرف سے دمشق کے گورنر رہے، امیر معاویہ کے زمانہ میں ۵۳ھ میں دمشق میں ہی وفات پائی، وہاں ہی دفن ہوئے۔ (اشعہ)

(مہر لگا کر بند کر دیا جاتا ہے) یعنی آخر حیات میں جو نیک و بد عمل کرتا تھا اس پر مر جاتا ہے اور مرتے ہی اس کے اعمال ختم ہو جاتے ہیں کہ فاعل کی موت افعال کو ختم کر دیتی ہے۔

(راہ میں پہرا دینے والا) یعنی اسلامی ملک کی سرحد پر جہاد پر تیار رہا اور وہاں ہی فوت ہو گیا، مرابط کے معنی پہلے بیان ہو چکے ہیں، یہ ربط بمعنی باندھنے سے بنا۔ مرابط وہ جو اپنے کو کفار کے مقابل باندھ دے، اپنے ہاں جہاد کے لیے گھوڑا باندھے۔

(عمل قیامت تک بڑھتا رہتا ہے) اس طرح کہ قیامت تک اسے ہر گھڑی وہ ہی ثواب ملتا رہتا ہے جو زندگی میں ملتا تھا اس کا رباط فی سبیل اللہ صدقہ جاریہ ہو جاتا ہے کیونکہ مسلمان اس کے رباط سے فائدہ اٹھاتے رہتے ہیں۔

(وہ قبر کی آزمائش سے محفوظ ہو جاتا ہے) اس طرح کہ اس سے نہ حساب قبر ہو نہ اسے عذاب قبر ہو، بقیہ صدقات

جاریہ میں یہ انعام نہیں ملتا یہ صرف مرابط کو ملتا ہے۔ (میزان النجیح، ج ۵، ص ۲۸۹)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اللہ کی راہ میں ایک دن سرحد پر پہرا دینا دوسری جگہوں پر ہزار دن پہرہ دینے

(1298) وَعَنْ عُثْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ:

سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ:

«رِبَاطٌ يَوْمٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، خَيْرٌ مِنْ أَلْفٍ يَوْمٍ فِيمَا

سِوَاةٍ مِنَ الْمَنَازِلِ“ رَوَاهُ الرَّزْمِيُّ، وَقَالَ: ”حَدِيثٌ حَسَنٌ صَوِيحٌ“
 سے بہتر ہے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ
 حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی فضل المہابط، ج ۲، ص ۱۸۹، رقم: ۱۹۹۶، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب ما یبدأ بہ
 من سدا طرف المسلمین بالرجال، ج ۴، ص ۳۹، رقم: ۱۸۳۵، سنن الدسائی، باب فضل المہابط، ج ۲، ص ۲۰، رقم: ۳۳۴۴، مسند امام احمد بن
 حنبل، مسند عثمان بن عفان، ج ۳، ص ۴۵، رقم: ۵۵۸، مسند عبد بن حمید، مسند عثمان بن عفان، ج ۳، ص ۴۴، رقم: ۵۱)

شرح حدیث: حکیم الأمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ نے اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(ایک دن سرحد پر پہرا دینا) اسلامی سرحد پر کفار کے مقابلہ میں گھوڑا باندھنا وہاں جہاد کے لیے تیار رہنا۔

(پہرہ دینے سے بہتر ہے) یہ افضلیت اس صورت میں ہے کہ جہاد فرض عین ہو چکا ہو یا اسلامی سرحد پر بہت خطرہ
 ہو، وہاں سے مسلمانوں کے ہٹ جانے سے اسلامی ملک خطرہ میں پڑ جائے، امن و سکون کے حالات میں دوسری منازل
 اس سے افضل ہو سکتی ہیں لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں ارشاد ہوا کہ نماز کے بعد نماز کا انتظار اور مسجد
 میں حاضری کی پابندی یہ رباط ہے یہ رباط ہے یہ رباط ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۵، ص ۷۲۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ اس کے لیے ضامن بن گیا جو اس
 کی راہ میں نکلا اس کے نکلنے کا سبب میری راہ میں جہاد ہو
 اور وہ مجھ پر ایمان اور میرے رسول کی تصدیق ہو تو
 میری ضمانت میں ہے کہ میں اس کو جنت میں داخل کر
 دوں گا یا اس کے گھر کی طرف جس سے نکل کر آیا، اس کو
 اجر و ثواب دے کر یا مال غنیمت دے کر لوٹاؤں گا۔ اس
 ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد ﷺ کی جان ہے جسے
 زخم اللہ کی راہ میں آیا، قیامت کے دن اسی زخم کے ساتھ
 آئے گا کہ اس کا رنگ خون کا رنگ اور خوشبو کستوری کی
 طرح ہوگی اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں
 محمد ﷺ کی جان ہے اگر اہل اسلام پر مشقت کا باعث
 نہ ہوتا تو میں کسی چھوٹے لشکر سے بھی پیچھے نہ رہتا جو اللہ
 کی راہ میں جہاد کرتا ہے لیکن میں اتنی گنجائش نہیں پاتا کہ

(1299) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ:
 قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ”تَضَمَّنَ
 اللَّهُ لِمَنْ خَرَجَ فِي سَبِيلِهِ، لَا يُخْرِجُهُ إِلَّا جِهَادًا فِي
 سَبِيلِي، وَإِيمَانًا بِي، وَتَصَدِيقًا بِرُسُلِي، فَهُوَ عَلَيَّ
 ضَامِنٌ أَنْ أُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ، أَوْ أُرْجِعَهُ إِلَى مَنْزِلِهِ الَّذِي
 خَرَجَ مِنْهُ بِمَا نَالَ مِنْ أَجْرٍ، أَوْ غَنِيمَةٍ. وَالَّذِي
 نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، مَا مِنْ كَلِمٍ يُكَلِّمُ فِي سَبِيلِ
 اللَّهِ، إِلَّا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَهَيْئَتِهِ يَوْمَ كَلِمٍ: لَوْنُهُ
 لَوْنُ دَمٍ، وَرِيحُهُ رِيحُ مِسْكِ. وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ
 بِيَدِهِ، لَوْلَا أَنْ يَشُقَّ عَلَى الْمُسْلِمِينَ مَا قَعَدْتُ
 خِلَافَ سَرِيَّةٍ تَغْزُو فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَبَدًا، وَلَكِنْ لَا
 أَجِدُ سَعَةً فَأَجْمِلُهُمْ وَلَا يَجِدُونَ سَعَةً، وَيَشُقُّ
 عَلَيْهِمْ أَنْ يَتَخَلَّفُوا عَنِّي. وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ
 بِيَدِهِ، لَوَدِدْتُ أَنْ أَعْزُو فِي سَبِيلِ اللَّهِ، فَأُقْتَلَ، ثُمَّ

ان کو سواریاں دوں اور ان کے پاس بھی گنجائش نہیں ہوتی اور مجھ سے پیچھے رہ جانا ان پر مشقت ہوتا ہے۔ اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے میں پیارا جانتا ہوں (اس کو) کہ اللہ کی راہ میں جہاد کروں اور قتل کیا جاؤں، پھر جہاد کروں تو پھر قتل کیا جاؤں، پھر جہاد کروں پس قتل کیا جاؤں۔ (مسلم) اس کا کچھ حصہ بخاری نے روایت کیا ہے۔ ”الکلمہ“: زخم کو کہتے ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب تمہی الشهادة ج ۲، ص ۱۱۶، رقم: ۲۷۱۷، صحیح مسلم، باب فضل الجہاد والخروج فی سبیل اللہ، ج ۶، ص ۲۲، رقم: ۳۹۹۶، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب ما یجب علی الامام من الغزو بنفسه، ج ۴، ص ۲۹، رقم: ۱۸۳۲۸، سنن ابن ماجہ، باب فضل الجہاد فی سبیل اللہ، ج ۲، ص ۱۲۰، رقم: ۲۷۵۳، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، ج ۲، ص ۲۳۱، رقم: ۷۱۵۷)

شرح حدیث: قرآن اور نماز کا شیدائی

حضرت سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے مجاہدات اور عبادات کا ذکر کرتے ہوئے طمع رسالت کے دو پروانوں کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ایک مرتبہ ہم رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کسی غزوہ میں گئے، واپسی پر ہم پہاڑی علاقے سے گزرے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں قیام کا حکم فرمایا۔ سب صحابہ کرام علیہم الرضوان آرام کی خاطر وہاں ٹھہر گئے، اللہ کے محبوب عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آج رات تم میں سے کون پہرہ دے گا؟ ایک مہاجر اور ایک انصاری صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کھڑے ہوئے اور عرض کی: یا رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! یہ سعادت ہم حاصل کرنا چاہتے ہیں، ہمیں قبول فرمائیے۔ چنانچہ وہ دونوں صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہما اجازت پا کر پہرہ دینے کے لئے تیار ہو گئے، دونوں نے مشورہ کیا اور انصاری صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ہم ایسا کرتے ہیں کہ آدھی رات ہم میں سے ایک پہرہ دے گا اور دوسرا سو جائے گا پھر بقیہ آدھی رات دوسرا پہرہ دے گا اور پہلا سو جائے گا، انصاری صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: آپ آرام فرمائیں، میں جاگتا ہوں پھر آپ پہرہ دینا پس مہاجر صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آرام فرمانے لگے اور انصاری صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہرہ دینے کے لئے تیار ہو گئے۔ کچھ دیر کے بعد انہوں نے نماز پڑھنا شروع کر دی اور سورہ کہف کی قراءت کرنے لگے۔ دشمنوں کی طرف سے ایک شخص آیا اور اس نے پہاڑی پر چڑھ کر دیکھا تو اسے ایک شخص نماز پڑھتا ہوا دکھائی دیا، اس نے کمان پر تیر چڑھایا اور نشانہ باندھ کر اس صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تیر چلا دیا تیر آپ رضی

اللہ تعالیٰ عنہ کے جسم میں پیوست ہو گیا لیکن آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوئی حرکت نہ کی اور نماز میں مشغول رہے اس ظالم نے دوسرا تیر مارا، وہ بھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جسم اقدس میں اتر گیا لیکن آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز نہ توڑی پھر اس نے تیسرا تیر مارا، وہ بھی سیدھا آیا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زخمی کرتا ہوا جسم میں پیوست ہو گیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رکوع و سجود کئے اور نماز مکمل کرنے کے بعد اپنے رفیق کو جگایا۔ جب اس کافر نے دیکھا کہ یہاں یہ اکیلا نہیں بلکہ اس کے رفقاء بھی قریب ہی موجود ہیں تو وہ فوراً بھاگ گیا۔ مہاجر صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے رفیق کی یہ حالت دیکھی تو جلدی جلدی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جسم سے تیر نکالے اور پوچھا: جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر دشمن نے حملہ کیا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے جگایا کیوں نہیں؟ اس پر قرآن و نماز کے شیدائی اس انصاری صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا: میں نے نماز میں ایک سورت شروع کی ہوئی تھی میں نے یہ گوارا نہ کیا کہ سورت کو ادھورا چھوڑ کر نماز توڑ ڈالوں، خدا عزوجل کی قسم! اگر مجھے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پہرے کی ذمہ داری نہ دی ہوتی تو میں اپنی جان دے دیتا لیکن سورت کو ضرور مکمل کرتا لیکن مجھے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پہرہ دینے کا حکم فرمایا تھا اس لئے میری ذمہ داری تھی کہ اس کو احسن طریقے سے سرانجام دوں۔ جب میں نے دیکھا کہ میں بہت زیادہ زخمی ہو گیا ہوں تو اسی احساس ذمہ داری کی وجہ سے نماز کو مختصر کر دیا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جگادیا تا کہ دشمن مزید حملہ نہ کر سکے۔

(عُيُونُ الْبُحَايَا - ۲۳)

(1300) وَعَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا مِنْ مَكْلُومٍ يُكَلِّمُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ إِلَّا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَكَلِمَةُ يَدْرِي: اللَّوْنُ لَوْنُ دَمٍ، وَالرِّيحُ رِيحُ مِسْكِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو کوئی اللہ کے راستہ میں زخمی ہوتا ہے تو وہ قیامت کے دن یوں آئے گا کہ اس کا زخم خون بہاتا ہوگا، اس کا رنگ خون سا ہوگا اور خوشبو کستوری کی طرح ہوگی۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب المسک، ج ۵ ص ۲۰۱۳، رقم: ۵۲۱۲، صحیح مسلم، باب فضل الجہاد والخروج فی سبیل اللہ، ج ۶ ص ۲۲، رقم: ۲۹۶۰، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ، ج ۲ ص ۳۸۴، رقم: ۹۸۶۹، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب فی

فضل الجہاد، ج ۵ ص ۱۵، رقم: ۱۸۱۵۲، مسند البزار، مسند ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ، ج ۲ ص ۴۵، رقم: ۸۹۲۳)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اللتان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

خواہ اس زخم سے موت ہو جائے یا نہ ہو۔

اس جملہ کے دو معنی ہو سکتے ہیں: ایک یہ کہ ہر شخص جو میدان جہاد میں زخمی ہو وہ فی سبیل اللہ زخمی نہیں۔ فی سبیل اللہ زخمی وہ ہے جس میں ریائیت دنیا نہ ہو، یہ رب ہی جانتا ہے کہ کون راہ خدا میں زخمی ہوا اور کون طلب دنیا میں۔ دوسرے یہ کہ اللہ خوب جانتا ہے کہ راہ خدا میں زخمی کون ہوتا ہے اسے پوری پوری جزا دے گا۔ جیسے "وَاللَّهُ أَكْبَرُ بِمَا وَضَعْتَ"۔ اس صورت

میں یہ جملہ اس کی اظہار شان کے لیے ہے۔ یہاں مرقات نے فرمایا کفار سے جہاد میں یا باغیوں ڈاکوؤں کے ہاتھوں زخمی ہونے والا، یوں ہی تبلیغ دین کے سلسلہ میں مسلمانوں کے ہاتھوں زخمی ہونے والا اس میں سب شامل ہیں سب کا یہ ہی اجر ہے جو یہاں مذکور ہے۔

یعنی اس کے زخم ہرے ہوں گے ان سے تازہ خون جاری ہوگا مگر اس دن تکلیف نہ ہوگی۔ یہ خون جاری ہونا اس کے مجاہد ہونے کی نشانی ہوگی جس سے تمام محشر والے اس کی عزت کریں گے۔ بعض روایات میں بجائے شعب کے تیغ ہے دونوں کے معنی ایک ہی ہیں، یعنی بہانا۔ لہذا وہ خون نہ تو نجس ہوگا نہ بدبودار بلکہ اس کی مہک سے محشر والے تعجب کریں گے اور اس شخص کا احترام کریں گے، جب زخمی کا یہ حال ہے تو راہ خدا عزوجل میں شہید ہونے والے کا کیا پوچھنا، یہ خوشبو عبادت کے اثر سے ہوگی جیسے روزہ دار کے منہ کی خوشبو رب تعالیٰ کو مشک کی خوشبو سے زیادہ پیاری ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۵ ص ۶۹۸)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(1301) وَعَنْ مُعَاذِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ

نے فرمایا: جس مسلمان نے اللہ کی راہ میں اتنی دیر جہاد کیا جتنے وقفہ کے بعد اونٹنی دوبارہ دودھ دینے کو تیار ہوتی ہے تو اس کے لیے جنت لازم ہوگی۔ اور جس کو اللہ کی راہ میں کچھ زخم آئے یا پھنسی پھوڑا نکلے یہ قیامت کے دن خوب گہرا ہو کر آئے گا۔ اس کا رنگ زعفران جیسا اور خوشبو کستوری جیسی ہوگی۔ اسے ابو داؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ قَاتَلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ مِنْ رَجُلٍ مُسْلِمٍ فُوقَ نَاقَةٍ، وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ، وَمَنْ جُرِحَ جُرْحًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ نُكِبَتْ نَكْبَةٌ فَإِنَّهَا تَجِيءُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَأَعْزَرَ مَا كَانَتْ: لَوْنُهَا الزَّعْفَرَانُ، وَرِيحُهَا كَالْبُسْكِ" رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ".

تخریج حدیث: (سنن ابو داؤد: باب فیمن سأل اللہ تعالیٰ الشہادۃ: ج ۲ ص ۲۲۴، رقم: ۲۵۲۲، سنن ترمذی: باب ما جاء فیمن یکلم فی سبیل اللہ: ج ۲ ص ۱۸۵، رقم: ۱۶۵۴، السنن الکبریٰ للبیہقی: باب تمنی الشہادۃ: ج ۵ ص ۲۵۱، رقم: ۱۹۰۲۹، سنن النسائی: باب ثواب من قاتل فی سبیل اللہ فواق ناقة: ج ۶ ص ۲۵، رقم: ۱۳۱۲۱، مسند امام احمد بن حنبل: مسند معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ: ج ۵ ص ۲۲۶، رقم: ۲۲۱۶۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

(1302) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ،

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ایک آدمی گھائی میں بیٹھے پانی کے چشمے کے پاس سے گزرا اس کو وہ اچھا لگا۔ کہنے لگا اگر میں سب لوگوں سے تنہا ہو کر اس گھائی میں مقیم ہو جاؤں (تو بہتر ہے) لیکن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لیے بغیر ایسا نہ کروں گا چنانچہ اس نے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذکر کیا

قَالَ: مَرَّ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشُعْبٍ فِيهِ عُيَيْنَةٌ مِنْ مَاءٍ عَذْبَةٍ، فَأَعْجَبَتْهُ، فَقَالَ: لَوْ اعْتَزَلْتُ النَّاسَ فَأَقَمْتُ فِي هَذَا الشُّعْبِ، وَلَنْ أَفْعَلَ حَتَّى أَسْتَأْذِنَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فذَكَرَ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

تو آپ نے فرمایا: تو ایسا نہ کرتے ہیں سے کسی کا اللہ کی راہ میں ٹھہرنا اس کے گھر میں ستر سال نماز پڑھنے سے زیادہ فضیلت والا ہے۔ کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ کریم تمہیں موت دیدے اور تم کو جنت میں داخل فرمادے۔ اللہ کی راہ میں جہاد کرو جس نے اللہ کی راہ اونٹنی کے دو دفعہ دودھ دوہنے جتنے وقفے کی مقدار جہاد کیا۔ اس کے لیے جنت لازم ہوگئی۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔ الفُواقی: دو دفعہ دودھ دوہنے کے درمیان وقفہ کو کہتے ہیں۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: «لَا تَفْعَلْ؛ فَإِنَّ مَقَامَ أَحَدِكُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهِ فِي بَيْتِهِ سَبْعِينَ عَامًا، إِلَّا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ، وَيُدْخِلَكُمُ الْجَنَّةَ؛ أُغْرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ، مَنْ قَاتَلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فُوقَ نَاقَةٍ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ» رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: «حَدِيثٌ حَسَنٌ» وَ«الْفُوقِ»: مَا بَيْنَ الْحَلَبَتَيْنِ.

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی فضل الغدو والروح فی سبیل اللہ، ج ۳، ص ۱۸۱، رقم: ۱۱۵۰، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب فی فضل الجہاد فی سبیل اللہ، ج ۳، ص ۱۱۰، رقم: ۱۸۱۶۳، المستدرک للحاکم، کتاب الجہاد، ج ۲، ص ۳۴۲، رقم: ۲۲۸۲) شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ لکھتے ہیں:

عربی میں فواق جانور کو دو بارہ دوہنے کے درمیان وقفہ کو کہتے ہیں، اس وقفہ سے مراد یا تو صبح شام دوہنے کے درمیان کا فاصلہ ہے یا ایک دفعہ دوہنے کے درمیان کا وقفہ ہے کیونکہ اونٹنی کو کچھ دوہ کر تھوڑا ٹھہر جاتے ہیں، اتنے میں وہ پھر دودھ اتار لیتی ہے تو اسے پھر دوہتے ہیں، یہ ٹھہرنا فواق کہلاتا ہے یہ چند منٹ کا ہی ہوتا ہے۔ فواق بنا ہے فوق سے بمعنی اوپر، چونکہ دودھ اوپر سے ہی تھن میں آتا ہے اس لیے اسے فواق کہا جاتا ہے۔ (مرقات، ۱۷۷)

یعنی رب تعالیٰ نے اپنے ذمہ کرم پر لازم فرمایا کہ اسے اول ہی سے جنت میں داخل فرمائے گا گناہوں کی سزا کے لیے اسے دوزخ میں نہ رکھے گا کیونکہ اس کے گناہ اس جہاد کی برکت سے معاف ہو چکے، جب پل بھر کے جہاد کا یہ درجہ ہے تو غور کرو کہ جو ہمیشہ جہاد میں رہے اس کا مرتبہ کیا ہوگا۔ (بزاۃ النایح، ج ۵، ص ۷۱۹)

(1303) وَعَنْهُ، قَالَ: قِيلَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَا يَعْدِلُ الْجِهَادَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ؟ قَالَ: «لَا تَسْتَطِيعُونَهُ، فَأَعَادُوا عَلَيْهِ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا كُلُّ ذَلِكَ يَقُولُ: «لَا تَسْتَطِيعُونَهُ!» ثُمَّ قَالَ: «مَثَلُ الْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ الصَّائِمِ الْقَائِمِ الْقَانِتِ بِآيَاتِ اللَّهِ لَا يَفْتُرُ مِنْ صِيَامِهِ، وَلَا صَلَاةِ

انہی سے روایت ہے عرض کیا گیا: یا رسول اللہ اللہ کی راہ میں جہاد کے برابر کون سی چیز ہے؟ فرمایا: وہ تم نہیں کر سکتے۔ انہوں نے دوبارہ یا تین بار سوال لونا یا تو آپ ہر بار فرماتے رہے تم اس کی طاقت نہیں رکھتے۔ پھر فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا اس روزہ دار قیام کرنے والے آیات قرآنی کی تلاوت کرنے والے کی

حَتَّى يَرْجِعَ الْمُجَاهِدُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ،

طرح ہے جو نماز روزے سے وقفہ نہ کرے۔ حتیٰ کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا لوٹے (متفق علیہ)

وَهَذَا لَفْظٌ مُسْلِمٌ. وَفِي رِوَايَةِ الْبُخَارِيِّ: أَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، دُلَّنِي عَلَى عَمَلٍ يَغْدِلُ الْجِهَادَ؛ قَالَ: "لَا أَجِدُهُ" ثُمَّ قَالَ: "هَلْ تَسْتَطِيعُ إِذَا خَرَجَ الْمُجَاهِدُ أَنْ تَدْخُلَ مَسْجِدَكَ فَتَقُومَ وَلَا تَقُتْرَ، وَتَصُومَ وَلَا تُفْطِرَ؟" فَقَالَ: "وَمَنْ يَسْتَطِيعُ ذَلِكَ؟!"

اور یہ مسلم کے لفظ ہیں اور بخاری کی روایت میں ہے ایک آدمی نے عرض کیا: یا رسول اللہ مجھے ایسا عمل بتائیں جو اللہ کی راہ میں جہاد کے برابر ہو تو آپ نے فرمایا: میں ایسا عمل نہیں پاتا پھر فرمایا: کیا تو یہ طاقت رکھتا ہے کہ جب مجاہد نکلے تو تو اپنی مسجد میں داخل ہو کر بغیر وقفہ کے قیام کرے اور ست نہ ہو اور روزہ رکھے اور افطار نہ کرے۔ پس اس نے عرض کی اس کی طاقت کس کو ہے؟

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب فضل الجہاد والسیر: ج ۳ ص ۱۵ رقم: ۲۷۸۵ صحیح مسلم: باب فضل الشہادۃ فی سبیل اللہ تعالیٰ ج ۶ ص ۲۵ رقم: ۲۱۷۷ السنن الکبریٰ للبیہقی: باب فی فضل الجہاد فی سبیل اللہ ج ۱ ص ۱۵۸ رقم: ۱۸۹۱ صحیح ابن حبان: باب فضل الجہاد ج ۱ ص ۳۸۲ رقم: ۳۶۲۱ مسند امام احمد بن حنبل: مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۶۵ رقم: ۱۰۰۱)

شرح حدیث: کوئی عمل جہاد سے بڑھ کر نہیں

حضرت سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سرکار والاخبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیق روز شمار، دو عالم کے مالک و مختار، حبیب پروردگار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے کوئی ایسا عمل بتائیے جو مجھے جنت میں داخل کر دے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، خوب! بہت خوب! بیشک تم نے ایک عظیم چیز کے بارے میں سوال کیا ہے، بیشک تم نے ایک عظیم چیز کے بارے میں سوال کیا ہے اور یہ کام اسی شخص کے لئے آسان ہے جس کے ساتھ اللہ عزوجل بھلائی کا ارادہ فرمائے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، مرتے دم تک اللہ عزوجل اور آخرت پر ایمان رکھو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور ایک اللہ کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ۔

پھر فرمایا، اے معاذ! اگر تم چاہو تو میں تمہیں ہر چیز کی اصل اور اس کے ستون اور کوہان کی بلندی کے بارے میں بتاؤں۔ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان! ضرور بتائیے۔ فرمایا، بے شک ہر چیز کی اصل یہ ہے کہ تم اس بات کی گواہی دو کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور رسول ہیں اور اس دین کا ستون نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا اور اس کے کوہان اللہ

عزوجل کی راہ میں جہاد کرنا ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے جہاد کروں یہاں تک کہ وہ نماز قائم کرنے لگیں اور زکوٰۃ ادا کرنے لگیں اور اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ عزوجل کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور اس بات کی گواہی دیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ عزوجل کے بندے اور رسول ہیں تو جب وہ ایسا کرنے لگیں تو اپنی جانوں اور اپنے اموال کو بچالیں گے سوائے کسی حق کے، اور ان کا حساب اللہ عزوجل کے ذمہ ہے۔

پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اس ذات کی قسم! جس کے دستِ قدرت میں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی جان ہے فرض نماز کے بعد کوئی عمل جہاد سے بڑھ کر نہیں، جس میں آخرت کے درجات کی طلب کرتے ہوئے کسی شخص کے چہرے کا رنگ بدل جائے یا قدم گرد آلود ہو جائیں اور راہ خدا عزوجل میں دیئے جانے والے جانور یا راہ خدا عزوجل میں سواری کے لئے دیئے جانے والے جانور سے زیادہ وزنی عمل بندے کی میزان میں کوئی نہیں ہوگا۔

(مسند احمد، حدیث معاذ بن جبل، رقم ۲۲۱۸۳، ج ۸، ص ۲۶۲)

(1304) وَعَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مِنْ خَيْرِ مَعَاشِ النَّاسِ لَهُمْ، رَجُلٌ تَمَسِكَ عِنَانَ فَرَسِهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، يَطِيرُ عَلَى مَتْنِهِ، كُلَّمَا سَمِعَ هَيْعَةً أَوْ فَرْعَةً طَارَ عَلَيْهِ يَبْتَغِي الْقَتْلَ وَالْمَوْتَ مِظَانَهُ أَوْ رَجُلٌ فِي غَنِيْمَةٍ فِي رَأْسِ شَعْفَةٍ مِنْ هَذَا الشَّعْفِ، أَوْ بَطْنٍ وَادٍ مِنَ الْأَوْدِيَةِ، يُقِيمُ الصَّلَاةَ، وَيُؤْتِي الزَّكَاةَ، وَيَعْبُدُ رَبَّهُ حَتَّى يَأْتِيَهُ الْيَقِينُ، لَيْسَ مِنَ النَّاسِ إِلَّا فِي خَيْرٍ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

انہی سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگوں میں بہتر زندگی والا وہ آدمی ہے جو اپنے گھوڑے کی لگام کو اللہ کی راہ میں روکنے والا ہو جب گھبراہٹ اور جنگ کی بات سنتا ہے تو اس کی پشت پر اڑ جاتا ہے موت اور شہادت کو اس کی امکانی جگہوں پر تلاش کرتا ہے۔ یا وہ آدمی جو کچھ بکریوں میں موجود ہو۔ ان چوٹیوں میں سے کسی چوٹی پر یا ان وادیوں میں سے کسی وادی میں جا ٹھہرتا ہو نماز قائم کرتا ہو زکوٰۃ ادا کرتا ہو اور اپنے رب کی عبادت کرتا ہو یہ سلسلہ اس کی موت تک رہے تو لوگوں سے اس کا تعلق بھلائی کا ہی ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل الجہاد، ج ۶، ص ۳۹، رقم: ۳۹۹۴ السنن الکبریٰ للبیہقی، باب فی فضل الجہاد

ج ۱، ص ۱۵۹، رقم: ۱۸۹۶۴ سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب العزلة، ج ۲، ص ۱۲۱۶، رقم: ۲۹۴۴ مشکوٰۃ الصابیح، کتاب الجہاد الفصل

الاول، ج ۲، ص ۳۱۴، رقم: ۲۴۹۶)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

لفظ معاش عیش بمعنی زندگی سے بنا ہے زندگی گزارنے کا ذریعہ یہاں دونوں معنی بن سکتے ہیں مسلمان کی بہترین زندگی

یہ ہے اور بہترین ذریعہ زندگی یہاں دونوں معنی درست ہیں۔

یعنی ویسے تو لوگوں سے بے نیاز رہتا ہے مگر جب مسلمانوں کو اس کی جانی مدد کی ضرورت ہوتی ہے یا مسلمانوں پر کفار ٹوٹ پڑیں یا ڈاکو حملہ کریں اسے خبر لگے کہ فلاں جگہ مسلمان کمزور ہیں مصیبت میں ہیں تو فوراً وہاں پہنچ جائے پرندہ کی طرح یا اڑ کر وہاں پہنچ جائے، پہلے معنی زیادہ ظاہر ہیں کہ جب کفار مسلمانوں پر حملہ آور ہوں تو یہ وہاں پہنچ جائے اسلام کی خدمت مسلمانوں کی مدد کے لیے۔

یعنی وہ اسلام کا ایسا فدائی ہو مسلمانوں کا ایسا مددگار ہو کہ خدمت اسلام و مسلمین میں قتل ہو جانا یا مر جانا جینے سے بہتر سمجھے، خطرناک موقعوں کی تلاش میں رہتا ہو جہاں لوگ جاتے ہوئے گھبراتے ہوں یہ وہاں شوق سے پہنچتا ہو بہادر جانناز ہو۔

خلاصہ یہ ہے کہ اول نمبر کامیاب زندگی والا تو وہ پہلا شخص ہے اس کے بعد نمبر دوم کا اعلیٰ زندگی والا وہ ہے۔ خیال رہے کہ عرب میں بکریاں بہترین ذریعہ معاش تھیں اور بعض متقی حضرات دنیا کے جھگڑے سے بچنے کے لیے شہر سے دور جنگل میں ڈیڑھ ڈال لیتے تھے کسی پانی والے سرسبز مقام پر رہنے سہنے لگتے تھے، بکریوں کے دودھ پر گزارا کرتے، فتنوں سے الگ رہتے، اب بھی بعض جگہ ایسے بدو دیکھے جاتے ہیں اس لیے بکریوں کا ذکر فرمایا اور نہ جو شخص فتنوں سے بچنے کے لیے آبادی سے دور رہے گزارہ کے لیے کوئی چیز پنشن جانور زمین وغیرہ اختیار کرے وہ بھی اس فرمان عالی میں داخل ہے۔

اگرچہ عبادات میں نماز و زکوٰۃ بھی داخل تھیں مگر چونکہ نماز و زکوٰۃ اعلیٰ درجہ کی عبادت ہیں اس لیے خصوصیت سے ان کا ذکر علیحدہ فرمایا۔

یقین سے مراد موت ہے کیونکہ اس کا آنا یقینی ہے یا چونکہ موت کے بعد ہر شخص کو توحید، رسالت، فرشتوں، جنت و دوزخ وغیرہ کا یقین ہو جاتا ہے اس لیے موت کو یقین فرمایا یعنی ذریعہ یقین رب تعالیٰ فرماتا ہے: **وَاعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي يَخْلُقُ لَكُمْ** **الْيَقِينَ**۔ یہ حصر اضافی ہے یعنی دنیا دار فتنوں میں مبتلا آخرت سے غافل آدمی بھلائی میں نہیں بلکہ بھلائی میں صرف یہ ہیں لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں اس حدیث کی بنا پر بعض زاہدین نے فرمایا کہ گوشہ نشینی افضل ہے، جلوت سے خلوت بہتر مگر حق یہ ہے کہ خلوت سے جلوت افضل، حضرات انبیاء کرام لوگوں میں رہے، تبلیغ کرتے رہے، نیز جس رہنے سے جمعہ عیدین نماز باجماعت نصیب ہوتی ہے، جنگل میں یہ نعمتیں کہاں، شہر میں علم ہے، ذکر کے حلقے ہیں، اچھوں کی صحبتیں ہیں۔ حدیث فتنوں کے ظہور کے زمانہ کے متعلق ہے جب شہروں میں امن نہ رہے یا اس کمزور آدمی کے لیے ہے جو بستی اور اختلاط کی تکالیف پر صبر نہ کر سکے (مرقات) (مراۃ المناجیح، ج ۵ ص ۶۹۲)

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت میں سو درجے ہیں جو اللہ کریم نے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں کے لیے تیار کیے ہیں۔ ہر دو درجوں کا

(1305) وَعَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "إِنَّ فِي الْجَنَّةِ مِئَةَ دَرَجَةٍ أَعَدَّهَا

اللَّهُ لِلْمُجَاهِدِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ مَا بَيْنَ الدَّرَجَتَيْنِ

کتابین السماء والأرض" رواه البخاری۔
درمیانی فاصلہ اتنا ہے جتنا زمین سے آسمان کا فاصلہ ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب درجات المجاہدین فی سبیل اللہ ج ۲ ص ۱۱ رقم: ۲۰۰۰ مشکوٰۃ المصابیح: کتاب الجہاد: الفصل الاوّل ج ۲ ص ۲۱۲ رقم: ۲۰۸۰ جامع الاصول لابن الثیر: الفصل السابع فی فضل الجہاد والشہادۃ: نوع سادس ج ۳ ص ۳۱۱ رقم: ۱۱۱۱)

شرح حدیث: حکیم الأمت حضرت مفتی احمد یارخان علیہ رحمۃ اللہ اتان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

قرآن مجید اور حدیث شریف میں رسول سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے ہیں اور اللہ رسول پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ رب نے جو کچھ بھیجا اور حضور جو کچھ لائے ان سب پر ایمان لائے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ حقیقتاً ایمان ہے اللہ رسول کو ملانا، اللہ رسول میں فرق کرنا کفر ہے، قرآن کریم فرماتا ہے: أَنْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ اللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيَقُولُونَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَنُكْفِرُ بِبَعْضٍ وَيُرِيدُونَ أَنْ يَتَّخِذُوا بَيْنَ ذَلِكَ سَبِيلًا أُولَٰئِكَ هُمُ الْكٰفِرُونَ حَقًّا۔ ملانے کے معنی ہماری کتاب اسلام کی چار اصطلاحوں میں دیکھو۔

ترمذی میں ہے کہ ہر درجہ اتنا وسیع ہے کہ ان میں سے ایک درجہ میں عالمین جمع ہو جائیں تو سب کو کافی ہو جاوے۔ مجاہدین سے مراد نمازی حاجی اور نفس سے مجاہدہ کرنے والے سب ہی ہیں۔ (مرقات) بشرطیکہ یہ کام رضائے الہی کے لیے ہوں جیسا کہ فی سبیل اللہ سے معلوم ہوا۔ (مراۃ المناجیح، ج ۵ ص ۲۸۳)

(1306) وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنْ رَضِيَ بِاللَّهِ رَبًّا، وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا، وَيَمُحَمَّدٍ رَسُولًا، وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ، فَعَجِبَ لَهَا أَبُو سَعِيدٍ، فَقَالَ: أَعِدَّهَا عَلَيَّ يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَأَعَادَهَا عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: "وَأُخْرَى يَرَفَعُ اللَّهُ بِهَا الْعَبْدَ مِئَةَ دَرَجَةٍ فِي الْجَنَّةِ، مَا بَيْنَ كُلِّ دَرَجَتَيْنِ كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ" قَالَ: وَمَا هِيَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: "الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابوسعید خدری ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو اللہ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے اور محمد (ﷺ) کے رسول ہونے پر راضی ہو اس کے لیے جنت لازم ہو گئی۔ اس سے حضرت ابوسعید خوش ہو گئے۔ پس عرض کیا: یا رسول اللہ مجھ کو دوبارہ ارشاد فرمائیں۔ آپ نے اس بات کا اعادہ فرمادیا پھر ارشاد فرمایا ایک اور چیز ہے جس کے ساتھ اللہ کریم بندے کو جنت میں سو درجے بلندی عطا فرماتا ہے۔ ہر دو درجوں کے درمیان زمین و آسمان جتنا فاصلہ ہے۔ عرض کیا: اور یا رسول اللہ! وہ کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: اللہ کی راہ میں جہاد اللہ کی راہ میں جہاد۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب بیان ما اعدہ اللہ تعالیٰ للمجاہد فی الجہاد من الدرجات ج ۶ ص ۲۷ رقم: ۴۰۸۷ السنن الصغریٰ: باب فی فضل الجہاد فی سبیل اللہ علی طریق الاختصار ج ۶ ص ۱۲۸ رقم: ۲۰۳۲ المستدرک للحاکم: کتاب الجہاد ج ۶ ص ۱۰۲ رقم: ۲۳۶۱ سنن اللسالی: باب درجۃ الجہاد فی سبیل اللہ عزوجل ج ۶ ص ۱۹ رقم: ۲۱۳۱ صحیح ابن حبان: باب فضل الجہاد ج ۱۰ ص ۳۷۲ رقم: ۲۶۱۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس جملہ کے معانی بارہا بیان ہو چکے۔ اللہ تعالیٰ سے راضی ہونے کے معنی یہ ہیں کہ بندہ راضی بہ قضا رہے، نعمتوں میں رب تعالیٰ کا شکر کرے، مصیبتوں میں صبر کرے، اسی طرح اسلام کے دین ہونے پر راضی ہونے کے معنی یہ ہیں کہ اسلامی احکام پر راضی دل سے انہیں پسند کرے خواہ سمجھ میں آویں یا نہ آویں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے پر راضی ہونے کے یہ معنی ہیں کہ حضور کے تمام اقوال، افعال، اعمال، احوال سے دلی محبت کرے۔ جس چیز کو حضور سے نسبت ہو اسے دل سے محبوب رکھے۔ شریعت، طریقت، حقیقت معرفت کو دل سے پسند کرے کیونکہ شریعت حضور انور کے جسم اطہر کے حالات کا نام ہے، طریقت قلب پاک مصطفیٰ کی واردات ہے، یوں ہی حقیقت و معرفت روح پاک سر پاک کی واردات کا نام ہے۔ غرضیکہ یہ سب حضور کی ادائیں ہیں ایسے شخص کے لیے دنیا میں ہی جنت واجب ہو چکی کہ جسے گا جنتی ہو کر، مرے گا جنتی ہو کر، اٹھے گا جنتیوں کے زمرہ میں۔ مرقات نے فرمایا کہ رب تعالیٰ کا فرمان: **وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّاتٌ** دو جنتوں سے مراد دنیا و آخرت کی جنت ہے یعنی رب تعالیٰ سے ڈرنے والے کے لیے ایک جنت دنیا میں ہے اور دوسری جنت آخرت میں۔ سبحان اللہ! کیسی پیاری بات ہے۔ حضور کی شریعت، اطاعت، محبت دنیا کی جنت ہے۔

(مجھ کو دوبارہ ارشاد فرمائیں) یہ تعجب انتہائی خوشی کا تھا اور دوبارہ کہلوانا اس لیے تھا کہ ایسے ہمارے بشارت والے

کلمے پھر ایسے بے مثال بشیر و نذیر کے لبوں سے بہت لذیذ معلوم ہوئے۔ شعر

وہ گل ہیں لب ہائے نازک ان کے ہزاروں جھڑتے ہیں پھول جن سے

گلاب گلشن میں دیکھے بلبل یہ دیکھ گلشن گلاب میں ہے

(سودر جے بلندی عطا فرماتا ہے) یعنی دوسری خوشخبری اور سنو اور خوش ہو، کیوں نہ خوش ہوں جب رب تعالیٰ نے ہم

کو ایسے بشیر و نذیر کی امت میں بنایا یعنی ایک عمل ایسا بھی ہے جس سے عامل کو جنت کا اوپر والا درجہ ملتا ہے، جو سودر جے بلند

ہے، ہر دو درجوں کا اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان و زمین کے درمیان فاصلہ ہے۔

(اللہ کی راہ میں جہاد) اگرچہ اسلام میں جہاد بھی آگیا تھا مگر چونکہ یہ دوسرے اعمال سے بہت افضل ہے اور اس کا

ثواب بہت زیادہ ہے اس لیے اسے خصوصیت سے علیحدہ بیان فرمایا یا مطلب یہ ہے کہ جسے جہاد نصیب ہو جائے اسی کے

لیے درجے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جہاد اکثر فرض کفایہ ہوتا ہے، مرقات نے اس سے یہ ہی مسئلہ مستنبط فرمایا۔

حضرت ابو بکر بن ابوموسیٰ اشعری کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کو فرماتے ہوئے سنا اور وہ دشمن کے سامنے فرما رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت کے دوازے تلواروں کے سائے میں ہیں ایک خراب حالات والا شخص کھڑا ہوا۔ اس نے کہا: اے ابوموسیٰ! کیا تو نے یہ رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں سنا ہے۔ تو وہ شخص اپنے ساتھیوں کی طرف پلٹا اور کہا میرا تمہیں سلام ہے پھر اپنی تلوار کی میان کو توڑ کر پھینک دیا اور صرف تلوار لے کر دشمن کی جانب چل پڑا اور دشمن سے لڑا حتیٰ کہ شہید ہو گیا۔ (مسلم)

(1307) وَعَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، وَهُوَ بِحَضْرَةِ الْعَدُوِّ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ أَبْوَابَ الْجَنَّةِ تَحْتَ ظِلِّ الْسَيْوْفِ" فَقَامَ رَجُلٌ رَثُّ الْهَيْئَةِ، فَقَالَ: يَا أَبَا مُوسَى أَنْتَ سَمِعْتَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ هَذَا؟ قَالَ: نَعَمْ، فَرَجَعَ إِلَى أَصْحَابِهِ، فَقَالَ: أَقْرَأُ عَلَيْكُمُ السَّلَامَ، ثُمَّ كَسَرَ جَفْنَ سَيْفِهِ فَأَلْقَاهُ، ثُمَّ مَشَى بِسَيْفِهِ إِلَى الْعَدُوِّ فَضَرَبَ بِهِ حَتَّى قُتِلَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب ثبوت الجنة للشہید، ج ۱، ص ۳۵، رقم: ۵۰۲۵، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث ابی

موسیٰ الاشعری، ج ۳، ص ۳۱۶، رقم: ۱۰۵۵۱، مسند الرویالی، ماروی ابو بکر بن ابی موسیٰ عن ابیہ، ج ۲، ص ۸۷، رقم: ۵۰۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

تلواروں سے مراد جہاد کے ہتھیار ہیں، چونکہ اس زمانہ میں جہاد میں زیادہ استعمال تلواروں کا ہوتا تھا اس لیے خصوصیت سے تلواروں کا ہی ذکر فرمایا۔ آج کل تو پوپوں، بندوقوں، راکٹوں کا بھی یہ حال ہے کہ ان کے نیچے جنت ہے جبکہ وہ جہاد میں استعمال ہو رہے ہوں۔ ان تلواروں سے مراد یا تو کفار کی تلواریں ہیں جو وہ غازی مسلمانوں کے مقابل کھینچیں یعنی ان تلواروں سے جنت بہت قریب ہے کہ مسلمان شہید ہوا اور جنت میں پہنچا۔ جیسے فرمایا گیا کہ جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے یا مراد خود مجاہدین کی اپنی تلواریں ہیں یعنی جب مجاہدین تلوار سونٹے کفار پر ٹوٹ پڑتے ہیں تو گویا جنت ان تلواروں کے سایہ میں ہوتی ہے اور سایہ میں تو خود مجاہدین ہیں تو وہ اس وقت ہی جنت میں ہیں مگر پہلی توجیہ زیادہ قوی ہے، مرقات نے اس ہی کو ترجیح دی ہے۔

(ایک خراب حالات والا شخص کھڑا ہوا) اس مقبول بندے کا نام معلوم نہ ہو سکا کوئی غریب شکستہ حال بے پردہ جو اس

جہاد میں آیا تھا وہ یہ بولا، رضی اللہ عنہ۔

(اے ابوموسیٰ! کیا تو نے یہ رسول اللہ سے سنا ہے؟) یعنی اے صحابی رسول کیا تم نے بلا واسطہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کو یہ فرماتے سنا ہے یا کسی ذریعہ سے تم کو یہ فرمان عالی پہنچا ہے اور کیا یہ فرمان یقینی ہے۔

(تو وہ شخص اپنے ساتھیوں کی طرف پلٹا) جو اس کے ساتھ جہاد میں آئے ہوئے تھے۔

(میرا تمہیں سلام ہے) اب میں شہید ہونے جا رہا ہوں لوٹ کر آنے کا ارادہ نہیں ہے، اب محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کا وقت قریب ہے۔ شعر

آئی نسیم کوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کھنچنے لگا دل سوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

(اپنی تلوار کی میان کو توڑ کر پھینک دیا) کیونکہ اب اس غلاف کی ضرورت نہ رہی تلوار بند کرنا نہیں ہے، اب مارنا ہے یہ ہے شوق شہادت، جذبہ جہاد حضرت زرا ابن ازدر رضی اللہ عنہ بغیر زرہ پستین پہنے جہاد کرتے تھے۔ شوق شہادت میں عاشقوں کے حالات بتا رہے ہیں۔

(دشمن سے لڑا حتیٰ کہ شہید ہو گیا) اس طرح کہ نہ معلوم کتنے کافروں کو قتل کیا پھر بہادری کے جوہر دکھا کر سینے میں تیر تلوار کھا کر شہید ہوا ایسی موت پر ہزاروں زندگیاں قربان، یہ حدیث مسلم کے علاوہ احمد و ترمذی نے بھی روایت کی ہے۔ مناسب یہ تھا کہ مؤلف ان دونوں حدیثوں کے متعلق فرمادیتے رواحما مسلم۔ (بیراۃ المناجیح، ج ۵ ص ۷۶)

(1308) وَعَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَبْرِ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا اغْبَرَّتْ قَدَمًا عَبْدًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ
فَتَمَسَّهُ النَّارُ» رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ
حضرت ابو عبید اللہ بن جبر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس بندے کے قدم اللہ کی راہ میں غبار آلود ہوں اس کو آگ نہ چھوئے گی۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من اغبرت قدما فی سبیل اللہ، ج ۳ ص ۱۰۲۵، رقم: ۲۶۵۶، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب فضل المصی فی سبیل اللہ، ج ۳ ص ۱۱۲، رقم: ۱۸۷۸، مسند ابی یعلیٰ، مسند جابر بن عبد اللہ الانصاری، ج ۳ ص ۵۷، رقم: ۲۰۰۵، مجمع الزوائد للہیثمی، باب فضل الغبار فی سبیل اللہ، ج ۵ ص ۵۲۱، رقم: ۱۴۷۸)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ انصاری صحابی ہیں، زمانہ جاہلیت میں آپ کا نام عبدالعزلی تھا، اسلام میں آپ کا نام عبدالرحمن ابن جبیر ہوا مگر آپ کی کنیت نام پر غالب رہی، بدر اور تمام غزوات میں شامل ہوئے، ستر سال کی عمر پائی ۳۳ھ میں وفات پائی، مدینہ منورہ جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ (اشعد، مرقات)

یعنی جو شخص رضائے الہی کے لیے کوئی راستہ طے کرے اور راستہ طے کرنے میں اس کے قدموں پر گرد و غبار پڑے۔ خیال رہے کہ اللہ کی راہ حج، طلب علم، جنازہ کی حاضری، بیماری، بیمار پرسی، جماعت نماز میں حاضری سب ہی کو شامل ہے مگر مطلقاً اللہ کی راہ سے مراد سفر جہاد ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نے اپنا اونٹ فی سبیل اللہ وقف کیا ہے وہ کہاں استعمال کیا جائے گا، فرمایا حج میں، قرآن کریم میں جو مصرف زکوٰۃ میں فی سبیل اللہ واقعہ ہے امام ابو یوسف کے ہاں اس سے مجبور غازی مراد ہے، امام محمد کے ہاں مجبور حاجی۔ (مرقات)

یعنی ایسے شخص کو دوزخ کی آگ جلا نہیں سکتی جب راہ خدا کے غبار کا یہ عالم ہے تو غور کرو کہ خود جہاد کا فائدہ کیا ہوگا خوف

خدا سے آنکھ کے آنسو، راہ خدا کا غبار، دوزخ کی آگ، بھجانے میں اکسیر ہے۔ (مزا اللسان، ج ۵ ص ۶۹۰)

(1309) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا يَلْبِغُ النَّارَ رَجُلٌ بَلَى مِنْ حَشِيئَةِ اللَّهِ حَتَّى يَعُودَ اللَّذَنُ فِي الطَّرِيقِ، وَلَا يَخْتَبِعُ عَلَى عَبْدِ عُبَّارٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَذُنْحَانُ جَهَنَّمَ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ آدمی جہنم میں نہیں جائے گا جو اللہ کے خوف سے رو یا جب تک کہ دودھ تھنوں میں واپس چلا جائے اور اللہ کی راہ کا غبار اور جہنم کا دھواں ایک آدمی پر اکٹھے نہیں ہوم سکتے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء في فضل الغبار في سبيل الله، ج ۲ ص ۱۱۷، رقم: ۱۱۳۳، سنن اللسان، باب فضل من عمل في سبيل الله على قدمه، ج ۱ ص ۲۱۷، رقم: ۲۱۰۸، جامع الاصول، الفصل السابع في فضل الجهاد والشهادة، نوع خامس، ج ۳ ص ۴۰، رقم: ۷۱۸۸)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: یعنی جیسے دوہے ہوئے دودھ کا تھن میں واپس ہونا ناممکن ہے ایسے ہی اس شخص کا دوزخ میں جانا ناممکن ہے، جیسے رب تعالیٰ فرماتا ہے: حَتَّى يَلْبِغَ الْجَهَنَّمَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ خِيَاطًا۔ خوف خدا میں رونے کے بڑے فضائل ہیں اللہ تعالیٰ نصیب فرمادے۔

باش چوں دو لایاب دائم چشم تر
تا درون صحن تو روید خضر

(اللہ کی راہ کا غبار) راہ خدا کا غبار وہ غبار ہے جو رب کی رضا کے لیے راستہ چلا جائے اور وہاں کا غبار بدن یا کپڑوں یا پاؤں یا چہرے پر پڑے جیسے مسجد کو جاتے طلب علم، جہاد حج و عمرہ وغیرہ کرنے کی حالت میں جو گرد و غبار پڑے۔ یعنی جیسے دو ضدیں جمع نہیں ہو سکتیں ایسے ہی ایک جگہ یہ دو چیزیں جمع نہیں ہو سکتیں، رب تعالیٰ نے اس غبار اور دوزخ کے دھوئیں کو تقیضیں یا ضدیں بنا دیا ہے یہ اس کی بندہ نوازی ہے۔ چونکہ ناک کے نتھنے پیٹ اور دماغ کے دروازے ہیں کہ انہیں کے ذریعہ ہوا اندر باہر آتی جاتی ہے، اگر ان میں راہ خدا کا غبار پڑے تو یقیناً سانس کے ساتھ پیٹ اور دماغ میں بھی پہنچے گا اس لیے خصوصیت سے ان کا ذکر فرمایا گیا۔ خیال رہے کہ لفظ منخرم میم اور خ کے فتح سے بھی ہے اور دونوں کے پیش سے بھی اور میم کے فتح اور خ کے کسرہ سے بھی، بروزن مجلس اور میم کے کسرہ خ کے فتح سے بھی بہت لغات میں بمعنی ناک کا نتھنا۔

جس مؤمن کے پیٹ میں سانس کے ذریعہ راہ خدا کا غبار پہنچ جائے وہاں دوزخ کا دھواں نہ پہنچے یعنی وہ دوزخ میں تو کیا دوزخ کے قریب بھی نہ جائے گا جہاں دوزخ کی آگ کا دھواں پہنچتا ہے۔ خیال رہے کہ دوزخ میں کہیں آگ بغیر دھوئیں کی ہے جیسے دنیا میں ویلڈنگ کی آگ اور کہیں دھوئیں والی ہے، لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ بعض روایات میں ہے کہ دوزخ کی آگ بغیر دھوئیں کے ہے پھر وہاں دھواں کیسا؟

شرح اس بخل و کجی کو کہتے ہیں جو مالی عبادات سے انسان کو روک دے یا ظلم کرادے۔ ایمان سے مراد کامل ایمان ہے یعنی کامل مؤمن کبھی بخیل و کجی نہیں ہوتا اور کجی آدمی کبھی کامل مؤمن نہیں بن سکتا بلکہ کبھی بخل ایمان سے بھی روک دیتا ہے۔ قارون کے بخل نے اسے کافر بنا دیا، بخل اور شح میں عام خاص مطلق کی نسبت ہے کہ ہر شح بخل ہے مگر ہر بخل شح نہیں۔ شح خدا تعالیٰ کا عذاب ہے۔ خیال رہے کہ عربی میں دل کو قلب کہتے ہیں، قلب کے معنی ہیں اللنا پلٹنا، چونکہ دل کبھی روح کی طرف ہو جاتا ہے جس سے اس پر نورانی تجلیاں پڑتی ہیں اور کبھی نفس کی طرف جس سے اس پر نفسانی تاریکیاں آجاتی ہیں، گویا دل وہ بیٹھک ہے جس کے دو دروازے ہیں ایک یار کی طرف (درون خانہ) دوسرا غیار کی طرف یار والا دروازہ کھل جاوے تو خلوت خانہ ہو جاتا ہے، ورنہ جلوت خانہ اس لیے اسے قلب کہتے۔ (ازمرقات مع الزیادۃ) اس لیے حضور دعا مانگتے تھے کہ اے دلوں کے بدلنے والے میرے دل کو اپنے دین پر قائم رکھ جیسے صاف آئینہ میں سارا گھرا اور گھروالا نظر آتا ہے یوں ہی صاف شفاف دل میں عرش و فرش جنت و دوزخ مخلوق و خالق کی تجلی نظر آتی ہے۔

در دل مؤمن پنجم اے عجب
گرتوے جوئی دریں دلہا طلب

(مراۃ المناجیح، ج ۵ ص ۷۲۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ دو قسم کی آنکھیں ہیں جن کو آگ نہ مس کرے گی۔ ایک وہ آنکھ جو اللہ کے خوف سے رو پڑی۔ اور ایک وہ آنکھ جس نے اللہ کی راہ میں پہرہ دیتے ہوئے رات گزاری۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

(1310) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا،

قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: "عَيْنَانِ لَا تَمْسُهُمَا النَّارُ: عَيْنٌ بَكَتْ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ، وَعَيْنٌ بَاتَتْ تَحْرُسُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ".

تخریج حدیث: (سان ترمذی) باب ما جاء فی فضل الحرس فی سبیل اللہ: ج ۳ ص ۹۹، رقم: ۱۶۰۹، مسند ابی یعلیٰ، مسند انس بن مالک، ج ۵ ص ۳۰۰، رقم: ۳۲۳۶، مجمع الزوائد للہیثمی، باب الحرس فی سبیل اللہ: ج ۵ ص ۵۲۳، رقم: ۶۲۸۸، مسند الشہاب، باب عینان لا تمسها النار عن بکت فی خوف اللیل، ص ۲۱۱، رقم: ۱۲۲۰، تحاف الخیرۃ البھرۃ، باب فضل الحرس فی سبیل اللہ عزوجل، ج ۵ ص ۳۶، رقم: ۲۴۶۵

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ جنتان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

دو قسم کی آنکھیں یہ شبہ شخصی نہیں بلکہ نوعی ہے۔ خیال رہے کہ جب اس آنکھ کو دوزخ کی آگ نہ چھوئے گی تو آنکھ والے کو بھی نہ چھوئے گی، یہ مطلب نہیں کہ صرف آنکھ تو آگ سے بچی رہے باقی جسم آگ میں جائے، اگر ایک عضو بخشا جاوے تو اس کے صدقہ سے سارے اعضاء بخشے جائیں گے۔ مصنفین علماء دین کی اگر انگلیاں بخش دی گئیں تو ان شاء اللہ سارا جسم بخش دیا جائے گا۔

اسی طرح جو آنکھ عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں روئے ان شاء اللہ بخشی جائے گی، دو نعمتیں بڑی شاندار ہیں خوفِ خدا
عشقِ مصطفیٰ - شعر

سوز صدیقِ علی از حق طلب

ذره عشقِ نبی از حق طلب

اسی طرح کہ سفر جہاد کا غازی سو جاوے، یہ بندہ ان کا پہرہ دے تاکہ کفار شبِ خون نہ مار سکیں یہ رات جاگ کر
گزارے۔ (مزاۃ الناجح، ج ۵ ص ۷۳)

(1311) وَعَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ:
أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنْ
جَهَّزَ غَازِيًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَقَدْ عَزَا، وَمَنْ خَلَّفَ
غَازِيًا فِي أَهْلِهِ بِخَيْرٍ فَقَدْ عَزَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.
حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اللہ کی راہ میں کسی
نمازی کو سامان دیا۔ پس اس نے جہاد کیا اور نمازی کے
اہل کا جس نے بھلائی کے ساتھ خیال رکھا اس نے غزوہ
کیا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب فضل من جہز غازیاً او خلفہ بخیر، ج ۲ ص ۲۱۶، رقم: ۲۸۴۲ صحیح مسلم: باب فضل
اعادة الغازی فی سبیل اللہ ممرکوب وغیرہ و خلافتہ فی اہلہ بخیر، ج ۳ ص ۴۲، رقم: ۵۰۱۱ المنتقى لابن الجارود: باب ما یجزی من الغزو
ومن جہز غازیاً، ص ۲۵۹، رقم: ۱۰۳۴ سنن الکبیری للبیہقی: باب ما جاء فی تجهیز الغازی واجر الجماعل، ج ۱ ص ۲۸، رقم: ۱۰۸۲۴ تحف
الخیرة المہرۃ للبو صیری: کتاب الامارۃ، ج ۵ ص ۹۹، رقم: ۴۳۰۰)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ نے اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ صحابی ہیں، عبد الملک کے زمانہ میں کوفہ میں وفات پائی، ۷۷ھ میں بعض نسخوں میں یزید ابن خالد ہے۔
(کسی غازی کو سامان دیا) یعنی غازی کو سامان سفر سامان جنگ یاروٹی، کپڑا، سواری دینے والے کو بھی جہاد کرنے کا
ثواب ملتا ہے، یہاں جہاد سے حکمی جہاد مراد ہے یعنی ثواب۔

(غازی کے اہل کا جس نے بھلائی کے ساتھ خیال رکھا) یعنی جو مجاہد کے پیچھے اس کے بال بچوں کی خدمت اس کے
گھر بار کی دیکھ بھال کرے وہ بھی ثواب جہاد میں شریک ہو گیا کیونکہ اس کی اس خدمت سے غازی کا دل مطمئن ہوگا جس
سے وہ جہاد اچھی طرح کر سکے گا تو گویا یہ شخص غازی کے اطمینان دل کا ذریعہ بنا۔ (مزاۃ الناجح، ج ۵ ص ۶۹۳)

(1312) وَعَنْ أَبِي أَمَامَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ،
قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:
"أَفْضَلُ الصَّدَقَاتِ ظِلُّ فُسْطَاطٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ
وَمَنْبَعَةُ خَادِمٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، أَوْ طَرُوقَةٌ فَعَلٍ فِي
سَبِيلِ اللَّهِ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ"
حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زیادہ فضیلت والا صدقہ اللہ کی راہ
میں خیمہ کا سایہ دینا اور اللہ کی راہ خادم کا عطیہ ہے یا پھر
اللہ کی راہ میں نرجانو سے ماوہ کوگا بھن کرنا۔ اسے ترمذی
نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

صحیح

تخریج حدیث: (سنن ترمذی باب ما جاء فی فضل الخدمۃ لی سبیل اللہ ج ۲ ص ۱۰۰ رقم: ۱۱۲۴ المعجم الکبیر للطبرانی من امہ صدی بن العجلان ج ۸ ص ۲۳۲ رقم: ۴۱۲۲ مشکوٰۃ المصابیح کتاب الجہاد الفصل الثانی ج ۲ ص ۲۴۰ رقم: ۲۸۲۴)
 شرح حدیث: حکیم الأمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ کتاب الجہاد الفصل الثانی ج ۲ ص ۲۴۰ رقم: ۲۸۲۴)
 اس طرح کہ مجاہدین کو بالکل یا عاریۃ خیمہ دے دیا جائے کہ وہ سفر جہاد میں اس کے سایہ میں بیٹھا کریں، اسی طرح حجاج کو عرفات وغیرہ میں خیمہ، شامیانہ لگا دینا، اگر طلباء میدان میں بیٹھ کر پڑھتے ہوں مدرسہ کی عمارت نہ ہو ان کے لیے سایہ کا انتظام کر دینا، جہاں مسجد نہ ہو وہاں نمازیوں کے لیے شامیانہ یا خیمہ لگا دینا سب ہی اس میں داخل ہیں۔ قسطنطین چھوٹے بڑے خیمہ کو کھا جاتا ہے۔

غازیوں، حاجیوں، دینی علماء و طلباء کی خدمت کے لیے کوئی آدمی مقرر کر دینا جس کی تنخواہ خود برداشت کرنا۔
 اس فرمان عالی کے دو معنی ہو سکتے ہیں: ایک یہ کہ مجاہدین کے لیے جو اونٹنیاں ہوں انہیں حاملہ کرنے کے لیے نراونٹ عاریۃ دے دینا کہ یہ بھی ثواب ہے اس سے جو اونٹ کی نسل چلے گی اس پر مجاہدین جہاد کریں گے اسے ثواب ملیگا۔
 دوسرے یہ کہ مجاہد کو سواری کے لیے عاریۃ اونٹ دے دینا۔ (بزاز الناجح، ج ۵ ص ۶۹۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قبیلہ اسلم کے ایک نوجوان نے عرض کی: یا رسول اللہ! میرا جنگ کرنے کا ارادہ ہے لیکن میرے پاس سامان نہیں ہے جو لے کے جاسکوں اپنے ساتھ۔ آپ نے فرمایا کہ فلاں کے پاس جاؤ اس نے سامان تیار کیا تھا لیکن وہ بیمار ہو گیا ہے وہ نوجوان اس آدمی کے پاس گیا پس اس نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تجھے سلام کہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ تم مجھے وہ سامان دے دو جو تم نے تیار کیا تھا اس نے کہا: اے فلاں! وہ سامان اس آدمی کو دے دو جو میں نے اپنے لیے تیار کیا تھا اور اس سے کو بھی چیز روک کر نہ رکھنا۔ اللہ کی قسم تم جو چیز بھی اس سے روکو گی۔ اللہ تعالیٰ اس میں برکت نہ دے گا۔ (مسلم)

(1313) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ فَتْحَ مِّنْ أَسْلَمَ، قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي أُرِيدُ الْغَزَا وَلَيْسَ مَعِيَ مَا أَتَجَهَّزُ بِهِ، قَالَ: "إِنَّتِ فَلَآنَا فَإِنَّهُ قَدْ كَانَ تَجَهَّزَ فَمَرَضَ" فَأَتَاهُ، فَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَرِّئُكَ السَّلَامَ، وَيَقُولُ: أَعْطِنِي الَّذِي تَجَهَّزَتْ بِهِ. قَالَ: يَا فَلَآنَةُ، أَعْطِيهِ الَّذِي كُنْتُ تَجَهَّزْتُ بِهِ، وَلَا تَحْبِسِي عَنْهُ شَيْئًا، فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَحْبِسِي مِنْهُ شَيْئًا فَيُبَارِكْ لَكَ فِيهِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

تخریج حدیث: (صحیح مسلم باب فضل اعانة الغازی فی سبیل اللہ عمر کوب وغیرہ ج ۳ ص ۴۱ رقم: ۵۱۰۰ سنن ابوداؤد:

شرح حدیث: کیا خرچ کرنا سات سو گنا ہے؟

حضرت سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجدار، سلطان بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا، خوشخبری ہے اس کے لئے جو اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے ذکر اللہ کی کثرت کرے تو اس کے لئے ہر کلمہ کے عوض ستر ہزار نیکیاں ہیں اور ان میں سے ہر نیکی دس گنا ہے اور اللہ عزوجل کے پاس اس سے بھی زیادہ ہے۔ عرض کیا گیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اور اللہ عزوجل کی راہ میں خرچ کرنا؟ فرمایا، خرچ کرنا بھی اسی طرح ہے۔

حضرت سیدنا عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سیدنا معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا، کیا خرچ کرنا سات سو گنا ہے؟ حضرت سیدنا معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، تمہارا فہم کمزور ہے، یہ تو اس وقت ہے جب لوگ گھر پر رہتے ہوئے جہاد کئے بغیر خرچ کریں اور جب وہ جہاد کرتے ہوئے اپنے مال میں سے خرچ کرتے ہیں تو اللہ عزوجل اپنی رحمت کے ان خزانوں کو بندوں پر کھول دیتا ہے جو ان کے علم سے پوشیدہ ہیں اور ان لوگوں کا وصف اس طرح سے بیان کیا گیا ہے، یہ اللہ کی جماعت ہے اور اللہ ہی کی جماعت غالب ہے۔ (طبرانی کبیر، رقم ۱۳۳، ج ۲۰، ص ۷۷)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو لحيان کی طرف ایک دستہ فوج کا بھیجا تو فرمایا ہر دو آدمیوں میں سے ایک جائے اور ثواب دونوں کے درمیان ہے۔ (مسلم) اور مسلم کی ایک اور روایت میں ہے ہر دو آدمیوں میں سے ایک آدمی نکلے۔ پھر بیٹھنے والے کو فرمایا تم میں جو جانے والے کے اہل و مال میں بھلائی کے ساتھ پیش گا اس کا جانے والے کے اجر کا نصف جتنا نصیب ہوگا۔

(1314) وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ بْنِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ إِلَى بَنِي لَحْيَانَ، فَقَالَ: «لِيَنْبِعَتْ مِنْ كُلِّ رَجُلَيْنِ أَحَدُهُمَا، وَالْآجُرُ بَيْنَهُمَا» رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَفِي رِوَايَةٍ لَهُ: «لِيَخْرُجَ مِنْ كُلِّ رَجُلَيْنِ رَجُلٌ» ثُمَّ قَالَ لِلْقَاعِدِ: «أَيْكُمْ خَلْفَ الْخَارِجِ فِي أَهْلِهِ وَمَالِهِ بِخَيْرٍ كَانَ لَهُ مِثْلُ نِصْفِ أَجْرِ الْخَارِجِ».

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب فضل اعانة الغازی فی سبیل اللہ بمروکوب وغیرہ وخلافته فی اہلہ بخیر ج ۲ ص ۲۲) رقم: ۵۰۱۳ سنن الکبیری للبیہقی: باب الامام یغزی من اهل دار من المسلمین ج ۱ ص ۲۰ رقم: ۱۸۳۵ صحیح ابن حبان: باب الخروج وکیفیة الجهاد ج ۲ ص ۵۱۳ رقم: ۲۷۱۹ مسند ابی یعلیٰ: مسند ابی سعید الخدری ج ۱ ص ۲۶۳ رقم: ۱۲۸۲ مسند امام احمد بن حنبل: مسند ابی سعید الخدری ج ۲ ص ۲۴ رقم: ۱۱۳۱۱

شرح حدیث: ہر دو ہم کے بدلے سات لاکھ دراهم

حضرت سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غیوب، منترہ عن العیوب

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جس نے اللہ عزوجل کی راہ میں مال بھیجا حالانکہ خود اپنے گھر میں ہی ٹھہرا رہا اس کے لئے ہر درہم کے بدلے سات سو درہم ہیں اور جس نے بذات خود اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کیا اور اپنا مال اس جنگ میں خرچ کیا تو اس کے لئے ہر درہم کے بدلے سات لاکھ درہم ہیں پھر یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی،

وَاللَّهُ يُضْعِفُ لِمَنْ يَشَاءُ (پ ۲، البقرہ: ۲۶۱)

ترجمہ کنز الایمان: اور اللہ اس سے بھی زیادہ بڑھائے جس کے لیے چاہے۔

(ابن ماجہ، کتاب الجہاد، باب فضل الغنۃ فی سبیل اللہ، رقم ۶۱۷۲، ج ۳، ص ۳۳۹)

حضرت براءؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ

(1315) وَعَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: أَلَى

کے پاس ایک آدمی لوہے کے لباس میں چھپا ہوا حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی جنگ کروں یا اسلام لاؤں۔

النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ مُتَّقِعٌ بِالْحَدِيدِ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَقَاتِلُ أَوْ أُسَلِّمُ؟ قَالَ: "أَسَلِّمُ، ثُمَّ قَاتِلُ". فَأَسَلَّمَ، ثُمَّ قَاتَلَ فَقُتِلَ.

فرمایا: اسلام لا پھر جنگ کر وہ اسلام لایا پھر جہاد کرنے لگا اور شہید ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس نے کام

فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "عَمَلٌ قَلِيلًا وَأَجْرٌ كَثِيرًا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَهَذَا لَفْظُ الْبُعَارِيِّ.

تھوڑا کیا اور ثواب زیادہ پایا۔ (متفق علیہ) یہ الفاظ بخاری کے ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح البخاری، باب عمل صالح قبل القتال، ج ۳، ص ۱۰۴۲، رقم: ۲۶۸۲ صحیح مسلم، باب ثبوت الجنة

للشہید، ج ۶، ص ۳۲، رقم: ۵۰۲۲ السنن الکبریٰ للبیہقی، باب من یسلم فیقتل مکالہ فی سبیل اللہ، ج ۹، ص ۳۱۱، رقم: ۱۹۰۱۲ سنن سعید بن

منصور، باب ما جاء فی فضل الشهادة، ج ۲، ص ۲۱۴، رقم: ۲۵۵۵ مسند امام احمد بن حنبل، حدیث البراء بن عازب، ج ۳، ص ۲۹۰، رقم:

(۱۸۸۸)

شرح حدیث: شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج السالکین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بندہ

جہنمیوں کے کام کرتا ہے حالانکہ وہ جنتی ہوتا ہے اور کوئی شخص جنتیوں کے عمل کرتا ہے حالانکہ وہ جہنمیوں میں سے ہوتا ہے،

کیونکہ اعمال کا دار و مدار خاتمہ پر ہی ہوتا ہے۔ (صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب الاعمال بالخواتیم، الحدیث: ۶۳۹۳، ص ۵۳۵، تقدیمات آخری)

کیا ہم اپنی تقدیر ہی پر بھروسہ کر لیں؟

صرف تقدیر ہی پر بھروسہ کر لینا درست نہیں کیونکہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے جب مذکورہ بات سنی تو عرض

کی: یا رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! پھر عمل کس لئے کریں، کیا ہم اپنی تقدیر ہی پر بھروسہ نہ کر لیں؟ تو

محبوب رب العالمین، جناب صادق و امین عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہیں! بلکہ عمل کرو، کیونکہ

جسے جس کام کے لئے پیدا کیا گیا ہے اس کے لئے وہ کام آسان کر دیا جاتا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ

آیات مبارکہ تلاوت فرمائیں:

فَأَمَّا مَنْ أَعْطَى وَ اتَّقَى ۝ وَ صَدَّقَ بِالْحُسْنَى ۝ فَسَنِيسِرُهُ لِيُسْرَى ۝ وَ أَمَّا مَنْ بَخِلَ وَ اسْتَغْنَى ۝ وَ كَذَّبَ بِالْحُسْنَى ۝ فَسَنِيسِرُهُ لِيَلْعَنَى ۝

ترجمہ کنز الایمان: تو وہ جس نے دیا اور پرہیزگاری کی اور سب سے اچھی کو سچ مانا تو بہت جلد ہم اسے آسانی مہیا کر دیں گے اور وہ جس نے بخل کیا اور بے پرواہ بنا اور سب سے اچھی کو جھٹلایا تو بہت جلد ہم اسے دشواری مہیا کر دیں گے۔ (پ 30، اللیل: 10: 5) (الزّواجر عن ائتراف الکفّار ص ۲۹۴)

(1316) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَا أَحَدٌ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ يُحِبُّ أَنْ يُزْجَعَ إِلَيَّ الدُّنْيَا وَلَهُ مَا عَلَى الْأَرْضِ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا الشَّهِيدُ، يَتَمَلَّى أَنْ يُزْجَعَ إِلَيَّ الدُّنْيَا، فَيُقْتَلَ عَشْرَ مَرَّاتٍ، لِمَا يَزِي مِنَ الْكِرَامَةِ". وَفِي رِوَايَةٍ: "لِمَا يَزِي مِنْ فَضْلِ الشَّهَادَةِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت انس رضي الله عنه سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلى الله عليه وسلم نے فرمایا: جو جنت میں داخل ہوگا دنیا بھر کی نعمتیں ملنے کے وعدہ پر بھی وہ دنیا میں لوٹنا پسند نہ کرے گا لیکن شہید یہ تمنا کرے گا کہ وہ دنیا کی طرف لوٹا جائے پس دس دفعہ قتل کیا جائے۔ اس عزت و کرامت کے باعث جو وہ دیکھتا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے شہادت کی فضیلت دیکھنے کی وجہ سے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب تمی الشهادة ان یرجع الی الدنیا، ج ۲ ص ۲۲، رقم: ۲۸۱۴ صحیح مسلم، باب فضل الشهادة فی سبیل اللہ، ج ۶ ص ۳۵، رقم: ۳۹۶۵ السنن الکبری للبیہقی، باب فضل الشهادة فی سبیل اللہ عزوجل، ج ۶ ص ۱۱۲، رقم: ۱۸۹۸۴ سنن ترمذی، باب ما جاء فی ثواب الشهداء، ج ۲ ص ۱۴۴، رقم: ۱۶۲۳ مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک، ج ۲ ص ۱۱۲، رقم: ۱۲۲۹۵)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہاں روحانی داخلہ مراد ہے جو بعض مؤمنوں کو مرتے ہی نصیب ہو جاتا ہے، جسمانی داخلہ بعد قیامت ہوگا جب دنیا ختم ہو چکی ہوگی لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔ خیال رہے کہ عام مؤمنین کی قبروں میں جنت کی کھڑکی کھول دی جاتی ہے جس سے وہاں کی ہوائیں، خوشبوئیں وغیرہ آتی رہتی ہیں شہداء وغیرہ کی روئیں سبز پرندوں کی شکل میں جنت میں داخل ہو جاتی ہیں بعد قیامت اس جسم کے ساتھ جنت میں داخلہ ہوگا۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

(اگرچہ دنیا کی ہر چیز اسے ملے) کیونکہ دنیا آفات کی جگہ ہے، اگرچہ دنیا میں کسی کو بہت زیادہ آرام ملے مگر وہ سب آرام اس آرام کے مقابل تکالیف ہیں، جیل کا اے کلاس بھی گھر کی آزادی گھر کے آرام کے مقابل ہیچ ہے۔ (پھر دس بار قتل کیا جائے) دس بار سے مراد کئی بار ہے، یعنی شہید تمنا کرے گا کہ پھر مجھے دنیا میں بھیج کر شہادت کا موقعہ دیا جائے، جو مزہ راہ خدا عزوجل میں سرکٹانے میں آیا وہ کسی چیز میں نہ آیا۔

(کیونکہ وہ احترام دیکھتا ہے) ظاہر یہ ہے کہ کرامت سے مراد اخروی عزت و حرمت ہے یعنی وہ سوچے گا کہ جب

ایک دفعہ شہید ہونے سے مجھے اتنی عزت ملی تو بار بار شہید ہونے سے کتنی عزت ملے گی اور ہو سکتا ہے کہ کرامت سے مراد وہ لذت ہو جو اسے راہِ خدا عزوجل میں سرکشانے سے ہوئی ہو، عبادت میں بھی لذت ہے، جسے اللہ کے بندے محسوس کرتے ہیں۔ (مزاۃ المناجیح، ج ۵ ص ۶۹۹)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ شہید کو قرض کے سوا سب کچھ معاف فرمادے گا۔ (مسلم)

(1317) وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "يَغْفِرُ اللَّهُ لِلشَّهِيدِ كُلَّ شَيْءٍ إِلَّا الدَّيْنَ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مسلم ہی کی ایک اور روایت ہے کہ اللہ کی راہ میں شہید ہونا قرض کے سوا سب کچھ (گناہ) مٹا دیتا ہے۔

وَفِي رِوَايَةٍ لَهُ: "أَلْقَتُلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يُكَفِّرُ كُلَّ شَيْءٍ إِلَّا الدَّيْنَ".

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب من قتل فی سبیل اللہ کفرت خطایاہ الا الدین، ج ۶ ص ۲۸، رقم: ۴۹۱۲ السنن الکبریٰ للبیہقی، باب الرجل یكون علیہ دین فلا یغزو والاباذن اهل الدین، ج ۶ ص ۲۵، رقم: ۱۸۲۸۲ مسند البزار، مسند عبداللہ بن عمرو، ج ۱ ص ۳۴، رقم: ۲۳۵۵ المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمہ ہارون، ج ۶ ص ۱۲۶، رقم: ۱۹۲۲ الاتمام باحدیث الاحکام لابن دقیق العید، کتاب الجہاد، ج ۲ ص ۳۵، رقم: ۸۹۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ نے اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ یہاں قتل مصدر مجہول ہے بمعنی قتل کیا جانا، شہید ہونا، اس کی تائید گزشتہ حدیث کر رہی ہے، اور ہو سکتا ہے کہ قتل سے مراد قتل کرنا، یعنی جہاد کرنا ہو۔

اس کی شرح ابھی ہو چکی۔ قرض سے مراد وہ قرض ہے جس کا مطالبہ کرنے کا حق بندے کو ہو خواہ بیوی کا دین، مہر ہو، یا کسی سے لیا ہو قرض، یا ماری ہوئی امانت، یا غضب کیا ہو مال کہ یہ ہی بندوں کے حقوق ہیں، اپنے ذمہ رہی ہوئی زکوٰۃ فطرانہ، قربانی، ذمہ کی نذر یا روزہ نماز وغیرہ مراد ہیں، مرقات نے یہاں ان سب چیزوں کو دین مانا ہے مگر یہ قوی نہیں، ورنہ پھر تو کوئی گناہ معاف نہ ہونا چاہیے کیونکہ ہر گناہ رب تعالیٰ کا وہ قرض ہے جو بندے نے مار لیا۔ (مزاۃ المناجیح، ج ۵ ص ۷۰۲)

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

(1318) وَعَنْ أَبِي قَتَادَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ

اللہ ﷺ ان کے درمیان کھڑے ہوئے تو آپ نے اللہ

رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ فِيهِمْ فَذَكَرَ

کی راہ میں جہاد کرنے اور اللہ پر ایمان لانے کے متعلق

أَنَّ الْجِهَادَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، وَالْإِيْمَانَ بِاللَّهِ، أَفْضَلَ

ذکر کیا کہ یہ افضل اعمال ہیں۔ پس ایک آدمی کھڑا ہوا

الْأَعْمَالِ، فَقَامَ رَجُلٌ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَرَأَيْتَ

اس نے کہا: یا رسول اللہ! آپ کا کیا خیال ہے اگر میں

إِنْ قُتِلْتُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، أَتُكْفَرُ عَنِّي خَطَايَايَ؟

اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں تو کیا میرے گناہ معاف ہو

فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "نَعَمْ،

جائیں گے تو اس سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں! اگر تو اللہ کی راہ میں قتل کیا جائے اور تو صبر کرنے والا اور ثواب کی امید رکھنے والا ہو۔ آگے بڑھنے والا اور پیچھے نہ ہٹنے والا ہو۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا کہا تو نے؟ اس نے کہا: آپ کیا خیال فرماتے ہیں کہ اگر میں اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں تو کیا میرے گناہ معاف ہو جائیں گے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ہاں! اور تو صبر کرنے والا ثواب کی امید رکھنے والا ہو آگے بڑھنے والا پیچھے ہٹنے والا نہ ہو سوائے قرض کے (وہ صاف نہیں) کیونکہ جبرئیل علیہ السلام نے مجھے یہی کہا ہے۔ (مسلم)

إِنْ قُتِلْتَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَأَنْتَ صَابِرٌ مُحْتَسِبٌ، مُقْبِلٌ غَيْرُ مُدْبِرٍ، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "كَيْفَ قُلْتَ؟" قَالَ: أَرَأَيْتَ إِنْ قُتِلْتُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، أَتَكْفُرُ عَلَيَّ خَطَايَايَ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "نَعَمْ، وَأَنْتَ صَابِرٌ مُحْتَسِبٌ، مُقْبِلٌ غَيْرُ مُدْبِرٍ، إِلَّا الدَّيْنَ فَإِنَّ جِبْرِيْلَ - عَلَيْهِ السَّلَامُ - قَالَ لِي ذَلِكْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب من قتل فی سبیل اللہ کفر بخطایا الا الدین ج ۶ ص ۲۴ رقم: ۴۹۸۸ سنن الکبزی للبیہقی: باب ما جاء من التشديد في الدين ج ۵ ص ۲۵۵ رقم: ۱۱۲۸۱ موطأ امام مالك: باب الشهداء فی سبیل اللہ ج ۲ ص ۲۶۱ رقم: ۱۸۲ (دار احیاء التراث مصر) سنن ترمذی: باب ما جاء فیمن یشہد وعلیه دین ج ۲ ص ۲۱۲ رقم: ۱۴۱۳ سنن الکبزی للنسائی: باب من قتل فی سبیل اللہ وعلیه دین ج ۳ ص ۲۲ رقم: ۴۲۶۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: (ان کے درمیان کھڑے ہوئے) وعظ فرمانے کے لیے یوں تو حضور کا ہر کلام وعظ تھا اور ہر مجلس مجلس وعظ تھی مگر بعض دفعہ اہتماماً قیام فرما کر کلام فرمایا جاتا تھا یہ بھی ان ہی میں سے تھا۔ (یہ افضل اعمال ہیں) خیال رہے کہ ایمان دل کا عمل ہے اور جہاد جسم کا عمل، ایمان تو مدار نجات ہے اور اعمال ظاہری ذریعہ ترقی درجات، بعض حالات میں جہاد نماز سے افضل ہوتا ہے اور عام حالات میں نماز جہاد سے افضل ہے، یہاں وہ ہی خاص حالات مراد ہیں لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں نماز کو افضل اعمال فرمایا گیا ہے۔ حق یہ ہے کہ یہاں خطایا سے مراد سارے صغیرہ اور کبیرہ گناہ ہیں بلکہ تمام حقوق اللہ اور حقوق عباد جیسا کہ جواب سے ظاہر ہے۔

یہاں تمام گناہوں کی معافی کے لیے دو قیدیں ارشاد ہوئیں: ایک اخلاص سے جہاد کرنا، دوسرے وہاں سے گھبرا کر نہ بھاگنا، سینہ میں تیر یا گولی کھانا۔ یہاں پیٹھ پھیرنے سے مراد بزدلی کے طور پر بھاگنے کے ارادے سے پیٹھ پھیرنا ہے، اگر اکیلارہ جانے والا غازی اپنے کیمپ کی طرف قوت حاصل کرنے کے لیے بھاگے یا جنگی چال کے طور پر پیچھے ہٹے تو اس کا یہ حکم نہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے: إِلَّا مُتَحَرِّفًا لِقِتَالٍ أَوْ مُتَحَيِّزًا إِلَىٰ فِتْنَةٍ لِهَذَا يَهْدِيهِ حَدِيثُ آيَةِ كِتَابِ رَبِّكَ

(رسول اللہ نے فرمایا: کیا کہا تم نے؟) حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کا سوال بھول نہ گئے تھے، دوبارہ سوال کرنا اظہار

اہتمام کے لیے ہے تاکہ اسے یہ جواب خوب یاد رہے۔ (مرقات)

یہاں قرض کے متعلق شارحین کے کئی قول ہیں: بعض نے فرمایا کہ قرض سے مراد بندے کے سارے مارے ہوئے حقوق ہیں چوری، خیانت، غصب، قتل وغیرہ۔ مرقات نے فرمایا کہ قرضہ سے وہ قرضہ مراد ہے جس کے ادا کرنے کی نیت نہ ہو، اگر ادا کرنے کی نیت تھی مگر موقع نہ ملا کہ شہید ہو گیا وہ قرض خود قرض خواہ سے معاف کر دیا جائے گا مگر دریا کا شہید اس کا قرضہ بھی معاف ہو جاتا ہے اور اس کی روح بلا واسطہ خود رب تعالیٰ قبض فرماتا ہے حضرت ملک الموت کے سپرد نہیں فرماتا۔ (مرقات)

یعنی ابھی وحی الہی آئی جس میں مجھ سے یہ فرمایا گیا۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ حضور پر صرف قرآن کریم

کی ہی وحی نہ ہوئی اس کے علاوہ اور بھی وحی ہوئی ہیں۔ دوسرے یہ کہ ہر وحی کو صحابہ کرام دیکھنا نہ کرتے تھے، بعض وقت ان حضرات نے وحی آتے دیکھی، بلکہ بعض اوقات جبرائیل امین کو بھی دیکھا اور بعض وقت کچھ بھی نہ دیکھا، رب تعالیٰ نے اپنے محبوب سے باتیں کر لیں پاس والوں کو خبر بھی نہ ہوئی، اس وقت جو وحی آئی یہ اسی دوسری قسم کی تھی، بعض شارحین نے فرمایا کہ یہ وحی پہلے آچکی تھی مگر یہ درست نہیں، ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس سائل سے یہ پہلے ہی فرما دیتے دوبارہ بلائے اور سوال پوچھنے کی حاجت نہ ہوتی۔ (مزاۃ المناجیح، ج ۵ ص ۷۰۱)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی

(1319) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ:

نے عرض کیا: یا رسول اللہ اگر میں قتل ہو جاؤں تو کہاں

قَالَ رَجُلٌ: أَيْنَ أَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنْ قُتِلْتُ؟ قَالَ:

رہوں گا؟ آپ نے فرمایا: جنت میں تو اس نے کچھ

"فِي الْجَنَّةِ" فَأَلْفَى مَمَرَاتٍ كُنَّ فِي يَدَيْهِ، ثُمَّ قَاتَلَ حَتَّى

کھجوریں پھینک دیں جو اس کے ہاتھ میں تھیں پھر لڑنے

قُتِلَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

لگا حتیٰ کہ شہید ہو گیا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب غزوة أحد ج ۲ ص ۲۹۵، رقم: ۲۳۶، صحیح مسلم، باب ثبوت الجنة للشہید ج ۲ ص ۵۲۲)

رقم: ۵۰۲۲ الاحاد والمثنائی، من اسمه ثابت بن قیس بن شماس، ص ۳۶۳، رقم: ۱۱۲۲، مسند الحمیدی، احادیث جابر بن عبد اللہ، ص ۵۲۶

رقم: ۱۲۲۹، سنن سعید بن منصور، باب ما جاء فی فضل الشهادة، ص ۴۱۹، رقم: ۲۵۵۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی جنت کے اس اعلیٰ مقام میں جو شہیدوں کے لیے ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس بزرگ کا خاتمہ بالخیر ہونے والا تھا اور تمام گناہوں کی معافی اس کے نصیب میں تھی شہادت اس کے مقدر ہو چکی تھی اس لیے یہ جواب عطا ہوا۔ معنی یہ ہیں تو شہید ہوتے ہی جنت میں پہنچے گا۔ وہ سائل چھوڑے کھارہا تھا اور یہ سوال کر رہا تھا جواب عالی سنتے ہی شہادت و جنت کے

شوق میں چھوڑے پھینک دیئے اسے اب تھوڑی زندگی بھی بوجھ معلوم ہونے لگی۔

بعض شارحین کا خیال ہے کہ یہ صاحب حضرت عمیر ابن حمام ہیں مگر یہ درست نہیں کیونکہ حضرت عمیر تو غزوہ بدر میں

شہید ہوئے ہیں اور واقعہ غزوہ احد کا ہے۔ (مزاہد النبی، ج ۵ ص ۸۳۰)

(1320) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ:

انْطَلَقَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ

حَتَّى سَبَقُوا الْمَشْرِكِينَ إِلَى بَدْرٍ، وَجَاءَ الْمَشْرِكُونَ،

فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا

يَقْدَمَنَّ أَحَدٌ مِنْكُمْ إِلَى شَيْءٍ حَتَّى أَكُونَ أَنَا كُونَهُ."

فَدَنَا الْمَشْرِكُونَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ: "قَوْمُوا إِلَى جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمَوَاتُ

وَالْأَرْضُ" قَالَ: يَقُولُ عُمَيْرُ بْنُ الْحَمَامِ الْأَنْصَارِيُّ

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، جَنَّةٌ عَرْضُهَا

السَّمَوَاتُ وَالْأَرْضُ؟ قَالَ: "نَعَمْ" قَالَ: بَيْحٌ بَيْحٌ؟

فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا

يَحْمِلُكَ عَلَى قَوْلِكَ بَيْحٌ بَيْحٌ؟" قَالَ: لَا وَاللَّهِ يَا رَسُولَ

اللَّهِ إِلَّا رَجَاءُ أَنْ أَكُونَ مِنْ أَهْلِهَا، قَالَ: "فَإِنَّكَ مِنْ

أَهْلِهَا" فَأَخْرَجَ تَمْرَاتٍ مِنْ قَرْبِهِ، فَجَعَلَ يَأْكُلُ

مِنْهُنَّ، ثُمَّ قَالَ: لَئِنْ أَنَا حَيِّتُ حَتَّى أَكُلَ تَمْرَاتِي

هَذِهِ إِنَّمَا لِحَيَاةٍ طَوِيلَةٍ، فَرُمِي بِمَا كَانَ مَعَهُ مِنَ

التَّمْرِ، ثُمَّ قَاتَلَهُمْ حَتَّى قُتِلَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

"الْقُرْنُ" بِفَتْحِ الْقَافِ وَالرَّاءِ: هُوَ جُعْبَةُ النَّشَابِ.

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب ثبوت الجنة للشہید ج ۳ ص ۱۵۰ رقم: ۱۰۰۱ اسنن الکبیری للبیہقی باب من تبرع

بالتعرض رجاء احدی الحسنین ج ۳ ص ۳۲ رقم: ۱۰۵۱۳ مسند امام احمد بن حنبل مسند انس بن مالک ج ۳ ص ۱۳۶ رقم: ۱۲۲۲۱ مسند

عبد ابن حمید مسند انس بن مالک ج ۳ ص ۳۴۹ رقم: ۱۲۴۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ میدان بدر میں مشرکین سے

پہلے پہنچ گئے پھر مشرکین بھی آگئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا: جب تک میں نہ کہوں کوئی کچھ نہ کرے تو مشرک

قریب آگئے۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس جنت

کی طرف اٹھو جس کی چوڑائی آسمان و زمین کے برابر

ہے۔ حضرت عمیر بن حمام انصاری رضی اللہ عنہ کہنے لگے:

یا رسول اللہ! جنت کی چوڑائی آسمانوں اور زمین جتنی

ہے؟ فرمایا: ہاں عرض کی واہ واہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا: تمہیں واہ واہ کہنے پر کس نے آمادہ کیا۔ عرض کیا:

یا رسول اللہ! اللہ کی قسم صرف اس امید نے کہ میں جنت

والوں میں سے ہوں گا۔ فرمایا: تو یقیناً جنتی ہے تو اس

نے اپنے ترکش سے کچھ کھجوریں نکالیں اور کھانے لگا۔

پھر کہا اگر میں اپنی یہ کھجوریں کھانے تک زندہ رہا تو بڑی

بسی زندگی ہے۔ تو جو کھجوریں اس کے پاس تھیں اس نے

پھینک دیں اور ان سے لڑائی شروع کر دی حتیٰ کہ شہید

ہو گیا۔ (مسلم) قرن: قاف اور را پر زبر کے ساتھ تیر

رکھنے کے تھیلے یا ترکش کو کہتے ہیں۔

بدر ایک شخص کا نام تھا جس نے ایک جگہ کنواں کھدوایا اس کنویں کا نام بھی بدر تھا، پھر اس میدان کا نام بدر ہو گیا اب وہاں بڑی بستی ہو گئی ہے۔ مدینہ منورہ سے ایک سو چوالیس میل جانب مکہ معظمہ ہے۔ اس فقیر نے اس جگہ اور اس کے متبرک مقامات کی کئی بار زیارت کی ہیں۔ پہلا باقاعدہ اسلامی جہاد اسی جگہ ہوا، بدر مذکور بھی بولا جاتا ہے مؤنث بھی یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مجاہد صحابہ کے ساتھ بدر میں پہلے پہنچ گئے، مشرکین مکہ بعد میں وہاں پہنچے۔

(اس جنت کی طرف اٹھو) یعنی اس عمل کی طرف چلو جو جنت حاصل کرنے کا ذریعہ ہے وہاں جانا گویا جنت میں ہی جانا ہے جیسے فرمایا گیا ہے کہ جنت تلواروں کے سایہ میں ہے یا جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے، عموماً ہر چیز کی چوڑائی اس کی لمبائی سے چھوٹی ہوتی ہے، جنت کی چوڑائی تمام آسمانوں اور زمینوں کی برابر ہے تو غور کرو کہ اس کی لمبائی کتنی ہوگی، اس سید الفصحاء صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت نفیس طریقہ سے باریک مسئلہ سمجھا دیا۔

آپ عمیر ابن حمام ابن اجرع انصاری سلمی ہیں، انصار میں سب سے پہلے شہید آپ ہیں، آپ کو خالد ابن اعلم نے شہید کیا۔ (مرقات)

(پر کس نے آمادہ کیا) یعنی ہمارے اس فرمان پر تم کیوں خوشی منا رہے ہو اور خوب خوب کیوں کہہ رہے ہو کچھ اس کی حقیقت بھی ہے یا صرف شغل کرتے ہوئے یہ کہتے ہو، قتل کے ڈر سے کہتے ہو یا جنت کی امید سے۔ حضور انور کا سوال اس لیے ہے کہ حضرت عمیر جواب دیں اور مسلمانوں کو ان کی اولوالعزمی معلوم ہو جائے ورنہ حضور تو ہر ایک کے دل کی حالت سے خبردار تھے جیسے جبل احد کے پتھروں کے دل کا حال معلوم کر کے فرمایا کہ احد ہم سے محبت کرتا ہے اور انسانوں کے دل کا حال کیونکر نہ معلوم ہوگا اس کا خیال رہے۔

(میں جنت والوں میں سے ہوں گا) معلوم ہوا کہ اپنا عمل و اخلاص و نیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرنا یا کاری نہیں بلکہ اس سے عمل اور زیادہ قبول ہو جاتا ہے۔

(تم یقیناً جنتی ہے) یہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر ایک کے سعید و شقی ہونے پر مطلع ہونا کہ حضرت عمیر کے جنتی ہونے یعنی ایمان پر خاتمہ اور شہادت حساب محشر میں کامیابی، پل صراط سے بخیریت گزرنے کی خبر پہلے ہی سے دے رہے ہیں کیونکہ جنت میں داخلہ ان سب منزلوں سے گزرنے کے بعد ہوگا۔ خیال رہے کہ جس کے ایمان و جنتی ہونے کی حضور رجسٹری فرمادیں اس کا جنتی ہونا ایسا ہی یقینی ہے جیسے رب کی وحدانیت یقینی ہے۔

قرن قاف اور رکے فتح سے بمعنی ترکش جس میں تیر رکھے جاتے ہیں۔

(اگر میں اپنی یہ کھجوریں کھانے تک زندہ رہا تو بڑی لمبی زندگی ہے) یہ ہے شوق شہادت کہ اب اپنی زندگی بھی بوجھ معلوم ہو رہی ہے یا یہ عمل ہے حضور کے اس فرمان عالی پر کہ قوموا الی جنۃ، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَ سَارِعُوا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ۔

(حتیٰ کہ شہید ہو گئے) اور اپنے مقصد کو پہنچ گئے، نیت خیر سے موت کی تمنا، موت کی دعا، موت حاصل کرنے کی اندک کوشش بھی عبادت ہے۔ شعر

جان تو جاتے ہی جائے گی قیامت یہ ہے

کہ یہاں مرنے پہ ٹھہرا ہے نظارہ تیرا

(مزاۃ المناجیح، ج ۵، ص ۷۰۶)

انہی سے روایت ہے کہ کچھ لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے کہ ہمارے ساتھ کچھ لوگ بھیج دیں جو ہمیں قرآن و سنت کی تعلیم دیں تو آپ نے ان کے ساتھ ستر انصاری آدمیوں کو بھیج دیا۔ ان کو قراء کہا جاتا تھا۔ ان میں میرے ماموں حضرت حرام بھی تھے۔ وہ قرآن پڑھتے اور ایک دوسرے کو رات کے وقت درس دیتے اور سیکھتے سکھاتے تھے اور دن کے وقت نماز کے لیے پانی لا کر مسجد میں رکھتے تھے۔ اور لکڑیاں کاٹ کر بیچتے اور اس سے صفہ والے فقیروں کے لیے کھانا خریدتے تو ان کو رسول اللہ ﷺ نے ان لوگوں کے ساتھ بھیجا تو وہ ان کے درپے ہو گئے اور جگہ پر پہنچنے سے پہلے ان کو قتل کر دیا تو انہوں نے قتل سے پہلے دعا کی۔ اے اللہ! ہماری طرف سے ہمارے نبی کریم (ﷺ) کو یہ بات پہنچا دے کہ ہم تجھے آملے ہیں۔ ہم تجھ سے راضی اور تو ہم سے راضی ہے۔ اور ایک آدمی حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ماموں حضرت حرام کی پچھلی طرف سے نیزہ کے ساتھ حملہ آور ہوا۔ تو حضرت حرام نے کہا رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارے بھائی قتل ہو چکے۔ اور انہوں نے کہا: اے اللہ! ہماری طرف سے ہمارے نبی کریم (ﷺ) کو یہ بات پہنچا دے کہ تو ہم سے راضی اور ہم تجھ سے راضی ہیں۔ (متفق علیہ) یہ لفظ مسلم کے ہیں۔

(1321) وَعَنْهُ، قَالَ: جَاءَ نَاسٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ ابْعَثْ مَعَنَا رِجَالًا يُعَلِّمُونَا الْقُرْآنَ وَالسُّنَّةَ، فَبَعَثَ إِلَيْهِمْ سَبْعِينَ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ يُقَالُ لَهُمْ: الْقُرَاءُ، فِيهِمْ خَالِي حَرَامٌ، يَقْرَأُونَ الْقُرْآنَ، وَيَتَدَارَسُونَ بِاللَّيْلِ يَتَعَلَّمُونَ، وَكَانُوا بِالنَّهَارِ يَحْمِيئُونَ بِالنَّاءِ، فَيَضَعُونَهُ فِي الْمَسْجِدِ، وَيَحْتَطِبُونَ فَيَبِيعُونَهُ، وَيَشْتَرُونَ بِهِ الطَّعَامَ لِأَهْلِ الصُّفَّةِ، وَلِلْفُقَرَاءِ، فَبَعَثَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَعَرَضُوا لَهُمْ فَقَتَلُوهُمْ قَبْلَ أَنْ يَبْلُغُوا الْمَكَانَ، فَقَالُوا: اللَّهُمَّ بَلِّغْ عَنَّا نَبِيَّنَا أَكَا قَدْ لَقِينَاكَ فَرَضِينَا عَنْكَ وَرَضِينَا عَنْكَ، وَأَيُّ رَجُلٍ حَرَامًا خَالَ أَنَسٍ مِنْ خَلْفِهِ، فَطَعَنَهُ بِرُمْحٍ حَتَّى أَنْفَذَهُ، فَقَالَ حَرَامٌ: فُرْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ إِخْوَانَكُمْ قَدْ قَتَلُوا وَإِيَّاهُمْ قَالُوا: اللَّهُمَّ بَلِّغْ عَنَّا نَبِيَّنَا أَكَا قَدْ لَقِينَاكَ فَرَضِينَا عَنْكَ وَرَضِينَا عَنْكَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَهَذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ»

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب غزوة الرجیع و رعل و ذکوان و بئر معونة، ج ۵ ص ۱۰۶، رقم: ۳۰۹۲، صحیح مسلم، باب ثبوت الجہاد للشہید، ج ۶ ص ۳۵، رقم: ۵۰۲۶، دلائل النبوة للمہدی، باب غزوة بئر معونة، ج ۳ ص ۳۱۵، رقم: ۱۲۲۴، جامع لاصول لابن اثیر، باب غزوة بئر معونة، ج ۸ ص ۲۶۰، رقم: ۶۰۸۶)

شرح حدیث: واقعہ بئر معونة

ماہ صفر ۲ھ میں بئر معونة کا مشہور واقعہ پیش آیا۔ ابو براء عامر بن مالک جو اپنی بہادری کی وجہ سے ملاعب الاسنہ (برچیوں سے کھیلنے والا) کہلاتا تھا، بارگاہ رسالت میں آیا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو اسلام کی دعوت دی، اس نے نہ تو اسلام قبول کیا نہ اس سے کوئی نفرت ظاہر کی بلکہ یہ درخواست کی کہ آپ اپنے چند منتخب صحابہ کو ہمارے دیار میں بھیج دیجئے مجھے امید ہے کہ وہ لوگ اسلام کی دعوت قبول کر لیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے نجد کے کفار کی طرف سے خطرہ ہے۔ ابو براء نے کہا کہ میں آپ کے اصحاب کی جان و مال کی حفاظت کا ضامن ہوں۔ (المواہب اللدنیہ و شرح الزرقانی، باب بئر معونة، ج ۲ ص ۳۹۶، مدارج النبوت، قسم سوم، باب چہارم، ج ۲ ص ۱۳۳، اذکال فی تاریخ، السنۃ الرابعۃ من الهجرة، ذکر بئر معونة، ج ۲ ص ۶۳)

اس کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ میں سے ستر منتخب صالحین کو جو قراء کہلاتے تھے بھیج دیا۔ یہ حضرات جب مقام بئر معونة پر پہنچے تو ٹھہر گئے اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے قافلہ سالار حضرت حرام بن ملحان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خط لے کر عامر بن طفیل کے پاس اکیلے تشریف لے گئے جو قبیلہ کارئیس اور ابو براء کا بھتیجا تھا۔ اس نے خط کو پڑھا بھی نہیں اور ایک شخص کو اشارہ کر دیا جس نے پیچھے سے حضرت حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نیزہ مار کر شہید کر دیا اور اس پاس کے قبائل یعنی رعل و ذکوان اور عصبہ و بنو لحيان وغیرہ کو جمع کر کے ایک لشکر تیار کر لیا اور صحابہ کرام پر حملہ کرنے لگے روانہ ہو گیا۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بئر معونة کے پاس بہت دیر تک حضرت حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی واپسی کا انتظار کرتے رہے مگر جب بہت زیادہ دیر ہو گئی تو یہ لوگ آگے بڑھے راستہ میں عامر بن طفیل کی فوج کا سامنا ہوا اور جنگ شروع ہو گئی کفار نے حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو شہید کر دیا، انہی شہداء کرام میں حضرت عامر بن لہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔ جن کے بارے میں عامر بن طفیل کا بیان ہے کہ قتل ہونے کے بعد ان کی لاش بلند ہو کر آسمان تک پہنچی پھر زمین پر آ گئی، اس کے بعد ان کی لاش تلاش کرنے پر بھی نہیں ملی کیونکہ فرشتوں نے انہیں دفن کر دیا۔ (المواہب اللدنیہ مع شرح الزرقانی، باب بئر معونة، ج ۲ ص ۳۹۸-۵۰۲، ملخصاً صحیح البخاری، کتاب الغازی، باب غزوة الرجیع، الحدیث: ۳۰۹۱، ج ۳ ص ۳۸)

حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عامر بن طفیل نے یہ کہہ کر چھوڑ دیا کہ میری ماں نے ایک غلام آزاد کرنے کی منت مانی تھی اس لئے میں تم کو آزاد کرتا ہوں یہ کہا اور ان کی چوٹی کا بال کاٹ کر ان کو چھوڑ دیا۔

(المواہب اللدنیہ مع شرح الزرقانی، باب بئر معونة، ج ۲ ص ۵۰۱)

حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں سے چل کر جب مقام مقررہ میں آئے تو ایک درخت کے سائے

میں ٹھہرے وہیں قبیلہ بنو کلاب کے دو آدمی بھی ٹھہرے ہوئے تھے۔ جب وہ دونوں سو گئے تو حضرت عامر بن امیہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان دونوں کافروں کو قتل کر دیا اور یہ سوچ کر دل میں خوش ہو رہے تھے کہ میں نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے خون کا بدلہ لے لیا ہے مگر ان دونوں شخصوں کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امان دے چکے تھے جس کا حضرت عمر بن امیہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو علم نہ تھا۔

(کتاب المغازی للواتدی، باب غزوة بنی النضیر، ج ۱، ص ۶۳ و السیرة النبویة لابن ہشام، حدیث بر معونہ، ص ۶۷)

جب مدینہ پہنچ کر انہوں نے سارا حال دربار رسالت میں بیان کیا تو اصحاب بئر معونہ کی شہادت کی خبر سن کر سرکار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اتنا عظیم صدمہ پہنچا کہ تمام عمر شریف میں کبھی بھی اتنا رنج و صدمہ نہیں پہنچا تھا۔ چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مہینہ بھر تک قبائل رعل و ذکوان اور عصبہ و بنو لحيان پر نماز فجر میں لعنت بھیجتے رہے اور حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جن دو شخصوں کو قتل کر دیا تھا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان دونوں کے خون بہا ادا کرنے کا اعلان فرمایا۔ (المواہب اللدیة مع شرح الزرقانی، باب بئر معونہ، ج ۲، ص ۵۰۳، ۵۰۸)

(1322) وَعَنْهُ قَالَ: غَابَ عَمِّيَّ أَنَسُ بْنُ النَّضْرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ قِتَالِ بَدْرٍ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، غِيبْتُ عَنْ أَوَّلِ قِتَالٍ قَاتَلْتُ الْمُشْرِكِينَ، لَكِنَّ اللَّهَ أَشْهَدَنِي قِتَالَ الْمُشْرِكِينَ لَيْرِينَ اللَّهُ مَا أَصْنَعُ. فَلَمَّا كَانَ يَوْمَ أُحُدٍ انْكَشَفَ الْمُسْلِمُونَ فَقَالَ: اَللَّهُمَّ إِنِّي اعْتَذِرُ إِلَيْكَ بِمَا صَنَعْتُ هَؤُلَاءِ - يَعْنِي: أَصْحَابَهُ - وَأَبْرَأُ إِلَيْكَ بِمَا صَنَعْتُ هَؤُلَاءِ - يَعْنِي: الْمُشْرِكِينَ - ثُمَّ تَقَدَّمَ فَاسْتَقْبَلَهُ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ فَقَالَ: يَا سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ، الْجَنَّةُ وَرَبِّ النَّضْرِ، إِنِّي أَجِدُ رِيحَهَا مِنْ دُونِ أُحُدٍ! فَقَالَ سَعْدُ: فَمَا اسْتَطَعْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا صَنَعْتُ! قَالَ أَنَسُ: فَوَجَدْنَا بِهِ بَضْعًا وَتَمَانِينَ ضَرْبَةً بِالسَّيْفِ، أَوْ طَعْنَةً بِرُمْحٍ أَوْ رَمِيَّةً بِسَهْمٍ، وَوَجَدْنَاهُ قَدْ قُتِلَ وَمَقَّلَ بِهِ الْمُشْرِكُونَ، فَمَا عَرَفَهُ أَحَدٌ إِلَّا أُخْتَهُ بَيْتَانِيهِ. قَالَ أَنَسُ: كُنَّا نَرَى - أَوْ نَنْظُرُ - أَنَّ هَذِهِ

انہی سے روایت ہے کہ میرے چچا انس بن نضر جنگ بدر سے غائب تھے انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! مشرکوں کے خلاف آپ کی پہلی جنگ میں میں غیر حاضر تھا اگر اللہ تعالیٰ نے مشرکوں سے جنگ میں مجھے حاضر کیا تو جو میں کروں گا اللہ کریم ظاہر فرمادے گا تو جب اُحد کا دن ہوا مسلمانوں کو بظاہر شکست ہوئی تو انہوں نے کہا: اے اللہ! میرے ساتھیوں نے جو کچھ کیا اس سے میں تیری بارگاہ میں معذرت چاہتا ہوں یعنی صحابہ کرام نے اور ان مشرکوں کی کارروائی سے تیری طرف بری ہوں پھر آگے بڑھے تو ان کا حضرت سعد سے سامنا ہوا کہنے لگے: اے سعد! رب کعبہ کی قسم مجھے اُحد کے دامن سے جنت کی خوشبو آرہی ہے۔ حضرت سعد بن معاذ کہتے ہیں: یا رسول اللہ میں وہ نہ کر سکا جو انس بن نضر نے کیا۔ حضرت انس (بن مالک) کہتے ہیں ہم نے ان کو اسی (80) سے چند اوپر زخموں کے

ساتھ دیکھا جو تلوار نیزے یا تیر کے تھے وہ ہمیں ایسے حال میں ملے کہ قریش نے ان کا مثلہ کر دیا تھا ان کو اس حالت میں کسی نے نہ پہچانا صرف ان کی بہن نے انہیں ان کے پوروں سے پہچانا۔ حضرت انس (بن مالک) کہتے ہیں ہم یہ سمجھتے تھے کہ یہ آیت ان کے بارے اور ان جیسوں کے بارے میں نازل ہوئی (ایمانداروں میں سے کچھ مرد وہ ہیں جنہوں نے اللہ سے کئے ہوئے وعدہ کو سچا کر دیا..... آخر تک) (متفق علیہ) باب الجہاد میں یہ حدیث گزر چکی ہے۔

الآیة نزلت فیہ و فی أشباهہ: (من المؤمنین رجال صدقوا ما عاهدوا اللہ علیہ فمئثم من قطنی نحبہ) (الأحزاب: 23) إلی آخرها. متفق علیہ. وقد سبق فی باب الجہاد.

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب غزوة احد ج ۲ ص ۲۹۵، رقم: ۲۰۲۸، صحیح مسلم، باب ثبوت الجنة للشہید ج ۲ ص ۱۰۴،

رقم: ۵۰۲۴، مستدرک للحاکم، کتاب الجہاد ج ۲ ص ۲۹۸، رقم: ۲۵۵۴، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب ترک القود بالقسامۃ ج ۸ ص ۱۲۸،

رقم: ۱۶۹۰۰، مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک ج ۲ ص ۲۰۱، رقم: ۱۳۱۰۴)

شرح حدیث: حضرت انس بن نصر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چچا ہیں۔ یہ بہت ہی بہادر اور جاں باز صحابی ہیں۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میرے چچا حضرت انس بن نصر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگ احد کے دن اکیلے ہی کفار سے لڑتے ہوئے آگے بڑھتے ہی چلے گئے جب آپ نے دیکھا کہ کچھ مسلمان سست پڑ گئے ہیں اور آگے نہیں بڑھ رہے تو آپ نے بلند آواز سے لکار کر فرمایا: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ اِنِّي لَأَجِدُ رِيحَ الْجَنَّةِ دُونَ اُحُدٍ وَاِنَّهَا لَرِيحُ الْجَنَّةِ (یعنی میں اس ذات کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ میں احد پہاڑ کے پاس جنت کی خوشبو پارہا ہوں اور یقیناً بلاشبہ یہ جنت ہی کی خوشبو ہے۔) آپ نے یہ فرمایا اور اکیلے ہی کفار کے زخموں میں لڑتے لڑتے زخموں سے چور ہو کر گر پڑے اور شہادت کے شرف سے سرفراز ہوئے۔

ان کے بدن پر تیروں، تلواروں اور نیزوں کے اسی سے زیادہ زخم گئے تھے اور کفار نے ان کی آنکھوں کو پھوڑ کر اور ناک، کان، ہونٹ کو کاٹ کر ان کی صورت اس قدر بگاڑ دی تھی کہ کوئی شخص ان کی لاش کو پہچان نہ سکا مگر جب ان کی بہن حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا آئیں تو انہوں نے ان کی انگلیوں کے پوروں کو دیکھ کر پہچانا کہ یہ میرے بھائی انس بن نصر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لاش ہے۔

حضرت انس بن نصر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگ بدر میں شریک نہیں ہو سکے تھے اس کا انہیں شدید رنج و قلق تھا کہ افسوس

امیں اسلام کے پہلے غزوہ میں غیر حاضر رہا۔ پھر وہ اکثر کہا کرتے تھے کہ اگر آئندہ کبھی اللہ تعالیٰ نے یہ دن دکھایا کہ کفار سے جنگ کا موقع ملا تو اللہ تعالیٰ دیکھ لے گا کہ میں جنگ کیا کرتا ہوں اور کیا کر دکھاتا ہوں۔

چنانچہ ۳ھ میں جب جنگ احد ہوئی تو انہوں نے خدا تعالیٰ سے جو وعدہ کیا تھا وہ پورا کر کے دکھا دیا کہ اپنے بدن پر اسی زخموں سے زائد زخم کھا کر شہید ہو گئے۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان کی شان میں قرآن کریم کی یہ آیت نازل ہوئی۔

مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ

ترجمہ کنز الایمان: مسلمانوں میں کچھ وہ مرد ہیں جنہوں نے سچا کر دیا جو عہد اللہ سے کیا تھا۔

(پ ۲۱، الاحزاب: ۲۳)

(الاکمال فی اسماء الرجال، حرف الہزۃ، فصل فی الصحابہ، ص ۵۸۵ و اسد الغابۃ، نس بن النضر، ج ۱، ص ۱۹۸ و حجۃ اللہ علی العالمین، الخاثری

اثبات کرامات الاولیاء... الخ، المطلب الثالث فی ذکر حملۃ حمیلہ... الخ، ص ۶۱۹)

خدا نے قسم پوری فرمادی

حضرت انس بن النضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جھگڑا و تکرار کرتے ہوئے ایک انصاری کی لڑکی کے دو اگلے دانت توڑ ڈالے۔ لڑکی والوں نے قصاص کا مطالبہ کیا اور شہنشاہ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے قرآن مجید کے حکم کے مطابق یہ فیصلہ فرمادیا کہ ربیعہ بنت النضر کے دانت قصاص میں توڑ دیئے جائیں۔

جب حضرت انس ابن النضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پتہ چلا تو وہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور یہ کہا: یا رسول اللہ! عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم خدا تعالیٰ کی قسم! میری بہن کا دانت نہیں توڑا جائے گا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ اے انس بن النضر! تم کیا کہہ رہے ہو؟ قصاص تو اللہ تعالیٰ کی کتاب کا فیصلہ ہے۔ یہ گفتگو ابھی ہو رہی تھی کہ لڑکی والے دربار نبوت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ یا رسول اللہ! عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم قصاص میں ربیعہ کا دانت توڑنے کے بدلے میں ہم لوگوں کو دیت (مالی معاوضہ) دلا دیا جائے۔ اس طرح انس بن النضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قسم پوری ہو گئی اور ان کی بہن حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا دانت توڑے جانے سے بچ گیا۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اس موقع پر یہ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے کچھ ایسے لوگ بھی ہیں کہ اگر وہ کسی معاملہ میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم کو پوری فرمادیتا ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب والجروح قصاص، الحدیث: ۶۱۱، ج ۳، ص ۲۱۵)

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے ارشاد گرامی کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے کچھ ایسے مقبولان بارگاہ الہی ہیں کہ اگر کسی ایسی چیز کے بارے میں جو بظاہر ہونے والی نہ ہو، اللہ تعالیٰ کے یہ بندے اگر قسم کھالیں

کہ ہو جائے گی تو اللہ تعالیٰ ان مقدس بندوں کی قسموں کو ٹوٹنے نہیں دیتا بلکہ اس نہ ہونے والی چیز کو موجود فرما دیتا ہے تاکہ ان مقدس بندوں کی قسم پوری ہو جائے۔

دیکھ لیجئے کہ حضرت ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہا کیلئے دربار نبوت سے قصاص کا فیصلہ ہو چکا تھا اور مدعی نے قصاص ہی کا مطالبہ کیا تھا لیکن جب حضرت انس بن النضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قسم کھا گئے کہ خدا کی قسم! میری بہن کا دانت نہیں توڑا جائے گا تو خدا تعالیٰ نے ایسا ہی سبب پیدا کر دیا۔ تو ظاہر ہے کہ اگر فیصلہ کے مطابق دانت توڑ دیا جاتا تو ان کی قسم ٹوٹ جاتی مگر خدا تعالیٰ کا فضل و کرم ہو گیا کہ مدعی کا دل بدل گیا اور اس نے بجائے قصاص کے دیت کا مطالبہ کر دیا اس طرح دانت ٹوٹنے سے بچ گیا اور ان کی قسم پوری ہو گئی۔

اس کی بہت سی مثالیں اور ثبوت حاصل ہوں گے کہ اللہ والے جس بات کی قسم کھا گئے اللہ تعالیٰ نے اس چیز کو موجود فرما دیا اگرچہ وہ چیز ایسی تھی کہ بظاہر اس کے ہونے کی کوئی بھی صورت نہیں تھی۔

(1323) وَعَنْ سَمُرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ رَجُلَيْنِ آتِيَانِي فَصَعِدَا بِي الشَّجَرَةَ فَأَدْخَلَانِي دَارًا هِيَ أَحْسَنُ وَأَفْضَلُ لَمْ أَرَ قَطُّ أَحْسَنَ مِنْهَا، قَالَا: أَمَا هَذِهِ الدَّارُ فَدَارُ الشُّهَدَاءِ". رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ، وَهُوَ بَعْضُ مِنْ حَدِيثِ طَوِيلٍ فِيهِ أَنْوَاعٌ مِنَ الْعِلْمِ سَيَأْتِي فِي بَابِ تَحْرِيمِ الْكُذْبِ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى.

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے آج رات دو آدمیوں کو دیکھا جو میرے پاس آئے انہوں نے مجھے ایک درخت پر چڑھایا، پھر مجھے ایک گھر میں داخل کیا جو سب سے اچھا اور افضل تھا جو میں نے کبھی دیکھا نہیں تھا۔ ان دونوں نے کہا یہ شہیدوں کا گھر ہے۔ (بخاری) یہ ایک طویل حدیث کا بعض حصہ ہے۔ جس میں کئی اقسام علم ذکر ہوں گی۔ عنقریب جھوٹ کی حرمت کے باب میں آئے گی۔

انشاء اللہ تعالیٰ!

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما قبل فی اولاد المشرکین ج ۲ ص ۱۰۲، رقم: ۱۲۸۱ صحیح ابن خبان، باب فضل الشهادة ج ۱ ص ۵۱۶، رقم: ۲۱۵۱)

شرح حدیث: یہ حدیث مرآة میں یوں بیان کی گئی ہے:

روایت ہے حضرت سمرہ ابن جندب سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھتے تو اپنے چہرہ انور سے ہم پر متوجہ ہوتے فرماتے تم میں آج رات کسی نے خواب دیکھا ہے فرماتے ہیں اگر کسی نے خواب دیکھا ہوتا تو اسے بیان کرتا آپ وہ فرماتے جو رب چاہتا چنانچہ ہم سے پوچھا فرمایا تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے؟ ہم نے عرض کیا نہیں فرمایا لیکن میں نے آج رات دو شخصوں کو دیکھا جو میرے پاس آئے انہوں نے میرے ہاتھ پکڑے پھر مجھے مقدس

زمین کی طرف لے گئے تو ایک شخص بیٹھا تھا اور ایک شخص کھڑا تھا جس کے ہاتھ میں لوہے کا زنبور ہے جسے اس کے جڑے میں داخل کرتا ہے تو اسے چیر دیتا ہے حتیٰ کہ اس کی گدی تک پہنچا دیتا پھر اسکے دوسرے جڑے سے اسی طرح کرتا اور اس کا وہ جڑا بھر جاتا پھر لوٹتا تو اسی طرح کرتا ہے میں نے کہا یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا چلئے چنانچہ ہم چل دیئے حتیٰ کہ ایک شخص پر پہنچے جو اپنی پیٹھ پر لیٹا ہے اور ایک شخص اسکے سر پر پتھر یا چٹان لیے کھڑا ہے جس سے اس کا سر کچل رہا ہے جب اسے مارتا ہے تو پتھر لڑھک جاتا ہے وہ اسے لینے چلا جاتا ہے وہ اس تک لوٹ کر نہیں آتا حتیٰ کہ اس کا سر بھر جاتا ہے اور اس کا سر جیسا تھا ویسا ہو جاتا ہے پھر وہ لوٹ کر اس تک آتا ہے اور اسے مارتا ہے میں نے کہا یہ کیا ہے؟ وہ بولے چلئے تو ہم چلے حتیٰ کہ ہم ایک سو راخ تک پہنچے جو تنور کی طرح تھا کہ اس کا اوپر تنگ نیچا فراخ تھا جس کے نیچے آگ تھی جب آگ بھڑکتی تو وہ لوگ اوپر اچھلتے حتیٰ کہ اس کے نکلنے کے قریب ہو جاتے اور جب بجھتی تو اس میں لوٹ جاتے اس میں ننگے مرد و عورتیں تھیں میں نے کہا یہ کیا ہے؟ وہ بولے چلئے ہم چل دیئے حتیٰ کہ ایک خون کی نہر پر پہنچے جس میں ایک آدمی درمیان نہر کے کھڑا تھا اور نہر کے کنارے پر ایک آدمی کھڑا ہے جس کے سامنے پتھر تھے جو آدمی نہر میں تھا وہ آتا جب نکلنا چاہتا تو یہ شخص اس کے منہ میں پتھر مارتا تو اسے وہاں ہی لوٹا دیتا جہاں تھا پھر یہ کرنے لگا کہ جب بھی یہ نکلنے کے لیے آتا تو اس کے منہ میں پتھر مارتا وہ جہاں تھا وہاں لوٹ جاتا میں نے کہا یہ کیا ہے؟ وہ بولے چلئے ہم چلے حتیٰ کہ ایک سبز باغ تک پہنچے جس میں ایک بڑا درخت تھا جس کی جڑ میں ایک بوڑھے صاحب اور کچھ بچے تھے ایک شخص درخت سے قریب تھا جس کے سامنے آگ تھی جسے وہ روشن کر رہا تھا یہ مجھے درخت تک لے گئے مجھے اس گھر میں داخل کیا جو درخت کے نیچے ہی تھا اس سے اچھا مکان میں نے کبھی نہ دیکھا اس میں کچھ لوگ بوڑھے اور جوان اور عورتیں و بچے تھے پھر وہ مجھے وہاں سے لے گئے مجھے اس درخت میں جڑ کے پاس ایسے گھر میں داخل کیا جو اس سے بھی اچھا اور بہتر تھا اس میں بوڑھے اور جوان تھے میں نے ان دونوں سے کہا تم نے مجھے آج رات بھر پھرایا مجھے اس کی خبر دو جو میں نے دیکھا وہ بولے ہاں لیکن وہ شخص جسے آپ نے دیکھا کہ اس کا جڑا چیرا جا رہا ہے یہ وہ جھوٹا ہے جو جھوٹی خبر دیتا ہے جو اس سے نقل کی جاتی ہے حتیٰ کہ سارے ملک میں پھیل جاتی ہے جو کچھ آپ نے دیکھا اس کے ساتھ تار و ز قیامت کیا جاوے گا اور جو آپ نے دیکھا اس کا سر پکلا جا رہا ہے یہ وہ شخص ہے جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن سکھایا اور وہ رات میں اس سے غافل سویا اور دن میں اس کے فرمان پر عمل نہ کیا جو کچھ آپ نے دیکھا اس کے ساتھ یہ قیامت تک کیا جاوے گا اور جو لوگ آپ نے تنور میں دیکھے یہ زانی لوگ ہیں اور جسے آپ نے نہر میں دیکھا وہ سو خوار ہے اور وہ بوڑھے صاحب جنہیں آپ نے درخت کی جڑ میں دیکھا ابراہیم علیہ السلام ہیں اور ان کے آس پاس والے بچے وہ لوگوں کی اولاد ہے اور وہ جو آگ روشن کر رہے تھے وہ مالک ہیں دوزخ کے خزانچی اور پہلا گھر جس میں آپ گئے وہ عام مسلمانوں کا گھر ہے اور یہ گھر شہداء کا گھر ہے میں جبریل ہوں اور یہ میکائیل اپنا سر تو اٹھائے میں نے اپنا سر اٹھایا تو ناگاہ میرے سر پر بادل جیسا تھا اور ایک روایت میں ہے کہ سفید تہ بہ تہ بادل جیسا وہ دونوں بولے یہ آپ کا گھر ہے

میں نے کہا مجھے چھوڑو اپنے گھر میں جاؤں وہ بولے کہ ابھی آپ کی عمر باقی ہے جو آپ نے پوری نہیں کی اگر آپ وہ پوری کر لیتے تو اپنے گھر چلے جاتے۔ (بخاری) اور عبد اللہ ابن عمر کی حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب مدینہ منورہ کے بارے میں باب حرم مدینہ میں ذکر کی گئی۔

عظیم الشان حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(حضرت سمرہ ابن جندب) آپ کا ذکر بارہا ہو چکا ہے کہ آپ عظیم الشان صحابی ہیں، بڑے محدث ہیں، بصرہ میں آپ کی وفات ہوئی، ۵۹ ہجری میں یا ۶۰ ہجری میں۔

(تم میں آج رات کسی نے خواب دیکھا ہے) معلوم ہوا کہ لوگوں سے خواب پوچھنا اس کی تعبیر دینا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے بشرطیکہ تعبیر خواب کا علم ہو۔

(ہم نے عرض کیا نہیں) یا تو صراحتاً نہیں فرمایا تمام حضرات خاموش رہے، یہ خاموشی نفی کی علامت تھی۔ (مرقات) پہلا احتمال زیادہ قوی ہے۔

(پھر مجھے مقدس زمین کی طرف لے گئے) یہ حضور کی معراج منامی یعنی خواب کی معراج ہے۔ زمین مقدس سے مراد فلسطین کی زمین ہے جہاں بیت المقدس واقع ہوا ہے، چونکہ اس زمین میں حضرات انبیاء کے مزارات بہت ہیں اس لیے اسے قدس کہا جاتا ہے۔ چنانچہ بیت المقدس سے تیس ۳۰ میل کے فاصلہ پر ایک بستی ہے خلیل الرحمن وہاں ہے غار انبیاء، اس غار میں ستر ہزار نبیوں کے مزارات ہیں، میں نے وہاں کی زیارت کی ہے، درمیان میں بیت اللحم آتا ہے جائے پیدائش عیسیٰ علیہ السلام یا زمین مقدس سے کوئی اور پاک زمین مراد ہے۔ واللہ اعلم!

(حتیٰ کہ اس کی گدی تک پہنچا دیتا) یہ کھڑا ہوا شخص فرشتہ عذاب تھا اور بیٹھا ہوا شخص مجرم انسان، یہ عذاب برزخی تھا جو حضور کو آنکھوں سے دکھایا گیا۔

(پھر لوٹتا تو اسی طرح کرتا ہے) یعنی دو طرفہ جڑے چیرنے کا کام مسلسل کر رہا تھا داہنا جڑا چیرتا تو اتنی دیر میں بائیں جڑا بھر کر چیرنے کے قابل ہو جاتا اور جب بائیں جڑا چیرتا تو داہنا جڑا بھر کر چیرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔

(انہوں نے کہا چلے) یعنی آگے چلے ابھی آپ نے اور بھی عجائبات دیکھنے ہیں سب کی تفصیل آخر میں ایک ساتھ عرض کر دی جاوے گی۔

(چٹان لیے کھڑا ہے) فہر یا تو چھوٹی پتھریاں مٹھی بھر کر یا مطلقاً پتھر۔ صخرہ بڑا پتھر بمعنی چٹان شک، راوی کو ہے کہ حضور انور نے فہر فرمایا، یا صخر۔

(وہ اسے لینے چلا جاتا ہے) اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں صخر فرمایا ہوگا یعنی چٹان کیونکہ یہ صفات چٹان کی ہیں، لڑھکنا پھر اسے اٹھانے جانا، پتھریوں کے لیے بکھر جانا، انہیں جمع کرنا (بیننا) کہا جاتا ہے۔

(اس کا سر جیسا تھا ویسا ہو جاتا ہے) یعنی اس شخص کے پتھر لینے جانے کے دوران اس شخص کا پچلا ہوا سر پہلے کی طرح بالکل درست اور کچلنے کے قابل ہو جاتا ہے۔

(اور اسے مارتا ہے) مگر اسے بار بار مارنے سے سر کچلنے سے وہ شخص مرتا نہیں ورنہ عذاب کا دوام کیسے ہو۔

(جو تنور کی طرح تھا) مشکوٰۃ شریف کے بعض نسخوں میں بجائے ثقب کے نقب نون سے ہے، ثقب ٹ سے ہر آر پار سوراخ کو کہتے ہیں خواہ چھوٹا ہو یا بڑا مگر نقب نون سے بڑے سوراخ کو ہی کہا جاتا ہے، ثقب ٹ سے زیادہ مشہور ہے۔
(جب بھجھتی تو اس میں لوٹ جاتے) مگر اس کے باوجود ان کی جان نہیں نکلتی ہے تاکہ آگ کا یہ عذاب ان پر قائم رہے۔

(مرد و عورتیں تھیں) یعنی پہلے دیکھے ہوئے دو عذاب شخصی تھے یہ تیسرا عذاب قومی تھا جس میں مرد و عورتیں سب ایک ساتھ ہی گرفتار تھے۔ خدا کی پناہ!

(اسے وہاں ہی لوٹا دیتا جہاں تھا) یعنی جو شخص خون کی نہر میں کھڑا ہے وہ سخت تنگی مصیبت و تکلیف میں ہے وہ وہاں سے نکلنا چاہتا ہے۔ آج گرمیوں کے موسم میں گرم پانی کے ٹپ میں کھڑا ہونا ہی سخت تکلیف دہ ہوتا ہے وہ تو گرم خون میں کھڑا ہوتا تھا اس سے بھاگتا تھا مگر کنارے والا آدمی اسے نکلنے نہ دیتا تھا، نہر کے اس پار نکلنے کی راہ نہ تھی اس لیے وہ اس طرف بھاگ کر آتا اور پتھر کھا کر لوٹ جاتا یہ تو عذاب دکھائے گئے اب ثواب دکھائے جاتے ہیں۔
(وہ بولے چلئے) اور اس کی قدرتیں و رحمتیں بھی دیکھئے۔

(ایک بوڑھے صاحب اور کچھ بچے) یہاں جڑ سے مراد عین جڑ نہیں بلکہ درخت کی جڑ سے محض جگہ مراد ہے، درخت کے پھیلاؤ کے نیچے وہاں یہ بزرگ اور بچے ہیں۔ (مرقات)
(جو درخت کے نیچے ہی تھا) درخت کے نیچے مکان ہونے کی کیفیت ہماری سمجھ سے بالا ہے۔ اسے دیکھنے والا جانے یا دکھانے والا بہر حال جو صورت بھی ہو ہمارا اس پر ایمان ہے۔

(اس سے اچھا مکان میں نے کبھی نہ دیکھا) یعنی اس دنیا میں کبھی ایسا شاندار مکان نہ دیکھا ورنہ منامی جسمانی خوابوں میں جنت میں مکانات دیکھے تھے یہ بھی جنت کا ہی مکان تھا۔

(جوان اور عورتیں و بچے تھے) شباب جمع ہے شباب کی بمعنی جوان مرد ہو یا عورت سب پر بولا جاتا ہے۔

(جو اس سے بھی اچھا اور بہتر تھا) یعنی اس گھر کی بناوٹ اور یہاں کی زیب و زینت پہلے گھر سے کہیں زیادہ تھی، حسن سے مراد ہے ذاتی خوبی، فضل سے مراد ہے آرائش و افضلیت۔

(اس میں بوڑھے اور جوان تھے) یہاں عورتوں بچوں کا ذکر نہیں اس کی وجہ بیان تعبیر سے ہی معلوم ہوگی اس لیے کہ یہ جگہ کاملین کی ہے اور عورتیں بچے کامل کم ہوتے ہیں اس لیے۔

(مجھے اس کی خبر دو) تاکہ خواب کی تعبیر خواب ہی میں ہو جاوے۔ سبحان اللہ اس خواب کے بھی قربان جائیے اور اس تعبیر کے بھی نندا۔

(سارے ملک میں پھیل جاتی ہے) یعنی جھوٹ کا موجد جھوٹ گھڑنے والا اور لوگوں میں جھوٹ پھیلانے والا جس سے اور لوگ بھی جھوٹ بولیں، اس میں دنیاوی جھوٹے بھی داخل ہیں اور دینی جھوٹے بھی، جو بے دینی کا موجد جھوٹا دین گھڑ کر لوگوں میں شائع کرے لوگ اس جھوٹ کی تصدیق کریں وہ بھی اسی زمرے میں ہے، مثلاً مرزا نے کہا میں نبی ہوں یہ جھوٹ گھڑا پھر اس کے قابعین نے کہا ہاں واقعی وہ نبی ہے یہ ہوئی اس جھوٹ کی اشاعت۔ فرض کہ غلط بات، غلط مسئلہ، غلط عقیدہ ایجاد کرنے والوں کا یہ انجام ہے۔

(یہ قیامت تک کیا جاوے گا) چونکہ عالم بے عمل فاسق بھی ہے فاسق گربھی یا گمراہ بھی ہے گمراہ گربھی کہ اس کی دیکھا دیکھی بہت لوگ بد عمل یا بد عقیدہ ہو جاتے ہیں اس لیے اس کو عذاب بھی بہت ہوا، چونکہ رات میں تلاوت قرآن زیادہ ہوتی ہے دن میں عمل قرآن زیادہ کہ نوے فیصدی اعمال دن میں ہوتے ہیں اس لیے عمل کو دن کے ساتھ خاص فرمایا اور رات کے متعلق فرمایا کہ سو گیا یعنی رات میں نماز تہجد وغیرہ نہ پڑھی جس میں قرآن شریف کی تلاوت کرتا جو سر خدا کے لیے نہ جھکے وہ کچلنے کے ہی قابل ہے۔

(یہ زانی لوگ ہیں) چونکہ زانی اور زانیہ غیر کے سامنے ننگے ہوتے تھے اس لیے انہیں دوزخ میں ننگا رکھا گیا تاکہ اپنا یہ شوق پورا کریں۔ اس سے آج کل کے فیشن پرست لوگ عبرت پکڑیں جو نیم عریاں لباس میں باہر پھرتے ہیں، نیز انہوں نے دنیا میں آتش شہوت بے جا بھڑکائی لہذا وہ بھڑکتی آگ میں جلانے گئے، شہوت اپنے محل پر خرچ ہو تو نور ہے اور بے محل خرچ ہو تو نار۔

(وہ سود خوار ہے) چونکہ دنیا میں سود خوار لوگوں کے خون چوستا تھا کہ غریبوں کا مال سود کے ذریعہ حرام طریقے سے جمع کر کے امیر بنتا تھا لہذا اسے خون کی نہر میں کھڑا کیا گیا۔

(وہ لوگوں کی اولاد ہے) علماء فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کے چھوٹے بچے جو عین بچپن میں فوت ہو جاویں وہ برزخ میں، حضرت ابراہیم علیہ السلام و سارہ رضی اللہ عنہا کی پرورش میں رہتے ہیں، قیامت میں سوائے ابراہیم علیہ السلام کے باقی تمام جوان ہوں گے بے ڈاڑھی مونچھ۔

(دوزخ کے خزانچی) مالک نام ہے داروغہ دوزخ کا۔

(وہ عام مسلمانوں کا گھر ہے) یعنی وہ جنت کا وہ مقام ہے جہاں عام جنتی مسلمان رہیں گے اس لیے آپ نے وہاں مرد عورتیں اور بچے دیکھے۔

(اور یہ گھر شہداء کا گھر ہے) یعنی یہ گھر شہیدوں اور خاص مؤمنوں کا ہے اس لیے یہاں عورتیں اور بچے کم ہیں کہ یہ

مراتب مومنوں کو ہی حاصل ہوتے ہیں۔

(میں جبرئیل ہوں) تمام فرشتوں میں افضل حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں۔ (مرقات)

(سفید تہ بہ تہ بادل جیسا) یعنی وہ مکان بہت حسین خوشنما، بہت اونچا، بہت وسیع کہ جہاں تک بغیر اس کے فضل کے پہنچا جاسکے۔

(آپ کا گھر ہے) جنت کا گھر جتنا اونچا اتنا ہی اعلیٰ دوزخ کا گھر جس قدر نیچا اتنا ہی بدتر، چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام جہان سے افضل و اعلیٰ ہیں لہذا آپ کا مقام بھی سب سے اونچا و اعلیٰ ہے اتنا اونچا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت میں کھڑے ہو کر اسے بادل کی طرح اونچا دیکھا۔

(تو اپنے گھر چلے جاتے) شاید حضور انور نے وہاں رہنا چاہا اس لیے یہ عرض کیا گیا صرف دیکھنے سے منع نہ کیا گیا یعنی اس گھر میں روحانی طور پر رہنا بعد وفات ہوگا اور جسمانی رہنا بعد قیامت ابھی نہ تو حضور کی وفات ہوئی ہے نہ قیامت آئی لہذا ابھی کسی قسم کا رہنا نہیں ہو سکتا لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ عمر پوری کرنے پر بھی اس کا داخلہ نہیں وہاں داخلہ تو بعد قیامت ہوگا۔ اس پوری حدیث سے معلوم ہوا کہ اچھی خواب کے بیان کرنے اور تعبیر دینے میں جلدی بہتر ہے، دیکھو حضور انور نے رات کی خواب سویرے ہی بعد نماز فجر بیان بھی کر دی تعبیر بھی دے دی۔ (مراۃ المناجیح، ج ۶ ص ۴۵۷)

(1324) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ أُمَّ
الرَّبِيعِ بِنْتَ الْبَرَاءِ وَهِيَ أُمُّ حَارِثَةَ بِنِ سُرَّاقَةَ، آتَتْ
النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ،
أَلَا تُحَدِّثُنِي عَنْ حَارِثَةَ - وَكَانَ قُتِلَ يَوْمَ بَدْرٍ - فَإِنْ
كَانَ فِي الْجَنَّةِ صَدْرَتْ، وَإِنْ كَانَ غَيْرَ ذَلِكَ اجْتَهَدْتُ
عَلَيْهِ فِي الْبُكَاءِ، فَقَالَ: يَا أُمَّ حَارِثَةَ إِنَّهَا جَنَّانٌ فِي
الْجَنَّةِ، وَإِنَّ إِبْنِكَ أَصَابَ الْفِرْحَانُوسَ الْأَعْلَى، رَوَاهُ
الْبُخَارِيُّ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ام الربیع بنت براء یہ حارثہ بن سراقہ کی ماں ہیں رسول اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئیں تو عرض کیا: یا رسول اللہ کیا آپ مجھے حارثہ کے بارے میں نہیں بتاتے وہ بدر کے دن شہید ہوا تھا اگر وہ جنت میں ہو تو صبر کروں گی اور اگر کچھ اور ہے تو میں اس پر رونے میں مبالغہ کروں گی تو آپ نے فرمایا: اے حارثہ کی ماں بے شک جنت میں کئی اور جنتیں ہیں اور بے شک تیرے بیٹے نے فردوس اعلیٰ پائی ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من أتاه سهم غرب فقتله، ج ۲ ص ۱۰۲۲، رقم: ۲۶۵۲، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب من أتاه سهم غرب فقتله، ج ۲ ص ۳۱۱، رقم: ۱۱۰۱۰، سنن ترمذی، باب ومن سورۃ المؤمنون، ج ۲ ص ۳۲۴، رقم: ۳۱۴۲، مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک، ج ۳ ص ۲۲۰، رقم: ۱۳۶۱۶)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی براء ابن عازب کی دختر نیک اختر، اشعۃ اللمعات میں شیخ نے فرمایا کہ یہ درست نہیں بلکہ آپ ربیع بنت نضر ہیں

اور نضر حضرت انس ابن مالک کے چچا ہیں اور براء ابن مالک حضرت انس کے بھائی ہیں، لہذا ربیع بنت نضر حضرت انس کی پھوپھی ہیں۔ (اشعہ)

آپ جنگ بدر میں سب سے پہلے شہید ہیں انصاری ہیں۔

(وہ بدر کے دن شہید ہوئے تھے) یعنی انہیں غائبانہ تیر لگا مارنے والے کا پتہ نہ چلا تھا۔ اگر کسی کو تیر مارا جائے اور لگ جائے دوسرے کے اسے بھی سہم غرب کہتے ہیں مگر یہاں پہلے معنی مراد ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ حضور میرے بچے حارثہ کا پتہ بتا دیجئے کہ وہ کہاں ہے جنت یا دوزخ میں۔ معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ کرام کا عقیدہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف فرما ہو کر جنت و دوزخ کے ہر مقام اور وہاں کے باشندوں کو دیکھ رہے ہیں، پتہ اس سے پوچھا جاتا ہے جو جانتا ہو۔ حضور نے بھی یہ نہ فرمایا کہ مجھے خبر نہیں تیرا بیٹا کہاں ہے حضرت جبرئیل آئیں گے تو پوچھ کر بتائیں گے بلکہ فوراً بتا دیا جو جنت کو دیکھ رہا ہے وہ زمین کے ذرہ ذرہ کو بھی دیکھ رہا ہے کیونکہ جنت بمقابلہ روئے زمین سے دور ہے، یہ ہی معنی ہیں حاضر ناظر کے، صحابہ کرام کا یہ ہی عقیدہ تھا۔

(صبر کروں گی) اور بالکل گریہ وزاری نہ کروں اس نعمت کی شکر یہ میں۔ خیال رہے کہ بی بی ربیع کو حضرت حارثہ کے شہید ہونے میں شک تھا کیونکہ وہ کفار سے لڑے بغیر غائبانہ تیر سے شہید ہوئے تھے نہ معلوم وہ تیر کافر نے مارا تھا یا کسی مسلمان کا ہی لگ گیا تھا۔ اس نے یہ تردد ظاہر کیا، شہید کے جنتی ہونے میں شک نہ تھا کہ یہ تو قرآن مجید سے ثابت ہے خبر قرآنی میں کسی مسلمان کو شک و تردد نہیں ہو سکتا۔

(میں اس پر رونے میں مبالغہ کروں گی) یہاں رونے سے مراد جائز رونا ہے آنسوؤں سے نوحہ ماتم مراد نہیں کہ حضرات صحابہ اور صحابیات اس سے محفوظ تھے یعنی پھر میں اس محرومی پر روؤں کہ میرا بیٹا جان سے ہاتھ بھی دھو بیٹھا اور جنتی بھی نہ ہوا، اس محرومی پر رونا بھی عبادت ہے، جیسے اللہ کی نعمت پر خوش ہونا عبادت ہے۔

(تیرے بیٹے نے فردوس اعلیٰ پائی ہے) جنت کے سو درجے ہیں اوپر تلے ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین و آسمان کے درمیان ہے جیسا کہ احادیث میں وارد ہے جنت کے درجوں میں سب سے اونچا درجہ جنت الفردوس ہے جو سب سے آخری درجہ ہے جس کے اوپر عرش الہی ہے تیرے بیٹے کو رب نے وہ دیا ہے کہ اب اس کی روح فردوس کی سیر کر رہی ہے، بعد قیامت وہ مع جسم اس میں داخل ہوگا۔ یہ ہے میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا علم غیب کہ حضور مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہو کر جنت کے ہر طبقہ کے ہر باشندے کو دیکھ رہے ہیں اور آئندہ ہر سعید و شقی اور ان کے درجوں مرتبوں کو بھی جانتے ہیں۔ (مراۃ المناجیح، ج 5 ص 505)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا

(1325) وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ

کہ میرے باپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا کہ ان

عَنْهَا، قَالَ: جِئْتُ بِأَبِي إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ، قَدْ مُثِّلَ بِهِ، فَوَضِعَ بَيْنَ يَدَيْهِ، فَذَهَبَتْ
 أَكْشَفَ عَنْ وَجْهِهِ فَتَهَانِي قَوْمِي، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا زَالَتِ الْمَلَائِكَةُ تُظِلُّهُ
 بِأَجْنِحَتِهَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

کامثلہ کیا ہوا تھا آپ کے سامنے رکھا گیا تو میں نے اس
 کے چہرہ سے کپڑا ہٹانا چاہا تو مجھے لوگوں نے منع کیا۔
 رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فرشتوں نے اس کو پروں کے
 سایہ میں لیا ہوا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الدخول علی البیت بعد الموت اذا ادرج فی کفہ، ج ۲، ص ۴۲، رقم: ۲۴۴۲، السنن الکبریٰ
 للبیہقی، باب الدخول علی البیت وتقبیلہ، ج ۲، ص ۳۰۴، رقم: ۶۹۱۰، صحیح مسلم، باب من فضائل عبد اللہ بن عمرو بن حرام
 ج ۲، ص ۱۵۲، رقم: ۶۵۰۰، السنن النسائی الکبریٰ، باب فضل عبد اللہ بن حرام، ج ۵، ص ۶۸، رقم: ۸۲۴۴)

شرح حدیث: دوسری مرتبہ قتل کیا جاؤں

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ (یعنی میرے والد) غزوہ احد
 کے دن شہید ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا، اے جابر! کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ اللہ
 عزوجل نے تمہارے باپ سے کیا فرمایا ہے؟ میں نے عرض کیا، ضرور بتائیے۔ آپ نے ارشاد فرمایا، جب اللہ عزوجل کسی
 سے کلام فرماتا ہے تو حجاب کے پیچھے سے کلام فرماتا ہے مگر اس نے تمہارے والد سے بغیر کسی حجاب و ترجمان کے ہم کلام
 ہو کر فرمایا، اے عبد اللہ! مجھ سے مانگ میں تجھے عطا فرماؤں گا۔ تو تمہارے والد نے عرض کیا، یا رب عزوجل! مجھے دوبارہ
 زندگی عطا فرماتا کہ میں تیری راہ میں دوسری مرتبہ قتل کیا جاؤں۔ تو اللہ عزوجل نے فرمایا کہ میرا یہ فیصلہ ہے اِنَّهُمْ اِلَيْنَا لَا
 يُرْجَعُونَ O (پ ۲۰، القصص: ۳۹) ترجمہ کنز الایمان: انہیں ہماری طرف پھرنا نہیں۔

پھر اس نے عرض کیا، مجھ سے پیچھے رہ جانے والوں تک یہ بات پہنچا دے۔ تو اللہ عزوجل نے یہ آیت مبارکہ نازل
 فرمائی

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا ۗ بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ O

(پ 4، آل عمران: 169)

ترجمہ کنز الایمان: اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے ہرگز انہیں مردہ نہ خیال کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ
 ہیں روزی پاتے ہیں۔ (ابن ماجہ، کتاب الجہاد، باب فضل الشہادۃ فی سبیل اللہ، رقم ۲۸۰۰، ج ۳، ص ۳۶۱)

فرشتوں کے بال و پر

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے بازو اور پر بنا دیئے ہیں جن سے وہ فضائے آسمانی میں اڑ کر کائناتِ عالم میں فرامینِ ربانی
 کی تعمیل کرتے رہتے ہیں۔ کسی فرشتے کے دو پر کسی کے تین اور کسی کے چار پر ہیں۔

علامہ زمخشری کا بیان ہے کہ میں نے بعض کتابوں میں پڑھا ہے کہ فرشتوں کی ایک قسم ایسی بھی ہے جن کو خلاق عالم

جل جلالہ نے چھ چھ بازو اور پر عطا فرمائے ہیں۔ دو بازوؤں سے تو وہ اپنے بدن کو چھپائے رکھتے ہیں اور دو بازوؤں سے وہ اڑتے ہیں اور دو بازو ان کے چہرے پر ہیں جن سے وہ خدا سے حیا کرتے ہوئے اپنے چہروں کو چھپائے رکھتے ہیں۔

اور حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ میں نے سدرۃ المنتہیٰ کے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا کہ ان کے چھ سو بازو تھے اور یہ بھی ایک روایت میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے کہا کہ آپ اپنی اصل صورت مجھے دکھا دیجئے تو انہوں نے جواب دیا کہ آپ اس کی تاب نہ لا سکیں گے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اس کی خواہش بلکہ تمنا ہے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام ایک مرتبہ اپنی اصل صورت میں وحی لے کر آپ کے پاس حاضر ہوئے تو ان کو دیکھتے ہی آپ پر غشی طاری ہو گئی تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اپنے بدن سے ٹیک لگا کر آپ کو سنبھال لے رکھا اور اپنا ایک ہاتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ پر اور ایک ہاتھ دونوں شانوں کے درمیان رکھ دیا۔ جب آپ کو افاقہ ہوا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ حضرت اسرافیل کو دیکھ لیتے تو آپ کا کیا حال ہوتا؟ ان کو تو اللہ تعالیٰ نے بارہ ہزار بازو عطا فرمائے ہیں اور ان کا ایک بازو مشرق میں ہے اور دوسرا بازو مغرب میں ہے اور وہ عرش الہی کو اپنے کندھوں پر اٹھائے ہوئے ہیں۔

(تفسیر صادی، ج ۵، ص ۱۶۸۶، پ ۲۲، فاطر: ۱)

فرشتوں کے بازوؤں اور پروں کا ذکر سورہ فاطر کی اس آیت میں ہے کہ:

أَلْحَمْدُ لِلَّهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَ الْأَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اُولٰٓئِٓحِ اَجْنِحٰتٍ مَّثَنٰی وَّ ثُلٰثٍ وَّ رُبْعٍ
يَبْدِئُ الْخَلْقَ مَا يَشَآءُ ۗ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (ب 22، فاطر: 1)

ترجمہ کنز الایمان: سب خوبیاں اللہ کو جو آسمانوں اور زمین کا بنانے والا فرشتوں کو رسول کرنے والا جن کے دو

دو تین تین چار چار پر ہیں۔ بڑھاتا ہے آفرینش میں جو چاہے بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

فرشتوں کے وجود پر ایمان لانا ضروریات دین میں سے ہے اور اس پر ایمان لانا بھی ضروری ہے کہ فرشتوں کے بازو اور پر بھی ہیں۔ کسی کے دو دو کسی کے تین تین کسی کے چار چار۔ اور کسی کے اس سے بھی زیادہ ہیں۔ اب رہا یہ سوال کہ فرشتوں کے اتنے زیادہ پر کیونکر اور کس طرح ہیں؟ تو قرآن نے اس کا شافی اور مسکت جواب دے دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی کوئی حد نہیں ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ لہذا وہ سب کچھ کر سکتا ہے وہ فرشتوں کو بال و پر بھی عطا فرما سکتا ہے اور بلاشبہ عطا فرمائے بھی ہیں لہذا اس سلسلے میں بحث و مباحثہ اور سوال و جواب یہ سب گمراہی کے دروازے ہیں۔ ایمان کی خیریت اسی میں ہے کہ بغیر چون و چرا کے اس پر ایمان لائیں اور کیوں اور کیسے کے علم کو اللہ اعلم کہہ کر خدا کے سپرد کر دیں۔

(1326) وَعَنْ سَهْلِ بْنِ حَنِيْفٍ رَضِيَ اللهُ

عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ نَزَلَ فِيَّ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷻ سَهْلُ بْنُ حَنِيْفٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اللہ تعالیٰ سے بصدق

مَنْ سَأَلَ اللَّهَ تَعَالَى الشَّهَادَةَ بِصِدْقٍ بَلَغَهُ اللَّهُ
 = مَنْزِلَ الشُّهَدَاءِ وَإِنْ مَاتَ عَلَى فِرَاشِهِ رَوَاهُ
 دل شہادت طلب کی۔ اس کو اللہ کریم شہداء کے درجات
 تک پہنچا دے گا اگرچہ وہ اپنے بستر پر فوت ہو۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب استحباب طلب الشهادة في سبيل الله: ج ۲ ص ۶۳۸، رقم: ۵۰۳۹، مستدرک للحاکم
 کتاب الجہاد: ج ۲ ص ۲۲۲، رقم: ۲۲۱۲، سنن ابو داؤد: باب في الاستفارة: ج ۱ ص ۲۴۵، رقم: ۱۵۲۰، سنن ابن ماجه: باب القتال في سبيل الله
 سبحانه تعالى: ج ۱ ص ۱۳۵، رقم: ۲۴۱۴، سنن الکبزی للبيهقي: باب تمى الشهادة ومسألته: ج ۱ ص ۱۶۹، رقم: ۱۸۳۲۹)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ صحابی بھی انصاری بھی، بدر اور تمام غزوات میں حاضر ہوئے، غزوہ احد میں مسلمانوں کے قدم اکھڑ جانے پر
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ڈٹے رہے، پھر حضرت علی کے ساتھ رہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کو مدینہ منورہ
 کا گورنر مقرر فرمایا، پھر فارس پر ۳۵ھ میں کوفہ میں وفات پائی، امیر المؤمنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ
 پڑھائی اور وہاں ہی دفن کیا۔ (اشعۃ اللمعات)

(بصدق دل شہادت طلب کی) اسی طرح کہ دل سے شہادت کی آرزو کرے، زبان سے دعا کرے اور بقدر طاقت
 جہاد کی تیاری کرے، موقعہ کی تاک میں رہے، صرف سچی دعا کو بھی بعض شارحین نے اسی میں داخل فرمایا ہے۔

(اگرچہ وہ اپنے بستر پر فوت ہو) اسی طرح کہ یہ حکمی شہید ہوگا، جو جنت میں شہداء کے ساتھ رہے گا، رب تعالیٰ کی عطا
 ہمارے وہم و گمان سے وراہ ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۵ ص ۷۰۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول
 اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اخلاص کے ساتھ شہادت
 طلب کی وہ اس کو دے دی جائے گی، اگرچہ وہ اس کو نہ
 پائے۔ (مسلم)

(1327) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ:
 قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ طَلَبَ
 الشَّهَادَةَ صَادِقًا أُعْطِيَهَا وَلَوْ لَمْ تُصِبْهُ" رَوَاهُ
 مُسْلِمٌ.

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب استحباب طلب الشهادة في سبيل الله: ج ۲ ص ۲۲۸، رقم: ۵۰۳۸، مسند ابی عوانة: بیان
 وجوب الشهادة لمن يسألها بصدق نية: ج ۲ ص ۲۱۱، رقم: ۴۲۹، جامع الاصول لابن الدير: الفصل الثالث في صدق النية والاخلاص
 ج ۲ ص ۵۸۳، رقم: ۱۶۸)

شرح حدیث: شہادت ہے مطلوب و مقصود مؤمن

حضرت سیدنا ابوامیہ عبداللہ بن قیس غفاری علیہ رحمۃ اللہ الباری فرماتے ہیں: ایک مرتبہ ہم لشکر اسلام کے ساتھ
 جہاد کے لئے گئے۔ جب دشمن سامنے آیا تو لوگوں میں شور برپا ہو گیا۔ اس دن ہوا بہت تیز تھی۔ تمام مجاہدین دشمن کے
 سامنے صف بہ صف سیسہ پلائی دیوار بن کر کھڑے ہو گئے۔ اچانک میرے سامنے ایک نوجوان آیا جس کا گھوڑا اچھل کود

رہا تھا اور وہ اسے دشمن کی طرف دوڑا رہا تھا اور اپنے آپ سے یوں مخاطب تھا:

اے نفس! کیا تو فلاں حاضر ہونے کی جگہ حاضر نہ ہوگا؟ کیا تو مرتبہ شہادت کا طلب گار نہیں کہ تو کہہ رہا ہے: تیرے بچوں اور اہل و عیال کا کیا بنے گا؟ کیا ایسی چیزوں کی طرف توجہ دلا کر تو مجھے واپس لے جانا چاہتا ہے؟ ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ اے نفس! کیا تو مرتبہ شہادت سے منہ موڑتا ہے؟ تیرا کیا خیال ہے کہ میں تیرے بہکاوے میں آ کر اہل و عیال کی فکر میں جہاد سے پیٹھ پھیر لوں گا؟ ہرگز نہیں! تیری یہ خواہش کبھی پوری نہ ہوگی۔ خداعِ دَجَل کی قسم! آج تو میں ضرور تجھے اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی بارگاہ میں پیش کروں گا اب چاہے وہ تجھے قبول کر کے مرتبہ شہادت سے نواز دے، چاہے چھوڑ دے۔

وہ نوجوان یہ کہتا ہوا دشمن کی طرف بڑھنے لگا۔ میں نے کہا: آج میں اس کی نگرانی کروں گا اور دیکھوں گا کہ یہ کیا کرتا ہے؟ اب میری توجہ اسی نوجوان کی طرف تھی۔ اسلام کے شیروں نے دشمن پر بڑھ چڑھ کر حملہ کیا تو وہ نوجوان صفا اڈل میں بڑے دلیرانہ انداز میں حملہ کر رہا تھا، ادھر سے دشمن بھی شدید حملے کر رہے تھے۔ میدانِ کارزار میں ہر طرف چیخ و پکار اور تلواروں کے ٹکرانے کا شور برپا تھا۔ میں نے اس نوجوان پر اپنی نظریں جم رکھی تھیں۔ وہ بڑی بے جگری اور ہمت سے لڑ رہا تھا، دشمن کی تلواریں اس کے جسم کو زخمی کر رہی تھیں، اس کا گھوڑا بھی زخموں سے نڈھال ہو چکا تھا لیکن وہ مردانہ وار بڑھ بڑھ کر دشمن پر حملہ کر رہا تھا۔ بالآخر لڑتے لڑتے زخموں سے پور پور ہو کر زمین پر گر پڑا اور اس کی روح قفسِ عنصری سے عالمِ بالا کی طرف پرواز کر گئی۔ جب میں نے دیکھا تو اس کے جسم پر تلواروں اور نیزوں کے ساٹھ (60) سے بھی زائد گہرے زخم تھے۔ (عبود الحکایات ۲۴۴)

(1328) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا يَجِدُ الشَّهِيدُ مِنْ مَسِّ الْقَتْلِ إِلَّا كَمَا يَجِدُ أَحَدُكُمْ مِنْ مَسِّ الْقَرْصَةِ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ".

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شہید کو قتل کی وجہ سے صرف اتنی تکلیف محسوس ہوتی ہے۔ جس طرح تم میں سے کسی کو چنگلی کاٹنے کی درد ہوتی ہے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی فضل المرابط، ج ۲، ص ۱۱۰، رقم: ۱۱۶۸، الفتح الکبیر للسیوطی، حرف المیمہ،

ج ۲، ص ۱۱۸، رقم: ۱۰۹۸۲، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ، ج ۲، ص ۲۹۴، رقم: ۴۳۰)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ انان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ یہاں شہید سے مراد حقیقی شہید یعنی ظلماً مقتول خصوصاً جہاد میں کفار کے ہاتھ شہید یعنی شہید کو نزع کی شدت نہیں، نہایت معمولی چسک سی ہوتی ہے اور راہِ خدا میں جان دینے کی جولذت ہے وہ تو ایسی ہے جو بیان میں نہیں آ سکتی، حتیٰ کہ شہید بارگاہِ الہی میں پہنچ کر اس لذت کو حاصل کرنے کے لیے پھر دنیا میں آنا چاہتا ہے۔ مرقات نے فرمایا کہ

ہوسکتا ہے کہ اس میں شہید حکمی بھی داخل ہو۔ خیال رہے کہ بعض عشاق کو مرتے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جمال دکھایا جاتا ہے جس میں وہ ایسے وارفتہ ہو جاتے ہیں کہ انہیں نزع کی شدت محسوس نہیں ہوتی۔ دیکھو مصر کی عورتوں نے جمال یوسفی میں ہو کر اپنے ہاتھ کاٹ لیے مگر ہائے وائے نہ کی کہ انہیں کچھ تکلیف محسوس نہ ہوئی، جمال محمدی میں محویت کا کیا عالم ہوگا، رب ہی جانے۔ جب وہلی میں غازی عبدالرشید کو ایک گستاخ آریہ کے قتل کے عوض پھانسی دی گئی تو اولاً اس نے پھانسی کو چوما پھر جان نکلنے پر آریہ کریمہ کُلُّ مَنْ عَلَيْنَا قَانٍ وَيَبْقَى وَجْهَ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ پڑھی اور ہنستے ہوئے جان خدا کے حوالے کر دی۔ عاشقوں کے حال نیارے، لہذا حدیث بالکل ظاہری معنی پر ہے اور ایسے مرنے والوں کو مرتے دیکھا بھی گیا ہے۔ (مزاۃ النبی، ج ۵ ص ۷۳۰)

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیؓ سے روایت ہے کہ دشمن کے ساتھ لڑائی کے بعض مواقع پر رسول اللہ ﷺ نے سورج کے ڈھلنے کا انتظار کیا بعد ازاں آپ نے لوگوں کے درمیان کھڑے ہو کر فرمایا: اے لوگو! دشمن سے آنا سامنا ہونے کی تمنا نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگو اور جب تمہاری ان سے جنگ ہو تو صبر کرو اور یقین رکھو کہ جنت تلواروں کے سائے تلے ہے پھر آپ (رسول اللہ ﷺ) نے دعا کی اے اللہ! اے قرآن اتارنے والے بادل چلانے والے لشکروں کو شکست دینے والے ان لوگوں کو شکست دے اور ان کے مقابلہ میں ہماری مدد فرما۔ (متفق علیہ)

(1329) وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ أَيَّامِهِ الَّتِي لَقِيَ فِيهَا الْعَدُوَّ انْتَضَرَ حَتَّى مَالَتِ الشَّمْسُ، ثُمَّ قَامَ فِي النَّاسِ فَقَالَ: "أَيُّهَا النَّاسُ، لَا تَتَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ، وَاسْأَلُوا اللَّهَ الْعَافِيَةَ، فَإِذَا لَقَيْتُمُوهُمْ فَاصْبِرُوا، وَاعْلَمُوا أَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلِّ الْشَّيْوَفِ" ثُمَّ قَالَ: "اللَّهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ، وَمُجْرِي السَّحَابِ، وَهَازِمَ الْأَحْزَابِ، أَهْزِمْهُمْ وَأَنْصُرْنَا عَلَيْهِمْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

تخریج حدیث: (صحیح البخاری) باب لا تمنولقاء العدو، ج ۱ ص ۷۱۱، رقم: ۲۸۶۲ صحیح مسلم، باب کراہیۃ تمنی لقاء العدو، ج ۲ ص ۲۲۲، رقم: ۳۶۲۹ سنن ابوداؤد، باب فی کراہیۃ تمنی لقاء العدو، ج ۱ ص ۸۶۶، رقم: ۲۶۲۲ مصنف ابن ابی شیبہ، باب ما ذکر فی فضل الجہاد، ج ۵ ص ۲۲۰، رقم: ۱۱۸۵۶ تحف الخیرۃ البھرۃ للبو صیری، کتاب الامارۃ، ج ۵ ص ۱۲۹، رقم: ۲۲۷۹ شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: (حضرت عبداللہ بن ابی اوفی) آپ مشہور صحابی ہیں، آپ کے حالات بارہا بیان ہو چکے ہیں، ۸ھ ہجری میں کوفہ میں وفات پائی۔

یہ معلوم نہ ہو سکا کہ یہ جنگ کون سی تھی مگر یہ معلوم ہوا کہ اس جنگ میں مسلمان حملہ آور تھے کفار نے مدینہ منورہ پر حملہ نہ کیا تھا۔ خیال رہے کہ جہاد ہر طرح جائز ہے مدافعتی بھی اور جارحانہ طور پر بھی۔ جن بے وقوفوں نے سمجھا کہ مسلمان صرف

دفاع کریں انہوں نے غلط سمجھا، سواء احد و اجزاب کے حضور نے تمام جہاد جارحانہ ہی کیے ہیں۔

(سورج کے ڈھلنے کا انتظار کیا) جب کہ دوپہر کی تیزی جاتی رہی نماز ظہر کا وقت آ گیا فتح و نصرت کی ہوا میں چلنے لگیں مجاہدین قبولہ کر کے تازہ دم ہو گئے دعا کی قبولیت کا وقت آ گیا کیونکہ نماز کے وقتوں میں دعائیں زیادہ قبول ہوتی ہیں۔ معلوم ہوا کہ یا تو صبح کے وقت جہاد کیا جائے یا دن ڈھلے، بیچ دوپہری میں جہاد نہ کرے۔ (مرقات وغیرہ) حدیث شریف میں ہے کہ دن ڈھلے آسمان کے دروازہ رحمت کھل جاتے ہیں۔ (اشعہ)

یعنی جنگ کی تمنا نہ کرو نہ دعا مانگو کیونکہ جنگ ایک بلا ہے بلا کی آرزو اچھی نہ بہتر اس میں فخر و تکبر کی بو ہے اس لیے اس تمنا سے بچو اپنی قوت و طاقت پر بھروسہ نہ کرو۔ ہمیشہ اللہ سے فضل و رحمت مانگو۔ بیماری اگرچہ اللہ کی رحمت کا باعث ہے، سانپ کاٹنے کی موت شہادت کی موت ہے مگر نہ تو ان کی دعا کرو نہ کوشش اور جب رب کی طرف سے آجائے تو صبر کرو۔

(اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگو) یعنی دعا کرو امن و عافیت کی نہ کہ جنگ کی اور اگر کفار سے جنگ کرنا پڑے تو پھر ہمت و استقلال سے کام لو۔ سبحان اللہ! کیسی نفس تعلیم ہے۔

تکوار سے مراد ہتھیار جنگ ہیں جن میں تیر بندوق توپ اور ہوائی جہاز راکٹ وغیرہ سب شامل ہیں، چونکہ اس زمانہ میں جہاد کا عام استعمالی ہتھیار تکوار تھی اس لیے ہی اس کا ذکر فرمایا۔ سایہ تکوار سے مراد ہے اٹھی ہوئی کھچی ہوئی تکوار خواہ ہماری تکوار ہو جو کافروں کے سر پر پڑ رہی ہو یا کفار کی تکوار ہو جو وہ ہم پر اٹھا رہے ہوں یعنی جنت جہاد سے بہت ہی قریب ہے گویا تکواروں کے سایہ میں ہے کہ غازی شہید ہوا اور جنگ میں گیا۔ خیال رہے کہ تمام جنتی مسلمان بعد قیامت جنت میں جائیں گے مگر شہید کی روح جسم سے نکلنے ہی جنت میں پہنچ جاتی ہے۔

معلوم ہوا کہ جہاد سے پہلے دعا نصرت کرنا سنت ہے اور بہتر ہے کہ دعا مانگے یہ دعا ہو یا کوئی اور دعا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہو یا حضرات اولیاء سے۔ (مزاۃ السنن ج ۵ ص ۸۲۳)

(1330) وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:
"ثِنْتَانِ لَا تُرَدَّانِ أَوْ قَلَّمَا تُرَدَّانِ: الدُّعَاءُ عِنْدَ
النِّدَاءِ وَعِنْدَ الْبَأْسِ حِينَ يُلْحِمُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا."
حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو دعائیں رد نہیں ہوتیں یا کم ہی رد
ہوتی ہیں۔ اذان کے وقت کی دعا اور جنگ کے وقت کی
دعا جب لڑائی شروع ہو۔ اسے ابو داؤد نے صحیح اسناد کے
ساتھ روایت کیا ہے۔

(سنن ابو داؤد: باب الدعاء عند اللقاء ج ۲ ص ۳۲۶ رقم: ۲۵۲۲ المستدرک للحاکم: باب فی مواقیت الصلاة ج ۱ ص ۱۰۲ رقم:

۶۱۲ السنن الکبریٰ للبیہقی: باب الدعاء بین الاذان والاقامة ج ۱ ص ۳۱۱ رقم: ۲۰۱۳ المعجم الکبیر للطبرانی من اسمہ سہل بن سعد

الساعدي: ج ۱ ص ۱۳۵ رقم: ۵۶۶، جامع الاصول لابن اثير الكتاب الاول في الدعاء ج ۲ ص ۱۳۲ رقم: ۲۰۹۱
حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ لکھتے ہیں:

یعنی مؤذن کے اذان سے فارغ ہوتے ہی نہ کہ دوران اذان میں کہ وہ جواب اذان کا وقت ہے۔
(جب لڑائی شروع ہو) یعنی عین کشت و خون کی حالت میں جب غازی کافروں کو قتل کر رہے ہوں اور کافروں کے ہاتھوں شہید ہو رہے ہوں کہ وہ بہترین عبادت ہے۔ **تِلْکُم اِنْحَا مَسَ بِنَا** بمعنی گوشت کا ٹٹا یعنی قتل کرنا۔

(مزاۃ المناجیح، ج ۱ ص ۶۳۳)

(1331) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَتْ رُسُومُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا غَزَا، قَالَ: "اللَّهُمَّ أَنْتَ عَضِدِي وَتَصِيدِي، بِكَ أحوُلٌ وَبِكَ أحوُلٌ، وَبِكَ أَقَاتِلُ" رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ".
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب جہاد کرتے تو کہتے: اے اللہ! تو میرا بازو اور مددگار رہے اور میں تیرے ساتھ پھرتا ہوں تیری مدد سے حملہ کرتا ہوں اور تیری مدد سے جنگ کرتا ہوں۔ اسے ابو داؤد و ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سان ابو داؤد، باب ما یدعی عند اللقاء، ج ۲ ص ۲۴۶ رقم: ۲۶۲۲ سنن ترمذی، باب فی الدعاء اذا غزا، ج ۲ ص ۵۰۲ رقم: ۳۵۸۴ سنن اللسائی الکبزی، باب الدعاء عند اللقاء، ج ۵ ص ۱۸۸ رقم: ۸۶۴۰ سنن سعید بن منصور، باب من قال لات منو لقاء العدو والدعاء عبد القہم، ج ۲ ص ۲۰۵ رقم: ۲۵۲۲ مصنف عبدالرزاق، باب کیف یصنع بالذی یغل، ج ۵ ص ۲۵۰ رقم: ۱۵۱۴)
شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

احول حوں سے بنا بمعنی دشمن کے مکر و فریب کو پھیر دینا یا برائی سے اچھائی کی طرف پھر جانا یعنی الہی میں دشمن کے مقابل اپنی قوت، فوج، ہتھیاروں کے بھروسہ پر نہیں آیا ہوں، یہ تو فقط اسباب ہیں، بھروسہ تجھ پر ہے تو چاہے تو ابابیل سے فیل مروادے، کمزور مسلمان سے قوی کفار کو ہلاک کرادے، دو بچوں سے ابو جہل کو ٹھکانے لگا دے۔ یہ وہ چیز ہے جو کفار کے پاس نہیں اور مسلمان انہی کی برکتوں سے فتح پاتے ہیں۔ (مزاۃ المناجیح، ج ۲ ص ۵۷)

توکل کا بیان

اس کی فضیلت آیات کریمہ و احادیث مبارکہ سے سمجھی جاسکتی ہے، اللہ عزَّ وَّجَلَّ کا ارشاد حقیقت بنیاد ہے:

(1) وَعَلَى اللَّهِ فَتَوَكَّلُوا إِن كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝

ترجمہ کنز الایمان: اور اللہ ہی پر بھروسہ کرو اگر تمہیں ایمان ہے۔ (پ 6، المائدہ: 23)

(2) وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ ۝

ترجمہ کنز الایمان: اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو وہ اسے کافی ہے۔ (پ 28، الطلاق: 3)

(3) إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ ۝

ترجمہ کنز الایمان: بے شک توکل والے اللہ کو پیارے ہیں۔ (پ 4، آل عمران: 159)

حضرت سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ کہ نبی مکرّم، نور مجسم، رسول اکرم، شہنشاہ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالی شان ہے: میں نے حج کے موسم میں تمام اُمتوں کو دیکھا، پس میں نے اپنی امت کو دیکھا کہ انہوں نے میدانوں اور پہاڑوں کو گھیر رکھا ہے، مجھے ان کی کثرت اور انداز نے تعجب میں ڈال دیا، مجھ سے پوچھا گیا: کیا آپ اس بات پر راضی ہیں؟ میں نے کہا: میں راضی ہوں۔ پوچھا گیا: ان کے ساتھ مزید ستر ہزار ہیں جو کسی حساب کے بغیر جنت میں داخل ہوں گے۔

حضور نبی کریم، رؤوف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا گیا: وہ کون لوگ ہیں؟ ارشاد فرمایا: جو جسم نہیں داغتے، نہ فال لیتے ہیں اور نہ ہی تعویذات (یعنی ممنوع تعویذات) استعمال کرتے ہیں اور اپنے رب عَزَّ وَجَلَّ پر بھروسہ کرتے ہیں۔ حضرت سیدنا عکاشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہو گئے اور عرض کی: یا رسول اللہ عَزَّ وَجَلَّ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی بارگاہ میں دعا فرمائیے کہ مجھے بھی ان میں کر دے۔ چنانچہ نبی رحمت، قاسم نعمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دُعا مانگی: یا اللہ عَزَّ وَجَلَّ! اسے بھی ان لوگوں میں سے کر دے۔ ایک دوسرے صحابی نے کھڑے ہو کر عرض کی: میرے لئے بھی دعا فرمائیے کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ مجھے بھی ان میں سے کر دے۔ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عکاشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تم پر سبقت لے گئے۔

(الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب الرقاء والتمايم، الحدیث ۶۰۵۲، ج ۷، ص ۶۲۸، رأیت الامم: بدلہ: عرضت علی الامم)

اللہ (عزوجل) کی مدد

حضرت سیدنا سالم بن عبداللہ نے ایک مرتبہ حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز (ص) کو لکھا خبردار! بندے کو اپنی نیت کے مطابق اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد نصرت حاصل ہوتی ہے، جسکی نیت مکمل ہو اسکے لئے رب کائنات (عزوجل) کی مدد بھی مکمل ہوتی ہے اور جسکی نیت میں نقص ہو تو مدد میں بھی کمی واقع ہوتی ہے۔

(1332) وَعَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا خَافَ قَوْمًا، قَالَ: "اللَّهُمَّ إِنَّا نَجْعَلُكَ فِي نُحُورِهِمْ، وَنَعُوذُ بِكَ مِنْ شُرُورِهِمْ" رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ.

حضرت ابو موسیٰ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی قوم سے خطرہ محسوس کرتے تو یوں دعا کرتے: اے اللہ! ہم تجھ کو ان کے مقابلے میں کرتے ہیں۔ اور ان کے شرور سے تیری پناہ پکڑتے ہیں۔

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس طرح کہ آپ کو پتہ چلتا کہ فلاں قوم ہمارے خلاف سازش یا جنگی تیاری کر رہی ہے۔ خیال رہے کہ خوف بہت

طرح کا ہے خوف اطاعت و بندگی صرف رب تعالیٰ کا ہی ہونا چاہیے اور خوف نفرت شیطان وغیرہ دشمنوں سے اور خوف بمعنی خطرہ تکلیف ہر خطرناک چیز سے ہو سکتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کو وادی سینا میں سانپ سے خوف ہوا، آپ نے فرعونوں سے خوف کیا یہ واقعات اس آیت کے خلاف نہیں لَّاخَوْفٌ عَلَيْهِمْ کہ وہاں خوف اطاعت مراد اس ہی کی نفی ہے اور خوف بمعنی خطرہ۔

نحر سینہ کو بھی کہتے ہیں اور جانور ذبح کرنے کو بھی فَصَلٍ لِرَبِّكَ وَانْحَرٍ۔ چونکہ دشمن کے مقابلہ میں سینہ تان کر ہی کھڑے ہوتے ہیں اس مقابلہ کو اس لفظ سے تعبیر فرمایا، نیز اس میں نیک فال بھی ہے کہ خدایا دشمن کو ذبح کر دے کہ وہ ہمارے مقابلہ کے لائق ہی نہ رہے۔

(ان کے شرور سے تیری پناہ پکڑتے ہیں) یعنی ہمارے اور دشمن کی شر کے درمیان تو آڑ ہو جاتا کہ ان کی شر ہم تک نہ پہنچ سکے، یہ دعا بہت ہی مجرب ہے، ایک دشمن کے مقابل بھی کام آتی ہے اور بہت دشمنوں کے مقابل بھی فقیر اس کا عامل ہے اور اس کی برکت سے شر اعدا سے محفوظ ہے۔

اسے نسائی، ابن حبان اور حاکم نے بھی روایت کیں۔ حصن حصین شریف میں ہے دشمن کے خوف کے وقت لِإِيلَافِ كَمِينٍ پڑھنا بڑی امان ہے۔ امام نووی نے کتاب الاذکار میں فرمایا کہ لِإِيلَافِ كَمِينٍ اولیاء اللہ نے آزمایا ہے بہت مجرب ہے۔ حضرت زید ابن علی عن عتبہ ابن غزو ان عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روایت، نیز حصن حصین شریف میں اسے نقل کیا کہ جب مدد درکار ہو خصوصاً سفر میں تو کہے یا عِبَادَ اللّٰهِ اٰمِنُوْنِ اے اللہ اے بندو میری مدد کرو ان شاء اللہ بہت جلد مدد پہنچے گی، کہ بعض اللہ کے غیبی بندے اس پر مامور ہیں۔ مرقات نے یہاں فرمایا کہ یہ حدیث یا عباد اللہ حدیث حسن ہے و مشائخ کی مجرب، مسافروں کو اس کی بہت ضرورت ہے۔ معلوم ہوا کہ اللہ کے بندوں کو مدد کے لیے پکارنا بھی سنت ہے اور ان سے مدد لینا بھی سنت، یہ شرک نہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۵۸)

(1333) وَعَنِ ابْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ
رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «الْحَيْلُ
مَعْقُودٌ فِي نَوَاصِيهَا الْحَيْدُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ» مُتَّفَقٌ
عَلَيْهِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گھوڑوں کی پیشانیوں میں بھلائی
قیامت تک باندھ دی گئی ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الجہاد، ما مضی مع البدر والفاجر، ج ۳ ص ۲۸، رقم: ۲۸۵۲، صحیح مسلم، باب الخیل فی نواصیہا الخید الی یوم القیامۃ، ج ۶ ص ۳۲، رقم: ۲۸۵۴، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب الغزو مع ائمة الجور، ج ۶ ص ۱۵۶، رقم: ۱۸۴۶، المنتقی لابن الجارود، باب ارتباط الخیل، ج ۱ ص ۲۶۵، رقم: ۱۰۵۱، سنن الدارمی، باب فضل الخیل فی سبیل اللہ، ج ۲ ص ۲۴۸، رقم: ۲۴۲۴)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ لکھتے ہیں:

گھوڑے سے مراد جہاد کے گھوڑے ہیں اور پیشانی کے بالوں سے مراد گھوڑے کا سارا جسم ہے یعنی جہاد کا گھوڑا بڑا

ہی مبارک ہے اس کے بال بال میں برکت ہے۔ رب تعالیٰ نے گھوڑے کا خصوصیت سے ذکر فرمایا کہ ارشاد فرمایا: وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْغَيْلِ۔ دیکھو قوت میں گھوڑا بھی داخل تھا مگر خصوصیت سے رب تعالیٰ نے اس کا ذکر فرمایا۔ (مزاۃ المناجیح، ج ۵ ص ۷۶۰)

(1334) وَعَنْ عُرْوَةَ الْبَارِقِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گھوڑوں کی پیشانیوں میں بھلائی مَعْفُودٌ فِي تَوَاصِيهَا الْخَيْرُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ: الْأَجْرُ وَالْمَغْنَمُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ قیامت تک باندھ دی گئی ہے۔ یعنی اجر و غنیمت۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الجہاد ما ض مع البر والفاجر، ج ۳ ص ۲۸، رقم: ۲۸۵۲ صحیح مسلم، باب الخیل فی نواصیہا الخیر الی یوم القیامۃ، ج ۶ ص ۳۲، رقم: ۳۱۵۴ الاحاد والمثالی من اسمہ عروۃ البارقی رضی اللہ عنہ، ج ۳ ص ۳۱، رقم: ۲۳۱۹ السنن الکبریٰ للبیہقی، باب الاسہام للفرس دون غیرہ من الدواب، ج ۶ ص ۲۲۱، رقم: ۲۲۶۸ سنن الدارمی، باب فضل الخیل فی سہیل للہ، ج ۲ ص ۲۷۸، رقم: ۲۲۲۴)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ لکھتے ہیں:

اس طرح کہ اپنے دستِ اقدس سے گھوڑے کی خدمت فرما رہے ہیں یا مطلب یہ ہے کہ پیار میں اس کی پیشانی پر ہاتھ پھیر رہے ہیں بالوں کو مروڑے جاتے ہیں اور فرماتے جاتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ جہاد کے گھوڑوں کی خدمت اپنے ہاتھ سے کرنا بھی سنت ہے اور اس سے محبت کرنا اس کی پیشانی پر پیار سے ہاتھ پھیرنا بھی سنت ہے کیونکہ یہ آلہ جہاد ہے اور حضور کا پیارا ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ یہاں گھوڑے سے مراد جہاد کا گھوڑا ہے نہ کہ عام گھوڑے جو تانگہ میں چلانے، یاریس میں جو اکھیلنے کے لیے پالے جاتے ہیں۔ بعض شارحین سے فرمایا کہ یہاں جنس گھوڑا مراد ہے کیونکہ یہ آلہ جہاد ہے اس پر جہاد ہو سکتا ہے۔

یہ دونوں یا ان میں سے ایک اگر مجاہد جیت آیا تو ثواب کمالا یا۔ اس سے معلوم ہوا کہ قیامت تک گھوڑے جہاد میں کام آئیں گے دیکھ لو آج اس سائنس کے زمانہ میں گھوڑے نچر بہت کام آتے ہیں۔ (مزاۃ المناجیح، ج ۵ ص ۷۶۱)

(1335) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ احْتَبَسَ فَرَسًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ، إِهْمَانًا بِاللَّهِ، وَتَضَدِيقًا بِوَعْدِهِ، فَإِنَّ شِبَعَهُ، وَرِيَّةَ وَرُوثَهُ، وَبَوْلَهُ فِي مِيزَانِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اللہ کی راہ میں گھوڑا باندھا "اللہ پر ایمان لایا اور اس کے وعدہ کی تصدیق کی وجہ سے تو اس کے کھانے پینے اور گوبر پیشاب کو اس کے نیکیوں کے ترازو میں قیامت کے دن رکھا جائے گا۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من احتبس فرسا فی سبیل اللہ، ج ۲۸، ص ۲۸، رقم: ۲۸۵۲، السنن الکبیری للبیہقی، باب ارتباط الخیل عند فی سبیل اللہ عزوجل، ج ۱۱، ص ۱۱، رقم: ۲۱۲۳۰، المستدرک للحاکم، کتاب الجہاد، ج ۲، ص ۱۰۱، رقم: ۲۴۵۶، سنن الکبیری للنسائی، باب علی الخیل، ج ۳، ص ۳۰، رقم: ۲۲۲۲، صحیح ابن حبان، باب الخیل، ج ۲۰، ص ۵۲۹، رقم: ۲۶۴۳)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

جہاد کرنے کو یا حج یا عمرہ کرنے کو یا زیارت کرنے کو گھوڑا رکھا یا پالا یا مطلب یہ ہے کہ اس نے گھوڑا فی سبیل اللہ وقف کیا۔ یعنی اخلاص سے پالا دنیاوی غرض اس میں شامل نہ تھی کہ ثواب اعمال کی شرط اخلاص ہے۔

(تو اس کے کھانے پینے) یعنی پانی کے وہ قطرے جو یہ گھوڑے پئے گھاس کے وہ تنکے جو یہ گھوڑا کھائے اسی طرح

اس کا پیشاب اور لید اس پالنے والے کے نیکیوں کے پلے میں ہوں گے۔ (بخاری) (مراۃ المناجیح، ج ۵، ص ۷۶۲)

(1336) وَعَنْ أَبِي مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک

آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایک مہار والی ڈاچی لایا

اور کہا یہ اللہ کے راستہ میں ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تیرے لیے اس کے بدلے قیامت کے دن سات سو

ڈاچیاں ہوں گی سب مہار والیاں ہوں گی۔ (مسلم)

قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

بِنَاقَةٍ مَخْطُومَةٍ فَقَالَ: هَذِهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، فَقَالَ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَكَ بِهَا يَوْمَ

الْقِيَامَةِ سَبْعُمِائَةِ نَاقَةٍ كُلُّهَا مَخْطُومَةٌ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل الصدقة فی سبیل اللہ وتغنیفها، ج ۱، ص ۳۱، رقم: ۵۰۰۵، السنن الکبیری للبیہقی،

باب فضل النفقة فی سبیل اللہ، ج ۱، ص ۱۱۲، رقم: ۱۹۰۳۰، المستدرک للحاکم، کتاب الجہاد، ج ۲، ص ۳۵۹، رقم: ۲۴۴۹، سنن الدارمی، باب فی

فضل النفقة فی سبیل اللہ، ج ۲، ص ۲۶۸، رقم: ۲۴۰۲، صحیح ابن حبان، باب فضل النفقة فی سبیل اللہ، ج ۱۰، ص ۵۰۶، رقم: ۲۶۴۹)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کبھی خطام بمعنی زمام آتا ہے یعنی مہار، لمبارسہ، نکیل جس کا ایک کنارہ اونٹ کی ناک میں ہوتا ہے دوسرا مالک کے ہاتھ میں، کبھی خطام صرف نتھ کو کہتے ہیں اور زمام پوری مہار و نکیل کو، نتھ وہ رسی پتلی سی ہے جو ناک میں ڈال کر پورے سر سے گھما کر باندھ دی جائے، پھر اس رسی میں نکیل باندھی جاوے جیسے عموماً گاؤں والے نیل بھینس کو باندھتے ہیں۔

فقراء کے لیے یا مجاہدین غازیوں کے لیے، دوسرے معنی زیادہ موزوں ہیں اس لیے مؤلف یہ حدیث کتاب الجہاد میں لائے۔

حق یہ ہے کہ حدیث بالکل ظاہری معنی پر ہے کسی تاویل کی ضرورت نہیں، اللہ تعالیٰ بطور اعزاز اہل جنت کو سواری کے لیے گھوڑے اونٹنیاں عطا فرمائے گا جن کی رفتار ہوا سے زیادہ ہوگی جیسے قربانی کرنے والوں کو صراط طے کرنے کے لیے سواری دی جائے گی۔ بعض شارحین نے کہا کہ اس سے مراد ہے سات سو اونٹنیاں خیرات کرنے کا ثواب دے گا مگر یہ درست نہیں ورنہ پھر مہار والی ہونے کے کیا معنی، کیا ثواب کے بھی مہار ہوتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جہاد میں خرچ

کرنے والوں کو زیادہ ثواب ملتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تجھے اونٹ کے عوض سات سواونٹ اور مہار کے عوض سات سو مہاریں عطا ہوں گی تیری کوئی خیرات ضائع نہ جاوے گی۔ (مزاۃ المناجیح، ج ۵ ص ۳۹۵)

(1337) وَعَنْ أَبِي سَعَادٍ - وَيُقَالُ: أَبُو سَعَادٍ،
وَيُقَالُ: أَبُو أُسَيْدٍ، وَيُقَالُ: أَبُو عَامِرٍ، وَيُقَالُ: أَبُو
عَمْرٍو، وَيُقَالُ: أَبُو الْأَسْوَدِ، وَيُقَالُ: أَبُو عَبَّسٍ -
عُقْبَةُ بْنُ عَامِرٍ الْجُهَنِيُّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ،
يَقُولُ: «وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ، أَلَا
إِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمِيَّ، أَلَا إِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمِيَّ، أَلَا إِنَّ الْقُوَّةَ
الرَّمِيَّ» رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا حالانکہ آپ
منبر پر تشریف فرما تھے ”اور تم ان کے لیے تیار کرو جو
قوت تیار کرو“۔ خبردار قوت پھینکنا ہے، خبردار قوت پھینکنا
ہے، خبردار قوت پھینکنا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل الرمی والحٹ علیہ وذکر من علیہ ثم نسیہ، ج ۶ ص ۵۲، رقم: ۵۰۵۵ السنن الکبریٰ
للبیہقی، باب التعریض علی الرمی، ج ۱۰ ص ۱۲، رقم: ۲۰۲۱۹ المستدرک للحاکم، تفسیر سورة الانفال، ج ۳ ص ۱۶۷، رقم: ۲۲۶۷ سنن
ابوداؤد، باب فی الرمی، ج ۲ ص ۲۲۱، رقم: ۲۵۱۶ سنن الدارمی، باب فی فضل الرمی والامر بہ، ج ۲ ص ۲۶۹، رقم: ۲۲۰۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ صحابی ہیں، جہنی ہیں، امیر معاویہ کی طرف سے مصر کے حاکم رہے جب کہ امیر معاویہ کے بھائی عقبہ ابن ابو
سفیان وفات پا گئے پھر امیر معاویہ نے انہیں معزول فرمادیا، ۵۸ ہجری میں مصر ہی میں وفات پائی وہاں ہی دفن
ہوئے، آپ سے بہت سے صحابہ و تابعین نے روایات لی ہیں۔ (مرقات)

مقصود یہ ہے کہ یہ حدیث صرف میں نے ہی نہیں سنی بلکہ میرے ساتھ بہت صحابہ نے سنی ہے کیونکہ آپ نے خطبہ جمعہ
یا کسی وعظ میں برسر منبر علانیہ فرمائی ہے۔

یعنی قرآن مجید کی اس آیت میں جس ثبوت کا حکم تاکید دیا گیا ہے وہ قوت آج کل تیرا انداز ہی ہے۔ آیت کریمہ کا
مقصد فی زمانہ اسی طرح حاصل ہوگا کہ مسلمان تیرا لگانے نشانہ لگانے کی خوب مشق کریں۔ فقیر کی اس شرح سے یہ اعتراض
اٹھ گیا اگر صرف تیرا انداز سیکھنا ضروری ہے تو آج کل نہ تیر ہیں نہ اس کی مشق تو اب اس آیت پر عمل کیسے ہو کیونکہ اب
بجائے تیر کے گولہ بارود توپوں سے، گولہ باری ہوائی جہازوں سے، بم باری، راکٹ انداز ہی ہے، اب ان چیزوں کا سیکھنا
اس آیت کریمہ پر عمل ہے بشرطیکہ جہاد فی سبیل اللہ کی نیت سے ہو۔ (مزاۃ المناجیح، ج ۵ ص ۷۵۵)

(1338) وَعَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: «سَتُفْتَحُ عَلَيْكُمْ

انہی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو
فرماتے سنا کہ عنقریب تمہارے لیے زمینیں فتح ہوں گی

أَرْضُونَ، وَيَكْفِيكُمْ اللَّهُ، فَلَا يَعْجِزُ أَحَدُكُمْ أَنْ يَلْهُوَ بِأَسْهُبِهِ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

اور تمہیں اللہ تعالیٰ کافی ہوگا تو تم میں سے کوئی بھی یہ سستی نہ کرے کہ وہ اپنے تیروں کے ساتھ کھیلتا رہے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل الرمی والحف علیہ وذم من علیہ ثم نسیہ، ج ۱، ص ۵۲، رقم: ۵۰۵۶، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث عقبہ بن عمار، ج ۲، ص ۱۵۴، رقم: ۱۶۶۶، صحیح ابن حبان، باب الرمی، ج ۱، ص ۵۲، رقم: ۳۶۹۴، جامع الاصول لابن اثیر، کتاب الثالث فی السبب والرمی، ج ۲، ص ۲۲، رقم: ۲۰۴۱، مسند ابی یعلیٰ، مسند عقبہ بن عامر الجہنی، ج ۳، ص ۲۸۲، رقم: ۱۶۴۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی خلافت فاروقی میں روم جیسی مضبوط سلطنت تمہارے زیر نگیں ہوگی اور اللہ تعالیٰ تم کو رومی عیسائیوں کے شر سے محفوظ کر دے گا کیونکہ وہ تمہاری رعایا بن جائیں گے۔ اس منجر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ غیبی خبر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دور میں پوری ہوئی۔

(وہ اپنے تیروں کے ساتھ کھیلتا رہے) یعنی چونکہ تم نے روم جیتنا ہے اور رومی لوگ نہایت اعلیٰ درجے کے تیر انداز ہیں لہذا ابھی سے تیر اندازی کی مشق کرو اس سے غافل نہ رہو تا کہ اس جنگ کے وقت تمہارا یہ فن کام آئے۔ اس تیر اندازی کو لہو فرمانا رغبت کے لیے ہے یعنی یہ فن عبادت بھی ہے اور دل لگی فرحت و سرور، قوت و طاقت حاصل ہونے کا ذریعہ بھی لہذا اس سے غافل نہ رہو، نفس لہو یعنی کھیل کود کی طرف راغب ہے، دل عبادت کا خواہاں، تیر اندازی میں یہ دونوں صفتیں موجود ہیں لہذا یہاں لہو سے مراد غفلت کی چیز نہیں بلکہ مراد رغبت کی چیز ہے، صحابہ کرام نے اس حدیث پر عمل کیا اور جیتنا عہد فاروقی میں۔ کاش آج اسکولوں میں بجائے ہاکی کرکٹ اور فٹ بال کے ایسے کھیل کھلائے جائیں جو کھیل بھی ہوں اور ہنر بھی جیسے گھوڑ دوڑ اور نشانہ بازی۔ خیال رہے کہ دنیا میں تین اعظم گزرے ہیں جنہوں نے بڑی فتوحات کیں سکندر اعظم، نپولین اعظم اور فاروق اعظم، سکندر اور ذوالقرنین کی فتوحات غیروں کے پاس چلی گئیں مگر فاروق اعظم کی فتوحات بفضلہ تعالیٰ اب تک تمام کی تمام مسلمانوں کے قبضے میں ہیں جیسے روم، شام، ایران، عراق وغیرہ اللہ تعالیٰ دائم قائم رکھے۔

(مزاۃ الناجح، ج ۵، ص ۷۶)

(1339) وَعَنْهُ: أَنَّهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ عَلِمَ الرَّمِيَّ، ثُمَّ تَرَكَهُ، فَلَيْسَ مِنِّي، أَوْ فَقَدْ عَصَى" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

انہی سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا: جس کو تیر اندازی کا علم دیا گیا پھر اس نے اس کو ترک کر دیا تو وہ ہم سے نہیں یا فرمایا اس نے نافرمانی کی۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل الرمی والحف علیہ وذم من علیہ ثم نسیہ، ج ۱، ص ۵۲، رقم: ۵۰۵۸، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب التحریض علی الرمی، ج ۱، ص ۱۲، رقم: ۲۰۲۲۱، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث عقبہ بن عمار، ج ۳، ص ۱۳۸، رقم: ۱۶۴۲، المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمہ عقبہ بن عامر، ج ۱۴، ص ۳۱۸، رقم: ۱۳۵۶۹)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(تو وہ ہم میں سے نہیں) یعنی ہم سے ملا ہوا ہم سے قریب نہیں یا اس جماعت سے نہیں جن سے ہم راضی ہیں کیونکہ اس نے کفرانِ نعمت کیا ہے کہ تیر اندازی جیسی عبادت سیکھ کر بھلا دی ہر عبادت کا یہ ہی حال ہے کہ اسے حاصل کر کے سستی سے بھلا دیا۔

(اس نے نافرمانی کی) عیسیٰ یا تو حضور انور کا فرمان ہے یا راوی نے تردد فرمایا کہ مجھے پورا خیال نہیں یا حضور نے یہ فرمایا اور یا یہ لفظ ارشاد فرمایا۔ (بر الوصیاء، ج ۵ ص ۷۷)

انہی سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ایک تیر کی وجہ سے تین آدمیوں کو جنت میں داخل فرما دیتا ہے تیر بنانے والا جو اس کو بنانے میں بھلائی کی امید رکھے اور اس کو پھینکنے والا اس کی لکڑی پر پھالا چڑھانے والا اور تیر اندازی کرو اور سواری کرو اور تیر اندازی سیکھنا یہ تمہارے سواری کرنے سے مجھے زیادہ پسند ہے اور جس نے تیر اندازی سیکھنے کے بعد اس سے اعراض کر کے اس کو چھوڑ دیا تو یہ ایک نعمت ہے جس کو اس نے ترک کیا ہے یا فرمایا اس کی ناشکری کی ہے۔ اسے امام ابو داؤد نے روایت کیا ہے۔

(1340) وَعَنْهُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: «إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ بِالسَّهْمِ الْوَاحِدِ ثَلَاثَةَ نَفَرٍ الْجَنَّةَ: صَانِعَهُ يَحْتَسِبُ فِي صَنْعَتِهِ الْخَيْرَ، وَالرَّامِيَ بِهِ، وَمُنْبِلَهُ. وَارْمُوا وَارْكَبُوا، وَأَنْ تَرْمُوا أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ تَرْكَبُوا. وَمَنْ تَرَكَ الرَّمْحَ بَعْدَ مَا عَلِمَهُ رَغْبَةً عَنْهُ فَإِنَّهَا نِعْمَةٌ تَرَكَهَا» أَوْ قَالَ: «كَفَرَهَا» رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ.

تخریج حدیث: (سنن ابو داؤد: باب فی الرمی، ج ۲ ص ۳۲۰، رقم: ۲۵۱۵، السنن الکبریٰ للبیہقی: باب ما لاینہی عنہ من اللعاب، ج ۱ ص ۲۱۸، رقم: ۲۱۵۰۳، سنن النسائی الکبریٰ: باب تأدیب الرجل فرسه، ج ۲ ص ۳۹، رقم: ۳۲۰، سنن ابن ماجہ: باب الرمی فی سبیل اللہ، ج ۲ ص ۳۰، رقم: ۲۸۱۱، سنن سعید بن منصور: باب ما جاء فی الرمی وفضلہ، ج ۲ ص ۱۴۱، رقم: ۲۲۵۰)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی مجاہد جو تیر کفار پر چلائے تو اس کے ایک تیر کی برکت سے تین مسلمان جنتی ہو جاتے ہیں۔ یہاں تین شخصوں سے مراد تین مسلمان ہیں کیونکہ کافر جنت میں نہیں جاسکتا، آج جہاد میں امریکہ روس وغیرہ کے اسلحہ استعمال کیے جائیں تو امریکی عیسائی یا روسی وغیرہ اس سے جنتی نہیں ہو سکتے۔ یہ اسلام کی قید اگلے مضمون سے بھی ظاہر ہے اور تیر سے مراد مرد مجاہد کا تیر ہے نہ کہ شکار کا تیر۔

(تیر بنانے والا) یعنی کاریگر تیر ساز ثواب کا جب مستحق ہے جب کہ جہاد کی نیت سے تیر بنانے صرف تجارت کی نیت نہ ہو ہر جگہ نیت کو بڑا دخل ہے۔

(اس کو پھینکنے والا) جو راہ خدا میں تیر چلائے خواہ جہاد کی حالت میں یا تیر اندازی کی حالت میں کہ یہ مشق جہاد کی تیاری کے لیے ہے۔

منہل باب تفعیل سے ہے یا افعال سے اسم فاعل، نبل سے بنا بمعنی تیر انبال یا نبیل کے معنی ہیں تیر دینا تیر انداز کو یا تیر چلاتے وقت یا نشانہ پر لگنے کے بعد اٹھا کر لانا، اسے دینا، تیر خواہ اس دینے والے کی ملکیت ہو یا تیر انداز کی یا کسی تیسرے کی۔ اس سے معلوم ہوا کہ نیکی کی مدد کرنا بھی نیکی ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: **وَتَعَاوَنُوا عَلَيَّ الَّذِينَ يَأْتِيَانِي مِن مَّوَدِّيهِ أَلَا تَعَاوَنُوا عَلَيَّ وَالْعَدُوِّينَ**۔

یعنی صرف پیدل تیر اندازی کی مشق نہ کرو بلکہ سواری پر تیر چلانا بھی سیکھو یا یہ مطلب ہے کہ صرف تیر اندازی کی مشق نہ کرو بلکہ گھوڑ سواری بھی سیکھو اب اس زمانہ میں بندوق چلانا، نیزہ بازی کرنا، ہوائی جہاز رانی کی مشق، توپ سے گولہ اندازی سیکھنا بہ نیت جہاد اسی حکم میں ہے۔

شارحین فرماتے ہیں کہ یہاں گھوڑا سواری سے مراد نیزہ بازی ہے کہ اکثر گھوڑے پر سے دشمن کو نیزے مارے جاتے ہیں تو مطلب یہ ہوا کہ نیزہ بازی سے تیر اندازی اچھی ہے کہ تیر اندازی جہاد میں زیادہ کام آتی ہے یا یہ مطلب ہے کہ گھوڑا سواری کی مشق سے تیر اندازی کی مشق مجھے زیادہ پیاری ہے کیونکہ گھوڑا سواری کبھی فخر و ریا پیدا کر دیتی ہے۔ (مرقات)

پہلے عرض کیا گیا ہے کہ لہو یعنی کھیل میں دو چیزیں ہوتی ہیں: غفلت اور لذت، غافل کرنے والا ہر عمل باطل ہے مگر لذت والا عمل تفصیل طلب ہے یہاں لہو سے مراد لذت والا عمل ہے۔

ان تینوں پر ثواب ملتا ہے کیونکہ تیر اندازی اور گھوڑے کی سواری سے دین و ایمان کی حفاظت ہے کہ یہ تیاری جہاد ہے اور اپنی بیوی سے کھیلنے چھیڑ کرنے میں مجاہد غازی پیدا کرتا بھی ہے اور اپنی اور اپنی بیوی کی عصمت و عفت کی حفاظت بھی کہ ایسی خوش طبعی کرنے والا جوڑا ان شاء اللہ غیر عورت یا غیر مرد کی طرف رخ نہیں کرتا، بعض مردوں کی بیویاں خوبصورت ہوتی ہیں مگر وہ بد صورت رنڈیوں کی محبت میں گرفتار ہوتے ہیں، کیوں، اس لیے کہ ان کی بیویوں کو زینت و لہو نہیں آتا ورنہ رنڈی میں کیا چیز ہے جو اپنی حلال زوجہ کے پاس نہیں۔ دل بھانا ایسے موقعہ پر عبادت ہے، قربان جائیے اس تعلیم کے جس نے مسلمانوں کے گھر اور میدان جہاد دونوں بتادیئے یعنی جسے یہ فن آتے ہوں پھر وہ ان کی مشق چھوڑ دے جس کی وجہ سے وہ بھول جائے تو اس نے رب تعالیٰ کی نعمت کی ناقدری کی اور وہ ناشکری کا مرتکب ہوا لہذا گنہگار ہوگا جیسے کوئی قرآن مجید حفظ کر کے بھول جائے سستی کی وجہ سے یوں ہی دینی علم حاصل کر کے بھول جانا بھی گناہ ہے جب کہ اپنی سستی کی وجہ سے ہونعمت کی قدر چاہیے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۵ ص ۷۶)

(1341) وَعَنْ سَلْمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا

حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

عَنْهُ قَالَ: مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى تَفْرِ
يَنْتَضِلُونَ. فَقَالَ: "أَزْمُوا بَنِي إِسْمَاعِيلَ فَإِنَّ آبَاءَكُمْ
كَانَ زَامِيًا" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

رسول اللہ ﷺ ایک جماعت پر سے گزرے جو تیر
اندازی کر رہے تھے تو آپ نے فرمایا: اے اولاد
اسماعیل تیر اندازی کرو تمہارے باپ تیر انداز تھے۔

(بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب نسبة الیمن الی اسماعیل، ج ۳ ص ۱۸۰، رقم: ۲۵۰۴، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب لا سبی
الالی خف او حاضر او نصل، ج ۱ ص ۱۰، رقم: ۲۰۲۳۸، المستدرک للحاکم، کتاب الجہاد، ج ۲ ص ۱۰۲، رقم: ۲۳۶۳، سنن ابن ماجہ، باب
الرمی فی سبیل اللہ، ج ۲ ص ۱۳۱، رقم: ۲۸۱۵، سنن سعید بن منصور، باب ما جاء فی الرمی وفضله، ج ۲ ص ۱۴۲، رقم: ۲۳۵۴)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(حضرت سلمہ بن الاکوع) آپ سلمی ہیں، بیعتہ الرضوان میں شریک ہوئے، بہت ہی بڑے بہادر اور پیادہ لڑنے
والوں کے امام تھے، تیر اندازی میں کما ہار کھتے تھے، آپ ہی سے بھیڑیے نے کلام کیا تھا، اسی برس عمر پائی ۳۷ھ میں
وفات ہوئی، جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔

بعض شارحین نے فرمایا کہ یہاں سوق سے مراد ایک خاص جگہ ہے جو مدینہ منورہ میں تھی، بعض نے فرمایا کہ سوق
ساق کی جمع ہے بمعنی پیادہ یعنی وہ لوگ پیدل تیر اندازی کرتے تھے ظاہر بھی یہی ہے کیونکہ بازار میں تیر اندازی مشکل ہے
وہاں لوگوں کا جمع ہوتا ہے۔

(اے اولاد اسماعیل تیر اندازی کرو) یعنی اسماعیل علیہ السلام تیر اندازی میں کمال رکھتے تھے تم ان کی اولاد ہو تم بھی
اس میں کمال پیدا کرو تمہارے باپ کی میراث ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۵ ص ۲۶۷)

(1342) وَعَنْ عَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَقُولُ: "مَنْ رَمَى بِسَهْمٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَهُوَ
لَهُ عِنْدَ مُحَرَّرَةٍ" رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ:
"حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ".

حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں
نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جس نے اللہ
کے راستہ میں ایک تیر پھینکا تو وہ اس کے لیے ایک غلام
آزاد کرنے کے برابر ہے۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے
روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی الرجل ینتہی الی غیر موالیہ، ج ۳ ص ۲۹۰، رقم: ۵۱۱۵، سنن ترمذی، باب ما جاء فی
فضل الرمی فی سبیل اللہ، ج ۲ ص ۱۴۲، رقم: ۱۶۳۸، المستدرک للحاکم، کتاب الجہاد، ج ۲ ص ۱۳۲، رقم: ۲۵۱۰، سنن النسائی الکبریٰ، باب
ثواب من رمی بسهم فی سبیل اللہ، ج ۳ ص ۱۹، رقم: ۲۳۵۱، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث عمرو بن عبسہ، ج ۳ ص ۱۱۳، رقم: ۱۴۰۶۴)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی جو شخص کفار پر صرف تیر پھینک دے خواہ لگے یا نہ لگے تو بھی اسے غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا۔ معلوم ہوا کہ

سعيد الخدي ص ۳۰۱ رقم: ۱۱۰۰ سنن الدارمی باب من صام يوماً في سبيل الله عز وجل ج ۲ ص ۲۱۶ رقم: ۱۲۱۹

شرح حدیث: حکیم الأمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

عربی میں خریف موسم خزاں کو کہتے ہیں، چونکہ اہل عرب اپنے کاروبار میں اس موسم سے سال شروع کرتے ہیں اس لیے اس سے پورا سال بھی مراد لے لیتے ہیں وہی یہاں مراد ہے اور حدیث بالکل اپنے ظاہر پر ہے۔ روزے سے نفلی روزہ مراد ہے اسی لیے صاحب مشکوٰۃ یہ حدیث نفلی روزے کے باب میں لائے یعنی بندہ مسلم اگر ایک نفلی روزہ رکھے اور اللہ قبول کرے تو دوزخ میں جانا تو کیا وہ دوزخ سے قریب بھی نہ ہوگا اور وہاں کی ہوا بھی نہ پائے گا۔ (مزاۃ المناجیح، ج ۳ ص ۲۸۱)

(1345) وَعَنْ أَبِي أَمَامَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «مَنْ صَامَ يَوْمًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ جَعَلَ اللَّهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّارِ خَنْدَقًا كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ» رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: «حَدِيثٌ حَسَنٌ صَوِيحٌ»

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اللہ کے راستہ میں ایک دن روزہ رکھا اللہ اس کے اور آگ کے درمیان زمین و آسمان جتنا خندق بنا دیتا ہے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح ترمذی، باب فضل الصوم في سبيل الله، ج ۲ ص ۱۶۶ رقم: ۱۱۶۲۳ مسند الحارث، باب فيمن صام يوماً في سبيل الله، ج ۱ ص ۱۳۹ رقم: ۲۳۰ المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمه خطاب ج ۳ ص ۲۶ رقم: ۲۵۴۲ مجمع الزوائد، باب فيمن صام يوماً في سبيل الله، ج ۳ ص ۲۲۲ رقم: ۵۱۴۲)

شرح حدیث: حکیم الأمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اللہ کی راہ سے مراد جہاد، حج، عمرہ، طلب علم دین کا سفر ہے یعنی ان میں سے جو مسافر ایک دن بھی رکھ لے یا اس سے مراد رضائے الہی ہے یعنی جو کوئی گھریا سفر میں ایک نفلی روزہ رکھ لے۔

یعنی پانچ سو سال کی راہ اس سے پہلے ستر سال کی راہ کا فاصلہ بھی آچکا ہے مگر ان میں آپس میں تعارض نہیں کیونکہ اخلاص کے فرق سے ثواب میں فرق ہو جاتا ہے۔ خندق فرما کر اس جانب اشارہ فرمایا گیا کہ ان شاء اللہ اس تک آگ تو کیا آگ کی تپش بھی نہ پہنچ سکے گی جیسے اتنی لمبی چوڑی خندق پھلانگ کر دشمن نہیں پہنچ سکتا۔ (مزاۃ المناجیح، ج ۳ ص ۲۹۲)

(1346) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَغْزُ، وَلَمْ يُحَدِّثْ نَفْسَهُ بِالْغَزْوِ، مَاتَ عَلَى شُعْبَةٍ مِنَ التَّفَاقِ» رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص مر گیا اور اس نے جہاد نہ کیا نہ اپنے دل میں جہاد کا سوچا وہ منافقت کے ایک حصہ پر مرے گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب من مات ولم يغزو ولم يحدث نفسه بالغزو، ج ۶ ص ۳۹ رقم: ۵۰۳۰ السنن الصغری للبیہقی، باب التفسیر وما يستدل به ان الجهاد فرض على الكفاية، ج ۳ ص ۵۸ رقم: ۲۸۱۰ سنن ابوداؤد، باب كراهية ترك الغزو،

ج ۲ ص ۲۱۸ رقم: ۲۵۰۴ سنن النسائی الکبزی باب التشدید فی ترک الجہاد ج ۲ ص ۶ رقم: ۲۲۰۵ مسند امام احمد بن حنبل مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۲۴۴ رقم: ۸۸۵۲

شرح حدیث: حکیم الأمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الختان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(اور اس نے جہاد نہ کیا) یا اس طرح کہ اس کی زندگی میں جہاد ہوا ہی نہیں یا اس طرح کہ جہاد تو ہو مگر یہ شریک نہ ہو یا نہ ہو سکے غرضیکہ اس فرمان عالی کی کئی صورتیں ہیں۔

(نہ اپنے دل میں جہاد کا سوچا) نفسہ سے پہلے فی پوشیدہ ہے اور خیال کرنے سے مراد یا جہاد کی تمنا کرنا ہے یا تیاری جہاد کرنا ہے پہلے معنی زیادہ ظاہر ہیں نیکی کی تمنا بھی باعث ثواب ہے گناہ کی تمنا بھی گناہ۔

(منافقت کے ایک حصہ پر مرے گا) یعنی ایسا آدمی منافق سے مشابہ ہوگا جو جہاد سے بہت بچتے تھے اور جو کسی قوم سے مشابہت رکھے وہ اسی قوم سے شمار ہوتا ہے۔ حضرت عبداللہ ابن مبارک وغیرہ محدثین نے فرمایا کہ یہ فرمان عالی زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہے کہ اس زمانہ میں جہاد سے بے گناہ رہنا منافقین کی علامت۔ (مرقات و نووی) جیسے حدیث پاک میں ہے من ترک الصلوٰۃ متعمداً فقد کفر جو دانستہ طور پر نماز چھوڑے کافر ہے، یہ بھی اسی زمانہ پاک کے متعلق ہے کہ اس زمانہ میں بے نمازی ہونا کفار کا نشان تھا، فرماتے ہیں کہ مؤمن اور کافر کے درمیان فرق نماز ہے، بعض محدثین فرماتے ہیں کہ یہ حکم ہر زمانہ کے متعلق ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جہاد کا خیال بھی دل میں نہ لانا نفاق پیدا کرتا ہے۔ (مرقات) جیسے ارشاد ہوا کہ گانا بجانا بلکہ گانے کی آواز رغبت سے سننا دلی نفاق اس طرح پیدا کرتا ہے جیسے پانی کا سیل گھاس کو۔ اسی حدیث کی بنا پر بعض علماء نے فرمایا کہ جہاد فرض عین ہے مگر حق یہ ہے کہ بعض حالات میں فرض عین ہوتا ہے اکثر حالات میں فرض کفایہ۔ (مراۃ المناجیح، ج ۵ ص ۷۰۹)

(1347) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ:

كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِي غَزَاةٍ فَقَالَ: "إِنَّ بِالْمَدِينَةِ لِرَجَالًا مَّا سِرْتُمْ مَسِيرًا، وَلَا قَطَعْتُمْ وَاذْيًا إِلَّا كَانُوا مَعَكُمْ، حَبَسَهُمُ الْمَرَضُ." وَفِي رِوَايَةٍ: "حَبَسَهُمُ الْعُدَّةُ." وَفِي رِوَايَةٍ: "إِلَّا شَرَكُوكُمْ فِي الْأَجْرِ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ مِنْ رِوَايَةِ أَنَسٍ، وَرَوَاهُ مُسْلِمٌ مِنْ رِوَايَةِ جَابِرٍ وَاللَّفْظُ لَهُ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ میں تھے تو آپ نے فرمایا: یقیناً مدینہ میں کچھ لوگ ہیں جو نہ تو کسی راستے میں چلے ہیں اور نہ کسی وادی کو طے کرنے میں تمہارے ساتھ ہیں لیکن وہ ثواب میں تمہارے ساتھ حصہ دار ہیں انہیں بیماری نے روک رکھا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ انہیں عذر نے روک رکھا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ وہ اجر و ثواب میں تمہارے ساتھ شریک ہیں۔ بخاری نے اسے حضرت انس سے روایت کیا اور مسلم نے حضرت

جابر سے روایت کیا اور یہ لفظ مسلم کے ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من حبسہ العذر عن الغزو، ج ۲ ص ۲۶ رقم: ۲۸۴۰ صحیح مسلم، باب ثواب من حبسہ عن الغزو مرض او عذر، ج ۶ ص ۳۹ رقم: ۵۰۳۲ السنن الکبریٰ للبیہقی، باب من له عذر بالضعف والمرض والعذر فی ترک الجہاد، ج ۲ ص ۲۶ رقم: ۱۸۲۶ سنن ابوداؤد، باب فی الرخصة فی القعود من العذر، ج ۲ ص ۳۱۹ رقم: ۲۵۱۰ سنن ابن ماجہ، باب من حبسہ العذر عن الجہاد، ج ۲ ص ۲۲ رقم: ۲۷۱۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

تبوک مدینہ منورہ سے چھ سو ساٹھ میل دور جانب شام ہے اس طرح کہ ایک سو ساٹھ میل خیبر ہے اور خیبر سے پانچ سو میل تبوک سے کچھ فاصلہ پر مان ہے پھر مان کے بعد عمان ہے اردن کا دار الخلافہ، فقیر نے خیبر کی تو باقاعدہ زیارت کی ہے مگر تبوک اور مان پر ہوائی جہاز سے پرواز کی ہے عمان اور بیت المقدس جاتے ہوئے، غزوہ تبوک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری غزوہ ہے۔ جیسا کہ اشعہ نے فرمایا۔

یعنی مختلف جماعتوں و قبیلوں کے مسلمان وہ بھی ہیں جو اس غزوہ میں جانے کی دل سے تمنا کرتے تھے مگر کسی سخت مجبوری کی وجہ سے نہ جاسکے۔

اس طرح کہ جسم ان کے مدینہ میں رہے اور دل تمہارے ساتھ جہاد میں رہے، نیز ان کی نیت ان کے ارادے تمہارے ساتھ رہے یا وہ اجر و ثواب میں تمہارے ساتھ رہے کہ تمہارے پیچھے تمہارے گھر بار کی دیکھ بھال اور تمہارے بال بچوں کی خدمت کرتے رہے۔

اس طرح کہ نفس ثواب میں تمہارے ساتھ شریک رہے اگرچہ عملی جہاد میں تم ان سے بڑھ گئے۔ اس وجہ سے غنیمت میں ان کا حصہ نہ ہوگا، رب فرماتا ہے: وَقَسَلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ عَلَى الثَّعْدِثِينَ أَجْرًا عَظِيمًا دَرَجَاتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَرَحْمَةً۔ اس سے معلوم ہوا کہ نیت خیر کا بڑا درجہ ہے، اس طرح کسی نیکی سے رہ جانے پر افسوس کرنا بھی ثواب ہے۔

معذوری سے مراد واقعی معذوری ہے، جو بعض مخلص صحابہ کو تھی، بناوٹی معذوری نہیں جو بہانہ باز منافقین نے ظاہر کی تھی

ان پر تو سخت عتاب فرمایا گیا دیکھو سورہ توبہ۔ (بزاز الناجح، ج ۵ ص ۷۱)

(1348) وَعَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ
عَرَابِيًّا آتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا
رَسُولَ اللَّهِ، الرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِمَنْعَتِهِ، وَالرَّجُلُ
حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک
دیہاتی رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا اس نے عرض
کیا: یا رسول اللہ! کوئی آدمی غنیمت کے لیے لڑائی کرتا

یُقَاتِلُ لِيُدْكَرَ، وَالرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِيُذَى مَكَانَهُ، وَفِي رِوَايَةٍ: يُقَاتِلُ شَجَاعَةً، وَيُقَاتِلُ حَمِيَّةً. وَفِي رِوَايَةٍ: يُقَاتِلُ غَضَبًا، فَمَنْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ؛ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ: «مَنْ قَاتَلَ لِتَكُونَ كَلِمَةً اللَّهُ هِيَ الْعُلْيَا، فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ» مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ہے اور کوئی آدمی اپنی لڑائی کے لیے لڑتا ہے کوئی آدمی اپنا مقام ظاہر کرنے کے لیے لڑائی کرتا ہے۔ اور ایک روایت ہے کہ بہادری کے لیے لڑتا ہے اور تعصب کی وجہ سے لڑتا ہے اور ایک روایت میں ہے: غصہ کی وجہ سے لڑتا ہے تو اللہ کی راہ میں کون سا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اس لیے لڑائی کی تاکہ اللہ کا کلمہ ہی بلند ہو تو وہ اللہ کی راہ میں ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من سأل وهو قائم عالما جالسا، ج ۱، ص ۳، رقم: ۱۲۲، صحیح مسلم، باب من قاتل لتكون كلمة الله هي العليا فهو في سبيل الله، ج ۶، ص ۳۶، رقم: ۵۰۲۹، السنن الكبرى للبيهقي، باب بيان النية التي يقاتل عليها ليكون في سبيل الله، ج ۷، ص ۲۱۱، رقم: ۹۰۱۳، مسند امام احمد، حديث ابى موسى الاشعري، ج ۳، ص ۲۹۲، رقم: ۱۹۵۱۱، مصنف عبدالرزاق، باب الشهيد، ج ۷، ص ۲۶۸، رقم: ۹۵۶۴)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(غنیمت کے لیے لڑائی کرتا ہے) یعنی صرف مال غنیمت حاصل کرنے یا ملک جیتنے اور وہاں راج کرنے کی نیت سے جہاد کرتا ہے، رضاء الہی کی نیت نہیں کرتا جیسا کہ آج کل عموماً جنگ کے وقت ملک و قوم کی خدمت کا نام لیتے ہیں، اللہ کے دین کی خدمت کا ذکر تک نہیں کرتے اس لیے بچنا چاہیے۔

(کوئی آدمی اپنی لڑائی کے لیے لڑتا ہے) یعنی صرف اس لیے جہاد کرتا ہے کہ لوگوں میں اس کی بہادری کا چرچا ہو اور اسے شہرت و عزت حاصل ہو، کفار کو اپنی شجاعت دکھانا ان کے مقابل اپنی شان و بہادری بیان کرنا عبادت ہے۔

(کوئی آدمی اپنا مقام ظاہر کرنے کے لیے لڑائی کرتا ہے) لیری کی تین قراءتیں ہیں: باب فتح کا مضارع مجہول، باب افعال کا مضارع معروف اور باب فتح کا مضارع معروف یعنی تاکہ اس کا درجہ دیکھا جاوے یا لوگوں کو اپنا درجہ شجاعت دکھائے مسلمانوں کو یا تاکہ وہ اپنی جنت کی جگہ دیکھ لے یعنی صرف جنت حاصل کرنے کے لیے جہاد کرتا ہے۔ (مرقات و اشع) تیسرے معنی صوفیانہ ہیں۔ صوفیاء کے نزدیک جنت حاصل کرنے یا دوزخ سے بچنے کے لیے بھی عبادت نہ کی جائے، صرف جنت والے رب کو راضی کرنے کے لیے عبادت کرنی چاہیے، جب وہ راضی ہو گیا تو سب کچھ مل جائے گا۔

کلمۃ اللہ سے مراد کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ ہے یعنی اسلام کی اشاعت کرنے اور کفر کا زور توڑنے کے لیے جہاد ہو۔ خیال رہے کہ خدمت دین کے ساتھ غنیمت کی نیت بھی ہونا مضر نہیں مگر کمال اس میں ہے کہ خالص خدمت دین کی نیت ہو غنیمت بلکہ جنت حاصل کرنے کا بھی ارادہ نہ ہو۔ (مراۃ المناجیح، ج ۵ ص ۷۱۰)

(1349) وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا مِنْ غَازِيَةٍ، أَوْ سَرِيَّةٍ تَغْزُو،
فَتَغْنَمُ وَتَسْلَمُ، إِلَّا كَانُوا قَدْ تَعَجَّلُوا ثُلُثِي
أَجُورَهُمْ، وَمَا مِنْ غَازِيَةٍ أَوْ سَرِيَّةٍ تُخْفِقُ وَتُصَابُ
إِلَّا تَمَّ لَهُمْ أَجُورُهُمْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جہاد کرنے والی بڑی یا چھوٹی جماعت جو بھی جہاد کرے غنیمت پائے اور سلامت رہے تو انہوں نے اپنے اجروں کا دو تہائی اجر دنیا میں پالیا اور جو بڑی یا چھوٹی جہاد کرنے والی جماعت شہید یا زخمی ہو جائے تو ان کے لیے پورے اجر ہوتے ہیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب بیان قدر ثواب من غزا فغنم ومن لم یغنم: ج ۳ ص ۲۸ رقم: ۵۰۲۵ مشکوٰۃ المصابیح: کتاب الجہاد: الفصل الاول: ج ۱ ص ۳۱۷ رقم: ۲۸۱۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

چار سو غازیوں تک کا لشکر سریہ کہلاتا ہے اس سے بڑا لشکر فوج، نیز جس جہاد میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم شرکت نہ فرمادیں وہ سریہ ہے اور جس میں حضور بنفس نفیس شرکت فرمادیں وہ غزوہ۔ (مرقات و اشعہ) یعنی آئندہ حکم ہر چھوٹے بڑے لشکر کے لیے ہے۔

کیونکہ جہاد میں رب کی طرف سے تین نعمتیں ملتی ہیں، سلامتی، غنیمت، ثواب و اجر پہلی دو نعمتیں دنیا میں اور آخری نعمت ثواب و اجر آخرت میں۔

یخفق بنا ہے خفق سے بمعنی مجاہد کا بغیر غنیمت ہونا یا شکاری کا بغیر شکار واپس لوٹنا، تکلیف سے مراد زخم و شہادت اور دوسری تمام تکالیف ہیں جو عموماً جہاد میں پیش آتی ہیں یعنی جو غازی غنیمت تو حاصل نہ کر سکے زخمی یا شہید ہو جائے۔

یعنی اسے یہ تینوں چیزیں آخرت میں ملیں گی۔ خیال رہے کہ غنیمت اور سلامتی کو اجر فرمانا اس لیے ہے کہ غزوہ میں یہ بھی رب تعالیٰ کا عطیہ ہوتا ہے ورنہ غازی کا جہاد سلامتی اور غنیمت کے لیے نہیں ہوتا وہ تو صرف اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے جہاد کرتا ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۵ ص ۷۰۸)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے عرض کیا: یا رسول اللہ مجھے سیاحت کی اجازت عطا فرمائیں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری امت کی سیاحت اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد ہے۔ امام ابو داؤد نے جید اسناد کے ساتھ روایت کیا۔

(1350) وَعَنْ أَبِي أَمَامَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أئْذَنُ لِي فِي السِّيَاحَةِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ سِيَاحَةَ أُمَّتِي الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ - عَزَّوَجَلَّ -" رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ جَيِّدٍ.

تخریج حدیث: (سنن ابو داؤد، باب فی النهی عن السیاحۃ، ج ۲ ص ۲۱۳، رقم: ۲۳۸۸، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب فی فضل الجہاد، ج ۱ ص ۱۵۸، رقم: ۱۸۹۵۹، المستدرک للحاکم، کتاب الجہاد، ج ۲ ص ۲۳۸، رقم: ۲۳۹۸، مسند الشامیین للطبرانی، من اسمہ العلام، عن القاسم ابی عبدالرحمن)

شرح حدیث: میری امت کی سیاحت جہاد ہے

علمائے تفسیر کا بیان ہے کہ ایک دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وعظ فرمایا اور قیامت کی ہولناکیوں کا اس انداز میں بیان فرمایا کہ سامعین متاثر ہو کر زار و قطار رونے لگے، اور لوگوں کے دل دہل گئے اور لوگ اس قدر خوف و ہراس سے لرزہ بر اندام ہو گئے کہ دس جلیل القدر صحابہ کرام حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے مکان پر جمع ہوئے جن میں حضرت ابو بکر صدیق و حضرت علی و حضرت عبداللہ بن مسعود و حضرت عبداللہ بن عمر و حضرت ابو ذر غفاری و حضرت سالم و حضرت مقداد و حضرت سلمان فارسی و حضرت معقل بن مقرن و حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہم جمعین تھے اور ان حضرات نے آپس میں مشورہ کر کے یہ منصوبہ بنایا کہ اب آج سے ہم لوگ سادھو بن کر زندگی بسر کریں گے، ٹاٹ وغیرہ کے موٹے کپڑے پہنیں گے اور روزانہ دن بھر روزے رکھ کر ساری رات عبادت کریں گے، بستر پر نہیں سوئیں گے اور اپنی عورتوں سے الگ رہیں گے اور گوشت چربی اور گھی وغیرہ کوئی مرغی غذا نہیں کھائیں گے نہ کوئی خوشبو لگائیں گے اور سادھو بن کر روئے زمین میں گشت کرتے پھریں گے۔

جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو صحابہ کرام کے اس منصوبہ کی اطلاع ملی تو آپ نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ مجھے ایسی ایسی خبر معلوم ہوئی ہے تم بتاؤ کہ واقعہ کیا ہے؟ تو حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ساتھیوں کو لے کر بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! حضور کو جو اطلاع ملی ہے وہ بالکل صحیح ہے۔ اس منصوبہ سے بجز نیکی اور خیر طلب کرنے کے ہمارا کوئی دوسرا مقصد نہیں ہے۔ یہ سن کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال نبوت پر قدرے جلال کا ظہور ہو گیا اور آپ نے فرمایا کہ میں جو دین لے کر آیا ہوں اس میں ان باتوں کا حکم نہیں ہے۔ سنو! تمہارے اوپر تمہاری جانوں کا بھی حق ہے۔ لہذا کچھ دن روزہ رکھو اور کچھ دنوں میں کھاؤ پیو اور رات کے کچھ حصے میں جاگ کر عبادت کرو اور کچھ حصے میں سو رہا کرو۔ دیکھو میں اللہ کا رسول ہو کر کبھی روزہ رکھتا ہوں اور کبھی روزہ نہیں بھی رکھتا ہوں۔ اور گوشت، چربی، گھی بھی کھاتا ہوں۔ اچھے کپڑے بھی پہنتا ہوں اور اپنی بیویوں سے بھی تعلق رکھتا ہوں اور خوشبو بھی

استعمال کرتا ہوں یہ میری سنت ہے اور جو مسلمان میری سنت سے منہ موڑے گا وہ میرے طریقے پر اور میرے فرماں برداروں میں سے نہیں ہے۔

اس کے بعد صحابہ کرام کا ایک مجمع جمع فرما کر آپ نے نہایت ہی مؤثر وعظ بیان فرمایا جس میں آپ نے برملا ارشاد فرمایا کہ سن لو! میں تمہیں اس بات کا حکم نہیں دیتا کہ تم لوگ سادھو بن کر راہبانہ زندگی بسر کرو۔ میرے دین میں گوشت وغیرہ لذیذ غذاؤں اور عورتوں کو چھوڑ کر اور تمام دنیاوی کاموں سے قطع تعلق کر کے سادھوؤں کی طرح کسی مکٹی یا پہاڑ کی کھودہ میں بیٹھ رہنا یا زمین میں گشت لگاتے رہنا ہرگز نہیں ہے۔ سن لو! میری امت کی سیاحت جہاد ہے اس لئے تم لوگ بجائے زمین میں گشت کرتے رہنے کے جہاد کرو اور نماز و روزہ اور حج و زکوٰۃ کی پابندی کرتے ہوئے خدا کی عبادت کرتے رہو اور اپنی جانوں کو سختی میں نہ ڈالو۔ کیونکہ تم لوگوں سے پہلے اگلی امتوں میں جن لوگوں نے سادھو بن کر اپنی جانوں کو سختی میں ڈالا، تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان لوگوں پر سخت سخت احکام نازل فرما کر انہیں سختی میں مبتلا فرما دیا جن احکام کو وہ لوگ نباہ نہ سکے اور بالآخر نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے احکام سے منہ موڑ کر وہ لوگ ہلاک ہو گئے۔

(تفسیر جمل علی الجلائین، ج ۲، ص ۲۶۷، پ ۷، المائدہ: ۸۶)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جہاد سے واپس آنا جہاد کی طرح ہے۔ اسے ابو داؤد نے جید اسناد کے ساتھ روایت کیا۔

(1351) وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "قَفْلَةٌ كَغَزْوَةٍ" رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ جَيِّدٍ.

القَفْلَةُ: لوٹنے کو کہتے ہیں یہاں جہاد سے فراغت کے بعد لوٹنا مراد ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ جہاد سے واپس آنے پر بھی ثواب ہوتا ہے۔

"القَفْلَةُ": الرُّجُوعُ، وَالْمَرَادُ: الرُّجُوعُ مِنَ الْغَزْوِ بَعْدَ فَرَاغِهِ، وَمَعْنَاهُ: أَنَّهُ يُغَابُ فِي رُجُوعِهِ بَعْدَ فَرَاغِهِ مِنَ الْغَزْوِ.

تخریج حدیث: (سنن ابو داؤد: باب فی فضل القفل فی سبیل اللہ، ج ۲، ص ۲۱۴، رقم: ۲۲۸۹، السنن الکبریٰ للبیہقی: باب ما جاء فی تمهید الغازی واجر الجاعل، ج ۱، ص ۲۸، رقم: ۸۲۰۲، المستدرک للحاکم: کتاب الجہاد، ج ۲، ص ۲۲۹، رقم: ۲۲۹۱، المنتقی لابن الجارود: باب الجعل علی الغزو، ج ۱، ص ۲۶۰، رقم: ۱۰۲۹، مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عمرو، ج ۲، ص ۱۷۴، رقم: ۱۲۲۵)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس فرمان عالی کی چند شرحیں ہیں: ایک یہ کہ غازی کا سفر جہاد سے اپنے وطن کی طرف لوٹنا بھی وہی ثواب رکھتا ہے جو جہاد میں جانا رکھتا تھا۔ دوسرے یہ کہ دشمن کو بہکانے کے لیے میدان جہاد سے واپس ہو جانا تاکہ دشمن مطمئن ہو کر تیاری جنگ ختم کر دے پھر اچانک پلٹ کر اس پر حملہ کر دیا جائے، یہ ایک جنگی چال ہوتی ہے اس کا ثواب پہلی بار میدان جہاد میں آنے کی طرح ہے۔ تیسرے یہ کہ دشمن کا دباؤ بڑھ جانے اور اسلامی لشکر کے شکست کھا جانے کے یقین ہو جانے پر جہاد کے

میدان سے واپس ہو کر اپنے مرکز میں پہنچ جانا اس کا بھی وہی ثواب ہے جو جہاد میں جانے کا ثواب تھا۔ چوتھے یہ کہ دوسری تیسری بار جہاد میں جانے کا وہ ہی ثواب ہے جو اول بار جہاد میں جانے کا تھا۔ خیال رہے کہ قفل اور قفول کے معنی ہیں لوٹنا، واپس ہونا، اس سے ہے قافلہ، سفر میں جانے والی جماعت کو نیک فال کے لیے قافلہ کہا جاتا ہے، یعنی خیریت سے واپس آنے والے مسافروں کی جماعت۔ (مراۃ المناجیح، ج ۵ ص ۷۰۸)

(1352) وَعَنْ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَزْوَةِ تَبُوكَ تَلَقَّاهُ الْعَاسُّ، فَتَلَقِيَتْهُ مَعَ الصَّبِيَّانِ عَلَى ثَنِيَّةِ الْوَدَاعِ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَوِيحٍ بِهَذَا اللَّفْظِ. وَرَوَاهُ الْبُخَارِيُّ قَالَ: كَهَبْنَا تَلَقَّى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مَعَ الصَّبِيَّانِ إِلَى ثَنِيَّةِ الْوَدَاعِ.

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک سے واپس آئے۔ تو لوگ آپ کو ملے تو میں نے بچوں کے ساتھ ثنیۃ الوداع پر آپ (رضی اللہ عنہم) کے ساتھ ملاقات کی۔ ان الفاظ کے ساتھ ابوداؤد نے اسے صحیح اسناد کے ساتھ روایت کیا اور بخاری نے یوں روایت کیا ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملنے کے لیے بچوں کے ساتھ ثنیۃ الوداع تک گئے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی التلقی، ج ۳ ص ۳۸ رقم: ۲۷۸۱ صحیح بخاری، باب استقبال الغزاة، ج ۹ ص ۷۹ رقم: ۳۰۸۳ المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمہ السائب بن یزید الکندی، ج ۳ ص ۳۸ رقم: ۶۶۶۱ دلائل النبوة للبیہقی، باب تلقی الناس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین قدم من غزوة تبوک، ج ۳ ص ۳۵۰ رقم: ۲۰۱۸ مسند امام احمد بن حنبل، حدیث السائب بن یزید رضی اللہ عنہ، ج ۳ ص ۳۳۹ رقم: ۱۵۰۵۱)

شرح حدیث: غزوہ تبوک

تبوک مدینہ اور شام کے درمیان ایک مقام کا نام ہے جو مدینہ سے چودہ منزل دور ہے۔ بعض مؤرخین کا قول ہے کہ تبوک ایک قلعہ کا نام ہے اور بعض کا قول ہے کہ تبوک ایک چشمہ کا نام ہے۔ ممکن ہے یہ سب باتیں موجود ہوں! یہ غزوہ سخت قحط کے دنوں میں ہوا۔ طویل سفر، ہوا گرم، سواری کم، کھانے پینے کی تکلیف، لشکر کی تعداد بہت زیادہ، اس لیے اس غزوہ میں مسلمانوں کو بڑی تنگی اور تنگ دستی کا سامنا کرنا پڑا۔ یہی وجہ ہے کہ اس غزوہ کو جیش العسرة (تنگ دستی کا لشکر) بھی کہتے ہیں اور چونکہ منافقوں کو اس غزوہ میں بڑی شرمندگی اور شرمساری اٹھانی پڑی تھی۔ اس وجہ سے اس کا ایک نام غزوہ فاحصہ (رسوا کرنے والا غزوہ) بھی ہے۔ اس پر تمام مؤرخین کا اتفاق ہے کہ اس غزوہ کے لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ماہ رجب ۹ھ جمعرات کے دن روانہ ہوئے۔

(مدارج النبوت، قسم سوم، باب نهم، ج ۲، ص ۳۳۳-۳۳۴ والمواهب اللدنیہ وشرح الازرقانی، باب ثم غزوة تبوک، ج ۳، ص ۶۵-۶۷ ملخصاً)

غزوہ تبوک کا سبب

عرب کا غسانی خاندان جو قیصر روم کے زیر اثر ملک شام پر حکومت کرتا تھا چونکہ وہ عیسائی تھا اس لیے قیصر روم نے اس

کو اپنا آلہ کار بنا کر مدینہ پر فوج کشی کا عزم کر لیا۔ چنانچہ ملک شام کے جو سوداگر و رومن زیتون بیچنے مدینہ آیا کرتے تھے۔ انہوں نے خبر دی کہ قیصر روم کی حکومت نے ملک شام میں بہت بڑی فوج جمع کر دی ہے۔ اور اس فوج میں رومیوں کے علاوہ قبائلی قبائل و جذام اور عساکر کے تمام عرب بھی شامل ہیں۔ ان خبروں کا تمام عرب میں ہر طرف چہ چا تھا اور رومیوں کی اسلام دہمسی کوئی ڈھکی چھپی چیز نہیں تھی اس لیے ان خبروں کو غلط سمجھ کر نظر انداز کر دینے کی بھی کوئی وجہ نہیں تھی۔ اس لیے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی فوج کی تیاری کا حکم دے دیا۔

لیکن جیسا کہ ہم تحریر کر چکے ہیں کہ اس وقت حجاز مقدس میں شدید قحط تھا اور بے پناہ شدت کی گرمی پڑ رہی تھی ان وجوہات سے لوگوں کو گھر سے نکلنا شاق گزر رہا تھا۔ مدینہ کے منافقین جن کے نفاق کا بھانڈا پھوٹ چکا تھا وہ خود بھی فوج میں شامل ہونے سے جی چراتے تھے اور دوسروں کو بھی منع کرتے تھے۔ لیکن اس کے باوجود تیس ہزار کا لشکر جمع ہو گیا۔ مگر ان تمام مجاہدین کے لیے سواریوں اور سامان جنگ کا انتظام کرنا ایک بڑا ہی کٹھن مرحلہ تھا کیونکہ لوگ قحط کی وجہ سے انتہائی مفلوک الحال اور پریشان تھے۔ اس لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تمام قبائل عرب سے فوجیں اور مالی امداد طلب فرمائی۔ اس طرح اسلام میں کسی کار خیر کے لیے چندہ کرنے کی سنت قائم ہوئی۔

(المواہب اللدنیہ و شرح الزرقانی، باب ثم غزوة تبوک، ج ۳، ص ۶۸-۷۲)

(1353) وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنْ لَمْ يَغْزُ، أَوْ يُجَهِّزْ غَازِيًا، أَوْ يُخَلِّفْ غَازِيًا فِي أَهْلِهِ بِخَيْرٍ، أَصَابَهُ اللَّهُ بِقَارِعَةٍ قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ" رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ.

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے جہاد کیا نہ کسی غازی کو سامان دیا نہ کسی غازی کے گھر کا خیال رکھا، تو اللہ تعالیٰ اس پر قیامت سے پہلے بڑی مصیبت لائے گا۔ اسے ابو داؤد نے اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سابق ابو داؤد: باب کراہیۃ ترک الغزو، ج ۲، ص ۳۱۸، رقم: ۲۵۰۵ سنن الکبیری للبیہقی: باب النفیر وما یستدل بہ علی ان الجہاد فرض علی الکفایۃ، ج ۲، ص ۳۱، رقم: ۱۸۲۰۰ سنن الدارمی: باب فیمن مات ولم یغز، ج ۲، ص ۲۵، رقم: ۲۴۱۸ مسند عبد بن حمید من مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، ج ۱، ص ۳۱۹، رقم: ۱۳۲۳)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی جو شخص یا جو لوگ ان تینوں نعمتوں سے محروم رہے نہ جہاد کرے نہ مجاہد کو سامان دے نہ مجاہد کے بیوی، بچوں کی خدمت کرے۔ غالباً روئے سخن ان لوگوں سے ہے جن کے زمانہ میں جہاد ہو اور وہ یہ تینوں کام نہ کرے اور اگر کسی کو جہاد دیکھنا نصیب ہی نہ ہو وہ اس حکم سے علیحدہ رہے۔

قارعہ بنا ہے قرع سے بمعنی کھڑکانا، ٹھوکنا، اب پریشان کن مصیبت کو بھی قارعہ کہتے ہیں کہ وہ دل کو کھڑکا دیتی ہے اسی لیے قیامت کو قارعہ کہا جاتا ہے الْقَارِعَةُ مَا الْقَارِعَةُ کہ وہ مخلوق کو پریشان کر دے گی جس سے عام لوگوں کے حواس جاتے

رہیں گے۔ (مزاہ النایح، ج ۵ ص ۷۱۵)

(1354) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "جَاهِدُوا الْمُشْرِكِينَ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ وَالسِّلَاتِكُمْ" رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَوِيحٍ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مشرکوں کے ساتھ اپنے مالوں، جانوں اور زبانوں کے ساتھ جہاد کرو۔ اسے ابو داؤد نے اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا۔

تخریج حدیث: (سنن ابو داؤد، باب کراہیۃ ترک الغزو، ج ۲ ص ۲۱۸، رقم: ۲۵۰۶، السنن الصغریٰ للبیہقی، کتاب السیر، ج ۳ ص ۳۶، رقم: ۲۷۱۲، المستدرک للحاکم، کتاب الجہاد، ج ۲ ص ۳۳۸، رقم: ۲۲۲۴، سنن الدارمی، باب فی جہاد المشرکین باللسان والید، ج ۲ ص ۲۸۸، رقم: ۲۲۳۱، سنن الکوثری للنسائی، باب وجوب الجہاد، ج ۲ ص ۶، رقم: ۲۲۰۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ نے اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

مشرکین سے مراد کفار حربی ہیں خواہ عرب کے ہوں یا عجم کے اور جہاد خواہ محترم مہینہ میں ہو یا ان کے علاوہ۔ خیال رہے کہ کفار عرب سے جزیہ قبول نہیں، صرف اسلام ہی ان کے لیے ذریعہ امان ہے اور کفار عجم سے جزیہ بھی قبول ہے کہ وہ ہمارے رعایا بن کر رہیں، ہم کو حق حفاظت میں جزیہ دیں اور ہمارے ملک میں امان سے رہیں، نیز جہاد کے لیے یہ لازم نہیں کہ کفار ابتداء کریں، ہم مسلمان مدافعانہ اور جارحانہ ہر طرح کا جہاد کر سکتے ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے: قَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَمَا يُقَاتِلُونَكُمْ كَمَا فِي آيَةِ اس آیت اور اس حدیث نے ترک جہاد اور نرمی کی تمام آیات اور احادیث کو منسوخ فرما دیا چنانچہ آیت فَإِنْ قَاتَلْتُمْ فَأَقْتُلُوهُمْ بھی منسوخ ہے۔ (مرقات) اسکی تحقیق ہماری تفسیر نعیمی میں ملاحظہ کرو۔

جان کا جہاد تو مشہور ہے میدان جنگ میں شمشیر یا تدبیر سے جنگ، مال کا جہاد، غازیوں کو سامان دینا، زبان کا جہاد کفار کی زبانی قلمی تردید دلائل سے کرنا، ان کی شکست کی دعا کرنا، انہیں ڈرانا دھمکانا۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ معبودین کو برا کہنے کی ممانعت کی آیت یا منسوخ ہے یا معلل ہے اس کیفیت سے جب مسلمان انہیں گالیاں دینے سے روک نہ سکیں اس کی مثل لمعات میں ہے۔ (مزاہ النایح، ج ۵ ص ۷۱۶)

(1355) وَعَنْ أَبِي عَمْرٍو - وَيُقَالُ: أَبُو حَكِيمٍ

- النَّعْمَانِ بْنِ مُقَرِّنٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: شَهِدْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذَا لَمْ يُقَاتِلْ مِنْ أَوَّلِ النَّهَارِ أَخَّرَ الْقِتَالَ حَتَّى تَزُولَ الشَّمْسُ، وَتَهَبَ الرِّيَّاحُ، وَيَنْزِلَ النَّضْرُ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَيْمُونٍ، وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ صَوِيحٌ".

حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگوں میں حاضر ہوا۔ جب آپ دن کے وقت شروع لڑائی نہ کرتے تو لڑائی کو مؤخر کرتے حتیٰ کہ دن ڈھل جاتا ہوا میں چلتی، اور مدد اترتی۔ اسے ابو داؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابو داؤد، باب فی ای وقت یتحب اللقاء، ج ۲ ص ۲۶۵، رقم: ۲۶۵۴، سنن ترمذی، باب ما جاء فی الساعة

العی یستحب فیہا القتال ج ۳ ص ۱۱۰ رقم: ۱۶۱۳ السنن الکبریٰ للبیہقی: باب ای وقت یستحب اللقاء ج ۲ ص ۱۵۲ رقم: ۱۸۴۱ سنن النسائی الکبریٰ: باب الوقت الذی یستحب فیہ لقاء العدو ج ۵ ص ۱۹۱ رقم: ۸۶۳۴ مسند امام احمد بن حنبل: حدیث النعمان بن مقرن ج ۳ ص ۲۲ رقم: ۱۲۴۱۵

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ نعمان ابن عمرو ابن مقرن مزینی ہیں، سویدا بن مقرن کے بھائی، حضرت سوید فتح کے دن قبیلہ مزیہ کے علمبردار تھے، آپ نے اپنے ساتھ بھائیوں اور چار سو ساتھیوں کے ساتھ ہجرت کی تھی، پھر بصرہ میں قیام پذیر رہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے نہاوند کے گورنر تھے، وہاں ہی اکیس ۲۱ھ میں فوت ہوئے، رضی اللہ عنہ۔

جہاد سے مراد جنس جہاد ہے یعنی بہت سے جہادوں میں شریک ہوا ہوں۔

ارواح جمع ہے ریح کی چونکہ ریح اصل میں روح تھا اور ی سے بدل گیا تھا اس لیے جمع ارواح آئی، اریاح بھی آتی ہے مگر بہت کم۔ ریح اور ارواح بہت زیادہ، جمع کی جمع اریاح یا اریاح ہے۔ چونکہ بیچ دوپہری میں کفار سورج کی پوجا کرتے ہیں اس لیے اس وقت نماز نہیں ہے اور حضور اس وقت جہاد بھی نہ کرتے تھے، سورج ڈھلے سورج کی پوجا ختم ہو جاتی ہے، نماز ظہر پڑھنے لگتے ہیں نمازیوں کے لیے دعائیں شروع ہو جاتی ہیں، دوپہری کی شدت جاتی رہتی ہے، قدر۔ ٹھنڈی ہوا بھی چلنے لگتی ہے اس لیے حضور اس وقت جہاد فرماتے تھے۔ (مرقات) (بیراۃ المناجیح، ج ۵ ص ۸۲۶)

(1356) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا
تَتَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ، وَاسْأَلُوا اللَّهَ الْعَافِيَةَ، فَإِذَا
لَقِيْتُمْوَهُمْ فَاصْبِرُوا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دشمن کی ملاقات کی تمنا نہ کرو اور اللہ سے عافیت مانگو اور جب تمہاری ان سے ملاقات ہو تو صبر کرو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا لم یقاتل اول النهار ج ۲ ص ۵۱ رقم: ۲۶۶۶ صحیح مسلم: باب کراهة تمنی لقا العدو والامر بالصبر عند اللقاء ج ۵ ص ۱۳۳ رقم: ۳۶۳۰ سنن النسائی الکبریٰ: باب تمنی لقاء العدو ج ۵ ص ۱۸۹ رقم: ۸۶۳۲ جامع الاصول لابن اثیر: کتاب الاول فی الجہاد وما یتعلق بہ من الاحکام ج ۲ ص ۵۲۳ رقم: ۱۰۳۸ سنن سعید بن منصور: باب من قال لا تتمنوا لقاء العدو ج ۲ ص ۱۰ رقم: ۲۴۲۰)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان لکھتے ہیں:

یعنی جنگ کی تمنا نہ کرو نہ دعا مانگو کیونکہ جنگ ایک بلا ہے بلا کی آرزو اچھی نہ بہتر اس میں فخر و تکبر کی بو ہے اس لیے اس تمنا سے بچو اپنی قوت و طاقت پر بھروسہ نہ کرو۔ ہمیشہ اللہ سے فضل و رحمت مانگو۔ بیماری اگرچہ اللہ کی رحمت کا باعث ہے، سانپ کاٹنے کی موت شہادت کی موت ہے مگر نہ تو ان کی دعا کرو نہ کوشش اور جب رب کی طرف سے آجائے تو صبر کرو۔

یعنی دعا کرو امن و عافیت کی نہ کہ جنگ کی اور اگر کفار سے جنگ کرنا پڑے تو پھر ہمت و استقلال سے کام لو۔ سبحان

اللہ! کیسی نفس تعلیم ہے۔ (مزاۃ المناجیح، ج ۵ ص ۸۲۴)

(1357) وَعَنْهُ وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّهُ سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَنْ رَجُلٍ قَتَلَ فِي الْحَرْبِ مَدْيَنَةً وَنَجَّى نَفْسَهُ مِنْهَا، قَالَ: «الْحَرْبُ خُدْعَةٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ»

انہی سے اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنگ دھوکہ ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب قتل الخوارج والملحدین بعد اقامة الحجۃ، ج ۲ ص ۱۱۶، رقم: ۲۸۲۰، صحیح مسلم، باب التحریض علی قتل الخوارج، ج ۲ ص ۱۱۳، رقم: ۲۵۱۱، سنن ابوداؤد، باب المکر فی الحرب، ج ۲ ص ۲۲۴، رقم: ۲۶۲۸، سنن ابن ماجہ، باب الخدیعة فی الحرب، ج ۲ ص ۱۳۵، رقم: ۲۸۲۲، سنن ترمذی، باب ما جاء فی الرخصة فی الکذب والخدیعة فی الحرب، ج ۳ ص ۱۱۲، رقم: ۱۱۶۶)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ نے اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

خدعہ خ کے فتح یا پیش سے، کسرہ سے بھی آتا ہے مگر کم یعنی جنگ کی جان دشمن کو دھوکہ میں رکھنا ہے کہ اسے ہمارے اصلی ارادہ اور اصلی حال پر خبر نہ ہونے پائے، اپنی تھوڑی سی جماعت کو بہت ظاہر کیا جائے تھوڑے سامان کو بے شمار دکھایا جائے یہ جنگی کمال اور مجاہد کی چال ہے۔ کسی میدان کو خالی چھوڑ دینا کہ دشمن اسے خالی جان کر اپنی فوج لے آوے پھر داہنے بائیں اور پیچھے سے نکل کر اس کی فوج کو گھیر لینا جس سے ساری فوج ہتھیار ڈال دے، یہ ہے دھوکہ اس دھوکہ سے مراد جھوٹ اور ناجائز مکر و فریب نہیں اب بھی جنگوں میں ایسی چالیں بہت چلی جاتی ہیں۔ مرقات نے فرمایا کہ یہ حدیث قریباً متواتر ہے کہ اسے احمد، ابوداؤد، ترمذی اور مسلم، بخاری، ابن ماجہ، بزاز، طبرانی، ابن عساکر اور جامع صغیر میں بہت سے جاہ کرام نے نقل فرمایا۔ (مزاۃ المناجیح، ج ۵ ص ۸۲۴)

92- بَابُ بَيَانِ جَمَاعَةٍ مِّنَ الشُّهَدَاءِ فِي ثَوَابِ الْآخِرَةِ يُغْسَلُونَ وَيُصَلَّى عَلَيْهِمْ بِخِلَافِ الْقَتِيلِ فِي حَرْبِ الْكُفَّارِ

آخرت کے ثواب کے بارے میں شہیدوں کی جماعت کا بیان، ان کو غسل دیا جائے ان کا جنازہ پڑھا جائے جبکہ کفار کے ساتھ جنگ میں جو مقتول ہو اس کا یہ حکم نہیں

(1358) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «الشُّهَدَاءُ خَمْسَةٌ: الْمَطْعُونُ وَالْمَبْطُونُ وَالْغَرِيقُ، وَصَاحِبُ الْهَدْمِ، وَالشَّهِيدُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ» مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شہید پانچ ہیں طاعون والا، پیٹ کے مرض والا، ڈوب کر مرنے والا، ڈب کر مرنے والا اور اللہ کی راہ میں شہید ہونے والا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الشهادة سبع سوى القتل، ج ۲ ص ۲۲، رقم: ۲۸۲۱، صحیح مسلم، باب بیان الشهداء،

ج ۱۱، رقم: ۵۰۴۱، مؤطا امام محمد باب ما يكون من الموت شهادة، ج ۲، ص ۸۲، رقم: ۲۰۲، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ، ج ۲، ص ۵۲۲، رقم: ۱۰۱۱۰، مسند البزار، مسند ابی ہریرہ، ج ۲، ص ۲۴۴، رقم: ۸۱۶۵

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

شہید کے معنی ہیں گواہ یا حاضر، چونکہ قیامت میں شہید سرکاری گواہ ہوگا، نیز وہ اپنے خون سے توحید و رسالت کی گواہی دیتا ہے اور یہ مرتے ہی بارگاہ الہی میں حاضر ہوتا ہے اور اس کی جان کنی پر رحمت کے فرشتے حاضر ہوتے ہیں، ان وجوہ سے اسے شہید کہتے ہیں۔ شہید حقیقی وہ ہے جو ظلماً قتل ہو۔ اور شہید حکمی وہ جنہیں شہادت کا ثواب دے دیا جائے، شہید حکمی قریباً ۸۰ ہیں جس میں سے یہاں پانچ کا ذکر ہے: جو طاعون کی بیماری میں صابر ہو کر مرے وہ شہید ہے، جو پیٹ کی بیماری دست وغیرہ میں مرے، اتفاقاً ڈوب جائے، اونچے سے گر جائے یا عمارت میں دب جائے یہ سب حکمی شہید ہیں۔ دیدہ دانستہ دریا میں ڈوبنے والے یا اوپر سے کودنے والے حرام موت مریں گے شہید نہ ہوں گے، اس جگہ مرقاۃ نے شہادت کی بہت سی قسمیں بیان فرمائیں۔

حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(1359) وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا تَعُدُّونَ الشُّهَدَاءَ فِيكُمْ؟" قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَنْ قُتِلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَهُوَ شَهِيدٌ. قَالَ: "إِنَّ شُهَدَاءَ أُمَّتِي إِذًا لَلْقَلِيلِ!" قَالُوا: فَمَنْ هُمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: "مَنْ قُتِلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَهُوَ شَهِيدٌ، وَمَنْ مَاتَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَهُوَ شَهِيدٌ، وَمَنْ مَاتَ فِي الطَّاعُونِ فَهُوَ شَهِيدٌ، وَمَنْ مَاتَ فِي الْبَطْنِ فَهُوَ شَهِيدٌ، وَالْغَرِيقُ شَهِيدٌ." رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اپنے میں کن کو شہید گنتے ہو صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ جو اللہ کی راہ میں قتل ہو وہ شہید ہے۔ فرمایا: اس طرح میری امت کے شہید تو بہت تھوڑے ہوں گے۔ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ پھر کون ہیں فرمایا جو اللہ کی راہ میں قتل ہو وہ شہید ہے جو اللہ کی راہ میں مر گیا وہ شہید ہے۔ اور جو طاعون میں فوت ہو وہ شہید ہے اور جو پیٹ کے درد میں مر گیا وہ بھی شہید ہے اور جو ڈوب گیا وہ بھی شہید ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب بیان الشهداء، ج ۱، ص ۵۱، رقم: ۵۰۵۰، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ، ج ۲، ص ۵۲۲، رقم: ۱۰۴۶۲، سنن ابن ماجہ، باب ما یروجی فیہ الشہادۃ، ج ۲، ص ۱۲۴، رقم: ۲۸۰۲، صحیح ابن حبان، باب المریض وما یتعلق بہ، ج ۱، ص ۳۵۸، رقم: ۲۱۸۶)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہاں عد بمعنی شمار کرنا بھی ہو سکتا ہے اور بمعنی گمان کرنا بھی لہذا متعدی ہر دو مفعول ہے اور ما جنس کے سوال کے لیے بھی آتا ہے نوع کے سوال کے لیے بھی اور کسی وصف کے لیے بھی اور افراد کے سوال کے لیے بھی یہاں تمام معنی درست ہیں

یعنی تم کس کس مسلمان کو شہید سمجھتے ہو یا کس صفت سے شہادت کا حاصل ہونا جانتے ہو۔ (مرقات) شہید بروزن فعل صفت مشبہ یا بمعنی مفعول ہے جیسے شہید بمعنی مشہور یا بمعنی فاعل جیسے خریب بمعنی خراب اور یہ لفظ یا شہادت بمعنی گواہی سے بنا ہے یا شہود بمعنی حاضری سے یا مشاہدہ بمعنی دیکھنے سے یعنی اپنے خون کے قطروں سے توحید و رسالت کی گواہی دینے والا یا جس کی بخشش و عزت کی قرآن و حدیث نے گواہی دی یا مرتے ہی رب تعالیٰ کی بارگاہ میں یا جنت میں حاضر ہونے والا یا مگر تمام جہان کا مشاہدہ کرنے والا یا جنت کی نعمتوں کو دیکھنے والا یا حضرات انبیاء کرام کی طرح دوسری امتوں پر گواہ، اور بھی اس کے بہت معنی ہیں۔ (لغات) ان کے مشاہدہ کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے: **وَيَسْتَشِيرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِمْ** جو اب تک ان سے نہ ملے ان پر خوشیاں منا رہے ہیں کہ عنقریب وہ لوگ مگر یا شہید ہو کر ہمارے پاس آنے والے ہیں۔

(یا رسول اللہ جو اللہ کی راہ میں قتل ہو وہ شہید ہے) یعنی شہادت کے لیے ہم نے دو شرطیں سمجھی ہیں: ایک قتل ہونا اور دوسرے راہ خدا میں قتل ہونا یعنی جہاد میں کفار یا باغیوں وغیرہم کے ہاتھوں قتل ہونا۔

(اس طرح میری امت کے شہید تو بہت تھوڑے ہوں گے) کیونکہ ان دو شرطوں سے بہت سے حقیقی شہید بھی نکل جائیں گے جیسے چور ڈاکو کے ہاتھوں مقتول اور حکمی شہداء تو سارے ہی نکل جاویں گے۔

(جو اللہ کی راہ میں مر گیا وہ شہید ہے) یعنی وہ قتل تو نہ ہو اپنی موت مرے مگر مرے اللہ کی راہ میں جیسے حاجی سفر حج میں یا طالب علم طلب علم کے زمانہ میں اور جو اللہ کا کام کرتے کرتے مرے یہ سب شہید ہیں۔

(اور جو طاعون میں فوت ہو وہ شہید ہے) یعنی جہان طاعون پھیلے وہاں سے بھاگ نہ جائے اور طاعون سے مر جائے وہ بھی شہید ہے کیونکہ وہ جنات کا مقتول ہے۔ طاعون بنا ہے طعن سے بمعنی نیزہ مارنا طاعون والے کو محسوس ہوتا ہے کہ میرے جسم میں کوئی نیزے مار رہا ہے اس لیے اسے طاعون کہتے ہیں لہذا یہ شخص شہید ہوتا ہے۔

پیٹ کی بیماریوں سے مرنے والا حکماً شہید ہوتا ہے جیسے دست، درد، استقاء، چونکہ ان بیماریوں میں تکلیف زیادہ ہوتی ہے کہ پیٹ کی خرابی تمام بیماریوں کی جڑ ہے اس لیے اس سے مرنے والا حکماً شہید ہے۔ حضرت جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے حکمی شہداء کے متعلق ایک کتاب لکھی ہے جس میں فرمایا ڈوب کر ہلاک ہونے والا، جل کر، دیوار وغیرہ سے دب کر مرنے والا، مسافر، مرابط، جو جمعہ کی رات یادن میں مرے یہ سب شہید ہیں کہ قیامت میں شہداء کے زمرہ میں انھیں گے۔ (مرقات) یہ سب کرامتیں حضور کی طفیل ہیں۔

طبرانی نے کبیر میں بروایت سلمان فارسی حدیث نقل کی کہ حضور انور نے اس جواب میں فرمایا کہ اس کی راہ میں قتل طاعون، عورت کا نفاس میں مرجانا، جل کر مرنا، ڈوب کر مرنا، پیٹ کی بیماری سے مرنا، سل کی بیماری سے مرنا، یہ تمام شہادت ہیں۔ (مرقات) (بزازۃ المناجیح، ج ۵ ص ۷۰)

رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ قُتِلَ دُونَ مَالِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ." ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو اپنے مال کی حفاظت کرتا ہوا قتل ہوا وہ شہید ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب من قاتل دون ماله، ج ۲ ص ۱۳۶، رقم: ۲۲۸۰ صحیح مسلم: باب الدلیل علی ان من قصد اخذ مال غیرہ بغیر حق، ج ۱ ص ۸۷، رقم: ۲۷۸۸ السنن الکبریٰ للبیہقی: باب من له ان یصلی صلاة الخوف، ج ۳ ص ۲۶۵، رقم: ۶۲۷۲ المعجم الصغیر للطبرانی: باب من اسمه حویث، ج ۱ ص ۲۶۱، رقم: ۲۲۸۸ سنن ابن ماجہ: باب من قتل دون ماله فهو شهید، ج ۲ ص ۸۶، رقم: ۲۵۸۰)

(1361) وَعَنْ أَبِي الْأَعْوَرِ سَعِيدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ، أَحَدِ الْعَشْرَةِ الْمَشْهُودِ لَهُمْ بِالْجَنَّةِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "مَنْ قُتِلَ دُونَ مَالِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ، وَمَنْ قُتِلَ دُونَ دَمِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ، وَمَنْ قُتِلَ دُونَ دِينِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ، وَمَنْ قُتِلَ دُونَ أَهْلِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ" رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ".

حضرت ابو اعور سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جو ان دس صحابہ میں سے ایک ہیں جن کو جنت کی خوشخبری دی گئی۔ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا: جو اپنے مال کی حفاظت کرتا ہوا قتل ہوا وہ شہید ہے اور جو اپنے خون کی حفاظت کرتا ہوا قتل ہوا وہ شہید ہے اور جو اپنے گھر والوں کی حفاظت کرتا ہوا قتل ہوا وہ شہید ہے۔ اسے ابو داؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی: باب ما جاء في من قتل دون ماله فهو شهيد، ج ۲ ص ۳۰، رقم: ۱۳۲۱ سنن ابو داؤد: باب في قتال اللصوص، ج ۳ ص ۳۹۱، رقم: ۳۷۷۳ السنن الکبریٰ للبیہقی: باب من له ان یصلی صلاة الخوف، ج ۳ ص ۲۶۶، رقم: ۶۲۷۲ سنن النسائی الکبریٰ: باب من قاتل دون دینه، ج ۲ ص ۳۱۰، رقم: ۲۵۵۸ مسند امام احمد بن حنبل: مسند سعید بن زید، ج ۱ ص ۱۱۰، رقم: ۱۶۵۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: یعنی کفار نے اس پر یا اس نے کفار پر حملہ کیا اور یہ مارا گیا یا کسی کلمہ گو بے دین سے کسی دینی مسئلہ میں اس سے لڑائی ہو گئی اور یہ مارا گیا تو شہید ہے۔

اس طرح کہ کوئی ظالم اسے قتل کرنے یا اس کے گھر والوں کی بے حرمتی کرنے یا اس کا مال چھیننے آیا، یہ شخص اپنی جان، عزت، مال کی حفاظت کے لیے ان کے مقابل ہوا اور مارا گیا تو یہ بھی شہید ہے کہ ظلم مارا گیا ہے اور اگر اس نے اس ظالم کو مار ڈالا کیونکہ بغیر قتال اس سے بچنے کی کوئی صورت نہ تھی تو اس پر اس قتل کی وجہ سے قصاص یا دیت نہیں بلکہ موجودہ حکومتیں ایسی صورت میں بہادری کا انعام دیتی ہیں۔ (مراۃ المناجیح، ج ۵ ص ۳۳۸)

(1362) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اس نے عرض کیا:

فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَرَأَيْتَ إِنْ جَاءَ رَجُلٌ يُرِيدُ
أَخْذَ مَالِي، قَالَ: "فَلَا تُعْطِهِ مَالِكَ" قَالَ: أَرَأَيْتَ
إِنْ قَاتَلَنِي، قَالَ: "قَاتِلْهُ" قَالَ: أَرَأَيْتَ إِنْ قَتَلَنِي؟
قَالَ: "فَأَنْتَ شَهِيدٌ" قَالَ: أَرَأَيْتَ إِنْ قَتَلْتَهُ؟
قَالَ: "هُوَ فِي النَّارِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

یا رسول اللہ اگر کوئی آدمی آئے اور میرا مال چھیننے کا ارادہ
کرنے فرمایا اس کو اپنا مال نہ دے۔ اس نے عرض کیا:
اگر وہ مجھ سے لڑے تو آپ نے فرمایا: تو اس سے لڑ
عرض کیا: اگر وہ مجھے قتل کر دے تو فرمایا تو شہید ہے، عرض
کیا: اگر میں اس کو قتل کر دوں فرمایا وہ دوزخ میں ہے۔

(مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب الدلیل علی ان من قصد اخذ مال غیرہ بغیر حق، ج ۱ ص ۸۴، رقم: ۲۲۴، السنن الکبریٰ
للبیہقی، باب ما جاء فی منع الرجل نفسه وحریمه وماله، ج ۸ ص ۲۲۵، رقم: ۱۸۰۹۲، جامع الاصول لابن اثیر، الفصل الرابع من الباب
الثانی من کتاب الجهاد فی الشہاد، ج ۲ ص ۴۲۲، رقم: ۱۲۵۰، مشکوٰۃ المصابیح، باب ما یضن من الجنایات، الفصل الاول، ج ۲ ص ۲۱،
رقم: ۲۵۱۳)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ نے اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی ناحق لینا چاہے غصب یا چوری یا ڈکیتی سے اور جو حق لینا چاہے تو ضرور دے دے لہذا حدیث پر کوئی اعتراض
نہیں۔

(تو اس سے لڑ) یعنی اس صورت میں اسے اپنا مال نہ دے کیونکہ اپنے کو ظلم سے بچانا اچھا ہے، اسی طرح سود، رشوت،
مالی، جرمانہ میں اپنا مال نہ دے کہ یہ تمام صورتیں ممنوع ہیں۔ خیال رہے کہ یہ نہی حرمت کی نہیں، نیز حالت مجبوری اس سے
مستثنیٰ ہے، یہ بھی خیال رہے کہ اپنے سے ظلم دفع کرنے کے لیے رشوت دینا جائز ہے اور کسی پر ظلم کرانے کے لیے حرام مگر
رشوت لینا بہر حال حرام ہے۔ اس کی تفصیل شامی میں ملاحظہ فرمائیے۔ یہ حکم بھی اجازت و اباحت کا ہے و وجوب کا نہیں لہذا
اگر کوئی شخص اس حالت میں جنگ نہ کرے تو مجرم نہیں۔
کیونکہ تو مظلوم ہے اور ظلمنا مقتول شہید ہے۔

یعنی نہ تو گنہگار ہے نہ تجھ پر قصاص یا دیت ہے بلکہ اب تو حکومتیں ایسے بہادری سے مار دینے والوں کو انعام اور تمغے
دیتی ہیں۔ (مراۃ المناجیح، ج ۵ ص ۲۲۲)

غلام کو آزاد کرنے کی فضیلت

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پھر بے تامل گھائی میں نہ کودا
اور تو نے کیا جانا وہ گھائی کیا ہے کسی بندے کی گردن
چھڑانا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

93-بَابُ فَضْلِ الْعِتْقِ

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ وَمَا
أَدْرَاكَ مَا الْعَقَبَةُ فَكَّرْ رَقَبَةً) (البلد: 11-13)

(1363) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ:

قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ
 أَعْتَقَ رَقَبَةً مُسْلِمَةً أَعْتَقَ اللَّهُ بِكُلِّ عَضْوٍ مِثْلَهُ،
 عَضْوًا مِثْلَهُ فِي النَّارِ، حَتَّى فَرَجَهُ بِفَرَجِهِ" مُتَّفَقٌ
 عَلَيْهِ.

اللہ ﷻ نے مجھے فرمایا: جو کسی مسلمان کی گردن کو آزاد
 کرے گا اللہ اس کے ہر عضو کے بدلے اس کے ہر عضو کو
 آزاد کر دے گا حتیٰ کہ اس کی شرم گاہ کو اس کی شرم گاہ کے
 بدلے۔ (آزاد کر دے گا)۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب قول الله تعالى "او تحوير رقبة وای الرقاب اذكى" ج ۸ ص ۱۲۵ رقم: ۶۶۱۵ صحیح مسلم: باب فضل العتق ج ۲ ص ۲۱۴ رقم: ۲۸۴۰ السنن الكبرى للبيهقي باب فل اعتاق النسبة وفك الرقبة ج ۱ ص ۲۴۲ رقم: ۲۱۸۲۱ المعجم الكبير للطبرانی احاديث عبد بن العباس ج ۱ ص ۲۴۲ رقم: ۱۰۶۲۲ السنن النسائي باب فضل العتق ج ۲ ص ۱۶۸ رقم: ۳۸۴۲ مصنف ابن ابى شيبه باب في ثواب العتق ج ۲ ص ۴۰ رقم: ۱۲۶۶۵)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

مسلمان کی قید لگانے سے معلوم ہوا کہ مسلمان غلام کا آزاد کرنا بہتر ہے اس کا ثواب زیادہ پھر بمقابلہ فاسق غلام کے متقی پرہیزگار غلام کا آزاد کرنا افضل۔ حضرت ابو بکر صدیق نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو آزاد فرما کر دین و دنیا میں وہ مرتبہ پایا کہ سبحان اللہ! سورہ واللیل شریف اسی آزادی کے فضائل بیان فرما رہی ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابو بکر نے بلال کو آزاد فرما کر مجھ پر احسان کیا، امام مالک فرماتے ہیں کہ سب سے مسلمان غلام کو آزاد کرنے سے قیمتی کافر غلام کا آزاد کرنا افضل ہے، یہ حدیث ان کے خلاف ہے غرض کہ جس قدر آزاد ہونے والا غلام افضل ہوگا اسی قدر آزاد کرنے والے کا درجہ اعلیٰ اسی لیے اولاد اسماعیل کے غلام کو آزاد کرنے کے بڑے فضائل ہیں، یہاں اس پر مرقات میں بہت اچھی بحث فرمائی۔

یعنی اس کا ہر عضو آزاد کرنے والے کے اعضاء کا فدیہ بن جائے گا جیسے قربانی یا عقیقہ کے جانور کے اعضاء دینے والے کے اعضاء کا فدیہ بن جاتے ہیں اسی لیے عقیقہ پر پڑھا جاتا ہے ولہا بدو نہ لجمہا بلجمہ شعرھا شعرہ بہر حال غلام آزاد کرنا بہترین عمل ہے جب کہ رضائے الہی کے لیے ہو۔ شرم گاہ کا ذکر خصوصیت سے اس لیے فرمایا کہ یہ تمام اعضاء سے خبیث عضو ہے کہ ناپاکی کا محل ہے زیادہ گناہ اسی سے ہوتے ہیں جب کہ یہ عضو بھی دوزخ سے آزاد ہو گیا تو باقی اعضاء بدرجہ اولیٰ آزاد ہوں گے۔ اس حدیث کی بنا پر بعض حضرات کہتے ہیں کہ خصی یا ذکر کٹے غلام کو آزاد کرنا بہتر نہیں اور بہتر یہ ہے کہ مرد تو مرد کو آزاد کرے اور عورت عورت کو جیسا کہ ابو داؤد ابن حبان کی بعض روایات سے ثابت ہوتا ہے۔ یہ حدیث مختلف عبارتوں سے بہت اسنادوں سے بہت محدثین نے نقل فرمائی۔ (مراۃ المناجیح، ج ۵ ص ۲۹۷)

(1364) وَعَنْ أَبِي خَدْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَيُّ الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ؟ قَالَ:

اللہ ﷻ سے میں نے عرض کیا: اعمال میں سے کون سا

عمل افضل ہے۔ تو آپ نے فرمایا: اللہ پر ایمان اور اللہ

اَبُو الرِّقَابِ اَفْضَلُ؛ قَالَ: "اَنْفُسُهَا عِنْدَ اَهْلِهَا،
وَاَكْثَرُهَا ثَمَنًا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

کے راستے میں جہاد کرنا کہتے ہیں میں نے عرض کیا:
غلاموں میں سے کون سا غلام زیادہ فضیلت والا ہے تو
آپ نے فرمایا: اس کے مالکوں کے ہاں جو زیادہ عمدہ
اور زیادہ قیمتی ہو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب ای الرقاب افضل، ج ۲ ص ۱۳۲، رقم: ۲۵۱۸، صحیح مسلم، باب بیان کون الایمان باللہ
تعالیٰ افضل الاعمال، ج ۱ ص ۶۲، رقم: ۲۶۰، صحیح ابن حبان، کتاب العتق، ج ۲ ص ۱۳۸، رقم: ۳۲۱۰، سنن الکبیری للبیہقی، باب فضل
النیابہ عن لایہدی، ج ۶ ص ۸۱، رقم: ۱۱۴۴۱، کتاب الورع لابن ابی الدنیا، ص ۲۹، رقم: ۲۰.

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی دل و دماغ جسم وغیرہ ظاہری باطنی اعضاء کے اعمال صالحہ میں سے کون سا عمل افضل ہے اسی لیے سرکار نے
جواب میں دلی عمل یعنی ایمان کا ذکر بھی فرمایا۔

(اللہ پر ایمان اور اللہ کے راستے میں جہاد کرنا) ایمان وہ افضل جس پر خاتمہ نصیب ہو جائے ورنہ محض بے کار ہے
جیسے ابلیس کا برباد شدہ ایمان اور جہاد میں کفار سے جہاد بھی شامل ہے اور مجاہدات ریاضات بھی داخل ہیں، رب تعالیٰ
فرماتا ہے: اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَمُوْا اور فرماتا ہے: وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنْ نَّهْدِیْهُمْ سُبُلَنَا۔

اس حدیث کی بنا پر امام مالک فرماتے ہیں کہ قیمتی غلام آزاد کرنا افضل ہے اگرچہ کافر ہی ہو مگر حق یہ ہے کہ یہاں مراد
قیمتی اور مؤمن غلام مراد ہے جیسا کہ گزشتہ حدیث سے معلوم ہوا۔ (مراۃ المناجیح، ج ۵ ص ۲۹۸)

94- بَابُ فَضْلِ الْاِحْسَانِ اِلَى الْمَمْلُوْكِ

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: (وَاعْبُدُوْا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ
شَيْئًا وَّبِالْوَالِدِیْنَ اِحْسَانًا وَّبِیْذِ الْقُرْبٰی وَالْيَتٰمٰی
وَالْمَسٰكِیْنِ وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی وَالْجَارِ الْجُنُبِ
وَالصّٰحِبِ بِالْجُنُبِ وَاٰبِیْنِ السَّبِیْلِ وَمَا مَلَکَتْ
اَیْمَانُکُمْ) (النساء: 36)

غلاموں کے ساتھ احسان کرنے کی فضیلت

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور اللہ کی بندگی کرو اور اس کا
شریک کسی کو نہ ٹھراؤ اور ماں باپ سے بھلائی کرو اور
رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور پاس کے ہمسائے
اور دور کے ہمسائے اور کروٹ کے ساتھی اور راہ گیر
اور اپنی باندی غلام سے بے شک اللہ کو خوش نہیں آتا کوئی
اترآنے والا بڑائی مارنے والا۔

(1365) وَعَنِ الْمَعْرُوْرِ بْنِ سُوَيْدٍ، قَالَ:

رَأَيْتُ اَبَا ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ وَعَلَى
غُلَامِهِ مِغْلَقًا، فَسَأَلْتُهُ عَنْ ذٰلِكَ، فَذَكَرَ اَنَّهُ قَدْ

معروور بن سوید کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوذر
ؓ کو دیکھا کہ آپ پر ایک قیمتی حلہ تھا اور ان کے غلام
نے بھی ویسا ہی حلہ پہن رکھا تھا۔ اس کے بارے میں

سَابَ رَجُلًا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَعَزَّزَهُ بِأَمْرِهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّكَ أَمْرٌ فِيكَ جَاهِلِيَّةٌ هُمْ إِخْوَانُكُمْ وَخَوْلُكُمْ جَعَلَهُمُ اللَّهُ تَحْتَ أَيْدِيكُمْ، فَمَنْ كَانَ أَخُوهُ تَحْتَ يَدَيْهِ، فَلْيُطْعِمْنَهُ مِمَّا يَأْكُلُ، وَلْيَلْبِسْهُ مِمَّا يَلْبَسُ، وَلَا تُكَلِّفُوهُمْ مَا يَغْلِبُهُمْ، فَإِنْ كَلَّفْتُمُوهُمْ فَأَعِينُوهُمْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

میں نے ان سے سوال کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نے ایک آدمی کو دی رسول اللہ ﷺ کے زمانہ ظاہری میں گالی اور اس کی ماں پر عیب لگایا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تجھ میں جاہلیت کا اثر یقیناً موجود ہے یہ تمہارے بھائی اور خادم ہیں۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے ماتحت بنایا ہے تو جس شخص کا بھائی اس کا ماتحت ہو وہ اس کو وہی کھلائے جو خود کھاتا ہے۔ اور وہی پہنائے جو خود پہنتا ہے۔ ان کی ہمت سے زیادہ کام کی ان کو تکلیف مت دو اور اگر تم ان کو تکلیف دو تو ان کی مدد کرو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح البخاری، باب المعاصی من امر الجہالیۃ، ج ۱ ص ۱۵، رقم: ۳۰ صحیح مسلم، باب اطعام المملوک مما یأکل والباسہ مما یلبس ولا یكلفہ مما یغلبہ، ج ۶ ص ۹۲، رقم: ۱۳۰۳ السنن الکبریٰ للبیہقی، باب ما جاء فی تسویۃ المالك بین طعامہ وطعام رقیقہ، ج ۸ ص ۴، رقم: ۱۶۱۹ سنن ابن ماجہ، باب الاحسان الی الممالیک، ج ۲ ص ۱۲۱، رقم: ۳۶۹۰ مسند البزار، مسند ابی ذر الغفاری رضی اللہ عنہ، ج ۲ ص ۹۵، رقم: ۲۹۹۶)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اخوانکم یا تو پوشیدہ مبتدا کی خبر ہے یعنی تمہارے غلام تمہارے انسانی یا دینی بھائی ہیں، یا یہ مبتدا ہے اور جعلہم اللہ خبر۔ مطلب یہ ہے کہ تم اور تمہارے غلام انسانیت اور دین میں تمہاری مثل ہیں کہ تم اور وہ دونوں اولاد آدم اور مسلمان ہیں، رب تعالیٰ اس کے عکس پر بھی قادر تھا کہ انہیں مولیٰ اور تمہیں غلام بنا دیتا اس کا کرم ہے کہ تم کو مولیٰ اور اس کو غلام بنا دیا، اس کا شکر یہ یہ ہے کہ ہمارے اس حکم پر عمل کرو۔

یہ حکم استجابی ہے۔ خیال رہے کہ مولیٰ پر اپنے غلام لونڈی کا کھانا کپڑا شرعاً واجب ہے مگر اپنے جیسا کھانا کپڑا دینا مستحب ہے جس پر بہت سے صحابہ کرام نے عمل کیا۔ بعض علماء نے فرمایا کہ یہاں ممالیک جنس کے بیان کے لیے ہے نہ کہ نوع کے لیے یعنی مولیٰ کو چاہیے کہ اپنی طرح غلام کو بھی پانچامہ، کرتہ، ٹوپی یا عمامہ دے اگرچہ اس کا اپنا یہ لباس اعلیٰ لٹھے ململ کا ہو غلام کا معمولی گاڑھے کا، مگر پہلے معنی زیادہ قوی ہیں۔

یعنی اگر غلام سے بھاری و مشکل کام کرائے تو خود یا اپنے دوسرے غلام یا اپنی اولاد کو اس میں شریک کر دے اگر بھاری شہتیر اٹھوانا ہے تو غلام کے ساتھ خود بھی لگ جائے یا اپنے کسی ماتحت کو لگا دے۔ (بزاز النایح، ج ۵ ص ۲۶۲)

(1366) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِذَا آتَى أَحَدًا كُمْ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کا خادم اس کے

خَادِمُهُ بِطَعَامِهِ، فَإِنْ لَمْ يُجْلِسْهُ مَعَهُ، فَلْيُنَاوِلْهُ لُقْمَةً أَوْ لُقْمَتَيْنِ أَوْ أَكْلَةً أَوْ أَكْلَتَيْنِ، فَإِنَّهُ وَلِيٌّ عِلَاجَهُ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

پاس کھانا لائے تو اس کو اپنے ساتھ بٹھا کر کھلائے اگر ساتھ نہ بٹھائے تو ایک دو لقمے ضرور اس میں سے اس کو کھلا دے کیونکہ اس نے اس کو تیار کیا ہے۔ (بخاری)

«الْأَكْلَةُ بِضَمِّ الْهَيْزَةِ: وَهِيَ اللَّقْمَةُ.»

اکلۃ: ہمزہ پر پیش کے ساتھ لقمہ کو کہتے ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح البخاری: باب اذا اتاه خادمه بطعامه، ج ۲ ص ۱۵۰، رقم: ۲۵۵۴، مسند امام احمد بن حنبل، مسند

عبد اللہ بن مسعود، ج ۱ ص ۲۲۶، رقم: ۲۲۵۴، مسند ابی یعلیٰ، مسند عبد اللہ بن مسعود، ج ۱ ص ۵۱، رقم: ۵۱۲۰)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہاں خادم میں لونڈی غلام بلکہ نوکر چا کر سب شامل ہیں۔

یعنی اگر کھانا کافی ہے تو اس پکانے والے خادم کو اپنے ساتھ دسترخوان پر بٹھا کر کھلائے، اسے ساتھ بٹھانے میں اپنی ذلت نہ سمجھے جیسا کہ متکبرین کا حال ہے جب مسجد اور قبرستان میں امیر و غریب، آقا و غلام یکجا ہو جاتے ہیں تو یہاں بھی یکجا ہونے کو کیا حرج ہے۔

مشفوءہ شفقۃ سے بنا بمعنی ہونٹ، مشفوءہ وہ پانی یا کھانا ہے جس پر بہت سے لوگ کھانے والے جمع ہو جائیں، بہت سے منہ کھائیں، اب تھوڑے کو بھی مشفوءہ کہہ دیتے ہیں اسی مناسبت سے یا مشفوءہ وہ کھانا ہے جو ہونٹوں اور منہ میں لگ کر رہ جائے اچھی طرح پیٹ میں نہ جائے۔

یہ حکم احتجاجی ہے جس میں بڑی حکمتیں ہیں ان دو ایک لقموں سے کھانے پر نظر نہ لگے گی مالک کو اچھی طرح ہضم ہوگا، نقصان نہ دے گا نیز یہ مکارم اخلاق سے ہے۔ (بزاۃ النایح، ج ۵ ص ۲۶۳)

95- بَابُ فَضْلِ الْمَمْلُوكِ الَّذِي

اس غلام کی فضیلت جو اللہ کا

اور اپنے مالکوں کا حق ادا کرے

يُوَدِّي حَقَّ اللَّهِ وَحَقَّ مَوْلِيهِ

(1367) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا نَصَحَ لِسَيِّدِهِ، وَأَحْسَنَ عِبَادَةَ اللَّهِ، فَلَهُ أَجْرُهُ مِثْلَيْنِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.»

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب غلام اپنے مالک سے خیر خواہی کرے اور اچھے طریقہ سے اللہ کی عبادت کرے۔ تو اس کے لیے دو اجر ہیں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب العبد اذا احسن عبادۃ ربہ ونصح سیدہ، ج ۲ ص ۱۱۹، رقم: ۲۵۲۶، صحیح مسلم: باب ثواب العبد واجرہ اذا نصح لسیدہ واحسن عبادۃ اللہ، ج ۲ ص ۹۲، رقم: ۱۳۰۸، السنن الکبریٰ للبیہقی: باب فضل المملوک اذا نصح، ج ۲ ص ۱۱۲، رقم: ۱۶۲۵، سنن ابوداؤد: باب ما جاء فی المملوک اذا نصح، ج ۲ ص ۵۰۸، رقم: ۵۱۴۱، مسند الشہاب: باب اذا نصح العبد لسیدہ واحسن عبادۃ، ج ۲ ص ۲۹۹، رقم: ۱۴۰۲)

شرح حدیث: حبشی غلام

حضرت سیدنا عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جب میں مکہ مکرمہ حاضر ہوا تو میں نے دیکھا کہ لوگ خشک سالی میں مبتلا ہیں اور مسجد حرام میں بارش کے لئے دعا مانگ رہے ہیں۔ میں باب بنی شیبہ کی طرف موجود تھا کہ ایک حبشی غلام آیا، اس نے کھدر کے دو کپڑے پہن رکھے تھے۔ ایک کپڑے کا تہبند باندھ رکھا تھا جبکہ دوسرا کپڑا کندھوں پر اوڑھ رکھا تھا۔ وہ وہاں ایک جگہ چھپ کر بیٹھ گیا۔ میں نے اسے اس طرح دعا مانگتے ہوئے سنا: یا الہی عزوجل! گناہوں کی کثرت اور برے عیبوں نے چہروں کو سیاہ کر دیا، تو نے مخلوق کی عبرت کے لئے ہم سے بارانِ رحمت کو روک لیا، تو اے حلیم عزوجل! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں، اے وہ پاک ذات جس سے اس کے بندے بھلائی ہی پاتے ہیں! انہیں ابھی فوراً ہی سیراب کر دے۔

حضرت سیدنا ابن مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ابھی اس حبشی غلام نے اتنا ہی کہا تھا کہ آسمان پر بادل چھا گئے اور دیکھتے ہی دیکھتے برساتِ رحمت برسنے لگی۔ پھر وہ حبشی غلام اپنی جگہ پر بیٹھ کر تسبیح پڑھنے لگا۔ میں یہ دیکھ کر رونے لگا۔ جب وہ وہاں سے جانے لگا تو میں اس کا گھر دیکھنے کے لئے اس کے پیچھے چل دیا۔ پھر جب میں حضرت سیدنا فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس آیا تو انہوں نے مجھ سے پوچھا: آپ کیوں افسردہ ہیں؟ میں نے کہا کوئی دوسرا ہم سے سبقت لے گیا اور اللہ عزوجل نے ہمارے بجائے اسے اپنا دوست بنا لیا۔ انہوں نے پوچھا وہ کیسے؟ تو میں نے پورا قصہ بیان کر دیا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے چیخ ماری اور زمین پر تشریف لے آئے۔ پھر فرمایا: اے ابن مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ! افسوس ہے تم پر، مجھے ان کے پاس لے چلو۔ میں نے کہا: ابھی وقت بہت کم ہے، میں ان کے بارے میں معلومات حاصل کرتا ہوں۔

پھر جب اگلے دن آیا تو میں نے فجر کی نماز پڑھی اور اس حبشی غلام کے گھر کی طرف چل دیا۔ میں نے گھر کے دروازے پر ایک بوڑھے کو دیکھا جو چادر بچھا کر بیٹھا ہوا تھا۔ جب اس نے مجھے دیکھا تو پہچان کر کہنے لگا: مرحبا! اے ابو عبد الرحمن! خوش آمدید، فرمائیے کیسے تشریف لائے؟ میں نے کہا: مجھے ایک غلام کی حاجت ہے۔ اس نے کہا: ہاں! میرے پاس بہت سے غلام ہیں، آپ ان میں سے جسے چاہیں پسند فرمائیں۔ پھر اس نے آواز دی: اے غلام! جو اب ایک چاک و چوبند غلام باہر نکلا تو اس بوڑھے نے مجھے بتایا کہ یہ غلام بہت نیک سیرت ہے، آپ کے لئے بہت اچھا رہے گا۔ تو میں نے کہا: نہیں، مجھے یہ نہیں چاہیے۔ وہ بوڑھا شخص ایک کے بعد دوسرا غلام بلاتا رہا اور میں انکار کرتا رہا۔ یہاں تک کہ اس نے میرے مطلوبہ غلام کو بلایا تو اسے دیکھ کر میری آنکھوں میں نمی تیرنے لگی۔ بوڑھے نے پوچھا: کیا یہ غلام آپ کو پسند ہے؟ میں نے کہا: ہاں۔ مگر وہ کہنے لگا: میں اس غلام کو نہیں بیچ سکتا۔ میں نے پوچھا: وہ کیوں؟ جواب دیا: اس کا میرے گھر میں رہنا باعثِ برکت ہے کیونکہ جب سے یہ اس گھر میں آیا ہے مجھے کوئی مصیبت نہیں پہنچی۔ میں نے پوچھا: اس کا کھانا کہاں سے

آتا ہے؟ اس نے کہا کہ یہ کھجوری رسیاں بٹن کر کچھ رقم کما لیتا ہے، اگر رسیاں پک جائیں تو فسمہا ورنہ وہ دن یونہی گزار لیتا ہے اور میرے غلاموں نے مجھے اس کے بارے میں بتایا ہے کہ یہ طویل ترین راتوں میں بھی بالکل نہیں سوتا، ان سے زیادہ میل جول نہیں رکھتا اور اپنے نفس پر کڑی نظر رکھتا ہے، میرے دل میں اس کے لئے بڑی محبت ہے۔

یہ سن کر میں نے اس بوڑھے سے کہا: میں اپنا مزاد پوری ہوئے بغیر (حضرت سیدنا) فضیل بن عیاض اور (حضرت سیدنا) سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کے پاس چلتا ہوں۔ (واپسی پر) میں دوبارہ اس کے پاس گیا اور اس غلام کے لئے منت سماجت کی تو اس نے کہا کہ آپ کا میرے پاس چل کر آنا ہی بڑی بات ہے آپ اسے جتنی قیمت میں چاہیں لے جائیں۔

بہر حال میں نے وہ غلام خرید لیا اور اسے لے کر حضرت سیدنا فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے گھر کی طرف چل پڑا۔ تھوڑی دُور چلنے کے بعد اس نے مجھ سے کہا: اے آقا! میں نے کہا: لبیک! (یعنی میں حاضر ہوں۔) تو اس نے کہا: لبیک نہ کہے کیونکہ غلام لبیک کہنے کا آقا سے زیادہ مستحق ہے۔ میں نے کہا: میرے دوست! تمہیں کس چیز کی حاجت ہے؟ اس نے کہا: میں کمزور بدن والا ہوں، آپ کی کوئی خدمت نہیں کر پاؤں گا، آپ میری جگہ دوسرا غلام خرید لیتے، میرے مالک نے آپ کو مجھ سے طاقتور غلام بھی دکھایا تھا۔ تو میں نے جواب دیا: میں تجھ سے خدمت تھوڑی لوں گا؟ میں نے تو تجھے اس لئے خریدا ہے کہ تجھے اپنے بیٹوں کی طرح رکھوں، تیری شادی کراؤں اور خود تیری خدمت کروں۔ یہ سن کر وہ رونے لگا تو میں نے اس سے پوچھا: تجھے کس چیز نے رُلا یا؟ تو اس نے جواب دیا: شاید آپ یہ سب اس لئے کر رہے ہیں کہ آپ نے مجھے اللہ عزوجل کے ساتھ مناجات کرتے ہوئے دیکھ لیا ہوگا، ورنہ آپ ان غلاموں میں سے میرا ہی انتخاب کیوں کرتے؟ میں نے کہا: بس، مجھے تم سے ایک یہی حاجت ہے۔ اس نے کہا: میں آپ کو اللہ عزوجل کی قسم دے کر اس حاجت کے بارے میں پوچھتا ہوں۔ تو میں نے بتایا کہ میں نے تمہیں تمہاری دعا کی مقبولیت کی وجہ سے خریدا ہے۔ اس نے کہا: میرا آپ کے بارے میں حسن ظن ہے کہ آپ ایک نیک آدمی ہیں، اللہ عزوجل اپنی مخلوق میں کچھ بندوں کو چن لیتا ہے جن کے احوال اپنے محبوب بندوں ہی پر ظاہر فرماتا ہے اور انہی بندوں پر ظاہر فرماتا ہے جن سے وہ راضی ہوتا ہے۔ پھر وہ کہنے لگا: کیا آپ کچھ دیر میرا انتظار کریں گے، میری رات کی کچھ کعتیں باقی ہیں، میں وہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے اس سے کہا: حضرت سیدنا فضیل بن عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گھر قریب ہی ہے وہاں ادا کر لینا: اس نے کہا کہ میں یہیں نماز پڑھنا پسند کرتا ہوں کیونکہ اللہ عزوجل کے احکام بجالانے میں دیر نہیں کرنی چاہیے۔ چنانچہ وہ مسجد میں داخل ہوا اور دیر تک نماز میں مشغول رہا پھر میرے پاس آ کر بولا: اے ابو عبد الرحمن! کیا آپ کو کوئی حاجت ہے؟ میں نے پوچھا وہ کیوں؟ اس نے کہا: اس لئے کہ میں واپس جانا چاہتا ہوں۔ میں نے پوچھا: کہاں جانا چاہتے ہو؟ کہا: آخرت کی طرف۔ میں نے کہا: ایسا نہ کرو میں تم سے نفع تو اٹھا لوں۔ تو اس نے مجھ سے کہا: جب تک معاملہ میرے اور اللہ عزوجل کے درمیان تھا اس وقت تک

مجھے زندگی پسند تھی مگر اب جبکہ آپ بھی اس پر مطلع ہو گئے ہیں تو عنقریب اور بھی بہت سے لوگ جان لیں گے لہذا مجھے اس کی کوئی حاجت نہیں۔ پھر وہ منہ کے بل گر کر دعا مانگنے لگا: یا الہی عزوجل! بھی فوراً میری روح قبض فرمائے۔ میں اس کے قریب ہوا تو دیکھا کہ اس کا انتقال ہو چکا ہے۔

حضرت سیدنا ابن مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: خدا عزوجل کی قسم! میں جب بھی اسے یاد کرتا ہوں تو میرا غم طویل ہو جاتا ہے، دنیا میری نظروں میں چھوٹی ہو جاتی ہے اور مجھے اپنے عمل حقیر نظر آنے لگتے ہیں۔ (بخاری، ج ۱۰۰-۱۰۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: درستی کرنے والے غلام کے لیے دو اجر ہیں۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں ابو ہریرہ کی جان ہے۔ اگر اللہ کی راہ میں جہاد حج اور ماں کی خدمت نہ ہوتیں تو میں غلام ہونے کی حالت میں مرنا پسند کرتا۔

(1368) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لِلْعَبْدِ الْمَمْلُوكِ الْمُصْلِحِ أَجْرَانِ»، وَالَّذِي نَفْسُ أَبِي هُرَيْرَةَ بِيَدِهِ لَوْلَا الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْحَجُّ، وَبُرُّ أُمِّي، لَأَحْبَبْتُ أَنْ أَمُوتَ وَأَنَا مَمْلُوكٌ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: درستی کرنے والے غلام کے لیے دو اجر ہیں۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں ابو ہریرہ کی جان ہے۔ اگر اللہ کی راہ میں جہاد حج اور ماں کی خدمت نہ ہوتیں تو میں غلام ہونے کی حالت میں مرنا پسند کرتا۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب العبد اذا احسن عبادۃ ربہ ونصح سیدۃ، ج ۲ ص ۱۲۹، رقم: ۲۵۲۸، صحیح مسلم، باب ثواب العبد واجرہ اذا نصح لسیدۃ واحسن عبادۃ اللہ، ج ۵ ص ۹۲، رقم: ۳۲۱۰، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب فضل المملوک اذا نصح، ج ۸ ص ۱۲، رقم: ۱۶۲۲۴، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، ج ۲ ص ۲۳۰، رقم: ۸۲۵۲، جامع الاصول لابن اثیر، النوع الثامن فی العبد الصالح، ج ۸ ص ۶۲، رقم: ۵۹۰۲)

شرح حدیث: سب سے پہلے جنت میں

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکارِ والاخبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیع روز شمار، دو عالم کے مالک و مختار، حبیب پروردگار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ پر سب سے پہلے جنت میں داخل ہونے والے تین شخص پیش کئے گئے وہ یہ لوگ ہیں (۱) شہید (۲) پاکدامن شخص اور (۳) وہ غلام جو اللہ عزوجل کی اچھی طرح عبادت کرے اور اپنے آقا کے ساتھ خیر خواہی کرے۔ (ترمذی، کتاب فضائل الجہاد، باب ما جاء فی ثواب الشہید، رقم ۱۶۳۷ ص ۲۳۰)

(1369) عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «الْمَمْلُوكُ الَّذِي يُحْسِنُ عِبَادَةَ رَبِّهِ، وَيُؤَدِّي إِلَى سَيِّدِهِ الَّذِي عَلَيْهِ مِنَ الْحَقِّ، وَالنَّصِيحَةِ، وَالطَّاعَةِ، لَهُ أَجْرَانِ» رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو غلام اپنے رب کی خوب عبادت کرتا ہے اور اپنے رب کا حق ادا کرتا ہے اور اپنے مالک کے ساتھ خیر خواہی اور اس کی اطاعت کرتا ہے تو اس کے لیے دو اجر ہیں۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب کراهیۃ التطاول علی الرقیق، ج ۳ ص ۱۵۰، رقم: ۲۵۵۱، مسند ابی یعلیٰ حدیث ابی موسیٰ

شرح حدیث: مصائب پر صبر قرب الہی عزّ و جَلّ کا ذریعہ ہے

ایک شخص حضرت سیدنا معروف کرخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا: یا سیدی! مجھے بتائیے کہ میں اللہ عزّ و جَلّ کی بارگاہ تک کیسے رسائی حاصل کر سکتا ہوں؟ تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کا ہاتھ پکڑ کر ایک امیر کے دروازے پر لے گئے۔ دروازے پر ایک غلام کھڑا ہوا تھا جس کی ایک ٹانگ ٹوٹی ہوئی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس غلام کی طرف اشارہ کیا اور اس شخص کا ہاتھ پکڑ کر ارشاد فرمایا: اس کی مثل ہو جاؤ، خود ہی اللہ عزّ و جَلّ تک رسائی حاصل کر لو گے۔ (یعنی جس طرح یہ غلام ٹوٹی ہوئی ٹانگ کے باوجود اپنے آقا کے دروازے پر حاضر ہے اس طرح تو بھی ہر حال میں اپنے رب عزّ و جَلّ کی رضا پر راضی رہ اور اس کی عبادت کرتا رہ)۔ (الروض الفائق فی النوایط والذائق ۳۵۰)

(1370) وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «ثَلَاثَةٌ لَهُمْ أَجْرَانِ: رَجُلٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ آمَنَ بِنَبِيِّهِ، وَأَمِنَ بِمُحَمَّدٍ وَالْعَبْدُ الْمَمْلُوكُ إِذَا آدَى حَقَّ اللَّهِ، وَحَقَّ مَوَالِيهِ، وَرَجُلٌ كَانَتْ لَهُ أُمَّةٌ فَأَدَّبَهَا فَأَحْسَنَ تَأْدِيبَهَا، وَعَلَّمَهَا فَأَحْسَنَ تَعْلِيمَهَا، ثُمَّ أَعْتَقَهَا فَتَرَوَّجَهَا؛ فَلَهُ أَجْرَانِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین آدمی ہیں جس کو دو گنا اجر ملتا ہے۔ اہل کتاب کا آدمی جو اپنے نبی پر ایمان لایا اور حضرت محمد (ﷺ) پر ایمان لایا اور مملوک غلام جو اللہ کا اور اپنے مالکوں کا حق ادا کرے۔ ایک وہ آدمی جس نے اپنی باندی کی خوب تربیت کی اسے اچھی طرح تعلیم دی، پھر آزاد کر کے اس سے شادی کی۔ اس کے لیے دو اجر ہیں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب تعلیم الرجل امتہ و اہلہ ج ۱ ص ۳۱ رقم: ۴۷ صحیح مسلم: باب وجوب الایمان برسالة نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ج ۱ ص ۹۳ رقم: ۲۰۲ السنن الکبریٰ للبیہقی: باب الرجل یعنی امتہ ثم یتزوج بہا ج ۱ ص ۱۲۸ رقم: ۱۳۱۰۹ مسند امام احمد بن حنبل: حدیث ابی موسیٰ الاشعری ج ۲ ص ۳۰۲ رقم: ۱۱۶۱۸ مصنف عبدالرزاق: باب اعتقها صداقها ج ۱ ص ۲۶۱ رقم: ۱۳۱۱۱)

شرح حدیث: امانت داری سے متاثر

حضرت سیدنا نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ میں حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ مدینہ منورہ کی ایک وادی میں گیا۔ ہمارے ساتھ کچھ اور لوگ بھی تھے۔ گرمی اپنے جو بن پر تھی گویا سورج آگ برسا رہا تھا۔ ہم نے ایک سایہ دار جگہ میں دسترخوان لگایا اور سب مل کر کھانا کھانے لگے۔ تھوڑی دیر بعد ہمارے قریب سے ایک چرواہا گزرا، حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس سے فرمایا: آئیے! آپ بھی ہمارے ساتھ کھانا تناول فرمائیے۔ چرواہے نے جواب دیا: میرا روزہ ہے۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس سے فرمایا: تو اس شدید گرمی کے عالم میں سارا دن جنگل میں بکریاں چراتا ہے، تو اتنی مشقت کا کام کرتا ہے اور پھر بھی تو نے نفلی روزہ رکھا ہوا ہے؟ کیا تجھ پر نفلی روزہ رکھنا ضروری ہے؟ یہ سن کر وہ چرواہا کہنے لگا: کیا وہ وقت آ گیا جن کے بارے میں قرآن پاک میں فرمایا گیا:

كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا آسَلَفْتُمْ فِي الْأَيَّامِ الْخَالِيَةِ ۝

ترجمہ کنز الایمان: کھاؤ اور پیو رچتا ہوا، صلہ اس کا جو تم نے گزرے دنوں میں آگے بھیجا۔ (پ 29، الحاقہ: 24)

حضرت سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس چرواہے کی حکیمانہ باتیں سن کر بڑے حیران ہوئے اور اس سے فرمانے لگے: تم ہمیں ایک بکری فروخت کر دو ہم اسے ذبح کریں گے، اور تمہیں بکری کی مناسب قیمت بھی دیں گے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ بات سن کر وہ چرواہا عرض گزار ہوا: حضور! یہ بکریاں میری ملکیت میں نہیں بلکہ یہ میرے آقا کی ہیں، میں تو غلام ہوں میں انہیں کیسے فروخت کر سکتا ہوں؟ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی امانت داری سے بہت متاثر ہوئے۔ اور ہم سے فرمایا: یہ بھی تو ممکن تھا کہ یہ چرواہا ہمیں بکری بیچ دیتا اور جب اس کا آقا پوچھتا تو جھوٹ بول دیتا کہ بکری کو بھیڑیا کھا گیا لیکن دیکھو یہ کتنا امین و متقی چرواہا ہے۔

چرواہے نے بھی یہ بات سن لی۔ اس نے آسمان کی طرف انگلی اٹھائی اور یہ کہتے ہوئے وہاں سے چلا گیا، اگرچہ میرا آقا مجھے نہیں دیکھ رہا لیکن میرا پروردگار عزوجل تو مجھے دیکھ رہا ہے، میرا رب عزوجل تو میرے ہر ہر فعل سے باخبر ہے۔

حضرت سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس چرواہے کی باتوں اور نیک سیرت سے بہت متاثر ہوئے اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس چرواہے کے مالک کے پاس پہنچے اور اس نیک چرواہے کو خرید کر آزاد کر دیا اور ساری بکریاں بھی خرید کر اس چرواہے کو ہبہ کر دیں۔ (عُيُونُ الْحِكَايَاتِ ۱۵۷)

فتنے اور فساد وغیرہ کے زمانے میں

عبادت کرنے کی فضیلت کا بیان

96- بَابُ فَضْلِ الْعِبَادَةِ فِي الْهَرَجِ

وَهُوَ: الْإِخْتِلَاطُ وَالْفِتْنُ وَنَحْوَهَا

(1371) عَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: رَسُولُ اللَّهِ ﷺ نَزَلَ فِي الْهَرَجِ وَالْفِتَنِ وَالْمُحَارَبَةِ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فتنے کے وقت میں عبادت کرنا

ایسا ہے جس طرح میری طرف ہجرت کرنا۔ (مسلم)

“الْعِبَادَةُ فِي الْهَرَجِ كَهَجْرَةِ إِلَى رِوَاةٍ مُسْلِمًا.”

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب فضل العبادۃ فی الہرج ج ۸ ص ۲۰۸ رقم: ۴۵۸۸ المعجم الکبیر للطبرانی: احادیث

معقل بن یسار ج ۲ ص ۲۱۲ رقم: ۱۶۲۲۲ سنن ابن ماجہ: باب الوقوف عند الشہدات ج ۲ ص ۱۴۱۹ رقم: ۳۹۸۵ سنن ترمذی: باب ما جاء

فی الہرج والعبادۃ فیہ ج ۱ ص ۲۸۴ رقم: ۲۲۰۱ صحیح ابن حبان: باب ما جاء فی الفتن ج ۱ ص ۲۸۹ رقم: ۵۱۵۷)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی جو ثواب فتح مکہ سے پہلے میرے ہجرت کر کے آنے کا تھا وہ ہی ثواب اس پر فتنن زمانہ میں عبادت کرنے کا ہوگا جیسے مہاجر اپنے عزیز واقارب سے منہ موڑ کر رب کی طرف آجاتا ہے ایسے ہی یہ شخص ان تمام سے منہ موڑ کر اللہ کی طرف آتا ہے۔ (بزاز النایح، ج ۷ ص ۷۳۷)

خرید و فروخت اور لین دین میں نرمی اور رقم کی ادائیگی اور اچھا رویہ اختیار کرنے جھکتا تو لے اور ناپنے کی فضیلت اور کم تولنے اور ناپنے کی ممانعت اور مال دار و تنگ دست کو مہلت دینے اور اس سے قرض کو معاف کر دینے کی فضیلت کا ذکر

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور جو بھلائی کرو پیشک اللہ اسے جانتا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور اے میری قوم نانپ اور تول انصاف کے ساتھ پوری کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں گھٹا کر نہ دو۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: کم تولنے والوں کی خرابی ہے وہ کہ جب اوروں سے ماپ لیں پورا لیں اور جب انہیں ماپ تول کر دیں کم کر دیں کیا ان لوگوں کو گمان نہیں کہ انہیں اٹھنا ہے ایک عظمت والے دن کے لئے جس دن سب لوگ رب العالمین کے حضور کھڑے ہوں گے۔

97-بَابُ فَضْلِ السَّمَاخَةِ فِي الْبَيْعِ وَالْبَيْرَاءِ وَالْأَخْلِ وَالْعِطَاءِ وَحُسْنِ الْقَضَاءِ وَالْتِقَاضِي وَارْجَاحِ الْمِكْيَالِ وَالْبِيزَانِ وَالتَّهْيِ عَنِ التَّطْفِيفِ وَفَضْلِ انْظَارِ الْمُوسِرِ الْمُعْسِرِ وَالْوَضْعِ عَنْهُ

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ) (البقرة: 215).

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (وَيَا قَوْمِ أَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْبِيزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ) (هود: 85).

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ وَإِذَا كَالُوهُمْ أَوْ وَزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ أَلَا يَظُنُّ أُولَئِكَ أَنَّهُمْ مَبْعُوثُونَ لِيَوْمٍ عَظِيمٍ يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ) (المطففين: 1-6).

شرح: کم تولنے کے بارے میں حکایت

ایک شخص کا بیان ہے: میں ایک مریض کے پاس گیا جس پر موت کے آثار نمایاں تھے، میں نے اسے کلمہ شہادت کی تعلقین شروع کر دی لیکن اس کی زبان پر کلمہ جاری نہیں ہو رہا تھا، جب اسے آفاقہ ہوا تو میں نے کہا: اے بھائی! کیا وہ ہے کہ میں تجھے کلمہ شہادت کی تعلقین کر رہا تھا لیکن تمہاری زبان پر کلمہ جاری نہیں ہو رہا تھا؟ اس نے بتایا: اے میرے

بھائی! ترازو کے دستے کی سوئی میری زبان پر تھی جو مجھے بولنے سے مانع تھی۔ میں نے اسے کہا: اللہ عزوجل کی پناہ! کیا تم کم تولتے تھے؟ اس نے کہا: نہیں اللہ عزوجل کی قسم! مگر میں نے کچھ مدت تک اپنی ترازو کا بٹ (یعنی پتھر) صحیح نہ کیا۔ پس یہ اس کا حال ہے جو اپنی ترازو کا پتھر صحیح نہ کرے تو اس کا کیا حال ہوگا جو تولتا ہی کم ہے۔

(الروضة لعن ابن کثیر انبأ اللہ ۷۸۰)

آگ کے دو پہاڑ

حضرت سیدنا مالک بن دینار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: میں ایک مرتبہ اپنے پڑوسی کے پاس گیا اس حال میں کہ اس پر موت کے آثار نمایاں تھے اور وہ کہہ رہا تھا: آگ کے دو پہاڑ، آگ کے دو پہاڑ۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: میں نے اس سے پوچھا: کیا کہہ رہے ہو؟ تو اس نے بتایا: اے ابوتحیی! میرے پاس دو ہیماں تھے، ایک سے دینا اور دوسرے سے لیتا تھا۔ حضرت سیدنا مالک بن دینار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: میں اٹھا اور ایک پیماں کو دوسرے پر (توڑنے کی خاطر) مارنے لگ گیا۔ تو اس نے کہا: اے ابوتحیی! جب بھی آپ ایک کو دوسرے پر مارتے ہیں معاملہ زیادہ شدید اور سخت ہو جاتا ہے۔ پس وہ اسی مرض میں مر گیا۔

کسی نیک بزرگ کا قول ہے: ہر تولنے اور ماپنے والے پر آگ پیش کی جائے گی کیونکہ کوئی نہیں بچ سکتا سوائے اس

کے جسے اللہ عزوجل بچائے۔ (الروضة لعن ابن کثیر انبأ اللہ ۷۸۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک

آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا وہ آپ سے (قرض)

وصول کرنے کے لیے تقاضا کرنے آیا اس نے آپ علیہ

السلام پر سختی کی۔ صحابہ نے اس کو سزا دینے کا ارادہ کیا تو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو چھوڑو کہ صاحب حق کو

بات کرنے کا اختیار ہے۔ پھر فرمایا اس کو اتنی عمر کا اونٹ

دو جتنی عمر کا اس کا تھا۔ میں نے عرض کیا: کہ اس جیسا نہیں

بلکہ اس سے بڑھ کر ہے فرمایا وہ دے دو۔ تم میں سے

اچھے لوگ وہ ہیں جو اچھی طرح ادا نیکی کرتے ہیں۔

(متفق علیہ)

(1372) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ

رَجُلًا آتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَّقِضَاهُ

فَأَغْلَقَ لَهُ، فَهَمَّ بِهِ أَصْحَابُهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "دَعُوهُ، فَإِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ

مَقَالًا" ثُمَّ قَالَ: "أَعْطُوهُ سِنًّا مِثْلَ سِنِّهِ" قَالُوا: يَا

رَسُولَ اللَّهِ، لَا نَجِدُ إِلَّا لَأَمْثَلٍ مِنْ سِنِّهِ، قَالَ:

"أَعْطُوهُ، فَإِنَّ خَيْرَكُمْ أَحْسَنُكُمْ قَضَاءً" مُتَّفَقٌ

عَلَيْهِ.

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الوكالة فی قضاء الدیون ج ۲ ص ۹۹ رقم: ۲۳۰۹ صحیح مسلم، باب من استسلف شیئاً

لقضی خیراً منه ج ۵ ص ۵۴ رقم: ۲۱۱۳ السنن الکبریٰ للبیہقی، باب الرجل یقضیہ خیراً منه بلا شرط طیبة بہ نفسہ ج ۵ ص ۲۵۱ رقم:

۱۱۲۵۸ سنن ترمذی، باب ما جاء فی استقراض البعیر او الشی من الحيوان، ج ۲ ص ۶۰۸، رقم: ۱۲۱۴، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، ج ۲ ص ۲۵۶، رقم: ۹۸۸۱

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(تو آپ پر سختی کی) یہ سختی کرنے والا قرض خواہ یا تو کوئی یہودی وغیرہ کافر ہوگا یا آداب سے ناواقف بدوی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے احترام سے خبردار نہ تھے، وہ تو بغیر قرض بھی گفتگو میں بہت سختی کرتے تھے اور حضور انور تحمل فرماتے تھے، ورنہ صحابہ کرام سے یہ سختی ناممکن ہے۔ (لمعات و مرقات)

(صحابہ نے کچھ کرنا چاہا) مار پیٹ یا سخت جواب یا بارگاہ عالی سے نکال دینا چاہا۔

(حق والے کو کچھ کہنے کا حق ہے) یعنی قرض خواہ کو حق ہے کہ اگر مقروض غنی ہو کر ٹال مٹول کرے تو اس کے خلاف دعویٰ کر دے یا اسے ظالم خائن کہے یا کہے کہ تو نادہند بہانہ خور ہے۔ خیال رہے کہ یہ قانون نادہند مقروضوں کے لیے ہے جو حضور انور نے اس موقع پر بیان فرمایا ورنہ حضور انور ان تمام ٹال مٹول وغیرہ سے معصوم ہیں۔

(ہم تو اس کی عمر سے بہتری پاتے ہیں) یعنی جو اونٹ اس نے آپ کو قرض دیا تھا وہ کم عمر اور دبلا تھا، اب بازار سے ایسے دبے کم عمر اونٹ نہیں ملتے اس سے اچھے موٹے ربا عیمل رہے ہیں۔

(بہترین وہ ہے جو قرض اچھی طرح ادا کرے) طبرانی، ابن حبان، حاکم، بیہقی نے حضرت زید ابن سعہ سے روایت کی کہ میں یہود کے بڑے پادریوں میں سے تھا، میں نے حضور انور کو کچھ چھوہارے ادھار دیئے اور وقت اداء سے دو دن چاہتا تھا ایک حلم، دوسرے سختی کے جواب میں نرمی، میں نے حضور انور کو کچھ چھوہارے ادھار دیئے اور وقت اداء سے دو دن قبل تقاضا کرنے کے لیے آگیا، آپ کی چادر پکڑ کر نہایت سختی سے بولا کہ میرا قرض دو، بنی عبدالمطلب عموماً نادہند ہوتے ہیں، جناب عمر فاروق نے فرمایا کہ اگر اس آستانہ کا ادب مانع نہ ہوتا تو یہ تلوار تیرے سر پر ہوتی، حضور انور نے فرمایا اے عمر بہتر ہوتا کہ تم مجھے قرض ادا کرنے کا مشورہ دیتے تم نے التامیرے محسن پر سختی کی، جاؤ ان کا قرض ادا کرو اور بیس ۲۰ صاع زیادہ کھجوریں دے دو اس سختی کے عوض جو تم نے اس پر کی، میں نے کہا اے عمر میں نبوت کی دو علامتوں کا امتحان کر رہا تھا، میں نے درست پالیں، میں پڑھتا ہوں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ یہ تو قرض خواہ کا معاملہ ہے، آستانہ عالیہ پر بھیک مانگنے والوں نے سختی سے مانگا ہے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں عطائیں بھی دی ہیں اور دعائیں بھی، جیسا کہ بخاری، ابوداؤد، وغیرہ کی روایت میں ہے۔ (مرقات) (مراۃ المناجیح، ج ۲ ص ۵۰۸)

(1373) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "رَحِمَ اللَّهُ رَجُلًا سَمِعًا إِذَا بَاعَ، وَإِذَا اشْتَرَى، وَإِذَا اقْتَطَى"

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ اس آدمی پر رحم کرے جو بیچتے خریدتے اور رقم کا تقاضا کرتے وقت نرم ہو۔ (بخاری)

رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب السہولۃ والسہاحة فی الشراء والبیع، ج ۳، ص ۵، رقم: ۲۰۰۶، مجمع الزوائد للہیثمی، باب السہاحة والسہولۃ وحسن المہایعة، ج ۳، ص ۱۲۱، رقم: ۶۳۱۵، جامع الاصول لابن الیبر، الفصل الثانی فی الشاہل والتسامح فی البیع، ج ۱، ص ۲۲۹، رقم: ۲۲۵)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

بیچنے میں نرمی یہ ہے کہ گاہک کو کم یا خراب چیز دینے کی کوشش نہ کرے اور خریدنے میں نرمی یہ ہے کہ قیمت کھری دے اور بخوبی ادا کرے، بیوپاری کو پریشان نہ کرے، تقاضے میں نرمی یہ ہے کہ جب اس کا کسی پر قرض ہو تو نرمی سے مانگے اور مجبور مقروض کو مہلت دے دے اس پر تنگی نہ کرے جس میں یہ تین صفتیں جمع ہوں وہ اللہ کا مقبول بندہ ہے،، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَإِنْ كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَىٰ مَيْسَرَةٍ أَلَمْ يَكُنْ لَكُمْ رَحِيمًا ۚ (مائدہ: ۶۰)۔

(بہار المنافع، ج ۳، ص ۳۹۷)

حضرت ابو قتادہ ؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جس کو یہ بات خوش کرے کہ اس کو اللہ کریم قیامت کے دن کی تکلیف سے نجات عطا کرے تو اس کو چاہیے کہ تنگ دست کو مہلت دے یا معاف کر دے۔ (مسلم)

(1374) وَعَنْ أَبِي قَتَادَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُنَجِّيَهُ اللَّهُ مِنْ كُرْبٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَلْيُنْفِسْ عَنْ مُعِيرٍ أَوْ يَضَعْ عَنْهُ» رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل انظار المعسر، ج ۵، ص ۲۲، رقم: ۳۰۸۲، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب ما جاء فی انظار المعسر والتجول عن الموسر، ج ۵، ص ۲۵۶، رقم: ۱۲۸۳، المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمہ عبدان، ج ۵، ص ۳۱، رقم: ۳۵۱۲، مجمع الزوائد للہیثمی، باب فیمن فرج عن معسر او نظره او ترك الغارم، ج ۳، ص ۲۲۱، رقم: ۵۶۴۳)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کُرب کاف کے پیش رکے فتح سے، کربۃ کی جمع ہے بمعنی تکلیف، محنت، مشقت اس لفظ میں قیامت کی دھوپ، پیاس، گھبراہٹ ملائکہ کی سختی وغیرہ سب کچھ داخل ہے۔

فلینفس تنفیس سے بنا بمعنی تاخیر کرنا، دیر لگانا، مہلت دینا۔ وضع سے مراد یا قرض بالکل معاف کر دینا، اگر قرض خواہ کی طرف سے وکیل قبض کو اس کی اجازت ہو تو وہ یہ کام کر سکتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ تم بھی رب تعالیٰ کے مقروض ہو لہذا اپنے مقروضوں کو معافی یا آسانی دو تم پر اللہ آسانی کرے گا۔ (بہار المنافع، ج ۳، ص ۵۰۴)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک آدمی لوگوں کے ساتھ قرض کا معاملہ کرتا تھا اور اپنے خادم کو کہتا کہ جب تو تنگ دست

(1375) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «كَانَ رَجُلٌ يُدَايِنُ النَّاسَ. وَكَانَ يَقُولُ لِفَتَاةٍ: إِذَا آتَيْتِ

مُعِيرًا فَتَجَاوَزَ عَنْهُ لَعَلَّ اللَّهَ أَنْ يَتَجَاوَزَ عَنَّا. فَلَقِيَ اللَّهَ فَتَجَاوَزَ عَنْهُ مُتَّفِقًا عَلَيْهِ.

کے پاس جائے تو اس سے اعراض کرنا۔ ہم سے شاید اللہ کریم درگزر فرمادے تو وہ اللہ کریم کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو اس سے اللہ کریم سے درگزر فرمایا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب امر حسبیت أن اصحاب الکہف والرقیہ، ج ۲ ص ۱۲۸۲، رقم: ۲۲۱۲، صحیح مسلم، باب فضل انظار المعسر، ج ۴ ص ۳۲، رقم: ۴۰۸۱، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب ما جاء فی انظار المعسر والتجاوز عن الموسر، ج ۴ ص ۲۸، رقم: ۱۱۲۶۲، السنن الکبریٰ للنسائی، باب حسن المعاملة والرفق فی المطالبة، ج ۲ ص ۶۰، رقم: ۶۲۴۳، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرة، ج ۲ ص ۲۶۲، رقم: ۵۶۱۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

نوکر سے وہ نوکر مراد ہے جو مقروضوں سے تقاضا کرنے کو مقرر تھا جیسا کہ عام تجارتسا ہو کار ایسے لوگ رکھتے ہیں۔ نئی ساتھی کو بھی کہتے ہیں نوکر و غلام کو بھی، اس کے لغوی معنی ہیں جوان۔

یا سارا قرض معاف کر دے یا کچھ قرض یا مہلت دے دے کہ جلدی تقاضا نہ کرے، معافی میں یہ سب کچھ داخل ہے کہ اس کے سارے گناہ بخش دے۔ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ غلام یا نوکر کو قرض وصول کرنے کا وکیل کر سکتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ وکیل کو معافی یا نرمی کرنے کی اجازت دے سکتے ہیں۔ تیسرے یہ کہ دعا میں جمع کے صیغے استعمال کرنا بہتر ہے کہ اس نے کہا تھا عتًا کہ اگر ایک کے حق میں دعا قبول ہوگئی تو ان شاء اللہ سب کے حق میں قبول ہو جائے گی، چوتھے یہ کہ گزشتہ دین کے احکام ہمارے لیے بھی قابل عمل ہیں جب کہ قرآن یا حدیث میں نقل ہوں۔ (نووی، مرقات) پانچویں یہ کہ اپنے مقروض پر مہربانی کرنا اپنی بخشش کا ذریعہ ہے۔ (بزاز، النایح، ج ۲ ص ۵۰۳)

حضرت ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم سے پہلے لوگوں میں ایک آدمی کا حساب لیا گیا۔ اس کے پاس اور کوئی نیکی نہیں ملی صرف یہ کہ وہ خوش حال تھا اور لوگوں کے ساتھ معاملات کرتا تھا اور اپنے نوکروں کو حکم کرتا تھا کہ وہ تنگ دست سے درگزر کریں۔ اللہ عزوجل نے فرمایا: اس بھلائی کے ہم تجھ سے زیادہ حق دار ہیں پس اسے معاف کر دو۔

(1376) وَعَنْ أَبِي مَسْعُودٍ بْنِ الْبَدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "خُوسِبَ رَجُلٌ فَمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، فَلَمْ يُوْجَدْ لَهُ مِنَ الْخَيْرِ شَيْءٌ، إِلَّا أَنَّهُ كَانَ يُخَالِطُ النَّاسَ وَكَانَ مُوسِرًا، وَكَانَ يَأْمُرُ غِلْمَانَهُ أَنْ يَتَجَاوَزُوا عَنِ الْمُعْسِرِ. قَالَ اللَّهُ - عَزَّ وَجَلَّ -: نَحْنُ أَحَقُّ بِذَلِكَ مِنْهُ؛ تَجَاوَزُوا عَنْهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ."

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل انظار المعسر، ج ۴ ص ۲۲، رقم: ۴۰۸۰، الادب المفرد للبخاری، باب حسن الخلق اذا فقہوا، ص ۱۱۰، رقم: ۲۲۳، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب ما جاء فی انظار المعسر والتجاوز عن الموسر، ج ۴ ص ۲۸، رقم: ۱۱۲۶۱، السنن

ترمذی باب ما جاء في انظار المعسر والرفق به ج ۲ ص ۱۹ رقم: ۱۳۰۰ مصنف ابن ابی شیبہ باب انظار المعسر والرفق به ج ۲ ص ۱۹ رقم: ۵۲۶۱۱

شرح حدیث: روزانہ اس سے دو گنا مال صدقہ کرنے کا ثواب

حضرت سیدنا بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غیب، مثنیٰ ہ عمن الغیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، جس نے کسی تنگ دست کو مہلت دی تو اس کے لئے ہر روز اس قرض کی مثل صدقہ کرنے کا ثواب ہے۔ پھر میں نے سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، جس نے کسی تنگ دست کو مہلت دی تو اسے روزانہ اتنا ہی مال دو مرتبہ صدقہ کرنے کا ثواب ملے گا۔ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! پہلے تو میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا کہ جس نے کسی تنگ دست کو مہلت دی اس کے لئے ہر روز اس قرض کی مثل صدقہ کرنے کا ثواب ہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ جس نے کسی تنگ دست کو مہلت دی اس کے لئے ہر روز اس قرض سے دو گنا صدقہ کرنے کا ثواب ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اسے روزانہ قرض کی مقدار کے برابر مال صدقہ کرنے کا ثواب تو قرض کی ادائیگی کا وقت آنے سے پہلے ملے گا، اور جب ادائیگی کا وقت ہو گیا پھر اس نے قرضدار کو مہلت دی تو اسے روزانہ اتنا مال دو مرتبہ صدقہ کرنے کا ثواب ملے گا۔

ایک روایت میں ہے کہ جس نے قرض کی ادائیگی کے وقت سے پہلے تنگ دست کو مہلت دی اسے روزانہ اتنا مال صدقہ کرنے کا ثواب ملے گا اور جس نے وقتِ ادائیگی کے بعد مہلت دی اسے روزانہ اس سے دو گنا مال صدقہ کرنے کا ثواب ملے گا۔ (مجمع الزوائد، کتاب البیوع، باب فی من فرج عن معسر، رقم ۶۶۷۶، ج ۳، ص ۲۳۲)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں لایا جائے گا۔ جس کو اللہ نے مال دیا تھا، اسے فرمائے گا: تو نے دنیا میں کیا کیا؟ اور فرمایا وہ اللہ سے کچھ چھپانہ سکے گا۔ عرض کرے گا: اے میرے رب! تو نے مجھے اپنا مال دیا میں لوگوں کے ساتھ خرید و فروخت کا معاملہ کرتا تھا اور میری عادت میں معاف کر دینا تھا۔ میں فراخ دست پر آسانی کرتا اور تنگ دست کو مہلت دیتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم اس کے تجھ سے زیادہ حق دار ہیں۔ میرے اس بندے کو معاف کر دو۔ حضرت عقبہ بن عامر اور حضرت ابو مسعود

(1377) وَعَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: أُنِيَ اللَّهُ تَعَالَى بِعَبْدٍ مِنْ عِبَادِهِ أَتَاهُ اللَّهُ مَالًا، فَقَالَ لَهُ: مَاذَا عَمِلْتَ فِي الدُّنْيَا؟ قَالَ: «وَلَا يَكْتُمُونَ اللَّهَ حَدِيثًا» قَالَ: يَا رَبِّ اتَّبِعْتَنِي مَالِكٍ، فَكُنْتُ أُبَايِعُ النَّاسَ، وَكَانَ مِنْ خُلُقِي الْجَوَازُ، فَكُنْتُ أَتَيْسِرُ عَلَى الْمُوَسِّرِ، وَأُنْظِرُ الْمُعْسِرَ. فَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: «أَنَا أَحَقُّ بِذَا مِنْكَ تَجَاوَزُوا عَنْ عَبْدِي» فَقَالَ عَقْبَةُ بْنُ عَامِرٍ، وَأَبُو مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيُّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: هَكَذَا سَمِعْنَاكَ مِنْ فِي رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

انصاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم نے اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ (مسلم)

مخرج حدیث: (صیح مسلم، باب فضل النظر المعسر، ج ۵ ص ۲۲ رقم: ۲۰۴۴ المستدرک للحاکم، تفسیر سورۃ النساء، ج ۲ ص ۲۲۵ رقم: ۲۱۱۴ المعجم الکبیر للطبرانی، احادیث عقبہ بن عمرو ابومسعود، ج ۴ ص ۲۲۲ رقم: ۱۲۲۲۶ مسند امام احمد بن حنبل، عقبہ حدیث ابی مسعود، ج ۵ ص ۱۱۸ رقم: ۷۱۰۵)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ یہ سوال اس سے جانکنی کے وقت ہو یا قبر میں اور سوال کرنے والے یا تو وہ فرشتے تھے جو جان نکالنے آئے تھے یا منکر نکیر جو حساب قبر لیتے ہیں اگرچہ قبر میں صرف ایمان کا حساب ہے اعمال کا حساب تو قیامت میں ہوگا مگر یہ اس شخص کی خصوصیات سے ہے کہ اس سے قبر ہی میں اعمال کا حساب بھی ہو گیا، بعض شارحین نے فرمایا قیل بمعنی یقال ہے اور یہ واقعہ سوال و جواب کا قیامت میں ہوگا مگر پہلی توجیہ قوی ہے۔ (لمعات، اشعہ، مرقات)

معلوم ہوا کہ مرتے وقت اور قبر میں حشر میں انسان کو اپنے برے بھلے اعمال یاد ہوں گے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: بَلِ الْإِنْسَانُ عَلَىٰ نَفْسِهِ بَصِيرَةٌ ۚ وَلَوْ أَلْقَىٰ مَعَاذِيرَهُ۔

یعنی میرے معاملات بہت درست تھے ان میں اخلاق کو دخل تھا اگر امیر کو ادائے قرض میں دیر لگتی تھی تو میں صبر کرتا تھا اس پر جلدی مانگ کر سختی نہ کرتا تھا اور اگر میرا مقروض قرض ادا کرنے کے قابل نہ ہوتا تو اسے بالکل معاف کر دیتا تھا تاکہ وہ دنیا و آخرت میں پھنسانہ رہے۔

اس سے دوسلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ جو بندوں پر مہربانی کرتا ہے رب تعالیٰ اس پر کرم فرماتا ہے کسی کو پھانسنے کی کوشش نہ کرو بلکہ پھنسنے کو نکالنے کی کوشش کرو۔ دوسرے یہ کہ معمولی نیکی کو بھی معمولی سمجھ کر چھوڑ نہ دو کبھی ایک قطرہ جان بچا لیتا ہے۔ ممکن ہے کہ چھوٹا عمل بخشش کا ذریعہ بن جائے اور کوئی معمولی گناہ چھوٹا سمجھ کر نہ لو کبھی چھوٹی چنگاری سارا گھر جلا ڈالتی ہے۔

یعنی پھنسنوں کو نکالنا، لوگوں پر رحم کرنا میری صفت ہے جب تو اخلاق البیہ سے موصوف ہوا تو میں بھی تجھے بخش دیتا ہوں، یہ ہی اس حدیث کا مطلب ہے کہ تخلقوا باخلاق اللہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اختیار کرو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان عبادت کے ساتھ معاملات بھی ٹھیک کرے۔ (نزہۃ النایح، ج ۴ ص ۳۹۸)

(1378) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ أَنْظَرَ مُعْسِرًا، أَوْ وَضَعَ لَهُ، أَظْلَمَهُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ» رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے تنگ دست کو مہلت دی یا معاف کیا قیامت کے دن اس کو اللہ کریم اپنے عرش کے سائے میں سایہ عطا کرے گا جس دن اس کے سائے

وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ".

کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی: باب ما جاء في انظار المعسر والرفعي به ج ۳ ص ۵۹۹ رقم: ۱۱۳۰۶ الاحاد والمثنائ احاديث ابواليسر كعب بن مالك ج ۳ ص ۳۵۹ رقم: ۱۹۱۵ السنن الكبرى للبيهقي: باب ما جاء في انظار المعسر والتجوز عن الموسر ج ۵ ص ۳۵۴ رقم: ۱۱۲۳ المعجم الاوسط للطبراني من اسمه عبدان ج ۵ ص ۱۲ رقم: ۳۵۲۴ سنن الدارمي: باب فيمن انظر معسرا ج ۲ ص ۳۲۹ رقم: ۲۵۸۸)

شرح حدیث: امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن تنگ دست کو مہلت دینے کے متعلق فتاویٰ رضویہ میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

مسئلہ: شرع محمدی حنفیہ مذاہب کا اس سوال کے جواب میں کیا حکم ہے میرا مہر سات سو روپے کا تھا میں نے اپنے شوہر کو معاف کر دیا میں نے نیک کام کیا یا نہیں؟ بیوقوف تو جروا۔

الجواب

بیشک نیک کام کیا اور اس میں بڑے ثواب کی امید ہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: من نفس عن غریبه او محی عنه کان فی ظل العرش یوم القیامۃ۔

(مسند امام احمد حدیث ابوقتادہ انصاری مطبع دارالفکر ۵/۳۰۸)

جو اپنے مدیون کو مہلت دے یا معاف کر دے قیامت کے دن عرش کے سایہ میں ہو۔

رواہ الامام احمد و مسلم عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ والامام البغوی شرح السنۃ عن ابی قتادۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وقال هذا حدیث حسن۔

(اسے امام احمد اور امام مسلم نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے اور امام بغوی نے شرح السنۃ میں ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔ ت)

اگلی امتوں میں ایک گنہگار آدمی اپنے مدیونوں سے درگزر کرتا تھا جب وہ مرا اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہوں سے درگزر فرمائی ۲۔ رواہ الشیخان عن حذیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اس کو بخاری اور مسلم نے حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت) اور اسے جنت میں جگہ بخشی ۳۔ روایا عنہ وعن ابی مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما (انہوں نے اس سے اور ابو مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔ ت) مولیٰ تعالیٰ نے فرمایا: جب یہ اپنے مدیون سے درگزر کرتا تھا تو مجھے زیادہ لائق ہے کہ درگزر فرماؤں ۴۔ رواہ مسلم عن ابی مسعود وعن عقبۃ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کلہم عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (اس کو مسلم نے ابو مسعود اور عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے ان سب نے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) صحیح مسلم کتاب مساقاة والمزارعة فصل انظار المعسر الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۸/۲ (۳ و ۴) صحیح مسلم کتاب المساقاة والمزارعة فصل انظار المعسر الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۸/۲ (فتاویٰ رضویہ، ج ۱۲، ص ۱۳۸)

(1379) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اشْتَرَى مِنْهُ بَعِيرًا، فَوَزَنَ لَهُ فَأَرْبَحَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اونٹ خریدا تو ان کو وزن کر کے دیا اور جھکا ہوا (یعنی زیادہ) دیا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب الطعام عند القدوم وكان ابن عمر يفطر لمن يغشاه، ج ۸، ص ۸، رقم: ۲۰۱۱ صحیح مسلم: باب بیع البعیر واستثناء ركوبه، ج ۵، ص ۵۲، رقم: ۴۱۸۹ السنن الکبریٰ للبیہقی: باب ما جاء فی هبة المشاع، ج ۱، ص ۱۴۱، رقم: ۱۲۴۰۱ مستخرج ابی عوانة: باب ذکر خبر الموجب علی الوزن ان یربح اذا وزن، ج ۵، ص ۳۹۸، رقم: ۳۱۳۲ مسند الطیالسی: احادیث محارب بن دثار عن جابر رضی اللہ عنہما، ص ۲۲۹، رقم: ۱۴۲۵)

شرح حدیث: ابو حامد حضرت سیدنا امام محمد بن محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی اپنی منفرد تصنیف الکادب فی الدین میں تاجر کے آدابوں بیان فرماتے ہیں:

تاجر کے آداب

(تجارت کرنے والے کو چاہے کہ) مسلمانوں کے راستے میں نہ بیٹھے کہ اس سے انہیں چلنے میں دشواری ہوگی، ایسے سمجھ دار و ذہین غلام (نوکر) کو کام کے لئے رکھے کہ جو نہ تو ناپ تول میں اور نہ ہی وزن میں کمی کرے، اسے برابری کا حکم دے، سامان وغیرہ تولنے میں جلدی نہ کرے، اس کا ترازو درستی میں سنا رکھے ترازو اور اعتدال میں معیاری ترازو کی طرح ہو، اس کی ڈوریاں لمبی اور اوپری کنارے باریک ہوں، اس کے چھوٹے بڑے تمام باٹ وزن میں پورے ہوں، روزانہ سب سے پہلے ترازو صاف کرے، رطل اور سنگ ترازو (بٹ یعنی تول وغیرہ کے پتھر) کے عیبوں کا خاص خیال رکھے، غلام (نوکر) کو حکم دے کہ تیل اور روغنیاں وغیرہ تولتے وقت احتیاط سے کام لے۔ جب کوئی مہذب شخص کچھ لینے آئے تو اس کی عزت و تکریم کرے، پڑوسی آئے تو اس پر احسان کرے، کوئی ضعیف و ناتواں آئے تو اس کے ساتھ شفقت و مہربانی سے پیش آئے یا ان کے علاوہ کوئی بھی آئے تو اس کے ساتھ انصاف سے پیش آئے، چیزوں کو ان کی قیمت و بھاؤ کی مقدار کے اعتبار سے بیچے، اگر کسی چیز کی قیمت کم ہو تو (بیچنے والا) خریدار کو زیادہ قیمت میں دے سکتا ہے جیسا کہ بعض اوقات اگر چیز کی قیمت زیادہ ہو تو وہ خریدار کو کم قیمت میں دے دیتا ہے۔ اس کی تمام تر توجہ درس قرآن (اور علم دین) کی محفل میں حاضری کی طرف رہے، غیر محرموں اور مردوں کو دیکھنے سے نگاہوں کو بچائے رکھے، واقف کار بے وقوف سے اپنی عزت بچائے، سائل کو خالی ہاتھ نہ لوٹائے، خوشی ملنے پر عطیہ و بخشش کو نہ روکے۔

تاجر نے جو کام ملازم پر لازم کیا ہے اگر خود اس کا ذمہ دار ہے تو بہتر یہ ہے کہ خود کرے۔ ناپ تول اور وزن کرنے کا پیمانہ اور ترازو کا پتھر معتبر و قابل اعتماد لوگوں سے خریدے، بیچتے وقت مال کی جھوٹی تعریف اور خریدتے وقت بے جا مذمت

نہ کرے، لوگوں کو کوئی خبر وغیرہ دینے یا سنا تے وقت سچائی سے کام لے، نیلامی کے وقت بخش گوئی اور گفتگو کرتے وقت جھوٹ بولنے سے بچے، دکان داروں کے ساتھ بے ہودہ و لغو باتوں میں نہ پڑے اور نئے لوگوں کے ساتھ ہنسی مذاق نہ کرے اور لڑائی جھگڑانہ کرے۔

حضرت ابو صفوان سوید بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت

(1380) وَعَنْ أَبِي صَفْوَانَ سُؤْيِدِ بْنِ قَيْسٍ

ہے کہ میں اور مخرمہ عبدی ہجر سے کچھ کپڑا فروخت کرنے کے لئے لائے تو رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے شلوار کا سودا طے کیا میرے پاس ایک آدمی اجرت پر سکے تولنے کے لیے تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس وزن کرنے والے کے لیے فرمایا: وزن کر اور جھکتا تول۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: جَلَبْتُ أَنَا وَمَخْرَمَةُ الْعَبْدِيِّ بَرًّا مِنْ هَجْرٍ، فَجَاءَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَاوَمَنَا بِسَرَاوِيلٍ، وَعِنْدِي وَزَانٌ يَزِنُ بِالْأَجْرِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْوَزَانِ: "زِنْ وَأَرْخِ" رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ".

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی الریحان فی الوزن والوزن بالأجر، ج ۲ ص ۲۵۰، رقم: ۳۳۲۸، سنن ترمذی، باب ما جاء فی

الریحان فی الوزن، ج ۲ ص ۳۸۵، رقم: ۱۳۲۰، الاداب للبیہقی، باب فی السراویل، ج ۱ ص ۳۰۳، رقم: ۵۰۹، المنتقی لابن الجارود، باب فی التجارات، ج ۱ ص ۱۳۵، رقم: ۵۵۹، سنن الدارمی، باب الریحان فی الوزن، ج ۲ ص ۳۳۸، رقم: ۲۵۵۵)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

سوید ابن قیس کی کنیت ابو عمرو ہے، صحابی ہیں، آپ سے صرف یہ ہی ایک حدیث مروی ہے، مخرفہ بھی صحابی ہیں داؤد

بمعنی مع ہے یا عاطفہ ہر دونوں صاحب شرکت میں مقام ہجر سے کپڑا تجارت کے لیے لائے تھے، ہجر کا کپڑا مشہور تھا،

ہجرتین بستیوں کے نام ہیں، یمن کا ایک شہر ہے، بحرین کے ایک علاقہ کا نام بھی ہے اور مدینہ منورہ کے قریب ایک بستی بھی

ہے۔ (اشعہ) یہاں تیسری بستی مراد ہے یہ کپڑا اسی بستی سے آیا تھا۔ (مرقاۃ)

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے پانچامہ خریدنا تو ثابت ہے مگر پہننا ثابت نہیں ہمیشہ تہبند شریف استعمال فرمایا، حضرت

عثمان غنی شہادت کے دن پانچامہ پہنے ہوئے تھے، پانچامہ ہی میں آپ کی شہادت ہوئی، بھاؤ چکانے کا مطلب یہ ہے کہ

بھاؤ طے کر کے خرید لیا۔ (مرقات) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خود دوکان پر جانا اور تاجر کی منہ مانگی قیمت نہ دینا بلکہ اس سے

طے کرنا کچھ کم کرنا سنت ہے، اگر چہ اپنے خدام سے ہی خرید کی جائے اس بھاؤ تاؤ کرنے میں عار نہیں، حضور انور کے زمانہ

شریف میں پانچامہ کا استعمال ہوتا تھا۔

چونکہ اس زمانہ میں نوٹ تھے نہیں درہم کا عام رواج تھا جن کے گننے میں بہت وقت لگتا ہے اس لیے تول کر ادا کئے

جاتے تھے، درہم تولنے والا تاجر کی طرف سے مقرر ہوتا تھا جس کی اجرت (تولائی) خریدار کے ذمہ ہوتی تھی، اب بھی حکم

یہ ہی ہے کہ قیمت کی تولائی خریدار کے ذمہ، مال کی تولائی بائع کے ذمہ ہے کہ قیمت دینا خریدار پر لازم ہے اور مال دینا بائع پر ضروری ہے۔ تولنے والا جس کا کام کرے، اس سے دام لے۔ آج کل مال کی تولائی خریدار سے لیتے ہیں یہ غلط ہے۔ یعنی جو قیمت طے ہے اس سے زیادہ دے دو، یہ کرم کریمانہ ہے کہ طے شدہ سے زیادہ قیمت عطا کی، مہنگی خریدنے

میں نقصان ہے، طے شدہ سے زیادہ دینے میں احسان۔ نقصان برا، احسان اچھا۔

اسے نسائی، ابن حبان اور حاکم نے اپنی مستدرک میں نقل فرمایا۔ (مرقات) (مزاۃ المناجیح، ج ۳ ص ۳۹۸)



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

13- کتاب العلم

98- بَابُ فَضْلِ الْعِلْمِ تَعَلِّمًا وَتَعَلِّمًا لِلّٰهِ

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: (وَقُلْ رَبِّ رَحْمٰنٍ عَلِیْمًا) (طہ: 114)

(114)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: (قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الذِّیْنَ

یَعْلَمُوْنَ وَالذِّیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ) (الزمر: 9)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: (یَرْفَعِ اللّٰهُ الذِّیْنَ اٰمَنُوْا

مِنْكُمْ وَالذِّیْنَ اٰوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ) (المجادلة: 11)

(11)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: (اِنَّمَّا یَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ

الْعُلَمَاءُ) (فاطر: 28)

(1381) وَعَنْ مَعَاوِیَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ يُرِدِ

اللّٰهُ بِهِ خَيْرًا يُفْقِهْهُ فِي الدِّیْنِ" - مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

علم کا بیان

اللہ کے لیے علم سیکھنے اور سکھانے کی فضیلت

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور عرض کرو کہ اے میرے

رب مجھے علم زیادہ دے۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: تم فرماؤ کیا برابر ہیں

جاننے والے اور انجان۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اللہ تمہارے

ایمان والوں کے اور ان کے جن کو علم دیا گیا درجے بلند

فرمائے گا۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اللہ سے اس کے

بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولاللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے ساتھ اللہ بھلائی کا ارادہ

فرماتا ہے اس کو دین میں سمجھ بوجھ عطا فرمادیتا ہے۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری باب من یرد اللہ بہ خیر یرفقہ فی الدین ج ۱ ص ۲۵ رقم: ۱، صحیح مسلم باب النہی عن

المسألة ج ۳ ص ۱۵ رقم: ۲۲۲۹ مسند امام احمد بن حنبل حدیث معاویہ بن ابی سفیان ج ۳ ص ۱۲ رقم: ۱۶۸۹ سنن الکبیری للنسائی

باب فضل العلم ج ۳ ص ۲۵ رقم: ۵۸۲۹ المعجم الاوسط من اسمہ بکر ج ۳ ص ۲۲۲ رقم: ۲۲۸۸ سنن ترمذی باب اذا اراد اللہ بعبد خیر

افقہہ فی الدین ج ۵ ص ۲۸ رقم: ۲۶۳۵ سنن الدارمی باب الاقتداء بالعلماء ج ۱ ص ۸۵ رقم: ۲۲۲)

شرح حدیث: فقہ کے شرعی معنی یہ ہیں کہ احکام شرعیہ فرعیہ کو انکے تفصیلی دلائل سے جاننا۔ (اس حدیث

کے) معنی یہ ہوئے کہ اللہ جسے تمام دنیا کی بھلائی عطا فرمانا چاہتا ہے اسے فقیہ بناتا ہے۔ (ماخوذ از نزہۃ القاری شرح صحیح البخاری،

ج ۱ ص ۲۲۲)

حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کا نام شریف معاویہ ابن ابوسفیان ابن حرب ابن امیہ ابن عبد الشمس ابن عبد مناف ہے، آپ پانچویں پشت

یعنی عبد المناف میں حضور سے مل جاتے ہیں، آپ کی والدہ ہند بنت عتبہ ابن ربیعہ ابن عبد الشمس ابن عبد مناف ہیں۔ آپ صلح حدیبیہ کے سال اسلام لائے، مگر فتح مکہ کے دن اسلام ظاہر کیا۔ حضور کے سالے ہیں، کاتب وحی ہیں، عہد فاروقی میں شام کے حاکم بنے، چالیس سال وہاں کے ہی حاکم رہے، امام حسن ابن علی رضی اللہ عنہما نے آپ کے حق میں خلافت سے دست برداری فرما کر صلح فرمائی۔ آپ کی وفات ۴ رجب ۶۰ھ لقوہ کی بیماری سے ہوئی ۷۸ سال عمر پائی، آپ کے پاس حضور کا تہبند، چادر شریف، قمیض مبارک اور کچھ بال و ناخن شریف تھے وصیت کی تھی کہ مجھے اس لباس شریف میں کفن دینا اور میرے منہ اور ناک میں ناخن اور بال شریف رکھ دینا، آپ کے پورے حالات شریف ہماری کتاب امیر معاویہ میں دیکھو۔

(بوجھ عطا فرمادیتا ہے) یعنی اسے دینی علم، دینی سمجھ اور دانائی بخشتا ہے۔ خیال رہے کہ فقہ ظاہری شریعت ہے اور فقہ باطنی طریقت اور حقیقت یہ حدیث دونوں کو شامل ہے۔ اس حدیث سے دو مسئلے ثابت ہوئے: ایک یہ کہ قرآن و حدیث کے ترجمے اور الفاظ رٹ لینا علم دین نہیں، بلکہ انکا سمجھنا علم دین ہے۔ یہی مشکل ہے اسی کے لئے فقہاء کی تقلید کی جاتی ہے اسی وجہ سے تمام مفسرین و محدثین آئمہ مجتہدین کے مقلد ہوئے اپنی حدیث دانی پر نازاں نہ ہوئے رب فرماتا ہے: مَنْ يُؤْتِ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا وَهَاں حُكْمٌ سَعَادَةٍ لِمَنْ يُوْتِيهِ مِنَ الْقُرْآنِ وَحَدِيثِ رَسُوْلِهِ وَهُوَ الَّذِي يُوْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ لِمَنْ يَشَاءُ مِنْ غَيْرِ فَرْمَانٍ بِيَكْرٍ هِىَ جِيسَ بَجْلِى كِى پاور كِے بغیر فننگ بیکار۔ (مراة المناجیح، ج ۱، ص ۱۸۷)

(1382) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ: رَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ مَالًا، فَسَلَطَهُ عَلَى هَلْكَيْتِهِ فِي الْحَقِّ، وَرَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ الْحِكْمَةَ، فَهُوَ يَقْضِي بِهَا وَيُعَلِّمُهَا". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَالْمُرَادُ بِالْحَسَدِ: الْغِبْطَةُ، وَهُوَ أَنْ يَتَمَنَّى مِثْلَهُ.

حضرت ابن مسعود ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قابل رشک دو آدمی ہیں ایک جس کو اللہ کریم نے مال عطا کر دیا۔ پھر اس کو راہ حق میں خرچ کرنے کی ہمت عطا کی اور دوسرا وہ جس کو اللہ کریم نے دانائی عطا کی ہے وہ اس کے ساتھ فیصلے کرتا اور اس کی تعلیم دیتا ہے۔ (متفق علیہ) اور "حسد" سے مراد غبطہ ہے اور وہ یہ ہے کہ اسی کی مثل تمنا کرنا۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الاعتیاط فی العلم والحکمة، ج ۵، ص ۲۵، رقم: ۴۲، صحیح مسلم، باب فضل من یقوم بالقرآن ویعلّمه وفضل من تعلم حکمة من فقہ، ج ۲، ص ۲۰۱، رقم: ۱۱۳۰، السنن الکبریٰ، باب وجوه الصدقة وما علی کل سلامی من الناس، ج ۲، ص ۱۸۸، رقم: ۸۰۴۸، المعجم الاوسط، باب من اسمه ابراهیم، ج ۲، ص ۱۲۶، رقم: ۲۶۸۸، سنن ابن ماجہ، باب الحسد، ج ۲، ص ۱۳۸، رقم: ۴۲۰۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الختان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کسی نعمت والے پر جلنا اور اس کی نعمت کا زوال، اپنے لیے حصول چاہنا حسد ہے، جو بہت بڑا عیب ہے جس سے شیطان مارا گیا مگر دوسروں کی سی نعمت اپنے لیے بھی چاہنا غبطہ (رشک) ہے حسد مطلقاً حرام ہے، غبطہ دو جگہ جائز ہے یہاں حسد بمعنی غبطہ ہے۔

یعنی مالدار سخی جسے خدا اچھے کاموں میں خرچ کرنے کی توفیق دے ایسے ہی بافیض عالم دین جس کے علم سے لوگ فائدہ اٹھائیں قابل رشک ہے۔ سبحان اللہ! بعض علماء کے علم اور بعض سخیوں کے مال سے لوگ تا قیامت فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فقیر کی اس کتاب سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچائے۔ (آمین)

خیال رہے کہ نیکی کی تمنا کرنے والا ان شاء اللہ تعالیٰ قیامت میں نیکیوں کے ساتھ ہی ہوگا۔ (مزاۃ المناجیح، ج ۱ ص ۲۰۰)

(1383) وَعَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَثَلُ مَا بَعَثَنِي اللَّهُ بِهِ مِنَ الْهُدَى وَالْعِلْمِ كَمَثَلِ غَيْثٍ أَصَابَ أَرْضًا، فَكَانَتْ مِنْهَا طَائِفَةٌ طَيِّبَةٌ قَبِلَتِ الْمَاءَ فَأَنْبَتَتِ الْكَلَّا، وَالْعُشْبَ الْكَثِيرَ، وَكَانَ مِنْهَا أَجَادِبٌ أَمْسَكَتِ الْمَاءَ، فَنَفَعَ اللَّهُ بِهَا النَّاسَ، فَشَرِبُوا مِنْهَا وَسَقَوْا وَزَرَعُوا، وَأَصَابَ طَائِفَةٌ مِنْهَا أُخْزَى إِيْمًا هِيَ قَيْعَانٌ، لَا تُمْسِكُ مَاءً وَلَا تُنْبِتُ كَلًّا، فَذَلِكَ مَثَلُ مَنْ فَتَّهَ فِي دِينِ اللَّهِ وَنَفَعَهُ مَا بَعَثَنِي اللَّهُ بِهِ، فَعَلِمَ وَعَلَّمَ، وَمَثَلُ مَنْ لَمْ يَرْفَعْ بِذَلِكَ رَأْسًا، وَلَمْ يَقْبَلْ هُدَى اللَّهِ الَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس علم اور ہدایت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا ہے۔ اس کی مثال بادل کی طرح ہے جو زمین پر برستا ہے۔ پس زمین کا ایک حصہ پاکیزہ ہوتا ہے وہ اس پانی کو قبول کرتا ہے تو وہاں گھاس اور زیادہ سبزہ گاتا ہے اور اس کا کچھ سخت ہوتا ہے وہ پانی کو روک لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے لوگوں کو نفع عطا فرماتا ہے وہ اس سے پیتے ہیں اور ہلاتے ہیں اور زراعت کرتے ہیں اور ایک حصہ وہ ہوتا ہے جس میں دلدل ہوتی ہے وہ حصہ نہ پانی روکتا ہے نہ وہاں گھاس اگتا ہے تو اس آدمی کی مثال کی طرح ہے جو اللہ کا دین سیکھے اور اللہ اسے جس چیز کے ساتھ نفع دے جس کے ساتھ مجھے مبعوث کیا گیا وہ اس کا علم سیکھے لوگوں کو سکھائے اور جو آدمی اپنے سر کو ہی نہ اٹھائے وہ اس کی مثل ہے اور اللہ تعالیٰ کی ہدایت قبول نہ فرمائے جس کے ساتھ مجھے بھیجا گیا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری باب فضل من علم وعلم ج ۱ ص ۲، رقم: ۱۰۱۳، صحیح مسلم باب بیان مثل ما بعث به

النبي صلى الله عليه وسلم من الهدى والعلم ج ۱ ص ۲، رقم: ۱۰۱۳، صحیح ابن حبان باب الاعتصام بالسنة وما يتعلق بها نقلًا

واہرا وزجرا ج ۱ ص ۲۶ رقم: مسان الکبزی للنسائی باب مثل من فقه فی دین اللہ تعالیٰ ج ۲ ص ۲۲۴ رقم: ۵۸۲۲ مسند امام احمد بن حنبل حدیث ابی موسیٰ الاشعری ج ۳ ص ۲۱۶ رقم: ۱۵۸۸

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس سے اشارۃ معلوم ہوا کہ علم اور ہدایت ایک نہیں کبھی علم ہوتا ہے، ہدایت نہیں ہوتی جیسے اس امت کے بے دین علماء، کبھی ہدایت نصیب ہو جاتی ہے بہت سا علم نہیں ہوتا جیسے وہ عوام جو بے علم ہیں مگر ایمان دار ہیں کبھی علم اور ہدایت دونوں جمع ہو جاتے ہیں، جیسے علمائے دین ہیں۔ ہدایت علم سے افضل ہے، اسی لیے اس کا ذکر پہلے ہوا، علم کتابوں سے ملتا ہے ہدایت کسی کی نظر سے۔

(جو زمین پر برستا ہے) اس سے اشارۃ معلوم ہوا کہ حضور کے یہاں علم اور فیضان کی کمی نہیں تمام دنیا فیض لے لے تو گھٹتا نہیں کوئی نہ لے تو بیکار بچتا نہیں جیسے سورج کی روشنی اور بادلوں کا پانی۔

(اس کا کچھ سخت ہوتا ہے) "اَجَادِبٌ" اَجْدَبٌ کی جمع ہے، بمعنی وہ سخت زمین جو پانی کو چوس کر ختم نہ کر دے اسی لیے قحط کو جذب کہتے ہیں، یہاں مراد نشیبی زمینیں ہیں تالاب بن جاتے ہیں۔

(نہ وہاں گھاس اگتا ہے) اس تشبیہ کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور گویا رحمت کا بادل ہیں حضور کا ظاہری اور باطنی فیض اور نورانی کلام بارش۔ انسانوں کے دل مختلف قسم کی زمین۔ چنانچہ مؤمن کا دل قابل کاشت زمین ہے، جہاں عمل اور تقویٰ کے پودے اُگتے ہیں، علماء اور مشائخ کے سینے گویا تالاب ہیں اور اس خزینہ کے گنجینے ہیں جس سے تاقیامت مسلمانوں کے ایمان کی کھیتیاں سیراب ہوتی رہیں گی۔ منافقین اور کفار کے سینے کھاری زمین ہیں نہ فائدہ اٹھائیں نہ پہنچائیں۔

(وہ اس کا علم سیکھے لوگوں کو سکھائے) اس تشبیہ سے دو فائدے حاصل ہوئے: ایک یہ کہ کوئی شخص کسی درجہ پر پہنچ کر حضور سے بے نیاز نہیں ہو سکتا، زمین کیسی اعلیٰ ہو اور کتنا ہی اچھا تخم بویا جائے، مگر بارش کی محتاج ہے، دین و دنیا کی ساری بہاریں حضور کے دم سے ہیں۔ شعر

کہ اگر خاور گر گل ہمہ پروردہ تست

شکر فیض تو چمن چوں کنداے ابر بہار

دوسرے یہ کہ تاقیامت مسلمان علماء کے حاجت مند ہیں کہ ان کی کھیتوں کو پانی انہیں تالابوں سے ملے گا حضور کی رحمت انہی کے ذریعہ نصیب ہوگی۔

(جس کے ساتھ مجھے بھیجا گیا ہے) اس میں اشارۃ بتایا گیا کہ اگر بفرض بحال کسی کو حضور کی نبوت کی خبر ہی نہ پہنچے تو اسے عقیدہ توحید کافی ہے، خیال رہے کہ مشبہ بہ میں زمین کے تین حصے بیان فرمائے گئے مگر مشبہ میں انسان کی صرف دو جماعتوں کا ذکر ہوا کیونکہ علماء ہدایت میں عالی ہیں اور کفار گمراہی میں عالی، درمیانی لوگ یعنی صالح مؤمن خود سمجھ میں آجاتے ہیں اسی لئے ان کا ذکر نہ ہوا۔ خیال رہے کہ تالاب بہت سی قسم کے ہیں بڑے چھوٹے، بہت نافع کم نافع بعض

نالوں سے ظہریں جاری اور ہالی ہیں جیسے ہوپال کا تالاب، ایسے ہی علماء نے مختلف مراتب میں لائیں جتنے ہیں جیسے چاروں امام، بعض کا بلین ہیں، بعض راظین ہیں، پھر ان میں بعض محدثین ہیں اور بعض مفسرین، یہ تشبیہ ان سب کو شامل ہے۔ (بڑا لانا پانچ دن اس ۱۳۸)

(1384) وَظَنَّ سَهْلُ بْنُ سَعْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِيَعْلَمَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: "لَوْ أَنَّ بَيْنِي وَاللَّهُ بِكَ رَجُلًا وَاجِدًا خَيْرٌ لَكَ مِنْ أَنْ يَكُونَ لَكَ مَهْرٌ الْقَوْمِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا: اللہ کی قسم اگر اللہ تیرے ذریعے ایک آدمی کو ہدایت دے تو یہ تیرے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری باب فضل من اسم علی یدبہ رجل ج ۳ ص ۱۶۰ رقم: ۲۰۱۱ صحیح مسلم باب من فضائل علی بن ابی طالب ج ۳ ص ۱۲۱ رقم: ۱۲۴۱ مسند امام احمد بن حنبل حدیث ابی مالک سہل بن سعد ج ۵ ص ۲۳۲ رقم: ۲۲۸۶ سنن الدسالی الکبیری باب فضائل علی رضی اللہ عنہ ج ۵ ص ۲۶ رقم: ۸۱۲۱ مسند الروایا احادیث یعقوب بن عبد الرحمن الزہری عن ابی حازم ج ۱ ص ۱۶۵ رقم: ۱۰۰۶)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی ایک کافر کو مسلمان بنانا دنیا کی بڑی دولت سے بھی بہتر ہے بلکہ کافر کو قتل کرنے سے بہتر ہے کہ اسے رغبت دے کر مسلمان کر لیا جاوے کہ اس سے اس کی ساری نسل مسلمان ہوگی۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ پہلے دن حضور نے حضرت ابو بکر صدیق کی سرکردگی میں لشکر بھیجا سخت جنگ ہوئی مگر کامیابی نہ ہوئی، دوسرے دن حضرت عمر کی سرکردگی میں لشکر بھیجا اس دن بہت گھمان کارن پڑا مگر خیبر فتح نہیں ہوا، تیسرے دن فتح کی بشارت دی اور حضرت علی کی سرکردگی میں لشکر بھیجا آپ کے ایک ہاتھ پر خیبر فتح ہوا۔ (مرقات) حضور کے غلام ابورافع فرماتے ہیں کہ اس دن حضرت علی کے ساتھ خیبر کی جنگ میں تھا آپ کے ہاتھ میں ڈھال تھی دوسرے میں تلوار یہود خیبر قلعہ سے نکل آئے سخت جنگ ہوئی ایک یہودی نے آپ کے ایک ہاتھ پر کوئی چیز ماری جس سے ڈھال گر گئی آپ نے قلعہ کا دروازہ اٹھا لیا۔ اور اسے ڈھال کی طرح استعمال فرمایا خیبر فتح فرمانے کے بعد اسے رکھا ہم سات آدمیوں نے اسے اٹھانا چاہا تھا جن میں میں بھی تھا مگر ساتویں کے زور سے وہ ہل نہ سکا یہ ہے طاقت حیدری۔ (مرقات) شعر

پرتو دست قدرت پہ لاکھوں سلام

شیر شمشیر زن شاہ خیبر شکن

اسے امام احمد نے باب مناقب میں روایت کیا حضرت جابر سے روایت ہے کہ حضرت علی نے دروازہ خیبر اکھیرا اور مسلمانوں کو اس پر سے اتار دیا خیبر فتح ہو گیا، بعد میں چالیس آدمیوں نے اسے اٹھانا چاہا نہ اٹھ سکے، بعض روایات میں ہے ستر صحابہ نہ اٹھا سکے۔ حاکم نے اربعین میں حضرت علی سے روایت کی کہ جب سے حضور کا لعاب میری آنکھ میں لگا میری

آنکھیں دکھنے نہ آئیں، احمد نے حضرت عبدالرحمن ابن یعلیٰ سے روایت کی کہ حضرت علیؑ گرم کپڑے گرمیوں میں اور ٹھنڈے کپڑے سردیوں میں پہنتے تھے، میں نے اس کی وجہ پوچھی آپ نے فرمایا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میری آنکھ میں لعاب لگایا تو ساتھ میں یہ دعا دی الہی علی سے ٹھنڈک اور گرمی دور کر دے اس دن سے مجھے نہ سردی لگتی ہے اور نہ گرمی۔ (مرقات) (مزاۃ المناجیح، ج ۸ ص ۳۳۱)

(1385) وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً، وَحَدِّثُوا عَنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَلَا خَرْجَ وَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَدِّدًا فَلْيَتَّبِعُوا مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ» - رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھ سے لوگوں تک پہنچاؤ اگرچہ ایک ہی آیت ہو۔ اور بنی اسرائیل سے روایت بیان کرو۔ اس میں حرج نہیں اور جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ کہا۔ اس کو اپنا ٹھکانہ آگ سے بنا لینا چاہیے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما ذکر عن بنی اسرائیل، ج ۲ ص ۱۶۰، رقم: ۳۳۶۱، الادب للبیہقی، باب من غدا وراح فی تعلم الكتاب والسنة، ج ۲ ص ۲۲، رقم: ۸۱۲، سنن ترمذی، باب ما جاء فی الحدیث عن بنی اسرائیل، ج ۵ ص ۳۰، رقم: ۲۶۱۹، سنن الدارمی، باب البلاغ عن رسول الله صلی الله علیه وسلم وتعلیم السنن، ج ۱ ص ۱۲۵، رقم: ۵۲۲، مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عمرو، ج ۲ ص ۲۰۲، رقم: ۱۸۸۸)

شرح حدیث: قرآن میں نیکی کی دعوت کا حکم

خدائے رحمن عزوجل نے اپنے پاک قرآن میں مختلف مقامات پر نیکی کی دعوت کی جانب رغبت دلائی ہے، چنانچہ دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کے مطبوعہ ترجمے والے پاکیزہ قرآن، ”کنز الایمان مع خزائن العرفان“ صفحہ 128 پر سورہ آل عمران پارہ 4 کی آیت نمبر 104 میں ارشاد ہوتا ہے:

وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ * وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ○

ترجمہ کنز الایمان: اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہئے کہ بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھی بات کا حکم دیں اور بُری سے منع کریں اور یہی لوگ مراد کو پہنچے۔

ہر ایک اپنے اپنے منصب کے مطابق نیکی دعوت دے

مفسر فقیر، حکیم الامت، حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الجنان ”تفسیر نعیمی“ میں اس آیت کریمہ کے تحت فرماتے ہیں: اے مسلمانو! تم سب کو ایسا گروہ ہونا چاہیے یا ایسی تنظیم بنو یا ایسی تنظیم بن کر رہو جو تمام نیوے (یعنی بگڑے ہوئے) لوگوں کو خیر (یعنی نیکی) کی دعوت دے، کافروں کو ایمان کی، فاسقوں کو تقویٰ کی، غافلوں کو بیداری کی، جاہلوں

کو علم و معرفت کی، خشک مزاجوں کو لذتِ عشق کی، سونے والوں کو بیداری کی اور اچھی باتوں، اچھے عقیدوں، اچھے عملوں کا زبانی قلمی، عملی، ثبوت سے، نری سے (اور حاکم اپنے محکوم و ماتحت کو) گرمی سے حکم دے اور بُری باتوں، بُرے عقیدے، بُرے کاموں، بُرے خیالات سے لوگوں کو (اپنے اپنے منصب کے مطابق) زبان، دل، عمل، قلم، تلواریں سے روکے۔ مزید فرماتے ہیں:

ہر مسلمان مبلغ ہے

سارے مسلمان مبلغ ہیں، سب پر ہی فرض ہے کہ لوگوں کو اچھی باتوں کا حکم دیں اور بُری باتوں سے روکیں۔ (تفسیر نعیمی ج ۴ ص ۷۲، بتغییر) کچھ آگے چل کر حضرت قبلہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی تفسیر نعیمی میں بخاری شریف کی یہ حدیث پاک نقل کی ہے کہ تاجدارِ رسالت، فقہنشاہِ نبوت، مخزنِ جود و سخاوت، پیکرِ عظمت و شرافت، محسنِ انسانیت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **بَلِّغُوا عَنِّي ذَلِكُمْ لِيُحْيِيَ** یعنی میری طرف سے پہنچا دو اگرچہ ایک ہی آیت ہو۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۲۶۲ حدیث ۳۴۶۱)

افضل عمل وہ ہے جس کا فائدہ دوسروں کو پہنچے

مفسرِ فقیر حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں: ”اسلام میں تبلیغ بڑی اہم عبادت ہے کہ تمام عبادتوں کا فائدہ خود اپنے کو (یعنی اپنی ذات کو) ہوتا ہے مگر تبلیغ کا فائدہ دوسروں کو بھی۔ ”لازم“ (یعنی صرف اپنی ذات کو فائدہ پہنچانے والے عمل) سے ”متعدی“ (ایسا عمل جو دوسروں کو بھی فائدہ دے وہ) افضل ہے۔ (روایت میں ہے کہ) کسی نے حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ بہترین بندہ کون ہے؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا، صلہ رحمی (یعنی رشتے داروں کے ساتھ اچھا سلوک) کرنے والا، اچھی باتیں بتانے والا اور بُرائیوں سے روکنے والا۔ (الرواہد الکبیر للشیخ ص ۳۲۷ حدیث ۸۷۷) حضرت سیدنا حسن (بھری علیہ رحمۃ اللہ القوی) فرماتے ہیں کہ ”جو اچھی باتوں کا حکم دے، برائیوں سے روکے وہ اللہ تعالیٰ کا بھی خلیفہ ہے، اُس کے رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کا بھی اور اُس کی کتاب (یعنی قرآن کریم) کا بھی۔“ (حدیث پاک میں ہے) اگر مسلمانوں نے تبلیغ چھوڑ دی تو اُن پر ظالم بادشاہ مسلط ہوں گے، اور اُن کی دعائیں قبول نہ ہوں گی۔ (رد المحتار ج ۴ ص ۳۲۶) امیر المؤمنین حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اے لوگو! بھلائی کا حکم دو، بُرائی سے منع کرو تمہاری زندگی بخیر گزرے گی۔ امیر المؤمنین حضرت مولائے کائنات، علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ تبلیغ بہترین جہاد ہے (تفسیر کبیر ج ۳ ص ۳۱۶) جیسے تبلیغ کرنا بہترین عبادت ہے ایسے ہی تبلیغ چھوڑ دینا بدترین جرم اور چھوڑنے والا ذلیل و خوار۔“ (تفسیر نعیمی ج ۴ ص ۷۲، بتغییر) امیر المؤمنین حضرت مولائے کائنات، علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے ہیں: جو دل اچھائی کو اچھائی نہ سمجھے اور بُرائی کو بُرائی نہ سمجھے تو اس (دل) کے اوپر والے حصے کو ایسے نیچے کر دیا جائے گا جیسے تھیلے کو الٹا کیا

جاتا ہے اور پھر تھیلے کے اندر کی چیزیں بکھر جاتی ہیں۔ (مُصَنَّف ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ ج ۸ ص ۶۶۷ رقم ۱۲۳، ۱۲۵)

(1386) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "وَمَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَلْتَمِسُ فِيهِ عِلْمًا، سَهَّلَ اللَّهُ لَهُ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کسی راہ میں علم کی تلاش کے چلا اللہ کریم اس کے لیے جنت کی طرف راستہ آسان کر دیتا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب تحریم الظلم، ج ۸ ص ۱۸، رقم: ۶۷۴۲، الادب للبیہقی، باب من احب الله عزوجل واحب رسول الله صلى الله عليه وسلم، ج ۲ ص ۲۵، رقم: ۸۵۵، المستدرک للحاکم، کتاب الحدود، ج ۶ ص ۲۲۷، رقم: ۸۱۵۹، سنن ابو داؤد، باب في المعونة للمسلم، ج ۲ ص ۲۲۲، رقم: ۲۹۳۸، سنن ترمذی، باب ما جاء في السترة على المسلم، ج ۲ ص ۲۲۶، رقم: ۱۱۳۰)

شرح حدیث: امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن علم دین سیکھنے کے متعلق فتاویٰ رضویہ میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

علم دین سیکھنا اس قدر ہے کہ مذہب حق سے آگاہ ہو، وضو غسل، نماز، روزے وغیرہ ضروریات کے احکام سے مطلع ہو۔ تاجر تجارت، مزارع زراعت، اجیرا جارے، غرض ہر شخص جس حالت میں ہے اس کے متعلق احکام شریعت سے واقف ہو، فرض عین ہے جب تک یہ حاصل کرے، جغرافیہ، تاریخ، وغیرہ میں وقت ضائع کرنا جائز نہیں۔

حدیث میں ہے: طلب العلم فریضة علی کل مسلم ومسلمة۔

(فوائح الرحموت بذیل المستصحبی المقالة الثانية الباب الثاني منشورات الشریف الرضی قم ایران ۱/ ۶۳)

ہر مسلمان مرد و عورت پر علم کی تلاش فرض ہے۔ (ت)

جو فرض چھوڑ کر نفل میں مشغول ہو حدیثوں میں اس کی سخت برائی آئی اور اس کا وہ نیک کام مردود قرار پایا، کما بیتنا فی الزکوٰۃ من فتاؤنا (جیسا کہ ہم نے اسے اپنے فتاویٰ کی بحث زکوٰۃ میں تفصیلاً بیان کر دیا ہے۔ ت) نہ کہ فرض چھوڑ کر فضولیات میں وقت گنونا، غرض یہ علوم ضروریہ تو ضرور مقدم ہیں اور ان سے غافل ہو کر ریاضی، ہندسہ، طبعیات، فلسفہ یا دیگر خرافات و فلسفہ پڑھنے پڑھانے میں مشغولی بلاشبہ ^{متعلم} و مدرس دونوں کے لئے حرام ہے اور ان ضروریات سے فراغ کے بعد پورا علم دین فقہ حدیث تفسیر عربی زبان اس کی صرف، نحو، معانی، بیان، لغت، ادب وغیرہ آلات علوم دینیہ بطور آلات سیکھنا سکھانا فرض کفایہ ہے،

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فلولا نفر من کل فرقة منهم طائفة ليتفقهوا فی الدین۔

پھر ایسا نہ ہوا کہ ان کے گروہ میں سے ایک جماعت نکلتی تاکہ لوگ دین کی سمجھ حاصل کرتے۔ (ت)

(القرآن الکریم ۹/ ۱۲۲)

یہی علوم علم دین ہیں اور انہیں کے پڑھنے پڑھانے میں ثواب، اور ان کے سوا کوئی فن یا زبان کچھ کارِ ثواب نہیں، ہاں

جو شخص ضروریات دین مذکورہ سے فراغت پا کر اقلیدس، حساب، مساجت، جغرافیہ وغیرہا وہ فنون پڑھے جن میں کوئی امر مخالف شرعی نہیں تو ایک مہاج کام ہوگا جب کہ اس کے سبب کسی واجب شرعی میں خلل نہ پڑھے ورنہ

از بہر دنیا و ہدوین بہاد

مہادادل آں فرومایہ شار

(اللہ کرے اس کیلئے کا دل کبھی خوش نہ ہو جس نے دنیا کے لئے دین برباد کر دیا۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ رضویہ، ج ۲۳، ص ۶۵۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت ہے کہ

(1387) وَعَنْهُ أَيْضًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے ہدایت کی طرف بلایا

رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنْ دَعَا

اس کے لیے پیروی کرنے والوں جتنا اجر ہے۔ اور اس

إِلَى هُدًى كَانَ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلُ أُجُورٍ مَنْ تَبِعَهُ لَا

سے ان کے اجر میں کمی نہ ہوگی۔ (مسلم)

يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئًا". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب من سئل عن حسنة او سيئة ومن دعا الى هدى او ضلالة، ج ۲، ص ۶۲، رقم: ۶۹۸۰ سنن

ابوداؤد، باب لزوم السنة، ج ۲، ص ۲۳۱، رقم: ۴۶۱۱) (دارالکتاب العربی بیروت) سنن الدارمی، باب من سئل عن حسنة او سيئة، ج ۱، ص ۱۴۱

رقم: ۵۱۳، مسند ابی یعلیٰ، مسند ابی ہریرة رضی اللہ عنہ، ج ۶، ص ۵۹، رقم: ۶۳۸۱) اطراف المسند المعتل من اسمه عبدالرحمن بن

يعقوب، ج ۲، ص ۲۸۳، رقم: ۹۳۲ (دار ابن کثیر بیروت)

شرح حدیث: مسلمانوں کا فائدہ

اللہ رب العلمین جل جلالہ پارہ ۲ سورۃ الذریت کی آیت نمبر ۵۵ میں ارشاد فرماتا ہے:

وَذَكَرْنَا قَائِلًا الَّذِي كَرِهَى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِينَ ۝ (پ ۲ سورۃ الطور آیت نمبر ۵۵)

ترجمہ کنز الایمان: اور سمجھاؤ کہ سمجھانا مسلمانوں کو فائدہ دیتا ہے۔

کوئی مانے یا نہ مانے اپنا ثواب کھرا

اگر ہماری بات کوئی نہیں مانتا پھر بھی ان شاء اللہ عز و جل ہمیں نیکی کی دعوت دینے کا ثواب مل جائے گا۔ چنانچہ خیر

الاسلام حضرت سیدنا امام محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی *مُكَاشَفَةُ الْقُلُوبِ* میں فرماتے ہیں، حضرت سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علی

سَلَّمَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ نے عرض کیا، اے اللہ عز و جل! جو اپنے بھائی کو بلائے۔ اُسے نیکی کا حکم کرے اور بُرائی سے

روکے، اُس کی کیا جزا ہے؟ فرمایا، میں اُس کی ہر بات پر ایک سال کی عبادت کا ثواب لکھتا ہوں اور اُسے جہنم کی سزا دینے

میں مجھے حیا آتی ہے۔ (*مُكَاشَفَةُ الْقُلُوبِ* ص ۳۸)

رُوئے زمین کی سلطنت سے بہتر

اگر آپ کی انفرادی کوشش سے کوئی نمازوں اور سنتوں کی راہ پر چل پڑا تو آپ کا بھی بیڑا پار ہو جائے گا۔ جیسا کہ

رحمت عالم، نور مجسم، شاہ بنی آدم، رسولِ مستقیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ معظّم ہے، اللہ تعالیٰ ایک شخص کو تیرے ذریعہ سے ہدایت فرمادے تو یہ تیرے لیے تمام روئے زمین کی سلطنت ملنے سے بہتر ہے۔

(جامع التفسیر ص ۳۳۳ رقم الحدیث ۵۲۱۹)

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب ابن آدم مرجاتا ہے تو تین قسم کے سوا اس کے اعمال کٹ جاتے ہیں۔ صدقہ جاریہ، مفید علم، نیک اولاد جو اس کے لیے دعائے خیر کرے۔ (مسلم)

(1388) وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا مَاتَ ابْنُ آدَمَ انْقَطَعَ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ: صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ، أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ، أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب ما يلحق الانسان من الثواب بعد وفاته، ج ۵ ص ۴۲، رقم: ۳۳۱۰ السنن الصغری للبیہقی، باب ما يلحق البيت بعد موته، ج ۲ ص ۱۹۳، رقم: ۲۳۲۲ سنن ترمذی، باب فی الوقف، ج ۳ ص ۱۶۰، رقم: ۱۳۴۶ سنن اللسانی، باب فضل الصدقة عن البيت، ج ۶ ص ۲۵۱، رقم: ۳۶۵۱ سنن الدارمی، باب البلاغ عن رسول الله صلى الله عليه وسلم وتعليم السنن، ج ۱ ص ۱۳۸، رقم: ۵۵۹)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ نے اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

انسان سے مراد مسلمان ہے عمل سے مراد نیکیوں کا ثواب، جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ بعض مقبول قبر میں نماز و قرآن پڑھتے ہیں جیسا کہ احادیث میں ہے کیونکہ ان اعمال پر ثواب نہیں اس لئے ہی مردے زندوں سے ثواب بخشنے کی تمنا کرتے ہیں جیسا کہ روایات میں ہے کیونکہ ثواب زندگی کے اعمال پر ہے۔

یہ تین چیزیں جن کا ثواب مرنے کے بعد خواہ مخواہ پہنچتا رہتا ہے کوئی ایصالِ ثواب کرے یا نہ کرے۔ صدقہ جاریہ سے مراد اوقاف ہیں جیسے مسجدیں، مدرسے، وقف کیے ہوئے باغ جن سے لوگ نفع اٹھاتے رہتے ہیں، ایسے ہی علم سے مراد دینی تصانیف، نیک شاگرد جن سے دینی فیضان پہنچتے رہیں۔ نیک اولاد سے مراد عالم عامل بیٹا۔ مرقاۃ نے فرمایا کہ یَدْعُوْا کی قید ترغیبی ہے یعنی بیٹے کو چاہئے کہ باپ کو دعائے خیر میں یاد رکھے حتیٰ کہ نماز میں ماں باپ کو دعائیں پہلے دے بعد میں سلام پھیرے ورنہ اگر نیک بیٹا دعا بھی نہ کرے ماں باپ کو ثواب ملتا رہے گا۔ خیال رہے کہ یہ حدیث اس کے خلاف نہیں جس میں ارشاد ہوا کہ جو اسلام میں اچھا طریقہ ایجاد کرے اسے قیامت تک ثواب ملتا ہے یا فرمایا گیا کہ نمازی کو ہمیشہ ثواب ملتا رہتا ہے کیونکہ وہ سب چیزیں صدقہ جاریہ ہیں یا نافع علم میں داخل ہیں۔ (مزاۃ النایح، ج ۱ ص ۲۰۱)

(1389) وَعَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «الدُّنْيَا مَلْعُونَةٌ، مَلْعُونٌ مَا فِيهَا، إِلَّا ذَكَرَ اللَّهُ تَعَالَى، وَمَا وَالِاهُ، وَعَالِبًا، أَوْ مُتَعَلِّمًا». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ:

انہی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا دنیا ملعون ہے اور جو کچھ اس میں ہے سب پر لعنت کی گئی ہے۔ مستثنیٰ صرف اللہ کا ذکر خدا اور جو اس کی اطاعت کرے اور عالم اور متعلم۔ اسے

”حَدِيثٌ حَسَنٌ: قَوْلُهُ: ”وَمَا وَالْآلَةُ“: أَيْ طَاعَةُ تَرْمِذِي نَعْنِي رَوَايَتِ كَيْفَا أَوْ كَيْفَا كَمَا فِي حَدِيثِ حَسَنٍ هُوَ۔
”وَمَا وَالْآلَةُ“: كَمَا مَطْلَبُ هُوَ اللّٰهُ كِي طَاعَتِ۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی باب ما جاء فی ہوان الدنیا علی اللہ عزوجل ج ۱ ص ۱۱۱ رقم: ۲۲۲۲ سنن الدارمی باب فی فضل العلم والعلماء ج ۱ ص ۱۱۱ رقم: ۲۲۲۲ تحف الخیرة المہرۃ للبوصیری باب ما جاء فی العلم ج ۱ ص ۱۱۱ رقم: ۲۲۲۲ المعجم الاوسط للطبرانی من اسمہ علی ج ۱ ص ۲۲۲ رقم: ۲۲۲۲ سنن ابن ماجہ باب مثل الدنیا ج ۱ ص ۱۱۱ رقم: ۲۲۲۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ نے اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ جو چیز اللہ ورسول سے غافل کر دے وہ دنیا ہے یا جو اللہ ورسول کی ناراضی کا سبب ہو وہ دنیا ہے، بال بچوں کی پرورش، غذا لباس، گھر وغیرہ حاصل کرنا سنت انبیاء کرام ہے یہ دنیا نہیں۔ اس معنی سے واقعی دنیا اور دنیا والی چیزیں لغتی ہیں۔

یہ استثناء منقطع ہے کیونکہ یہ چیزیں دنیا نہیں ہیں۔ اللہ کے ذکر سے مراد ساری عبادات ہیں۔ ولأبنا ہے ولی سے بمعنی قرب یا محبت یا تابع ہونا یا سبب لہذا اس جملہ کے چار معنی ہیں: وہ حضرات انبیاء و اولیاء جو اللہ سے قریب کر دیں یا اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرتا ہے، یا جو ذکر الہی سے قریب کر دے، یا جو ذکر اللہ کے تابع ہے، یا جو ذکر اللہ کا سبب ہے۔ (اشع) یعنی اللہ کا ذکر اللہ کے محبوب بندے علماء طلباء اگرچہ دنیا میں ہیں مگر دنیا نہیں ہیں یہ تو اللہ کے محبوب ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ کا ذکر ہر عبادت کا سر ہے جیسے بدن کے لیے جان ضروری ہے ایسے ہی مؤمن کے لیے ذکر اللہ لازمی ہے۔ ذکر اللہ سے دنیا کا بقاء آسمان و زمین کا قیام ہے۔ (مرقات) جب ذاکرین فنا ہو جائیں گے تو قیامت آجائے گی۔ (مزاہ الناجح، ج ۱ ص ۲۲)

حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص علم کی تلاش میں نکلے وہ اللہ کے راستے میں ہے حتیٰ کہ واپس آجائے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

(1390) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ”مَنْ خَرَجَ فِي تَلَبِّ الْعِلْمِ فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ حَتَّى يَرْجِعَ“۔
رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: ”حَدِيثٌ حَسَنٌ“۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی باب فضل طلب العلم ج ۱ ص ۲۲۲ رقم: ۲۲۲۲ المعجم الصغير للطبرانی باب الحاء من اسمہ الحسن ج ۱ ص ۲۲۲ رقم: ۲۲۲۲ مسند البزار مسند انس بن مالک ج ۱ ص ۲۲۲ رقم: ۱۵۲۰)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ نے اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی جو کوئی مسئلے پوچھنے کے لیے اپنے گھر سے، یا علم کی جستجو میں اپنے وطن سے علماء کے پاس گیا وہ بھی مجاہد فی سبیل اللہ ہے، غازی کی طرح گھر لوٹنے تک اس کا سارا وقت اور ہر وقت اور ہر حرکت عبادت ہوگی، گھر آجانے کے بعد یہ ثواب ختم ہو جائے گا، پھر عمل اور تبلیغ کرنے کا ثواب شروع ہوگا۔ لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ علم صدقہ جاریہ ہے

جس کا ثواب بعد موت بھی ملتا رہتا ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۱ ص ۲۱۷)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

(1391) وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخَدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ

اللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایمان دار بھلائی سے سیر نہیں ہوتا حتیٰ

عَنْهُ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ:

کہ انتہا کی جگہ جنت ہو۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور

"لَنْ يَشْبَعَ مُؤْمِنٌ مِنْ خَيْرٍ حَتَّى يَكُونَ مُنْتَهَاهَا

کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

الْجَنَّةَ". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ".

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء في فضل النفقة على العباد، ج ۵ ص ۵۰، رقم: ۲۶۸۱، المستدرک للحاکم، کتاب

الاطعمة، ج ۱ ص ۱۹، رقم: ۷۱۷۵، الادب للبيهقي، باب الرغبة في طلب الرزق، ج ۱ ص ۲۸۰، رقم: ۷۸۲، صحيح ابن حبان، باب الادعية،

ج ۲ ص ۱۸۵، رقم: ۹۰۲، مسند الشهاب، باب لا يشبع عالم من علم حتى يكون منتهاها الجنة، ج ۲ ص ۶۸، رقم: ۸۱۷)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی علم دین کی حرص ایمان کی علامت ہے، جتنا ایمان قوی اتنی ہی یہ حرص زیادہ، بڑے بڑے علماء علم پر قناعت نہیں کرتے۔ صوفیاء فرماتے ہیں "أَطْلُبُوا الْعِلْمَ مِنَ الْبُهْدِ إِلَى الْبُهْدِ" یعنی گہوارہ سے قبر تک علم سیکھو۔ اس حدیث میں علم کے حریص کو جنت کی بشارت ہے۔ ان شاء اللہ علم دین کا متلاشی مرتے ہی جنتی ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ کسی کو اپنے خاتمہ کی خبر نہیں سوا عالم دین کے کہ ان کے لیے حضور نے وعدہ فرمایا کہ اللہ جس کی بھلائی چاہتا ہے اسے علم دین دیتا ہے۔

(مراۃ المناجیح، ج ۱ ص ۲۱۹)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

(1392) وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ

اللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عالم کی عابد پر فضیلت یوں ہے جیسی تم

رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "فَضْلُ

میں سے کم تر آدمی پر میری فضیلت ہے۔ پھر رسول

الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِي عَلَى أَدْنَاكُمْ". ثُمَّ قَالَ

اللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یقیناً اللہ اور اس کے فرشتے اور آسمان

رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ اللَّهَ

وزمین والے حتیٰ کہ بلوں میں چیونٹیاں اور پانی میں

وَمَلَائِكَتُهُ وَأَهْلُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ حَتَّى النَّمْلَةَ

مچھلیاں لوگوں کو بھلائی کی تعلیم دینے والے کے لیے

فِي بُحْرِيهَا وَحَتَّى الْحُوتِ لِيُصَلُّوا عَلَيَّ عَلَى

دعائے خیر کرتے ہیں۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور

النَّاسِ الْخَيْرِ". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيثٌ

کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

حَسَنٌ".

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء في فضل النفقة على العباد، ج ۵ ص ۵۰، رقم: ۲۶۸۵، سنن الدارمی، باب من قال العلم الخشية وتقوى الله، ج ۱ ص ۱۰۰، رقم: ۲۸۹، مسند الحارث، باب فضل العلماء، ج ۱ ص ۵۵، رقم: ۲۸، المعجم الكبير للطبرانی، من اسمه

صدی بن العجلان، ج ۸ ص ۲۲۲، رقم: ۷۱۷۵)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ ان سے خاص مراد نہیں بلکہ عمومی سوال ہے، یعنی اگر دو آدمیوں میں سے ایک عالم اور ایک عابد ہو تو درجہ کس کا زیادہ ہوگا، عالم و عابد کے معنی ہم پہلے بیان کر چکے۔

(میری فضیلت ہے) یہ تشبیہ بیان نوعیت کے لئے نہ کہ بیان مقدار کے لئے، یعنی جس قسم کی بزرگی مجھ کو تمام مسلمانوں پر حاصل ہے اس قسم کی بزرگی عالم کو عابد پر یعنی دینی بزرگی نہ کہ محض دنیاوی، اگرچہ ان دونوں بزرگیوں میں کر دڑ ہا فرق ہیں۔ بادشاہ کو رعایا پر سلطنت کی، مالدار کو فقیر پر مال کی، جتھے والے کو بے کس پر قوت کی، حسین کو بد شکل پر جمال کی بزرگی حاصل ہے۔ مگر یہ بزرگیاں، دنیوی اور فانی ہیں، نبی کو مخلوق پر دینی بزرگی حاصل ہے، جو ابد الابد تک قائم ہے، ایسے ہی عالم کو جاہل پر، آج سکندر کو کسی فقیر پر ملکی بزرگی نہیں، مگر امام ابو حنیفہ کو تمام مقلدین پر بے پناہ عظمت اب بھی حاصل ہے۔ خیال رہے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نبیوں پر اور درجہ کی بزرگی ہے، صحابہ پر اور درجہ کی، اولیاء و علماء پر اور درجہ کی، عوام پر اور درجہ کی، اذ، کُم میں اس آخری درجہ کی طرف اشارہ ہے۔ فرماتے ہیں: **وَإِخْشَائِي فِي زُمْرَةِ الْمَسَاكِينِ رَبِّ تَعَالَى** فرماتا ہے: **مَثَلُ نُورٍ كَمِشْكُوَةٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ** اس آیت میں نور الہی کی مثال نور چراغ سے دی گئی حالانکہ چراغ کے نور کو اس نور سے کیا نسبت؟ ایسے ہی یہ بھی تمثیل ہے۔

ملائکہ سے حاملین عرش فرشتے اور اہل سموات سے باقی فرشتے مراد ہیں۔ اللہ کی صلوة سے اس کی خاص رحمت اور مخلوق کی صلوة سے خصوصی دعائے رحمت مراد ہے، ورنہ عام رحمتیں اور عام دعائیں سارے مسلمانوں کے لیے ہیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے: **هُوَ الَّذِي يُصَلِّي عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهُ أَوْفَرَاتِهِ** اور فرماتا ہے: **وَيَسْتَغْفِرُ لَكُمْ لِيَذِينَ آمَنُوا**۔ لہذا یہ حدیث نہ تو قرآن کے خلاف ہے اور نہ اس سے یہ لازم آیا کہ علماء حضور کے برابر ہو جائیں کیونکہ حضور پر بھی رب تعالیٰ صلوة بھیجتا ہے اور علماء پر بھی۔ (بزاز الناجح، ج ۱ ص ۲۱۹)

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا جو کسی راستہ میں علم کی طلب کرتے ہوئے چلا اللہ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان کر دے گا۔ اور فرشتے طالب علم کے کام پر خوش ہو کر اس کے لیے اپنے پر بچھاتے ہیں اور عالم کے لیے آسمان وزمین والے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ پانی کی مچھلیاں اور عالم کی فضیلت عابد پر یوں ہے جیسے چاند کو سب ستاروں پر فضیلت حاصل ہے اور علماء انبیاء کے وارث ہیں اور بے شک انبیاء نے درہم و

(1393) وَعَنْ أَبِي الدُّدَاءِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ،

قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،

يَقُولُ: مَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَبْتَغِي فِيهِ عِلْمًا سَهَّلَ

اللَّهُ لَهُ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ، وَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ لَتَضَعُ

أَجْنِحَتَهَا لِطَالِبِ الْعِلْمِ رِضًا بِمَا يَصْنَعُ، وَإِنَّ

الْعَالِمَ لَيَسْتَغْفِرُ لَهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَمَنْ فِي

الْأَرْضِ حَتَّىٰ الْخَيْتَانِ فِي الْمَاءِ، وَفَضَّلَ الْعَالِمَ عَلَى

الْعَابِدِ كَفَضَّلَ الْقَمَرَ عَلَى سَائِرِ الْكَوَاكِبِ، وَإِنَّ

الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ، وَإِنَّ الْأَنْبِيَاءَ لَمَّا يَوْمَ تَوَارَوْا

دیناراً ولا یدھما وائما ورثوا العلم، فمن أخذہ
 آخذ بحظ وافر۔ رواہ الترمذی
 دیتار کا وارث کسی کو نہیں بنایا انہوں نے صرف علم کا
 وارث بنایا ہے تو جس نے اس کو لیا اس نے بڑے حصے کو
 حاصل کیا۔ (ترمذی)

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب المحی علی طلب العلم، ج ۲ ص ۲۵۲، رقم: ۲۲۲۲، الادب للبرہقی، باب من غدا یوراح فی
 تعلم الكتاب والسنة، ج ۲ ص ۳۰، رقم: ۸۱۲، سنن ترمذی، باب ما جاء فی فضل الفقه علی العبادۃ، ج ۵ ص ۲۹، رقم: ۲۲۲۲، سنن ابن ماجہ،
 باب فضل العلماء والمحی علی طلب العلم، ج ۱ ص ۸۱، رقم: ۲۲۲، سنن الدارمی، باب فی فضل العلم والعلماء، ج ۱ ص ۱۱۰، رقم: ۲۲۲)
 شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ نے اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(طالب علم کے کام پر خوش ہو کر اس کے لیے اپنے پر بچھاتے ہیں) ظاہر یہ ہے کہ یہاں حقیقی معنی ہی مراد ہیں کہ جب
 طالب علم میں مشغول ہوتا ہے تو اس کا کلام سننے کے لیے ملائکہ نیچے اتر آتے ہیں اور گفتگو سنتے ہیں جیسا تلاوت قرآن
 کے موقع پر یا قیامت میں طالب علم کے قدموں کے نیچے فرشتے اپنے پر بچھائیں گے یا مطلب یہ ہے کہ طالب علم کے لیے
 ملائکہ نیاز مندی کا اظہار کرتے ہیں اور اس کی مشقتوں کو آسان کرتے ہیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے: **وَإِنْ حَفِظْتُمْ لَنْجَبِلَنَّ اللَّهُ**
الدُّنَّ اِسَى جَلَّ مَرَقَاةَ نَے اِسَ كَے مَعلَق بَعلَب وَاقلات بِلان فرمائے ہں۔

(حتیٰ کہ پانی کی مچھلیاں) یعنی علمائے دین کے لیے چاند، سورج، تارے اور آسمانی فرشتے ایسے ہی زمین کے
 ذرے، سبزیوں کے پتے اور بعض جن و انس اور تمام دریائی جانور مچھلیاں وغیرہ دعائے مغفرت کرتے ہیں، کیونکہ علمائے
 دین کی وجہ سے دین باقی ہے اور دین کے بقا سے عالم قائم ہے، علماء کی ہی برکتوں سے بارشیں ہوتی ہیں اور مخلوق کو رزق ملتا
 ہے، حدیث شریف میں ہے **”بِهِمْ يُمَطَّرُونَ وَبِهِمْ يُرَزَقُونَ“**۔ علماء کے اٹھنے سے اسلام اٹھ جائے گا اور قیامت برپا ہو جائے
 گی، علماء دنیا کا تعویذ ہیں۔ (مرقاۃ واشعۃ) خیال رہے کہ علماء میں علمائے شریعت بھی داخل ہیں اور علمائے طریقت بھی بلکہ
 کوئی شخص علم کے بغیر ولی اللہ نہیں بنتا، اللہ جاہلوں کو ولی نہیں بناتا، فرماتا ہے: **لَا تَسْأَلُ يَتَشَقَّى اللَّهُ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءَ**

(ازمرقاۃ)

(عالم کی فضیلت) عالم سے مراد وہ عالم ہے جو صرف ضروری اعمال پر قناعت کرے اور بجائے نوافل کے علمی
 خدمات انجام دے۔ عابد سے وہ شخص مراد ہے جو صرف اپنے ضروری مسائل سے واقف ہو اور اپنے اوقات نوافل میں
 گزارے۔ بے دین اور فاسق عالم اور نرا جاہل عابد اس گفتگو سے خارج ہے۔ خیال یہ چاند آفتاب سے نور لے کر رات
 میں سارے عالم کو جگمگا دیتا ہے، ایسے ہی عالم نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض لے کر دینی روشنی پھیلا دیتے ہیں۔ تارے خود نور
 ہیں مگر چاند نور بخشنے والا۔ عابد اپنے لیے اور عالم عالم کے لیے کوشش کرتے ہیں، عابد اپنی کسلی بچاتا ہے، عالم طوفان سے
 لوگوں کا جہاز نکال لے جاتا ہے۔ لازم سے متعدی افضل۔

(علماء انبیاء کے وارث ہیں) سبحان اللہ! جب مورث اتنے اعلیٰ تو وارث کیسے شان دار ہوں گے۔ مرقاۃ نے فرمایا کہ

علمائے مجتہدین رسولوں کے وارث ہیں اور علمائے غیر مجتہدین نبیوں کے، لفظ علماء و انبیاء ان دونوں کو شامل ہے۔ خیال رہے کہ علمائے اسلام حضور کے وارث اور چونکہ حضور تمام نبیوں کی صفات کے جامع ہیں لہذا علماء سارے انبیاء کے وارث ہوئے۔

خیال رہے کہ بعض انبیاء تارک الدنیا تھے جنہوں نے کچھ جمع نہ کیا جیسے حضرت یحییٰ و عیسیٰ علیہما السلام اور بعض نے بہت مال رکھا۔ جیسے حضرت سلیمان و داؤد علیہما السلام لیکن کسی نبی کی مالی میراث نہ تھی، ان کا چھوڑا ہوا مال دین کے لیے وقف ہوتا ہے اور تا قیامت علماء ان کے وارث، اسی لیے علماء کو وارثین انبیاء کہا جاتا ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۱ ص ۲۱۰)

(1394) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،
يَقُولُ: "نَصَّرَ اللَّهُ أَمْرًا سَمِعَ مِنْهَا شَيْئًا، فَبَلَّغَهُ كَمَا
سَمِعَهُ، فَرُبَّ مُبَلِّغٍ أَوْ لُحْيٍ، مِنْ سَامِعٍ". رَوَاهُ
الترمذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ صَوِيحٌ".
حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں
نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ اللہ اس آدمی کو
تروتازہ رکھے جس نے ہم سے کچھ پس کر اس کو آگے
پہنچایا جس طرح سنا تھا کیونکہ کتنے ہی پہنچانے والے
سننے والے سے زیادہ سمجھ رکھتے ہیں۔ اسے ترمذی نے
روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء في الحديث على تبليغ السامع، ج ۶ ص ۳۲، رقم: ۲۶۵۴، الادب للمصنف، باب من
شداوراح في تعلم الكتاب والسنة، ج ۲ ص ۲۱، رقم: ۸۶۴، سنن ابوداؤد، باب فضل نشر العلم، ج ۲ ص ۳۶، رقم: ۳۶۶۲، سنن ابن ماجه،
باب من بلغ علما، ج ۱ ص ۸۲، رقم: ۲۲۰)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(جو ہم سے کچھ سنے) یعنی مجھ سے یا میرے صحابہ سے میرا یا ان کا کوئی قول یا عمل سنے۔ لہذا حدیث چار قسم کی ہوئی
حضور کا قول اور فعل، صحابہ کا قول اور فعل۔ اسی لیے مناجیح اور شیئا مکرہ ارشاد ہوا۔

(پھر جیسا سنے ویسا ہی پہنچادے) اس طرح کہ مضمون نہ بدلے یا حدیث کے الفاظ میں فرق نہ پیدا ہو۔ خیال رہے
کہ ابن عمر، مالک ابن انس، ابن سیرین وغیرہم کے نزدیک حدیث کی روایت بالمعنی حرام ہے، کیونکہ بسا اوقات لفظ کے
بدلنے سے معنی بدل جاتے ہیں اور راوی کو خبر نہیں ہوتی اور امام حسن، شعبی، نخعی و مجاہد وغیرہم کے نزدیک روایت بالمعنی جائز
کہ راوی حدیث کے الفاظ اس طرح بدل دے کہ معنی نہ بدلیں۔ پہلے قول میں احتیاط ہے دوسرے میں گنجائش، بہتر یہی
ہے کہ الفاظ بھی نہ بدلیں۔ دیکھئے حضرت وائل ابن حجر نے نماز کی آئین کے بارے میں فرمایا مَدَّ بِهَا صَوْتَهُ، بعض راویوں
نے اسے رَفَعَ بِهَا صَوْتَهُ سے روایت کیا۔ وہ سمجھے کہ دونوں کے معنی ایک ہی ہیں مگر بعد والوں کو دھوکہ لگا کہ شاید اس کے
معنی ہیں بلند آواز سے آئین کہی، حالانکہ اس کا ترجمہ تھا کہ آئین کھینچ کر الف کے بد کے ساتھ کہی، روایت بالمعنی میں یہ
خطرے ہیں اس لیے فرمایا کہ جیسی سنے ویسی پہنچائے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۱ ص ۲۲۳)

(1395) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ سُئِلَ
عَنْ عِلْمٍ فَكْتَبَهُ، أَحْمَدُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِلِجَامٍ مِنْ
نَارٍ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيثٌ
حَسَنٌ".

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس سے کسی علم کے بارے میں سوال کیا
گیا، اس نے اس کو چھپایا تو اس کو قیامت کے دن آگ
کی لگام ڈالی جائے گی۔ اسے ابو داؤد اور ترمذی نے
روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابو داؤد، باب کراهية منع العلم، ج ۱، ص ۳۱۰، رقم: ۳۱۱۰، سنن ترمذی، باب ما جاء في كتان العلم،
ج ۱، ص ۲۹، رقم: ۲۱۲۹، المستدرک للحاکم، کتاب العلم، ج ۱، ص ۱۳۱، رقم: ۲۲۵، المعجم الاوسط، من اسمہ محمد ج ۱، ص ۲۹، رقم:
۵۰۲۴، سنن ابن ماجہ، باب من سئل عن علم فکتبه، ج ۱، ص ۹۷، رقم: ۲۱۲۳)

شرح حدیث: کبیرہ گناہ

بہت سے متاخرین علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس کے کبیرہ گناہ ہونے کی صراحت کی ہے اس لئے اسے کبیرہ
گناہوں میں شمار کیا گیا شاید کہ ان کے پیش نظر بھی میری بیان کردہ سخت وعید پر مبنی روایات ہی ہیں حالانکہ یہ وعید مطلق نہیں
کیونکہ علم چھپانا کبھی واجب ہوتا ہے، کبھی اس کا اظہار واجب ہوتا ہے اور کبھی مستحب، مثلاً طالب علم کی عقل جس بات کی متحمل
نہ ہو اور کسی عالم کو اس بات کا خوف ہو کہ اگر اسے یہ بات بتائی گئی تو یہ فتنہ میں مبتلا ہو جائے گا تو ایسی صورت میں علم چھپانا
واجب ہے اور بصورت دیگر یعنی اس کے علاوہ دوسرے افراد ہوں تو اب اگر وہ بات فرض عین ہو یا اس کے حکم کا تعلق ان
سے ہو تو اس کو ظاہر کرنا واجب ہے وگرنہ اس کا اظہار مستحب ہے جب تک کہ اس کا حصول کسی ناجائز ذریعہ سے نہ ہو۔

حاصل کلام یہ ہے کہ علم سکھانا چونکہ علم کا وسیلہ ہے پس واجب کے معاملہ میں علم کا اظہار واجب، فرض عین کے معاملہ
میں فرض عین، فرض کفایہ کا علم سکھانا فرض کفایہ، مستحب کا علم سکھانا مستحب ہے جیسے عروض وغیرہ کا علم اور اسی طرح حرام چیز کا
علم سکھانا بھی حرام ہے جیسے جادو اور شعبدہ بازی وغیرہ۔ (الرواۃ عن ائمة الکبار ۳۰۸)

نصیحت طلب کرو

ایک دن دافع رنج و ملال، صاحبِ جود و نوال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا اور مسلمانوں کے کچھ
گروہوں کی تعریف فرمائی، پھر ارشاد فرمایا: ان لوگوں کا کیا حال ہے جو اپنے پڑوسیوں کو نہیں سمجھتے نہ سکھاتے، نہ نیکی کی
دعوت دیتے اور نہ ہی برائی سے منع کرتے ہیں، اور ان لوگوں کا کیا حال ہے جو اپنے پڑوسیوں سے نہیں سیکھتے، نہ ان سے
سمجھتے اور نہ ہی نصیحت طلب کرتے ہیں، اللہ عزوجل کی قسم! چاہے کہ ایک قوم اپنے پڑوسیوں کو ضرور دین سکھائے،
سمجھائے، نصیحت کرے اور نیکی کی دعوت دے، اسی طرح دوسری قوم کو چاہے کہ اپنے پڑوسیوں سے دین سیکھے، سمجھے اور
نصیحت حاصل کرے ورنہ جلد ہی انہیں اس کا انجام بھگتنا پڑے گا۔

پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم منبر شریف سے نیچے تشریف لے آئے، تو صحابہ کرام علیہم الرضوان نے (ایک دوسرے سے) استفسار فرمایا کہ آپ کے خیال میں رسول بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں سے کون سے لوگ مراد لئے ہیں؟ تو دوسروں نے انہیں بتایا: ان سے مراد اشعری قبیلہ والے ہیں کیونکہ وہ فقہاء کی قوم ہے اور ان کے پڑوسی جفاکار اعرابی ہیں۔

جب یہ بات اشعریوں تک پہنچی تو وہ خاتم المرسلین، رَحْمَةُ الْمُعْلَمِينَ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی: یا رسول اللہ عزوجل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک قوم کی بھلائی اور ایک کی برائی کا ذکر فرمایا، ہم ان میں سے کس میں ہیں؟ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: چاہے کہ ایک قوم اپنے پڑوسیوں کو ضرور دین سکھائے، انہیں سمجھائے، نصیحت کرے، نیکی کی دعوت دے اور برائی سے منع کرے، اسی طرح دوسری قوم کو چاہے کہ اپنے پڑوسیوں سے دین سیکھے، سمجھے اور ان سے نصیحت طلب کرے ورنہ جلد دنیا میں ہی اس کا انجام بھگتے گی۔ انہوں نے دوبارہ عرض کی یا رسول اللہ عزوجل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! کیا ہم دوسرے لوگوں کو نصیحت کریں؟ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہی بات دہرائی، انہوں نے پھر یہی عرض کی کیا ہم دوسروں کو نصیحت کریں۔ تو شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج السالکین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں ایسا ہی ہے۔ انہوں نے پھر عرض کی ہمیں ایک سال کی مہلت دیجئے۔ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں ایک سال کی مہلت عطا فرمادی تاکہ یہ لوگوں کو دین سکھائیں اور نصیحت کریں، پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی:

ترجمہ کنز الایمان: لعنت کئے گئے وہ جنہوں نے کفر کیا بنی اسرائیل میں داؤد اور عیسیٰ بن مریم کی زبان پر یہ

بدلہ ان کی نافرمانی اور سرکشی کا۔ (پ 6، المائدہ: 78)

(مجمع الزوائد، کتاب العلم، باب فی تعلیم من لا یعلم، الحدیث ۴۸، ج ۱، ص ۲۰۲، انفظ بدلہا نطقن)

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے ایسا علم سیکھا جو اللہ عزوجل کی رضا کے لیے حاصل کیا جاتا ہے۔ اگر اس کے سیکھنے کا مقصد صرف حصول متاع دنیا ہو تو وہ قیامت کے دن جنت کی خوشبو بھی نہ سونگھے گا۔ اس حدیث کو ابو داؤد نے اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

(1396) وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ تَعَلَّمَ عِلْمًا مِمَّا يُبْتَغَى بِهِ وَجْهُ اللَّهِ - عَزَّوَجَلَّ - لَا يَتَعَلَّمُهُ إِلَّا لِيُصِيبَ بِهِ عَرَضًا مِنَ الدُّنْيَا، لَمْ يَجِدْ عَرَفَ الْجَنَّةَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ" يَغْنَى: رِجْحًا. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ.

تخریج حدیث: (سنن ابو داؤد، باب فی طلب العلم لغیر اللہ تعالیٰ، ج ۲، ص ۲۱۱، رقم: ۳۶۶۶، سنن ابن ماجہ، باب الانتفاع

بالعلم ولا عمل به، ج ۱ ص ۱۲ رقم: ۲۵۲ مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ، ج ۱ ص ۲۲۸ رقم: ۸۲۸ مصنف ابی ابی شیبہ، باب الرجل يطلب العلم ليريد به الناس ويحدث به، ج ۵ ص ۲۸۹ رقم: ۲۶۱۲۴

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ حدیث گزشتہ احادیث کی شرح ہے جس میں فرمایا گیا کہ علم دین رضائے الہی کے لیے حاصل کرو اسے صرف دنیا حاصل کرنے کا ذریعہ نہ بناؤ۔ دنیا کے سامان سے روپیہ پیسہ بھی مراد ہے اور دنیوی عزت و جاہ بھی۔ مرقاۃ نے فرمایا کہ علم دین کے ذریعے دنیا حاصل کرنے کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ دنیا اصل مقصود ہو اور علم دین محض اس کا وسیلہ یہ سخت برا ہے وہی یہاں مراد ہے۔ دوسرے یہ کہ علم دین سے دین ہی مقصود ہو مگر تبعا دنیا بھی حاصل کی جائے تاکہ فراغت سے خدمت دین ہو سکے یہ ممنوع نہیں، کیونکہ اب دین مقصود ہے اور دنیا اس کا وسیلہ۔ فقیر عالم کا وعظ دلوں میں موثر نہیں ہوتا۔ حضرات خلفائے راشدین نے خلافت پر تنخواہیں لیں۔ جہاد کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر فقط غنیمت کے لئے کرتا ہے تو برا اور اگر تبلیغ دین کے لئے ہے اور غنیمت و ملک اس کا وسیلہ ہے تو اچھا ہے۔

(جنت کی خوشبو بھی نہ سونگھے گا) اولاً اگر چہ ریا کاری کی سزا بھگت کر یا حضور کی شفاعت کے ذریعہ معافی ہو جائے گی۔

(برائے المناجیح، ج ۱ ص ۲۲۲)

(1397) وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "إِنَّ اللَّهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنَ النَّاسِ، وَلَكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ، حَتَّى إِذَا لَمْ يُبْقِ عَالِمًا، اتَّخَذَ النَّاسُ رُؤُوسًا جُهَالًا، فَسُئِلُوا فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ، فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا." مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ علم کو یوں قبض نہ فرمائے گا کہ سینوں میں سے علم چھین لے بلکہ اہل علم کو قبض کر کے علم کو قبض کرے گا۔ حتیٰ کہ جب عالم کوئی نہ رہے گا تو لوگ جاہلوں کو سردار بنا لیں گے۔ پس لوگ ان سے سوال کریں گے تو وہ بغیر علم کے فتوے دیں گے خود بھی گمراہ ہوں گے لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب کیف یقبض العلم، ج ۱ ص ۲۲ رقم: ۱۰۰ صحیح مسلم، باب رفع العلم و قبضه و ظهور الجہل و الفتن فی آخر الزمان، ج ۱ ص ۲۰ رقم: ۱۱۴۱ سنن ابن ماجہ، باب اجتناب الرای و القیاس، ج ۱ ص ۲۰ رقم: ۵۲ المعجم الصغیر للطبرانی، باب الزای من اسمہ ذکر یا، ج ۱ ص ۲۰ رقم: ۲۵۱ سنن ترمذی، باب ما جاء فی ذهاب العلم، ج ۱ ص ۲۱ رقم: ۲۰۵۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ حدیث کا تتمہ ہے جس میں فرمایا گیا کہ قریب قیامت علم اٹھ جائیگا، جہالت پھیل جائے گی، یعنی اس کے اٹھنے کا ذریعہ نہ ہوگا کہ لوگ پڑھا ہوا بھول جائیں گے، بلکہ علماء و وفات پاتے رہیں گے اور بعد میں دوسرے علماء پیدا نہ ہوں گے

جیسا کہ اب ہو رہا ہے کہ ایک خلقت انگریزی کے پیچھے پھر رہی ہے، دین رسول اللہ ﷺ کو لڑ رہا گیا۔ ظلم سے ظلم دین مراد ہے۔

پیشوا سے مراد قاضی، مفتی، امام اور شیخ ہیں جن کے ذمے دینی کام ہوتے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ دینی عہدے جاہل سنبھال لیں گے اور اپنی جہالت کا اظہار ناپسند کریں گے۔ مسئلہ پوچھنے پر یہ نہ کہیں گے کہ ہمیں خبر نہیں بلکہ بغیر علم نیز کرماتہ مسئلے بتائیں گے اس کا انجام ظاہر ہے۔ بے علم طبیب مریض کی جان لیتا ہے اور جاہل مفتی اور خطیب ایمان برباد کرتے ہیں۔ (مزاۃ السانج، ج ۱ ص ۲۰۳)



اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے
اللہ کی حمد و شکر کے

بیان میں
حمد و شکر کی فضیلت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
14- کِتَابُ حَمْدِ اللّٰهِ

تَعَالٰی وَشُكْرِهِ

99- بَابُ فَضْلِ الْحَمْدِ وَالشُّكْرِ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تو میری یاد کرو میں تمہارا چرچا
کروں گا اور میرا حق مانو اور میری ناشکری نہ کرو۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: (فَاذْكُرُونِيْ اَذْكُرْكُمْ
وَأَشْكُرُوا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنَ) (البقرة: 152)

شرح: حضرت صدرالافاضل سپہ نامولینا محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی خزائن العرفان میں اس کے
تحت لکھتے ہیں:

ذکر تین طرح کا ہوتا ہے۔ (۱) لسانی (۲) قلبی (۳) بالجوارح۔ ذکر لسانی تسبیح، تقدیس، ثناء وغیرہ بیان کرنا ہے خطبہ
توبہ استغفار دعا وغیرہ اس میں داخل ہیں۔ ذکر قلبی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا یاد کرنا اس کی عظمت و کبریائی اور اس کے دلائل
قدرت میں غور کرنا علماء کا استنباط مسائل میں غور کرنا بھی اسی میں داخل ہیں۔

ذکر بالجوارح یہ ہے کہ اعضاء طاعت الہی میں مشغول ہوں جیسے حج کے لئے سفر کرنا یہ ذکر بالجوارح میں داخل ہے نماز
تینوں قسم کے ذکر پر مشتمل ہے تسبیح و تکبیر ثناء و قراءت تو ذکر لسانی ہے اور خشوع و خضوع اخلاص ذکر قلبی اور قیام، رکوع و سجود
وغیرہ ذکر بالجوارح ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم طاعت بجالا کر مجھے یاد کرو میں تمہیں اپنی
امداد کے ساتھ یاد کروں گا صحیحین کی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر بندہ مجھے تنہائی میں یاد کرتا ہے تو میں بھی
اس کو ایسے ہی یاد فرماتا ہوں اور اگر وہ مجھے جماعت میں یاد کرتا ہے تو میں اس کو اس سے بہتر جماعت میں یاد کرتا
ہوں۔ قرآن و حدیث میں ذکر کے بہت فضائل وارد ہیں اور یہ ہر طرح کے ذکر کو شامل ہیں ذکر بالجہر کو بھی اور بالاخفاء کو
بھی۔ (خزائن العرفان)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: (لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ)
(ابراہیم: 7)

شرح: حضرت صدرالافاضل سپہ نامولینا محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی خزائن العرفان میں اس کے
تحت لکھتے ہیں:

اس آیت سے معلوم ہوا کہ شکر سے نعمت زیادہ ہوتی ہے۔ شکر کی اصل یہ ہے کہ آدمی نعمت کا تصور اور اس کا
اظہار کرے اور حقیقت شکر یہ ہے کہ منعم کی نعمت کا اس کی تعظیم کے ساتھ اعتراف کرے اور نفس کو اس کا خوگر بنائے۔

یہاں ایک باریکی ہے وہ یہ کہ بندہ جب اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور اس کے طرح طرح کے فضل و کرم و احسان کا مطالعہ کرتا ہے تو اس کے شکر میں مشغول ہوتا ہے اس سے نعمتیں زیادہ ہوتی ہیں اور بندے کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت بڑھتی چلی جاتی ہے۔ یہ مقام بہت برتر ہے اور اس سے اعلیٰ مقام یہ ہے کہ منعم کی محبت یہاں تک غالب ہو کہ قلب کو نعمتوں کی طرف التفات باقی نہ رہے، یہ مقام صدیقیوں کا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہمیں شکر کی توفیق عطا فرمائے۔ (خزائن العرفان)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور یوں کہو سب خوبیاں اللہ کو۔

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (وَقُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ) (بنی اسرائیل: 111)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور ان کی دعا کا خاتمہ یہ ہے کہ سب خوبیوں سراہا اللہ جو رب ہے سارے جہان کا۔

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (وَآخِرُ دَعْوَاهُمْ أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ) (یونس: 10)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شب معراج کو دو پیالے لائے گئے۔ ایک شراب کا اور دوسرا دودھ کا تھا۔ آپ نے دونوں کو دیکھا اور دودھ (کا پیالہ) لے لیا تو حضرت جبرائیل نے کہا: کیا تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے آپ کو فطرت کی ہدایت عطا فرمائی۔ اگر آپ شراب پکڑ لیتے تو آپ کی امت گمراہ ہو جاتی۔ (مسلم)

(1398) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أتى لَيْلَةَ أُسْرِي بِهِ بِقَدْحَيْنِ مِنْ تَخْمٍ وَلَبَنٍ، فَنَظَرَ إِلَيْهِمَا فَأَخَذَ اللَّبَنَ. فَقَالَ جِبْرِيْلُ: الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَاكَ لِلْفِطْرَةِ لَوْ أَخَذْتَ التَّخْمَ غَوَتْ أُمَّتُكَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب قوله اسرى بعهدك ليلا من المسجد الحرام، ج ٦ ص ٨٢، رقم: ٣٤٠٩، السنن الكبرى للبيهقي، باب ما جاء في تحريم الخمر، ج ٨ ص ٢٨٦، رقم: ٤٤١٢، سنن الدارمي، باب ما جاء في الخمر، ج ٢ ص ١٥١، رقم: ٢٠٨٨، صحیح مسلم، باب جواز شرب اللبن، ج ٦ ص ١٠٢، رقم: ٥٢٥٨، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی هريرة، ج ٢ ص ٥١٢، رقم: ١٠٦٥٥)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ نے اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

خیال رہے کہ فیہ خمر فرما کر بتایا گیا کہ شراب اس برتن میں تھوڑی سی تھی اور احد ہما لبن فرما کر بتایا کہ دودھ برتن میں بہت زیادہ تھا گویا خود برتن دودھ بن گیا تھا، دنیا کی ہدایت اور ایمان و اعمال دودھ کی شکل میں پیش ہوئے اور یہاں کی بد عقیدگی بد عملیاں شراب کی صورت میں دکھائی گئیں، یہاں کے اعمال وہاں اجسام ہیں۔

یہ اختیار دینا فرشتوں کو دکھانے کے لیے تھا کہ اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو حضور کی برکت سے محفوظ رکھے

گا۔ (ازمرقات)

چونکہ بچہ پیدا ہو کر پہلی غذا دودھ حاصل کرتا ہے اس لیے فطرت دودھ کی شکل میں دکھائی گئی اور شراب انسان کی شکل

بگاڑ کر صد ہا بد عملیاں بد عقید گیاں اس سے کرا دیتی ہے اس لیے گمراہی سرکشی شراب کی شکل میں دکھائی گئی جیسے خواب میں یہ رحمتوں اور آفتوں کو مختلف شکلوں میں دیکھ لیتے ہیں۔ شاہ مسمر نے قحط سالیوں کو خشک بالیوں دہلی گائیوں کی شکل میں دیکھا ہے۔ طرح حضرات انبیاء کرام آئندہ واقعات کو مختلف شکلوں میں ملاحظہ کرتے ہیں۔

اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ نبی کے عمل کا امت پر اثر پڑتا ہے کہ شراب آپ اختیار فرماتے اور گمراہ ہوتے امت۔ دوسرے یہ کہ تاقیامت ان شاء اللہ سارے مسلمان کبھی گمراہ نہ ہوں گے، ان میں ایک جماعت ضرور حق پر رہے گی اور وہ ہی جماعت سب پر غالب رہے گی تعداد اس کی زیادہ ہوگی، حضور فرماتے ہیں اتبعوا السواد الاعظم بڑے گروہ کی پیروی کرو۔ الحمد للہ اہل سنت والجماعت اب ہمیشہ سب پر غالب ہیں اور اسی ۸۰ بلکہ نوے ۹۰ فیصد یہ ہیں۔ تیسرے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رب تعالیٰ کی طرف سے مؤید ہیں کوئی کام غلط آپ تک پہنچا ہی نہیں، دیکھو حضور انور نے اللہ کی توفیق سے دودھ ہی اختیار کیا، جو کوئی خواب میں دودھ پئے ان شاء اللہ وہ ہدایت پر رہے گا اور اسے خیر کی توفیق ملے گی اس تعبیر کا ماخذ یہ حدیث ہے۔ (بزازۃ المناجیح، ج ۷ ص ۵۲)

(1399) وَعَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "كُلُّ أَمْرٍ ذِي بَالٍ لَا يُبْدَأُ فِيهِ بِالْحَمْدِ لِلَّهِ فَهُوَ أَقْطَعُ". حَدِيثٌ حَسَنٌ، رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَغَيْرُهُ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو ذی شان کام اللہ تعالیٰ کی تعریف کے بغیر شروع کیا جائے تو وہ اذحورا ہوتا ہے۔ یہ حدیث حسن ہے۔ ابو داؤد وغیرہ نے اسے روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابو داؤد باب الہدی فی الکلام، ج ۳ ص ۳۰۰ رقم: ۲۸۲۲ سنن الکبیری للبیہقی باب ما یستدل بہ علی وجوب التحبید فی خطبة الجمعة، ج ۳ ص ۲۰۸ رقم: ۱۸۸۸ سنن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، ج ۱ ص ۳۱۲ رقم: ۱۸۸۸ سنن ابی یوسف للکبیری للطبرانی احادیث کعب بن مالک الانصاری، ج ۱ ص ۲۲ رقم: ۱۵۱۱۲ سنن ابن ماجہ باب خطبة النکاح، ج ۱ ص ۱۱۰ رقم: ۱۸۸۳)

شرح حدیث: بسم اللہ شریف کی فضیلت

بے شک سب سے پہلے جس کلام سے زبان گفتگو کا آغاز کرے، وہ یہ ہے کہ انسان بادشاہ حقیقی عَزَّ وَجَلَّ کے نام سے ابتداء کرے۔ جس کی ہمیں کائنات کے سردار، محبوب پروردگار عَزَّ وَجَلَّ و صَلَّى اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اس فرمان سے خبر دی کہ جو بھی اہم کام بسم اللہ الرحمن الرحیم سے شروع نہیں کیا جائے گا وہ نا کمل رہتا ہے۔

(الدر المنثور، سورۃ الفاتحہ، ج ۱ ص ۲۶)

ایک روایت میں اَقْطَعُ کی جگہ اَجْذَمُ کا لفظ ہے۔ اس کا معنی ہے، ناقص اور کم برکت والا۔ حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرہی ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے حسن اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوب رب اکبر عَزَّ وَجَلَّ و صَلَّى اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا: لوگوں میں اور روئے زمین پر چلنے والوں میں سب سے بہتر علم سکھانے والے ہیں۔ کیونکہ جب سے دین ظاہر ہوا انہوں نے اس کی تجرید کی، لوگوں کو دین

سکھایا لیکن ان سے اجرت طلب نہ کی۔ اور جب استاذ بچے کو کہتا ہے: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھ۔ تو اللہ عزّ و جلّ اس بچے، اس کے والدین اور استاذ کے لئے جہنم سے براءت (یعنی رہائی) لکھ دیتا ہے۔

(تفسیر القرطبی، البقرة، تحت الآیة ۳۱، الجزء الاول تحت ج ۱، ص ۲۷۷)

حضرت سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ارشاد فرمایا: جب بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نازل ہوئی تو باطل مشرق سے مغرب کی سمت دوڑے، ہوائیں ساکن ہو گئیں، سمندر جوش میں آ گیا، چوپایوں نے غور سے سننے کے لئے اپنے کان لگا دیئے، شیطانوں پر پتھر برسائے گئے، اور اللہ عزّ و جلّ نے ارشاد فرمایا: مجھے میری عزت و جلال کی قسم جس مٹی پر بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھی گئی میں اس میں برکت ڈال دوں گا، اور جس نے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھی وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (الدر المنثور، الفاتحہ، ج ۱، ص ۲۶، مختصراً)

حضرت سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب کوئی شخص اپنے گھر میں داخل ہوتے وقت بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھتا ہے تو شیطان اپنے آپ سے کہتا ہے: تمہارے لئے یہاں نہ رات بسر کرنے کی جگہ ہے اور نہ ہی رات کا کھانا۔ اور جب کوئی شخص داخل ہوتے وقت بسم اللہ نہ پڑھے تو شیطان اپنے آپ سے کہتا ہے: تمہیں رات گزارنے کی جگہ مل گئی۔ اور جب کھانے کے وقت بسم اللہ نہ پڑھے تو کہتا ہے: تمہیں رات گزارنے کی جگہ بھی مل گئی اور رات کا کھانا بھی مل گیا۔ (صحیح مسلم، کتاب الاثریۃ، باب آداب الطعام والشراب واحکامها، الحدیث، 2018 ص 1038)

(1400) وَعَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِذَا مَاتَ وَلَدُ الْعَبْدِ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى لِمَلَائِكَتِهِ: قَبِضْتُمْ وَلَدَ عَبْدِي؟ فَيَقُولُونَ: نَعَمْ، فَيَقُولُ: قَبِضْتُمْ مَمْرَةَ فَوَادِيهِ؟ فَيَقُولُونَ: نَعَمْ، فَيَقُولُ: مَاذَا قَالَ عَبْدِي؟ فَيَقُولُونَ: حَمْدَكَ وَاسْتَرْجَعَ، فَيَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى: ابْنُوا لِعَبْدِي بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ، وَسَمُّوهُ بَيْتَ الْحَمْدِ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ".

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کسی آدمی کا بیٹا فوت ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے فرماتا ہے تم نے میرے بندے کے بیٹے کی روح قبض کر لی۔ پس وہ کہتے ہیں ہاں، تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تم نے اس کے دل کے پھل کو قبض کیا، وہ عرض کرتے ہیں: ہاں (یا رب) پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرا بندہ کیا کہتا ہے تو فرشتے عرض کرتے ہیں وہ تیری حمد بیان کرتا ہے اور انا اللہ وانا الیہ راجعون پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے کے لئے جنت میں گھر بنا دو اور اس کا نام بیت الحمد رکھو۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی: باب فضل البصیبة اذا احتسب، ج ۲ ص ۳۲۱ رقم: ۱۰۲۱ جامع الاصول لابن الیومر: کتاب الثالث وهو کتاب الصبر، ج ۶ ص ۳۲۲ رقم: ۲۶۲۲ صحیح ابن حبان، باب ما جاء فی الصبر، ج ۷ ص ۲۱۰ رقم: ۲۶۲۸ الادب للبیہقی، باب الصبر والاشرجاع مع الرخصة فی البكاء، ج ۱ ص ۳۶۰ رقم: ۷۵۶)

شرح حدیث: اولاد کی موت پر کس نے کیا کہا؟

اولاد کی موت بڑا دل سوز، روح فرسا اور صبر آزما حادثہ ہوا کرتا ہے اس سانحہ پر بزرگوں نے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے چند اقوال پڑھیے اور عبرت حاصل کیجئے۔ واللہ تعالیٰ هو الموفق!

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ گئے تو صاحبزادہ کی جانکنی کا منظر دیکھ کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے تو عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! کیا آپ رورہے ہیں؟ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے عوف کے بیٹے! رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرا یہ آنسو بہانا شفقت ہے، پھر دوبارہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے آنسو بہنے لگے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان العین تدمع والقلب یحزن ولا نقول الا ما یرضی ربنا وانا بفراقک یا ابراہیم لسحزون۔ یعنی آنکھ آنسو بہاتی ہے اور دل غمگین ہے اور ہم وہی بات کہتے ہیں جس سے ہمارا رب عزوجل راضی ہو اور بلاشبہ اے ابراہیم! رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمہاری جدائی پر غمگین ہیں۔ (مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۵۰ بحوالہ بخاری و سلم) (صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم... الخ، الحدیث: ۱۳۰۳، ج ۱ ص ۴۴۱)

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے فرزند کی وفات کے وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان کے مکان پر تشریف لے گئے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ سعد بن عبادہ و معاذ بن جبل و ابی بن کعب و زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہ بھی تھے تو بچہ اس وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی گود میں دیا گیا جب کہ وہ جانکنی کے عالم میں تڑپ رہا تھا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے تو حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ یا رسول اللہ! عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یہ کیا؟ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ شفقت ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دل میں ڈال دی ہے اور اللہ تعالیٰ انہیں بندوں پر رحم فرماتا ہے جو دوسروں پر رحم کرتے ہیں۔

(صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم... الخ، الحدیث: ۱۲۸۴، ج ۱ ص ۴۴۴)

ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیشہ اپنے بچے کو لے کر بارگاہ رسالت میں آیا کرتے تھے ایک بار وہ تنہا آئے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ تمہارے بچہ کو کیا ہوا؟ تو انہوں نے کہا کہ وہ تو مر گیا یا رسول اللہ! عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کیا تم اس کو پسند نہیں کرتے کہ تم جنت کے جس

پھانک پر بھی جاؤ گے تو وہ تمہارا بچہ تمہارا انتظار کر رہا ہوگا۔

(المسند للإمام احمد بن حنبل، حدیث فرقة المزنی، الحدیث ۲۰۳۸، ج ۷، ص ۳۰۳)

(1401) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ اللَّهَ لَيَرْضَى عَنِ الْعَبْدِ يَأْكُلُ الْأَكْلَةَ، فَيُحَبِّدُهَا عَلَيْهِ، وَيَشْرَبُ الشَّرْبَةَ، فَيُحَبِّدُهَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ." حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ بندے سے راضی ہو جاتا ہے کہ وہ کھانا کھائے پھر اللہ کی حمد بیان کرے یا پانی پیئے پھر اللہ کریم کی حمد بیان کرے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب حمد اللہ تعالیٰ بعد الإكل والشرب، ج ۲، ص ۹۸، رقم: ۹۱۰۸، سنن ترمذی، باب ما جاء في الحمد على الطعام، ج ۱، ص ۶۶، رقم: ۱۸۱۶، سنن الکبیری للنسائی، باب ثواب الحمد لله، ج ۳، ص ۲۰۲، رقم: ۶۸۹۱، مسند ابویعلیٰ، مسند سعید بن سنان عن انس بن مالك، ج ۳، ص ۱۹۸، رقم: ۲۲۲۲، مصنف ابن ابی شیبہ، باب فی التسمیة علی الطعام، ج ۸، ص ۱۱۹، رقم: ۲۲۹۸۶)

شرح حدیث: کھانے اور پینے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا

حضرت سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کھانے پر بسم اللہ نہ پڑھی جائے اس کھانے کو شیطان اپنے لیے حلال سمجھتا ہے۔ (مسلم، رقم: ۲۰۱۷، ص ۱۱۶)

اور حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اونٹ کی طرح ایک سانس میں کوئی چیز نہ پیو۔ بلکہ دو تین مرتبہ پیو اور جب پیو بسم اللہ کہہ لو اور جب منہ سے ہٹاؤ تو الحمد للہ کہو۔

(ترمذی، کتاب الاشریہ، رقم: ۱۸۹۲، ج ۳، ص ۳۵۲)

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی زبان کھانے اور پینے سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنے میں استعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم
کھانے یا پینے کے بعد حمد الہی بجالانا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اس بندے سے یقیناً راضی ہوتا ہے جو کھانا کھاتا ہے تو اس پر اس کی حمد بجالاتا ہے اور پانی پیتا ہے تو اس پر بھی اس کی حمد و ثنا کرتا ہے۔

(الترغیب والترہیب، کتاب الطعام، رقم: ۱۰۷، ج ۳، ص ۱۰۷)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اس بندے سے یقیناً راضی ہوتا ہے جو کھانا کھاتا ہے تو اس پر اس کی حمد بجالاتا ہے اور پانی پیتا ہے تو اس پر بھی اس کی حمد و ثنا کرتا ہے۔

(الترغیب والترہیب، کتاب الطعام، رقم: ۱۰۷، ج ۳، ص ۱۰۷)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

15- کتاب الصلوة علی رسول

رسول اللہ ﷺ پر درود

اللّٰهُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

سلام پڑھنا

100- بَابُ الْأَمْرِ بِالصَّلَاةِ عَلَيْهِ

رسول اللہ ﷺ پر درود پڑھنے کی

وَفَضْلِهَا وَبَعْضُ صَبِيغِهَا

فضیلت اور اس کے بعض صیغے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى: (إِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بیشک اللہ اور اس کے فرشتے

عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا

درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے پر اے ایمان والو

تَسْلِيمًا) (الأحزاب: 56).

ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔

شرح: حضرت صدرالفاضل سیدنا مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی خزائن العرفان میں اس کے

تحت لکھتے ہیں:

سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام بھیجنا واجب ہے ہر ایک مجلس میں آپ کا ذکر کرنے والے پر بھی اور سننے

والے پر بھی ایک مرتبہ اور اس سے زیادہ مستحب ہے، یہی قول معتمد ہے اور اس پر جمہور ہیں اور نماز کے قعدہ اخیرہ میں بعد

تشہد درود شریف پڑھنا سنت ہے اور آپ کے تابع کر کے آپ کے آل و اصحاب و دوسرے مومنین پر بھی درود بھیجا جاسکتا

ہے یعنی درود شریف میں آپ کے نام اقدس کے بعد ان کو شامل کیا جاسکتا ہے اور مستقل طور پر حضور کے سوا ان میں سے کسی

پر درود بھیجنا مکروہ ہے۔ مسئلہ: درود شریف میں آل و اصحاب کا ذکر متواتر ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آل کے ذکر کے بغیر

مقبول نہیں۔ درود شریف اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکریم ہے علماء نے اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معنی

یہ بیان کئے ہیں کہ یارب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عظمت عطا فرما، دنیا میں ان کا دین بلند ان کی دعوت غالب فرما

کر اور ان کی شریعت کو بقا عنایت کر کے اور آخرت میں ان کی شفاعت قبول فرما کر اور ان کا ثواب زیادہ کر کے اور اولیٰین ذ

آخرین پر ان کی فضیلت کا اظہار فرما کر اور انبیاء، مرسلین و ملائکہ اور تمام خلق پر ان کی شان بلند کر کے۔

مسئلہ: درود شریف کی بہت برکتیں اور فضیلتیں ہیں حدیث شریف میں ہے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ

جب درود بھیجنے والا مجھ پر درود بھیجتا ہے تو فرشتے اس کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔ مسلم کی حدیث شریف میں

ہے جو مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس بار بھیجتا ہے۔ ترمذی کی حدیث شریف میں ہے بخیل وہ ہے جس کے

سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ درود نہ بھیجے۔ (خزائن العرفان)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص سے روایت

(1402) وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ.

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: إِذْ سَمِعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِيهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَكْثَرُهُمْ عَلَى صَلَاةٍ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ جس نے مجھ پر ایک بار درود پڑھا اس پر اللہ کریم دس بار رحمت فرماتا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب استحباب القول مثل قول المؤذن لمن سمعه ثم يصلي على النبي صلى الله عليه وسلم ج ۱ ص ۲۰۹ رقم: ۴۴۵۵ سنن ابوداؤد باب ما يقول اذا سمع المؤذن ج ۱ ص ۲۰۹ رقم: ۴۴۵۵ سنن ترمذی باب فی فضل النبی صلی اللہ علیہ وعلیہ وسلم ج ۱ ص ۵۹۹ رقم: ۳۶۱۶ سنن النسائی الکبریٰ باب الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم بعد الاذان ج ۱ ص ۵۱۰ رقم: ۳۶۱۶ مسند امام احمد مسند عبد اللہ بن عمرو ج ۱ ص ۱۲۸ رقم: ۶۵۶۸)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی تائید قرآن کریم کی اس آیت سے ہوتی ہے مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرٌ أَمْثَلِهَا اسلام میں ایک نیکی کا بدلہ کم از کم دس گناہ ہے۔ خیال رہے کہ بندہ اپنی حیثیت کے لائق درود شریف پڑھتا ہے مگر رب تعالیٰ اپنی شان کے لائق اس پر رحمتیں اتارتا ہے جو بندے کے خیال و گمان سے وراہ ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۲ ص ۱۳۷)

(1403) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "أَوْلَى النَّاسِ بِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَكْثَرُهُمْ عَلَى صَلَاةٍ." رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ."

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن لوگوں میں سے میرے قریب تر وہ ہوگا جو مجھ پر درود زیادہ پڑھتا ہے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی: باب ما جاء في فضل الصلاة على النبي ج ۱ ص ۲۵۲ رقم: ۲۴۸۳ المعجم الكبير للطبرانی احادیث عبد اللہ بن مسعود ج ۱ ص ۱۱۷ رقم: ۱۲۰ صحیح ابن حبان باب الادعية ج ۱ ص ۱۱۲ رقم: ۹۱۱ مسند ابی یعلیٰ مسند عبد اللہ بن مسعود ج ۱ ص ۲۲۷ رقم: ۵۰۱۱ مصنف ابن ابی شیبہ باب ما اعطى الله محمداً صلى الله عليه وسلم ج ۱ ص ۵۰۵ رقم: ۲۲۲۷)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

قیامت میں سب سے آرام میں وہ ہوگا جو حضور کے ساتھ رہے اور حضور کی ہمراہی نصیب ہونے کا ذریعہ درود شریف کی کثرت ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ درود شریف بہترین نیکی ہے کہ تمام نیکیوں سے جنت ملتی ہے اور اس سے بزم جنت کے دولہا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ (مراۃ المناجیح، ج ۲ ص ۱۳۹)

(1404) وَعَنْ ابْنِ أَوْسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ مِنْ أَفْضَلِ أَيَّامِكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فَأَكْثَرُوا عَلَيَّ مِنْ"

حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارے فضیلت والے دنوں میں سے افضل دن جمعہ کا دن ہے تو اس میں مجھ پر کثرت

الصَّلَاةَ فِيهِ، فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ مَعْرُوضَةٌ عَلَيَّ". قَالَ:
قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَكَيْفَ تُعْرَضُ صَلَاتُنَا
عَلَيْكَ وَقَدْ أَرَمْتَ؟ قَالَ: يَقُولُ بَلِيَّت. قَالَ: إِنَّ
اللَّهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ". رَوَاهُ أَبُو
دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ.

سے درود بھیجا کرو۔ تمہارے درود مجھ پر پیش کیے جائیں گے۔ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ تک ہمارا درود کیسے پہنچے گا۔ جب کہ آپ تو بوسیدہ ہو جائیں گے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے جسموں کو کھانا حرام کر لیا ہے۔ اسے ابو داؤد نے صحیح اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابو داؤد: باب فضل يوم الجمعة وليلة الجمعة، ج ۱ ص ۳۷۹، رقم: ۸۸۲، مسند امام احمد بن حنبل حدیث اوس بن اوس الثقفی، ج ۱ ص ۳۸۹، رقم: ۱۰۵۵، المستدرک للحاکم، کتاب الجمعة، ج ۱ ص ۳۱۳، رقم: ۱۰۲۱، سنن ابن ماجہ، باب فی فضل الجمعة، ج ۱ ص ۳۲۳، رقم: ۱۰۷۵، سنن الدارمی، باب فی فضل الجمعة، ج ۱ ص ۳۲۵، رقم: ۱۵۷۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ نے اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(افضل دن جمعہ کا دن ہے کہ اس میں حضرت آدم پیدا ہوئے) اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ جس تاریخ اور جس دن میں کوئی ہم واقعہ بھی ہو جائے وہ دن اور تاریخ تا قیامت اہم بن جاتی ہے۔ دوسرے یہ کہ اس دن اور اس تاریخ میں ان واقعات کی یادگاریں قائم کرنا بہتر ہے۔ تیسرے یہ کہ وہ یادگاریں عبادات سے قائم کی جائیں نہ کہ لہو اور کھیل کود سے، یعنی اس دن زیادہ عبادتیں کی جائیں۔ میلاد شریف، گیارہویں شریف، عید معراج، عرس بزرگان کا بھی مقصد ہے اور ان سب کی اصل یہ حدیث اور قرآن شریف کی یہ آیتیں ہیں، دیکھو "جاء الخ" حصہ اول۔

(تو اس میں مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو) یعنی جمعہ کا دن تمام دنوں سے افضل کہ اس میں ایک نیکی کا ثواب ستر ۷۰ گنا ہے اور درود دوسری عبادتوں سے افضل، لہذا افضل دن میں افضل عبادت کرو کیونکہ اس دن کا درود خصوصی طور پر ہماری بارگاہ میں پیش ہوتا ہے اور ہم قبول فرماتے ہیں۔ خیال رہے کہ ہمیشہ ہی درود شریف حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش ہوتا ہے مگر جمعہ کے دن خصوصی پیشی ہوتی ہے، خصوصی قبولیت۔ (مرقاۃ)

(جب کہ آپ تو بوسیدہ ہو جائیں گے) یہ سوال انکار کے لیے نہیں بلکہ کیفیت پوچھنے کے لیے ہے، یعنی آپ کی وفات کے بعد ہمارے درودوں کی پیشی فقط آپ کی روح شریف پر ہوگی یا روح مع الجسم پر جیسے ذکر یا علیہ السلام نے رب تعالیٰ کی طرف سے بیٹے کی خوش خبری پا کر عرض کیا تھا خدا یا میرے بیٹا کیسے ہوگا؟ میں بوڑھا ہوں، میری بیوی بانجھ۔ یہ سوال بھی کیفیت پوچھنے کے لیے ہے نہ کہ انکار، لہذا اس پر روافض کوئی اعتراض نہیں کر سکتے۔ خیال رہے کہ اولاد کے اعمال ماں باپ پر پیش ہوتے ہیں، مرید کے شیخ پر مگر وہاں پیشی کبھی کبھی ہوتی ہے وہ بھی فقط روح پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ پیشی ہر وقت ہوتی ہے اور روح مع الجسم پر۔ (مرقاۃ)

(بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے جسموں کو کھانا حرام کر لیا ہے) لہذا ان کے اجسام زمین کھا سکتی ہی نہیں اور

وہ گلنے سے محفوظ ہیں۔ قرآن کریم فرما رہا ہے کہ حضرت سلیمان بعد وفات چھ ماہ یا ایک سال نماز کی ہیئت پر لکڑی کے سہارے کھڑے رہے پھر دیمک نے آپ کی لاٹھی تو کھائی لیکن آپ کا پاؤں شریف نہ کھایا۔ اس حدیث کی بنا پر بعض علماء فرماتے ہیں کہ ایوب علیہ السلام کے زخموں پر جراثیم نہ تھے اور نہ انہوں نے آپ کا گوشت کھایا کوئی اور بیماری تھی کیونکہ پیغمبر کا جسم کیڑا نہیں کھا سکتا۔ جنہوں نے یہ واقعہ درست مانا ہے وہ فرماتے ہیں کہ یہ حکم بعد وفات ہے، زندگی میں امتحانایہ ہو سکتا ہے جیسے تلوار جادو اور ڈنگ ان پر اثر کر دیتے ہیں۔ شیخ نے فرمایا اس جملہ کے معنی ہیں کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں، وہ زندگی بھی دنیاوی جسمانی اور حقیقی ہے نہ کہ شہیدوں کی طرح صرف معنوی اور روحانی۔ اس کی پوری تحقیق جَدُّبُ الْقُلُوبِ اور تاریخ مدینہ میں ملاحظہ کیجئے۔ (اشعۃ) اور علامہ جلالی الدین سیوطی نے اپنی کتاب شرح الصدور فی احوال النبیور میں حیات انبیاء پر بہت ہی نفیس بحث فرمائی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ یہ حضرات اپنی قبروں میں فرشتوں کی طرح کھانے پینے سے بے نیاز ہیں، مگر نمازیں پڑھتے ہیں، قرآن کی تلاوت کرتے ہیں، ذکر اللہ کی لذت پاتے ہیں۔ (مرقاۃ)

اس روایت کو ابن حبان، ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں نقل کیا، حاکم نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے، علی شرط بخاری ہے، نووی کہتے ہیں کہ اس کی اسناد صحیح ہیں۔ (مزاہ النایح، ج ۲ ص ۵۹۱)

حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی کی مجلس مبارک میں انبیاء علیہم السلام کی تشریف آوری

حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مجلس مبارک میں باوجود یہ کہ شرکاء اجتماع بہت زیادہ ہوتے تھے لیکن آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی آواز مبارک جیسی نزدیک والوں کو سنائی دیتی تھی ویسی ہی دور والوں کو سنائی دیتی تھی یعنی دور اور نزدیک والوں کے لئے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی آواز مبارک یکساں تھی۔

(بہجۃ الاسرار، ذکر وعظہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، ص ۱۸۱)

شیخ محقق شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں: آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مجلس شریف میں کل اولیاء علیہم الرحمۃ اور انبیاء کرام علیہم السلام جسمانی حیات اور ارواح کے ساتھ نیز جن اور ملائکہ تشریف فرما ہوتے تھے اور حبیب رب العالمین عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بھی تربیت و تائید فرمانے کے لئے جلوہ افروز ہوتے تھے اور حضرت سیدنا خضر علیہ السلام تو اکثر اوقات مجلس شریف کے حاضرین میں شامل ہوتے تھے اور نہ صرف خود آتے بلکہ مشائخ زمانہ میں سے جس سے بھی آپ علیہ السلام کی ملاقات ہوتی تو ان کو بھی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مجلس میں حاضر ہونے کی تاکید فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے کہ جس کو بھی فلاح و کامرانی کی خواہش ہو اس کو غوث پاک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مجلس شریف کی ہمیشہ حاضری ضروری ہے۔ (اخبار الانبیاء، ص ۱۳)

(1405) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ. حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "رَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ ذُكِرَتْ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ".
 اللہ نے فرمایا: اس آدمی کی ناک خاک آلود ہو جس کے پاس میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔
 اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی) باب قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رَغِمَ الْف رجل ج ۵۰ ص ۵۰ رقم: ۲۵۵۵
 المستدرک للحاکم: کتاب الدعاء والتکبیر ج ۲ ص ۲۱۳ رقم: ۲۰۱۶ مسند امام احمد بن حنبل: مسند ابی ہریرة ج ۲ ص ۲۵۲ رقم: ۴۴۴۲ مسند البزار: مسند ابی ہریرة ج ۲ ص ۲۲۴ رقم: ۸۲۶۵

شرح حدیث: حکیم الأمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی ایسا مسلمان خوار و ذلیل ہو جائے جو میرا نام سن کر درود نہ پڑھے۔ عربی میں اس بددعا سے مراد اظہار ناراضی ہوتا ہے حقیقتاً بددعا مراد نہیں ہوتی، اس حدیث کی بناء پر بعض علماء نے فرمایا کہ ایک ہی مجلس میں اگر چند بار حضور کا نام شریف آوے تو ہر بار درود شریف پڑھنا واجب ہے، مگر یہ استدلال کچھ کمزور سا ہے کیونکہ رَغِمَ أَنْف ہلکا کلمہ ہے جس سے درود کا استحباب ثابت ہو سکتا ہے نہ کہ وجوب۔ مطلب یہ ہے کہ جو بلا محنت دس رحمتیں، دس درجے، دس معافیاں حاصل نہ کرے بڑا بیوقوف ہے۔ (مزاۃ المناجیح، ج ۲ ص ۱۵۳)

(1406) وَعَنْهُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ. قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَجْعَلُوا قَبْرِي عَيْدًا، وَصَلُّوا عَلَيَّ، فَإِنَّ صَلَوَاتِكُمْ تَبْلُغُنِي حَيْثُ كُنْتُمْ". رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ.
 انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: تم میری قبر کو عید نہ بنا لینا اور مجھ پر درود بھیجو۔ کیونکہ تم جہاں بھی ہو میرے پاس تمہارا درود پہنچے گا۔ اسے ابو داؤد نے اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا۔

تخریج حدیث: (سنن ابو داؤد) باب زیارة القبور ج ۲ ص ۱۱۹ رقم: ۲۰۲۳ شعب الایمان للبیہقی: باب فضل الحج والعمرة ج ۲ ص ۳۱۱ رقم: ۳۱۱۲ جامع الاصول لابن الثیر: الفصل الثالث فی الصلاة علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ج ۲ ص ۳۰۶ رقم: ۲۲۴۸ مشکوٰۃ المصابیح باب الصلاة علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم: الفصل الثانی ج ۱ ص ۲۰۲ رقم: ۱۲۶

شرح حدیث: حکیم الأمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی جیسے عید گاہ میں سال میں صرف دو بار جاتے ہیں ایسے میرے مزار پر نہ آؤ بلکہ اکثر حاضری دیا کرو یا جیسے عید کے دن کھیل کود کے لیے میلوں میں جاتے ہیں ایسے تم ہمارے روضہ پر بے ادبی سے نہ آیا کرو بلکہ باادب رہا کرو۔

مرقات نے یہاں فرمایا کہ ارواح قدسیہ بدن سے نکل کر ملائکہ کی طرح ہو جاتی ہیں کہ وہ سارے عالم کو کف دست کی طرح دیکھتی ہیں اور ان کے لیے کوئی شے حجاب نہیں رہتی۔ یہی مضمون کچھ فرق کے ساتھ اشعة اللمعات نے بھی بیان فرمایا لہذا اس حدیث کے معنی یہ ہوئے کہ تم جہاں بھی ہو تمہارے درود کی آواز مجھ تک پہنچتی ہے جب آج بجلی کی طاقت سے واریس اور ریڈیو کے ذریعے لاکھوں میل کی آواز سن لی جاتی ہے تو اگر طاقت نبوت سے درود کی آواز سن لی جائے تو کیا بعید

ہے۔ یعقوب علیہ السلام نے صد ہا میل سے پیرا من یوسف علیہ السلام کی خوشبو پائی، سلیمان علیہ السلام نے تین میل سے چوٹی کی آواز سنی حالانکہ آج تک کوئی طاقت نہیونی کی آواز نہ سنا سکی تو ہمارے حضور بھی درود خوانوں کی آواز ضرور سنتے ہیں۔ (مراۃ المناجیح، ج ۲ ص ۱۵۲)

(1407) وَعَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَا مِنْ أَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ إِلَّا رَدَّ اللَّهُ عَلَيَّ رُوحِي حَتَّىٰ أَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ". رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَوِيحٍ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو کوئی بھی مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ مجھ پر میری روح لوٹا دیتا ہے۔ حتیٰ کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔ اسے ابو داؤد نے اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا۔

تخریج حدیث: (سنن ابو داؤد، باب زیارة القبور، ج ۲ ص ۱۶۹، رقم: ۲۰۲۲، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ، ج ۲ ص ۵۲، رقم: ۱۰۸۲۶، سنن الکبیری للہیثمی، باب زیارة قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج ۵ ص ۲۲۵، رقم: ۱۰۰۰۵۰، اخبار اصیہان لابی نعیم، باب الیام، ج ۱ ص ۲۶۱، رقم: ۲۰۶۱، المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمہ بکر، ج ۳ ص ۲۶۲، رقم: ۲۰۹۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہاں روح سے مراد توجہ ہے نہ وہ جان جس سے زندگی قائم ہے حضور تو بحیات دائمی زندہ ہیں۔ اس حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ میں ویسے تو بے جان رہتا ہوں کسی کے درود پڑھنے پر زندہ ہو کر جواب دیتا رہتا ہوں ورنہ ہر آن حضور پر لاکھوں درود پڑھے جاتے ہیں تو لازم آئے گا کہ ہر آن لاکھوں بار آپ کی روح نکلتی اور داخل ہوتی رہے۔ خیال رہے کہ حضور ایک آن میں بے شمار درود خوانوں کی طرف یکساں توجہ رکھتے ہیں، سب کے سلام کا جواب دیتے ہیں جیسے سورج بیک وقت سارے عالم پر توجہ کر لیتا ہے ایسے آسمان نبوت کے سورج ایک وقت میں سب کا درود سلام سن بھی لیتے ہیں اور اس کا جواب بھی دیتے ہیں لیکن اس میں آپ کو کوئی تکلیف بھی محسوس نہیں ہوتی کیوں نہ ہو کہ مظہر ذات کبریا ہیں، رب تعالیٰ بیک وقت سب کی دعائیں سنتا ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۲ ص ۱۵۱)

(1408) وَعَنْ عَلِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "الْبَغِيْلُ مَنْ دُكِرَتْ عِنْدَهُ، فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ صَوِيحٌ".

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بغیل وہ ہے جس کے پاس میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رغم انف رجل، ج ۵ ص ۵۵۱، رقم: ۲۵۲۶، المستدرک للحاکم، کتاب الدعاء والتکبیر، ج ۲ ص ۲۱۲، رقم: ۲۰۱۵، سنن النسائی الکبیری، باب من البغیل، ج ۶ ص ۱۹، رقم: ۱۸۸۳، صحیح ابن حبان، باب الادعیة، ج ۳ ص ۱۸۹، رقم: ۱۰۰، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث الحسن بن علی رضی اللہ عنہ، ج ۱ ص ۲۰۱، رقم: ۱۵۲۶)

شرح حدیث: حکیم الأمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
کیونکہ درود میں کچھ خرچ تو ہوتا نہیں اور ثواب بہت مل جاتا ہے اس ثواب سے محرومی بڑی ہی بد نصیبی ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب بھی حضور کا نام سنے یا پڑھے تو درود شریف ضرور پڑھے کہ یہ مستحب ہے۔

یعنی چند اسنادوں سے مروی ہے۔ بعض اسناد میں حسن ہے، بعض میں صحیح، بعض میں غریب۔ (مزاۃ المناجیح، ج ۲ ص ۱۵۹)

(1409) وَعَنْ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، رَجُلًا يَدْعُو فِي صَلَاتِهِ لَمْ يُمَجِّدِ اللَّهَ تَعَالَى، وَلَمْ يُصَلِّ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "عَجَلْ هَذَا لَمْ دَعَاهُ فَقَالَ لَهُ - أَوْ لِيْغَيْرِهِ -: "إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ فَلْيَبْدَأْ بِتَحْمِيدِ رَبِّهِ سُبْحَانَهُ، وَالْتِمَاءِ عَلَيْهِ، ثُمَّ يُصَلِّ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ يَدْعُو بَعْدَ بِمَا شَاءَ". رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ".

حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو نماز میں دعا کرتے ہوئے سنا۔ اس نے اپنی دعا میں اللہ تعالیٰ کی بزرگی بیان نہ کی اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود سلام بھیجا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس نے جلدی کی ہے پھر اس کو بلایا اس کو کہا یا کسی اور کو فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو اسے چاہیے کہ اپنے رب کی حمد و ثنا سے ابتداء کرے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے پھر اس کے بعد جو چاہے دعا مانگے۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب الدعاء، ج ۱ ص ۵۵۱، رقم: ۱۲۸۲، سنن ترمذی، باب جامع الدعوات عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج ۵ ص ۵۱۴، رقم: ۲۴۴۴، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب الصلاة علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی التشہد، ج ۲ ص ۱۲۴، رقم: ۱۱۸، المستدرک للحاکم، باب التامین، ج ۱ ص ۳۶۳، رقم: ۱۱۸، المعجم الکبیر للطبرانی، احادیث فضالہ بن عبید الانصاری، ج ۱ ص ۲۰۰، رقم: ۱۵۰۰۱)

شرح حدیث: حکیم الأمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
آپ صحابی، انصاری، اوسی ہیں، کنیت ابو محمد ہے، غزوہ احد و خیبر میں حاضر رہے، بیعت رضوان میں شریک تھے، دمشق میں قیام رہا، امیر معاویہ کی طرف سے وہاں کے قاضی رہے، ۵۳ھ میں وہیں وفات پائی۔
کیونکہ رب دینے والا ہے اور اس کے حبیب دلوانے والے اور بانٹنے والے یا یوں کہو کہ رب سے مانگنا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے مانگنا ہے لہذا حمد و صلوٰۃ کے بعد مانگو۔

اس سے معلوم ہوا کہ کوئی دعا بغیر حمد و صلوٰۃ قبول نہیں ہوتی یہ دونوں قبول دعا کی شرطیں ہیں۔

ایسے ہی اسے ابن خزیمہ حاکم اور ابن حبان نے نقل کیا ترمذی نے اسے صحیح کہا۔ (مزاۃ المناجیح، ج ۲ ص ۱۵۹)

(1410) وَعَنْ أَبِي مُحَمَّدٍ كَعْبِ بْنِ عَجْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

حضرت ابو محمد کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پر اس تشریف لائے۔ تو ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ آپ پر سلام تو ہم جانتے ہیں لیکن ہم آپ پر درود کیسے بھیجیں تو آپ نے فرمایا: یوں کہو! اے اللہ تو حضرت محمد اور حضرت محمد (ﷺ) کی آل پر درود بھیج جس طرح تو نے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کی آل پر درود بھیجا، تو یقیناً تعریف کیا گیا بزرگی والا ہے۔ اے اللہ حضرت محمد اور حضرت محمد (ﷺ) کی آل پر برکت ڈال جس طرح حضرت ابراہیم کی آل پر تو نے برکت ڈالی، تو یقیناً تعریف کیا گیا بزرگی والا ہے۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم ج ۸ ص ۴۴ رقم: ۶۲۵۴ صحیح مسلم: باب الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم بعد التشهد ج ۲ ص ۱۱۶ رقم: ۱۲۳۲ السنن الكبرى للبيهقي: باب الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم في التشهد ج ۲ ص ۱۲۶ رقم: ۲۹۱۲ مستدرک للحاكم: باب التامين ج ۱ ص ۳۱۳ رقم: ۹۸۸ سنن ابوداؤد: باب الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم بعد التشهد ج ۱ ص ۲۶۰ رقم: ۱۴۸)

شرح حدیث: اندھیریوں سے اجالے کی طرف

اپنے پیارے حبیب، حبیبِ لبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فضل و شرف کے لئے اپنی مقدس کتاب قرآن کریم میں یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی:

هُوَ الَّذِي يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهُ لِيُخْرِجَكُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّوْرِ ۗ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِينَ رَحِيْمًا ۝

ترجمہ کنز الایمان: وہی ہے کہ درود بھیجتا ہے تم پر وہ اور اس کے فرشتے کہ تمہیں اندھیریوں سے اجالے کی طرف

نکالے اور وہ مسلمانوں پر مہربان ہے۔ (پ ۲۲، الاحزاب: ۴۳)

اللہ عزَّ وَّجَلَّ نے اس نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے آب زمزم اور حطیم کعبہ کو مشرف فرمایا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو مجتبیٰ اور مصطفیٰ کی شانوں سے خاص کیا۔ اس نے اپنے مبارک ناموں میں سے دو ناموں رءوف و رحیم کے ساتھ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نام رکھا۔ لہذا جس نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کی پیروی کی اس نے بہت بڑا فضل پالیا۔ اور جنت میں تازگی اور نعمتوں کو حاصل کر لیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کتنے قیدیوں کو آزاد کیا۔ کتنے ہی بے یار و مددگار مساکین کو پناہ دی۔ کتنے ہی ٹوٹے دلوں کو جوڑ دیا، فقیروں کو غنی کر دیا اور یتیموں پر رحم فرمایا۔ حضرت سیدنا آدم صلی اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو وسیلہ

بنایا پس انہوں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی پر درود شریف بھیجا تو عزت و کرامت کے ساتھ لوٹے۔ حضرت سیدنا نوح نجی اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے طفیل دعا کی تو ڈوبنے سے محفوظ رہے۔ حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے وسیلے سے بارگاہ الہی عَزَّ وَجَلَّ میں عرض کی تو آگ ان پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو گئی۔ جب حضرت سیدنا اسماعیل ذبیح اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام کی کثرت کی اور ان کے صدقے مدد کے خواستگار ہوئے تو فدیہ کے ذریعے مدد فرمائی گئی اور یہ نعمتیں اضافے کے بعد برقرار رہیں۔ حضرت سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر درود پاک پڑھا تو انہیں اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے ہم کلامی کا شرف عطا ہوا اور حضرت سیدنا عیسیٰ روح اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضور انور، شافع محشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کی بشارت و خوشخبری دی تو انہوں نے رفعت و سبقت کو پایا۔ اور رحمت عالم، نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات والا صفات ہی ہے جس پر درختوں اور پتھروں نے سلام پڑھا اور مقدس فرشتوں نے درود پاک بھیجا تو اب وہ ربِّ لَمْ یَزَلْ عَزَّ وَجَلَّ کی بارگاہ میں اس نعمت پر نازاں ہیں۔

اے نافرمانوں کے گروہ! تمہیں کس چیز نے مکی مدنی سلطان، رحمت عالمیان، سردار دو جہان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر درود پاک پڑھنے سے غافل کر رکھا ہے۔ درود پاک تو وہ عظیم عبادت ہے جو بڑے بڑے گناہوں کو مٹا دیتی اور پڑھنے والے کو عزت و تکریم عطا کرتی ہے۔ پس تم حضور نبی رحمت، شفیع امت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر کثرت سے درود شریف پڑھا کرو اور ان کی ایسی تعظیم و ادب کرو جس کا تمہارے مولیٰ عَزَّ وَجَلَّ نے تمہیں حکم فرمایا ہے۔ اس طرح تم جنت اور اس کی نعمتوں سے سرفراز کئے جاؤ گے اور عذاب اور نار دوزخ سے بچ جاؤ گے۔ اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اس شان کو بیان فرمایا جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق عالیہ اور مخلوق کے متعلق ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِينَ رَحِيمًا ۝

ترجمہ کنزالایمان: اور وہ مسلمانوں پر مہربان ہے۔ (پ ۲۲، الاحزاب: ۲۳)

اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے حضور نبی کریم، رءوف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اُس امتی کو جنت میں فضیلت و مرتبہ کی بشارت دی ہے جس نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر درود پاک پڑھا۔ چنانچہ، اللہ عَزَّ وَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

تَجِيئُتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهُ سَلَامًا ۚ وَاعْدَلْتُمْ أَجْرًا كِرِيمًا ۝

ترجمہ کنزالایمان: ان کے لئے ملتے وقت کی دعا سلام ہے اور ان کے لئے عزت کا ثواب تیار کر رکھا ہے۔

(پ ۲۲، الاحزاب: ۲۳)

تو اے اسلامی بھائیو! تم منبعِ جو دو سخاوت، قاسمِ نعمت، ہر ایا رحمت، شافعِ امت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر درود

شریف کی کثرت کرو کہ درود پاک غموں اور مصیبتوں کو دور کرتا اور بیماریوں سے شفا دیتا ہے۔

(الروض الفائق لی التواضع والذکاء ص ۶۰۹)

(1411) وَعَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْبَدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: أَتَانَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَنَحْنُ فِي مَجْلِسٍ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَقَالَ لَهُ بَشِيرُ بْنُ سَعْدٍ: أَمَرَنَا اللَّهُ تَعَالَى أَنْ نُصَلِّيَ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَكَيْفَ نُصَلِّيَ عَلَيْكَ؟ فَسَكَتَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حَتَّى تَمْتَلَيْنَا أَنَّهُ لَمْ يَسْأَلْهُ، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "قُولُوا: اَللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ، وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مُجِيدٌ، وَالسَّلَامُ كَمَا قَدْ عَلِمْتُمْ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ہم اس وقت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی مجلس میں تھے۔ حضرت بشیر ابن سعید نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہمیں اللہ تعالیٰ نے آپ پر درود بھیجنے کا حکم دیا ہے تو ہم آپ پر کیسے درود پڑھیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے حتیٰ کہ ہم نے تمنا کی کہ کاش ہم آپ سے سوال نہ کرتے تو بہتر تھا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کہو! اے اللہ! حضرت محمد پر اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پر درود بھیج۔ جس طرح تو نے آل حضرت ابراہیم علیہ السلام پر درود بھیجا ہے اور حضرت محمد اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پر برکت ڈال جس طرح تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آل پر برکت ڈالی ہے تو یقیناً تعریف کیا گیا بزرگی والا ہے۔ اور سلام تو یقیناً کہ تم جانتے ہو۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم بعد التشهد ج ۲ ص ۱۱۶ رقم: ۹۲۳ السنن الكبرى للبيهقي: باب الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم في التشهد ج ۲ ص ۱۱۶ رقم: ۹۱۱ السنن ترمذی: باب ومن سورة الاحزاب ج ۵ ص ۲۵۹ رقم: ۲۲۲۰ سنن الدارمی: باب الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم ج ۱ ص ۳۵۶ رقم: ۱۲۲۳ مسند امام احمد حدیث ابی مسعود عقبہ ج ۵ ص ۲۴۲ رقم: ۲۲۲۰۶)

شرح حدیث: درود پاک پڑھنے نے عذاب قبر سے بچالیا

سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر درود پاک پڑھنے کے فضائل میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک عورت کا بیٹا تھا جو بہت گناہگار تھا۔ وہ اس کو نیکی کا حکم دیتی، بے حیائی اور برے کاموں سے منع کرتی (لیکن وہ باز نہ آتا) آخر کار تقدیر اس پر غالب آئی اور وہ گناہوں کی حالت میں مر گیا۔ اس کی ماں کو بہت صدمہ ہوا کہ اس کا بیٹا بغیر توبہ کئے مر گیا۔ اس نے تمنا کی کہ اسے خواب میں دیکھے۔ ایک دفعہ اس نے خواب میں اپنے بیٹے کو عذاب میں مبتلا دیکھا تو وہ مزید غمگین ہو گئی۔ جب کچھ مدت کے بعد اس نے دوبارہ اپنے بیٹے کو دیکھا تو اس کی حالت اچھی تھی اور وہ خوش و خرم تھا۔ اس نے اپنے بیٹے سے اس

حالت کے متعلق پوچھا کہ اے میرے بیٹے! میں نے تجھے عذاب میں مبتلا دیکھا تھا، یہ مرتبہ و مقام کیسے ملا؟ تو اس نے جواب دیا: اے میری ماں! ایک گنہگار شخص ہمارے قبرستان سے گزرا، اس نے قبروں کی طرف دیکھا اور دوبارہ زندہ اٹھائے جانے کے متعلق غور و فکر کیا۔ مُردوں سے نصیحت حاصل کی، اپنی لغزش پر رو یا اور اپنی خطاؤں پر نادم ہو کر اللہ عزَّ وَّجَلَّ کی بارگاہ میں توبہ کی کہ اب وہ کبھی گناہوں کی طرف نہ پلٹے گا۔ تو اس کی توبہ سے آسمان کے فرشتے بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے: سبحان اللہ عزَّ وَّجَلَّ! اس شخص نے اپنے رب عزَّ وَّجَلَّ کے ساتھ کیا ہی خوب صلح کی ہے۔ جب اس نے سچی توبہ کر لی تو اللہ عزَّ وَّجَلَّ نے اس کی توبہ قبول فرمائی، پھر اس نے کچھ قرآن حکیم پڑھا اور حضور نبی کریم، رءوف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر بیس مرتبہ دُرود پاک پڑھا اور اس کا ثواب ہم سب قبرستان والوں کو پہنچایا۔ اس کا ثواب ہم پر تقسیم کیا گیا تو مجھے بھی اس سے بھلائی ملی جس کے سبب اللہ عزَّ وَّجَلَّ نے مجھے بخش دیا اور مجھے وہ مقام عطا کیا گیا جو آپ ملاحظہ فرما رہی ہیں۔ اے امی جان! یاد رکھئے! حضور نبی اکرم، نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر دُرود پاک پڑھنا دلوں کا نور، گناہوں کا کفارہ اور زندوں اور مُردوں کے لئے رحمت ہے۔ (الروض الفائق فی التواضع والذکاء ص ۲۷)

حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم آپ پر کس طرح درود بھیجیں؟ آپ نے فرمایا: تم کہو اے اللہ! حضرت محمد ﷺ اور آپ کی ازواج اولاد پر درود بھیج جس طرح تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آل پر درود بھیجا اور حضرت محمد ﷺ اور آپ کی ازواج اور آپ کی اولاد پر برکت نازل فرما جیسا کہ تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آل پر برکت فرمائی تو یقیناً تعریف کیا گیا بزرگی والا ہے۔ (متفق علیہ)

(1412) وَعَنْ أَبِي مُحَمَّدٍ بْنِ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ نُصَلِّعُ عَلَيْكَ؟ قَالَ: "قُولُوا: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّتِهِ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ، وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّتِهِ، كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مُّتَّفِقٌ عَلَيْهِ."

تخریج حدیث: (صحیح بخاری باب "یزفون" الصاغات / النسلان فی المشی ج ۳ ص ۱۲۲۲ رقم: ۴۱۸۹ صحیح مسلم باب الصلاة علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد التشہد ج ۲ ص ۱۱۶ رقم: ۹۳۸ مؤطا امام محمد باب الصلاة علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ج ۲ ص ۱۶۵ رقم: ۲۹۱ مسند امام احمد بن حنبل احادیث رجال من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ج ۵ ص ۲۷۲ رقم: ۲۲۲۱ مصنف عبدالرزاق باب الصلاة علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ج ۲ ص ۲۱۱ رقم: ۲۱۰۲)

شرح حدیث: حضرت سیدتنا حواری رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حق مہر

حضرت سیدنا وہب بن منبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: جب اللہ عزَّ وَّجَلَّ نے حضرت سیدنا آدم صلی اللہ علیہ

الصلوٰۃ والسلام کو پیدا فرمایا اور ان میں روح پھونکی اور انہوں نے اپنی نگاہیں کھولیں تو جنت کے دروازے پر یہ لکھا ہوا دیکھا، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ۔

تو عرض کی: یا اللہ عَزَّ وَجَلَّ! کیا تو نے کسی ایسی ہستی کو بھی پیدا فرمایا ہے جو تیرے نزدیک مجھ سے بھی زیادہ معزز ہے؟ تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی جانب سے جواب ملا: ہاں! وہ تیری اولاد میں سے ایک نبی ہے۔ پھر جب اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے حضرت سیدتنا اماں حور رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پیدا فرمایا تو حضرت سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام میں شہوت رکھی اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان سے نکاح کی خواہش کی تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: اس کا حق مہر ادا کرو۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کی: اس کا حق مہر کیا ہے؟ اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: اس نام والے پر سومرتبہ درود پاک بھیجو۔ عرض کی: یا اللہ عَزَّ وَجَلَّ! اگر میں ایسا کروں تو کیا تو میرا نکاح اس سے کر دے گا؟ تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے فرمایا: ہاں۔ چنانچہ، حضرت سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر سومرتبہ درود پاک پڑھا اور یہ حضرت سیدتنا حور رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مہر تھا۔ پھر اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نکاح حضرت سیدتنا حور رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کروایا۔ (نزحۃ المجالس، باب مناقب فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا، فصل فی تزویج حواء۔۔۔۔۔ الخ، ج ۲، ص ۳۱۷، مضموناً)



16- کِتَابُ الْاَذْکَارِ

اذکار کا بیان

ذکر کی فضیلت اور اس کی ترغیب کا بیان

101- بَابُ فَضْلِ الذِّكْرِ وَالْحَقِّ عَلَيْهِ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور بیشک اللہ کا ذکر سب سے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: (وَلِذِكْرِ اللّٰهِ اَكْبَرُ)

بڑا۔

(العنکبوت: 45)

شرح: حضرت صدرالفاضل سیدنا مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں: کہ وہ افضل طاعات ہے۔ ترمذی کی حدیث میں ہے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں نہ بتاؤں وہ عمل جو تمہارے اعمال میں بہتر اور رب کے نزدیک پاکیزہ تر، نہایت بلند رتبہ اور تمہارے لئے سونے چاندی دینے سے بہتر اور جہاد میں لڑنے اور مارے جانے سے بہتر ہے؟ صحابہ نے عرض کیا بے شک یا رسول اللہ، فرمایا وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔ ترمذی ہی کی دوسری حدیث میں ہے کہ صحابہ نے حضور سے دریافت کیا تھا کہ روز قیامت اللہ تعالیٰ کے نزدیک کن بندوں کا درجہ افضل ہے؟ فرمایا بکثرت ذکر کرنے والوں کا صحابہ نے عرض کیا اور خدا کی راہ میں جہاد کرنے والا؟ فرمایا اگر وہ اپنی تلوار سے گفار و مشرکین کو یہاں تک مارے کہ تلوار ٹوٹ جائے اور وہ خون میں رنگ جائے جب بھی ذاکرین ہی کا درجہ اس سے بلند ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس آیت کی تفسیر یہ فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کو یاد کرنا بہت بڑا ہے اور ایک قول اس کی تفسیر میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر بڑا ہے بے حیائی اور بڑی باتوں سے روکنے اور منع کرنے میں۔ (خزائن العرفان)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: (فَاذْكُرُونِيْ اَذْكُرْكُمْ)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: تو میری یاد کرو میں

تمہارا چرچا کروں گا۔

(البقرہ: 152)

شرح: حضرت صدرالفاضل سیدنا مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں: ذکر تین طرح کا ہوتا ہے۔ (۱) لسانی (۲) قلبی (۳) بالجوارح۔ ذکر لسانی تسبیح، تقدیس، ثناء وغیرہ بیان کرنا ہے خطبہ توبہ استغفار و دعا وغیرہ اس میں داخل ہیں۔ ذکر قلبی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا یاد کرنا اس کی عظمت و کبریائی اور اس کے دلائل قدرت میں غور کرنا علماء کا استنباط مسائل میں غور کرنا بھی اسی میں داخل ہیں۔

ذکر بالجوارح یہ ہے کہ اعضاء طاعت الہی میں مشغول ہوں جیسے حج کے لئے سفر کرنا یہ ذکر بالجوارح میں داخل ہے نماز تینوں قسم کے ذکر پر مشتمل ہے تسبیح و تکبیر ثناء و قراءت تو ذکر لسانی ہے اور خشوع و خضوع اخلاص ذکر قلبی اور قیام، رکوع و سجود وغیرہ ذکر بالجوارح ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم طاعت بجالا کر مجھے یاد کرو میں تمہیں اپنی امداد کے ساتھ یاد کروں گا صحیحین کی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر بندہ مجھے تنہائی میں یاد کرتا ہے تو میں بھی

اس کو ایسے ہی یاد فرماتا ہوں اور اگر وہ مجھے جماعت میں یاد کرتا ہے تو میں اس کو اس سے بہتر جماعت میں یاد کرتا ہوں۔ قرآن و حدیث میں ذکر کے بہت فضائل وارد ہیں اور یہ ہر طرح کے ذکر کو شامل ہیں ذکر بالجہر کو بھی اور بالاخفاء کو بھی۔ (خزائن العرفان)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور اپنے رب کو اپنے دل میں یاد کرو زاری اور ڈر سے اور بے آواز نکلے زبان سے صبح اور شام اور غافلوں میں نہ ہونا۔

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (وَادْكُرْ رَبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَخِيفَةً وَدُؤُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ وَلَا تَكُنْ مِنَ الْغَافِلِينَ) (الأعراف: 205)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور اللہ کو بہت یاد کرو۔ اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (وَادْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ) (الجمعة: 10)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: بے شک مسلم مرد اور مسلمان عورتیں..... اللہ تعالیٰ کے اس قول تک۔ اور اللہ کا بکثرت ذکر کرنے والے مرد و بکثرت ذکر کرنے والی عورتیں ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور بڑا اجر تیار کیا ہے۔

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ) ... إِلَى قَوْلِهِ تَعَالَى: (وَالذَّاكِرِينَ اللَّهَ كَثِيرًا وَالذَّاكِرَاتِ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا) (الأحزاب: 35)

شرح: حضرت صدرالفاضل سیدنا مولینا محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں: شان نزول: اسماء بنت عمیس جب اپنے شوہر جعفر بن ابی طالب کے ساتھ حبشہ سے واپس آئیں تو ازواج نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مل کر انہوں نے دریافت کیا کہ کیا عورتوں کے باب میں بھی کوئی آیت نازل ہوئی ہے؟ انہوں نے فرمایا نہیں تو اسماء نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ حضور عورتیں بڑے ٹوٹے میں ہیں فرمایا کیوں؟ عرض کیا کہ ان کا ذکر خیر کے ساتھ ہوتا ہی نہیں جیسا کہ مردوں کا ہوتا ہے۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور ان کے دس مراتب مردوں کے ساتھ ذکر کئے گئے اور ان کے ساتھ ان کی مدح فرمائی گئی اور مراتب میں سے پہلا مرتبہ اسلام ہے جو خدا اور رسول کی فرمانبرداری ہے، دوسرا ایمان کہ وہ اعتقاد صحیح اور ظاہر و باطن کا موافق ہونا ہے، تیسرا مرتبہ قنوت یعنی طاعت ہے۔

چوتھے مرتبہ کا بیان ہے کہ وہ صدق نیت و صدق اقوال و افعال ہے، اس کے بعد پانچویں مرتبہ صبر کا بیان ہے کہ طاعتوں کی پابندی کرنا اور ممنوعات سے احتراز رکھنا خواہ نفس پر کتنا ہی شاق اور گراں ہو رضائے الہی کے لئے اختیار کیا جائے، اس کے بعد پھر چھٹے مرتبہ خشوع کا بیان ہے جو طاعتوں اور عبادتوں میں قلوب و جوارح کے ساتھ متواضع ہونا ہے،

اس کے بعد ساتویں مرتبہ صدقہ کا بیان ہے جو اللہ تعالیٰ کے عطا کئے ہوئے مال میں سے اس کی راہ میں بطریق فرض و اللہ دینا ہے پھر آٹھویں مرتبہ صوم کا بیان ہے یہ بھی فرض و نفل دونوں کو شامل ہے۔ منقول ہے کہ جس نے ہر ہفتہ ایک درم صدقہ دیا وہ مہینہ قین میں اور جس نے ہر مہینہ ایام بیض کے تین روزے رکھے وہ صائمین میں شمار کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد نویں مرتبہ عفت کا بیان ہے اور وہ یہ ہے کہ اپنی پارسائی کو محفوظ رکھے اور جو حلال نہیں ہے اس سے بچے، سب سے آخر میں دسویں مرتبہ کثرت ذکر کا بیان ہے ذکر میں تسبیح، تہلیل، تکبیر، قراءت قرآن، علم دین کا پڑھنا پڑھانا، نماز، وعظ، نصیحت، میلاد شریف، نعت شریف پڑھنا سب داخل ہیں۔ کہا گیا ہے کہ بندہ ذاکرین میں جب شمار ہوتا ہے جب کہ وہ کھڑے، بیٹھے، لیٹے ہر حال میں اللہ کا ذکر کرے۔ (خزان العرفان)

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْكُرُوا
اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا وَسَبِّحُوا بُكْرَةً وَأَصِيلًا)
(الأحزاب: 41-42) الآية

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے ایمان والو! اللہ کو بہت یاد کرو اور صبح و شام اس کی پاکی بولو۔

اس سلسلہ میں آیات بکثرت مشہور ہیں۔

وَالآيَاتُ فِي الْبَابِ كَثِيرَةٌ مَّعْلُومَةٌ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو کلمے ایسے ہیں جو زبان پر بلکے میزان میں وزنی، رحمن کو محبوب ہیں وہ ہیں: سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ، سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ۔ (متفق علیہ)

(1413) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ:
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "كَلِمَتَانِ
خَفِيفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ، ثَقِيلَتَانِ فِي الْمِيزَانِ،
حَبِيبَتَانِ إِلَى الرَّحْمَنِ: سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ، سُبْحَانَ
اللَّهِ الْعَظِيمِ." مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل التسبیح، ج ۸ ص ۸۶، رقم: ۶۰۶، صحیح مسلم، باب فضل التہلیل والتسبیح والدعاء، ج ۸ ص ۴۰، رقم: ۴۰۲، سنن ابن ماجہ، باب فضل التسبیح، ج ۲ ص ۱۵۲، رقم: ۲۸۰۶، سنن ترمذی، باب ما جاء فی فضل التسبیح والتکبیر والتہلیل والتجمید، ج ۵ ص ۵۱۲، رقم: ۲۲۶۴، سنن النسائی، الکبیری، باب ما یثقل المیزان، ج ۱ ص ۲۰۴، رقم: ۱۰۶۶۶)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

سبحان اللہ! کیسی پیاری فصیح و بلیغ زبان ہے اس پیارے محبوب کی صلی اللہ علیہ وسلم۔ خفیفتان، ثقیلتان یعنی بھارے ہلکے، اس میں متضادین کا اجتماع ہے لسان و میزان میں متناسین کا اجتماع ہے کیونکہ لسان انسانی زبان کو بھی کہتے ہیں اور ترازو کی زبان کو بھی، جو ہاتھ کی مٹھی میں بروقت تولنے کے رہتی ہے، صبیبتان و رحمن اس میں ایسی مناسبت ہے کہ سبحان اللہ محبت و رحمت میں بہت ہی تعلق ہے یعنی یہ دونوں کلمے پڑھنے میں زبان پر بہت آسان ہیں مگر کل قیامت میں ان کا وزن بہت زیادہ ہوگا کیونکہ ہمارے کلام سے رب تعالیٰ کا نام وزنی ہے، پھر خوبی یہ کہ رب تعالیٰ کو یہ کلمات بڑے پیارے ہیں تو جو ان کا ورد کرے گا وہ بھی پیارا ہوگا اس کی زبان پیاری ہوگی۔

یہ دو کلمے رب تعالیٰ کی دونوں قسم کی حمدوں کو علی وجہ الکمال جامع ہیں۔ عیوب سے پاکی کا مکمل بیان سبحان اللہ میں ہے اور صفات کمالیہ سے موصوف ہونے کا کامل بیان و بجمہ میں ہے اسی لیے یہ کلمات بہت جامع ہیں اور رب تعالیٰ کو پیارے ہیں۔ (مزاۃ المناجیح، ج ۳ ص ۵۲۲)

(1414) وَعَنْهُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَاللَّهُ أَكْبَرُ، أَحَبُّ إِلَيَّ بِمَا ظَلَعْتُ عَلَيْهِ الشَّمْسُ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

اور انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جن چیزوں پر سورج طلوع ہوتا ہے۔ ان میں مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں: سُبْحَانَ اللَّهِ، الْحَمْدُ لِلَّهِ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، اللَّهُ أَكْبَرُ، کہنا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب فصل التهليل والتسبيح والدعاء، ج ۸ ص ۶۰، رقم: ۶۰۲۲، سنن ترمذی: باب فی العفو والعافية، ج ۵ ص ۵۴، رقم: ۳۵۹۶، سنن النسائی: باب الفضل الذکر والفضل الدعاء، ج ۱ ص ۲۰۷، رقم: ۱۰۶۴۱، صحیح ابن حبان: باب الأذکار، ج ۳ ص ۱۱۶، رقم: ۸۳۳، مصنف ابن ابی شیبہ: باب فی ثواب التسبيح، ج ۱ ص ۲۸۸، رقم: ۲۰۰۲۵)

شرح حدیث: حکیم الأئمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی یہ کلمات مجھے ساری دنیا سے پیارے ہیں کیونکہ دنیا فانی ہے اور ان کا ثواب باقی، نیز دنیا رب تعالیٰ سے غافل کرنے والی ہے اور یہ سب رب تعالیٰ کی یاد دلانے والے۔ خیال رہے کہ ما طلعت علیہ الشمس سے مراد ساری دنیا ہے زمین یا زمین کی چیزیں ہوں یا آسمان اور آسمان کی چیزیں، رہا قرآن و حدیث ہماری عبادات وغیرہ اس سے علیحدہ ہیں کہ یہ چیزیں اگرچہ دنیا میں ہیں مگر دنیا نہیں نہ ان میں دنیا ہے لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ یہ کلمات اور ان کے پڑھنے پر بھی تو سورج طلوع ہوتا ہے اور یہ بھی تو دنیا میں ہیں۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ دل دنیا میں رکھو مگر دل میں دنیا نہ رکھو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے، کشتی دریا میں رہے تو خیر ہے لیکن اگر دریا کشتی میں آجائے تو ہلاکت ہے۔ (مزاۃ المناجیح، ج ۳ ص ۵۱۹)

(1415) وَعَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، فِي يَوْمٍ مِئَةٌ مَرَّةً كَانَتْ لَهُ عِدَّةٌ عَشْرَ رِقَابٍ وَكُتِبَتْ لَهُ مِئَةٌ حَسَنَةٍ، وَمُحِيَّتْ عَنْهُ مِئَةٌ سَيِّئَةٍ، وَكَانَتْ لَهُ حِزْرًا مِنَ الشَّيْطَانِ يَوْمَهُ ذَلِكَ حَتَّى يُمِيسِي، وَلَمْ يَأْتِ أَحَدٌ بِأَفْضَلِ مِنَّا جَاءَ بِهِ إِلَّا رَجُلٌ عَمِلَ أَكْثَرَ مِنْهُ". وَقَالَ: "مَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللَّهِ

اور انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے ایک دن میں سو بار کہا لا الہ الا اللہ ... الخ کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کے لیے بادشاہی ہے اور اسی کے لیے تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت والا ہے تو اس کے لیے دس غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ہے اور اس کے لیے سونکیاں لکھ دی جاتی ہیں اور اس کے سو گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں اور پورا دن شام تک اس

وَيَعْتَدِيهِ فِي يَوْمٍ مِئَةً مَرَّةً، حَقَّقَ حَطَايَاكَ، وَإِنْ
كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

کے لیے شیطان سے حفاظت کا سبب ہوتا ہے۔ اس سے
افضل عمل لے کر اور کوئی شخص نہ آئے گا۔ سوائے اس
آدمی کے جو اس ذکر کو زیادہ کرنے اور فرمایا جس نے
ایک دن میں سو بار کہا سبحان اللہ و بھمدہ تو اس کے
گناہ جھڑ جاتے ہیں اگرچہ وہ سمندر کی جھاگ کے برابر
ہوں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب صفة ابليس و جنوده، ج ۲ ص ۱۲۶ رقم: ۳۲۹۳ صحیح مسلم، باب فضل العليل
والتسبیح والدعاء، ج ۸ ص ۶۹ رقم: ۴۰۱۸ صحیح ابن حبان، باب الاذکار، ج ۲ ص ۱۲۹ رقم: ۸۳۹ المعجم الاوسط للطبرانی، باب من اسمه
عبيد الله، ج ۵ ص ۵۰ رقم: ۳۶۳۲ مؤطا امام مالک، باب ما جاء في ذكر الله تبارك و تعالیٰ، ص ۲۰۹ رقم: ۲۸۸)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

خواہ ایک دم ایک ہی مجلس میں سو بار کہے یا مختلف اوقات اور مختلف مجلسوں میں۔ غرضکہ چوبیس گھنٹے میں یہ شمار پوری
کرے۔ (مرقات)

یہاں مرقات نے فرمایا کہ یہ وہ کلمہ توحید ہے جس کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے: مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ
أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ۔

اس سے اشارہ معلوم ہو رہا ہے کہ اگر بندہ رات میں یہ پڑھ لیا کرے تو صبح تک شیطان سے محفوظ رہے مگر چونکہ بندہ
دن میں جاگتا ہے اور جاتے ہی میں شیطان زیادہ گناہ کراتا ہے اس لیے دن کا ذکر فرمایا اگرچہ یہ کلمات ایک دم یا علیحدہ
علیحدہ ہر وقت پڑھنا درست ہے لیکن صبح کے وقت ایک دم پڑھنا افضل ہے تاکہ دن بھر شیطان سے محفوظ رہے، یہ تاثیر تو سو
بار پڑھنے کی ہے اگر اس سے زیادہ پڑھے تو زیادہ فائدہ ہوگا۔ غرضکہ یہ عمل بہت ہی پر تاثیر ہے۔ (مرقات)

(سوائے اس آدمی کے جو اس ذکر کو زیادہ کرے) اس کی شرح پہلے گزر چکی ہے یعنی کوئی ورد و وظیفہ پڑھنے والا نہ اس
جیسا وظیفہ پڑھ سکے گناہ اس جیسا ثواب و وظیفہ پاسکے گا، یہ فضیلت دیگر وظیفوں سے ہے۔ (بزاۃ الناجح، ج ۳ ص ۵۲۶)

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے دس مرتبہ کہا۔ لَا إِلَهَ
إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ، وَلَهُ الْحَمْدُ،
وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔ اس کے لیے اولاد اسماعیل
سے پجار گردنیں آزاد کرنے کے برابر ثواب ہے۔

(1416) وَعَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ
اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ:
"مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ
الْمُلْكُ، وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، عَشْرَ
مَرَّاتٍ. كَانَ كَمَنْ أَعْتَقَ أَرْبَعَةَ أَنْفُسٍ مِنْ وَلَدِ
إِسْمَاعِيلَ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری باب الذکر بعد الصلاة ج ۱ ص ۱۱۹ رقم: ۴۴ صحیح مسلم باب فضل التهلیل والتسبیح والدعاء ج ۸ ص ۱۶ رقم: ۴۰۰ سنن النسائی الکبزی باب ثواب من قال فی دبر صلاة الغاۃ لا اله الا الله ج ۳ ص ۳۵ رقم: ۳۹ المعجم الکبیر للطبرانی باب من اسمه خالد بن زید بن کلیب ج ۳ ص ۱۱۵ رقم: ۲۰۲۲)

شرح حدیث: شیطان مردود سے حفاظت

حضرت سیدنا ابو ذرؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوبِ ربِّ اکبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جو فجر کی نماز کے بعد دوزانو بیٹھ کر کوئی بات کرنے سے پہلے یہ کلمات دس مرتبہ پڑھے گا، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْخِزْيَانُ يُحْيِي وَيُمِيتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ترجمہ: اللہ عزوجل کے سوا کوئی معبود نہیں وہ تنہا ہے اسکا کوئی شریک نہیں اس کے لئے بادشاہی ہے اور اسی کے لئے حمد ہے زندہ کرتا ہے اور موت دیتا ہے اس کے دستِ قدرت میں بھلائی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

تو اللہ عزوجل اس کے ایک مرتبہ پڑھنے پر اس کے لئے دس نیکیاں لکھے گا، اس کے دس گناہوں کو مٹا دے گا، اس کے دس درجات بلند فرما دے گا، اسکا وہ پورا دن ہرنا پسندیدہ چیز سے حفاظت میں گزرے گا، اس کی شیطان مردود سے حفاظت کی جائیگی اور اس کا ہر مرتبہ یہ کلمات پڑھنا اولاد اسماعیل علیہ السلام سے ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ہوگا جس کی قیمت بارہ ہزار ہے اور شرک کے علاوہ اس دن اسے کوئی گناہ نہ پہنچ سکے گا اور جس نے نماز مغرب کے بعد ان کلمات کو پڑھا اس کے لیے بھی یہی اجر و ثواب ہے۔ (مجمع الزوائد، کتاب الاذکار، باب ما یقول بعد صلوة الصبح والمغرب، رقم: ۱۶۹۵۸، ج ۱۰ ص ۱۳۰)

(1417) وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَلَا أُخْبِرُكَ بِأَحَبِّ الْكَلَامِ إِلَى اللَّهِ؟ إِنَّ أَحَبَّ الْكَلَامِ إِلَى اللَّهِ: سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابو ذرؓ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میں اللہ کی طرف سب سے زیادہ پیاری کلام کی تمہیں خبر نہ دوں۔ یقیناً اللہ تعالیٰ کو زیادہ پیاری کلام سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم باب فضل سبحان اللہ وبحمده ج ۸ ص ۸۶ رقم: ۴۱۰۲ مصنف ابن ابی شیبہ باب فی ثواب التسبیح ج ۱ ص ۲۱۰ رقم: ۳۰۲۱ جامع الاصول الفصل الثانی فی الاستغفار والتسبیح والتهلیل والتکبیر ج ۳ ص ۳۴ رقم: ۴۳۲۴)

شرح حدیث: بے شمار نیکیاں

حضرت سیدنا زید بن سہل انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطانِ بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ یا یہ فرمایا، اس کے لئے جنت واجب ہو جائے گی، اور جس نے سو مرتبہ سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ کہا اللہ عزوجل اس کے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار نیکیاں لکھے گا۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! پھر تو ہم میں سے کوئی بھی ہلاکت میں مبتلا نہ ہوگا۔ فرمایا، کیوں نہیں! تم میں سے ایک شخص بے شمار نیکیاں لے کر آئے گا کہ اگر ان نیکیوں کو کسی پہاڑ پر

رکھ دیا جائے تو اس سے بھی زیادہ وزنی ہو جائیں پھر نعمتیں آئیں گی اور ان تمام نیکیوں کو لے جائیں گی پھر اللہ عزوجل اپنی رحمتوں سے فضل فرمائے گا۔ (المستدرک، کتاب التوبۃ، باب من قال لا الہ الا اللہ وجبت لہ الجنة، رقم ۷۱۳، ج ۵، ص ۳۵۶)

(1418) وَعَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «الطُّهُورُ شَطْرُ الْإِيمَانِ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ تَمْلَأُ الْمِيزَانَ، وَسُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ تَمْلَأَانِ - أَوْ تَمْلَأُ - مَا بَيْنَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پاکیزگی ایمان کا حصہ ہے۔ الحمد للہ میزان کو پر کر دیتا اور سبحان اللہ والحمد للہ زمین و آسمان کے درمیان کو پر کر دیتے ہیں یا فرمایا پر کر دیتا ہے جو آسمان اور زمین کے درمیان ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل الوضوء، ج ۱، ص ۱۴۰، رقم: ۵۵۶ سنن البيهقي، باب فرض الطهور، ج ۱، ص ۲۹، رقم: ۱۸۹ سنن الدارمی، باب ما جاء في الطهور، ج ۱، ص ۲۱۲، رقم: ۶۷۸ مسند امام احمد بن حنبل، حدیث ابی مالک الاشعری، ج ۵، ص ۲۴۲، رقم: ۲۲۹۵۲ مصنف ابن ابی شیبہ، باب فی المحافظة علی الوضوء، ج ۱، ص ۱۲، رقم: ۲۸)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ صحابی ہیں، حضرت ابو موسیٰ اشعری کے چچا ہیں، عہد فاروقی میں وفات پائی۔

ظاہر یہ ہے کہ طہور سے ظاہری پاکی اور ایمان سے عرفی ایمان مراد ہے۔ چونکہ ایمان بھی گناہوں کو مٹاتا ہے اور وضوء بھی، لیکن ایمان چھوٹے بڑے سارے گناہ مٹا دیتا ہے اور وضوء صرف چھوٹے، اس لیے اسے آدھا ایمان فرمایا۔ ایمان باطن کو عیبوں سے پاک فرماتا ہے اور وضوء ظاہر کو گندگیوں سے، اور ظاہر باطن کا گویا نصف ہے یا ایمان دل کو برائیوں سے پاک اور خوبیوں سے آراستہ کرتا ہے اور طہارت جسم کو فقط گندگیوں سے پاک کرتی ہے، لہذا یہ نصف ہے اور ممکن ہے کہ ایمان سے مراد نماز ہو، رب فرماتا ہے: لِيُضَيِّعَ أَيْمَانَكُمْ - مطلب یہ ہے کہ نماز کی ساری شرطیں شرط طہارت کے برابر ہیں۔ غرضکہ حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ ایمان بسیط چیز ہے پھر اس کا آدھا اور تہائی کیسا؟

جو شخص ہر حال میں الحمد للہ کہا کرے تو قیامت میں میزان عمل کے نیکی کا پلہ اس سے بھر جائے گا اور ایک حمد تمام گناہوں پر بھاری ہوگی۔ کیونکہ یہ ہیں ہمارے کام اور وہ ہے رب کا نام۔

یعنی ان دو کلموں کا ثواب اگر دنیا میں پھیلا یا جائے تو اتنا ہے کہ اس سے سارا جہان بھر جائے یا مطلب یہ ہے کہ سبحان اللہ میں اللہ کی بے عیبی کا اقرار ہے اور الحمد للہ میں اسی کے تمام کمالات کا اظہار۔ اور یہ دو چیزیں وہ ہیں جن کے دلائل سے دنیا بھری ہوئی ہے کہ ہرزہ اور ہر قطرہ رب کی تسبیح و حمد کر رہا ہے۔ (مزاۃ النبی، ج ۱، ص ۲۷۰)

(1419) وَعَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ اس نے

وَسَلَّمَ، فَقَالَ: عَلَيَّ كَلَامًا أَقُولُهُ، قَالَ: "قُلْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، اللَّهُ أَكْبَرُ كَبِيرًا، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ كَثِيرًا، وَسُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ، قَالَ: فَهُوَ لِي رِزْقِي، فَمَا لِي؟ قَالَ: "قُلْ: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ، وَارْحَمْنِيْ وَاهْدِنِيْ، وَارْزُقْنِيْ" - رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

عرض کیا: پڑھنے کے لیے مجھے بتادیں کہ میں اس کو پڑھوں۔ فرمایا کہو: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، اللَّهُ أَكْبَرُ كَبِيرًا، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ كَثِيرًا، وَسُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ۔ اس نے کہا یہ تو میرے رب کے لیے ہیں میرے لیے کیا ہے تو آپ نے فرمایا: کہہ! اے اللہ مجھے بخشش دے مجھ پر رحم فرمایا مجھے ہدایت دے اور مجھے رزق عطا فرما۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب فعل التهلیل والتسبیح والدعاء، ج ۸، ص ۴۰، رقم: ۴۰۲۲، صحیح ابن حبان، باب الادعیۃ، ج ۲، ص ۲۲۶، رقم: ۱۳۶، مسند امام احمد بن حنبل، مسند سعد بن ابی وقاص، ج ۱، ص ۱۸۰، رقم: ۱۵۶۱، مسند ابی یعلیٰ، مسند سعد بن ابی وقاص، ج ۲، ص ۱۲۵، رقم: ۴۰۶، مسند البزار، مسند سعد بن ابی وقاص، ج ۱، ص ۲۰۴، رقم: ۱۱۶۱)

شرح حدیث: حکیم الأمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

بطور وظیفہ نمازوں کے بعد یا ویسے ہی اوقات مقررہ میں۔ معلوم ہوا کہ مشائخ سے وظیفے پوچھنا اور ان کی اجازت حاصل کرنا سنت ہے کہ اجازت سے خاص تاثیر پیدا ہو جاتی ہے ثواب حاصل کرنے کے لیے کسی اجازت وغیرہ کی ضرورت نہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ علاوہ نماز و تلاوت قرآن کے اور ورد وظیفے بھی کرنے چاہئیں۔ نماز و تلاوت تو روحانی غذا ہیں اور یہ وظیفے روحانی میوے، غذا اور میوے دونوں ہی فائدہ مند ہیں۔

(میرے لیے کیا ہے) سبحان اللہ! کیسے مزے کا سوال ہے یعنی یا حبیب اللہ ان الفاظ میں رب تعالیٰ کی حمد تو ہو گئی کچھ دعائیہ کلمے نہ آئے میں اس کی حمد بھی کرنی چاہتا ہوں اور اس سے بھیک مانگنی بھی۔

یعنی میرے گناہ بخش دے، مغفرت فرما، مجھ پر رحم کر کہ مجھے اطاعتوں کی توفیق دے، اچھی زندگی گزارنے کی توفیق دے، ہدایت دے، مجھے حلال روزی عطا فرما۔

یعنی مجھے ایسی مصیبت میں گرفتار نہ کر جس کا انجام میرے لیے برا ہو۔ (مرقات) عافیت کے یہ معنی نہایت نفیس ہیں اصل عافیت معصیت سے امن ہے۔

غالباً راوی سے مراد صحابی ہوں یعنی اسناد کے آخری راوی۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی اور راوی مراد ہوں ان میں یہ شک ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عافیتی فرمایا یا نہیں، بہتر یہ ہے کہ عافیتی بھی پڑھا جائے ممکن ہے کہ یہ بھی دعا کا جز ہو عافیت میں دین و دنیا کی ساری امتیں داخل ہیں، یوسف علیہ السلام نے معصیت کے مقابل مصیبت اختیار فرمائی کہ عرض کیا رَبِّ السَّجْنِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَيْدِي عُنُوتِي إِلَيْهِ کیونکہ معصیت کے مقابلے میں مصیبت عافیت ہے۔ (مزاۃ المناجیح، ج ۳، ص ۵۲۱)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز سے فارغ ہوتے تو تین بار استغفار کرتے پھر کہتے۔ اے اللہ تو سلامتی دینے والا ہے تیری طرف سے ہی سلامتی ہے تو برکت والا ہے اے بزرگی اور عزت والے۔ امام اوزاعی سے کہا گیا جو کہ حدیث کے راویوں سے ایک ہیں۔ استغفار کس طرح ہے؟ کہا کہ آپ فرمایا کرتے تھے۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ، اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ۔ (مسلم)

(1420) وَعَنْ ثُوْبَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا انْصَرَفَ مِنْ صَلَاتِهِ اسْتَغْفَرَ ثَلَاثًا، وَقَالَ: "اللَّهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ، وَمِنْكَ السَّلَامُ، تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ قِيلَ لِلْأَوْزَاعِيِّ - وَهُوَ أَحَدُ رَوَاةِ الْحَدِيثِ -: كَيْفَ اسْتَغْفَارُ؟ قَالَ: يَقُولُ: اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ، اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب استحباب الذکر بعد الصلاة وبيان صفة: ج ۲ ص ۴۰ رقم: ۱۳۱۶ سنن النسائی الکبیری باب الاستغفار عند الانصراف من الصلاة ج ۳ ص ۳۱ رقم: ۱۱۱۶ مشکوٰۃ المصابیح باب الذکر بعد الصلاة الفصل الاوّل ج ۱ ص ۲۱۰ رقم: ۱۱۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

پہلے سلام سے سلامتی دینے والا مراد ہے اور دوسرے سے سلامتی۔ استغفار دعا کے آداب میں سے ہے اس لیے دعا سے پہلے استغفار فرماتے۔ یہ حدیث گزشتہ حدیث عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے خلاف نہیں کہ وہاں بھی تقریبی مقدار مراد تھی اور یہاں بھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ جن فرضوں کے بعد سنتیں ہوں ان میں دعا مختصر مانگئے۔ خیال رہے کہ ذوالجلال سے مراد فاسقوں سے بدلہ لینے والا اور اکرام سے مراد نیک کاروں کو انعام دینے والا۔ (بزاۃ المناجیح، ج ۲ ص ۱۸۶)

فکر آخرت کے متعلق فرمانِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے لوگو! یقیناً دنیا تمہارے لئے جائے عمل ہے تو اپنے اعمال کو بخوبی پورا کرو۔ اور تمہارا ایک انجام (موت) ہے تو اپنے انجام کی تیاری کرو۔ مسلمان دو خوفوں کے درمیان رہتا ہے (۱) ایک اُس مدت کا خوف جو گزر چکی، وہ نہیں جانتا کہ اللہ عزوجل نے اس کے بارے کیا فیصلہ فرمایا ہے۔ اور (۲) دوسرے اس مدت کا خوف جو ابھی باقی ہے، وہ نہیں جانتا کہ اللہ عزوجل اس کے ساتھ کیا معاملہ فرماتا ہے پس بندے کو چاہیے کہ دنیا میں بڑھاپا آنے سے قبل جوانی ہی آخرت کے لئے زاویہ راہ اکٹھا کر لے، کیونکہ تم آخرت کے لئے پیدا کئے گئے ہو اور دنیا تمہارے لئے بنائی گئی ہے، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! موت کے بعد (عبادت کے لئے) تھکنے کا کوئی موقع نہیں اور دنیا کے بعد جنت اور دوزخ کے علاوہ کوئی گھر نہیں میں اللہ تعالیٰ سے اپنے اور تمہارے لئے استغفار کرتا ہوں۔ (شعب الایمان، باب فی الزهد و قصر اللال، الحدیث: ۱۰۵۷ ص ۳۶۰)

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

(1421) وَعَنْ الْمُغِيرَةَ بْنِ شُعْبَةَ رَضِيَ اللهُ

رسول اللہ ﷺ جب نماز سے فارغ ہوتے اور سلام پھیر لیتے تو کہتے: اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کے لیے بادشاہی ہے اور اسی کے لیے تعریف ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اے اللہ جو تو دے اسے روکنے والا کوئی نہیں اور جو تو نہ دے وہ دینے والا کوئی نہیں اور کوشش کرنے والے کو اس کی کوشش تجھ سے (فرار ہونے یعنی) کچھ فائدہ نہیں دے سکتی۔ (متن طیب)

عَلَيْهِ: أَنْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا فَرَغَ مِنَ الصَّلَاةِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، اللَّهُمَّ لَا مَانِعَ لَنَا مِنْكَ، وَلَا مُعْطِيَ لَنَا مِنْكَ، وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ.»

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الذکر بعد الصلاة، ج ۱ ص ۱۶۱، رقم: ۸۳۳، صحیح مسلم، باب اعتدال ارکان الصلاة وتخفيفها في تمام، ج ۲ ص ۳۵، رقم: ۱۰۸۶، السنن الكبرى للبيهقي، باب القول عند رفع الرأس من الركوع، ج ۲ ص ۹۴، رقم: ۲۴۱۲، سنن ابوداؤد، باب ما يقول الرجل اذا سلم، ج ۱ ص ۵۵، رقم: ۱۵۰۴، سنن الدارمی، باب القول بعد رفع الرأس من الركوع، ج ۱ ص ۳۳، رقم: ۱۳۱۳)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: خواہ فرضوں کے بعد یا سنتوں وغیرہ سے فارغ ہو کر۔ (مرقاۃ) اس سے معلوم ہوا کہ سنتیں بھی مسجد میں پڑھنا اور فرضوں کے علاوہ سنتوں کے بعد بھی دعا مانگنا سنت ہے۔ اس کی شرح پہلے گزر چکی۔ یہ اور اس جیسی اور بڑی دعائیں عصر و فجر میں تو فرضوں سے متصل تھیں اور ظہر وغیرہ میں سنتوں اور نوافل کے بعد لہذا یہ حدیث ان گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں جن میں تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صرف اللَّهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ کہتے تھے۔ (بازاۃ المناجیح، ج ۲ ص ۱۸۷)

شکر گزار بندہ

حضرت سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سردار مکہ مکرمہ، سلطان مدینہ منورہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اتنی لمبی نماز ادا فرماتے تھے کہ مبارک قدموں میں ورم آجاتا یا ان میں زخم ہو جاتے اور جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے اس کے بارے میں عرض کی جاتی (کہ اتنی مشقت کس لئے؟) تو ارشاد فرماتے: کیا میں اپنے رب عزوجل کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ (صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب الصبر عن محارم اللہ، الحدیث: ۵۰۷۰، ص ۵۳۳)

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

آپ ہر نماز کے بعد سلام پھیر کر کہتے کہ اللہ کے سوا کوئی

(1422) وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللَّهُ

تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ ذُبُرَ كُلِّ صَلَاةٍ، حِينَ

يُسَلِّمُ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ. لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَلَا نَعْبُدُ إِلَّا إِيَّاهُ، لَهُ النَّعْمَةُ وَلَهُ الْفَضْلُ وَلَهُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ قَالَ ابْنُ الزُّبَيْرِ: وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يُهَلِّلُ بَيْنَ دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

عبادت کے لائق نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کے لیے بادشاہی ہے اس کے لیے تعریف ہے وہ ہر چیز پر قدرت والا ہے۔ گناہ سے پھرنا اور نیکی کی قوت اللہ کی توفیق سے ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہم اسی کی عبادت کرتے ہیں اس کے لیے نعمت اور فضل ہے اور اسی کے لیے اچھی تعریف ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہم اس کے لیے دین کو خالص کرتے ہیں اگرچہ یہ بات کافروں کو بری لگے۔ حضرت ابن زبیر نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ ہر نماز کے بعد ان کلمات کے ساتھ توحید بیان کرتے تھے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب استعجاب الذکر بعد الصلاة وبيان صفة ج ۲ ص ۱۶ رقم: ۱۲۶۱ السنن الکبریٰ للبیہقی: باب جهر الامام بالذکر اذا احب ان يتعلم منه ج ۲ ص ۱۸۲ رقم: ۳۵ مسند امام احمد بن حنبل: حدیث عبداللہ بن الزبیر ج ۲ ص ۲ رقم: ۱۶۱۵۰ مصنف ابن ابی شیبہ: باب ما یقال فی دبر الصلوات ج ۱ ص ۲۲۲ رقم: ۸۶۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی فرض نماز سے جماعت میں کیونکہ اشراق یا تہجد وغیرہ کے بعد اونچا ذکر سنت نہیں۔ "اعلیٰ" سے معلوم ہوا کہ یہ ذکر بہت اونچی آواز سے ہوتا تھا جو محلے کے گھروں میں سنا جاتا تھا۔

نعمت سے مراد دنیاوی نعمتیں مراد ہیں اور فضل سے مراد آخرت کی نعمتیں یا نعمت سے مراد عبادات کی توفیق ہے اور فضل سے مراد قبولیت یعنی ساری مخلوق کو بلا واسطہ یا بالواسطہ جو ملا رب سے ملا اور جسے اس نے دیا اپنے فضل سے دیا کسی کا اس پر ذاتی حق نہیں۔

مخلصین میں منافقین یا ریاکاروں کی تردید ہے اگرچہ وہ عابد ہیں مگر اخلاص سے محروم۔ (مرآة المناجیح، ج ۲ ص ۱۸۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فقراء مہاجرین رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا: مالوں والے بلند درجے اور باقی رہنے والی نعمتیں لے گئے جس طرح ہم نماز پڑھتے ہیں وہ بھی پڑھتے ہیں اور وہ روزے رکھتے ہیں جس طرح ہم روزے رکھتے ہیں ان کے لیے زائد مال ہیں وہ حج عمرے اور جہاد

(1423) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ فُقَرَاءَ الْمُهَاجِرِينَ اتُّوا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوا: ذَهَبَ أَهْلُ الدُّثُورِ بِالذَّرَجَاتِ الْعُلَى، وَالنَّعِيمِ الْمُقِيمِ، يُصَلُّونَ كَمَا نُصَلِّي، وَيَصُومُونَ كَمَا نَصُومُ، وَلَهُمْ فَضْلٌ مِّنْ أَمْوَالٍ يَحْجُونَ، وَيَعْتَمِرُونَ، وَيُجَاهِدُونَ، وَيَتَصَدَّقُونَ.

فَقَالَ: «أَلَا أَعْلَمُكُمْ شَيْئًا تُدْرِكُونَ بِهِ مَنْ سَبَقَكُمْ، وَتَسْبِقُونَ بِهِ مَنْ بَعْدَكُمْ، وَلَا يَكُونُ أَحَدٌ أَفْضَلَ مِنْكُمْ إِلَّا مِنْ صَنَعَ مِثْلَ مَا صَنَعْتُمْ؟» قَالُوا: بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: «تُسَبِّحُونَ، وَتُحَمِّدُونَ، وَتُكَبِّرُونَ، خَلْفَ كُلِّ صَلَاةٍ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ» قَالَ أَبُو صَالِحٍ الرَّائِي عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، لَمَّا سُئِلَ عَنْ كَيْفِيَّةِ ذِكْرِهِنَّ قَالَ: يَقُولُ: سُبْحَانَ اللَّهِ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَاللَّهُ أَكْبَرُ، حَتَّى يَكُونَ مِنْهُنَّ كُلُّهُنَّ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

صدقات کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: کیا میں تمہیں ایک ایسی شے نہ سکھا دوں جس سے تم اپنے سے بڑھنے والوں کو پالو اور اپنے بعد والوں سے بڑھ جاؤ اور کوئی تم سے زیادہ فضیلت والا نہ ہوگا سوا اس کے جو اسی طرح کرے جس طرح تم کرو۔ انہوں نے عرض کیا: کیوں نہیں یا رسول اللہ ضرور بتائیں۔ فرمایا: ہر نماز کے بعد تم تسبیح، تہجد اور تکبیر تینتیس، تینتیس بار پڑھا کرو۔ حضرت ابو ہریرہ سے روایت کرنے والے راوی ابو صالح سے جب ان کے ذکر کی کیفیت کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا سبحان اللہ اور والحمد للہ اور اللہ اکبر پڑھنا حتیٰ کہ ان میں سے ہر ایک تینتیس بار ہو جائے۔ (متفق علیہ)

اور مسلم کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ فقراء المهاجرین اِلیٰ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوا: سَمِعَ اِخْوَانُنَا اَهْلَ الْاَمْوَالِ بِمَا فَعَلْنَا فَفَعَلُوا مِثْلَهُ؛ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ»۔ «الدُّنُوْرُ يَجْمَعُ دَثْرًا - يَفْتَحُ الدَّالِ وَاِسْكَانِ الدَّاءِ الْمُثَلَّثَةَ - وَهُوَ: الْمَالُ الْكَثِيْرُ»۔

مہاجرین رسول اللہ ﷺ کی طرف لوٹے اور عرض کیا: (یا رسول اللہ) مالوں والے بھائیوں نے سن لیا، ہم نے یہ کیا تو انہوں نے بھی ایسا کرنا شروع کر دیا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔ الدثور: دثر کی جمع ہے دال پرزبر اور ثاء مثلثہ کے سکون کے ساتھ۔ کثرت مال کو کہتے ہیں۔

مخرج حدیث: (صحیح بخاری) باب الدعاء بعد الصلوة ج ۸ ص ۶۲، رقم: ۶۲۲۹ صحیح مسلم: باب استعجاب الذکر بعد الصلوة و بیان صفتہ ج ۲ ص ۹۴، رقم: ۱۲۴۵ السنن الکبریٰ للبیہقی: باب الترغیب فی مکث المصلیٰ فی صلاۃ ج ۲ ص ۲۶۰، رقم: ۲۱۳۲ مسند الشامیوں للطبرانی احادیث رجاء عن ابی صالح السمان ج ۲ ص ۲۱۸، رقم: ۱۲۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ نے اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(باقی رہنے والی نعمتیں لے گئے) یعنی ہمارے مقابل درجات میں بڑھ گئے اور جنت کی اعلیٰ نعمتوں کے مستحق ہو گئے

اس میں نہ تورب کی شکایت ہے اور نہ مالداروں پر حسد بلکہ ان پر رشک ہے دینی چیزوں میں رشک جائز ہے یعنی دوسروں کی سی نعمت اپنے لیے بھی چاہنا، حسد حرام ہے یعنی دوسروں کی نعمت کے زوال کی خواہش۔

یعنی بدنی عبادتوں میں وہ ہمارے برابر ہیں اور مالی عبادتوں میں ہم سے بڑھ کر۔ اس حدیث کی بنا پر بعض علماء نے فرمایا کہ شاکر غنی صابر فقیر سے افضل ہے مگر صحیح یہ ہے کہ فقیر صابر غنی شاکر سے افضل کیونکہ رب نے فرمایا اگر تم شکر کرو گے تو تمہیں اور زیادہ نعمتیں دیں گے، اور فرمایا کہ اللہ صابروں کے ساتھ ہے یعنی شکر سے نعمتیں ملتی ہیں اور صبر سے اللہ تعالیٰ۔

(جس سے تم اپنے سے بڑھنے والوں کو پالو) یہاں آگے اور پیچھے سے درجوں میں آگے پیچھے ہونا مراد ہے نہ کہ زمانہ میں یعنی جو صحابہ تم سے درجہ میں بڑھ گئے ہیں ان کلمات کی وجہ سے تم ان کے برابر ہو جاؤ گے اور جو تمہارے برابر ہیں اور یہ کلمات نہیں پڑھتے ان سے تم بڑھ جاؤ گے ورنہ غیر صحابی کتنی ہی نیکیاں کرے صحابی کی گرد قدم کو نہیں پہنچ سکتے کیونکہ وہ صحبت یافتہ جناب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں حضرت جبریل علیہ السلام سارے فرشتوں سے افضل کیونکہ وہ خادم انبیاء ہیں تو صحابہ بعد انبیاء ساری مخلوق سے افضل کیونکہ وہ خادم جناب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

یک زمانہ صحبتے با مصطفیٰ بہتر از لکھ سالہ طاعت بے ریا

(سوا اس کے جو اسی طرح کرے جس طرح تم کرو) یعنی جو غنی صحابی یہ پڑھے گا وہ تم سے افضل ہو جائے گا۔

یعنی پنج گانہ نماز کے بعد ۳۳ بار سبحان اللہ ۳۳ بار الحمد للہ اور ۳۳ بار اللہ اکبر کہہ لیا کرو، یہ تسبیح فاطمہ کہلاتی ہے کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے قریباً یہی تسبیح حضرت فاطمہ زہرا کو بتائی تھی اسی بنا پر آج تسبیح کے دانوں میں ۳۳ دانوں پر ایک نائب امام ڈالا جاتا ہے۔ خیال رہے کہ ظہر مغرب عشاء میں یہ تسبیح سنتیں وغیرہ پڑھ کر پڑھی جائے گی۔

(مراۃ المناجیح، ج ۲ ص ۱۹۰)

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے ہر نماز کے بعد تینتیس بار اللہ کی تسبیح، تینتیس بار الحمد للہ اور تینتیس بار تکبیر اور سو (کی تعداد) مکمل کرنے کے بعد کہا لا اِلهَ اِلاَّ اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ تو اس کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اگرچہ وہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔ (مسلم)

(1424) وَعَنْهُ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «مَنْ سَبَّحَ اللَّهَ فِي دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ، وَحَمَدَ اللَّهَ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ، وَكَبَّرَ اللَّهَ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ، وَقَالَ تَمَامَ الْيَمِينَةِ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، غُفِرَتْ خَطَايَاهُ وَإِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب الذکر بعد الصلاة و بیان صفتہ، ج ۲ ص ۹۸، رقم: ۱۲۸۰، السنن، الکبیری للبیہقی، باب الترغیب فی مکث المصلی فی صلاة، ج ۲ ص ۱۸۴، رقم: ۲۸۴۸، صحیح ابن خزیمہ، باب استحباب التہلیل بعد التسمیح والتعمید والتکبیر، ج ۱ ص ۳۶۹، رقم: ۵۵۰، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرة رضی اللہ عنہ، ج ۲ ص ۲۴۱، رقم: ۸۸۲۰)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی جو اس تسبیح فاطمہ پر پابندی کرے گا اس کی خطائیں اگرچہ شمار سے زیادہ ہوں بخشش جائیں گی۔ خیال رہے کہ شمار

کے لیے عقدا نامل بہت اعلیٰ چیز ہے ہر مسلمان کو سیکھنا چاہیے اگر وہ نہ آتا ہو تو پوروں پر شمار کرے، بدرجہ مجبوری کنکروں یا تسبیح پر شمار کرے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک دعا کے میں ہزار گریں لگائیں تھیں جن پر کبھی شمار کیا کرتے تھے۔ (مرقاۃ) فقہاء نے تسبیح پر گنتے کو بدعت نہ کہا ہے یعنی بدعت حسنہ جس کی اصل صحابی سے ثابت ہے۔

(بزازۃ الناجح، ج ۲ ص ۱۹۲)

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پہرا دینے والے کلمات ان کو کہنے والا یا کرنے والا نامراد نہیں ہوتا ہر فرض نماز کے بعد تینتیس بار تسبیح، تینتیس بار الحمد للہ اور چونتیس بار اللہ اکبر کہے۔ (مسلم)

(1425) وَعَنْ كَعْبِ بْنِ عَجْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ،
عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ:
مُعَقِّبَاتٌ لَا يَخِيبُ قَائِلُهُنَّ - أَوْ فَاعِلُهُنَّ - دُبُرُ
كُلِّ صَلَاةٍ مَكْتُوبَةٍ: ثَلَاثٌ وَثَلَاثُونَ تَسْبِيحَةً.
وَوَثَلَاثٌ وَثَلَاثُونَ تَحْمِيدَةً، وَأَرْبَعٌ وَثَلَاثُونَ
تَكْبِيرَةً. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب استحباب الذکر بعد الصلاة و بیان صفتہ ج ۲ ص ۱۸۷ رقم: ۱۳۴۴ السنن الکبریٰ للبیہقی: باب الترغیب فی مکف المصلی فی صلاة ج ۲ ص ۱۸۷ رقم: ۳۱۴۴ سنن ترمذی: باب ما جاء فی التسبیح والتکبیر والتحمید عند المنام ج ۶ ص ۳۴۹ رقم: ۳۲۱۲ سنن النسائی الکبریٰ ذکر حدیث کعب بن عجرۃ فی المعقبات ج ۶ ص ۳۶ رقم: ۹۱۸۲ مسند ابن ابی شیبہ: حدیث کعب بن عجرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ج ۲ ص ۱۲۷ رقم: ۵۱۰)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

معقبات کے کئی معنی ہیں: (۱) نماز کے بعد والا وظیفہ (۲) وہ عمل جس کے لکھنے پر ہر فرشتہ پیش قدمی کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ دوسرے فرشتوں کو اپنے سے پیچھے کر دوں (۳) وہ وظیفے جو یکے بعد دیگرے پڑھے جاتے ہیں (۴) وہ وظیفے جن کا انجام اچھا ہے۔

بلکہ تھوڑی بہت محنت سے بہت نفع حاصل کر لیتا ہے۔

یہ پورا سینکڑہ ہے اسی کا نام تسبیح فاطمہ ہے قادری سلسلہ کے مشائخ اس کے بہت پابند ہیں۔ (بزازۃ الناجح، ج ۲ ص ۱۹۱)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ تمام نمازوں کے بعد ان کلمات کے ساتھ پناہ پکڑتے تھے۔ اے اللہ میں بزدلی اور بخل سے تیری پناہ میں آتا ہوں اور اس بات سے تیری پناہ میں آتا ہوں کہ ناکارہ عمر تک لوٹایا جاؤں اور دنیا کے فتنہ سے تیری پناہ میں آتا ہوں اور قبر کے فتنہ سے تیری پناہ میں

(1426) وَعَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَاصٍ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ
يَتَعَوَّذُ دُبُرَ الصَّلَاةِ بِهَذِهِ الْكَلِمَاتِ: «اللَّهُمَّ إِنِّي
أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَالْبُخْلِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ أَنْ أُرَدَّ
إِلَى أَرْضِي الْعُمُرِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْيَا،
وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

آتا ہوں۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب الاستعاذہ من فتنة الغی، ج ۸ ص ۸۰ رقم: ۱۲۴۶ مسند البزار، مسند سعد بن ابی وقاص، ج ۳ ص ۲۰۴ رقم: ۱۱۳۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
جب کا مقابل شجاعت ہے، بخل کا مقابل سخا ہے اور شح کا مقابل جود۔ بخیل وہ جو خود کھائے اوروں کو نہ کھلائے، شح وہ جو نہ کھائے نہ کھانے دے سب کچھ جمع کر کے چھوڑ جائے۔ سخی وہ خود کھائے اوروں کو بھی کھلائے۔ جواد وہ جو خود نہ کھائے اوروں کو کھلائے اسی لیے رب کو سخی نہیں کہتے جواد کہتے ہیں۔ اللہ کے حبیب لکھا دھاری داتا کھاتے نہیں کھلاتے ہیں۔ شعر
بور یا ممنوں خواب راحتش
تاج کسریٰ زیر پائے آتش

یہ دعا ہماری تعلیم کے لیے ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو پیدائشی کل کے راجہ ہیں جگ کے داتا ہیں۔

(ناکارہ عمر تک لوٹا یا جاؤں) یعنی بڑھاپے کی وہ حالت جب ہاتھ پاؤں جواب دے جائیں رب کی عبادت نہ کر سکے، دنیوی کام انجام نہ دے سکے، اس سے خدا کی پناہ۔

ممکن ہے کہ یہ دعا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ساری نمازوں خصوصاً تہجد کے بعد مانگتے ہوں، نماز پنج گانہ میں سنتوں سے فارغ ہو کر تاکہ یہ حدیث دیگر احادیث کے خلاف نہ ہو۔ (بیراۃ الناجح، ج ۲ ص ۱۸۹)

(1427) وَعَنْ مُعَاذٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَخَذَ بِيَدِي،
وَقَالَ: «يَا مُعَاذُ، وَاللَّهِ إِنِّي لَأُحِبُّكَ فَقَالَ: «أَوْصِيكَ
يَا مُعَاذُ لَا تَدْعُنِي فِي دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ تَقُولُ: اَللَّهُمَّ
أَعِزَّنِي عَلَى ذِكْرِكَ، وَشُكْرِكَ، وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ»
رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے ان کو ہاتھ سے پکڑا اور فرمایا: اے معاذ اللہ کی قسم میں تجھ سے محبت کرتا ہوں پھر فرمایا: اے معاذ! میں تجھ کو تائید کی حکم کرتا ہوں کہ تو ہر نماز کے بعد یہ کہنا ترک نہ کرنا۔ اے اللہ اپنے ذکر، شکر اور اچھی عبادت پر میری مدد فرما۔ اسے ابوداؤد نے اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد: باب فی الاستغفار، ج ۱ ص ۵۶۱ رقم: ۱۵۲۲ السنن الکبریٰ للنسائی، باب الحث علی قول رب اعنی علی ذکوک، ج ۱ ص ۳۲ رقم: ۹۱۳۴ السنن الصغریٰ للبیہقی، باب استعاذۃ العبد بمعبودہ علی حسن عبادتہ، ج ۱ ص ۹ رقم: ۱۸ المستدرک للحاکم، باب التأمین، ج ۱ ص ۳۰۴ رقم: ۱۰۱۰ المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمہ معاذ بن جبل الانصاری، ج ۱ ص ۶۰ رقم: ۱۱۸۶۴)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس سے معلوم ہوا کہ جس سے محبت ہو اسے خبر دے دے جیسا کہ بعض احادیث میں صراحتاً آیا ہے ورنہ حضور صلی اللہ

علیہ وسلم کسی کے دلی حالات اور محبت و عدوات سے بے خبر نہیں۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ احد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے ہم اس سے محبت کرتے ہیں جنہیں پتھر کے دل کا حال معلوم ہے کیا انہیں انسانوں کے دل کا حال معلوم نہ ہوگا۔ یہ دعا غالباً سلام سے پہلے نماز کے اندر مانگی جائے اسی لیے صاحب مشکوٰۃ اس باب میں یہ حدیث لائے۔

(مراۃ المناجیح، ج ۲ ص ۱۷۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی تشہد پڑھ لے تو اسے چاہیے کہ چار چیزوں سے اللہ کی پناہ پکڑے کہے اے اللہ! میں عذاب جہنم، عذاب قبر، زندگی اور موت کے فتنہ اور مسیح دجال کے فتنہ کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ (مسلم)

(1428) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "إِذَا تَشَهَّدَ أَحَدُكُمْ فَلْيَسْتَعِذْ بِاللَّهِ مِنْ أَرْبَعٍ، يَقُولُ: اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ، وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَسْحِيَّةِ وَالْمَسْحِيَّةِ، وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَالِ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب ما يستعاذ منه في الصلاة، ج ۲ ص ۹۲، رقم: ۱۲۵۲ السنن الكبرى للبيهقي: باب ما يستحب له ان لا يقصر عنه من الدعاء قبل السلام، ج ۲ ص ۱۵۲، رقم: ۲۹۹۴، مسند امام احمد بن حنبل: مسند ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ، ج ۲ ص ۳۷۷، رقم: ۱۰۱۸۳)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اور درود ابراہیمی پڑھ چکے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نماز نفل ہو یا فرض دعا اس کے آخری قعدے میں ہی مانگی جائے گی ہاں نفل میں دونوں درود ابراہیمی دونوں قعدوں میں پڑھے جائیں گے۔

خیال رہے کہ بڑا دجال تو ایک ہی ہے جو قریب قیامت ظاہر ہوگا اور عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں مارا جائے گا مگر چھوٹے دجال بہت ہیں جو ہر زمانے میں رہتے ہیں ہر گمراہ کن دجال ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۲ ص ۱۶۶)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو تشہد اور سلام کے درمیان میں کہتے۔ اے اللہ! میرے لیے بخش دے میرے اگلے، پچھلے اور وہ گناہ جنہیں میں نے چھپایا اور جنہیں میں نے ظاہر کیا اور جو میں نے حد سے تجاوز کیا اور جس کا مجھ سے زیادہ تجھے علم ہے، تو ہی آگے کرنے والا پیچھے ہٹانے والا ہے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ (مسلم)

(1429) وَعَنْ عَلِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ يَكُونُ مِنْ آخِرِ مَا يَقُولُ بَيْنَ التَّشَهُدِ وَالتَّسْلِيمِ: "اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ، وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ، وَمَا اَسْرَفْتُ، وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهِ مِنِّيْ، اَنْتَ الْمُقَدِّمُ، وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب الدعاء فی صلاة اللیل وقیامہ، ج ۲، ص ۱۸۵، رقم: ۱۹۸۸، السنن الصغریٰ للمسیبلی، باب التتبع الصلاة بعد العکبر، ج ۱، ص ۱۱۱، رقم: ۴۰۲، المنتقی لابن الجارود، باب صفة صلاة رسول الله، ص ۵۲، رقم: ۱۴۹، سنن ابوداؤد، باب ما یستفتح به الصلاة من الدعاء، ج ۱، ص ۱۴۴، رقم: ۴۱۰، سنن ترمذی، باب ما جاء فی الدعاء عند افتتاح الصلاة باللیل، ج ۱، ص ۸۱، رقم: ۳۲۱۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

سبحان اللہ ایہ انتہائی استغفار ہے جس میں ہر قسم کی غلطیوں سے معافی مانگی گئی ہے۔ یہ بھی ہماری تعلیم کے لیے ہے کہ ہم بہت سے گناہ ایسے بھی کر لیتے ہیں جو ہمیں یاد بھی نہیں رہتے یا اول ہی سے ہمارے علم میں نہیں ہوتے۔

کہ جب چاہے اپنے اطاعت کی توفیق دے کر فرشتوں سے آگے بڑھا دے اور جسے جب چاہے توفیق خیر نہ دے جس سے وہ بندہ شیطان سے بدتر ہو جائے، ایسے ہی جسے چاہے شاہ بنا کر سب سے آگے بڑھائے، جسے چاہے گدا کر کے پیچھے ہٹا دے۔

ہدایت عامہ و خاصہ ہدایت دینی و دنیوی تیری ہی طرف سے ہے جسے تو ہدایت نہ دے اس کی ہدایت کا راستہ ہی کوئی نہیں اگرچہ گمراہی کا بھی یہی حال ہے۔ لیکن بارگاہ الہی کا ادب یہ تھا کہ اس کی طرف ہدایت ہی منسوب کی جائے۔ خیال رہے کہ رب کی طرف سے بعض ہدایتیں جانوروں کو بھی ملی ہیں، بعض صرف انسانوں کو، بعض صرف مسلمانوں کو، بعض صرف اولیاء کو، بعض صرف انبیاء کو، بعض صرف حضور سید الانبیاء کو۔ ہدایت کی تعریف اور اقسام ہماری تفسیر نعیمی، سورۃ فاتحہ میں دیکھو۔

جسے تو پکڑے اسے کوئی چھڑا نہیں سکتا اور جسے تو عذاب دینا چاہے اسے کوئی بچا نہیں سکتا۔ خیال رہے کہ انبیاء و اولیاء کی پناہ یونہی مجرم کا حاکم کے پاس اور مریض کا طبیب کے پناہ لینے جانا حقیقت میں رب ہی کی پناہ ہے کہ یہ اس کے بندے ہیں اور اسی کے حکم سے ان کے پاس جاتے ہیں۔ رب فرماتا ہے: **ذَلُّوا أَنفُسَهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ الرَّحْمٰنَ**

(مراۃ المناجیح، ج ۲، ص ۴۲)

(1430) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا،
قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكثِرُ أَنْ
يَقُولَ فِي رُكُوعِهِ وَسُجُودِهِ: سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا
وَبِحَمْدِكَ، اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رکوع و سجود میں کثرت سے کہتے تھے
اے اللہ اے ہمارے رب! ہم تیری پاکی، تیری حمد کے
ساتھ ملا کر بیان کرتے ہیں۔ اے اللہ میری مغفرت
فرما۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب التسمیح والدعاء فی السجود، ج ۱، ص ۱۱۲، رقم: ۸۱۴، صحیح مسلم، باب ما یقال فی الرکوع والسجود، ج ۱، ص ۵۰، رقم: ۱۱۱۳، السنن الکبیریٰ للبیہقی، باب الذکر فی السجود، ج ۲، ص ۱۰۹، رقم: ۲۴۸۹، سنن ابوداؤد، باب فی

الدعاء في الركوع والسجود: ج ۱ ص ۳۲۴ رقم: ۸۴۴ مسند امام احمد بن حنبل: حديث السيدة عائشة رضي الله عنها: ج ۱ ص ۱۰۰ رقم: (۲۲۴۱۹)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی وفات شریف کے قریب جب یہ آیت کریمہ اتری فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْ لَهُ تُوَ آ پ نوافل خصوصاً تہجد کے رکوع سجدے میں یہ پڑھا کرتے تھے۔ ظاہر یہی ہے کہ یہ دعائیں نوافل میں تھیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فراتس مسجد میں پڑھاتے تھے۔ اس وقت عائشہ صدیقہ آپ سے بہت دور ہوتی تھیں، ہاں تہجد وغیرہ نوافل گھر میں پڑھتے تھے اس لیے آپ بخوبی یہ سب کچھ سن لیتی تھیں۔ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے لیے دعائے بخشش کرنا تعلیم امت کے لیے تھا یا اس لیے کہ استغفار بھی عبادت ہے اور بلندی درجات کا ذریعہ، ورنہ آپ گناہوں سے معصوم ہیں۔

(مراۃ المناجیح، ج ۲ ص ۹۷)

(1431) وَعَنْهَا: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ فِي رُكُوعِهِ وَسُجُودِهِ: "سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ" (پاک ہے تیری ذات، بہت زیادہ پاکیزہ اے فرشتوں اور جبریل کے رب)۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب ما یقال فی الركوع والسجود: ج ۲ ص ۵۱ رقم: ۱۱۱۱ السنن الکبیری للبیہقی: باب القول فی الركوع: ج ۲ ص ۸۷ رقم: ۲۶۶۲ سنن ابوداؤد: باب ما یقول الرجل فی رکوعه وسجوده: ج ۱ ص ۲۲۵ رقم: ۸۴۲ سنن النسائی الکبیری: باب الذکر فی الركوع: ج ۱ ص ۲۱۹ رقم: ۶۲۱ صحیح ابن حبان: باب صفة الصلاة: ج ۵ ص ۲۲۶ رقم: ۱۸۹۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ دونوں صیغے مبالغہ کے ہیں سُبُّوحٌ سے مراد ہے ذاتی عیوب سے پاک قُدُّوسٌ سے مراد ہے۔ صفاتی عیوب سے پاک، لہذا کلمے مقرر نہیں۔

اگرچہ اللہ تعالیٰ ساری مخلوق کا رب ہے مگر چونکہ فرشتے بے گناہ اور ہمیشہ عبادت کرنے والی مخلوق ہیں، نیز سب سے بڑی مخلوق فرشتے ہی ہیں اس لیے خصوصیت سے ان کا ذکر فرمایا۔ روح سے مراد یا جان ہے یا حضرت جبریل علیہ السلام جن کا لقب روح الامین ہے یا خاص فرشتوں کی جماعت یا وہ فرشتہ ہے جس کے ستر ہزار (۷۰۰۰۰) چہرے ہیں ہر چہرے میں ستر ہزار زبانیں اور ہر زبان میں ستر ہزار لغتوں سے خدا تعالیٰ کی حمد۔ مرقات نے فرمایا کہ انسان جنات کا دسواں حصہ ہیں اور جنات کروبی فرشتوں کا دسواں حصہ اور کروبی فرشتے باقی ملائکہ کا دسواں حصہ۔ (مراۃ المناجیح، ج ۲ ص ۹۸)

(1432) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "فَأَمَّا اللَّهُ" نے فرمایا: پس جب رکوع ہو تو اپنے رب عزوجل

الرُّكُوعُ فَعَظِّمُوا فِيهِ الرَّبَّ - عَزَّوَجَلَّ - وَأَمَّا
 الشُّجُودُ فَاجْتَهِدُوا فِي الدُّعَاءِ فَهَيِّئْ لِنَفْسِكَ أَنْ يُسْتَجَابَ
 لَكَمْ - رَوَاهُ مُسْلِمٌ -

کی تعظیم بیان کرو اور سجدہ میں کوشش اور مبالغہ کے ساتھ
 دعا کرو۔ توقع ہے کہ تمہاری دعا قبول ہوگی۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب الہی عن قرأۃ القرآن فی الركوع والسجود: ج ۲ ص ۳۸ رقم: ۱۱۱۲ السنن الکبریٰ
 للبیہقی: باب الہی عن قرأۃ القرآن فی الركوع والسجود: ج ۲ ص ۸۷ رقم: ۲۶۶۹ سنن ابوداؤد: باب فی الدعاء فی الركوع والسجود:
 ج ۱ ص ۲۲۶ رقم: ۸۶۱ سنن الدارمی: باب الہی عن القرأۃ فی الركوع والسجود: ج ۱ ص ۲۳۹ رقم: ۱۳۲۵ مسند امام احمد بن حنبل: مسند
 عبداللہ بن العباس: ج ۱ ص ۲۱۹ رقم: ۱۹۰۰)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی کہو سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ تاکہ عملاً اپنے عجز کا اظہار ہو اور قولاً رب کی عظمت کا اقرار۔

یعنی نفل نماز کے سجدوں میں صراحتاً دعائیں مانگو اور دیگر نمازوں کے سجدوں میں رب کی تسبیح و تحمید کرو کہ یہ بھی ضمنی دعا
 ہے، کریم کی تعریف بھی دعا ہوتی ہے۔ بعض بزرگوں کو دیکھا گیا کہ وہ سجدے میں گر کر دعائیں مانگتے ہیں ان کا ماخذ یہ
 حدیث ہے کیونکہ سجدے میں بندے کو رب سے انتہائی قرب ہوتا ہے، اس حالت کی دعا ان شاء اللہ ضرور قبول ہوگی۔

(مزاۃ المناجیح، ج ۲ ص ۹۹)

(1433) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ
 رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "أَقْرَبُ مَا
 يَكُونُ الْعَبْدُ مِنْ رَبِّهِ وَهُوَ سَاجِدٌ، فَأَكْثِرُوا
 الدُّعَاءَ" - رَوَاهُ مُسْلِمٌ -

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندہ اپنے رب کے زیادہ قریب تب
 ہوتا ہے جب وہ سجدہ میں ہوتا ہے۔ تو تم (حالت سجدہ
 میں) دعا زیادہ کیا کرو۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب ما یقال فی الركوع والسجود: ج ۲ ص ۳۹ رقم: ۱۱۱۱ السنن الکبریٰ للبیہقی: باب
 الاجتهاد فی الدعاء فی السجود رجاء الاجابة: ج ۲ ص ۱۱۰ رقم: ۲۷۹۳ سنن ابوداؤد: باب فی الدعاء فی الركوع والسجود: ج ۱ ص ۲۲۶ رقم:
 ۸۷۵ سنن النسائی الکبریٰ: باب ما اقرب ما یكون العبد من الله جل ثناؤه: ج ۱ ص ۲۳۲ رقم: ۲۳ مسند امام احمد: مسند ابی ہریرہ
 رضی اللہ عنہ: ج ۲ ص ۳۲۱ رقم: ۹۳۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی رب تو ہم سے ہر وقت قریب ہے ہم اس سے دور رہتے ہیں، البتہ سجدے کی حالت میں ہمیں اس سے خصوصی
 قرب نصیب ہوتا ہے لہذا اس قرب کو غنیمت سمجھ کر جو مانگ سکیں مانگ لیں۔ اس حدیث میں ان لوگوں کی دلیل ہے جو
 کہتے ہیں سجدہ قیام سے افضل ہے۔ خیال رہے کہ نوافل کے سجدوں میں ہمیشہ دعا مانگے، فرانس کے سجدوں میں کبھی
 کبھی بعض لوگ سجدے میں گر کر دعائیں مانگتے ہیں یعنی دعا کے لیے سجدہ کرتے ہیں ان کا ماخذ یہ حدیث ہے۔

(مزاۃ المناجیح، ج ۲ ص ۱۲۰)

(1434) وَعَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ فِي سُجُودِهِ: «اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي ذَنْبِي كُلَّهُ: دِقَّةً وَجِلَّةً، وَأَوْلَاهُ وَأَحْرَهُ، وَعَلَايَتَهُ وَبِرَّاهُ مُسْلِمًا.» رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

اور انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے سجود میں کہا کرتے تھے۔ اے اللہ! میرے تمام گناہ بخش دے۔ چھوٹے بڑے پہلے آخری ظاہری باطنی۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب ما یقال فی الركوع والسجود: ج ۲ ص ۵۰ رقم: ۱۱۱۲ السنن الکبریٰ للبیہقی: باب الاجتهاد فی الدعاء فی السجود رجاء الاجابة: ج ۲ ص ۱۱۰ رقم: ۲۴۹۳ المستدرک للحاکم: باب التامین: ج ۱ ص ۳۵۴ رقم: ۶۶۰ سنن ابوداؤد: باب فی الدعاء فی الركوع والسجود: ج ۱ ص ۳۲۴ رقم: ۸۴۸ صحیح ابن خزيمة: باب الدعاء فی السجود: ج ۱ ص ۳۳۵ رقم: ۶۵۲)

(نوٹ: رسول اللہ کی طرف نسبت ذنب ہو تو اس کے معنی میں دو احتمال صحیح موجود ہیں۔ 1- کہ رسول اللہ کے متعلقین کے ذنب (گناہ) مراد ہیں۔ مناسب شفاعت والا اپنے ساتھ کسی کو ملا لیتا ہے۔ پھر اس عزت کی وجہ سے معافی لے کر دیتا ہے۔ 2- بظاہر خلاف اولیٰ کام۔ 3- ذنب کا معنی ہے پیر و کار ہے یہ احتمال بھی لغت کے اعتبار سے موجود ہے۔ (واللہ اعلم) عصمت انبیاء تحقیقی موقف میں بات ہے۔ بلا شک و شبہ کل انبیاء معصوم ہیں۔ مترجم)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ دعا تہجد یا کسی اور نفل کے سجدے میں تھی یا کبھی کبھی فرائض کے سجدے میں بیان جواز کے لیے۔ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعائیں امت کی تعلیم کے لیے ہیں ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم گناہ تو کیا گناہ کے ارادے سے بھی محفوظ ہیں۔ (میزان الناجح، ج ۲ ص ۱۱۸)

انگلوں اور پچھلوں کے گناہ معاف

جب نبی کریم، رؤوف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مجاہدات، کثرت گریہ اور خوف و تضرع کے بارے میں پوچھا جاتا: یا رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! کیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایسا کر رہے ہیں؟ حالانکہ اللہ عزوجل نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سبب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے انگلوں اور پچھلوں کے گناہ معاف فرمادیئے ہیں؟ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے: کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ (صحیح البخاری، کتاب التہجد، باب قیام النبی اللیل، الحدیث: ۱۱۳ ص ۸۸)

(1435) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: افْتَقَدْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ذَاتَ لَيْلَةٍ، فَتَحَسَّسْتُ، فَإِذَا هُوَ رَاكِعٌ - أَوْ سَاجِدٌ - يَقُولُ: «سُبْحَانَكَ وَيَمْحُودُكَ، لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ وَفِي

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ ایک رات میں نے رسول اللہ ﷺ کو گم پایا تو میں نے آپ کو تلاش کیا۔ اچانک آپ رکوع یا سجود کی کیفیت میں یہ کہہ رہے تھے۔ سُبْحَانَكَ وَيَمْحُودُكَ، لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ وَفِي

رَوَايَةٌ: فَوَقَعَتْ يَدَايَ عَلَى بَطْنِ قَدَمَيْهِ، وَهُوَ فِي
الْمَسْجِدِ وَهُمَا مَنْصُوبَتَانِ، وَهُوَ يَقُولُ: "اللَّهُمَّ إِنِّي
أَعُوذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ، وَبِمَعَاذِكَ مِنْ
عُقُوبَتِكَ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْكَ، لَا أُحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ
أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلَى نَفْسِكَ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(پاک ہے تیری ذات تیری تد ہے تیرے سوا کوئی محبوب
نہیں) ایک روایت میں ہے کہ تلاش کرتے کرتے میرا
ہاتھ آپ علیہ السلام کے قدموں کے تلوؤں کو لگا آپ
سجدہ میں تھے اور آپ کے دونوں قدم کھڑے ہوئے
تھے۔ آپ فرما رہے تھے اے اللہ! میں تیری رضا کے
ساتھ تیری ناراضگی اور تیری معافی کے ساتھ تیری سزا
سے اور میں تجھ سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ میں تیری
تعریف کا احاطہ نہیں کر سکتا تو ویسے ہی سے جیسا تو نے خود
اپنی تعریف بیان کی ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب ما یقال فی الركوع والسجود، ج ۲، ص ۵۱، رقم: ۱۱۱۸، مصنف عبدالرزاق، باب القول فی
الركوع، ج ۲، ص ۱۵۴، رقم: ۲۸۸۲، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب ما جاء فی المملوس، ج ۱، ص ۱۲۴، رقم: ۶۲۶، مؤطا امام مالک، باب ما جاء فی
الدعاء، ج ۱، ص ۲۱۳، رقم: ۴۱۹، سنن ابوداؤد، باب فی الدعاء فی الركوع والسجود، ج ۱، ص ۳۲۴، رقم: ۸۴۹)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی میرے ہاں قیام کی باری تھی، رات اندھیری تھی گھر میں چراغ نہ تھا، میری آنکھ کھلی تو مجھے آپ کا بستر شریف خالی
محسوس ہوا تو میں گھبرا گئی کہ مجھے اطلاع دیئے بغیر کہاں تشریف لے گئے۔

یعنی سجدے میں گر کر دعائیں مانگ رہے تھے، مسجد نبوی چونکہ حضرت عائشہ کے حجرے سے بالکل ملی ہوئی تھی، اسی
طرف دروازہ تھا اس لیے آپ کا ہاتھ اپنے بستر پر بیٹھے بیٹھے۔ جد میں پہنچ گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ عورت کو چھونا وضو نہیں
توڑتا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز تہجد کے سجدے میں ہیں اور بغیر آڑ کے ام المؤمنین کا ہاتھ آپ کے تلوؤں شریف کو
لگا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز نہ چھوڑی، نہ وضو دوبارہ کیا۔ ان انگلیوں کے قربان جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تلوؤں
سے لگیں، نصیب والے لگا کر چلے گئے۔ شعر

جو ہم بھی واں ہوتے خاک گلشن لپٹ کے قدموں سے لیتے اترن

مگر کیا کریں نصیب میں تو یہ نامرادی کے دن لکھے تھے

یعنی اگر تو عتاب فرمائے تو تیرے ہی کرم میں پناہ مل سکتی ہے اور کہیں بلا تشبیہ یوں سمجھو کہ جب بچے کو ماں مارتی ہے

اور پرٹے کرتی ہے تو بچہ ماں ہی سے لپٹتا ہے کیونکہ اس کی آخری پناہ وہی ہے۔ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ

میں آنا اس حدیث کے خلاف نہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آستانہ رب کا آستانہ ہے، خود فرماتے ہیں أَنَا فِئَةُ

الْمُسْلِمِينَ میں مسلمانوں کی پناہ ہوں، رب فرماتا ہے: جَاءَؤُكَ الرَّحْمَٰنُ (بِرِزَاةِ الْمَنَاجِحِ، ج ۲، ص ۱۱۹)

(1436) وَعَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَاصٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: «أَيَعْجِزُ أَحَدُكُمْ أَنْ يَكْسِبَ فِي كُلِّ يَوْمٍ أَلْفَ حَسَنَةٍ! فَسَأَلَهُ سَائِلٌ مِنْ جُلَسَائِهِ: كَيْفَ يَكْسِبُ أَلْفَ حَسَنَةٍ؟ قَالَ: «يُسَبِّحُ مِئَةَ تَسْبِيحَةٍ فَيُكْتَبُ لَهُ أَلْفُ حَسَنَةٍ، أَوْ يُحِطُّ عَنْهُ أَلْفُ خَطِيئَةٍ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھے۔ آپ نے فرمایا: کیا تم میں سے کوئی اس عادت سے عاجز ہے کہ ہر روز ایک ہزار نیکی کمائے حاضرین مجلس میں سے ایک نے عرض کی: (یا رسول اللہ!) کس طرح ایک ہزار نیکی کمائے؟ تو آپ نے فرمایا: جو سو بار تسبیح کہے اس کے لیے ایک ہزار نیکی لکھی جائے گی۔ یا اس سے ایک ہزار گناہ مٹا دیئے جائیں گے۔ (مسلم)

قَالَ الْحَمِيدِيُّ: كَذَا هُوَ فِي كِتَابِ مُسْلِمٍ: «أَوْ يُحِطُّ قَالَ الْبَرْقَانِيُّ: وَرَوَاهُ شُعْبَةُ وَأَبُو عَوَانَةَ، وَيَحْيَى الْقَطَّانُ، عَنْ مُوسَى الذَّبَّابِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ مِنْ جِهَتِهِ فَقَالُوا: «وَيُحِطُّ بِغَيْرِ أَلْفٍ».

حمیدی نے کہا مسلم میں اسی طرح ہے ”أَوْ يُحِطُّ“ کے الفاظ یعنی یا مٹا دیئے جائیں گے۔ برقانی کہتے ہیں کہ اسے شعبہ اور ابو عوانہ اور یحییٰ قطان نے موسیٰ سے روایت کیا جیسا کہ مسلم نے اپنے طریقے سے روایت کیا۔ الف کے بغیر اور وَ يُحِطُّ پڑھا۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب فضل التهلیل والتسبیح والدعاء: ج ۸ ص ۴۱، رقم: ۴۰۲۴، سنن ترمذی: باب ما جاء فی فضل التسبیح والتکبیر والتهلیل والتعمید: ج ۵ ص ۵۱۰، رقم: ۲۲۱۳، مسند امام احمد بن حنبل: مسند سعد بن ابی وقاص: ج ۱ ص ۱۸۵، رقم: ۱۱۱۴، مسند ابی یعلیٰ: مسند سعد بن ابی وقاص: ج ۲ ص ۱۴۲، رقم: ۸۲۹، مسند عبد بن حمید: مسند سعد بن ابی وقاص: ص ۴۹، رقم: ۱۳۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی مسلسل روزانہ ایک ہزار نیکیاں کرتے رہنا طاقت انسانی سے باہر ہے، یہ عام انسانوں کا حال ہے ورنہ بعض مخصوص بندے تو ہر سانس میں نیکی کرتے ہیں۔

ظاہر یہ ہے کہ یہاں اَوْ بِمَعْنَى وَادَّعَى یعنی سو بار سبحان اللہ پڑھ لینے سے پڑھنے والوں کو ہزار نیکیاں بھی ملیں گی اور اس سے ہزار گناہ بھی معاف ہوں گے اور اگر اَوْ اپنے ہی معنی میں ہو تو مطلب یہ ہے کہ یہ رب تعالیٰ کے کرم پر موقوف ہے چاہے تو اسے ہزار نیکیاں دے چاہے اس کے ہزار گناہ معاف کر دے۔ خطیئتہ سے معلوم ہوا کہ گناہ صغیرہ معاف ہوں گے حقوق العباد اور گناہ کبیرہ کی معافی اس سے نہ ہوگی۔

یعنی مسلم شریف میں حضرت موسیٰ رضی اللہ عنہ جہتی سے بہت سی روایات منقول ہیں ان سب میں اَوْ ہے، یہ موسیٰ رضی اللہ عنہ جہنی ابن عبد اللہ ہیں، قبیلہ جہنیہ سے ہیں، کوئی ہیں، انہوں نے حضرت مجاہد مصعب ابن سعد سے روایات لیں اور ان سے شعبہ، یحییٰ ابن

سعید قطان نے احادیث نقل کیں۔

آپ ابو بکر احمد ابن محمد خوارزمی برقانی ہیں، برقان خوارزم کی ایک بستی کا نام ہے۔

یعنی ان روایات میں او نہیں بلکہ واؤ ہے یعنی اس کو ہزار نیکیاں بھی ملتی ہیں اور اس کے ہزار گناہ بھی معاف ہوتے ہیں لیکن اگر پہلی روایت میں او بمعنی واؤ ہو یا یہاں واؤ تنویج یعنی بیان نوعیت کے لیے ہو تو دونوں روایتوں میں کوئی فرق نہیں اور ہو سکتا ہے کہ پہلی روایت میں رب تعالیٰ کے قانون کا ذکر ہو اور اس روایت میں اس کے فضل و کرم کا رب تعالیٰ فرماتا ہے: مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ امْثَالِهَا۔ دوسرے مقام پر فرماتا ہے: وَاللَّهُ يُضِعُّ لِمَنْ يُشَاءُ۔

(مراۃ المناجیح، ج ۳ ص ۵۲۳)

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے ہر ایک کے ہر جوڑ (کی سلامتی) پر صدقہ ہے پس ہر تسبیح صدقہ ہے اور ہر تحمید صدقہ ہے اور ہر تہلیل یعنی لا الہ الا اللہ کہنا صدقہ ہے اور ہر تکبیر صدقہ ہے اور نیکی کا حکم دینا صدقہ ہے اور برائی سے روکنا صدقہ ہے اور چاشت کے وقت دو رکعت پڑھ لینا اس سب سے کفایت کرتا ہے۔ (مسلم)

(1437) وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ

رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "يُصْبِحُ عَلَى كُلِّ سُلَامَى مِنْ أَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ: فَكُلُّ تَسْبِيحَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ تَحْمِيدَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ تَهْلِيلَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ تَكْبِيرَةٍ صَدَقَةٌ، وَإِمْرٌ بِالْمَعْرُوفِ صَدَقَةٌ، وَنَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ، وَيَجْزِي مِنْ ذَلِكَ رَكْعَتَانِ يَزِيدُهُمَا مِنَ الضُّحَى رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔"

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب صلاة الضحیٰ وان اقلها رکعتان واکملها فثمان رکعات ج ۱ ص ۴۵۸ رقم: ۱۴۰۳ مسند امام احمد مسند ابی ذر ج ۵ ص ۱۶۴ رقم: ۲۱۵۱۲ مسند ابو عوانہ بیان ثواب صلاة الضحیٰ ج ۲ ص ۹ رقم: ۲۱۲۱ معجم لابن عساکر ص ۱۱ رقم: ۱۰۴۶ اطراف المسند البعلی من اسمہ ابو الاسود الدائلی ج ۲ ص ۴۸ رقم: ۸۱۰۵)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی ان سب میں صدقہ نفل کا ثواب ہے اور یہ بدن کے جوڑوں کی سلامتی کا شکر یہ بھی ہے لہذا اگر کوئی انسان روزانہ تین سو ساٹھ نفلی نیکیاں کرے تو محض جوڑوں کا شکر یہ ادا کرے گا باقی نعمتیں بہت دور ہیں۔

اس فرمان عالی شان سے معلوم ہوا کہ جو کوئی سُبْحَانَ اللَّهِ يَا اللَّهُ أَكْبَرُ يَا أَلْحَمْدُ لِلَّهِ يَا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کسی طرح بھی کہے

صدقہ نفل کا ثواب پائے گا خواہ ذکر اللہ کی نیت سے کہے یا کسی حاجت کی لیے بطور وظیفہ یہ الفاظ پڑھے یا عجیب بات سن کر سبحان اللہ وغیرہ کہے یا خوشخبری پا کر الحمد للہ پڑھے۔ بہر حال ثواب ملے گا کیونکہ اللہ کا نام لینا بہر حال عبادت ہے، اگر کوئی شخص ٹھنڈک کے لیے اعضائے وضو دھوئے تب بھی وضو ہو جائے گا کہ اس سے نماز جائز ہوگی، اللہ کا نام زبان کا وضو

چوں بیاید نام پاکش در وہاں

نے پلیدی ماندونے آں وہاں

یعنی ہر تبلیغ میں خیرات کا ثواب ہے بلکہ اس کا ثواب پہلے ثوابوں سے زیادہ کہ اس میں ذکر اللہ بھی ہے اور لوگوں کو فیض پہنچانا بھی۔ قلمی تبلیغ صدقہ جاریہ ہے کہ جب تک لوگ اس کی کتاب سے دینی فائدہ اٹھائیں گے تب تک اسے ثواب ملتا رہے گا، یہ ایک کلمہ بہت جامع ہے۔

یہاں چاشت سے مراد اشراق ہی ہے، اس نماز کے بڑے فضائل ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ نماز فجر پڑھ کر مصلے پر ہی بیٹھا رہے، تلاوت یا ذکر خیر ہی کرتا رہے، یہ رکعتیں پڑھ کر مسجد سے نکلے ان شاء اللہ عمرہ کا ثواب پائے گا۔

(بزاز الناجح، ج ۲ ص ۵۴۵)

(1438) وَعَنْ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ جُوَيْرِيَةَ بِنْتِ

الْحَارِثِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ مِنْ عِنْدِهَا بُكْرَةً حِينَ صَلَّى الصُّبْحَ وَهِيَ فِي مَسْجِدِهَا، ثُمَّ رَجَعَ بَعْدَ أَنْ أَصْحَى وَهِيَ جَالِسَةٌ، فَقَالَ: "مَا زِلْتُ عَلَى الْحَالِ الَّتِي فَارَقْتُكَ عَلَيْهَا، قَالَتْ: نَعَمْ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَقَدْ قُلْتُ بَعْدَكَ أَرْبَعَ كَلِمَاتٍ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، لَوْ وَرِثَتْ بِمَا قُلْتُ مِنْذُ الْيَوْمِ لَوَزَنَتْهُنَّ: سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ عَدَدَ خَلْقِهِ، وَرِضَا نَفْسِهِ، وَزِنَةَ عَرْشِهِ، وَمِدَادَ كَلِمَاتِهِ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

أم المؤمنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان کے پاس سے صبح سویرے صبح کی نماز کے وقت باہر تشریف لائے اور یہ اپنی سجدہ گاہ میں تھیں۔ پھر چاشت کے وقت آپ واپس آئے تو وہ بیٹھی ہوئی تھیں آپ نے فرمایا: اسی طرح بیٹھی ہے جس طرح میں تمہیں چھوڑ کر گیا تھا۔ عرض کی جی ہاں! تو رسول اللہ نے فرمایا: میں نے تیرے پاس سے جانے کے بعد چار کلمات تین بار کہے ہیں۔ اگر ان کا وزن اسی سے کیا جائے جو تم پڑھتی ہو تو وہ وزن میں اس سے زیادہ ہو جائے "سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ عَدَدَ خَلْقِهِ، وَرِضَا نَفْسِهِ، وَزِنَةَ عَرْشِهِ، وَمِدَادَ كَلِمَاتِهِ" ہم اللہ کی تسبیح اس کی حمد سے ملا کر کرتے ہیں۔ اس کی مخلوق کی تعداد کے برابر ہے اور اس کی رضا مندی کے مطابق اس کے عرش کے وزن کے موافق اس کے کلمات کی سیابی کے برابر۔ (مسلم)

وَفِي رِوَايَةٍ لَهُ: "سُبْحَانَ اللَّهِ عَدَدَ خَلْقِهِ، سُبْحَانَ

اللَّهِ رِضَا نَفْسِهِ، سُبْحَانَ اللَّهِ زِنَةَ عَرْشِهِ، سُبْحَانَ اللَّهِ

مِدَادَ كَلِمَاتِهِ".

سالم کی ایک اور روایت میں ہے۔ سُبْحَانَ اللَّهِ رِضَا نَفْسِهِ، سُبْحَانَ اللَّهِ زِنَةَ عَرْشِهِ، سُبْحَانَ اللَّهِ مِدَادَ كَلِمَاتِهِ۔

وَفِي رِوَايَةٍ الرَّزْمِيُّ: "أَلَا أَعْلَمُكَ كَلِمَاتٍ
تَقُولِينَهَا؛ سُبْحَانَ اللَّهِ عَدَدَ خَلْقِهِ، سُبْحَانَ اللَّهِ عَدَدَ
خَلْقِهِ، سُبْحَانَ اللَّهِ عَدَدَ خَلْقِهِ، سُبْحَانَ اللَّهِ رِضَا
نَفْسِهِ، سُبْحَانَ اللَّهِ رِضَا نَفْسِهِ، سُبْحَانَ اللَّهِ رِضَا
نَفْسِهِ، سُبْحَانَ اللَّهِ زِينَةَ عَرْشِهِ، سُبْحَانَ اللَّهِ زِينَةَ
عَرْشِهِ، سُبْحَانَ اللَّهِ زِينَةَ عَرْشِهِ، سُبْحَانَ اللَّهِ مِدَادَ
كَلِمَاتِهِ، سُبْحَانَ اللَّهِ مِدَادَ كَلِمَاتِهِ، سُبْحَانَ اللَّهِ مِدَادَ
كَلِمَاتِهِ"

اور ترمذی کی ایک روایت میں ہے کیا میں تجھے یہ
کلمات نہ سکھاؤں جو تو کہے: سُبْحَانَ اللَّهِ عَدَدَ خَلْقِهِ،
سُبْحَانَ اللَّهِ عَدَدَ خَلْقِهِ، سُبْحَانَ اللَّهِ عَدَدَ خَلْقِهِ،
سُبْحَانَ اللَّهِ رِضَا نَفْسِهِ، سُبْحَانَ اللَّهِ رِضَا نَفْسِهِ،
سُبْحَانَ اللَّهِ رِضَا نَفْسِهِ، سُبْحَانَ اللَّهِ زِينَةَ عَرْشِهِ،
سُبْحَانَ اللَّهِ زِينَةَ عَرْشِهِ، سُبْحَانَ اللَّهِ زِينَةَ عَرْشِهِ،
سُبْحَانَ اللَّهِ مِدَادَ كَلِمَاتِهِ، سُبْحَانَ اللَّهِ مِدَادَ
كَلِمَاتِهِ، سُبْحَانَ اللَّهِ مِدَادَ كَلِمَاتِهِ۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب التسبیح اول النهار وعند النوم، ج ۸ ص ۸۲، رقم: ۶۰۸۸، الادب المفرد للبخاری، باب
من ذکر عنده النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلم یصل علیہ، ص ۲۲۵، رقم: ۲۴، سنن ابو داؤد، باب التسبیح بالخصی، ج ۱ ص ۵۶، رقم:
۱۵۰۵، مسند الحمیدی، احادیث بن عباس رضی اللہ عنہ، ج ۱ ص ۲۳۲، رقم: ۲۱۱، الاحادیث المثالی، احادیث جویریہ بنت الحارث
ج ۵ ص ۲۲۸، رقم: ۲۱۰۸)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

حضرت جویریہ بنت حارث حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ ہیں، مسلمانوں کی والدہ، آپ کا نام برہ تھا نبی
کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدل کر جویریہ رکھا، آپ ۵۵ھ میں غزوہ مریسہ میں گرفتار ہو کر حضرت ثابت بن قیس کے
حصہ میں آئیں انہوں نے آپ کو مکاتب کر دیا، ان کا بدل کتابت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا کیا اور انہیں آزاد کر کے
ان سے نکاح کیا، ۶۵ سال عمر شریف ہوئی، ربیع الاول ۵۶ھ میں وفات پائی رضی اللہ عنہا۔

یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بعد نماز فجر آپ کے دولت خانہ سے باہر تشریف لے گئے اسوقت آپ اپنے مصلے پر
بیٹھی ہوئی ذکر اللہ اور وظیفہ پڑھ رہی تھیں، مسجد سے مراد مصلے ہے یعنی سجدہ گاہ یا وہ جگہ جو گھر میں نماز کے لیے خاص کر لی
جائے۔

یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نماز چاشت کے وقت (دوپہر کو) آپ کے پاس واپس آئے تو انہیں اسی مصلے پر اسی
طرح بیٹھے دیکھا، اللہ اکبر یہ ہے ازواج پاک کا شوق عبادت۔ خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی نیکیاں
ظاہر کرنا ریاضی نہیں بلکہ ذریعہ قبولیت ہے، اسی طرح حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے گناہ عرض کرنا پردہ درہی نہیں بلکہ
معافی کا ذریعہ ہے۔

یعنی ہم نے تمہارے پاس سے جانے کے بعد یہ وظیفہ پڑھ لیا جو عمل میں بہت ہلکا اور آسان ہے۔ یعنی اگر کل قیامت
میں رب تعالیٰ میزان کے ایک پلے میں تمہارا آج کا سارے دن کا یہ وظیفہ رکھے اور دوسرے پلے میں ہمارے یہ کلمات

رکھے تو ثواب میں یہ کلمات بڑھ جائیں گے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ میں رب تعالیٰ کی ایسی تسبیح کرتا ہوں جو تمام مخلوق کے برابر ہو، اس کی رضاء کا باعث ہو، اس کے عرش کی زینت ہو اور کلمات الہیہ کی جو روشنائی ہے اس کے برابر ہو۔ ان جامع الفاظ میں ساری چیزیں آگئیں کوئی چیز باقی نہ رہی لہذا ایسا جامع وظیفہ ہے اس لیے اس کا اجر بھی زیادہ ہے۔ (مزاۃ المناجیح، ج ۳ ص ۵۲۵)

(1439) وَعَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَثَلُ الَّذِي يَذْكُرُ رَبَّهُ وَالَّذِي لَا يَذْكُرُهُ مَثَلُ الْحَيِّ وَالْمَيِّتِ". رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. وَرَوَاهُ مُسْلِمٌ فَقَالَ: "مَثَلُ الْبَيْتِ الَّذِي يُذَكَّرُ اللَّهُ فِيهِ، وَالْبَيْتِ الَّذِي لَا يُذَكَّرُ اللَّهُ فِيهِ، مَثَلُ الْحَيِّ وَالْمَيِّتِ".

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس شخص کی مثال جو اپنے رب کو ذکر کرتا ہے اور جو ذکر نہیں کرتا، زندہ اور مردہ کی طرح ہے۔ (بخاری) مسلم کی روایت یوں ہے: آپ نے فرمایا کہ "اس گھر کی مثال جس میں اللہ کا ذکر ہوتا ہے اور جس میں اللہ کا ذکر نہیں ہوتا، زندہ اور مردہ کی طرح ہے۔"

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل ذکر اللہ تعالیٰ، ج ۸ ص ۸۶، رقم: ۶۲۰۷، صحیح مسلم، باب استحباب صلاة النافلة فی بیتہ وجوارھا فی المسجد، ج ۲ ص ۱۸۸، رقم: ۸۵۹، مسند ابی یعلیٰ، حدیث ابی موسیٰ الاشعری، ج ۶ ص ۲۶۲، رقم: ۴۲۰۶، مسند الرویانی، باب ما روی ابو بردة بن ابی موسیٰ عن ابیہ، ص ۲۱۱، رقم: ۵۸، صحیح ابن حبان، باب الاذکار، ج ۳ ص ۱۲۵، رقم: ۸۵۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی جیسے زندہ کا جسم روح سے آباد ہے مردہ کا غیر آباد، ایسے ہی ذاکر کا دل ذکر سے آباد ہے غافل کا دل ویران یا جیسے شہروں کی آبادی زندوں سے ہے مردوں سے نہیں ایسے ہی آخرت کی آبادی ذاکرین سے ہے غافلین سے نہیں، یا جیسے زندہ دوسروں کو نفع و نقصان پہنچا سکتا ہے مردہ نہیں، ایسے اللہ کے ذاکر سے نفع و نقصان خلق حاصل کرتی ہے غافل سے نہیں یا جیسے مردے کو کوئی دوا یا غذا مفید نہیں ایسے ہی غافل کو کوئی عمل وغیرہ مفید نہیں اللہ کا ذکر کرو پھر دوسرے اعمال، ذاکر مر کر بھی جیتا ہے غافل زندہ رہ کر بھی مردہ ہے۔ مرقات نے فرمایا کہ اس میں اشارۃ ارشاد ہوا کہ حتی لایموت کا ذکر ذاکر کو حیات غیر فانیہ بخش دیتا ہے۔ اولیاء اللہ مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں چلے جاتے ہیں۔ (مرقاۃ)

مسلم شریف میں ہے کہ جو گھر اللہ کے ذکر سے آباد ہو وہ زندہ ہے اور جو گھر اس کے ذکر سے خالی ہو وہ مردہ ہے گھر سے مراد مؤمن کا دل ہے کہ وہ اللہ کا گھر ہے مبارک ہے وہ جو اس گھر کو آباد رکھے منحوس ہے وہ جو اسے ویران کر دے۔ شعر آباد وہ ہی دل ہے جس میں تمہاری یاد ہے جو یاد سے غافل ہو اور ویران ہے برباد ہے

(مزاۃ المناجیح، ج ۳ ص ۳۸۷)

(1440) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "يَقُولُ اللَّهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں اپنے بندے

تَعَالَى: اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي، وَاَنَا مَعَهُ إِذَا ذَكَرَنِي،
فَإِنْ ذَكَرَنِي فِي نَفْسِهِ، ذَكَرْتُهُ فِي نَفْسِي، وَإِنْ ذَكَرَنِي
فِي مَلَأٍ ذَكَرْتُهُ فِي مَلَأٍ خَيْرٍ مِنْهُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

کے گمان کے مطابق اس کے پاس ہوتا ہوں۔ جب وہ
میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ پس اگر
وہ اپنے دل میں میرا ذکر کرے تو میں بھی اپنے دل میں
اس کا ذکر کرتا ہوں اور اگر وہ جماعت میں میرا ذکر
کرے تو میں اس سے بہتر جماعت میں اس کا ذکر کرتا
ہوں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب قول اللہ تعالیٰ "وَيُحَدِّثُكُمْ اللَّهُ نَفْسَهُ" ج ۱ ص ۱۲۱، رقم: ۴۰۰۵، صحیح مسلم، باب الحدیث
علی ذکر اللہ تعالیٰ، ج ۸ ص ۶۲، رقم: ۶۱۸۱، مسند البزار، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، ج ۲ ص ۴۴، رقم: ۸۹۰۹، الابانۃ الکیبزی لابن بطة،
باب جامع من احادیث الصفات رواها الائمة، ج ۳ ص ۲۸۲، رقم: ۲۲۳۱، سنن ابن ماجہ، باب فضل العبد، ج ۲ ص ۱۲۵۵، رقم: ۲۸۲۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہاں عبد سے مراد بندہ مؤمن ہے اور ظن بمعنی یقین بھی آتا ہے جیسے یظنون انہم ملثقوا ربہم اور بمعنی گمان نیک بھی
جیسے ظن المؤمنون و المؤمنات بانفسہم خیرا اور بمعنی بدگمانی بھی جیسے ان بعض الظن انہم یہاں دونوں معنی درست
ہیں یعنی بندہ میرے متعلق جیسا یقین رکھے گا میں ویسا ہی معاملہ اس سے کروں گا یا بندہ میرے متعلق جیسا گمان کرے گا
میں ویسا ہی کروں گا مطلب یہ ہے کہ اگر بندہ قبولیت کی امید یا یقین پر دعا و عبادت کرے گا تو میں اس کی دعا و عبادت ضرور
قبول کروں گا اور اگر رد کا یقین یا گمان کرے گا تو رد ہی کروں گا۔ مقصد یہ ہے کہ اعمال بھی کرو اور قبول کی امید بھی رکھو عمل نہ
کر کے بخشش کی امید رکھنا ظن نہیں بلکہ نفس کا دھوکا وغرور ہے ظن وغرور میں فرق چاہیے جو ہو کر گندم کاٹنے کی امید، ٹھنڈا لوہا
کا ٹنا بے کار ہے۔ مولانا فرماتے ہیں۔ شعر

از مکافات عمل غافل مشو

گندم از گندم بروید جو جو

بعض لوگ امید دھوکے میں فرق نہیں کرتے وہ اس حدیث سے دھوکا کھاتے ہیں، حدیث واضح ہے۔

رحمت و کرم، توفیق و مہربانی خیال رہے کہ بندہ رب سے ذکر اللہ کرتے وقت بہت قریب ہوتا ہے، جو ہر وقت ذکر
کرے وہ ہر وقت رب سے قریب ہے۔

بہتر مجمع سے مراد ارواح انبیاء و اولیاء ہیں لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں اور ہو سکتا ہے اس مجمع سے مراد مقرب
فرشتوں کا مجمع ہو چونکہ بعض لحاظ سے فرشتے انسان سے افضل ہیں کہ ہم انسان نیک و بد ہر طرح کے کام کر لیتے ہیں، فرشتے
صرف نیک کام ہی کرتے ہیں اسی لیے انہیں خیرا منہم کہا گیا، لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ انسان فرشتے سے افضل
ہے پھر یہاں فرشتوں کو انسان سے افضل کیوں فرمایا گیا۔

مسئلہ: ماہیت انسان ماہیت فرشتہ سے افضل ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ لَمَّا خَلَقْنَا مِنْ لَدُنْهِ لِيُخْبِتُوا لَهَا لَئِنْ لَمْ يَنْصَرِفُوا عَلَيْهَا لَنَعْلَجَنَّهَا لَكُم مِّنْ سَمَكٍ مِّنَ الْبَحْرِ مَبْشُورًا لَّحَدِيثِ

اشرف المخلوقات کہا جاتا ہے رہے افراد اس میں تفصیل یہ ہے کہ خاص انسان جیسے انبیاء و اولیاء خاص و عام تمام فرشتوں سے افضل ہیں مگر عام مسلمان سے خاص فرشتے افضل، رہے کفار وہ تو گدھے کتے سے بھی بدتر ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے: **أُولَئِكَ هُم شَرُّ الْبَرِيَّةِ**۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ذکر بالجہر افضل ہے کہ آہستہ ذکر کرنے والوں کا ذکر وہاں بھی خفیہ ہی ہوتا ہے اور مجمع لگا کر اونچا ذکر کرنے والوں کا وہاں بھی علانیہ ذکر ہی ہوتا ہے جیسے فرشتے و انبیاء و اولیاء سنتے ہیں ذکر بالجہر والوں کی یہ حدیث قوی دلیل ہے۔ (بزّاء الساج، ج ۳ ص ۳۸۸)

انہی سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مفردون (بے مثل، تنہائی والے) سبقت لے گئے۔ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مفردون کون ہے؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ کا بہت زیادہ ذکر کرنے والے مرد اور عورتیں۔ (مسلم) مفردون راء کی شد کے ساتھ اور بغیر شد کے دونوں طرح روایت ہے لیکن مشہور اور صحیح راء کی شد کے ساتھ ہے۔

(1441) وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «سَبَقَ الْمُفْرِدُونَ قَالُوا: وَمَا الْمُفْرِدُونَ؟ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ: «الَّذَاكِرُونَ اللَّهَ كَثِيرًا وَالذَّاكِرَاتِ»۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَرَوَى: «الْمُفْرِدُونَ بِتَشْدِيدِ الرَّاءِ وَتَخْفِيفِهَا وَالْمَشْهُورُ الَّذِي قَالَهُ الْجَهْمُورُ: التَّشْدِيدُ»۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب الحدیث علی ذکر اللہ تعالیٰ، ج ۸ ص ۶۲، رقم: ۶۹۸۳ المعجم الاوسط للطبرانی، باب من اسمه ابراہیم، ج ۳ ص ۱۵۵، رقم: ۲۶۶۳، جامع الاصول لابن اثیر، حرف الدال، کتاب الاوّل فی الذکر، ج ۳ ص ۳۶۵، رقم: ۲۵۶۳ سنن ترمذی، باب فی العفو والعافیة، ج ۵ ص ۵۷، رقم: ۲۵۱۱، مسند امام احمد، مسند ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ، ج ۲ ص ۳۱۱، رقم: ۱۲۲۱) شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ پہاڑ مدینہ منورہ کے قریب ہے مکہ معظمہ کے راستے پر یہاں سے مدینہ منورہ پیدل ایک رات کے فاصلے پر ہے، طبرانی نے حضرت ابن مسعود سے روایت کیا کہ ایک دوسرے کو نام بنام پکار کر پوچھتے ہیں کہ کیا تجھ پر کوئی اللہ کا ذکر گزرا، اگر کوئی پہاڑ کہتا ہے کہ ہاں مجھ پر گزرا تو سب کہتے ہیں مبارک ہو عوارف المعارف میں حضرت انس سے روایت ہے کہ روزانہ صبح و شام زمین کے بعض حصے بعض سے پوچھتے ہیں کہ کیا تجھ پر کوئی بندہ ایسا گزرا یا بیٹھا جو اللہ کا ذکر کر رہا ہو، اگر کوئی طبقہ کہتا ہے کہ ہاں مجھ پر گزرا ہے تو دوسرے طبقے کہتے ہیں تو ہم سب سے افضل ہے۔ مرقات اے جماعت صحابہ یہ حمد ان پہاڑ ہے یہاں اللہ کا ذکر کرتے چلو تا کہ کل قیامت میں تمہارا گواہ ہو۔

مفردون تفرید سے ہے، یعنی الگ کرنا، جدا رکھنا، یعنی جنہوں نے اپنے کو دنیاوی الجھنوں، اغیار کی مجلس سے الگ رکھایا جنہوں نے تمام ذکروں سے اللہ کے ذکر کو چھانٹ لیا۔ جس میں وہ ہر وقت لگے رہتے ہیں۔

یہ ما سوال احوال کے لیے ہے نہ کہ سوال ذات کے لیے جیسے فرعون نے موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا تھا و ما رب العلمین یعنی اللہ تعالیٰ کے صفات کیا ہیں اسی لیے یہاں من نہ بولا ما اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب بھی وہ عنایت

فرمایا جو سوال کے مطابق ہے۔

چونکہ اللہ کے ذاکر مرد زیادہ ہیں عورتیں کم، اس لیے مردوں کا ذکر پہلے ہوا عورتوں کا بعد میں۔ مرقات نے فرمایا کہ اللہ کا بہت ذکر کرنے والا وہ ہے جو کسی حال میں رب کو نہ بھولے خلوص سے اس کی عبادت کرے خلقت سے مستغنی رہے فکر و شکر میں حریص ہو جو خدا سے غافل کرے اس سے دور رہے اللہ کے ذکر میں ایسی لذات پائے جو کسی اور چیز میں نہ پائے رب تعالیٰ فرماتا ہے: **وَتَبْتَئِلُ إِلَيْهِ تَبْتِيلاً** یعنی تمام غیر اللہ سے کٹ کر رب کے ہو جاؤ۔ (مراۃ المناجیح، ج ۳ ص ۳۸۶)

(1442) **وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ:** حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے **سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ:** رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا زیادہ فضیلت والا **"أَفْضَلُ الذِّكْرِ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ." رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ** ذکر لا الہ الا اللہ ہے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور **وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ."** کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء ان دعوة المسلم مستجابة، ج ۵ ص ۳۶۲، رقم: ۳۳۸۳ المستدرک للحاکم، کتاب الدعاء والتكبير والتهليل، ج ۲ ص ۱۵۲، رقم: ۱۸۳۳ سنن النسائی الکبزی، باب افضل الذکر وافضل الدعاء، ج ۱ ص ۲۰۸، رقم: ۱۰۶۶ صحیح ابن حبان، باب الاذکار، ج ۲ ص ۱۲۶، رقم: ۸۴۲ الاداب للبيهقي، باب من حمد الله عزوجل في السراء والضراء، ج ۱ ص ۳۲، رقم: ۵۱۶)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ نے اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

لا الہ الا اللہ سے مراد پورا کلمہ شریف ہے یعنی مع محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے در نہ صرف لا الہ الا اللہ تو بہت سے موحد کفار بلکہ ابلیس بھی پڑھتا ہے، وہ مشرک نہیں موحد ہے۔ جس چیز سے مؤمن بنتے ہیں وہ ہے محمد رسول اللہ، چونکہ کلمہ شریف سے کفر کی گندگی دور ہوتی ہے، اسے پڑھ کر کافر مؤمن ہوتا ہے، اس سے دل کی زنگ دور ہوتی ہے، اس سے غفلت جاتی ہے، دل میں بیداری آتی ہے یہ حمد الہی و نعت مصطفوی کا مجموعہ ہے اس لیے یہ افضل الذکر ہوا۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ صفائی دل کے لیے کلمہ طیبہ کسیر ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۳ ص ۵۳۰)

(1443) **وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بَسْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ:** حضرت عبد اللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک آدمی نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اسلام کے احکام مجھ پر زیادہ ہو گئے۔ مجھے ایک چیز بتادیں جس سے میں چمٹ جاؤں تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ذکر سے تیری زبان ہمیشہ تر رہے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء في فعل الذکر، ج ۵ ص ۳۵۸، رقم: ۳۳۵۵ مسند امام احمد بن حنبل، حدیث

عبداللہ بن ہسراج ص ۱۸۸ رقم: ۱۴۶۱۶ مصنف ابن ابی شیبہ باب ما جاء في فضل ذكر الله ج، ص ۱۴۰ رقم: ۳۵۰۵۲ مستدرک للحاکم کتاب الدعاء والتكبير والتلهيل ج ۲ ص ۱۳۸ رقم: ۱۸۲۲

شرح حدیث: حکیم الأمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

جو تفصیل وار مجھے یاد نہیں ہو سکتے وہ مجھ پر غالب ہیں، معلوم ہوا کہ مکمل عالم بننا فرض نہیں بلکہ فرض کفایہ ہے، ورنہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں تمام مسائل سیکھنے کا حکم دیتے۔

غالباً مسائل کا سوال نوافل کے متعلق تھا، اس لیے انہیں یہ جواب دیا گیا مقصد یہ ہے کہ ہر وقت زبان پر کوئی ذکر اللہ جاری رہے نہ معلوم موت کب آجائے جب بھی ملک الموت تمہاری جان نکالنے آئیں تو تمہیں غافل نہ پائیں، اللہ تعالیٰ ایسی زندگی نصیب کرے، رطب فرما کر اشارہ بتایا کہ جیسے تر لکڑی آگ میں نہیں جلتی ایسے ہی اللہ کا ذکر زبان کی تری ہے جس سے بندہ دوزخ میں نہ جل سکے گا۔

یہ حدیث ابن حبان، ابن ابی شیبہ اور حاکم نے بھی روایت کیا۔ (مزاۃ المناجیح، ج ۳ ص ۵۰۳)

(1444) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنْ قَالَ: سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ، غُرِسَتْ لَهُ نَخْلَةٌ فِي الْجَنَّةِ". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ".

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کہا سبحان اللہ وبحمدہ اس کے لیے جنت میں ایک درخت کھجور کا لگ جاتا ہے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی) باب ما جاء في فضل التسبيح والتكبير والتلهيل والتحصين ج ۵ ص ۵۱۱ رقم: ۳۳۶۵ مستدرک للحاکم کتاب الدعاء والتكبير والتلهيل ج ۲ ص ۱۵۶ رقم: ۱۸۲۴ البعجم الصغير باب من اسمه اسحاق ج ۱ ص ۱۸۱ رقم: ۲۸۴ مسند ابی یعلیٰ مسند جابر بن عبداللہ ج ۲ ص ۳۳۱ رقم: ۲۲۲۲ مسند البزار مسند عبداللہ بن عمرو ج ۱ ص ۲۸۰ رقم: ۲۳۶۸

شرح حدیث: حکیم الأمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

جنت کی بعض زمین تو میوے پھولوں کے درختوں سے بھری ہے، بعض زمین خالی، اس خالی زمین میں ہمارے نیک اعمال مثل درختوں کے نمودار ہوتے ہیں یہاں اس خالی زمین کا ذکر ہے، جنت میں باغات تو ہیں مگر کھیت نہیں کیونکہ کھیت میں دانے ہوتے ہیں جو غذا کے کام آتے ہیں وہاں نہ بھوک ہے نہ غذا کی ضرورت، باغوں میں پھل پھول ہوتے ہیں جن سے لذت لی جاتی ہے، تمام درختوں میں کھجور کا درخت بہت ہی مفید و لذیذ ہے اس لیے لا حول شریف سے درخت کھجور ہوتا ہے۔ (مزاۃ المناجیح، ج ۳ ص ۵۲۸)

(1445) وَعَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اللَّهُ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں شب معراج حضرت ابراہیم

«لَقِيتُ إِبْرَاهِيمَ لَيْلَةَ أُسْرِيَ فِي، فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ
 أَقْرَبُ أُمَّتِكَ مِنِّي السَّلَامَ، وَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ الْجَنَّةَ
 طَيِّبَةُ التُّرْبَةِ، عَذْبَةُ الْمَاءِ، وَأَنْهَا قِيَعَانُ وَأَنَّ
 عِرَاسَهَا: سُبْحَانَ اللَّهِ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ، وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ،
 وَاللَّهُ أَكْبَرُ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: «حَدِيثٌ
 حَسَنٌ».

عليہ السلام سے ملا تو انہوں نے فرمایا: اے محمد (ﷺ)!
 اپنی امت کو میرا سلام کہنا اور انہیں خبر دینا کہ جنت کی مٹی
 پاکیزہ ہے اس کا پانی میٹھا ہے اور صاف میدان ہے اس
 میں درخت لگانے کا طریقہ سُبْحَانَ اللَّهِ، الْحَمْدُ لِلَّهِ اور
 لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اور اللَّهُ أَكْبَرُ کہنا ہے۔ اسے ترمذی نے
 روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی باب ما جاء في فضل التسبيح والتكبير والتهليل: ج ۵ ص ۵۱۰ رقم: ۳۴۶۲ المعجم الاوسط
 للطبرانی من اسمه على: ج ۲ ص ۲۴۱ رقم: ۲۱۶۰ مجمع الزوائد للهيثمی باب ما جاء في الباقيات الصالحات ونحوها: ج ۱ ص ۱۰۴ رقم: ۱۶۶۳)
 شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ نے اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

خصوصی ملاقات چھٹے آسمان پر وہاں ہی گفتگو ہوئی، عمومی ملاقات تو سارے انبیاء سے بیت المقدس میں ہو چکی تھی مگر
 وہاں یہ گفتگو نہ ہوئی وہاں کی گفتگو کچھ اور تھی جو ان شاء اللہ حدیث معراج کی شرح میں عرض کی جائے گی۔

اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ اللہ کے مقبول بندے بعد وفات ایک دوسرے سے بھی ملتے ہیں، اور زندہ
 مقبول بندوں سے بھی۔ دوسرے یہ کہ وہ حضرات زندوں کا سلام سنتے بھی ہیں اور انہیں سلام کہلواتے بھی ہیں۔ تیسرے یہ
 کہ وفات یافتہ بندوں کو اور جو ابھی پیدا نہ ہوئے ہوں ان کو بھی سلام کہلوانا جائز ہے جب کہ ان کو پہنچ سکے، ابراہیم علیہ
 السلام نے قیامت تک کے مسلمانوں کو سلام کہلویا جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہم لوگوں تک پہنچ گیا، سلطان
 العارفين بايزيد بسطامي رحمته اللہ علیہ خرقان پہنچے تو لوگوں کو خبر دی کہ اس سرزمین میں سو برس کے بعد خواجہ ابوالحسن خرقانی پیدا
 ہوں گے جو انہیں پائے میرا سلام پہنچائے۔ مولانا فرماتے ہیں شعر

کہ از حال ابوالحسن از پیش دید

آن شنیدی داستان بایزید

آخر میں مولانا فرماتے ہیں۔ شعر

بلکہ قبل از زادن تو سالہا

مر مر تر ادا ند بھلہ حالہا

صحابہ کرام قریب الوفاات صحابہ سے فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارا سلام عرض کرنا۔ چوتھے یہ کہ ہم کو

بھی چاہیے کہ ابراہیم علیہ السلام کو بھی سلام کیا کریں کہ سلام کا جواب دینا ضروری ہے۔

یعنی جنت کی بعض زمین درختوں سے بھری ہوئی ہے اور وہ درخت پھلوں سے لدے ہوئے ہیں اسی حصہ میں آدم

علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رکھا گیا تھا اور بعض زمین سفیدہ ہے جس میں تمہارے وظیفوں و اعمال سے درخت لگیں گے، جب تم

یہاں آؤ گے تو دونوں قسم کے باغ پاؤ گے لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ اگر وہاں کی زمین سفیدہ ہے تو اسے جنت

کیوں کہتے ہیں، جنت کے معنی تو ہیں باغ اور نہ یہ اعتراض ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج میں وہاں باغ اور

موطا امام مالک میں تو یہ حدیث موقوف ہے اور باقی محدثین کے ہاں مرفوع اسے حاکم نے بھی مستدرک میں مرفوعاً ہی نقل فرمایا۔ (مراۃ المناجیح، ج ۳ ص ۳۹۳)

(1447) وَعَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَاصٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ دَخَلَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَلَى امْرَأَةٍ وَبَيْنَ يَدَيْهَا تَوَى - أَوْ حَصَى - تُسَبِّحُ بِهِ فَقَالَ: "أُخْبِرِكِ بِمَا هُوَ آيَسُّرُ عَلَيْكَ مِنْ هَذَا - أَوْ أَفْضَلُ - فَقَالَ: "سُبْحَانَ اللَّهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِي السَّمَاءِ، وَسُبْحَانَ اللَّهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِي الْأَرْضِ، وَسُبْحَانَ اللَّهِ عَدَدَ مَا بَيْنَ ذَلِكَ، وَسُبْحَانَ اللَّهِ عَدَدَ مَا هُوَ خَالِقُ، وَاللَّهُ أَكْبَرُ مِثْلَ ذَلِكَ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ مِثْلَ ذَلِكَ، وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مِثْلَ ذَلِكَ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ مِثْلَ ذَلِكَ". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ".

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آپ کی ایک زوجہ کے پاس گئے ان کے سامنے گٹھلیاں یا کنکریاں پڑی تھیں۔ ان پر وہ تسبیح پڑھ رہی تھی۔ تو آپ نے فرمایا: کیا میں تجھے اس کی خبر دوں جو تجھ پر اس سے زیادہ آسان یا زیادہ فضیلت والا ہے۔ پھر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ پاک ہے اس تعداد کے حساب سے جو اس نے آسمان میں پیدا کی اور اللہ تعالیٰ پاک ہے اس حساب سے جو اس نے زمین میں پیدا کی اور اللہ تعالیٰ پاک ہے اس حساب سے جو اس نے ان کے درمیان پیدا کیا اور اللہ تعالیٰ پاک ہے اس حساب سے جو کچھ وہ آئندہ پیدا کرے گا۔ اسی طرح اللہ اللہ اور اسی طرح الحمد للہ اور اسی طرح لا الہ الا اللہ اور اسی طرح لا حول ولا قوۃ کے ساتھ بھی۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی: باب فی دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم وتعوذہ دبر کل صلاة ج ۵ ص ۳۱۲ رقم: ۲۵۱۸ مستدرک للحاکم: کتاب الدعاء والتکبیر والتہلیل ج ۱ ص ۴۲ رقم: ۲۰۰۹ سنن ابوداؤد: باب التسبیح بالحصی ج ۱ ص ۵۵ رقم: ۱۵۰۲ مسند البزار: مسند سعد بن ابی وقاص ج ۱ ص ۲۱۲ رقم: ۱۲۰۱ مسند ابی یعلیٰ: مسند سعد بن ابی وقاص ج ۲ ص ۶۶ رقم: ۷۱۰)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ نے اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ واقعہ پردہ فرض ہونے سے پہلے کا ہے یا جانے سے مراد صرف ان کے پاس پہنچنا ہے نہ کہ انہیں بے پردہ دیکھنا۔ شیخ نے لمعات اور اشعہ میں فرمایا کہ یہ بی بی صاحبہ جناب ام المؤمنین جو یہ تھیں رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ یعنی تسبیحیں ان دانوں پر شمار کر رہی تھیں، یہ حدیث مروجہ دھاگہ والی تسبیح کی اصل ہے کہ بکھرے دانوں اور دھاگے میں پروئے ہوئے دانوں میں کوئی فرق نہیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تسبیح کبھی استعمال نہ کی، آپ ہمیشہ بطریق عقدا نائل انگلیوں پر شمار فرماتے تھے مگر ایک صحابیہ کو یہ کرتے دیکھا منع نہ فرمایا لہذا تسبیح صحابی کی سنت عملی ہے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سکوتی۔ مرقات نے فرمایا جن لوگوں نے اس تسبیح کو بدعت کہا غلط کہا۔ مشائخ فرماتے ہیں کہ تسبیح

شیطان پر کوزہ ہے۔ حضرت جنید ولایت کی انتہاء پر پہنچ کر بھی تسبیح پڑھا کرتے تھے کسی نے اس کی وجہ پوچھی جواب دیا کہ اسی کے ذریعہ ہم خدا تک پہنچے ہیں اسے ہم کیسے چھوڑیں۔ (مرقات) بعض بزرگ ختم آیت کریمہ کے لیے تھیلاؤں اور بوریوں میں بادام یا گٹھلیاں جمع کر رکھتے ہیں ان کی اصل بھی یہ حدیث ہے۔

یہ آؤ بمعنی واؤ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس دعا میں تمہارا وقت بھی کم خرچ ہوگا اور تمہیں ان تکلفات کی ضرورت بھی نہ پڑنے گی اور ان کلمات کا ثواب تمہاری ان کنکریوں سے زیادہ ہوگا یا آؤ بمعنی بلن ہے تب تو مطلب ظاہر ہے۔

خلاصہ مطلب یہ ہے کہ رب کی تسبیح میری گنتی شمار سے وراہ ہے کیونکہ آسمان وزمین کی یہ چیزیں میرے علم و ادراک سے خارج ہیں، رب کی عطائیں ہمارے شمار سے باہر ہیں تو اس کی تسبیح بھی ہمارے شمار سے باہر ہونا چاہئیں۔

یعنی گزشتہ اور آئندہ مخلوقات کی بقدر اللہ اکبر بھی کہتا ہوں اور اسی قدر الحمد للہ بھی اور اسی قدر لا الہ الا اللہ بھی اور اسی قدر لاحول الخ بھی اس طرح یہ کلمات میرے پڑھنے میں تو ایک ہیں لیکن رب کے فضل سے ثواب میں ان چیزوں کی تعداد کے برابر۔ (مزاۃ الناجح، ج ۳ ص ۵۳۵)

(1448) وَعَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَلَا أَدُلُّكَ عَلَى كَنْزٍ مِّنْ كُنُوزِ الْجَنَّةِ؟ فَقُلْتُ: بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ: «لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ» مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: کیا میں جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ پر تیری رہنمائی نہ کروں۔ میں نے عرض کی: کیوں نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! تو آپ نے فرمایا: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب غزوة خیبر: ج ۵ ص ۱۳۲ رقم: ۴۲۰۳ صحیح مسلم: باب استحباب خفض الصوت بالذکر: ج ۸ ص ۴۲ رقم: ۴۰۳۴ المعجم الکبیر للطبرانی: احادیث معاذ بن جبل الانصاری: ج ۲ ص ۱۴۲ رقم: ۱۴۱۲۸ سنن ابوداؤد: باب فی الاستغفار: ج ۱ ص ۵۱۱ رقم: ۱۵۲۸ سنن ابن ماجہ: باب ما جاء فی لا حول ولا قوة الا باللہ: ج ۲ ص ۱۲۵۶ رقم: ۳۸۲۵)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الرحمن اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی تم جو اپنے دل میں لاحول شریف پڑھ رہے ہو ہم اس پر مطلع ہیں اس کے فضائل سے تم کو اطلاع دیتے ہیں۔ خیال رہے کہ لاحول شریف میں انسان اپنی انتہائی بے بسی کا اقرار اور رب تعالیٰ کی انتہائی قدرت کا اعتراف کرتا ہے یہ ہی بندگی کا مدار ہے اسی لیے یہ جنت کا خزانہ ہے۔ حول کے معنی ہیں ظاہری طاقت، قوت کے معنی ہیں باطنی قدرت یا حول سے مراد ہے دفع شر کا حیلہ اور قوت سے مراد ہے خیر حاصل کرنے کا ذریعہ یعنی بندے میں بغیر رب تعالیٰ کی مدد کے نہ ظاہری طاقت ہے نہ اندرونی قوت، اس کے بغیر کرم بندہ نہ گناہوں سے بچ سکتا ہے نہ نیکیاں کر سکتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کی دین، اس کے کرم سے بندہ میں ظاہری باطنی طاقتیں آسکتی ہیں جیسا کہ اولیاء و انبیاء کے کرامات و معجزات سے معلوم ہوتا ہے۔ حضرت سلیمان نے تین میل سے دور چیونٹی کی آواز سن کر سمجھ لی، حضرت آصف بن برخیا پل بھر میں یمن سے تخت

بلقیس لے آئے یہ ربانی طاقتیں رحمانی عطا سے تھیں، بجلی کے بلب، پتکھے، مشین وغیرہ بغیر پاور محض بیکار ہیں پاور آجائے تو بہت طاقتور ہو جاتے ہیں، بجلی کا تار آدمی کیا ہاتھی کو ہلاک کر دیتا ہے۔ قرآن کریم میں جو من دون اللہ کی برائیاں آتی ہیں یہ وہی ہیں جو خدا سے الگ اور دور ہیں، رب تعالیٰ نے فرمایا: وَوَجَدَ مِنْ دُونِهِمْ امْرَأَتَيْنِ تَذُودَانِ یعنی موسیٰ علیہ السلام نے مردوں سے الگ دور دو عورتوں کو دیکھا جو اپنے جانور پکڑے کھڑی تھیں، دیکھو دون کے معنی الگ یا دور ہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کلموں کو خزانہ اسی لیے فرمایا کہ یہ کلمے جنتی نعمتوں کے خزانے ملنے کے سبب ہیں یا اللہ تعالیٰ نے دوسری قوموں سے یہ کلمات ایسے چھپائے تھے جیسے خزانے غیروں میں چھپائے جاتے ہیں۔ (بڑاۃ النایح، ج ۳ ص ۵۲)

102- بَابُ ذِكْرِ اللَّهِ تَعَالَى قَائِمًا

أَوْ قَاعِدًا وَمُضْطَجِعًا وَمُحَدِّثًا

وَجُنُبًا وَحَائِضًا إِلَّا الْقُرْآنَ

فَلَا يَجْلُ بِجُنُبٍ وَلَا حَائِضٍ

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ

وَالْأَرْضِ وَالاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِّأُولِي

الْأَلْبَابِ الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَى

جُنُوبِهِمْ) (آل عمران: 190، 191).

(1449) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا،

قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

يَذْكُرُ اللَّهَ عَلَى كُلِّ أَحْيَانِهِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

اللہ تعالیٰ کا ذکر کھڑے بیٹھے لیٹے

بے وضو جنابت اور حیض کی حالت میں

درست ہے ہاں قرآن کی تلاوت جنبی

اور حیض والی کے لیے درست نہیں

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک آسمانوں اور زمین کی

پیدائش اور رات اور دن کی باہم بدلیوں میں نشانیاں

ہیں عقلمندوں کے لئے جو اللہ کی یاد کرتے ہیں کھڑے اور

بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے۔

حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے آپ فرماتی

ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہر وقت اللہ کا ذکر کیا کرتے تھے۔

(مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب ذکر اللہ تعالیٰ فی حال الجنابة وغیرها، ج ۱ ص ۱۱۴، رقم: ۱۸۵۲ السنن الکبریٰ للبیہقی

باب الرجل یذکر اللہ تعالیٰ علی غیر طہر، ج ۱ ص ۱۰، رقم: ۴۲۲ سنن ابن ماجہ، باب ذکر اللہ عزوجل علی الخلاء والخاتم فی الخلاء،

ج ۱ ص ۱۱۰، رقم: ۲۰۲ سنن ترمذی، باب ما جاء ان دعوة المسلم مستجابة، ج ۵ ص ۲۶۲، رقم: ۲۲۴۴ مسند امام احمد، حدیث السیدة

عائشہ رضی اللہ عنہا، ج ۱ ص ۲۴۸، رقم: ۲۶۳۱۱)

شرح حدیث: ذکر الہی

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر وقت ہر گھڑی ہر لمحہ ذکر الہی میں مصروف

رہتے تھے اٹھتے بیٹھے، چلتے پھرتے، کھاتے پیتے، سوتے جاگتے، وضو کرتے، نئے کپڑے پہنتے، سوار ہوتے، سواری سے

اترتے، سفر میں جاتے، سفر سے واپس ہوتے، بیت الخلاء میں داخل ہوتے اور نکلتے، مسجد میں آتے جاتے، جنگ کے

وقت، آندھی، بارش، بجلی کڑکتے وقت، ہر وقت ہر حال میں دعائیں ورد زبان رہتی تھیں۔ خوشی اور غمی کے اوقات میں، صبح صادق طلوع ہونے کے وقت، غروب آفتاب کے وقت، مرغ کی آواز سن کر، گدھے کی آواز سن کر، غرض کون سا ایسا موقع تھا کہ آپ کوئی دعا نہ پڑھتے دن ہی میں نہیں بلکہ رات کے سناٹوں میں بھی برابر دعا خوانی اور ذکر الہی میں مشغول رہتے یہاں تک کہ بوقت وفات بھی جو فقرہ بار بار ورد زبان رہا وہ اَللّٰهُمَّ فِي الرَّقِيْقِ الْاَعْلٰى كِي دَعَا تَهِي۔

(صحاح ستہ و حسن وغیرہ کتب احادیث)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی اہل کے پاس (جماع کے لیے) آئے تو اللہ کا نام لے اور کہے: اے اللہ ہم کو شیطان سے بچا اور جو ہم کو عطا کرے اس کو بھی شیطان سے بچا تو اگر بچہ پیدا ہوا تو اس کو شیطان نقصان نہ دے سکے گا۔ (متفق علیہ)

(1450) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ،
عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَوْ أَنَّ
أَحَدَكُمْ إِذَا آتَى أَهْلَهُ قَالَ: بِسْمِ اللهِ، اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا
الشَّيْطَانَ، وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا، فَفُطِنَ
بَيْنَهُمَا وَلَدٌ، لَمْ يَضُرَّهُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب التسمیة علی کل حال و عدد الوقاع، ج ۱ ص ۴۰، رقم: ۱۴۱، صحیح مسلم، باب ما يستحب ان یقولہ عند الجماع، ج ۲ ص ۱۵۵، رقم: ۲۶۰۶، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب ما یقول الرجل اذا اراد ان یأتی اہلہ، ج ۱ ص ۱۴۱، رقم: ۱۴۱۴، سنن ابوداؤد، باب فی جامع النکاح، ج ۲ ص ۲۱۴، رقم: ۲۱۲۴، سنن ترمذی، باب ما یقول اذا دخل علی اہلہ، ج ۲ ص ۴۰۱، رقم: ۱۰۹۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ دعا ستر کھولنے سے پہلے پڑھے اور حلال صحبت پر پڑھے، حرام پر پڑھنا سخت جرم ہے بلکہ اس میں کفر کا اندیشہ ہے جیسے شراب نوشی یا خنزیر کھانے یا جوئے پر بسم اللہ پڑھنا، اہل سے مراد بیوی یا لونڈی ہے۔

یعنی اس صحبت میں شیطان نہ شریک ہو اور نہ بچے کو شیطان کبھی بہکائے، بسم اللہ سے مراد پوری بسم اللہ الرحمن الرحیم ہے۔ خیال رہے کہ جیسے شیطان کھانے پینے میں ہمارے ساتھ شریک ہو جاتا ہے ایسے ہی صحبت میں بھی اور جیسے کھانے پینے کی برکت شیطان کی شرکت سے جاتی رہتی ہے ایسے ہی صحبت میں شیطان کی شرکت سے اولاد نالائق اور جناتی بیماریوں میں گرفتار رہتی ہے اور جیسے بسم اللہ پڑھ لینے سے شیطان کھانے پینے میں ہمارے ساتھ شریک نہیں ہو سکتا ایسے ہی بسم اللہ کی برکت سے صحبت میں شیطان کی شرکت نہیں ہوتی جس سے بچہ نیک ہوتا ہے اور آسیب وغیرہ سے بفضلہ تعالیٰ محفوظ بھی رہتا ہے، بہتر یہ ہے کہ خاوند بیوی دونوں پڑھ لیں۔

بسم اللہ وغیرہ کی برکت سے بچہ کو نہ تو ابلیس کبھی نقصان پہنچا سکے گا نہ اس کی ذریت، بچہ جنون، مرگی وغیرہ جناتی امراض سے بھی محفوظ رہے گا اور مؤمن رہے گا ان شاء اللہ (مرقات) اس لیے یہاں شیطان نکرہ فرمایا گیا، ایسے بچہ کو ان

شاء اللہ نیک اعمال کی بھی توفیق ملے گی۔

اس حدیث کو ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابوداؤد نے حضرت ابن عباس سے مرفوعاً روایت فرمایا، یہ عمل نہایت مجرب

ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۳ ص ۳۴)

سوتے اور جاگتے وقت کیا

دعا پڑھی جائے؟

103 بَابُ مَا يَقُولُهُ

عِنْدَ نَوْمِهِ وَاسْتَيْقَظِهِ

(1451) عَنْ حُدَيْفَةَ، وَأَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ

عَنْهُمَا، قَالَا: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

إِذَا أَوَى إِلَى فِرَاشِهِ، قَالَ: "بِاسْمِكَ اللَّهُمَّ أَحْيَا

وَأَمُوتُ وَإِذَا اسْتَيْقَظَ قَالَ: "الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي

أَحْيَانَا بَعْدَ مَا أَمَاتَنَا وَإِلَيْهِ النُّشُورُ". رَوَاهُ

الْبُخَارِيُّ.

حضرت حذیفہ اور حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہما سے روایت

ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بستر پر آرام کے لیے لیٹتے تو

کہتے 'اے اللہ تیرے نام کے ساتھ میں جیتا اور مرتا ہوں

اور جب بیدار ہوتے تو کہتے تمام تعریفیں اس اللہ کے

لیے ہیں جس نے ہم کو مارنے کے بعد زندہ کیا اور اس کی

طرف ہم نے اٹھنا ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب وضع الید الیمنی الاخذ الایمن، ج ۸ ص ۶۹، رقم: ۶۳۱۲، الادب للبیہقی، باب ما یقول

اذا اراد ان ینام واذا استیقظ، ج ۱ ص ۳۱۶، رقم: ۶۸۲، سنن ابوداؤد، باب ما یقال عند النوم، ج ۳ ص ۴۱، رقم: ۵۰۵۱، سنن ابن ماجہ، باب

ما یدعوبہ اذا انتبه من الیل، ج ۲ ص ۱۲۴، رقم: ۳۸۸۰، سنن الدارمی، باب ما یقول اذا انتبه من نومہ، ج ۲ ص ۲۴۴، رقم: ۲۱۸۹)

شرح حدیث: سوتے وقت کیا پڑھے

حضرت سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور پاک، صاحب کولاک، سیاح افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ

وسلم نے فرمایا، جو با وضو اپنے بستر پر آئے پھر اللہ عزوجل کا ذکر کرے یہاں تک کہ اس پر غنودگی چھا جائے تو رات کی جس

گھڑی میں وہ اللہ عزوجل سے دنیا و آخرت کی جو بھلائی مانگے گا اللہ عزوجل اسے وہ بھلائی عطا فرمادے گا۔

(ترمذی، کتاب الدعوات، باب (۱۰۱) رقم ۳۵۳، ج ۵ ص ۳۱۱)

بیدار ہو کر کیا پڑھے

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے تاجدار رسالت، شہنشاہ نبوت، مخزن

جو دو سخاوت، پیکر عظمت و شرافت، محبوب رب العزت، محسن انسانیت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، جب

اللہ عزوجل بندے کی روح رات کو اسے واپس لوٹا دے پھر وہ بندہ اللہ عزوجل کی تسبیح اور بزرگی بیان کرے اور اس سے

استغفار کرے پھر اس سے دعا مانگے تو اللہ عزوجل اسے ضرور قبول فرماتا ہے۔

(الترغیب والترہیب، کتاب النوافل، باب الترغیب فی کلمات... الخ، رقم ۶، ج ۱ ص ۲۳۸)

104- بَابُ فَضْلِ حَلِيِّ الذِّكْرِ

وَالْتُدْبِ إِلَى مُلَازِمَتِهَا وَالنَّهْيِ

عَنْ مُفَارِقَتِهَا لِغَيْرِ عُدْرٍ

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ

يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ وَلَا

تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ) (الكهف: 28).

(1452) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ،

قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنْ

بَلَغَ تَعَالَى مَلَائِكَتَهُ يَطُوفُونَ فِي الطَّرِيقِ يَلْتَمِسُونَ

أَهْلَ الذِّكْرِ، فَإِذَا وَجَدُوا قَوْمًا يَذْكُرُونَ اللَّهَ -

عَزَّ وَجَلَّ - تَنَادَوْا: هَلُّنَا إِلَى حَاجَتِكُمْ،

فَيُحْفِقُونَهُمْ بِأَجْنِحَتِهِمْ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا،

فَيَسْأَلُهُمْ رَبُّهُمْ - وَهُوَ أَعْلَمُ -: مَا يَقُولُ عِبَادِي؟

قَالَ: يَقُولُونَ: يُسَبِّحُونَكَ، وَيُكَبِّرُونَكَ،

وَيُحَمِّدُونَكَ، وَيُمَجِّدُونَكَ، فَيَقُولُ: هَلْ رَأَوْنِي؟

فَيَقُولُونَ: لَا وَاللَّهِ مَا رَأَوْنَا. فَيَقُولُ: كَيْفَ لَوْ

رَأَوْنِي؟ قَالَ: يَقُولُونَ: لَوْ رَأَوْنَا كَأَنَّكَ أَشَدُّ لَكَ

عِبَادَةٌ، وَأَشَدُّ لَكَ تَمَجُّدًا، وَأَكْثَرَ لَكَ تَسْبِيحًا.

فَيَقُولُ: فَمَاذَا يَسْأَلُونَ؟ قَالَ: يَقُولُونَ: يَسْأَلُونَكَ

الْجَنَّةَ. قَالَ: يَقُولُ: وَهَلْ رَأَوْهَا؟ قَالَ: يَقُولُونَ:

لَا وَاللَّهِ يَا رَبِّ مَا رَأَوْهَا. قَالَ: يَقُولُ: فَكَيْفَ لَوْ

رَأَوْهَا؟ قَالَ: يَقُولُونَ: لَوْ أَنَّهُمْ رَأَوْهَا كَأَنَّكَ أَشَدُّ

عَلَيْهَا حِرْصًا، وَأَشَدَّ لَهَا طَلَبًا، وَأَعْظَمَ فِيهَا رَغْبَةً.

ذکر کے حلقوں کی فضیلت ان کے

التزام کا مستحب ہونا اور بلا عذر

ان سے علیحدگی اختیار کرنا ممنوع ہے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور اپنی جان ان سے مانوس

رکھو جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اس کی رضا

چاہتے ہیں اور تمہاری آنکھیں انہیں چھوڑ کر اور پر نہ

پڑیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولاللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے

ایسے ہیں جو راستوں میں چکر لگاتے رہتے ہیں اور اہل

ذکر کو تلاش کرتے ہیں۔ پس جب وہ کچھ لوگوں کو پالیں

جو اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہوں تو ایک دوسرے کو

پکارتے ہیں آؤ تمہاری ضرورت (کی چیز) یہاں ہے۔

تو وہ ان کو (ذکر کرنے والوں کو) آسمان دنیا تک اپنے

پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں۔ ان کا رب ان سے پوچھتا

ہے حالانکہ وہ خوب جانتا ہے۔ میرے بندے کیا کہتے

ہیں۔ فرشتے عرض کرتے ہیں: تیری تسبیح کرتے ہیں اور

تیری کبریائی بیان کرتے ہیں اور تیری حمد بیان کرتے

ہیں تیری بندگی بیان کرتے ہیں (اللہ تعالیٰ) فرماتا ہے:

کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے عرض کرتے ہیں۔ نہیں اللہ

کی قسم! انہوں نے تجھے نہیں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

کیسا ہوا اگر وہ مجھے دیکھ لیں۔ تو فرشتے عرض کرتے ہیں

اگر وہ تجھے دیکھ لیں تو وہ تیری عبادت اور زیادہ کریں

گے اور تیری بزرگی اور حمد زیادہ بیان کریں۔ پھر اللہ

قَالَ: فِيمَ يَتَعَوَّدُونَ، قَالَ: يَقُولُونَ: يَتَعَوَّدُونَ
 مِنَ النَّارِ، قَالَ: فَيَقُولُ: وَهَلْ رَأَوْهَا، قَالَ:
 يَقُولُونَ: لَا وَاللَّهِ مَا رَأَوْهَا. فَيَقُولُ: كَيْفَ لَوْ
 رَأَوْهَا؟ قَالَ: يَقُولُونَ: لَوْ رَأَوْهَا كَانُوا أَشَدَّ مِنْهَا
 فِرَارًا، وَأَشَدَّ لَهَا خِيفَةً. قَالَ: فَيَقُولُ: فَأَشْهَدُكُمْ
 أَنِّي قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ، قَالَ: يَقُولُ مَلَكٌ مِنَ
 الْمَلَائِكَةِ: فِيهِمْ فَلَانٌ لَيْسَ مِنْهُمْ، إِنَّمَا جَاءَ
 بِحَاجَةٍ، قَالَ: هُمْ الْجُلَسَاءُ لَا يَشْفِي بِهِمْ
 جَلِيسُهُمْ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ
 عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِنَّ لِلَّهِ
 مَلَائِكَةً سَيَّارَةً فَضُلًا يَتَتَّبِعُونَ مَجَالِسَ الدَّاكِرِ،
 فَإِذَا وَجَدُوا مَجْلِسًا فِيهِ ذِكْرٌ، قَعَدُوا مَعَهُمْ، وَحَفَّ

تعالیٰ فرماتا ہے: وہ مجھ سے کیا مانگتے ہیں۔ تو فرشتے
 عرض کرتے ہیں تجھ سے تیری جنت کا سوال کرتے
 ہیں۔ (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:
 کیا انہوں نے جنت کو دیکھا ہے؟ فرشتے کہتے ہیں کہ
 اے ہمارے رب! اللہ کی قسم انہوں نے اس کو نہیں
 دیکھا۔ فرمایا: اگر وہ اس کو دیکھ لیں تو ان کا حال کیسا
 ہوگا؟ فرشتے کہتے ہیں: اگر وہ اسے دیکھ لیں تو ان کی
 حرص طلب اور اس میں شوق اور زیادہ ہو جائے۔ اللہ
 تعالیٰ فرماتا ہے وہ کس چیز سے میری پناہ مانگتے ہیں۔
 فرشتے کہتے ہیں آگ سے فرمایا کہ اللہ فرماتا ہے کیا
 انہوں نے اس کو دیکھا ہے۔ فرشتے عرض کرتے ہیں:
 نہیں اللہ کی قسم! انہوں نے اسے دیکھا نہیں ہے۔ اللہ
 تعالیٰ فرماتا ہے: اگر وہ اسے دیکھ لیں تو ان کی کیفیت کیا
 ہو۔ فرمایا: فرشتے عرض کرتے ہیں: اگر وہ اس کو دیکھ
 لیں تو اس سے بھاگنے ڈرنے اور بچنے میں زیادہ کوشش
 کریں۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم گواہ ہو جاؤ میں نے
 ان سب کو بخش دیا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: فرشتوں
 میں سے ایک فرشتہ کہتا ہے ان میں جو فلاں شخص تھا وہ ان
 میں سے نہیں تھا وہ تو صرف کسی کام سے آیا تھا۔ اللہ تعالیٰ
 فرماتا ہے: وہ ایسے ہم مجلس ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا
 بد بخت نہیں ہو سکتا۔ (متفق علیہ)

اور مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے حضرت
 ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا
 کہ اللہ کے کچھ ایسے فرشتے ہیں جو چلتے رہتے ہیں
 فضیلت کے حامل ہیں مجالس ذکر کے متلاشی رہتے

بَعْضُهُمْ بَعْضًا بِأَجْنِحَتِهِمْ حَتَّى يَمْلَأُوا مَا بَيْنَهُمْ
وَبَيْنَ السَّمَاءِ الدُّنْيَا، فَإِذَا تَفَرَّقُوا عَزَّوَجَلَّ وَصَعِدُوا
إِلَى السَّمَاءِ، فَيَسْأَلُهُمُ اللَّهُ - عَزَّوَجَلَّ - - وَهُوَ
أَعْلَمُ - : مِنْ آيِنِ جِثْمِكُمْ؛ فَيَقُولُونَ: جِئْنَا مِنْ عِنْدِ
عِبَادِكَ فِي الْأَرْضِ: يُسَبِّحُونَكَ، وَيُكَبِّرُونَكَ،
وَيَهْلِلُونَكَ، وَيَحْمَدُونَكَ، وَيَسْأَلُونَكَ. قَالَ: وَمَاذَا
يَسْأَلُونِي؟ قَالُوا: يَسْأَلُونَكَ جَنَّتِكَ. قَالَ: وَهَلْ
رَأَوْا جَنَّتِي؟ قَالُوا: لَا، أَيْ رَبِّ. قَالَ: فَكَيْفَ لَوْ
رَأَوْا جَنَّتِي؟ قَالُوا: وَيَسْتَجِيرُونَكَ. قَالَ: وَمِمَّ
يَسْتَجِيرُونَني؟ قَالُوا: مِنْ نَارِكَ يَا رَبِّ. قَالَ: وَهَلْ
رَأَوْا نَارِي؟ قَالُوا: لَا، قَالَ: فَكَيْفَ لَوْ رَأَوْا نَارِي؟
قَالُوا: وَيَسْتَغْفِرُونَكَ؛ فَيَقُولُ: قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ،
وَأَعْطَيْتُهُمْ مَا سَأَلُوا، وَأَجْرْتُهُمْ مِمَّا اسْتَجَارُوا.
قَالَ: فَيَقُولُونَ: رَبِّ فِيهِمْ فَلَانٌ عَبْدٌ خَطَا إِثْمًا
مَرًّا، فَجَلَسَ مَعَهُمْ. فَيَقُولُ: وَلَهُ غَفَرْتُ، هُمُ الْقَوْمُ
لَا يَشْفِي بِهِمْ جَلِيسُهُمْ."

ہیں۔ جب ان کو کوئی مجلس ذکر ملے تو ان کے ساتھ بیٹھ
جاتے ہیں اور بعض کو اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے
ہیں۔ حتیٰ کہ ان کے اور آسمان دنیا کے درمیان سب جگہ
پر کر دیتے ہیں جب یہ بکھر جائیں تو وہ آسمان کی طرف
چڑھ جاتے ہیں تو ان سے اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے اور وہ
خوب جانتا ہے تم کہاں سے آئے ہو۔ تو وہ کہتے ہیں ہم
زمین سے تیرے کچھ بندوں کے پاس سے آئے ہیں جو
تیری تسبیح و تکبیر اور تحمید میں مصروف ہیں اور تجھ سے وہ
مانگتے ہیں۔ اللہ فرماتا ہے اور وہ مجھ سے کیا مانگتے ہیں۔
وہ عرض کرتے ہیں تیری جنت کے سوالی ہیں۔ اللہ فرماتا
ہے کیا انہوں نے میری جنت دیکھی ہے۔ عرض کرتے
ہیں: اے ہمارے رب! نہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اگر
وہ دیکھ لیں تو کیا ہو؟ تو وہ فرشتے عرض کرتے ہیں: اور تجھ
سے پناہ طلب کرتے ہیں۔ فرمایا: کس چیز سے پناہ
چاہتے ہیں فرشتے عرض کرتے ہیں یا رب تیری آگ
سے اللہ فرماتا ہے: کیا انہوں نے میری آگ کو دیکھا
ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں نہیں۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا
ہے وہ اگر میری آگ دیکھیں تو؟ فرشتے عرض کرتے
ہیں: اور وہ تجھ سے مغفرت طلب کرتے ہیں تو اللہ فرماتا
ہے۔ میں نے ان کو بخش دیا اور جو انہوں نے مانگا ان کو
دیا اور جس چیز سے بچنے کے لیے پناہ چاہتے ہیں اس چیز
سے ان کو پناہ دی۔ فرشتے کہتے ہیں اے رب! ان میں
فلاں شخص گزرتے ہوئے ان کے ساتھ بیٹھ گیا تھا تو اللہ
تعالیٰ فرماتا ہے اور میں نے اس کو بھی بخش دیا وہ ایسے
لوگ ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا بھی بد بخت نہیں رہتا۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب فضل ذکر اللہ تعالیٰ ج ۸ ص ۸۶ رقم: ۱۳۰۸ صحیح مسلم: باب فضل مجالس الذکر ج ۸ ص ۱۲۸ رقم: ۴۰۱۵ مستدرک للحاکم: کتاب الدعاء والتکبیر والتہلیل ج ۲ ص ۱۳۸ رقم: ۱۸۲۱ مسند امام احمد بن حنبل مسند ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۳۵۸ رقم: ۸۲۸۹)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(اہل ذکر کو تلاش کرتے ہیں) یہاں فرشتوں سے وہ فرشتے مراد ہیں جو ذکر اللہ سننے پر مقرر ہیں راستوں سے مسلمان خصوصاً ذاکرین کے راستے مراد ہیں یعنی یہ فرشتے ذاکرین کے راستوں میں چکر لگاتے رہتے ہیں تاکہ ان کی زیارت کریں اور ان سے اللہ تعالیٰ کا ذکر سنیں یعنی وقت سے پہلے وہ حضرات مجلس ذکر کے ارد گرد گھومتے رہتے ہیں۔ یہ مطلب نہیں کہ انہیں ذاکرین اور ان کے مخلوق کی خبر نہیں بے خبری میں ڈھونڈتے پھرتے ہیں۔

(تمہاری ضرورت (کی چیز) یہاں ہے) آؤ دوڑوان ذاکرین کی زیارت کرو ان کی زبان سے اللہ رسول کا ذکر سنو۔ معلوم ہوا کہ دوسروں سے رسول کا ذکر سننا بھی محبوب ہے اور محفل میلاد شریف گیارہویں شریف وغیرہ میں رحمت کے فرشتے شرکت کرتے ہیں کہ یہ بھی اللہ رسول کے ذکر کی مجلسیں ہیں۔ شعر

فرشتے محفل میلاد میں رحمت کے آتے ہیں
رسول اللہ خود اس بزم میں تشریف لاتے ہیں

اس شعر کے پہلے مصرع کی اصل یہ حدیث ہے دوسرے مصرع کی اصل آئندہ احادیث میں آئے گی۔

(آسمان دنیا تک اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں) یعنی یہ فرشتے پرے بنا کر ان مجلس والوں پر اس طرح چھا جاتے ہیں جیسے رحمت کے بادل زمین پر اور یہ پرے آسمان تک پہنچتے ہیں کہ نیچے ایک پرہ اس کے اوپر دوسرا اس پر تیسرا۔ (میرے بندے کیا کہتے ہیں) مجلس ختم ہونے پر لوگ تو اپنے گھروں کو لوٹ جاتے ہیں اور یہ فرشتے بارگاہ الہی میں حاضر ہو جاتے ہیں تب رب تعالیٰ ان سے یہ سوال فرماتا ہے مگر یہ سوال رب کی بے علمی سے نہیں بلکہ فرشتوں کو اگلے مضمون پر گواہ بنانے کے لیے ہوتا ہے۔

(اور تیری بزرگی اور حمد زیادہ بیان کریں) یا تو بلا واسطہ یا بالواسطہ اس طرح کہ تیرے محبوبوں کا عظمت سے ذکر کر رہے تھے اور تیرے دشمنوں کا حقارت سے تذکرہ کرتے تھے جیسا کہ شروع باب میں عرض کیا گیا۔ بغیر دیکھے تیرے عاشق ہیں اللہ تعالیٰ محبوب حقیقی ہے کہ بغیر دیکھے دلوں میں اس کا عشق ہے اس کا پرتو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ آج ان کا دیکھنے والا کوئی نہیں عاشق جاننا کروڑوں۔

(اور تجھ سے پناہ طلب کرتے ہیں) یہ دونوں سوال تعجب کے اظہار کے لیے ہیں کہ جب میرے بندے مجھے بغیر دیکھے صرف میرے اوصاف سن کر میری ایسی والہانہ عبادت کر رہے ہیں تو اگر مجھے دیکھ لیں تو ان کی محبت و عبادت کا کیا حال ہو۔ اس میں اشارۃً فرمایا جا رہا ہے کہ اے فرشتوں تم نے تو کہا تھا انسان خونریز فاسد ہوگا دیکھو انہی انسانوں میں ایسے نمازی ذاکر بھی تو ہیں جن سے سارا عالم چھپا ہوا ہے اور عالم شہادت یعنی دنیا کے ہزار ہا جنجالوں میں گرفتار ہیں مگر پھر بھی

رب کے ذاکر و پرستار ہیں۔ معلوم ہوا کہ ایمان بالغیب رب تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے۔

صرف سن کر اس پر ایمان لائے اور اس کے طلبگار ہو گئے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جنت پیدا ہو چکی ہے جو لوگ کہتے ہیں کہ بعد قیامت پیدا ہوگی غلط کہتے ہیں اس کی مکمل بحث ہماری تفسیر نعیمی "جلد اول اور" اسرار الاحکام" میں ملاحظہ فرمائیے۔ اس سے معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ سے جنت مانگنا برا نہیں، ہاں صرف جنت حاصل کرنے کے لیے عبادت کرنا برا ہے عبادت تو صرف رضائے الہی کے لیے چاہیے جنت اس کے فضل سے ملے گی۔

(اگر وہ اس کو دیکھ لیں تو اس سے بھاگنے ڈرنے اور بچنے میں زیادہ کوشش کریں) یعنی پھر تو یہ لوگ جنت کی طلب میں تارک الدنیا ہو بیٹھیں زن و فرزند کو بھول بیٹھیں کیونکہ معائنہ خبر سے زیادہ قوی ہے۔ معلوم ہوا کہ انسانوں سے جنت چھپانے میں ہزار ہا حکمتیں ہیں، اگر جنت دکھادی جاتی تو کوئی شخص کوئی دنیاوی کام نہ کرتا۔

یعنی دوزخ کی آگ سے خیال رہے کہ فرشتے یہ نہیں کہتے کہ دوزخ سے پناہ مانگ رہے تھے کیونکہ دوزخ میں داخلہ تو قیامت کے بعد ہوگا مگر آگ کا عذاب مرتے ہی شروع ہو جاتا ہے۔ اس لیے آگ کے عذاب سے پناہ مانگنا چاہیے قرآن کریم نے جو جامع دعا ہم کو سکھائی ہے اس کے آخری میں ہے وقتاً عذاب النار نیز دوزخ کے ٹھنڈے طبقوں میں بھی آگ ہی کا عذاب ہے گرم طبقوں میں آگ کے قریب سے عذاب ہے ٹھنڈے طبقوں میں آگ کی دوری سے عذاب جیسے دنیا میں گرم سرد موسموں میں سورج کی دوری و نزدیکی سے سردی گرمی ہوتی ہے۔

اس طرح کہ پھر دوزخ کے خوف سے دنیا میں عیش و آرام بھول جائیں، ہمیشہ روتے رہیں کبھی نہ ہنسیں۔ معلوم ہوا کہ اگر وہ عالم ظاہر کر دیا جائے تو یہ عالم تباہ ہو جائے اگر رب تعالیٰ کا نظارہ یہاں ہو جائے تو کوئی کافر نہ رہے۔ شعر

کفر و اسلام کے جھگڑے ترے چھپنے سے بڑھے
تو اگر پردہ اٹھا دے تو تو ہی تو ہو جائے

گزشتہ ساری گفتگو اسی آخری جملہ کے لیے تھی کہ فرشتوں کو ان ذاکر مومنوں کی بخشش پر گواہ بنانا تھا خیال رہے کہ رب تعالیٰ نے یہ نہ فرمایا کہ ان کے گناہ بخشا ہوں کہ اس میں شبہ ہوتا کہ شاید پچھلے گناہ بخشے گئے بلکہ فرمایا انہیں بخشا ہوں یعنی آئندہ گناہوں سے بچنے کی توفیق دوں گا اور اگر کبھی ان سے کوئی گناہ ہو بھی جائے گا تو اس کی بخشش کا آج فیصلہ کئے دیتے ہوں، گناہ بخشا اور ہے گنہگار کو بخشا کچھ اور یہاں گنہگار کو بخشا گیا ہے۔

یعنی ذکر اللہ سننے نہ آیا تھا بلکہ کسی کام کو جا رہا تھا راستہ میں یہ مجلس نظر پڑی تو کچھ دیر کے لیے بیٹھ گیا یا کھڑے کھڑے کچھ ذکر سن لیا یہ عرض و معروض اس کو بخشوانے کے لیے ہے۔ معلوم ہوا کہ فرشتے ذاکرین کے بڑے خیر خواہ ہیں ہم کو بھی چاہیے کہ ان کے لیے دعائے خیر کیا کریں، دلائل الخیرات میں بعض دعائیں فرشتوں کے لیے بھی آتی ہیں، ہمیں ان سے کام پڑتا ہے ان سے تعلق رکھنا چاہیے۔

یعنی ان مجلس والوں کو تو ذکر کی وجہ سے بخش دیا اور اس گزرنے والے کو ان اچھوں کی صحبت کی برکت سے بخش دیا۔

صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ نیک صحبت ساری عبادات سے افضل ہے دیکھو صحابہ کرام سارے جہان کے اولیاء سے افضل ہیں کیوں اس لیے کہ صحبت یافتہ جناب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اصحاب کہف کا کتابھی بہتر ہو گیا اولیاء کی صحبت کی برکت سے۔ مرقات نے فرمایا کہ اللہ کی صحبت اختیار کرو، اگر نہ ہو سکے تو اللہ کے پاس رہنے والوں کی صحبت کرو مولانا فرماتے ہیں۔ شعر

ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا
اوشیدد در حضور اولیاء

یعنی ان فرشتوں کے ذمہ سوائے اس گھومنے پھرنے کے اور کوئی ڈیوٹی نہیں بعض صوفیاء ہمیشہ سفر میں رہتے ہیں جہاں عرس وغیرہ مجلس ذکر ہوتی ہیں شرکت کرتے ہیں ان کا ماخذ یہ حدیث ہے۔ (مرقات) فضل بعض نسخوں میں ف کے پیش ض کے فتح سے ہے یعنی دوسرے فرشتوں سے افضل۔

اس طرح کہ اس ٹوٹی چٹائی پھٹے فرش پر بیٹھ جاتے ہیں جہاں ذاکرین بیٹھے ہیں کوئی اعلیٰ جگہ نہیں ڈھونڈتے تاکہ انہیں فیض دیں اور ان سے فیض لیں۔

یعنی بعض فرشتے ان بعض انسانوں کو یا بعض فرشتے بعض فرشتوں کو اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں کہ نیچے والے اوپر والوں کے پروں کے سایہ میں ہو جاتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ ذاکرین کی آواز آسمان تک پہنچتی ہے کہ وہاں تک کے فرشتے سنتے ہیں جب بجلی کے ذریعہ آج انسانی آواز ہزار ہا میل تک پہنچتی ہے، تو نورانی آواز کہاں تک پہنچے گی۔

اس طرح کہ مجلس ختم ہو جاتی ہے اور لوگ اپنے اپنے گھروں یا کاموں کو چلے جاتے ہیں۔

کیونکہ یہ فرشتے تو صرف مجلسی ذکر سننے آتے ہیں، اکیلوں کا ذکر سننا ان کا کام نہیں، اس کے لیے دوسرے فرشتے ہیں اس سے بھی معلوم ہوا کہ ذکر بالجہر ذکر خفی سے افضل ہے یہ حدیث حضرات قادر یہ چشتیہ کی دلیل ہے حضرات نقشبندیہ کی دلائل دوسری احادیث و آیات ہیں۔

وہ فرشتے ان بندوں کے نام اور جگہ کا پورا پتہ عرض کرتے ہیں، سبحان اللہ! ان لوگوں اور اس جگہ کے بھاگ جاگ جاتے ہیں کہ ذکر الہی کی برکت سے معصوموں کی زبان پر بارگاہ الہی میں ان کے نام آ جاتے ہیں، مبارک ہیں دینی مدرسے اور خانقاہیں جہاں ہمیشہ ہی اللہ کا ذکر رہتا ہے۔ شعر

زہے مسجد و مکتب و خانقاہ ہے
کہ دردے بود قیل و قال محمد

خیال رہے کہ جنت کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف بھی ہوتی ہے جیسے یہاں ہے کیونکہ رب تعالیٰ جنت کا خالق اور حقیقی مالک ہے اور کبھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہوتی ہے کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بعطائے الہی جنت کے مالک ہیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے: **إِنَّا آعْظِيْكَ الْكَوْثَرَ**۔ اور کبھی مسلمانوں کی طرف کیونکہ یہ لوگ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے

صدقے سے اس کے مستحق ہیں انہی کی خاطر بنائی گئی ہے۔ شعر

مسلمانوں کو کوئی خلد سے روکے تو کیوں روکے

یہ اُمت ہے محمد کی وہ جنت ہے محمد کی

مسلم، بخاری کی روایتوں میں فرق یہ ہوا کہ بخاری کی روایت میں تعجب کا اظہار بھی مذکور ہے اور فرشتوں کا جواب بھی مگر مسلم کی روایت میں فرشتوں کا جواب مذکور نہیں صرف اظہار تعجب کا ہی ذکر ہے فرشتے جواب دیتے ہیں مگر یہاں اس کا ذکر نہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان ایسے موقعوں پر خصوصیت سے آخرت کی نعمتیں مانگیں صرف دنیا مانگنا اچھا نہیں آخرت مانگو دنیا ان شاء اللہ خود بخود مل جائے گی پھول پتے ان شاء اللہ خود مل جائیں گے گلہ سستہ میں پھول بغیر پتے کے نہیں ہوتے۔ معلوم ہوا کہ فرشتے ہر بندے کو بھی پہچانتے ہیں اور ہر شخص کے تمام نیک و بد اعمال کی پوری پوری خبر رکھتے ہیں اور ہر شخص کے ہر ارادے سے باخبر ہیں ورنہ انہیں کیا خبر ہوتی کہ یہ بندہ کون ہے نیک ہے یا بد ہے یہاں کس ارادہ سے آیا ہے جب ان فرشتوں کا یہ حال ہے تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کا کیا پوچھنا۔

جب عام ذاکروں کی مجلس کی یہ برکت ہے تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پاک کیسی بابرکت ہوگی، ان کا نام لیوا کبھی بد نصیب نہیں ہوتا۔ شعر

سلام اس پر کہ جس کے ذکر سے سیری نہیں ہوتی

سلام اس پر کہ جس کی بزم میں قسمت نہیں سوتی

دیکھو ایک گنہگار ان ذاکرین کی مجلس میں ایک آن کے لیے آیا تو بخشنا گیا، تو جو حضرات سایہ کی طرح حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے ان کی مغفرت میں شک کیسا ان کے متعلق رب تعالیٰ نے اعلان فرما دیا: **ذُكِّلَا وَعَدَّ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ**۔

(مراۃ المناجیح، ج ۳ ص ۹۱)

(1453) **وَعَنْهُ وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا يَقْعُدُ قَوْمٌ يَذْكُرُونَ اللَّهَ - عَزَّ وَجَلَّ - إِلَّا حَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَنَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ، وَذَكَرَهُمُ اللَّهُ فِي مَنِّ عِنْدَهُ."**

ان ہی سے اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ دونوں سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو قوم اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے بیٹھے۔ ان کو فرشتے ڈھانپ لیتے ہیں اور رحمت ان پر سایہ کر لیتی ہے اور ان پر سکون نازل ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کا ذکر ان میں فرماتا ہے جو اس کے پاس ہیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل الاجتماع علی تلاوة القرآن وعلی الذکر، ج ۸ ص ۴۲، رقم: ۴۰۳۰، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی سعید الخدری، ج ۲ ص ۹۲، رقم: ۱۱۸۹۲، شعب الایمان، فضل فی اداۃ ذکر اللہ عزوجل، ج ۱ ص ۳۹۹، رقم: ۵۳۰، مسند ابی یعلیٰ، من مسند ابی سعید الخدری، ج ۲ ص ۳۳۳، رقم: ۱۲۵۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ نے اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ بیٹھنے سے مراد کھڑے ہونے کے مقابل ہے، لہذا اس جملہ سے دوسرے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ ذکر اللہ بیٹھ کر کرنا افضل ہے کہ اس میں سکون زیادہ ہوتا ہے۔ دوسرے یہ کہ ذکر اللہ جماعت میں کرنا افضل ہے جیسا کہ آگے آ رہا ہے ممکن ہے کہ بیٹھنے سے مراد ہمیشہ ذکر اللہ کرنا ہوتی ہے ہمیشہ کرنا افضل ہے۔

یہاں فرشتوں سے مراد وہ فرشتے ہیں جو زمین کا چہر لگاتے رہتے ہیں ذکر الہی کے طبعی ڈسٹونڈ ہتے پھرتے ہیں اور رحمت سے مراد خاص رحمت الہی ہے جو ذکر الہی کے لیے مخصوص ہے لہذا اس جملہ پر یہ اعتراض نہیں کہ فرشتے تو انسان کو ہر وقت ہی گھیرے رہتے ہیں کیونکہ ہر وقت ساتھ رہنے والے فرشتے حافظین ہیں۔

سکینہ کی شرح "باب فضائل القرآن" میں گزر چکی کہ یا تو اس سے مراد خاص ملائکہ ہیں یا دل کا نور یا دل چسین و سکون ہے اللہ کے ذکر سے دل کو چسین نصیب ہوتا ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے: **الَّذِينَ كَفَرُوا لَيَسَّيَّرُنَا اللَّهُ حَيْثُ يَشَاءُ وَإِنَّهُ يَلْدِيءُ السُّيُوفَ وَيَنْزِلُ السَّمَاءَ سَاقِطًا مِمَّا يَشَاءُ**۔

یعنی اللہ تعالیٰ کے ملائکہ مقربین ہیں جو ہمیشہ اس کے پاس رہتے ہیں انتظام عالم کے لیے نہیں آتے اور ارواح انبیاء علیہم السلام و اولیاء عظام میں لوگوں کا ذکر فخر سے عزت و عظمت سے کرتے ہیں۔ (مرقاۃ) یہ حدیث اس آیت کی شرح ہے **فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ** پھر جس طرح بندہ رب کو یاد کرتا ہے اسی طرح رب بندے کو مثلاً بندہ کہتا ہے کہ مولیٰ میں گنہگار ہوں رب فرماتا ہے بندے مت گھبرا میں غفار ہوں وغیرہ۔ (مزاۃ المناجیح، ج ۳ ص ۳۸۵)

(1454) وَعَنْ أَبِي وَاقِدِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ عَوْفٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَمَا هُوَ جَالِسٌ فِي الْمَسْجِدِ وَالنَّاسُ مَعَهُ، إِذْ أَقْبَلَ ثَلَاثَةٌ نَفَرٍ، فَأَقْبَلَ اثْنَانِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَذَهَبَ وَاحِدٌ، فَوَقَفَا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَمَّا أَحَدُهُمَا فَرَأَى فُرْجَةً فِي الْخَلْقَةِ فَجَلَسَ فِيهَا، وَأَمَّا الْآخَرُ فَجَلَسَ خَلْفَهُمْ، وَأَمَّا الثَّالِثُ فَادْبَرَ ذَاهِبًا. فَلَمَّا فَرَغَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «أَلَا أُخْبِرُكُمْ عَنِ النَّفْرِ الثَّلَاثَةِ: أَمَّا أَحَدُهُمْ فَأَوَى إِلَى اللَّهِ فَأَوَاهُ اللَّهُ إِلَيْهِ. وَأَمَّا الْآخَرُ فَاسْتَحْيَى فَاسْتَحْيَى اللَّهُ مِنْهُ، وَأَمَّا الْآخَرُ، فَأَعْرَضَ فَأَعْرَضَ

حضرت ابو واقد حارث بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ لوگوں کے ساتھ مسجد میں تشریف فرماتے تھے کہ تین آدمی آئے دو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہوئے اور ایک چلا گیا۔ پس دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑے ہو گئے۔ ان میں سے ایک نے مجلس میں خالی جگہ دیکھی تو اس میں بیٹھ گیا اور دوسرا مجلس کے آخر میں بیٹھ گیا اور تیسرا پیٹھ پھیر کر چلا گیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فارغ ہوئے تو فرمایا کیا میں تم کو ان تین آدمیوں کے بارے میں بتاؤں۔ ان میں سے ایک نے اللہ کی طرف پناہ لی۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے پناہ دی اور دوسرے نے اس سے حیا کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو معاف فرما دیا۔ اور تیسرے نے منہ بسورا تو اللہ تعالیٰ

اللَّهُ عَنْهُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. نے اس سے اعراض فرمایا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب الخلق والجلوس: ج ۱ ص ۱۰۲ رقم: ۴۴۰۰ صحیح مسلم: باب من اتى مجلساً فوجد فرجة لمجلس فدها والاورداء: ج ۱ ص ۱۰۲ رقم: ۵۸۱۰ الاداب للبيهقي: باب خير المجالس اوسعها: ج ۱ ص ۳۴ رقم: ۲۵۱ سنن النسائي الكبرى: باب الجلوس حيث يدعى به المجلس: ج ۲ ص ۲۵۲ رقم: ۵۰۰۰ مؤطا امام مالك: باب جامع السلام: ج ۲ ص ۱۲۹ رقم: ۲۵۱)

شرح حدیث: راہِ علم کی مشقتوں میں صبر پر انعام

حضرت سیدنا ابوالحسن فقیہ صفار علیہ رحمۃ اللہ الغفار فرماتے ہیں: ہم مشہور محدث حضرت سیدنا حسن بن سفیان النسوی علیہ رحمۃ اللہ القوی کی خدمت بابرکت میں رہا کرتے تھے، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی علمیت کا ڈنکا ملک بھر میں بج رہا تھا، لوگ تحصیل علم کے لئے دور دراز سے سفر کر کے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے احادیث سن کر لکھ لیتے، الغرض آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے دور کے مشہور و معروف محدث اور فقیہ تھے اور آپ کے کاشانہ اطہر پر طالب علموں کا ہجوم لگا رہتا اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان علم دین کے متوالوں کو احادیث مبارکہ لکھواتے اور انہیں فقہ کے مسائل سے آگاہ کرتے۔

ایک مرتبہ جب ہم آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مجلس علم میں حاضر ہوئے تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حدیث لکھوانے کی بجائے لوگوں سے فرمایا: پہلے آج تم لوگ توجہ سے میری بات سنو اس کے بعد تمہیں حدیث لکھواؤں گا، تمام لوگ بڑی توجہ سے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بات سننے لگے، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: اے دین کا علم سیکھنے کے لئے دور دراز سے سفر کی صعوبتیں اور تکالیف جھیل کر آنے والو! بے شک میں جانتا ہوں کہ تم خوب ناز و نعم میں پلے ہو اور اہل فضیلت میں سے ہو، تم نے دین کی خاطر اپنے اہل و عیال اور وطنوں کو چھوڑا (یہ یقیناً تمہاری قربانی ہے) لیکن خبردار! تمہارے دل میں ہرگز یہ خیال نہ آئے کہ تم نے جو سفر کی مشقتیں اور تکالیف برداشت کی ہیں اور حصول علم دین کے لئے اپنے اہل و عیال سے دوری اختیار کی ہے اور بہت سی خواہشوں کو قربان کیا مگر ان تمام مشکلات پر صبر کر کے تم نے علم دین سیکھنے کا حق ادا نہیں کیا کیونکہ تمہاری تکلیفیں دین کی راہ میں بہت کم ہیں۔ آؤ میں تمہیں اپنے زمانہ طالب علمی کی کچھ تکالیف سناتا ہوں تاکہ تمہیں بھی تکالیف پر صبر کرنے کی ہمت و رغبت ملے۔

سنو! جب مجھے علم دین سیکھنے کا شوق ہوا تو اس وقت میں عالم شباب میں تھا، میری شدید خواہش تھی کہ میں حدیث و فقہ کا علم حاصل کروں۔ چنانچہ ہم چند دوست حصول علم دین کے لئے مصر کی طرف روانہ ہوئے اور ہم نے ایسے اساتذہ اور محدثین کی تلاش شروع کر دی جو اپنے دور کے سب سے زیادہ ماہر حدیث اور سب سے بڑے فقیہ اور حافظ الحدیث ہوں، بڑی تلاش کے بعد ہم اس زمانے کے سب سے بڑے محدث کے پاس پہنچے وہ ہمیں روزانہ بہت کم تعداد میں احادیث اِطّاء کرواتے (یعنی لکھواتے) وقت گزرتا رہا یہاں تک کہ مدت طویل ہو گئی اور ہمارا ساتھ لایا ہوا نان و نفقہ بھی ختم ہونے لگا۔ جب سب کھانا وغیرہ ختم ہو گیا تو ہم نے اپنے زائد کپڑے اور چادریں وغیرہ فروخت کیں اور کچھ کھانا وغیرہ خریدا پھر جب وہ

بھی ختم ہو گیا تو فاقوں کی نوبت آگئی۔ ہم سب دوست ایک مسجد میں رہا کرتے تھے، کوئی ہماری مشقتوں اور تکالیف سے واقف نہ تھا اور نہ ہی ہم نے کبھی اپنی تنگدستی اور غربت کی کسی سے شکایت کی، ہم صبر و شکر سے علم دین حاصل کرتے رہے، اب ہمارے پاس کھانے کو کچھ بھی نہ رہا بالآخر ہم نے تین دن اور تین راتیں بھوک کی حالت میں گزار دیں۔ ہماری کمزوری اتنی بڑھ گئی کہ ہم حرکت بھی نہ کر سکتے تھے۔ چوتھے دن بھوک کی وجہ سے ہماری حالت بہت خراب تھی، ہم نے سوچا کہ اب ہم ایسی حالت کو پہنچ چکے ہیں کہ ہمیں سوال کرنا جائز ہے کیوں نہ ہم لوگوں سے اپنی حاجت بیان کریں تاکہ ہمیں کچھ کھانے کو مل جائے لیکن ہماری خودداری اور عزت نفس نے ہمیں اس پر آمادہ نہ ہونے دیا کہ ہم لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلائیں اور اپنی پریشانی ان پر ظاہر کریں، ہم میں سے ہر شخص اس بات سے انکار کرنے لگا کہ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلائے لیکن حالت ایسی تھی کہ ہم سب قریب المرگ تھے اور مجبور ہو گئے تھے۔ چنانچہ یہ طے پایا کہ ہم قرعہ ڈالتے ہیں جس کا نام آگیا وہی سب کے لئے لوگوں سے کھانا طلب کریگا تاکہ ہم اپنی بھوک ختم کر سکیں جب سب کے نام لکھ کر قرعہ ڈالا گیا تو قرعہ میرے نام نکلا، چنانچہ میں با دلِ نخواستہ لوگوں سے اپنی حاجت بیان کرنے کے لئے تیار ہو گیا لیکن میری غیرت اس بات کی اجازت نہ دے رہی تھی پس میں عزت نفس کی وجہ سے لوگوں کے پاس مانگنے کے لئے نہ جاسکا اور میں نے مسجد کے ایک کونے میں جا کر نماز پڑھنا شروع کر دی اور بہت طویل دو رکعت نماز پڑھی پھر اللہ عزوجل سے اس کے پاکیزہ اور بابرکت ناموں کے وسیلے سے دعا کی کہ وہ ہم سے اس پریشانی اور تکلیف کو دور کر دے اور ہمیں اپنے علاوہ کسی کا محتاج نہ بنائے۔ ابھی میں دعا سے فارغ بھی نہ ہوا تھا کہ مسجد میں ایک حسین و جمیل نوجوان داخل ہوا۔ اس نے نہایت عمدہ کپڑے پہنے تھے، اس کے ساتھ ایک خادم تھا جس کے ہاتھ میں رومال تھا۔ اس نوجوان نے مسجد میں داخل ہوتے ہی پوچھا: تم میں سے حسن بن سفیان (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کون ہے؟ یہ سن کر میں نے سجدے سے سراٹھایا اور کہا: میرا نام حسن بن سفیان ہے، تمہیں مجھ سے کیا کام ہے؟ وہ نوجوان بولا: ہمارے شہر کے حاکم طولون نے تمہیں سلام بھیجا ہے اور وہ اس بات پر معذرت خواہ ہے کہ تم ایسی سخت تکلیف میں ہو اور اسے معلوم ہی نہیں کہ تمہاری حالت فاقوں تک پہنچ چکی ہے، ہمارا حاکم اپنی اس کوتاہی پر آپ لوگوں سے معافی کا طلبگار ہے، اس نے آپ کے لئے یہ کھانا بھجوایا ہے، کل وہ خود آپ لوگوں کی خدمت میں حاضر ہو کر معذرت کریگا، برائے کرم! آپ یہ کھانا قبول فرمائیں، پھر اس نوجوان نے کھانا اور کچھ تھیلیاں ہمارے سامنے رکھیں جن میں ہم سب احباب کے لئے ایک ایک سودینا تھے، ہم سب یہ دیکھ کر بہت حیران ہوئے۔

میں نے اس نوجوان سے کہا: یہ سب کیا قصہ ہے اور تمہارے حاکم کو ہمارے بارے میں کس نے خبر دی ہے؟ تو وہ نوجوان کہنے لگا: میں اپنے حاکم کا خادم خاص ہوں۔ آج صبح جب میں اس کی محفل میں گیا تو اس کے پاس اور بھی بہت سے خدام اور درباری موجود تھے، کچھ دیر بعد ہمارے حاکم طولون نے کہا: میں کچھ دیر خلوت چاہتا ہوں لہذا تم سب یہاں سے چلے جاؤ چنانچہ ہم سب اسے تنہا چھوڑ کر اپنے اپنے گھروں کی طرف پلٹ گئے، میں گھر پہنچا اور ابھی میں بیٹھا بھی نہ تھا کہ

امیر طولون کا قاصد میرے پاس آیا، اس نے آتے ہی کہا: تمہیں امیر طولون بلا رہے ہیں، جتنا جلدی ہو سکے ان کی بارگاہ میں حاضر ہو جاؤ۔ میں بہت حیران ہوا کما بھی تو وہاں سے آیا ہوں پھر ایسی کیا بات ہو گئی کہ مجھے طلب کیا گیا ہے بہر حال میں جلدی سے حاضر دربار ہوا جب میں اس کے کمرے میں پہنچا تو دیکھا کہ وہ اکیلا ہی کمرے میں موجود ہے۔ اس نے اپنا دایاں ہاتھ اپنے پہلو پر رکھا ہوا ہے اور شدید تکلیف کی حالت میں ہے۔ امیر طولون کے پہلو میں شدید درد ہو رہا تھا جیسے ہی میں ان کے پاس پہنچا تو مجھ سے کہنے لگے: کیا تم حسن بن سفیان اور ان کے رفیق طلباء کو جانتے ہو؟ میں نے عرض کی: نہیں۔

تو کہنے لگے: فلاں محلہ کی فلاں مسجد میں جاؤ، یہ کھانا اور رقم بھی لے جاؤ اور بصد احترام ان لوگوں کی بارگاہ میں پیش کرنا، وہ دین کے طالب علم تین دن اور تین راتوں سے بھوکے ہیں، اور میری طرف سے ان سے معذرت کرنا کہ میں ان کی حالت سے ناواقف رہا حالانکہ وہ میرے شہر میں تھے میں اپنی اس حرکت پر بہت شرمندہ ہوں، کل میں خود ان کی بارگاہ میں حاضر ہو کر معافی مانگوں گا۔ اس نوجوان نے ہمیں بتایا کہ جب میں نے امیر طولون سے یہ باتیں سنیں تو میں نے عرض کی: حضور! آخر کیا واقعہ پیش آیا ہے اور آپ کو یہ کمر کی تکلیف یکدم کیسے ہو گئی حالانکہ ابھی تھوڑی دیر پہلے آپ بالکل ٹھیک تھا کتھے؟

امیر طولون نے مجھے بتایا کہ جب تم لوگ یہاں سے چلے گئے تو میں آرام کے لئے اپنے بستر پر لیٹا، ابھی میری آنکھیں بند ہی ہوئی تھیں کہ میں نے خواب میں ایک شہسوار کو دیکھا جو ہوا میں اس طرح اڑتا آ رہا تھا جیسے کوئی شہسوار زمین پر چلتا ہے، اس کے ہاتھ میں ایک نیزہ تھا۔ مجھے اس کی یہ حالت دیکھ کر بڑا تعجب ہوا، وہ اڑتا ہوا میرے دروازے پر آیا پھر گھوڑے سے اتر اور نیزے کی نوک میرے پہلو میں رکھ دی اور کہنے لگا: فوراً اٹھو اور حسن بن سفیان اور ان کے رفقاء کو تلاش کرو، جلدی اٹھو، جلدی کرو، وہ دین کے طلباء راہ خدا عزوجل کے مسافر تین دن سے بھوکے ہیں اور فلاں مسجد میں قیام فرما ہیں۔

میں نے اس پر اسرار شہسوار سے پوچھا: آپ کون ہیں؟ اس نے کہا: میں جنت کے فرشتوں میں سے ایک فرشتہ ہوں، اور تمہیں ان دین کے طلباء کی حالت سے خبردار کرنے آیا ہوں، فوراً ان کی خدمت کا انتظام کرو۔ اتنا کہنے کے بعد وہ سوار میری نظروں سے اوجھل ہو گیا اور میری آنکھ کھل گئی بس اس وقت سے میرے پہلو میں شدید درد ہو رہا ہے۔ تم جلدی کرو اور یہ سارا مال اور کھانا وغیرہ لے کر ان دین کے طلباء کی خدمت میں پیش کر دو تا کہ مجھ سے یہ تکلیف دور ہو جائے۔

حضرت سیدنا حسن بن سفیان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: اس نوجوان سے یہ باتیں سن کر ہم سب بڑے حیران ہوئے اور اللہ عزوجل کا شکر ادا کیا اور اس رحیم و کریم مالک کی عطا پر مر بسجود ہو گئے۔

پھر ہم سب دوستوں نے یہ فیصلہ کیا کہ ابھی رات ہی کو ہمیں اس جگہ سے کوچ کر جانا چاہیے ورنہ ہمارا واقعہ لوگوں میں

مشہور ہو جائے گا اور حاکم شہر ہماری حالت سے واقف ہو کر ہمارا ادب و احترام کریگا، اس طرح لوگوں میں ہماری نیک نامی ہو جائے گی، ہو سکتا ہے پھر ہم ریا کاری اور تکبر کی آفت میں مبتلا ہو جائیں۔ ہمیں لوگوں سے عزت افزائی نہیں چاہیے، ہمیں تو اپنے رب عزوجل کی خوشنودی چاہیے۔ ہم اپنا عمل صرف اپنے مالک حقیقی کے لئے ہی کرنا چاہتے ہیں، لوگوں کے لئے ہم عمل کرتے ہی نہیں اور نہ ہی ہمیں یہ بات پسند ہے کہ ہمارے اعمال سے لوگ واقف ہوں۔ چنانچہ ہم سب دوستوں نے راتوں رات وہاں سے سفر کیا، اس علاقے کو خیر باد کہا، اور ہم مختلف علاقوں میں چلے گئے۔ علم دین کی راہ میں ایسی مشقتوں اور تکالیف پر صبر و شکر کرنے کی وجہ سے ہم میں سے ہر ایک اپنے دور کا بہترین محدث اور ماہر فقیہ بنا اور علم دین کی برکت سے ہمیں بارگاہ خداوندی عزوجل میں اعلیٰ مقام عطا کیا گیا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ حَمْدًا کَثِیْرًا۔

پھر جب صبح امیر طولون اس محلے میں آیا اور اسے معلوم ہوا کہ ہم یہاں سے جا چکے ہیں تو اس نے اس تمام محلے کو خریدا اور وہاں ایک بہت بڑا جامعہ بنوا کر اسے ایسے طالب علموں کے لئے وقف کر دیا جو وہاں دین کا علم سیکھیں، پھر اس نے تمام طلباء کی خوراک اور دیگر ضروریات اپنے ذمہ لے لیں اور سب کی کفالت خود ہی کرنے لگا تا کہ آئندہ کسی طالب علم کو کبھی ایسی پریشانی نہ ہو جیسی ہمیں ہوئی تھی، ہمیں جو سعادتیں ملیں وہ سب علم دین کی برکت اور ہمارے یقین کامل کا نتیجہ تھیں۔ ہمیں اپنے رب کریم پر مکمل بھروسہ ہے وہ اپنے بندوں کو بے یار و مددگار نہیں چھوڑتا، وہ ہم سب کا والی و مالک ہے۔

(عُیُونُ الْجَوَاہِرِ ص ۱۸۱ تا ۱۸۵)

(1455) وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ

عَنْهُ قَالَ: خَرَجَ مُعَاوِيَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَلَى حَلْقَةٍ فِي الْمَسْجِدِ، فَقَالَ: مَا أَجَلَسَكُمْ؟ قَالُوا: جَلَسْنَا نَذْكُرُ اللَّهَ. قَالَ: اللَّهُ مَا أَجَلَسَكُمْ إِلَّا ذَاكَ؟ قَالُوا: مَا أَجَلَسْنَا إِلَّا ذَاكَ. قَالَ: أَمَا إِنِّي لَمَّا اسْتَحْلِفْتُكُمْ مُهْمَةً لَكُمْ، وَمَا كَانَ أَحَدٌ بِمَنْزِلَتِي مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقَلَّ عَنْهُ حَدِيثًا مِنِّي: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ عَلَى حَلْقَةٍ مِنْ أَصْحَابِهِ فَقَالَ: «مَا أَجَلَسَكُمْ؟» قَالُوا: جَلَسْنَا نَذْكُرُ اللَّهَ وَنَحْمَدُهُ عَلَى مَا هَدَانَا لِلْإِسْلَامِ، وَمَنْ بِهِ عَلَيْنَا. قَالَ: «اللَّهُ مَا أَجَلَسَكُمْ إِلَّا ذَاكَ؟» قَالُوا: وَاللَّهُ مَا أَجَلَسْنَا إِلَّا ذَاكَ. قَالَ: «أَمَا إِنِّي لَمَّا

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مسجد میں ایک حلقہ کے پاس آئے اور فرمایا تمہیں کس چیز نے بٹھایا ہے۔ انہوں نے عرض کیا: ہم اللہ کا ذکر کرنے بیٹھے ہیں۔ فرمایا: کیا اللہ کی قسم اٹھا کر کہتے ہو کہ تم کو صرف اسی مقصد نے بٹھایا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ ہمیں اسی مقصد نے بٹھایا ہے۔ آپ نے فرمایا: سنو! میں نے تم سے حلف بے اعتمادی سے نہیں لیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث بیان کرنے میں تم میں سے کوئی آدمی میری مثل نہیں ہے۔ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے ایک حلقہ کے پاس آئے۔ آپ نے فرمایا: تم کو کس نے بٹھایا ہے۔ انہوں نے کہا ہم اللہ کا ذکر اور حمد کر رہے ہیں کہ اس نے ہمیں اسلام کی

أَسْتَهْلِفُكُمْ فَلَئِنَّ لَكُمْ وَلَكِنَّهُ أَكَلِي جِبْرِيْلُ
فَأَلْحَبْرِي أَنْ اللَّه يُتَاهِي بِكُمْ الْمَلَائِكَةُ. رَوَاهُ
مُسْلِمٌ.

ہدایت دی اور اس کے ساتھ ہم پر احسان فرمایا۔ آپ
نے ارشاد فرمایا: کیا قسم اٹھاتے ہو کہ تم کو اسی مقصد نے
بٹھایا۔ انہوں نے کہا: ہم اللہ کی قسم اٹھاتے ہیں کہ ہم کو تو
اسی مقصد نے ہی بٹھایا ہے فرمایا میں نے تم سے بے
اعتمادی کی وجہ سے حلف نہیں لیا۔ لیکن میرے پاس
جبرائیل آئے اور انہوں نے مجھے بتایا کہ اللہ تعالیٰ
تمہاری وجہ سے فرشتوں پر فخر فرماتا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب فضل الاجتماع علی تلاوة القرآن وعلی الذکر ج ۸ ص ۴۲، رقم: ۵۰۲۲ المعجم الكبير
للطبرانی: باب من اسمه معاوية ج ۱ ص ۳۱۱، رقم: ۱۱۲۴۱ سنن ترمذی: باب ما جاء فی القول بجلسون فیذکرون اللہ عزوجل مالہم من
الفضل ج ۵ ص ۳۱۰، رقم: ۲۲۶۰ مسند امام احمد بن حنبل: حدیث معاویة بن ابی سفیان ج ۲ ص ۹۲، رقم: ۱۶۸۸۱ مصنف ابن ابی شیبہ
باب فی ثواب ذکر اللہ عزوجل ج ۱ ص ۳۰۵، رقم: ۲۰۰۸۴)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کچھ لوگ مسجد نبوی یا کسی اور مسجد میں ذکر اللہ کے لیے حلقہ بنائے بیٹھے تھے، نماز کے انتظار میں نہ بیٹھے تھے، کیونکہ
اس وقت صف بستہ بیٹھنا چاہیے حلقہ بنانا منع ہے، لہذا یہ حدیث حلقہ بنانے کی ممانعت کی حدیث کے خلاف نہیں۔

اس طرح کہ ایک صاحب ذکر خیر کر رہے ہیں اور باقی حضرات سن رہے ہیں، گویا مجلس وعظ کی مجلس ہے یا باری باری
سے ہر شخص ذکر اللہ کر رہا ہے یا سب ملکر کلمہ طیبہ وغیرہ پڑھ رہے ہیں۔

پہلا اللہ اصل میں اواللہ تھا ہمزہ استفہامیہ واؤ قسمیہ، واؤ کوالف سے بدل دیا گیا، اور لفظ اللہ کو جر ہے بعض نسخوں میں
زبر بھی ہے اس کی دوسری توجیہ ہے یعنی کیا خدا کی قسم تم لوگ صرف ذکر کے لیے ہی بیٹھے ہو دوسرے اللہ کی اصل عبارت یہ
ہے اِوئی یا نعم نقسم باللہ۔

یعنی میں نے آپ حضرات کو جھوٹا سمجھ کر قسم نہ لی ہے آپ حضرات صحابہ کرام ہیں صحابہ سب عادل ہیں بلکہ ادائے
سنت کے لیے یہ قسم لی ہے۔

کیونکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سالابھی ہوں کہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بھائی ہوں اور کاتب وحی
بھی ہوں اسی لیے مولانا روم نے حضرت امیر معاویہ کو مسلمانوں کا امام فرمایا مگر روایت حدیث بہت کم کرتا ہوں احتیاط کے
لیے دیکھو حضرت ابوبکر صدیق عمر بھر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے مگر آپ نے روایت حدیث بہت کم
فرمائیں، اس حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ حضرت امیر معاویہ کو حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق سے بھی زیادہ حضور انور
صلی اللہ علیہ وسلم سے قرب رہا ہو، بلکہ آپ جن لوگوں سے خطاب کر رہے ہیں یا جو آپ کے زمانہ میں صحابہ موجود تھے ان

کے مقابلہ میں اپنی جزوی فضیلت قرب بیان فرما رہے ہیں۔ خیال رہے کہ جن صحابہ نے حدیث کی روایت بالمعنی جائز بھی تھی وہ احادیث زیادہ روایت کرتے تھے اور جن کے نزدیک روایت بالمعنی جائز نہ تھی وہ بہت کم روایت کرتے تھے حضرت امیر معاویہ دوسری جماعت سے ہیں۔

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہدایت ایمان ہے اور سب سے بڑا احسان حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن پاک ہاتھ آجانا ہے، خود فرماتا ہے: **بَلِ اللّٰهُ يَبْنِيْ عَلَيْنَكُمْ اَنْ هَدٰكُمْ لِلْاٰيٰتِيْنَ** اور فرماتا ہے: **لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا**۔ ایمان اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے سواء کسی اور نعمت پر رب تعالیٰ نے لفظ من ارشاد نہیں فرمایا۔ شعر

رب اعلیٰ کی نعمت پر اعلیٰ درود

حق تعالیٰ کی منت پہ لاکھوں سلام

یہ بھی معلوم ہوا کہ اسلام اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے شکر یہ کے لیے مجلسیں کرنا حلقے بنا کر بیٹھنا سنت صحابہ ہے یہ حدیث مجلس میلاد شریف کی اصل ہے۔

کیونکہ ہر مؤمن پر عموماً اور صحابہ کرام پر خصوصاً بدگمانی کرنا جائز نہیں بلکہ یہ قسم نہیں تمہاری عظمت و عزت کے اظہار کے لیے ہے۔

اس طرح کہ فرشتوں سے فرما رہا ہے میرے ان بندوں کو دیکھو کہ نفس و شیطان کے تسلط میں ہیں، دنیاوی رکاوٹیں موجود ہیں، شہوت و غضب رکھتے ہیں اتنی رکاوٹیں ہوتے ہوئے سب پر لات مار کر میرا ذکر کر رہے ہیں۔ یقیناً تمہارے ذکر سے میرا یہ ذکر افضل ہے، چونکہ فرشتوں ہی نے انسان کی شکایت کی تھی کہ وہ خون ریز و فسادی ہوگا اس لیے انہی کو یہ سنایا جا رہا ہے کہ دیکھو اگر انسان میں فساد ہی تو ایسے نمازی و غازی بھی ہیں جو نفس و شیطان و طغیان و کفار سب سے ہی جہاد کرتے رہتے ہیں۔ (مزاۃ المناجیح، ج ۳ ص ۵۰۲)

105- بَابُ الدِّكْرِ عِنْدَ الصَّبَاحِ وَالْمَسَاءِ

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: (وَادْكُرْ رَبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَخِيفَةً وَدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْخُدُوِّ وَالْاَصَالِ وَلَا تَكُنْ مِنَ الْغٰفِلِيْنَ) (الأعراف:

205)

قَالَ اَهْلُ اللُّغَةِ: "الْاَصَالُ": جَمْعُ اَصِيْلٍ، وَهُوَ

مَا بَيْنَ الْعَصْرِ وَالْمَغْرِبِ.

صبح و شام اللہ تعالیٰ کا ذکر کا بیان

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور اپنے رب کو اپنے دل

میں یاد کرو زاری اور ڈر سے اور بے آواز نکلے زبان سے صبح اور شام اور غافلوں میں نہ ہونا۔

اہل لغت نے کہا ہے کہ "الاصال" اصیل کی جمع ہے

اور یہ عصر اور مغرب کے درمیانی وقت کو کہتے ہیں۔

شرح: حضرت صدر الک فاضل سپہ نامولینا محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی خزائن العرفان میں اس کے

تحت لکھتے ہیں: شام عصر و مغرب کے درمیان کا وقت ہے ان دونوں وقتوں میں ذکر افضل ہے کیونکہ نماز فجر کے بعد طلوع آفتاب تک اور اسی طرح نماز عصر کے بعد غروب تک نماز ممنوع ہے اس لئے ان وقتوں میں ذکر مستحب ہوا تا کہ بندے کے تمام اوقات قربت و طاعت میں مشغول رہیں۔ (خزانة العرفان)

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس کی پاکی بولو سورج چمکنے سے پہلے اور اس کے ڈوبنے سے پہلے۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور اپنے رب کی تعریف کرتے ہوئے صبح اور شام اس کی پاکی بولو۔

اہل لغت نے کہا کہ ”العشی زوال اور غروب آفتاب کے درمیانی وقت کو کہتے ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ان گھروں میں جنہیں بلند کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور ان میں اس کا نام لیا جاتا ہے اللہ کی تسبیح کرتے ہیں ان میں صبح اور شام وہ مرد جنہیں غافل نہیں کرتا کوئی سودا اور نہ خرید و فروخت اللہ کی یاد اور نماز برپا رکھنے اور زکوٰۃ دینے سے ڈرتے ہیں اس دن سے جس میں اُلٹ جائیں گے دل اور آنکھیں۔

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا) (طہ: 130).

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْأُبْحَارِ) (المؤمن: 55).

قَالَ أَهْلُ اللُّغَةِ ”العَشِيُّ“: مَا بَيْنَ زَوَالِ الشَّمْسِ وَغُرُوبِهَا.

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (فِي بُيُوتٍ أُذِنَ اللَّهُ أَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ يُسَبِّحُ لَهُ فِيهَا بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ) (النور: 36-37).

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (إِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهُ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِشْرَاقِ) (ص: 18).

(1456) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ”مَنْ قَالَ حِينَ يُصْبِحُ وَحِينَ يُمَسِي: سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ، مِئَةً مَرَّةً، لَمْ يَأْتِ أَحَدٌ يَوْمَ الْقِيَمَةِ بِأَفْضَلٍ مِنَّا جَاءَ بِهِ، إِلَّا أَحَدٌ قَالَ مِثْلَ مَا قَالَ أَوْ زَادَ“ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے صبح و شام سو مرتبہ سبحان اللہ و بحمدہ کہا۔ روز حشر اس سے زیادہ فضیلت والا عمل کوئی نہ لائے گا۔ لیکن وہ شخص جس نے اسی کلمہ کو اتنی بار یا زیادہ کہا ہوگا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب فضل التهلیل والتسبیح والدعاء: ج ۸ ص ۶۹ رقم: ۴۰۱۱، سنن ترمذی: باب ما جاء فی

فضل التسبیح والتکبیر والتهلیل والتحمید: ج ۵ ص ۵۱۳ رقم: ۲۲۶۱ مسند امام احمد بن حنبل مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ
ج ۲ ص ۲۴۱ رقم: ۸۸۲۱ مشکوٰۃ البصایح باب ثواب التسبیح والتحمید الفصل الاول ج ۲ ص ۱۸ رقم: ۲۲۶۴

شرح حدیث: دو رحمتوں سے فضل

حضرت سیدنا زید بن سہل انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام بیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطان بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ یہ فرمایا، اس کے لئے جنت واجب ہو جائے گی، اور جس نے سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ کہا اللہ عزوجل اس کے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار نیکیاں لکھے گا۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! پھر تو ہم میں سے کوئی بھی ہلاکت میں مبتلا نہ ہوگا۔ فرمایا، کیوں نہیں! تم میں سے ایک شخص بے شمار نیکیاں لے کر آئے گا کہ اگر ان نیکیوں کو کسی پہاڑ پر رکھ دیا جائے تو اس سے بھی زیادہ وزنی ہو جائیں پھر نعمتیں آئیں گی اور ان تمام نیکیوں کو لے جائیں گی پھر اللہ عزوجل اپنی دو رحمتوں سے فضل فرمائے گا۔ (المستدرک، کتاب التوبۃ، باب من قال لا اله الا الله و جنت له الجنة، رقم ۷۷۱۳، ج ۵، ص ۳۵۶)

انہی سے روایت ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے گزشتہ رات بچھو کاٹنے سے شدید تکلیف پہنچی۔ آپ نے فرمایا: سن! اگر تو شام کو کہہ لیتا۔ اَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ میں اللہ تعالیٰ سے پورے کلمات کے ساتھ تمام مخلوقات کے شر سے پناہ پکڑتا ہوں تو وہ تم کو ضرر نہ دیتا۔ (مسلم)

(1457) وَعَنْهُ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا لَقِيتُ مِنْ عَقْرِبٍ لَدَعْتَنِي الْبَارِحَةَ! قَالَ: "أَمَّا لَوْ قُلْتَ حِينَ أَمْسَيْتَ: اَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ، لَمْ تَضُرَّكَ." رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فی التعوذ من سوء القضاء ودرک الشقاء وغیرہ، ج ۸ ص ۶۶، رقم: ۵۰۵۵، مؤطا امام مالک، باب ما یؤمر بہ من التعوذ، ج ۲ ص ۱۵۱، رقم: ۱۴۰۶، سنن ابوداؤد، باب کیف الرقی، ج ۲ ص ۱۹، رقم: ۲۹۰۰، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث رجل من اسلم رضی اللہ عنہ، ج ۵ ص ۲۳۰، رقم: ۲۲۶۰۰)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اللتان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ما موصولہ ہے اور جملہ مبتداء ہے جس کی خبر پوشیدہ ہے یعنی مجھے جتنی تکلیف پہنچی بیان نہیں کر سکتا یا مانا استفہامیہ ہے اور استفہام تعجب کے لیے یعنی تعجب ہے کہ مجھے کتنی تکلیف پہنچی۔

اس سے معلوم ہوا کہ یہ دعا ہمیشہ ہی پڑھنی چاہیے، صبح کے وقت پڑھ لینے سے شام تک زہریلی چیزوں سے امن ہے اور شام کو پڑھ لینے سے صبح تک امن۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۴ ص ۴۱)

اور انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صبح کے وقت

(1458) وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

یہ کہا کرتے تھے اے اللہ! تیری ہی (رحمت) کی وجہ سے ہم صبح کرتے ہیں اور تیری ہی (رحمت) کی وجہ سے ہم شام کرتے ہیں اور تیری ہی وجہ سے ہم زندہ رہتے ہیں اور تیری ہی وجہ سے ہم مرتے ہیں اور تیری ہی طرف ہم نے اکٹھے ہونا ہے۔ اس کو ابو داؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابو داؤد: باب ما یقول اذا اصبح، ج ۳ ص ۳۶، رقم: ۵۰۰، سنن ترمذی: باب ما جاء فی الدعاء اذا اصبح واذا امسى، ج ۵ ص ۳۱۶، رقم: ۳۲۹۱، الادب المفرد للبغاری: باب ما یقول اذا اصبح، ج ۱ ص ۳۱۱، رقم: ۱۱۹۹، مصنف ابن ابی شیبہ: باب ما یتعبد ان یدعوه اذا اصبح، ج ۱ ص ۲۳۰، رقم: ۲۲۸۹۱، تحف الخیرة البهرة للبوضیری: باب ما یقولہ اذا اصبح واذا امسى، ج ۶ ص ۳۹۹، رقم: ۶۰۸۹)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اللہتان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

خیال رہے کہ انسان کے مرنے پر تعجب نہیں بلکہ اس کی زندگی حیرت ناک ہے کیونکہ اندرونی اور بیرونی دشمن اتنے ہیں کہ خدا کی پناہ! اتنے دشمنوں میں گھرے ہوئے ہونے کے باوجود اس کا زندہ رہنا اللہ کی قدرت ہی ہے۔ اس دعائے شریف کا یہ یہی مطلب ہے کہ خدا یا تیرے ہی کرم اور مہربانی سے ہم شام سے سویرا پالیتے ہیں اور سویرے سے شام، ہماری زندگی اور موت تیرے ہی قبضہ میں ہے، یہ معنی تو بالکل ظاہر ہیں، یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ خدا یا ہماری زندگی و موت نفس دنیا یا شیطان کے لیے نہیں بلکہ الحمد للہ تیری عبادت کے لیے ہے۔

نشور نشر سے بنا بمعنی پھیلنا، اسی سے ہے منتشر، چونکہ قیامت کی زندگی پھیلے ہوئے بکھرے ہوئے اجزاء کو جمع کر کے ہوگی اس لیے اس زندگی کو نشور کہا جاتا ہے اسی لیے مرقات وغیرہ نے اس کا ترجمہ کیا بعث بعد الموت۔ یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ دنیا میں کافر، مؤمن، منافق سب جمع ہیں مگر قیامت میں سب چھٹ جائیں گے کہ حکم ہو گا **وَامْتَنَزُوا الْيَوْمَ آيَها السُّجْرُمُونَ** اس لیے اس اٹھنے کا نام نشور ہے اسی وجہ سے مرقات نے اس کے معنی کیے **والتفرق بعد الجعم**۔

(مراۃ المناجیح، ج ۳ ص ۸)

(1459) وَعَنْهُ: أَنَّ أَبَا بَكْرٍ بْنِ الصِّدِّيقِ رَضِيَ

اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ مُرِّنِي بِكَلِمَاتٍ أَقُولُهُنَّ إِذَا أَصْبَحْتُ وَإِذَا أَمْسَيْتُ، قَالَ: "قُلْ: اللَّهُمَّ فَاطِرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ، رَبِّ كُلِّ شَيْءٍ وَمَوْلِيكَ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ،

اور انہی سے یہ روایت بھی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ مجھے ایسے کلمات بتائیں جو میں صبح اور شام پڑھا کروں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ کہا کرو: اے اللہ! آسمانوں اور زمینوں کے پیدا کرنے والے غیب اور ظاہر کے جاننے

أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِي وَشَرِّ الشَّيْطَانِ
وَشَرِّكَهٖ قَالَ: "قُلْهَا إِذَا أَصْبَحْتَ، وَإِذَا أَمْسَيْتَ،
وَإِذَا أَخَذْتَ مَضْجَعَكَ". رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَاللِّزْمِيُّ
وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ".

وائے ہر شے کے رب اور اس کے مالک میں گواہی دیتا
ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں میں تجھ سے پناہ مانگتا
ہوں اپنی ذات کے شر سے اور شیطان کے شر سے اور
اس کے شرک سے۔ آپ نے فرمایا اور جب تو صبح کرو
اور شام کرو اور جب اپنے بستر پر آئے تو یہ پڑھا
کرو۔ اسے ابو داؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ
حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابو داؤد: باب ما یقول اذا اصبح، ج ۳ ص ۲۴۶، رقم: ۵۰۶۹، سنن ترمذی: باب ما جاء فی الدعاء اذا اصبح
واذا امسى، ج ۶ ص ۳۶۴، رقم: ۲۲۹۲، المستدرک للحاکم، کتاب الدعاء والتکبیر والتہلیل، ج ۲ ص ۱۶۱، رقم: ۱۸۹۲، سنن النسائی الکبیری
باب فاطر السموات والارض، ج ۳ ص ۲۰۲، رقم: ۴۶۹۱، مسند ابی یعلیٰ، مسند ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ، ج ۱ ص ۴۸، رقم: ۴۰)

شرح حدیث: اول و آخر میں بھلائی

حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ شہنشاہ خوش خصال، پیکرِ حسن و جمال، دافعِ رنج و ملال، صاحبِ جود
نوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، انسان کے دو محافظ فرشتے اللہ عزوجل کی
بارگاہ میں دن اور رات میں لکھے گئے اعمال اٹھا کر لے جاتے ہیں تو جب اللہ عزوجل صحیفہ کے اول و آخر میں بھلائی دیکھتا
ہے تو فرشتوں سے فرماتا ہے میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنے بندے کے صحیفے کے دونوں کناروں کے درمیان جو
کچھ ہے اسے معاف کر دیا۔ (سنن الترمذی، کتاب الجنائز، باب ۹، رقم ۹۸۳، ج ۲، ص ۲۹۵)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب شام ہو تو یہ پڑھا کرتے: ہمارے لیے شام
ہوگئی اور اللہ کی بادشاہی میں بھی شام ہوگئی اور تمام
تعریفیں اللہ کے لیے ہیں۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ
اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ راوی حدیث نے کہا
کہ میرا گمان ہے کہ اس میں یہ الفاظ بھی ہیں اسی کی
بادشاہی ہے اور اسی کی حمد ہے اور وہ ہر شے پر قدرت
رکھنے والا ہے۔ اے میرے رب! میں تجھ سے اس کی
رات کی بھلائی اور اس کے بعد آنے والی بھلائی کا سوال

(1460) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
قَالَ: كَانَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَمْسَى
قَالَ: "أَمْسَيْنَا وَأَمْسَى الْمُلْكُ لِلَّهِ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ، لَا
إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، قَالَ الرَّائِي: أَرَأَاهُ
قَالَ فِيهِمْ: "لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ
قَدِيرٌ، رَبِّ أَسْأَلُكَ خَيْرَ مَا فِي هَذِهِ اللَّيْلَةِ وَخَيْرَ مَا
بُعْدَهَا، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا فِي هَذِهِ اللَّيْلَةِ وَشَرِّ
مَا بَعْدَهَا، رَبِّ أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْكَسَلِ، وَسُوءِ الْكِبَرِ،
رَبِّ أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابٍ فِي النَّارِ، وَعَذَابٍ فِي

الْقَبْرِ، وَإِذَا أَصْبَحَ قَالَ ذَلِكَ أَيْضًا "أَصْبَحْنَا
وَأَصْبَحَ الْمَلِكُ لِلَّهِ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

کرتا ہوں۔ اور میں اس رات کے شر اور اس کے بعد
آنے والے شر کی تجھ سے پناہ مانگتا ہوں۔ اے میرے
رب! میں تیری پناہ مانگتا ہوں، سستی سے بڑھاپے کی
بری حالت سے اے میرے رب! میں دوزخ کے
عذاب سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور عذاب قبر کی۔ اور
جب آپ ﷺ صبح کرتے تو بھی یہی پڑھتے: کہ ہمارے
لیے صبح ہوگئی اور اللہ کی بادشاہی میں بھی صبح ہوگئی۔

(مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب التعوذ من شر ما عمل ومن شر ما لم يعمل: ج ۸ ص ۸۲ رقم: ۵۰۸۲ سنن ابوداؤد: باب ما
يقول اذا أصبح: ج ۳ ص ۴۸ رقم: ۵۰۴۲ سنن ترمذی: باب ما جاء في الدعاء اذا أصبح واذا أمسى: ج ۵ ص ۳۶ رقم: ۳۳۹۰ مسند امام
احمد: مسند عبدالله بن مسعود: ج ۱ ص ۳۳ رقم: ۳۱۱۲ مصنف ابن ابی شیبہ: باب ما يستحب ان يدعو اذا أصبح: ج ۶ ص ۳۵ رقم:
۲۹۲۷)

شرح حدیث: جو گناہ ہیں انہیں مت لکھو

حضرت سیدنا عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور،
سلطان بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا، جس نے دن کی ابتداء کسی اچھے کام سے کی اور اپنے دن کو اچھے کام ہی پر
ختم کیا تو اللہ عزوجل اپنے فرشتوں سے فرمائے گا، ان دونوں کے درمیان جو گناہ ہیں انہیں مت لکھو۔

(مجمع الزوائد، کتاب الأذکار، باب ما يقول اذا أصبح واذا أمسى، رقم ۱۶۹۸۳، ج ۱۰ ص ۱۳۸)

حضرت عبداللہ بن خبیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ صبح اور شام کے وقت
تم تین دفعہ سورہ اخلاص اور سورہ الفلق اور سورہ الناس
پڑھ لیا کرو تیرے لیے ہر شے سے کفایت کریں
گے۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ
حدیث حسن ہے۔

(1461) وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَبِيبٍ - بِضَمِّ
الْحَاءِ الْمُعْجَبَةِ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اقْرَأ: قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ،
وَالْمُعَوَّذَتَيْنِ حِينَ تُمْسِي وَحِينَ تُصْبِحُ، ثَلَاثَ
مَرَّاتٍ تَكْفِيكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ". رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ
وَالترمذی، وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ".

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد: باب ما يقول اذا أصبح: ج ۳ ص ۳۸۲ رقم: ۵۰۸۲ سنن ترمذی: باب في انتظار الفرج وغير

ذلك: ج ۵ ص ۵۶ رقم: ۳۵۷۵ مسند عبد بن حميد: احاديث عبدالله بن خبيب: ص ۱۷۸ رقم: ۳۹۲ شعب الایمان: باب تخصيص

المعوذتين بالذكر: ج ۲ ص ۵۱۵ رقم: ۲۵۷۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی ہم حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تو آگے بڑھ گئے ہم لوگ پیچھے رہ گئے تو ہم نے رفتار تیز کر دی تاکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جائیں۔ چنانچہ ہم اپنے مطلوب و محبوب تک پہنچ گئے اور اپنے مدعا کو پایا۔

ہمارے سلسلہ میں ایک عمل ہے کہ بعد نماز فجر و مغرب حسب ذیل سورتیں پڑھ لیا کرے سورہ حشر کا آخری رکوع، اذا زلزلت الارض، قل یا ایہا الکفرون، قل هو اللہ احد، تین بار فلق، ناس ہمیشہ اس پر عمل کرے ان شاء اللہ دنیاوی مصیبتوں سے محفوظ رہے گا اور ایمان پر خاتمہ نصیب ہوگا اور مرتے وقت اپنی جنت کی جگہ خواب میں دیکھ لے گا اور قریب موت سے خواب میں اطلاع دے دی جائے گی کہ تیرا وقت قریب ہے تیاری کر لے فقیر نے یہ عمل اپنے بزرگوں سے پایا ہے اور بجزہ تعالیٰ اس پر عامل ہے اس کے نتائج کی اپنے رب سے امید رکھتا ہے اللہ نصیب کرے۔

یعنی تجھ سے ہر آفت کے ٹالنے اور ہر مصیبت کو دفع کرنے میں کافی ہوں گی یا تجھے ہر درد و وظیفے سے غنی کر دیں گی کہ ان کے ہوتے تجھے دفع ضرر کے لیے اور کوئی وظیفہ کرنا نہ پڑے گا اس دوسرے معنی کی تفسیر وہ حدیث ہے کہ ان سورتوں سے بہتر کوئی تعویذ نہیں یہ بہترین تعویذ و امان ہے۔ (مزاۃ المناجیح، ج ۳ ص ۳۸۸)

(1462) وَعَنْ عُمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا مِنْ عَبْدٍ يَقُولُ فِي صَبَاحِ كُلِّ يَوْمٍ وَمَسَاءِ كُلِّ لَيْلَةٍ: بِسْمِ اللَّهِ الَّذِي لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَهُوَ السَّبِيحُ الْعَلِيمُ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، إِلَّا لَمْ يَضُرَّهُ شَيْءٌ." رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ."

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو آدمی ہر روز صبح اور شام تین دفعہ یہ پڑھ لے۔ اللہ کے نام سے وہ جس کے نام سے کوئی چیز نقصان نہیں دیتی۔ زمین میں اور نہ آسمان میں اور وہ سننے والا جاننے والا ہے تو اسے کوئی چیز بھی نقصان نہیں دے گی۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد: باب ما یقول اذا اصبح، ج ۲ ص ۳۸۳، رقم: ۵۰۹۰، سنن ترمذی: باب ما جاء فی الدعاء اذا اصبح واذا أمسى، ج ۵ ص ۳۱۵، رقم: ۳۲۸۸، المستدرک للحاکم: کتاب الدعاء والتکبیر والتہلیل، ج ۱ ص ۱۶۵، رقم: ۱۸۵۵، سنن ابن ماجہ: باب ما یدعو بہ الرجل اذا اصبح واذا أمسى، ج ۲ ص ۱۲۶۲، رقم: ۲۸۶۹)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ دعا مجرب ہے، فقیر بفضل رب قدیر اس کا عامل ہے، الحمد للہ اس کی برکت سے ہر آفت سے امن رہا ہے، صبح پڑھ لو شام تک حفاظت ہے اور شام کو پڑھو تو صبح تک امن۔

حضرت ابان ابن عثمان فرماتے ہیں لوگوں نے آپ سے یہ حدیث سنی تھی ان سے کوئی تعجب کرے آپ کو دیکھنے لگا کہ

آپ تو یہ حدیث روایت کرتے تھے اور یقین ہے کہ آپ اس پر عامل بھی ہوں گے اور یہ دعا پڑھتے بھی ہوں گے پھر آپ پر فالج کا اثر کیوں ہو گیا اور اس آفت سے آپ امن میں کیوں نہ رہے، حضرت ابان ان کا تعجب سمجھ گئے اس لیے آپ نے وہ جواب دیا سبحان اللہ! کیا پاکیزہ فرمان ہے کہ حدیث سچی حدیث والے محبوب سچے ارادۃ الہی برحق، جس دن مجھے فالج ہونے والا تھا اس دن میں یہ عمل پڑھنا ہی بھول گیا تھا اس لیے یہ فالج ہوا۔

یہ الفاظ گزشتہ الفاظ کی گویا شرح ہے کہ اس دعا کی برکت سے ناگہانی بیماری اور زہریلے جانور کے کاٹنے اور دوسری اچانک آفتوں سے حفاظت رہتی ہے دوسری قسم کی مصیبت آسکتی ہے۔ خیال رہے کہ کسی دعا سے موت نہیں ٹل سکتی وہ تو یقینی آتی ہے جسے کوئی تدبیر نہیں ٹال سکتی نہ دعا، نہ دوا۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ فجاءت سے مراد کوئی بڑی آفت ہے جو انسان کو گھبرا دے، اچانک ہو یا آہستہ، معمولی تکالیف و بیماریاں تو انسان کو لگی ہی رہتی ہیں۔ (مراۃ المناجیح، ج ۳ ص ۱۰)

سوتے وقت کیا پڑھے؟

106- بَابُ مَا يَقُولُهُ عِنْدَ النَّوْمِ

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات اور دن کی باہم بدلیوں میں نشانیاں ہیں عقلمندوں کے لئے جو اللہ کی یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے ہیں۔

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لآيَاتٍ لِأُولِي الْأَلْبَابِ الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ) (آل عمران: 190-191) الآيات.

حضرت حذیفہ اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے بستر پر تشریف لاتے تو یہ دعا پڑھتے: ”اللہ کے نام سے میں زندہ ہوتا (جاگتا) ہوں اور مرتا (سوتا) ہوں۔“ (بخاری)

(1463) وَعَنْ حُدَيْفَةَ، وَأَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَوَىٰ إِلَىٰ فِرَاشِهِ، قَالَ: ”بِسْمِكَ اللَّهُمَّ أَحْيَا وَأَمُوتُ“ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب وضع الید الیمنی الاخذ الایمن، ج ۸ ص ۶۹، رقم: ۶۳۱۳، الادب للبیہقی، باب ما یقول اذا اراد ان ینام واذا استیقظ، ج ۱ ص ۳۱۶، رقم: ۶۸۲، سنن ابوداؤد، باب ما یقال عند النوم، ج ۳ ص ۳۴۱، رقم: ۵۰۵۱، سنن ابن ماجہ، باب ما یدعوبہ اذا انتبه من البیل، ج ۲ ص ۱۲۴، رقم: ۳۸۸۰، سنن الدارمی، باب ما یقول اذا انتبه من نومہ، ج ۲ ص ۲۴۴، رقم: ۲۶۸۶)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الختان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کا بستر شریف قبر کے رُخ بچھایا جاتا ہے کہ قبلہ کے داہنے سر مبارک ہوتا اور قبلہ کے بائیں پاؤں شریف حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سیدھی کروٹ پر لیٹتے، داہنا ہاتھ داہنے رخسارہ کے نیچے رکھتے تھے۔ قبر میں میت کی ہیئت بھی یہ ہی ہوتی ہے، چونکہ نیند موت کا نمونہ ہے اسی لیے حضور علیہ السلام کا بستر قبر کے نمونہ کا ہوتا تھا تا کہ لیٹنے کے وقت موت یاد آئے کہ کبھی

قبر میں بھی لیٹنا ہے۔

یہاں موت و زندگی سے مراد سونا جاگنا ہے، رب تعالیٰ کا نام شریف ممیت بھی ہے اور محی بھی یعنی ممیت کے نام پر مروتوں گا اور محی کے نام پر جیوں گا یعنی بیدار ہوں گا کہ میرے یہ دو حال تیرے ان دونوں کا مظہر ہیں۔ (مرقات)

یعنی یہ جاگنا یہ کل قیامت میں اٹھنے کی دلیل ہے۔ نشور نشور سے بنا بمعنی متفرق ہونا، پھیل جانا، اسی سے انتشار اور منتشر بنا، جاگنے کو نشور اسی لیے کہتے ہیں کہ بندے جاگ کر طلب رزق وغیرہ کے لیے پھیل جاتے ہیں اور بکھر جاتے ہیں۔ خیال رہے کہ عربی میں نیند، سکون، بے عقلی، جہالت، بھیک مانگے، گناہ، بڑھاپے، ناگوار حالت جیسے ذلت، فقر وغیرہ کو موت کہہ دیتے ہیں اور ان کے مقابل کو حیات یعنی زندگی، یہاں موت بمعنی نیند ہے اور احیاء بمعنی بیداری، رب تعالیٰ فرماتا ہے:

أَوْ مَنْ كَانَ مَيِّتًا فَأَحْيَيْنَاهُ اور فرماتا ہے: إِنَّكَ لَا تُسَبِّحُ الْمَوْتَىٰ ان دونوں آیتوں میں موت سے مراد جہالت ہے اور میت سے مراد جاہل و کافر۔ (مرقات و لمعات) (مرآة المناجیح، ج ۲ ص ۲)

حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں اور حضرت فاطمہؑ سے فرمایا کہ جب تم اپنے بستروں پر آؤ اور لیٹ جاؤ تو تینتیس دفعہ اللہ اکبر اور تینتیس دفعہ سبحان اللہ اور تینتیس دفعہ الحمد للہ پڑھا کرو اور ایک روایت میں سبحان اللہ چونتیس دفعہ ہے اور ایک روایت میں اللہ اکبر چونتیس دفعہ ہے۔

(1464) وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ وَلِفَاطِمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: إِذَا أَوَيْتُمَا إِلَى فِرَاشِكُمَا - أَوْ إِذَا أَخَذْتُمَا مَضَاجِعَكُمَا - فَكَبِّرَا ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ، وَسَبِّحَا ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ، وَاحْمَدَا ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ وَفِي رِوَايَةٍ: التَّسْبِيحُ أَرْبَعًا وَثَلَاثِينَ، وَفِي رِوَايَةٍ: التَّكْبِيرُ أَرْبَعًا وَثَلَاثِينَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

تخریج حدیث: (صحیح بخاری باب التکبیر والتسبیح عند المنام، ج ۸ ص ۷۰، رقم: ۶۳۱۸ صحیح مسلم، باب التسبیح اول النهار وعند النوم، ج ۸ ص ۸۴، رقم: ۷۰۰۰، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب ما یستحب لہا رعایتہ لحق زوجہا وان لم یلزمہا شرعاً، ج ۲ ص ۷۰، رقم: ۱۳۰، سنن ابوداؤد، باب فی التسبیح عند النوم، ج ۲ ص ۳۷۴، رقم: ۵۰۶۳، مسند امام احمد بن حنبل، مسند علی بن ابی طالب، ج ۱ ص ۱۳۶، رقم: ۱۱۴۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

حضرت فاطمہ زہرا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چھوٹی پیاری چہیتی صاحبزادی تھیں، شادی سے پہلے کام کاج نہ کیا تھا، حضرت علی کے ہاں آکر تمام کام کرنے پڑے، کام سے کپڑے کالے اور چمکی سے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے تھے جو پھوٹ کر زخم بن گئے تھے۔ شعر

پڑ گئے سب کام ان کی ذات پر
ہاتھ میں چمکی سے چھالے پڑ گئے

آئیں جب خاتون جنت اپنے گھر
کام سے کپڑے بھی کالے پڑ گئے

اس دن حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ کے گھر تھا اس لیے خاتون جنت انہیں کے گھر تشریف لائیں مگر اتفاقاً حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم باہر تھے دولت خانے میں نہ تھے اس لیے والدہ ماجدہ سے عرض کر کے واپس ہو گئیں۔ شعر

والدہ سے عرض کر کے آگئیں

پر نہ تھے دولت کدہ میں شاہ دیں

خود حضرت علی نے حضرت خاتون جنت کو بتایا تھا کہ آج قیدی غلام حضور کے ہاں آئے ہیں، حضور غلام بانٹ رہے ہیں ایک لونڈی تم بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگ لو جو گھر کا کام کاج کرے۔ اس سے معلوم ہوا کہ شادی کے بعد بھی اولاد ماں باپ سے مانگ سکتی ہے، اس میں نہ گناہ ہے نہ شرم۔

شعر

والدہ نے ماجرا سارا کہا

گھر میں جب آئے حبیب کبریا

گھر کی تکلیفیں سنانے آئی تھیں

فاطمہ چھالے دکھانے آئی تھیں

چکی اور چولہے کے دکھ سے وہ بچیں

ایک لونڈی آپ اگر ان کو بھی دیں

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ تو حضرت عائشہ کو کچھ جواب دیا، نہ دن میں حضرت فاطمہ کے ہاں تشریف لائے رات کو سوتے وقت تشریف لائے تو بستر فاطمہ پر اس طرح تشریف فرما ہوئے کہ ایک قدم فاطمہ پر تھا دوسرا جناب علی کے سینہ پر انوار پر، اس سینہ کے قربان جو قدم رسول چوے۔

لونڈی خادم کا فائدہ تم کو صرف دنیا میں پہنچے گا مگر اس دعا کا فائدہ دنیا، قبر، جگر، ہر جگہ پاؤ گی، حضور نے انہیں خادم کیوں

نہ عطا فرمایا۔ شعر

اور کہاں دختر سے اے جان پدر

شب کو آئے مصطفیٰ زہرا کے گھر

باپ جن کے جنگ میں مارے گئے

ہیں یہ خادم ان یتیموں کے لیے

آسرا رکھو فقط اللہ کا

تم پہ سایہ ہے رسول اللہ کا

اس کا نام تسبیح فاطمہ ہے جو تمام سلسلوں میں خصوصاً سلسلہ قادریہ میں بہت معمول ہے، اس تسبیح کے لیے عام تسبیحوں

میں ہر ۳۳ دانہ پر چھوٹا امام پڑا ہوتا ہے۔ اس حدیث سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو حضرت ابو بکر پر اس لیے طعن کرتے

ہیں کہ انہوں نے فاطمہ زہرا کا مطالبہ پورا نہ کیا انہیں میراث نہ دی جس سے ان کے دل کو تکلیف پہنچی، وہ آج حضور انور صلی

اللہ علیہ وسلم کو کیا فتویٰ دیں گے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول

(1465) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ:

اللہ ﷻ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی اپنے بستر پر لیٹنے

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا أَوَى

اَحَدُكُمْ اِلَى فِرَاشِهِ فَلْيَتَنَفَّضْ فِرَاشَهُ بِدَاخِلَةِ
اِزَارِهِ فَإِنَّهُ لَا يَنْدِرُنِي مَا خَلْفَهُ عَلَيْهِ، ثُمَّ يَقُولُ:
يَا سَمِيكَ رَبِّي وَضَعْتُ جَنِيْبِي، وَبِكَ اَرْفَعُهُ، اِنْ
اَمْسَكْتَ نَفْسِي فَارْتَحِمْنِي، وَاِنْ اَرْسَلْتَنِي، فَاحْفَظْنِي
بِمَا تَحْفَظُ بِهِ عِبَادَكَ الصَّالِحِيْنَ مُتَّفَعًا عَلَيْهِ.

لگے۔ تو اس کو چاہیے کہ بستر کو چادر کے کنارے سے
جھاڑے کیونکہ اس کو یہ علم نہیں کہ اس کے بعد اس پر کیا
چیز آئی۔ پھر کہے تیرے نام کے ساتھ اے میرے رب
میں اپنا پہلو رکھتا ہوں اور تیرے نام کے ساتھ ہی اس کو
اٹاؤں گا۔ اگر تو میری جان کو روک لے تو اس پر رحم کرنا
اور اگر اس کو چھوڑے تو اس کی حفاظت اس طرح کر جس
طرح تو اپنے صالح بندوں کی حفاظت کرتا ہے۔

(مشق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب التعوذ والقراءة عند المنام: ج ۸، ص ۷۰، رقم: ۶۲۲۰ صحیح مسلم: باب ما يقول عند
النوم واخذ المضجع: ج ۸، ص ۷۰، رقم: ۷۰۶، سنن ابوداؤد: باب ما يقال عند النوم: ج ۲، ص ۲۴۲، رقم: ۵۰۵۲ مسند امام احمد بن حنبل:
مسند ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ: ج ۲، ص ۲۲۲، رقم: ۶۴۵۰ سنن النسائی الکبیری: باب وما يقول من يفزع في منامه: ج ۱، ص ۱۹۸، رقم: ۱۰۶۲۴)

شرح حدیث: سونے جاگنے کی سنتیں اور آداب

نیند بھی ایک طرح کی موت ہے۔ جب بھی ہم سونے لگیں تو ہمیں ڈر جانا چاہیے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آنکھ ہی نہ کھلے اور
ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہی سوتے نہ رہ جائیں۔ لہذا روزانہ سونے سے پہلے بھی اپنے گناہوں سے توبہ کر لینی چاہیے۔ پیارے
اسلامی بھائیو! اگر ہم سنت کے مطابق دعائیں وغیرہ پڑھ کر سوئیں تو ان شاء اللہ عزوجل ہمیں سونے کا بھی کچھ نہ کچھ فائدہ
حاصل ہو ہی جائے گا۔ اب سونے اور جاگنے کے بارے میں سنتیں اور آداب وغیرہ بیان کی جاتی ہیں:

(۱) سونے سے پہلے بسم اللہ شریف پڑھ کر بستر کو تین بار جھاڑ لیں تاکہ کوئی موزی شے یا کیڑا وغیرہ ہو تو نکل جائے۔
(۲) سونے سے پہلے یہ دعا پڑھ لینا سنت ہے۔ اَللّٰهُمَّ يَا سَمِيكَ اَمُوْتُ وَاَحْيِيْ تَرْجَم: اے اللہ عزوجل! میں تیرے نام
کے ساتھ ہی مرتا ہوں اور جیتا ہوں (یعنی سوتا اور جاگتا ہوں)۔

(صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب ما يقول اذ انام، الحدیث ۶۳۱۲، ج ۳، ص ۱۹۲)

(۳) الثا یعنی پیٹ کے بل نہ سوئیں۔ حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور پاک، صاحب
لؤلؤ، سیاح افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو پیٹ کے بل لیٹے ہوئے دیکھا تو فرمایا: اس طرح
لیٹنے کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الادب، باب النھی عن الاضطجاع علی الوجہ، الحدیث ۲۳۷۳، ج ۳، ص ۲۱۳)
(۴) دائیں کروٹ لیٹنا سنت ہے۔ حضور تاجدار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب اپنی خواب گاہ پر تشریف لے جاتے
تو اپنا سیدھا ہاتھ مبارک سیدھے رخسار شریف کے نیچے رکھ کر لیٹتے۔

(شمائل الترمذی، کتاب الشمائل، باب ماجاء فی صفۃ نوم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ، الحدیث ۲۵۳، ج ۵، ص ۵۳۹)

(۵) قرآن مجید کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ اس کی طرف پیٹھ نہ کی جائے نہ پاؤں پھیلائے جائیں، نہ پاؤں کو اس سے اونچا کریں، نہ یہ کہ خود اونچی جگہ پر ہو اور قرآن مجید نیچے ہو۔ (بہار شریعت، حصہ ۱۶، ص ۱۱۹) ہاں اگر قرآن پاک اور مقدس طغرے وغیرہ اونچی جگہ ہوں تو اس سمت پاؤں کرنے میں مضائقہ نہیں۔ (الفتاویٰ الہندیہ، ج ۵، ص ۳۲۲)

(۶) کبھی چٹائی پر سوئیں تو کبھی بستر پر کبھی فرش زمین پر ہی سو جائیں۔

(۷) جاگنے کے بعد یہ دعا پڑھیں: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اٰخِيَانًا بَعْدَ مَا اٰمَانْنَا وَ اَلَيْهِ النُّشُوْرُ ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ عزوجل کے لئے ہیں جس نے ہمیں مارنے کے بعد زندہ کیا اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب ما یقول اذا نام، الحدیث ۶۳۱۲، ج ۴، ص ۱۹۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے بستر پر لیٹتے تو اپنے دونوں ہاتھوں میں پھونک مارتے اور معوذات پڑھتے تھے اور دونوں ہاتھوں کو جسم پر پھیرتے تھے۔ (متفق علیہ) اور ایک اور متفق علیہ روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بستر کی طرف پناہ لیتے تو ہر رات دونوں ہتھیلیوں کو جمع کر کے پھونک مارتے ان دونوں میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلٰقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھتے۔ پھر جہاں تک ہو سکتا اپنے جسم پر ہاتھ پھیرتے اور اہل لغت نے کہا کہ ”التنفث“ وہ لطیف پھونک ہے جس میں تھوک نہ ہو اور آپ اپنے سرانور اور چہرہ سے ابتداء کرتے اور اپنے جسم کے اگلے حصہ پر آپ یہ تین مرتبہ کرتے۔ (متفق علیہ)

(1466) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ إِذَا أَخَذَ مَضْجَعَهُ نَفَثَ فِي يَدَيْهِ، وَقَرَأَ بِالْمُعَوِّذَاتِ، وَمَسَحَ بِهِنَّ جَسَدَهُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِي رِوَايَةٍ لَّهُمَا: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَوَى إِلَى فِرَاشِهِ كُلَّ لَيْلَةٍ يَجْمَعُ كَفَّيْهِ، ثُمَّ نَفَثَ فِيهِمَا فَقَرَأَ فِيهِمَا: «قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ، وَقُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ، وَقُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ» ثُمَّ مَسَحَ بِهِنَّ مَا اسْتَطَاعَ مِنْ جَسَدِهِ، يَبْدَأُ بِرَأْسِهِ وَوَجْهِهِ، وَمَا أَقْبَلَ مِنْ جَسَدِهِ، يَفْعَلُ ذَلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. قَالَ أَهْلُ اللُّغَةِ: «التَّنْفِثُ نَفْثٌ لَطِيفٌ بِالرِّيْقِ»

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب التعوذ والقرأة عند المنام، ج ۸، ص ۶۰، رقم: ۶۳۱۹ صحیح مسلم، باب رقیة المریض بالمعوذات والتنفث، ج ۷، ص ۱۶، رقم: ۵۸۳۵ سنن ابن ماجہ، باب ما یدعو بہ اذا اوی الی فراشہ، ج ۲، ص ۱۲۵، رقم: ۳۸۵۵ المعجم الاوسط للطبرانی، باب من اسمہ محمد، ج ۵، ص ۲۰۱، رقم: ۵۰۰۹ سنن النسائی الکبزی، باب وما یقول من یغزع فی منامہ، ج ۵، ص ۱۹۴، رقم: ۱۰۶۲۴)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ہر رات کے فرمانے سے معلوم ہوا کہ یہ عمل دن کے قیلولہ میں نہ کرتے تھے، صرف رات کو سوتے وقت کرتے تھے، بستر سے مراد خوابگاہ ہے لہذا اگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں جنگل میں بھی رات کو سوتے تو یہ عمل کر کے سوتے۔

نفع اور نفث دونوں کے معنے ہیں پھونکنا مگر نفع میں محض سانس نکالنا ہوتا ہے اور نفث میں سانس کے ساتھ کچھ لعاب دہن بھی شامل ہوتا ہے۔

یہاں فقراء کی ف ایسی ہے جیسے رب تعالیٰ کا فرمان: **فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ يَا جِيسَةَ إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ** یعنی جب بستر پر لیٹتے اور دم کرنا چاہتے تو یہ سورتیں پڑھتے۔ یہ مطلب نہیں کہ دم تو پہلے کر لیتے اور سورتیں بعد میں پڑھتے لہذا ہمارا ترجمہ درست ہے ف کے خلاف نہیں بعض نسخوں میں ونفث داو سے ہے، تب تو بالکل واضح ہے۔

تاکہ قرآن کی برکت کے ساتھ اپنے سانس اور ہاتھ شریف کی برکتیں بھی شامل ہو جائیں، اس سے بزرگوں کا دم درود یا مرض کی جگہ ہاتھ رکھ کر یا ہاتھ پھیر کر دم کرنا ثابت ہوا۔

ہم کو بھی اس پر عمل کرنا چاہیے اس سے آفات سے حفاظت رہتی ہے۔

یعنی وہ حدیث مصابیح میں یہاں تھی مگر ہم اسے باب المعراج میں بیان کریں گے کیونکہ وہ اس باب سے زیادہ مناسبت رکھتی ہے۔ (مزاۃ النبی، ج ۳ ص ۳۵۷)

(1467) **وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِذَا آتَيْتَ مَضْجِعَكَ فَتَوَضَّأْ وَضُوءَكَ لِلصَّلَاةِ، ثُمَّ اضْطَجِعْ عَلَى شِقِّكَ الْأَيْمَنِ، وَقُلْ: اللَّهُمَّ أَسْلَمْتُ نَفْسِي إِلَيْكَ، وَوَجَّهْتُ وَجْهِي إِلَيْكَ، وَفَوَضْتُ أَمْرِي إِلَيْكَ، وَأَلْجَأْتُ ظَهْرِي إِلَيْكَ، رَغْبَةً وَرَهْبَةً إِلَيْكَ، لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنجَأَ مِنْكَ إِلَّا إِلَيْكَ، أَمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِي أَنْزَلْتَ، وَبِنَبِيِّكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ، فَإِنْ مِتَّ عَلَى الْفِطْرَةِ، وَاجْعَلْهُنَّ آخِرَ مَا تَقُولُ مُتَّفِقٌ عَلَيْهِ."**

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم اپنے بستر پر لیٹو تو نماز کے وضو جیسا وضو کرو پھر دائیں پہلو پر لیٹو اور کہو اے اللہ میں نے اپنا آپ تیرے سپرد کیا، اپنا چہرہ تیری طرف کیا، اپنا معاملہ تیرے سپرد کیا، اور اپنی پیٹھ تیری طرف کر دی تیری ذات کی رغبت کرتے ہوئے اور تجھ سے ڈرتے ہوئے تیرے سوا میرا نہ کوئی ٹھکانہ ہے اور نہ ہی کو جائے پناہ۔ میں تیری کتاب پر ایمان لایا جو تو نے نازل فرمائی اور تیرے نبی پر جو تو نے بھیجا، پس اگر (اے بندے) تجھے موت آگئی تو تو فطرت پر مرا اور ان کلمات کو آخر پر کہنا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل من بات علی الوضوء، ج ۱ ص ۵۸، رقم: ۲۲۷۷، صحیح مسلم، باب ما یقول عند النوم واخذ المصحح، ج ۲ ص ۷۷، رقم: ۷۰۵۴، الادب للبیہقی، باب کیف ینام وما یقول عند النوم، ص ۳۰۶، رقم: ۶۱، سنن ابن ماجہ، باب ما یدعو بہ اذا اوی الی فراشه، ج ۲ ص ۱۲۷، رقم: ۲۸۷۶، مسند امام احمد بن حنبل، مسند البراء بن عازب رضی اللہ عنہ، ج ۲ ص ۳۰۰، رقم: ۱۸۰۰)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

نفس سے مراد ذات یا جان ہے اور وجہ سے مراد چہرہ یا توجہ یا دل کا رخ یا ان دونوں جملوں میں اپنے ظاہر و باطن کی طرف اشارہ ہے یعنی الہی میرا باطن بھی تیرے مطیع ہے کہ اس میں ریاء (شرک) سرکشی نہیں اور میرا ظاہر بھی تیرا فرمانبردار ہے کہ میرا کوئی عضو باغی نہیں، غرضکہ میرا اپنا کچھ نہیں، سب کچھ تیرا ہے سوتے وقت یہ کلمات اس لیے عرض کیے تاکہ معلوم ہوا کہ میرا سونا بھی تیرے حکم کے ماتحت ہے۔ (لمعات وغیرہ)

لہذا مجھے اندرونی و بیرونی آفات سے بچالے اور میری معاش و معاد اچھی کر دے، رغبت تو تفویض کے لحاظ سے ہے اور ہیبت الحوائت کے اعتبار سے ہے، چونکہ بیداری میں انسان کچھ ذمہ دار ہوتا ہے اور باختیار مگر سو جانے پر سب کچھ کھو بیٹھتا ہے اسی لیے اس موقع پر یہ دعا بہت ہی موزوں ہے، نیز سوتے وقت یہ خبر نہیں ہوتی کہ اب سویرے کو اٹھوں گا یا قیامت میں اس لیے یہ کہہ کر سونا بہتر ہے کہ خدا یا اب سب کچھ تیرے سپرد۔ شعر

سپر دم تو مایہ خویش را تو دانی حساب کم و بیش را

یعنی تیرے غضب سے پناہ صرف تیری رحمت کے دامن میں ہی مل سکتی ہے اور تیری پکڑ سے رہائی صرف تو ہی دے سکتا ہے، تیرے غضب کی آگ کو صرف تیری رحمت ہی کا پانی بجھا سکتا ہے، اگر تو عدل کرے تو اونچے اونچے کانپ جائیں اگر فضل فرمائے تو گنہگاروں کی بھی امید بندھ جائے۔ شعر

عدل کریں تے تھر تھر کنبن اچیاں شانناں والے فضل کریں تو بخشے جاون میرے جیسے منہ کالے

کتاب سے مراد قرآن شریف ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مراد محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور یہ الفاظ ہماری تعلیم کے لیے ہیں ورنہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے کہ میں اپنی رسالت پر ایمان لایا، نیز حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات و صفات یعنی نبوت و رسالت وغیرہ کا علم حضور کے لیے علم حضوری ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو لوگوں کے لیے عین ایمان ہیں جیسے اللہ تعالیٰ اپنی توحید و صفات کو جانتا تو ہے مگر اسے موحد یا مؤمن اس معنی سے نہیں کہہ سکتے، یونہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نبوت و رسالت کو جانتے تو ہیں مگر اس جاننے کو ایمان نہیں کہا جائے گا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے قرآن کے مؤمن ہیں نہ کہ اپنے اسی لیے رب تعالیٰ نے فرمایا: **أَمِنَ الرَّسُولُ بِنَأْزِلِ إِلَيْهِ مِنْ رَبِّهِ** یہ نہ فرمایا: **أَمِنَ الرَّسُولُ بِرِسَالَتِهِ** ہاں چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سارا قرآن پر ایمان ہے اور قرآنی آیات میں حضور کی رسالت کی بھی آیات ہیں حضور ان کے مصداق ہیں اسی لحاظ سے اپنے بھی مؤمن۔ (ازمرقات مع زیادة)

یعنی یہ دعائیہ کلمات صبح تک اس کے ایمان کی گارنٹی ہیں، پھر سویرے کو نیا روز نئی روزی ہے۔ یعنی اگر سوتے وقت تمہارا وضو نہ ہو تو اس اہتمام سے وضو کر لو جس اہتمام سے نماز کے لیے کرتے ہو مع مسواک و ادائے سنن و مستحبات، یہ حکم استجابی ہے، پہلے بحوالہ مرقات عرض کیا جا چکا ہے کہ اگر اس وقت تیمم بھی کرے جب بھی ان

یہ تمام کلام حضرت براء کا ہے جو اختصاراً بیان فرمایا۔ ظاہر یہ ہے کہ اس دعا میں کتاب سے قرآن شریف اور نبی سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں اور ممکن ہے کہ کتاب سے تمام آسمانی کتب اور نبی سے تمام نبی مراد ہوں کہ سب پر ایمان لانا ضروری ہے۔ (اشعہ) نبی یا تو نساء سے بنا بمعنی خبر، نبی خبر دینے والا کس کی اللہ کی ذات و صفات، معاش و معاد کی۔ یا نبیۃ سے بنا بمعنی بلندی درجہ، نبی بلند درجے والا۔ (مرقات)

بعض روایات میں انہی براء ابن عازب سے ہے کہ میں نے دوبارہ یہ ہی دعا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو سنائی تو بجائے بنبیتک کے برسولک کہہ دیا تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں یہ ہی کہوں بنبیتک۔ معلوم ہوا کہ وظیفے کے الفاظ بالکل نہ بدلے ورنہ تاثیر نہ ہوگی۔ علماء فرماتے ہیں کہ اگر حدیث کے الفاظ یاد ہوں تو روایت بالمعنی نہ کرے، حدیث کی روایت بالمعنی جب درست ہے جب کہ الفاظ یاد نہ رہے ہوں، یونہی قرآن کریم کے الفاظ، شد، مد، مخارج، طریقہ ادا میں حتی الامکان تبدیلی نہ ہونے دے۔ اس حدیث میں وعدہ فرمایا گیا کہ سوتے وقت یہ پڑھنے والا ان شاء اللہ ایمان پر مرے گا، اسلام و تقویٰ پر جسے گا، بڑی ہی مجرب دعا ہے، فقیر بفضلہ تعالیٰ اس پر عامل ہے۔ (میزان المناجیح، ج ۳ ص ۴)

(1468) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَوَى إِلَى فِرَاشِهِ قَالَ: «الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَطْعَمَنَا وَسَقَانَنَا، وَكَفَانَنَا وَأَوَانَنَا، فَكَمْ مِمَّنْ لَا كَافِيَ لَهُ وَلَا مُؤْوِيَّ» - رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے بستر کی طرف پناہ لیتے تو کہتے تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں کھلایا، پلایا، ہماری کفالت فرمائی اور ہمیں ٹھکانا دیا۔ کتنے ہی ایسے لوگ ہیں جن کو کفایت کرنے والا پناہ دینے والا کوئی نہیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب ما یقول عند النوم واخذ المضجع، ج ۸ ص ۴۹، رقم: ۵۰۶۹، الادب المفرد للبخاری، باب ما یقول اذا اوی الی فراشه، ج ۱ ص ۳۱۲، رقم: ۱۲۰۶، سنن ابوداؤد، باب ما یقال عند النوم، ج ۳ ص ۴۷، رقم: ۵۰۵۵، سنن ترمذی، باب ما جاء فی الدعاء اذا اوی الی فراشه، ج ۶ ص ۴۰، رقم: ۳۲۹۶، مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک، ج ۲ ص ۱۶۷، رقم: ۱۱۷۳۵)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کفایت سے مراد موذی جانوروں، آفتوں، بلاؤں سے محفوظ رکھنا، بچانا، حاجات پوری فرمانا۔ پناہ دینے سے مراد ہے رہنے کے لیے گھر دینا، سردی گرمی سے بچنے کو بستر وغیرہ عطا فرمانا۔

چنانچہ کفار کو رب تعالیٰ نے نفس، شیطان کے ہاتھوں میں چھوڑ دیا، اب وہ ہر طرح ان کے بس میں ہیں، اسی طرح بعض وہ مساکین ہیں جن کے پاس نہ در ہے نہ بستر، ایمان نفس و شیطان سے امان ہے، مکان و بستر مصیبتوں سے امان ہے، اللہ کا شکر ہے کہ اس نے ہم کو دونوں امان عطا فرمائیں۔ (میزان المناجیح، ج ۳ ص ۵)

(1489) وَعَنْ مُحَمَّدِيفَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ

رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَرَادَ أَنْ

يَرُقُدَ وَضَعَ يَدَهُ الْيُسْطَى تَحْتَ خَدِّهِ، ثُمَّ يَقُولُ:

"اللَّهُمَّ قَبِي عَذَابِكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ". رَوَاهُ

الترمذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ". وَرَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ

مِنْ رِوَايَةِ حَفْصَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، وَفِيهِ أَنَّهُ كَانَ

يَقُولُهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ.

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سونے کا ارادہ کرتے تو اپنا دایاں ہاتھ اپنے

رخسار کے نیچے رکھتے پھر کہتے اے اللہ مجھے اپنے عذاب

سے بچا جس دن تو اپنے بندوں کو اٹھائے گا۔ اسے

ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔ اور

ابوداؤد کی روایت جو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے

اس میں یہ ہے کہ آپ تین دفعہ یہ پڑھتے تھے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد باب ما یقال عند النوم: ج ۲ ص ۳۴۱ رقم: ۵۰۳۶ سنن ترمذی: باب ما جاء فی الدعاء اذا أوی

الی فراشه: ج ۵ ص ۳۴۱ رقم: ۳۳۹۸ الادب المفرد للبغاری: باب یضع یدہ تحت خدہ: ص ۳۱۴ رقم: ۱۲۱۵ المعجم الكبير للطبرانی:

احادیث عبداللہ بن مسعود: ج ۱ ص ۱۵۰ رقم: ۱۰۳۰۳ مسند امام احمد بن حنبل: مسند عبداللہ بن مسعود: ج ۱ ص ۳۳۳ رقم: ۳۲۲۶)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس طرح کہ ہاتھ شریف کا بعض حصہ سر مبارک کے نیچے رہتا اور بعض حصہ رخسار مبارک کے نیچے یا کبھی سر کے نیچے

ہاتھ رکھتے کبھی رخسار کے نیچے لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں رخسار کے نیچے ہاتھ رکھنے کا ذکر ہے۔

یہ کلمات تین بار فرماتے تھے۔ (مرقات) یہ سب کچھ ہماری تعلیم کے لیے ہے ورنہ ہم گنہگاروں کو حضور عذاب الہی سے

بچائیں گے شفاعت فرمائیں گے۔ (مزاۃ الناجح، ج ۲ ص ۱۹)



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

17- کتاب الدعوات

دعاؤں کا بیان

107- بَابُ الْأَمْرِ بِاللُّدْعَاءِ وَفَضْلِهِ وَبَيَانُ

دعا کا حکم اور اس کی فضیلت اور رسول اللہ صلی

جَمَلٍ مِّنْ أَدْعِيَّتِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ادعیہ ماثورہ کا بیان

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (وَقَالَ رَبُّكُمْ ادْعُونِي

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور تمہارے رب نے

فرمایا مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔

أَسْتَجِبْ لَكُمْ) (المؤمن: 60)۔

شرح: حضرت صدرالفاضل سیدنا مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی خزائن العرفان میں اس کے

تحت لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ بندوں کی دعائیں اپنی رحمت سے قبول فرماتا ہے اور ان کے قبول کے لئے چند شرطیں ہیں ایک

اخلاص دعا میں، دوسرے یہ ہے کہ قلب غیر کی طرف مشغول نہ ہو، تیسرے یہ کہ وہ دعا کسی امر ممنوع پر مشتمل نہ ہو، چوتھے

یہ کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت پر یقین رکھتا ہو، پانچویں یہ کہ شکایت نہ کرے کہ میں نے دعا مانگی قبول نہ ہوئی جب ان شرطوں سے

دعا کی جاتی ہے قبول ہوتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ دعا کرنے والے کی دعا قبول ہوتی ہے یا تو اس کی مراد دنیا ہی

میں اس کو جلد دے دی جاتی ہے یا آخرت میں اس کے لئے ذخیرہ ہوتی ہے یا اس کے گناہوں کا گفارہ کر دیا جاتا ہے۔

آیت کی تفسیر میں ایک قول یہ بھی ہے کہ دعا سے مراد عبادت ہے اور قرآن کریم میں دعا بمعنی عبادت بہت جگہ وارد ہے۔

حدیث شریف میں ہے: الدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ (ابوداؤد و ترمذی) اس تقدیر پر آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ تم میری عبادت

کرو میں تمہیں ثواب دوں گا۔ (خزائن العرفان)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اپنے رب سے دعا

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا

کرو گڑ گڑاتے اور آہستہ بے شک حد سے بڑھنے والے

وَأُخْفِيَّةً إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ) (الأعراف: 55)۔

اُسے پسند نہیں۔

شرح: حضرت صدرالفاضل سیدنا مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی خزائن العرفان میں اس کے

تحت لکھتے ہیں: دعا اللہ تعالیٰ سے خیر طلب کرنے کو کہتے ہیں اور یہ داخل عبادت ہے کیونکہ دعا کرنے والا اپنے آپ کو عاجز و

محتاج اور اپنے پروردگار کو حقیقی قادر و حاجت روا اعتقاد کرتا ہے۔ اسی لئے حدیث شریف میں وارد ہوا الدُّعَاءُ مَخُّ الْعِبَادَةِ

تَضَرُّعٌ سے اظہارِ عجز و خشوع مراد ہے اور ادب دعا میں یہ ہے کہ آہستہ ہو۔ حسن رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ آہستہ دعا کرنا

علانیہ دعا کرنے سے ستر درجہ زیادہ افضل ہے۔

مسئلہ: اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ عبادت میں اظہارِ فضل ہے یا اخفاء، بعض کہتے ہیں کہ اخفاء افضل ہے کیونکہ

وہ ریاض سے بہت دور ہے، بعض کہتے ہیں کہ اظہارِ افضل ہے اس لئے کہ اس سے دوسروں کو رغبتِ عبادت پیدا ہوتی ہے۔ ترمذی نے کہا کہ اگر آدمی اپنے نفس پر ریاض کا اندیشہ رکھتا ہو تو اس کے لئے اخفاءِ افضل ہے اور اگر قلب صاف ہو اندیشہ ریاض نہ ہو تو اظہارِ افضل ہے۔ بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ فرض عبادتوں میں اظہارِ افضل ہے، نمازِ فرض مسجد ہی میں بہتر ہے اور زکوٰۃ کا اظہار کر کے دینا ہی افضل ہے اور نفل عبادت میں خواہ وہ نماز ہو یا صدقہ وغیرہ ان میں اخفاءِ افضل ہے۔ دعا میں حد سے بڑھنا کئی طرح ہوتا ہے اس میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بہت بلند آواز سے چیخے۔ (خزان العرفان)

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ) (البقرة: 186)،
اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور اے محبوب جب تم سے میرے بندے مجھے پوچھیں تو میں نزدیک ہوں دعا قبول کرتا ہوں پکارنے والے کی جب مجھے

پکارے۔

شرح: حضرت صدرالفاضل سیدنا مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں: اس میں طالبانِ حق کی طلبِ مولیٰ کا بیان ہے جنہوں نے عشقِ الہی پر اپنے حوائج کو قربان کر دیا وہ اسی کے طلبگار ہیں انہیں قرب و وصال کے مژدہ سے شاد کام فرمایا شانِ نزول: ایک جماعت صحابہ نے جذبہ عشقِ الہی میں سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ ہمارا رب کہاں ہے اس پر نویدِ قرب سے سرفراز کر کے بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ مکان سے پاک ہے جو چیز کسی سے مکانی قرب رکھتی ہے وہ اس کے دور والے سے ضرور بعد رکھتی ہے اور اللہ تعالیٰ سب بندوں سے قریب ہے مکانی کی یہ شان نہیں منازلِ قرب میں رسائی بندہ کو اپنی غفلت دور کرنے سے میسر آتی ہے۔ دوست نزدیک ترازمن بمن ست۔ ویں عجب تر کہ من ازوے دورم

اور دعا عرضِ حاجت ہے اور اجابت یہ ہے کہ پروردگار اپنے بندے کی دعا پر لَبَّيْكَ عِبْدِي فرماتا ہے مراد عطا فرمانا دوسری چیز ہے وہ بھی کبھی اس کے کرم سے فی الفور ہوتی ہے کبھی بمقتضائے حکمت کسی تاخیر سے کبھی بندے کی حاجت دنیا میں روا فرمائی جاتی ہے کبھی آخرت میں کبھی بندے کا نفع دوسری چیز میں ہوتا ہے وہ عطا کی جاتی ہے کبھی بندہ محبوب ہوتا ہے اس کی حاجت روائی میں اس لئے دیر کی جاتی ہے کہ وہ عرصہ تک دعا میں مشغول رہے۔ کبھی دعا کرنے والے میں صدق و اخلاص وغیرہ شرائط قبول نہیں ہوتے اسی لئے اللہ کے نیک اور مقبول بندوں سے دعا کرائی جاتی ہے۔

مسئلہ: ناجائز امر کی دعا کرنا جائز نہیں دعا کے آداب میں سے ہے کہ حضور قلب کے ساتھ قبول کا یقین رکھتے ہوئے دعا کرے اور شکایت نہ کرے کہ میری دعا قبول نہ ہوئی ترمذی کی حدیث میں ہے کہ نماز کے بعد حمد و ثناء اور درود شریف پڑھے پھر دعا کرے۔ (خزان العرفان)

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (أَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: یا وہ جو لاچار کی سنتا

دَعَاةٌ وَيَكْشِفُ الشُّوْءَ) (النمل: 62).
 (1470) وَعَنِ الثُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ رَضِيَ اللَّهُ
 عَنْهَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ:
 "الدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ". رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ
 وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ".

ہے جب اسے پکارے اور دور کر دیتا ہے برائی۔
 حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دعا عبادت ہے۔ اسے ابو داؤد
 اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابو داؤد، باب الدعاء، ج ۱، ص ۵۵۱، رقم: ۱۳۸۱، سنن ترمذی، باب ومن سورة المؤمن، ج ۵، ص ۲۴۴، رقم: ۲۲۲۴، الادب المفرد للبخاری، باب فضل الدعاء، ص ۲۲۹، رقم: ۱۳، سنن ابن ماجہ، باب فضل الدعاء، ج ۲، ص ۱۲۵۸، رقم: ۳۸۲۸، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث النعمان بن بشیر، ج ۳، ص ۲۶۴، رقم: ۱۸۳۶۸)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

الدعاء میں الف لام عہدی ہے یعنی اللہ سے دعا کرنا بھی عبادت ہے کہ اس میں اپنی بندگی اور رب تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار و اظہار ہے، یہ ہی عبادت ہے، لہذا اس پر بھی ثواب ملے گا، لہذا اس کا مطلب یہ نہیں کہ کسی بندے سے کچھ مانگنا گویا اس کی عبادت ہے یہ شرک ہے، لہذا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگنا، حاکم سے حکیم سے مالداروں سے کچھ مانگنا نہ یہ اصطلاحی دعا ہے اور نہ کفر و شرک، بندے بندوں سے دار و دعا مانگا ہی کرتے ہیں غرض یہ کہ دعاء شرعی اور ہے اور دعائے لغوی کچھ اور جیسے صلوة شرعی اور ہے یعنی نماز دعا لغوی کچھ اور نزول رحمت، دعائے رحمت وغیرہ، رب تعالیٰ فرماتا ہے: **أَقْبِبُوا الصَّلَاةَ** یہاں صلوة شرعی مراد ہے اور صلوا علیہ میں صلوة لغوی مراد یا یوں کہو کہ اللہ کے بندوں سے دعا مانگنا رب تعالیٰ کی عبادت ہے نہ کہ ان بندوں کی، جیسے کعبہ کی طرف سجدہ کرنا رب تعالیٰ کی عبادت ہے نہ کہ کعبہ کی بہر حال یہ حدیث وہابیوں کی دلیل نہیں ہو سکتی۔

(دعا قبول کرتا ہوں پکارنے والے کی جب مجھے پکارے) یہ آیت شہادت کے طور پر پیش فرمائی کہ جیسے رب تعالیٰ نے نماز روزے کا حکم دیا ہے ویسے ہی دعا کا حکم دیا ہے۔ اور اس پر قبولیت کا وعدہ فرمایا ہے۔ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ قبولیت دعا کی تین صورتیں ہیں، مدعی پورا کر دینا کوئی آفت نال دینا، درجات بڑا دینا، وغیرہ اس کے بعد رب تعالیٰ فرما رہا ہے: **إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي**۔ دعا کے بعد عبادت کا ذکر فرمانے سے معلوم ہوا کہ دعا عبادت ہے۔ خیال رہے کہ دعا مانگنا اکثر مستحب ہے واجب نہیں لہذا آیت کی یہ وعید اس کے لیے ہے جو تکبر سے دعا نہ مانگے کہ یہ تو کفر ہے۔ (لمعات) (مزاہ المناجیح، ج ۳، ص ۲۲۵)

(1471) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا،
 قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 يَسْتَجِيبُ الْجَوَامِعَ مِنَ الدُّعَاءِ وَيَدْعُ مَا سِوَى

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 جامع دعائیں پسند فرماتے اور دیگر دعاؤں کو ترک کر دیتے
 تھے۔ اسے ابو داؤد نے جید اسناد کے ساتھ روایت کیا

ہے۔

ذٰلِكَ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ جَيِّدٍ۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد: باب الدعاء: ج ۱ ص ۵۵۲ رقم: ۱۳۸۴ جامع الاصول لابن اثیر: الفصل الثالث فی کیفیت الدعاء: ج ۱ ص ۱۶۲ رقم: ۲۱۴۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ نے اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

جامع دعا وہ کہلاتی ہے جس کے الفاظ تھوڑے ہوں، معافی زیادہ جیسے رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْآٰخِرَةِ حَسَنَةً اور جیسے اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِي الدِّيْنِ وَالدُّنْيَا وَ الْآٰخِرَةِ۔ یہاں عمومی حالات مراد ہیں یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم عام طور پر جامع دعائیں مانگتے تھے، خاص موقعوں پر خاص دعائیں بھی مانگی ہیں۔ جیسے استسقاء میں بارش کی دعا وغیرہ لہذا یہ حدیث ان روایات کے خلاف نہیں۔ (بزاۃ المناجیح، ج ۳ ص ۷۰ ص ۷۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

(1472) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ

اللہ کی اکثر دعا یہ تھی اے اللہ ہمیں دنیا میں بھلائی

أَكْثَرَ دُعَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اللَّهُمَّ

عطا فرما اور آخرت میں بھلائی عطا فرما اور ہمیں آگ کے

اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً، وَفِي الْآٰخِرَةِ حَسَنَةً، وَقِنَا

عذاب سے بچا۔ (متفق علیہ) اور مسلم کی روایت میں یہ

عَذَابِ النَّارِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. زَادَ مُسْلِمٌ فِي رِوَايَتِهِ

اضافہ ہے۔ حضرت انس جب کوئی دعا کرتے تو یہ دعا

قَالَ: وَكَانَ اَنَسٌ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّدْعُوَ بِدَعْوَةٍ دَعَا بِهَا،

کرتے اور جب کوئی خاص دعا کرتے تو ان الفاظ کو اس

وَاِذَا اَرَادَ اَنْ يَّدْعُوَ بِدُعَاءٍ دَعَا بِهَا فِيْهِ.

کو شامل فرمالتے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب فضل الدعاء: ج ۱ ص ۶۸ رقم: ۴۰۱۶ الادب المفرد: باب دعوات النبی صلی اللہ علیہ

وسلم: ص ۲۲۲ رقم: ۶۶۶ مسند ابی یعلیٰ: مسند انس بن مالک: ج ۱ ص ۱۴۲ رقم: ۳۴۵۵ مسند امام احمد بن حنبل: مسند انس بن

مالک: ج ۱ ص ۲۰۸ رقم: ۱۳۱۸۱ مسند المیزان: مسند انس بن مالک: ج ۱ ص ۲۸۲ رقم: ۶۴۴۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ نے اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کہ آپ نماز کے اندر اور دعا بعد نماز میں اور اس کے علاوہ اکثر حالات میں یہ دعا مانگا کرتے تھے۔

یہ دعا بہت ہی جامع ہے جس میں دین و دنیا کی ساری نعمتیں مانگی گئی ہیں، رب تعالیٰ نے قرآن کریم میں بھی یہ دعا سکھا

کہ اس کے مانگنے والوں کے متعلق فرمایا: اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا اِلَيْهِ۔ قرآن شریف میں اس دعا اور استغفار کے

بڑے فوائد بیان فرمائے۔ مطلب یہ ہے کہ اے ہمارے پالنے والے ہم کو موت سے پہلے والی تمام نعمتیں عطا فرما جیسے

صحت، روزی، نیکیوں کی توفیق، دین پر استقامت، حسن خاتمہ، علم و عمل وغیرہ اور آخرت کی تمام نعمتیں بخش جیسے حساب قبر و

حشر میں آسانی و کامیابی، اعمال کی قبولیت، جنت اور وہاں کی تمام نعمتیں اور ہم کو دوزخ سے بالکل بچالے کہ وہاں کا عذاب

ہم کو بالکل نہ چھوئے یہ نہ ہو کہ سزا پا کر جنت میں جائیں۔ حضرت شیخ نے اشعۃ اللمعات میں فرمایا کہ اس کے مانگتے وقت

تمام نیکیوں و نعمتوں کا خیال کر لینا چاہیے۔ بہتر یہ ہے کہ دنیا کی نعمت سے کمال مصطفویٰ اور آخرت کی بھلائی سے جمال مصطفویٰ مراد لے، یعنی ہم کو دنیا میں ان کے کمال کا چھینٹا دے، آخرت میں ان کا جمال دکھا کہ ان میں سب کچھ آ گیا۔

اسے ابوداؤد، نسائی نے بھی روایت کیا۔ حسن حصین شریف میں رَبَّنَا اِتِنَا هِے اِگر اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا اِتِنَا کہے تو بہتر ہے کہ اس میں دونوں روایتوں پر عمل ہے اور اگر فقط رَبَّنَا اِتِنَا کہے تو بھی ٹھیک ہے کہ قرآن کریم میں یوں ہی ہے۔ (ازمرقات)

(مراۃ المناجیح، ج ۳ ص ۱۰۳)

(1473) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ: «اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْهُدَى، وَالتُّقَى، وَالْعَفَافَ، وَالْغِيَّيَّ»

رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب الشعوذ من شر ما عمل ومن شر ما لم یعمل، ج ۸ ص ۸۱، رقم: ۵۰۴۹، سنن ابن ماجہ، باب دعاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ج ۲ ص ۱۲۶۰، رقم: ۳۸۲۲، سنن ترمذی، باب ما جاء فی عقد التسبیح بالید، ج ۵ ص ۵۲۲، رقم: ۳۳۸۱، مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن مسعود، ج ۱ ص ۳۸۱، رقم: ۳۶۹۲، مسند ابی یعلیٰ، مسند عبداللہ بن مسعود، ج ۱ ص ۱۸۱، رقم: ۵۲۸۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ہدایت سے مراد اچھے عقائد ہیں، تقویٰ سے مراد اچھے اعمال، پاکدامن سے مراد برائیوں سے بچنا ہے اور تو نگری سے مراد مخلوق کا محتاج نہ ہونا اللہ رسول کا حاجتمند رہنا ہے اس میں دین و دنیا کی تمام بھلائیاں مانگ لی گئیں۔

(مراۃ المناجیح، ج ۳ ص ۱۰۰)

(1474) وَعَنْ طَارِقِ بْنِ أَشِيْمٍ رَضِيَ اللهُ

عَنْهُ قَالَ: كَانَ الرَّجُلُ إِذَا أَسْلَمَ عَلَّمَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلَاةَ ثُمَّ أَمَرَهُ أَنْ يَدْعُو بِهَؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ: «اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي، وَارْحَمْنِي، وَاهْدِنِي، وَعَافِنِي، وَارْزُقْنِي» رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت طارق بن اشیم سے روایت ہے کہ جب کوئی آدمی مسلمان ہوتا تو اس کو رسول اللہ ﷺ نماز سکھاتے پھر اس کو ان کلمات کے ساتھ دعا کرنے کا حکم دیتے تھے۔ اے اللہ میری بخشش فرما اور مجھ پر رحم فرما اور مجھے ہدایت دے اور مجھے صحت عطا فرما اور مجھے رزق عطا فرما۔ (مسلم)

اور ایک روایت میں حضرت طارق سے یہ ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ آپ کی بارگاہ میں کوئی آدمی آیا اس نے عرض کیا: یا رسول

وَفِي رِوَايَةٍ لَهُ عَنْ طَارِقٍ: أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَنَّهُ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، كَيْفَ أَقُولُ حِينَ أَسْأَلُ رَبِّي؟ قَالَ: «قُلِ: اللَّهُمَّ

اَلْغُفْرِ لِي، وَارْحَمْنِي، وَعَافِنِي، وَارْزُقْنِي، فَاِنَّ هُوَ لَآءِ
تَجْمَعُ لَكَ دُنْيَاكَ وَآخِرَتَكَ۔

اللہ (ﷻ)! جب میں اپنے رب سے سوال کروں تو کیسے
کہوں؟ آپ نے فرمایا: یوں کہوں! اے اللہ میری
معفرت فرما مجھ پر رحم فرما مجھے عافیت عطا فرما مجھے
رزق عطا فرما یہ دعا تیرے لیے دنیا اور آخرت کو اکٹھا
کرنے والی ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب فضل التهلیل والتسبیح والدعاء ج ۸ ص ۴۱، رقم: ۴۰۲۵، رقم: ۴۰۲۶، مشکوٰۃ المصابیح
باب جامع الدعاء الفصل الاوّل ج ۲ ص ۵۹، رقم: ۲۲۸۶)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

معلوم ہوا کہ مسلمان ہوتے ہی نماز فرض ہو جاتی ہے، جب تک کہ قرآن شریف و دیگر ارکان یاد نہ ہوں وہ جماعت
سے ادا کرتا رہے اور بہت جلد خود یاد کرے یہاں نماز سے مراد ترتیب وار نماز کے مسائل ہیں۔

ہدایت سے مراد یا تو ملی ہوئی ہدایت پر قائم رکھنا ہے یا ایمان کی ہدایت کے بعد نیک اعمال کی ہدایت مانگنا
ہے، عافیت سے مراد دینی و دنیاوی امان ہے، رزق سے مراد حلال روزی ہے۔ (بزّاء المناجیح، ج ۳ ص ۱۰۳)

(1475) وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اللَّهُمَّ مُصَرِّفَ الْقُلُوبِ صَرِّفْ
قُلُوبَنَا عَلَى طَاعَتِكَ"۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص (رضی اللہ عنہما) سے روایت
ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے دعا کی اے اللہ اے دلوں کو
پھیرنے والے ہمارے دلوں کو اپنی اطاعت پر پھیر۔
(مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب تصريف الله تعالى القلوب كيف شاء ج ۸ ص ۵۱، رقم: ۶۹۲۱، مسند عبد بن حميد
مسند عبد الله بن عمرو، ص ۱۲، رقم: ۲۲۸، مشکوٰۃ المصابیح: باب الايمان بالتقدير الفصل الاوّل ج ۱ ص ۲۰، رقم: ۸۹)۔
شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ دعا کفار و مؤمن، نیک کار و بدکار سب ہی کے لیے ہے یعنی بدکاروں کے دل نیکی کی طرف پھیر دے اور نیک کاروں
کے دل نیکی پر قائم رکھے۔ خیال رہے کہ یہ دعا درحقیقت دوسروں کے لئے ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سید المعصومین ہیں ان
سے گناہ ناممکن ہے، ان کے لیے ہدایت رب تعالیٰ نے ایسی لازم کر دی ہے جیسے سورج کے لیے روشنی یا آگ کے لیے
گرمی، ان کی شان تو بہت بلند ہے۔ ان کے خاص غلاموں سے ہدایت اور تقویٰ لازم ہے، رب تعالیٰ صحابہ کرام کے
بارے میں فرماتا ہے: وَ اَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوَىٰ - عصمت انبیاء کی بحث ہماری کتاب "جاء الحق" اور عظمت صحابہ کی بحث
ہماری کتاب "امیر معاویہ" میں دیکھو۔ (بزّاء المناجیح، ج ۱ ص ۸۷)

(1476) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ
حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول

النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ: "تَعَوَّذُوا بِاللَّهِ مِنْ جَهْدِ الْبَلَاءِ وَكَرِّكَ الشَّقَاءِ وَسُوءِ الْقَضَاءِ وَشَمَاتَةِ الْأَعْدَاءِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِي رِوَايَةٍ قَالَ سُفْيَانُ: أَشْكُ أَنْ يَزِدْتُ وَاحِدَةً مِنْهَا.

اللہ ﷻ نے فرمایا: تم اللہ سے پناہ مانگو، مصیبت کی مشقت سے اور بد بختی کی پکڑ سے اور برے فیصلہ سے اور دشمنوں کے خوش ہونے سے۔ (متفق علیہ) اور ایک روایت میں ہے کہ سفیان راوی کہتے ہیں مجھے شک ہے کہ میں نے اس میں کسی ایک کا اضافہ کر دیا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من تعوذ باللہ من درک الشقاء وسوء القضاء، ج ۸ ص ۱۱۶، رقم: ۶۱۱۶، صحیح مسلم، باب فی التعوذ من سوء القضاء ودرک الشقاء وغیرہ، ج ۸ ص ۴۶، رقم: ۴۰۵۲، مسند ابی یعلیٰ، مسند ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ، ج ۱۲ ص ۱۳، رقم: ۶۱۱۲، سنن النسائی الکبزی، باب الاستعاذہ من درک الشقاء، ج ۲ ص ۳۵۴، رقم: ۴۹۲۸، صحیح ابن حبان، باب الادعیۃ، ج ۳ ص ۲۳، رقم: ۱۰۱۶)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آفتوں کی مشقت سے مراد وہ دنیاوی یا دینی مصیبتیں ہیں جن کے دفع پر انسان قادر نہ ہو حضرت عبداللہ ابن عمر فرماتے ہیں کہ کثرت عیال و قلت مال جہد بلا ہے کہ اس سے انسان کبھی کفر میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کاد الفقرا ان یكون کفرا۔

دوزخ کے کام کر بیٹھنا درک شقاء ہے اصل بد بختی دوزخ کا داخلہ ہے دوزخی عرض کریں گے رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا اور دوزخ میں پہنچانے والے عقیدے یا اعمال اختیار کر لینا شقاء بد بختی کا پانا ہے۔ اس سے اللہ کی پناہ! برے فیصلہ سے مراد ہے کفر پر مرنے کا فیصلہ یعنی میرے مولا میں دوزخیوں کے کاموں سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور اس سے بھی تیری پناہ لیتا ہوں کہ تو میری بد کاریوں کی وجہ سے میرے دوزخی ہونے کا فیصلہ کر دے۔ اس شرح سے یہ اعتراض اٹھ گیا کہ فیصلہ الہی تو پہلے ہو چکا اب اس سے پناہ مانگنے کے کیا معنی کیونکہ یہاں وہ فیصلہ مراد نہیں۔

یعنی مولیٰ مجھے ایسی دینی و دنیاوی مصیبتوں میں نہ پھنسا جن سے میرے دشمن خوش ہوں اور مجھ پر طعنے کریں، آوازے کریں، اس سے بھی تیری پناہ، یہ دعا بہت جامع ہے۔ (مزاۃ النبی، ج ۲ ص ۷۴)

(1477) وَعَنْهُ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "اللَّهُمَّ أَصْلِحْ لِي دِينِي الَّذِي هُوَ عِصْمَةُ أَمْرِي، وَأَصْلِحْ لِي دُنْيَايَ الَّتِي فِيهَا مَعَاشِي، وَأَصْلِحْ لِي آخِرَتِي الَّتِي فِيهَا مَعَادِي، وَاجْعَلْ الْحَيَاةَ زِيَادَةً لِي فِي كُلِّ حَيٍّ، وَاجْعَلِ الْمَوْتَ رَاحَةً لِي مِنْ كُلِّ شَيْءٍ." رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷻ کہتے تھے اے اللہ! میرے دین کی اصلاح کر جو میرے معاملے کی حفاظت کا سبب ہے اور میرے لیے میری دنیا کو سنوار جس میں میری روزی ہے اور میرے لیے میری آخرت کو درست کر جس میں میرا لوٹنا ہے اور میری زندگی کو میرے لیے ہر بھلائی میں اضافہ کا سبب بنا۔ اور موت

کو میرے لیے ہر شر سے نجات کا ذریعہ بنا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب التعوذ من شر ما عمل ومن شر ما لم يعمل: ج ۸ ص ۸۱ رقم: ۵۰۷۸ جامع الاصول

لابن اثیر: القسم الثانی فی ادعیۃ غیر موقتہ ولا مضافۃ: ج ۳ ص ۳۲۲ رقم: ۲۳۲۶)

شرح حدیث: دین میں دنیا کی آمیزش

حضرت سیدنا ابراہیم بن ادہم علیہ رحمۃ اللہ الاکرم ایک شخص سے ملے تو اس نے آپ سے پوچھا کہ اے ابواحق! آپ کا کیا حال ہے؟ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب میں یہ اشعار پڑھے:

نُرْقِعُ دُنْيَانَا بِتَهْنِيزِ دِينِنَا
فَلَا دِينُنَا يَبْقَى وَلَا مَا نُرْقِعُ
فَطَوَّنِي لِعَبْدِ آثَرِ اللَّهِ رَبِّهِ
وَجَادَ بِدُنْيَانَا لِمَا يَتَوَقَّعُ

ترجمہ: (۱) اپنے دین کو نقصان پہنچا کر ہم اپنی دنیا سنوارتے رہتے ہیں، یوں نہ تو ہمارا دین باقی رہتا ہے اور نہ ہی دنیا سنورتی ہے۔

(۲) خوشخبری ہے اس بندے کے لئے جس نے اللہ رب العزت عزوجل (کی عبادت) کو ترجیح دی اور اپنی دنیا کے

ذریعے آخرت کو سنوارا۔ (بخاری مؤرخ: ۶۵)

حضرت علی ؑ سے روایت ہے کہ مجھے رسول

(1478) وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ:

اللہ نے فرمایا: یہ کہا کرو اے اللہ! مجھے ہدایت دے

لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "قُلْ: اللَّهُمَّ

اور درست فرما اور ایک روایت میں ہے کہ اے اللہ میں

اهْدِنِي، وَسِدِّخْنِي" - وَفِي رِوَايَةٍ: "اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ

تجھ سے ہدایت اور درستگی کا سوال کرتا ہوں۔ (مسلم)

الْهُدَى وَالسَّدَاكَةَ" - رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب التعوذ من شر ما عمل ومن شر ما لم يعمل: ج ۸ ص ۸۲ رقم: ۵۰۸۶ سنن ابوداؤد: باب ما

جاء فی خاتم الحدید: ج ۳ ص ۱۳۵ رقم: ۳۲۲۴ سنن النسائی الکبیری: باب النهی عن الخاتم فی السبابة: ج ۵ ص ۳۵۵ رقم: ۱۵۴۱ مسند ابی

یعنی: مسند علی بن ابی طالب: ج ۱ ص ۳۵۲ رقم: ۶۰۱ مسند امام احمد بن حنبل: مسند علی بن ابی طالب: ج ۲ ص ۳۴۰ رقم: ۱۳۲۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الختان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

دنیا میں انسان سواری کی طرح ہے، مسافر کی سواری کتنی ہی اچھی ہو لیکن اگر اسے راستہ صحیح نہ ملے یا صحیح راستہ تو ملے مگر

اس پر صحیح چل نہ سکے، تو کبھی منزل تک نہیں پہنچ سکتا۔ اس دعا کا مقصد یہ ہے کہ مولیٰ مجھے اپنے تک پہنچنے والا راستہ بھی دکھا اور

دکھا کر اس پر چلنے کی توفیق بھی نصیب کرے۔

یعنی جب یہ دعا مانگو تو ہدایت سے راہ الہی مراد لو جس پر چلنے سے رب تعالیٰ تک پہنچا جاسکے اور درستی وسیدھائی سے

کامل درستی اور پورا سیدھا پن مراد لو، تیر کی تشبیہ سے یہ بھی مراد ہے اس جملہ کی اور شرحیں بھی کی گئی ہیں مگر یہ شرح بہت قوی

ہے۔ (بزاؤ المناجیح، ج ۳ ص ۷۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا کرتے تھے: اے اللہ! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں عاجزی، سستی، بزدلی، بڑھاپے اور بخل سے اور عذابِ قبر سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور تیری پناہ میں آتا ہوں زندگی اور موت کے فتنہ سے اور ایک روایت میں ہے اور قرض کے چڑھ جانے سے اور آدمیوں کی زبردستی سے۔ (مسلم)

(1479) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ، وَالْكَسَلِ، وَالْجُبْنِ، وَالْهَرَمِ، وَالْبُخْلِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ" وَفِي رِوَايَةٍ: "وَضَلَجِ الدِّينِ، وَغَلَبَةِ الرِّجَالِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب التعوذ من العجز والكسل وغيره، ج ۸ ص ۴۵، رقم: ۴۰۴۸، الادب المفرد للبخاری: باب دعوات النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ص ۲۲۳، رقم: ۶۴۱، سنن ابوداؤد: باب فی الاستعاذۃ، ج ۱ ص ۵۶۵، رقم: ۱۵۳۲، سنن النسائی الکبریٰ: باب الاستعاذۃ من العجز، ج ۳ ص ۳۵۰، رقم: ۴۸۹۳، مسند امام احمد بن حنبل: مسند انس بن مالک رضی اللہ عنہ، ج ۳ ص ۱۱۲، رقم: ۱۲۱۳۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: ان الفاظ کی شرح اور رنج و غم کا فرق پہلے باب میں عرض کیا گیا۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ قرض کی فکر عقل خراب کر دیتی ہے۔ حدیث شریف میں الذین شین الذین قرض دین کا عیب ہے۔ (مرقات) لوگوں سے مراد ظالم یا قرض خواہ ہیں۔ یہ دعا بھی بہت جامع ہے کہ اس میں خارجی داخلی مصیبتوں اور جسمانی روحانی اذیتوں سے پناہ مانگ لی گئی ہے۔ اس حدیث کو ابوداؤد، ترمذی، نسائی نے بھی روایت کیا، حصن حصین شریف میں یہ حدیث صرف بخاری کی قرار دی۔ واللہ اعلم! (بزازۃ النایح، ج ۳ ص ۷۵)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: (یا رسول اللہ!) مجھے کوئی دعا سکھائیں جو میں اپنی نماز میں کیا کروں؟ تو آپ نے فرمایا: یہ کہا کرو: اے اللہ! میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے۔ بہت زیادہ ظلم اور تیرے بغیر گناہوں کو بخشنے والا کوئی نہیں۔ پس تو میرے لیے اپنے پاس سے خاص مغفرت فرما اور مجھ پر رحم فرما یقیناً تو ہی بخشنے والا مہربان ہے۔ (متفق علیہ)

(1480) وَعَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: قَالَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَلَّمْنِي دُعَاءً أَدْعُو بِهِ فِي صَلَاتِي، قَالَ: "قُلْ: اللَّهُمَّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي ظُلْمًا كَثِيرًا، وَلَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ، فَاعْفِرْ لِي مَغْفِرَةً مِنْ عِنْدِكَ، وَارْحَمْنِي، إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ."

ایک روایت میں ہے وفی بیٹی بھی ہے (معنی یہ ہو گا) کہ اپنی نماز اور اپنے گھر میں دعا مانگو اور ظلماً

وَفِي رِوَايَةٍ: "وَفِي بَيْتِي وَرَوْي: ظُلْمًا كَثِيرًا وَرَوْي: كَثِيرًا بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْمَثَلَّةِ وَبِالْبَاءِ"

المَوْحَدَةَ، فَيَنْبَغِي أَنْ يُجْمَعَ بَيْنَهُمَا فَيُقَالُ: كَثِيرًا
كثيِّرًا بھی روایت کیا گیا ظلمًا کبیرًا بھی روایت کیا
گیا ہے تا مثلثہ اور باء موحده کے ساتھ بہتر یہ ہے کہ
دونوں کو جمع کر کے کثيِّرًا کبیرًا پڑھے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب الدعاء قبل السلام: ج ۱ ص ۱۱۶، رقم: ۸۴۴ صحیح مسلم: باب استحباب خفض
الصوت بالذکر: ج ۸ ص ۴۴، رقم: ۴۰۴۴ السنن الکبریٰ للبیہقی: باب ما يستحب له ان لا يقصر عنه من الدعاء: ج ۲ ص ۱۵۳، رقم: ۲۰۱۱
سنن ابن ماجہ: باب دعاء رسول اللہ: ج ۲ ص ۱۲۶، رقم: ۳۸۴۵ مسند امام احمد بن حنبل: مسند ابی بکر الصديق رضی اللہ عنہ
ج ۱ ص ۴، رقم: ۲۸)

شرح حدیث: حکیم الأمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی نماز کے آخر میں التحیات و درودوں سے فارغ ہو کر کیونکہ اس کے علاوہ نماز میں اور کوئی وقت دعا کا نہیں۔ ظاہر یہ
ہے کہ نماز سے نفل نماز مراد ہے اگر فرض میں بھی کبھی کبھی یہ دعائیں مانگے تو بہتر ہے۔

صدیق اکبر سے یہ الفاظ کہلوانا یا آدم علیہ السلام کا کہنا زَبْنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا یا یونس علیہ السلام کا عرض کرنا اِنِّیْ مُکْنُتُ
مِنَ الظَّالِمِیْنَ انتہائی درجہ کا انکسار نفس ہے۔ یہاں ظلم کے وہ معنی کیے جائیں جو ان کی شان کے لائق ہوں، کافر کا ظلم کفر
ہے، ہمارا ظلم گناہ، اولیاء اور انبیاء کا ظلم لغزشیں اور خطائیں۔ جو شخص ان کلمات کو سن کر ان کی شان میں گستاخی کرے وہ بے
دین ہے۔ بعض صوفیاء کو فرماتے ہوئے سنا گیا کہ کبھی جھوٹ محبوبیت کا ذریعہ بن جاتا ہے اور سچ مردودیت کا سبب، شیطان
نے سچ کہا تھا کہ خدایا تو نے مجھے گمراہ کیا، ہادی و مضل رب ہی ہے مگر اس سچ سے شیطان مارا گیا، وہ محبوب بندے جو گناہ
کے قریب بھی نہ گئے ان کا یہ عرض کرنا کہ خدایا ہم بڑے گنہگار ہیں ہے جھوٹ مگر تقرب کا ذریعہ حضرت صدیق اکبر نے کبھی
گناہ کا ارادہ بھی نہیں کیا۔

خیال رہے کہ حقوق العباد بندہ بخشتا ہے مگر گناہ صرف رب ہی بخش سکتا ہے، جہاں انبیائے کرام فرمادیتے ہیں کہ جا
تیرے سارے گناہ معاف۔ وہ رب کی طرف سے کہتے ہیں زبان ان کی ہوتی ہے کلام رب کا لہذا اس حدیث پر کوئی
اعتراض نہیں۔ (مزاۃ الناجح، ج ۲ ص ۱۶۸)

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الفاظ کے ساتھ دعا کیا کرتے تھے: اے
اللہ! میرے لیے معاف فرما، میری غلطیاں اور میری
جہالت اور میرے معاملات میں میرا حد سے بڑھنا اور
جس کو تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے۔ اے اللہ میرے لیے
معاف فرما میری سنجیدہ یا مزاحی غلطی اور خطا اور جان

(1481) وَعَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَّهُ كَانَ يَدْعُو بِهَذَا
الدُّعَاءِ: «اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي خَطِيئَتِي وَجَهْلِي، وَإِسْرَافِي
فِي أَمْرِي، وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّي، اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي
جِدِّي وَهَزْلِي، وَخَطِيئِي وَعَمْدِي، وَكُلُّ ذَلِكَ عِنْدِي،
اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ، وَمَا أَسْرَرْتُ

وَمَا أَعْلَنْتُ، وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّي، أَنْتَ الْمُقَدِّمُ،
وَأَنْتَ الْمُؤَخِّرُ، وَأَنْتَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ مُتَّفَقٌ
عَلَيْهِ۔

بوجھ کر کیا ہوا اور یہ سب میرے پاس ہے۔ اے اللہ
میرے لیے بخش دے جو میں نے آگے کیا اور جو پیچھے کیا
اور جو میں نے چھپایا اور جو ظاہر کیا اور جس کو تو مجھ سے
زیادہ جانتا ہے۔ تو ہی آگے کرنے والا ہے۔ تو ہی پیچھے
ہٹانے والا ہے اور تو ہر چیز پر قدرت والا ہے۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہم اغفر لی ما قدمت وما اخرت، ج ۸ ص ۸۴، رقم: ۱۲۱۸، صحیح مسلم، باب التعوذ من شر ما عمل ومن شر ما لم یعمل، ج ۸ ص ۸۰، رقم: ۴۰۶۱، صحیح ابن حبان، باب الادعیۃ، ج ۲ ص ۲۲۲، رقم: ۱۵۲، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث ابی موسیٰ الاشعری، ج ۲ ص ۳۱۴، رقم: ۱۱۴۵۲، مصنف ابن ابی شیبہ، باب ما کان یدعو بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج ۱ ص ۲۸۱، رقم: ۲۰۰۰۵)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(ہر کام میں حد سے بڑھ جانے کو بخش دے) خطا سے مراد مطلقاً گناہ ہیں اور جہل سے مراد ان چیزوں سے ناواقفیت جن سے واقف ہونا فرض تھا یا وہ بد عملیاں ہیں جو دینی احکام سے ناواقفیت کی وجہ سے سرزد ہو جائیں۔ اسراف سے مراد مطلقاً زیادتی ہے یعنی بندگی کی حدود توڑ دینا، اسراف خطا سے زیادہ عام ہے۔
(اسے بخش دے) یعنی میرے سارے وہ گنا جو مجھے یاد بھی نہ رہے یا وہ گناہ جنہیں میں نیکی سمجھ کر بیٹھا مگر واقع میں وہ گناہ تھے وہ بھی بخش دے۔

(برے ارادے جو میرے پاس ہیں) یعنی میرے سارے وہ گناہ جو ابھی تک بخشے نہ گئے بلکہ میرے پاس یعنی میرے نامہ اعمال میں موجود ہیں وہ بخش دے۔ خیال رہے کہ میرے ارادے بھی گناہ ہیں ہاں میرے خیالات جو غیر اختیاری طور پر دل میں آجائیں وہ معاف ہیں لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ جب میرے ارادے گناہ ہی نہیں تو ان سے معافی مانگنے کے کیا معنی۔

(جو چھپ کر کیے) یعنی پرانے اور نئے گناہ یوں ہی علانیہ اور خفیہ گناہ بخش دے، علانیہ خفیہ سے زیادہ برے ہیں کیونکہ گناہ کا اظہار بھی تو گناہ ہے۔

(اور جو تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے) میرے وہ گناہ بھی بخش دے جو میرے خیال میں تو معمولی و صغیرہ ہیں مگر تیرے علم میں بڑے ہیں اور کبیرہ ہیں۔ خیال رہے کہ گناہ صغیرہ ہمیشہ کرنے سے کبیرہ بن جاتا ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَكَلَّمَ يُصْرًا ذَا عَالِي مَا فَعَلُوا اور کبھی بندے کے منہ سے ایک معمولی سی بات نکل جاتی ہے جسے بندہ محسوس بھی نہیں کرتا مگر رب تعالیٰ کے نزدیک بندہ اس سے دوزخی بن جاتا ہے۔ اس قسم کی تمام دعائیں ہماری تعلیم کے لیے ہیں ورنہ حضرات انبیاء بعد نبوت تو ہر

گناہ صغیرہ یا کبیرہ سے معصوم ہیں اور قبل نبوت گناہ کبیرہ سے اور ان صغیرہ گناہوں سے معصوم ہیں جو نفلت کا باعث ہوں اور ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو نبوت سے پہلے یا بعد کبھی کسی گناہ کا ارادہ بھی نہ کیا چہ جائیکہ گناہ کرنا۔ اس عظمت انبیاء کی نفس تحقیق ہماری کتاب 'تہر کبریا بر منکرین عصمت انبیاء' میں ملاحظہ کیجئے اور یہاں مرقات نے بھی اس پر کچھ بحث کی ہے، تفسیرات احمدیہ اور شرح فقہ اکبر میں اس مسئلہ پر مکمل بحث کی۔

یعنی تو جسے چاہے توفیق خیر دے کر آگے بڑھا دے کہ اس کے درجے بلند کر دے اور جسے چاہے توفیق نہ دے، جس سے وہ اپنی بد عملیوں کے باعث دوزخ میں پہنچ جائے لہذا اس پر یہ اعتراض نہیں کہ جب رب تعالیٰ نے ہمیں پیچھے کر دیا تو ہمارا کیا قصور ہے کیونکہ ہمارا پیچھے ہٹ جانا اپنی بد عملی سے ہے۔

یہ حدیث ابو داؤد، ترمذی اور نسائی نے بھی مختلف طریقوں سے نقل فرمائی۔ (بزاۃ النبی، ج ۳ ص ۹۸)

(1482) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ فِي دُعَائِهِ: "اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا عَمِلْتُ وَمِنْ شَرِّ مَا لَمْ أَعْمَلْ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دعا میں یہ کہا کرتے تھے: اے اللہ! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اپنے اس عمل کے شر سے جو میں نے کیا اور جو میں نے نہیں کیا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب التعوذ من شر ما عمل ومن شر ما لم يعمل، ج ۸ ص ۴۹، رقم: ۵۰۰۰، سنن ابو داؤد، باب فی الاستعاذۃ، ج ۱ ص ۲۶۸، رقم: ۱۵۵۲، سنن النسائی الکبیری، باب التعوذ فی الصلاة، ج ۱ ص ۲۸۸، رقم: ۱۱۲۳۰، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث السیدۃ عائشہ رضی اللہ عنہا، ج ۱ ص ۱۳۹، رقم: ۲۵۱۲۸، مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الدعاء، ج ۱ ص ۱۴، رقم: ۲۹۱۲۵)

شرح حدیث: امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ کافی کی دعا

يَا رَبِّ الْعَالَمِينَ عَزَّ وَجَلَّ! میں تیری پاکیزگی کے نور و عظمت اور تیرے جلال کی برکت کی پناہ مانگتا ہوں ہر آفت و مصیبت اور شریر جن و انس کے پیش آنے سے، سوائے اس کے جو خیر لائے۔ اے اللہ عَزَّ وَجَلَّ! تو ہی میری پناہ گاہ اور جائے قرار ہے لہذا میں تجھی سے پناہ طلب کرتا ہوں۔ اے وہ ذات جس کے آگے بڑے بڑے جا بروں کی گردنیں جھک جاتی ہیں اور بڑے بڑے سرکشوں کی گردنیں خم ہو جاتی ہیں۔ یا الہی عَزَّ وَجَلَّ! میں تیرے سامنے رسوا ہونے، عیبوں کا پردہ چاک ہونے، تیری یاد بھول جانے اور تیرے شکر سے منہ موڑنے سے تیرے جلال و کرم کی پناہ میں آتا ہوں۔ میرے دن رات، آرام و سکون، اور سفر تیرے حفظ و امان میں ہیں۔ تیری حمد و ثناء میرا اوڑھنا بچھونا ہے۔ تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ میں ہر عیب سے تیری پاکی بیان کرتا ہوں اور تیرے وجہ کریم کی تکریم کرتا ہوں۔ اے سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والے! مجھے رسوائی اور اپنے بندوں کے شر سے محفوظ فرما اور بری خفیہ تدبیر سے محفوظ فرما۔ مجھ پر اپنی حفاظت کے خیمے اوڑھادے اور مجھے اپنی عنایت کی حفاظت میں داخل فرمادے۔ (آمین)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا ہے: اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں تیری نعمت کے زائل ہو جانے سے اور تیری عافیت کے پھرنے سے اور تیری اچانک گرفت سے اور تیری تمام ناراضگیوں سے۔ (مسلم)

(1483) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: كَانَ مِنْ دَعَاءِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِكَ، وَتَحَوُّلِ عَافِيَتِكَ، وَفُجْأَةِ نِقْمَتِكَ، وَجَمِيعِ سَخَطِكَ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب اکثر اهل الجنة الفقراء واکثر اهل النار النساء، ج ۸ ص ۸۸، رقم: ۱۲۰، الادب المفرد للبخاری، باب دعوات النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ص ۲۳۸، رقم: ۶۸۵، المستدرک للحاکم، کتاب الدعاء والتکبیر والتعلیل، ج ۲ ص ۱۹۱، رقم: ۱۹۴، سنن ابوداؤد، باب فی الاستعاذۃ، ج ۱ ص ۵۶۶، رقم: ۱۵۴، سنن النسائی الکبیری، باب الاستعاذۃ من زوال النعمۃ، ج ۲ ص ۴۶۲، رقم: ۷۱۵۵)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

زوال و انقلاب میں فرق یہ ہے کہ نعمت کا چھن جانا زوال ہے اور نعمت کے عوض نعمت و مصیبت آ جانا انقلاب۔ نعمت سے مراد اسلام، ایمان، تندرستی، غنا وغیرہ تمام دینی و دنیاوی نعمتیں ہیں، اللہ تعالیٰ دے کر نہ لے وہ تو نہیں چھینتا ہم اپنی بد عملیوں سے زائل کر دیتے ہیں اِنَّ اللّٰهَ لَا یُعْزِزُ مَا یَقْوِمُ حَتّٰی یُعْزِزُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ۔

یعنی خدایا ہمیں ایسے کاموں سے بچا جو تیری ناراضی کا باعث ہیں۔ (مراۃ المناجیح، ج ۳ ص ۷۸)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا کیا کرتے کہ اے اللہ بے شک میں عاجز ہونے سستی، بخل، بڑھاپے اور عذاب قبر سے بچنے کے لیے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ اے اللہ میری جان کو اس کا تقویٰ عطا فرما اور اس کو ستھرا بنا تو ہی سب سے زیادہ ستھرا کرنے والا ہے۔ تو اس کا ولی اور مولا ہے۔ اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس علم سے جو نفع نہ دے اور اس دل سے جس میں خوف نہ ہو اور ایسے نفس سے جو سیر ہونے والا نہ ہو اور ایسی دعا سے جو قبول نہ ہو۔

(1484) وَعَنِ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: "اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ، وَالْبُخْلِ وَالْهَرَمِ، وَعَذَابِ الْقَبْرِ، اللَّهُمَّ أَتِ نَفْسِي تَقْوَاهَا، وَزَكَّهَا أَنْتَ خَيْرٌ مِنْ زَكَّاهَا، أَنْتَ وَلِيُّهَا وَمَوْلَاهَا، اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ، وَمِنْ قَلْبٍ لَا يَخْشَعُ، وَمِنْ نَفْسٍ لَا تَشْبَعُ، وَمِنْ دَعْوَةٍ لَا يُسْتَجَابُ لَهَا". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب التعوذ من شر ما عمل ومن شر ما لم يعمل، ج ۸ ص ۸۱، رقم: ۷۸۱، الاحاد والمثنائی، حدیث زید بن ارقم رضی اللہ عنہ، ج ۲ ص ۱۲۸، رقم: ۲۱۰۵، المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمہ زید بن ارقم، ج ۵ ص ۲۰۱، رقم: ۵۰۶۳، سنن النسائی الکبیری، باب الاستعاذۃ من دعوات لا یتجاب لہا، ج ۲ ص ۴۶۲، رقم: ۷۸۶۲، مستدرک امام احمد بن حنبل، حدیث زید بن ارقم رضی اللہ عنہ، ج ۲ ص ۲۷۱، رقم: ۱۱۲۲۶)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

عاجزی سے مراد عبادات نہ کر سکتا ہے جیسے روزہ، نماز، حج، جہاد وغیرہ اور سستی سے مراد ہے کہ قادر ہونے کے باوجود نہ کرنا، کنجوسی سے حقوق مالیہ ادا نہ کرنا ہیں خواہ حقوق اللہ ہوں جیسے زکوٰۃ، قربانی اور حج وغیرہ یا حقوق العباد جیسے بیوی بچوں، والدین، عزیزوں کے نان و نفقات نہ دینا۔ بڑھاپے سے مراد وہ بے عقلی اور مٹ کٹ جانا ہے جو زیادتی عمر کے سبب ہو جاتی ہے۔

کہ تو مجھے دنیا میں عذاب قبر والے اعمال سے بچالے اور بعد موت خود اس عذاب سے محفوظ رکھ۔ خیال رہے کہ عذاب قبر کفار کو دائی ہوتا ہے، بعض مؤمن گنہگاروں کو عارضی مگر ضغظہ قبر یعنی تنگی وہ کبھی صالحین کو بھی ہو جاتی ہے اس لیے یہاں عذاب فرمایا تنگی کا ذکر نہ کیا۔

عربی میں ظاہری پاکی کو طہارت اور باطنی پاکی کو تزکیہ کہتے ہیں اسی لئے مذبح جانور کو مڑگی کہتے ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے: قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّىٰ تَقْوَىٰ سے مراد فسق و فجور کا مقابل ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: فَالْتَمِهْمَهَا فَجُورَهَا وَتَقْوَاهَا۔ خیال رہے کہ کسب طہارت بندے کا کام ہے اور خلق طہارت رب کا کرم جیسے بیج بودینا بندے کا کام ہے پیداوار رب کا فضل یعنی ہمارے کسب سے تیرا کرم افضل و اکمل ہے۔

یعنی میرے نفس کو تقویٰ دے کیونکہ تو اس کا ولی ہے اور اسے پاک کر دے کیونکہ تو اس کا وارث ہے، دو نعمتوں کے لیے دو صفت الہیہ کا ذکر ہوا۔

غیر نافع علم سے مراد یا تو دنیاوی علوم ہیں جن سے دین میں کوئی نفع نہ ہو جیسے سائنس، ریاضی، منطق، فلسفہ جن سے دین کی خدمت نہ لی جائے یا وہ علم دین ہیں جو دنیا طلبی کے لیے سیکھے جائیں یا جن پر عالم خود عمل نہ کرے دوسروں کو سکھائے نہیں یا اس سے نقصان دہ علوم مراد ہیں جیسے جادو وغیرہ کے علوم جن سے فساد پھیلا یا جائے۔

جس دل میں اللہ کے ذکر سے چین، عذاب کے ذکر سے خوف، جنت کے ذکر سے شوق، حضور علیہ السلام کے ذکر سے وجدان نہ پیدا ہو وہ سخت ہے اللہ اس سے بچائے اور جس نفس میں قناعت و سیری نہ ہوں ایسے حریص نفس سے خدا کی پناہ۔ خیال رہے کہ تین نعمتیں کسی کسی کو ملتی ہیں: کفایت، قناعت، ریاضت جسے یہ تین نعمتیں مل گئیں وہ بادشاہوں سے زیادہ خوش نصیب ہے، اس جملہ میں تینوں نعمتیں مانگ لی گئی ہیں۔ (مراۃ المناجیح، ج ۲ ص ۷۷)

(1485) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا:

حَضْرَتِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا سَعَى رَوَايَتِ هِيَ كَرَسُولِ

اللَّهُ ﷻ كَمَا كَرْتَهُ تَحْتَهُ۔ اے اللہ میں تیرے لیے

اسلام لایا اور تیرے ساتھ ایمان لایا اور تجھ پر اعتماد کیا

اور تیری طرف رجوع کیا اور تیری مدد سے میں نے جھگڑا

وَأَلَّيْكَ لَكَ أَسْلَمْتُ، وَبِكَ أَمَّنْتُ، وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ،

وَأَلَّيْكَ أَنْبْتُ، وَبِكَ خَاصَمْتُ، وَإِلَيْكَ حَاكَمْتُ.

وَأَلَّيْكَ أَنْبْتُ، وَبِكَ خَاصَمْتُ، وَإِلَيْكَ حَاكَمْتُ.

وَأَلَّيْكَ أَنْبْتُ، وَبِكَ خَاصَمْتُ، وَإِلَيْكَ حَاكَمْتُ.

وَأَلَّيْكَ أَنْبْتُ، وَبِكَ خَاصَمْتُ، وَإِلَيْكَ حَاكَمْتُ.

فَاغْفِرْ لِي مَا قَدَّمْتُ، وَمَا أَخَّرْتُ، وَمَا أَسْرَرْتُ، وَمَا
 أَعْلَنْتُ، أَنْتَ الْبُقْدِمُ، وَأَنْتَ الْبُؤْخِرُ، لَا إِلَهَ إِلَّا
 أَنْتَ. زَادَ بَعْضُ الرُّوَاةِ: "وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا
 بِاللَّهِ مُتَّفِقٌ عَلَيْهِ."
 کیا اور تیری طرف فیصلہ لایا۔ پس تو میرے لیے بخش
 دے جو میں نے آگے کیا اور جو میں نے پیچھے کیا اور جو
 میں نے چھپایا اور جو میں نے ظاہر کیا تو ہی آگے کرنے
 والا ہے تو ہی پیچھے کرنے والا ہے۔ تیرے سوا کوئی
 عبادت کے لائق نہیں۔ بعض راویوں نے یہ زیادہ کیا اور
 گناہ سے پھرنے کی طاقت ہے نہ نیکی کرنے کی قوت سوا
 اللہ تعالیٰ کے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب التہجد باللیل: ج ۲ ص ۳۸ رقم: ۱۱۲۰ صحیح مسلم: باب التعوذ من شر ما عمل ومن
 شر ما لم یعمل: ج ۸ ص ۸۰ رقم: ۴۰۶۶ الاداب للبیہقی: باب ما یقول اذا اراد ان ینام واذا استیقظ: ج ۱ ص ۳۱۸ رقم: ۶۸۵ سنن الدارمی
 باب الدعاء عند التہجد: ج ۱ ص ۳۱۵ رقم: ۱۳۸۶ مسند امام احمد بن حنبل: مسند عبد اللہ بن العباس: ج ۱ ص ۳۵۸ رقم: ۲۲۶۸)
 شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الخٹان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

حقیقی و دائمی بادشاہی ہے تیری عطا سے عارضی و چند روزہ بادشاہ تیرے بعض بندے ہیں چنانچہ دنیا میں صد ہا بادشاہ
 گزرے جن کے نام و نشان نہ رہے۔ خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری خلق کا دائمی سلطان
 بنایا مگر یہ سلطنت عارضی و عطائی ہے رب تعالیٰ کی حقیقی و ذاتی۔

یعنی ظاہر و باطن میں تیرا مطیع ہوں اور تیرے سارے احکام کو حق سمجھتا ہوں، ایمان و سلام کا فرق کتاب الایمان کے
 شروع میں بیان ہو چکا۔

صوفیا فرماتے ہیں کہ گناہوں سے باز آ جانا توبہ ہے اور غفلت سے باز آ کر بیدار ہو جانا انابت، شریعت والوں کا توکل
 یہ ہے کہ اسباب پر عمل اور "مُسَبَّبِ الْأَسْبَابِ" پر نظر طریقت والوں کا توکل یہ ہے اسباب کی آڑ کو پھاڑ دینا اور یار تک پہنچ
 جانا۔

یعنی تیرے لیے میرا جہاد ہے اور جہاد میں تیری مدد پر نظر ہے میرا اور کفار کا فیصلہ تو فرما کر میرا سچ اور ان کا جھوٹ ظاہر
 فرمادے۔

نہایت جامع استغفار ہے جس میں ہر قسم کی غلطیوں گناہوں کا ذکر آ گیا، یہ سب کچھ ہماری تعلیم کے لیے ہے ورنہ حضور
 صلی اللہ علیہ وسلم تک گناہوں کی رسائی نہیں وہ گناہ کرنیکے لیے پیدا نہیں ہوئے بلکہ گنہگاروں کی دستگیری کرنے کے لیے
 تشریف لائے۔

تو نے اپنے فضل و کرم سے مجھے درجہ میں سب سے آگے رکھا اور زمانہ میں سب نبیوں سے پیچھے یا آخرت میں تو نے
 مجھے سب سے آگے رکھا اور دنیاوی ظہور میں سب سے پیچھے یا تو نے میری امت کو ساری امتوں سے درجوں میں آگے

بڑھا دیا اور نبوی ظہور میں سے پیچھے رکھا اس کی تفسیر وہ حدیث ہے نَحْنُ الْأَخِرُونَ السَّابِقُونَ۔ (ازمرقات) اس جملہ کی اور بہت تفسیریں ہیں۔

اس کے پہلے جملہ میں غیر سے الوہیت کی نفی ظہمنا ہے دوسرے میں صراحتاً۔ (مراۃ المناجیح، ج ۲ ص ۷۳۷)

(1486) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَدْعُو بِهَذِهِ الْكَلِمَاتِ: "اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ النَّارِ وَعَذَابِ النَّارِ، وَمِنْ شَرِّ الْغُلِيِّ وَالْفَقْرِ". رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَهَذَا لَفْظُ أَبِي دَاوُدَ."

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کلمات کے ساتھ دعا کرتے تھے۔ اے اللہ بے شک میں تیری پناہ میں آتا ہوں، آگ کے فتنہ اور آگ کے عذاب سے اور غناء اور فقر کے شر سے۔ اسے ابو داؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔ اور یہ الفاظ ابو داؤد کے ہیں۔

تخریج حدیث: (سنن ابو داؤد، باب فی الاستعاذۃ، ج ۱ ص ۵۶۶، رقم: ۱۵۴۵، سنن ترمذی، باب ما جاء فی عقد التسبیح بالید، ج ۶ ص ۵۲۵، رقم: ۳۳۹۵، مسند ابی یعلیٰ، مسند عائشہ رضی اللہ عنہا، ج ۱ ص ۱۱۳، رقم: ۳۶۶۵، سنن ابن ماجہ، باب ما تعوذ منه رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ج ۲ ص ۱۲۶۲، رقم: ۲۸۲۸، سنن النسائی، باب الاستعاذۃ من شر فتنۃ القبر، ج ۸ ص ۲۶۲، رقم: ۵۴۶۶)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ نے اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کفار آگ میں معذب ہوں گے، مؤمن گنہگار معذب نہ ہوں گے بلکہ مؤدب و مہذب ہوں گے یعنی انہیں آگ کے ذریعہ پاک و صاف کر کے جنت کے لائق بنایا جائے گا۔ آگ کے فتنہ سے مراد وہ گناہ ہے جو آگ میں جانے کا باعث بنا لہذا کلام میں تکرار نہیں، آگ کا عذاب اور ہے آگ کا فتنہ کچھ اور۔

شیخی غفلت اور سرکشی، گناہوں کی طرف میلان، مال و عزت پر پھول جانا غنی کا فتنہ ہے۔ مالداروں پر حسد، طمع ذلت، فکر، فقیری کے فتنے، اللہ تعالیٰ دونوں قسم کے فتنوں سے بچائے۔ خیال رہے کہ نہ امیری بُری ہے نہ فقیری، دونوں جناب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے جلوے ہیں، بلکہ ان کے فتنہ برے ہیں۔ مصرع فقر و شاہی واردات مصطفیٰ است اس میں اختلاف ہے کہ فقیری افضل ہے یا امیری۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ بعض کے لیے فقیری افضل ہے، بعض کے لیے امیری، جس کے ذریعہ یار ملے وہ ہی بہتر، بعض بیماروں کو کڑوی دوا مفید ہوتی ہے بعض کو میٹھی، یہ تمام دعائیں امت کی تعلیم کے لیے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو ہر فتنہ سے محفوظ فرمایا تھا، آپ کا فقر بھی اکیسر تھا اور غنا بھی۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم۔

خطاؤں کو دوزخ کی آگ قرار دیا اور مغفرت و رحمت کو برف کا پانی، جو آگ بجھا بھی دے اور اس جگہ کو ٹھنڈا بھی کر دے یعنی مجھے قسم قسم کی رحمتوں و مغفرتوں کے ذریعہ دوزخ کے اسباب سے پاک و صاف کر دے۔

(1487) وَعَنْ زِيَادِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ عَمْرِو بْنِ قُطَيْبَةَ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ مُنْكَرَاتِ الْأَخْلَاقِ، وَالْأَحْمَالِ، وَالْأَهْوَاءِ". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ".

حضرت زیاد بن علی نے اپنے چچا حضرت عمرو بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے۔ اے اللہ بے شک میں تیری ہر منکر باتوں سے ڈرتا ہوں۔ برے اخلاق و اعمال اور خواہشات سے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی باب ادعاء امر سلمۃ ج ۱ ص ۵۰۰ رقم: ۱۰۱۱ المستدرک للحاکم کتاب الدعاء والتکبیر والتہلیل ج ۱ ص ۱۲ رقم: ۱۰۳۱ المعجم الکبیر للطبرانی من اسمہ قطبہ بن مالک الشعلی ج ۱ ص ۱۱ رقم: ۱۰۳۱ مجمع بہن ص ۱۱۰ الادعیۃ ج ۱ ص ۲۲ رقم: ۱۰۳۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

برے اخلاق سے مراد باطنی و اندرونی اعمال ہیں جو خلاف شرع ہوں جیسے بد عقیدگی، حسد، کینہ وغیرہ اور برے اعمال سے وہ ظاہری اعمال ہیں جو خلاف شریعت ہیں جیسے زنا، چوری، جھوٹ، غیبت وغیرہ اور بری خواہشوں سے مراد برائیوں کی طرف دل کا میلان ہے۔ سوئی کے لغوی معنی ہیں محبت، بری چیز سے ہو یا اچھی سے پہلی سوئی بری ہے دوسری اچھی مگر اس کا اکثر استعمال بری رشتوں میں ہوتا ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّخَذَ هَوَاهُ بَغْيًا فَذِي مِّنَ اللَّهِ. صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ اگر سوئی ہدائی سے مل جائے تو ایسی ہے جیسے شہد اور کھن ملا ہو کبھی برے تئیروں کو بھی سوئی کہہ دیتے ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے: أَوْفَرَعَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَهَهُ هَوَاهُ۔ (مراۃ المناجیح ج ۲ ص ۸۷)

(1488) وَعَنْ شَكْلِ بْنِ حَمِيدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ عَلِمَنِي دَعَاءُ، قَالَ: "قُلْ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ سَمْعِي، وَمِنْ شَرِّ بَصَرِي، وَمِنْ شَرِّ لِسَانِي، وَمِنْ شَرِّ قَلْبِي، وَمِنْ شَرِّ مَنِيَّتِي". رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ".

حضرت شکل بن حمید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ مجھے کوئی دعا سکھائیں۔ آپ نے فرمایا: کہو! اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں اپنے کان کے شر سے اپنی آنکھ کے شر سے اپنی زبان کے شر سے اپنے دل کے شر سے اور اپنی شرمگاہ کے شر سے۔ اسے ابو داؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی باب ما جاء في عقد التسبیح بالید ج ۱ ص ۲۲ رقم: ۱۰۱۲ المستدرک للحاکم کتاب الدعاء والتکبیر والتہلیل ج ۱ ص ۱۲ رقم: ۱۰۳۱ سنن ابو داؤد باب فی الاستعاذۃ ج ۱ ص ۵۱ رقم: ۱۰۳۱ سنن النسائی الکبریٰ باب الاستعاذۃ من الشر الذکر العنی ج ۱ ص ۲۰۰ رقم: ۱۰۳۱ مسند امام احمد بن حنبل حدیث شکل بن حمید ج ۱ ص ۱۱۱ رقم: ۱۰۳۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی وہ دعائیہ کلمات سکھائیے جن کے ذریعہ برائیوں سے رب تعالیٰ کی پناہ لوں، تعویذ اس کاغذ کے پرزے کو بھی کہتے ہیں جس میں قرآنی آیت یا دعائیں لکھ کر اپنے پاس رکھیں کہ اس سے مقصود بھی پناہ لانا ہے اس لفظ کا ماخذ یہ حدیث ہے۔

بری چیز، گانے، بھانے وغیرہ سننا کان کا شر ہے، جھوٹ اور غیبت اور نقصان دہ یا بکا سر باتیں کرنا زبان کا شر اور حسد، کینہ، برے عقیدے دل کا شر ہے اور زنا و اسباب زنا میں مبتلا ہونا منی کا شر ہے۔ منی سے مراد وہ ہی مشہور چیز ہے جس کے خارج ہونے سے غسل واجب ہوتا ہے۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ منی مَنِيَّةٌ کی جمع ہے بمعنی موت یا أَمْنِيَّةٌ کی جمع ہے یعنی آرزو و تمنا خدا یا بری قسم کی موتوں سے تیری پناہ، یا دنیوی لمبی امیدوں سے تیری پناہ مگر پہلے معنی زیادہ قوی ہیں۔ (مرقات، وصحة اللغات) (مزاۃ المناجیح، ج ۴ ص ۸۷)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہا کرتے تھے: اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں سفید داغ کی مرض سے جنون سے، کوڑھ سے اور دوسری بری بیماریوں سے۔ اسے ابوداؤد نے اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا۔

(1489) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ: "اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْبَرَصِ، وَالْجُنُونِ، وَالْجَذَامِ، وَسَيِّئِ الْأَسْقَامِ". رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ ۝

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی الاستعاذۃ، ج ۱ ص ۵۶۹، رقم: ۱۵۵۶، صحیح ابن حبان، باب الادعیۃ، ج ۳ ص ۲۹۵، رقم: ۱۰۱۷، مسند ابی یعلیٰ، مسند انس بن مالک رضی اللہ عنہ، ج ۵ ص ۲۷۷، رقم: ۲۸۹۷، مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک رضی اللہ عنہ، ج ۳ ص ۱۹۲، رقم: ۱۲۰۲۷، مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الدعاء، ج ۱ ص ۱۸۸، رقم: ۲۷۷۳۹)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

برص یا تو جسم کے سفید داغ ہیں اور جسم میں سودا پھیل کر جو اعضاء کی اصل صورت بدل دے جس سے کبھی انگلیاں جھڑ جاتی ہیں، جسم پر پھوڑے پھیل جاتے ہیں یہ جذام ہے یعنی کوڑھ اور عقل کا جاتا رہنا یا بگڑ جانا جنون ہے، چونکہ برص و جذام میں تکلیف بھی ہے اور لوگوں کی نفرت بھی جن کی وجہ سے انسان بہت سی عبادات سے محروم ہو جاتا ہے اور عقل بگڑ جانے پر آدمی برے بھلے میں تمیز نہیں کرتا اس لیے ان بیماریوں سے پناہ مانگی۔

جیسے استقاء، سل، دق اور وہ لمبی بیماریاں جن میں انسان صبر نہیں کر سکتا، لوگوں پر بوجھ بن جاتا ہے، لوگ اس سے گھبرا کر اس کی موت کی دعائیں کرنے لگتے ہیں، بندہ ان کی وجہ سے حقوق اللہ و حقوق العباد ادا کرنے سے محروم ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ چلتے ہاتھ پاؤں اٹھالے آمین۔ خیال رہے کہ یہ دعا ہماری تعلیم کے لیے ہے ورنہ تمام انبیاء کرام حضور سید الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ان امراض سے محفوظ ہیں۔ بعض لوگ جذام کو متعدی بیماری سمجھتے ہیں یعنی اڑ کر لگنے والی، اس کی تحقیق ان شاء اللہ لا عدوی کی شرح میں ہوگی۔ (مزاۃ المناجیح، ج ۴ ص ۸۶)

(1490) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ:
كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ:
"اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْجُوعِ، فَإِنَّهُ يَنْتَسِ
الضَّجِيحُ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ الْخِيَانَةِ، فَإِنَّهَا يَنْتَسِي
الْبِطَانَةَ". رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہا کرتے تھے۔ اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا
ہوں۔ بھوک سے بے شک وہ برا ساتھی ہے اور میں
خیانت سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ کیونکہ وہ بری مخفی چیز
ہے۔ اسے ابو داؤد نے اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا۔

تخریج حدیث: (سنن ابو داؤد، باب فی الاستعاذۃ، ج ۱، ص ۵۶، رقم: ۱۵۴۱، سنن ابن ماجہ، باب التعوذ من الجوع، ج ۲، ص ۱۱۲،
رقم: ۲۲۵۳، سنن النسائی الکبیری، باب الاستعاذۃ من الجوع، ج ۳، ص ۲۵۲، رقم: ۴۱۰۳، صحیح ابن حبان، باب الادعیۃ، ج ۲، ص ۳۰۳، رقم:
۱۰۲۱، مصنف عبدالرزاق، باب الدعاء، ج ۱، ص ۳۰، رقم: ۱۱۶۲۶)

شرح حدیث: بھوک سے وہ بھوک مراد ہے جو عبادات سے روک دے، خیال پر آگندہ کر دے کہ اس سے انسان
بہت سے گناہ کر بیٹھتا ہے، روزہ کی بھوک تو عبادت ہے۔ خیال رہے کہ کبھی زیادتی بھوک میں حرام حلال ہو جاتا ہے، رب
تعالیٰ فرماتا ہے: فَمَنْ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ۔

خیانت امانت کی ضد ہے۔ خفیہ کسی کا حق مارنا خیانت کہلاتا ہے خواہ اپنا حق مارے یا اللہ رسول کا یا اسلام کا یا کسی
بندہ کا، رب تعالیٰ فرماتا ہے: لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُوا أَمْنِيَكُمْ۔ بطانہ، استر، ظہارہ، ابرہ، اب بطانہ وہ خفیہ بات
جو پیٹ میں رکھی جائے پھر مشیر خاص کو جو اپنا صاحب اسرار ہو اور خلوت و جلوت میں ساتھ رہے بطانہ کہتے ہیں، رب تعالیٰ
فرماتا ہے: لَا تَتَّخِذُوا بَطَانَةً مِّنْ دُونِكُمْ يَهَابُوا بِمَا يَكْفُرُونَ۔ (مراۃ المناجیح، ج ۲، ص ۸۵)

(1491) وَعَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ مُكَاتِبًا
جَاءَهُ فَقَالَ: إِنِّي عَجِزْتُ عَنْ كِتَابَتِي فَأَعْيَيْ، قَالَ:
أَلَا أَعْلَمُكَ كَلِمَاتٍ عَلَّمَنِيهِنَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَوْ كَانَ عَلَيْكَ مِثْلُ جَبَلٍ دَيْنًا أَدَّاهُ
اللَّهُ عَنْكَ؟ قُلْ: "اللَّهُمَّ اكْفِنِي بِحَلَالِكَ عَنْ
حَرَامِكَ، وَأَغْنِنِي بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ". رَوَاهُ
الترمذی، وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ".

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مکاتب
غلام ان کے پاس آیا اور عرض کیا: میں اپنی مکاتبت کی
رقم ادا کرنے سے عاجز ہو گیا ہوں۔ میری مدد فرمائیں
فرمایا کیا میں تجھ کو جو کلمات نہ سکھا دوں۔ جو رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سکھائے، اگر تجھ پر پہاڑ برابر قرض ہو تو
اللہ تعالیٰ اس کو بھی تجھ سے ادا کر دے گا۔ تو پڑھ: اے
اللہ مجھے اپنے حلال کے ساتھ حرام سے کفایت فرما اور
مجھے اپنے فضل کے ساتھ اپنے سوا سے بے نیاز فرما۔
اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن
ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب فی دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج ۵، ص ۵۶، رقم: ۳۵۶۲، المستدرک للحاکم، کتاب

الدعاء والتكوير والعلميل ج ۲ ص ۱۹۹ رقم: ۱۹۶۲ مسند امام احمد بن حنبل مسند علی بن ابی طالب ج ۱ ص ۱۵۲ رقم: ۱۳۱۸ مسند
الہزار مسند علی بن ابی طالب ج ۱ ص ۱۱۵ رقم: ۵۶۲

شرح حدیث: حکیم الأثمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی میرے مولانا نے کچھ مال پر میری آزادی موقوف رکھی ہے جسے ادا کر کے میں آزاد ہوں اور میرے پاس وہ مال نہ ہے اور نہ اس کے حاصل کرنے پر قدرت ہے، براہ کرم مال یا دعا سے میری مدد فرمائیں۔ معلوم ہوا کہ حضرت علی بفضل اللہ العلی مشکل کشا واقع بلا ہیں، ان سے مصیبت میں مدد لینا شرک نہیں بلکہ سنت بزرگاں ہے۔

ظاہر یہ ہے کہ جناب علی نے دانستہ طور پر اس کی مالی مدد نہ کی کہ اس سے اس کا کام تو چل جاتا مگر اسے غنا میسر نہ ہوتا، آپ نے اسے وہ دعا بتائی جس سے وہ ہمیشہ کے لیے لوگوں سے غنی ہو گیا وقتی حاجت روائی سے سائل کو غنی بنا دینا بہتر ہے۔

ہر نماز کے بعد ایک بار۔ غالب یہ ہے کہ لفظ قل حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا اور ہو سکتا ہے کہ آپ کا خود اپنا قول ہو۔ (مرقات) مشائخ کو ہمیشہ حسب ضرورت اور ادو وظیفہ ایجاد کرنے کا حق ہے جسے اطباء کو معجونیں دوائیں ایجاد کرنے کا حق ہے اور منقولہ دعاؤں کی اجازت دینے کا بھی اختیار ہے۔

یعنی حلال روزی بھی اتنی دے کہ مجھے حرام کی طرف توجہ نہ ہو اور میرے دل میں حرص بھی نہ پیدا ہونے دے تاکہ میں حرام سے بچا رہوں خلاصہ یہ ہے کہ کفایت وہ قناعت دونوں نصیب کر۔

کہ دنیا والوں کے پاس حاجت لے کر مجھے نہ جانا پڑے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پرواہی تو سخت محرومی بلکہ کفر ہے، شیطان نبوت سے بے پرواہ ہو کر مارا گیا۔

اسے حاکم نے بھی روایت کیا، یہ دعا بہت مجرب ہے فقیر کا اس پر عمل ہے اور اس کا بہت فائدہ فقیر زما رہا ہے۔

یعنی مصابیح میں وہ حدیث یہاں تھی مگر میں نے مناسبت کا لحاظ رکھتے ہوئے اس باب میں ذکر نہ کیا۔ ان شاء اللہ اس کی وجہ مناسبت وہاں ہی بیان کی جائے گی۔ (بزاۃ المناجیح، ج ۲ ص ۶۶)

(1492) وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ الْحَصَيْنِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَّمَ أَبَاهُ حُصَيْنًا كَلِمَتَيْنِ يَدْعُو بِهِمَا: "اللَّهُمَّ الْهِنِي رُشْدِي، وَأَعِذْنِي مِنْ شَرِّ نَفْسِي". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ".

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے والد حصین کو دو کلمے سکھائے کہ ان کے ذریعے وہ دعا کریں۔ اے اللہ! مجھے ہدایت عطا فرما اور مجھے میرے نفس کے شر سے محفوظ فرما۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب جامع الدعوات من النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج ۵ ص ۵۱۹ رقم: ۳۲۸۳ مسند الہزار)

مسند عمران بن حصین رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۲۰ رقم: ۲۵۸۰ معرفة الصحابة لابن نعیم باب من اسمه حصین ج ۲ ص ۲۰ رقم: ۲۰۰۸ المعجم الكبير للطبرانی من اسمه عمران بن حصین ج ۱۸ ص ۱۴۲ رقم: ۱۵۱۰۶

شرح حدیث: حکیم الأمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کا نام عمران، کنیت ابو الخیر ہے، خزاہی کعبی ہیں، خیبر کے سال اپنے والد حصین کے ساتھ ایمان لائے، عہد فاروقی میں بصرے بھیجے گئے، پھر وہاں رہ گئے، بصرے ہی میں ۵۲ھ میں وفات ہوئی۔ ابن سیرین فرماتے ہیں کہ عمران جیسا پرہیزگار و افضل کوئی بصرہ میں نہ تھا، آپ کو فرشتے سلام کرتے تھے۔ (کتاب الکاشف مولانا عبدالحق، از حاشیہ اکمال)

ہر شخص کی خاص ہدایت جدا گانہ ہے جو رب تعالیٰ نے اس کے نصیب میں رکھی ہے، کسی کو صرف ایمان کی ہدایت، کسی کو تقویٰ کی، کسی کو عرفان کی، کسی کو عشق رحمان کی۔ مقصد یہ ہے کہ مولیٰ میں ایمان تولے آیا، اب میرے نصیب میں جو مخصوص ہدایت تونے کی ہے وہ عطا فرما اور میرا نفس شرارتوں کی جڑ ہے اس کی شر سے مجھے بچا لہذا حدیث پر اعتراض نہیں کہ حضرت حصین ہدایت تو پاچکے تھے پھر ہدایت کیوں مانگی۔ ہدایت کی تحقیق اس کے اقسام ہماری تفسیر نعیمی میں اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ کی شرح میں ملاحظہ فرمائیے۔ خیال رہے کہ شیطان کی شرارت سے نفس کی شرارت زیادہ ہے کہ شیطان تو لاجول وغیرہ سے بھاگ جاتا ہے، یہ مارا آستین کسی عمل سے قبضہ میں نہیں آتا ہے، صرف رب تعالیٰ کے فضل سے آتا ہے۔

(مزاۃ النبی، ج ۳ ص ۹۲)

حضرت ابو الفضل عباس بن عبدالمطلب سے

روایت ہے کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ مجھے کوئی دعا سکھائیں جو میں اللہ تعالیٰ سے کروں۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگو۔ میں کچھ دن ٹھہر کر پھر حاضر ہوا۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ مجھے کچھ (دعا) سکھائیں جو میں اللہ تعالیٰ سے مانگوں تو آپ نے مجھے فرمایا: اے عباس اے اللہ کے رسول کے چچا! اللہ تعالیٰ سے دنیا اور آخرت کی عافیت مانگو۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(1493) وَعَنْ أَبِي الْفَضْلِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ

الْمُطَّلِبِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ عَلَّمَنِي شَيْئًا أَسْأَلُهُ اللَّهُ تَعَالَى، قَالَ: "سَلُوا اللَّهَ الْعَافِيَةَ فَمَكَدْتُ أَيَّامًا، ثُمَّ جِئْتُ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ عَلَّمَنِي شَيْئًا أَسْأَلُهُ اللَّهُ تَعَالَى، قَالَ لِي: "يَا عَبَّاسُ، يَا عَمَّ رَسُولَ اللَّهِ، سَلُوا اللَّهَ الْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ".

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب فی العفو والعافیة، ج ۵ ص ۵۴۱ رقم: ۲۵۸۲)

شرح حدیث: امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن دعاؤں کے متعلق فتاویٰ رضویہ میں ایک جگہ فرماتے

عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:
علیکم عباد اللہ بالدعاء۔ رواہ الترمذی مستغریاً والحاکم وصححه۔

(جامع الترمذی ابواب الدعوات مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/ ۱۹۳)

خدا کے بندو! دعا کو لازم پکڑو۔ اسے ترمذی نے روایت کر کے غریب کہا اور حاکم نے روایت کر کے صحیح کہا۔

حدیث: زید بن خارجه رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

صلوا علی واجتهدوا فی الدعاء۔ رواہ الامام احمد والنسائی والطبرانی فی الکبیر وابن
سعد وسمویہ والبخاری والباوردی وابن قانع۔

(سنن النسائی باب الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/ ۱۹۰)

مجھ پر درود بھیجو اور دعائیں کوشش کرو۔ اسے امام احمد، نسائی اور طبرانی نے کبیر میں، ابن سعد، سمویہ، بخاری، باوردی اور
ابن قانع نے روایت کیا۔

حدیث: انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لا تعجزوا فی الدعاء فانہ لن یهلك مع الدعاء احد۔ رواہ ابن حبان فی صحیحہ والحاکم
وصححه۔ (المستدرک علی الصحیحین کتاب الدعاء مطبوعہ دار الکتب بیروت ۱/ ۴۹۳)

دعائیں تقصیر نہ کرو جو دعا کرتا رہے گا ہرگز ہلاک نہ ہوگا۔ اسے ابن حبان نے صحیح میں اور حاکم نے روایت کر کے
صحیح قرار دیا۔

حدیث: جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

تدعون اللہ لیلکم ونهارکم فان الدعاء سلاح المؤمن۔ رواہ ابو یعلیٰ

(مسند ابی یعلیٰ مروی از جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیث ۱۸۰۶ مطبوعہ موسسۃ علوم القرآن بیروت ۲/ ۳۲۹)

رات دن خدا سے دعا مانگو کہ دعا مسلمان کا ہتھیار ہے۔ اسے ابو یعلیٰ نے روایت کیا ہے۔

حدیث ۵: عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں ہے رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اکثروا الدعاء بالعافیۃ۔ رواہ الحاکم بسند حسن۔

(المستدرک علی الصحیحین کتاب الدعاء مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱/ ۵۲۹)

عافیت کی دعا اکثر مانگو۔ امام حاکم نے اسے سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔

حدیث ۶: انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اکثر من الدعاء فان الدعاء یرد القضاء الیہرم۔ اخراج ابوالشیخ فی الشواب۔

(کنز العمال بحوالہ ابی الشیخ عن انس رضی اللہ عنہ حدیث ۳۱۲۰ مطبوعہ مکتبۃ التراث الاسلامی بیروت ۲/۷۳)

دعا کی کثرت کرو کہ دعا قضاے مبرم کو رد کرتی ہے۔ اسے ابوالشیخ نے ثواب میں نقل کیا ہے۔

اس حدیث کی شرح فقیر کے رسالہ ذیل المدعا میں دیکھئے۔

حدیث عبادہ صامت و ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیثوں میں ہے ایک بار حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا کی فضیلت ارشاد فرمائی، صحابہ نے عرض کی: اذان کثرا ایسا ہے تو ہم دعا کی کثرت کریں گے، فرمایا: اللہ اکثر اللہ عزوجل کا کرم بہت کثیر ہے وفی الروایۃ الاخری (دوسری روایت میں ہے۔ ت) اللہ اکبر اللہ بہت بڑا ہے،

(جامع الترمذی ابواب الدعوات مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/۱۷۳) (مسند احمد بن حنبل مروی از ابوسعید الخدری مطبوعہ دار الفکر بیروت ۳/۱۸)

رواہ الترمذی والحاکم عن عبادۃ وصحاحہ واحد والبزار و ابو یعلیٰ باسانید جیدۃ والحاکم وقال صحیح الاسناد عن ابی سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

اسے امام ترمذی اور حاکم نے حضرت عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کر کے صحیح قرار دیا، امام احمد، بزار اور ابو یعلیٰ نے اسانید جیدہ کے ساتھ روایت کیا ہے اور حاکم نے حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کر کے فرمایا کہ اس کی سند صحیح ہے۔ (ت)

حدیث ۱۰۹۹: سلمان فارسی و ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیثوں میں ہے حضور والا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے

ہیں:

من ساء ان یستجیب اللہ له عند الشدائد فلیکثر من الدعاء عند الرخاء۔ رواہ الترمذی عن

ابی ہریرۃ والحاکم عنہ وعن سلیمان وقال صحیح واقرؤا۔

(جامع الترمذی ابواب الدعوات مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/۱۷۳)

جسے خوش آئے کہ اللہ تعالیٰ سختیوں میں اس کی دعا قبول فرمائے وہ نرمی میں دعا کی کثرت رکھے۔ اسے ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور حاکم نے ان سے اور حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کر کے فرمایا کہ یہ صحیح ہے اور محدثین نے اس کی صحت کو برقرار رکھا۔

حدیث ۱۱: ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من لم یسأل اللہ یغضب علیہ۔ رواہ احمد وابن ابی شیبۃ والبخاری فی الادب المفرد

والترمذی وابن ماجۃ والبزار وابن حبان والحاکم وصحاحہ۔

(جامع الترمذی ابواب الدعوات مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/۱۷۳) (ادب المفرد باب ۲۸۶ حدیث ۶۵۸ مطبوعہ المکتبۃ الاثریہ سانگلہ بل

ص ۱۷۱) (مسند احمد بن حنبل مروی از ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۲/۲۳۳) (مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الدعاء حدیث ۹۴۱۸)

مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱۰/۲۰۰۰

جو اللہ تعالیٰ سے دعا نہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس پر غضب فرمائے گا۔ اسے امام احمد، ابن ابی شیبہ اور بخاری نے ادب المفرد میں، ترمذی، ابن ماجہ، بزار، ابن حبان اور حاکم نے روایت کر کے صحیح کہا۔

(فتاویٰ رضویہ، ج ۸، ص ۵۳۲-۵۳۳)

حضرت شہر بن حوشب سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے کہا: اے ام المؤمنین! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب آپ کے پاس ہوتے تو اکثر کون سی دعا کرتے تھے۔ فرمایا: تو انہوں نے آپ کی زیادہ تر دعا یہ تھی کہ اے دلوں کو پھیرنے والے میرے دل کو اپنے دین پر ثابت فرما۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

(1494) وَعَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ، قَالَ: قُلْتُ لِأُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ، مَا كَانَ أَكْثَرُ دَعَاءِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذَا كَانَ عِنْدَكَ؟ قَالَتْ: كَانَ أَكْثَرَ دُعَائِهِ: "يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوبِ ثَبِّتْ قَلْبِي عَلَى دِينِكَ". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ".

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی عقد التسبیح بالید، ج ۵ ص ۲۳۸، رقم: ۲۵۲۲ المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمہ الہیثم، ج ۱ ص ۱۶۳، رقم: ۱۲۲۲ مسند امام احمد بن حنبل، حدیث ام سلمة زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج ۱ ص ۲۱۵، رقم: ۲۱۶۲۱ مصنف ابن ابی شیبہ، باب فیہن کان یقول یا مقلب القلوب، ج ۱ ص ۲۰۰، رقم: ۲۱۸۰۶)

شرح حدیث: دوائنگلیوں کے درمیان

جب دافع رنج و ملال، صاحبِ بخود و نوال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یہ دعا مانگتے تو ام المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کثرت سے یہ دعا مانگتے ہیں کیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بھی کوئی خوف ہے؟ تو رسول بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں بے خوف کیسے رہ سکتا ہوں، حالانکہ قلوبِ رحمن عزوجل کی (قدرت کی) انگلیوں میں سے دوائنگلیوں کے درمیان ہیں، وہ جب اپنے کسی بندے کے دل کو پھیرنا چاہتا ہے پھیر دیتا ہے۔

بے شک اللہ عزوجل نے پختہ علم والوں کی اس دعا پر ان کی تعریف فرمائی:

رَبَّنَا لَا تُزِمْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً ۗ إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ ۝

ترجمہ کنز الایمان: اے رب ہمارے دل ٹیرھے نہ کر بعد اس کے کہ تو نے ہمیں ہدایت دی اور ہمیں اپنے

پاس سے رحمت عطا کر بے شک تو ہے بڑا دینے والا۔ (پ 3 ل عمران: 8) (الزواجر عن اقتراف الکبائر ص ۲۹۳)

(1495) وَعَنْ أَبِي الدُّدَاءِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "كَانَ مِنْ دُعَاءِ دَاوُدَ: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ حُبَّكَ، وَحُبَّ مَنْ يُحِبُّكَ، وَالعَمَلَ الَّذِیْ یُبَلِّغُنِیْ حُبَّكَ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ نَفْسِیْ، وَاهْلِیْ، وَمِنْ الْمَاءِ الْبَارِدِ". رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ، وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ".

اللہ ﷻ نے فرمایا: حضرت داؤد علیہ السلام کی دعاؤں میں سے ایک دعا یہ تھی: اے اللہ میں تجھ سے تیری محبت کا سوال کرتا ہوں اور اس کی محبت جو تجھ سے محبت کرتا ہے اور اس عمل کی محبت جو مجھے تیری محبت تک پہنچا دے اے اللہ اپنی محبت مجھے میری جان اور میرے اہل اور ٹھنڈے پانی سے زیادہ محبوب بنا دے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی عقد التسبیح بالید ج ۵ ص ۵۲۲، رقم: ۳۴۹۰، مسند البزار، مسند أبی الدرداء رضی اللہ عنہ، ج ۲ ص ۱۱۲، رقم: ۴۰۸۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس جملہ کے کئی معنی ہو سکتے ہیں: ایک یہ کہ مجھے توفیق دے کہ تجھ سے بھی محبت کروں اور ان بندوں سے بھی جو تجھ سے محبت کرتے ہیں علماء، اولیاء، انبیاء سے محبت بالواسطہ تجھ سے ہی محبت ہے۔ دوسرے یہ کہ خدایا مجھ سے تو بھی محبت کر اور تیرے محبوب بندے بھی محبت کریں یعنی حب کی اضافت یا مفعول کی طرف ہے یا فاعل کی طرف۔

اس کے بھی وہی دو معنی ہیں کہ ایسے عمل کی توفیق دے جس کی برکت سے تو میرا محبوب بن جائے یا میں تیرا محبوب بن جاؤں۔ اس سے معلوم ہوا کہ بعض اعمال میں عشق و محبت پیدا کرنے کی تاثیر ہوتی ہے۔

یعنی مجھے توفیق دے کہ تو مجھے میری اپنی ذات گھر بار مال و دولت سے زیادہ پیارا ہو جائے بلکہ جیسے سخت گرمی اور پیاس کی شدت میں ٹھنڈا پانی پیارا ہوتا ہے، اس سے زیادہ تیری محبت مجھے پیاری ہو۔ خیال رہے کہ محبوبیت کے لیے اس کے محبوب بندوں کی محبت لازم ہے۔ شعر

حاصل نشور رضائے سلطان

تا خاطر بندگاں بخوئی

یعنی داؤد علیہ السلام اپنے زمانہ میں سب سے بڑے عابد تھے جیسے رب تعالیٰ بنی اسرائیل سے فرماتا ہے: اِنِّیْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ لِهٰذَا اِسْمِیْ مِنْ سِوَاکُمْ اَتَاکُمْ دَاوُدُ عَلَیہِ السَّلَامُ، حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام یا ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ عابد ہوں اور نہ یہ فرمان اس آیت کریمہ کے خلاف ہے جس میں نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں فرمایا گیا: اِنَّہٗ كَانَ عَبْدًا شٰکُوْرًا۔ (مراۃ المناجیح، ج ۳ ص ۱۱۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

(1496) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ:

اللہ ﷻ نے فرمایا: یا (ذا الجلال والاكرام) کے ساتھ

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "الْظُّوَابِيَا

(يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ)۔ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَرَوَاهُ
النِّسَائِيُّ مِنْ رِوَايَةِ رَبِيعَةَ بِنِ عَامِرِ الصَّخَّابِيِّ، قَالَ
الْحَاكِمُ: "حَدِيثٌ صَحِيحٌ الْإِسْنَادِ"۔ "الْطُّوَا":
يَكْتَسِرُ اللَّامُ وَتَشْدِيدُ الظَّاءِ الْمُعْجَبَةُ، مَعْنَاهُ:
الزُّمُوهُ هَذِهِ الدَّعْوَةُ وَأَكْثَرُهَا مِنْهَا۔
خوب دعا کرو یا چمٹ جاؤ۔ امام ترمذی اور امام نسائی نے
اسے ربیعہ بن عامر صحابی کی روایت سے یہ بیان کیا
ہے۔ حاکم نے کہا یہ حدیث صحیح الاسناد سے
ہے۔ الطُّوَا: لام پر زبر اور ظا پر معجمہ شد کے ساتھ اس کا
مطلب ہے اس دعا کو لازم کر لو اور زیادہ سے زیادہ پڑھا
کرؤ۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی) باب ما جاء في عقد التسبيح باليد ج ٥ ص ٥٢٩ رقم: ٢٥٢٢ سنن النسائي الكبرى: باب قوله
تعالى ذى الجلال والاكرام ج ٦ ص ٣٤٩ رقم: ١١٥٦٣ المستدرک للحاكم كتاب الدعاء والتكبير والعهيل ج ٢ ص ١٥٢ رقم:
١١٨٢١ المعجم الكبير للطبراني من اسمه ربيعه بن عامر بن بجاد ج ٥ ص ٦٤ رقم: ٢٥١٦ مسند ابى يعنى مسند انس بن مالك ج ٦ ص ٣٢٥
رقم: ٢٨٢٢)

شرح حدیث: دعا کے شروع میں اللہ عزوجل کو اس کے محبوب ناموں سے پکارنے کی اہمیت بیان کرتے ہوئے
رکس المتکلمین مولانا تقی علی خان علیہ رحمۃ الرحمن ارشاد فرماتے ہیں:

شروع میں اللہ عزوجل کو اس کے محبوب ناموں سے پکارے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے
اسم پاک اَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ پر ایک فرشتہ مقرر فرمایا ہے کہ جو شخص اسے تین بار کہتا ہے، فرشتہ ندا کرتا ہے: مانگ کہ اَرْحَمُ
الرَّاحِمِينَ تیری طرف متوجہ ہوا۔ (المستدرک، کتاب الدعاء والتکبیر... إلخ، باب إن لله ملكاً موكلاً... إلخ، الحدیث: ٢٠٣٠، ج ٢،
ص ٢٣٩) (أحسن الوعاء لآداب الدعاء وذييل الدعاء لآحسن الوعاء ص ٤٠)

امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن دعاوں میں وسیلے سے متعلق فتاویٰ رضویہ میں ایک جگہ فرماتے
ہیں:

اور انبیاء و ملائکہ علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نسبت فرماتا ہے:

اولئك الذين يدعون يبتغون الى ربهم الوسيلة (القرآن ١٤/٥٤)

وہ ہیں کہ دعا کرتے اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں۔

اور آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام و دیگر انبیاء و صلحاء و علماء و عرفاء علیہم التحیۃ و الثناء کا قدیم و حدیثاً حضور اقدس غایۃ الغایات،
نہایت نہایات علیہ افضل الصلوٰۃ و اکمل التسلیمات سے حضور کے ظہور پر نور سے پہلے اور بعد بھی حضور کے زمان برکت
نشان میں اور بعد بھی عہد مبارک صحابہ و تابعین سے آج تک اور آج سے قیام قیامت و عرضات محشر و دخول جنت تک
استشفاع و توسل احادیث و آثار میں جس قدر وفور و کثرت و ظہور و شہرت کے ساتھ وارد محتاج بیان نہیں، جسے اس کی گونہ
تفصیل دیکھنی منظور ہو مواہب لدنیہ امام قسطلانی و خصائص کبرائے امام جلال الدین سیوطی و شرح مواہب علامہ زرقانی و

مطالع السمرات علامہ فاسی ولغات و اشعہ شروح مشکوٰۃ و جذب القلوب الی دیار المحبوب و مدارج النبوة تصانیف شیخ ترمذی مولانا عبدالحق صاحب دہلوی وغیرہا کتب و کلام علمائے کرام و فضلاء عظام علیہم رحمۃ العزیز العظام، کی طرف رجوع لائے کہ وہاں حجاب غفلت منکشف ہوتا ہے اور مصنف خطا سے منصرف و باللہ سجنہ و تعالیٰ التوفیق۔

اسی طرح صحیح بخاری شریف میں امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے طلب باران سے توسل کرنا مروی و مشہور، حصن حصین میں ہے:

وان یتوسل الی اللہ تعالیٰ بانبیاء اخر من الصالحین من عبادہ۔

(حصن حصین آداب دعاء افضل الطابع انڈیا ص ۱۸)

یعنی آداب دعا سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف اس کے انبیاء سے توسل کرے۔ اسے بخاری و بزاز و حاکم نے امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا اور اللہ کے نیک بندوں کا وسیلہ پکڑے، اسے بخاری نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

اور سب سے زیادہ وہ حدیث صحیح و مشہور ہے جسے نسائی و ترمذی و ابن ماجہ و حاکم و بیہقی و طبرانی و ابن خزیمہ نے عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا اور طبرانی و بیہقی نے صحیح اور ترمذی نے حسن غریب صحیح اور حاکم نے بر شرط بخاری و مسلم صحیح کہا اور حافظ امام عبدالعظیم منذری وغیرہ ائمہ نقد و تنقیح نے اس کی تصحیح کو مسلم و مقرر رکھا جس میں حضور اقدس بجا بیسیاں، ملاذد و جہاں، افضل صلوات اللہ تعالیٰ و تسلیما تہ علیہ و علیٰ ذریاتہ، نے نابینا کو دعا تعلیم فرمائی کہ بعد نماز کہے: اللہم ان اسئلك و اتوجه الیک بنبیک محمد نبی الرحمة (صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم) یا محمد ان اتوجه بک الی ربی فی حاجتی ہذہ لتتفضل لی اللہم فشفعه فی۔ (جامع الترمذی ابواب الدعوات مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/ ۱۹۷)

الہی! میں تجھ سے مانگتا اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں بوسیلہ تیرے نبی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کہ مہربانی کے نبی ہیں یا رسول اللہ! میں حضور کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف اس حاجت میں توجہ کرتا ہوں کہ میری حاجت روا ہو، الہی! ان کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔

اور لطف یہ ہے کہ بعض روایات حصن حصین میں تقضی لی بصیغہ معروف واقع ہو یعنی یا رسول اللہ! میں آپ کے توسل سے خدا کی طرف توجہ کرتا ہوں کہ آپ میری حاجت روائی کر دیں۔

مولینا فاضل علی قاری علیہ الرحمۃ الباری حرز ثمین شرح حصن حصین میں فرماتے ہیں:

وفی نسخة بصیغۃ فاعل ای لتتفضل الحاجۃ لی والمعنی تكون سببا لحصول حاجتی و وصول

مرادی فالاسناد مجازی۔ (حرز ثمین شرح حصن حصین مع حصن حصین صلوٰۃ الحاجۃ افضل الطابع انڈیا ص ۱۲۵)

اور ایک نسخہ میں معروف کا صیغہ ہے یعنی تو میری حاجت روائی فرما، اور معنی یہ ہے کہ آپ میری حاجت روائی

کاسب نہیں، پس یہ اسناد مجازی ہے اھ (ت) (قاویٰ رضویہ، ج ۷، ص ۵۸۴-۵۸۵)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی دعائیں مانگیں کچھ ان میں سے ہم کو یاد نہ رہیں ہم نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ آپ نے بہت سی دعائیں مانگی ہیں ہم کو کچھ یاد نہیں رہا۔ فرمایا: کیا میں تم کو ان سب کو جمع کرنے والی دعا نہ سکھا دوں تم کہو اے اللہ میں تجھ سے اس بھلائی کا سوال کرتا ہوں جو تجھ سے تیرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگی اور میں اس چیز کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں جس کے شر سے تیری پناہ تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھ سے مانگی ہے تو ہی ہے جس سے مدد طلب کی جاتی ہے۔ اور تیرے تک ہی پہنچنا ہے برائی سے بچنے اور نیکی کی طرف پیش قدمی اللہ کی توفیق کے بغیر نہیں۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

(1497) وَعَنْ أَبِي أَمَامَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: دَعَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بِدُعَاءٍ كَثِيرٍ، لَمْ يُحْفَظْ مِنْهُ شَيْئًا، قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، دَعَوْتَ بِدُعَاءٍ كَثِيرٍ لَمْ يُحْفَظْ مِنْهُ شَيْئًا، فَقَالَ: «أَلَا أَدُلُّكُمْ عَلَى مَا يَجْمَعُ ذَلِكَ كُلَّهُ؟ تَقُولُ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا سَأَلَكَ مِنْهُ نَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَ مِنْهُ نَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَنْتَ الْمُسْتَعَانُ، وَعَلَيْكَ الْبَلَاغُ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ»۔ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: «حَدِيثٌ حَسَنٌ»۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی عقد التسبیح بالید، ج ۵، ص ۵۸۴، رقم: ۲۰۸۱)

شرح حدیث: گھٹنوں کے بل

حضرت سیدنا ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطان بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب عزوجل سے روایت کرتے ہوئے فرمایا، اے میرے بندو! میں نے ظلم کرنے کو اپنے آپ پر حرام کر دیا ہے اور اسے تمہارے درمیان بھی حرام کر دیا ہے لہذا ایک دوسرے پر ظلم نہ کیا کرو۔ اے میرے بندو! تم سب گمراہ ہو مگر جسے میں نے ہدایت دی تو مجھ سے ہدایت چاہو میں تمہیں ہدایت دوں گا۔ اے میرے بندو! تم سب بھوکے ہو مگر جسے میں نے کھلایا تو مجھ سے کھانا طلب کرو میں تمہیں کھلاؤں گا۔ اے میرے بندو! تم سب بے لباس ہو مگر جسے میں نے کپڑے پہنائے تو مجھ سے لباس طلب کرو میں تمہیں لباس عطا فرماؤں گا۔ اے میرے بندو! تم دن رات گناہ کرتے ہو اور میں تمام گناہوں کو بخش دیتا ہوں تو مجھ سے مغفرت طلب کرو میں تمہیں بخش دوں گا۔ اے میرے بندو! تم میرے نقصان کو نہیں پہنچ سکتے کہ مجھے نقصان پہنچاؤ اور تم میرے نفع تک بھی نہیں پہنچ سکتے کہ مجھے نفع پہنچا سکو۔ اے میرے بندو! اگر تمہارے اگلے پچھلے اور تمہارے انس و جن تم میں سے کسی ایک متقی پر ہیزگار کی طرح ہو جائیں تو بھی میری

سلطنت میں کچھ اضافہ نہ ہوگا۔ اے میرے بندو! اگر تمہارے اگلے پچھلے تمہارے انس و جن تم میں سب سے زیادہ گناہ گار شخص کی طرح فاجر ہو جائیں تو بھی میرے ملک میں کوئی کمی نہ ہوگی۔ اے میرے بندو! اگر تمہارے اگلے پچھلے انس و جن کسی ایک مکان میں یکجا ہو کر مجھ سے سوال کریں اور میں ہر انسان کا سوال پورا فرما دوں تو بھی میرے خزانے میں کچھ کمی نہ آئے گی مگر اتنی کہ جیسے کسی سوئی کو سمندر میں ڈال دیا جائے تو وہ جتنی کمی کرتی ہے۔ اے میرے بندو! یہ تمہارے اعمال ہیں جنہیں میں شمار کرتا ہوں پھر تمہیں ان کا پورا اجر عطا فرماؤں گا لہذا جو بھلائی پائے تو وہ اللہ عزوجل کا شکر ادا کرے اور جو اس کے علاوہ پائے تو وہ اپنے آپ ہی کو ملامت کرے۔

حضرت سیدنا سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا ابو ادریس خولانی رضی اللہ عنہ جب یہ حدیث مبارک سناتے تو گھٹنوں کے بل کھڑے ہو جایا کرتے تھے۔

(صحیح مسلم، کتاب البر، باب تحريم الظلم، رقم ۲۵۷۷، ص ۱۳۹۳) (المنجز الزايع في ثواب العمل الصالح ص ۲۸۱)

(1498) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ مِنْ دُعَاءِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مُوجِبَاتِ رَحْمَتِكَ، وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ، وَالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ إِثْمٍ، وَالْغَيْبَةَ مِنْ كُلِّ بَلٍّ، وَالْفَوْزَ بِالْجَنَّةِ، وَالنَّجَاةَ مِنَ النَّارِ". رَوَاهُ الْحَاكِمُ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ، وَقَالَ: "حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ مُسْلِمٍ".

حضرت ابن مسعود رضي الله عنه سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلى الله عليه وسلم کی ایک دعا یہ تھی۔ اے اللہ! میں تجھ سے تیری رحمت کے اسباب کا سوال کرتا ہوں۔ اور تیری مغفرت کے فیصلوں کا اور ہر گناہ سے سلامتی کا سوال کرتا ہوں اور ہر نیکی کو غنیمت جاننے جنت کے ساتھ کامیابی کا اور آگ سے نجات کا سوال کرتا ہوں۔ حاکم نے کہا یہ حدیث شرط مسلم کے مطابق صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (المستندك للعالم: كتاب الدعاء والتكبير والتهليل ج ۲ ص ۱۸۲، رقم: ۱۱۲۵)

شرح حدیث: عاجزی و انکساری

سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیع روز شمار، دو عالم کے مالک و مختار، حبیب پروردگار عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ خوشبودار ہے: اللہ عزوجل اپنے بندے کو اس حال میں دیکھنا پسند فرماتا ہے کہ اس کا بندہ اس کی بارگاہ میں عاجزی و انکساری کرتے ہوئے دعا میں مشغول ہو، اگر وہ اس سے مانگے تو وہ اسے عطا فرماتا ہے اور دعا کرے تو قبول فرماتا ہے۔

آگاہ ہو جاؤ! اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: میں توبہ کرنے والوں کا دوست، مخلوق کے دھتکارے ہوؤں کی جائے پناہ اور فریاد کرنے والوں کا فریاد رس ہوں۔ ہے کوئی جس نے مجھ سے سوال کیا ہو اور میں نے اسے محروم رکھا ہو، ہے کوئی جس نے توبہ کی ہو اور میں نے قبول نہ کی ہو اور ہے کوئی ایسا جس نے مجھ سے مانگا ہو اور میں نے اسے عطا نہ کیا ہو۔ میں کریم ہوں

اور کرم میری طرف سے ہے، میں جؤ او ہوں اور جو دو عطا میری ہی طرف سے ہے، میں اس کو بھی عطا کرتا ہوں جو مجھ سے مانگتا ہے اور اسے بھی جو نہیں مانگتا، میری رحمت کے دروازے سے گنہگاروں کو دھتکارا نہیں جاتا۔

پھر تاجدار رسالت، شہنشاہ نبوت، مخزن جو دو سخاوت، پیکر عظمت و شرافت، محبوب رب العزت، محسن انسانیت عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

رَبَّنَا فَلَمَنَّا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۝

(پ ۸، الاعراف: ۲۳)

ترجمہ کنز الایمان: اے رب ہمارے ہم نے اپنا آپ برا کیا تو اگر تو ہمیں نہ بخشے اور ہم پر رحم نہ کرے تو ہم ضرور نقصان والوں میں ہوئے۔ (قرآن العنقون ومفریح القلب الخزون ص ۳۷-۳۸)

کسی کی عدم موجودگی میں اس کے

لیے دعا کرنے کی فضیلت

108- بَابُ فَضْلِ الدُّعَاءِ

بِظَهْرِ الْغَيْبِ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور وہ جو ان کے بعد آئے عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: تو جان لو کہ اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہیں اور اے محبوب اپنے خاصوں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کی خبر دیتے ہوئے بیان فرمایا: اے ہمارے رب مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور سب مسلمانوں کو جس دن حساب قائم ہوگا۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو مسلمان بندہ اپنے بھائی کے لیے اس کی عدم موجودگی میں دعا کرتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے اور تجھے بھی اس جیسی مراد عطا ہو۔

قَالَ تَعَالَى: (وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ) (الحشر: 10)،

وَقَالَ تَعَالَى: (وَاسْتَغْفِرْ لِنَفْسِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ) (محمد: 19)،

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: إِخْبَارًا عَنْ إِبْرَاهِيمَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: (رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ) (ابراہیم: 41)

(1499) وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "مَا مِنْ عَبْدٍ مُسْلِمٍ يَدْعُو لِإَخِيهِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ إِلَّا قَالَ الْمَلَكُ: وَلَكَ بِمِثْلِ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(مسلم)
 تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب فضل الدعاء للمسلمین بظہر الغیب ج ۸ ص ۸۶ رقم: ۱۰۲، سنن ابوداؤد: باب الدعاء بظہر الغیب ج ۲ ص ۵۰۲ رقم: ۱۵۲۱ اخبار مکمل لگا کھی ذکر المتابعة بين الحج والعمرة وفضل ذلك ج ۲ ص ۳۲۲ رقم: ۸۳۲ مسند امام احمد بن حنبل: حدیث: أم الدرداء رضی اللہ عنہا ج ۶ ص ۳۵۲ رقم: ۲۰۵۸۱ الادب المفرد للبخاری: باب دعاء الاخ بظہر الغیب ص ۲۱۴ رقم: ۱۲۵)

شرح حدیث: وفاداری اور خلوص کے ساتھ پیش آنا

وفاداری کا مطلب یہ ہے کہ اس کی محبت پر ثابت قدم رہے اور اس کے مرنے تک اسے برقرار رکھے اور جب وہ مرجائے تو اس کی اولاد اور دوستوں سے دوستی رکھے کیونکہ محبت سے آخری فائدہ مقصود ہوتا ہے اگر وہ مرنے سے پہلے ختم ہو جائے تو عمل اور کوشش ضائع ہو جاتی ہے اسی لئے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب ان سات قسم کے لوگوں کا ذکر کیا جنہیں قیامت کے دن اللہ (عزوجل) اپنے عرش کا سایہ عطا فرمائے گا تو فرمایا وہ آدمی جو اللہ (عزوجل) کے لئے ایک دوسری سے محبت کرتے ہیں اسی پر اکٹھے ہوتے ہیں اور اسی پر الگ ہوتے ہیں۔ (شرح السنہ جلد ۳ ص ۲۸ حدیث ۳۴۶۳)

بعض حضرات نے فرمایا کہ کسی کے مرنے کے بعد اس سے تھوڑی سی دعا اس کی زندگی میں زیادہ وفاسے بہتر ہے۔

ڈوبنے والا

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: قبر میں میت کی مثال ڈوبنے والے شخص کی طرح ہے وہ اپنی اولاد یا والد یا بھائی یا قریبی رشتہ دار کی طرف سے دعا کا منتظر ہوتا ہے اور مرنے والوں کی قبروں میں زندوں کی دعائیں پہاڑوں جیسے انوار کی شکل میں داخل ہوتی ہیں۔ کسی بزرگ نے فرمایا کہ فوت شدہ لوگوں کے لئے دعا زندہ لوگوں کے لئے تحفوں کی طرح ہے فرشتہ میت کے پاس اس طرح جاتا ہے کہ اس کے پاس نور کا ایک تھال ہوتا ہے جس پر نور کا ایک رومال ہوتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ یہ تیرے فلاں دوست کی طرف سے تیرے لئے ہدیہ ہے یا تیرے فلاں رشتہ دار کی طرف سے ہے وہ فرماتے ہیں کہ اس پر میت خوش ہو جاتی ہے جس طرح زندہ آدمی تحفہ ملنے پر خوش ہوتا ہے۔ (فیضان احیاء العلوم ص ۳۲۱)

(1500) وَعَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ: "دَعْوَةُ الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ لِأَخِيهِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ مُسْتَجَابَةٌ. عِنْدَ رَأْسِهِ مَلَكٌ مُوَكَّلٌ كُلَّمَا دَعَا لِأَخِيهِ بِخَيْرٍ قَالَ الْمَلَكُ الْمُوَكَّلُ بِهِ: آمِينَ، وَلَكَ بِمِثْلِ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمان آدمی اپنے بھائی کے لیے جو بھی دعا کرے قبول ہوتی ہے۔ اس کے سر کے پاس ایک فرشتہ مقرر ہوتا ہے۔ جب بھی اس کی عدم موجودگی میں اس کے لئے دعا کرتا ہے تو وہ آمین کہتا ہے کہ تجھے بھی اس جیسی مراد عطا ہو۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل الدعاء للمسلمین بظہر الغیب، ج ۸، ص ۸۶، رقم: ۱۰۰۱، مشکوٰۃ الصالحین، کتاب الدعوات، الفصل الاول، ج ۲، ص ۲، رقم: ۲۲۲۸۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کسی کے سامنے اس کے لیے دعا کرنے میں چا پلوسی، خوشامد، ریاء وغیرہ کا احتمال ہے مگر پس پشت دعا میں یہ کوئی احتمال نہیں، اس میں اخلاص ہی ہوگا اسی لیے پس پشت کی قید لگائی۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان بھائی کی خدمت بہترین عبادت ہے اور اس کی خیر خواہی بہترین عمل۔

یہ فرشتہ کوئی اور فرشتہ ہے جس کے ذمہ یہ ہی خدمت کہ ایسی دعاؤں پر آمین کہا کرے، محافظ یا کاتب اعمال فرشتہ نہیں وہ فرشتہ تو داہنے بائیں ہر وقت رہتے ہیں۔

یعنی تم مسلمان بھائی کے لیے دعا کرو تو فرشتہ تمہارے لیے دعا کرے گا اگر تم نے فرشتہ کی دعا لینا ہے تو دوسروں کو دعا دو بعض بزرگ جب کوئی دعا کرنا چاہتے ہیں تو پہلے دوسروں کے لیے دعا کرتے ہیں اور اپنے لیے بھی جمع کے صیغہ سے دعا کرتے ہیں، ان عملوں کا ماخذ یہ حدیث ہے یہ عمل بھی ہے کہ پہلے اپنے لیے دعا کر لے پھر دوسرے کے لیے رب اغفر لی ولوالدی۔ (بزازۃ النایح، ج ۳، ص ۳۵۳)

دعا کے متعلق بعض مسائل

109- بَابُ فِي مَسَائِلِ مِنَ الدُّعَاءِ

(1501) وَعَنْ أَسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ

عَنْهَا، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ: "مَنْ صَبَحَ إِلَيْهِ مَعْرُوفٌ، فَقَالَ لِفَاعِلِهِ:

جَزَاكَ اللَّهُ خَيْرًا، فَقَدْ أَبْلَغَ فِي الثَّنَاءِ". رَوَاهُ

الترمذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ".

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے ساتھ بھلائی کی گئی وہ بھلائی کرنے والے کو کہے: جزاک اللہ خیرًا (تجھے اللہ جزائے خیر عطا فرمائے) تو اس نے خوب تعریف کر دی۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء في التشيع بمالم يعطه، ج ۳، ص ۳۸۰، رقم: ۲۰۲۵، سنن النسائی الکبیری، باب ما يقول لمن منع اليه معروفًا، ج ۶، ص ۵۲، رقم: ۱۰۰۰۸، المعجم الصغیر، من اسمه یزید، ج ۲، ص ۲۹۱، رقم: ۱۱۸۳، جامع الاصول، حرف الثاء، کتاب الثناء والشکر، ج ۲، ص ۵۵۸، رقم: ۱۰۳۱، مسند البزار، مسند اسامة بن زيد، ج ۱، ص ۳۰۱، رقم: ۲۶۰۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کیونکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ میں تو بدلہ سے عاجز ہوں، رب تعالیٰ تجھے دین و دنیا میں اس سلوک کی جزاء خیر دے، اس مختصر سے جملہ میں اسکی نعمت کا اقرار بھی ہو گیا، اپنے عجز کا اظہار بھی اور اس کے حق میں دعائے خیر بھی۔ شکر یہ کا مقصد بھی یہ ہی ہوتا ہے، اس کا مقصد یہ بھی ہے کہ دینے والے کی جھوٹی تعریف اور خوشامدانہ گفتگو نہ کرے، فاسق کو ولی نہ

کہے، جاہل کو عالم نہ بتائے، فقیر کو شہنشاہ نہ کہے کہ جھوٹ بولنا گناہ بھی ہے اور بے فائدہ بھی، یوں ہی اگر کوئی تم سے بدسلوکی کرے تو اسے گالیاں نہ دو، برا بھلا نہ کہو بلکہ کہو غفر اللہ لک واصلح حالک اللہ تجھے بخشے اور تیری اصلاح کرے۔

(مراۃ المناجیح، ج ۳ ص ۶۱۹)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنی جانوں کے خلاف دعائے کرو اپنی اولاد کے خلاف دعائے کرو اور اپنے مالوں کے خلاف دعائے نہ کرو۔ ایسا نہ ہو کہ یہ دعائے وقت میں ہو جس وقت جو کچھ مانگا جاتا ہے ملتا ہے تو تمہاری یہ دعائے بھی قبول ہو جائے۔ (مسلم)

(1502) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا تَدْعُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ، وَلَا تَدْعُوا عَلَى أَوْلَادِكُمْ، وَلَا تَدْعُوا عَلَى أَمْوَالِكُمْ، لَا تُوَافِقُوا مِنَ اللَّهِ سَاعَةً يُسْأَلُ فِيهَا عِظَاءٌ فَيَسْتَجِيبَ لَكُمْ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب حدیث جابر الطویل وقصة ابی یسر، ج ۸ ص ۲۲۲، رقم: ۵۰۰۵، سنن ابوداؤد، باب النہی

عن ان یدعو الانسان علی اہله وماله، ج ۱ ص ۵۶۲، رقم: ۱۵۲۲، صحیح ابن حبان، باب اللعن، ج ۱۲ ص ۵۱، رقم: ۵۴۲۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

دعا کے بعد اگر علی آئے تو وہ دعا بمعنی بددعا ہوتی ہے اور اگر لام آئے تو بمعنی دعائے خیر یہاں علی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ غصے یا جوش میں اپنی جان، اولاد کو نہ کوسو، مال، جانور، غلام کی ہلاکت کی دعائے نہ کر بیٹھو۔ اس حدیث سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو ان بددعاؤں کے عادی ہو چکے ہیں، بات بات میں کہتے ہیں، مرجاؤں تو مٹ جائے، تجھے سانپ کانٹے، تجھے گولی لگے۔ معاذ اللہ! اور اگر کوئی ایسا حادثہ ہو جائے تو پھر سر پکڑ کر روتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ قبولیت کی گھڑی صرف جمعہ یا شب قدر یا آخری رات ہی میں نہیں ہے اور وقت میں بھی ہوتی ہے، مگر کبھی کبھی تو ہر ساعت میں احتمال ہے کہ وہ قبولیت کی ہو، اس لیے ہمیشہ اچھی دعائیں ہی مانگے، کبھی بددعا منہ سے نہ نکالے۔ خیال رہے کہ لعان میں ایسے ہی مبالغہ میں اپنے کو بددعا دینا اظہار حق کے لیے ہوتا ہے وہ محض بددعا نہیں ہوتی وہاں یہ کہا جاتا ہے کہ اگر میں حق پر نہ ہوں تو ہلاک ہو جاؤں، لہذا یہ حدیث آیت لعان اور آیت مبالغہ کے خلاف نہیں، وہ آیات اپنی جگہ حق ہیں۔ (مراۃ المناجیح، ج ۳ ص ۲۵۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

اللہ ﷺ نے فرمایا: بندہ اپنے رب کے زیادہ قریب اس وقت ہوتا ہے جب وہ سجدہ میں ہوتا ہے تو سجدہ میں دعا زیادہ کیا کرو۔ (مسلم)

(1503) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ

رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «أَقْرَبُ مَا يَكُونُ الْعَبْدُ مِنْ رَبِّهِ وَهُوَ سَاجِدٌ، فَأَكْثِرُوا الدُّعَاءَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب ما یقال فی الركوع والسهود: ج ۲ ص ۲۹، رقم: ۱۱۱۱ السنن الکبریٰ للبیہقی: باب الاجتهاد فی الدعاء فی السجود رجاء الاجابة: ج ۲ ص ۱۱۰، رقم: ۲۴۱۳ سنن ابوداؤد: باب فی الدعاء فی الركوع والسهود: ج ۱ ص ۳۲۶، رقم: ۸۰۰ سنن النسائی الکبریٰ: باب ما القرب ما یكون العبد من الله جل ثناؤه: ج ۱ ص ۱۲۲، رقم: ۲۲۱، مسند امام احمد: مسند ابی ہریرة رضی اللہ عنہ: ج ۱ ص ۲۱، رقم: ۱۳۲۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی رب تو ہم سے ہر وقت قریب ہے، ہم اس سے دور رہتے ہیں، البتہ سجدے کی حالت میں ہمیں اس سے خصوصی قرب نصیب ہوتا ہے لہذا اس قرب کو فضیلت سمجھ کر جو مانگ سکیں مانگ لیں۔ اس حدیث میں ان لوگوں کی دلیل ہے جو کہتے ہیں سجدہ قیام سے افضل ہے۔ خیال رہے کہ نوافل کے سجدوں میں ہمیشہ دعائیں مانگے، فرائض کے سجدوں میں کبھی کبھی، بعض لوگ سجدے میں گر کر دعائیں مانگتے ہیں یعنی دعا کے لیے سجدہ کرتے ہیں ان کا ماخذ یہ حدیث ہے۔

(مزاۃ السائح، ج ۲ ص ۱۲۰)

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کسی کی دعا اس وقت تک قبول ہوتی ہے جب تک وہ جلدی میں نہ پڑے کہ کہنے لگے میں نے اپنے رب سے دعا کی تو میری دعا قبول نہ کی گئی۔ (متفق علیہ)

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ بندہ کی دعا ہمیشہ قبول ہوتی رہتی ہے۔ جب تک وہ گناہ کی یا قطع رحمی کی دعا نہ کرے اور جب تک جلدی میں نہ پڑے۔ عرض کیا: یا رسول اللہ! جلدی میں پڑنا کیا ہے؟ فرمایا کہ کہے میں نے دعا کی ہے میں نے دعا کی ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ میری دعا قبول ہوگی تو اس وقت وہ تھک جائے اور دعا کو چھوڑ دے۔

(1504) وَعَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "يُسْتَجَابُ لِأَحَدِكُمْ مَا لَمْ يَعْجَلْ يَقُولُ: قَدْ دَعَوْتُ رَبِّي، فَلَمْ يَسْتَجِبْ لِي مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ."

وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: "لَا يَزَالُ يُسْتَجَابُ

لِلْعَبْدِ مَا لَمْ يَدْعُ بِإِثْمٍ، أَوْ قَطِيعَةٍ رَحِمٍ، مَا لَمْ يَسْتَعْجَلْ قَبِيلًا: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا الْإِسْتِعْجَالُ؟ قَالَ: "يَقُولُ: قَدْ دَعَوْتُ، وَقَدْ دَعَوْتُ، فَلَمْ أَرِ يَسْتَجِبْ لِي، فَيَسْتَحْسِرُ عِنْدَ ذَلِكَ وَيَدْعُ الدُّعَاءَ."

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب يستجاب للعبد ما لم يعجل: ج ۸ ص ۴۲، رقم: ۶۳۲۰ صحیح مسلم: باب بیان انہ

يستجاب للداعي ما لم يعجل فيقول دعوت فلم يستجب لي: ج ۸ ص ۸۶، رقم: ۱۱۰، سنن ابوداؤد: باب الدعاء: ج ۱ ص ۵۵۲، رقم:

۱۳۸۱ سنن ترمذی: باب ما جاء في يستعجل في دعائه: ج ۱ ص ۱۲۱، رقم: ۲۳۲۴ مسند امام احمد بن حنبل: مسند ابی ہریرة رضی اللہ عنہ

ج ۲ ص ۲۹۶، رقم: ۹۱۳۴)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس سے معلوم ہوا کہ گناہ کی دعائے مانگے کہ خدایا مجھے شراب پینا نصیب کر یا فلاں قاتل کر دینے کا موقع دے، نیز جن رشتوں کے جوڑنے کا حکم ہے ان کے توڑنے کی دعائے کرے کہ خدایا مجھے میرے باپ سے دور رکھ۔ یہاں مہاترات نے فرمایا کہ ناممکن چیزوں کی دعائے مانگنا بھی منع ہے جیسے خدایا مجھے دنیا میں ان آنکھوں سے اپنا دیدار کرا دے یا فلاں مسلمان ہمیشہ دوزخ میں رکھ یا فلاں کافر کو بخش دے اسی لیے کفار و مرتدین کو مرحوم مغفور یا رحمۃ اللہ علیہ کہنا جرم ہے، مطلب حدیث کا یہ ہے کہ قبولیت دعا کی ایک شرط یہ ہے کہ ناجائز چیزوں کی دعائے کرے ورنہ قبول نہ ہوگی۔

یعنی قبول دعا کی دوسری شرط یہ ہے کہ اگر قبول دعا میں دیر لگے تو نہ دل تنگ ہو نہ رب تعالیٰ کی رحمت سے مایوس، دیکھو حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کی دعا کہ خدایا فرعون کو ہلاک کر دے چالیس سال کے بعد قبول ہوئی یعنی قبول کا اظہار اتنے عرصہ بعد ہوا، یعقوب علیہ السلام فراق یوسف علیہ السلام میں چالیس یا اسی سال تک روئے مگر رب تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہوئے بلکہ اپنے بچوں سے فرمایا *وَلَا تَأْسُوا مِن دُجْحِ اللَّهِ اِنَّهُ يَجْعَلُ لِمَنْ يَشَاءُ رُحْمًا يُرِيهِمْ رِجْلَ رَاحِلٍ*۔ غرض کہ ہر کام کا ایک وقت ہے، دعائے مانگے جائے، مانگنا بندے کا کام ہے دینا رب تعالیٰ کا کام اپنے کام کو اس کے کام پر موقوف نہ کیجئے۔ شعر

حافظ و وظیفہ تو دعا کردن است و بس در بند آں مباش کہ شنید یا نہ شنید

قبول دعا کی بہت قسمیں ہیں، مدعا مل جانا، دعا کی برکت سے کوئی آفت نل جانا دعا کا ثواب مل جانا، درجات بلند ہو جانا، جو کچھ ہو جائے ہمارا مدعا حاصل ہے۔ (بزاۃ النایح، ج ۳ ص ۴۵۲)

(1505) وَعَنْ أَبِي أَمَامَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قِيلَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيُّ الدُّعَاءِ أَسْمَعُ؟ قَالَ: "جَوْفَ اللَّيْلِ الْآخِرِ، وَدُبُرِ الصَّلَوَاتِ الْمَكْتُوباتِ". رَوَاهُ الرَّؤْمِيُّ وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ".

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا: کون سی دعا زیادہ قبول ہوتی ہے۔ تو آپ نے فرمایا: رات کے پچھلے پہر اور فرض نماز کے بعد۔ (مانگی گئی دعا) اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سان ترمذی باب ما جاء في عقد التسبیح بالید ج ۵ ص ۵۲۶ رقم: ۲۴۹۱ سنن النسائی الکبزی باب ما يستحب من الدعاء دبر الصلوات والمکتوبات ج ۶ ص ۳۲ رقم: ۱۱۳۶ جامع الاصول لابن اثیر: کتاب الاول فی الدعاء الفصل الاول ج ۱ ص ۱۰۱ رقم: ۲۰۹۰ مشکوٰۃ المصابیح باب الذکر بعد الصلاة الفصل العالی ج ۱ ص ۲۱۲ رقم: ۶۶۸)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کے حالات پہلے بیان ہو چکے کہ آپ قبیلہ ہاہلہ سے ہیں، تمص میں قیام رہا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے وقت آپ ۳۰ یا ۳۳ سال کے تھے، ۹۱ سال عمر پائی، ۸۱ھ یا ۸۶ھ تمص ہی میں وفات پائی رضی اللہ عنہ، آپ کی روایات بہت تھوڑی ہیں۔

یعنی دو وقت دعائیں زیادہ قبول ہوتی ہیں ایک تو آخری رات کے بیچ میں۔ دوسرے فرض نمازوں کے بعد۔ خیال ہے کہ آخر جو ف کی صفت ہے یعنی رات کا درمیانی حصہ جو آخری شب میں ہے اس طرح کہ رات کے دو حصے کرو، آخری آدھے کا درمیانی حصہ لو یہی وقت تہجد کے لیے بہتر ہے اس وقت دعائیں زیادہ قبول ہوتی ہیں اور فرض نماز سے یا تو خود فرائض مراد ہیں یا پوری نماز، لہذا بہتر یہ ہے کہ نماز پنج گانہ میں فرضوں کے بعد بھی مختصر دعائے مانگے اور پھر سنت و نفل سے فارغ ہو کر بھی دعا کرے کہ یہ ساری نماز فرض نماز شمار ہے۔ (برزائۃ المناجیح، ج ۲ ص ۱۹۳)

(1506) وَعَنْ عِبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَا عَلَى الْأَرْضِ مُسْلِمٌ يَدْعُو اللَّهَ تَعَالَى بِدَعْوَةٍ إِلَّا آتَاهُ اللَّهُ إِيَّاهَا، أَوْ صَرَفَ عَنْهُ مِنَ الشَّوْءِ مِثْلَهَا، مَا لَمْ يَدْعُ بِأَثْمٍ، أَوْ قَطِيعَةٍ رَحِيمٍ، فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ: إِذَا نُكْتُرُ قَالَ: "اللَّهُ أَكْثَرُ". وَرَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ". وَرَوَاهُ الْحَاكِمُ مِنْ رَوَايَةِ أَبِي سَعِيدٍ وَزَادَ فِيهِ: "أَوْ يَدْخِرُ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلَهَا".

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زمین پر جو مسلمان بھی اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو وہی عطا فرمادیتا ہے یا اس طرح کی کوئی برائی اس سے دور فرمادیتا ہے جب تک گناہ یا قطع رحمی کی دعا نہ کرے۔ قوم میں سے ایک آدمی نے کہا: اس وقت ہم زیادہ کریں؟ تو آپ نے فرمایا: اللہ! اس سے زیادہ عطا فرمائے گا۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ حاکم نے فرمایا: حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا ہے اور اس میں اضافہ کیا ہے۔ (دعا کی قبولیت کی تیسری صورت) کہ اس کے لیے اس جیسا اجر ذخیرہ فرمالتا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب فی انتظار الفرج و غیر ذلک، جلد 5، ص 566، رقم 3573 جامع الاصول لابن اثیر، الفصل الثامن فی فضل الدعاء والذکر، جلد 9، ص 512، رقم 740 مستدرک للحاکم، کتاب الدعاء والتکبیر والتہلیل، جلد 1، ص 670، رقم 1816 شعب الایمان للبیہقی، باب ذکر فصول فی الدعاء یحتاج الی معرفتها، جلد 2، ص 47، رقم 1128)

شرح حدیث: میری ایک بھی دعا دنیا میں قبول نہ ہوتی

حضرت ابی سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے! کہ جناب رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا! جب کوئی مسلمان بندہ دعا کرتا ہے تو وہ دعا ضرور قبول ہوتی ہے، بشرطیکہ! کسی گناہ یا ناجائز بات کے لئے، یا کسی بیگانے مسلمان کی تکلیف دہی کیلئے دعا نہ کی ہو۔ لیکن اس کا اثر یا تو یہاں ظاہر ہو جاتا ہے، یا دعا کا اثر دوسری صورت میں نظر آتا ہے! کہ کوئی آسمانی یا دنیوی بلا اور مصیبت اس بندے پر نازل ہو نیوالی تھی، وہ اس کی دعا سے دفع ہو گئی۔ اور اس بندے کو

اس بلا کی خبر بھی نہ ہوئی۔ یا اس کی دعا کا اثر قیامت میں ظاہر ہوگا۔ جو نہایت ضرورت کا وقت ہے، اور وہاں ہر ایک مسلمان یہ تمنا کریگا! کہ کیا ہی اچھا ہوتا، کہ میری ایک بھی دعا دنیا میں قبول نہ ہوتی۔ ساری کی ساری دعائیں آج ہی قبول ہوتیں۔

(ظہارۃ الخلوب)

مصیبت کا ثلثا

ایک اور طویل صحیح حدیث مبارکہ میں اس طرح بھی آیا ہے! کہ قیامت کے دن رب العالمین عَزَّ وَجَلَّ اپنے بندوں کو سامنے بلا کر فرمائے گا۔ تمہاری فلاں فلاں دعا، فلاں وقت ہم نے قبول فرمائی، مگر اس کا اثر ہم نے بدل دیا۔ اس کے بدلے تم پر مصیبت آنے والی تھی، ہم نے فلاں دعا کے سبب وہ مصیبت دفع کر دی۔ اور تمہیں اس کے صدمے سے بچالیا۔

(ایضاً)

معلوم ہوا! کہ اللہ تعالیٰ عَزَّ وَجَلَّ کی طرف سے دعا کا اثر ظاہر نہ ہونا اور آخرت کیلئے اٹھا رکھنا یا کسی بلا کو نال دینا کمال رحمت کی دلیل ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مصیبتیں بڑی آفتوں کے ثلثے کا سبب بھی ہوتی ہے۔ اور اللہ عَزَّ وَجَلَّ اپنے بندوں کو آزما تا بھی ہے۔ اور مصائب و آلام گناہوں کے مننے اور درجات بلند ہونے کا سبب بھی ہوتے ہیں۔

ہماری تو یہی دعا ہونی چاہے! کہ اے پاک پروردگار عَزَّ وَجَلَّ ہمارے گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل فرما کر بغیر آزمائش کے ہمیں دنیا اور آخرت کی بھلائیاں عطا فرما کر ہر بلا و مصیبت سے محفوظ فرما۔ اور ایمان و عافیت کے ساتھ مدینے میں موت، جنت البقیع میں مدفن اور جنت الفردوس میں پیارے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا پڑوس عطا فرما۔ (امین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)

(1507) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ
عِنْدَ الْكَرْبِ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْعَظِيمُ الْحَلِيمُ، لَا
إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
رَبُّ السَّمَوَاتِ، وَرَبُّ الْأَرْضِ، وَرَبُّ الْعَرْشِ
الْكَرِيمِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سخت پریشانی میں یہ کہتے تھے۔ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ عظمت والا حلم والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ عرش عظیم کا رب ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے وہ آسمانوں کا رب ہے اور زمین کا رب ہے اور عزت والے عرش کا رب ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الدعاء عند الكرب، جلد 8، ص 75، رقم الحدیث 6346 صحیح مسلم، باب دعا الكرب، جلد

8، ص 85، رقم الحدیث 7097 سنن ابن ماجہ، باب بالدعاء عند الكرب، جلد 2، صفحہ 1278، رقم 3883 مسند امام احمد بن حنبل

مسند عبد اللہ بن العباس، جلد 1، ص 228، رقم 2012 مسند البزار، مسند ابن عباس رضی اللہ عنہ، جلد 2، ص 315، رقم 5329

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ نے اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کرب سے مراد وہ سخت تکلیف یا رنج و غم ہے جو دل کو گھیرے۔ حلیم کے معنی ہیں عذاب میں جلدی نہ فرمانے والا بندہ اپنے مجرم کو باز آجانے پر بخش دینے والا اور اس کا غم وغیرہ دور کر دینے والا یعنی یہ تکلیف ہماری کسی خطا کی وجہ سے ہے، رب تعالیٰ حلیم ہے معافی دے گا اور اسے دور فرما دے گا۔

کریم یا تو رب کی صفت ہے اور مرفوع ہے یا عرش کی صفت ہے اور مجرور۔ خیال رہے کہ یہاں صرف رب تعالیٰ کی حمد ہے دعا کا لفظ ایک بھی نہیں مگر چونکہ کریم کی حمد بھی دعا ہے، نیز ذکر اللہ سے بلائیں ہلتی ہیں اس کے لیے اس کا نام دعائے کرب ہے اور اسی کا نام دفع کرب ہے۔ (لغات، نووی) یا یہاں زبان پر حمد ہے دل میں سوال۔ (مرقات)

(بزاۃ المناجیح، ج ۳ ص ۳۵)

110 بَابُ كَرَامَاتِ الْأَوْلِيَاءِ وَفَضْلُهُمْ

اولیاء کی کرامت و فضیلت کا بیان

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفَ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: خبردار اللہ کے ولیوں کو نہ خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے وہ جو ایمان دار صاحب تقویٰ تھے۔ ان کے لیے دنیا میں خوشخبری ہے اور آخرت میں بھی۔ اللہ تعالیٰ کے فیصلے تبدیل نہیں ہوتے یہی بڑی کامیابی ہے۔

عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ لَهُمُ الْبُشْرَى فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ ذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ) (یونس: 62-64)

شرح: حضرت صدرالفاضل سیدنا مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں: ولی کی اصل ولاء سے ہے جو قرب و نصرت کے معنی میں ہے۔ ولی اللہ وہ ہے جو فرائض سے قرب الہی حاصل کرے اور اطاعت الہی میں مشغول رہے اور اس کا دل نور جلال الہی کی معرفت میں مستغرق ہو جب دیکھے دلائل قدرت الہی کو دیکھے اور جب سنے اللہ کی آیتیں ہی سنے اور جب بولے تو اپنے رب کی ثنا ہی کے ساتھ بولے اور جب حرکت کرے طاعت الہی میں حرکت کرے اور جب کوشش کرے اسی امر میں کوشش کرے جو ذریعہ قرب الہی ہو، اللہ کے ذکر سے نہ تھکے اور چشم دل سے خدا کے سوا غیر کو نہ دیکھے، یہ صفت اولیاء کی ہے، بندہ جب اس حال پر پہنچتا ہے تو اللہ اس کا ولی و ناصر اور معین و مددگار ہوتا ہے۔ متکلمین کہتے ہیں ولی وہ ہے جو اعتقاد صحیح بنی بر دلیل رکھتا ہو اور اعمال صالحہ شریعت کے مطابق بجا لاتا ہو۔ بعض عارفین نے فرمایا کہ ولایت نام ہے قرب الہی اور ہمیشہ اللہ کے ساتھ مشغول رہنے کا۔ جب بندہ اس مقام پر پہنچتا ہے تو اس کو کسی چیز کا خوف نہیں رہتا اور نہ کسی شے کے فوت ہونے کا غم ہوتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ولی وہ ہے جس کو دیکھنے سے اللہ یاد آئے یہی طبری کی حدیث میں بھی ہے۔ ابن زید نے کہا کہ ولی وہی ہے جس میں وہ صفت ہو جو اس آیت میں مذکور ہے۔ الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ یعنی ایمان و تقویٰ دونوں کا جامع ہو۔ بعض علماء

نے فرمایا کہ ولی وہ ہیں جو خالص اللہ کے لئے محبت کریں، اولیاء کی یہ صفت احادیث کثیرہ میں وارد ہوئی ہے۔ بعض اکابر نے فرمایا ولی وہ ہیں جو طاعت سے قرب الہی کی طلب کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کرامت سے ان کی کار سازی فرماتا ہے یا وہ جن کی ہدایت کا برہان کے ساتھ اللہ کفیل ہو اور وہ اس کا حق بندگی ادا کرنے اور اس کی خلق پر رحم کرنے کے لئے وقف ہو گئے۔ یہ معانی اور عبارات اگرچہ جداگانہ ہیں لیکن ان میں اختلاف کچھ بھی نہیں ہے کیونکہ ہر ایک عبارت میں ولی کی ایک ایک صفت بیان کر دی گئی ہے جسے قرب الہی حاصل ہوتا ہے یہ تمام صفات اس میں ہوتے ہیں۔ ولایت کے درجے اور مراتب میں ہر ایک بقدر اپنے درجے کے فضل و شرف رکھتا ہے۔

(یہی بڑی کامیابی ہے) اس خوش خبری سے یا تو وہ مراد ہے جو پرہیزگار ایمانداروں کو قرآن کریم میں جا بجا دی گئی ہے یا بہترین خواب مراد ہے جو مومن دیکھتا ہے یا اس کے لئے دیکھا جاتا ہے جیسا کہ کثیر احادیث میں وارد ہوا ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ ولی کا قلب اور اس کی روح دونوں ذکر الہی میں مستغرق رہتے ہیں تو وقت خواب اس کے دل میں سوائے ذکر و معرفت الہی کے اور کچھ نہیں ہوتا اس لئے ولی جب خواب دیکھتا ہے تو اس کی خواب حق اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے حق میں بشارت ہوتی ہے۔ بعض مفسرین نے اس بشارت سے دنیا کی نیک نامی بھی مراد لی ہے۔ مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا گیا اس شخص کے لئے کیا ارشاد فرماتے ہیں جو نیک عمل کرتا ہے اور لوگ اس کی تعریف کرتے ہیں، فرمایا یہ مومن کے لئے بشارت عاجلہ ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ یہ بشارت عاجلہ رضائے الہی اور اللہ کے محبت فرمانے اور خلق کے دل میں محبت ڈال دینے کی دلیل ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اس کو زمین میں مقبول کر دیا جاتا ہے۔ قتادہ نے کہا کہ ملائکہ وقت موت اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت دیتے ہیں۔ عطا کا قول ہے کہ دنیا کی بشارت تو وہ ہے جو ملائکہ وقت موت سناتے ہیں اور آخرت کی بشارت وہ ہے جو مومن کو جان نکلنے کے بعد سنائی جاتی ہے کہ اس سے اللہ راضی ہے۔ (خزائن العرفان)

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (وَهَؤُذَىٰ إِلَيْكَ بِعِذِ النَّخْلَةِ
تُسَاقِطُ عَلَيْكَ رَطْبًا جَنِيًّا فَكُلْ وَاشْرَبِ)
(مریم: 25، 26)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور کھجور کی جڑ پکڑ کر
اپنی طرف ہلاتے ہوئے کھجور کی پتی کھجوریں گریں گی تو کھا اور
پی۔

شرح: شجر مریم رضی اللہ عنہا اور نہر جبریل علیہ السلام

حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت بی بی مریم کے شکم سے بغیر باپ کے پیدا ہوئے ہیں۔ جب ولادت کا وقت آیا تو حضرت بی بی مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا آبادی سے کچھ دور ایک کھجور کے سوکھے درخت کے نیچے تنہائی میں بیٹھ گئیں اور اسی درخت کے نیچے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی۔ چونکہ آپ بغیر باپ کے کنواری مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شکم سے پیدا ہوئے۔ اس لئے حضرت مریم بڑی فکر مند اور بے حد ادا اس تھیں اور بدگوئی و طعنہ زنی کے خوف سے بستی میں نہیں

آ رہی تھیں۔ اور ایک ایسی سنبان زمین میں کھجور کے سوکھے درخت کے نیچے بیٹھی ہوئی تھیں کہ جہاں کھانے پینے کا کوئی سامان نہیں تھا۔ ناگہاں حضرت جبریل علیہ السلام اتر پڑے اور اپنی ایڑی زمین پر مار کر ایک نہر جاری کر دی اور اچانک کھجور کا سوکھا درخت ہرا بھرا ہو کر پختہ پھل لایا۔ سوکھے درخت میں پھل لگ جانا اور نہر کا اچانک جاری ہونا، بلاشبہ یہ دونوں حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کرامات ہیں۔

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا
الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا قَالَ يَا مَرْيَمُ أَنَّى لَكِ
هَذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ
بِغَيْرِ حِسَابٍ) (آل عمران: 37)،

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جب زکریا اس کے پاس اس کی نماز پڑھنے کی جگہ جاتے اس کے پاس نیا رزق پاتے کہا اے مریم یہ تیرے پاس کہاں سے آیا بولیں وہ اللہ کے پاس سے ہے بے شک اللہ جسے چاہے بے گنتی دے۔

شرح: محراب مریم

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ حضرت مریم (رضی اللہ عنہا) کے والد کا نام عمران اور ماں کا نام حنہ تھا۔ جب بی بی مریم اپنی ماں کے شکم میں تھیں اس وقت ان کی ماں نے یہ منت مان لی تھی کہ جو بچہ پیدا ہوگا میں اس کو بیت المقدس کی خدمت کے لئے آزاد کروں گی۔ چنانچہ جب حضرت مریم پیدا ہوئیں تو ان کی والدہ ان کو بیت المقدس میں لے کر گئیں۔ اس وقت بیت المقدس کے تمام عالموں اور عابدوں کے امام حضرت زکریا علیہ السلام تھے جو حضرت مریم کے خالوتھے۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو اپنی کفالت اور پرورش میں لے لیا اور بیت المقدس کی بالائی منزل میں تمام منزلوں سے الگ ایک محراب بنا کر حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو اس محراب میں ٹھہرایا۔ چنانچہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا اس محراب میں اکیلی خدا کی عبادت میں مصروف رہنے لگیں اور حضرت زکریا علیہ السلام صبح و شام محراب میں ان کی خبر گیری اور خورد و نوش کا انتظام کرنے کے لئے آتے جاتے رہے۔

چند ہی دنوں میں حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی محراب کے اندر یہ کرامت نمودار ہوئی کہ جب حضرت زکریا علیہ السلام محراب میں جاتے تو وہاں جاڑوں کے پھل گرمی میں اور گرمی کے پھل جاڑوں میں پاتے۔ حضرت زکریا علیہ السلام حیران ہو کر پوچھتے کہ اے مریم یہ پھل کہاں سے تمہارے پاس آتے ہیں؟ تو حضرت مریم رضی اللہ عنہا یہ جواب دیتیں کہ یہ پھل اللہ کی طرف سے آتے ہیں اور اللہ جس کو چاہتا ہے بلا حساب روزی عطا فرماتا ہے۔

حضرت زکریا علیہ السلام کو خداوند قدوس نے نبوت کے شرف سے نوازا تھا مگر ان کے کوئی اولاد نہیں تھی اور وہ بالکل ضعیف ہو چکے تھے۔ برسوں سے ان کے دل میں فرزند کی تمنا موجزن تھی اور بارہا انہوں نے گڑگڑا کر خدا سے اولاد زینہ کے لئے دعا بھی مانگی تھی مگر خدا کی شان بے نیازی کہ باوجود اس کے اب تک ان کو کوئی فرزند نہیں ملا۔ جب انہوں نے

حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی محراب میں یہ کرامت دیکھی کہ اس جگہ بے موسم کا پھل آتا ہے تو اس وقت ان کے دل میں یہ خیال آیا کہ میری عمر اب اتنی ضعیفی کی ہو چکی ہے کہ اولاد کے پھل کا موسم ختم ہو چکا ہے۔ مگر وہ اللہ جو حضرت مریم کی محراب میں بے موسم کے پھل عطا فرماتا ہے وہ قادر ہے کہ مجھے بھی بے موسم کی اولاد کا پھل عطا فرمادے۔ چنانچہ آپ نے محراب مریم میں دعا مانگی اور آپ کی دعا مقبول ہو گئی۔ اور اللہ تعالیٰ نے بڑھاپے میں آپ کو ایک فرزند عطا فرمایا جن کا نام خود خداوند عالم نے بیچی رکھا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو نبوت کا شرف بھی عطا فرمایا۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا با کرامت ولیہ ہیں

واقعہ مذکورہ سے معلوم ہوا کہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا صاحبہ کرامت اور مرتبہ ولایت پر فائز ہیں کیونکہ خدا کی طرف سے ان کی محراب میں پھل آتے تھے اور وہ بھی جاڑوں کے پھل گرمی میں اور گرمی کے پھل جاڑوں میں۔ یہ ان کی ایک بہت ہی عظیم الشان اور واضح کرامت ہے جو ان کی ولایت کی شاہد عدل ہے۔

عبادت گاہ مقام مقبولیت ہے

اس واقعہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اللہ والے یا اللہ والیاں جس جگہ عبادت کریں وہ جگہ اس قدر مقدس ہو جاتی ہے کہ وہاں رحمت خداوندی عزوجل کا نزول ہوتا ہے اور وہاں پر دعائیں مقبول ہوا کرتی ہیں جیسا کہ حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا محراب مریم میں مقبول ہوئی۔ حالانکہ وہ اس سے پہلے بیت المقدس میں بار بار یہ دعا مانگ چکے تھے مگر ان کی مراد پوری نہیں ہوئی تھی۔

قبروں کے پاس دعا:۔ جہاں اللہ کے مقبول بندے اور مقبول بندیاں چند دن بیٹھ کر عبادت کریں جب ان جگہوں پر دعائیں مقبول ہوتی ہیں تو ان مقبولان بارگاہ الہی کی قبروں کے پاس جہاں ان بزرگوں کا پورا جسم برسہا برس تک رہا ہے، وہاں بھی ضرور دعائیں مقبول ہوں گی۔ چنانچہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ جب کسی مسئلہ کا حل میرے لئے مشکل ہو جاتا تھا تو میں بغداد جا کر حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک کے پاس بیٹھ کر اپنے اور خدا کے درمیان امام مہدوی کی مبارک قبر کو وسیلہ بنا کر دعا مانگتا تھا تو میری مراد برآتی تھی اور مسئلہ حل ہو جایا کرتا تھا۔

(الخیرات الحسان، الفصل الخامس والثلاثون فی نادب الائمہ معنی ممانہ الخ، ص ۲۳۰)

وَقَالَ تَعَالَى: (وَإِذِ اعْتَزَلْتُمُوهُمْ وَمَا يُعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ فَأَوْوَا إِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِنْ رَحْمَتِهِ وَيَهَيِّجْ لَكُمْ مِنْ أَمْرِكُمْ مِرْفَقًا وَتَرَى الشَّمْسَ إِذَا طَلَعَتْ تَزَاوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَإِذَا غَرَبَتْ تَقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور جب تم ان سے اور جو کچھ وہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں سب سے الگ ہو جاؤ تو غار میں پناہ لو تمہارا رب تمہارے لئے اپنی رحمت پھیلا دے گا اور تمہارے کام میں آسانی کے سامان بنا دے گا اور اے محبوب تم سورج کو دیکھو گے کہ جب

(الکہف: 16-17)

کھاتا ہے تو ان کے غار سے ذہنی طرف نکل جاتا ہے اور

جب باہر جاتا ہے تو ان سے بائیں طرف کھتا جاتا ہے۔

شرح: اصحاب کہف (غار والے)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد عیسائیوں کا حال بے حد خراب اور نہایت اتر ہو گیا۔ لوگ بت پرستی کرنے لگے اور دوسروں کو بھی بت پرستی پر مجبور کرنے لگے۔ خصوصاً ان کا ایک بادشاہ دقیانوس تھا اس قدر ظالم تھا کہ جو شخص بت پرستی سے انکار کرتا تھا یہ اُس کو قتل کر ڈالتا تھا۔

اصحاب کہف کون تھے؟۔ اصحاب کہف شہر افسوس کے شرفاء تھے جو بادشاہ کے معزز درباری بھی تھے۔ مگر یہ لوگ صاحب ایمان اور بت پرستی سے انتہائی بیزار تھے۔ دقیانوس کے ظلم و جبر سے پریشان ہو کر یہ لوگ اپنا ایمان بچانے کے لئے اُس کے دربار سے بھاگ نکلے اور قریب کے پہاڑ میں ایک غار کے اندر پناہ گزیں ہوئے اور سو گئے، تو تین سو برس سے زیادہ عرصے تک اسی حال میں سوتے رہ گئے۔ دقیانوس نے جب ان لوگوں کو تلاش کرایا اور اُس کو معلوم ہوا کہ یہ لوگ غار کے اندر ہیں تو وہ بے حد ناراض ہوا۔ اور فرط غیظ و غضب میں یہ حکم دے دیا کہ غار کو ایک سنگین دیوار اٹھا کر بند کر دیا جائے تاکہ یہ لوگ اُسی میں رہ کر مرجائیں اور وہی غار ان لوگوں کی قبر بن جائے۔ مگر دقیانوس نے جس شخص کے سپرد یہ کام کیا تھا وہ بہت ہی نیک دل اور صاحب ایمان آدمی تھا۔ اُس نے اصحاب کہف کے نام اُن کی تعداد اور اُن کا پورا واقعہ ایک تختی پر کندہ کرا کر تانبے کے صندوق کے اندر رکھ کر دیوار کی بنیاد میں رکھ دیا۔ اور اسی طرح کی ایک تختی شاہی خزانہ میں بھی محفوظ کرادی۔ کچھ دنوں کے بعد دقیانوس بادشاہ مر گیا اور سلطنتیں بدلتی رہیں۔ یہاں تک کہ ایک نیک دل اور انصاف پرور بادشاہ جس کا نام بیدروس تھا، تخت نشین ہوا جس نے اڑسٹھ سال تک بہت شان و شوکت کے ساتھ حکومت کی۔ اُس کے دور میں مذہبی فرقہ بندی شروع ہو گئی اور بعض لوگ مرنے کے بعد اٹھنے اور قیامت کا انکار کرنے لگے۔ قوم کا یہ حال دیکھ کر بادشاہ رنج و غم میں ڈوب گیا اور وہ تنہائی میں ایک مکان کے اندر بند ہو کر خداوند قدوس عزوجل کے دربار میں نہایت بے قراری کے ساتھ گریہ و زاری کر کے دعائیں مانگنے لگا کہ یا اللہ عزوجل کوئی ایسی نشانی ظاہر فرما دے تاکہ لوگوں کو مرنے کے بعد زندہ ہو کر اٹھنے اور قیامت کا یقین ہو جائے۔ بادشاہ کی یہ دعا مقبول ہو گئی اور اچانک بکریوں کے ایک چرواہے نے اپنی بکریوں کو ٹھہرانے کے لئے اسی غار کو منتخب کیا اور دیوار کو گرا دیا۔ دیوار گرتے ہی لوگوں پر ایسی ہیبت و دہشت سوار ہو گئی کہ دیوار گرانے والے لرزہ بر اندام ہو کر وہاں سے بھاگ گئے اور اصحاب کہف بحکم الہی اپنی نیند سے بیدار ہو کر اٹھ بیٹھے اور ایک دوسرے سے سلام و کلام میں مشغول ہو گئے اور نماز بھی ادا کر لی۔ جب ان لوگوں کو بھوک لگی تو ان لوگوں نے اپنے ایک ساتھی یملیخا سے کہا کہ تم بازار جا کر کچھ کھانا لاؤ اور نہایت خاموشی سے یہ بھی معلوم کرو کہ دقیانوس ہم لوگوں کے بارے میں کیا ارادہ رکھتا ہے؟ یملیخا غار سے نکل کر بازار گئے اور یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ شہر میں ہر طرف اسلام کا چرچا ہے اور لوگ

اعلانہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کلہ پڑھ رہے ہیں۔ یعنی یہ منظر دیکھ کر کوخیرت ہونے کہ الہی یہ ماجرا ایسا ہے؟ اس شہر میں تو ایمان و اسلام کا نام لینا بھی جرم تھا آج یہ انقلاب کہاں سے اور کیونکر آ گیا؟

پھر یہ ایک نانبالی کی دکان پر کھانا لینے گئے اور دقیانوسی زمانے کا روپیہ دکاندار کو دیا جس کا چلن بند ہو چکا تھا بلکہ بونٹی اس سکہ کا دیکھنے والا بھی باقی نہیں رہ گیا تھا۔ دکاندار کو شبہ ہوا کہ شاید اس شخص کو کوئی پرانا خزانہ مل گیا ہے چنانچہ دکاندار نے ان کو حکام کے سپرد کر دیا اور حکام نے ان سے خزانے کے بارے میں پوچھ گچھ شروع کر دی اور کہا کہ بتاؤ خزانہ کہاں ہے؟ عیسیٰ نے کہا کہ کوئی خزانہ نہیں ہے۔ یہ ہمارا ہی روپیہ ہے۔ حکام نے کہا کہ ہم کس طرح مان لیں کہ روپیہ تمہارا ہے؟ یہ سکہ تین سو برس پرانا ہے اور برسوں گزر گئے کہ اس سکہ کا چلن بند ہو گیا اور تم ابھی جوان ہو۔ لہذا صاف صاف بتاؤ کہ عقدہ حل ہو جائے۔ یہ سن کر یملیخا نے کہا کہ تم لوگ یہ بتاؤ کہ دقیانوس بادشاہ کا کیا حال ہے؟ حکام نے کہا کہ آج روئے زمین پر اس نام کا کوئی بادشاہ نہیں ہے۔ ہاں سینکڑوں برس گزرے کہ اس نام کا ایک بے ایمان بادشاہ گزرا ہے جو بت پرست تھا۔ یملیخا نے کہا کہ ابھی کل ہی تو ہم لوگ اس کے خوف سے اپنے ایمان اور جان کو بچا کر بھاگے ہیں۔ میرے ساتھی قریب ہی کے ایک غار میں موجود ہیں۔ تم لوگ میرے ساتھ چلو میں تم لوگوں کو ان سے ملا دوں۔ چنانچہ حکام اور عمائدین شہر کثیر تعداد میں اس غار کے پاس پہنچے۔ اصحاب کہف یملیخا کے انتظار میں تھے۔ جب ان کی واپسی میں دیر ہوئی تو ان لوگوں نے یہ خیال کر لیا کہ شاید یملیخا گرفتار ہو گئے اور جب غار کے منہ پر بہت سے آدمیوں کا شور و غوغا ان لوگوں نے سنا تو سمجھ بیٹھے کہ غالباً دقیانوس کی فوج ہماری گرفتاری کے لئے آن پہنچی ہے۔ تو یہ لوگ نہایت اخلاص کے ساتھ ذکر الہی اور توبہ و استغفار میں مشغول ہو گئے۔

حکام نے غار پر پہنچ کر تانبے کا صندوق برآمد کیا اور اس کے اندر سے تختی نکال کر پڑھا تو اس تختی پر اصحاب کہف کا نام لکھا تھا اور یہ بھی تحریر تھا کہ یہ مومنوں کی جماعت اپنے دین کی حفاظت کے لئے دقیانوس بادشاہ کے خوف سے اس غار میں پناہ گزیں ہوئی ہے۔ تو دقیانوس نے خبر پا کر ایک دیوار سے ان لوگوں کو غار میں بند کر دیا ہے۔ ہم یہ حال اس لئے لکھتے ہیں کہ جب کبھی بھی یہ غار کھلے تو لوگ اصحاب کہف کے حال پر مطلع ہو جائیں۔ حکام تختی کی عبارت پڑھ کر حیران رہ گئے۔ اور ان لوگوں نے اپنے بادشاہ بیدروس کو اس واقعہ کی اطلاع دی۔ فوراً ہی بیدروس بادشاہ اپنے امراء اور عمائدین شہر کو ساتھ لے کر غار کے پاس پہنچا تو اصحاب کہف نے غار سے نکل کر بادشاہ سے معاف کیا اور اپنی سرگزشت بیان کی۔ بیدروس بادشاہ سجدہ میں گر کر خداوند قدوس کا شکر ادا کرنے لگا کہ میری دعا قبول ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے ایسی نشانی ظاہر کر دی جس سے موت کے بعد زندہ ہو کر اٹھنے کا ہر شخص کو یقین ہو گیا۔ اصحاب کہف بادشاہ کو دعائیں دینے لگے کہ اللہ تعالیٰ تیری بادشاہی کی حفاظت فرمائے۔ اب ہم تمہیں اللہ کے سپرد کرتے ہیں۔ پھر اصحاب کہف نے السلام علیکم کہا اور غار کے اندر چلے گئے اور سو گئے اور اسی حالت میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو وفات دے دی۔ بادشاہ بیدروس نے سال کی لکڑی کا صندوق بنوا کر اصحاب کہف

کی مقدس لاشوں کو اس میں رکھوادیا اور اللہ تعالیٰ نے اصحابِ کہف کا ایسا رعب لوگوں کے دلوں میں پیدا کر دیا کہ کسی کی یہ مجال نہیں کہ غار کے منہ تک جاسکے۔ اس طرح اصحابِ کہف کی لاشوں کی حفاظت کا اللہ تعالیٰ نے سامان کر دیا۔ پھر بیدروس بادشاہ نے غار کے منہ پر ایک مسجد بنوادی اور سالانہ ایک دن مقرر کر دیا کہ تمام شہر والے اس دن عید کی طرح زیارت کے لئے آیا کریں۔ (غازن، ج ۳، ص ۱۹۸-۲۰۰)

حضرت ابو محمد عبدالرحمن بن ابوبکر صدیق ؓ سے روایت ہے کہ اصحابِ صفہ فقیر لوگ تھے اور ایک بار رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کے پاس دو آدمیوں کا کھانا ہے وہ تیسرے کو ساتھ لے جائے اور جس کے پاس چار کا کھانا ہے وہ پانچویں چھٹے کو لے جائے یا جس طرح آپ نے فرمایا: حضرت ابوبکر صدیق ؓ تین آدمی لے گئے اور نبی کریم ﷺ دس آدمی لے گئے حضرت ابوبکر ؓ نے شام کا کھانا رسول اللہ ﷺ کے پاس تناول فرمایا پھر ٹھہرے رہے حتیٰ کہ نماز عشاء پڑھی پھر رات کا کچھ حصہ گزر جانے کے بعد رسول اللہ ﷺ اپنے گھر تشریف لے گئے۔ پس جب رات کا کچھ حصہ گزر گیا جتنا اللہ نے چاہا آپ واپس آئے تو آپ کی بیوی نے کہا: آپ کو آپ کے مہمانوں سے کس نے روکا ہے؟ کہا: کیا تو نے ان کو کھانا نہیں کھلایا؟ تو وہ کہنے لگیں: انہوں نے آپ کے آنے سے پہلے کھانے سے انکار کر دیا ان پر کھانا پیش کیا ہے۔ حضرت عبدالرحمن کہتے ہیں کہ میں جا کر چھپ گیا آپ نے فرمایا: اے نادان! اور برا بھلا کہا اور مجھ پر غصہ کیا اور مہمانوں سے کہا کھاؤ تمہارے لیے برکت نہ ہو۔ اللہ کی قسم میں اس کو کبھی نہ چکھوں گا۔ کہتی ہیں اللہ کی قسم! ہم جو لقمہ بھی اٹھاتے نیچے سے اور زیادہ بڑھ آتا۔ حتیٰ کہ سب سیر ہو گئے اور کھانا

(1508) وَعَنْ أَبِي مُحَمَّدٍ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ بْنِ الصِّدِّيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ أَصْحَابَ الصُّفَّةِ كَانُوا أَنْاسًا فَقَرَاءَ وَأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَرَّةً: مَنْ كَانَ عِنْدَهُ طَعَامٌ اثْنَيْنِ، فَلْيُذْهِبْ بِثَالِثٍ، وَمَنْ كَانَ عِنْدَهُ طَعَامٌ أَرْبَعَةٍ، فَلْيُذْهِبْ بِخَامِسٍ بِسَادِسٍ أَوْ كَمَا قَالَ، وَأَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، جَاءَ بِثَلَاثَةٍ، وَانْطَلَقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَشْرَةٍ، وَأَنَّ أَبَا بَكْرٍ تَعَشَّى عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ لَبِثَ حَتَّى صَلَّى الْعِشَاءَ، ثُمَّ رَجَعَ، فَبَاءَ بَعْدَ مَا مَطَى مِنَ اللَّيْلِ مَا شَاءَ اللَّهُ. قَالَتْ امْرَأَتُهُ: مَا حَبَسَكَ عَنِ اضْتِيفِكَ؟ قَالَ: أَوْ مَا عَشَيْتِهِمْ؟ قَالَتْ: أَبْوَا حَتَّى تَجِيْعَ وَقَدْ عَرَضُوا عَلَيْهِمْ. قَالَ: فَذْهِبْتُ أَنَا فَاخْتَبَأْتُ، فَقَالَ: يَا غُنْثُرُ، فَجَدَّعَ وَسَبَّ، وَقَالَ: كُلُّوْا لَا هَيْبَتًا وَاللَّهِ لَا أَطْعَمُهُ أَبَدًا، قَالَ: وَائِمُّمُ اللَّهُ مَا كُنَّا نَأْخُذُ مِنْ لُقْمَةٍ إِلَّا رَبًّا مِنْ أَسْفَلِهَا أَكْثَرَ مِنْهَا حَتَّى شَبِعُوا، وَصَارَتْ أَكْثَرَ مِنَّا كَأَنَّ قَبْلَ ذَلِكَ، فَتَنَظَّرَ إِلَيْهَا أَبُو بَكْرٍ فَقَالَ لِامْرَأَتِهِ: يَا أُخْتُ بِنِي فِرَاسٍ مَا هَذَا؟ قَالَتْ: لَا وَقُرَّةٌ عَيْنِي لَهِيَ الْآنَ أَكْثَرُ مِنْهَا قَبْلَ ذَلِكَ بِثَلَاثِ مَرَّاتٍ! فَأَكَلَّ مِنْهَا أَبُو بَكْرٍ وَقَالَ: إِنَّمَا كَانَ ذَلِكَ مِنَ الشَّيْطَانِ،

جتنا تھا اس سے بھی زیادہ ہو گیا۔ تو ابو بکر صدیق نے اپنی بیوی کی طرف دیکھا اور کہا اے بنی فراس کی بہن! یہ کیا ہے؟ کہا میری آنکھوں کی ٹھنڈک کی قسم اب یہ یقیناً پہلے سے تین حصہ زیادہ ہے۔ تو اس میں سے ابو بکر صدیق نے کھایا اور کہا میرا قسم کھانا وہ تو شیطان کی طرف سے تھا۔ پھر اس سے ایک لقمہ کھایا پھر اس کو رسول اللہ ﷺ کی طرف اٹھا کر لے گئے۔ وہ کھانا آپ کے پاس ہی تھا۔ ہمارے اور ایک قوم کے درمیان معاہدہ تھا اس کی مدت مکمل ہو گئی تو ہم بارہ آدمی بکھرے ہوئے تھے اور ہر ایک کے ساتھ کئی آدمی تھے۔ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ ہر آدمی کے ساتھ کتنے آدمی تھے۔ پس ان سب نے اس میں سے کھایا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابو بکر نے قسم اٹھائی کہ اس کو نہ کھا، میں گے تو ان کی بیوی نے بھی حلف اٹھایا کہ وہ اس کو نہ کھائے گی۔ تو مہمان یا مہمانوں نے بھی کھانا نہ کھانے کی قسم اٹھائی کہ جب تک آپ نہیں کھائیں گے ہم بھی نہیں کھائیں گے تو حضرت ابو بکر نے کہا یہ قسم شیطان کی طرف سے ہے۔ چنانچہ آپ نے کھانا منگوا کر کھایا اور مہمانوں نے بھی کھایا۔ تو وہ جو لقمہ اٹھاتے نیچے اس سے زیادہ بڑھ جاتا تو آپ کہا اے بنی فراس کی بہن! یہ کیا ہے؟ تو وہ کہنے لگیں: میری آنکھ کی ٹھنڈک کی قسم ہمارے کھانا کھانے سے قبل جتنا تھا اب اس سے زیادہ ہے۔ پس انہوں نے کھایا اور رسول اللہ ﷺ کی طرف بھیج دیا اور اطلاع کی کہ ہم نے اس میں سے کھایا ہے۔

يَعْنِي: بِمِئْتَةٍ. ثُمَّ أَكَلَ مِنْهَا لُقْمَةً. ثُمَّ حَمَلَهَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَصْبَحَتْ عِنْدَهُ. وَكَانَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمٍ عَهْدٌ. فَمَطَى الْأَجَلَ فَتَفَرَّقْنَا اثْنَيْ عَشَرَ رَجُلًا. مَعَ كُلِّ رَجُلٍ مِنْهُمْ لِكَأْسٍ. اللَّهُ أَعْلَمُ كَمَا مَعَ كُلِّ رَجُلٍ فَأَكَلُوا مِنْهَا أَجْمَعُونَ.

وَفِي رِوَايَةٍ: فَحَلَفَ أَبُو بَكْرٍ لَا يَطْعَمُهُ. فَحَلَفَتِ الْمَرْأَةُ لَا تَطْعَمُهُ. فَحَلَفَ الضَّيْفُ. - أَوِ الْأَضْيَافُ - أَنْ لَا يَطْعَمُهُ أَوْ يَطْعَمُوهُ حَتَّى يَطْعَمَهُ. فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: هَذِهِ مِنَ الشَّيْطَانِ! فَدَعَا بِالطَّعَامِ فَأَكَلَ وَآكَلُوا. فَجَعَلُوا لَا يَزْفَعُونَ لُقْمَةً إِلَّا رَبَّتْ مِنْ أَسْفَلِهَا أَكْثَرُ مِنْهَا. فَقَالَ: يَا أُخْتِ بَنِي فِرَاسٍ، مَا هَذَا؟ فَقَالَتْ: وَقُرَّةَ عَيْنِي إِنَّهَا الْآنَ لَا أَكْثَرُ مِنْهَا قَبْلَ أَنْ تَأْكُلَ. فَأَكَلُوا. وَبَعَثَ بِهَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَذَكَرَ أَنَّهُ أَكَلَ مِنْهَا.

وَلَمَّا رَوَّيْتَهُ: إِنَّ أَبَا بَكْرٍ قَالَ لِعَبْدِ الرَّحْمَنِ:
 هُوَ أَطْيَبُكَ، فَأَبَى مُنْطَلِقًا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَفْرَغَ مِنْ قِرَائِهِمْ قَبْلَ أَنْ أَجِئَ،
 فَأَنْطَلَقَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ، فَأَتَاهُمْ بِمَا عِنْدَهُ، فَقَالَ:
 اطْعَبُوا، فَقَالُوا: أَيْنَ رَبُّ مَنزِلِنَا؟ قَالَ: اطْعَبُوا،
 قَالُوا: مَا نَحْنُ بِأَكْلِيْنَ حَتَّى يَجِئَ رَبُّ مَنزِلِنَا، قَالَ:
 اقْبَلُوا عَنَّا قِرَاكُمْ، فَإِنَّهُ إِنْ جَاءَ وَلَمْ تَطْعَبُوا،
 لَتَلْقَيْنَ مِنْهُ فَأَبُوا، فَعَرَفَتْ أَنَّهُ يَجِدُ عَلِيَّ، فَلَمَّا جَاءَ
 تَنَحَّيْتُ عَنْهُ، فَقَالَ: مَا صَنَعْتُمْ؟ فَأَخْبَرُوهُ،
 فَقَالَ: يَا عَبْدَ الرَّحْمَنِ، فَسَكَتَ، ثُمَّ قَالَ: يَا عَبْدَ
 الرَّحْمَنِ، فَسَكَتَ، فَقَالَ: يَا غُدْرُ أَقْسَمْتُ عَلَيْكَ
 إِنْ كُنْتَ تَسْمَعُ صَوْتِي لَمَّا جِئْتُ! فَخَرَجْتُ، فَقُلْتُ:
 سَلْ أَضْيَافَكَ، فَقَالُوا: صَدَقَ، أَتَانَا بِهِ، فَقَالَ: إِنَّمَا
 أَنْتَظِرُ مُتُونِي وَاللَّهِ لَا أَطْعَمُهُ اللَّيْلَةَ، فَقَالَ
 الْآخَرُونَ: وَاللَّهِ لَا نَطْعَمُهُ حَتَّى تَطْعَمَهُ، فَقَالَ:
 وَيْلَكُمْ مَا لَكُمْ لَا تَقْبَلُونَ عَنَّا قِرَاكُمْ؟ هَاتِ
 طَعَامَكَ، فَجَاءَ بِهِ، فَوَضَعَ يَدَهُ فَقَالَ: بِسْمِ اللَّهِ
 الْأُولَى مِنَ الشَّيْطَانِ، فَأَكَلَ وَآكَلُوا، مُتَّفِقِينَ عَلَيْهِ.

اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے
 عبدالرحمن سے فرمایا اپنے مہمانوں کو لے جائیں۔ میں
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جا رہا ہوں تو ان کی مہمان نوازی
 سے میرے آنے سے پہلے فارغ ہو جانا عبدالرحمن چلے
 گئے تو جو کچھ ان کے پاس تھا ان کے پاس لائے اور کہا
 کھاؤ۔ انہوں نے کہا ہمارے اس گھر کا مالک کہاں ہے
 کہا کھانا کھاؤ۔ انہوں نے کہا ہم اس وقت تک نہ
 کھائیں گے جب تک صاحب منزل نہ آجائے۔ کہا
 ہماری مہمان نوازی قبول کرو۔ اگر وہ آئے اور تم نے کھانا
 نہ کھایا ہوگا تو وہ ہم سے ناراض ہوں گے۔ انہوں نے
 انکار کیا۔ اب میں سمجھ گیا آپ مجھ پر ناراض ہوں گے۔
 پس جب وہ آئے تو میں ایک طرف ہو گیا۔ آپ نے کہا
 تم نے کیا کیا۔ انہوں نے بتایا تو آپ نے آواز دی اے
 عبدالرحمن میں چپ رہا کہا اے بے وفائے تجھ پر قسم
 ڈالتا ہوں کہ نکل آ اگر تو میری آواز سن رہا ہے تو میں نکل
 آیا۔ میں نے کہا مہمانوں سے پوچھ لیں۔ انہوں نے کہا
 یہ سچ کہتا ہے یہ ہمارے پاس کھانا لایا تھا۔ فرمایا: تم نے
 میرا انتظار کیا اللہ کی قسم میں اس کو آج رات نہ چکھوں گا۔
 مہمانوں نے کہا اللہ کی قسم! ہم بھی آپ کا کھانا نہ کھائیں
 گے حتیٰ کہ آپ ہمارے ساتھ کھائیں۔ آپ نے فرمایا:
 تم پر بڑے کی بات ہے۔ تم میری مہمان نوازی کو قبول
 کیوں نہیں کرتے۔ اپنا کھانا لاؤ وہ اس کو لائے تو آپ
 نے اپنا ہاتھ رکھ دیا اور کہا: اللہ کے نام سے شروع پہلی
 قسم شیطان کی طرف سے تھی۔ پھر آپ نے اور مہمانوں
 نے کھانا کھایا۔ (متفق علیہ)

قَوْلُهُ: "غُنْزُ بَغَيْنٍ مُعْجَبَةٍ مَضْبُومَةٍ ثُمَّ نُونٍ سَاكِنَةٍ ثُمَّ ثَاءٌ مُثَلَّثَةٌ وَهُوَ: الْغَيْبِيُّ الْجَاهِلُ. وَقَوْلُهُ: "فَجَدَّعَ أَيْ شَتَّتَهُ، وَالْجَدَّعُ الْقَطْعُ. قَوْلُهُ "يَجْدُ عَلَى هُوَ بِكسْرِ الْجِيمِ: أَيْ يَغْضَبُ.

"غُنْزُ" غین بمعجمہ پر پیش نون ساکن اور تاء کے ساتھ غیبی: جاہل کو کہتے ہیں۔ جَدَّع: گالی کو کہتے ہیں۔ جَدَّع کا نئے کے معنی میں بھی آتا ہے۔ یجد علی: جیم پر زیر کے ساتھ مطلب ہے مجھ پر سخت غصے ہوں گے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب السمر مع الضیف والاهل، جلد 1، ص 124، رقم 602 صحیح مسلم، باب اکرام الضیف وفضل ایثار، جلد 6، ص 130، رقم 5486، مسند البزار، مسند عبدالرحمن بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہما، جلد 1، ص 354، رقم 2263، مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبدالرحمن بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہما، جلد 3، ص 237، رقم 1712)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

حضرت عبدالرحمن جناب صدیق اکبر کے بڑے بیٹے اور جناب عائشہ صدیقہ کے سگے بھائی ہیں، ان دونوں کی والدہ جناب ام رومان ہیں، آپ کا نام پہلے عبدالکعبہ تھا، حدیبیہ کی سال اسلام لائے حضور انور نے ان کا نام عبدالرحمن رکھا۔ (اشعہ ومرقات) صفحہ کا ترجمہ ہے چبوترہ مسجد نبوی شریف کے متصل ایک چھتا ہوا چبوترہ بنایا گیا تھا جس میں وہ حضرات رہتے تھے جنہوں نے اپنے کو طلب علم اور خدمت دین کے لیے وقف کر دیا تھا، یہ حضرات ستر تھے انہیں اصحاب صفہ کہتے تھے۔ ان حضرات میں مشہور صحابہ کرام یہ ہیں ابو ذر غفاری، عمار ابن یاسر، سلمان فارسی، صہیب، بلال، ابو ہریرہ، خباب ابن ارت، حذیفہ ابن یمان، ابو سعید خدری، بشیر ابن خصاصہ، ابو موہبہ وغیر ہم رضی اللہ عنہم، انہیں حضرات کے متعلق یہ آیت کریمہ نازل ہوئی وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُونَ رَبَّهُمْ الخ۔ (مرقات)

ان حضرات کا کھانا پینا مدینہ والوں کے ذمہ تھا، اب تک یہ ہی دستور چلا آ رہا ہے کہ دینی علم کے طلباء مساجد میں رہتے ہیں اور مسلمان محلہ والے ان کے مصارف برداشت کرتے ہیں اسی طرح دین چل رہا ہے اور چلتا رہے گا۔

یعنی آج واقعہ یہ ہوا کہ جناب ابو بکر صدیق تین طالب علم لائے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دس طلباء کو مہمان بنایا یہ لانا ہمیشہ کے لیے نہ تھا صرف رات کے لیے تھا۔ بعض سخی مسلمان اپنے ہاں طالب علموں کا مستقل کھانا لگا دیتے ہیں یہ ان کی ہمت ہے، سب سے بہتر صدقہ جاریہ یہ ہے کہ کسی کو اپنے خرچہ سے عالم بنایا جاوے جیسے امام اعظم نے امام ابو یوسف کو اپنے خرچہ پر اپنی تعلیم سے جید عالم بلکہ امام مجتہد بنا دیا جن کا فیض تا قیامت رہے گا۔

یعنی حضرت ابو بکر صدیق عشاء کی نماز تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر شریف پر رہے، پھر حضور کے ساتھ نماز عشاء پڑھی پھر بعد عشاء حضور کے گھر لوٹ گئے اور بعد نماز عشاء حضور کے ساتھ کھانا کھایا اس میں رات کافی گزر گئی۔ ادھر حضرت صدیق اکبر کے مہمان سارے گھر والے آپ کے منتظر رہے کسی نے کھانا نہیں کھایا، ان کا خیال تھا کہ جناب صدیق کے

آنے پر سب مل کر کھائیں گے، صاحب خانہ کا انتظار سنت صحابہ ہے جیسا کہ معلوم ہوا۔

یعنی تمہارے دیر سے آنے سے تمہارے مہمانوں کو تکلیف ہوئی وہ اب تک بھوکے ہیں تم بہت دیر سے آئے، ایسی باتیں ہوا ہی کرتی ہیں اس میں بے ادبی یا گستاخی کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔

آپ نے سوال کیا کہ تم نے مہمانوں کو میرے بغیر ہی کیوں کھانا نہیں کھلا دیا، انہوں نے جواب دیا کہ ہم نے کھانا پیش کیا تھا مگر مہمانوں نے کہا کہ ہم جناب صدیق اکبر کے ساتھ ہی کھائیں گے، اس زمانہ میں قاعدہ تھا کہ مہمان میزبان مل کر کھانا کھاتے تھے اب بھی عرب میں یہ ہی دستور ہے۔

جناب صدیق اکبر کو خیال ہوا کہ ہمارے گھر والوں نے مہمانوں سے یوں ہی رسنا کھانے کے لیے کہا ہوگا اصرار نہیں کیا ہوگا ورنہ وہ ضرور کھا لیتے اس لیے آپ گھر والوں پر ناراض ہوئے اور کھانا نہ کھانے کی قسم کھالی۔ (مرقات)

بی بی صاحبہ کا نہ کھانے کی قسم کھالینا اس لیے تھا کہ خاوند کے بغیر بیوی کھانا کھا لینا معیوب سمجھتی ہیں یعنی اگر آپ بھوکے رہیں گے تو میں بھی بھوکی رہوں گی۔ مہمانوں نے خیال کیا کہ ہماری وجہ سے یہ آپس کی شکر رنجی ہوئی تو وہ بولے ہم بھی نہیں کھائیں گے ہم لوگ اس خانہ جنگی کا باعث بنے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ لوگ پہلے آپس میں صلح کریں پھر ہم کھانا کھائیں گے۔

اہل عرب خصوصاً مسلمان مدینہ اپنے مہمانوں کا بڑا احترام کرتے تھے اور کرتے ہیں انکی ہر ضد پوری کرتے ہیں اس لیے آپ نے اپنے مہمانوں کی خاطر اپنی قسم توڑ دی، اب بھی مہمان کی خاطر نفلی روزہ توڑ دینا جائز ہے جب کہ مہمان روزے دار میزبان کے بغیر کھانا نہ کھائے، یوں ہی اگر مہمان روزہ دار ہو اور میزبان کھانے کی ضد کرے تو مہمان نفلی روزہ توڑ سکتا ہے مگر قضا واجب ہوگی۔

یہ ہوئی جناب صدیق اکبر کی کرامت یعنی خود آپ اور آپ کے مہمان بلکہ سب گھر والے جب ایک لقمہ برتن سے اٹھاتے تو اس جگہ پیالہ میں نیچے سے کھانا اور نمودار ہو جاتا جو اٹھائے ہوئے لقمہ سے زیادہ ہوتا سبحان اللہ! کرامت معجزے کی قسم سے ہے کہ کھانے کی برکت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ بھی ہے حضرت صدیق اکبر کی کرامت بھی۔

آپ کی بیوی صاحبہ کا نام ام رومان ہے، آپ قبیلہ بنی فراس سے تھیں اس لیے جناب صدیق نے انہیں اخت بنی فراس فرمایا یعنی اس قبیلہ والوں کی بہن۔

قراة عینی یعنی آنکھوں کی ٹھنڈک سے مراد حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو میری آنکھوں کی ٹھنڈک

ہیں۔ (اشعد)

یعنی یہ کھانا کھا چکنے کے بعد پہلے سے تین گنا زیادہ ہو گیا یہ فقط اندازہ ہے۔

سبحان اللہ! کیسا مبارک کھانا تھا کہ اسے جناب صدیق اکبر ان کے گھر والوں کے مہمانوں نے بھی کھایا اور آخر میں

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کھایا وہ کھانا تو مبارک در مبارک ہو گیا۔

یعنی وہ حدیث مصابیح میں یہاں تھی مگر ہم نے مناسبت کے لحاظ سے باب المعجزات میں بیان کر دی۔

(بزاز المناجیح، ج ۸ ص ۱۱۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سے پہلی امتوں میں سے کچھ لوگ محدث ہوتے (یعنی ان کو الہام ہوتا) تو اگر میری امت میں کوئی محدث ہے تو وہ عمر ہے۔ (بخاری) مسلم نے یہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے اور دونوں روایات میں ابن وہب نے کہا کہ محدثوں کا معنی ہے الہام کیے گئے۔

(1509) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَقَدْ كَانَ فِيمَا قَبْلَكُمْ مِنَ الْأُمَمِ نَاسٌ مُّحَدَّثُونَ، فَإِنْ يَكُ فِي أُمَّتِي أَحَدٌ فَإِنَّهُ عُمَرُ". رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. وَرَوَاهُ مُسْلِمٌ مِنْ رِوَايَةِ عَائِشَةَ. وَفِي رِوَايَتَيْهَا قَالَ ابْنُ وَهْبٍ: "مُحَدَّثُونَ أَيْ مُلْهُمُونَ".

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب مناقب عمر بن الخطاب ابی حفص القرشی رضی اللہ عنہ، جلد 5، ص 12، رقم 3689 صحیح مسلم، باب من فضائل عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جلد 7، ص 115، رقم 6357 مسند الحمیدی، احادیث عائشہ رضی اللہ عنہا، جلد 1، ص 123، رقم 253 جامع الاصول لابن الثیر الجزری، ذکر عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، جلد 8، ص 610، رقم 6435)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس فرمان عالی کے بہت مطلب ہو سکتے ہیں۔ آسان مطلب یہ ہے کہ محدثوں سے مراد ہیں صاحب وحی انبیاء کرام یعنی گزشتہ امتوں میں حضرات انبیاء کرام ہوتے تھے، اگر میری امت میں کوئی نبی ہوتے تو وہ عمر ہوتے، اس کی شرح وہ حدیث ہے لو کان بعدی نبی لکان عمر اگر میرے بعد نبی ہوتا تو جناب عمر نبی ہوتے ورنہ حضور کی امت میں ہر زمانہ میں ہزار ہا الہام والے اولیاء اللہ ہوتے رہے اور ہوتے رہیں گے، تمام صحابہ خصوصاً حضرت عثمان و علی و صدیق صاحب الہام اولیاء اللہ تھے۔ (ازمرقات) (بزاز المناجیح، ج ۸ ص ۲۷۹)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اہل کوفہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی شکایت حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے شکایت کی۔ آپ نے ان کی طرف حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو گورنر بنا کر بھیج دیا۔ تو انہوں نے حضرت سعد کے خلاف یہاں تک شکایت بیان کی کہ وہ اچھے طریقہ سے نماز نہیں پڑھاتے تو

(1510) وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سُمَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَ: شَكَأَ أَهْلُ الْكُوفَةِ سَعْدًا يَعْجَبِي: ابْنُ أَبِي وَقَاصٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَعَزَلَهُ، وَاسْتَعْمَلَ عَلَيْهِمُ عَمَارًا، فَشَكَوْا حَتَّى ذَكَرُوا أَنَّهُ لَا يُحْسِنُ يُصَلِّي، فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ، فَقَالَ: يَا أَبَا إِسْحَاقَ، إِنَّ هَؤُلَاءِ يَزْعُمُونَ أَنَّكَ لَا

تُحْسِنُ تُصَلِّى، فَقَالَ: أَمَا أَنَا وَاللَّهِ قَالِي كُنْتُ أَصَلِّ
 بِهِمْ صَلَاةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَا
 أُخْرِمُهُ عَنْهَا، أَصَلِّى صَلَاةَ الْعِشَاءِ فَأَرْكُدُ فِي
 الْأُولَيَيْنِ، وَأُخْفُ فِي الْأُخْرَيَيْنِ. قَالَ: ذَلِكَ الظَّنُّ
 بِكَ يَا أَبَا إِسْحَاقَ، وَأَرْسَلَ مَعَهُ رَجُلًا - أَوْ رَجَالًا - إِلَى
 الْكُوفَةِ يَسْأَلُ عَنْهُ أَهْلَ الْكُوفَةِ، فَلَمْ يَدْعُ
 مَسْجِدًا إِلَّا سَأَلَ عَنْهُ، وَيُثْنُونَ مَعْرُوفًا، حَتَّى دَخَلَ
 مَسْجِدًا لِابْنِ عَبَّاسٍ، فَقَامَ رَجُلٌ مِنْهُمْ، يُقَالُ لَهُ
 أَسَامَةُ بْنُ قَتَادَةَ، يُكَلِّمِي أَبَا سَعْدَةَ، فَقَالَ: أَمَا إِذَا
 نَشَدْتَنَا فَإِنَّ سَعْدًا كَانَ لَا يَسِيرُ بِالسَّرِيَّةِ وَلَا
 يَقْسِمُ بِالسُّوِيَّةِ، وَلَا يَعْدِلُ فِي الْقَضِيَّةِ. قَالَ سَعْدٌ:
 أَمَا وَاللَّهِ لَا دَعْوَانَ بِثَلَاثٍ: أَللَّهُمَّ إِنْ كَانَ عَبْدُكَ
 هَذَا كَاذِبًا، قَامَ رِيَاءً، وَسُمْعَةً، فَأَطْلُ عُمْرَهُ، وَأَطْلُ
 فَقْرَهُ، وَعَرِّضْهُ لِلْفِتَنِ. وَكَانَ بَعْدَ ذَلِكَ إِذَا سُئِلَ
 يَقُولُ: شَيْخٌ كَبِيرٌ مَفْتُونٌ، أَصَابَتْهُ دَعْوَةٌ
 سَعْدٍ. قَالَ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عُمَيْرٍ الرَّائِي عَنْ جَابِرِ
 بْنِ سَمُرَةَ: فَأَنَا رَأَيْتُهُ بَعْدَ قَدْ سَقَطَ حَاجِبَاهُ عَلَى
 عَيْنَيْهِ مِنَ الْكِبَرِ، وَإِنَّهُ لَيَتَعَرَّضُ لِلْجَوَارِي فِي
 الطَّرِيقِ فَيَغْبِرُهُنَّ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف پیغام بھیجا اور کہا اے
 ابواسحاق یہ لوگ کہتے ہیں کہ تم اچھی طرح نماز نہیں
 پڑھاتے تو انہوں نے کہا: میں تو اللہ کی قسم! رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسی نماز ان کو پڑھاتا ہوں۔ اس میں کمی نہیں
 کرتا۔ میں عشاء کی نماز پڑھاتا ہوں تو پہلی دو رکعتوں کو
 طویل کرتا ہوں اور پچھلی دو رکعتوں کو مختصر فرمایا: اے
 ابواسحاق تیرے بارے میں گمان یہی ہے پھر ان کے
 ساتھ ایک آدمی یا زیادہ آدمیوں کو بھیجا کہ اس کے
 بارے میں اہل کوفہ سے دریافت کریں۔ وہ کوفہ کی ہر
 مسجد میں گئے۔ (حضرت سعد کے متعلق) پوچھا سب
 ان کی تعریف کرتے حتیٰ کہ بنوعس کی مسجد میں داخل
 ہوئے۔ تو ان میں سے ایک آدمی جس کا نام اسامہ بن
 قتادہ تھا کھڑا ہو گیا۔ اس کی کنیت ابوسعده تھی۔ اس نے
 کہا جب تو نے قسم دے کر پوچھا ہے تو سعد لشکر جہاد کے
 ساتھ نہیں جاتے۔ برابر تقسیم نہیں کرتے۔ فیصلہ میں عدل
 نہیں کرتے تو حضرت سعد نے کہا اللہ کی قسم میں تین
 دعائیں کروں گا۔ اے اللہ اگر تیرا یہ بندہ جھوٹا ہے
 ریا کاری اور طلب شہرت کے لیے کھڑا ہوا ہے تو اس کی
 عمر لمبی کر اس کی محتاجی طویل فرما اور اس کو فتنوں کا نشانہ
 بنا دے۔ وہ آدمی پھر اس حال کو پہنچا کہ اس کو پوچھا جاتا
 تو کہتا بہت بوڑھا ہوں، فتنوں میں مبتلا ہوں، مجھے حضرت
 سعد کی بددعا لگی ہے۔ جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت
 کرنے والے عبدالملک بن عمیر کہتے ہیں میں نے اس
 (جھوٹے) کو دیکھا کہ اس کے ابرو آنکھوں پر ڈھلکے
 ہوئے تھے اور وہ راستہ میں نوجوان لڑکیوں کے پیچھے لگا

رہتا اور ان کو ارشاد کرتا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب وجوب القراءة للامام والماموم فی الصلوات کلھا فی الحضرة والنصر، جلد 1، ص 151، رقم 755 صحیح مسلم، باب القراءة فی الظهر والعصر، جلد 2، ص 38، رقم الحدیث 1044 السنن الکبریٰ للبیہقی، باب السنن تطویل الاولین و تحفیف الاخرین، جلد 2، ص 65، رقم 2584 صحیح ابن حبان، باب صفة الصلاة، جلد 5، صفحہ 168، رقم 1859)

شرح حدیث: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کی کنیت ابواسحاق ہے اور خاندان قریش کے ایک بہت ہی نامور شخص ہیں جو مکہ مکرمہ کے رہنے والے ہیں۔ یہ ان خوش نصیبوں میں سے ایک ہیں جن کو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے جنت کی بشارت دی۔ یہ ابتدائے اسلام ہی میں جبکہ ابھی ان کی عمر سترہ برس کی تھی دامن اسلام میں آگئے اور حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے ساتھ ساتھ تمام معرکوں میں حاضر رہے۔ یہ خود فرمایا کرتے تھے کہ میں وہ پہلا شخص ہوں جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں کفار پر تیر چلایا اور ہم لوگوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ رہ کر اس حال میں جہاد کیا کہ ہم لوگوں کے پاس سوائے بول کے پتوں اور بول کی پھلیوں کے کوئی کھانے کی چیز نہ تھی۔ (الاکمال فی اسماء الرجال، حرف السین، فصل فی الصحابة، ص ۵۹۶ ملحقاً و معرفۃ الصحابة، معرفۃ سعد بن ابی وقاص... الخ، الحدیث: ۵۲۵، ج ۱، ص ۱۳۵)

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے خاص طور پر ان کے لئے یہ دعا فرمائی:

اللَّهُمَّ سَيِّدُ سَهْمَةٍ وَأَجِبْ دَعْوَتَهُ

(کنز العمال، کتاب الفضائل، فضائل الصحابة، سعد بن ابی وقاص... الخ، الحدیث: ۳۶۳۰، ج ۷، الجزء ۱۳، ص ۹۲)

اے اللہ! عزوجل ان کے تیر کے نشانہ کو درست فرمادے اور ان کی دعا کو مقبول فرما!

خلافت راشدہ کے زمانے میں بھی یہ فارس اور روم کے جہادوں میں سپہ سالار رہے امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دور خلافت میں ان کو کوفہ کا گورنر مقرر فرمایا پھر اس عہدہ سے معزول کر دیا اور یہ برابر جہادوں میں کفار سے کبھی سپاہی بن کر اور کبھی اسلامی لشکر کے سپہ سالار بن کر لڑتے رہے۔ جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ امیر المؤمنین ہوئے تو انہوں نے دوبارہ انہیں کوفہ کا گورنر بنا دیا۔ یہ مدینہ منورہ کے قریب مقام عقیق میں اپنا ایک گھر بنا کر اس میں رہتے تھے اور ۵۵ھ میں جبکہ ان کی عمر شریف پچھتر برس کی تھی اسی مکان کے اندر وصال فرمایا۔ آپ نے وفات سے پہلے یہ وصیت فرمائی تھی کہ میرے کفن میں میرا اون کا وہ پرانا جبہ ضرور پہنایا جائے جس کو پہن کر میں نے جنگ بدر میں کفار سے جہاد کیا تھا چنانچہ وہ جب آپ کے کفن میں شامل کیا گیا۔ لوگ فرط عقیدت سے آپ کے جنازے کو کندھوں پر اٹھا کر مقام عقیق سے مدینہ منورہ لائے اور حاکم مدینہ مروان بن الحکم نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں آپ کی قبر منور بنائی۔

عشرہ مبشرہ یعنی جنت کی خوشخبری پانے والے دس صحابیوں میں سے یہی سب سے اخیر میں دنیا سے تشریف لے گئے اور ان کے بعد دنیا عشرہ مبشرہ کے ظاہری وجود سے خالی ہوگئی مگر زمانہ ان کی برکات سے ہمیشہ ہمیشہ مستفیض ہوتا رہے گا۔
(الاکمال فی اسما الرجال، حرف السین، فصل فی الصحابہ، ص ۵۹۶ و اسد الغابہ، سعد بن مالک القرظی، ج ۲، ص ۳۳۲، ۳۳۳، ملقطاً و ملخصاً)

کرامات

آپ کی کرامتوں میں سے چند کرامات مندرجہ ذیل ہیں:

بد نصیب بوڑھا

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ کوفہ کے کچھ لوگ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شکایات لے کر امیر المؤمنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دربار خلافت مدینہ منورہ میں پہنچے۔ حضرت امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان شکایات کی تحقیقات کے لیے چند معتمد صحابیوں رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ کوفہ بھیجا اور یہ حکم فرمایا کہ کوفہ شہر کی ہر مسجد کے نمازیوں سے نماز کے بعد یہ پوچھا جائے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیسے آدمی ہیں؟ چنانچہ تحقیقات کرنے والوں کی اس جماعت نے جن جن مسجدوں میں نمازیوں کو قسم دے کر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں دریافت کیا تو تمام مسجدوں کے نمازیوں نے ان کے بارے میں کلمہ خیر کہا اور مدح و ثناء کی نگر ایک مسجد میں فقط ایک آدمی جس کا نام ابو سعد ہوتا تھا اس نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تین شکایات پیش کیں اور کہا: لَا يَقْسِمُ بِالسُّوِيَّةِ وَلَا يَسِيْرُ بِالسَّمِيَّةِ وَلَا يَعْدِلُ فِي الْقَضِيَّةِ (یعنی یہ مال غنیمت برابری کے ساتھ تقسیم نہیں کرتے اور خود لشکروں کے ساتھ جہاد میں نہیں جاتے اور مقدمات کے فیصلوں میں عدل نہیں کرتے)

یہ سن کر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوراً ہی یہ دعا مانگی: اے اللہ! اگر یہ شخص جھوٹا ہے تو اس کی عمر لمبی کر دے اور اس کی محتاجی کو دراز کر دے اور اس کو فتنوں میں مبتلا کر دے۔ عبد الملک بن عمیر تابعی کا بیان ہے کہ اس دعا کا میں نے یہ اثر دیکھا کہ ابو سعد ہاس قدر بوڑھا ہو چکا تھا کہ بڑھاپے کی وجہ سے اس کی دونوں بھویں اس کی دونوں آنکھوں پر لٹک پڑی تھیں اور وہ در بدر بھیک مانگ مانگ کر انتہائی فقیری اور محتاجی کی زندگی بسر کرتا تھا اور اس بڑھاپے میں بھی وہ راہ چلتی ہوئی جوان جوان لڑکیوں کو چھیڑتا تھا اور ان کے بدن میں چٹکیاں بھرتا رہتا تھا اور جب کوئی اس سے اس کا حال پوچھتا تھا تو وہ کہا کرتا تھا کہ میں کیا بتاؤں؟ میں ایک بڑھا ہوں جو فتنوں میں مبتلا ہوں کیونکہ مجھ کو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بد دعا لگ گئی ہے۔

(حجۃ اللہ علی العالمین، الخاتمة فی اثبات کرامات الاولیاء... الخ، المطلب الثالث فی ذکر جملة جملة... الخ، ص ۲۱۵)

دشمن صحابہ کا انجام

ایک شخص حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شان میں گستاخی و بے ادبی کے الفاظ بکنے لگا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تم اپنی اس خبیث حرکت سے باز رہو ورنہ میں تمہارے لئے بددعا کروں گا۔ اس گستاخ و بے باک نے کہہ دیا کہ مجھے آپ کی بددعا کی کوئی پرواہ نہیں۔ آپ کی بددعا سے میرا کچھ بھی نہیں بگڑ سکتا۔ یہ سن کر آپ کو جلال آ گیا اور آپ نے اس وقت یہ دعا مانگی کہ یا اللہ! عزوجل اگر اس شخص نے تیرے پیارے نبی کے پیارے صحابہ کی توہین کی ہے تو آج ہی اس کو اپنے قہر و غضب کی نشانی دکھا دے تاکہ دوسروں کو اس سے عبرت حاصل ہو۔ اس دعا کے بعد جیسے ہی وہ شخص مسجد سے باہر نکلا تو بالکل ہی اچانک ایک پاگل اونٹ کہیں سے دوڑتا ہوا آیا اور اس کو دانتوں سے پچھاڑ دیا اور اس کے اوپر بیٹھ کر اس کو اس قدر زور سے دبا یا کہ اس کی پسلیوں کی ہڈیاں چور چور ہو گئیں اور وہ فوراً ہی مر گیا۔ یہ منظر دیکھ کر لوگ دوڑ دوڑ کر حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مبارک باد دینے لگے کہ آپ کی دعا مقبول ہو گئی اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا دشمن ہلاک ہو گیا۔

(دلائل النبوة للبیہقی، باب ماجاء فی دعاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سعد بن ابی وقاص... الخ، ج ۶، ص ۱۹۰)

گستاخ کی زبان کٹ گئی

جنگ قادسیہ میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلامی لشکروں کے سپہ سالار تھے لیکن آپ زخموں سے نڈھال تھے اس لئے میدان جنگ میں نکل کر جنگ نہیں کر سکے بلکہ سینے کے نیچے ایک تکیہ رکھ کر اور پیٹ کے بل لیٹ کر فوجوں کی کمان کرتے رہے۔ بڑی خونریز اور گھمسان کی جنگ کے بعد جب مسلمانوں کی فتح مبین ہو گئی تو ایک مسلمان سپاہی نے یہ گستاخی اور بے ادبی کی کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر نکتہ چینی کرتے ہوئے ان کی شان میں ہجو اور بے ادبی کے اشعار لکھ ڈالے جو یہ ہیں:

نُقَاتِلْ حَتَّى يُنْزَلَ اللَّهُ نَصْرَهُ
وَسَعْدٌ بِبَابِ الْقَادِيسِيَّةِ مُعْصَمٌ

(ہم لوگ جنگ کرتے ہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنی مدد نازل فرما دیتا ہے اور حضرت سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا یہ

حال ہے کہ وہ قادسیہ کے پھانک پر محفوظ ہو کر بیٹھے ہی رہتے ہیں۔)

فَأَبْنَا وَقَدْ آمَتِ نِسَاءُ كَثِيرَةٌ
وَنِسْوَةٌ سَعْدٍ لَيْسَ فِيهِمْ أَيْدَمٌ

(ہم جب جنگ سے واپس آئے تو بہت سی عورتیں بیوہ ہو چکیں تھیں لیکن سعد کی کوئی بیوی بھی بیوہ نہیں ہوئی۔)

اس دل خراش ہجو سے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قلب نازک پر بڑی زبردست چوٹ لگی اور آپ نے اس طرح دعا مانگی کہ یا اللہ! عزوجل اس شخص کی زبان اور ہاتھ کو میری ہجو کرنے سے روک دے۔ آپ کی زبان سے ان کلمات کا نکلنا تھا کہ یکا یک کسی نے اس گستاخ سپاہی کو اس طرح تیر مارا کہ اس کی زبان کٹ کر گر پڑی اور اس کا

ہاتھ بھی کٹ گیا اور وہ شخص ایک لفظ بھی نہ بول سکا اس کا دم نکل گیا۔

(الہدایۃ والنہایۃ، سنۃ اربع عشرۃ من الهجرة، فزود القادسیۃ، ج ۵، ص ۱۱۳ ملحقاً و تم دخلت سنۃ اربع و خمسين، ذکر توفی فیہا... الخ، ج ۵، ص ۵۷۲-۵۷۳ ملحقاً و لائل النبوة لابن نعیم، اجابۃ الدعوة، اللہم کف لسانہ... الخ، ج ۲، ص ۱۲۱)

چہرہ پیٹھ کی طرف ہو گیا

ایک عورت کی یہ عادت بد تھی کہ وہ ہمیشہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان میں جھانک جھانک کر آپ کے گھریلو حالات کی جستجو و تلاش کیا کرتی تھی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بار بار اس کو سمجھایا اور منع کیا مگر وہ کسی طرح باز نہیں آئی۔ یہاں تک کہ ایک دن نہایت جلال میں آپ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکل پڑے کہ تیرا چہرہ بگڑ جائے ان لفظوں کا یہ اثر ہوا کہ اس عورت کی گردن گھوم گئی اور اس کا چہرہ پیٹھ کی طرف ہو گیا۔

(حجۃ اللہ علی العالمین، الخاتمة فی اثبات کرامات الاولیاء... الخ، المطلب الثالث فی ذکر جملة حمیلة... الخ، ص ۶۱۶)

ایک خارجی کی ہلاکت

ایک گستاخ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گالی دی۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سن کر رنج و غم میں ڈوب گئے اور جوش میں آ کر یہ دعا کر دی کہ یا اللہ! عزوجل اگر یہ تیرے اولیاء میں سے ایک ولی کو گالیاں دے رہا ہے تو اس مجلس کے برخاست ہونے سے قبل ہی اس شخص کو اپنا قہر و غضب دکھا دے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان اقدس سے اس دعا کا نکلنا تھا کہ اس مردود کا گھوڑا بدک گیا اور وہ پتھروں کے ڈھیر میں منہ کے بل گر پڑا اور اس کا سر پاش پاش ہو گیا جس سے وہ ہلاک ہو گیا۔

(حجۃ اللہ علی العالمین، الخاتمة فی اثبات کرامات الاولیاء... الخ، المطلب الثالث فی ذکر جملة حمیلة... الخ، ص ۶۱۶)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مذکورہ بالا ان پانچ کرامتوں سے ہم کو دو سبق ملتے ہیں:

اول: یہ کہ محبوبان بارگاہ الہی یعنی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام و صدیقین اور شہداء کرام و صالحین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کی شان میں ادنیٰ درجے کی بددعائیں بہت ہی خطرناک اور ہلاکت آفریں بلائیں ہیں۔ ان بزرگوں کی بددعا اور پھٹکار اور ان کی شان میں گستاخی اور بے ادبی یہ قہر الہی کا سگنل ہے۔ ان خدا کے مقدس اور محبوب بندوں کی ذرا سی بھی بے ادبی کو خداوند قدوس کی شان قہاری و جباری معاف نہیں فرماتی بلکہ ضرور ان گستاخوں کو دونوں جہان کے عذاب میں گرفتار کر دیتی ہے۔

دوم: یہ کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں علماء، اولیاء اور تمام صالحین کی بددعائیں بہت ہی خطرناک اور ہلاکت آفریں بلائیں ہیں۔ ان بزرگوں کی بددعا اور پھٹکار وہ تلوار ہے جس کی کوئی ڈھال نہیں اور یہ تباہی و بربادی کا وہ زہر آلود تیر ہے جس کا نشانہ کبھی خطا نہیں کرتا لہذا ہر مسلمان پر لازم ہے کہ زندگی بھر ہر قدم پر یہ دھیان رکھے کہ کبھی بھی اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی شان میں ذرہ بھر بھی بے ادبی نہ ہونے پائے اور بزرگان دین میں سے کسی کی بھی بددعا نہ لے بلکہ ہمیشہ اس کو

شش میں لگا رہے کہ خدا عزوجل کے نیک بندوں کی دعائیں ملتی رہیں کیونکہ نیک بندوں کی بدعائیں بربادی کا خوفناک سنگل اور ان کی دعائیں آبادی کا شیریں پھل ہیں۔

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ سے اروکی بنت اوس نے جھگڑا کیا اور انہیں مروان بن حکم کے پاس لے گئی اور دعویٰ کیا کہ حضرت سعید نے اس کی زمین میں سے کچھ دبا لیا ہے۔ حضرت سعید نے کہا میں اس کی زمین لوں گا؟ جب کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث سنی ہے مروان نے کہا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا سنا ہے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا جس نے ایک بالشت زمین بطور ظلم چھینی اس کو سات زمینوں تک اس کا طوق پہنایا جائے گا۔ مروان نے کہا اس کے بعد میں آپ سے کوئی گواہی طلب نہیں کرتا۔ حضرت سعید نے کہا اے اللہ اگر یہ جھوٹی ہے تو اس کو اندھا کر دے اور اس کی زمین میں اس کو قتل کرنا۔ عروہ کہتے ہیں کہ وہ مرنے سے پہلے اندھی ہو گئی اور اس دوران کہ جب وہ اپنی زمین میں چل رہی تھی ایک گڑھے میں گر کر مر گئی۔ (متفق علیہ)

اور مسلم کی ایک روایت حضرت محمد بن زید بن عبد الرحمن عمرہ سے اسی کے ہم معنی روایت ہے۔ اس میں ہے کہ محمد بن زید نے اس عورت کو اندھی دیواروں کو ٹٹوتی ہوئی کو دیکھا کہتی تھی مجھے سعید کی بددعا لگی اور اس زمین میں جس کا جھگڑا حضرت سعید رضی اللہ عنہ سے کیا تھا کے ایک کنویں کے پاس سے گزری تو اس میں گر پڑی اور وہی اس کی قبر بن گئی۔

(1511) وَعَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ: أَنَّ سَعِيدَ بْنَ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نَفِيلٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، خَاصَمَتْهُ أَرْوَى بِنْتُ أَوْسٍ إِلَى مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ، وَادَّعَتْ أَنَّهُ أَخَذَ شَيْئًا مِنْ أَرْضِهَا، فَقَالَ سَعِيدٌ: أَنَا كُنْتُ أَخَذُ شَيْئًا مِنْ أَرْضِهَا بَعْدَ الَّذِي سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؛ قَالَ: مَاذَا سَمِعْتَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «مَنْ أَخَذَ شَيْئًا مِنَ الْأَرْضِ ظُلْمًا، طُوقَهُ إِلَى سَبْعِ أَرْضِينَ» فَقَالَ لَهُ مَرْوَانُ: لَا أَسْأَلُكَ بِبَيْتَةٍ بَعْدَ هَذَا، فَقَالَ سَعِيدٌ: اللَّهُمَّ إِنْ كَانَتْ كَاذِبَةً، فَأَعْمِ بَصَرَهَا، وَاقْتُلْهَا فِي أَرْضِهَا، قَالَ: فَمَا مَاتَتْ حَتَّى ذَهَبَ بَصَرُهَا، وَبَيْنَمَا هِيَ تَمْشِي فِي أَرْضِهَا إِذْ وَقَعَتْ فِي حُفْرَةٍ فَمَاتَتْ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ مَعْنَانَ، وَأَنَّهُ رَأَاهَا عَمِيَاءَ تَلْتَمِسُ الْجُنْدَ تَقُولُ: أَصَابَتْنِي دَعْوَةُ سَعِيدٍ، وَأَنَّهَا مَرَّتْ عَلَى بَيْتِي فِي الدَّارِ الَّتِي خَاصَمْتُهُ فِيهَا، فَوَقَعَتْ فِيهَا، وَكَانَتْ قَبْرَهَا.

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ماجاء فی سبع ارضین، جلد 4، صفحہ 107، رقم 3198 صحیح مسلم، باب تحریر الظلم و غصب الارض وغیرها، جلد 5، ص 58، رقم 4219 مسند امام احمد بن حنبل، مسند سعید بن زید، جلد 1، ص 188، رقم 1633 مصنف ابن ابی شیبہ، باب فی الرجل لیسرق من الرجل الخداء والارض، جلد 4، ص 449، رقم 22014 معرفة الصحابة لابن نعیم، باب معرفة ما أسند سعید بن زید عن رسول الله ﷺ، جلد 2، ص 106، رقم 547)

شرح حدیث: حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ عشرہ مبشرہ یعنی ان دس صحابیوں رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے ہیں جن کو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے جنتی ہونے کی خوشخبری سنائی ہے۔ یہ خاندان قریش میں سے ہیں اور زمانہ جاہلیت کے مشہور موحد زید بن عمرو بن نفیل کے فرزند اور امیر المؤمنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بہنوئی ہیں یہ جب مسلمان ہوئے تو ان کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسی سے باندھ کر مارا اور ان کے گھر میں جا کر ان کو اور اپنی بہن فاطمہ بنت الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بھی مارا مگر یہ دونوں استقامت کا پہاڑ بن کر اسلام پر ثابت قدم رہے۔ جنگ بدر میں ان کو اور حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ابوسفیان کے قافلہ کا پتلاگانے کے لیے بھیج دیا تھا اس لئے یہ جنگ بدر کے معرکہ میں حصہ نہ لے سکے مگر اس کے بعد کی تمام لڑائیوں میں یہ شمشیر بکف ہو کر کفار سے ہمیشہ جنگ کرتے رہے۔ گندمی رنگ، بہت ہی دراز قد، خوبصورت اور بہادر جوان تھے۔ تقریباً ۵۰ھ میں ستر برس کی عمر پا کر مقام عقیق میں وصال فرمایا اور لوگوں نے آپ کے جنازہ مبارکہ کو مدینہ منورہ لا کر آپ کو جنت البقیع میں دفن کیا۔ (الاکمال فی اسماء الرجال، حرف السین، فصل فی الصحابة، ص ۵۹۶ والاستیعاب، باب حرف السین، سعید بن زید بن عمرو، ج ۲، ص ۸۷۸ و اسد الغابہ، عمر بن الخطاب، ج ۴، ص ۱۵۸-۱۵۹)

اللہ والوں کی یہ کرامت ہے کہ ان کی دعائیں بہت زیادہ اور بہت جلد مقبول ہوا کرتی ہیں اور ان کی زبان سے نکلے الفاظ کا ثمرہ خداوند کریم ضرور عالم وجود میں لاتا ہے۔ سچ ہے۔

جو جذب کے عالم میں نکلے لب مومن سے

وہ بات حقیقت میں تقدیر الہی ہے

(1512) وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: لَمَّا حَضَرَتْ أُمُّ دُعَانِي أَبِي مِنَ اللَّيْلِ فَقَالَ: مَا أَرَانِي إِلَّا مَقْتُولًا فِي أَوَّلِ مَنْ يُقْتَلُ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَإِنِّي لَا أَتْرُكُ بَعْدِي أَعَزَّ عَلَى مِنْكَ غَيْرَ نَفْسِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَإِنَّ عَلَى دَيْنًا فَاقِضْ، وَاسْتَوْصِ بِأَخْوَاتِكَ خَيْرًا، فَأَصْبَحْنَا، فَكَانَ أَوَّلَ قَتِيلٍ

حضرت جابر بن عبد اللہ ﷺ سے روایت ہے جب احد کا دن تھا تو مجھے میرے باپ عبد اللہ نے رات کو بلایا اور کہا کہ میرا خیال ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سے سب سے پہلے میں شہید کیا جاؤں گا۔ میں اپنے بعد رسول اللہ ﷺ کے سوا کوئی تجھ سے زیادہ پیارا چھوڑ نہیں رہا۔ اور میرے ذمہ قرض ہے ادا کر دینا۔ اپنی بہنوں کا اچھی طرح خیال کرنا، صبح ہوئی تو وہ سب سے پہلے شہید

وَدَفَنْتُ مَعَهُ آخَرَ فِي قَبْرِهِ، ثُمَّ لَمْ تَطْبُ نَفْسِي أَنْ
 أَتُرْكُهُ مَعَ آخَرَ، فَاسْتَخَرْتُ جُثَّةَ بَعْدَ سِتَّةِ أَشْهُرٍ، فَإِذَا
 هُوَ كَيَوْمٍ وَضَعْتُهُ غَيْرَ أُذُنِهِ، فَجَعَلْتُهُ فِي قَبْرِ عَلِيٍّ
 حِدَاةً. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

ہوئے۔ میں نے انہیں ایک اور آدمی کے ساتھ ایک قبر
 میں اکٹھا دفن کر دیا۔ پھر مجھے ان کو دوسرے کے ساتھ
 ایک قبر میں رکھنا مناسب محسوس ہوا۔ میں نے ان کو چھ
 ماہ کے بعد نکالا تو وہ اسی طرح تھے جس طرح ان کو قبر میں
 رکھا تھا۔ صرف ان کے کان پر کچھ خراش تھی تو میں نے
 ان کو الگ قبر میں دفن کر دیا۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب هل يخرج الميت من القبر واللحد لعله، جلد 2، ص 93، رقم 1351، السنن الکبریٰ
 للبیہقی، باب من احتاط فأوصى بقضاء ديونه، جلد 6، ص 285، رقم 13054، جامع الاصول لابن اثیر، الفصل الخامس فی الدفن
 الفرع الاول فی دفن الشهداء جلد 11، ص 136، رقم 8635، المستدرک للحاکم، باب ذکر مناقب عبداللہ بن عمرو بن حرام، جلد
 6، ص 323، رقم 4913، معرفة الصحابة لابن نعیم، ذکر عبداللہ بن عمرو بن حرام الانصاری، جلد 4، ص 222، رقم 3871)

شرح حدیث: حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ مدینہ منورہ کے رہنے والے انصاری ہیں اور مشہور صحابی حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد ماجد ہیں۔ قبیلہ انصار
 میں یہ اپنے خاندان بنی سلمہ کے سردار اور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے بہت ہی جاں نثار صحابی ہیں۔ جنگ بدر
 میں بڑی بہادری اور جاں بازی کے ساتھ کفار سے لڑے اور ۳۰ سالہ میں جنگ احد کے دن سب سے پہلے جام شہادت سے
 سیراب ہوئے۔ (اسد الغابہ، عبداللہ بن عمرو بن حرام، ج ۳، ص ۳۵۳)

بخاری شریف وغیرہ کی روایت ہے کہ انہوں نے رات میں اپنے فرزند حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر یہ فرمایا:
 میرے پیارے بیٹے! کل صبح جنگ احد میں سب سے پہلے میں ہی شہادت سے سرفراز ہوں گا اور بیٹا سن لو! رسول اللہ
 عزوجل صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے بعد تم سے زیادہ میرا کوئی پیارا نہیں ہے لہذا تم میرا قرض ادا کر دینا اور اپنی بہنوں
 کے ساتھ اچھا سلوک کرنا یہ میری آخری وصیت ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ واقعی صبح کو میدان جنگ میں سب سے پہلے میرے والد حضرت عبداللہ
 بن عمرو بن حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی شہید ہوئے۔

(صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب هل يخرج الميت من القبر... الخ، الحدیث: ۱۳۵۱، ج ۱، ص ۳۵۳)

کرامات

فرشتوں نے سایہ کیا

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جنگ احد کے دن جب میرے والد حضرت عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ

عنہ کی مقدس لاش کو اٹھا کر بارگاہ رسالت میں لائے تو انکا یہ حال تھا کہ کافروں نے ان کے کان اور ناک کو کاٹ کر ان کی صورت بگاڑ دی تھی۔ میں نے چاہا کہ ان کا چہرہ کھول کر دیکھوں تو میری برادری اور کنبہ قبیلہ والوں نے مجھے اس خیال سے منع کر دیا کہ لڑکا اپنے باپ کا یہ حال دیکھ کر رنج و غم سے نڈھال ہو جائے گا۔ اتنے میں میری پھوپھی روتی ہوئی ان کی لاش کے پاس آئیں تو سید عالم حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ تم ان پر روؤ یا نہ روؤ فرشتوں کی فوج برابر لگا تا ان کی لاش پر اپنے بازوؤں سے سایہ کرتی رہی ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب ظل المسکین علی الشہید، الحدیث: ۲۸۱۶، ج ۲، ص ۲۵۸)

کفن سلامت، بدن تروتازہ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ جنگ احد کے دن میں نے اپنے والد حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک دوسرے شہید (حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ساتھ ایک ہی قبر میں دفن کر دیا تھا۔ پھر مجھے یہ اچھا نہیں لگا کہ میرے باپ ایک دوسرے شہید کی قبر میں دفن ہیں اس لئے میں نے اس خیال سے کہ ان کو ایک الگ قبر میں دفن کروں۔ چھ ماہ کے بعد میں نے ان کی قبر کو کھود کر لاش مبارک کو نکالا تو وہ بالکل اسی حالت میں تھے جس حالت میں ان کو میں نے دفن کیا تھا۔ بجز اس کے کہ انکے کان پر کچھ تغیر ہوا تھا۔

(صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب هل یخرج المیت من القبر... الخ، الحدیث: ۱۳۵۱، ج ۱، ص ۴۵۳)

اور ابن سعد کی روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرے پر زخم لگا تھا اور ان کا ہاتھ ان کے زخم پر تھا جب ان کا ہاتھ ان کے زخم سے ہٹایا گیا تو زخم سے خون بہنے لگا۔ پھر جب ان کا ہاتھ ان کے زخم پر رکھ دیا گیا تو خون بند ہو گیا اور ان کا کفن جو ایک چادر تھی جس سے چہرہ چھپا دیا گیا تھا اور ان کے پیروں پر گھاس ڈال دی گئی تھی، چادر اور گھاس دونوں کو ہم نے اسی طرح پر پڑا ہوا پایا۔ (الطبقات الکبریٰ لابن سعد، عبداللہ بن عمرو بن حرام، ج ۳، ص ۴۲۳)

پھر اس کے بعد مدینہ منورہ میں نہروں کی کھدائی کے وقت جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ اعلان کرایا کہ سب لوگ میدان احد سے اپنے اپنے مردوں کو ان کی قبروں سے نکال کر لے جائیں تو حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دوبارہ چھپالیس برس کے بعد اپنے والد ماجد حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر کھود کر ان کی مقدس لاش کو نکالا تو میں نے ان کو اس حال میں پایا کہ اپنے زخم پر ہاتھ رکھے ہوئے تھے۔ جب ان کا ہاتھ اٹھایا گیا تو زخم سے خون بہنے لگا پھر جب ہاتھ زخم پر رکھ دیا گیا تو خون بند ہو گیا اور ان کا کفن جو ایک چادر کا تھا بدستور صحیح و سالم تھا۔

(حجۃ اللہ علی العالمین، الخاتمۃ فی اثبات کرامات الاولیاء... الخ، المطلب الثالث فی ذکر جملۃ جمیلۃ... الخ، ص ۶۱۷)

قبر میں تلاوت

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اپنی زمین کی دیکھ بھال کے لیے غابہ جا رہا تھا تو راستہ میں

رات ہوگئی۔ اس لئے میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر کے پاس ٹھہر گیا۔ جب کچھ رات گزر گئی تو میں نے ان کی قبر میں سے تلاوت کی اتنی بہترین آواز سنی کہ اس سے پہلے اتنی اچھی قرأت میں نے کبھی بھی نہیں سنی تھی۔

جب میں مدینہ منورہ کو لوٹ کر آیا اور میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ کیا اے طلحہ! تم کو یہ معلوم نہیں کہ خدا نے ان شہیدوں کی ارواح کو قبض کر کے زبرد اور یا قوت کی قندیلوں میں رکھا ہے اور ان قندیلوں کو جنت کے باغوں میں آویزاں فرما دیا ہے جب رات ہوتی ہے تو یہ روحیں قندیلوں سے نکال کر ان کے جسموں میں ڈال دی جاتی ہیں پھر صبح کو وہ اپنی جگہوں پر واپس لائی جاتی ہیں۔

(حجۃ اللہ علی العالمین، الخاتمة فی اثبات کرامات الاولیاء... الخ، المطلب الثالث فی ذکر جملة جمیلة... الخ، ص ۶۲۰)

یہ مستند روایات اس بات کا ثبوت ہیں کہ حضرات شہداء کرام اپنی اپنی قبروں میں پورے لوازم حیات کے ساتھ زندہ ہیں اور وہ اپنے جسموں کے ساتھ جہاں چاہیں جا سکتے ہیں تلاوت کر سکتے ہیں اور دوسرے قسم قسم کے تصرفات بھی کر سکتے اور کرتے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے دو آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے تاریکی میں نکلے ان کے سامنے دو چراغوں جیسی چیزیں ہو گئیں۔ جب وہ علیحدہ ہوئے تو ہر ایک کے ساتھ ان میں سے ایک ایک ہو گئی حتیٰ کہ وہ اپنے گھر پہنچے۔ (بخاری) بعض روایات بخاری میں یہ بھی ہے کہ وہ دو آدمی حضرت اسید بن حضیر اور حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہما تھے۔

(1513) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَجُلَيْنِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، خَرَجَا مِنْ عِنْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِي لَيْلَةٍ مُظْلِمَةٍ وَمَعَهُمَا مِثْلُ الْبُصْبَاحَيْنِ بَيْنَ أَيْدِيهِمَا. فَلَمَّا افْتَرَقَا، صَارَ مَعَ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا وَاحِدٌ حَتَّى آتَى أَهْلَهُ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ مِنْ طَرِيقٍ، وَفِي بَعْضِهَا أَنَّ الرَّجُلَيْنِ أُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ، وَعَبَادُ بْنُ بَشِيرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا.

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب سؤال المشرکین أن یریہم النبی صلی اللہ علیہ وسلم آية فارہم، جلد 3، 1331، رقم 3440 مسند البزار، مسند السن بن مالک رضی اللہ عنہ، جلد 2، ص 339، رقم 7179، 1505 صحیح بخاری، باب هل یستأسر الرجل و من لم یستأسر و من رکع رکعتین عند القتل، جلد 4، ص 67، رقم 3045 السنن الکبریٰ للبیہقی، باب صلاة الاسیر اذا قدم لیقتل، جلد 9، ص 145، رقم 18898 المعجم الکبیر للطبرانی، باب من اسمه خبیب بن عدی الانصاری، جلد 4، ص 221، رقم 4192 سنن النسائی الکبیر، باب توجیہ العیون والتولیة علیہم، جلد 5، ص 261، رقم 8839 مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرة رضی اللہ عنہ، جلد 2، ص 294، رقم 7915)

شرح حدیث: لاٹھی روشن ہوگئی

ایک مرتبہ حضرت عباد بن بشر اور حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں دربار رسالت سے کافی رات گزرنے

کے بعد اپنے گھروں کو روانہ ہوئے۔ اندھیری رات میں جب راستہ نظر نہیں آیا تو اچانک ان کی لامپی تاریکی طرحت روشن ہو گئی اور یہ دونوں اس کی روشنی میں چلتے رہے۔ جب دونوں کا راستہ الگ الگ ہو گیا تو حضرت اسید بن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لامپی بھی روشن ہو گئی اور دونوں روشنی میں اپنے اپنے گھر پہنچ گئے۔ (اسد الغابہ، عباد بن بشر بن قش، ج ۳، ص ۱۳۹)

حضرت عباد بن بشر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ مدینہ منورہ کے باشندہ انصاری ہیں۔ جو خاندان بنی عبدالاشہلکے ایک بہت ہی نامور شخص ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہجرت سے قبل ہی حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ بہت ہی دلیر اور جانباز صحابی ہیں۔ جنگ بدر اور جنگ احد وغیرہ کے تمام معرکوں میں بڑی جرأت و شجاعت کے ساتھ کفاؤ سے جنگ آزما ہوئے۔ کعب بن اشرفیہودی جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بدترین دشمن تھا، آپ حضرت محمد بن مسلمہ و ابو عبس بن جبر اور ابو نائلہ وغیرہ چند انصاریوں کو اپنے ساتھ لے کر اس کے مکان پر گئے اور اس کو قتل کر ڈالا۔ افاضل صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں آپ کا شمار ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے حضرت عباد بن بشر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی آواز سنی تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ حضرت عباد بن بشر پر اپنی رحمت نازل فرمائے۔ ۱۴ھ کی جنگ یمامہ میں شہید ہو گئے جبکہ آپ کی عمر شریف صرف پینتالیس سال کی تھی۔ (اسد الغابہ، عباد بن بشر بن قش، ج ۳، ص ۱۳۸، ۱۳۹)

حضرت اسید بن ابی ایاس عدوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت ساریہ بن زینم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ منورہ میں مسجد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے منبر سے پکارا تھا اور وہ نہاوند میں تھے یہ انہی کے بھتیجے ہیں یہ شاعر تھے اور حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہجو میں اشعار کہا کرتے تھے۔ فتح مکہ کے دن بھاگ کر طائف چلے گئے تھے۔ یہ ان اشتہاری مجرموں میں سے تھے جن کے بارے میں یہ فرمان نبوی تھا کہ یہ جہاں اور جس حال میں ملیں قتل کر دیئے جائیں۔ اتفاق سے حضرت ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا طائف میں گزر ہوا جب ملاقات ہوئی تو آپ نے اسید بن ابی ایاس کو بتایا کہ اگر تم بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لو تو تمہاری جان بچ جائے گی۔

اسید بن کرطائف سے اپنے مکان پر آئے اور کرتا پہن کر اور عمامہ باندھ کر خدمت اقدس میں حاضر ہو گئے اور عرض کیا کہ کیا آپ نے اسید بن ابی ایاس کا خون مباح فرما دیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں! انہوں نے عرض کیا کہ اگر وہ مسلمان ہو کر آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو جائے تو کیا آپ اس کا قصور معاف فرما دیں گے؟ ارشاد ہوا کہ ہاں! یہ سن کر انہوں نے اپنا ہاتھ حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دست اقدس میں دے کر کلمہ پڑھا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اسید بن ابی ایاس میں ہی ہوں۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فوراً ہی ایک

آدی کو بھیج کر اعلان کرادیا کہ اسید بن ابی ایاس مسلمان ہو گئے ہیں اور سرکار رسالت نے ان کو امن کا پروانہ عطا فرما دیا ہے۔ پھر انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی مدح میں ایک قصیدہ پڑھا۔

(اسد الغابہ، اسید بن ابی اناس، ج ۱، ص ۱۳۸ ملخصاً وکنز العمال، کتاب الفضائل، فضائل الصحابة، الحدیث: ۳۶۸۱۹، ج ۷، الجزء ۱۳، ص ۱۲۳)

چہرہ سے گھر روشن

جب یہ مسلمان ہو گئے تو حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے خوش ہو کر ازراہ کرم ان کے چہرے اور سینے پر اپنا منور ہاتھ پھیرا جس سے ان کو یہ کرامت نصیب ہو گئی کہ یہ جب کسی اندھیرے گھر میں قدم مبارک رکھتے تھے تو اس گھر میں ان کے نورانی چہرے کی روشنی سے اجالا ہو جایا کرتا تھا۔

(کنز العمال، کتاب الفضائل، فضائل الصحابة، الحدیث: ۳۶۸۱۹، ج ۷، الجزء ۱۳، ص ۱۲۳)

(1514) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس آدمیوں کا ایک گروہ ایک لشکر کی جاسوسی کے لیے روانہ فرمایا اور ان کا امیر حضرت عاصم بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا۔ چنانچہ یہ چل پڑے حتیٰ کہ جب مقام عسفان اور مکہ مکرمہ کے درمیان مقام ہداۃ پر پہنچے تو ہذیل کے ایک قبیلہ جس کو بنو لحيان کہتے تھے ان کے بارے میں کہا گیا کہ وہ تقریباً ایک سو تیر اندازوں کے ساتھ ان کے قدموں کے نشانوں پر چل پڑے ہیں جب حضرت عاصم اور آپ کے ساتھیوں کو ان کے تعاقب کا پتہ چلا تو انہوں نے ایک جگہ پناہ لے لی۔ ہذیل والوں نے ان کا محاصرہ کر لیا اور کہا کہ نیچے اتر آؤ اور اپنے آپ کو ہمارے سپرد کر دو، ہم تم سے وعدہ کرتے ہیں کہ تم میں سے کسی کو قتل نہیں کریں گے۔ حضرت عاصم بن ثابت نے فرمایا: لوگو! میں تو کسی کافر کی پناہ میں نہیں اتروں گا (اور دعا کی) اے اللہ! اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے حال کی خبر کر دے۔ پس انہوں نے تیر اندازی کی اور حضرت عاصم کو قتل کر دیا تو تین آدمی جن میں

بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرَةَ رَهْطٍ عَيْنًا سَرِيَّةً، وَأَمَرَ عَلَيْهَا عَاصِمَ بْنَ ثَابِتٍ الْأَنْصَارِيَّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَأَنْطَلَقُوا حَتَّى إِذَا كَانُوا بِالْهَدَاةِ، بَيْنَ عُسْفَانَ وَمَكَّةَ، ذُكِرُوا لِحَيٍّ مِنْ هَذِيلٍ يُقَالُ لَهُمْ: بَنُوا لِحَيَّانَ، فَانْفَرُوا لَهُمْ بِقَرِيبٍ مِنْ مِئَةِ رَجُلٍ رَامٍ، فَأَقْتَضُوا أَثَارَهُمْ، فَلَبَّأَ أَحْسَّ بِهِمْ عَاصِمٌ وَأَصْحَابُهُ، لَجَأُوا إِلَى مَوْضِعٍ، فَأَحَاطَ بِهِمُ الْقَوْمُ، فَقَالُوا: انْزِلُوا فَأَعْطُوا بِأَيْدِيكُمْ وَلَكُمْ الْعَهْدُ وَالْمِيثَاقُ أَنْ لَا نَقْتُلَ مِنْكُمْ أَحَدًا. فَقَالَ عَاصِمُ بْنُ ثَابِتٍ: أَيُّهَا الْقَوْمُ، أَمَا أَنَا، فَلَا أَنْزِلُ عَلَى ذِمَّةِ كَافِرٍ: اللَّهُمَّ أَخْبِرْ عَنَّا نَبِيَّكَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَرَمَوْهُمْ بِالنَّبْلِ فَقَتَلُوا عَاصِمًا، وَنَزَلَ إِلَيْهِمْ ثَلَاثَةٌ نَفَرٍ عَلَى الْعَهْدِ وَالْمِيثَاقِ، مِنْهُمْ حُبَيْبٌ، وَزَيْدُ بْنُ الدَّائِنَةِ وَرَجُلٌ آخَرٌ. فَلَبَّأَ اسْتَمَكْنَا مِنْهُمْ أَطْلَقُوا أَوْ تَارَقَسِيهِمْ، فَرَبَطُوهُمْ بِهَا. قَالَ الرَّجُلُ الثَّالِثُ: هَذَا أَوَّلُ

الْعَدُوِّ وَاللَّهِ لَا أَصْحَابَكُمْ إِنَّ لِي بِهَذَا لَأَسْوَأَ، يُرِيدُ الْقَتْلَ، فَجُرُؤُهُ وَعَاجِزُهُ، فَأَبَى أَنْ يَصْعَقَهُمْ، فَكَتَلُوهُ، وَانْطَلَقُوا بِخَبِيبٍ، وَزَيْدِ بْنِ الدَّثِينَةِ، حَتَّى بَاعُوا هُمَا بِمَكَّةَ بَعْدَ وَقْعَةِ بَدْرٍ، فَأَبْتَعَ بَنُو الْحَارِثِ بْنِ عَامِرِ بْنِ نَوْفَلِ بْنِ عَبْدِ مَنَافٍ خَبِيبًا، وَكَانَ خَبِيبٌ هُوَ قَتَلَ الْحَارِثَ يَوْمَ بَدْرٍ، فَلَبِثَ خَبِيبٌ عِنْدَهُمْ أَسِيرًا حَتَّى اجْتَمَعُوا عَلَى قَتْلِهِ، فَاسْتَعَارَ مِنْ بَعْضِ بَنَاتِ الْحَارِثِ مُوسَى يَسْتَحِدُّ بِهَا فَأَعَارَتْهُ، فَدَجَّ بُنَى لَهَا وَهِيَ غَافِلَةٌ حَتَّى آتَاهُ، فَوَجَدَتْهُ مُجْلِسَهُ عَلَى فَخْدِهِ وَالْمُوسَى بِيَدِهِ، فَفَزِعَتْ فَرَعَةً عَرَفَهَا خَبِيبٌ، فَقَالَ: أَخَشَيْتُ أَنْ أَقْتُلَهُ مَا كُنْتُ لَأَفْعَلَ ذَلِكَ! قَالَتْ: وَاللَّهِ مَا رَأَيْتُ أَسِيرًا خَيْرًا مِنْ خَبِيبٍ، فَوَاللَّهِ لَقَدْ وَجَدْتُهُ يَوْمًا يَأْكُلُ قِطْفًا مِنْ عِنَبٍ فِي يَدِهِ وَإِنَّهُ لَمُوثِقٌ بِالْحَدِيدِ وَمَا بِمَكَّةَ مِنْ مَمْرَةٍ، وَكَانَتْ تَقُولُ: إِنَّهُ لَرِزْقِي رَزَقَهُ اللَّهُ خَبِيبًا، فَلَمَّا خَرَجُوا بِهِ مِنَ الْحَرَمِ لِيَقْتُلُوهُ فِي الْبَيْتِ، قَالَ لَهُمْ خَبِيبٌ: دَعُونِي أَصَلِّ رَكْعَتَيْنِ، فَتَرَكُوهُ، فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ فَقَالَ: وَاللَّهِ لَوْ لَا أَنْ مَحْسَبُوا أَنَّ مَا بِي جَزَعٌ لَزِدْتُ: اَللَّهُمَّ أَحْصِهِمْ عَدَدًا، وَاقْتُلْهُمْ بِدَدِّهِ، وَلَا تُبْقِ مِنْهُمْ أَحَدًا. وَقَالَ:

فَلَسْتُ أَبَالِي حِينَ أَقْتُلُ مُسْلِمًا
عَلَى أَبِي جَنْبٍ كَانَ لِلَّهِ مَضْرَعِي
وَذَلِكَ فِي ذَاتِ الْإِلَهِ وَإِنْ يَشَاءُ
يُبَارِكْ عَلَى أَوْصَالِ شِلْوٍ مُتَزَعٍ

حضرت خبیب، حضرت زید بن دثنہ اور ایک تیسرے صحابی تھے ان لوگوں کے بیٹاق پر اتر آئے جب کافروں نے ان کو قابو کر لیا تو ان کی کمانوں کی تانت کھول کر ان کو باندھ دیا۔ تیسرے آدمی نے کہا یہ پہلی عہد شکنی ہے۔ اللہ کی قسم! میں تو تمہارے ساتھ بالکل نہیں جاؤں گا یقیناً میں تو ان کی اقتداء کروں گا۔ وہ ان کے قتل کا ارادہ رکھتے تھے پس ان کافروں نے انہیں خوب کھینچا اور ہر حربہ استعمال کیا لیکن وہ ان کے ساتھ نہ گئے۔ حضرت خبیب اور اور حضرت زید بن دثنہ کو وہ ساتھ لے گئے حتیٰ کہ واقعہ بدر کے بعد انہیں مکہ مکرمہ میں فروخت کر دیا۔ بنو حارث بن عامر بن نوفل بن عبد مناف نے حضرت خبیب کو خریدا اس لئے کہ حضرت خبیب نے بدر کی لڑائی میں حارث کو قتل کیا تھا، حضرت خبیب ان کی قید میں رہے حتیٰ کہ انہوں نے حضرت خبیب کو قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ حضرت خبیب نے حارث کی ایک بیٹی سے صفائی کے لئے استرا مانگا اس نے مانگنے پر دے دیا۔ ماں نے دیکھا کہ اس کی بے خبری میں اس کا بیٹا حضرت خبیب کی ران پر بیٹھا ہوا ہے اور استرا ان کے ہاتھ میں ہے تو وہ سخت گھبرائی حضرت خبیب نے اس کی گھبراہٹ دیکھ کر فرمایا کیا تم خوف محسوس کرتی ہو کہ میں اس کو مار دوں گا میں ایسا بالکل نہیں کروں گا۔ عورت کہنے لگی اللہ کی قسم! میں نے حضرت خبیب سے اچھا کوئی قیدی نہیں دیکھا۔ اللہ کی قسم میں نے ایک دن دیکھا کہ ان کے ایک ہاتھ میں انگور کا گچھا ہے اور وہ اسے کھا رہے ہیں جب کہ ان کے ہاتھ لوہے

کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں اور مکہ میں اس وقت کوئی پھل بھی نہیں تھا۔ وہ کہتی تھی کہ یہ رزق خبیب کو اللہ نے دیا ہے جب کافر ان کو قتل کرنے کے لیے حرم سے حل کی طرف روانہ ہوئے تو حضرت خبیب نے ان سے کہا مجھے دو رکعت نماز پڑھنے دو۔ انہوں نے آپ کو چھوڑ دیا حتیٰ کہ حضرت خبیب نے دو رکعت نماز ادا کرنے کے بعد فرمایا: اللہ کی قسم! اگر مجھے یہ ڈرنہ ہوتا کہ تم میرے اس عمل کو میری گھبراہٹ سمجھو گے تو میں ضرور زیادہ نماز ادا کرتا پھر آپ نے دعا مانگی: اے اللہ! ان کو گن گن کے مارنا اور ان کو علیحدہ کر کے ختم کرنا اور ان میں سے کسی کو باقی نہ رہنے دینا اور فرمایا: جب میں مسلمان شہید کیا جاؤں تو مجھے اس بات کی کوئی پروا نہیں کہ میں اللہ کی راہ میں مر رہا ہوں اور اگر وہ چاہے تو میرے کئے ہوئے جسم کے اعضاء میں برکت پیدا فرما دے۔

اور حضرت خبیب نے قید کی حالت میں صبر و تحمل کے ساتھ درجہ شہادت پانے والے مسلمانوں کے لیے نفل ادا کرنے کا طریقہ جاری فرمایا جس دن یہ حضرات شہید ہوئے تھے اسی دن رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو مطلع فرما دیا تھا جب اہل قریش کو پتہ چلا کہ حضرت عاصم بن ثابت شہید کر دیئے گئے تو انہوں نے چند آدمی ان کے جسم کے کسی معروف حصہ کو لانے کے لیے بھیجا کیونکہ حضرت عاصم نے ان کے سرداروں میں سے کسی بڑے کو قتل کیا تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عاصم کی میت کو محفوظ رکھنے کے لیے بادل کے سائے کی طرح

وَكَانَ خُبَيْبٌ هُوَ سَنَ لِكُلِّ مُسْلِمٍ قَتَلَ صَبْرًا الصَّلَاةَ. وَأَخْبَرَ - يَعْنِي: النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - أَصْحَابَهُ يَوْمَ أُصَيْبُوا خَبَرَهُمْ، وَبَعَثَ نَاسًا مِّنْ قُرَيْشٍ إِلَى عَاصِمِ بْنِ ثَابِتٍ حِينَ حَدِّثُوا أَنَّهُ قَتَلَ أَنْ يُوتُوا بِشَيْءٍ مِّنْهُ يُعْرَفُ، وَكَانَ قَتَلَ رَجُلًا مِّنْ عُظَمَائِهِمْ، فَبَعَثَ اللَّهُ لِعَاصِمٍ مِثْلَ الظُّلَّةِ مِنَ الدَّبْرِ فَحَمَّتْهُ مِنْ رُسُلِهِمْ، فَلَمْ يَقْدِرُوا أَنْ يَقْطَعُوا مِنْهُ شَيْئًا. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

شہد کی کھیاں بھیج دیں۔ چنانچہ وہ لوگ ان کے جسم کا کوئی حصہ کاٹ کر لے جانے پر قادر نہ ہو سکے۔ (بخاری)

الهداة: جگہ کا نام ہے۔ ظلہ: بادل۔ دبیر: شہد کی کھیاں۔ اور "اقتلہم بددا" میں باء پرزبر اور زیر دونوں پڑھے جاتے ہیں۔ جوزبر پڑھتے ہیں وہ اسے "بداء" کی جمع بتاتے ہیں اس کا معنی ہے حصہ۔ اور اس (جملہ) کا مطلب اب یہ ہوگا کہ ان میں سے ہر ایک کو ایک ایک حصہ کر کے قتل ردے اور جوزبر پڑھتے ہیں ان کے نزدیک اس کا معنی ہوگا ایک کے بعد دوسرے کو قتل کرنا۔ اب یہ تبدیہ سے ہوگا۔

اس باب میں بہت سی احادیث مروی ہیں ان میں سے بعض اس کتاب میں اپنی جگہوں پر گزر چکی ہیں۔ ان میں سے ایک اس لڑکے والی حدیث ہے جو راہب کے پاس جاتا تھا۔ ایک ان میں غار والی حدیث ہے۔ جس پر چٹان نے غار کا منہ بند کر دیا تھا۔ اور ایک اس آدمی والی حدیث ہے جس نے بادل سے آواز سنی کہ فلاں کے باغ کو سیراب کر۔ وغیرہ۔ اور اس باب میں دلائل بکثرت مشہور ہیں اور توفیق اللہ تعالیٰ ہی کی ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب اسلام عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، جلد 5، ص 48، رقم 3866 المستدرک للحاکم، مناقب امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، جلد 4، ص 165، رقم 4503 دلائل النبوة للبیہقی، باب اعلام الجنی صاحبہ بخروج النبی ﷺ جلد 2، ص 121، رقم 544 شرح اصول اعتقاد اهل السنة للالکائی، باب ماروی سن کرامات امیر المؤمنین عمر بن الخطاب، جلد 2، ص 462، رقم 2391)

شرح حدیث: حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ مدینہ منورہ کے انصاری ہیں اور قبیلہ انصار میں خاندان اوس کے بہت ہی نامی گرامی فرزند ہیں۔ بہت ہی پر جوش اور جانباز صحابی ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے انکو بے پناہ والہانہ عشق تھا۔ جنگ بدر میں دل کھول کر انتہائی بہادری کے ساتھ کفار سے لڑے۔ جنگ احد میں بھی آپ کے مجاہدانہ کارنامے شجاعت کے شاہکار کی حیثیت رکھتے

قَوْلُهُ: "الْهُدَاةُ": مَوْضِعٌ، وَالظُّلَّةُ: السَّعَابُ. وَالذَّبْرُ: النَّحْلُ. وَقَوْلُهُ: "اقتلهم بددا بکسر الباء وفتحها، فمن كسر قال هو جمع بداء بکسر الباء وهي النصيب ومعناه: اقتلهم حصصا منقسمة لكل واحد منهم نصيب، ومن فتح قال معناه: متفرقين في القتل واجدا بعدا واجدا من التبدید.

وَفِي الْبَابِ أَحَادِيثُ كَثِيرَةٌ صَوِيحَةٌ سَبَقَتْ فِي مَوَاضِعِهَا مِنْ هَذَا الْكِتَابِ، مِنْهَا حَدِيثُ الْغُلَامِ الَّذِي كَانَ يَأْتِي الرَّاهِبَ وَالشَّاحِرَ، وَمِنْهَا حَدِيثُ جُرَيْجٍ، وَحَدِيثُ أَصْحَابِ الْغَارِ الَّذِينَ أَطْبَقَتْ عَلَيْهِمُ الصَّخْرَةُ، وَحَدِيثُ الرَّجُلِ الَّذِي سَمِعَ صَوْتًا فِي السَّعَابِ يَقُولُ: اسقِ حَدِيقَةَ فَلَانٍ، وَغَيْرُ ذَلِكَ. وَالذَّلَائِلُ فِي الْبَابِ كَثِيرَةٌ مَشْهُورَةٌ، وَبِاللَّهِ التَّوْفِيقُ.

ہیں لیکن ۳ھ میں عسفان مکہ مکرمہ کے درمیان مقام رجم میں یہ کفار کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے۔ چونکہ انہوں نے جنگ بدر میں کفار مکہ کے ایک مشہور سردار حارث بن عامر کو قتل کر دیا تھا اس لئے ان کے بیٹوں نے ان کو خرید لیا اور لوہے کی زنجیروں میں جکڑ کر ان کو اپنے گھر کی ایک کوٹھڑی میں قید کر دیا۔ پھر مکہ مکرمہ سے باہر مقام رجم میں لے جا کر ایک بہت بڑے مجمع کے سامنے ان کو سولی پر چڑھا کر شہید کر دیا۔ اسلام میں یہ پہلے خوش نصیب صحابی ہیں جن کو کفار نے سولی پر چڑھا کر شہید کیا۔ سولی پر چڑھنے سے پہلے انہوں نے دو رکعت نماز پڑھی اور فرمایا کہ اے گروہ کفار سن لو! میرا دل تو یہی چاہتا تھا کہ دیر تک نماز پڑھتا رہوں کیونکہ یہ میری زندگی کی آخری نماز ہے مگر مجھ کو یہ خیال آ گیا کہ کہیں تم لوگ یہ نہ سمجھ لو کہ میں شہادت سے ڈر رہا ہوں اس لئے میں نے بہت ہی مختصر نماز پڑھی۔ کفار نے آپ کو جب سولی پر چڑھا دیا تو آپ نے چند وجد آفریں اور ایمان افروز اشعار پڑھے پھر حارث بن عامر کے بیٹے ابوسروع نے آپ کے مقدس سینہ میں نیزہ مار کر آپ کو شہید کر دیا۔ (صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوة الرجیع... الخ، الحدیث: ۴۰۸۶، ج ۳، ص ۳۶، المواہب اللدنیہ و شرح الزرقانی، کتاب المغازی، بحث الرجیع، ج ۲، ص ۲۸۱-۲۹۰ ملحقاً)

کرامات

مکہ کی آواز مدینہ پہنچی

جب حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سولی پر چڑھائے گئے تو انہوں نے بڑی حسرت کے ساتھ کہا کہ یا اللہ! عزوجل میں یہاں کسی کو نہیں پاتا جس کے ذریعے میں آخری سلام تیرے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچا سکوں لہذا تو میرا سلام خبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام تک پہنچا دے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا بیان ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ کے اندر اپنے اصحاب کی مجلس میں رونق افروز تھے کہ بالکل ہی ناگہان آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بلند آواز سے وعلیک السلام فرمایا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کس کے سلام کا جواب دیا ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہارا دینی بھائی خبیب ابھی ابھی مکہ مکرمہ میں سولی پر چڑھا دیا گیا ہے اور اس نے سولی پر چڑھ کر میرے پاس اپنا سلام بھیجا ہے اور میں نے اس کے سلام کا جواب دیا ہے۔

(حجۃ اللہ علی العالمین، الخاتمة فی اثبات کرامات الاولیاء... الخ، المطلب الثالث فی ذکر جملة جمیلة... الخ، ص ۶۱۹ وفتح الباری شرح صحیح

البخاری، کتاب المغازی، باب غزوة الرجیع... الخ، تحت الحدیث: ۴۰۸۶، ج ۳، ص ۳۷ (۳۲۷)

ایک سال میں تمام قاتل ہلاک

روایت ہے کہ سولی پر چڑھائے جانے کے وقت حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قاتلوں کے مجمع کی طرف دیکھ کر یہ دعا مانگی: اَللّٰهُمَّ اَحْصِهِمْ عَدَدًا وَاَقْتُلْهُمْ بَدَدًا وَلَا تُبْقِ مِنْهُمْ اَحَدًا۔ (یعنی اے اللہ! عزوجل تو میرے ان تمام

قاتلوں کو گن کر شمار کر لے اور ان سب کو ہلاک فرمادے اور ان میں سے کسی ایک کو بھی باقی نہ رکھ۔) ایک کافر کا بیان ہے کہ میں نے جب خبیب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو بددعا کرتے ہوئے سنا تو میں زمین پر لیٹ گیا تاکہ خبیب کی نظر مجھ پر نہ پڑے۔ چنانچہ اس کا اثر یہ ہوا کہ ایک سال پورا ہوتے ہوتے تمام وہ لوگ جو آپ کے قتل میں شریک و راضی تھے سب کے سب ہلاک و برباد ہو گئے۔ فقط تنہا میں بچ گیا ہوں۔ (جۃ اللہ علی العالمین، الحائمتہ فی اثبات کرامات الاولیاء... الخ، المطلب الثامن فی ذکر حملہ جملہ... الخ، ص ۶۱۸ صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب ۱۰، الحدیث: ۳۹۸۹، ج ۳، ص ۵، اربع الباری شرح صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب فرودۃ الزجج... الخ، تحت الحدیث: ۳۰۸۶، ج ۷، ص ۳۲۷)

لاش کوزمین نکل گئی

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ارشاد فرمایا کہ مقام تنعیم میں حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لاش سولی پر لٹکی ہوئی ہے جو مسلمان ان کی لاش کو سولی سے اتار کر لائے گا میں اس کے لیے جنت کا وعدہ کرتا ہوں۔ یہ خوشخبری سن کر حضرت زبیر بن العوام اور حضرت مقداد بن الاسود رضی اللہ تعالیٰ عنہما تیز رفتار گھوڑوں پر سوار ہو کر راتوں کو سفر کرتے اور دن میں چھپتے ہوئے مقام تنعیم میں گئے۔ چالیس کفار سولی کے پہرہ دار بن کر سو رہے تھے۔ ان دونوں حضرات نے لاش کو سولی سے اتارا اور چالیس دن گزر جانے کے باوجود لاش بالکل تروتازہ تھی اور زخموں سے تازہ خون ٹپک رہا تھا۔ گھوڑے پر لاش کو رکھ کر مدینہ منورہ کا رخ کیا مگر ستر کافروں نے ان لوگوں کا پیچھا کیا۔ جب ان دونوں حضرات نے دیکھا کہ اب ہم گرفتار ہو جائیں گے تو ان دونوں نے مقدس لاش کوزمین پر رکھ دیا۔ خدا کی شان دیکھئے کہ ایک دم زمین پھٹ گئی اور مقدس لاش کوزمین نکل گئی اور پھر زمین اس طرح برابر ہو گئی کہ پھٹنے کا نام و نشان بھی باقی نہ رہا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لقب بلبع الارض (جن کوزمین نکل گئی) ہے۔ پھر ان دونوں حضرات نے فرمایا کہ اے کفار مکہ! ہم تو دوشیر ہیں جو اپنے جنگل میں جا رہے تھے اگر تم لوگوں سے ہو سکے تو ہمارا راستہ روک کر دیکھ لو ورنہ اپنا راستہ لوجب کفار مکہ نے دیکھ لیا کہ ان دونوں حضرات کے پاس لاش نہیں ہے تو وہ لوگ مکہ واپس چلے گئے۔

(مدارج النبوت، قسم سوم، باب سوم، ج ۲، ص ۱۳۱)

شہید اسلام حضرت خبیب انصاری صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ان چاروں کرامتوں کو پڑھ کر عبرت حاصل کیجئے کہ خداوند کریم شہداء کرام بالخصوص اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب کرام کو کیسی کیسی عظیم الشان کرامتوں سے سرفراز فرماتا ہے اور یہ نصیحت حاصل کیجئے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے دین اسلام کی خاطر کیسی کیسی قربانیاں پیش کی ہیں اور پھر سوچئے کہ ہم آج کل کے مسلمان اسلام کے لیے کیا کر رہے ہیں؟ اور ہمیں کیا کرنا چاہیے اور پھر خدا کا نام لے کر اٹھئے اور اسلام کے لیے کچھ کر ڈالئے۔

(1515) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے

قَالَ: مَا سَمِعْتُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ لَيْشِيئِي
قَطُّ: إِنِّي لَأَكْظُمُهُ كَذَا، إِلَّا كَانَ كَمَا يَظُنُّ. رَوَاهُ
الْبُخَارِيُّ.
جب بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میرا گمان
ہے یہ یوں ہے تو وہ اسی طرح ہوتا جس طرح وہ گمان
کرتے۔ (بخاری)

شرح حدیث: زبان سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور وحی

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے رب نے تین باتوں
میں میری موافقت فرمائی۔ میں عرض گزار ہوا کہ یا رسول اللہ! کاش! ہم مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بنا سکیں تو حکم نازل ہوا۔
(اور مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بناؤ) اور پردے کی آیت، میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض
کیا: یا رسول اللہ! کاش آپ ازواج مطہرات کو پردے کا حکم فرمائیں کیونکہ ان سے نیک اور بد ہر قسم کے لوگ کلام کرتے
ہیں تو پردے کی آیت نازل ہوئی اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات نے رشک کے باعث آپ صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دباؤ ڈالا تو میں نے ان سے کہا: ”اگر وہ آپ کو طلاق دے دیں تو قریب ہے کہ ان کا رب انہیں اور
بیویاں عطا فرمادے جو اسلام میں آپ سے بہتر ہوں۔“

(بخاری شریف، کتاب الصلاة، باب ما جاء في القبلة 1/157، الحديث رقم: 393)

حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میرے رب نے تین امور میں
میری موافقت فرمائی، مقام ابراہیم میں، حجاب میں اور بدر کے قیدیوں میں (تین کا ذکر شہرت کے اعتبار سے ہے ورنہ ان
آیات کی تعداد زیادہ ہے) (مسلم شریف، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل عمر، 4/1865، الحديث رقم: 2399)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ نے عمر کی
زبان اور دل پر حق جاری کر دیا ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں جب کبھی لوگوں میں کوئی معاملہ درپیش ہوا اور اس
کے متعلق لوگوں نے کچھ کہا اور حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہما نے بھی کچھ کہا (خارجہ بن عبد اللہ راوی کو شک ہے کہ کس
طرح آپ کا نام لیا گیا)۔ اس بارے میں رائے بیان کی تو ضرور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق قرآن نازل
ہوا۔ (ترمذی شریف، کتاب المناقب، باب في مناقب عمر، 5/617، الحديث رقم: 3682)

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب کوئی رائے دیتے تو اس کے مطابق قرآن
نازل ہوتا۔ (ابن ابی شیبہ فی المصنف، 6/354، الحديث رقم: 31980)



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

18- کِتَابُ الْأُمُورِ الْمَنْهِيَةِ عَنْهَا

اللہ کے منع کردہ کاموں کا بیان

111- بَابُ تَحْرِيمِ الْغَيْبَةِ

غیبت کی حرمت اور زبان کی

وَالْأَمْرُ بِحِفْظِ اللِّسَانِ

حفاظت کا حکم

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (وَلَا يَغْتَبِ بَعْضُكُمْ بَعْضًا

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور ایک دوسرے کی

أَحَبُّ أَحَدِكُمْ أَنْ يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا

غیبت نہ کرو کیا تم میں کوئی پسند رکھے گا کہ اپنے مرے

فَكَرِهْتُمُوهُ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَحِيمٌ)

بھائی کا گوشت کھائے تو یہ تمہیں گوارا نہ ہوگا اور اللہ سے

(المحجرات: 12)

ڈرو بیشک اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

شرح: حضرت صدرالفاضل سیدنا مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی خزائن العرفان میں اس کے

تحت لکھتے ہیں: حدیث شریف: میں ہے کہ غیبت یہ ہے کہ مسلمان بھائی کے پیٹھ پیچھے ایسی بات کہی جائے جو اسے ناگوار

گزرے اگر وہ بات سچی ہے تو غیبت ہے ورنہ بہتان۔

تو مسلمان بھائی کی غیبت بھی گوارا نہ ہونی چاہئے کیونکہ اس کو پیٹھ پیچھے برا کہنا اس کے مرنے کے بعد اس کا گوشت

کھانے کے مثل ہے کیونکہ جس طرح کسی کا گوشت کاٹنے سے اس کو ایذا ہوتی ہے اسی طرح اس کو بدگوئی سے قلبی تکلیف

ہوتی ہے اور درحقیقت آبرو گوشت سے زیادہ پیاری ہے۔

شان نزول: سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب جہاد کے لئے روانہ ہوتے اور سفر فرماتے تو ہر دو مال داروں کے

ساتھ ایک غریب مسلمان کو کر دیتے کہ وہ غریب ان کی خدمت کرے وہ اسے کھلائیں پلائیں ہر ایک کا کام چلے اسی طرح

حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ دو آدمیوں کے ساتھ کئے گئے تھے، ایک روز وہ سو گئے اور کھانا تیار نہ کر سکے تو ان دونوں

نے انہیں کھانا طلب کرنے کے لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھیجا، حضور کے خادم مطبخ حضرت

اسامہ تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ان کے پاس کچھ رہا نہ تھا، انہوں نے فرمایا کہ میرے پاس کچھ نہیں، حضرت سلمان رضی اللہ

عنہ نے یہی آکر کہہ دیا تو ان دونوں رفیقوں نے کہا کہ اسامہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے نخل کیا، جب وہ حضور صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، فرمایا میں تمہارے منہ میں گوشت کی رنگت دیکھتا ہوں، انہوں نے عرض کیا ہم نے

گوشت کھایا ہی نہیں، فرمایا تم نے غیبت کی اور جو مسلمان کی غیبت کرے اس نے مسلمان کا گوشت کھایا۔

مسئلہ: غیبت بالاتفاق کبائر میں سے ہے، غیبت کرنے والے کو توبہ لازم ہے، ایک حدیث میں یہ ہے کہ غیبت کا

گنہگار یہ ہے کہ جس کی غیبت کی ہے اس کے لئے دعائے مغفرت کرے۔

مسئلہ: فاسق معین کے عیب کا بیان غیبت نہیں، حدیث شریف میں ہے کہ فاجر کے عیب بیان کرو کہ لوگ اس سے بچیں۔

مسئلہ: حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ تین شخصوں کی حرمت نہیں ایک صاحب ہوا (بد مذہب)، دوسرا فاسق معین، تیسرا بادشاہ ظالم، یعنی ان کے عیوب بیان کرنا غیبت نہیں۔ (خزائن العرفان)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور اس بات کے پیچھے نہ پڑ جس کا تجھے علم نہیں بیشک کان اور آنکھ اور دل ان سب سے سوال ہونا ہے۔

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا) (بنی اسرائیل: 36).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کوئی بات وہ زبان سے نہیں نکالتا کہ اس کے پاس ایک محافظ تیار نہ بیٹھا ہو۔

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ) (ق: 18).

(امام نووی کہتے ہیں کہ) جان لے کہ مکلف کے لیے یہ لازم ہے کہ وہ اپنی زبان کو ہر کلام سے محفوظ کرے۔ صرف ایسی کلام بولے جس کا فائدہ ظاہر ہو اور جب کلام کا فائدہ اور نقصان دونوں برابر ہوں تو سنت یہ ہے کہ اس سے رک جائے کیونکہ مباح کلام کبھی مکروہ یا حرام تک پہنچا دیتی ہے اور یہ عادت میں بکثرت ہے اور سلامتی کے برابر کوئی چیز نہیں۔

إِعْلَمُ أَنَّهُ يَتَّبِعِي لِكُلِّ مُكَلَّفٍ أَنْ يُحْفَظَ لِسَانَهُ عَنِ جَمِيعِ الْكَلَامِ إِلَّا كَلَامًا ظَهَرَتْ فِيهِ الْمَصْلَحَةُ، وَمَتَى اسْتَوَى الْكَلَامُ وَتَرَكَهُ فِي الْمَصْلَحَةِ، فَالْسُّنَةُ الْإِمْسَاكُ عَنْهُ، لِأَنَّهُ قَدْ يَنْجَرُ الْكَلَامُ الْمُبَاحُ إِلَى حَرَامٍ أَوْ مَكْرُوهٍ، وَذَلِكَ كَثِيرٌ فِي الْعَادَةِ، وَالسَّلَامَةُ لَا يَعْدِلُهَا شَيْءٌ.

شرح: حضرت صدر الافاضل سیدنا مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں: خواہ وہ کہیں ہو سوائے وقتِ قضائے حاجت اور وقتِ جماع کے اس وقت یہ فرشتے آدمی کے پاس سے ہٹ جاتے ہیں۔

مسئلہ: ان دونوں حالتوں میں آدمی کو بات کرنا جائز نہیں تاکہ اس کے لکھنے کے لئے فرشتوں کو اس حالت میں اس سے قریب ہونے کی تکلیف نہ ہو، یہ فرشتے آدمی کی ہر بات لکھتے ہیں بیماری کا کراہنا تک۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ صرف وہی چیزیں لکھتے ہیں جن میں اجر و ثواب یا گرفت و عذاب ہو۔ امام بغوی نے ایک حدیث بروایت کی ہے کہ جب آدمی ایک نیکی کرتا ہے تو وہ ہنی طرف والا فرشتہ دس لکھتا ہے اور جب بدی کرتا ہے تو وہ ہنی طرف والا فرشتہ بائیں جانب والے فرشتے سے کہتا ہے کہ ابھی تو وقف کر شاید یہ شخص استغفار کر لے۔ منکرین بعثت کا رد فرمانے اور اپنے قدرت و علم سے ان پر جہنمیں قائم کرنے کے بعد نہیں بتایا جاتا ہے کہ وہ جس چیز کا انکار کرتے ہیں وہ عنقریب ان کی موت اور قیامت کے وقت پیش آنے

والی ہے۔ اور صیغہ ماضی سے ان کی آمد کی تعبیر فرما کر اس کے قرب کا اظہار کیا جاتا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

(خزائن العرفان)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کوئی اللہ اور روز حشر پر ایمان رکھتا ہے۔ اس کو چاہیے کہ اچھی بات کرے یا خاموش رہے۔ (متفق علیہ) یہ حدیث اس بات میں صریح ہے کہ کلام اسی وقت کرے جب اس کا بہتر ہونا معلوم ہو اور بہتر وہ ہے جس کا فائدہ ظاہر ہو اور جب فائدہ ظاہر ہونے میں شک ہو تو کلام نہ کرے۔

(1516) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَهَذَا صَرِيحٌ فِي أَنَّهُ يَنْبَغِي أَنْ لَا يَتَكَلَّمَ إِلَّا إِذَا كَانَ الْكَلَامُ خَيْرًا، وَهُوَ الَّذِي ظَهَرَتْ مَصْلَحَتُهُ، وَمَثِي شَكِّ فِي ظُهُورِ الْمَصْلَحَةِ، فَلَا يَتَكَلَّمَ.

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب اسلام عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، جلد 5، ص 48، رقم 3866 المستدرک للحاکم، مناقب امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، جلد 4، ص 165، رقم 4503 دلائل النبوة للبیہقی، باب اعلام الجہی صاحبه بخروج النبی صلی اللہ علیہ وسلم جلد 2، ص 121، رقم 544 شرح اصول اعتقاد اہل السنة للالکائی، باب ماروی سن کرامات امیر المؤمنین عمر بن الخطاب، جلد 2، ص 462، رقم 2391)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

خیر سے مراد یا اچھی بات ہے خواہ واجب ہو یا فرض یا سنت یا مستحب یا ہر مباح بات ہے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ مباح بات بھی زیادہ نہ کرے تا کہ ناجائز بات میں نہ پھنس جائے۔ تجربہ ہے کہ زیادہ بولنے سے اکثر ناجائز باتیں منہ سے نکل جاتی ہیں۔ مشہور مقولہ ہے کہ جو خاموش رہا وہ سلامت رہا جو سلامت رہا وہ نجات پا گیا۔ فی صدی پچانوے گناہ زبان سے ہوتے ہیں اور پانچ فی صدی گناہ دوسرے اعضاء سے۔ مطلب یہ ہے کہ مؤمن کامل وہ ہے جو بھلی بات منہ سے نکالے ورنہ خاموش رہے۔ خیال رہے کہ بات ہی ایمان ہے، بات ہی کفر، بات ہی مقبول ہے، بات ہی مردود۔

(مزاۃ النبی، ج ۶ ص ۹۱)

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مسلمانوں میں سے کون زیادہ فضیلت والا ہے؟ آپ نے فرمایا: جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

(1517) وَعَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيُّ الْمُسْلِمِينَ أَفْضَلُ؟ قَالَ: مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدَيْهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(متفق علیہ)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان لکھتے ہیں:

یعنی کامل مسلمان جو لغتہً شرعاً ہر طرح مسلمان ہو، وہ مؤمن ہے جو کسی مسلمان کی غیبت نہ کرے، گالی، طعنہ، چغلی وغیرہ نہ کرے، کسی کو نہ مارے پیٹے، نہ اس کے خلاف کچھ تحریر کرے، یہ حدیث اخلاق کی جامع ہے۔ مسلمانوں کی سلامتی کا ذکر خصوصیت سے اس لیے فرمایا کہ بعض صورتوں میں کفار سے لڑنا بھڑنا، انہیں برا کہنا عبادت ہے۔ یہاں ظلماً غیبت و اذیت مراد ہے۔ اس حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ ظالم مسلمان کافر ہے، یا رحم دل کافر مسلمان ہے۔

یعنی کامل مہاجر وہ مسلمان ہے جو ترک وطن کے ساتھ ترک گناہ بھی کرے یا گناہ چھوڑنا بھی لغتہً ہجرت ہے جو ہمیشہ جاری رہے گی۔ (مزاۃ النبی، ج ۱ ص ۴)

امت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پانچ طبقے

حضرت سیدنا ابراہیم بن اسحاق نیشاپوری علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: میں نے حضرت سیدنا مسیب بن واصل علیہ رحمۃ اللہ الخالق کو یہ فرماتے سنا: میں حضرت سیدنا عبدالرحمن بن مبارک صوری علیہ رحمۃ اللہ القوی کے ساتھ ملک روم کی طرف جا رہا تھا، راستے میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: اے مسیب! عام لوگ فساد میں مبتلا نہیں ہوتے مگر خواص کی وجہ سے۔ میں نے کہا: حضور! اللہ عزَّ وَّجَلَّ! آپ پر رحم فرمائے، اس قول کی وضاحت فرمادیں کہ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ فرمایا: اس کی وجہ یہ ہے کہ امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پانچ طبقوں پر مشتمل ہے۔ پہلا طبقہ علماء کرام کا، دوسرا عابدوں اور زاہدوں کا، تیسرا غازیوں کا، چوتھا تاجروں کا جبکہ پانچویں طبقے میں حاکم و قاضی شامل ہیں۔ علماء کرام تو انبیاء کرام علیہم السلام کے وارث ہیں۔ عابد و زاہد، امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے بادشاہ ہیں۔ غازی، اللہ عزَّ وَّجَلَّ کے سپاہی و لشکر ہیں۔ تاجر، اللہ عزَّ وَّجَلَّ کی طرف سے خزانچی ہیں۔ رہے والی و حکمران تو وہ محافظ و نگران ہیں۔ اور جب عالم ہی لالچی اور مال جمع کرنے والا ہو جائے تو جاہل کس کی پیروی کریں؟ عابد و زاہد دنیا کی طرف راغب ہو جائے تو تائب کس کی اقتداء کریں؟ جب غازی و مجاہد ہی رُورعایت اور نرمی سے کام لیں گے تو دشمن پر غلبہ کیسے پاسکیں گے؟ تاجر جو اللہ عزَّ وَّجَلَّ کے خزانچی ہیں وہ خود ہی خائن ہو جائیں تو پھر کون ہے جو خائن پر اعتماد کریگا؟ اگر رعایا کی حفاظت کرنے والے حاکم و نگران اور محافظ، بھیڑیے بن جائیں تو رعایا کی دیکھ بھال اور ان کی حفاظت کون کریگا؟

(اللہ عزَّ وَّجَلَّ ہمیں اپنی حفظ و امان میں رکھے اور دین متین کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ خدا کرے کہ ہماری وجہ سے کسی مسلمان کو تکلیف نہ پہنچے، ہمارے ہاتھ و زبان سے تمام مسلمان محفوظ رہیں۔ ہم لوگوں کے بدخواہ نہ ہوں بلکہ خیر خواہ ہوں۔ خوش بخت ہیں وہ لوگ جو اپنے مسلمان بھائیوں کی خدمت کر کے اللہ و رسول عزَّ وَّجَلَّ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رضا کے طالب ہوتے ہیں۔ ایسوں کو قلبی سکون اور حقیقی سرور نصیب ہوتا ہے کسی کے ساتھ خیر خواہی کر کے انسان کو ایک عجیب سی خوشی اور اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ یہ بات تو بالکل واضح ہے کہ جو دوسروں کے ساتھ بھلائی کرتے ہیں، ان کے ساتھ بھی بھلائی ہی کا معاملہ ہوتا ہے۔)

شرح حدیث: حکیم الأمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی بعض باتیں انسان کے نزدیک معمولی ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک عظیم الشان کہ بولنے والے کو عظیم الشان بنا دیتی ہیں۔

یعنی بعض باتیں انسان کی نگاہ میں نہایت معمولی ہوتی ہیں رب تعالیٰ کے نزدیک بدترین جرم کہ انسان کو دوزخی بنا دیتی ہیں لہذا زبان کی بہت ہی حفاظت چاہیے۔

دوزخ میں جس قدر نچائی زیادہ اسی قدر عذاب سخت، جنت میں جس قدر اونچائی زیادہ اسی قدر ثواب اعلیٰ، دوزخ کا طبقہ ہاویہ سب سے نچا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ بد عملی کی وجہ سے انسان دوزخ کے اونچے طبقے میں جاوے گا جہاں عذاب ہلکا ہے مگر برے کلام کی وجہ سے نیچے طبقہ میں جاوے گا جہاں عذاب سخت تر ہے۔ رب تعالیٰ نے انسان کو ارکان (اعضاء) جنان (دل) لسان (زبان) عطا فرمائے ہیں ارکان و جنان کے گناہوں سے لسان یعنی زبان کا جرم بدترین ہے۔ (مزاۃ المناجیح، ج ۶ ص ۶۳۸)

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

کہ یقیناً بندہ اللہ کی خوشنودی کی بات کہہ دیتا ہے۔ اس کی طرف اس کی اتنی زیادہ توجہ بھی نہیں ہوتی تو اس کو اللہ تعالیٰ بہت درجے بلندی عطا کرتا ہے۔ اور بندہ اللہ کی ناراضگی کی کوئی ایسی بات کہہ لیتا ہے جس طرف وہ توجہ نہیں کرتا تو اس کی وجہ سے وہ جہنم میں گر جاتا ہے۔

(1520) وَعَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ رِضْوَانِ اللَّهِ تَعَالَى مَا يُلْقَى لَهَا بَالًا يَرْفَعُهُ اللَّهُ بِهَا كَرَجَاتٍ، وَإِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ سَخَطِ اللَّهِ تَعَالَى لَا يُلْقَى لَهَا بَالًا يَهْوِي بِهَا فِي جَهَنَّمَ».

رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

(بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب حفظ اللسان، جلد 8، ص 101، رقم 6478 السنن الکبریٰ للبیہقی، باب ما علی الرجل من حفظ اللسان عند السلطان وغیرہ، جلد 8، ص 164، رقم 17108 مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، جلد 2، ص 334، رقم 8393 مسند البزار، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، جلد 2، ص 478، رقم الحدیث 8979)

شرح حدیث: زبان کی آفات

جان لو! زبان کا خطرہ بہت بڑا ہے اور اس کے خطرے سے نجات صرف خاموشی میں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم، نور مجسم، شہنشاہ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے خاموشی کی تعریف کی اور خاموش رہنے کی ترغیب دی۔ چنانچہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطان بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے: مَنْ صَمَّتْ نَجَاتًا تَرَجَمَهُ: جو خاموش رہا اس نے نجات پائی۔

(جامع الترمذی، ابواب صفۃ القیامۃ، باب حدیث من کان یؤمن باللہ فللمیکرم ضیہ، الحدیث ۲۵۰۱، ص ۱۹۰۳)

سیدہ کلبغین، رَحْمَةُ الرَّحْمٰنِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ کا فرمانِ عالیشان ہے:

الْقَبْتُ حِكْمَ وَقَلِيلٍ فَاعِلُهُ

خاموشی حکمت ہے اور اسے اختیار کرنے والے کم ہیں۔

(شعب الایمان للبیہقی، باب فی حفظ اللسان، فصل فی فضل السکوت عمالایعنی، الحدیث ۵۰۲۶، ج ۳، ص ۲۶۳)

شہنشاہِ نبوت، ہیکرِ جود و حکمت صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ کا فرمانِ ذیشان ہے:

مَنْ يَتَكْفَلُ لِي مَا بَيْنَ لِحْيَيْهِ وَرِجْلَيْهِ أَتَكْفَلُ لَهُ بِالْجَنَّةِ

جو شخص مجھے دو جبڑوں کے درمیان والی چیز (یعنی زبان) اور دو ٹانگوں کے درمیان والی چیز (یعنی شرمگاہ) کی

ضمانت دے میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔

(صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب حفظ اللسان، الحدیث ۶۳۷۳، ص ۵۳۳، مفہومنا)

مروی ہے کہ حضرت سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ عَزَّ وَجَلَّ وَصَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ! مجھے وصیت فرمائیں۔ آپ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی اس طرح عبادت کر گویا تو اسے دیکھ رہا ہے، اپنے آپ کو مرنے والوں میں شمار کر، اور اگر تو چاہے تو میں تجھے بتاؤں، کہ تیرے لئے کون سی چیز بہتر ہے، پھر آپ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ نے اپنی زبان مبارک کی طرف اشارہ فرمایا۔

(موسوعہ لابن ابی الدنیا، کتاب الصمت و آداب اللسان، باب حفظ اللسان و فضل الصمت، الحدیث ۲۲، ج ۷، ص ۴۲-۴۳)

حضرت سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ عَزَّ وَجَلَّ وَصَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ! کیا ہماری گفتگو پر بھی مواخذہ ہوگا؟ آپ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: اے ابنِ جبل! تیری ماں تجھ پر روئے، لوگوں کو ان کے نتھنوں کے بلِ جہنم میں گرانے والی زبان کی کاٹی ہوئی کھیتی (یعنی گفتگو) کے سوا اور کیا ہے۔ (جامع الترمذی، ابواب الایمان، باب ماجاء فی حرمة الصلاة، الحدیث ۲۶۱۶، ص ۱۹۱۵)

(1521) وَعَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ بِلَالِ بْنِ

الْحَارِثِ الْمُرَزِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ الرَّجُلَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ رِضْوَانِ اللَّهِ تَعَالَى مَا كَانَ يَظُنُّ أَنْ تَبْلُغَ مَا بَلَغَتْ يَكْتُبُ اللَّهُ لَهُ بِهَا رِضْوَانَهُ إِلَى يَوْمِ يَلْقَاهُ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ سَخَطِ اللَّهِ مَا كَانَ يَظُنُّ أَنْ تَبْلُغَ مَا بَلَغَتْ يَكْتُبُ اللَّهُ لَهُ بِهَا

حضرت ابو عبد الرحمن بلال بن حارث مرزنی

سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بندہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی کوئی بات کہہ لیتا ہے۔ اس کا گمان بھی نہیں ہوتا کہ کس مقام تک پہنچے گا۔ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے لیے روزِ حشر تک اپنی رضا لکھ دیتا ہے۔ اور آدمی اللہ کی ناراضگی کی بات کہہ جاتا ہے اور اس کی طرف توجہ بھی نہیں کرتا تو اس کو گمان بھی نہیں ہوتا کہ یہ

سَخَطُهُ إِلَى يَوْمٍ يَلْقَاهُ. رَوَاهُ مَالِكٌ فِي الْمَوْطَأِ. وَالْإِسْمَاعِيلِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ".
 کہاں تک پہنچے گی۔ اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس بندہ کے لیے روزِ حشر تک اپنی ناراضگی لکھ دیتا ہے۔ اس کو امام مالک نے مؤطا میں روایت کیا اور امام ترمذی نے اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب فیمن تکلم بکلمة یضحک بہا الناس، جلد 4، ص 557، رقم 2314 مؤطا امام مالک، باب ما یؤمر بہ من التحفظ فی الکلام، جلد 2، ص 985، رقم 1781 المستدرک للحاکم، کتاب الایمان، جلد 1، ص 62، رقم الحدیث 139 المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمہ بلال بن الحارث المنزلی، جلد 1، ص 367، رقم 1134 مسند امام احمد بن حنبل حدیث بلال بن الحر رضی اللہ عنہ، جلد 3، ص 469، رقم 15890)

شرح حدیث: حکیم الأُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ وہ بلال نہیں جو حضور انور کے مؤذن تھے وہ تو بلال ابن ابی رباح حبشی ہیں یہ بلال ابن حارث مزنی ہیں، ان کی کنیت ابو عبد الرحمن ہے، یہ پانچ ہجری میں وفد مزینہ میں حضور کی خدمت میں آئے، حضور انور نے آپ کو فرع کے علاقہ کا حاکم مقرر فرمایا، فرع مدینہ منورہ سے پانچ دن کے راستہ پر ہے، فتح مکہ کے دن مزینہ کا جھنڈا ان کے ہاتھ میں تھا، اسی ۸۰ سال آپ کی عمر ہوئی، ۶۰ ساٹھ ہجری میں وفات پائی۔

یعنی اسے خبر نہیں ہوتی کہ یہ بات جو میں بول رہا ہوں اللہ کے نزدیک کیسی عظیم الشان ہے یوں ہی بول دیتا ہے۔ یہاں الی انتہاء کا نہیں اور حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ قیامت تک تو رب اس سے راضی رہے گا بعد میں ناراض ہو جاوے گا بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس رضا کا ظہور دنیا میں ہی نہیں بلکہ روز قیامت تک رہے گا جیسے رب نے شیطان سے فرمایا إِنَّ عَلَیْكَ لَعْنَتِي إِلَى يَوْمِ الدِّينِ۔ غرض کہ رحمت کے آثار کا ظہور ابد الابد تک ہے اور عطا رب غفور بعد قیامت ہوگی۔ (اشع) غرض کہ اس فرمان سے مراد ابدالاباد ہے جیسے کہا جاتا ہے میں تجھ سے قیامت تک نہ بولوں گا یا تجھ سے قیامت تک خوش رہوں گا یعنی کبھی نہ بولوں گا یا ہمیشہ خوش رہوں گا۔

یعنی کوئی بات ایسی بری بول دیتا ہے جس سے رب تعالیٰ ہمیشہ کے لیے ناراض ہو جاتا ہے لہذا انسان کو چاہیے کہ بہت سوچ سمجھ کر بات کیا کرے۔ حضرت علقمہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے بہت سی باتوں سے بلال ابن حارث کی حدیث روک دیتی ہے۔ (مرقات) یعنی میں کچھ بولنا چاہتا ہوں کہ یہ حدیث سامنے آجاتی ہے اور میں خاموش ہو جاتا ہوں۔

(بزازہ السنن، ج ۶ ص ۶۱۸)

حضرت سفیان بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

کہ میں نے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے) عرض کیا: یا رسول

اللہ! مجھے ایک ایسی بات بتائیں کہ جس کے ساتھ میں

(1522) وَعَنْ سُفْيَانَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ

عَنْهُ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ حَدِّثْنِي بِأَمْرٍ

أَعْتَصِمُ بِهِ قَالَ: "قُلْ: رَبِّيَ اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقِمْ قُلْتُ:

يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَا أَخَوْفُ مَا تَخَافُ عَلَيَّ؟ فَأَخَذَ
بِلِسَانِ نَفْسِهِ، ثُمَّ قَالَ: "هَذَا". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ
وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ".

مضبوطی سے سہارا حاصل کروں۔ آپ نے فرمایا: تو کہہ
میرا رب اللہ ہے پھر اس پر ثابت قدم ہو جا۔ میں نے
عرض کیا: یا رسول اللہ آپ کو مجھ پر سب سے زیادہ ڈر
کس بات کا ہے تو آپ نے اپنی زبان کو پکڑا پھر فرمایا
اس کا۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث
حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء في حفظ اللسان، جلد 4، ص 607، رقم 2410 المستدرک للحاکم، کتاب
الرفاق، جلد 4، ص 349، رقم 7874 المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمہ سفیان بن عبد اللہ الثقفی، جلد 7، ص 69، رقم 6412
شعب الایمان، فصل فی فضل السکوت عن کل مالا یعنیه، جلد 4، ص 237، رقم 4921 مسند امام احمد بن حنبل، حدیث
سفیان بن عبد اللہ الثقفی، جلد 3، ص 413، رقم 15457)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کا نام سفیان ابن عبد اللہ ابن ربیعہ ہے، کنیت ابو عمرو، قبیلہ بنی ثقیف سے ہیں، طائف کے رہنے والے
تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں طائف کے حاکم رہے۔
یعنی میرے اعضاء سارے ہی خطرناک ہیں مگر ان سب میں زیادہ خطرناک کون سا عضو ہے جو مجھے بہت زیادہ
نقصان پہنچا سکتا ہے۔

حضور انور نے خود سائل کی زبان نہ پکڑی اس لیے کہ اس میں تکلف ہوتا اور یہ احتمال ہوتا کہ شاید صرف ان کی زبان
ہی خطرناک ہوگی دوسروں کی نہیں اپنی زبان شریف پکڑنے میں یہ دونوں باتیں نہیں، نیز اشارہ کیا نام نہ لے دیا کہ اشارہ
فرمانے میں زیادہ اہتمام ہے، چونکہ کفر و شرک اور اکثر بڑے گناہ زبان سے ہوتے ہیں، نیز زیادہ گناہ اور ہر وقت گناہ
زبان سے ہوتے ہیں اس لیے اسی کو زیادہ خطرناک قرار دیا دیگر اعضاء کے گناہوں میں بھی زبان کا دخل ہوتا ہے
چوری، زنا، شراب خوری، قتل وغیرہ تمام جرموں میں پہلے زبان کام کرتی ہے پھر باقی اعضاء کہ ان کاموں کے مشورے زبان
سے ہی ہوتے ہیں، میدان زبان بناتی ہے پھر اس پر چلتے ہیں باقی اعضاء، یہ ہی حال نیکیوں کا ہے کہ زیادہ نیکیاں ز
بان سے ہوتی ہے اور باقی اعضاء کی نیکیوں میں بھی زبان کا حصہ ضرور ہوتا ہے دوسرے اعضاء کی نیکیاں خاص وقتوں میں
ہوتی ہیں مگر زبان کی نیکیاں ہر وقت ہوتی رہتی ہیں۔ (مراۃ المناجیح، ج ۶ ص ۶۷۶)

(1523) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا،
قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا
تُكَلِّمُوا الْكَلَامَ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللَّهِ؛ فَإِنَّ كَثْرَةَ الْكَلَامِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے ذکر کے بغیر گفتگو کو زیادہ نہ کرو
کیونکہ زیادہ گفتگو دل کی سختی کا سبب ہے اور لوگوں میں

يَعْلَمُ ذِكْرَ اللَّهِ تَعَالَى قَسْوَةً لِلْقَلْبِ وَإِنَّ الْبَعْدَ
التَّاسِي مِنْ اللَّهِ الْقَلْبُ الْقَاسِي. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ.
اللہ سے زیادہ دور وہ دل ہے جو سخت ہے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ماجاء فی حفظ اللسان، جلد 4، ص 607، رقم 2411 شعب الایمان، فصل فی لفظ
السکوت عن کل مالا یعینہ، جلد 4، ص 245، رقم 4951)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہاں زیادہ باتوں سے مراد بیکار باتیں ہیں جن کا کوئی فائدہ نہ ہو لہذا تجارتی باتیں گھریلو مفید باتیں جتنی بھی ہوں
زیادہ باتوں میں شامل نہیں۔

سختی دل کا انجام یہ ہوتا ہے کہ اس میں وعظ نصیحت اثر نہیں کرتا، کبھی انسان اپنے گزشتہ گناہوں پر روتا نہیں آیات
الہیہ میں غور نہیں کرتا اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے زیادہ کلام اور بہت ہنس دل کو سخت کرتا ہے اور زیادہ ذکر اللہ یا اللہ والوں کی صحبت
موت کی یاد آخرت کا دھیان قبرستان کی زیارت دل میں نرمی پیدا کرتی ہے۔

یہاں دل سے مراد دل والا ہے یعنی سخت دل والا آدمی دنیا میں بھی اللہ سے دور ہے اور آخرت میں بھی اسی لیے اللہ
تعالیٰ نے قرآن کریم میں سختی دل کی بہت برائیاں بیان فرمائی ہیں فرماتا ہے: ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُمْ مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ فَهِيَ
كَالْحِجَارَةِ اَوْ فَرَمَاتَا هِيَ: اَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ اٰمَنُوْا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ۔ جب تک لوہا سخت ہے کچھ نہیں بن سکتا
ہے مگر جب نرم ہو گیا تو اسے جس طرح چاہو ڈھال لو، اور جو چاہو اس کا بنا لو، یوں ہی سخت دل نہ مؤمن بن سکے نہ عارف نہ
متقی نہ پرہیزگار نگر دل نرم ہو کر ولی غوث و قطب سب کچھ بن جاتا ہے، لوہا نرم کرنے کے لیے آگ چاہیے اور دل نرم کے
لیے عشق کی آگ درکار ہے رب تعالیٰ نصیب کرے پھر فقط عشق کی آگ کافی نہیں، بلکہ ساتھ میں کسی کاریگر کے ہتھوڑے کی
چوٹ بھی ضروری ہے، مصرع۔

چوں بصاحب دل رسی گو ہر شوی، غرضکہ دل کے لیے آگ عشق تو نرم کرنے والی چیز ہے، صحبت نیک عمدہ سانچہ
ہے۔ نگاہ مرد کامل کاریگر کا ہنر ہے ان تین چیزوں سے قلب کچھ کارآمد بنتا ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج 3 ص 500)

(1524) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ:
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ وَقَاهُ
اللَّهُ شَرَّ مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ، وَشَرَّ مَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ دَخَلَ
الْجَنَّةَ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: «حَدِيثٌ حَسَنٌ».
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کو اللہ تعالیٰ اس کے جبڑوں
کے درمیان اور اس کی ٹانگوں کے درمیان کے شر سے
بچائے وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اسے ترمذی نے
روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ماجاء فی حفظ اللسان، جلد 4، ص 606، رقم 2409 السکوت للحاکم، کتاب
الحدود، جلد 6، ص 393، رقم 8059)

شرح حدیث: امام حافظ شہاب الدین علیہ الرحمۃ فتح الباری شرح صحیح بخاری میں اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: دو جہڑوں کے درمیان والی چیز سے مراد زبان اور ناکوں کے درمیان والی شے سے مراد شرم گاہ ہے۔ اور حفاظت کی ضمانت دینے کا مطلب یہ ہے کہ انسان انہیں رب تعالیٰ کی نافرمانی والے کاموں سے بچانے کا پختہ عہد کرے مثلاً زبان سے وہی کلام کرے جو ضروری ہو اور بے کار باتوں سے بچے، اسی طرح شرم گاہ کو حلال جگہ استعمال کرے اور اسے حرام میں مبتلا ہونے سے بچائے۔ سیدنا ابن بطال علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ انسان کے لئے دنیا کی سب سے بڑی آزمائش اس کی زبان اور شرم گاہ ہے۔ لہذا! جو ان دونوں کے شر سے بچنے میں کامیاب ہو گیا وہ بہت بڑے شر سے بچ گیا۔ (فتح الباری، کتاب الرقاق، ج ۱۲، ص ۲۶۳)

(1525) وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
 قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا النَّجَاةُ؟ قَالَ:
 "أَمْسِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ، وَلَيْسَعَكَ بَيْتُكَ، وَابْكِ
 عَلَى خَطِيئَتِكَ". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيثٌ
 حَسَنٌ".
 حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں
 نے عرض کیا: یا رسول اللہ! نجات کا ذریعہ کیا ہے۔ آپ
 نے فرمایا: اپنی زبان پر کنٹرول کرنا اپنے گھر میں رک جا
 (ضرورت کے بغیر باہر نہ رہ) اور اپنی غلطی پر رو۔ اسے
 ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ماجاء فی حفظ اللسان، جلد 4، ص 605، رقم 2406 المعجم الكبير للطبرانی، من اسمہ عقبہ بن عامر الجہنی، جلد 17، ص 270، رقم 14429 شعب الایمان للبیہقی، الحادی عشر من شعب الایمان و هو باب فی الخوف من اللہ تعالیٰ، جلد 1، ص 492، رقم 805)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ قبیلہ جہینہ سے ہیں، امیر معاویہ کی طرف سے مصر کے حاکم رہے پھر معزول کر دیئے گئے، مصر میں ہی میں آپ کی وفات ہوئی، ۵۸ھ میں۔ (اکمال)

یعنی ہم دین و دنیا کی مصیبتوں سے کیسے بچیں دنیا میں آفتیں تو گرد و غبار کی طرح پھیلتی ہیں ان سے بچاؤ کی تدبیر کیا ہے۔ املک الف کے کسرہ سے باب ضرب کا امر ہے ملک بمعنی قبضہ قابو ہے یعنی اپنی زبان کو قبضہ میں رکھو اس کی حفاظت کرو بری بات بولنے سے روکو۔

یعنی بلا ضرورت گھر سے باہر نہ جاؤ لوگوں کے پاس بلا وجہ نہ جاؤ گھر سے نہ گھبراؤ اپنے گھر کی خلوت کو غنیمت جانو کہ اس میں صد ہا آفتوں سے امان ہے۔ بزرگ فرماتے ہیں کہ سکوت، لزوم بیوت اور قناعت بالقوت الی ان یموت امان کی چابی ہے یعنی خاموشی، گھر میں رہنا، رب کی عطا پر قناعت، موت تک اس پر قائم رہنا۔

یعنی اپنے گزشتہ گناہوں پر نادم ہو کر رونا اختیار کرو دوسروں کی عیب جوئی کی بجائے اپنی عیب جوئی کرو۔

(1526) وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِذَا أَصْبَحَ ابْنُ آدَمَ، فَإِنَّ الْأَعْضَاءَ كُلَّهَا تَكْفُرُ اللِّسَانَ، تَقُولُ: اتَّبِعِ اللَّهَ فِينَا، فَإِنَّمَا نَحْنُ بِكَ، فَإِنِ اسْتَقَمَّتْ اسْتَقَمْنَا، وَإِنِ اعْوَجَّجَتْ اعْوَجَّجْنَا." رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ. مَعْنَى: "تَكْفُرُ اللِّسَانَ": أَيْ تَذِلُّ وَتَخْضَعُ لَهُ.

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انسان جب صبح اٹھتا ہے تو تمام اعضاء زبان کی منت سماجت کرتے ہیں، کہتے ہیں ہمارے بارے اللہ سے ڈرنا ہم تیرے ساتھ ہیں، اگر تو درست رہی تو ہم بھی درست رہیں گے اور اگر تو ٹیڑھی ہو گی تو ہم بھی ٹیڑھے ہو جائیں گے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا۔ تَكْفُرُ اللِّسَانَ: کا مطلب ہے ذلیل و خوار ہونا اور انکساری کرنا۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء في حفظ اللسان، جلد 4، ص 605، رقم 2407، مسند ابی یعلیٰ، مسند ابی سعید الخدری، جلد 2، ص 403، رقم 1185، الاداب للبیہقی، باب فضیلة الصمت و حفظ اللسان عمالاً یحتاج الیہ، جلد 1، ص 175، رقم 294، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی سعید الخدری، جلد 3، ص 95، رقم 11927، مسند عبد بن حمید، من مسند ابی سعید الخدری، صفحہ 302، رقم 979)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

چونکہ راوی کو یہ یاد نہ رہا کہ حضرت ابوسعید خدری نے کن الفاظ سے حدیث کو مرفوع کیا سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کہا یا خالی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اس لیے رفعہ کہہ دیا۔ (مرقات)

تکفر بنا ہے کفر سے بمعنی ذلت و عاجزی و خواری، کہا جاتا ہے کفر الیہودی یعنی یہودی ذلیل ہو گیا اپنے صاحب کے آگے جھک گیا۔

یعنی نفع نقصان راحت و آرام تکالیف و آلام میں ہم تیرے ساتھ وابستہ ہیں اگر تو خراب ہوگی ہماری شامت آ جاوے گی تو درست ہوگی ہماری عزت ہوگی۔ خیال رہے کہ زبان دل کی ترجمان ہے اس کی اچھائی برائی دل کی اچھائی برائی کا پتہ دیتی ہے۔ عرب کہتے ہیں: لسان الانسان الہ البیان للكفر والایمان لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ دل کے درست ہو جانے سے تمام جسم درست ہو جاتا ہے کہ دل و زبان کا حال یکساں ہے، بارہا منافقین کی زبان ان کے دل کا نشان دے دیتی تھی، دل دیگ ہے زبان اس کا چمچ ہے۔ (مزاۃ الناجح، ج ۶، ص ۶۷۳)

(1527) وَعَنْ مُعَاذٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَخْبِرْنِي بِعَمَلٍ يُدْخِلُنِي الْجَنَّةَ وَيُبَاعِدُنِي مِنَ النَّارِ؛ قَالَ: "لَقَدْ سَأَلْتَ عَنِّ عَظِيمٍ، وَإِنَّهُ لَيْسِيرٌ عَلَيَّ مِنْ يَسَّرَهُ اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ:

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ مجھے ایسے عمل کی خبر دیں جو مجھ کو جنت میں داخل کر دے اور مجھ کو دوزخ سے دور کر دے۔ تو آپ نے فرمایا: تو نے بہت بڑی بات کا سوال

تَعْبُدُ اللّٰهَ لَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا، وَتُعِيْمُ الصَّلٰوةَ،
وَتُوْتِي الزَّكٰوةَ، وَتَصُوْمُ رَمَضَانَ، وَتُحْجُّ الْبَيْتَ ثُمَّ
قَالَ: «آلَا اَدُلُّكَ عَلَى ابْوَابِ الْخَيْرِ؟ الصَّوْمُ جُنَّةٌ،
وَالصَّدَقَةُ تُطْفِئُ الْحَطِيْمَةَ كَمَا يُطْفِئُ الْمَاءُ النَّارَ،
وَصَلٰوةُ الرَّجُلِ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ ثُمَّ تَلَا: (تَتَجَالَى
جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ) حَتَّى بَلَغَ (يَعْمَلُوْنَ)
(النور: 16) ثُمَّ قَالَ: «آلَا اُخْبِرُكَ بِرَأْسِ الْاَمْرِ،
وَعَمُوْدِهِ، وَذِرْوَةِ سِنَامِهِ؟ قُلْتُ: بَلَى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ،
قَالَ: «رَأْسُ الْاَمْرِ الْاِسْلَامُ، وَعَمُوْدُهُ الصَّلٰوةُ،
وَذِرْوَةُ سِنَامِهِ الْجِهَادُ» ثُمَّ قَالَ: «آلَا اُخْبِرُكَ
بِمَلَاكٍ ذٰلِكَ كَلِمَةً؟ قُلْتُ: بَلَى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، فَاَخَذَ
بِلِسَانِهِ وَقَالَ: «كُفَّ عَلَيَّكَ هٰذَا قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ
اللّٰهِ وَاِنَّا لَمُبَوَّاهِدُوْنَ بِمَا نَتَكَلَّمُ بِهِ؟ فَقَالَ:
«تَكَلَّمَ اُمَّكَ! وَهَلْ يَكْتُبُ النَّاسُ فِي النَّارِ عَلَى
وُجُوْهِهِمْ اِلَّا حَصَائِدُ اَلْسِنَتِهِمْ؟» رَوَاهُ
الترمذی، وَقَالَ: «حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ، وَقَدْ
سَبَقَ شَرْحُهُ فِيْ بَابٍ قَبْلَ هٰذَا.

کیا یہ جس پر اللہ تعالیٰ آسان کر دے تو اس کے لیے
آسان ہے۔ تو اللہ کی عبادت کر اور اس کے ساتھ کسی کو
شریک نہ ٹھہرا۔ نماز قائم کر، زکوٰۃ ادا کر، رمضان کے
روزے رکھ، بیت اللہ کا حج کر، اگر تجھے اس کے راستہ کی
طاقت ہو پھر فرمایا، کیا میں تجھے بھلائی کے دروازوں کی
رہنمائی نہ دوں؟ (سن) روزہ ڈھال ہے، صدقہ گناہوں
کو یوں بچھا دیتا ہے جس طرح پانی آگ کو بجھا دیتا ہے۔
اور آدمی کی رات کے وقت کی نماز پھر آپ نے یہ آیت
تلاوت کی کہ ”ان کے پہلو، بستروں سے دور ہوتے
ہیں“۔ حتیٰ کہ آپ نے ”یعلمون“ تک پڑھا پھر فرمایا
کیا تمہیں اس دین والے کام کے سترستون اور کوہان کی
چوٹی کی خبر نہ دوں؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ!
کیوں نہیں۔ آپ نے فرمایا: دین کی بنیاد قبولِ اسلام
ہے اور اس کا ستون نماز ہے اور اس کی کوہان جہاد ہے۔
پھر فرمایا: کیا میں تجھے اس کام کی اصل قوت کی خبر نہ
دوں۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیوں نہیں۔ آپ
نے اپنی زبان کو پکڑ کر فرمایا، اس کو اپنے آپ پر روک
میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا زبان سے گفتگو کرنے
کی وجہ سے بھی ہم پکڑے جائیں گے۔ فرمایا: اے
معاذ! تجھ پر تیری ماں روئے لوگوں کو آگ میں منہ کے
بل یا ان کے نتھنوں کے بل ان کی زبانوں کی باتیں ہی
گرائیں گی۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ
حدیث حسن صحیح ہے۔ اس کی شرح اس سے پہلے ایک
باب میں گزر چکی ہے۔ (مترجم کہتا ہے: یہ بات تسامح پر
مبنی ہے یا نسخوں کا اختلاف ہے پہلے کہیں پر حدیث نہ

(آئی۔)

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی حرمة الصلاة، جلد 5، ص 11، رقم 2616 مسند امام احمد بن حنبل
حدیث معاذ بن جبل، جلد 5، ص 231، رقم 22069 مسند عبد بن حمید، مسند معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، جلد 1، ص 68، رقم
112 سنن النسائی الکبیری، تفسیر سورة السجدة، جلد 6، ص 428، رقم 11394)

شرح حدیث: حکیم الأُمّت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

غزوہ تبوک میں دوپہر کے وقت جب سخت گرمی تھی، جب تمام صحابہ الگ الگ درختوں کے نیچے ٹھہرے اور میں
نے حضور کے ساتھ آرام کیا۔ (مرقاۃ)

(مجھ کو جنت میں داخل کر دے اور مجھ کو دوزخ سے دور کر دے) یہ اسناد مجازی ہے جنت، دنیا، دوزخ سے بچنا رب
کا کام ہے۔ چونکہ عمل اس کا ذریعہ ہے اس لیے اسے فاعل قرار دیا گیا لہذا یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضور جنت دیتے ہیں، دوزخ
سے بچاتے ہیں، ہمارے اعمال سے حضور کا تو سل زیادہ قوی ذریعہ ہے۔

(تو نے بہت بڑی بات کا سوال کیا) کیونکہ آگ سے بچنا جنت میں پہنچنا بڑی نعمتیں ہیں تو ان کا ذریعہ بھی بڑا ہی ہوگا۔

(جس پر اللہ تعالیٰ آسان کر دے) یعنی یہ ذریعہ بتانا مجھ کو آسان ہے کہ رب نے مجھ کو ہر شے پر مطلع کیا ہے یا وہ
اعمال اسی پر آسان ہوں گے جس پر اللہ کرم کرے، ڈھیلا خود نیچے گرتا ہے کسی کے اٹھانے سے اوپر ہوتا ہے، ہماری پیدائش
مٹی سے ہے ہمارا بھی یہی حال ہے۔

(اللہ کی عبادت کر) یعنی اسلام لاؤ جو ساری عبادتوں کی جڑ ہے کیونکہ عبادت کا ذکر تو آگے آ رہا ہے یہاں مضارع
بمعنی امر ہے نہ کہ بمعنی خبر۔

(بیت اللہ کا حج کرا) اس طرح کہ نماز روزانہ پانچ وقت، روزہ ہر سال رمضان میں، زکوٰۃ ہر سال، اگر مال ہو حج عمر
میں ایک مرتبہ۔ ظاہر یہ ہے کہ یہاں صرف فرائض مراد ہیں جن پر جنتی ہونا موقوف ہے۔

(میں تجھے بھلائی کے دروازوں کی رہنمائی نہ دوں؟) یعنی وہ نیک اعمال جو بہت سی نیکیوں کا ذریعہ ہیں جیسے روزہ نفس
توڑنے کا ذریعہ ہے نفس ٹوٹ جانے پر انسان بہت سی نیکیاں کر سکتا ہے۔ کیونکہ روکنے والا نفس ہی ہے۔

(روزہ ڈھال ہے) جس کی برکت سے روزہ دار تک گناہوں کا تیر نہیں پہنچتا اور شیطان کا راستہ بند ہو جاتا ہے۔

(جس طرح پانی آگ کو بجھا دیتا ہے) چونکہ خیرات میں اللہ کی عبادت بھی ہے اور بندوں کا نفع بھی، غریبوں کی

حاجت روائی بھی، اس لئے کہ یہ گناہوں کو مٹانے میں اکسیر ہے، جو بندوں پر مہربان ہو رب اس پر مہربان ہوتا ہے۔

(آدمی کی رات کے وقت کی نماز) یعنی نماز تہجد، نماز پنجگانہ کے بعد یہ نماز بہت اعلیٰ ہے اور نمازوں میں اطاعت

غالب ہے اس نماز میں عشق، نیز یہ نماز رب نے خاص حضور کے لیے بھیجی، حضور کے طفیل سے ہمیں ملی، فرماتا ہے: فَتَهَجَّدُ

بِهِ نَافِلَةٌ لَّكَ۔

(ان کے پہلو بستروں سے دور ہوتے ہیں) یعنی عشاء کے بعد کچھ سو لیتے ہیں، پھر اٹھ کر تہجد پڑھتے ہیں، تہجد کے لیے پہلے سو لینا شرط ہے ورنہ بستروں کا ذکر نہ ہوتا، بعد تہجد بھی سونا سنت ہے، یہ بھی اسی آیت سے ثابت ہے یعنی بستر بچھے ہوتے ہیں مگر وہ مصلے پر ہوتے ہیں۔

(تمہیں اس دین والے کام کے عرستون اور کوہان کی چوٹی کی خبر نہ دوں؟) یہاں دین کو اونٹ سے تشبیہ دی گئی، پھر اس کے لیے سر پاؤں اور کوہان ثابت کیا گیا جیسا استعارہ بالکنایہ اور تخیل میں ہوتا ہے۔

(میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیوں نہیں) یہ سوال جواب سائل کو شوق دلانے کے لئے ہے کیونکہ انتظار کے بعد جو شے حاصل ہو خوب یاد رہتی ہے۔ چیز سے مراد دین ہے۔ دینداری اسلام کے بغیر نہیں قائم رہ سکتی، جیسے سر کے بغیر زندگی اور نماز سے دین کو قوت و بلندی ہے، جیسے ستون سے چھت کی۔

جہاد چونکہ دشوار ہے اور جہاد ہی سے دین کی زینت و رونق ہے، جیسے کوہان سے اونٹ کی زینت اور کوہان تک پہنچنا کچھ مشکل بھی ہوتا ہے۔ جہاد بمعنی مشقت ہے یہ لسان، سنان، اقلام سبھی سے ہوتا ہے، کافروں پر جہاد سہل ہے مگر اپنے نفس پر مشکل یہ کلمہ سب جہادوں کو شامل ہے۔

ملاک وہ ہے جس سے کسی چیز کا نظام اور قوام قائم ہو، یعنی اصل اصول۔

کہ پہلے تو لو بعد میں بولو، زبان کو لگام دو، رب نے چھونے کے لیے دو ہاتھ، چلنے کے لیے دو پاؤں، دیکھنے کے لیے دو آنکھیں، سننے کے لیے دو کان دیئے، مگر بولنے کے لیے زبان صرف ایک ہی دی کہ کلام کم کرو کام زیادہ۔

یعنی بات تو معمولی چیز ہے۔ اس پر کیا پکڑ چوری، زنا، قتل وغیرہ جرم قابل گرفت ہیں مگر وہ زبان سے نہیں ہوتے۔

عرب میں یہ لفظ (ماں روئے) محبت و پیار میں بھی کہا جاتا ہے۔ جیسے بچوں سے مائیں پیار میں کہتی ہیں۔ اے رڑ جائیں، اڈ پڑ جائیں اردو میں مارے ہتیارے، ارے مٹ گئے وغیرہ یعنی تو گم جائے یا مر جائے اور ماں تجھے رورو کر ڈھونڈے یا یاد کرے۔

کیونکہ ہاتھ پاؤں سے اکثر گناہ ہی ہوتے ہیں۔ مگر زبان سے کفر، شرک، غیبت، چغلی، بہتان سب کچھ ہوتے ہیں جو دوزخ میں ذلت و خواری کے ساتھ پھیلنگے جانے کا ذریعہ ہیں۔ حصا ندوہ جگہ ہے جہاں کھیت کاٹ کر رکھا جاتا ہے یعنی کھلیان یا کٹوتی انسان کا ہر لفظ نامہ اعمال میں لکھا جاتا ہے۔ وہ دفتر گو یا اس کا کھلیان ہے۔ (بزازۃ النبی، ج ۱ ص ۲۷)

(1528) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اتَّدْرُونَ مَا الْغَيْبَةُ؟" قَالُوا: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: "ذِكْرُكَ أَخَاكَ بِمَا يَكْفُرُ قَيْلًا: أَفَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ فِي حَضْرَتِ ابُو هُرَيْرَةَ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جانتے ہو کہ غیبت کیا ہے۔ لوگوں نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔ فرمایا: تیرا اپنے بھائی کی نسبت وہ بات ذکر کرنا جس کو وہ ناپسند

ابن ماجہ: (صحیح مسلم، باب تحریم الغیبة، جلد 8، ص 21، رقم الحدیث 6758) الاداب للبیہقی، باب ترک الغیبة
 و تتبع عورات المسلمین، جلد 1، ص 67، رقم 119 سنن ابو داؤد، باب فی الغیبة، جلد 4، ص 420، رقم الحدیث 4876 سنن
 ترمذی، باب ما جاء فی الغیبة، جلد 4، ص 329، رقم 1934 سنن الدارمی، باب ما جاء فی الغیبة، جلد 2، ص 387، رقم 2714
 شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
 یعنی قرآن مجید میں ہے لَا یَغْتَابُ بَعْضُکُمْ بَعْضًا یعنی بعض مسلمان بعض کی غیبت نہ کریں، کیا جانتے ہو غیبت کیا ہے
 اور اس کی تفسیر کیا ہے۔

(جس کو وہ ناپسند کرتا ہے) یعنی کسی کے خفیہ عیب اس کے پس پشت بیان کرنا عیب خواہ جسمانی ہوں یا نفسانی دنیاوی
 یا دینی یا اس کی اولاد کے یا بیوی کے یا گھر کے خواہ زبان سے بیان کرو یا قلم سے یا اشارے سے، غرض کسی طرح سے
 لوگوں کو سمجھا دو حتیٰ کہ کسی لنگڑے یا ہکلے کی پس پشت نقل کرنا، لنگڑا کر چلنا یا ہکلا کر بولنا سب کچھ غیبت ہے یہ فرمان بہت وسیع
 ہے۔ (مرقات)

(اگرچہ اس میں وہ ہو جو میں کہوں) سائل غیبت اور بہتان میں فرق نہ کر سکے وہ سمجھے کہ کسی کو جھوٹا بہتان لگانا غیبت
 ہے اس لیے انہوں نے یہ سوال کیا، وہ مایکرہ کے لفظ سے دھوکہ کھا گئے۔

سبحان اللہ! کیا نفیس جواب ہے کہ غیبت سچے عیب بیان کرنے کو کہتے ہیں اور بہتان جھوٹے عیب بیان کرنے
 کو۔ غیبت ہوتا ہے سچ مگر ہے حرام، اکثر گالیاں سچی ہوتی ہیں مگر ہیں بے حیائی و حرام ہر سچ حلال نہیں ہوتا، خلاصہ یہ ہے کہ
 غیبت ایک گناہ ہے بہتان دو گناہ۔

غیبت و بہتان کا یہ فرق ضرور خیال رہے بہتان بہر حال برا ہے غیبت کبھی بری کبھی بری نہیں جیسا کہ ہم شروع باب
 میں عرض کر چکے کہ غیبت کے حرام ہونے کی چند شرطیں ہیں: کسی خاص کی ہوں وہ خاص شخص مسلمان ہو، وہ عیب بھی اس کا
 خفیہ ہو اور بیان بھی کرے بلا ضرورت۔ رہا بہتان وہ بہر حال حرام ہے خواہ کسی کو لگائے کسی طرح لگائے۔

(بزاز النایح، ج 1 ص ۲۷)

حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں منیٰ میں اپنے خطبہ میں ارشاد
 فرمایا: بے شک تمہارے خون، تمہارے مال، تمہاری

(1529) وَعَنْ أَبِي بَكْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ
 رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي خُطْبَتِهِ
 يَوْمَ النَّحْرِ بِمِنَى فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ: "إِنَّ دِمَائِكُمْ،

وَأَمْوَالِكُمْ، وَأَعْرَاضِكُمْ، حَرَامٌ عَلَيْكُمْ كَعَزْمَةِ
يَوْمِكُمْ هَذَا، فِي شَهْرِكُمْ هَذَا، فِي بَلَدِكُمْ هَذَا، إِلَّا
عزت و آبرؤ تم پر اسی طرح حرام ہیں جس طرح اس
دن کی عزت و حرمت اس مہینہ میں تمہارے اس شہر میں
ہے، سنو کیا میں نے بات پہنچا دی ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الخطبة ایام منی، جلد 2، ص 176، رقم 1739 صحیح مسلم، باب حجة النبی ﷺ، جلد 4،
صفحہ 39، رقم 3009 السنن الکبریٰ للبیہقی، باب کیف يستحب ان تكون الخطبة، جلد 3، ص 215، رقم 6016 المستدرک
للحاکم، ذکر مناقب عمر بن عدی، جلد 3، ص 533، رقم 5982 مسند امام احمد بن حنبل، حدیث ابی بکرۃ نفع رضی اللہ عنہ،
جلد 5، ص 49، رقم 20516)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ دس ذی الحجہ کا خطبہ بمعنی وعظ و نصیحت ہے نہ کہ وہ خطبہ مسنونہ جو حج میں ہوتا ہے کہ وہ گیارہویں بقرعید کو منیٰ میں
ہے، یہ خطبہ اس خطبہ کے علاوہ ہے جو نبویوں کو عرفات میں دیا جاتا ہے، ان خطبوں میں بقیہ ارکان حج کی تعلیم ہوتی ہے۔ اگلے
مضمون سے معلوم ہو رہا ہے کہ یہ خطبہ حج نہیں ہے ورنہ اس میں مسائل حج بیان ہوتے، یہ خطبہ بعد نماز ظہر تھا۔

عام علماء فرماتے ہیں کہ حدود حرم میں جیسے نیکی کی ایک لاکھ بن جاتی ہے ویسے ہی گناہ بھی ایک لاکھ ہے اس لیے
حضور نے ارشاد فرمایا جیسے یہاں کا گناہ دوسرے مقامات کے گناہ سے سخت تر ہے ایسے ہی مسلمان کے خون مال آبرو ظلمنا
برباد کرنا سخت تر ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَنْ يُرِدْ فِيهِ بِإِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ أَلِيمٍ۔ محققین علماء فرماتے ہیں
کہ یہ زیادتی کیفیت میں ہے نہ کہ مقدار میں، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى إِلَّا مِثْلَهَا۔

یعنی قیامت میں رب تعالیٰ تمہارے ہر چھوٹے بڑے جانی مالی اعمال کا حساب فرمائے گا ابھی سے اس حساب کا خیال
رکھو حضرت علی مرتضیٰ فرماتے ہیں حاسبوا قبل ان تحاسبوا حساب دینے سے پہلے اپنا حساب خود لیتے رہو۔

(بزاۃ المناجیح، ج ۴ ص ۲۷۱)

(1530) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا،
قَالَتْ: قُلْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: حَسْبُكَ
مِنْ صَفِيَّةَ كَذَا وَكَذَا. قَالَ بَعْضُ الرَّوَاةِ: تَعْنِي
قَصِيرَةً، فَقَالَ: "لَقَدْ قُلْتِ كَلِمَةً لَوْ مُزِجَتْ بِمَاءِ
الْبَحْرِ لَمَزَجَتْهُ! قَالَتْ: وَحَكَيْتُ لَهُ إِنْسَانًا فَقَالَ:
"مَا أَحْبَبْتُ أَنْيَ حَكَيْتُ إِنْسَانًا وَإِنَّ لِي كَذَا وَكَذَا."
رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ
صَوِيحٌ".

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے
رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: آپ کی ازواج میں سے
صفیہ اس طرح اور اس طرح ہے۔ راویوں میں سے
بعض نے کہا، آپ کا ارادہ یہ تھا کہ ان کا قد چھوٹا ہے
تو آپ نے فرمایا: تو نے ایسی بات کی کہ اگر سمندر
کے پانی میں ملا دی جائے تو اس کا ذائقہ بدل
دے۔ آپ فرماتی ہیں کہ میں نے آپ سے کسی کی
بات کے متعلق عرض کی تو آپ نے فرمایا: مجھے یہ پسند

نہیں کہ کسی کی بات میرے لیے نقل ہو اور میرے لیے اتنا اور اتنا ہو۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

وَمَعْلَى: مَزَجَتْهُ خَالَطَتْهُ مُخَالَطَةٌ يَتَغَيَّرُ بِهَا طَعْمُهُ أَوْ رِيحُهُ لِشِدَّةِ نَتْنِهَا وَقُبْحِهَا. وَهَذَا الْحَدِيثُ مِنْ أَبْلَغِ الزَّوَاجِرِ عَنِ الْغَيْبَةِ.

اور مَزَجَتْهُ کا معنی ہے اس میں مل کر اس کا ذائقہ یا بو متغیر کر دے اور اس کی بدبو اور قباحت کی شدت کی وجہ سے وہ تبدیل ہو جائے۔ یہ حدیث غیبت پر سخت تر وعید ہے۔

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ). (النجم: 3)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کہ وہ خواہش نفس سے بولتے ہی نہیں جو کچھ بولتے ہیں وہ وحی ہوتی ہے جو آپ کی طرف کی جاتی ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی الغیبة، جلد 4، ص 420، رقم 4877 سنن ترمذی، باب ماجاء فی متقہ اوانی الحوض، جلد 4، ص 660، رقم 2503 مسند امام احمد بن حنبل، حدیث السیدة عائشہ رضی اللہ عنہا، جلد 6، ص 206، رقم 25749 السنن الکبریٰ للبیہقی، باب من عطفہ غیرہ بعد او نفی لسب ردت شہادتہ، جلد 20، ص 247، رقم 21677)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ نے اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس طرح کہ جناب عائشہ نے بالشت دکھا کر فرمایا کہ صفیہ اتنی بڑی ہیں یعنی میرے بالشت کی برابر یہ عرض و معروض حضرت صفیہ بنت حنی کے پس پشت ہوئی اس لیے اسے غیبت کہا گیا۔ معلوم ہوا کہ غیبت اشارہ سے بھی ہو جاتی ہے۔ یعنی بظاہر یہ بات چھوٹی سی معلوم ہوتی ہے مگر اتنی بڑی ہے کہ اگر اس رنگت کو پوڑیا کی شکل دے دی جاوے اور اس سمندر میں گھول دیا جاوے تو سارے سمندر کو رنگین کر دے تو یہ تمہارے دل کو یقیناً گدلا کر دے گی تمہارے نیک اعمال کا رنگ بھی بگاڑ دے گی، اس سے توبہ کرو اور آئندہ کبھی کسی کی غیبت نہ کرو۔ اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ حضرات صحابہ کرام گناہوں سے معصوم نہیں، معصوم یا فرشتے ہیں یا حضرات انبیاء کرام، یہ حضرات عادل ہیں کہ گناہ پر جتے نہیں توبہ کر لیتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ غیبت حق العبد جب ہے جب کہ اس کی خبر اس کو پہنچ جاوے جس کی غیبت کی گئی ورنہ حق اللہ ہے کہ توبہ سے معاف ہو جاتی ہے، دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ کو جناب صفیہ سے معافی مانگنے کا حکم نہ دیا کیونکہ حضرت صفیہ کو اس کی خبر نہ ہوئی لہذا یہ حق اللہ رہی۔ (مرآة المناجیح، ج ۶ ص ۶۸۶)

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے کہ:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرُوا قَوْمًا مِنْ قَوْمٍ عَسَىٰ أَنْ يَكُونُوا خَيْرًا مِنْهُمْ وَلَا نِسَاءً مِنْ نِسَاءٍ عَسَىٰ أَنْ يَكُنَّ خَيْرًا مِنْهُنَّ ۗ وَلَا تَلْبِسُوا أَنْفُسَكُمْ وَلَا تَتَابَرُوا بِالْأَلْقَابِ ۗ بِئْسَ الْإِسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ

الایمان ۱ وَمَنْ لَمْ يَثْبُتْ فَاُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ۝

ترجمہ کنز الایمان: اے ایمان والو! وہ مرد مردوں سے نہیں محب نہیں کہ وہ ان ہنسنے والوں سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں سے دور نہیں کہ وہ ان ہنسنے والیوں سے بہتر ہوں اور آپس میں طعنہ نہ کرو اور ایک دوسرے کے برے نام نہ رکھو کیا ہی برانا نام ہے مسلمان ہو کر فاسق کہلانا اور جو توبہ نہ کریں تو وہی ظالم ہیں۔

(پ 26، الحجرات: 11)

درس ہدایت: قرآن کریم کی ان چمکتی ہوئی آیتوں کو بغور پڑھئے اور عبرت حاصل کیجئے کہ اس زمانے میں جو ایک فاسقانہ اور سراسر مجرمانہ رواج نکل پڑا ہے کہ سید و شیخ اور پٹھانکھلانے والوں کا یہ دستور بن گیا ہے کہ وہ ڈھنیا، جولاہا، گنجوا، قصائی، نائی کہہ کر مخلص و متقی مسلمانوں کا مذاق بنایا کرتے ہیں بلکہ ان قوموں کے عالموں کو محض ان کی قومیت کی بناء پر ذلیل و حقیر سمجھتے ہیں بلکہ اپنی مجلسوں میں ان کا مذاق بنا کر ہنستے ہنساتے ہیں۔ جہاں تو جہاں بڑے بڑے عالموں اور پیرانِ طریقت کا بھی یہی طریقہ ہے کہ وہ بھی یہی حرکتیں کرتے رہتے ہیں۔ حد ہو گئی کہ جو لوگ برسوں ان قوموں کے عالموں کے سامنے زانوئے تلمذ طے کر کے خود عالم اور شیخ طریقت بنے ہیں مگر پھر بھی محض قومیت کی بناء پر اپنے استادوں کو حقیر و ذلیل سمجھ کر ان کا تمسخر کرتے رہتے ہیں۔ اور اپنے نسب و ذات پر فخر کر کے دوسروں کی ذلت و حقارت کا چرچا کرتے رہتے ہیں۔ اللہ بتائیے کہ قرآن مجید کی روشنی میں ایسے لوگ کتنے بڑے مجرم ہیں؟

ملاحظہ فرمائیے کہ قرآن مجید نے مندرجہ ذیل احکام اور وعیدیں بیان فرمائی ہیں:

(۱) کوئی قوم کسی قوم کا مذاق نہ اڑائے۔ ہو سکتا ہے کہ جن کا مذاق اڑا رہے ہیں وہ مذاق اڑانے والوں سے دنیا و آخرت میں بہتر ہوں۔

(۲) مسلمانوں کے لئے جائز نہیں کہ ایک دوسرے پر طعنہ زنی کریں۔

(۳) مسلمانوں پر حرام ہے کہ ایک دوسرے کے لئے برے برے نام رکھیں۔

(۴) جو ایسا کرے وہ مسلمان ہو کر فاسق ہے۔

(۵) اور جو اپنی ان حرکتوں سے توبہ نہ کرے وہ ظالم ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ اگر کوئی گناہ گار مسلمان اپنے گناہ سے توبہ کر لے تو توبہ کے بعد اس کو اس گناہ سے عار دلانا بھی اسی ممانعت میں داخل ہے۔ اسی طرح کسی مسلمان کو کتا، گدھا، سور کہہ دینا بھی ممنوع ہے یا کسی مسلمان کو ایسے نام یا لقب سے یاد کرنا جس میں اس کی برائی ظاہر ہوتی ہو یا اس کو ناگوار ہوتا ہو یہ ساری صورتیں بھی اسی ممانعت میں داخل ہیں۔ (تفسیر خزائن العرفان، ص ۹۳۰، پ ۲۶، الحجرات: ۱۱)

اور حضرت عبداللہ بن مسعود صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اگر میں کسی کو حقیر سمجھ کر اس کا مذاق بناؤں تو مجھے ڈر لگتا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مجھے معراج پر بلایا گیا تو میرا ایک قوم کے پاس سے گزر رہا تھا ان کے ناخن تانے کے تھے وہ اپنے چہروں اور سینوں کو کھرچ رہے تھے میں نے کہا اے جبرائیل یہ کون ہیں؟ تو انہوں نے کہا: یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے اور ان کی عزتوں پر حملہ کرتے تھے۔ اسے امام ابو داؤد نے روایت کیا ہے۔

(1531) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَنَا عُرْجُ بِي مَرَزَتْ بِقَوْمٍ لَهُمْ أَظْفَارٌ مِنْ نُحَاسٍ يَنْحَبِشُونَ وَجُوهَهُمْ وَصُدُورَهُمْ فَقُلْتُ: مَنْ هَؤُلَاءِ يَا جِبْرِيْلُ؟ قَالَ: هَؤُلَاءِ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ لُحُومَ النَّاسِ وَيَقْعُونَ فِي أَعْرَاضِهِمْ!». رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ.

تخریج حدیث: (سنن ابو داؤد، باب فی الغیبة، جلد 4، ص 420، رقم 4880 الاداب للبیہقی، باب ترک الغیبة و تتبع عورات المسلمین، جلد 1، ص 67، رقم 118 اطراف المسند المعلن، من اسمہ راشد بن سعد المقرانی، جلد 1، ص 391، رقم 570 مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک، جلد 3، ص 224، رقم 13364 مسند الشامیین للطبرانی، احادیث صفوان عن عبدالرحمن بن جبیر بن نفیرة، جلد 2، ص 68، رقم 932)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ یہاں معراج سے مراد جسمانی بیداری کی معراج مراد ہے جو نبوت کے گیارہویں سال ستائیسویں رجب سوموار کی رات ہوئی۔ منامی یعنی خواب کی معراجیں حضور کو قریباً تیس ہوئی ہیں، نماز کی فرضیت اس جسمانی معراج میں ہوئی۔

اس طرح کہ ان پر خارش کا عذاب مسلط کر دیا گیا تھا اور ناخن تاننے کے دہار دار اور نوکیلے تھے ان سے سینہ چہرہ کھجلاتے تھے اور زخمی ہوتے تھے۔ خدا کی پناہ! یہ عذاب سخت عذاب ہے یہ واقعہ بعد قیامت ہوگا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آنکھوں سے دیکھا۔

یعنی یہ لوگ مسلمانوں کی غیبت کرتے تھے ان کی آبروریزی کرتے تھے، یہ کام عورتیں زیادہ کرتی ہیں انہیں اس سے عبرت لینی چاہیے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۶ ص ۸۷۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک مسلمان خون، عزت اور اس کا مال دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔ (مسلم)

(1532) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ: دَمُهُ وَعِرْضُهُ وَمَالُهُ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے

یعنی مسلمان کو نہ تو دل میں حقیر جانو نہ اسے حقارت کے الفاظ سے پکارو یا برے لقب سے یاد کرو نہ اس کا مذاق بناؤ آج ہم میں یہ عیب بہت ہے۔ پیشوں، نسبوں، یا غربت و افلاس کی وجہ سے مسلمان بھائی کو حقیر جانتے ہیں حتیٰ کہ صوبہ بھارتی تعصب ہم میں بہت ہو گیا کہ وہ پنجابی ہے، وہ بنگالی، وہ سندھی، وہ سرحدی، اسلام نے یہ سارے فرق مٹا دیئے۔ شہد کی مکھی مختلف پھولوں کے رس چوس لیتی ہے تو ان کا نام شہد ہو جاتا ہے، مختلف لکڑیوں کو آگ جلا دے تو اس کا نام راکھ ہو جاتا ہے، آم، جامن، ببول کا فرق مٹ جاتا ہے یوں ہی جب حضور کا دامن پکڑ لیا تو سب مسلمان ایک ہو گئے حبشی ہو یا رومی۔ مولانا جامی فرماتے ہیں شعر

بندہ عشق شدی ترک نسب کن جامی
کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

یعنی اسلام میں عزت تقویٰ و پرہیزگاری سے ہے اور تقویٰ کا اصلی ٹھکانہ دل ہے۔ تمہیں کیا خبر کہ جس مسکین مسلمان کو تم حقیر سمجھتے ہو اس کا دل تقویٰ کی شمع سے روشن ہو اور وہ اللہ کا پیارا ہوتم سے اچھا ہو شعر۔

خاکساران جہاں را حقارت منگر
تو چہ دانی کہ دریں راہ سوارے باشد

صوفیاء کرام اس جملہ کے معنی یہ کرتے ہیں کہ حضور نے اپنے سینہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ تقویٰ و پرہیزگاری یہاں ہے یعنی تقویٰ کی کان پرہیزگاری کا مرکز میرا سینہ ہے، میرے سینہ سے تمام اولیاء و علماء کے دلوں کی طرف تقویٰ کے دریا بہتے ہیں ان سینوں سے عوام کے سینوں کی طرف تقویٰ کی نہریں نکلیں۔ (مرقات) حضور کا سینہ کشف غیوب کا آئینہ ہے کونین میں حضور کی عطائیں بہتی ہیں۔ (مرقات)

یعنی کوئی مسلمان کسی مسلمان کا مال بغیر اس کی اجازت نہ لے، کسی کی آبروریزی نہ کرے، کسی مسلمان کو ناحق اور ظلماً قتل نہ کرے کہ یہ سب سخت جرم ہیں۔ (مزاۃ الناجح، ج ۶ ص ۷۸۹)

112- بَابُ تَحْرِيمِ سَمَاعِ الْغَيْبَةِ وَ اَمْرِ مَنْ

سَمِعَ غَيْبَةً فَحَرَّمَ بِرَدِّهَا وَالْاِنْكَارِ

عَلَى قَائِلِهَا فَاِنْ عَجَزَ اَوْ لَمْ يَقْبَلْ

مِنْهُ فَارَقَ ذَلِكَ الْمَجْلِسَ

اِنْ اَمْكَنَهُ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور جب بیہودہ بات سنتے ہیں

اس سے تغافل کرتے ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور وہ جو کسی بیہودہ بات

کی طرف التفات نہیں کرتے۔

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (وَإِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ أَعْرَضُوا

عَنْهُ) (القصص: 55)،

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ

مُعْرِضُونَ) (المؤمنون: 3)،

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا) (بنی اسرائیل: دل ان سب سے سوال ہونا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بیشک کان اور آنکھ اور (36)

شرح اس آیت کے تحت تفسیر قرطبی میں ہے کہ یعنی ان میں سے ہر ایک سے اس کے استعمال کے بارے میں سوال ہوگا، چنانچہ دل سے پوچھا جائے گا کہ اس کے ذریعے کیا سوچا گیا اور پھر کیا اعتقاد رکھا گیا جبکہ آنکھ اور کان سے پوچھا جائے گا تمہارے ذریعے کیا دیکھا اور کیا سنا گیا۔ (تفسیر قرطبی ج ۲۰، ص ۱۳۹)

جبکہ علامہ سید محمود آلوسی بغدادی علیہ الرحمۃ تفسیر روح المعانی میں اسی آیت کے تحت لکھتے ہیں کہ، یہ آیت اس بات پر دلیل ہے کہ آدمی کے دل کے افعال پر بھی اس کی پکڑ ہوگی مثلاً کسی گناہ کا پختہ ارادہ کر لینا.. یا.. دل کا مختلف بیماریوں مثلاً کینہ، حسد اور خود پسندی وغیرہ میں مبتلاء ہو جانا،۔۔۔۔۔ ہاں علماء نے اس بات کی تصریح فرمائی کہ دل میں کسی گناہ کے بارے میں محض سوچنے پر پکڑ نہ ہوگی جبکہ اس کے کرنے کا پختہ ارادہ نہ رکھتا ہو۔ (تفسیر روح المعانی ج ۱۵، ص ۹۷)

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيَاتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتَّى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ وَإِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدَ بَعْدَ الذِّكْرَى مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ) (الأنعام: 68)

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور اے سننے والے جب تو انہیں دیکھے جو ہماری آیتوں میں پڑتے ہیں تو ان سے منہ پھیر لے جب تک اور بات میں پڑیں اور جو کہیں تجھے شیطان بھلاوے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔

(1533) وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنْ رَدَّ عَنْ عَرَضِ أَخِيهِ، رَدَّ اللَّهُ عَنْ وَجْهِهِ النَّارَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: «حَدِيثٌ حَسَنٌ».

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنے بھائی کی عزت کا دفاع کیا تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کے چہرہ کو آگ سے بچائے گا۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ماجاء فی الذب عن عرض المسلم، جلد 4، ص 327، رقم 1931 السنن الکبریٰ للبیہقی، باب ما فی الشفاعة والذب عن عرض اخیہ، جلد 8، ص 168، رقم 17129 مسند امام بن حنبل، بقیة حدیث ابي الدرداء رضی اللہ عنہ، جلد 6، ص 449، رقم 27576 مسند الحارثا، باب فیمن رد عن عرض، جلد 3، ص 409، رقم 870 مسند عبد بن حمید، مسند ابي الدرداء، صفحہ 100، رقم الحدیث 206)

شرح حدیث: غیبت کی تعریف

غیبت یہ ہے کہ تم اپنے کسی بھائی کا ذکر ان الفاظ میں کرو کہ اگر اس تک یہ بات پہنچے تو وہ اسے ناپسند کرے۔ خواہ تم

اس کے بدن یا خاندان کے عیب کا ذکر کرو یا اس کی فعلی، قولی، دینی یا دنیوی کوتاہی بیان کرو۔ یہاں تک کہ اس کے لباس، مکان اور جانور کا عیب بیان کرنا بھی غیبت ہے۔

جان لو! غیبت کے سلسلے میں اشارۃً گفتگو کرنا اور سمجھنا صراحتاً گفتگو کرنے کی طرح ہے اور ایسی حرکت جس سے مقصود سمجھ میں آجائے اس میں اور صریح گفتگو کرنے میں کوئی فرق نہیں اور غیبت سننے والا غیبت کرنے والے کے ساتھ (گناہ میں) شریک ہوتا ہے، غیبت توجہ سے سنا اور غیبت کرنے والے کی بات پر اظہارِ تعجب بھی غیبت ہے، کیونکہ یہ بھی غیبت کرنے والے کی مدد کرنا اور اس کے ساتھ شریک ہونا ہے۔

حضرت سیدنا ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب و سینہ، صاحبِ معطرِ سینہ، باعثِ نزولِ سکینہ، فیضِ گنجینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ بشارت نشان ہے: جو شخص اپنے (مسلمان) بھائی کی غیر موجودگی میں اس کی عزت کی حفاظت کرے، اللہ عزَّ وَّجَلَّ کے ذمہ کرم پر ہے، کہ وہ قیامت کے دن اس کی عزت کی حفاظت فرمائے گا۔ (موسوعہ لابن ابی الدنیا، کتاب الشمت و آداب اللسان، باب ذب المسلم عن عرض اخیہ، الحدیث ۲۳۰، ج ۷، ص ۱۵۹)

حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جو ان کی ایسی مشہور حدیث میں ہے جو باتِ الرجاء میں گزر چکی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھنے کھڑے ہوئے۔ تو آپ نے فرمایا: مالک بن دحشم کہاں ہے؟ ایک آدمی نے عرض کیا: یا رسول اللہ! وہ تو منافق ہے۔ اللہ اور اس کے رسول سے محبت نہیں کرتا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایسا نہ کہہ کیا تو دیکھتا نہیں کہ وہ اللہ کی رضا کے لیے لا الہ الا اللہ کہتا ہے۔ اور جو شخص لا الہ الا اللہ اللہ کی رضا کے لیے کہتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر آگ حرام فرمادیتا ہے۔ (متفق علیہ)

اور ”عتبان“ عین پرزیر کے ساتھ مشہور ہے اور اس پر پیش بھی پڑھی گئی ہے اور اس کے بعد تامثنا اور باء موعده ہے۔ دُخْشُم: دال پر پیش، خاساکن اور شین معجمہ پر بھی پیش کے ساتھ ہے۔

(1534) وَعَنْ عِتْبَانَ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فِي حَدِيثِهِ الطَّوِيلِ الْمَشْهُورِ الَّذِي تَقَدَّمَ فِي بَابِ الرَّجَاءِ قَالَ: قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فَقَالَ: «أَيُّنَ مَالِكِ بْنِ الدُّخْشِمِ؟» فَقَالَ رَجُلٌ: ذَلِكَ مُنَافِقٌ لَا يُحِبُّ اللَّهَ وَلَا رَسُولَهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا تَقُلْ ذَلِكَ إِلَّا تَرَاهُ قَدْ قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يُرِيدُ بِذَلِكَ وَجْهَ اللَّهِ! وَإِنَّ اللَّهَ قَدْ حَرَّمَ عَلَى النَّارِ مَنْ قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَبْتَغِي بِذَلِكَ وَجْهَ اللَّهِ.» مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

”وَعِتْبَانَ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَلَيْهِ عَلَى الْمَشْهُورِ وَحَدَّثَهُمْ بِهَا وَبَعْدَهَا تَابًا مَثْنَاةً مِنْ فَوْقِ ثَمَّ بَاءٌ مُوَحَّدَةٌ. وَالِدُّخْشِمُ بِضَمِّ الدَّالِ وَأَسْكَانِ الْحَاءِ وَضَمِّ الشَّيْنِ الْمُعْجَمَتَيْنِ.“

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ماجاء فی المتاولین، جلد 9، صفحہ 18، رقم 6938 صحیح مسلم، باب الرخصة فی التغلف عن الجماعة بعد، جلد 2، ص 126، رقم 1528 صحیح ابن خزيمة، باب الرخصة فی ترک العمیان الجماعة فی الامطار، جلد 3، ص 77، رقم 1653 المعجم الكبير للطبرانی، من اسمه عتبان بن مالك الانصاری، جلد 18، ص 31، رقم 14762 السنن الكبرى

للبيهقي، باب لا يقبل المجرح فيمن ثبتت عدالته، جلد 10، ص 124، رقم 20893)

شرح حدیث: کسی کو مسلمان کی غیبت یا بے عزتی سے روکنے کا ثواب

سرکارِ والاخبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیع روز شمار، دو عالم کے مالک و مختار، حبیب پروردگار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اپنے بھائی کی عزت بچائی اللہ عزوجل قیامت کے دن اس سے اپنا عذاب دور فرمادے گا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی:

وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ ۝

ترجمہ کنز الایمان: اور ہمارے ذمہ کرم پر ہے مسلمانوں کی مدد فرمانا۔ (پ، 21، الروم: 47)

(الترغیب والترہیب، کتاب الادب، باب من الغیبة... الخ، رقم ۳۰۳، ج ۳، ص ۳۳۲)

حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سُرور، دو جہاں کے تاجور، سلطان بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے سامنے اس کے بھائی کی غیبت کی جائے اور وہ اس کی مدد کر سکتا ہو پھر اگر وہ اس کی مدد کرے تو اللہ عزوجل دنیا اور آخرت میں اس کی مدد فرمائے گا اور اگر اس نے اس کی مدد نہ کی تو اسے دنیا و آخرت میں اس کا گناہ ملے گا۔ (الترغیب والترہیب، کتاب الادب، باب من الغیبة... الخ، رقم ۳۰۳، ج ۳، ص ۳۳۲)

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی توبہ والے واقعہ کی لمبی حدیث توبہ کے باب میں گزر چکی اس میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبوک میں لوگوں کے درمیان بیٹھے ہوئے فرمایا کعب بن مالک نے کیا کیا توبہ بنو سلمہ کے ایک آدمی نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس کو اس کی عمدہ چادروں اور اپنے کندھوں پر نظر ڈالنے نے روک لیا ہے۔ تو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے اس کو کہا تو نے بہت بری بات کی ہے۔ اللہ کی قسم یا رسول اللہ اس کے بارے ہم بھلائی کے سوا کچھ نہیں جانتے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے۔ (متفق علیہ) عطفاء: دونوں پہلو اپنے آپ میں غرور کی طرف اشارہ ہے۔

(1535) وَعَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي حَدِيثِهِ الطَّوِيلِ فِي قِصَّةِ تَوْبَتِهِ وَقَدْ سَبَقَ فِي بَابِ التَّوْبَةِ. قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ جَالِسٌ فِي الْقَوْمِ بِتَبُوكَ: "مَا فَعَلَ كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ؟ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنْ بَنِي سَلَمَةَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، حَبَسَهُ بُرْدَاةٌ وَالنَّظْرُ فِي عِظْفِيهِ. فَقَالَ لَهُ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: بِئْسَ مَا قُلْتَ، وَاللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ إِلَّا خَيْرًا. فَسَكَتَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. "عِظْفَاءُ": جَانِبَاةٌ، وَهُوَ إِشَارَةٌ إِلَى إِعْجَابِهِ بِنَفْسِهِ.

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما يجوز سن اغتيا ب اهل الفساد والريب، جلد 5، ص 31، رقم 5707 مسند امام احمد بن حنبل، حدیث السیدة عائشہ رضی اللہ عنہا، جلد 6، صفحہ 38، رقم 24152 صحیح مسلم، باب مداراة من یتقی فحشہ، جلد 4، صفحہ 21، رقم الحدیث 6761 سنن الکبیری للبیہقی، باب من خرق اعراض الناس ليعالهم أموالهم، جلد 10، ص 245، رقم

20939 سنن ابو داؤد، باب فی حسن العشرہ، جلد 2، صفحہ 666، رقم 4792

شرح حدیث: غیبت کا بدلہ

جب سنے کہ کوئی شخص اس کی غیبت کرتا ہے تو دل میں خوش ہو کہ کوئی دوسرا اسکے گناہوں کا بوجھ اٹھا رہا ہے (کیونکہ غیبت کرنے والے کے سر پر اسکے گناہوں کا بوجھ بقدر غیبت ڈالا جاتا ہے جسکی اس نے غیبت کی)۔

اور خوش ہو کہ اسکی نیکیاں میرے نامہ اعمال میں آرہی ہیں البتہ ایک احتیاط یہ کرے کہ یہ نیت دل ہی میں کرے زبان کے ذریعے اسکا اظہار کرنا بہتر نہیں۔

حدیث پاک میں ہے: بندے کا حساب ہوگا تو کسی آفت کے آجانے سے تمام اعمال بے کار ہو جائیں گے یہاں تک کہ وہ شخص جہنم کا مستحق ہو جائے گا پھر اسکے نیک اعمال کا دفتر کھولا جائے گا جس سے اسکے لئے جنت واجب ہو جائے گی وہ تعجب کریگا اور کہے گا کہ اے پروردگار یہ نیک اعمال تو میں نے کبھی نہیں کئے، تو جواب دیا جائے گا کہ یہ اعمال ان لوگوں کے ہیں جنہوں نے تیری غیبت کی، تجھے اذیت پہنچائی اور تجھ پر ظلم کیا (الفردوس بما ثور الخطاب، ج اول، ص 197، حدیث، 434)۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ بندہ قیامت کے دن ایسے اعمال لے کر آئے گا جو پہاڑوں کے برابر ہونگے اور اگر ان نیک اعمال کا ثواب اسی کو ملے تو داخل جنت ہو جائے لیکن اسنے دنیا میں کسی پر ظلم کیا ہوگا، کسی کو گالی دی ہوگی اور کسی کو مارا ہوگا، چنانچہ ہر ایک کو اسکے نیک اعمال میں سے بقدر ظلم حصہ دے دیا جائے گا یہاں تک کہ اسکی نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو فرشتے کہیں گے کہ اسکی نیکیاں تو ختم ہو گئیں لیکن مطالبہ کرنے والے ابھی باقی ہیں اسپر رب کائنات ارشاد فرمائے گا کہ ان لوگوں کے گناہ اس کے سر ڈال دو اور پھر اسے جہنم کا پروانہ لکھ دو۔ (جلتہ الاولیاء، ج اول، ص 178، ترجمہ 29)۔

113 بَابُ مَا يُبَاحُ مِنَ الْغَيْبَةِ

غیبت کی بعض مباح صورتیں

امام نووی کہتے ہیں جاننا چاہیے کہ غیبت شرعی نیک مقصد کی صورت میں جائز ہے جبکہ اس کے بغیر مقصد تک پہنچانا ناممکن ہو۔

نمبر 1- ظلم کی شکایت مظلوم کے لیے جائز ہے کہ وہ سلطان یا قاضی کے پاس جا کر ظلم کی شکایت کرے جس کے پاس انصاف دلانے کے لیے قوت ہے ان کے پاس شکایت لانا جائز ہے۔ پس کہے کہ مجھ پر فلاں نے اس طرح ظلم کیا ہے۔

نمبر 2- برائی تبدیل کرنے پر اور غلط کار کو درستگی

إِعْلَمُوا أَنَّ الْغَيْبَةَ تُبَاحٌ لِغَرَضٍ صَحِيحٍ شَرْعِيٍّ لَا يُمَكِّنُ الْوُضُوءَ إِلَيْهَا إِلَّا بِهَا، وَهُوَ سِتَّةُ أَسْبَابٍ:

الْأَوَّلُ: الظُّلْمُ، فَيَجُوزُ لِلْمَظْلُومِ أَنْ يَتَّظَلَ إِلَى السُّلْطَانِ وَالْقَاضِيِ وَعَیْرِهِمَا مَعْنَى لَهُ وَوَلَايَةٍ، أَوْ قُدْرَةً عَلَى انْصَافِهِ مِنْ ظَالِمِهِ، فَيَقُولُ: ظَلَمَنِي فَلَا بُدَّ لِي مِنْهَا.

الثَّانِي: الْإِسْتِعَانَةُ عَلَى تَغْيِيرِ الْمُنْكَرِ، وَرَدِّ

کی طرف لانے کے لیے مدد حاصل کرنا جس سے امید ہو کہ وہ برائی زائل کرنے پر قادر ہے۔ اس سے کہے کہ فلاں اس طرح کرتا ہے تو اس کو جھڑکنے اور اس طرح کے الفاظ کہیے اور اس کا مقصد برائی کو زائل کرنا ہو اگر بے ارادہ نہ ہو تو حرام ہے۔

نمبر 3- فتویٰ طلب کرے اور مفتی سے کہے میرے باپ میرے بھائی یا میرے شوہر یا فلاں نے مجھ پر اس طرح ظلم کیا ہے۔ کیا یہ اس کے لیے جائز ہے۔ اس سے خلاصی کی صورت کیا ہے۔ اپنا حق حاصل کرنے اور ظلم دور کرنے کا کیا طریقہ ہے وغیرہ تو یہ ضرورت کی وجہ سے جائز ہے۔ اور زیادہ احتیاط اور فضیلت کی بات ہے وہ یہ کہے کہ فلاں آدمی انسان یا شوہر کے بارے میں کیا حکم ہے جس نے ایسا کیا؟ تو اگر اس کے ساتھ مقصد پورا ہوتا ہے تو اس کے باوجود تعین جائز ہے۔ جیسا کہ ہم حضرت ہند کی حدیث انشاء اللہ ذکر کریں گے۔

نمبر 4- مسلمانوں کو اس کے شر سے بچانے کے لیے اور ان کی خیر خواہی کے لیے اس کی کئی صورتیں ہیں: ایک تو یہ ہے کہ قابل جرح راویوں اور گواہوں پر جرح کرنا۔ اور یہ باجماع امت مسلمہ جائز ہے بلکہ ضرورت کی بنا پر واجب ہے۔

اور ایک یہ ہے کہ کسی انسان سے رشتہ داری قائم کرنے کا حصہ دار بنانے اس کے پاس امانت رکھنے تعلق قائم کرنے یا پڑوسی بنانے کے بارے میں دوسرے سے مشورہ کرے۔ تو مشورہ دینے والے پر لازم ہے کہ اس کا حال نہ چھپائے بلکہ واضح کر کے بتا دے جو

الْعَاصِي إِلَى الصَّوَابِ، فَيَقُولُ لِمَنْ يَزُجُّ قُدْرَتُهُ عَلَى إِزَالَةِ الْمُنْكَرِ: فَلَا يُعْمَلُ كَذَا، فَازْجُرْهُ عَنْهُ وَتَحْوِ ذَلِكَ وَيَكُونُ مَقْصُودُكَ التَّوَصُّلُ إِلَى إِزَالَةِ الْمُنْكَرِ، فَإِنْ لَمْ يَقْصِدْ ذَلِكَ كَانَ حَرَامًا.

الْعَالِي: الْإِسْتِفْتَاءُ، فَيَقُولُ لِلْمُفْتِي: ظَلَمْتَنِي أَيْ أَوْ أَبِي، أَوْ زَوْجِي، أَوْ فَلَانٌ بَكَذَا فَهَلْ لَهُ ذَلِكَ؟ وَمَا طَرِيقِي فِي الْخُلَاصِ مِنْهُ، وَتَحْصِيلِ حَقِّي، وَدَفْعِ الظُّلْمِ؟ وَتَحْوِ ذَلِكَ، فَهَذَا جَائِزٌ لِلْحَاجَةِ، وَلَكِنَّ الْأَحْوَظَ وَالْأَفْضَلَ أَنْ يَقُولَ: مَا تَقُولُ فِي رَجُلٍ أَوْ شَخْصٍ، أَوْ زَوْجٍ كَانَ مِنْ أَمْرٍ كَذَا، فَإِنَّهُ يَحْصُلُ بِهِ الْغَرَضُ مِنْ غَيْرِ تَعْيِينٍ، وَمَعَ ذَلِكَ، فَالتَّعْيِينُ جَائِزٌ كَمَا سَنَدُّ كُرْهُهُ فِي حَدِيثٍ هُنْدٍ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى.

الرَّابِعُ: تَحْذِيرُ الْمُسْلِمِينَ مِنَ الشَّرِّ وَتَصِيحَّتُهُمْ، وَذَلِكَ مِنْ وَجْوهٍ: مِنْهَا جَرْحُ الْمَجْرُوحِينَ مِنَ الرُّوَاةِ وَالشُّهُودِ وَذَلِكَ جَائِزٌ بِإِجْمَاعِ الْمُسْلِمِينَ، بَلْ وَاجِبٌ لِلْحَاجَةِ.

وَمِنْهَا: الْمَشَاوَرَةُ فِي مُصَاهَرَةِ إِنْسَانٍ أَوْ مُشَارَكَتِهِ، أَوْ إِبْدَاعِهِ، أَوْ مُعَامَلَتِهِ، أَوْ غَيْرِ ذَلِكَ، أَوْ مُجَاوَرَتِهِ، وَيَجِبُ عَلَى الْمَشَاوِرِ أَنْ لَا يُخْفِيَ حَالَهُ، بَلْ يَذْكُرُ الْمَسَاوِرَ الَّتِي فِيهِ بِبَيِّنَةٍ التَّصِيحَةِ.

خامیاں اس میں موجود ہوں نیت خیر خواہی کی رکھے۔
 اور ایک یہ ہے کہ طالب علم کو کسی بدعتی یا فاسق کے
 پاس طلب علم کے لیے آتا جاتا دیکھتے اور خطرہ ہو کہ
 طالب علم اس کی وجہ سے نقصان میں پہنچ جائے گا۔ اس
 پر اس طالب علم کی خیر خواہی کرنا اس کا حال بیان کرنا
 لازم ہے۔ بشرطیکہ نیت خیر خواہی کی ہو۔ اس میں بسا
 اوقات غلطی ہو جاتی ہے کیونکہ کبھی بات کرنے والے کو
 حسد اس پر برانگتہ کرتا ہے۔ اور شیطان اس کو الجھاؤ
 میں ڈال دیتا ہے اور اسے اس کی طرف خیال دلاتا ہے
 کہ یہ خیر خواہی ہے تو اس کا بہت خیال رکھنا چاہیے۔

اور ایک یہ ہے کہ صاحب منصب ہو اور ذمہ داری
 پوری نہ کرتا ہو۔ خواہ اس میں اہلیت ہی نہ ہو اور خواہ اس
 کے فاسق یا لاپرواہ ہونے کی وجہ سے ہو تو بڑے عہدہ
 والے کو اس کے متعلق بتانا لازم ہے کہ اس کا ازالہ کرے
 اور اہل صلاحیت کو مقرر کرے یا یہ کہ اس کو علم ہوتا کہ اس
 کے حسب حال اس سے معاملہ کرے تاکہ وہ دھوکہ میں
 نہ رہے اور اس کی اصلاح کی کوشش کرے یا اس کو
 تبدیل کر دے۔

نمبر 5- سرعام فسق و بدعت کا اظہار کرتا ہو جیسا
 کہ شراب پینا لوگوں پر ظلم کرنا تاوان لینا یا ظلماً مال لینا
 اور دیگر باطل کام کرتا ہو تو اس کے علانیہ گناہوں کا ذکر
 جائز ہے۔ لیکن محض گناہوں کا ذکر جائز نہیں۔ ہاں سابقہ
 اسباب جواز میں سے کوئی سبب اس کی اجازت سے ہو تو
 الگ بات ہے۔

نمبر 6- اب کوئی کسی لقب وغیرہ سے مشہور ہو تو

ومنها: إذا رأى متفقهها يتردد إلى مبتدع،
 أو فاسق يأخذ عنه العلم، وخاف أن يتضرر
 المتفقه بذلك، فعليه نصيحتة ببيان حاله،
 بشرط أن يقصد النصيحة، وهذا مما يغلط فيه.
 وقد يحيل المتكلم بذلك الحسد، ويلبس
 الشيطان عليه ذلك، ويحيل إليه أنه نصيحة
 فليتفطن لذلك.

ومنها: أن يكون له ولاية لأيقوم بها على
 وجهها: إما بأن لا يكون صالحاً لها، وإما بأن
 يكون فاسقاً، أو مغفلاً، ونحو ذلك فيجب ذكر
 ذلك لمن له عليه ولاية عامة ليزيله، ويؤلى من
 يصلح، أو يعلم ذلك منه ليعامله بمقتضى حاله،
 ولا يغتر به، وأن يسعى في أن يحثه على الاستقامة
 أو يستبدل به.

الخامس: أن يكون مجاهرًا بفسقه أو بدعته
 كالمجاهر بشرب الخمر، ومصادرة الناس، وأخذ
 التيس، وجباية الأموال ظلماً، وتولي الأمور
 الباطلة، فيجوز ذكره بما يجاهر به، ويحرم ذكره
 بغيره من العيوب، إلا أن يكون لجوازه سبب
 آخر مما ذكرناه.

السادس: التعريف، فإذا كان الإنسان

پہچان کروانے کے لیے جیسے اعمشاعر جاصم اعلیٰ حول
 وغیرہ تو پہچان کروانے کے لیے ان الفاظ سے ذکر کرنا
 جائز ہے اور نقص ظاہر کرنے کی نسبت سے ان کا اطلاق
 جائز نہیں۔ اور اگر کسی اور طریقہ سے پہچان آسان ہو تو
 وہ زیادہ بہتر ہے تو یہ چھ سبب ہیں علماء نے ان کو ذکر کیا
 ہے اکثر پر اجماع منعقد ہے۔ اس کے دلائل صحیح
 احادیث سے ثابت ہیں ان میں سے چند یہ ہیں۔

مَعْرُوفًا يَلْقَى كَالْأَعْمَى وَالْأَعْرَجِ وَالْأَصْمِ
 وَالْأَعْمَى وَالْأَحْوَى وَغَيْرِهِمْ جاز تَعْرِيفُهُمْ
 بِذَلِكَ وَيَحْرُمُ إِطْلَاقُهُ عَلَى جِهَةِ التَّنْقِيسِ، ولو
 أَمَكَّنَ تَعْرِيفُهُ بِغَيْرِ ذَلِكَ كَانَ أَوْلَى، فَهَذِهِ سَبَبُهُ
 أَسْبَابِ ذِكْرِهَا الْعُلَمَاءُ وَأَكْثَرُهَا مُجْتَمِعٌ عَلَيْهِ،
 وَدَلَالَتُهَا مِنَ الْأَحَادِيثِ الصَّحِيحَةِ مَشْهُورَةٌ. فَمِنْ
 ذَلِكَ:

شرح: کب غیبت کی رخصت ہے؟

غیبت کرنے کی اجازت اس وقت ہے جب شرعی طور پر کوئی صحیح مقصد ہو، اور یہ چھ صورتیں ہیں:

(۱) ظالم کی شکایت کرنا: جس طرح کوئی شخص قاضی کے سامنے کسی کے رشوت لینے یا ظلم وغیرہ کرنے کی شکایت کرے،
 یہ جائز ہے۔

(۲) مدد طلب کرنا: یعنی برائی کو بدلنے اور گناہگار کو اصلاح کی طرف لوٹانے کے لئے مدد طلب کرنا۔

(۳) فتویٰ کے لئے: اس کی صورت یہ ہے، کہ وہ اس طرح کہے: میرے باپ یا بھائی پر اس معاملہ میں ظلم کیا گیا، اس
 سے بچنا کیسے ممکن ہے؟ لیکن اس معاملہ میں اشارۃً کہنا زیادہ مناسب ہے۔

(۴) مسلمانوں کو برائی سے بچانا: حضور نبی پاک، صاحب لؤلؤ لاک، سیاح افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان
 عالیشان ہے:

أَذْكُرُوا الْفَاجِرَ بِمَا فِيهِ مِنْ مُسَاوِيَةٍ يَحْذَرُهَا النَّاسُ۔

ترجمہ: فاجر کی برائیاں بیان کرو، تاکہ لوگ اس سے بچیں۔

(الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، الرقم ۳۶۱، الجارود بن یزید ابوالضحاک النیسابوری، ج ۲، ص ۴۳۰)

(۵) عیب والے نام سے معروف ہونا: کوئی شخص اپنے کسی عیب کے ساتھ معروف ہو جیسے لنگڑا، اندھا تو اس صورت
 میں اسے اس نام سے پکارنے میں غیبت نہیں۔

(۶) اعلانیہ فسق کا مرتکب ہونا: جو شخص اعلانیہ فسق کا مرتکب ہو جیسے بیچرا، شراب کی مجلس قائم کرنے والا اور اعلانیہ شراب
 پینے والا۔ نبی مکرم، نور مجسم، رسول اکرم، شہنشاہ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے:

مَنْ أَلْفَى جِلْبَابَ الْحَيَاءِ عَنْ وَجْهِهِ فَلَا غَيْبَةَ لَهُ۔

ترجمہ: جو شخص اپنے چہرے سے حیا کی چادر اتار دے اس کی غیبت نہیں ہوتی۔

(مکارم الاخلاق لابن ابی الدنیا، باب ذکر النیاء وما جاء فیہ، الحدیث ۱۰۲، ص ۸۷-۸۸، بدون: من وجمہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک آدمی

نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے کی اجازت طلب کی۔

آپ نے فرمایا: اس کو اجازت دے دو یہ خاندان کا برا

آدمی ہے۔ (متفق علیہ) اس حدیث سے امام بخاری نے

شرارتی اور مشتبہ لوگوں کی غیبت کے جائز ہونے پر

استدلال کیا ہے۔

(1536) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: أَنَّ

رَجُلًا اسْتَأْذَنَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،

فَقَالَ: "الذُّنُوبُ لَهٗ، يَلْمَسُ أَخُو الْعَشِيرَةِ". مُتَّفَقٌ

عَلَيْهِ. احْتَجَّ بِهِ الْبُخَارِيُّ فِي جَوَارِ غَيْبَةِ أَهْلِ

الْفَسَادِ وَأَهْلِ الرَّيْبِ.

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما يجوز سن اغتيا ب اهل الفساد والريب، جلد 5، ص 31، رقم 5707 مسند امام

احمد بن حنبل، حدیث السیدة عائشہ رضی اللہ عنہا، جلد 6، صفحہ 38، رقم 24152 صحیح مسلم، باب مداراة من یتقی فحشہ، جلد

4، صفحہ 21، رقم الحدیث 6761 سنن الکبیری للبیہقی، باب من خرق اعراض الناس لیثالهم أموالهم، جلد 10، ص 245، رقم

20939 سنن ابوداؤد، باب فی حسن العشرة، جلد 2، صفحہ 666، رقم 4792)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

حضور انور نے یہ بات اس وقت فرمائی جب کہ وہ ابھی حضور کے پاس پہنچا نہ تھا دروازہ پر ہی تھا یعنی اس کے پس

پشت بیان فرمایا جو لغت غیبت ہے اس لیے صاحب مشکوٰۃ یہ حدیث یہاں اس باب میں لائے۔ اس شخص کا نام عیینہ ابن

حسن تھا۔ مؤلفۃ القلوب سے تھا، اپنی قوم کا سردار بہت سخت طبیعت تھا، حضور کے پردہ فرمانے کے بعد مرتد ہو گیا، پھر

حضرت ابوبکر صدیق کے ہاتھ پر دوبارہ مسلمان ہوا مگر اس کا خاتمہ اسلام پر ہوا اس کا بھتیجا حرب ابن قیس پختہ مسلمان

صاحب علم، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خاص مقرب تھا، اس کا واقعہ وہ ہے جو بخاری شریف کتاب التفسیر میں ہے کہ یہ شخص

اپنے اس بھتیجے کی معرفت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا اور آپ سے کہا کہ آپ انصاف نہیں کرتے ہم کو ہمارا حق نہیں

دیتے، آپ ناراض ہوئے سزا دینی چاہی، حرب ابن قیس نے عرض کیا خذ العفو وأمر بالعرف وأعرض عن الجہلین۔

حضور یہ جاہل ہے آپ اس سے درگزر کریں۔ (مرقات، اشعہ)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی شخص کا مشہور عیب پس پشت بیان کرنا غیبت نہیں، نیز لوگوں کو اس کی شر سے بچانے

کے لیے اس کی شر پر مطلع کر دینا غیبت نہیں، نیز کسی کی اصلاح کے لیے اس کو برانہ کہنا اس سے اخلاق سے پیش آنا سنت

رسول اللہ ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔ ہر شخص کی اصلاح کے طریقے جدا گانہ ہیں حضور حکیم مطلق ہیں۔

(مراۃ المناجیح، ج ۶ ص ۷۸۹)

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

میرا خیال نہیں کہ فلاں اور فلاں ہمارے دین کو کچھ بھی

(1537) وَعَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا أَظُنُّ فَلَآنًا وَفَلَآنًا يَعْرِفَانِ

مِنْ دِينِنَا شَيْئًا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. قَالَ: قَالَ
اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ أَحَدُ رُوَاةِ هَذَا الْحَدِيثِ: هَذَانِ
الرَّجُلَانِ كَانَا مِنَ الْمُنَافِقِينَ۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما یہور سن الظن، جلد 5، صفحہ 48، رقم 5720، جامع الاحادیث للجزری حرف المیم، جلد 18، صفحہ 420، رقم 19783، جامع الکبیر للسیوطی، حرف المیم، جلد 3، صفحہ 76، رقم 10486، کنز العمال للبتلی، فعل فی صفات المنافقین، جلد 1، ص 301، رقم 859)

شرح حدیث: بد مذہبوں سے حدیث و آیت نہ سنی

حضرت علامہ امام ابو بکر محمد ابن سیرین علیہ رحمۃ اللہ المسبین کی خدمت میں دو بد عقیدہ آدمی حاضر ہوئے اور کہنے لگے: اے ابو بکر! ہم آپ کو ایک حدیث سناتے ہیں۔ فرمایا: میں نہیں سنوں گا۔ دونوں نے کہا: اچھا چلے قرآن کریم کی ایک آیت ہی سن لیجئے۔ فرمایا: نہیں سنوں گا، تم دونوں میرے پاس سے چلے جاؤ ورنہ میں اٹھ کر چلا جاتا ہوں۔ آخر وہ چلے گئے تو بعض لوگوں نے (حیرت سے) عرض کی: اے ابو بکر! آپ اگر ان سے حدیث پاک یا آیت قرآنی سن لیتے تو اس میں آخر کیا حرج تھا؟ فرمایا: مجھے یہ خوف لاحق ہوا کہ یہ لوگ قرآن و حدیث کے ساتھ اپنی کچھ تاویل لگائیں اور وہ میرے دل میں رہ جائے (تو ہلاک ہو جاؤں اس لیے میں نے ان سے قرآن و حدیث سننا گوارا نہ کیا)۔

(سنن دارمی ج 1 ص 120، رقم 397، فتاویٰ رضویہ ج 15 ص 106)

بد عقیدہ شخص کی غیبت

اس حکایت میں مشہور تاجی بزرگ امام المعجزین حضرت سیدنا امام ابو بکر محمد ابن سیرین علیہ رحمۃ اللہ المسبین نے دو شخصوں کے بارے میں یہ جو فرمایا ہے کہ مجھے یہ خوف لاحق ہوا کہ یہ لوگ قرآن و حدیث کے ساتھ اپنی کچھ تاویل لگائیں یہ بظاہر بدگمانی و غیبت ہے مگر یہ جائز بدگمانی و غیبت ہے بلکہ ایسی غیبت باعثِ ثوابِ آخرت ہوتی ہے کیوں کہ وہ دونوں بد عقیدہ تھے لہذا آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان کی بد عقیدگی کا لوگوں پر اظہار فرما دیا۔ دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 312 صفحات پر مشتمل کتاب، بہارِ شریعت حصہ 16 صفحہ 175 تا 176 پر صدر الشریعہ، بدر الطریقہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: بد عقیدہ لوگوں کا ضرر (یعنی نقصان) فاسق کے ضرر سے بہت زائد ہے، فاسق سے جو ضرر (یعنی نقصان) پہنچے گا وہ اس سے بہت کم ہے جو بد عقیدہ لوگوں سے پہنچتا ہے۔ فاسق سے اکثر دنیا کا ضرر (نقصان) ہوتا ہے اور بد مذہب سے تو دین و ایمان کی بربادی کا ضرر (نقصان) ہے اور بد مذہب اپنی بد مذہبی پھیلانے کے لیے نماز روزہ کی بظاہر خوب پابندی کرتے ہیں، تاکہ ان کا وقار لوگوں میں قائم ہو پھر جو گمراہی کی بات کریں گے ان کا پورا اثر ہوگا، لہذا ایسوں کی بد مذہبی کا اظہار فاسق کے فسق کے اظہار سے زیادہ اہم ہے اس

کے بیان کرنے میں ہرگز دریغ نہ کریں۔ (بہار شریعت)

منحوس بد مذہبوں کی بات سنی ہی نہیں ہے

مذکورہ حکایت سے ان لوگوں کو بھی درس حاصل کرنا چاہے کہ جو یہ سمجھتے ہیں کہ جو کوئی بھی قرآن و حدیث بیان کرے آنکھیں بند کر کے اُس سے سُن لینا چاہے اگر ایسا ہوتا تو مسلمانوں کے جلیل القدر امام حضرت سیدنا امام ابو بکر محمد ابن سیرین علیہ رحمۃ اللہ الثمین جیسے عظیم عالم دین نے اُن بد عقیدہ آدمیوں سے قرآن و حدیث کو کیوں نہیں سنا! بس یوں سمجھو کہ انہوں نے نہ سُن کر گویا ہم جیسوں کو سمجھایا ہے کہ میں بھی نہیں سنتا تم بھی مت سنو! حالانکہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ عربی دان اور جلیل القدر عالم و مجتہد تھے، اگر وہ بد عقیدہ لوگ تاویل کرتے تو پکڑے بھی جاتے مگر ان منحوس بد مذہبوں سے سنتا ہی نہیں ہے کہ شیطان کو بہکاتے دیر نہیں لگتی۔ اگر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سن لیتے تو دوسروں کے لئے دلیل ہو جاتی اور وہ سُن کر گمراہ ہوتے۔ اور ہاں آپ نے ان کو جو چلے جانے کا حکم فرمایا وہ کوئی بد اخلاقی نہیں تھی بلکہ ایسا کرنا عین حُسنِ اخلاق ہے۔ اللہ و رسول عَزَّ وَجَلَّ وَصَلَّى اللہُ تَعَالَى عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے دشمنوں کی خاطر تو اَضْعُغ نہیں کی جاسکتی۔

بد مذہبی کی بُو

دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 561 صفحات پر مشتمل کتاب، ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت (مکمل) صفحہ 302 پر ہے: حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نمازِ مغرب پڑھ کر مسجد سے تشریف لائے تھے کہ ایک شخص نے آواز دی: کون ہے کہ مسافر کو کھانا دے؟ امیر المؤمنین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے خادم سے ارشاد فرمایا: اسے ہمراہ لے آؤ۔ وہ آیا (تو) اسے کھانا منگا کر دیا۔ مسافر نے کھانا شروع ہی کیا تھا کہ ایک لفظ اس کی زبان سے ایسا نکلا جس سے بد مذہبی کی بُو آتی تھی، فوراً کھانا سامنے سے اٹھوا لیا اور اسے نکال دیا۔ (کنز العمال ج 10 ص 114 رقم ۲۹۳۸۳)

(1538) وَعَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ رَضِيَ اللَّهُ

عَنْهَا، قَالَتْ: آتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،

فَقُلْتُ: إِنَّ أَبَا الْجَهْمِ وَمُعَاوِيَةَ خَطْبَانِي؛ فَقَالَ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَمَا مُعَاوِيَةُ،

فَصَعْلُوكَ لَا مَالَ لَهُ، وَأَمَّا أَبُو الْجَهْمِ، فَلَا يَضُغُ

الْعَصَا عَنْ عَاتِقِهِ مُتَّفِقٌ عَلَيْهِ. وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ:

"وَأَمَّا أَبُو الْجَهْمِ فَضَرَابٌ لِلنِّسَاءِ وَهُوَ تَفْسِيرُ

لِرِوَايَةٍ: "لَا يَضُغُ الْعَصَا عَنْ عَاتِقِهِ وَقِيلَ: مَعْنَاهُ:

كثِيرُ الْأَسْفَارِ.

حضرت فاطمہ بنت قیس ؓ سے روایت ہے کہ

میں رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں آئی اور میں نے عرض

کی: مجھے ابوالجہم اور معاویہ نے پیغامِ نکاح دیا ہے۔ تو

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: معاویہ تو غریب آدمی ہے۔ اس

کے پاس کچھ نہیں۔ اور رہے ابوالجہم تو وہ اپنا عصا

کندھے سے نیچے نہیں رکھتا۔ (متفق علیہ) مسلم کی ایک

روایت میں ہے کہ ابوالجہم تو عورتوں کو بہت مارنے والا

ہے۔ عصا کندھے سے نیچے نہ رکھنے سے بھی یہی مراد

ہے۔ کہا گیا ہے کہ اس کا معنی ہے زیادہ سفر کرنے والا

بھی ہے۔

تخریج حدیث: (سنن اللسان) باب التعديل والمخرج عند المسألة، جلد 3، ص 495، رقم 6032 صحیح مسلم، باب المطلقة ثلاثا لثلاثة لها، جلد 4، صفحہ 195، رقم 3770 السنن الكبرى للبيهقي، باب اعتبار اليسار في الكفء، جلد 7، صفحہ 135، رقم 14148 البدئي لابن الجارود، باب العدد، صفحہ 191، رقم 760 البوطا امام مالك، باب ما جاء في ثلثة المطلقة، جلد 2، صفحہ 580، رقم 1210

شرح حدیث: یہ غیبت نہیں

ملازم رکھنا ہو، کسی کے یہاں ملازمت کرنی ہو، تجارت وغیرہ میں شراکت دار (PARTNER) بننا ہو، مال ادھار دینا ہو، کسی سے کرائے پر مکان لینا ہو، شادی کرنی ہو، کسی کے ساتھ سفر کرنا ہو وغیرہ وغیرہ ضروریات کے مواقع پر معلومات حاصل کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں بلکہ تحقیق کر لینی چاہے تاکہ دھوکہ نہ کھانا پڑے۔ نیز جس سے مشورہ لیا گیا وہ امانی ہے اس کیلئے واجب ہے کہ صحیح مشورہ دے یعنی اگر وہ اس کی ایسی برائی جانتا ہے جس سے مشورہ طلب کرنے والے کو نقصان ہو سکتا ہے تو بتانا ضروری ہے

ہاں ایسی بُرائیاں ظاہر نہ کرے جس کی حاجت نہیں۔ بہار شریعت حصہ 16 صفحہ 177 پر ہے: جس سے کسی بات کا مشورہ لیا گیا وہ اگر اُس شخص کا عیب و بُرائی ظاہر کرے جس کے متعلق مشورہ (لیا گیا) ہے، یہ غیبت نہیں۔ حدیث میں ہے: جس سے مشورہ لیا جائے وہ امان ہے۔ لہذا اس کی بُرائی ظاہر نہ کرنا خیانت ہے، مثلاً کسی کے یہاں اپنا یا اپنی اولاد وغیرہ کا نکاح کرنا چاہتا ہے، دوسرے سے اس کے متعلق تذکرہ کیا کہ میرا ارادہ ایسا ہے تمہاری کیا رائے ہے؟ اُس شخص کو جو کچھ معلومات ہیں بیان کر دینا غیبت نہیں۔ اسی طرح کسی کے ساتھ تجارت وغیرہ میں شرکت کرنا چاہتا ہے یا اس کے پاس کوئی چیز امانت رکھنا چاہتا ہے یا کسی کے پڑوس میں سکونت (یعنی رہائش اختیار) کرنا چاہتا ہے اور اُس کے متعلق دوسرے سے مشورہ لیتا ہے یہ شخص (یعنی جس سے مشورہ لیا گیا وہ) اُس کی برائی بیان کرے (یہ) غیبت نہیں۔ (رد المحتار ج 9 ص ۶۷۵)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر پر نکلے۔ اس میں لوگوں کو بڑی تکلیف ہوئی۔ عبد اللہ بن ابی اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا: جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہیں ان پر خرچ نہ کرو تاکہ وہ بھاگ جائیں۔ اور کہا اگر ہم مدینہ آئے تو جو عزت والا ہے وہ ضرور بے وقار کونکال دے گا۔ پس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا آپ کو اس کی خبر دی۔

(1539) وَعَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ أَصَابَ النَّاسَ فِيهِ شِدَّةٌ، فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي: لَا تُنْفِقُوا عَلَيَّ مِنْ عِنْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى يَنْفَضُوا، وَقَالَ: لَكِنْ رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لِيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ، فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخْبَرْتُهُ بِذَلِكَ.

آپ نے عبد اللہ بن ابی کی طرف پیغام بھیجا۔ اس نے قسمیں کھا کر کہا کہ اس نے ایسا نہیں کہا، لوگ کہنے لگے: زید نے رسول اللہ ﷺ سے جھوٹ بولا ہے۔ ان کی اس بات سے میرے دل میں سخت افسوس ہوا۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے میری تصدیق میں آیت نازل فرمائی۔ ”جس وقت آپ کے پاس منافق آئیں۔“ پھر رسول اللہ ﷺ نے ان کو بلایا تاکہ ان کے لیے استغفار کریں۔ تو انہوں نے اپنے سر پھیر لیے۔ (متفق علیہ)

فَأَرْسَلَ إِلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي، فَأَجْتَهَدَ يَمِينَهُ: مَا فَعَلَ، فَقَالُوا: كَذَبَ زَيْدٌ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَوَقَعَ فِي نَفْسِي مِمَّا قَالُوهُ شِدَّةٌ حَتَّى أَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى تَصْدِيقِي: (إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ) ثُمَّ دَعَاهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَسْتَغْفِرَ لَهُمْ فَلَوَّأَرُوْا رُؤُوسَهُمْ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب التفسیر سورة المنافقون، جلد 4، صفحہ 186، رقم 4622 صحیح مسلم، باب صفات المنافقین و احکامہم، جلد 8، صفحہ 119، رقم 7200 المستدرک للحاکم، تفسیر سورة المنافقین، جلد 2، صفحہ 531، رقم 3812 مسند امام احمد بن حنبل، حدیث زید بن ارقم، جلد 4، صفحہ 368، رقم 19304 مسند البزار، مسند زید بن ارقم، جلد 2، صفحہ 132، رقم 4306)

شرح حدیث: بیٹے کی تلوار باپ کا سر

۵ھ میں بنو المصطلق کی مشہور جنگ ہوئی اس میں ایک مہاجر اور ایک انصاری کی باہم لڑائی ہو گئی معمولی بات تھی مگر بڑھ گئی ہر ایک نے اپنی اپنی قوم سے دوسرے کے خلاف مدد چاہی اور دو فریق ہو گئے۔ قریب تھا کہ آپس میں لڑائی ہو جائے مگر بعض لوگوں نے درمیان میں پڑ کر صلح کرادی۔ عبد اللہ بن ابی منافقوں کا سردار اور مسلمانوں کا سخت مخالف تھا مگر چونکہ اسلام ظاہر کرتا تھا اس لئے اس کے ساتھ خلاف کا برتاؤ نہ کیا جاتا تھا۔ اور یہی اس وقت کے منافقوں کے ساتھ عام برتاؤ کیا جاتا تھا۔ اس کو جب اس قصے کی خبر ہوئی تو اس نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی شان میں گستاخانہ لفظ کہے اور اپنے دوستوں سے خطاب کرنے کہا کہ یہ سب کچھ تمہارا اپنا ہی کیا ہوا ہے۔ تم نے ان لوگوں کو اپنے شہروں میں ٹھکانا دیا اپنے مالوں کو ان کے درمیان آدھا آدھا بانٹ دیا اگر تم ان لوگوں کی مدد کرنا چھوڑ دو تو ابھی سب چلے جائیں اور یہ بھی کہا کہ خدا عزوجل کی قسم اگر ہم مدینہ پہنچ گئے تو ہم عزت والے ل کر ان ذیلیوں کو وہاں سے نکال دیں گے۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمر بچے تھے۔ وہاں موجود تھے یہ سنکر تاب نہ لاسکے کہنے لگے خدا عزوجل کی قسم! تو ذلیل ہے، تو اپنی قوم میں بھی ترچھی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے۔ تیرا کوئی حمایتی نہیں اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم عزت والے ہیں۔ رحمن عزوجل کی طرف سے بھی عزت دیئے گئے ہیں اور اپنی قوم میں بھی عزت والے ہیں عبد اللہ بن ابی نے کہا اچھا چپکارہ میں تو ویسے ہی مذاق میں کہہ رہا تھا مگر حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جا کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے نقل کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے درخواست بھی کی کہ اس کافر کی گردن اڑادی جائے مگر حضور صلی

اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اجازت مرحمت نہ فرمائی۔ عبد اللہ بن ابی کو جب اس کی خبر ہوئی کہ حضور تک یہ قصہ پہنچ گیا ہے تو حاضر خدمت ہو کر جھوٹی قسمیں کھانے لگا کہ میں نے کوئی ایسا لفظ نہیں کہا ہے۔ زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جھوٹ نقل کر دیا ہے۔ انصار کے بھی کچھ لوگ حاضر خدمت تھے۔ انہوں نے بھی سفارش کی کہ یا رسول اللہ! عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم عبد اللہ قوم کا سردار ہے بڑا آدمی شمار ہوتا ہے کہ ایک بچہ کی بات اس کے مقابلے میں قابل قبول نہیں ممکن ہے کہ سننے میں کچھ غلطی ہوئی ہو یا سمجھنے میں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اس کا عذر قبول فرمایا۔

حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب اس کی خبر ہوئی کہ اس نے جھوٹی قسموں سے اپنے کو سچا ثابت کر دیا اور زید کو جھٹلادیا تو شرم کی وجہ سے باہر نکلنا چھوڑ دیا۔ بالآخر سورہ منافقون نازل ہوئی:

يَقُولُونَ لَئِنْ رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ * وَاللَّهُ الْعِزَّةُ لِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَ
لَكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۝

کہتے ہیں ہم مدینہ پھر کر گئے تو ضرور جو بڑی عزت والا ہے وہ اس میں سے نکال دے گا اسے جو نہایت ذلت والا ہے اور عزت تو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں ہی کے لئے ہے مگر منافقوں کو خبر نہیں۔

جس سے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سچائی اور عبد اللہ بن ابی کی جھوٹی قسموں کا راز کھل گیا۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وقعت موافق و مخالف سب کی نظروں میں بڑھ گئی اور عبد اللہ بن ابی کا قصہ بھی سب پر ظاہر ہو گیا عبد اللہ بن ابی کے بیٹے کا نام بھی عبد اللہ تھا اور بڑے بچے مسلمان اور سچے عاشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم تھے جنگ سے واپسی کے وقت مدینہ منورہ سے باہر تلوار کھینچ کر کھڑے ہو گئے اور باپ سے کہنے لگے: اس وقت تک مدینہ میں داخل ہونے نہیں دوں گا جب تک تو اس کا اقرار نہ کرے کہ تو ذلیل ہے اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم عزیز ہیں۔ اس کو بڑا تعجب ہوا کیونکہ یہ ہمیشہ سے باپ کے ساتھ نیکی کا برتاؤ کرنے والے تھے مگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے مقابلے میں باپ کی کوئی عزت و محبت دل میں نہ رہی۔ آخر اس نے مجبور ہو کر اقرار کیا کہ واللہ میں ذلیل ہوں اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم عزیز ہیں اس کے بعد مدینہ میں داخل ہوسکا۔ (السیرۃ النبویۃ، جہاہ و سنان و ماکان من ابن ابی، ج ۳، ص ۲۳۸-۲۳۹)

(1540) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا،
قَالَتْ: قَالَتْ هُنَا امْرَأَةٌ ابْنِ سُفْيَانَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ أَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ شَجِيحٌ
وَلَيْسَ يُعْطِينِي مَا يَكْفِينِي وَوَلَدِي إِلَّا مَا أَخَذْتُ
مِنْهُ، وَهُوَ لَا يَعْلَمُ؟ قَالَ: أَخَذِي مَا يَكْفِيكَ
وَوَلَدَكَ بِالْمَعْرُوفِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ ابوسفیان کی بیوی حضرت ہند نے رسول اللہ سے عرض کیا کہ ابوسفیان بخیل آدمی ہیں مجھ کو اتنا نہیں دیتا جو مجھ کو اور میری اولاد کو کافی ہو۔ سوائے اس مال کے جو میں خود لے لوں اور اس کو علم نہ ہو تو آپ نے فرمایا: اچھے طریقہ سے اتنا لے لو جو تمہیں اور تمہاری اولاد کو کافی ہو۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب اذا لم الرجل فللمرأة أن تأخذ بغير علمه، جلد 7، صفحہ 65، رقم 5364 صحیح مسلم، باب قلیة ہندہ جلد 5، صفحہ 129، رقم 4574 السنن الکبریٰ للبیہقی، باب رجوب النفقة للزوجہ، جلد 7، ص 466، رقم 16108 سنن ابوداؤد، باب فی الرجل یاخذ حقہ فی تحت یدہ، جلد 3، ص 313، رقم 3534 سنن ابن ماجہ، باب ما للمرأة من مال زوجہا، جلد 2، صفحہ 769، رقم 2293)

114- بَابُ تَحْرِيمِ النَّبِيْمَةِ وَهِيَ نَقْلُ

الْكَلَامِ بَيْنَ النَّاسِ عَلَى جِهَةِ الْاِفْسَادِ

قَالَ اللهُ تَعَالَى: (هَمَّازٍ مَشَاءٍ بِنَبِيْمَةٍ) (ن:

(11

چغلی کی حرمت اور یہ لوگوں کے درمیان فساد
ڈالنے کے لیے بات آگے منتقل کرنا ہے
اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بہت طعنے دینے والا بہت
ادھر کی ادھر گاتا پھرنے والا۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: کوئی بات وہ زبان
سے نہیں نکالتا کہ اس کے پاس ایک محافظ تیار نہ بیٹھا ہو۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چغل خور جنت میں نہ جائے گا۔ (متفق
علیہ)

وَقَالَ اللهُ تَعَالَى: (مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ
رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ) (ق: 18).

(1541) وَعَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ:
قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا يَدْخُلُ
الْجَنَّةَ مَمَامٌ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما یکرہ من النبیمة، جلد 6، صفحہ 225، رقم 5709 صحیح مسلم، باب بیان غلط
تحریم النبیمة، جلد 1، صفحہ 70، رقم 303 مسند امام احمد بن حنبل، حدیث حذیفہ بن الیمان، جلد 5، ص 391، رقم
23373 مسند البزار، حدیث حذیفہ بن الیمان، جلد 1، ص 441، رقم 2898 اخبار اصیہان، من اسمہ موسیٰ، جلد 9، صفحہ 372،
رقم 1886)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

قات وہ شخص ہے جو دو مخالفوں کی باتیں چھپ کر سنے اور پھر انہیں زیادہ لڑانے کے لیے ایک کی بات دوسرے تک
پہنچائے اگر یہ شخص ایمان پر مہر تو جنت میں اولاً نہ جائے گا بعد میں جائے تو جائے، اگر کفر پر مہر تو کبھی وہاں نہ جاوے
گا۔ خیال رہے کہ جو دو طرفہ جھوٹی باتیں بگا کر صلح کرادے وہ نمام نہیں مصلح ہے، نمام وہ ہے جو لڑائی و فساد کے لیے یہ حرکات
کرے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۶ ص ۲۵۸)

(1542) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا:
اَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِقَبْرَيْنِ
فَقَالَ: "اِنَّهُمَا يُعَذَّبَانِ، وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيْرٍ! بَلِي

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں کے پاس سے گزرے تو آپ نے
فرمایا: ان دونوں کو عذاب دیا جا رہا ہے اور انہیں کسی

إِنَّهُ كَبِيرٌ: أَمَّا أَحَدُهُمَا، فَكَانَ يَمْشِي بِالنَّيْبَةِ، وَأَمَّا
الْآخَرُ فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.
وَهَذَا لَفْظٌ أَحَدِي رَوَايَاتِ الْبُخَارِيِّ.

بڑی بات پہ عذاب نہیں ہو رہا۔ کیوں نہیں وہ بڑی بات
ہے ان میں سے ایک تو چغلی لے کر چلتا تھا اور دوسرا
پیشاب سے نہ بچتا تھا۔ (متفق علیہ) یہ بخاری کی روایات
میں سے ایک کے الفاظ ہیں۔

قَالَ الْعُلَمَاءُ مَعْلَى: "وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي
كَبِيرٍ أَيْ: كَبِيرٌ فِي زَعْمِهِمَا. وَقِيلَ: كَبِيرٌ تَرْكُهُ
عَلَيْهِمَا.

علماء نے کہا کہ فی کبیر ان کو کسی بڑی بات میں
عذاب نہیں ہو رہا ہے" کا معنی ہے کہ ان کے گمان میں
بڑا گناہ نہ تھا جس کی وجہ سے وہ عذاب میں مبتلا ہوئے
اور بعض نے کہا کہ کبیر کا معنی پر مشقت ہے کہ اس کو
چھوڑنا ان کے لیے مشکل تھا۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من الكبائر ان لا يستتر من بوله، جلد 1، صفحہ 53، رقم 216 صحیح مسلم، باب
الدلیل علی بغاسة البول و وجوب الاستبراء منه، جلد 1، صفحہ 166، رقم 703 سنن ترمذی، باب ما جاء فی التشدید فی البول
جلد 1، صفحہ 29، رقم 70 المعجم الاوسط، من اسمه علی، جلد 4، صفحہ 113، رقم الحدیث 3747 سنن ابوداؤد، باب الاستبراء
من البول، جلد 1، صفحہ 9، رقم 20)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ جتان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ حدیث بڑے معرکے کی ہے اس سے بے شمار مسائل مستنبط ہو سکتے ہیں جن میں سے چند یہ ہیں: (۱) حضور کی نگاہ
کے لئے کوئی شے آڑ نہیں، کھلی چھپی ہر چیز آپ پر ظاہر ہے کہ عذاب قبر کے اندر ہے حضور قبر کے اوپر تشریف رکھتے ہیں اور
عذاب دیکھ رہے ہیں۔ (۲) حضور خلقت کے ہر کھلے چھپے کام کو دیکھ رہے ہیں کہ کون کیا کر رہا ہے اور یہ کیا کرتا تھا، فرما دیا
کہ ایک چغلی کرتا تھا اور ایک پیشاب سے نہیں بچتا تھا۔ (۳) گناہ صغیرہ پر حشر و قبر میں عذاب ہو سکتا ہے۔ دیکھو چغلی وغیرہ
گناہ صغیرہ ہیں مگر عذاب ہو رہا ہے۔ (۴) حضور ہر گناہ کا علاج بھی جانتے ہیں، دیکھو قبر پر شاخیں لگائیں تاکہ عذاب ہلکا
ہو۔ (۵) قبروں پر سبزہ، پھول، ہار وغیرہ ڈالنا سنت سے ثابت ہے کہ اس کی تسبیح سے مردے کو راحت ہے۔ (۶) قبر پر
قرآن پاک کی تلاوت، وہاں حافظ بٹھانا بہت اچھا ہے کہ جب سبزہ کے ذکر سے عذاب ہلکا ہوتا ہے تو انسان کے ذکر سے
ضرور ہلکا ہوگا۔ اشعة اللمعات نے جامع الاصول سے روایت کی کہ حضرت بریدہ صحابی نے وصیت کی تھی میری قبر میں دو
ہری شاخیں ڈال دی جائیں تاکہ نجات نصیب ہو۔ (۷) اگر چہ ہر خشک و تر چیز تسبیح پڑھتی ہے مگر سبزے کی تسبیح سے
مردے کو راحت نصیب ہوتی ہے۔ ایسے ہی بے دین کی تلاوت قرآن کا کوئی فائدہ نہیں کہ اس میں کفر کی خشکی ہے۔ مؤمن
کی تلاوت مفید ہے کہ اس میں ایمان کی تری ہے۔ (۸) گنہگاروں کی قبر پر سبزہ عذاب ہلکا کرے گا، بزرگوں کی قبروں پر
سبزہ مدفون کا ثواب و درجہ بڑھائے گا۔ جیسے مسجد کے قدم وغیرہ۔ (۹) حلال جانوروں کا پیشاب نجس ہے جس سے بچنا

واجب۔ دیکھو اونٹ کا چرواہا اونٹ کے پیشاب کی چھینٹوں سے پرہیز نہ کرنے کی وجہ سے عذاب میں گرفتار ہوا۔ (۱۰) خشک نہ ہونے کی قید سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تاثیر صرف حضور کے ہاتھ شریف کی نہ تھی، ہم بھی قبر پر سبزہ ڈالیں تو یہی تاثیر ہوگی۔ (۱۱) بزرگوں کے قبرستان میں قدم رکھنے کی برکت سے وہاں عذاب اٹھ جاتا ہے یا کم ہو جاتا ہے۔ (مرقاۃ) (مزاۃ النایح، ج ۱ ص ۳۲۲)

(1543) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ:
 أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "أَلَا أَنْبِئُكُمْ
 مَا الْعِضَةُ؟ هِيَ النَّمِيَّةُ، الْقَالَةُ بَيْنَ النَّاسِ."
 رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تم کو بتاؤں کہ عضہ کیا ہے یہ چغلی ہے لوگوں کے درمیان بات کرنا۔ (مسلم)

"الْعِضَةُ": عین مہملہ پر زبر ضاد معجمہ پر سکون اور یاء کے ساتھ "وجہ" کے وزن پر ہے اور "الْعِضَةُ" بھی روایت کیا گیا ہے۔ عین پر زبر ضاد معجمہ پر زبر "عدة" کے وزن پر اس کا معنی جھوٹ اور بہتان ہے اور پہلی روایت کے مطابق عضہ مصدر ہے کہا جاتا ہے عضہ عضها یعنی اس کو تہمت لگائی۔

"الْعِضَةُ": بِفَتْحِ الْعَيْنِ الْمُهْمَلَةِ، وَاسْكَانِ الضَّادِ الْمُعْجَمَةِ، وَبِالْهَاءِ عَلَى وَزْنِ الْوَجْهِ، وَرَوَى "الْعِضَةُ بِكَسْرِ الْعَيْنِ وَفَتْحِ الضَّادِ الْمُعْجَمَةِ عَلَى وَزْنِ الْعِدَّةِ، وَهِيَ: الْكَذِبُ وَالْبُهْتَانُ، وَعَلَى الرَّوَايَةِ الْأُولَى: الْعِضَةُ مَصْدَرٌ يُقَالُ: عَضَّهَا عَضًّا، أَيْ: رَمَاهُ بِالْعَضْوِ."

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب تحریم النمیمہ، جلد 4، صفحہ 28، رقم 6802 مسند ابی یعلیٰ، مسند عبداللہ بن مسعود جلد 9، صفحہ 245، رقم 5363 الآداب للبیہقی، باب فی ذم النمیمۃ التی فیہا فساد ذات البین، صفحہ 62، رقم 108 مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن مسعود، جلد 1، صفحہ 437، رقم 4160 مسند ابن ابی شیبہ، باب مارواہ عبداللہ بن مسعود، صفحہ 635، رقم 379)

شرح حدیث: چغلی کھانا

حضرت سیدنا عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: غیر ثابت النسب (یعنی بغیر نکاح کے پیدا ہونے والا) راز کو نہیں چھپاتا۔

اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جو شخص (راز کی) بات کو نہیں چھپاتا اور چغلی کھاتا ہے، تو یہ اس کے حرامی ہونے کی دلیل ہے، انہوں نے اللہ عزَّ وَّجَلَّ کے اس فرمان سے استدلال کیا ہے:

عُتِّلْ بَعْدَ ذَلِكَ زَنِيمٌ ۝

ترجمہ کنز الایمان: دُرُشْتَ خُوَّاسِ سَبِّ طَرَهٍ يَهِي كِهْ اَسْ كِي اَصْلِ مِيں خَطَا۔ (پ 29، القلم: 13)

زَنِيمٌ سے مراد حرامی ہے اور اللہ عزَّ وَّجَلَّ کا فرمان حقیقت نشان ہے:

وَيَلِّ لِكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٌ ۝

ترجمہ کنز الایمان: خرابی ہے اس کے لئے جو لوگوں کے منہ پر عیب کرے، پیٹھ پیچھے بدی کرے۔

(پ 30، الہمزہ: 1)

هُمَزَةٌ سے مراد بہت زیادہ چغلی کھانے والا ہے۔ اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

حَمَالَةَ الْحَطَبِ ۝

ترجمہ کنز الایمان: لکڑیوں کا گٹھاسر پراٹھاتی۔ (پ 30، اللہب: 4)

کہتے ہیں کہ وہ چغلی کھانے والی اور باتوں کو ادھر ادھر پہنچانے والی تھی۔

اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

فَخَاتَمَهُمَا قَلَمٌ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللَّهِ شَيْئًا

ترجمہ کنز الایمان: پھر انہوں نے ان سے دعا کی تو وہ اللہ کے سامنے انھیں کچھ کام نہ آئے۔

(پ 28، التحریم: 10)

حدیث پاک میں ارشاد ہے: لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَابٌ تَرْجَمَ: چغل خور جنت میں داخل نہ ہوگا۔

(صحیح البخاری، کتاب الادب، باب ما یکرہ من النمیمۃ، الحدیث ۶۰۵۶، ص ۵۱۲)

قتات سے مراد چغل خور ہے، اس کے متعلق بہت سی احادیث مبارکہ وارد ہیں۔

چغلی کی تعریف

چغلی کی تعریف یہ ہے کہ ایسی بات ظاہر کرنا جس کا ظاہر کرنا ناپسند ہو۔ خواہ وہ ناپسند کرے جس سے سنی گئی یا جس کے

بارے میں سنی گئی یا کوئی تیسرا آدمی ناپسند کرے۔ خواہ بول کر یا لکھ کر اس کا اظہار ہو یا اشارہ، کنایہ سے ہو۔

پس چغلی کی حقیقت پوشیدہ بات کو ظاہر کرنا اور اس سے پردہ ہٹانا ہے۔ (لباب الاحیاء ۲۳۳)

لوگوں کی بات کو فساد وغیرہ کے

خوف کے بغیر بلا وجہ حکام تک

لے جانا منع ہے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد

ندو۔

گزشتہ باب میں اس سے متعلق بعض احادیث

ہیں۔

115 بَابُ النَّهْيِ عَنْ نَقْلِ الْحَدِيثِ

وَكَلامِ النَّاسِ إِلَى وِلاَةِ الْأُمُورِ إِذَا لَمْ

تَدْعُ إِلَيْهِ حَاجَةٌ كَخَوْفِ مَفْسَدَةٍ وَنَحْوِهَا

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ

وَالْعُدْوَانِ) (المائدة: 2)

وَفِي الْبَابِ الْأَحَادِيثُ السَّابِقَةُ فِي الْبَابِ

قَبْلَهُ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے میرے صحابہ میں سے کوئی دوسرے کے بارے بات نہ پہنچائے۔ کیونکہ میں یہ چاہتا ہوں کہ تمہاری طرف صاف سینہ کے ساتھ نکلا کروں۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔

(1544) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا يُبَلِّغُنِي أَحَدٌ مِنْ أَصْحَابِي عَنْ أَحَدٍ شَيْئًا، فَإِنِّي أَحِبُّ أَنْ أَخْرُجَ إِلَيْكُمْ وَأَنَا سَلِيمٌ الصَّدْرُ". رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ.

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی رفع الحدیث من المجلس، جلد 4، صفحہ 415، رقم 4862، سنن ترمذی، باب فضل ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم، جلد 5، صفحہ 710، رقم 3896، مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن مسعود، جلد 9، صفحہ 266، رقم 5388، مسند ابی یعلیٰ، مسند عبداللہ بن مسعود، جلد 9، صفحہ 266، رقم 5388، جامع الاصول لابن اثیر، الکتاب الخامس فی الغیبة والندیبة، جلد 8، صفحہ 451، رقم 6222)

شرح حدیث: میرے صحابہ سے محبت کرو

حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، سرکار والاخبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیع روز شمار، دو عالم کے مالک و مختار باذن پروردگار عزّ و جلّ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان محبت نشان ہے: جو اللہ عزّ و جلّ سے محبت کرتا ہے اُسے چاہیے کہ وہ مجھ سے محبت کرے اور جو مجھ سے محبت کرتا ہے اُسے چاہیے کہ وہ میرے صحابہ سے محبت کرے اور جو میرے صحابہ سے محبت کرتا ہے اُسے چاہیے کہ وہ قرآن پاک سے محبت کرے اور جو قرآن پاک سے محبت کرتا ہے اسے چاہیے کہ وہ مساجد سے محبت کرے۔ کیونکہ یہ ایسی عمارتیں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے بنانے اور پاک رکھنے کا حکم دیا اور ان میں برکت رکھی۔ پس یہ خیر و برکت والی جگہیں ہیں اور ان کے رہنے والے بھی خیر و برکت میں ہیں۔ یہ پسندیدہ جگہیں ہیں اور ان میں رہنے والے بھی پسندیدہ ہیں۔ یہ لوگ اپنی نمازوں میں ہوتے ہیں تو اللہ عزّ و جلّ ان کی ضرورت پوری فرماتا ہے۔ یہ مساجد میں ہوتے ہیں تو اللہ عزّ و جلّ ان کو اپنے مقاصد میں کامیابی عطا فرماتا ہے۔

(البحر وحین لابن حبان، الرقم 1271، ابو عمر، ج 2، ص 510، بقیع)

مروی ہے، اللہ کے محبوب، دانائے غیوب، منترّہ عن الغیوب عزّ و جلّ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرمایا: اے ابوبکر! اللہ عزّ و جلّ نے مجھے نور کے جوہر سے پیدا فرمایا، پس اس جوہر پر نظر کرم فرمائی اور مجھے اپنی بارگاہ میں کھڑا کیا تو مجھے حیا سے پسینہ آ گیا اور پسینے کے چار قطرے گر پڑے۔ اے ابوبکر! اللہ عزّ و جلّ نے پہلے قطرے سے تمہیں پیدا فرمایا، دوسرے سے عمر کو، تیسرے سے عثمان کو اور چوتھے سے علی کو پیدا فرمایا، اے ابوبکر! تیرا، عمر، عثمان اور علی کا نور میرے نور سے ہے۔

حضور سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: بے شک اللہ عزّ و جلّ نے میرے صحابہ کرام کو تمام مخلوق پر فضیلت دی سوائے انبیاء و مرسلین کے، پھر میرے صحابہ میں سے چار کو فضیلت دی: ابوبکر، عمر، عثمان اور

علی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ (البحرین لابن حمان، الرقم ۵۶۸ عبد اللہ بن صالح کاتب الیث المصری، ص ۵۳۵)

116- باب ذم ذی الوجہین

دورِ خے آدمی کی مذمت

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (يَسْتَخْفُونَ مِنِّي يَا آدَمِيَّةُ إِنَّهُم مِمَّنْ خَفَىٰ عَلَى اللَّهِ شَيْئًا فَيُعَذِّبُهُمْ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ عَلِيمٌ) (النساء: 108).

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آدمیوں سے چھپتے ہیں اور اللہ سے نہیں چھپتے اور اللہ ان کے پاس ہے جب دل میں وہ بات تجویز کرتے ہیں جو اللہ کو ناپسند ہے اور اللہ ان کے کاموں کو گھیرے ہوئے ہے۔

(1545) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «تَجِدُونَ النَّاسَ مَعَادِنَ: خِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْإِسْلَامِ إِذَا فَفَهُوا، وَتَجِدُونَ خِيَارَ النَّاسِ فِي هَذَا الشَّانِ أَشَدَّهُمْ كَرَاهِيَّةً لَهُ، وَتَجِدُونَ شَرَّ النَّاسِ ذَا الْوَجْهَيْنِ، الَّذِي يَأْتِي هُوَ لَاءَ يَوْجِهِ، وَهُوَ لَاءَ يَوْجِهِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگوں کو معادن میں پاؤ گے۔ جاہلیت میں ان کے اچھے اسلام میں بھی ان کے اچھے ہیں جب وہ سمجھدار بن جائیں تو لوگوں کے بہتر وہ ہیں جو حکومت والے کام کو سخت ناپسند کرتے ہیں اور لوگوں میں سے برا آدمی وہ ہے جو دو چہروں والا ہے ان کے پاس ایک چہرے سے آتا ہے اور ان کے پاس دوسرے چہرہ سے۔ (متفق علیہ)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

قرآن کریم فرماتا ہے: إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَىٰكُمْ۔ خیال رہے کہ انسان کیلئے تقویٰ ذاتی شرافت و عزت ہے اسے حسب کہتے ہیں اور عالی خاندان عارضی عزت ہے اسے نسب کہتے ہیں مبارک ہے وہ جو حسب و نسب دونوں میں اعلیٰ ہو۔

معادن جمع ہے معدن کی بمعنی کان، قبیلہ کو معدن کہتے ہیں کہ وہ ایک جماعت کی کان ہوتا ہے یعنی کیا تم مجھ سے عرب کے قبائل کے متعلق پوچھتے ہو کہ کونسا قبیلہ اشرف ہے۔

یعنی اسلام لانے سے اعلیٰ خاندانی آدمی کی شرافت گھٹ نہیں جاتی بلکہ بڑھ جاتی ہے اور اگر وہ عالم باعمل بھی ہو جاوے تو صرف خاندانی مسلمان سے افضل ہوگا۔ خلاصہ یہ ہے کہ جو زمانہ کفر میں اپنی قوم میں اعلیٰ و افضل ہو وہ مسلمان ہو کر بھی اعلیٰ و افضل ہی رہے گا اسے نو مسلم یا دیندار سمجھ کر ذلیل نہ سمجھا جاوے گا۔ اگر وہ عالم باعمل بھی ہو جاوے تو اس کی شرافت کو اور چار چاند لگ جاویں گے مثلاً آج کوئی بڑا عزت والا پادری یا پنڈت مسلمان ہو جاوے تو اسے نو مسلم یا دیندار کہہ کر حقیر نہ جانو اس کی عزت و احترام باقی رکھو اور اگر وہ عالم ہو جاوے تو اس کا بہت احترام کرو یہاں فقہ سے مراد عالم

بائٹل ہے، پھر بھی مطلب وہ ہی ہوا کہ شرافت علم و تقویٰ پر ہے فرضاً کہ حسب و نسب دونوں کی شرافت کا اجتماع رب کی رحمت ہے۔ (برز الخانیج، ج ۶ ص ۷۲۳)

حضرت محمد بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں نے ان کے دادا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو کہا کہ ہم اپنے حکمرانوں کے پاس جاتے ہیں تو ان کے لیے ایک بات کہتے ہیں جو ہم ان کے پاس سے باہر آ کر کہتے ہیں اس کے خلاف ہوتی ہے۔ تو انہوں نے فرمایا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد اقدس میں اس کو منافقت شمار کرتے تھے۔ (بخاری)

(1546) وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدٍ: أَنَّ تَأْسًا قَالُوا بِجَدِّهِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: إِذَا نَدَخُلُ عَلَى سُلْطَانِنَا فَتَقُولُ لَهُمْ بِخِلَافِ مَا نَتَكَلَّمُ إِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِهِمْ. قَالَ: كُنَّا نَعُدُّ هَذَا نِفَاقًا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما یکرہ من ثناء السلطان واذا خرج قال غیر ذلک، جلد 6، صفحہ 2626، رقم 6756 السنن الکبریٰ للبیہقی، باب ما یکرہ من ثناء السلطان، جلد 8، صفحہ 164، رقم 17104 الکفایۃ فی علم الراویۃ للخطیب، باب ذکر بعض احادیث من بین ما اسعیت فیہ غیر الراوی، ص 221، رقم 197 جامع الاصول لابن اثیر، کتاب السابع فی النفاق، جلد 11، صفحہ 569، رقم 9184)

شرح حدیث: منافقت

منافقت یہ ہے کہ کوئی شخص آپس میں مخالف دو اشخاص میں سے ہر ایک کے پاس جائے اور ہر ایک سے اس کے موافق بات کرے، یہ عین نفاق ہے۔ چنانچہ حضرت سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عبرت نشان ہے:

مَنْ كَانَ لَهُ وَجْهَانِ فِي الدُّنْيَا كَانَ لَهُ لِسَانَانِ مِنْ نَارِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔

ترجمہ: جو شخص دنیا میں دو چہروں والا ہو بروز قیامت اس کی آگ کی دو زبانیں ہوں گی۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی ذی الوجھین، الحدیث ۴۸۷۳، ص ۱۵۸۱)

جھوٹ کی حرمت

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور جس کا تجھ کو علم نہیں اس کے پیچھے نہ پڑ۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کوئی بات وہ زبان سے نہیں نکالتا کہ اس کے پاس ایک محافظ تیار نہ بیٹھا ہو۔

117- بَابُ تَحْرِيمِ الْكِذْبِ

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمًا) (بنی اسرائیل: 36)

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ) (ق: 18)

(1547) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِي إِلَى الْبِرِّ، وَإِنَّ الْبِرَّ يَهْدِي إِلَى الْجَنَّةِ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَصْدُقُ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللَّهِ صِدْقًا، وَإِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِي إِلَى الْفُجُورِ، وَإِنَّ الْفُجُورَ يَهْدِي إِلَى النَّارِ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَكْذِبُ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللَّهِ كَذَابًا مُتَّفَقًا عَلَيْهِ."

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سچ نیکی کی طرف لے جاتا ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے اور آدمی سچ بولتے بولتے اللہ کی بارگاہ میں صدیقین میں سے ہو جاتا ہے اور بلاشبہ جھوٹ گناہ کی طرف لے جاتا ہے اور گناہ جہنم کی طرف لے جاتا ہے اور آدمی جھوٹ بولتے بولتے اللہ کی بارگاہ میں کذاب (بڑا جھوٹا) لکھ دیا جاتا ہے۔

(متفق علیہ)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی جو شخص سچ بولنے کا عادی ہو جاوے اللہ تعالیٰ اسے نیک کار بنا دے گا اس کی عادت اچھے کام کرنے کی ہو جاوے گی، اس کی برکت سے وہ مرتے وقت تک نیک رہے گا برائیوں سے بچے گا۔

اور جو اللہ کے نزدیک صدیق ہو جاوے اس کا خاتمہ اچھا ہوتا ہے اور وہ ہر قسم کے عذاب سے محفوظ رہتا ہے ہر قسم کا ثواب پاتا ہے اور دنیا بھی اسے سچا کہنے اچھا سمجھنے لگتی ہے، اس کی عزت لوگوں کے دلوں میں بیٹھ جاتی ہے۔

اور جھوٹا آدمی آگے چل کر پکا فاسق و فاجر بن جاتا ہے جھوٹ ہزار ہا گناہوں تک پہنچا دیتا ہے، تجربہ بھی اسی پر شاہد ہے۔ سب سے پہلے جھوٹ شیطان نے بولا کہ حضرت آدم علیہ السلام سے کہا کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں پہلا تقیہ پہلا جھوٹ شیطان کا کام تھا۔

جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پھر یہ شخص ہر قسم کے گناہوں میں پھنس جاتا ہے اور قدرتی طور پر لوگوں کو اس کا اعتبار نہیں رہتا لوگ اس سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔

یہ حدیث بہت طریقوں سے مروی ہے جنہیں مسلم، بخاری، جامع صغیر وغیرہ نے روایت فرمایا وہ تمام الفاظ یہاں مرقات نے جمع فرمائے۔ (بزاۃ النایح، ج ۶ ص ۶۵۹)

(1548) وَعَنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "أَرْبَعٌ مِّنْ كُنْ فِيهِ، كَانَ مُتَأَفِّقًا خَالِصًا، وَمَنْ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِّنْهُنَّ، كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِّنْ نِّفَاقٍ حَتَّى يَدْعَهَا: إِذَا أُوْتِيَ خَانَ، وَإِذَا حَدَّثَ"

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: منافق کی نشانی چار چیزیں ہیں جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے اور جب وعدہ کرتا ہے تو اس کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ اور جب اس کو امانت دی جائے تو خیانت کرتا ہے۔ اور جب

كَذَبَ، وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ، وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَقَدْ سَبَقَ بَيَانُهُ مَعَ حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ بِنَحْوِهِ فِي "تَابِ الْوَفَاءِ بِالْعَهْدِ".
 جھگڑا کرے تو گالیاں دیتا ہے۔ (متفق علیہ) اس حدیث کا بیان باب ایفائے عہد میں حضرت ابو ہریرہ کی حدیث کے ساتھ ہو چکا۔

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ بیان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ حدیث پچھلی حدیث کے خلاف نہیں ایک چیز کی بہت سی علامتیں ہوتی ہیں کبھی ساری بیان کردی جاتی ہیں کبھی کم و بیش لہذا وہ تین بھی نفاق کی علامتیں تھیں اور یہ چار بھی۔

منافق عملی یعنی منافقوں کے سے کام کرنے والا جیسے رب فرماتا ہے: أَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُنْكَرِينَ يَا حُضُورَ فَرَمَاتے ہیں۔ مَنْ تَرَكَ الصَّلَاةَ مُتَعَبِّدًا كَفَرًا یعنی بے نمازی ہونا کفر عملی ہے۔ (کافروں کا سا کام) اس سے ان لوگوں کو عبرت پکڑنی چاہیے جن کے ہاں تبرا اور گلیاں بکنا عبادت بلکہ اصل ایمان ہے اسلام میں شیطان فرعون وہاں کو بھی گالیاں دینا برا ہے کہ اس میں اپنی ہی زبان گندی ہوتی ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۱ ص ۵۴)

(1549) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ تَحَلَّمَ بِحُلْمٍ لَمْ يَرَهُ، كُلِّفَ أَنْ يَتَّعِدَ بَيْنَ شَعِيرَتَيْنِ وَلَنْ يَفْعَلَ، وَمَنْ اسْتَمَعَ إِلَى حَدِيثِ قَوْمٍ وَهُمْ لَهُ كَارِهُونَ، صُبَّ فِي أُذُنِهِ الْأُنْكَ الْيَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ صَوَّرَ صُورَةَ عُنْبٍ وَكُلِّفَ أَنْ يَنْفُخَ فِيهَا الرُّوحَ وَلَيْسَ بِنَافِثٍ". رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے ایسا خواب بیان کیا جو دیکھا نہ تھا اسے قیامت کے دن جو دیئے جائیں گے کہ ان کے درمیان گرہ لگائے اور وہ یہ نہ کر سکے گا۔ جس نے کسی قوم کی بات کی طرف کان لگایا حالانکہ وہ اسے ناپسند کرتے ہوں تو اس کے کانوں میں قیامت کے دن پگھلایا ہوا سیسہ ڈالا جائے گا۔ اور جس نے کوئی صورت بنائی اس کو قیامت کے دن حکم دیا جائے گا کہ اس میں روح پھونکے اور وہ نہ پھونک سکے گا۔ (بخاری)

"تَحَلَّمَ": اِنِّیْ قَالَ اِنَّهُ حَلَمَ فِی نَوْمِهِ وَرَاى كَذَا وَكَذَا، وَهُوَ كَاذِبٌ.

"تَحَلَّمَ" یعنی وہ کہے کہ میں نے خواب ایسا ایسا دیکھا ہے حالانکہ وہ جھوٹا ہے۔

وَالْأُنْكَ بِالْمَدِّ وَضِمِّ التُّونِ وَتَخْفِيفِ الْكَافِ: وَهُوَ الرَّصَاصُ الْمُدَابُّ.

"الأنك" مد کے ساتھ نون پر پیش اور کاف مخفف کیسا تھا۔ پگھلے ہوئے سیسہ کو کہتے ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من کذب فی حلمه، جلد 6، صفحہ 42، رقم 7042 الاداب للبیہقی، باب من تحلم کاذبا، صفحہ 415، رقم 681 سنن النسائی، باب ذکر ما یكلف اصحاب الصور یوم القیامة، جلد 8، ص 215، رقم 5359، مسند

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

بعض شارحین نے فرمایا کہ جھوٹی خواب گھڑنے سے مراد ہے نبوت یا ولایت کا دعویٰ کرنا اور لوگوں سے یہ کہنا کہ رب تعالیٰ نے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یا فلاں ولی نے مجھے خواب میں فرمایا ہے کہ تو نبی یا ولی ہے یا فلاں غیب کی مجھے خبر دی ہے مگر حق یہ ہے کہ حدیث میں یہ کوئی قید نہیں ہر جھوٹی خواب گھڑنے والا اس سزا کا مستحق ہے خواہ کسی قسم کی خواب گھڑے کیونکہ مؤمن کی سچی خواب نبوت کا چھپالیسواں ۳۶ حصہ ہے اور وحی خفی ہے تو خواب گھڑنے والا رب تعالیٰ پر جھوٹ باندھتا ہے اور وحی الہی جھوٹی گھڑتا ہے اس لیے عام جھوٹوں سے یہ جھوٹ بڑا سخت جرم ہے، بعض لوگ تبلیغ کے بہانہ جھوٹی خوابیں کسی بڑے کی طرف نسبت کر دیتے ہیں کہ حضور کے روضہ کے فلاں خادم نے خواب میں حضور کو دیکھا آپ نے فرمایا کہ قیامت عنقریب آرہی ہے فلاں فلاں باتیں وغیرہ یہ سب حرام ہیں۔ جو میں گرہ لگانے کا حکم دینا وجوب کے لیے نہیں بلکہ عاجز کرنے اور عذاب دینے کے لیے ہے۔

یعنی جو دوسروں کی خفیہ بات چھپ کر سننے اس کے کان میں قیامت کے دن سیہ گرم کر کے انڈیلا جاوے گا۔ حدیث بالکل ظاہر پر ہے اس میں کسی تاویل کی ضرورت نہیں، واقعی اسے قیامت میں یہ عذاب ہوگا کہ یہ بھی راز و نیاز کا چور ہے۔

(مزاۃ المناجیح، ج ۶ ص ۳۳۰)

(1550) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَفْرَى الْفِرَى أَنْ يُرَى الرَّجُلُ عَيْنَيْهِ مَا لَمْ تَرِيَا» - رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَمَعْنَاهُ: يَقُولُ: رَأَيْتُ، فَمَا لَمْ يَرَهُ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے بڑا جھوٹ یہ ہے کہ آدمی اپنی آنکھوں کو وہ دکھائے جو انہوں نے دیکھا نہیں۔ (بخاری) اس کا معنی یہ ہے کہ جو کچھ نہیں دیکھا کہے میں نے دیکھا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من کذب فی حلمہ، جلد 6، صفحہ 2582، رقم 6636 مسند امام احمد مسند عبد اللہ بن عمر، جلد 2، صفحہ 96، رقم 5711 مسند الشافعی، کتاب التعبير، جلد 1، صفحہ 179، رقم 650 معرفة السنن والآثار للبیہقی، جلد 1، صفحہ 22، رقم الحدیث 18 مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الرؤیا، جلد 2، صفحہ 547، رقم 4626)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہاں آنکھوں سے مراد خواب کی آنکھیں ہیں جن سے بندہ خواب میں سب کچھ دیکھتا ہے یعنی جھوٹی خواب گھڑ کر لوگوں کو سنائے، یہ جھوٹ دوسرے جھوٹوں سے بدتر اس لیے ہے کہ اس میں رب تعالیٰ پر اور نبوت کے چھپالیسویں جزء پر جھوٹ باندھنا ہے۔ جامع صغیر میں ہے کہ بدترین جھوٹے تین ہیں: ایک وہ جو کہ اپنا نسب بدلے، اپنے غیر کو باپ کی طرف

نسبت دے، دوسرا وہ جو جھوٹی خواب گھڑے، تیسرا وہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھے یعنی جھوٹی احادیث وضع کرے۔ (مرقات) (مزاۃ الناجح، ج ۶ ص ۳۶۱)

(1551) وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَأَيُّدُ أَنْ يَقُولَ لِأَصْحَابِهِ: "هَلْ رَأَى أَحَدٌ مِنْكُمْ مِنْ رُؤْيَا، فَيَقْضُ عَلَيْهِ مِنْ شَاءِ اللَّهِ أَنْ يَقْضَ، وَإِنَّهُ قَالَ لَنَا ذَاتَ غَدَاةٍ: "إِنَّهُ أَتَانِي اللَّيْلَةَ اتِّبَانٍ وَإِنَّهُمَا قَالَا لِي: "انْطَلِقْ، وَإِنِّي انْطَلَقْتُ مَعَهُمَا، وَإِنَّا آتَيْنَا عَلَى رَجُلٍ مُضْطَجِعٍ، وَإِذَا أُخِرُ قَائِمٌ عَلَيْهِ بِصَخْرَةٍ، وَإِذَا هُوَ يَهْوِي بِالصَّخْرَةِ لِرَأْسِهِ، فَيَسْلُغُ رَأْسَهُ، فَيَتَدَهَّدُهُ الْحَجَرُ مَا هُنَا، فَيَتَّبِعُ الْحَجَرَ فَيَأْخُذُهُ فَلَا يَرْجِعُ إِلَيْهِ حَتَّى يَصِيحَ رَأْسُهُ كَمَا كَانَ، ثُمَّ يَعُودُ عَلَيْهِ، فَيَفْعَلُ بِهِ مِثْلَ مَا فَعَلَ الْمَرَّةَ الْأُولَى! قَالَ: "قُلْتُ لَهُمَا: سُبْحَانَ اللَّهِ! مَا هَذَا؟ قَالَا لِي: "انْطَلِقْ، فَانْطَلَقْنَا، فَآتَيْنَا عَلَى رَجُلٍ مُسْتَلْقٍ لِقَفَاةٍ، وَإِذَا أُخِرُ قَائِمٌ عَلَيْهِ بِكَلْبٍ مِنْ حَدِيدٍ، وَإِذَا هُوَ يَأْتِي أَحَدَ شِقْيَيْ وَجْهِهِ فَيُشْرِ شِرُّهُ بِشِدْقِهِ إِلَى قَفَاةٍ، وَمِنْ خَرَّةٍ إِلَى قَفَاةٍ، وَعَيْنُهُ إِلَى قَفَاةٍ، ثُمَّ يَتَحَوَّلُ إِلَى الْجَانِبِ الْأُخْرَى، فَيَفْعَلُ بِهِ مِثْلَ مَا فَعَلَ بِالْجَانِبِ الْأَوَّلِ، فَمَا يَفْرَغُ مِنْ ذَلِكَ الْجَانِبِ حَتَّى يَصِيحَ ذَلِكَ الْجَانِبُ كَمَا كَانَ، ثُمَّ يَعُودُ عَلَيْهِ فَيَفْعَلُ مِثْلَ مَا فَعَلَ فِي الْمَرَّةِ الْأُولَى قَالَ: "قُلْتُ: سُبْحَانَ اللَّهِ! مَا هَذَا؟ قَالَا لِي: "انْطَلِقْ، فَانْطَلَقْنَا، فَآتَيْنَا عَلَى مِثْلِ التَّنُورِ فَأَحْسِبُ أَنَّه قَالَ: "فَإِذَا فِيهِ لَعَطٌ، وَأَصْوَاتٌ، فَانْطَلَعْنَا فِيهِ فَإِذَا

حضرت سمرہ بن جندب سے روایت ہے کہ رسول اللہ اپنے صحابہ سے اکثر پوچھا کرتے کہ کیا تم میں سے کسی نے خواب دیکھا ہے تو کوئی آپ پر وہ کچھ بیان کرتا جو اللہ تعالیٰ چاہتا کہ وہ کرے۔ آپ نے ایک دن فرمایا کہ گزشتہ رات میرے پاس دو آنے والے آئے۔ انہوں نے مجھے کہا۔ چلو میں ان کے ساتھ چل پڑا۔ ہم ایک لیٹے ہوئے آدمی کے پاس آئے اور ایک دوسرا آدمی بڑا پتھر لے کر اس کے پاس کھڑا ہے۔ وہ اس پتھر کو اس کے سر پر مارتا ہے۔ اس کا سر کچلا جاتا ہے پس وہ پتھر دور لڑھک جاتا ہے۔ پھر جا کر پتھر اٹھاتا ہے۔ اس کے لوٹ کر آنے سے پہلے سر جس طرح تھا اسی طرح درست ہو جاتا ہے۔ پھر اس پر لوٹا اور اسی طرح دوبارہ کرتا جس طرح پہلی بار کیا فرمایا کہ میں نے ان سے کہا سبحان اللہ (یہ مقام تعجب ہے) یہ دونوں کیا ہیں انہوں نے کہا چلو ہم چل پڑے پھر ایک آدمی کے پاس آئے جو سیدھا لیٹا ہوا ہے اور ایک اور شخص لوہے کی آر لے کر اس کے پاس کھڑا ہے وہ اس کے چہرہ کی ایک طرف سے ڈال کر اس کے جڑے ناکا نکھ کو گدی تک چیر ڈالتا ہے۔ پھر دوسری جانب آتا ہے اور اس کے ساتھ اسی طرح کرتا ہے۔ جس طرح پہلی جانب کے ساتھ کیا۔ دوسری جانب سے فارغ ہونے سے پہلے پہلی جانب درست ہو جاتی ہے۔ جیسے کہ تھی پھر اس پر لوٹ کر دوبارہ اسی طرح کرتا ہے جس طرح پہلی دفعہ کیا تھا۔ فرمایا: میں

فِيهِ رِجَالٌ وَنِسَاءٌ عُرَاةٌ، وَإِذَا هُمْ يَأْتِيهِمْ لَهَبٌ
 مِنْ أَسْفَلٍ مِنْهُمْ، فَإِذَا آتَاهُمْ ذَلِكَ اللَّهَبُ
 ضَوْضُوا. قُلْتُ: مَا هُوَ لَآءٌ؟ قَالَ لِي: اِنْتُطَلِقِ اِنْتُطَلِقِ،
 فَأَنْتَلِقُنَا، فَأْتِينَا عَلَى نَهْرٍ حَسِبْتُ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ:
 "أَحْمَرٌ مِثْلُ الدَّمِ، وَإِذَا فِي النَّهْرِ رَجُلٌ سَابِحٌ يَسْبَحُ،
 وَإِذَا عَلَى شَطِّ النَّهْرِ رَجُلٌ قَدْ جَمَعَ عِنْدَهُ حِجَارَةٌ
 كَثِيرَةٌ، وَإِذَا ذَلِكَ السَّابِحُ يَسْبَحُ، مَا يَسْبَحُ، ثُمَّ يَأْتِي
 ذَلِكَ الَّذِي قَدْ جَمَعَ عِنْدَهُ الْحِجَارَةَ، فَيَفْغَرُ لَهُ فَاهُ،
 فَيُلْقِيهِ حَجْرًا، فَيَنْتَلِقُ فَيَسْبَحُ، ثُمَّ يَرْجِعُ إِلَيْهِ،
 كُلَّمَا رَجَعَ إِلَيْهِ، فَغَرَ لَهُ فَاهُ، فَالْقَبَهُ حَجْرًا، قُلْتُ
 لَهُمَا: مَا هَذَا؟ قَالَ لِي: اِنْتُطَلِقِ اِنْتُطَلِقِ، فَأَنْتَلِقُنَا،
 فَأْتِينَا عَلَى رَجُلٍ كَرِيهِهِ الْمَرْأَةُ، أَوْ كَاكْرِهِ مَا أَنْتَ
 رَأَيْ رَجُلًا مَرَّأَى، فَإِذَا هُوَ عِنْدَهُ نَارٌ يَحْشُهَا وَيَسْعَى
 حَوْلَهَا. قُلْتُ لَهُمَا: مَا هَذَا؟ قَالَ لِي: اِنْتُطَلِقِ
 اِنْتُطَلِقِ، فَأَنْتَلِقُنَا، فَأْتِينَا عَلَى رَوْضَةٍ مُعْتَمَةٍ فِيهَا
 مِنْ كُلِّ تَوْرِ الرَّبِيعِ، وَإِذَا بَيْنَ ظَهْرِي الرَّوْضَةِ رَجُلٌ
 طَوِيلٌ لَا أَكَادُ أَرَى رَأْسَهُ طَوِيلًا فِي السَّمَاءِ، وَإِذَا
 حَوْلَ الرَّجُلِ مِنْ أَكْثَرِ وِلْدَانٍ رَأَيْتُهُمْ قَطُّ، قُلْتُ:
 مَا هَذَا؟ وَمَا هُوَ لَآءٌ؟ قَالَ لِي: اِنْتُطَلِقِ اِنْتُطَلِقِ،
 فَأَنْتَلِقُنَا، فَأْتِينَا إِلَى كَوْحَةٍ عَظِيمَةٍ لَمْ أَرَ كَوْحَةً
 قَطُّ أَعْظَمَ مِنْهَا، وَلَا أَحْسَنَ! قَالَ لِي: ارْقُ فِيهَا،
 فَارْتَقِينَا فِيهَا إِلَى مَدِينَةٍ مَبْنِيَّةٍ بِلَبْنٍ ذَهَبٍ
 وَلَبْنٍ فِضَّةٍ، فَأْتِينَا بَابَ الْمَدِينَةِ فَاسْتَفْتَحْنَا،
 فَفُتِحَ لَنَا فَدَخَلْنَاهَا، فَتَلَقَانَا رِجَالٌ شَطْرُ مَنْ
 خَلَقَهُمْ كَأَحْسَنِ مَا أَنْتَ رَأَيْ! وَشَطْرُ مَنْهُمْ كَأَقْبَحِ

نے کہا سبحان اللہ (مقام تعجب ہے) یہ دونوں کیا ہیں۔
 انہوں نے کہا چلو ہم پھر چل پڑے پھر ہم ایک تنور جیسی
 چیز پر آئے میرا گمان ہے کہ آپ نے فرمایا: اچانک اس
 میں چینی شور والی آوازیں ہیں ہم نے اس میں جھانکا
 تو اس میں ننگے مرد اور ننگی عورتیں ہیں اچانک ان کے
 پاس نیچے سے شعلہ آتا جب ان کے پاس شعلہ پہنچتا تو وہ
 چیختے۔ میں نے کہا یہ کیا ہے انہوں نے مجھے کہا چلو چلو۔
 ہم چل پڑے ہم ایک نہر پر آئے۔ میرا گمان ہے کہ
 آپ نے فرمایا: وہ نہر خون جیسی سرخ تھی اور اس نہر میں
 ایک آدمی تیر رہا ہے اور نہر کے کنارے پر ایک آدمی ہے
 جس نے اپنے پاس بہت سے پتھر جمع کیے ہیں۔ اور
 جب وہ تیرنے والا تیر کر اس کے پاس آتا ہے جس نے
 پتھر جمع کر رکھے ہیں اور اس کے پاس آ کر منہ کھولتا ہے
 تو وہ اس کے منہ میں پتھر ڈالتا ہے وہ پھر جا کر تیرتا ہے
 پھر لوٹ کر آتا ہے جب بھی وہ اس کے پاس لوٹ کر آتا
 ہے اس کے لیے منہ کھولتا ہے۔ وہ اس کے منہ میں پتھر
 ڈالتا ہے۔ میں نے کہا یہ دونوں کیا ہیں تو انہوں نے مجھے
 کہا چلو چلو۔ پھر ہم چل پڑے پھر ہم ایک انتہائی
 بد صورت چہرے والے آدمی کے پاس آئے جیسے تم کسی
 انتہائی بد صورت انسان کو دیکھو۔ دیکھا تو وہ آگ جلا رہا
 ہے اور اس کے ارد گرد دوڑتے ہوئے چکر لگا رہا تھا میں
 نے ساتھیوں سے کہا یہ کیا منظر ہے؟ انہوں نے مجھے کہا:
 چلو چلو۔ پھر ہم ایک گھنے باغ میں آئے۔ اس میں بہار
 کے ہر قسم کے پھول ہیں اور اچانک باغ کے درمیان
 ایک لمبے قد کا آدمی ہے۔ قریب تھا کہ اس کی لمبائی کی

وجہ سے میں اس کا سر نہ دیکھوں اور اس آدمی کے گرد اتنے زیادہ بچے تھے جتنے کبھی میں نے نہ دیکھے ہوں۔ میں نے کہا یہ کیا ہے انہوں نے کہا چلو چلو۔ ہم چل پڑے پھر ہم ایک بڑے درخت کے پاس آئے اتنا بڑا درخت کہ میں نے اس سے بڑا اور زیادہ خوبصورت درخت کبھی نہ دیکھا دونوں نے مجھے کہا آپ اس پر چڑھو ہم اس پر چڑھے تو وہاں ایک شہر تھا جس کی تعمیر میں ایک اینٹ سونے اور ایک چاندی کی لگی ہے۔ ہم نے دروازے پر آ کر دستک دی وہ کھولا گیا۔ تو ہم اس میں داخل ہوئے تو وہاں ہمیں کچھ لوگ ملے جن کا بعض جسم انتہائی خوبصورت جیسا آپ نے کبھی نہ دیکھا ہو اور بعض حصہ انتہائی بدصورت جیسا آپ نے کبھی نہ دیکھا ہو۔ دونوں فرشتوں نے ان سے کہا جاؤ اس نہر میں چھلانگ لگاؤ وہاں باغ میں ایک نہر چوڑائی میں بہ رہی تھی۔ اس کا پانی دودھ کی طرح سفید تھا وہ گئے اس میں چھلانگیں لگائیں پھر ہماری طرف لوٹے اور ان کے جسم کی وہ بدصورتی ختم ہو چکی تھی۔ وہ بہت حسین صورت ہو چکے تھے۔ فرمایا کہ دونوں نے مجھے کہا یہ جنت عدن ہے اور وہ آپ کا مکان ہے وہاں میری نظر اوپر اٹھی تو ایک محل سفید بادل کی طرح موجود ہے۔ دونوں نے کہا یہ آپ کا مکان ہے میں نے کہا اللہ تمہیں برکت دے مجھے چھوڑو تاکہ میں اس میں چلا جاؤں۔ انہوں نے کہا ابھی نہیں لیکن آپ اس میں ضرور داخل ہوں گے میں نے ان سے کہا: میں نے جو آج رات عجیب منظر دیکھے ہیں وہ کیا ہیں؟ تو انہوں نے کہا ہم بتاتے ہیں پہلا آدمی جس کے

مَا أَنْتَ رَأَا قَالَا لَهُم: اِلْهَبُوا فَلَقَعُوا فِي ذَلِكَ النَّهْرِ، وَادَا هُوَ نَهْرٌ مُعْتَرِضٌ يُجْرِي كَأَنَّ مِائَةً الْبَحْضُ فِي الْبِيضِ، فَلْهَبُوا فَوَلَعُوا فِيهِ. ثُمَّ رَجَعُوا إِلَيْنَا قَدْ ذَهَبَ ذَلِكَ الشُّؤْ عَلَيْهِمْ، فَصَارُوا فِي أَحْسَنِ صُورَةٍ قَالَا: "قَالَا لِي: هَلِيَا جَنَّةٌ عَدْنٍ، وَهَذَاكَ مَأْزُوكٌ، فَسَبَا بَصْرِي صُعْدًا، فَإِذَا قَصْرٌ مِثْلُ الرَّبَابَةِ الْبَيْضَاءِ، قَالَا لِي: هَذَاكَ مَأْزُوكٌ، قُلْتُ لَهُمَا: بَارَكَ اللهُ فِيكُمْ، فَذَرَانِي فَأَدْخُلْهُ. قَالَا لِي: أَمَا الْآنَ فَلَا، وَأَنْتَ دَاخِلُهُ، قُلْتُ لَهُمَا: فَإِنِّي رَأَيْتُ مِنْذُ اللَّيْلَةِ عَجَبًا، فَمَا هَذَا الَّذِي رَأَيْتُ؟ قَالَا لِي: أَمَا إِنَّا سُنْخَبِرُكَ: أَمَا الرَّجُلُ الْأَوَّلُ الَّذِي آتَيْتَ عَلَيْهِ يُبْلَغُ رَأْسُهُ بِالْحَجَرِ، فَإِنَّهُ الرَّجُلُ يَأْخُذُ الْقُرْآنَ فَيَرْفُضُهُ، وَيَنَامُ عَنِ الصَّلَاةِ الْمَكْتُوبَةِ. وَأَمَا الرَّجُلُ الَّذِي آتَيْتَ عَلَيْهِ يُشْرِكُ بِشِدْقِهِ إِلَى قَفَاةٍ، وَمِنْخَرُهُ إِلَى قَفَاةٍ، وَعَيْنُهُ إِلَى قَفَاةٍ، فَإِنَّهُ الرَّجُلُ يَغْدُوا مِنْ بَيْتِهِ فَيَكْذِبُ الْكِذْبَةَ تَبْلُغُ الْأَفَاقَ. وَأَمَا الرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ الْعَرَاةُ الَّذِينَ هُمْ فِي مِثْلِ بِنَاءِ الثَّنُورِ، فَإِنَّهُمْ الرُّنَاةُ وَالزَّوَانِي، وَأَمَا الرَّجُلُ الَّذِي آتَيْتَ عَلَيْهِ يَسْبُحُ فِي النَّهْرِ، وَيَلْقَمُ الْحِجَارَةَ، فَإِنَّهُ أَكَلُ الرَّبَا، وَأَمَا الرَّجُلُ الْكَرِيهُ الْمَرَاةُ الَّذِي عِنْدَ النَّارِ يَحْشُهَا وَيَسْغِي حَوْلَهَا، فَإِنَّهُ مَالِكُ حَازِنٌ جَهَنَّمَ، وَأَمَا الرَّجُلُ الطَّوِيلُ الَّذِي فِي الرُّوضَةِ، فَإِنَّهُ إِبْرَاهِيمُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَمَا الْوَلْدَانِ الَّذِينَ حَوْلَهُ، فَكُلُّ مَوْلُودٍ مَاتَ عَلَى الْفِطْرَةِ وَفِي رِوَايَةِ الْبَرْقَانِي: "وُلِدَ عَلَى الْفِطْرَةِ"

فَقَالَ بَعْضُ الْمُسْلِمِينَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَأَوْلَادُ
الْمُشْرِكِينَ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ: "وَأَوْلَادُ الْمُشْرِكِينَ، وَأَمَّا الْقَوْمُ الَّذِينَ
كَانُوا شَطْرَ مِنْهُمْ حَسَنٌ، وَشَطْرَ مِنْهُمْ قَبِيحٌ،
فَإِنَّهُمْ قَوْمٌ خَلَطُوا عَمَلًا صَالِحًا وَآخَرَ سَيِّئًا، تَجَاوَزَ
اللَّهُ عَنْهُمْ". رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

پاس آپ آئے اور اس کا سر پتھر سے کچلا جا رہا تھا وہ وہ
تھا جو قرآن پڑھتا تھا اور پھر اس کو چھوڑ دیتا تھا اور فرضی
نمازوں سے سو جاتا تھا۔ اور وہ آدمی جس کے منہ ناک اور
گدی اور آنکھ کو گدی تک چیرا جا رہا تھا وہ ایسا آدمی ہے
جو گھر سے اٹھتا اور جھوٹ بولتا ہے اور وہ جھوٹ دور
درراز تک پہنچ جاتا ہے اور ننگے مرد اور ننگی عورتیں جو تندور
جیسی چیز میں تھے۔ وہ زنا کار مرد اور عورتیں ہیں اور جس
آدمی کے پاس آپ آئے کہ وہ نہر میں تیرتا ہے اور اس کو
پتھر کھلائے جاتے ہیں وہ سو خوچ رہے اور وہ آدمی جو
انتہائی بد صورت ہے اور آگ بھڑکا رہا ہے وہ دوزخ کا
داروغہ مالک ہے اور لمبا آدمی جو باغ میں تھا وہ حضرت
ابراہیم علیہ السلام تھے اور بچے جو ان کے ارد گرد تھے وہ
وہ بچے ہیں جو دین فطرت پر نوت ہوتے ہیں اور برقانی
کی روایت میں ہے کہ جو دین فطرت پر پیدا ہوئے
بعض مسلمانوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ اور مشرکوں کی
اولاد تو رسول اللہ نے فرمایا: اور مشرکوں کی اولاد وہیں
ہوں گے اور وہ لوگ جن کے جسم کا بعض حصہ بہت
خوبصورت اور بعض حصہ بہت بد صورت تھا۔ وہ ایسی قوم
ہیں جنہوں نے اچھے برے عمل ملے جلے کیے تو اللہ نے
ان کو معاف کر دیا۔ (بخاری)

وَفِي رِوَايَةٍ لَهُ: "رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ رَجُلَيْنِ آتِيَانِي
فَأَخْرَجَانِي إِلَى أَرْضٍ مُقَدَّسَةٍ لَمْ ذَكَرْهُ وَقَالَ:
"فَانْطَلَقْنَا إِلَى نَقْبٍ مِثْلِ الثَّنُورِ، أَعْلَاهُ ضَيْقٌ
وَأَسْفَلُهُ وَاسِعٌ، يَتَوَقَّدُ تَحْتَهُ نَارًا، فَإِذَا ارْتَفَعَتْ
ارْتَفَعُوا حَتَّى كَادُوا أَنْ يُخْرَجُوا، وَإِذَا نَحَدَتْ!

ایک اور روایت بخاری میں ہے: میں نے گزشتہ
رات دو آدمیوں کو دیکھا۔ وہ میرے پاس آئے اور مجھے
مقدس پاک سرزمین کی طرف لے گئے۔ پھر فرمایا کہ ہم
ایک سوراخ کی طرف گئے جو تنور کی طرح تھا اس کا اوپر
والا حصہ تنگ اور نیچے والا کھلا تھا اس کے نیچے آگ جل

رَجَعُوا فِيهَا، وَفِيهَا رِجَالٌ وَنِسَاءٌ عُرَاةٌ. وَفِيهَا: «حَتَّى آتَيْنَا عَلَى نَهْرٍ مِنْ دَمٍ وَلَمْ يَشْكُ» فِيهِ رَجُلٌ قَائِمٌ عَلَى وَسْطِ النَّهْرِ وَعَلَى شَطِئِ النَّهْرِ رَجُلٌ، وَبَيْنَ يَدَيْهِ حِجَارَةٌ، فَأَقْبَلَ الرَّجُلَ الَّذِي فِي النَّهْرِ، فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يُخْرِجَ رَحَى الرَّجُلِ بِحَجَرٍ فِي فِيهِ، فَرَدَّاهُ حَيْثُ كَانَ، فَجَعَلَ كُلُّمَا جَاءَ لِيَخْرِجَ جَعَلَ يَزِي فِي فِيهِ بِحَجَرٍ، فَيَرْجِعُ كَمَا كَانَ. وَفِيهَا: «فَصَعِدَا بِالشَّجَرَةِ، فَأَدْخَلَا فِي دَارٍ لَمْ أَرِ قَطُّ أَحْسَنَ مِنْهَا، فِيهَا رِجَالٌ سُيُوحٌ وَشَبَابٌ». وَفِيهَا: «الَّذِي رَأَيْتَهُ يُشَقُّ شِدْقُهُ فَكَذَّابٌ، يُحَدِّثُ بِالْكَذِبَةِ فَتَحْمَلُ عَنْهُ حَتَّى تَبْلُغَ الْأَفَاقَ، فَيُضْنَعُ بِهِ مَا رَأَيْتَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ»، وَفِيهَا: «الَّذِي رَأَيْتَهُ يُشَدِّخُ رَأْسَهُ فَرَجُلٌ عَلَّمَهُ اللَّهُ الْقُرْآنَ، فَتَنَامَ عَنْهُ بِاللَّيْلِ، وَلَمْ يَعْمَلْ فِيهِ بِالنَّهَارِ، فَيُفْعَلُ بِهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَالِدَّارُ الْأُولَى الَّتِي دَخَلْتَ دَارُ عَامَّةِ الْمُؤْمِنِينَ، وَأَمَّا هَذِهِ الدَّارُ فَدَارُ الشُّهَدَاءِ، وَأَنَا جِبْرِيْلُ، وَهَذَا مِنْكَ كَائِيْلُ، فَارْفَعْ رَأْسَكَ، فَرَفَعْتُ رَأْسِي، فَإِذَا فَوْقِي مِثْلُ السَّعَابِ، قَالَا: ذَلِكَ مَنْزِلُكَ، قُلْتُ: دَعَانِي أَدْخُلْ مَنْزِلِي، قَالَا: إِنَّهُ بَقِيَ لَكَ عُمْرٌ لَمْ تَسْتَكْبِلْهُ، فَلَوْ اسْتَكْبَلْتَهُ آتَيْتَ مَنْزِلَكَ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

رہی تھی جب وہ بلند ہوتی تو یہ بلند ہو جاتے حتیٰ کہ نکلنے کے قریب ہو جاتے اور جب وہ پست ہوتی تو یہ پست ہو جاتے اور اس میں ننگے مرد اور عورتیں تھیں اس میں یہ بھی ہے کہ ہم ایک خون کی نہر پر آئے۔ اور اس میں شک (نہیں) اس میں ایک مرد نہر کے درمیان کھڑا ہے اور ایک نہر کے کنارہ پر موجود ہے۔ اس کے سامنے پتھر ہیں تو وہ آدمی جو نہر میں تھا جب باہر نکلنے کا ارادہ کرتا تو اس کے منہ پر پتھر مارتا اور اسی جگہ پہنچتا جہاں تھا۔ اور اس میں یہ بھی ہے کہ دونوں نے مجھے درخت پر چڑھایا پس مجھے ایک بہت ہی خوبصورت گھر میں داخل کیا۔ جو میں نے کبھی نہ دیکھا اس میں بوڑھے مرد اور جوان ہیں۔ اس میں یہ بھی ہے کہ جس کو آپ نے دیکھا کہ اس کے منہ کو پھاڑا جاتا ہے تو وہ جھوٹا ہے جو جھوٹی بات کہہ دیتا ہے اس سے دور دراز تک وہ جھوٹ پھیل جاتا ہے تو اس کے ساتھ قیامت تک یونہی کیا جائے گا۔ اور اس میں یہ بھی ہے کہ وہ جس کو آپ نے دیکھا کہ پھر اس کا سر کچلا جاتا ہے۔ وہ ایسا آدمی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن سکھایا وہ اس سے رات میں سویا رہا اور دن میں اس پر عمل نہ کیا تو اس کے ساتھ قیامت تک یہی کیا جائے گا۔ اور پہلا گھر جس میں آپ داخل ہوئے عام اہل ایمان کا گھر ہے اور یہ گھر شہیدوں کا ہے اور میں جبریل ہوں اور یہ میکائیل علیہ السلام ہے۔ اپنا سراٹھائیے میں نے اپنا سراٹھایا تو میرے اوپر بادل جیسی چیز تھی۔ دونوں نے کہا یہ آپ کا مکان ہے میں نے کہا مجھے چھوڑو میں اپنے مکان میں چلا جاؤں کہنے لگے ابھی آپ کی کچھ عمر

باقی ہے جس کو آپ نے پورا نہیں کیا جب اس کو پورا کر لیں گے تو اپنے اس گھر میں آ جائیں گے۔ (بخاری)

یشلخ رأسه: تا مثلثہ اور غین معجمہ کے ساتھ اس کا مطلب ہے وہ اس کے سر کو کچلتا ہے۔ یتدھدہ: اس کا مطلب ہے وہ لڑھکتا ہے الکلوب: کاف پرزبر اور لام پر شد کے ساتھ مشہور چیز ہے۔ فیشر شر: اس کا مطلب ہے وہ کاٹتا ہے۔ ضوضوا: دو ضاد معجمہ کے ساتھ اس کا مطلب ہے انہوں نے شور کیا۔ فیفغر: فا اور غین معجمہ کے ساتھ اس کا مطلب ہے کھولتا ہے المرأة: میم پر زبر کے ساتھ اس کا مطلب ہے منظر یحشها: یا پر زبر حا اور شین پر پیش کے ساتھ اس کا مطلب ہے وہ آگ جلاتا ہے روضة معتمة: میم پر پیش عین ساکن تا پر زبر اور میم پر شد کے ساتھ اس کا مطلب ہے گھنی اور بہت زیادہ سرسبز دوحہ: دال پر زبر واو ساکن اور حا کے ساتھ اس کا مطلب ہے بہت بڑا درخت المحض: میم پر زبر حا ساکن اور ضاد معجمہ کے ساتھ اس کا مطلب ہے دودھ فسما بصری: اس کا مطلب ہے آنکھیں اوپر اٹھیں صعدا: صاد اور عین پر پیش کے ساتھ اس کا مطلب ہے بلندی اونچائی الربابة: را پر زبر اور با موحہ مکررہ کے ساتھ اس کا مطلب ہے بادل۔

قَوْلُهُ: "يَشْلَخُ رَأْسَهُ هُوَ بِالنَّاءِ الْمُثَلَّثَةِ وَالْغَيْنِ الْمُعْجَبَةِ، آئِي: يَشْدُخُهُ وَيَشْقُفُهُ. قَوْلُهُ: "يَتَدَهْدَهُ آئِي: يَتَدَحْرَجُ. وَالْكَلُوبُ بِفَتْحِ الْكَافِ وَضَمِّ اللَّامِ الْمُشَدَّدَةِ، وَهُوَ مَعْرُوفٌ. قَوْلُهُ: "فَيْشُرُ شُرٌ": آئِي: يُقَطِّعُ. قَوْلُهُ: "ضَوْضُوا وَهُوَ بِضَادَيْنِ مُعْجَبَتَيْنِ: آئِي صَاخُوا. قَوْلُهُ: "فَيْفَغُرُ هُوَ بِالنَّاءِ وَالْغَيْنِ الْمُعْجَبَةِ، آئِي: يَفْتَحُ. قَوْلُهُ "الْمَرَاةُ هُوَ بِفَتْحِ الْمِيمِ، آئِي: الْمَنْظَرُ. قَوْلُهُ: "يَحْشُهَا هُوَ بِفَتْحِ الْيَاءِ وَضَمِّ الْحَاءِ الْمُهْبَلَةِ وَالشَّيْنِ الْمُعْجَبَةِ، آئِي: يُوقِدُهَا. قَوْلُهُ: "رَوْضَةٌ مُعْتَمَةٌ هُوَ بِضَمِّ الْمِيمِ وَاسْكَانِ الْعَيْنِ وَفَتْحِ النَّاءِ وَتَشْدِيدِ الْمِيمِ، آئِي: وَافِيَةِ النَّبَاتِ طَوِيلَتِهِ. قَوْلُهُ: "دَوْحَةٌ هِيَ بِفَتْحِ الدَّالِ وَاسْكَانِ الْوَاوِ وَبِالنَّاءِ الْمُهْبَلَةِ: وَهِيَ الشَّجَرَةُ الْكَبِيرَةُ. قَوْلُهُ: "الْمَحْضُ هُوَ بِفَتْحِ الْمِيمِ وَاسْكَانِ الْحَاءِ الْمُهْبَلَةِ وَبِالضَّادِ الْمُعْجَبَةِ، وَهُوَ: اللَّبَنُ. قَوْلُهُ "فَسْمَا بَصْرِي آئِي: اِرْتَفَعَ. وَ"صُعْدًا بِضَمِّ الصَّادِ وَالْعَيْنِ، آئِي: مُرْتَفِعًا. وَ"الرَّبَابَةُ بِفَتْحِ الرَّاءِ وَبِالنَّاءِ الْمُوَحَّدَةِ مُكْرَّرَةً، وَهِيَ: السَّحَابَةُ.

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کا ذکر بارہا ہو چکا ہے کہ آپ عظیم الشان صحابی ہیں، بڑے محدث ہیں، بصرہ میں آپ کی وفات ہوئی ۵۹ ہجری میں یا ۶۰ ہجری میں۔

معلوم ہوا کہ لوگوں سے خواب پوچھنا اس کی تعبیر دینا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے بشرطیکہ تعبیر خواب کا علم ہو۔

یا تو صراحتاً نہیں فرمایا تمام حضرات خاموش رہے، یہ خاموشی انہی کی علامت تھی۔ (مرقات) پہلا احتمال زیادہ قوی ہے۔ یہ حضور کی معراج منامی یعنی خواب کی معراج ہے۔ زمین مقدس سے مراد فلسطین کی زمین ہے جہاں بیت المقدس واقع ہوا ہے، چونکہ اس زمین میں حضرات انبیاء کے مزارات بہت ہیں اس لیے اسے قدس کہا جاتا ہے۔ چنانچہ بیت المقدس سے تیس ۳۰ میل کے فاصلہ پر ایک بستی ہے خلیل الرحمن وہاں ہے غار انبیاء، اس غار میں ستر ہزار نبیوں کے مزارات ہیں، میں نے وہاں کی زیارت کی ہے، درمیان میں بیت اللحم آتا ہے جائے پیدائش عیسیٰ علیہ السلام یا زمین مقدس سے کوئی اور پاک زمین مراد ہے۔ واللہ اعلم!

یہ کھڑا ہوا شخص فرشتہ عذاب تھا اور بیٹھا ہوا شخص مجرم انسان، یہ عذاب برزخی تھا جو حضور کو آنکھوں سے دکھایا گیا۔ یعنی دو طرفہ جڑے چیرنے کا کام مسلسل کر رہا تھا داہنا جبراً چیرتا تو اتنی دیر میں بائیں جبراً بھر کر چیرنے کے قابل ہو جاتا اور جب بائیں جبراً چیرتا تو داہنا جبراً بھر کر چیرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔

یعنی آگے چلے ابھی آپ نے اور بھی عجائبات دیکھنے ہیں سب کی تفصیل آخر میں ایک ساتھ عرض کر دی جاوے گی۔ فہر یا تو چھوٹی پتھریاں مٹھی بھر کر یا مطلقاً پتھر۔ صخرہ بڑا پتھر بمعنی چٹان شک، راوی کو ہے کہ حضور انور نے فہر فرمایا، یا صخر۔

اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں صخر فرمایا ہوگا یعنی چٹان کیونکہ یہ صفات چٹان کی ہیں، لڑھکنا پھر اسے اٹھانے جانا، پتھریوں کے لیے بکھر جانا، انہیں جمع کرنا (بیننا) کہا جاتا ہے۔ یعنی اس شخص کے پتھر لینے جانے کے دوران اس شخص کا کچلا ہوا سر پہلے کی طرح بالکل درست اور کچلنے کے قابل ہو جاتا ہے۔

مگر اسے بار بار مارنے سے سر کچلنے سے وہ شخص مرتا نہیں ورنہ عذاب کا دوام کیسے ہو۔ مشکوٰۃ شریف کے بعض نسخوں میں بجائے ثقب کے نقب نون سے ہے، ثقب ث سے ہر آر پار سوراخ کو کہتے ہیں خواہ چھوٹا ہو یا بڑا مگر نقب نون سے بڑے سوراخ کو ہی کہا جاتا ہے، ثقب ث سے زیادہ مشہور ہے۔ مگر اس کے باوجود ان کی جان نہیں نکلتی ہے تا کہ آگ کا یہ عذاب ان پر قائم رہے۔ یعنی پہلے دیکھے ہوئے دو عذاب شخصی تھے یہ تیسرا عذاب قومی تھا جس میں مرد و عورتیں سب ایک ساتھ ہی گرفتار تھے۔ خدا کی پناہ!

یعنی جو شخص خون کی نہر میں کھڑا ہے وہ سخت تنگی مصیبت و تکلیف میں ہے وہ وہاں سے نکلنا چاہتا ہے۔ آج گرمیوں کے موسم میں گرم پانی کے ٹپ میں کھڑا ہونا ہی سخت تکلیف دہ ہوتا ہے وہ تو گرم خون میں کھڑا ہوتا تھا اس سے بھاگتا تھا مگر کنارے والا آدمی اسے نکلنے نہ دیتا تھا، نہر کے اس پار نکلنے کی راہ نہ تھی اس لیے وہ اس طرف بھاگ کر آتا اور پتھر کھا کر

لوٹ جاتا یہ تو عذاب دکھائے گئے اب ثواب دکھائے جاتے ہیں۔

اور اس کی قدرتیں و رحمتیں بھی دیکھئے۔

یہاں جڑ سے مراد عین جڑ نہیں بلکہ درخت کی جڑ سے مخض جگہ مراد ہے، درخت کے پھیلاؤ کے نیچے وہاں یہ بزرگ اپنے ہیں۔ (مرقات)

درخت کے نیچے مکان ہونے کی کیفیت ہماری سمجھ سے بالا ہے۔ اسے دیکھنے والا جانے یا دکھانے والا بہر حال جو صورت بھی ہو ہمارا اس پر ایمان ہے۔

یعنی اس دنیا میں کبھی ایسا شاندار مکان نہ دیکھا ورنہ منامی جسمانی خوابوں میں جنت میں مکانات دیکھے تھے یہ بھی جنت کا ہی مکان تھا۔

شباب جمع ہے شباب کی بمعنی جوان مرد ہو یا عورت سب پر بولا جاتا ہے۔

یعنی اس گھر کی بناوٹ اور یہاں کی زیب و زینت پہلے گھر سے کہیں زیادہ تھی، حسن سے مراد ہے ذاتی خوبی، فضل سے مراد ہے آرائش و افضلیت۔

یہاں عورتوں بچوں کا ذکر نہیں اس کی وجہ بیان تعبیر سے ہی معلوم ہوگی اس لیے کہ یہ جگہ کالمین کی ہے اور عورتیں بچے کامل کم ہوتے ہیں اس لیے۔

تاکہ خواب کی تعبیر خواب ہی میں ہو جاوے۔ سبحان اللہ اس خواب کے بھی قربان جائیے اور اس تعبیر کے بھی نذا۔ یعنی جھوٹ کا موجد جھوٹ گھڑنے والا اور لوگوں میں جھوٹ پھیلانے والا جس سے اور لوگ بھی جھوٹ بولیں، اس میں دنیاوی جھوٹے بھی داخل ہیں اور دینی جھوٹے بھی، جو بے دینی کا موجد جھوٹا دین گھڑ کر لوگوں میں شائع کرے لوگ اس جھوٹ کی تصدیق کریں وہ بھی اسی زمرے میں ہے، مثلاً مرزا نے کہا میں نبی ہوں یہ جھوٹ گھڑا پھر اس کے متبعین نے کہا ہاں واقعی وہ نبی ہے یہ ہوئی اس جھوٹ کی اشاعت۔ غرضکہ غلط بات، غلط مسئلہ، غلط عقیدہ ایجاد کرنے والوں کا یہ انجام ہے۔

چونکہ عالم بے عمل فاسق بھی ہے فاسق گربھی یا گمراہ بھی ہے گمراہ گربھی کہ اس کی دیکھا دیکھی بہت لوگ بد عمل یا بد عقیدہ ہو جاتے ہیں اس لیے اس کو عذاب بھی بہت ہوا، چونکہ رات میں تلاوت قرآن زیادہ ہوتی ہے دن میں عمل قرآن زیادہ کہ نوے فیصدی اعمال دن میں ہوتے ہیں اس لیے عمل کو دن کے ساتھ خاص فرمایا اور رات کے متعلق فرمایا کہ سو گیا یعنی رات میں نماز تہجد وغیرہ نہ پڑھی جس میں قرآن شریف کی تلاوت کرتا جو سر خدا کے لیے نہ جھکے وہ کچلنے کے ہی قابل ہے۔

چونکہ زانی اور زانیہ غیر کے سامنے ننگے ہوتے تھے اس لیے انہیں دوزخ میں ننگا رکھا گیا تاکہ اپنا یہ شوق پورا کریں۔ اس سے آج کل کے فیشن پرست لوگ عبرت پکڑیں جو نیم عریاں لباس میں باہر پھرتے ہیں، نیز انہوں نے دنیا

میں آتش شہوت بے جا بھڑکائی لہذا وہ بھڑکتی آگ میں جلانے لگے، شہوت اپنے محل پر خرچ ہو تو نور ہے اور بے محل خرچ ہو تو نار۔

چونکہ دنیا میں سود خوار لوگوں کے خون چوستا تھا کہ غریبوں کا مال سود کے ذریعہ حرام طریقے سے جمع کر کے امیر بنتا تھا لہذا اسے خون کی نہر میں کھڑا کیا گیا۔

علماء فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کے چھوٹے بچے جو عین بچپن میں فوت ہو جاویں وہ برزخ میں، حضرت ابراہیم علیہ السلام و سارہ رضی اللہ عنہا کی پرورش میں رہتے ہیں، قیامت میں سوائے ابراہیم علیہ السلام کے باقی تمام جوان ہوں گے بے ڈاڑھی مونچھ۔

مالک نام ہے داروغہ دوزخ کا۔

یعنی وہ جنت کا وہ مقام ہے جہاں عام جنتی مسلمان رہیں گے اس لیے آپ نے وہاں مرد عورتیں اور بچے دیکھے۔
یعنی یہ گھر شہیدوں اور خاص مؤمنوں کا ہے اس لیے یہاں عورتیں اور بچے کم ہیں کہ یہ مراتب عموماً مردوں کو ہی حاصل ہوتے ہیں۔

تمام فرشتوں میں افضل حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں۔ (مرقات)

یعنی وہ مکان بہت حسین خوشنما، بہت اونچا، بہت وسیع کہ جہاں تک بغیر اس کے فضل کے نہ پہنچا جاسکے۔
جنت کا گھر جتنا اونچا اتنا ہی اعلیٰ دوزخ کا گھر جس قدر نیچا اتنا ہی بدتر، چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام جہان سے افضل و اعلیٰ ہیں لہذا آپ کا مقام بھی سب سے اونچا و اعلیٰ ہے اتنا اونچا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت میں کھڑے ہو کر اسے بادل کی طرح اونچا دیکھا۔

شاید حضور انور نے وہاں رہنا چاہا اس لیے یہ عرض کیا گیا صرف دیکھنے سے منع نہ کیا گیا یعنی اس گھر میں روحانی طور پر رہنا بعد وفات ہوگا اور جسمانی رہنا بعد قیامت ابھی نہ تو حضور کی وفات ہوئی ہے نہ قیامت آئی لہذا ابھی کسی قسم کا رہنا نہیں ہو سکتا لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ عمر پوری کرنے پر بھی اس کا داخلہ نہیں وہاں داخلہ تو بعد قیامت ہوگا۔ اس پوری حدیث سے معلوم ہوا کہ اچھی خواب کے بیان کرنے اور تعبیر دینے میں جلدی بہتر ہے، دیکھو حضور انور نے رات کی خواب سویرے ہی بعد نماز فجر بیان بھی کر دی تعبیر بھی دے دی۔ (مراۃ المناجیح، ج ۲ ص ۳۵۷)

جھوٹ کی جو قسمیں جائز ہیں

118 بَابُ بَيَانِ مَا يَجُوزُ مِنَ الْكِذْبِ

جان لو کہ جھوٹ اگرچہ دراصل حرام ہے لیکن بعض صورتوں میں جائز ہے جس کی بعض شرائط میں نے کتاب الاذکار میں واضح کی ہیں اس کا خلاصہ یہ ہے کہ

إِعْلَمَ أَنَّ الْكِذْبَ، وَإِنْ كَانَ أَصْلُهُ مُحَرَّمًا، فَيَجُوزُ فِي بَعْضِ الْأَحْوَالِ بِشُرُوطٍ قَدْ أَوْضَعْنَاهَا فِي كِتَابِ: الْأَذْكَارِ، وَفِي مَخْتَصَرٍ ذَلِكَ: أَنَّ الْكَلَامَ

کلام مقاصد کے حصول کا ذریعہ ہے تو ہر پسندیدہ مقصد جس کا حاصل کرنا جھوٹ کے بغیر ممکن ہو اس میں جھوٹ بولنا جائز نہیں اور اگر اس کا حصول جھوٹ کے بغیر ممکن نہ ہو تو جھوٹ بولنا جائز ہے۔ پھر اس مقصود کو حاصل کرنا مباح ہے تو جھوٹ بولنا بھی صرف مباح ہی ہوگا اور اگر وہ مقصد واجب ہے تو یہ جھوٹ بولنا بھی واجب ہے۔ جب مسلمان کسی ظالم سے چھپے جو اس کو قتل کرنے یا اس کا مال لوٹنے کا ارادہ رکھتا ہے اور اس نے مال چھپایا اور کسی انسان سے اس کے بارے میں پوچھا تو اس پر چھپانے کے لیے جھوٹ بولنا واجب ہے۔ اسی طرح اگر اس کے پاس امانت ہے اور کوئی اس کو چھیننے کا ارادہ کرے اس کو چھپانے کے لیے جھوٹ بولنا واجب ہے۔ اس تمام میں احتیاط یوں ہے کہ ذومعنی کلام کرے اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنی عبارت کے ساتھ صحیح مقصد کا ارادہ کرے جو اس کی نسبت سے جھوٹ نہیں اگرچہ اس کا جو معنی مخاطب سمجھ رہا ہے اس کی نسبت سے وہ ضرور جھوٹ ہے اور اگر ذومعنی کلام کو ترک کیا اور صریح جھوٹ بولا تو بھی اس حالت میں حرام نہیں۔

علماء نے اس حال میں جھوٹ کی اجازت پر حدیث سے استدلال کیا ہے کہ حضرت ام کلثوم سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ وہ جھوٹا نہیں جو لوگوں کے درمیان صلح کرانے کے لیے اچھی بات بڑھائے یا اچھی بات بنائے۔ (متفق علیہ)

شرح: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ ام کلثوم بنت رسول اللہ نہیں بلکہ ام کلثوم بنت عقبہ ابن ابو معیط ہیں، مکہ معظمہ میں اسلام لائیں اور وہاں سے پیدل

وَسِيْلَةٌ اِلَى الْمَقْصِدِ، فَكُلُّ مَقْصُوْدٍ مَحْتَمُوْدٍ يُمَكِّنُ تَحْصِيْلَهُ بِغَيْرِ الْكَذِبِ يَحْرُمُ الْكَذِبُ فِيْهِ، وَاِنْ لَّمْ يُمَكِّنْ تَحْصِيْلَهُ اِلَّا بِالْكَذِبِ، جَازَ الْكَذِبُ. ثُمَّ اِنْ كَانَ تَحْصِيْلُ ذَلِكَ الْمَقْصُوْدِ مُبَاحًا كَانَ الْكَذِبُ مُبَاحًا، وَاِنْ كَانَ وَاجِبًا، كَانَ الْكَذِبُ وَاجِبًا. فَاِذَا اخْتَفَى مُسْلِمٌ مِنْ ظَالِمٍ يُرِيْدُ قَتْلَهُ، اَوْ اخَذَ مَالَهُ وَاخْفَى مَالَهُ وَسُئِلَ اِنْسَانٌ عَنْهُ، وَجَبَ الْكَذِبُ بِاِخْفَائِهِ. وَكَذَا لَوْ كَانَ عِنْدَهُ وَدِيْعَةٌ، وَاَرَادَ ظَالِمٌ اَخْذَهَا، وَجَبَ الْكَذِبُ بِاِخْفَائِهَا. وَالْاَحْوَطُ فِيْ هَذَا كُلِّهِ اَنْ يُوَرِّيَ. وَمَعْنَى التَّوْرِيَةِ: اَنْ يَقْصِدَ بِعِبَارَتِهِ مَقْصُوْدًا صَوِيْحًا لَيْسَ هُوَ كَاذِبًا بِالنِّسْبَةِ اِلَيْهِ، وَاِنْ كَانَ كَاذِبًا فِيْ ظَاهِرِ اللَّفْظِ، وَبِالنِّسْبَةِ اِلَى مَا يَفْهَمُهُ الْمَخَاطَبُ، وَلَوْ تَرَكَ التَّوْرِيَةَ وَاَطْلَقَ عِبَارَةَ الْكَذِبِ، فَلَيْسَ بِحَرَامٍ فِيْ هَذَا الْحَالِ.

وَاسْتَدَلَّ الْعُلَمَاءُ بِجَوَازِ الْكَذِبِ فِيْ هَذَا الْحَالِ بِحَدِيْثِ اُمِّ كَلْثُوْمٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، اَنْهَا سَمِعَتْ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: لَيْسَ الْكُذَّابُ الَّذِي يُصْلِحُ بَيْنَ النَّاسِ، فَيَقِيْمِي خَيْرًا اَوْ يَقُوْلُ خَيْرًا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

یہ ام کلثوم بنت رسول اللہ نہیں بلکہ ام کلثوم بنت عقبہ ابن ابو معیط ہیں، مکہ معظمہ میں اسلام لائیں اور وہاں سے پیدل

مدینہ منورہ پہنچیں، حضرت زید ابن حارثہ کے نکاح میں آئیں، جب غزوہ موتہ میں جناب زید شہید ہو گئے تو ان سے زبیر ابن عوام نے نکاح کر لیا انہوں نے طلاق دے دی تو ان سے عبدالرحمن ابن عوف نے نکاح کر لیا، ان سے دو بیٹے ہوئے ابراہیم اور حمید پھر عبدالرحمن کی وفات کے بعد عمرو ابن عاص کے نکاح میں آئیں اور اس نکاح سے ایک ماہ بعد وفات پاگئی، حضرت عثمان غنی کی انخیافی بہن ہیں، آپ سے آپ کے صاحبزادہ حمید نے احادیث روایت کیں۔ (مرقات)

یعنی جو مسلمان دوڑے ہوئے مسلمانوں کے درمیان جھوٹی خبریں پہنچا کر ان میں صلح کرادے تو وہ گنہگار نہیں اور یہ جھوٹ گناہ نہیں مثلاً زید و عمرو لڑے ہوئے ہیں یہ زید سے کہے کہ عمرو نے آپ کو سلام کہا ہے اور وہ آپ کی بہت تعریف کرتے ہیں، عمرو کے متعلق بھی یہی کہے حتیٰ کہ ان کی صلح ہو جائے تو یہ شخص ثواب پائے گا۔ خیال رہے کہ چند صورتوں میں جھوٹ جائز ہے ان میں سے ایک تو یہ۔ دوسرے کسی کا جان و مال محفوظ کرنے دشمن سے بچانے کے لیے جھوٹ بولنا بلکہ بعض جگہ جھوٹ عبادت ہے جیسے کسی متقی پر ہیزگار کا اپنے کو گنہگار کہنا عبادت ہے اور بعض سچ کفر ہو جاتا ہے شیطان نے کہا تَهَارَبُ بِنَا أَفْوَيْتِنِي سِجِّ كَمَا تَهَادَيْتُ وَكَمَا هِيَ اللَّهُ هِيَ كِي طَرَفٍ سِجِّ مَكْرُ شَيْطَانٍ هُوَ كَمَا كَفَرُوا (مِرَاةُ الْمَنَاجِحِ، ج ۶ ص ۶۶۰)

زَادَ مُسْلِمٌ فِي رِوَايَةٍ: قَالَتْ أُمُّ كَلْثُومٍ: وَلَمْ أَسْمَعُهُ يُرَخِّصُ فِي شَيْءٍ مِمَّا يَقُولُ النَّاسُ إِلَّا فِي ثَلَاثٍ، تَعْنِي: الْحَرْبَ، وَالْإِصْلَاحَ بَيْنَ النَّاسِ، وَحَدِيثَ الرَّجُلِ امْرَأَتَهُ، وَحَدِيثَ الْمَرْأَةِ زَوْجَهَا.

مسلم نے ایک روایت میں اضافہ کیا کہ اُم کلثوم کہتی ہیں کہ میں نے آپ علیہ السلام کو لوگوں کو باتوں میں سے کسی جھوٹ کی اجازت نہ دیتے ہوئے سنا سوائے تین صورتوں کے کہ جن میں اجازت ہے جنگ میں اور لوگوں کے درمیان صلح کرانے میں اور بیوی کی مرد سے بات کرنے میں اور مرد کی بیوی سے بات میں۔

شرح: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں ::

یعنی جن مسلمانوں میں آپس میں لڑائی ہو ان میں جھوٹ بول کر صلح کرادے کہ ہر ایک تک دوسرے کی دل خوش کن بات گھڑ کر سنادے کہ وہ تمہاری بڑی تعریف کرتا تھا تم سے مل جانے کا خواہش مند ہے وغیرہ وغیرہ۔

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین موقعہ پر خلاف واقعہ بات کہہ دینے کی اجازت دی کہ ان کا انجام بہت اچھا ہے۔ (جنگ میں) یعنی جہاد میں اگر مسلمان کمزور ہوں کفار قوی پھر مسلمان کہیں کہ ہم بڑے طاقتور ہیں تم کو فنا کر دیں گے ہمارے پاس سامان جنگ بہت ہے جس سے کفار کا حوصلہ پست ہو بالکل جائز ہے کہ یہ اگر چہ ہے تو جھوٹ مگر ہے جنگی تدبیر۔

(مرد کی بیوی سے بات میں) اس طرح کہ زوجین میں سے کوئی دوسرے سے اپنی بہت محبت ظاہر کرے حالانکہ اسے اتنی محبت نہ ہو یا اپنی بیوی سے زیور کا وعدہ کرے مگر بنوانہ سکے یہ سب امر چہ ہے جھوٹ مگر ہے جائز کہ اس میں معاشرے کی

اصلاح ہے۔ (مزاۃ المناجیح، ج ۲ ص ۸۵۹)

119- بَابُ الْحَثِّ عَلَى التَّثَبُّتِ

فِيمَا يَقُولُهُ وَيَحْكِيهِ

جو بات کہی جائے اور نقل کرے

اس کی تحقیق کر لی جائے

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ

عِلْمًا) (بنی اسرائیل: 36)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور اس بات کے پیچھے نہ پڑ جس کا تجھے علم نہیں۔

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ

رَقِيبٌ عَتِيدٌ) (ق: 18).

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو بھی کوئی بات کرتا ہے تو اس کے پاس ایک نگہبان تیار ہے۔

(1552) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی کے جھوٹ کے لیے اتنا کافی ہے کہ وہ جو سنے وہ بات کہہ دے۔ (مسلم)

النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "كَفَى بِالْمَرْءِ كَذِبًا أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ." رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب النہی عن الحدیث بکل ما سمع، جلد 1، ص 8، رقم 7، مسند البزار، مسند ابی ہریرہ، جلد 2، صفحہ 417، رقم 8201، مسند ابن الجعد، حدیث شعبۂ عن ابراہیم الہجری، ص 109، رقم 627، مشکوٰۃ المصابیح، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، جلد 1، ص 34، رقم 156، معرفة السنن والآثار للبیہقی، انتقاد الروایة وما يستدل به علی خطاء الحدیث، جلد 1، ص 30، رقم 25)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی ہر ایرے غیرے کی ہر بات بغیر تحقیق کیے بیان کر دے۔ خصوصاً احادیث شریفہ ورنہ محدثین، فقہاء، علماء ان کی ہر بات پر عوام کو اعتماد کرنا پڑے گا۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے: لِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ أَيْهِمْ فَيَدَّبُّهُمْ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ۔ (مزاۃ المناجیح، ج ۲ ص ۱۵۲)

فاسق کی خبر پر اعتماد مت کرو

سیدہ کے غزوہ بنی مصطلق میں جب مسلمان فتح یاب ہو گئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قبیلہ کے سردار کی بیٹی حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرمایا تو صحابہ کرام نے تمام اسیران جنگ کو یہ کہہ کر رہا کر دیا کہ جس خاندان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی کر لی، اس خاندان کا کوئی آدمی لونڈی غلام نہیں رہ سکتا۔ مسلمانوں کے اس حسن سلوک اور اخلاق کریمانہ سے متاثر ہو کر تمام قبیلہ مشرف بہ اسلام ہو گیا۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ولید بن عقبہ کو اس قبیلہ والوں کے پاس بھیجا تا کہ وہ قبیلہ کے دولت مندوں سے زکوٰۃ وصول کر کے ان کے فقراء پر تقسیم کر دیں۔

قبیلہ بنی المصطلق کے لوگوں کو جب ولید کی اس آمد کا علم ہوا تو وہ عامل اسلام کے استقبال کے لئے خوشی خوشی ہتھیار

لے کر بستی سے باہر میدان میں نکلے۔ زمانہ جاہلیت میں اس قبیلہ اور ولید میں کچھنا چاتی رہ چکی تھی اس لئے پرانی عداوت کی بناء پر استتہال کے لئے اس اہتمام کو ولید نے دوسری نظر سے دیکھا اور سمجھا اور قبیلہ والوں سے اصل معاملہ دریافت کئے بغیر ہی مدینہ واپس چلا آیا، اور دربار نبوت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ قبیلہ بنی مصطلق کے لوگ تو مرتد ہو گئے اور انہوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا اس خبر سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم رنجیدہ ہوئے اور مسلمان بے حد برا فروخت ہو گئے بلکہ مقابلہ کے لئے جہاد کی تیاریاں ہونے لگیں۔ ادھر بنی مصطلق کو ولید کے اس عجیب طرز عمل سے بڑی حیرت ہوئی اور جب ان لوگوں کو معلوم ہوا کہ ولید نے دربار نبوت میں غلط بیانی اور تہمت طرازی کر دی ہے تو ان لوگوں نے ایک معزز اور باوقار وفد دربار نبوت میں بھیجا جس نے بنی المصطلق کی طرف سے صفائی پیش کی۔ ایک جانب اپنے عامل ولید کا بیان اور دوسری جانب بنی المصطلق کے وفد کا یہ بیان دونوں باتیں سن کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خاموشی اختیار فرمائی۔ اور وحی الہی کا انتظار فرمانے لگے، آخر وحی اتر پڑی اور سورہ ہجرات کی آیات نے نازل ہو کر نہ صرف معاملہ کی حقیقت ہی واضح کر دی بلکہ اس خصوص میں ایک مستقل قانون اور معیار تحقیق بھی عطا فرما دیا۔ وہ آیات جن کا ترجمہ یہ ہے:

ترجمہ کنزالایمان: اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کر لو کہ کہیں کسی قوم کو بے جانے ایذا نہ دے بیٹھو پھر اپنے کئے پر پچھتاتے رہ جاؤ اور جان لو کہ تم میں اللہ کے رسول ہیں بہت معاملوں میں اگر یہ تمہاری خوشی کریں تو تم ضرور مشقت میں پڑو لیکن اللہ نے تمہیں ایمان پیارا کر دیا ہے اور اسے تمہارے دلوں میں آراستہ کر دیا اور کفر اور حکم عدولی اور نافرمانی تمہیں ناگوار کر دی ایسے ہی لوگ راہ پر ہیں اللہ کا فضل اور احسان اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔ (پ 26، الحجرات: 6-8)

درس ہدایت: (۱) خبروں کے بیان کرنے میں عام طور پر لوگوں کا یہی مزاج اور طریقہ بن چکا ہے کہ جو خبر بھی ان کے کانوں تک پہنچے اس کو بلا تکلف بیان کر دیا کرتے ہیں اور حقیقت حال کی تفتیش اور جستجو بالکل نہیں کرتے۔ خواہ اس خبر سے کسی بے گناہ پر افتراء کیا جاتا ہو یا کسی کو نقصان پہنچتا ہو۔ (تفسیر خزائن العرفان، ص ۹۲۸، پ ۴۶، الحجرات: ۶)

اسلام نے اس طریقہ کو بالکل غلط قرار دیا ہے بلکہ قرآن نے اسلامی آداب کا یہ قانون بتایا ہے کہ ہر خبر کو سن کر پہلے اس کی تحقیق کر لینی چاہے جب وہ خبر پایہ ثبوت کو پہنچ جائے تو پھر اس خبر کو لوگوں سے بیان کرنا چاہے اسی بات کی طرف متوجہ کرنے کے لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تشبیہ فرمائی ہے کہ

كُنْفِي بِالْمَرْءِ كَذَا ابَا أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ (صحیح مسلم، باب النھی عن الحدیث بكل ما سمع، رقم الحدیث ۵، ص ۸)

یعنی آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ جو بات بھی سنے لوگوں سے (بلا تحقیق) بیان کرنے لگے۔

(واللہ تعالیٰ اعلم)

(۲) اس آیت سے ثابت ہوا کہ ایک شخص اگر عادل اور پابند شریعت ہو تو اس کی خبر معتبر ہے۔

(۳) بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہ آیت ولید بن عقبہ ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ یہ آیت عام ہے اور ہر فاسق کی خبر کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

(۴) ولید بن عقبہ کو صحابی ہوتے ہوئے قرآن مجید نے فاسق کہا تو اس میں کوئی اشکال نہیں ہے کیونکہ اس واقعہ کے بعد جب ولید بن عقبہ نے صدق دل سے سچی توبہ کر لی تو ان کا فسق زائل ہو گیا۔ لہذا کسی صحابی کو فاسق کہنا ہرگز ہرگز جائز نہیں ہے کیونکہ اس پر اجماع ہے کہ ہر صحابی صادق، عادل اور پابند شرع ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(1553) وَعَنْ سُمْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ حَدَّثَ عَنِّي بِحَدِيثٍ يُزِي أَنَّهُ كَذِبٌ فَهُوَ أَحَدُ الْكَاذِبِينَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے مجھ سے کوئی حدیث بیان کی حالانکہ وہ سمجھتا ہے کہ یہ جھوٹ ہے تو وہ جھوٹوں میں سے ایک ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب وجوب الروایة عن الثقات و ترك الكذابين، جلد 1، ص 7، رقم 1 سنن ابن ماجہ، باب من حدث عن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم حدیثاً وهو یروی انه کذب، جلد 1، ص 14، رقم 38 سنن ترمذی، باب فیمن روی حدیثاً وهو یروی انه کذب، جلد 5، ص 36، رقم 2662 مسند امام احمد بن حنبل، حدیث المغيرة بن شعبه رضى الله عنه، جلد 4، ص 255، رقم 18266 مصنف ابن ابی شیبہ، باب ما ذکر من علامة النفاق، جلد 5، ص 237، رقم 25614)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ نے اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

سمرہ قبیلہ بنی نزار سے ہیں، انصار کے حلیف ہیں، بہت احادیث کے حافظ ہیں ۵۹ھ میں بصرے میں وفات پائی۔ حضرت مغیرہ بن ثقیف سے ہیں، خندق کے سال اسلام لائے، ہجرت کر کے مدینہ طیبہ آ گئے، امیر معاویہ کی طرف سے کوفہ کے حاکم رہے، ستر سال عمر ہوئی ۵۰ھ کوفہ میں وفات ہوئی۔

یعنی حدیث گھڑنا بھی گناہ اور دیدہ و دانستہ موضوع حدیث بیان کرنا بھی گناہ، بلکہ جس حدیث کے متعلق موضوع ہونے کا گمان غالب ہو اسے بھی بیان نہ کرے فقط موضوعیت کا وہم کافی نہیں، ہاں اس کی موضوعیت بتا کر ذکر کرنا جائز ہے تاکہ لوگ بچیں۔ (مزاۃ الناجح، ج 1 ص 194)

(1554) وَعَنْ أَسْمَاءَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: أَنَّ امْرَأَةً قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ لِي صَوْرَةَ فَهَلْ عَلَيَّ جُنَاحٌ إِنْ تَشَبَعْتُ مِنْ زَوْجِي غَيْرَ الَّذِي يُعْطِينِي؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "الْمُتَشَبِّحُ بِمَا لَمْ يُعْطِ كَلَابِيسَ ثَوْبِي زُورٌ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک عورت نے عرض کیا: یا رسول اللہ میری ایک سوکن ہے کیا مجھے گناہ ہے اگر میں اپنے شوہر کی طرف سے وہ ظاہر کروں جو اس نے مجھے دیا نہیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو ایسی چیز کے ساتھ جھوٹ ظاہر کرے جو اس کو نہیں دیا گیا۔ جھوٹ کے دو کپڑے پہننے والے کی طرح ہے۔

”وَالْمُتَشَبِعُ: هُوَ الَّذِي يُظْهِرُ الشَّبَعَ وَلَيْسَ بِشَبْعَانَ. وَمَعْنَاهُ هُنَا: أَنْ يُظْهِرَ آتَهُ حَصَلَ لَهُ فَضِيلَةٌ وَلَيْسَتْ حَاصِلَةً. ”وَلَا يَسُ تُوْبَى زُوْرًا آتَى: ذِي زُوْرٍ: وَهُوَ الَّذِي يُزُوْرُ عَلَى النَّاسِ، بِأَنْ يَتَكَبَّرَ بِرَبِّي أَهْلِ الرَّهْدِ أَوْ الْعِلْمِ أَوْ التَّوْرَةِ، لِيَفْتَرَّ بِهِ النَّاسُ وَلَيْسَ هُوَ بِتِلْكَ الصِّفَةِ. وَقِيلَ غَيْرُ ذَلِكَ وَاللَّهُ أَعْلَمُ.“

متشبع وہ آدمی جو اپنے آپ کو سیر شدہ ظاہر کرے حالانکہ وہ سیر شدہ نہیں اس جگہ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ ایسی فضیلت کا اپنے لیے اظہار کرے جو اسے حاصل نہیں۔ تو اس کے لیے ثابت نہیں۔ لاپس توبی زور کا معنی یہ ہے کہ جھوٹ والے اور وہ شخص ہے جو لوگوں کے لیے جھوٹ ظاہر کرے۔ مثلاً اہل علم اہل زہد یا مالدار لوگوں کا لباس پہنے تاکہ اس کے ساتھ لوگ دھوکہ میں پڑ جائیں حالانکہ وہ صفتیں اس میں نہیں۔ بعض نے اور معنی بھی بیان کیے ہیں۔ اور اللہ ہی زیادہ علم والا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب المتشبع بمالم یصل وما ینل وما ینہی من افتتار الضرۃ، جلد 5، ص 201، رقم 4921 صحیح مسلم، باب النہی عن التزویر فی اللباس وغیرہ والتشبع بمالم یصل، جلد 6، ص 168، رقم 5705 الادب للبیہقی، باب المتشبع بمالم یصل، صفحہ 187، رقم 318 سنن ابوداؤد، باب فی المتشبع بمالم یصل، جلد 4، صفحہ 457، رقم 4999 صحیح ابن حبان، باب الکذب، جلد 13، صفحہ 49، رقم 5739)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

عربی میں سوکن کو ضرۃ کہتے ہیں ضرہ ضرۃ سے بنا ہے بمعنی نقصان چونکہ سوکن ضرر و نقصان کا سبب ہے یا نقصان پہنچانے کی عموماً کوشش کرتی ہے اس لیے اسے ضرہ کہتے ہیں، اس کا دوسرا نام فطینہ بھی ہے، بمعنی بہت سمجھ دار، ہر سوکن اپنی سوکن کے عیوب سمجھنے میں بڑی فطینہ ہوتی ہے اسی لیے اسے فطینہ کہتے ہیں۔ (مرقات)

یعنی میں اپنی سوکن کو جلانے، پیش دلانے کے لیے یہ ظاہر کر دوں کہ خاوند بمقابلہ تیرے مجھے زیادہ دیتا ہے مثلاً اپنے میکے کا جوڑا پہن کر دکھاؤں کہ خاوند نے دیا ہے۔

یعنی جیسے کوئی شخص امانت یا عاریت کے اعلیٰ کپڑے پہن کر پھرے لوگ سمجھیں کہ یہ اس کے اپنے کپڑے ہیں، پھر بعد میں حال کھلنے میں بدنامی بھی ہو گناہ بھی ایسے یہ بھی ہے یا جیسے کوئی فاسق و فاجر متقی کا لباس پہن کر صوفی بنا پھرے پھر حال کھلنے پر رسوا ہو۔ (مزاۃ المناجیح، ج 5 ص 178)

جھوٹی گواہی کی شدید

حرمت کا ذکر

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور پچو جھوٹی بات سے۔

120- بَابُ بَيَانِ غِلْظِ

تَحْرِيمِ شَهَادَةِ الزُّوْرِ

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّوْرِ)

(الحج: 30)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور اس بات کے پیچھے نہ پڑ جس کا تجھے علم نہیں۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: کوئی بات وہ زبان سے نہیں نکالتا کہ اس کے پاس ایک محافظ تیار نہ بیٹھا ہو۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: بے شک تمہارے رب کی نظر سے کچھ غائب نہیں۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے۔

حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا آج تم کو میں سب سے بڑے گناہ کی خبر نہ دوں، ہم نے عرض کیا: کیوں نہیں یا رسول اللہ! فرمایا اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا اور والدین کی نافرمانی کرنا اور آپ ٹیک لگا کر بیٹھے تھے پس آپ سیدھے بیٹھ گئے اور فرمایا خبردار اور جھوٹی بات پھر آپ اس کو بار بار کہتے رہے۔ حتیٰ کہ ہم نے کہا کاش کہ آپ خاموش ہو جائیں۔ (متفق علیہ)

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمًا) (ہی اسرائیل: 36)،

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ) (ق: 18)،

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ) (الفجر: 14)،

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (وَالَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ) (الفرقان: 72)

(1555) وَعَنْ أَبِي بَكْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِلَّا أَنْتُمْ كُمْ بِأَكْبَرِ الْكِبَائِرِ» قُلْنَا: بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ. قَالَ: «الإِشْرَاكُ بِاللَّهِ، وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ وَكَانَ مُتَّكِنًا فَجَلَسَ، فَقَالَ: «إِلَّا وَقَوْلُ الزُّورِ فَمَا زَالَ يُكْرِزُهَا حَتَّى قُلْنَا: لَيْتَهُ سَكَتَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.»

شرح حدیث: جھوٹی گواہی

یوں تو ہر جھوٹی بات حرام و گناہ ہے۔ مگر جھوٹی گواہی خاص طور سے بہت ہی سخت گناہ کبیرہ اور جہنم میں گرا دینے والا جرم عظیم ہے۔ کیوں کہ قرآن و حدیث میں خصوصیت کے ساتھ جھوٹی گواہی پر بڑی سخت وعیدیں آئی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دوسری قسموں کے جھوٹ سے تو صرف جھوٹ بولنے والے ہی کی دنیا و آخرت خراب ہوتی ہے۔ مگر جھوٹی گواہی سے تو گواہی دینے والے کی دنیا و آخرت خراب ہونے کے علاوہ کسی دوسرے مسلمان کا حق مارا جاتا ہے یا بلا قصور کوئی مسلمان سزا پا جاتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ دونوں باتیں شرعاً کتنے بڑے گناہ کے کام ہیں۔

لہذا بہت ہی ضروری ہے کہ مسلمان جھوٹی گواہی کو جہنم کی آگ سمجھ کر ہمیشہ اس سے دور بھاگیں۔

معتین انسان یا جانور پر

لعنت کرنا حرام ہے

121- بَابُ تَحْرِيمِ لَعْنِ الْإِنْسَانِ

بِعَيْنِهِ أَوْ ذَابَتِهِ

حضرت زید بن ثابت بن ضحاک انصاری رضی اللہ عنہ یہ بیعت رضوان والوں میں سے تھے ان سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی بات پر اسلام کے سوا کسی دین کی ارادۃ جھوٹ بولتے ہوئے قسم اٹھائی تو وہ اس شخص کی طرح ہے جس نے اپنے آپ کو کسی چیز سے قتل کیا اس کے ساتھ اس کو روز قیامت عذاب دیا جائے گا۔ آدمی پر وہ لازم نہیں جس کو پورا کرنا اس کے اختیار میں ہی نہیں یا جس کا وہ مالک نہیں۔ اور ایمان دار کو لعنت کرنا اس کو قتل کرنے کی طرح ہے۔ (متفق علیہ)

(1558) عَنْ أَبِي زَيْدِ بْنِ كَابِتِ بْنِ الضَّحَّاكِ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، وَهُوَ مِنْ أَهْلِ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ بِمِلَّةٍ غَيْرِ الْإِسْلَامِ كَاذِبًا مُتَعَبِّدًا، فَهُوَ كَمَا قَالَ، وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِشَيْءٍ، عُذِبَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَلَيْسَ عَلَى رَجُلٍ نَذْرٌ لِمَا لَا يَمْلِكُهُ، وَلَعْنُ الْمُؤْمِنِ كَقَتْلِهِ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من اکفر اخواہ بغیر تاویل، جلد 5، صفحہ 226، رقم الحدیث 5754 صحیح مسلم، باب غلط تحریم قتل الانسان نفسه وان من قتل نفسه بشی و عذب به فی النار، جلد 1، ص 73، رقم 316 مستخرج ابی عوالہ، بیان التشدید فی الذی یقتل نفسه، جلد 1، ص 63، رقم 100 مصنف عبدالرزاق، باب من حلف علی ملة غیر الاسلام، جلد 8، ص 482، رقم 15984 معرفة الصحابة لابی نعیم، باب الشام، جلد 4، ص 202، رقم 1244)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(اسلام کے سوا کسی دین کی ارادۃ جھوٹ بولتے ہوئے قسم اٹھائی) مثلاً کہے کہ اگر میں یہ کام کروں تو عیسائی یہودی ہو جاؤں یا اسلام سے نکل جاؤں اور پھر وہ کام نہ کرے یا کہے کہ اگر میں بنے یہ کام کیا ہو تو یہودی ہو جاؤں حالانکہ اس نے یہ کام کیا تھا۔

یعنی وہ عملاً یہودی ہی ہو گیا یا اسلام سے بری ہو گیا یہ فرمان تشدد کے لیے ہے جیسے فرمایا گیا کہ جو عمد نماز چھوڑے وہ کافر ہو گیا، ایسی قسم میں امام ابوحنیفہ، احمد و اسحاق کے ہاں قسم منعقد ہو جائے گی کفارہ واجب ہوگا اور امام شافعی کے ہاں کفارہ بھی نہیں صرف گناہ ہے کہ یہ قسم نہیں صرف جھوٹ ہے۔ یہ اختلاف جب ہے جبکہ یہ الفاظ آئندہ کے متعلق بولے مثلاً کہے کہ اگر میں فلاں سے کلام کروں تو یہودی ہو جاؤں یا اسلام سے بری ہو جاؤں لیکن اگر یہ الفاظ گزشتہ کے متعلق بولے تو کسی کے ہاں کفارہ نہیں سب کے ہاں گناہ ہی ہے مثلاً کہے کہ اگر میں نے یہ کام کیا ہو تو میں یہودی یا عیسائی ہوں اور واقعہ میں وہ کام کیا تھا تو گنہگار ہے۔

مثلاً کہے کہ اگر میرے بیمار کو شفا ہو جائے تو فلاں کی بکری کو قربانی دے دوں گا یا فلاں کا غلام آزاد ہے، اس صورت میں نہ اس بکری کی قربانی واجب ہے نہ وہ غلام آزاد ہوگا کیونکہ بروقت نذر نہ بکری اس کی ملک تھی نہ وہ غلام، پھر اگر یہ چیزیں بعد میں اس کی ملک میں آ بھی جائیں تب بھی یہ نذر پوری نہ کرے کہ نذر درست ہوئی ہی نہیں۔

مثلاً کوئی اپنے کو چھری سے ذبح کر لے تو کل قیامت میں چھری اس کے ہاتھ میں ہوگی جسے وہ اپنے میں گھونپتا ہوگا جب تک رب تعالیٰ چاہے یہ ہوتا رہے گا اس گھونپنے میں تکلیف پوری ہوگی مگر جان نہ نکلے گی جیسا کہ دوسری روایات میں ہے۔

یعنی جو شخص لعنت کے لائق نہ ہو اسے لعنت کرے تو اس لعنت کا عذاب قتل کا سا ہے معلوم ہوا کہ غیر مستحق پر لعنت ناحق قتل کی طرح حرام ہے۔

کیونکہ کفر و ارتداد قتل کے اسباب سے ہیں کسی کو بلا وجہ کافر یا مرتد کہنا گویا اسے لائق قتل کہنا ہے۔ خیال رہے کہ قذف کے لغوی معنی ہیں پھینکنا، اصطلاح شریعت میں زنا کی تہمت لگانے کو قذف کہا جاتا ہے۔

یعنی جو اپنا مال بڑھانے کے لیے لوگوں کے مال پر جھوٹے دعویٰ کرے اس کا مال ان شاء اللہ گھٹے گا بڑھے گا نہیں کیونکہ حقیر غرض کے لیے اتنا بڑا گناہ کرتا ہے۔ (بزازۃ النایح، ج 5 ص 325)

(1557) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا يَنْبَغِي لِصِدِّيقٍ أَنْ يَكُونَ لَعَانًا". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سچے آدمی کو لعنت کرنے والا ہونا مناسب نہیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب النہی عن لعن الدواب وغیرہا، جلد 8، ص 23، رقم 6773 الاداب للبیہقی، باب التغلیظ فی اللعن، جلد 1، ص 196، رقم 331 جامع الاصول لابن اثیر، الفصل الاول فی ذم اللعنة، جلد 10، ص 759، رقم 8434 مشکوٰۃ المصابیح، باب السلام، الفصل الاول، جلد 3، ص 44، رقم 4819 جمع الجوامع للسیوطی، حرف اللام، جلد 7، ص 197، رقم الحدیث 2215)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ نے اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

صدیق کے لغوی معنی ہیں بہت سچا یہ صدیق کا مبالغہ ہے۔ صادق وہ جو جھوٹ نہ بولے، صدیق وہ جو جھوٹ نہ بول سکے، صادق وہ جو ایک آدھ بار سچ بولے، صدیق وہ جو ہمیشہ سچ بولا کرے، صادق وہ جو کلام کا سچا ہو، صدیق وہ جو کام کلام ہر وصف کا سچا ہو، صادق وہ جو وہ کہے جو واقعہ ہو، صدیق وہ کہ جو کہہ دے واقعہ ایسا ہی ہو جاوے۔ صوفیاء کے نزدیک صدیق ایک درجہ والا جس کا مقام نبی کے بعد بغیر واسطہ بغیر فاصلہ کے ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: مِّنَ السَّيِّئِينَ وَالصَّالِحِينَ
اسلام میں پہلے صدیق حضرت ابو بکر صدیق اکبر ہیں۔

یعنی جسے اللہ تعالیٰ صدیق بنائے وہ لوگوں پر لعنت کرنے کا عادی نہیں ہوتا کیونکہ صدیقیت کو نبوت سے بہت ہی قرب ہے کہ نبی کے بعد صدیق کا درجہ ہے، حضرات انبیاء رحمت والے ہوتے ہیں نہ کہ لعنت بھیجنے والے اور نہ عذاب کی دعائیں کرنے والے۔ اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جن کے مذہب میں تبر اور لعنت بہترین عبادت ہے۔ نعوذ باللہ! الحمد للہ کہ اہل سنت نے لعنت کو نہ عبادت سمجھی نہ عادت ڈالی حتیٰ کہ جو لوگ لعنت کے مستحق بھی ہیں ان پر بھی لعنت کرنا اپنا

شیوہ نہیں بناتے، ہمارے ہاں ابلیس یا ابوجہل یا فرعون پر لعنت کرتے رہنا عبادت نہیں بلکہ عبث کام ہے۔ خیال رہے کہ لعنت دو قسم کی ہے: ایک تو اللہ تعالیٰ کی رحمت عامہ سے دوری یہ صرف کفار کے لیے، دوسری رحمت خاصہ یعنی بلندی درجات سے محرومی یہ گنہگار مسلمان کو بھی ہو سکتی ہے، جن کفار کا کفر پر مرنا دلیل شرعی سے ثابت ہو ان پر نام لے کر لعنت کرنا درست ہے۔ دوسروں کو وصف سے لعنت کر سکتے ہیں نام لے کر نہیں کر سکتے یہ کہہ سکتے ہیں کہ جھوٹوں پر یا ظالموں پر خدا کی لعنت، یہ نہیں کہہ سکتے کہ فلاں پر جو جھوٹا ہے لعنت، یہ بھی خیال رہے کہ اللہ کی لعنت کے معنی ہیں رحمت سے دور کرنا، بندوں کی لعنت کے معنی ہیں اس دوری کی بددعا کرنا۔ (اشعہ) (مراۃ المناجیح، ج ۶ ص ۶۵۴)

(1558) وَعَنْ أَبِي الدُّدَاءِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ
 قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا يَكُونُ اللَّعَانُونَ شُفَعَاءَ وَلَا شُهَدَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ."
 حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لعنت کرنے والے قیامت کے دن سفارش کریں گے نہ گواہ بن سکیں گے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب النہی عن لعن الذنوب وغیرہا، جلد 8، ص 24، رقم 6775 المستدرک للحاکم، کتاب الایمان، جلد 1، ص 66، رقم 149 سنن ابوداؤد، باب فی اللعن، جلد 4، ص 430، رقم 4909 نوادر الاصول فی احادیث الرسول، الاصل الحادی السبعون، جلد 1، صفحہ 181، الفتح الکبیر للسیوطی، حرف اللام، جلد 3، ص 354، رقم 14056)

شرح حدیث: لعنت

لعنت سے مراد کسی کو اللہ کی رحمت سے دور کہنا ہے۔ یقین کے ساتھ کسی پر بھی لعنت کرنا جائز نہیں چاہے وہ کافر ہو یا مومن، گنہگار ہو یا فرمانبردار کیونکہ کسی کے خاتمہ کا حال کوئی نہیں جانتا۔ (حدیقہ ندیہ، ج ۲، ص ۲۳۰)

فتاویٰ رضویہ میں ہے کہ لعنت بہت سخت چیز ہے، ہر مسلمان کو اس سے بچایا جائے بلکہ کافر پر بھی لعنت جائز نہیں جب تک اس کا کفر پر مرنا قرآن و حدیث سے ثابت نہ ہو۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۲۱، ص ۲۲۲)

ہمارے معاشرے میں بات بے بات لعنت ملامت کرنے کا مرض بھی عام ہے اس کے اثرات سے بچنے بھی بچ نہیں پاتے۔ والدین کو چاہیے کہ اپنے بچوں کو اس کے مضر اثرات سے بچائیں۔ حضرت سیدنا ضحاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غیوب، منترۃ عن الغیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: کسی مومن پر لعنت کرنا سے قتل کرنے کے مترادف ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الایمان والندور، باب من حلف بملۃ سوی ملۃ الاسلام الحدیث ۶۶۵۲، ج ۳، ص ۲۸۹)

(1559) وَعَنْ سَمُرَةَ بِنِ جُنْدُبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ
 قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا يَكُونُ اللَّعَانُونَ شُفَعَاءَ وَلَا شُهَدَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ."
 حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک دوسرے کو اللہ کے غضب

”لَا تَلَاعَنُوا بِلَعْنَةِ اللَّهِ، وَلَا بِغَضَبِهِ، وَلَا بِالتَّارِ“ اور لعنت اور آگ کے ساتھ ملعون نہ کہو۔ اسے ابو داؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔
 رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: ”حَدِيثٌ حَسَنٌ“
 صَوِيحٌ“

تخریج حدیث: (سنن ابو داؤد، باب فی اللعن، جلد 4، صفحہ 430، رقم 4908 سنن ترمذی، باب ما جاء فی اللعنة، جلد 4، ص 350، رقم 1976 المستدرک للحاکم، کتاب الایمان، جلد 1، ص 66، رقم 150 مسند امام احمد، من حدیث سمرقہ بن جندب عن النبی، جلد 5، ص 15، رقم 20187 مصنف عبدالرزاق، باب اللعن، جلد 10، ص 412، رقم 19531)

شرح حدیث: حکیم الأُمّت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ نے اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی یہ نہ کہو کہ تجھ پر خدا کی لعنت اللہ کی پھٹکار، نہ یہ کہو کہ تجھ پر اللہ کا غضب اللہ کا قہر وغیرہ، لعنت و غضب کی بددعا نہ کرو نہ یہ کہو کہ تو جہنم میں جائے یا تیرا ٹھکانہ دوزخ ہو یا تجھے خدا دوزخ میں یا آگ میں ڈالے۔

خیال رہے کہ یہ لعنت و پھٹکار اور یہ بددعا کسی معین مسلمان کو منع ہیں غیر معین کو اس کے وصف سے لعنت کرنا بالکل جائز ہے جیسے لَعْنَتُ اللَّهِ عَلَى الْكُذِبِينَ رہے مشرکین و کفار اگر ان کا کفر پر مرنا یقین سے معلوم ہو تو انہیں نام لے کر لعنت کرنا جائز ہے ورنہ نہیں۔ بہر حال لعنت بددعا میں کوئی خاص عبادت نہیں کہ اس کی عادت نہ ڈالے۔

(مراۃ المناجیح، ج ۶، ص ۶۸۲)

(1560) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَانِ، وَلَا اللَّعَانِ، وَلَا الْفَاحِشِ، وَلَا الْبِدِيّ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: ”حَدِيثٌ حَسَنٌ“
 حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: طعن زنی کرنے والا لعنت کرنے والا بے حیاء اور زبان دراز ایمان دار نہیں ہوتا۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی اللعنة، جلد 4، ص 350، رقم 1977 الادب المفرد للبخاری، باب لیس المؤمن بالطعان، ص 116، رقم 312 المستدرک للحاکم، کتاب الایمان، جلد 1، ص 12، رقم 29 صحیح ابن حبان، باب فرض الایمان، جلد 1، ص 421، رقم 192 مجمع الزوائد للہیثمی، باب لیس المؤمن بالطعان ولا اللعان، جلد 1، ص 280، رقم 347)

شرح حدیث: حکیم الأُمّت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ نے اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی یہ عیوب سچے مسلمان میں نہیں ہوتے اپنے عیب نہ دیکھنا دوسرے مسلمانوں کے عیب ڈھونڈھنا ہر ایک کو لعن طعن کرنا اسلامی شان کے خلاف ہے یہ حدیث بہت جامع ہے۔ بعض لوگ جانوروں کو، ہوا کو، گالیاں دیتے ہیں، بعض کے ہاں حضرات صحابہ کو گالیاں دینا عبادت ہے نعوذ باللہ بعض لوگ گالی پہلے دیتے ہیں بات پیچھے کرتے ہیں سب لوگ اس سے

عبرت پکڑیں۔ (مراۃ المناجیح، ج ۶، ص ۶۸۰)

(1561) وَعَنْ أَبِي الدُّدَاءِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ
 قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ
 الْعَبْدَ إِذَا لَعَنَ شَيْئًا، صُعِدَتِ اللَّعْنَةُ إِلَى السَّمَاءِ،
 فَتُغْلَقُ أَبْوَابُ السَّمَاءِ دُونَهَا، ثُمَّ تَهْبِطُ إِلَى
 الْأَرْضِ، فَتُغْلَقُ أَبْوَابُهَا دُونَهَا، ثُمَّ تَأْخُذُ يَمِينًا
 وَشِمَالًا، فَإِذَا لَمْ تَجِدْ مَسَاقًا رَجَعَتْ إِلَى الذِّمِيِّ
 لُعِنَ، فَإِنْ كَانَ أَهْلًا لِنَدِكَ، وَالْأُورَاقُ رَجَعَتْ إِلَى
 قَائِلِهَا". رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ.

حضرت ابو دوداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندہ جب کسی چیز پر لعنت کرتا ہے تو وہ
 لعنت آسمان کی طرف چڑھتی ہے تو اس کے آگے آسمان
 کے دروازے بند ہو جاتے ہیں۔ پھر زمین کی طرف
 اترتی ہے تو اس کے آگے زمین کے دروازے بند ہو
 جاتے ہیں۔ پھر وہ دائیں بائیں پھرتی ہے تو جب اسے
 کوئی راستہ نہیں ملتا تو اس کی طرف جاتی ہے جس کو لعنت
 کی گئی اگر وہ اس کے لائق ہو تو درست ورنہ وہ کہنے
 والے کی طرف لوٹ جاتی ہے۔ (ابوداؤد)

تخریج حدیث: (سنن ابو داؤد باب فی اللعن جلد 4، صفحہ 429، رقم 4907 شعب الایمان فصل و مما یجب حفظ
 اللسان منه الفخر بالأباء، جلد 4، ص 296، رقم 5162 مسند البزار، مسند أبي الدوداء رضی اللہ عنہ، جلد 2، ص 111، رقم 4084
 کنز العمال حرف الباء، جلد 7، ص 264، رقم 8193)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

جیسے غبار دھواں وغیرہ بذات خود اوپر چڑھتے ہیں ایسے ہی لعنت و پھٹکار بھی اوپر چڑھتی ہے مگر اسے آسمان میں داخلہ
 کی اجازت نہیں ہوتی کہ وہاں اس کا مستحق کوئی نہیں۔

لہذا وہ لعنت زمین میں نہیں دھنس سکتی کہ وہاں بھی اس کا مستحق کوئی نہیں۔ خیال رہے کہ ابلیس اور اس کی ذریت نہ تو
 آسمان میں رہتے ہیں نہ زمین کے اندر بلکہ اوپر اوپر ہی مارے مارے پھرتے ہیں لہذا اس فرمان پر کوئی غبار نہیں۔

یعنی لعنت اس حیران پریشان چیز کی طرح دوڑتی گھومتی ہے جسے اپنا ٹھکانہ معلوم نہ ہو اور تلاش ٹھکانہ کے لیے حیران
 پریشان گھومے یا بطور تمثیل ارشاد ہوا ہے یا واقعہ ایسے ہی ہوتا ہے کیونکہ ہمارے تمام قول و فعل ایک شکل و حال رکھتے ہیں۔

بہر حال لعنت یا تو ملعون پر پڑتی ہے اگر وہ اسکا اہل ہو ورنہ خود لاعن پر لہذا لعنت کرنا چاہیے ہی نہیں۔ سو چونکہ ان کا
 حال کیا ہوگا جو دن رات حضرات صحابہ پر تبر اور لعن طعن کرتے رہتے ہیں، اسی طرح جو لوگ جانوروں کو، دھوپ کو، ہوا کو
 لعنت کر دیتے ہیں، بیمار یوں کو کوستے پٹیتے ہیں اس سب کا وبال خود ان پر ہی پڑتا ہے۔ (مزاۃ النبی، ج ۶ ص ۶۸۰)

(1562) وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ الْمُحْصِنِ رَضِيَ اللهُ
 عَنْهُمَا، قَالَ: بَيْنَمَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ أَصْفَارِهِ، وَامْرَأَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ عَلَى

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کسی سفر میں تھے۔ ایک انصاری
 عورت اپنی اونٹنی پر سوار تھی اس عورت نے اکتا کر اپنی

سواری کو لعنت کی تو رسول اللہ ﷺ نے اس کو سن لیا فرمایا
 اس عورت کا سامان اتار لو اور اس کی اونٹنی کو چھوڑ دو یہ
 ملعون ہے۔ حضرت عمران کہتے ہیں گویا کہ میں اب بھی
 اسے دیکھ رہا ہوں کہ وہ لوگوں کے درمیان چل پھر رہی
 ہے اور اس کی کوئی پرواہ نہیں کر رہا۔ (مسلم)

نَاقَةٍ، فَضَجِرَتْ فَلَعَنَتْهَا، فَسَمِعَ ذَلِكَ رَسُولُ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: «خُذُوا مَا عَلَيْهَا
 وَدَعُّوْهَا، فَإِنَّهَا مَلْعُونَةٌ» قَالَ عِمْرَانُ: فَكَأَنِّي أَرَاهَا
 الْآنَ تَمْشِي فِي النَّاسِ مَا يَعْرِضُ لَهَا أَحَدٌ. رَوَاهُ
 مُسْلِمٌ.

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب النهی عن لعن الدواب، جلد 8، ص 23، رقم 6769 السنن الکبریٰ للبیہقی، باب
 النهی عن لعن البهية، جلد 5، ص 254، رقم 10631 سنن النسائی الکبریٰ، باب لعن الابل، جلد 5، ص 252، رقم 8816 صحیح ابن
 حبان، باب اللعن، جلد 13، صفحہ 50، رقم 5740 مسند امام احمد بن حنبل، حدیث عمران بن حصین رضی اللہ عنہ، جلد 4، ص
 431، رقم 19883)

شرح حدیث: رحمت بنا کر بھیجا گیا

علماء کرام فرماتے ہیں: آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مؤمنین میں سے کسی کو برا بھلا نہیں کہا بلکہ اس کے لئے
 رحمت اور کھمبہ کی دعا فرمائی۔ (صحیح مسلم، کتاب البر، باب من لعن النبی۔۔۔۔۔ الخ، الحدیث ۶۶۱۹، ص ۱۱۳۲، مفہومنا)
 آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی کسی عورت یا خادم پر لعنت نہیں بھیجی۔

(صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب مباحثہ ثلاثاً۔۔۔۔۔ الخ، الحدیث ۶۰۵۰، ص ۱۰۸۸، ما لعن بدله ما ضرب)
 ایک بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جہاد کے موقع پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی گئی: یا رسول
 اللہ عزَّ وَّجَلَّ وَّجَلَّ وَّجَلَّ وَّجَلَّ! اگر آپ ان پر لعنت بھیجیں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: اِنَّهَا بُعِثَتْ رَحْمَةً وَكَمْ
 اَبْعَثْتُ لَعْنًا تَرْجَمُهُ: مجھے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا۔

(صحیح مسلم، کتاب البر، باب النهی عن لعن الدواب وغيرھا، الحدیث ۶۶۱۳، ص ۱۱۳۱)
 لعنت خواہ حیوانات و جمادات پر کی جائے یا انسان پر (مذموم ہے)، سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب و سینہ، سلطانِ باقرینہ
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ نصیحت نشان ہے: الْمُؤْمِنُ لَيْسَ بِلَعْنَانَ تَرْجَمُهُ: مؤمن لعنت کرنے والا نہیں ہوتا۔

(جامع الترمذی، ابواب البر والصلة، باب ما جاء في اللعنة، الحدیث ۱۹۷۷، ص ۱۸۵۰)
 حضرت سیدنا حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: جو قوم کسی پر لعنت بھیجتی ہے تو اس پر اللہ عزَّ وَّجَلَّ وَّجَلَّ وَّجَلَّ کا عذاب
 ثابت ہو جاتا ہے۔

(1563) وَعَنْ أَبِي بَرْزَةَ نَضْلَةَ بْنِ عُبَيْدٍ
 الْأَسْلَمِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: بَيْنَمَا جَارِيَةٌ عَلَى نَاقَةٍ
 حضرت ابو بزرہ نضلہ بن عبید اسلمی سے
 روایت ہے کہ ایک لڑکی ایک اونٹ پر سوار تھی۔ اس پر

عَلَيْهَا بَعْضُ مَتَاعِ الْقَوْمِ. إِذْ بَصُرَتْ بِالنَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَتَضَاقِقَ بِهِمُ الْجِبَلُ فَقَالَتْ:
حَلِّ اللَّهُمَّ الْعَلَنَاءَ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ: «لَا تُصَاحِبُنَا نَاقَةٌ عَلَيْهَا لَعْنَةٌ». رَوَاهُ
مُسْلِمٌ.

قَوْلُهُ: «حَلِّ بِفَتْحِ الْحَاءِ الْبُهْمَلَةِ وَإِسْكَانِ
الْلامِ: وَهِيَ كَلْبَةٌ لِيَزْجُرَ الْإِبِلَ.

وَاعْلَمْ أَنَّ هَذَا الْحَدِيثَ قَدْ يُسْتَشْكَلُ
مَعْنَاهُ، وَلَا إِشْكَالَ فِيهِ، بَلِ الْمُرَادُ النَّهْيُ أَنْ
تُصَاحِبَهُمْ تِلْكَ النَّاقَةُ، وَلَيْسَ فِيهِ نَهْيٌ عَنْ
بَيْعِهَا وَذَبْحِهَا وَرُكُوبِهَا فِي غَيْرِ صُحْبَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بَلِ كُلُّ ذَلِكَ وَمَا سِوَاهُ مِنَ
التَّصَرُّفَاتِ جَائِزٌ لَا مَنَعَ مِنْهُ، إِلَّا مِنْ مُصَاحَبَةِ
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَا، لِأَنَّ هَذِهِ
التَّصَرُّفَاتِ كُلَّهَا كَانَتْ جَائِزَةً قَبْلَ مَنَعِ بَعْضِ مِنْهَا،
فَبَقِيَ الْبَاقِي عَلَى مَا كَانَ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ.

کچھ لوگوں کا سامان تھا اچانک اس نے رسول اللہ ﷺ کو
دیکھا اور اسے پہاڑ کی وجہ سے تنگی ہوئی تو کہا: چل۔
اے اللہ! اس پر لعنت کر تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایسی
اونٹنی ہمارے ساتھ نہ ہو جس پر لعنت کی گئی ہے۔ (مسلم)

حَلِّ: حامہملہ پر زبر اور لام ساکن کے ساتھ اونٹ
کو تیز چلانے کے لیے بولا جاتا ہے۔

اور جان لو کہ بعض اوقات اس حدیث کا معنی مشکل
سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ مشکل نہیں بلکہ مراد اس اونٹنی کے
آپ کے ساتھ رہنے سے تھی اس میں اس کو بیچنا، ذبح
کرنا، رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہنا اور اس پر سوار ہونا منع
نہیں بلکہ ان باتوں کے علاوہ اور دیگر تصرفات بھی جائز
ہیں۔ اس سے منع نہیں صرف رسول اللہ ﷺ کے ساتھ
اس اونٹنی کا جانا منع ہے۔ اس لیے کہ یہ تمام تصرفات جائز
ہیں۔ بعض سے منع کیا گیا تو بعض باقی ہیں لہذا جائز ہی
رہیں گے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب النهی عن لعن الدواب، جلد 8، ص 23، رقم 6771 جامع الاصول لابن الیون، باب

الدابة، جلد 10، صفحہ 766، رقم 8452)

شرح حدیث: عام سی بات

ذرا سی بات پر کسی پر لعنت کرنا ایک عام سی بات بن گئی ہے لعنت کا مطلب ہے: الطرد من الرحمة اللہ کی رحمت
سے دوری خصوصاً عوام میں یہ بیماری عام ہے اس حوالے چند احادیث اکھٹی کی ہیں اللہ مالک الملک ہم سب کو عمل کی توفیق
عطا فرمائے آمین ایک دوسرے پر لعنت نہ بھیجو: سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم نے فرمایا آپس میں ایک دوسرے پر اللہ کی لعنت، غضب اور دوزخ کی پھٹکار نہ بھیجو۔ اس باب میں سیدنا ابن عباس،
سیدنا ابو ہریرہ، سیدنا ابن عمر اور سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے بھی احادیث منقول ہیں یہ حدیث حسن

صحیح ہے۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 2062)

غیر معین گناہ گاروں پر لعنت
کرنا جائز ہے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ارے ظالموں پر خدا کی
لعنت۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: منادی نے پکار دیا
کہ اللہ کی لعنت ظالموں پر۔

اور صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ نے
فرمایا: اللہ تعالیٰ بال لگانے اور لگوانے والی پر لعنت
فرمائے اللہ سود خور پر لعنت فرمائے اور آپ علیہ السلام
نے تصویر بنانے والوں پر لعنت فرمائی اور آپ نے فرمایا:
اللہ اس پر لعنت کرے جو زمین کے علامتی نشان کی جگہ
تبدیل کرے۔ یعنی اس کی حدود کو اور آپ نے فرمایا: اللہ
چور پر لعنت کرے جو انڈہ چوری کرتا ہے اور آپ نے
فرمایا: اللہ اس پر لعنت فرمائے جو والدین پر لعنت کرتا
ہے۔ اور فرمایا کہ اللہ اس پر لعنت کرے جس نے غیر اللہ
کے لیے ذبح کیا اور آپ نے فرمایا: جس نے حرم میں
بدعت کا کام کیا یا کسی بدعتی کو پناہ دی اس پر اللہ کی تمام
فرشتوں کی اور سب لوگوں کی لعنت ہے۔ اور آپ نے
فرمایا: اے اللہ! ذکوان اور عصبیہ نے اللہ اور اس کے رسول
کی نافرمانی کی۔ اور یہ عرب کے تین قبائل ہیں۔ اور آپ
علیہ السلام نے یہودیوں پر لعنت فرمائی جنہوں نے اپنے
نبیوں کی قبروں کو مساجد بنایا اور آپ علیہ السلام نے
عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے والے مردوں اور مردوں
کی مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی۔

122- بَابُ جَوَازِ لَعْنِ أَصْحَابِ
الْمَعَاصِي غَيْرِ الْمُعَيَّنِينَ

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (أَلَا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ)
(هود: 18)

وَقَالَ تَعَالَى: (فَأَذِّنْ مُؤَدِّنَ بَيْنَهُمْ أَنْ لَعْنَةُ
اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ) (الأعراف: 44).

وَتَبَّتْ فِي الصَّحِيحِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَعْنُ اللَّهِ الْوَاصِلَةَ
وَالْمُسْتَوْصِلَةَ، وَأَنَّهُ قَالَ: «لَعْنُ اللَّهِ أَكْلَ الرِّبَا، وَأَنَّهُ
لَعْنُ الْمُصَوِّرِينَ، وَأَنَّهُ قَالَ: «لَعْنُ اللَّهِ مَنْ غَيَّرَ
مَنَارَ الْأَرْضِ، أَوْ حُدُودَهَا، وَأَنَّهُ قَالَ: «لَعْنُ اللَّهِ
السَّارِقَ يَسْرِقُ الْبَيْضَةَ، وَأَنَّهُ قَالَ: «لَعْنُ اللَّهِ مَنْ
لَعَنَ وَالِدَيْهِ، وَلَعَنَ اللَّهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللَّهِ»، وَأَنَّهُ
قَالَ: «مَنْ أَحَدَثَ فِيهَا حَدَثًا أَوْ أَوْى مُخَدِّثًا فَعَلَيْهِ
لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةُ وَالنَّاسُ أَجْمَعِينَ»، وَأَنَّهُ قَالَ:
«اللَّهُمَّ الْعَنْ رِعْلًا، وَذَكْوَانَ، وَعُصَيْبَةَ: عَصُوا اللَّهَ
وَرَسُولَهُ وَهَذِهِ ثَلَاثُ قَبَائِلٍ مِنَ الْعَرَبِ. وَأَنَّهُ
قَالَ: «لَعْنُ اللَّهِ الْيَهُودَ اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ
مَسَاجِدَ»، وَأَنَّهُ «لَعْنُ الْمُتَشَبِّهِينَ مِنَ الرِّجَالِ
بِالنِّسَاءِ وَالْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ».

اور یہ تمام الفاظ صحیح ہی ہیں اور بعض صحیح بخاری صحیح مسلم دونوں میں ہیں اور بعض ان میں کسی ایک میں ہیں اور میں نے مختصر ان کی طرف اشارہ کیا ہے اور عنقریب میں ان کو ان کے متعلقہ بابوں میں ذکر کروں گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

وَبَجْمِيعِ هَذِهِ الْأَلْفَاظِ فِي الصَّحِيحِ، بَعْضُهَا فِي صَحِيحِي الْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ، وَبَعْضُهَا فِي أَحَدِهِمَا، وَإِنَّمَا قَصَدْتُ الْإِخْتِصَارَ بِالْإِشَارَةِ إِلَيْهَا، وَسَادُّ كُرْمُعَظَمَهَا فِي أَبْوَابِهَا مِنْ هَذَا الْكِتَابِ، إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى.

ناحق مسلمان کو گالی

دینا حرام ہے

123-بَابُ تَحْرِيمِ سَبِّ

الْمُسْلِمِ بِغَيْرِ حَقِّ

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور جو ایمان والے مردوں اور عورتوں کو بے کئے ستاتے ہیں انہوں نے بہتان اور کھلا گناہ اپنے سر لیا۔

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا، فَقَدْ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِينًا) (الاحزاب: 58)

شرح: حضرت صدر اکابر فاضل سیدنا مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں: شان نزول: یہ آیت ان منافقین کے حق میں نازل ہوئی جو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایذا دیتے تھے اور ان کے حق میں بدگویی کرتے تھے۔ حضرت فضیل نے فرمایا کہ کتے اور سور کو بھی ناحق ایذا دینا حلال نہیں تو مؤمنین و مومنات کو ایذا دینا کس قدر بدترین جرم ہے۔ (خزائن العرفان)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس سے لڑائی کرنا کفر ہے۔ (متفق علیہ)

(1564) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "سَبَابُ الْمُسْلِمِ فَسُوقٌ، وَقِتَالُهُ كُفْرٌ." مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

تخریج حدیث: (صحیح البخاری، باب خوف المؤمن من أن يحبط عمله وهو لا يشعر، جلد 1، ص 27، رقم 48 صحیح مسلم، باب بیان قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم، سباب المسلم فسوق وقتاله كفر، جلد 1، ص 57، رقم 230 السنن الکبریٰ للبیہقی، باب تحريم القتل من السنة، جلد 8، صفحہ 20، رقم 16271 سنن ابن ماجہ، باب فی الايمان، جلد 1، ص 27، رقم 69 سنن ترمذی، باب سباب المؤمن فسوق، جلد 5، ص 21، رقم 2635)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ جنتان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کفر یا بمعنی کفران نعمت یعنی ناشکری ہے، ایمان کا مقابل یعنی بلا تصور مسلمان کو برا کہنا اور بلا تصور اس سے لڑنا بھڑنا ناشکری ہے یا کفار کا سا کام ہے یا اسے مسلمان ہونے کی وجہ سے مارنا پیٹنا یا ناجائز جنگ کو حلال سمجھ کر کرنا کفر و بے ایمانی

ہے۔ (مرقات) (مزاۃ المناجیح، ج ۶ ص ۶۳۹)

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب کوئی آدمی دوسرے آدمی کو کفر یا فسق کا الزام لگاتا ہے اگر اس کا ساتھی ایسا نہ ہو تو وہ کہنے والے کی طرف پلٹ آتا ہے۔

(بخاری)

(1565) وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «لَا يَزِيحِي رَجُلٌ رَجُلًا بِالْفِسْقِ أَوْ الْكُفْرِ، إِلَّا أَرْتَدَّتْ عَلَيْهِ، إِنْ لَمْ يَكُنْ صَاحِبُهُ كَذَلِكَ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما ینہی من السباب واللعن، جلد 5، ص 224، رقم 5698 الادب للبیہقی، باب الاعراض عن الوقوع فی اعراض المسلمین، ص 69، رقم 123 جامع الاصول فی احادیث الرسول، الفصل الاول فی ذم اللعنة، جلد 10، ص 760، رقم 8438 مجمع الزوائد للہیثمی، باب فیمن لعن مسلماً اور ماہ یکفر، جلد 8، ص 141، رقم 13015 مسند امام احمد، حدیث المشائخ عن ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، جلد 5، ص 181، رقم 21611)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

مقصد یہ ہے کہ کسی مسلمان کو کفر یا فسق نہ کہو کیونکہ اگر وہ واقعی کفر یا فسق ہو تب تو یہ لفظ اس پر صادق آوے گا ورنہ کہنے والے پر کہ یہ کہنے والا یا کافر و فسق ہو جاوے گا یا کافر و فسق کہنے کا وبال اس پر پڑے گا۔

(مزاۃ المناجیح، ج ۶ ص ۶۵۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ (جب) دو آدمی ایک دوسرے کو گالی دینے والے ہوں تو دونوں کا گناہ ابتداء کرنے والے پر ہے یہاں تک کہ مظلوم حد ظلم سے زیادہ جواب دے۔ (مسلم)

(1566) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «الْمُتَسَابِحَانِ مَا قَالَا فَعَلَى الْبَادِي مِنْهُمَا حَتَّى يَعْتَدِيَ الْمَظْلُومُ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب النهی عن السباب، جلد 8، صفحہ 20، رقم 6756 الادب المفرد للبخاری، باب المستبان ما قالا فعل الاول، ص 153، رقم 424 السنن الکبری للبیہقی، باب شهادة اهل العصبية، جلد 10، صفحہ 235، رقم 21617 مجمع الزوائد للہیثمی، باب فی المستبیین، جلد 8، صفحہ 144، رقم 13024 مسند ابی یعلی، مسند انس بن مالک، جلد 7، صفحہ 250، رقم 4259)

شرح حدیث: دسویں قسم: گالی دینا

امام اہل سنت الشاہ مولانا احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: اسی طرح کسی مسلمان جاہل کو بھی بے اذن شرعی گالی دینا حرام قطعاً ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

سباب المسلم فسوق ورواہ البخاری ومسلم۔ والترمذی والنسائی وابن ماجہ والحاکم عن

ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (صحیح مسلم کتاب الایمان باب سباب المسلم فسوق قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۵۸) (جامع

الترمذی ابواب البر والصلۃ ماجاء فی الشتم اثین کمپنی دہلی ۱۹/۲) (سنن ابن ماجہ ابواب الفتن ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۹۱)

مسلمان کو گالی دینا گناہ کبیرہ ہے (اسے امام بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور حاکم نے ابن مسعود رضی

اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

سباب المسلم کالشرف علی الہلکة، رواہ الامام احمد۔ والبزار عن عبد اللہ بن عمرو رضی

اللہ تعالیٰ عنہما بسند جید۔

(الترغیب والترہیب بحوالہ البزار الترہیب من السباب واللعن مصطفیٰ البابی معر ۳/۳۶۷)

مسلمان کو گالی دینے والا اس شخص کی مانند ہے جو عنقریب ہلاکت میں پڑا چاہتا ہے۔ (اسے امام احمد اور بزار

نے عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے جید سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

من اذی مسلماً فقد اذنی ومن اذنی فقد اذی اللہ۔ رواہ الطبرانی۔ فی الاوسط عن انس رضی

اللہ تعالیٰ عنہ بسند حسن۔ (المجم الاوسط حدیث ۳۶۳۳ مکتبۃ المعارف ریاض ۳/۳۷۳)

جس نے کسی مسلمان کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی

(اسے امام طبرانی نے الاوسط میں سند حسن کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔)

(فتاویٰ رضویہ، ج ۲۱، ص ۱۲۷)

حضرت سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان کو گالی

دینا خود کو ہلاکت میں ڈالنے کے مترادف ہے۔ (الترغیب والترہیب، کتاب الادب، رقم الحدیث ۳، ج ۳، ص ۳۱۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ ایک

(1567) وَعَنْهُ قَالَ: أَبِي النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ

آدمی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا اس نے شراب پی

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَرْجُلٍ قَدْ شَرِبَ قَالَ: "اضْرِبُوهُ قَالَ

ہوئی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو مارو۔ حضرت

أَبُو هُرَيْرَةَ: فَرَمْنَا الضَّارِبُ بِيَدِهِ، وَالضَّارِبُ بِتَعْلِيهِ،

ابو ہریرہ فرماتے ہیں: ہم میں سے کوئی اسے ہاتھ سے

وَالضَّارِبُ بِثَوْبِهِ. فَلَمَّا انْصَرَفَ، قَالَ بَعْضُ

مارنے والا تھا اور کوئی جوتے سے مارنے والا اور کوئی

الْقَوْمِ: أَخْزَاكَ اللَّهُ! قَالَ: "لَا تَقُولُوا هَذَا، لَا

تُعِينُوا عَلَيْهِ الشَّيْطَانَ". رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

کپڑے سے مارنے والا تھا جب وہ جدا ہوا تو ہم میں سے کسی نے کہا تجھے اللہ رسوا کرے۔ فرمایا: یہ نہ کہو تم اس کے خلاف شیطان کی مدد مت کرو۔ (بخاری)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

شراب انگوری یعنی خمر پی تھی جیسا کہ بعض روایات میں لفظ خمر ہے۔ (مرقات) اور ظاہر یہ ہے کہ نجس جوتے سے نہ مارا ہوگا جس سے اس کا جسم نجس ہو جائے، جوتے سے مارنا اظہار غضب اور اظہار ذلت کے لیے ہے کہ یہ فعل بہت ذلیل ہے۔ اور اسے زبان سے برا بھلا کہو یہ حکم استجابی ہے اور پہلا حکم اضر بوجہ وجوبی تھا کیونکہ شرابی کو مار کی سزا دینا واجب ہے زبان سے ملامت کرنا مستحب۔ سبحان اللہ! خود برا نہیں کہتے لوگوں کو اس کا حکم دیتے ہیں، خود تو معافی کی دعائیں دیتے ہیں ہم جیسے مجرم بھی ان کے کرم میں ہیں۔

معلوم ہوا کہ مسلمان کو ہر گناہ میں اللہ تعالیٰ کے خوف کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شرم بھی چاہیے کہ حضور ہمارے اعمال پر خبردار ہیں ہمارے گناہوں کو حضور دیکھ رہے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَيَكُونُ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے کیا خوب فرمایا۔ شعر

دن لہو میں کھونا تجھے شب نیند بھر سونا تجھے
شرم نبی خوفِ خدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

اسی طرح ہر نیک عمل میں رب تعالیٰ کی رضا اور حضور کی خوشنودی کی نیت کرنی چاہیے رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَاللَّهُ وَرَسُولُهُ أَحَقُّ أَنْ يُرْضُوهُ حَضْرًا كَوْنَهُمْ نِيكِيًا مِنْ خَوْفِهِ هُوَ.

دنیا میں یا آخرت میں یا دونوں جگہ یعنی اس نے بجائے ملامت کے بددعا کی، بجائے نصیحت کے فضیحت کی۔

اس رحمت والے نبی نے اس غموں کے دور کرنے والے رسول نے۔ (مرقات) جس کا دامن ستاری ہم سب مجرموں کے لیے پھیلا ہوا ہے۔

(تجھے اللہ رسوا کرے) کیونکہ تمہاری اس بددعا کا مطلب تو یہ ہوا کہ یہ بار بار شراب پیا کرے اور سزا پایا کرے شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ تم تو شیطان کی آرزو پوری ہونے کی دعا کر رہے ہو۔

یعنی یوں کہو کہ الہی اس کی گزشتہ شراب نوشی وغیرہ کو معاف فرما اور آئندہ گناہوں سے بچنے نیک اعمال کرنے کے توفیق دے اس پر رحم فرما۔ یا رحم الراحمین اس صحابی کا صدقہ کہ مجھ سیاہ کار بد کردار احمد یار پر بھی رحمت فرما میری گزشتہ بدکاریوں کو بخش آئندہ نیکیوں کی توفیق دے۔ آمین! (مزاۃ المناجیح، ج ۵ ص ۵۲۲)

(1568) وَعَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ

ان سے ہی روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جس نے اپنے مملوک

بِالزَّيْلِ يُقَامُ عَلَيْهِ الْحُدُّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، إِلَّا أَنْ يَكُونَ
 كَمَا قَالَ: "مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ."
 پر زنا کی تہمت لگائی اس پر قیامت کے روز حد لگائی
 جائے گی، لیکن اگر وہ ایسا ہی ہوا جیسا کہ اس نے کہا (تو
 سچ جائے گا) (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب اللہ من قذف مملو کہ، جلد 6، صفحہ 251، رقم 6466 صحیح مسلم، باب التغلیظ
 حل من قذف مملو کہ بالزنا، جلد 5، صفحہ 92، رقم 4401 المستدرک للحاکم، کتاب الحدود، جلد 6، صفحہ 409، رقم
 8108 مؤطا امام مالک، باب ما جاء فی اللعان، جلد 2، صفحہ 567، رقم 1178 سنن ابوداؤد، باب فی حق المملوک، جلد 4، صفحہ
 507، رقم 5167)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ تان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
 غالباً مملوک سے مراد لونڈی ہے اور ہو سکتا ہے کہ لونڈی غلام دونوں ہوں۔ خیال رہے کہ آزاد مسلمہ عقیقہ عورت کو زنا
 کی تہمت لگانے والے پر حد قذف اسی ۸۰ کوڑے جاری ہوتے ہیں، مملوک لونڈی کو تہمت زنا لگانے والے کو یہ سزا نہیں
 ہوتی، سرکار فرما رہے ہیں کہ اسے یہ سزا قیامت میں تمام خلق کے سامنے کی جائے گی جس سے وہ رسوا بھی ہوگا اور سزایاب
 بھی، ہاں اگر واقعی لونڈی غلام زانی ہوں تو پھر الزام لگانے والے کو سزا نہ ہوگی کہ اس نے سچ کہا تھا۔ علماء فرماتے ہیں کہ
 لونڈی غلام کو تہمت لگانے پر اگرچہ حد نہیں مگر تعزیر ہے غلام چاہے مکمل ہو یا ابھی اس میں شائبہ غلامیت ہو جیسے مکاتب یا
 مدبر کسی کو تہمت لگانے پر حد نہیں۔

یہ حدیث احمد، ابوداؤد، ترمذی نے بھی روایت کی، حاکم نے مستدرک میں حضرت عمرو ابن عاص سے مرفوعاً روایت کی
 کہ اگر مولیٰ یا زانیہ یا کہ اے زانی کہہ کر پکارے اسے بھی قیامت میں کوڑے لگیں گے۔ اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو
 غصہ میں اپنے بچوں یا نوکروں کو حرامی کہہ دیتے ہیں کہ یہ انکی ماں کو تہمت ہے زبان قابو میں رکھنی چاہیے۔

(بازاۃ المناجیح، ج ۵ ص ۲۶۸)

مردوں کو ناحق اور کسی شرعی مصلحت کے

بغیر گالم گلوچ کرنا حرام ہے

اور مصلحت شرعی یہ ہے کہ کسی بدعتی اور فاسق وغیرہ
 کی بدعت اور فسق وغیرہ سے پیروی کرنے سے لوگوں کو
 بچانا اور اس میں وہی احادیث ہیں جو ماقبل باب میں
 گزریں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی

124-بَابُ تَحْرِيمِ سَبِّ الْأَمْوَآتِ

بِغَيْرِ حَقٍّ وَمُصْلِحَةٍ شَرْعِيَّةٍ

وَهِيَ التَّخْذِيرُ مِنَ الْأَقْتِدَاءِ بِهِ فِي بَدْعَتِهِ،
 وَفِسْقِهِ، وَنَحْوِ ذَلِكَ، وَفِيهِ الْآيَةُ وَالْأَحَادِيثُ
 السَّابِقَةُ فِي الْبَابِ قَبْلَهُ.

(1569) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا،

قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَسُبُّوا الْأَمْوَاتَ، فَإِنَّهُمْ قَدْ أَفْضَوْا إِلَى مَا قَدَّمُوا".
 رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما یہی من سب الاموات، جلد 1، ص 469، رقم 6516، الاداب للمہجس، باب النہی عن سب الاموات، صفحہ 167، رقم 282، المستدرک للحاکم، کتاب الجہاد، جلد 2، صفحہ 11، رقم 1419، سنن الدارمی، باب النہی عن سب الاموات، جلد 2، ص 311، رقم 2511، سنن النسائی الکبڑی، باب النہی عن سب الاموات، جلد 1، ص 630، رقم 2063)

شرح حدیث: مرے ہوئے مسلمان کو بُرائی سے یاد کرنا

مرنے والے مسلمان کو بُرائی سے یاد کرنے کی شریعت میں اجازت نہیں۔ اس ضمن میں دو فرامین مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ملاحظہ ہوں: (1) اپنے مردوں کو بُرانہ کہو کیونکہ وہ اپنے آگے بھیجے ہوئے اعمال کو پہنچ چکے ہیں۔

(بخاری ج 1 ص 40 حدیث 1393)

(2) اپنے مردوں کی خوبیاں بیان کرو اور ان کی بُرائیوں سے باز رہو۔ (سنن ترمذی ج 2 ص 312 حدیث 1021)

حضرت علامہ محمد عبدالرؤف مناوی علیہ رحمۃ اللہ الہادی لکھتے ہیں: مردے کی غیبت زندے کی غیبت سے بدتر ہے، کیونکہ زندہ شخص سے مُعاف کروانا ممکن ہے جبکہ مُردہ سے مُعاف کروانا ممکن نہیں۔

(فیض القدر للزناوی ج 1 ص 562 تحت الحدیث 852)

غُسل مُردے کی بُرائی بیان نہ کرے

دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1250 صفحات پر مشتمل کتاب، بہارِ شریعت جلد اول صفحہ 811 پر ہے: (میت کو غسل دیتے وقت) جو اچھی بات دیکھے مثلاً چہرہ چمک اٹھا یا میت کے بدن سے خوشبو آئی، تو اسے لوگوں کے سامنے بیان کرے اور کوئی بُری بات دیکھی، مثلاً چہرے کا رنگ سیاہ ہو گیا یا بدبو آئی یا صورت و اعضا میں تغیر (تغیر - غ - ی) آیا تو اسے کسی سے نہ کہے اور ایسی بات کہنا جائز بھی نہیں کہ حدیث میں ارشاد ہوا: اپنے مردوں کی خوبیاں ذکر کرو اور اس کی بُرائیوں سے باز رہو۔

مرنے کے بعد بلند آواز سے کلمہ پڑھا!

اگر کسی مسلمان نے مرتے وقت بظاہر کلمہ نہ پڑھا اور کسی نے کہا کہ اس کو کلمہ نصیب نہیں ہوا اُس نے اس مرنے والے کی غیبت کی، اس ضمن میں ایک ایمان افروز حکایت ملاحظہ فرمائیے چنانچہ حضرت علامہ عبدالحی لکھنوی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: میرے بزرگوں میں ایک ولی اللہ یعنی مولانا محمد اظہار الحق لکھنوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے انتقال کیا اور

مرتے وقت ان کی زبان سے کلمہ نہ نکلا، لوگوں نے ان پر چادر ڈال دی اور تجہیز و تکفین کا انتظام کیا، جب سب لوگ باہر نکلے تو بعضوں نے بطور طعن کے کہا کہ ظاہر میں نہایت مُتقی تھے اور مرتے وقت زبان سے کلمہ بھی نہ نکلا، اس بات سے تمام حاضرین کورنج ہوا، اتنے میں مولانا مرحوم نے دونوں پاؤں کو سمیٹا اور باواز بلند کلمہ پڑھا، جب لوگوں کے کانوں میں آواز پہنچی تو طعن کرنے والوں کو لوگوں نے مطلقاً کہا (یعنی برا بھلا کہا)۔ (لیبت کیا ہے ص ۱۹)

مرے ہوئے کافر کی غیبت

شراح بخاری مفتی شریف الحق امجدی علیہ رحمۃ اللہ القوی لکھتے ہیں: کفار کی بُرائی بیان کرنی جائز ہے اگرچہ وہ مر گئے ہوں البتہ اگر مرنے والے کفار کے اہل و عیال مسلمان ہوں اور ان کے کافر ماں باپ، اُصول (یعنی دادا وغیرہ) کی بُرائی کرنے سے انہیں ایذا پہنچے تو اس سے بچنا ضروری ہے کہ اب یہ ایذائے مُسلم ہے اور مسلمان کو ایذا دینا جائز نہیں۔

(نوعۃ القاری ج ۲ ص ۸۸۶)

125- بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْإِيذَاءِ

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ
وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدِ احْتَمَلُوا
بُهْتَانًا وَإِنَّمَا مُبِينًا

(1570) وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ
لِسَانِهِ وَيَدَيْهِ، وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا تَهَى اللَّهُ عَنْهُ"
مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

تکلیف پہنچانے سے ممانعت کا ذکر

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور جو ایمان والے مردوں اور عورتوں کو بے کئے ستاتے ہیں انہوں نے بہتان اور گھلا گناہ اپنے سر لیا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمان وہ ہے کہ دوسرے مسلمان اس کے ہاتھ اور زبان سے محفوظ و سلامت رہیں اور مہاجر وہ ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے منع کیے ہوئے کاموں کو ترک کر دیا۔ (متفق علیہ)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الختان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ عمرو بن عاص ابن وائل کے بیٹے ہیں، اپنے والد سے پہلے ایمان لائے، آپ نے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے احادیث لکھیں، جن کی تعداد سات سو ہے۔ بڑے عالم، بڑے متقی عابد تھے، آخر میں ناپینا ہو گئے تھے، ۶۳ھ طائف یا مصر میں وفات ہوئی۔ (مرقات)

یعنی کامل مسلمان جو لفظاً شرعاً ہر طرح مسلمان ہو، وہ مؤمن ہے جو کسی مسلمان کی غیبت نہ کرے، گالی، طعنہ، چغلی وغیرہ نہ کرے، کسی کو نہ مارے پیٹے، نہ اس کے خلاف کچھ تحریر کرے، یہ حدیث اخلاق کی جامع ہے۔ مسلمانوں کی سلامتی کا ذکر خصوصیت سے اس لیے فرمایا کہ بعض صورتوں میں کفار سے لڑنا بھڑنا، انہیں برا کہنا عبادت ہے۔ یہاں ظلمنا غیبت

واذیت مراد ہے۔ اس حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ ظالم مسلمان کافر ہے، یا رحم دل کافر مسلمان ہے۔

یعنی کامل مہاجر وہ مسلمان ہے جو ترک وطن کے ساتھ ترک گناہ بھی کرے یا گناہ چھوڑنا بھی لغتہ ہجرت ہے جو ہمیشہ جاری رہے گی۔ (بزازۃ النایح، ج ۱ ص ۴)

(1571) وَعَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُزَخَّخَ عَنِ النَّارِ، وَيُدْخَلَ الْجَنَّةَ، فَلَتَاتِهِ مَنِيَّتُهُ وَهُوَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، وَلَيَأْتِيَ إِلَى النَّاسِ الَّذِي يُحِبُّ أَنْ يُؤْتَى إِلَيْهِ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

ان ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو یہ پسند کرتا ہے کہ وہ آگ سے دور کر دیا جائے اور جنت میں داخل کر دیا جائے تو اس کی موت یوں آئی چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور روز حشر پر ایمان رکھتا ہو اور وہ لوگوں کی طرف بھی وہ کرے جو اپنی طرف پسند کرتا ہو۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب الوفاء ببيعة الخلفاء الاول فالاول، جلد 6، ص 18، رقم 4882 الاداب للبيهقي، باب لا يؤمن احدكم حتى يحب الالفیه ما يحب لنفسه، ص 63، رقم 110، جامع الاحادیث للسیوطی، حرف الميم، جلد 17، صفحہ 370، رقم 45274 المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمه عبدالرحمن، جلد 5، ص 84، رقم 4741 سنن النسائی، ذکر ما علی من بايع الامام واعطاه، جلد 4، صفحہ 431، رقم 7814)

شرح حدیث: مومن کی حرمت کعبے سے بڑھ کر ہے

سنن ابن ماجہ میں ہے: خاتم المرسلین، رحمۃ اللعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کعبہ معظمہ کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا: مومن کی حرمت تجھ سے زیادہ ہے۔ (سنن ابن ماجہ ج ۲ ص ۳۱۹ حدیث ۳۹۳۲)

کامل مسلمان کی تعریف

سرکارِ مدینہ منورہ، سردارِ مکہ مکرمہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عظمت نشان ہے:

الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ۔

یعنی مسلمان وہ ہے کہ اس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۵ حدیث ۱۰)

دائرہ ایمان سے نکل جانے کا خطرہ

کامل مسلمان وہی ہے جو زبان سے کسی کو گالی نہ دے، بلا اجازت شرعی کسی کو بُرا نہ کہے، کسی کی غیبت نہ کرے، کسی کو بے وقوف نہ کہے، کسی کے عیب کو نہ کھولے، کسی کا بھید نہ کھولے اور ہاتھ سے کسی کو تکلیف نہ دے، کسی کی دل آزاری نہ کرے، بلا اجازت شرعی کسی کو نہ مارے، کسی کو تنقید بے جا کا نشانہ نہ بنائے، جو شخص ایسا نہ ہو بلکہ لوگوں کو اُس نے ہر طرح کی تکلیف دی، ہاتھ سے مارا، آنکھ سے کسی کی طرف ایذا دینے والے انداز سے اشارہ کیا، ہر شخص اُس سے تنگ و بیزار رہا

تو وہ شخص کامل مسلمان نہیں ہے، ایمان اس کے دل میں مضبوط نہیں ہے، انتقال کے وقت احتمال ہے کہ معاذ اللہ عنہ و جہنم سے کھل جائے اور ہر طرح سے اُسے دوسو سے ڈالے اور معاذ اللہ عنہ و جہنم سے کھل جائے اور وہ شخص دائرہ ایمان سے نکل جائے اور اللہ عنہ و جہنم سے کھل جائے اور وہ جہنم کی راہ اختیار کرے، جنت سے محروم رہے۔ بخلاف اس کے جس کا ایمان کامل ہو، اسلام کی سچی محبت اُس کے دل کو حاصل ہو، کامل مسلمانوں والے اعمال و افعال اس کے اندر پائے جاتے ہوں، بندوں کے حقوق گردن پر نہ اٹھائے ہوں، اس صورت میں بفضلہ تعالیٰ شیطان کا دوسو موت کے وقت اثر انداز نہ ہوگا، دریائے ایمان جوش مارے گا۔ فرشتہ ابلیس کو بھگا دے گا، وساوس کو دور کریگا، اس لئے خاتمہ بالخیر ہوگا، شیطان اپنا سر پیٹے گا، اپنے سر پر خاک اڑائے گا اور بہت چیخے گا چلائے گا۔

(غیبت کی تباہ کاریاں ص ۵۹)

باہمی بغض قطع تعلق اور بے رحمی سے
ممانعت کا ذکر

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مسلمان مسلمان بھائی ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مسلمانوں پر نرم اور
کافروں پر سخت۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: محمد اللہ کے رسول ہیں اور
ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم
دل۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک دوسرے سے بغض نہ کرو آپس
میں حسد نہ کرو باہم ایک دوسرے کو پیٹھ نہ دکھاؤ ایک
دوسرے سے قطع تعلق نہ کرو اور اے اللہ کے بندو بھائی
بھائی بن جاؤ، کسی ایمان دار پر حلال نہیں کہ وہ اپنے
بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے۔ (متفق علیہ)

126 بَابُ النَّهْيِ عَنِ التَّبَاغُضِ
وَالْتَقَاطِجِ وَالتَّدَابُرِ

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ)

(الحجرات: 10).

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (أَذِلَّةٌ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٌ
عَلَى الْكَافِرِينَ) (البائدة: 54).

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ
مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ) (الفتح:
29).

(1572) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا تَبَاغُضُوا، وَلَا
تَحَاسِدُوا، وَلَا تَدَابُرُوا، وَلَا تَقَاطِعُوا، وَكُونُوا عِبَادَ
اللَّهِ إِخْوَانًا، وَلَا يَجُلُ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ
ثَلَاثٍ» مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما ینہی عن التماسد، جلد 5، صفحہ 225، رقم 5718، صحیح مسلم، باب النہی

التماسد والتباغض، جلد 8، ص 8، رقم 6690، سنن ابوداؤد، باب فیمن ینہج اخا المسلم، جلد 4، صفحہ 430، رقم 4912، مسند

ابن یعلیٰ، مسند النس بن مالک، جلد 6، صفحہ 294، رقم 3612، مسند امام احمد، مسند النس بن مالک، جلد 3، صفحہ 165، رقم (12714)

شرح حدیث: امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں ایک جگہ فرماتے ہیں:
مسلمان سے بلاوجہ شرعی کینہ و بغض رکھنا حرام ہے اور بلا مصلحت شرعیہ تین دن سے زیادہ ترک سلام و کلام بھی حرام ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لا تباغضوا ولا تحاسدوا ولا تتدابروا وكونوا عباد الله اخوانا۔

بغض نہ رکھو، حسد اور غیبت نہ کرو اور اللہ کے بندے بن کر بھائی بھائی ہو جاؤ۔

(صحیح البخاری باب الحجۃ حدیث مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۹۷)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم:

لا یحل لمسلم ان یتھجرا خاة فوق الثلث۔

کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ دوسرے بھائی سے تین دن سے زائد سلام و کلام قطع کرے۔

(صحیح البخاری، الحجۃ حدیث مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۹۷)

اور فحش بکنا خصوصاً برسر بازار معصیت و فسق ہے حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لیس المؤمن بالطعان ولا الفحاش۔

مومن طعن کرنے والا نہیں ہوتا اور نہ ہی فحش بکتا ہے۔ (جامع الترمذی باب ما جاء فی الغیۃ مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ

دہلی ۲/۱۹) (مسند احمد بن حنبل باب سند عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱/۳۰۵) (فتاویٰ رضویہ، ج ۲، ص ۵۲۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت کے دروازے پیر اور جمعرات

کے دن کھولے جاتے ہیں۔ ہر ایسے بندے کی مغفرت

ہو جاتی ہے جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا لیکن

ایسا بندہ جس کے اور اس کے بھائی کے درمیان بغض ہو

اس کی مغفرت نہیں ہوتی اور پھر کہا جاتا ہے کہ ان دونوں

کو مہلت دو کہ آپس میں صلح کر لیں ان کو مہلت دو کہ

آپس میں صلح کر لیں۔ (مسلم) اور مسلم کی ایک میں یہ

روایت ہے کہ اعمال ہر جمعرات اور پیر کو پیش کیے جاتے

(1573) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ

رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «تُفْتَحُ

أَبْوَابُ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَيَوْمَ الْاِثْنَيْنِيس، فَيُغْفَرُ

لِكُلِّ عَبْدٍ لَا يُشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا، إِلَّا رَجُلًا كَانَتْ

بَيْنَهُ وَبَيْنَ أَخِيهِ شَحْنَاءُ فَيُقَالُ: أَنْظِرُوا هَذَيْنِ

حَتَّى يَصْطَلِحَا! أَنْظِرُوا هَذَيْنِ حَتَّى يَصْطَلِحَا!»

رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِي رِوَايَةٍ لَهُ: «تُعْرَضُ الْأَعْمَالُ فِي

كُلِّ يَوْمٍ ثَمَانِينَ مَرَّةً وَذَكَرَ مُحَمَّدٌ

ہیں اور روایت کے بقیہ وہی الفاظ وہی ہیں جو اوپر ذکر کیے گئے ہیں۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب النہی عن الشحنا، جلد 8، ص 11، رقم 6709 الادب للبیہقی، باب فی ہجرۃ المسلم
احادیث الدین، ص 135، رقم 231 الادب المفرد للبخاری، باب الشحنا، ص 148، رقم 411 مؤطا امام مالک، باب ماجاء فی
المہاجرہ جلد 2، ص 908، رقم 1618 سنن ترمذی، باب ماجاء فی المعہاجرین، جلد 4، ص 373، رقم 2023
شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الحنبلان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

چونکہ جنت کے طبقے بہت ہیں ہر طبقہ کا علیحدہ دروازہ ہے اس لیے ابواب جمع فرمایا گیا یا خود جنت ہی کے بہت
دروازے ہیں جیسا کہ دوسری روایت میں ہے۔ جنت کے بعض دروازے وہ ہیں جو سال بھر تک ہر دو شنبہ و جمعہ کو کھلتے
ہیں، بعض دروازے وہ ہیں جو ماہ رمضان میں کھلتے ہیں لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں ہے کہ ہر
رمضان میں دو دروازے کھلتے ہیں یہ دروازے کھلنا عام رحمت و مغفرت کے لیے ہیں۔

لا یشراک باللہ سے مراد ہے مؤمن ہونا اور نہ جو مشرک نہ ہو مگر ہو کا فروہ بھی نہ بخشا جاوے گا، عداوت سے مراد دنیاوی
دشمنی ہے۔

ظاہر یہ ہے کہ ان دونوں شخصوں کی مغفرت صلح پر موقوف ہے جب کہ ان میں سے کسی نے صلح کی کوشش نہ کی لیکن اگر
ایک نے تو صلح کی کوشش کی مگر دوسرا راضی نہ ہوا ہو تو اس دوسرے کو نہ بخشا جاوے گا اس میں تمام وہ قیود یاد رکھو جو ابھی پہلے
عرض کی جا چکی ہیں۔

یہ حدیث بخاری نے اپنی کتاب ادب المفرد میں اور ابوداؤد ترمذی نے بھی ان ہی سے روایت فرمائی۔ (مرقات)

(مرآۃ المناجیح، ج ۶ ص ۸۵۷)

127- بَابُ تَحْرِيمِ الْحَسَدِ

وَهُوَ تَمَنِّي زَوَالَ النِّعْمَةِ عَنِ صَاحِبِهَا، سَوَاءً
كَانَتْ نِعْمَةً دِينِيًّا أَوْ دُنْيَا.

حسد کی حرمت کا بیان
کسی صاحب نعمت سے اس کی نعمت کے زوال کی
آرزو کرنے کا نام حسد ہے چاہے وہ نعمت دینی ہو یا
دنیاوی۔

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَى مَا
آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ) (النساء: 54)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا لوگوں سے حسد کرتے ہیں
اس پر جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا۔
اور پچھلے باب میں حضرت انس کی حدیث اس
باب سے متعلق گزر چکی ہے۔

وَفِيهِ حَدِيثُ أَنَسِ السَّابِقِ فِي الْبَابِ قَبْلَهُ.

(1574) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِيَّاكُمْ وَالْحَسَدَ فَإِنَّ الْحَسَدَ يَأْكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَا تَأْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ أَوْ قَالَ: «الْعُشْبُ». رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے آپ کو حسد سے بچاؤ کیونکہ حسد نیکیوں کو یوں کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی یا خشک گھاس کو کھا جاتی ہے۔ (ابوداؤد)

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی الحسد، جلد 4، صفحہ 427، رقم 4905 الادب للبیہقی، باب ترک الحسد و الامر بالاستعاذۃ من شر حاسد، ص 66، رقم 115 جامع الاول لابن اثیر، کتاب الخامس فی الحسد، جلد 3، ص 625، رقم 1963 مسند عبد بن حمید، من مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، صفحہ 418، رقم 1430 مشکوٰۃ البصایح، باب السلام، الفصل الاول، جلد 3، صفحہ 92، رقم 5040)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی حسد و بغض ذریعہ بن جاتا نیکیوں کی بربادی کا یعنی حاسد ایسے کام کر بیٹھتا ہے جس سے نیکیاں ضبط ہو جاویں، حاسد و بغض والے کی نیکیاں محسود کو دے دی جائیں گی یہ خالی ہاتھ رہ جاوے گا۔ خیال رہے کہ کفر و ارتداد کے سوا کوئی گناہ مؤمن کی نیکیاں برباد نہیں کرتا، ہاں نیکیوں سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، رب فرماتا ہے: إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ الشَّيْئَاتِ۔ (اشع) اس حدیث کی بناء پر معتزلہ نے کہا ہے کہ بعض گناہوں سے نیکیاں بھی مٹ جاتی ہیں مگر غلط کہا کیونکہ اس حدیث کا وہ مطلب ہے جو ہم نے عرض کیا اس حدیث کی اور بہت توجیہ ہیں کی گئی ہیں۔ (دیکھو مرقات)

(مراۃ المناجیح، ج ۶ ص ۸۶۷)

128- بَابُ النَّهْيِ عَنِ التَّجَسُّسِ وَالتَّنَسُّجِ

لِكَلَامِهِ مَنْ يَكْرَهُ اسْتِمَاعَهُ

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (وَلَا تَجَسَّسُوا) (الحجرات):

(12)

شرح: حضرت صدرالافاضل سیدنا مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں: یعنی مسلمانوں کی عیب جوئی نہ کرو اور ان کے چھپے حال کی جستجو میں نہ رہو جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی ستاری سے چھپایا۔ حدیث شریف میں ہے گمان سے بچو گمان بڑی جھوٹی بات ہے اور مسلمانوں کی عیب جوئی نہ کرو، ان کے ساتھ حرص و حسد، بغض، بے مروتی نہ کرو، اے اللہ تعالیٰ کے بندو بھائی بنے رہو جیسا تمہیں حکم دیا گیا، مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، اس پر ظلم نہ کرے، اس کو زسوانہ کرے، اس کی تحقیر نہ کرے، تقویٰ یہاں ہے، تقویٰ یہاں ہے، تقویٰ یہاں ہے، (اور یہاں کے لفظ سے اپنے سینے کی طرف اشارہ فرمایا) آدمی کے لئے یہ برائی بہت ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کو تحقیر دیکھے، ہر مسلمان

سورہ پر حرام ہے اس کا خون بھی، اس کی آبرو بھی، اس کا مال بھی، اللہ تعالیٰ تمہارے جسموں اور صورتوں اور عملوں پر نظر نہیں فرماتا لیکن تمہارے دلوں پر نظر فرماتا ہے۔ (بخاری و مسلم احمدیث جو شدہ دنیا میں وہ سے لی یہ وہ پٹی کرتا ہے اللہ تعالیٰ روز قیامت اس کی پروہ پوشی فرمائے گا۔ (خزان، مرقا)

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ
وَالْمُؤْمِنَاتِ بَغْوَ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدِ احْتَمَلُوا اِيْمَانَ دَارِ عُوْرَتُوْنَ كُوْا ذِيْتِ دِيْعَةِ هِيْنَ اِسْ كِيْ بَغِيْرِ جُوْا نِهِيْوْنَ
بِهِنَا تَا وَ اَلْمَا قِيْبِيْنَا) (الاحزاب: 58)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے آپ کو ہر گمان سے بچاؤ کیونکہ گمان سب سے جھوٹی بات ہے اور نہ حرص کرو اور نہ جاسوسی کرو اور ایک دوسرے پر بڑھنے کی کوشش نہ کرو اور ایک دوسرے سے حسد نہ کرو اور ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو اور ایک دوسرے سے پیٹھ مت پھیرو اور اللہ کے بندو بھائی بھائی بن جاؤ جس طرح تم کو رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے۔ مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ مسلمان کی ہر چیز دوسرے مسلمان پر حرام ہے اس کا خون اس کی عزت اور اس کا مال یقیناً اللہ تعالیٰ تمہارے جسموں اور تمہاری صورتوں کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے عملوں اور تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے۔ (مسلم)

اور ایک روایت میں ہے ایک دوسرے سے حسد نہ کرو اور ایک دوسرے سے بغض نہ کرو اور جاسوسی نہ کرو اور محسوس کرنے کی کوشش نہ کرو اور ایک دوسرے پر دھوکہ دینے کے لیے بولی نہ دو اور اسے اللہ کے بندو بھائی بھائی بن جاؤ۔ (بخاری)

اور ایک روایت میں ہے کہ ایک دوسرے سے قطع تعلق نہ کرو اور ایک دوسرے کو پیٹھ نہ کرو اور ایک

(1575) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ، فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ، وَلَا تَحَسُّوْا وَلَا تَحَسُّوْا وَلَا تَتَنَافَسُوْا وَلَا تَتَحَاسَدُوْا وَلَا تَبَاغَضُوْا وَلَا تَدَابَرُوْا، وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللَّهِ اِخْوَانًا كَمَا أَمَرَكُمْ. الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ، لَا يَظْلِمُهُ، وَلَا يَخْدُلُهُ وَلَا يَحْقِرُهُ، التَّقْوَى هَاهُنَا التَّقْوَى هَاهُنَا وَيُشِيرُ إِلَى صَدْرِهِ بِمَحْسَبِ امْرِئٍ مِنَ الشَّرِّ أَنْ يَحْقِرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ، كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ: دَمُهُ، وَعِرْضُهُ، وَمَالُهُ. إِنْ اللَّهُ لَا يَنْظُرُ إِلَى أَجْسَادِكُمْ، وَلَا إِلَى صُورِكُمْ، وَلَكِنْ يَنْظُرُ إِلَى قُلُوبِكُمْ وَأَعْمَالِكُمْ»

وَفِي رِوَايَةٍ: «لَا تَحَاسَدُوْا، وَلَا تَبَاغَضُوْا، وَلَا تَحَسُّوْا، وَلَا تَتَنَافَسُوْا، وَلَا تَتَحَاسَدُوْا وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللَّهِ اِخْوَانًا»

وَفِي رِوَايَةٍ: «لَا تَقَاطَعُوْا، وَلَا تَدَابَرُوْا، وَلَا تَبَاغَضُوْا، وَلَا تَحَاسَدُوْا، وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللَّهِ اِخْوَانًا»

دوسرے سے بغض نہ کرو اور ایک دوسرے سے حسد نہ
 کرو اور اے اللہ کے بندو بھائی بھائی بن جاؤ۔ (مسلم)

اور ایک روایت میں ہے کہ ایک دوسرے کو نہ
 چھوڑو اور تم ایک دوسرے پر بیچ نہ کرو۔ (مسلم)

امام مسلم نے یہ سب روایات بیان کی ہیں اور ان
 میں سے اکثر امام بخاری نے ذکر کی ہیں۔

وَلَا يَبِيعُ بَعْضُكُمْ
 عَلَى بَيْعِ بَعْضٍ

رَوَاهُ مُسْلِمٌ بِكُلِّ هَذِهِ الرِّوَايَاتِ، وَرَوَى
 الْبُخَارِيُّ أَكْثَرَهَا.

شرح حدیث: بدگمانی کرنے والوں کی توبہ

علامہ عبداللہ بن اسعد یافعی علیہ رحمۃ اللہ الوالی (الْمُتَوَفَّى ۶۸ھ) لکھتے ہیں: ایک صاحب علم و فضل بیان کرتے ہیں
 کہ بغداد میں ایک سوداگر تھا جو اولیائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی شان میں بدگلامی کیا کرتا تھا۔ کچھ عرصہ بعد میں نے اسی شخص کو
 اولیائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی صحبت میں دیکھا اور کسی نے مجھے بتایا کہ اس نے اپنی ساری دولت انہیں پر لٹا دی ہے۔ میں
 نے اس سوداگر سے اس تبدیلی کی وجہ دریافت کی تو اس نے بتایا: میں غلطی پر تھا اور اس کا احساس مجھے اس طرح ہوا کہ ایک
 مرتبہ جمعہ کی نماز کے بعد میں نے حضرت سیدنا بشر حافی علیہ رحمۃ اللہ الھادی کو دیکھا کہ بہت جلدی میں مسجد سے نکل رہے
 ہیں۔ میں نے سوچا کہ دیکھو تو سہی یہ شخص بڑا صوفی کہلاتا ہے اور تھوڑی دیر کے لئے مسجد میں رکنے کو تیار نہیں۔ میں نے سب
 کچھ چھوڑا اور اپنے دل میں کہا: دیکھوں تو سہی کہ یہ کہاں جاتے ہیں؟ اور ان کے پیچھے پیچھے چل دیا۔ انہوں نے بازار جا کر
 نان بائی سے نرم نرم روٹیاں خریدیں، میں نے سوچا صوفی صاحب کو دیکھئے نرم نرم روٹیاں لے رہے ہیں، اس کے بعد آپ
 نے کباب والے سے ایک درہم کے کباب خریدے۔ یہ دیکھ کر میرا غصہ اور فُزُوں ہوا۔ وہاں سے وہ حلوائی کی دکان پر
 پہنچے اور ایک درہم کا فالودہ لیا۔ میں نے دل میں ٹھان لی کہ انہیں خریدنے دو، جب یہ اسے کھانے بیٹھیں گے تو میں ان کا
 مزہ کرا کر دوں گا۔ سب چیزیں خریدنے کے بعد انہوں نے جنگل کی راہ لی۔ میں نے سوچا انہیں بیٹھ کر کھانے کے لئے
 شاید ہبزہ زار اور پانی کی تلاش ہے چنانچہ میں ان کے پیچھے لگا رہا حتیٰ کہ عصر کے وقت آپ ایک گاؤں کی مسجد میں پہنچے
 ، جہاں ایک بیمار آدمی موجود تھا۔ آپ اس کے سرہانے بیٹھ کر اسے کھانا کھلانے لگے۔ میں تھوڑی دیر کے لئے وہاں سے چلا
 گیا اور گاؤں کی سیر کو نکل گیا۔ جب میں واپس لوٹا تو حضرت بشر حافی علیہ رحمۃ اللہ الھادی وہاں نہیں تھے۔ میں نے اس
 بیمار سے آپ علیہ رحمۃ اللہ الھادی کے بارے میں پوچھا تو اس نے بتایا کہ وہ بغداد چلے گئے۔ میں نے پوچھا: بغداد یہاں
 سے کتنی دور ہے؟ اس نے بتایا: تقریباً ۱۲۰ میل۔ میری زبان سے نکلا: اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔ مجھے اپنے کئے پر بہت
 پچھتاوا ہوا۔ میرے پلے اتنے پیسے نہ تھے کہ سواری پر جاؤں اور نہ جسم میں اتنی سکت کہ پیدل جا پہنچوں۔ اس بیمار نے
 مشورہ دیا کہ حضرت بشر حافی علیہ رحمۃ اللہ الھادی کے آنے تک یہیں رہو۔ چنانچہ میں دوسرے جمعہ تک وہیں رکا رہا۔

اگلے جمعۃ المبارک حضرت بشر حالی علیہ رحمۃ اللہ المہادی لہانا لے کر پھر سے بیمار کے پاس پہنچے۔ جب آپ اسے کھانا کھلا چکے تو اس نے کہا: اے ابوصرا یہ شخص گزشتہ جمعہ آپ کے پیچھے یہاں آیا تھا اور ہفتہ بھر سے یہیں پڑا ہوا ہے اسے واپس پہنچا دیجئے۔ حضرت بشر حالی علیہ رحمۃ اللہ المہادی نے حال سے میری طرف دیکھا اور پوچھا: میرے ساتھ کیوں آئے تھے؟ میں نے کہا: مجھ سے لفظی، دگنی۔ فرمایا: میرے پیچھے پیچھے چلا آؤ۔ میں ان کے پیچھے چلتا رہا حتیٰ کہ مغرب کے وقت ہم شہر کے قریب جا پہنچے۔ انہوں نے میرے محلے کے بارے میں پوچھا اور میرے بتانے کے بعد فرمانے لگے: جاؤ اور دوبارہ ایسا نہ کرنا۔ میں نے اسی وقت سے اولیائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے بارے میں بدگوئی سے توبہ کر لی اور ان کی صحبت اختیار کر لی اور اب اسی پر قائم رہوں گا، ان شاء اللہ عزوجل۔

(روض الریاضین، الحکایۃ السابغۃ والثلاثون بعد المئیین، ص ۲۱۸، ملخصاً)

جب حجام برابر آ کر بیٹھا

خليفة اعلیٰ حضرت مولانا سید ابوب علی علیہ رحمۃ اللہ القوی کا بیان ہے کہ ایک صاحب جن کا نام مجھے یاد نہیں اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین و ملت، حضرت علامہ مولانا شاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے اور اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ رب العزت بھی کبھی کبھی ان کے یہاں تشریف لے جایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضور (اعلیٰ حضرت) ان کے یہاں تشریف فرما تھے کہ ان کے محلے کا ایک بیچ ارہ غریب مسلمان ٹوٹی ہوئی پرانی چارپائی پر جو صحن کے کنارے پڑی تھی جھجکتے ہوئے بیٹھا ہی تھا کہ صاحب خانہ نے نہایت کڑوے تیوروں سے اُس کی طرف دیکھنا شروع کیا یہاں تک کہ وہ ندامت سے سر جھکائے اٹھ کر چلا گیا۔ اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ رب العزت کو صاحب خانہ کی اس معرورانہ روش پر سخت تکلیف پہنچی مگر کچھ فرمایا نہیں۔ کچھ دنوں بعد وہ آپ کے یہاں آئے۔ اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ رب العزت نے اپنی چارپائی پر جگہ دی، وہ بیٹھے ہی تھے کہ اتنے میں کریم بخش حجام حضور (اعلیٰ حضرت) کا خط بنانے کے لئے آئے، وہ اس فکر میں تھے کہ کہاں بیٹھوں؟ اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ رب العزت نے فرمایا: بھائی کریم بخش! کیوں کھڑے ہو؟ مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ اور ان صاحب کے برابر میں بیٹھنے کا اشارہ فرمایا، وہ بیٹھ گئے، پھر ان صاحب کے غصہ کی یہ کیفیت تھی کہ جیسے سانپ بھنکارے مارتا ہے، وہ فوراً اٹھ کر چلے گئے، پھر کبھی نہ آئے۔ خلاف معمول جب عرصہ گزر گیا تو اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ رب العزت نے فرمایا: اب فلاں صاحب تشریف نہیں لاتے ہیں! پھر خود ہی فرمایا: میں بھی ایسے شخص سے ملنا نہیں چاہتا۔ (حیات اعلیٰ حضرت، حصہ ۱، ص ۱۰۸)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے

(1576) وَعَنْ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ:

سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تو اگر مسلمانوں کے عیب

سَمِعْتَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ:

تلاش کرے گا تو ان کو خراب کر دے گا یا قریب ہے کہ تو

إِنَّكَ إِنْ اتَّبَعْتَ عَوْرَاتِ الْمُسْلِمِينَ أَفْسَدْتَهُمْ، أَوْ

كَذَبْتَ أَنْ تُفْسِدَهُمْ. حَدِيثٌ صَحِيحٌ، رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ. ان کو خراب کر دے۔ یہ حدیث صحیح ہے اسے ابوداؤد نے اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی النهی عن التجسس، جلد 4، صفحہ 423، رقم 4890 السنن الکبریٰ للبیہقی، باب ماجاء فی النهی عن التجسس، جلد 8، صفحہ 333، رقم 18078 صحیح ابن، باب الغیبة، جلد 13، صفحہ 72، رقم 5760 مسند الشامیین للطبرانی حدیث ثور عن راشد بن سعد المقرئ، جلد 1، ص 272، رقم 473 کنز العمال للمتقی، آداب الامارة، جلد 5، صفحہ 943، رقم 14356)

شرح حدیث: حکیم الأُمّت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ اس فرمان عالی میں خطاب خصوصی طور پر جناب معاویہ سے ہے کیونکہ آئندہ یہ سلطان بننے والے تھے تو اس غیوب داں محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی ان کو طریقہ سلطنت کی تعلیم فرمادی کہ تم بادشاہ بن کر لوگوں کے خفیہ عیوب نہ ڈھونڈھا کر نادر گزار اور حتی الامکان عفو و کرم سے کام لینا اور ہو سکتا ہے کہ روئے سخن سب سے ہو کہ باپ اپنی جوان اولاد کو، خاوند اپنی بیوی کو، آقا اپنے ماتحتوں کو ہمیشہ شک کی نگاہ سے نہ دیکھے۔ بدگمانیوں نے گھر بلکہ بستیاں بلکہ ملک اجاڑ ڈالے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: **إِنَّ بَعْضَ الظُّلْمِ إِثْمٌ** اور فرماتا ہے: **وَلَا تَجَسَّسُوا** ہم اپنے عیب ڈھونڈیں اور لوگوں کی خوبیاں تلاش کریں۔ خیال رہے کہ یہاں بلا وجہ کی بدگمانیوں سے ممانعت ہے ورنہ مشکوک اور بد معاش لوگوں کی نگرانی کرنا سلطان کے لیے ضروری ہے، جاسوسی کا محکمہ ملک رانی کے لیے لازم ہے۔ (میزان المناجیح، ج 5 ص ۶۰۷)

(1577) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: **أَنَّ أُمَّ بَرِّجَةَ قَبِيلَ لَه: هَذَا فَلَانٌ تَقَطَّرَ لِحَيْتُهُ خَمْرًا، فَقَالَ: إِنَّا قَدْ مُهِينَا عَنِ التَّجَسُّسِ، وَلَكِنْ إِنْ يَظْهَرُ لَنَا شَيْءٌ، نَأْخُذُ بِهِ. حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ عَلَى شَرْطِ الْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ.**

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ کے پاس ایک آدمی لایا گیا یہ فلاں ہے اس کی داڑھی سے شراب کے قطرے گر رہے ہیں فرمایا ہمیں جاسوسی سے منع کیا گیا ہے لیکن اگر ہمارے لیے کچھ ظاہر ہو تو ہم اس پر گرفت کریں گے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے اسے ابوداؤد نے شرط بخاری کے مطابق سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (مصنف ابن ابی شیبہ، باب فی الستر علی الرجل و عون الرجل لافیه، جلد 9، ص 86، رقم 27100 المعجم الکبیر للطبرانی، حدیث عبداللہ بن مسعود، جلد 9، صفحہ 350، رقم 9741 سنن ابوداؤد، باب النهی عن التجسس، جلد 4، صفحہ 423، رقم 4892 مصنف عبدالرزاق، باب التجسس، جلد 10، صفحہ 232، رقم 18945)

شرح حدیث: بھائی بھائی بن جاؤ

بدگمانی تجسس کی طرف بلاتی ہے اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَجَسُّسُوا وَلَا تَقَاطَعُوا وَلَا تَدَابِرُوا وَكُونُوا عِبَادَ اللَّهِ إِخْوَانًا۔

ایک دوسرے کی جاسوسی نہ کرو نہ ایک دوسرے سے قطع تعلق کرو اور نہ ہی ایک دوسرے سے پیٹھ پھیرو اور اے اللہ

کے بندو! بھائی بھائی بن جاؤ۔ (صحیح مسلم جلد ۳ ص ۳۱۵ کتاب البر والصلة)

دوسروں کی خبریں معلوم کرنا اور آنکھوں سے دوسروں کو جھانکنا تجسس کہلاتا ہے جبکہ پردہ پوشی اور دوسروں کے عیب

سے اپنے آپ کو علم اور غافل رکھنا دیندار لوگوں کا شیوہ ہے اور بڑی بات پر پردہ ڈالنے اور اچھی بات کو ظاہر کرنے کے

سلسلے میں یہ بات کافی ہے کہ دعائیں ان الفاظ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی صفت بیان کی جاتی ہے۔ کہا جاتا ہے:

يَا مَنْ أَظْهَرَ الْجَبِيلَ وَ سَتَرَ الْقَبِيحَ۔

اے وہ! جو اچھی بات کو ظاہر کرتا اور بری بات پر پردہ ڈالتا ہے۔

اور وہ شخص اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی صفات سے متصف ہو جب وہ رب ہونے کے باوجود

عیبوں پر پردہ ڈالنے والا، گناہوں کو بخشنے والا ہے بندوں سے درگزر کرتا ہے تو تم کیسے اس شخص سے درگزر نہیں کرتے جو

تمہاری مثل یا تم سے بلند مرتبے والا ہے؟ اور ہرگز تمہارا بندہ یا مخلوق نہیں۔ (فیضانِ احیاء العلوم ص ۲۸۶)

129 بَابُ النَّهْيِ عَنِ سُوءِ الظَّنِّ

بلا ضرورت مسلمانوں کے متعلق

بدگمانی سے ممانعت

بِالْمُسْلِمِينَ مِنْ غَيْرِ ضَرُورَةٍ

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے ایمان والو! بہت

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا

گمانوں سے بچو بیشک کوئی گمان گناہ ہو جاتا ہے۔

كَثِيرًا مِمَّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ) (الحجرات:

(12)

شرح: حضرت صدرالفاضل سپید نامولینا محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی خزائن العرفان میں اس کے

تحت لکھتے ہیں:

مسئلہ: مومن صالح کے ساتھ بُرا گمان ممنوع ہے، اسی طرح اس کا کوئی کلام سن کر فاسد معنی مراد لینا باوجود یہ کہ اس

کے دوسرے صحیح معنی موجود ہوں اور مسلمان کا حال ان کے موافق ہو، یہ بھی گمانِ بد میں داخل ہے۔ سفیان ثوری رضی اللہ

تعالیٰ عنہ نے فرمایا گمان دو طرح کا ہے، ایک وہ کہ دل میں آئے اور زبان سے بھی کہہ دیا جائے، یہ اگر مسلمان پر بدی کے

ساتھ ہے گناہ ہے، دوسرا یہ کہ دل میں آئے اور زبان سے نہ کہا جائے، یہ اگرچہ گناہ نہیں مگر اس سے بھی دل خالی کرنا ضرور

ہے۔

مسئلہ: گمان کی کئی قسمیں ہیں، ایک واجب ہے وہ اللہ کے ساتھ اچھا گمان رکھنا ایک مستحب وہ مومن صالح کے ساتھ

نیک گمان ایک ممنوع حرام وہ اللہ کے ساتھ بُرا گمان کرنا اور مومن کے ساتھ بُرا گمان کرنا ایک جائز وہ فاسق معین کے ساتھ

ایسا گمان کرنا جیسے افعال اس سے ظہور میں آتے ہوں۔ (خزانة العرفان)

(1578) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ

رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ، فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

شرح حدیث: تین حصلتیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے آپ کو گمان سے بچاؤ یقیناً گمان سب سے بری بات ہے۔ (متفق علیہ)

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلاث لم تسلم منها هذا الامة الحسد و الظن والطيرة الا انبئكم بالخبر منها اذا ظننت فلا تحقق واذا حسدت فلا تبغ واذا تطيرت فامض، رواه رسته في كتاب الایمان عن الامام الحسن البصرى مرسلا ووصله ابن عدى عن ابى هريرة رضى الله تعالى عنه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم بلفظ اذا حسدتم فلا تبغوا واذا ظننتم فلا تحققوا واذا تطيرتم فامضوا وعلى الله فتوكلوا ۲۔

تین حصلتیں اس امت سے نہ جھوٹیں گی، حسد، بدگمانی اور بدشگونی، کیا میں تمہیں ان کا علاج نہ بتا دوں، بدگمانی آئے تو اس پر کار بند نہ ہو اور حسد آئے تو محسود پر زیادتی نہ کرو اور بدشگونی کے باعث کے سے کام رک نہ رہو (اس حدیث کو رستہ نے کتاب الایمان میں امام حسن بصری سے بے ذکر صحابہ سے روایت اور ابن عدی نے متصل ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہارے دل میں حسد آئے تو زیادتی نہ کرو اور بدگمانی آئے تو اسے جمانہ دو اور بدشگونی آئے تو روکو نہیں اور اللہ ہی پر بھروسہ کرو۔ ت)

(۱۔ کنز العمال بحوالہ رستہ فی کتاب الایمان حدیث ۷۸۹/۲۳۷۳ مؤسسة الرسالة بیروت ۱۶/۲۸۵۲) (۲۔ کنز العمال بحوالہ عدی عن ابی ہریرہ حدیث ۷۲۲۱ مؤسسة الرسالة بیروت ۳/۴۶۱)

130- بَابُ تَحْرِيمِ احْتِقَارِ الْمُسْلِمِينَ

مسلمانوں کی تحقیر حرام ہے

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے اہل ایمان ایک قوم دوسری سے مذاق نہ کرے ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتوں سے عورتیں مذاق کریں۔ قریب ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور تم اپنے نفسوں طعنہ مت دو اور ایک دوسرے کو برے لقب سے نہ پکارو ایمان کے بعد میرے نام فسق ہیں اور جس نے توبہ نہ کی تو ایسے لوگ

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْخَرُوا قَوْمًا مِّنْ قَوْمٍ عَسَىٰ أَنْ يَكُونُوا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاءً مِّنْ نِّسَاءٍ عَسَىٰ أَنْ يَكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوا أَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ بِئْسَ الْأَسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ) (الحجرات: 11)

ہی ظالم ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: خرابی ہے اس کے لئے جو لوگوں کے منہ پر عیب کرے پیٹھ پیچھے بدی کرے۔

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّهْمَزَةٍ) (الهمزة: 1).

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی آدمی کا اتنا برا ہونا کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر جانے۔ (مسلم) یہ حدیث تفصیل سے پیچھے گزر چکی ہے۔

(1579) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «يَحْسِبُ أَمْرِي مِنَ الشَّرِّ أَنْ يَحْقِرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ، وَقَدْ سَبَقَ قَرِيبًا بِطَوِيلِهِ.

شرح حدیث: تکبر کسے کہتے ہیں

اپنے سے کسی کو حقیر جاننا تکبر کہلاتا ہے، تکبر ایک تو خود حرام ہے مزید اس کی وجہ سے غیبت کا گناہ بھی سرزد ہوتا ہے۔ مغرور آدمی جس کو حقیر جانتا ہے اُس کی ہنسی اڑاتا ہے اللہ عزَّ وَّجَلَّ پارہ 26 سورۃ الحجرات آیت نمبر 11 میں فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرُوا قَوْمٍ مِّنْ قَوْمٍ عَسَىٰ أَنْ يَكُونَ خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاءً مِّنْ نِّسَاءِ عَسَىٰ أَنْ يَكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۗ (پ 26 الحجرات 11)

ترجمہ کنز الایمان: اے ایمان والو! نہ مردوں سے ہنسیں، عجب نہیں کہ وہ ان ہنسنے والوں سے بہتر ہوں اور نہ عورتوں سے، دور نہیں کہ وہ ان ہنسنے والیوں سے بہتر ہوں۔

کسی کو حقارت سے مت دیکھو

حضرت سیّدنا امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ شافعی علیہ رحمۃ اللہ القوی اس آیت کے تحت فرماتے ہیں: بخیر یہ سے مراد یہ ہے کہ جس کی ہنسی اڑائی جائے، اُس کی طرف حقارت سے دیکھنا۔ اس حکم خداوندی عزَّ وَّجَلَّ کا مقصد یہ ہے کہ کسی کو حقیر نہ سمجھو، ہو سکتا ہے وہ اللہ عزَّ وَّجَلَّ کے نزدیک تم سے بہتر، افضل اور زیادہ مقرب ہو۔ چنانچہ سرکار ابد قرار، شافع روز شمار، باذن پروردگار دو عالم کے مالک و مختار عزَّ وَّجَلَّ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان خوشبودار ہے: کتنے ہی پریشان حال، پراگندہ بالوں اور پھٹے پرانے کپڑوں والے ایسے ہیں کہ جن کی کوئی پرواہ نہیں کرتا لیکن اگر وہ اللہ عزَّ وَّجَلَّ پر کسی بات کی قسم کھالیں تو وہ ضرور اپنے پورا فرمادے۔ (سنن ترمذی ج 5 ص 59 حدیث 3880)

(1580) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنْ كِبْرٍ» فَقَالَ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ آدمی جنت میں داخل نہ ہو گا جس کے دل میں ذرہ برابر تکبر ہے تو ایک آدمی نے

رَجُلٌ: إِنَّ الرَّجُلَ يُحِبُّ أَنْ يَكُونَ ثَوْبُهُ حَسَنًا،
وَنَعْلُهُ حَسَنَةً، فَقَالَ: "إِنَّ اللَّهَ جَمِيلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ"
الْكِبْرُ: بَطْرُ الْحَقِّ، وَغَمَطُ النَّاسِ" - رَوَاهُ مُسْلِمٌ -
کہا کہ آدمی اپنے کپڑے اپنے جوتے اچھا ہونا پسند کرتا
ہے۔ تو آپ نے فرمایا: اللہ جمال والا ہے جمال کو پسند
فرماتا ہے۔ (مسلم)

وَمَعْنَى "بَطْرُ الْحَقِّ دَفْعُهُ" وَغَمَطُهُمْ:
إِحْتِقَارُهُمْ، وَقَدْ سَبَقَ بَيَانُهُ أَوْضَحَ مِنْ هَذَا فِي
بَابِ الْكِبْرِ -
بطر الحق حق کو ٹالنا۔ غمطہم ان کو حقیر جاننا۔
اس کا بیان اس سے واضح تر باب الکبر میں گزرا ہے۔

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی جس کے دل میں رائی برابر نور ایمانی ہو وہ ہمیشہ رہنے کے لیے دوزخ میں نہیں جاوے گا لہذا حدیث واضح
ہے۔ ایمان سے مراد نتیجہ ایمان ہے اور آگ میں جانے سے مراد ہیشتگی کے لیے جانا ہے، ایمان میں زیادتی کمی ناممکن ہے
نور ایمان میں ممکن ہے۔

اس فرمان عالی کے چند معنی ہو سکتے ہیں: ایک یہ کہ دنیا میں جس کے دل میں رائی برابر کفر ہو وہ جنت میں ہرگز نہ
جاوے گا۔ کبر سے مراد اللہ ورسول کے سامنے غرور کرنا یہ کفر ہے۔ دوسرے یہ کہ دنیا میں جس کے دل میں رائی کے برابر
غرور ہوگا وہ جنت میں اولاً نہ جائے گا۔ تیسرے یہ کہ جس کے دل میں رائی برابر غرور ہوگا وہ غرور لے کر جنت میں نہ جائے گا
پہلے رب تعالیٰ اس کے دل سے تکبر دور کر دے گا پھر اسے جنت میں داخل فرمائے گا، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَنَزَعْنَا مَا فِي
صُدُورِهِمْ مِنْ غَلٍ إِخْوَانًا عَلَى سُرُرٍ مُتَقَابِلِينَ - (میزان التاج، ج ۲ ص ۹۲۸)

(1581) وَعَنْ جُنْدُبِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:
"قَالَ رَجُلٌ: وَاللَّهِ لَا يَغْفِرُ اللَّهُ لِفُلَانٍ، فَقَالَ اللَّهُ:
عَزَّ وَجَلَّ -: مَنْ ذَا الَّذِي يَتَأَلَّى عَلَيَّ أَنْ لَا أَغْفِرَ
لِفُلَانٍ! فَإِنِّي قَدْ غَفَرْتُ لَهُ، وَاحْبَبْتُكَ عَمَلَكَ"
حضرت جندب بن عبد اللہ سے روایت ہے
کہ رسول اللہ نے فرمایا: ایک آدمی نے کہا کہ اللہ کی
قسم اللہ فلاں کو نہیں بخشے گا تو اللہ عزوجل نے فرمایا: کون
ہے جو مجھ پر قسم اٹھاتا ہے کہ فلاں کو نہ بخشوں گا میں نے
اس کو بخش دیا اور تیرے اعمال کو برباد کر دیا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب النہی عن تقنیط، جلد 8، ص 36، رقم 6847 الا دیاب للبیہقی، باب النہی عن
الاعجاب بنفسه والازہراء بغیره، ص 168، رقم 284 المعجم الکبیر للطبرانی، حدیث جندب بن عبد اللہ بن سفیان، جلد 2، ص
165، رقم 1679 مسند ابی یعلیٰ، مسند جندب بن عبد اللہ، جلد 1، صفحہ 299، رقم 1529 مشکوٰۃ المصابیح، باب الاستغفار و
التوبہ، جلد 2، ص 26، رقم 2334)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

جندب حضرت ابوذر غفاری کا نام بھی ہے جو مشہور صحابی ہیں اور دوسرے صحابہ کا بھی، یہاں غالباً دوسرے کوئی صحابی مراد ہیں کیونکہ محدثین حضرت ابوذر کو جندب کے نام سے بیان نہیں کیا کرتے اور ہو سکتا ہے کہ ابوذر غفاری ہی مراد ہوں، مرقات نے دوسری توجیہ کو ترجیح دی۔

اس لیے نہ بخشے گا کہ اس نے گناہ بہت ہی بڑا کیا یا اس لیے کہ اس نے مجھ پر زیادتی کی ہے اور میں بڑا مقبول خدا ہوں، مجھ پر ظلم کرنا لائق بخشش نہیں۔ پہلی صورت میں یہ کلام صرف غیبت ہے دوسری صورت میں غیبت بھی ہے اور اپنی شیخی بھی۔

يَسْأَلُ تَأَنٍّ سے بنا بمعنی قسم کھانا اسی سے ایلاء ہے، یہ دونوں شخص مصر کے باشندے تھے پہلا فاسق تھا اور دوسرا متقی مگر اپنے کو گنہگار جانتا تھا اور یہ عابد اپنے زہد و تقویٰ پر نازاں تھا۔ (از اشعہ) اس بارگاہ بے نیاز میں کسی کو ناز کرنے کا حق ہی نہیں وہاں نیاز دیکھا جاتا ہے۔ شعر

او گنہگاریاں عجز و کھاؤں قرب حضوری پاؤں
عملاں والیاں ناز و کھاؤں دور نکالیاں جاؤں

یعنی اس شخص کی شیخی کی وجہ سے میری غیرت کا دریا جوش میں آ گیا اس فاسق کو میں نے نیک بننے کی توفیق دے دی جس سے اس کے سارے گناہ بخشے گئے اور اس متکبر زاہد کی توفیق سلب کر لی جس سے یہ کافر ہو کر مرا اور اس کی تمام نیکیاں ضبط ہو گئیں۔ اس شرح کی بناء پر حدیث بالکل واضح ہو گئی نہ آیات قرآنیہ کے خلاف رہی نہ دیگر احادیث کے۔ ضبطی عمل کفر سے ہوتی ہے نہ کہ معمولی گناہ سے۔ مرقات نے فرمایا کہ یہاں زاہد کے عمل ضبط ہونے سے مراد اس کی اس قسم کا جھوٹا کر دینا ہے کہ فاسق کو بخش دیا زاہد کی قسم کو جھوٹا کر دیا اس صورت میں بھی یہ حدیث مذہب اہلسنت کے خلاف نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ کوئی شخص کسی کے انجام کے متعلق اپنی رائے سے فیصلہ نہیں کر سکتا کہ فلاں جنتی ہے فلاں دوزخی، اللہ تعالیٰ انجام بخیر کرے۔ آمین! ہر شخص ڈرتا رہے۔ شعر

بھریا اس کا جائیے جس کا توڑ چڑھے

پانی بھریں پہاڑیاں رنگ برنگے گھڑے

(بڑاۃ البنائج، ج ۳ ص ۵۵۸)

مسلمان کی مصیبت پر خوشی کے

131- بَابُ النَّهْيِ عَنِ إِظْهَارِ

اظہار کی ممانعت

الشَّمَاتَةِ بِالْمُسْلِمِ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مسلمان مسلمان بھائی ہیں۔

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ)

(الحجرات: 10)

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ لوگ جو چاہتے ہیں کہ

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ

مسلمانوں میں برا چرچا پھیلے ان کے لئے دردناک

الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي

الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ (النور: 19)

عذاب ہے دنیا اور آخرت میں۔

(1582) وَعَنْ وَائِلَةَ بِنِ الْأَسْقَعِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تُظْهِرِ الشَّيْءَ لِأَخِيكَ فَيُزَحِّمَهُ اللَّهُ وَيَبْتَلِيكَ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ".

حضرت وائلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے کسی بھائی کی مصیبت پر خوشی نہ ظاہر کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ اس پر اللہ رحم کر دے اور تجھ کو اس مصیبت میں مبتلا کر دے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

وَفِي الْبَابِ حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ السَّابِقِ فِي بَابِ التَّجَسُّسِ: "كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ... (الحديث).

اور اس باب میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت پیچھے تجسس کے باب میں گزر چکی ہے کہ مسلمان کی ہر چیز دوسرے مسلمان پر حرام ہے آخر حدیث تک۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، کتاب صفة القيامة، جلد 4، صفحہ 622، رقم 2506 مسند الشاميين للطبراني، حدیث مکحول عن وائلہ بن الاسقع، جلد 4، ص 305، رقم 3379 جمع الجوامع للسيوطی، حرف اللام، جلد 6، صفحہ 218، رقم 16634) شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

وائیلہ ابن اسقع لیثی صحابی ہیں، جب حضور انور غزوہ تبوک کے لیے جا رہے تھے تو آپ ایمان لائے، تین سال حضور کی خدمت میں رہے، اصحاب صفہ سے تھے ایک سو برس عمر پائی بیت المقدس میں وفات ہوئی۔ (مرقات) آپ مشہور صحابی ہیں۔

یعنی کسی مسلمان کو دینی یا دنیاوی آفت میں مبتلا دیکھ کر اس پر خوشی میں طعن نہ کرو بعض دفعہ خوشی میں بھی کسی پر لا حول پڑھی جاتی ہے۔ شیخ سعدی فرماتے ہیں۔ شعر

مگواندوہ خویش پیش کساں
کہ لا حول گویند شادی کناں

اگر ملامت کرنا اس کی فہمائش کے لیے ہو تب جائز ہے جب کہ اس طریقہ سے اس کی اصلاح ہو سکے غرضکہ ملامت کی مختلف صورتیں ہیں۔

یہ ہے مسلمان کی آفت پر خوشی منانے کا انجام کہ خوشی منانے والا خود گرفتار ہو جاتا ہے بارہا کا آزمودہ ہے ہمیشہ خدا سے خوف کرنا چاہیے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۶ ص ۶۸۹)

132- تَابُ تَحْرِيمِ الطَّعْنِ فِي الْأَنْسَابِ

ظاہر شرع کے لحاظ سے جو نسب

الثَّابِتَةِ فِي ظَاهِرِ الشَّرْعِ

ثابت ہیں ان پر اعتراض حرام ہے

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور جو ایمان والے مردوں

وَالْمُؤْمِنَاتِ بَعْدَ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدِ احْتَمَلُوا
بُهْتَانًا وَاثْمًا مُبِينًا (الأحزاب: 58)

اور عورتوں کو بے کئے ستاتے ہیں انہوں نے بہتان اور
گھلا گناہ اپنے سر لیا۔

(1583) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:
"الْفِتْنَانِ فِي النَّاسِ هُمَا يَهُمُ كُفْرُ: الظُّعْنُ فِي
النَّسَبِ، وَالْيَأْسَاحَةُ عَلَى الْمَيْتِ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول
اللہ ﷺ نے فرمایا: دو فعل لوگوں میں ان کے کفر کی وجہ
سے پائے جاتے ہیں نسب میں طعنہ زنی کرنا اور میت پر
بین کرنا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب اطلاق اسم الکفر علی الطعن فی النسب، جلد 1، صفحہ 58، رقم 236 مسند امام
احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ، جلد 2، صفحہ 496، رقم 10438 مستخرج ابی عوانہ، بیان المعاصی العی اذا قالها
الرجل و عمها کان کفرا، جلد 1، ص 36، رقم 51 الاداب للبیہقی، باب کراهیة التفافر بالأحساب، صفحہ 202، رقم 340 معرفة
الصحابہ لابن نعیم، من اسمہ جندب، جلد 5، صفحہ 142، رقم 1560)

شرح حدیث: امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم ط

قال ربنا تبارک وتعالی یا ایہا الناس انا خلقنکم من ذکر واثی وجلعنکم شعوبا و قبائل
التعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقکم ان اللہ علیم خبیر

ہمارا رب تبارک وتعالی فرماتا ہے: اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا پھر تمہیں
شاخیں اور قبیلے کیا کہ آپس میں پہچان رکھو، بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ جو تم میں زیادہ
پرہیزگار ہے۔ بے شک اللہ جاننے والا خبردار ہے (القرآن الکریم ۴۹/۱۳)

اراد اللہ سبحنہ وتعالی رد ما کانت علیہ الجاہلیۃ من التفاخر بالاباء والطعن فی الانساب
وتعلی النسب علی غیرہ من الناس حتی کانہ عبدلہ اواذل، وکان بدء ہذہ النزعة اللثیبة
من الذلیل الخسیس عدو اللہ ابلیس اذ قال انا خیر منہ خلقتنی نار و خلقتہ من طین

(القرآن الکریم ۷/۱۲ و ۳۸/۲۶)

فرد اللہ سبحنہ وتعالی علیہم بان اباکم واحد وامکم واحدة فانه تعالی خلقکم من نفس
واحدة و وخلق منها زوجها و بیث منها رجالا کثیرا و نساء فبا منکم من احد الا و هو یدلی
ببثل ما یدلی بہ الاخر سواء بسواء، فلا مساغ للتفاضل فی النسب و التفاخر بالامروالاب،
واما ما رتبنا کم علی اجیال تحتها شعوب تحتها قبائل فانبا ذالک لتعارفوا فتصلوا
ارحامکم ولا ینتی احد الی غیر ابیہ، لالان تتفاخروا و یزدری بعضکم بعضا نعم ان اردتم

التفاضل فالفضل عندنا بالتقوى فكما زاد الانسان تقوى زاد كرامته عند ربه تبارك وتعالى، فاكرمكم عندنا ممن كان اتقى لامن كان انساب - ان الله عليم بكرم النفوس وتقواها مخبر بهم النفوس في هواها - (القرآن الكريم ۱/۴)

(ترجمہ رضویہ) اللہ تعالیٰ کی مراد اس طور کا رو ہے جس پر اہل جاہلیت چلتے تھے کہ باپ دادا پر فخر کرتے اور دوسروں کے نسب پر طعنہ زن ہوتے اور نسب کی وجہ سے آدمی دوسرے آدمی پر ایسی تعالیٰ کرتا گویا کہ وہ اس کا غلام بلکہ اس سے بھی زیادہ خوار ہے، اور اس ذلیل طریقہ کی ابتداء ذلیل خسیس ابلیس سے ہوئی جس نے کہا تھا کہ اے رب! میں آدم سے بہتر ہوں تو نے مجھے آگ سے بنایا اور آدم (علی نبینا وعلیہ السلام) کو مٹی سے بنایا، تو اللہ نے ان کا یوں رد فرمایا کہ تمہارا باپ ایک ہے اور تمہاری ایک ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اس سے اس کی بیوی کو بنایا اور ان دونوں سے بہت سارے مرد اور عورتیں پھیلا دئے تو تم میں ہر ایک اپنی اصل سے وہی اتصال رکھتا ہے جو دوسرا رکھتا ہے تو نسب میں ایک کو دوسرے پر فضیلت کی راہ نہیں اور ماں باپ سے ایک دوسرے پر فخر کی مجال نہیں رہا یہ کہ ہم نے تمہیں اصول پر مرتب کیا جن کے نیچے ان کی شاخیں ہیں اور ان کے نیچے قبیلے ہیں تو یہ محض اس لئے کہ آپس میں پہچان رکھو تو اپنے قریبی عزیزوں سے ملو اور کوئی باپ کے سوا اور کی طرف منسوب نہ ہونہ اس لئے کہ تم نسب پر گھمنڈ کرو، اور ایک دوسرے کو حقیر جانے، ہاں اگر فضیلت چاہو تو فضیلت ہمارے یہاں تقویٰ (پرہیزگاری سے ہے تو جب انسان پرہیزگاری میں بڑھے اپنے رب کے یہاں عزت میں بڑھے۔ تو ہمارے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے نہ کہ وہ جو بڑے نسب والا ہے بے شک اللہ تعالیٰ نفوس کی عزت اور ان کی پرہیزگاری کو جانتا ہے اور نفوس کی اپنی خواہش میں کوشش سے خبردار ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۲۸، ص ۴۹۳)

133 باب النہی عن الغیث والخذاع

دھوکہ دینے اور کھوٹ سے ممانعت کا بیان

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور جو ایمان والے مردوں اور عورتوں کو بے کئے ستاتے ہیں انہوں نے بہتان اور گھلا گناہ اپنے سر لیا۔

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدِ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِينًا) (الأحزاب: 58).

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ہم پر اسلحہ اٹھایا وہ ہم میں سے نہیں اور جس نے ہم کو دھوکہ دیا وہ ہم میں سے نہیں۔ (مسلم)

(1584) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السِّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا، وَمَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

وَفِي رِوَايَةٍ لَهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مَرَّ عَلَى صُبْرَةٍ طَعَامٍ فَأَدْخَلَ يَدَهُ فِيهَا فَتَأَلَّتْ أَصَابِعُهُ بَلَلًا، فَقَالَ: «مَا هَذَا يَا صَاحِبَ الطَّعَامِ؟» قَالَ: «أَصَابَتْهُ السَّمَاءُ يَا رَسُولَ اللَّهِ.» قَالَ: «أَفَلَا جَعَلْتَهُ فَوْقَ الطَّعَامِ حَتَّى يَرَاهُ النَّاسُ! مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا.»

ان ہی سے ایک روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اناج کے ڈھیر پر سے گزرے تو آپ نے اپنا ہاتھ اس میں ڈالا آپ کی انگلیوں کو نمی محسوس ہوئی فرمایا: اے اناج والے یہ کیا ہے؟ اس نے عرض کی: یا رسول اللہ (ﷺ)! یہ بارش کی وجہ سے نمی ہے آپ نے فرمایا: تو نے اس کو اناج کے اوپر کیوں نہیں ڈالاتا کہ لوگوں کو پتا چل جاتا، جس نے ہم کو دھوکہ دیا وہ ہم میں سے نہیں۔

(مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب الكشف عن معایب رواة الحدیث ونقله الاخبار، جلد 1، ص 17، رقم 75 الادب المفرد للبغاری، باب من رمی باللیل، صفحہ 436، رقم 1280 سنن ابن ماجہ، باب من شهر السلاح جلد 2، صفحہ 860، رقم 2575 سنن السنائی، باب من شهر سيفه ثم وضعه في الناس، جلد 2، ص 311، رقم 3563 صحیح ابن، باب طاعة الاممة، جلد 10، صفحہ 448، رقم 4588)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ہم سے مراد امت رسول اللہ ہے، یہ حضور کا کرم کریمانہ ہے کہ مسلمانوں میں اپنے کو شامل فرمایا علینا جمع ارشاد فرما رہے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم اور ہتھیار اٹھانے سے مراد مطلقاً اٹھانا ہے خواہ ظلماً قتل کے لیے خواہ مذاق دل لگی کے طور پر۔ یعنی ہماری جماعت سے نہیں یا ہمارے اہل طریقہ و اہل سنت سے نہیں لہذا اس سے کفر مراد نہیں۔

ملاوٹ سے مراد ہے یا چیز کا عیب چھپا کر فروخت کر دینا یا اصل میں نقل ملادینا غرضکہ ہر کاروباری دھوکہ مراد ہے۔ اور غشنا میں ضمیر متکلم سے مراد سارے مسلمان ہیں اہل عرب یا اہل مدینہ یعنی جس نے مسلمانوں کو یا اہل عرب کو اہل مدینہ کو دھوکہ دیا وہ ہماری جماعت سے نہیں، ترمذی اور احمد نے حضرت عثمان سے روایت کی من غش العرب لم یدخل فی شفاعتی ولم تنله مؤدق جس نے عرب کو دھوکہ دیا وہ میری شفاعت نہ پائے گا اور اسے میری محبت نہ پہنچے گی۔

(بزاز المناجیح، ج 5 ص ۳۲۹)

(1585) وَعَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

ان ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا:

دھوکہ دینے کے لیے بولی نہ بڑھاؤ۔ (متفق علیہ)

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا تَنَاجَشُوا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.»

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب النهی للمبائع أن لا یحفل الابل والبقر والغنم، جلد 2، ص 755، رقم 2043 صحیح مسلم، باب تحریم الخطبة، علی خطبة حتی یأذن أو یتبرک، جلد 4، صفحہ 138، رقم 3525 السنن الکبریٰ للبیہقی، باب النهی عن النجش، جلد 5، صفحہ 343، رقم 11199 المتعلی لابن جارود، کتاب النکاح، جلد 1، صفحہ 170، رقم 677 سنن ابوداؤد، باب

شرح حدیث: دھوکے سے قیمت میں زیادتی کرنا

صدر الشریعہ، بدرالطریقہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: نجش مکروہ ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منع فرمایا۔ نجش یہ ہے کہ بیع کی قیمت بڑھائے اور خود خریدنے کا ارادہ نہ رکھتا ہو اس سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ دوسرے گاہک کو رغبت پیدا ہو اور قیمت سے زیادہ دے کر خرید لے اور یہ حقیقت خریدار کو دھوکا دینا ہے جیسا کہ بعض دکانداروں کے یہاں اس قسم کے آدمی لگے رہتے ہیں گاہک کو دیکھ کر چیز کے خریدار بن کر دام بڑھا دیا کرتے ہیں اور ان کی اس حرکت سے گاہک دھوکا کھا جاتے ہیں۔ گاہک کے سامنے بیع کی تعریف کرنا اور اس کے ایسے اوصاف بیان کرنا جو نہ ہوں تاکہ خریدار دھوکا کھا جائے یہ بھی نجش ہے۔ (بہار شریعت، ج ۲، حصہ ۱۱، ص ۴۳-۴۴)

(1586) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، نَهَى عَنِ النَّجْشِ. **حضرت ابن عمر** سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دھوکے کے لیے بولی بڑھانے سے منع کیا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما یکرہ من التناجش، جلد 6، صفحہ 2554، رقم 6562 صحیح مسلم، باب تحریم بیع الرجل علی بیع اخیہ و سومہ علی سومہ، جلد 5، صفحہ 5، رقم 3893 السنن الکبریٰ للبیہقی، باب النہی عن النجش، جلد 5، صفحہ 343، رقم 11198 مؤطا امام مالک، باب ما ینہی عنہ من المساومۃ، جلد 2، صفحہ 684، رقم 1367 سنن ابن ماجہ، باب ما جاء فی النہی عن النجش، جلد 2، صفحہ 734، رقم 2173)

شرح حدیث: مکر و فریب اور دھوکا دینا

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ

ترجمہ کنز الایمان: اور بُرا دواؤں (فریب) اپنے چلنے والے پر ہی پڑتا ہے۔ (پ 22، فاطر: 43)

حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم، شفیع معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عبرت نشان ہے: جس نے ہم سے دھوکا کیا وہ ہم میں سے نہیں اور مکر اور دھوکا جہنم میں ہے۔

(المعجم الکبیر، الحدیث: ۱۰۲۳۳، ج ۱۰، ص ۱۳۸)

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مرسل مروی ہے کہ حضور پاک، صاحب لولاک، سیارح افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے: مکر، دھوکا اور حیانت جہنم میں ہے۔

(المستدرک، کتاب الاحوال، باب تمسخر ہذہ الامۃ علی۔۔۔۔۔ الخ، الحدیث: ۸۸۴۱، ج ۵، ص ۸۳۳)

حضور نبی کریم، رؤوف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عبرت نشان ہے: دھوکے باز جنت میں داخل نہ ہوگا

اور نہ ہی بخمیل اور احسان جتنا نے والا۔ (المسند للإمام احمد بن حنبل، مسند ابی بکر الصديق، الحدیث: ۳۲، ج ۱، ص ۲۷)

شہنشاہ خوش خصال، پیکرِ حسن و جمال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: مؤمن سیدھا سادہ، کرم

کرنے والا جبکہ فاسق مکار، کمینہ ہے۔ (جامع الترمذی، ابواب البر والصلة، باب ما جاء فی الخمل، الحدیث: ۱۹۶۳، ص ۱۸۴۹)

ان ہی سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے ذکر کیا کہ اس کو بیع میں دھوکہ ہو جاتا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کے ساتھ تو بیع کرے اس سے کہہ دے کہ دھوکہ نہیں ہونا چاہیے۔ خلافت: خاء معجم مکسورہ اور باء موحدہ کے ساتھ اس کا مطلب ہے: خراب کیا۔ (متفق علیہ)

(1587) وَعَنْهُ قَالَ: ذَكَرَ رَجُلٌ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَّهُ يُخَدَّعُ فِي الْبَيْعِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ بَايَعْتَ، فَقُلْ: لَا خِلَافَةَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.»
الْخِلَافَةُ بِخَاءٍ مُعْجَمَةٍ مَكْسُورَةٍ وَبَاءٍ مُوَحَّدَةٍ، وَهِيَ: الْخَدِيعَةُ.

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما یکرہ من الخداع فی البیع، جلد 2، صفحہ 745، رقم 2011 صحیح مسلم، باب من یخدع فی البیع، جلد 5، صفحہ 11، رقم 3939 السنن الکبریٰ للبیہقی، باب الدلیل علی ان لا یجوز شرط الخیار فی البیع، جلد 5، صفحہ 273، رقم 10763 المنطقی لابن الجارود، باب فی التجارات، جلد 1، صفحہ 146، رقم 567 موطاء امام مالک، باب جامع البیوع، جلد 2، صفحہ 685، رقم 1368)

شرح حدیث: سفر کا ارادہ ہے یا گوشت کھانے کا؟

حضرت سیدنا ابوسباع رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سیدنا واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر سے ایک اونٹنی خریدی، جب میں اسے لے کر نکلا تو حضرت سیدنا واثلہ مجھے ملے جبکہ وہ اپنا تہہ بند گھسیٹ رہے تھے اور دریافت فرمایا: آپ اسے خریدنا چاہتے ہیں؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ تو انہوں نے کہا: کیا آپ کو اس کے (عیب کے) بارے میں وضاحت کر دی گئی ہے؟ میں نے کہا: اس میں کیا عیب ہو سکتا ہے، بے شک یہ ظاہر اموٹی تازی صحت مند ہے۔ آپ نے دریافت فرمایا: آپ کا اس سے سفر کا ارادہ ہے یا گوشت کھانے کا؟ میں نے کہا: میرا تو حج کا ارادہ ہے۔ آپ نے کہا: آؤ واپس لوٹنا چلیں۔ تو اونٹنی (بیچنے) والے نے کہا: اللہ عزوجل آپ کی اصلاح فرمائے، آپ کیا چاہتے ہیں؟ کیا آپ بیع توڑنا چاہتے ہیں؟ تو حضرت سیدنا واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: بے شک میں نے حضور پاک، صاحبِ لولاک، سیاحِ افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: کسی کے لئے جائز نہیں کہ کسی چیز کو عیب بیان کئے بغیر بیچے اور جس کو عیب معلوم ہو اس کے لئے عیب بیان نہ کرنا بھی جائز نہیں۔

(شعب الایمان، باب فی الامانات ووجوب ادائها الی اهلها، الحدیث: ۵۲۹۵، ج ۳، ص ۳۳۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس نے

(1588) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ:

کسی آدمی کی بیوی یا مملوک کو خراب کیا، ورغلا یا تو وہ ہم

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ خَبَبَ

میں سے نہیں۔ (ابوداؤد) خَبَبَتْ خَاءً مَعْمَةً پھر با موصدہ
مکررہ کے ساتھ اس کا مطلب ہے اس نے اسے خراب
کیا اور دھوکہ دیا۔

تخریج حدیث: (سان ابوداؤد، باب فیمن عنہ مملوکا علی مولاه، جلد 4، صفحہ 508، رقم 5172 المستدرک للحاکم،
کتاب الایمان والندور، جلد 6، صفحہ 319، رقم 7816 صحیح ابن، کتاب الایمان، جلد 10، صفحہ 205، رقم 4363 الفتح
الکبیر للسیوطی، حرف الیم، جلد 3، صفحہ 179، رقم 11734)

شرح حدیث: حکیم الأُمّت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ نے اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

خاوند بیوی میں فساد ڈالنے کی بہت صورتیں ہیں: عورت سے خاوند کی برائیاں بیان کر کے دوسرے مردوں کی خوبیاں
ظاہر کرے کیونکہ عورت کا دل کچی شیشی کی طرح کمزور ہوتا ہے یا ان میں اختلاف ڈالنے کے لیے جادو و تعویذ گنڈے کرنے
سب حرام ہے اور غلام یا لونڈی کو بگاڑنے کے معنی یہ ہیں کہ اسے بھاگ جانے پر آمادہ کرے، اگر وہ خود بھاگنا چاہیں تو ان
کی امداد کرے، بہر حال دو دلوں کو جوڑنے کی کوشش کرو تو زونہ۔ (مراۃ المناجیح، ج 5 ص 182)

134- بَابُ تَحْرِيمِ الْغَدْرِ

عہد شکنی کی حرمت

قَالَ اللهُ تَعَالَى: (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا

الله تَعَالَى نِيَّاتِهِمْ أَوْفُوا أَوْفُوا
قَوْلِ بَوْرِي كَرُو-

بِالْعُقُودِ) (البائنة: 1)

شرح: حضرت صدرالفاضل سیدنا مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی خزائن العرفان میں اس کے
تحت لکھتے ہیں: عقود کے معنی میں مفسرین کے چند قول ہیں ابن جریر نے کہا کہ اہل کتاب کو خطاب فرمایا گیا ہے معنی یہ ہیں
کہ اے مؤمنین اہل کتاب میں نے کتب متقدمہ میں سید عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور آپ کی
الماعت کرنے کے متعلق جو تم سے عہد لئے ہیں وہ پورے کرو۔ بعض مفسرین کا قول ہے کہ خطاب مؤمنین کو ہے انہیں عقود
کے وفا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ان عقود سے مراد ایمان اور وہ عہد ہیں جو حرام و
حلال کے متعلق قرآن پاک میں لئے گئے۔ بعض مفسرین کا قول ہے کہ اس میں مؤمنین کے باہمی معاہدے مراد ہیں۔

(خزائن العرفان)

الله تَعَالَى نِيَّاتِهِمْ أَوْفُوا أَوْفُوا
قَوْلِ بَوْرِي كَرُو

عہد سے سوال ہونا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت

ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس آدمی میں چار

وَقَالَ اللهُ تَعَالَى: (وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ

كَانَ مَسْئُولًا) (بنی اسرائیل: 34)

(1589) وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ

رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ. قَالَ: "أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا، وَمَنْ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ كَانَ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتَّى يَدَعَهَا: إِذَا أُوْتِيَ خَانَ، وَإِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ، وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ." مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

عادتیں پائی جائیں وہ پکا منافق ہے اور جس میں ایک عادت ان عادتوں میں پائی گئی تو اس میں نفاق کی علامت پائی گئی حتیٰ کہ اسے چھوڑ دے جب اسے امین بنایا جائے تو خیانت کرے اور جب بات کرے تو جھوٹ بولے اور جب وعدہ کرے تو اس کی خلاف ورزی کرے اور جب جھگڑا کرے تو گالی دے۔

(متفق علیہ)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

حدیث پچھلی حدیث کے خلاف نہیں ایک چیز کی بہت سی علامتیں ہوتی ہیں کبھی ساری بیان کر دی جاتی ہیں کبھی کم و بیش لہذا وہ تین بھی نفاق کی علامتیں تھیں اور یہ چار بھی۔

منافق عملی یعنی منافقوں کے سے کام کرنے والا جیسے رب فرماتا ہے: أَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ يَا حُضُورَ فَرَمَاتے ہیں۔ مَنْ تَرَكَ الصَّلَاةَ مُتَعَبِّدًا فَقَدْ كَفَرَ یعنی بے نمازی ہونا کفر عملی ہے۔ (کافروں کا سا کام)

اس سے ان لوگوں کو عبرت پکڑنی چاہیے جن کے ہاں تہر اور گلیاں بکنا عبادت بلکہ اصل ایمان ہے اسلام میں شیطان فرعون و ہامان کو بھی گالیاں دینا برا ہے کہ اس میں اپنی ہی زبان گندی ہوتی ہے۔ (میزان النجیح، ج ۸ ص ۱۶۸)

جھوٹا وعدہ کرنا حرام ہے

میرے آقا اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مولینا شاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ جلد 25 صفحہ 69 پر لکھتے ہیں اَشْبَاهُ وَالنَّظَائِرُ میں ہے: خُلِفَ الْوَعْدِ حَرَامٌ یعنی وعدہ جھوٹا کرنا حرام ہے۔

(الاشباہ والنظائر ص ۲۸۸، فتاویٰ رضویہ)

وعدہ خلافی کسے کہتے ہیں؟

حُضُورِ پرنور سید الغامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: وعدہ خلافی یہ نہیں کہ آدمی وعدہ کرے اور اس کی نیت اسے پورا کرنے کی بھی ہو بلکہ وعدہ خلافی یہ ہے کہ آدمی وعدہ کرے اور اس کی نیت اسے پورا کرنے کی نہ ہو۔

(الجامع لاخلاق الراوی للخطیب البغدادی ج ۲ ص ۶۰ رقم ۱۱۷۹)

ایک اور حدیث پاک میں ہے کہ جب کوئی شخص اپنے بھائی سے وعدہ کرے اور اس کی نیت پورا کرنے کی ہو پھر پورا

نہ کر سکے، وعدہ پر نہ آسکے تو اس پر گناہ نہیں۔ (سنن ابوداؤد ج ۳ ص ۳۸۸ حدیث ۳۹۹۵)

وعدہ پورا کرنے کی نیت نہ ہو مگر اتفاقاً پورا ہو جائے تو۔۔

مفسر شہیر حکیم الأمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں: حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اگر وعدہ کرنے والا پورا کرنے کا ارادہ رکھتا ہو مگر کسی عذر یا مجبوری کی وجہ سے پورا نہ کر سکے تو وہ گناہ گار نہیں، یوں ہی اگر کسی کی نیت وعدہ خلافی کی ہو مگر اتفاقاً پورا کر دے تو گنہگار ہے اُس بد نیتی کی وجہ سے۔ ہر وعدے میں نیت کا بڑا دخل ہے۔

(مراۃ ج ۶ ص ۴۹۲)

شرعی قباحت ہو تو وعدہ پورا نہ کرے

دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 312 صفحات پر مشتمل کتاب، بہارِ شریعت حصہ 16 صفحہ 295 پر صدر الشریعہ حضرت مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ لکھتے ہیں: وعدہ کیا مگر اس کو پورا کرنے میں کوئی شرعی قباحت (یعنی شرعی بُرائی) تھی اس وجہ سے پورا نہیں کیا تو اس کو وعدہ خلافی نہیں کہا جائے گا اور وعدہ خلافی کا جو گناہ ہے اس صورت میں نہیں ہوگا اگرچہ وعدہ کرتے وقت اس نے استثناء نہ کیا ہو کہ یہاں شریعت کی طرف سے استثناء موجود ہے، اس کو زبان سے کہنے کی ضرورت نہیں مثلاً وعدہ کیا تھا کہ ہمیں فلاں جگہ پر آؤں گا اور وہاں بیٹھ کر تمہارا انتظار کروں گا۔ مگر جب وہاں گیا تو دیکھتا ہے کہ ناچ رنگ اور شراب نوشی وغیرہ میں لوگ مصروف ہیں، (لہذا) وہاں سے چلا آیا تو یہ وعدہ خلافی نہیں ہے، یا اس کا انتظار کرنے کا وعدہ کیا اور انتظار کر رہا تھا کہ نماز کا وقت آ گیا یہ چلا آیا (تو یہ) وعدے کے خلاف نہیں ہوا۔ (بہارِ شریعت)

(1590) وَ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ، وَ ابْنِ عُمَرَ،
وَ أَنَسِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ قَالُوا: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لِكُلِّ غَادِرٍ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ يُقَالُ:
هَذِهِ غَدْرَةُ فُلَانٍ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عمر اور حضرت انس
رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر عہد
شکن کے لیے قیامت کے دن جھنڈا ہوگا، کہا جائے گا یہ
فلاں کی عہد شکنی کا جھنڈا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب تحریم الغدر، جلد 5، صفحہ 141، رقم 4627، السنن الصغری للبیہقی، باب الامان، جلد 3، صفحہ 106، رقم 3973، المنتقی لابن الجارود، باب ما جاء فی التغلیظ علی الغادر، جلد 1، صفحہ 264، رقم 1053، سنن ابوداؤد، باب فی الوفاء بالعہد، جلد 3، صفحہ 37، رقم 2758، سنن الدارمی، باب فی الغدر، جلد 2، صفحہ 323، رقم 2542)

شرح حدیث: حکیم الأمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

حدیث بالکل اپنے ظاہری معنی پر ہے۔ واقعی بد عہد کے سرین پر جھنڈا لگا ہوگا یا جہاں بد عہد لوگ کھڑے کیے جائیں گے وہاں ہر ایک کے جھنڈے ہوں گے جن کی بلندی ان کی غداری کے مطابق ہوگی تاکہ ان کی رسوائی ہو۔ خیال رہے کہ امت رسول اللہ کے چھپے گناہ قیامت میں ظاہر نہ کیے جائیں گے علانیہ گناہوں کا وہاں اعلان ہوگا کہ جب انہوں نے خود ہی

اپنے کورسوا کیا تھا تو اب بھی رسوا ہوں لہذا حدیث واضح ہے یہ کہنے والا یا فرشتہ ہوگا جو اعلان کرتا ہوگا یا خود قیامت والے ہوں گے۔ (بزاز، المناجیح، ج ۵ ص ۶۲۳)

(1591) وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ بْنِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: بِلِكُلِّ غَائِرٍ لَوْاءٌ عِنْدَ اسْتِثْبَاتِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُرْفَعُ لَهُ بِقَدْرِ غَدْرِهِ إِلَّا وَلَا غَائِرَ أَعْظَمُ غَدْرًا مِنْ أَمِيرٍ عَامَّةٍ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر عہد شکن کے لیے قیامت کے دن اس کے سرین کے پاس ایک جھنڈا اس کی عہد شکنی کی مقدار سے بلند ہوگا اور امیر عام کی عہد شکنی سے بڑھ کر کوئی عہد شکنی نہیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب تحریم الغدر، جلد 5، صفحہ 142، رقم 4636 جامع الاصول فی احادیث الرسول، کتاب السابع فی الغدر، جلد 8، صفحہ 459، رقم 6230 مشکوٰۃ المصابیح، باب ما علی الولاة من التیسیر، جلد 2، صفحہ 348، رقم 3727)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

لواء بہت بلند جھنڈے کو کہتے ہیں اور رایت ہر جھنڈے کو۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ جھنڈا اس کی پیٹھ سے ایسا چمٹا ہوگا کہ اس کے ساتھ ساتھ پھرے گا، چوڑوں کا ذکر اہانت کے لیے ہے است کا ترجمہ ہے دبر، عزت کا جھنڈا منہ کے سامنے ہوتا ہے ذلت کا جھنڈا پیچھے۔

یعنی دنیا میں بد عہدی کی جیسی کیفیت ویسی وہاں جھنڈے کی کیت و درازی۔ معلوم ہوا کہ قیامت میں مجرموں اور ان کے جرموں کی نوعیت بھی قیامت والوں پر عیاں ہوگی۔

اس فرمان عالی کے تین معنی ہو سکتے ہیں: ایک یہ کہ سب سے بڑا غدار وہ ہے جو مسلمانوں کی مرضی بغیر ان کا امیر عام بن جائے جیسے مغلوب و باغی۔ دوسرے وہ بادشاہ بڑا غدار ہے جو مسلمانوں کے حقوق ادا نہ کرے اہل کو بھول جائے نا اہلوں کو عہدے سونپے، انہیں آگے بڑھائے، انہیں اہل استحقاق پر مسلط کر دے۔ تیسرے یہ کہ بڑا غدار وہ شخص ہے جو امیر عام یعنی بادشاہ اسلام سے بد عہدی کرے اس سے کیے ہوئے وعدے پورے نہ کرے، چونکہ ان تینوں قسم کے غداروں کی بد عہدی کا اثر دین، ملک، قوم پر پڑتا ہے۔ ان غداروں کا تعلق عام لوگوں سے ہے اس لیے یہ تینوں غدار بدترین غدار اور اول درجے کے بد عہد قرار دیئے گئے، ہمارا ترجمہ ان معنی کا حامل ہے۔ (بزاز، المناجیح، ج ۵ ص ۶۲۵)

(1592) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: ثَلَاثَةٌ أَنَا خَصُّهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: رَجُلٌ أَعْطَى بِي ثُمَّ غَدَرَ، وَرَجُلٌ بَاعَ حُرًّا فَأَكَلَ ثَمَنَهُ، وَرَجُلٌ اسْتَأْجَرَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تین آدمیوں کی طرف سے قیامت کے روز میں جھگڑا کروں گا ایک وہ آدمی جس نے میری ذمہ داری پر معاہدہ کیا پھر عہد شکنی

اَجْبِرًا، فَاسْتَوَى مِنْهُ، وَلَمْ يُعْطِهِ أَجْرًا"۔ رَوَاهُ
 الْبُخَارِيُّ۔
 کی۔ اور دوسرا وہ آدمی جس نے کسی آزاد کو غلام بنا کر
 فروخت کیا اور اس کی رقم کھا گیا۔ اور تیسرا وہ شخص جس
 نے کسی کو مزدور بنایا اس سے کام پورا لیا اور اس کو اجرت
 نہ دی۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الثم من باع حرًا، جلد 2، صفحہ 776، رقم 2114: السنن الصغری، باب الاجارة، جلد
 2، صفحہ 140، رقم 2253: المنتقی لابن الجارود، باب فی التجارات، جلد 1، ص 149، رقم 579: مسند امام احمد بن حنبل، مسند
 ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، جلد 2، صفحہ 358، رقم 8677: مسند الویعلی، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، جلد 11، صفحہ 444، رقم
 6571)

شرح حدیث: حکیم الأئمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی سخت مزادوں گا جیسے کوئی دشمن اپنے دشمن پر قابو پائے تو اس کی کوئی رعایت نہیں کرتا، ایسے ہی میں انکی رعایت و
 رحم نہ کروں گا لہذا یہ حدیث واضح ہے۔

اس کی بہت صورتیں ہیں: کسی کو خدا کا نام لے کر امان دی پھر موقعہ پا کر اسے قتل کر دیا، کسی سے رب کی قسم کھا کر کوئی
 وعدہ کیا پھر پورا نہ کیا، عورت سے رب تعالیٰ کا نام لے کر بہت سے وعدوں پر نکاح کیا، پھر وہ ادا نہ کیے، اسی لیے نکاح کے
 وقت کلمے پڑھاتے ہیں کہ دونوں خاوند بیوی حقوق میں جکڑ جائیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے: الَّذِينَ يَنْقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِنْ
 بَعْدِ مِيثَاقِهِ۔ غرض کہ وعدہ خلافی یوں ہی بری ہے مگر جب وعدہ رب تعالیٰ کا نام لے کر کیا گیا ہو، پھر خلاف کرنا زیادہ برا کہ
 اس میں اللہ تعالیٰ کے نام شریف کی بے حرمتی بھی ہے۔

کھانے کا ذکر اتفاقی ہے وہ قیمت کھائے یا نہ کھائے، آزاد کو غلام بنا کر فروخت کر دینا ویسے ہی بہت برا ہے، یوسف
 علیہ السلام کے بھائی اسی جرم پر زیادہ شرمندہ تھے جن کی معافی ہوئی۔

کام پورا لینے میں اسی جانب اشارہ ہے کہ اگر مزدور ہی بیچ میں کام چھوڑ دے شرارۃً تو وہ مزدوری کا حقدار نہیں، نائی
 آدمی حجامت کر کے انکار کر دے تو بجائے اجرت کے سزا کا مستحق ہوگا، کام پورا کرنے پر اجرت کا مستحق ہوگا، روزانہ اجرت
 دی جائے یا ماہوار جو طے ہو گیا ہو۔ (مزاۃ المناجیح، ج ۴ ص ۵۸۱)

عطیہ وغیرہ پر احسان

جتانے کی ممانعت

135- بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْمَنِّ

بِالْعَطِيَّةِ وَنَحْوِهَا

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ایمان والو اپنے صدقے
 باطل نہ کرو و احسان رکھ کر اور ایذا دے کر۔

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا
 تُبْطِلُوا صِدْقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْأَذَى (البقرة: 264)

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَمْ يَلْبَسُوا لِبَاسًا مِّنَّا وَلَا أَدْنَى) (البقرة: 262)

(1593) وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ، وَلَا يُزَيِّرُهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ» قَالَ: فَقَرَأَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ: قَالَ أَبُو ذَرٍّ: خَابُوا وَخَسِرُوا مَنْ هُمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: «الْمُسِبِلُ، وَالْمَتَّانُ، وَالْمُنْفِقُ سِلْعَتُهُ بِالْخَلْفِ الْكَاذِبِ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَفِي رِوَايَةٍ لَهُ: «الْمُسِبِلُ إِزَارَةٌ تَعْنِي: الْمُسِبِلَ إِزَارَةٌ وَتُؤْتِيهِ أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ لِلْخِيَلَاءِ».

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں پھر دیے پیچھے نہ احسان رکھیں نہ تکلیف دیں۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین آدمی ایسے ہوں گے کہ ان سے اللہ تعالیٰ کلام نہ فرمائے گا نہ ان کی طرف نظر رحمت فرمائے گا اور نہ ہی ان کو ستھرا کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا، حضرت ابو ذر کہتے ہیں پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تین دفعہ پڑھی۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ وہ تو خائب و خاسر ہوئے۔ وہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا: چادر لٹکانے والا احسان جتلانے والا اور اپنا سامان جھوٹی قسم سے بیچنے والا۔ (مسلم)۔ (واللہ اعلم) اور مسلم کی ایک اور روایت میں ہے کہ اپنی چادر لٹکانے والا یعنی اپنی چادر کو تکبر کی وجہ سے ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا۔ (مسلم)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کلام سے مراد محبت کا کلام ہے، دیکھنے سے مراد کرم کا دیکھنا ہے اور پاک فرمانے سے مراد گناہ بخشنا ہے یعنی دوسرے مسلمانوں پر یہ تینوں کرم ہوں گے مگر ان تین قسم کے لوگ ان تینوں عنایتوں سے محروم رہیں گے لہذا ان سے بچتے رہو۔ یعنی جو فیشن کے لیے ٹخنوں سے نیچا پا جامہ تہبند استعمال کریں جیسے آجکل جاہل چودھریوں کا طریقہ ہے اور جو کسی کو کچھ صدقہ و خیرات دے کر ان کو طعنے دیں، احسان جتائیں، لوگوں میں انہیں بدنام کر دیں کہ فلاں آدمی ہمارا دست نگرہ چکا ہے اور جو جھوٹی قسم کھا کر دھوکا دے کر مال فروخت کریں۔ (مزاۃ البنایح، ج ۳ ص ۴۰۱)

فخر و سرکشی کی ممانعت کا بیان

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: آپ اپنی جانوں کو ستھرا نہ بتاؤ وہ خوب جانتا ہے جو پرہیزگار ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: مواخذہ تو انہیں پر

136 سَبَابُ النَّهْيِ عَنِ الْإِفْتِخَارِ وَالْبَغْيِ

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (فَلَا تَزُكُّوا أَنْفُسَكُمْ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقَى) (النجم: 32).

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (إِنَّمَا السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ

ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین میں ناحق سرکشی پھیلاتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی فرمائی ہے کہ عاجزی اختیار کرو حتیٰ کہ کوئی دوسرے پر سرکشی نہ کرے۔ اور کوئی دوسرے پر فخر نہ کرے۔ (مسلم) (البغی: اس کا مطلب ہے ظلم و زیادتی اور دست درازی کرنا۔

يُظْلِمُونَ النَّاسَ وَيَبْغُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ
أُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ) (الشوری: 42)

(1594) وَعَنْ عِيَاضِ بْنِ حَمَارٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى أَوْحَى إِلَيَّ أَنْ تَوَاضَعُوا حَتَّى لَا يَبْغِيَ أَحَدٌ عَلَى أَحَدٍ، وَلَا يَفْخَرَ أَحَدٌ عَلَى أَحَدٍ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ. قَالَ أَهْلُ اللُّغَةِ: الْبَغِيُّ: التَّعَدِي وَالْإِسْطِطَالَةُ.

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ صحابی ہیں، بصری ہیں، حضور انور کو بڑے پیارے تھے، خواجہ حسن بصری وغیرہم نے آپ سے احادیث کی روایت کی۔

اس حدیث میں حتی بمعنی کے ہے یعنی عجز و انکسار اختیار کرو تا کہ کوئی مسلمان کسی مسلمان پر تکبر نہ کرے نہ مال میں نہ نسب و خاندان میں نہ عزت یا جتھہ میں اور کوئی مسلمان کسی بندے پر ظلم نہ کرے نہ مؤمن پر نہ کافر پر ظلم سب پر حرام ہے مگر کبر و فخر مسلمان پر حرام ہے کفار پر فخر کرنا عبادت ہے کہ یہ نعمت ایمان کا شکر ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۶ ص ۷۲۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب آدمی کہے کہ لوگ ہلاک ہو گئے تو وہ خود زیادہ ہلاک ہونے والا ہے۔ (مسلم)

(1595) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "إِذَا قَالَ الرَّجُلُ: هَلَكَ النَّاسُ، فَهُوَ أَهْلُكُهُمْ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مشہور روایت اہلکم کاف پر پیش کے ساتھ ہے زبر بھی پڑھی گئی ہے۔ (اس کا معنی ہے زیادہ ہلاک ہونے والا دوسری روایت زبر کے ساتھ ہے اہلکھم اس کا مطلب ہے اس نے ان کو ہلاکت میں ڈالا۔) اور یہ منع اس شخص کو ہے جو اپنے آپ کو بڑا اور لوگوں کو کمتر سمجھے اور ان پر بڑائی جتانے کے لیے یہ الفاظ کہے تو ایسا کرنا حرام ہے لیکن جو شخص لوگوں کے دین میں نقصان

وَالرِّوَايَةُ الْمَشْهُورَةُ: "أَهْلُكُهُمْ بِرَفْعِ الْكَافِ وَرُوي بِنَصْبِهَا: وَذَلِكَ لِأَنَّهَا لِيَسْنَ قَالَ ذَلِكَ مُعْجَبًا بِنَفْسِهِ، وَتَصَاغُرُ النَّاسِ، وَارْتِفَاعًا عَلَيْهِمْ، فَهَذَا هُوَ الْحَرَامُ، وَأَمَّا مَنْ قَالَ لَهَا يَزِي فِي النَّاسِ مِنْ نَقْصٍ فِي أَمْرِ دِينِهِمْ، وَقَالَ تَعَزُّنَا عَلَيْهِمْ، وَعَلَى الدِّينِ، فَلَا بَأْسَ بِهِ. هَكَذَا فَشَرُّهُ الْعُلَمَاءُ وَفَضْلُوهُ، وَيَمْنَنُ قَالَهُ مِنَ الْأَيْمَةِ الْأَعْلَامِ: مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ،

وَالْحَطَّابِيُّ، وَالْحَمِيدِيُّ وَآخَرُونَ، وَقَدْ أَوْضَحْتُهُ فِي كِتَابِ: الْأَذْكَارِ.

دیکھتے ہوئے اور افسوس کرنے کے لیے یہ کلمات کہتا ہے تو پھر کوئی حرج نہیں ہے علماء نے اس کی تفسیر اور تشریح یہی کی ہے۔ ان بڑے علماء میں حضرت مالک بن انس، خطابی، حمیدی اور کئی دوسرے شامل ہیں۔ اور میں نے اس کی زیادہ وضاحت اپنی کتاب ”الاذکار“ میں کر دی ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب النهی عن قول هلك الناس، جلد 8، صفحہ 36، رقم 6850 الادب اللہی، باب النهی عن الاعجاب بنفسه والازدراء بخیره، ص 168، رقم 284 الادب المفرد للبخاری، باب قول الرجل هلك الناس، صفحہ 267، رقم 759 موطا امام مالک، باب ما یکره من الکلام، جلد 2، صفحہ 984، رقم 1778 صحیح ابن، باب الغیبة، جلد 13، صفحہ 74، رقم 5762)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اهلکھم کی دو قراءتیں ہیں کاف کے ضمہ سے یعنی صیغہ اسم تفضیل ہو اور کاف کے فتح سے ماضی۔ یعنی جو مسلمانوں کے متعلق یہ کہتا رہے کہ سارے مسلمان ہلاک ہو گئے، رحمت خدا سے دور ہو گئے، بے دینی ہو گئے تو ان سب میں زیادہ ہلاک ہونے والا یہ ہوگا کہ وہ مسلمانوں کو رحمت الہی سے دور سمجھ رہا ہے یا جو لوگوں کو رحمت الہی سے مایوس کرے اور کہے کہ لوگ برباد ہو گئے، کافر ہو گئے، فاسق ہو گئے تو ان لوگوں کو رب تعالیٰ نے ہلاک نہ کیا بلکہ اس نے ہلاک کیا اگر لوگ مایوس ہو کر گنہگار بن جاویں تو مجرم یہ ہوگا۔ مسلمان کہتے ہیں گنہگار ہوں مگر ان شاء اللہ رحمت الہی ان کی دستگیری کرے گی انہیں سے کام لے گی کوئی انہیں ابھارنے والا ہو۔ ڈاکٹر اقبال نے کیا خوب کہا۔ شعر

نہیں ہے نا امید اقبال اپنی کشت ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی

رحمت اللعالمین کی امت غافل ہو جاتی ہے اسے جگاتے رہو کام لیتے رہو یہ جاگ اٹھے تو بہت کام کرتی ہے کیوں نہ

ہو کہ حضور کی ان پر رحمت ہے۔ شعر

عرب کے واسطے رحمت عجم کے واسطے رحمت
وہ آئے لیکن آئے رحمت اللعالمین ہو کر

(بمراۃ السانج، ج ۶ ص ۶۵۶)

مسلمانوں کا آپس میں تین دن سے زیادہ قطع تعلق حرام ہے البتہ بدعت یا فسق پر ضد کی وجہ سے قطع تعلق باقی رکھنے کی اجازت ہے

137- بَابُ تَحْرِيمِ الْهَجْرَانِ بَيْنِ الْمُسْلِمِينَ فَوْقَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ إِلَّا لِبِدْعَةٍ فِي الْمَهْجُورِ، أَوْ تَظَاهِرٍ بِفِسْقٍ أَوْ نَحْوِ ذَلِكَ

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا مسلمان مسلمان بھائی ہیں تو اپنے دو بھائیوں میں صلح کرو۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ دو۔

حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: ایک دوسرے سے قطع تعلق نہ کرو اور ایک دوسرے سے بے رُخی نہ کرو اور ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو اور ایک دوسرے سے حسد نہ کرو اور اللہ کے بندو بھائی بھائی بن جاؤ اور کسی مسلمان کے لیے اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑنا منع ہے۔ (متفق علیہ)

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوِيكُمْ) (الحجرات: 10)،

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ) (البائدة: 2)۔

(1596) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا تَقَاطَعُوا، وَلَا تَدَابِرُوا، وَلَا تَبَاغِضُوا، وَلَا تَحَاسَدُوا، وَكُونُوا عِبَادَ اللَّهِ إِخْوَانًا، وَلَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثٍ» مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

شرح حدیث: تکبر نہ کرے

مسلمان کے حقوق میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ ہر مسلمان کے لئے تواضع کرے کسی پر تکبر نہ کرے، کیونکہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کسی اکڑنے والے متکبر کو پسند نہیں فرماتا اور اگر کوئی دوسرا اس پر تکبر سے پیش آئے تو برداشت کرے۔ اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ (199)

ترجمہ: کنز الایمان: اے محبوب! معاف کرنا اختیار کرو اور بھلائی کا حکم دو اور جاہلوں سے منہ پھیر لو۔

(پ: 9، الاعراف: 199)

ان حقوق میں سے ایک یہ بھی ہے کہ نہ اپنے بارے میں لوگوں کی شکایات سنے، نہ کسی دوسرے کے بارے میں اور نہ خود ایسا کرے۔

سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب و سینہ، سلطانِ باقرینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عبرت نشان ہے: لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ تَكَاتُرًا: چغتل خور جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ (صحیح البخاری، کتاب الادب، باب ما یکرہ من النمیمۃ، الحدیث ۶۰۵۶، ص ۵۱۲)

ان حقوق میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جس آدمی کو پہچانتا ہو اس سے تین دن سے زیادہ ترک تعلق نہ کرے اور کسی کے پاس اس کی اجازت کے بغیر نہ جائے اور تمام لوگوں سے حسن اخلاق سے پیش آئے اور مشائخ کی عزت کرے، بچوں پر رحم کرے، تمام لوگوں سے خندہ پیشانی سے ملے اور کسی مسلمان سے ایسا وعدہ نہ کرے جسے پورا نہ کر سکے۔

ان حقوق میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اگر کوئی صورت بنتی ہو تو مسلمانوں کے درمیان صلح کرائے۔

حضور نبی پاک، صاحب نولاک، سیاح افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ ذیشان ہے: کیا میں تمہیں روزہ، نماز اور صدقہ سے افضل چیز کے بارے میں نہ بتاؤں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: جی ہاں۔ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آپس میں صلح کروانا۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی اصلاح ذات البین، الحدیث ۴۹۱۹، ص ۱۵۸۳)

(1597) وَعَنْ أَبِي أَيُّوبَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا يَجِلُّ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان کے لیے اپنے بھائی کو

لِيُسَلِّمَ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ: يَلْتَقِيَانِ،

تین دن سے زیادہ چھوڑنا منع ہے کہ دونوں آمنے سامنے

فَيُعْرِضُ هَذَا، وَيُعْرِضُ هَذَا، وَخَيْرُهُمَا الَّذِي يَبْدَأُ

آئیں یہ بھی منہ پھیر لے اور وہ بھی تو ان میں سے بہتر وہ

بِالسَّلَامِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ہے جو سلام کرنے میں پہل کرے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح البخاری، باب الهجرة، جلد 5، صفحہ 225، رقم 5727 صحیح مسلم، باب تحریر الہجر فوق

ثلاث بلا عنده، جلد 8، صفحہ 9، رقم 6697 الادب للبيهقي، باب في هجرة المسلم أخاه في اللين، صفحہ 134، رقم 228 مؤطا

امام مالك، باب ما جاء في الهجرة، جلد 2، صفحہ 906، رقم 1614 سنن ابوداؤد، باب فيمن يهجر أخاه المسلم، جلد 4، صفحہ

431، رقم 4913)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہاں چھوڑنے سے مراد دنیاوی رنجشوں کی وجہ سے ترک تعلق کرنا ہے، چونکہ تین دن کے عرصہ میں نفس کا جوش ٹھنڈا پڑ جاتا ہے اس لیے تین دن کی قید لگائی گئی۔ بد مذہب بے دین سے دائمی بایکاٹ کرنا یا تعلیم و تربیت کے لیے ترک تعلق کرنا زیادہ کا لہجی جائز ہے۔ حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت کعب ابن مالک، بلال ابن امیہ، مرارہ ابن لوی رضی اللہ عنہم اجمعین کا پچاس دن رکھا، یہ بایکاٹ ہجران نہ تھا بلکہ تعلیم تھی لہذا یہ حدیث حضرت کعب کی حدیث کے خلاف نہیں۔

یعنی اگر دنیاوی معاملات میں دو مسلمان لڑ پڑیں پھر ملیں تو بہتر وہ ہوگا جو اس کی ابتداء کرے۔ یہاں کشیدگی دور کر دینے کی ہدایت ہے کسی خطرناک آدمی سے محتاط رہنا اس کے خلاف نہیں۔ تہا جرا اور چیز ہے احتیاط دوسری چیز۔ ابتداء بالسلام کرنے والے کو اس لیے خیر فرمایا کہ وہ تواضع کرتا ہے اللہ کے لیے وہ ہی ہجران دور کرتا ہے۔

(مراۃ المناجیح، ج ۶ ص ۸۵۵)

(1598) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «تُعْرَضُ

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اعمال ہر جمعرات اور پیر کو پیش کیے

الْأَعْمَالُ فِي كُلِّ اثْنَيْنِ وَتَحْمِيئِينَ، فَيَغْفِرُ اللَّهُ لِكُلِّ

جاتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ ہر اس آدمی کو بخش دیتا ہے جو اللہ

أَمْرِهِ لَا يُشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا، إِلَّا أَمْرًا كَانَتْ بَيْنَهُ

تعالیٰ کے ساتھ شرک نہیں کرتا ہاں ایسے آدمی کو مؤخر کر دیا

وَبَيْنَ اَجْيِهِ شَعْنًا، فَيَقُولُ: اَلرُّكُؤَا هَدَيْنِ حَتَّى
يَصْطَلِحَا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.
جاتا ہے جو اپنے دوسرے مسلمان بھائی کے متعلق بغض
رکھتا ہو تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان دونوں کو چھوڑ دو حتیٰ
کہ یہ آپس میں صلح کر لیں۔ (مسلم)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ناس سے مراد مسلمان ہیں اور جمعہ سے مراد ہفتہ ہے۔ مرتین فرمایا تاکہ معلوم ہو کہ ایک دن میں دو بار پیشی نہیں
ہوتی بلکہ ہر دن میں ایک بار یہ پیشی بارگاہ الہی میں ہونی ہے یا اس فرشتے کے سامنے جو لوگوں کے اعمال کا محافظ بنایا گیا
ہے، پہلا احتمال زیادہ قوی ہے کیونکہ دوسری روایت میں اس کی تصریح ہے کہ بارگاہ الہی میں پیشی ہوتی ہے۔ (مرقات)
یقیناً بنا ہے فیئ سے بمعنی لوٹنا رجوع کرنا، رب تعالیٰ فرماتا ہے: تَفِيءُ إِلَىٰ اَمْرِ اللّٰهِ۔ یہ ضرب کا مضارع تثنیہ
ہے۔ خیال رہے کہ لوگوں کے اعمال جمعہ کے دن حضرات انبیاء کرام بلکہ ماں باپ پر بھی پیش کیے جاتے ہیں، وہ حضرات
ہماری نیکیاں دیکھ کر خوش ہوتے ہیں گناہ دیکھ کر رنجیدہ اس لیے علماء فرماتے ہیں کہ گناہ کر کے اپنے مرے ہوئے ماں باپ کو
نہ ستاؤ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھ نہ دو اس کا یہ مطلب ہے۔ (مرقات) (مراۃ المناجیح، ج ۶ ص ۸۵۵)

(1599) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ:
سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ:
"إِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ يَيْسُ. أَنْ يَعْْبُدَا الْمُصَلُّونَ فِي
جَزِيرَةِ الْعَرَبِ، وَلَكِنْ فِي التَّحْرِيثِ بَيْنَهُمْ." رَوَاهُ
مُسْلِمٌ. "التَّحْرِيثُ": الْإِفْسَادُ وَتَغْيِيرُ قُلُوبِهِمْ
وَتَقَاطُعُهُمْ.
حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ شیطان اس بات
سے ناامید ہو گیا ہے کہ نمازی جزیرۃ العرب میں اس کی
عبادت کریں لیکن ان کے درمیان اختلاف پیدا کرتا
ہے۔ (مسلم) التحریث: کا مطلب ہے فساد ڈالنا
دلوں کا بدلنا، تعلقات کا منقطع کرنا۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب تحریث الشیطان وبعثہ سرا یا لفتنة الناس، جلد 8، صفحہ 138، رقم 7281 سنن
ترمذی، باب ماجاء فی التباغض، جلد 2، صفحہ 330، رقم 1937 صحیح ابن ماجاء فی الفتن، جلد 13، صفحہ 269، رقم
5941 مجمع الزوائد للہیثمی، باب تطیرھا من الشرك، جلد 3، صفحہ 644، رقم 5782 مسند امام احمد مسند جابر بن عبد اللہ
رضی اللہ عنہ، جلد 3، صفحہ 313، رقم 14406)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی عرب کے عام مسلمان اعمال شرکیہ نہ کریں گے یا علی العموم مرتد نہ ہوں گے، ایک آدھ آدمی کا مرتد ہو جانا اس کے
خلاف نہیں۔ عرب کو جزیرہ اس لیے فرمایا کہ اسے بحر فارس وروم اور دجلہ و فرات نے گھیرا ہے، عرب کی لمبائی عدن سے
شام تک ہے، چوڑائی جدہ سے ریف عراق تک۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوة و سلام
اور مولود شریف، عرس، فاتحہ، ختم، حضور سے مدد مانگنا وغیرہ شرک نہیں کیونکہ یہ تمام چیزیں عام مسلمانان عرب کا ہمیشہ سے

دستور ہیں اگر ان میں سے کوئی چیز شرک ہوتی تو عرب شریف کے مسلمانوں میں کبھی مروج نہ ہوتی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ کبھی عرب کی طرح محترم نہیں ہو سکتا۔ ہر جگہ مسلمان علی العموم مرتد ہو سکتے ہیں وہاں کے مسلمان نہیں ہو سکتے۔ خیال رہے کہ اگرچہ مسلمہ ذاب نے عرب کے بہت مسلمانوں کو مرتد کر لیا مگر اس ارتداد کا بفضلہ تعالیٰ بقانہ رہا ایک وقتی چیز تھی جو ختم ہو گئی جس کا اعتبار نہیں۔

یعنی عرب کو آپس میں لڑاتا بھڑاتا رہے گا۔ چنانچہ آخر زمانہ عثمانی سے جو اختلاف شروع ہوا وہ آج تک ختم ہونے میں نہیں آتا اگرچہ اتحاد عرب کے نعرے لگائے جا رہے ہیں مگر اس کی حقیقت مفقود ہے۔ (مزاۃ المناجیح، ج ۶ ص ۸۵۵)

(1600) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا يَجِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجَرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثٍ، فَمَنْ هَجَرَ فَوْقَ ثَلَاثٍ فَمَاتَ، دَخَلَ النَّارَ". رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ عَلَى شَرْطِ الْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی مسلمان کے لیے حلال نہیں کہ وہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے اگر وہ ایسی حالت میں مر گیا تو آگ میں داخل ہوگا۔ ابو داؤد نے اسے بخاری و مسلم کی اسناد کی شرط کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابو داؤد باب فیمن ینہج اخاہ المسلم، جلد 4، صفحہ 431، رقم 4916 سنن السنائی الکبیری، باب کہ ہجر، جلد 5، صفحہ 369، رقم 9161 مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، جلد 2، صفحہ 392، رقم 9081 مشکوٰۃ المصابیح، باب السلام، الفصل الاول، جلد 3، صفحہ 91، رقم 5035)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

زیادہ سے مراد یا تو ایک ساعت کی زیادتی ہے یا چوتھے دن کی زیادتی یعنی اگر چار دن چھوڑے رہا یا تین سے ایک ساعت زیادہ چھوڑا۔ (مرقات)

یعنی ہجران کی سزا کا مستحق ہوگا، مسلمان بھائی سے عداوت دنیاوی آگ، حسد، بغض کینہ یہ سب مختلف قسم کی آگ ہیں اور آخرت میں اس کی سزا وہ بھی آگ ہی ہے رب چاہے تو بخش دے چاہے تو سزا دے دے۔ (مزاۃ المناجیح، ج ۶ ص ۸۶۲)

(1601) وَعَنْ أَبِي خِرَاشٍ حَدَدِ بْنِ أَبِي حَدَدِ الْأَسْلَمِيِّ. وَيُقَالُ: السَّلِيمِيُّ الصَّخَايِي رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: "مَنْ هَجَرَ أَخَاهُ سَنَةً فَهُوَ كَسَفِكَ دَمِهِ". رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ.

حضرت ابو خراش حدرد بن ابی حدرد اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہیں سلمی صحابی بھی کہا جاتا ہے کہ انہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا جس نے اپنے بھائی کو سال بھر تک چھوڑے رکھا اس کا گناہ اس کو قتل کرنے کی طرح ہے۔ اسے ابو داؤد نے اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: سنن ابو داؤد، باب فیمن ینہج احیاء المسلم، جلد 4، صفحہ 431، رقم 4917، الادب للبیہقی، باب فی ہجرۃ المسلم احیاء فی الدین، صفحہ 135، رقم 230، المستدرک للحاکم، کتاب البر والصلة، جلد 6، صفحہ 143، رقم 7292، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث ابو خداش السلمی، جلد 4، صفحہ 220، رقم 17964، معرفة الصحابة لابن نعیم، باب من اسمه حصین، جلد 6، صفحہ 405، رقم 2069

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ان کا نام حدرد ابن حدرد سلمی ہے، قبیلہ بنی سلیم سے ہیں، آپ صحابی ہیں، آپ سے صرف یہ ہی ایک حدیث مروی ہے، کنیت ابو خراش ہے، آپ کے حالات معلوم نہ ہو سکے، صحابیت میں بڑی فضیلت ہے حالات معلوم ہوں یا نہ ہوں۔ یعنی جیسے مسلمان کا ناحق قتل بڑا گناہ ہے ایسے ہی اسے ناحق سال بھر تک چھوڑے رہنا بڑا گناہ۔ خون بہانے میں جسم کو تکلیف پہنچتی ہے اتنی دراز مدت تک چھوڑے رہنے سے اس کے دل کو ایذا پہنچتی ہے۔ سال کا ذکر اس لیے فرمایا کہ سال دراز مدت ہے جس میں اکثر مسافر اپنے گھر لوٹ آتے ہیں، اس میں ہر موسم ہوتا ہے، سردی گرمی بہار خزاں جن میں مختلف لوگوں کے مزاج پر اثر ہوتا ہے ایسا سخت دل ہے کہ کسی موسم میں اس کا دل نرم اور غصہ ٹھنڈا نہ ہو، جو دل بھر تک صاف نہ ہو آئندہ اس کے صاف ہونے کی امید نہیں۔ (مراۃ المناجیح، ج ۶ ص ۸۶۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی ایمان دار کے لیے یہ حلال نہیں کہ دوسرے ایمان دار کو تیس دن سے زیادہ چھوڑے پس اگر تین دن گزر جائیں تو اس کو چاہیے کہ جب اس سے ملے تو اس کو سلام کرے اگر وہ اس کے سلام کا جواب دے تو دونوں ثواب میں حقدار بن گئے اور اگر نہ جواب دیا تو وہ گناہ کے ساتھ لوٹا اور سلام کہنے والا گناہ سے بچ جائے گا۔ اسے ابو داؤد نے اسناد حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔ امام ابو داؤد نے کہا: جب قطع تعلق اللہ تعالیٰ کے لیے ہو تو وہ اس (قطع تعلق) میں شمار نہیں۔

(1602) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا يَجِلُّ لِمُؤْمِنٍ أَنْ يَهْجُرَ مُؤْمِنًا فَوْقَ ثَلَاثٍ، فَإِنْ مَرَّتْ بِهِ ثَلَاثٌ، فَلْيَلْقَهُ فَلْيُسَلِّمْ عَلَيْهِ، فَإِنْ رَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ فَقَدْ اشْتَرَكَ فِي الْأَجْرِ، وَإِنْ لَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ فَقَدْ بَاءَ بِالْإِثْمِ، وَخَرَجَ الْمُسْلِمُ مِنَ الْهَجْرَةِ". رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: "إِذَا كَانَتْ الْهَجْرَةُ لِلَّهِ تَعَالَى فَلَيْسَ مِنْ هَذَا فِي شَيْءٍ".

تخریج حدیث: سنن ابو داؤد، باب فیمن ینہج احیاء المسلم، جلد 4، صفحہ 431، رقم 4914، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب من حلف لایکلم رجلاً، جلد 10، صفحہ 63، رقم 20522، الادب المفرد للبخاری، باب ان السلام یجزی عن الصوم، صفحہ 149، رقم 414، کنز العمال للبتی، حرف الصاد، جلد 10، صفحہ 239، رقم 24875، مشکاة المصابیح، باب السلام، الفصل الاول، جلد 3، صفحہ 92، رقم 5037

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس کی شرح اور وجہ پہلے عرض کی جا چکی۔

اصل ثواب میں برابر ہو گئے اگرچہ سلام کی ابتداء کرنے والا اور دوسرے سے ملنے کے لیے جانے والا بڑے ثواب کا مستحق ہے لہذا یہ حدیث گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں جس میں صلح کی ابتداء کرنے والے کا درجہ بڑا فرمایا گیا۔

یعنی تین دن تک جو جدائی رہی اس کے گنہگار دونوں تھے اب اس عمل سے یہ صلح میں پیش قدمی کرنے والا تو گناہ سے نکل گیا مگر دوسرا منہ موڑنے والا گناہ میں گرفتار رہا بلکہ یہ دوسرا گناہ اس پر ہوا صلح سے منہ پھیرنا۔ (بزازۃ السنن، ج ۶ ص ۸۶۳)

138- بَابُ النَّهْيِ عَنِ تَنَاجِيِ اثْنَيْنِ

دُونِ الثَّلَاثِ بِغَيْرِ إِذْنِهِ إِلَّا لِحَاجَةٍ

وَهُوَ أَنْ يَتَحَدَّثَا سِرًّا بِحَيْثُ لَا

يَسْمَعُهُمَا وَفِي مَعْنَاهُ مَا إِذَا

تَحَدَّثَا بِلِسَانٍ لَا يَفْهَمُهُ

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (إِنَّمَا التَّجْوِي مِنْ الشَّيْطَانِ)

(المجادلة: 10)

(1603) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ

رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا كَانُوا

ثَلَاثَةً، فَلَا يَتَنَاجَى اثْنَانِ دُونَ الثَّلَاثِ - مُتَّفَقٌ

عَلَيْهِ. وَرَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَزَادَ: قَالَ أَبُو صَالِحٍ: قُلْتُ

لِابْنِ عُمَرَ: فَأَرْبَعَةٌ؟ قَالَ: لَا يَضُرُّكَ.

تیسرے کی اجازت اور ضرورت کے بغیر دو

آدمیوں کا سرگوشی کرنا منع ہے سرگوشی یہ ہے کہ

دو آدمی آپس میں اس طرح بات کریں کہ تیسرا

نہ سنے اور اسی معنی میں ہے کہ جب دو آدمی

ایسی زبان میں بات کریں جس کو تیسرا نہ سمجھے

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وہ مشورت تو شیطان ہی

کی طرف سے ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا: جب تین آدمی ہوں تو تیسرے کے بغیر دو سرگوشی

نہ کریں۔ (متفق علیہ) ابوداؤد نے اس کو ان الفاظ کے

اضافہ کے ساتھ روایت کیا۔ ابوصالح نے کہا کہ میں نے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا کہ چار ہوں تو فرمایا پھر

کوئی حرج نہیں۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب لایتناجی اثنان دون الثالث، جلد 5، صفحہ 231، رقم 5930 صحیح مسلم، باب تحريم
مناجاة الاثنین دون الثالث بغیر رضاه، جلد 7، صفحہ 12، رقم 5823 السنن الکبری للبیہقی، باب الرجل یقیم الرجل من مجلسه یوم
الجمعة، جلد 3، ص 232، رقم 6107 المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمه القاسم، جلد 5، صفحہ 174، رقم 4988 السنن ابوداؤد، باب فی
التناجی، جلد 4، صفحہ 414، رقم 4853

شرح حدیث: حضرت سیدنا ملا علی قاری علیہ رحمۃ اللہ الباری (المتوفی ۱۰۱۳ھ) اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

تا کہ وہ یہ گمان نہ کرے کہ یہ دونوں اس کے خلاف سرگوشی کر رہے ہیں۔ (مرقاۃ المفاتیح، کتاب الآداب، ج ۸، ص ۶۹۹)

اپنے آپ کو بدگمانی سے بچانے کے ساتھ ساتھ ایسے کاموں سے بھی بچنے جن کے سبب دوسروں کے بدگمانی میں مبتلا

ہونے کا اندیشہ ہو۔

یہ میری زوجہ ہے

حضرت سیدنا علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ عز و جل کے محبوب، دانائے عظیم، منزه عن الغیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں (مُتَّكِلِف) تھے۔ اور آپ کے پاس ازواج مطہرات موجود تھیں وہ اپنے کمروں کو چلی گئیں تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سیدتنا صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا: بٹھرو میں بھی (تھوڑی دور تک) تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان کے ساتھ چلے تو دو انصاری صحابہ ملے جو آپ کو دیکھ کر آگے بڑھ گئے۔ آپ نے ان دونوں کو بلا کر ارشاد فرمایا: یہ (میری زوجہ) صفیہ بنت حی ہے۔

انہوں نے عرض کی: سبحان اللہ یا رسول اللہ (یعنی یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم آپ سے بدگمانی کریں)۔ آپ نے ارشاد فرمایا: شیطان، انسان کے جسم میں خون کی طرح دوڑتا ہے تو میں نے خوف محسوس کیا کہ کہیں وہ تمہارے دل میں کوئی دُسوسہ نہ ڈال دے۔ (صحیح البخاری، کتاب الاعتکاف، باب زیارة المرأة... الخ، الحدیث ۲۰۳۸، ج ۱، ص ۶۶۹)

شارح بخاری علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ رحمۃ اللہ الغنی (المکتوفی ۸۵۲ھ) فتح الباری میں لکھتے ہیں: اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایسے کاموں سے بچا جائے جو کسی کو بدگمانی میں مبتلا کر سکتے ہوں۔ علمنا و مؤقتدا ہی ہستیوں کو تو بطور خاص ہر اس کام سے بچنا چاہیے جس کی وجہ سے لوگ ان سے بدظن ہو جائیں اگرچہ اس کام میں ان کے لئے خلاصی کی راہ موجود ہو کیونکہ بدظن ہونے کی صورت میں لوگ ان کے علم سے نفع نہیں اٹھایا کریں گے۔ (فتح الباری، الحدیث ۲۰۳۵، ج ۲، ص ۲۴۲)

رَوَاكَ مَالِكٌ فِي الْمَوْظِعِ: عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ، قَالَ: كُنْتُ أَنَا وَابْنُ عُمَرَ عِنْدَ دَارِ خَالِدِ بْنِ عَقْبَةَ الَّذِي فِي الشُّوقِ، فَجَاءَ رَجُلٌ يُرِيدُ أَنْ يُنَاجِيَهُ، وَلَيْسَ مَعَ ابْنِ عُمَرَ أَحَدٌ غَيْرِي، فَدَعَا ابْنَ عُمَرَ رَجُلًا آخَرَ حَتَّى كُنَّا أَرْبَعَةً، فَقَالَ لِي وَاللَّجْلِ الثَّلَاثِ الَّذِي دَعَا: اسْتَأْخِرَا شَيْئًا، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "لَا يَتَنَاجَى اثْنَانِ دُونَ وَاحِدٍ".

امام مالک نے مؤطا میں اس کو حضرت عبد اللہ بن دینار سے روایت کیا انہوں نے کہا کہ میں اور حضرت ابن عمر حضرت خالد بن عقبہ کے اس مکان کے پاس تھے جو بازار میں ہے ایک آدمی آیا اس نے ارادہ کیا کہ حضرت ابن عمر کے ساتھ سرگوشی کرے اور حضرت ابن عمر کے ساتھ میرے سوا کوئی اور تھا نہیں تو حضرت ابن عمر نے ایک اور آدمی کو بلا یا حتیٰ کہ ہم چار آدمی ہو گئے۔ پھر مجھے اور تیسرے آدمی کو کہا تم دونوں تھوڑا سا پیچھے ہٹ جاؤ میں نے رسول اللہ کو فرماتے سنا کہ دو آدمی تیسرے کے بغیر سرگوشی نہ کریں۔

شرح حدیث: ایک دوسرے کے کان میں بات کرنا (جبکہ تیسرا موجود ہو)

بلا ضرورت کسی کی موجودگی میں اسکی اجازت کے بغیر خفیہ مشورہ کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس طرح

مشورہ کرنے سے تیسرے شخص کو ایذا ہوگی اور یہ تشویش میں مبتلا ہوگا کہ شاید یہ لوگ میری غیبت کر رہے ہیں یا مجھ پر بہتان لگا رہے ہیں یا مجھے اس قابل ہی نہیں سمجھتے یا مجھے نقصان پہنچانا چاہتے ہیں وغیرہ۔ (حدیقہ ندیہ، ج ۲، ص ۳۵۵)

اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ ہمیں اپنی حفظ و امان میں رکھے اور دینِ متین کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ خدا کرے کہ ہماری وجہ سے کسی مسلمان کو تکلیف نہ پہنچے، ہمارے ہاتھ و زبان سے تمام مسلمان محفوظ رہیں۔ ہم لوگوں کے بدخواہ نہ ہوں بلکہ خیر خواہ ہوں۔ خوش بخت ہیں وہ لوگ جو اپنے مسلمان بھائیوں کی خیر خواہی کر کے اللہ و رسول عَزَّ وَجَلَّ وَصَلَّى اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رضا کے طالب ہوتے ہیں۔ ایسوں کو قلبی سکون اور حقیقی سرور نصیب ہوتا ہے کسی کے ساتھ خیر خواہی کر کے انسان کو ایک عجیب سی خوشی اور اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ یہ بات تو بالکل واضح ہے کہ جو دوسروں کے ساتھ بھلائی کرتے ہیں، ان کے ساتھ بھی بھلائی ہی کا معاملہ ہوتا ہے۔

اوروں کے لئے رکھتے ہیں جو پیار کا جذبہ وہ لوگ کبھی ٹوٹ کے بکھر نہیں کرتے

(1604) وَعَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تین آدمی ہوں تو تیسرے کے بغیر دوسرے کو گمشدگی نہ کریں حتیٰ کہ تم لوگوں میں گھل مل جاؤ۔ اس وجہ سے کہ یہ کام اس (تیسرے) کو نکلے گا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب اذا کالوا کثر من ثلاثة یأس بالمساراة والمناجاة، جلد 5، ص 232، رقم 5932 صحیح مسلم، باب تحریم مناجاة الاثنتین دون الثالث بدور رضا، جلد 7، صفحہ 12، رقم 5824 الادب للبیہقی، باب من افتار مزلة الناس عند تغیر اکثرهم، صفحہ 138، رقم 237 سنن ابن ماجہ، باب لا یتناجی اثنان دون الثالث، جلد 2، ص 121، رقم 3775 سنن الدارمی، باب لا یتناجی اثنان دون مناجاهما، جلد 2، صفحہ 367، رقم 2657

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

خواہ کسی مجلس میں تین مسلمان ہوں یا کسی راستہ پر جاتے ہوئے تین شخص ہمراہ ہوں یہاں ہمراہی اور مصاحبت مراد ہے لہذا حدیث صاف ہے۔

یعنی اگر تین ساتھیوں میں سے دو خفیہ سرگوشی کریں گے تو تیسرے کو اندیشہ ہوگا کہ کوئی بات میرے خلاف طے کی جاوے گی میرے خلاف مشورہ کر رہے ہیں، جب تین سے زیادہ آدمی ہوں تو باقی کسی کو یہ خطرہ نہ ہوگا کہ میرے خلاف سازش ہو رہی ہے۔ خیال رہے کہ یہ ممانعت وہاں ہے جہاں تیسرے کو اپنے متعلق یہ شبہ ہو سکتا ہو اگر یہ شبہ نہ ہو سکے تو بلا کراہت یہ عمل جائز ہے لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں تشریف فرما تھے کہ فاطمہ زہرا حاضر ہوئیں حضور نے انہیں مرحبا کہا اور ان سے کچھ سرگوشی فرمائی۔ (بزاۃ المناجیح، ج ۲، ص ۷۹۵)

139 بَابُ النَّهْيِ عَنِ تَعْدِيْبِ الْعَبْدِ

وَالدَّابَّةِ وَالْمَرْأَةِ وَالْوَلَدِ بِغَيْرِ سَبَبٍ

شُرْعِيٍّ أَوْ زَائِدٍ عَلَى قَدْرِ الْأَدَبِ

قَالَ اللهُ تَعَالَى: (وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَى وَالْجَارِ الْجُنْبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنبِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ إِنَّ اللهُ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا) (النساء: 36).

غلام جانور، عورت اور بچے کو سبب

شرعی کے بغیر اور حد تا دیب سے

زیادہ سزا دینا منع ہے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور اللہ کی بندگی کرو اور اس کا شریک کسی کو نہ بھراؤ اور ماں باپ سے بھلائی کرو اور رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور پاس کے ہمسائے اور دور کے ہمسائے اور کروٹ کے ساتھی اور راہ گیر اور اپنی باندی غلام سے بے شک اللہ کو خوش نہیں آتا کوئی اترانے والا بڑائی مارنے والا۔

(1605) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ

رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «عُذِّبَتْ امْرَأَةٌ فِي هِرَّةٍ سَجَنَتْهَا حَتَّى مَاتَتْ، فَدَخَلَتْ فِيهَا النَّارُ، لَا هِيَ أَطْعَمَتْهَا وَسَقَتْهَا، إِذْ هِيَ حَبَسَتْهَا، وَلَا هِيَ تَرَكَتْهَا تَأْكُلُ مِنْ خَشَائِشِ الْأَرْضِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. «خَشَائِشُ الْأَرْضِ بِفَتْحِ الْخَاءِ الْمُعْجَبَةِ وَبِالشَّيْنِ الْمُعْجَبَةِ الْمُكَرَّرَةِ، وَهِيَ: هَوَامُّهَا وَحَشَرَاتُهَا».

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک عورت کو بلی کی وجہ سے عذاب دیا گیا۔ اس نے بلی کو باندھ کر رکھا حتیٰ کہ وہ مر گئی تو وہ آگ میں داخل ہوئی یہ نہ اس کو کھلاتی تھی اور نہ پلاتی تھی اس نے اسے قید کر کے رکھا تھا اور یہ اس کو چھوڑتی بھی نہ تھی کہ وہ زمین کے کیڑے مکوڑے ہی کھا لیتی۔ (متفق علیہ) خشاش الارض: خاتمہ زبر اور شین معجمہ مکررہ کے ساتھ زمین کے کیڑے مکوڑوں کو کہتے ہیں۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب خمس من الدواب فواسق يقتلن فی الحرم، جلد 3، ص 1205، رقم 3140 صحیح مسلم، باب ما عرض علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی صلاة الکسوف من امر الجنۃ، جلد 3، ص 30، رقم 2138 الاداب للبیہقی، باب من عاجل کل ذنب بالتوبۃ من وسأل اللہ المغفرۃ، جلد 2، صفحہ 22، رقم 850 سنن ابن ماجہ، باب ذکر التوبۃ، جلد 2، صفحہ 141، رقم 4256 سنن النسائی الکبریٰ، بقول فی السجود فی صلاة الکسوف، جلد 1، ص 579، رقم 1883

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی اس کے لیے عذاب جہنم کا حکم ہو گیا یا اس پر کوئی دنیوی عذاب نازل ہو یا عذاب قبر میں گرفتار ہوئی ورنہ دوزخ کا عذاب تو بعد قیامت ہوگا، اسی عورت کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج میں دوزخ میں جلتے دیکھا مگر وہ اس لیے نہیں کہ وہ دوزخ میں پہنچ چکی تھی بلکہ اس لیے کہ نگاہ انبیاء قیامت کے بعد ہونے والے واقعات کو بھی دیکھ لیتی ہے۔ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ پالے ہوئے جانور کا بھی حق ہے کہ اسے کھانا پانی دیا جائے۔ دوسرے یہ کہ

جانوروں پر ظلم بھی گناہ ہے۔ علامہ شامی فرماتے ہیں کہ جانور پر ظلم انسان کے ظلم سے بدتر ہے کیونکہ انسان زبان والا ہے اپنے دکھ دوسروں سے کہہ سکتا ہے بے زبان جانور خدا کے سوا کس سے کہے۔ تیسرے یہ کہ کبھی گناہ صغیرہ پر بھی عذاب ہو جاتا ہے، کبار سے بچے یا نہ بچے، رب تعالیٰ کا یہ فرمان اِنْ تَجْتَنِبُوا كَبَائِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نَكْفُرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ۔ اس میں بخشش کا حتمی وعدہ نہیں ہے بلکہ امید دلائی گئی ہے اور یہ بخشش رب تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے کیونکہ دوسری آیت میں رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَيُغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَن يَشَاءُ لَهَذَا تَوَاضُعٌ فِي تَعَارُضِهَا اور نہ یہ حدیث کسی آیت کے خلاف۔ بعض علماء نے اس حدیث سے یہ مسئلہ مستنبط کیا کہ گناہ صغیرہ ہمیشہ کرنے سے کبیرہ بن جاتا ہے کیونکہ اس عورت کا بلی کو ایک دن کھانا پانی نہ دینا گناہ صغیرہ تھا مگر متواتر عرصہ تک نہ دینے سے کبیرہ بن گیا مگر اس حدیث سے یہ استدلال ضعیف ہے اس کے لیے تو قرآنی آیت موجود ہے وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰی مَا فَعَلُوْا۔ (مراۃ المناجیح، ج ۳ ص ۱۲۹)

انہی سے روایت ہے کہ وہ قریش کے کچھ نوجوانوں کے پاس سے گزرے جنہوں نے ایک پرندے کو باندھ رکھا تھا اور اس کو تیر مار رہے تھے۔ اور پرندے والے کو ہر خطا ہونے والا تیر دینا طے کیا جب انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا تو بکھر گئے۔ حضرت ابن عمر نے فرمایا: یہ کس نے کیا ہے؟ اللہ اس پر لعنت کرے جس نے یہ کیا بے شک رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر لعنت فرمائی۔ جس نے کسی جاندار چیز کو تیروں کا نشانہ بنایا۔ (سنن علیہ) ”الغرض“: عین معجمہ اور راز پر زبر کے ساتھ اس کا مطلب ہے نشانہ باندھنا اور جس شے کی طرف تیر کو پھینکا جائے۔

(1606) وَعَنْهُ: اِنَّهُ مَرَّ بِبَنِيَّانٍ مِّنْ قُرَيْشٍ قَدْ نَصَبُوْا ظِيْرًا وَهُمْ يَزْمُوْنَهُ، وَقَدْ جَعَلُوْا لِصَاحِبِ الظَّيْرِ كُلِّ خَاطِطَةٍ مِّنْ تَبْلِهِمْ، فَلَمَّا رَاَوْا ابْنَ عُمَرَ تَفَرَّقُوْا، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: مَنْ فَعَلَ هَذَا؟ لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ فَعَلَ هَذَا، اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ مَنِ اتَّخَذَ شَيْئًا فِيْهِ الرُّوْحُ غَرَضًا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. " اَلْغَرَضُ بِفَتْحِ الْغَيْنِ الْمُعْجَمَةِ وَالرَّاءِ وَهُوَ الْهَدْفُ وَالشَّيْءُ الَّذِي يُرْمَى اِلَيْهِ.

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب ما یکرہ من المثلۃ والمصوۃ والمجسۃ، جلد 7، ص 94، رقم 5515 صحیح مسلم، باب النهی عن صبر البھائم، جلد 6، صفحہ 73، رقم 5174 السنن الکبریٰ للبیہقی، باب المنع من صبر الکافر بعه الاسار بان یتخذ غرضاً، جلد 9، صفحہ 70، رقم 18519 مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عمر بن الخطاب، جلد 2، صفحہ 86، رقم 5587 مسند ابی یعلیٰ، مسند عبداللہ بن عمر بن الخطاب، جلد 5، ص 231، رقم 5652

شرح حدیث: امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں: اور جانوران خانگی مثل خروس (مرغا) و ماکیان (مرغی) و کبوتر اہلی وغیرہا کا پالنا بلاشبہ جائز ہے جبکہ انہیں ایذا سے بچائے اور آب و دانہ کی کافی خبر گیری رکھے،

خود حدیث میں مرغ سفید پالنے کی ترغیب ہے:

البيهقي عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال قال رسول الله تعالى عليه وسلم الديك يؤذن بالصلوة من اتخذ ديكاً بيض حفظ من ثلاثة من شر كل شيطان وساحر وكاهن وفي الباب عن ابي زيد الانصاري عند الحارث في مسنده وعن انس بن مالك عند ابي الشيخ في العظمة وعن خالد بن معدان مرسل عند البغوي في المعجم وعن ائم المؤمنين وعن انس عند الحارث وعن غيرهم رضي الله تعالى عنهم۔

(کنز العمال عن ابن عمر رضی اللہ عنہما حدیث ۳۵۲۷۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/۳۳۳)

امام بیہقی نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مرغ نماز کے لئے اذان دیتا ہے جس کسی نے سفید مرغ پالا وہ تین آفتوں سے محفوظ ہو گیا (شیطان کے شر سے (۲) جادوگر کے شر سے (۳) کاهن کے شر سے۔ اس باب میں حضرت ابو زید انصاری سے روایت ہے جو حارث نے اپنی سند میں ذکر کی ہے۔ حضرت انس بن مالک سے روایت ہے جو ابو الشیخ نے العظمتہ میں بیان فرمائی اور خالد نے بن معدان سے مرسل (یعنی سند کے ذکر کے بغیر) روایت ہے جو امام بغوی نے المعجم میں ذکر فرمائی۔ اور حارث اور دوسرے ائمہ کے نزدیک ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

مگر خبر گیری کی یہ تاکید ہے کہ دن میں ستر دفعہ پانی دکھائے کماورد فی الحدیث (جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے۔ ت) ورنہ پالنا اور بھوکا پیسا رکھنا سخت گناہ ہے،

فانه ظلم والظلم على الحيوان اشد من الظلم على الذمي الاشد من الظلم على مسلم كما انص

عليه في الدر المختار۔ (الدر المختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی المبیح مطبعت مجتہدائی دہلی ۲/۲۳۹)

کیونکہ یہ ظلم ہے اور کسی جانور پر ظلم کرنا ذمی (کافر) پر ظلم کرنے سے زیادہ سخت ہے جو کہ مسلمان پر ظلم کرنے سے بھی زیادہ سخت ہے، جیسا کہ در مختار میں اس کی تصریح فرمائی گئی ہے

وقد قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم كفى بالمرء اثماً ان يضيع من يقوت، رواه الامام

احمد و ابوداؤد والنسائي والحاكم والبيهقي عن عبد الله بن عمر رضي الله تعالى عنهما بسند صحيح۔

(سنن ابی داؤد کتاب الزکوٰۃ باب صلۃ الرحم آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۲۳۸) (مسند احمد بن حنبل عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کتاب الاسلای بیروت)

۱۶۰/۲، ۱۹۳، ۱۹۵

اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا انسان کے گناہ کے لئے یہی کافی ہے کہ جس کی روزی کا وہ ذمہ

دارہو اس کو ضائع کر دے۔ امام احمد، ابوداؤد، نسائی، حاکم اور بیہقی نے صحت سند کے ساتھ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس کی روایت فرمائی۔ (ت)

رہا جانوران وحشی کا پالنا جیسے طوطی، مینا، لال، بلبل وغیرہا، عالمگیری میں قنیہ سے اس کی ممانعت نقل کی اگرچہ آب ودانہ میں تقصیر نہ کرے، حیث قال حبس بلبلا فی قفس و علفها لایجوز کذا فی القنیة۔

(فتاویٰ ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب الثلاثون فی المتفرقات نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۸۱)

جیسا کہ صاحب قنیہ نے کہا کہ کسی نے بلبل پنجرے میں قید کیا ہو اور اگر اسے آب ودانہ دے تب بھی جائز نہیں، القنیہ میں اسی طرح مذکور ہے۔

مگر نص صریح حدیث صحیح واقوال ائمہ نقد و تنقیح سے صاف جواب و اباحت مستفاد ہے جبکہ خبرگیری مذکور بروجہ کافی

بجالاتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۸، ص ۲۲۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا کہ جاندار چوپایوں کو باندھ کر تیروں کا نشانہ بنایا جائے۔ (متفق علیہ) اس کا مطلب انہیں باندھ کر مارنا ہے۔

(1607) وَعَنْ أَنَسِ بْنِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: نَهَى

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تُصَبَّرَ
الْبَهَائِمُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَمَعْنَاهُ: تُحْبَسُ لِلْقَتْلِ.

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب ما یکرہ من البئسۃ و المصبورۃ و المجمیۃ، جلد 7، صفحہ 95، رقم 5194 صحیح مسلم،

باب النہی عن صبر البہائم، جلد 6، صفحہ 72، رقم 5169 السنن الصغری للبیہقی، باب المصبورۃ، جلد 3، صفحہ 197، رقم

4265 المنتقی لابن الجارود، باب ماجاء فی الذبائح، جلد 1، صفحہ 226، رقم 898 سنن ابوداؤد، باب فی النہی ان تصبر البہائم والرفق

بالذبیحۃ، جلد 3، ص 58، رقم 2818

شرح حدیث: زخمی گدھا

بانی دعوت اسلامی، عاشق اعلیٰ حضرت شیخ طریقت، امیر اہلسنت حضرت علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطار قادری

رضوی ضیائی دامت برکاتہم العالیہ دامت برکاتہم العالیہ نے ایک بار اپنے سنتوں بھرے بیان جانوروں کو ستانا حرام ہے

میں ضمناً فرمایا کہ میں ایک دن اپنے گھر سے نماز ظہر کیلئے نکلا تو دیکھا کہ اپنی گلی کے تھوڑے فاصلے پر ایک بیمار گدھا پڑا

ہے۔ اس میں اٹھنے کی سکت نہ تھی، بے چارے کی گردن پر خارش کے باعث زخم ہو گیا تھا۔ جس کے سبب اس نے گردن کو

زمین سے اوپر اٹھا رکھا تھا، گردن میں تکلیف بڑھنے پر جیسے ہی گردن زمین پر رکھنا چاہتا تو تکلیف کے باعث دوبارہ گردن

اٹھا لیتا، وہ انتہائی تکلیف اور بے بسی کے عالم میں مبتلا تھا۔ میں نے جب اس کی یہ حالت دیکھی تو مجھے اس پر بہت رحم آیا کہ

یہ (بے زبان) جانور ہے کس سے فریاد کرے۔ بہر حال میں نے اپنے گھر سے ایک پرانی گدڑی منگوائی اور اس کی گردن

کے نیچے رکھ دی (تا کہ زمین کی سختی کی تکلیف سے اس کو نجات ملے) ایسا کرنے سے اسے فی الواقع تسکین ہوئی، اور اس

نے اپنی گردن سے گدڑی پر ٹیک لگالی، آپ مانیں یا نہ مانیں، وہ مجھے سراٹھا کر شکر یہ بھری نظروں سے دیکھنے لگا۔

(تعارف امیر اہلسنت مظلہ العالی ص ۶۶)

حضرت ابوعلی سوید بن مقرن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے بنو مقرن کے ان سات بیٹوں (بھائیوں) میں سے ایک تھا جن سب کا ایک خادم تھا۔ اس کو ہم میں سے سب سے چھوٹے نے ایک تھپڑ مارا تو ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اس کو آزاد کر دیں۔ (مسلم) اور ایک روایت میں ہے میں اپنے بھائیوں میں ساتواں تھا۔

(1608) وَعَنْ أَبِي عَلِيٍّ سُوَيْدِ بْنِ مُقَرِّنٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: لَقَدْ رَأَيْتُنِي سَابِعَ سَبْعَةٍ مِنْ بَنِي مُقَرِّنٍ مَا لَنَا خَادِمٌ إِلَّا وَاحِدَةً لَطَبَهَا أَصْغَرُنَا فَأَمَرْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نُعْتِقَهَا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَفِي رِوَايَةٍ: "سَابِعَ إِخْوَةَ لِي".

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب صحبة الممالیک و کفارة من لطم عبده، جلد 5، ص 91، رقم 4392 الامادو المشانی، ذکر سوید بن مقرن المزنی رضی اللہ عنہ، جلد 2، ص 319، رقم 1085 المستدرک للحاکم، کتاب الحدود، جلد 6، ص 408، رقم 8103 مصنف ابن ابی شیبہ، باب فی الرجل یلطم خادمه، جلد 3، صفحہ 466، رقم 12755 جامع الاصول لابن اثیر، النوع الرابع فی الغرب، جلد 8، صفحہ 53، رقم 5893

شرح حدیث: وہ ظالم ہے

حضرت طاؤس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اکثر گھر میں بیٹھے رہتے تھے لوگوں نے دریافت کیا تو فرمانے لگے کہ میں نے اس لئے گھر بیٹھے رہنے کو پسند کیا ہے کہ رعیت خراب ہوگئی ہے سنت جاتی رہی بادشاہوں اور امیروں میں ظلم کی عادت ہوگئی ہے جو شخص اپنی اولاد اور غلام میں اقامت حق میں فرق کرے وہ ظالم ہے۔ (تبیہ المعتزین، الباب الاول، صبر ہم علی جور الحاکم، ص 44، ملخصاً)

حضرت ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں اپنے ایک غلام کو کوڑے سے مارا رہا تھا۔ تو میں نے پیچھے سے آواز سنی اے ابو مسعود جان لو میں نے غصے کی وجہ سے آواز نہ سمجھی جب وہ میرے پاس آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے آپ فرما رہے تھے: اے ابو مسعود جان لو اللہ تعالیٰ یقیناً تم پر زیادہ قدرت والا ہے اس سے جو قدرت تمہیں اپنے غلام پر حاصل ہے۔ میں نے کہا اس کے بعد میں کبھی بھی کسی غلام کو نہ ماروں گا اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رعب سے میرا کوڑا میرے

(1609) وَعَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْبَدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كُنْتُ أَضْرِبُ غَلَامًا لِي بِالسَّوْطِ، فَسَبِعْتُ صَوْتًا مِنْ خَلْفِي: "إِعْلَمْ أَبَا مَسْعُودٍ فَلَمْ أَفْهَمِ الصَّوْتِ مِنَ الْغَضَبِ، فَلَمَّا دَنَا مِنِّي إِذَا هُوَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِذَا هُوَ يَقُولُ: "إِعْلَمْ أَبَا مَسْعُودٍ أَنَّ اللَّهَ أَقْدَرُ عَلَيْكَ مِنْكَ عَلَى هَذَا الْغَلَامِ". فَقُلْتُ: لَا أَضْرِبُ مَمْلُوكًا بَعْدَهُ أَبَدًا. وَفِي رِوَايَةٍ: فَسَقَطَ السَّوْطُ مِنْ يَدِي مِنْ هَيْبَتِهِ. وَفِي رِوَايَةٍ: فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، هُوَ حُرٌّ

لَوْ جِهَ اللهُ تَعَالَى، فَقَالَ: "أَمَا لَوْلَمْ تَفْعَلْ، لَلْفَحْتُكَ النَّارَ، أَوْ لَمَسْتُكَ النَّارَ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ فِيهِذِهِ الرَّوَايَاتِ.

ہاتھ سے گر گیا۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ اللہ کی رضا کے لیے یہ آزاد ہے۔ تو آپ نے فرمایا: اگر تو یہ نہ کرتا تو تجھے آگ جلاتی۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب صحبة الممالیک و کفارة من لطم عبده، جلد 5، صفحہ 90، رقم 4389 مستخرج ابی عوانة، باب التشدید فی فریہم، جلد 7، صفحہ 132، رقم 4900 مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبد اللہ بن عمر، جلد 2، ص 45، رقم 5051 مشکوٰۃ المصابیح، باب النفقات و حق المملوک، جلد 2، صفحہ 262، رقم 3352 جامع الاصول لابن الیبر، النوع الرابع، جلد 8، صفحہ 53، رقم 5894

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الحنبلان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

مشہور صحابی ہیں، بعض نے انہیں اہل بدر سے کہا ہے مگر آپ اس معنی سے اہل بدر ہیں کہ بدر میں رہتے تھے غزوہ بدر میں شریک نہیں ہوئے، آپ کا نام عقبہ ابن عمرو انصاری ہے، بیعت عقبہ ثانیہ میں شریک ہوئے، آخر عمر میں کوفہ قیام رہا ۳۲ھ یا ۳۳ھ میں وفات ہوئی (اکمال)

(آواز نہ سمجھی) یعنی یہ آواز بکلام سنا جس کا ذکر آگے آ رہا ہے۔

(جو قدرت تمہیں اپنے غلام پر حاصل ہے) کیونکہ یہ تمہارا مملوک و غلام ہے مگر تم اللہ تعالیٰ کے مملوک بھی ہو مخلوق بھی بندے بھی، جب وہ تمہارے گناہ دیکھتے ہوئے تمہاری روزی بند نہیں فرماتا ہر طرح تم پر کرم کرتا ہے معافی دیتا ہے تو تم بھی اپنے مملوک غلام کو معافی دو۔

(میں کبھی بھی کسی غلام کو نہ ماروں گا) جو یہ فرما رہے تھے آپ کی نظر کی اکسیر اور نصیحت کی تاثیر کا وہ اثر ہوا کہ میرا سارا غصہ ختم ہو گیا جوش ٹھنڈا ہو گیا۔

(اللہ کی رضا کے لیے یہ آزاد ہے) تاکہ یہ آزادی میرے اس تصور کا کفارہ ہو جائے۔

(اگر تو یہ نہ کرتا تو تجھے آگ جلاتی) کیونکہ تم نے اسے بے تصور مارا یا تصور سے زیادہ مارا اور اس سے معافی چاہی نہیں لہذا یہ مارنا جرم ہوا اور تھا حق العبد، اس لیے خطرہ تھا۔ علماء فرماتے ہیں کہ ایسے موقع پر آزاد کر دینا واجب نہیں بلکہ مستحب ہے، اس سے معلوم ہوا کہ گناہ ہو جانے پر کوئی نیکی کر دینا اچھا ہے کہ یہ نیکی کفارہ بن جاتی ہے إِنَّ الْخَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ۔ (مزاۃ السنن، ج 5 ص 240)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنے غلام کو ایسی حد لگائی جس کا جرم اس نے نہیں کیا یا اس کو تھپڑ مارا تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ اس کو آزاد کر دے۔ (مسلم)

(1610) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنْ ضَرَبَ غُلَامًا لَهُ حَدًّا لَمْ يَأْتِهِ، أَوْ لَطَمَهُ، فَإِنَّ كَفَارَتَهُ أَنْ يُعْتِقَهُ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی بے قصور مارے پیٹے، حد سے مراد صرف شرعی حد نہیں بلکہ ہر سخت مار پیٹ ہے۔

اس طمانچہ سے مراد ظلمنا طمانچہ مارنا ہے، ادب سکھانے پڑھانے پر طمانچہ مارنا درست ہے یہ ہی حکم شاگرد، مرید، بچے یار عایا کو مارنے کا ہے کہ بلا قصور مار پر پکڑ ہے، اس کا کفارہ غلام کے لیے تو اسے آزاد کر دینا ہے، اور باقی لوگوں کے لیے نہیں کچھ دے کر خوش کر دینا ہے، یا اگر وہ لوگ معافی دینے کے لائق ہوں تو ان سے معافی مانگ لینا ہے۔ یہ وہ معمولی باتیں ہیں جن کی ہم پرواہ نہیں کرتے مگر ہیں بڑی خطرناک۔ میں نے سنا ہے کہ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی قدس سرہ کے ہاں کوئی مزدور کام کر رہا تھا کسی نے اسے کہہ دیا اوحرامی، اعلیٰ حضرت نے فرمایا اس کی ماں کے زنا کے چار گواہ لاؤ وہ حیران ہو گیا، آخر کار اس نے مزدور سے معافی مانگی اسے پانچ روپے دیئے، اللہ تعالیٰ توفیق خیر دے، انسان اپنی زبان اور اعضاء پر پورا کنٹرول رکھے۔ (بڑا اہلسناج، ج 5 ص 269)

(1611) وَعَنْ هِشَامِ بْنِ حَكِيمٍ بْنِ حِزَامٍ

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّهُ مَرَّ بِالشَّامِ عَلَى أَنَابِسٍ مِنَ الْأَنْبَاطِ، وَقَدْ أَقْبَهُوا فِي الشَّمْسِ، وَصَبَّ عَلَى رُؤُوسِهِمُ الرِّيتُ! فَقَالَ: مَا هَذَا؟ قِيلَ: يُعَذِّبُونَ فِي الْحَرَجِ - وَفِي رِوَايَةٍ: حُبِسُوا فِي الْجِزْيَةِ - فَقَالَ هِشَامٌ: أَشْهَدُ لَسَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "إِنَّ اللَّهَ يُعَذِّبُ الَّذِينَ يُعَذِّبُونَ النَّاسَ فِي الدُّنْيَا" - فَدَخَلَ عَلَى الْأَمِيرِ، فَحَدَّثَهُ، فَأَمَرَ بِهِمْ فَخُلُوا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ. "الْأَنْبَاطُ الْفَلَاخُونَ مِنَ الْعَجَمِ."

حضرت ہشام بن حکیم بن حزام سے روایت ہے کہ وہ شام میں کچھ کاشت کار لوگوں کے پاس سے گزرے جو دھوپ میں کھڑے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ انہیں جزیہ نہ دینے کی وجہ سے قید کیا گیا تھا اور ان کے سروں پر تیل ڈالا ہوا تھا۔ تو انہوں نے کہا یہ کیا ہے؟ کہا گیا کہ ان کو خراج نہ دینے کی وجہ سے سزا دی جا رہی ہے۔ تو حضرت ہشام نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا یقیناً اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو عذاب دے گا جو دنیا میں لوگوں کو عذاب دیتے ہیں۔ پھر امیر کے پاس داخل ہو کر یہ حدیث سنائی تو اس نے حکم دیا ان کو چھوڑ دو۔ (مسلم)

الانباط: اس کا مطلب ہے، عجمی کاشت کار۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب الوعيد الشديد لمن عذب الناس بغير حق، جلد 8، صفحہ 32، رقم 6824 السنن الکبریٰ للبیہقی، باب النهی عن التشديد في جباية الجزية، جلد 9، صفحہ 205، رقم 19205 سنن ابوداؤد، باب في التشديد في جباية الجزية، جلد 3، صفحہ 134، رقم 3047 سنن النسائی، فعل نصاری ربیعة، جلد 5، صفحہ 236، رقم 8771 صحیح ابن کثیر، کتاب المحظر والاباحة، جلد 12، صفحہ 427، رقم 5612

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ مشہور تابعی ہیں، حضرت حسین کی شہادت کے سال آپ کی ولادت ہے، ۱۳۶ھ میں وفات پائی، حضرت عبداللہ ابن زبیر اور عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہم سے ملاقات کی ہے۔

ان کا نام عروہ ابن زبیر ابن عوام، آپ بھی تابعی ہیں، مدینہ منورہ کے سات فقہاء میں سے آپ بھی ہیں، حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق آپ کی والدہ ہیں حضرت عائشہ صدیقہ کے بھانجے صائم الدہرتی، ۹۳ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ آپ ہشام ابن حکیم ابن حزام قرشی اسدی ہیں، فتح مکہ کے دن ایمان لائے، آپ کے والد حکیم ابن حزام ام المؤمنین خدیجہ الکبریٰ کے بھتیجہ ہیں، ان کی پیدائش خانہ کعبہ میں ہوئی واقعہ فیل سے تیرہ برس قبل، ایک سو بیس سال کی عمر ہوئی، ۵۴ھ میں وفات پائی، ساٹھ سال کفر میں گزارے اور ساٹھ سال اسلام میں، زمانہ جاہلیت میں آپ نے سو ۱۰۰ غلام آزاد کیے۔ (مرقات)

نبط یا نبط بصرہ اور کوفہ کے درمیان ایک پہاڑ کا نام ہے وہاں کے باشندے عموماً کسان تھے اس لیے اب ہر کسان کو نبطی کہہ دیتے ہیں۔

یعنی حاکم نے ان غریبوں کو تیز دھوپ میں کھڑا کر کے ان کے سروں پر گرم تیل ڈالا تھا تاکہ ٹیکس ادا کر دیں یا بقیہ ٹیکس دے دیں۔

یعنی اب کھولتا پانی، گرم تیل ان سے عذاب دینا حرام ہے کیونکہ یہ عذاب آخرت میں کفار کو رب تعالیٰ دے گا کوئی بندہ کسی کو خدا کا عذاب نہ دے۔

اس حدیث کو احمد، ابوداؤد، بیہقی نے بھی عیاض ابن حکم سے روایت کیا اور ابوداؤد، ترمذی، حاکم نے حضرت ابن عباس سے روایت فرمایا لا تعذبوا بعد اب اللہ کسی کو خدا کا عذاب نہ دو۔ (مزاۃ المناجیح، ج ۵ ص ۴۳۱)

(1612) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: رَأَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمَارًا مَوْسُومَ الْوَجْهِ، فَأَنْكَرَ ذَلِكَ؛ فَقَالَ: "وَاللَّهِ لَا أَسِيْمُهُ إِلَّا أَقْطَى شَيْءٍ مِّنَ الْوَجْهِ وَأَمَرَ بِجَمَارِهِ فَكُوِيَ فِي جَاعِرَتَيْهِ، فَهُوَ أَوَّلُ مَنْ كُوِيَ الْجَاعِرَتَيْنِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ. "الْجَاعِرَتَانِ": نَاجِيَةُ الْوَرِكَيْنِ حَوْلَ الدُّبْرِ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک گدھا دیکھا جس کے چہرہ پر داغنے کا نشان تھا آپ نے اسے ناپسند پس فرمایا: اللہ کی قسم! میں تو اس کے چہرے سے دور کی جگہ ہی اسے داغوں گا اور آپ علیہ السلام نے اپنے گدھے کے بارے میں حکم دیا کہ اس کے سرینوں پر داغا جائے تو پھر آپ نے اس گدھے کی بابت حکم فرمایا تو اس کے سرینوں کے کنارے کو داغا گیا۔ پس یہ پہلے شخص (یعنی ابن عباس) ہیں جنہوں نے اس کے (گدھے کے) کولہے کے کناروں کو داغا۔ (مسلم) الجاعرتان: جانور کے

سرین کے ارد گرد کناروں کو کہتے ہیں۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب النہی عن ضرب الحيوان في وجهه ووسمه فيه، جلد 6، ص 163، رقم 5675 صحیح ابن بلب المثلثة جلد 12، صفحہ 441، رقم 5624، تخریج الاحادیث والاثار الواقعة في تفسير الكشاف للزيلعي، سورة ن، الحديث الثالث، جلد 4، ص 77، البدو المنبر لابن الملقن، الحديث الرابع بعد العشرين، جلد 7، صفحہ 395

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اگر یہ گدھا کسی کافر یا منافق کا تھا اور اس نے ہی یہ حرکت کی تھی تب تو لعنت کے معنی بالکل ظاہر ہیں اور اگر کسی مسلمان کا تھا تو لعنت بالوصف گنہگار مسلمان پر جائز ہے جیسے کہا جائے کہ جھوٹے پر لعنت۔ خیال رہے کہ چہرے میں داغ لگانا مطلقاً حرام ہے خواہ جانور کے لگائے یا انسان کے۔ چہرے کے علاوہ جانوروں کو داغنا علامت و پہچان کے لیے جائز ہے خصوصاً زکوٰۃ و جزیہ کے جانور۔ انسان کے داغ لگانا علاج کے لیے جائز ہے جیسے بعض بیماریوں کا علاج داغ دینا ہی ہوتا ہے، علاج کے علاوہ ممنوع۔ حضرت ابی ابن کعب، سعد ابن معاذ، حضرت جابر اور اسعد ابن زرارہ وغیرہم صحابہ کرام نے بعض زخموں میں داغ لگائے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے۔ اس داغ کو عربی میں گئی کہتے ہیں۔ جن احادیث میں گئی یعنی داغنے سے منع فرمایا ہے وہاں وجہ کچھ اور ہے جو ان شاء اللہ ہم کتاب الطب میں عرض کریں گے۔

(مراۃ المناجیح، ج 5 ص 92)

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا گزرا ایک گدھے کے پاس سے ہوا جس کے چہرہ میں داغ کا نشان تھا آپ نے فرمایا: اس پر اللہ لعنت فرمائے جس نے اس کو داغایا ہے۔ اور مسلم کی ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے چہرے پر مارنے اور داغ لگانے سے منع فرمایا۔ (مسلم)

(1613) وَعَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلَيْهِ جَمَارٌ قَدْ وُصِمَ فِي وَجْهِهِ، فَقَالَ: «لَعَنَ اللَّهُ الَّذِي وَسَمَهُ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ أَيْضًا: نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الضَّرْبِ فِي الْوَجْهِ، وَعَنِ الْوَسْمِ فِي الْوَجْهِ.

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب النہی عن ضرب الحيوان في وجهه ووسمه فيه، جلد 6، صفحہ 163، رقم 5674 السنن الكبرى للبيهقي، باب ما جاء في موضع الوسم وفي صفة الوسم، جلد 7، ص 35، رقم 13638 مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الصيد و الذبائح الفصل الاول، جلد 2، صفحہ 427، رقم 4078

شرح حدیث: جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا

حسن اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوب رب اکبر عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اس وقت تک ہرگز مؤمن نہیں ہو سکتے جب تک آپس میں رحم نہ کرنے لگو۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی یا رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! ہم میں سے ہر ایک رحم دل ہے۔ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد

فرمایا: اپنے دوست پر رحم کرنا مراد نہیں بلکہ عام رحمہ لی مراد ہے۔

(مجمع الزوائد، کتاب البر والصلة، باب رحمة الناس، الحدیث: ۱۳۶۷۱، ج ۸، ص ۳۳۰)

سرکارِ برقرار، شائع روزہ شمارِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ ذیشان ہے: رحم کیا کرو تم پر بھی رحم کیا جائے گا اور معاف کر دیا کرو تمہیں بھی معاف کر دیا جائے گا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مزید ارشاد فرمایا: بات کو بے توجہی سے سننے والے کے لئے ہلاکت ہے اور جان بوجھ کر اپنے (برے اعمال) پر اصرار کرنے (یعنی ڈٹ جانے) والوں کے لئے ہلاکت ہے۔ (السند للامام احمد بن حنبل، مسند عبد اللہ بن عمرو بن العاص، الحدیث: ۶۵۵۲، ج ۲، ص ۵۶۵)

140- بَابُ تَحْرِيمِ التَّعْذِيبِ بِالنَّارِ فِي كُلِّ حَيَوَانٍ حَتَّى التَّهْلَةَ وَمَحْوَهَا

ہر جانور کو آگ سے سزا دینا منع ہے حتیٰ کہ چوٹی وغیرہ کو آگ میں ڈالنا منع ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنگ میں بھیجا اور فرمایا اگر تمہیں قریش کے فلاں اور فلاں دو آدمیوں کے نام لیے ملیں تو ان کو آگ میں جلا دینا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ہم نے نکلنے کا ارادہ کیا تو فرمایا میں نے تم سے کہا تھا کہ تم فلاں فلاں کو جلا دینا تو آگ کے ساتھ سزا صرف اللہ تعالیٰ دے سکتا ہے اگر وہ تم کو ملیں تو ان کو قتل کر دینا۔ (بخاری)

(1614) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: بَعَثَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْثٍ، فَقَالَ: "إِنْ وَجَدْتُمْ فَلَانًا وَفَلَانًا لِرَجُلَيْنِ مِنْ قُرَيْشٍ سَمَاهُمَا فَأَحْرِقُوهُمَا بِالنَّارِ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ أَرَدْنَا الْخُرُوجَ: "إِنِّي كُنْتُ أَمَرْتُكُمْ أَنْ تُحْرِقُوا فَلَانًا وَفَلَانًا، وَإِنَّ النَّارَ لَا يُعَذِّبُ بِهَا إِلَّا اللَّهُ، فَإِنْ وَجَدْتُمُوهُمَا فَأَقْتُلُوهُمَا." رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب لا یعذب بعذاب اللہ، جلد 3، صفحہ 1098، رقم 2853، البیہقی لابن الجارود، باب النہی عن تحریق ذوات الروح، جلد 1، ص 265، رقم 1057، مسند امام احمد، مسند ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ، جلد 2، صفحہ 307، رقم 8054، مصنف ابن شیبہ، من نہی عن التحریق بالنار، جلد 6، صفحہ 485، رقم 33142، معرفة السنن والآثار للبیہقی، باب قتلهم بقرب الاعنالی دون المیثلة، جلد 14، ص 319، رقم 5605

شرح حدیث: آگ کا مالک

حضرت سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ رحمتِ کوئین، ہم غریبوں کے دلوں کے چینِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے چوٹیوں کا ایک گھر دیکھا جسے ہم نے جلا دیا تھا، تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا: اسے کس نے جلایا ہے؟ ہم نے عرض کی: ہم نے۔ تو حضور رحمتہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آگ کے مالک (یعنی اللہ عزوجل) کے سوا کوئی آگ کا عذاب نہ دے۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الآداب، باب فی قتل الذر، الحدیث: ۵۲۶۸، ص ۱۶۰۷)

تنبیہ

اس گناہ کو مطلقاً کبیرہ گناہ شمار کیا گیا ہے، خواہ اس جانور کا گوشت کھایا جاتا ہو یا نہ کھایا جاتا ہو، چھوٹا ہو یا بڑا۔ ہاں علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے اقوال کا خلاصہ یہ ہے کہا اگر جلانے بغیر قتل کرنا ممکن نہ ہو تو جلانا جائز ہے اور ظاہر یہ ہوتا ہے کہ جب فواسق ٹمس (یعنی چوہا، چیل، کوآ، کاٹنے والا کتا (یا بچھو) اور سانپ) کے ضرر کو زائل کرنے کے لئے آگ سے جلانے کا طریقہ متعین ہو گیا تو آگ سے جلانا منع نہیں۔

اور رہا ان کے علاوہ آدمی اور حیوان کو آگ سے جلانا اگرچہ وہ حیوان کھایا نہ جاتا ہو تو یہ کبیرہ گناہ ہے کیونکہ حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کچھ لوگوں کے پاس سے گزرے جنہوں نے ایک مرغی کو باندھ کر تیروں کا نشانہ بنایا ہوا تھا، جب انہوں نے حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھا تو بکھر گئے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت فرمایا: یہ کس نے کیا ہے؟ بے شک مخزنِ جوہر و سخاوت، پیکرِ عظمت و شرافت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس طرح کرنے والے پر لعنت فرمائی اور آگ سے جلانا نشانہ بنا کر تیر مارنے کی طرح یا اس سے بھی سخت ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب الصيد، باب النبی عن صبر البھائم، الحدیث: ۵۰۶۲، ص ۱۰۲)

(1615) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي
سَفَرٍ، فَأَنْتَلَقَ لِحَاجَتِهِ، فَرَأَيْنَا مُحْرَّةً مَعَهَا فَرْحَانٍ،
فَأَخَذْنَا فَرْحِيهَا، فَجَاءَتِ الْحُمْرَةُ فَجَعَلَتْ تَعْرِشُ فُجَاءَ
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: «مَنْ فَجَّعَ هَذِهِ
بَوْلِيهَا، رُكُّوا وَلَدَهَا إِلَيْهَا». وَرَأَى قَرْيَةً تَمَلُّ قَدْ
حَرَّقَتْنَاهَا، فَقَالَ: «مَنْ حَرَّقَ هَذِهِ؟ قُلْنَا: نَحْنُ قَالَ:
«إِنَّهُ لَا يَنْبَغِي أَنْ يُعَذِّبَ النَّارُ إِلَّا رَبُّ النَّارِ».
رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ. قَوْلُهُ: «قَرْيَةً
تَمَلُّ مَعْنَاهَا: مَوْضِعُ التَّمَلِّ مَعَ التَّمَلِّ».

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے آپ قضائے حاجت کے لیے تشریف لے گئے تو ہم نے ایک سرخ پرندہ دیکھا اس کے ساتھ دو چوزے تھے ہم نے اس کے چوزے پکڑ لیے تو اس سرخ پرندہ نے گھبراہٹ میں چیخنا شروع کر دیا اتنے میں رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے آپ نے فرمایا: اس کے بچوں کی وجہ سے اسے کس نے پریشان کیا اس کے بچے اس کی طرف واپس کرو۔ اور آپ نے چیونٹیوں کا بل دیکھا جس کو ہم نے جلادیا تھا۔ تو آپ نے فرمایا: اس کو کس نے جلایا ہے ہم نے عرض کیا کہ ہم نے آپ نے فرمایا: آگ کا عذاب صرف رب تعالیٰ کے لیے ہی مناسب ہے۔ اسے ابو داؤد نے اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا۔ «قَرْيَةً تَمَلُّ»: اس کا مطلب ہے چیونٹیوں کا گھر جس میں وہ رہتی ہوں۔

تخریج حدیث: سنن ابوداؤد باب فی کراهیة حرق العدو بالنار، جلد 3، ص 8، رقم 2675 الاحادوالمثنائی، من اسمه حمزة بن عمرو الاسلمی، جلد 4، صفحہ 339، رقم 2376 السنن الکبزی للمصنف، باب المنع من احراق المشرکین بالنار بعد الاسار، جلد 9، ص 72، رقم 18526 سنن سعید بن منصور، باب کراهیة ان یعلب بالنار، جلد 2، ص 243، رقم 2643

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ العثمان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(قضائے حاجت کے لیے تشریف لے گئے) استنجا کے لیے جنگل میں تشریف لے گئے لوگوں سے بہت دور۔

(ہم نے ایک سرخ پرندہ دیکھا) لالی کی غیر موجودگی میں اس کے بچے پکڑ لیے جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔

اس طرح کہ زمین کے قریب آکر پر پھیلا کر گرنے لگی اپنے بچوں کے فراق میں یا ہمارے سروں پر بچھی جانے لگی

اسے پتہ چل گیا کہ میرے بچے ان کے پاس ہیں۔

ظاہر یہ ہے کہ یہ امر وجوبی ہے کیونکہ بلا فائدہ شکاری جانور کے بچے پکڑ کر اس کی ماں کو دکھ دینا منع ہے مگر مرقات پر نے

فرمایا کہ یہ حکم استحبابی ہے شکاری جانور کے بچوں کا شکار جائز ہے۔ فقیر کہتا ہے کہ بلا ضرورت شکار ممنوع ہے ہاں ضرورتاً

جائز، ضرورت سے مراد گوشت کھانا یا ان کا ضرر دفع کرنا۔

(چیونٹیوں کا بل دیکھا جس کو ہم نے جلادیا تھا) کہ ایک جگہ چیونٹیاں بہت تھیں ہم نے اس جگہ آگ بجھا دی جس سے

وہ جگہ ہی جل گئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر وقت سب کو حضور کے فیض کی ضرورت ہے، دیکھو کچھ دیر کے لیے حضور غائب

ہوئے تھے کہ ان حضرات سے دو غلطیاں ہو گئیں۔ (مراۃ المناجیح، ج 5 ص 350)

حق دار کا اپنے حق کا مطالبہ کرنے پر

141 بَابُ تَحْرِيمِ مَطْلٍ

مال دار کا مال مٹول کرنا حرام ہے

الْغَنِيِّ بِحَقِّ طَلْبِهِ صَاحِبُهُ

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تمہیں حکم

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤْتُوا

دیتا ہے کہ امانتیں جن کی ہیں انہیں سپرد کرو۔

الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا) (النساء: 58)،

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور اگر تم میں ایک کو

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (فَإِنْ أَمِنَ بَعْضُكُم بَعْضًا

دوسرے پر اطمینان ہو تو وہ جسے اس نے امین سمجھا تھا

فَلْيُؤَدِّ الَّذِي أُؤْتِيَ أَمَانَتَهُ) (البقرة: 283)۔

اپنی امانت ادا کر دے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

(1616) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ

اللہ ﷺ نے فرمایا: مال دار کا مال مٹول کرنا ظلم ہے اور

رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَطْلُ

جب تم میں سے کسی کی پیروی کی جائے اور وہ گنجائش والا

الْغَنِيِّ ظَلْمٌ، وَإِذَا اتَّبَعَ أَحَدُكُمْ عَلَىٰ مَلِيٍّ فَلْيَتَّبِعْ"

ہو تو اس کو تقاضا پورا کر دینا چاہیے۔ (متفق علیہ)

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، مَعْنَى "اتَّبِعْ": أُحِيلْ-

”اتَّبِعْ“ کا مطلب ہے حوالے کیا گیا۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب فی الحوالة وهل يرجع فی الحوالة، جلد 2، صفحہ 799، رقم 2166 صحیح مسلم، باب تحریم
مطل الغنی وصحة الحوالة واستحباب قبولها، جلد 5، ص 34، رقم 4085 السنن الصغری للبیہقی، باب الحوالة، جلد 2، ص 121، رقم
2183 المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمه سعید، جلد 4، صفحہ 63، رقم 3615 المنتقی لابن الجارود، باب المبالعات المنہی عنها من
الغرر، جلد 1، ص 154، رقم 599

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی جس مقروض کے پاس ادائے قرض کے لیے پیسہ ہو پھر نالے تو وہ ظالم ہے اسے قرض خواہ ذلیل بھی کر سکتا ہے اور
جیل بھی بھجوا سکتا ہے، یہ شخص مقروض گنہگار بھی ہوگا کیونکہ ظالم گنہگار ہوتا ہی ہے۔

حوالہ کے معنی ہیں نقل ذمۃ الی ذمۃ یعنی اپنا قرض دوسرے کے ذمہ ڈال دینا۔ اتبع باب افعال کا ماضی مجہول ہے یعنی
تابع بنایا جائے، ملنی بمعنی غنی جس کی جیب مال سے بھری ہو، یہ امر استجابی ہے یعنی اگر تمہارا مقروض تم سے کہے کہ میرا
قرض فلاں سے وصول کر لینا اور وہ فلاں بھی قبول کر لے تو بہتر ہے کہ اس مقروض کا پیچھا چھوڑ دو اور اس غنی سے ہی وصول
کر لو، تمہیں تو اپنے قرض سے غرض ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۴ ص ۵۰۹)

اس ہبہ کو واپس لینا مکروہ ہے جو انسان نے
سپرد نہ کیا ہو اور وہ ہبہ بھی جو اس نے اپنی
اولاد کو دیا ہو سپرد کیا ہو یا نہ کیا ہو اور صدقے
کی چیز ایسے شخص سے خریدنے کی کراہت
جسے صدقہ دیا ہو یا اسے بطور زکوٰۃ اور کفارہ
وغیرہ کے لئے نکالا ہو البتہ کسی دوسرے شخص
سے جس کی طرف وہ چیز آگے منتقل ہو گئی ہو
’خریدنے میں کوئی حرج نہیں

142 بَابُ كَرَاهَةِ عَوْدِ الْإِنْسَانِ فِي هِبَةٍ
لَّمْ يُسَلِّهَا إِلَى الْبَوْهُوبِ لَهُ وَفِي هِبَةٍ
وَهَبَهَا لِوَلَدِهِ وَسَلَّهَا أَوْ لَمْ يُسَلِّهَا
وَكَرَاهَةِ شَرَائِهِ شَيْئًا تَصَدَّقَ بِهِ مِنَ
الَّذِي تَصَدَّقَ عَلَيْهِ أَوْ أَخْرَجَهُ عَنِ
زَكَاةٍ أَوْ كَفَّارَةٍ وَمَحْوَهَا وَلَا بَأْسَ
بِشَرِّهِ مِنْ شَخْصٍ آخَرَ
قَدْ انْتَقَلَ إِلَيْهِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے ہبہ میں رجوع کرتا ہے
وہ اس کتے کی طرح ہے جو قے کر کے اپنی قے کو چاٹتا
ہے۔ (متفق علیہ) اور ایک اور روایت میں یہ ہے کہ اس
کی مثال جو اپنے صدقہ میں رجوع کرتا ہے۔ کتے کی

(1617) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا:
أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «الَّذِي
يَعُودُ فِي هِبَتِهِ كَالْكَلْبِ يَرْجِعُ فِي قَيْئِهِ» مُتَّفَقٌ
عَلَيْهِ. وَفِي رِوَايَةٍ: «مَثَلُ الَّذِي يَرْجِعُ فِي صَدَقَتِهِ،
كَمَثَلِ الْكَلْبِ يَقِيئُ، ثُمَّ يَعُودُ فِي قَيْئِهِ فَيَأْكُلُهُ».

وَأَيُّ رَوَايَةٍ: الْعَائِدُ فِي هَبِّهِ كَالْعَائِدِ فِي قَيْبِهِ.

طرح ہے جو قے کر کے پھرتے میں لوٹے اور اس کو
کھائے اور ایک روایت میں ہے جو اپنے ہبہ میں لوٹے
وہ اس طرح کی ہے جو قے کر کے اس کو چائے۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری باب بأجل لاجد أن يرجع في هبة وصدقته جلد 2، صفحہ 924، رقم 2479 صحیح مسلم، باب
مرجع الرجوع في الصدقة والهبة بعد القبض الاما وھبہ لولدہ جلد 5، ص 64، رقم 4261 مسند امام احمد بن حنبل مسند ابی ہریرۃ
رہن لثہ عنہ جلد 2 صفحہ 430، رقم 9547 البحر في الحديث لابن عبد الهادی، باب الهبة، صفحہ 519، رقم 946 مصنف ابن ابی
حبیب، باب من كره الرجوع في الهبة، جلد 6، صفحہ 477، رقم 22136

شرح حدیث: ہبہ واپس لینے کا بیان

کسی کو چیز دے کر واپس لینا بہت بڑی بات ہے حدیث میں ارشاد ہوا اسکی مثال ایسی ہے جس طرح کتاتے کر کے
پھر چاٹ جاتا لہذا مسلمان کو اس سے بچنا ہی چاہیے مگر چونکہ ہبہ ایسا تصرف ہے کہ واہب پر لازم نہیں اگر دے کر واپس ہی
لینا چاہے تو قاضی واپس کر دے گا اُسے نہ واپس لینے پر مجبور نہیں کریگا اور یہ واپس لینے کا حکم بھی حدیث سے ثابت ہے مگر
سب جگہ واپس نہیں کر سکتا بعض صورتیں ایسی ہیں کہ اُن میں واپس لے سکتا ہے اور بعض میں نہیں یہاں اسی کی تفصیل بیان
کی جاتی ہے۔

مسئلہ ۱: ہبہ میں اگر موہوب لہ کا قبضہ ہی نہیں ہوا ہے تو ابھی ہبہ کی تمامیت ہی نہیں ہوئی ہے اگر واہب نے رجوع کر لیا
تو ہبہ بھی ختم ہو گیا اس کو رجوع نہیں کہتے رجوع یہ ہے کہ تمام ہو چکا ہے موہوب لہ نے قبضہ کر لیا ہے اس کے بعد واپس لے۔
(الدر المختار، کتاب الهبۃ، باب الرجوع فی الهبۃ، ج ۸، ص ۵۸۶)

مسئلہ ۲: جب موہوب لہ کو قبضہ دید یا تو اب رجوع کرنے کے لیے قاضی کا حکم دینا یا موہوب لہ کا راضی ہونا ضروری
ہے اور قبضہ نہ کیا ہو تو اس کی ضرورت نہیں۔ (الفتاویٰ الھندیۃ، کتاب الهبۃ، الباب الخامس فی الرجوع... راجح، ج ۴، ص ۳۸۵)

مسئلہ ۳: واہب نے کہہ دیا ہے کہ میں اس ہبہ کو واپس نہیں لوں گا جب بھی واپس لے سکتا ہے اُس کا یہ کہہ دینا مانع
رجوع نہیں۔ (البحر الرائق، کتاب الهبۃ، باب الرجوع فی الهبۃ، ج ۷، ص ۴۹۵)

اور اگر حق رجوع سے مصالحت کر لی ہے تو رجوع نہیں کر سکتا کہ صلح میں جو چیز دی ہے ہبہ کا عوض ہے۔

(الفتاویٰ الھندیۃ، کتاب الهبۃ، الباب الخامس فی الرجوع... راجح، ج ۴، ص ۳۹۱)

مسئلہ ۴: ایک شخص نے دوسرے سے کہا فلاں کو ایک ہزار روپیہ میری طرف سے ہبہ کر دو اُس نے کر دیے اور
موہوب لہ نے قبضہ بھی کر لیا ہبہ تمام ہو گیا دوسرا شخص واپس نہیں لے سکتا نہ پہلے سے لے سکتا ہے نہ موہوب لہ سے اور وہ پہلا
چاہے تو موہوب لہ سے واپس لے سکتا ہے کہ واہب یہی ہے وہ دینے والا متبرع ہے اور اگر پہلے نے یہ کہا ہے کہ فلاں کو
ایک ہزار ہبہ کر دو میں اس کا ضامن ہوں اور اُس نے دیدیے تو پہلا شخص ضامن ہے دوسرا اس سے لے سکتا ہے موہوب لہ
سے نہیں لے سکتا اور پہلا شخص موہوب لہ سے واپس لے سکتا ہے۔ (البحر الرائق، کتاب الهبۃ، باب الرجوع فی الهبۃ، ج ۷، ص ۴۹۵)

مسئلہ ۵: صدقہ دیکر واپس لینا جائز نہیں لہذا جس کو صدقہ دیا تھا اُس نے عاریت یا ودیعت سمجھ کر کچھ دنوں کے بعد واپس دیا اس کو لینا جائز نہیں اور لے لیا ہو تو واپس کر دے۔

(الفتاویٰ الھندیہ، کتاب الھبۃ، الباب الثانی عشر فی الصدقۃ، ج ۳، ص ۳۰۶)

مسئلہ ۶: دین کے ہبہ میں رجوع نہیں کر سکتا مثلاً دائن نے مدیون کو دین ہبہ کر دیا اور مدیون نے قبول کر لیا دائن واپس نہیں لے سکتا کہ یہ اسقاط ہے مگر قبول کرنے سے پہلے واپس لے سکتا ہے۔

(المحرم الرائق، کتاب الھبۃ، باب الرجوع فی الھبۃ، ج ۷، ص ۲۹۵)

مسئلہ ۷: رجوع کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ رجوع کے الفاظ بولے مثلاً رجوع کیا، واپس لیا، ہبہ کو توڑ دیا، باطل کر دیا اور اگر الفاظ نہیں بولے بلکہ اُس چیز کو بیچ کر دیا یا اپنی چیز میں خلط کر دیا یا کپڑا تھا رنگ دیا یا غلام تھا آزاد کر دیا یہ رجوع نہیں بلکہ یہ تصرفات بیکار رہیں۔ (الفتاویٰ الھندیہ، کتاب الھبۃ، الباب الخامس فی الرجوع...، ج ۳، ص ۳۸۶)

مسئلہ ۸: واہب کو موہوب لہ سے ہبہ کو خریدنا نہ چاہیے کہ یہ بھی رجوع کے معنی میں ہے کیونکہ موہوب لہ یہ خیال کریگا کہ یہ چیز اسی کی دی ہوئی ہے پورے دام لینے سے اُسے شرم آئے گی مگر باپ نے بیٹے کو کوئی چیز دی ہے پھر خریدنا چاہتا ہے تو خرید سکتا ہے کہ شفقت پدری کم دام دینے سے مانع ہوگی۔

(المحرم الرائق، کتاب الھبۃ، باب الرجوع فی الھبۃ، ج ۷، ص ۳۹۷)

مسئلہ ۹: ہبہ میں رجوع کرنے سے سات چیزیں مانع ہیں اُن سات کو ان الفاظ میں جمع کیا گیا ہے۔ دمع خزقہ دال سے مراد زیادت متصلہ ہے۔ میم سے مراد موت یعنی واہب و موہوب لہ دونوں میں سے کسی کا مرجانا۔ عین سے مراد عوض۔ خا سے مراد خروج یعنی ہبہ کا ملک موہوب لہ سے خارج ہو جانا۔ زا سے مراد زوجیت۔ قاف سے مراد قرابت۔ ہا سے ہلاک۔

(بہار شریعت صفحہ ۸۳-۸۴)

حضرت عمر بن خطاب سے روایت ہے کہ ہم نے اللہ کی راہ میں ایک گھوڑے پر کسی کو سوار کیا تو (وہ گھوڑا) جس کے پاس تھا اس نے اس کو ضائع کیا (کنزور کر دیا) میں نے ارادہ کیا کہ اس کو خرید لوں اور مجھے گمان ہوا کہ وہ یہ سستا فروخت کر دے گا۔ پس میں نے رسول اللہ سے اس کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: نہ خریدو اور نہ اپنے صدقہ میں لوٹو۔ اگرچہ وہ تمہیں ایک درہم میں دے کیونکہ اپنے صدقہ میں لوٹنے والا اپنی

(1618) وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: حَمَلْتُ عَلَى فَرَسٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَأَصَاعَهُ الَّذِي كَانَ عِنْدَهُ، فَأَرَدْتُ أَنْ أَشْتَرِيَهُ، وَظَنَنْتُ أَنَّهُ يَبِيعُهُ بِرُخْصٍ، فَسَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: «لَا تَشْتَرِهِ وَلَا تَعُدْ فِي صَدَقَتِكَ وَإِنْ أَعْطَاكَ بِبَيْزِهِمْ، فَإِنَّ الْعَائِدَ فِي صَدَقَتِهِ كَالْعَائِدِ فِي قَيْبِهِ» مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. قَوْلُهُ: «حَمَلْتُ عَلَى فَرَسٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ مَعْنَاهُ: تَصَدَّقْتُ بِهِ عَلَى بَعْضِ

الْمُجَاهِدِينَ۔ تے میں لوٹنے والے کی طرح ہے۔ (متفق علیہ) تَحْمَلْتُ

عَلَى فَرَسٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ: کا معنی ہے میں نے بعض

مجاہدین پر اس کو صدقہ کر دیا۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب هل لشتری صدقته، جلد 2، صفحہ 542، رقم 1419 صحیح مسلم، باب كراهة شراء
الانسان ما تصدق به من تصدق عليه، جلد 5، ص 33، رقم 4248 السنن الكبرى للبيهقي، باب كراهية ابتياع ما تصدق به من يدي
من تصدق عليه، جلد 4، ص 151، رقم 7883 سنن النسائي، باب شراء الصدقة، جلد 5، صفحہ 108، رقم 2615 صحیح ابن حبان، باب
الرجوع في الهبة، جلد 11، صفحہ 526، رقم 5126

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

بطور خیرات تاکہ اس پر جہاد وغیرہ کیا کرے، عاریتہ دینا مراد نہیں بلکہ مالک بنا دینا مراد ہے۔

اس طرح کہ اس کی خدمت کم کی جس سے وہ کمزور و بلا ہو کر گویا برباد ہی ہو گیا۔

یا اس لیے گھوڑا کمزور ہو چکا ہے جس سے اس کی قیمت گھٹ گئی یا اس لیے کہ میں اس کا محسن ہوں مجھے رعایت سے

دے گا کیونکہ احسان کا بدلہ احسان ہے دوسرا احتمال زیادہ قوی ہے۔

اس جملہ کی بناء پر بعض علماء فرماتے ہیں کہ اپنے دیئے ہوئے صدقہ کا خریدنا حرام ہے مگر حق یہ ہے کہ مکروہ تنزیہی ہے

اور کراہت کی وجہ بھی یہ ہے کہ اس موقع پر فقیر صدقہ دینے والے کی گزشتہ مہربانی کا خیال کرتے ہوئے اسے سستا دے

دے گا اور یہ قیمت کی کمی صدقہ کی واپسی ہے مثلاً اگر سو روپیہ کا مال اس نے ۸۰ میں دے دیا تو گویا صدقہ دینے والے نے

بیس روپیہ صدقہ کر کے واپس لے لئے، لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ ملک بدلنے سے احکام بدل جاتے ہیں۔ اس کی

مثال بالکل یوں سمجھ لو کہ اگر تم نے اپنے پڑوسی فقیر کو صدقہ دیا اس نے اس مال کا کھانا پکا کر تمہاری دعوت کی یہ اگر اس مہربانی

کے شکر یہ میں ہو تو وہ دعوت ناجائز ہے اور اگر عام دعوت تھی جس میں اتفاقاً تمہیں بھی بلا لیا گیا ہو تو کوئی مضائقہ نہیں۔

اس تشبیہ سے معلوم ہو رہا ہے کہ ممانعت تنزیہی ہے کیونکہ کتے کے اپنی تے کو چاٹ لینے سے اس کا پیٹ تو بھر ہی

جائے گا مگر یہ کام گھناؤنا ہے ایسے ہی اپنے صدقہ کو خرید لینے سے ملکیت تو حاصل ہو ہی جائے گی اگرچہ کام بہت برا ہے، یہی

تشبیہ ہے واپس لینے والے پر بھی دی گئی ہے حالانکہ ہبہ کی واپسی بالاتفاق جائز ہے اگرچہ مکروہ ہے۔ (بزاۃ المناجیح، ج ۳ ص ۱۸۰)

143- بَابُ تَأْكِيدِ تَحْرِيمِ مَالِ الْيَتِيمِ یتیم کے مال (کو کھانے) کی تاکید حرمت

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ

الْيَتَامَى ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا

وَسَيَصْلُونَ سَعِيرًا) (النساء: 10)،

شرح: حضرت صدرالفاضل سیدنا مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی خزائن العرفان میں اس کے

ہیں وہ تو اپنے پیٹ میں نری آگ بھرتے ہیں اور کوئی

دام جاتا ہے کہ بھڑکتے دھڑے میں جائیں گے۔

تحت لکھتے ہیں: یعنی یتیموں کا مال ناحق کھانا گویا آگ کھانا ہے کیونکہ وہ سبب ہے عذاب کا۔ حدیث شریف میں ہے روز قیامت یتیموں کا مال کھانے والے اس طرح اٹھائے جائیں گے کہ ان کی قبروں سے اور ان کے منہ سے اور ان کے کانوں سے دھواں نکلتا ہوگا تو لوگ پہچانیں گے کہ یہ یتیم کا مال کھانے والا ہے۔ (خزائن العرفان)

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ) (الأنعام: 152)، اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور یتیموں کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر بہت اچھے طریقہ سے۔

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْيَتَامَى قُلْ إِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ وَإِنْ تُخَالِطُوهُمْ فَإِخْوَانُكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ) (البقرة: 220) اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور تم سے یتیموں کا مسئلہ پوچھتے ہیں تم فرماؤ ان کا بھلا کرنا بہتر ہے اور اگر اپنا ان کا خرچ ملا تو وہ تمہارے بھائی ہیں اور خدا خوب جانتا ہے بگاڑنے والے کو سنوارنے والے سے۔

شرح: حضرت صدرالاقاضی سیدنا مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں: کہ ان (یتیموں) کے اموال کو اپنے مال سے ملانے کا کیا حکم ہے شان نزول آیت اِنَّ الَّذِیْنَ یَاکُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتِیْمِیْنَ ظُلْمًا کَانَ اَکْلًا لِّجَسَدِہِمْ یَسُوْا فِیْہِمْ اَمْوَالَہُمْ وَہُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ اور ان کا کھانا پینا علیحدہ کر دیا اس میں یہ صورتیں بھی پیش آئیں کہ جو کھانا یتیم کے لئے پکایا اور اس میں سے کچھ بچ رہا وہ خراب ہو گیا اور کسی کے کام نہ آیا اس میں یتیموں کا نقصان ہو یہ صورتیں دیکھ کر حضرت عبداللہ بن رواحہ نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ اگر یتیم کے مال کی حفاظت کی نظر سے اس کا کھانا اس کے اولیاء اپنے کھانے کے ساتھ ملا لیں تو اس کا کیا حکم ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور یتیموں کے فائدے کے لئے ملانے کی اجازت دی گئی۔ (خزائن العرفان)

(1619) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُؤْبَقَاتِ! قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَمَا هُنَّ؟ قَالَ: "الْبَيْتْرُكُ بِاللَّهِ، وَالسِّحْرُ، وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ، وَآكُلُ الرِّبَا، وَآكُلُ مَالِ الْيَتِيمِ، وَالتَّوَلَّى يَوْمَ الزَّحْفِ، وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو! صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ وہ کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا، جادو کرنا، اس جان کو قتل کرنا جس کو اللہ نے حرام کیا ہے، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، جنگ کے دن فرار ہو جانا اور پاک دامن بھولی بھالی ایمان دار عورتوں پر الزام تراشی کرنا۔ (متفق علیہ)

”المؤبقات“: اس کا مطلب ہلاک کرنے والیاں۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب رمی المحضات، جلد 6، صفحہ 251، رقم 6465 صحیح مسلم، باب بیان الکیاب والکبرھا.

جلد 1، صفحہ 84، رقم 272 السنن الکبریٰ للہیثمی، باب لمحرم اللتل من السنة، جلد 8، صفحہ 20، رقم 16270 تحف الخیرہ البہرہ للہیثمی، کتاب الادب، جلد 6، صفحہ 192، رقم 5656 سنن ابو داؤد، باب ما جاء فی التشدید فی اکل مال الیتیم، جلد 3، ص 74، رقم 2870

شرح حدیث: حکیم الأمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
(اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا) یعنی مطلقاً کفر کیونکہ کوئی کفر گناہ صغیرہ نہیں سب کبیرہ ہیں۔

جادو کرنا یا بلا ضرورت جادو سیکھنا۔ خیال رہے کہ جادو اتارنے کے لیے جادو سیکھنا جائز بلکہ ضروری ہے۔ اگر جادو میں الفاظ کفریہ ہیں تو جادو گر مرتد ہو جاتا ہے۔ ورنہ فقط مفسد دونوں قسم کے جادو گر واجب القتل ہیں۔ پہلا ارتداد اور فساد کی وجہ سے اور دوسرا فقط فساد کی بناء پر۔ (ازاحة اللغات)

یعنی سود لینا خواہ کھائے خواہ پہنے یا کسی اور کام میں لائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ سود لینا گناہ کبیرہ ہے نہ کہ دینا۔
یعنی ظلمنا اس کا مال مارنا کیونکہ یتیم رحم کے قابل ہے اس پر ظلم بدترین گناہ ہے۔

یعنی کفار کے مقابلہ سے بھاگ جانا کیونکہ اس میں غازیوں کو نقصان پہنچانا ہے اور اسلام کی توہین۔ خیال رہے کہ جہاد سے بھاگنا گناہ کبیرہ جب ہے کہ بزدلی سے ہو اگر کفار کا دباؤ بڑھ جانے سے مجبوراً امور چھوڑنا پڑے تو اس کا یہ حکم نہیں ایسے موقع پر ڈٹ جانا اور شہید ہو جانا افضل ہے لیکن پیچھے پھر جانا گناہ کبیرہ نہیں تدبیر جنگی کی بنا پر پیچھے ہٹنا ثواب ہے۔
زنا کا یعنی جو نیک بخت زنا کو جانتی بھی نہ ہوں انہیں تہمت لگانا گناہ ہے صراحۃً، ظہننا لہذا کسی عورت کو غصہ میں زانیہ یا بد معاش کہنا بھی اسی میں داخل ہے۔ خیال رہے کہ نیک مرد اور چالاک عورتوں کو بھی زنا کی تہمت لگانا گناہ ہے مگر غافلہ عورتوں کو تہمت لگانا بہت زیادہ گناہ ہے جس کی سزا دنیا میں اسی کوڑے اور آخرت میں سخت عذاب۔

مرقاۃ میں ہے کہ ۱۷ گناہ کبیرہ بہت سخت ہیں: چار دل کے: (۱) شرک و کفر (۲) گناہ پراڑنے کی نیت (۳) اللہ کی رحمت سے مایوسی (۴) عذاب پر امن۔ چار زبان میں: (۱) جھوٹی گواہی (۲) پاک دامنوں کی تہمت (۳) جھوٹی قسم (۴) جادو۔ تین پیٹ کے گناہ: (۱) یتیم کا کھانا (۲) شراب پینا (۳) سود کھانا۔ دو شرم گاہ کے: (۱) زنا (۲) لواطت۔ دو ہاتھ کے: (۱) چوری (۲) ناحق قتل۔ ایک پاؤں کا (۱) میدان جہاد سے بھاگ جانا۔ ایک سارے بدن کا: (۱) یعنی والدین کی نافرمانی۔ (بزاۃ النایح، ج ۱ ص ۵۰)

حرمت ربا کا سخت تر ہونا

144- بَابُ تَغْلِيظِ تَحْرِيمِ الرَّبَا

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ صرف اس طرح کھڑے ہوں گے۔ جیسے کہ وہ شخص جس کو شیطان نے چھو کر پاگل کر دیا ہو یہ اس لیے کہ انہوں نے کہا کہ بیع سود کی طرح ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ ذَلِكُمْ بَأْتُهُمْ قَالُوا إِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبَا وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا فَمَنْ جَاءَهُ مَوْعِظَةٌ مِنْ

نے بیع کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام تو جس کے پاس رب کریم کی طرف سے نصیحت پہنچی اور وہ رک گیا تو اس کے لیے ہے جو گزر چکا (یعنی معاف ہے) اور اس کا معاملہ اللہ کی طرف ہے اور جو لوٹا تو ایسے لوگ ہی آگ والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے اللہ تعالیٰ کے اس کے قول تک کہ ”اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو سود باقی ہے اس کو چھوڑ دو۔“

رَّبِّهِ فَانْتَهَى فَلَهُ مَا سَلَفَ وَأَمْرُهُ إِلَى اللَّهِ وَمَنْ عَادَ فَأُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ يَمْحَقُ اللَّهُ الرِّبَا وَيُزِيلُ الصَّدَقَاتِ - إِلَى قَوْلِهِ تَعَالَى: (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا) (البقرة: 275-278).

شرح: حضرت صدرالفاضل سیدنا مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں: اس آیت میں سود کی حرمت اور سود خواروں کی شامت کا بیان ہے سود کو حرام فرمانے میں بہت حکمتیں ہیں بعض ان میں سے یہ ہیں کہ سود میں جو زیادتی لی جاتی ہے وہ معاوضہ مالیہ میں ایک مقدار مال کا بغیر بدل و عوض کے لینا ہے یہ صریحاً نا انصافی ہے دوم سود کا رواج تجارتوں کو خراب کرتا ہے کہ سود خوار کو بے محنت مال کا حاصل ہونا تجارت کی مشقتوں اور خطروں سے کہیں زیادہ آسان معلوم ہوتا ہے اور تجارتوں کی کمی انسانی معاشرت کو ضرر پہنچاتی ہے۔ سوم سود کے رواج سے باہمی مودت کے سلوک کو نقصان پہنچاتا ہے کہ جب آدمی سود کا عادی ہو تو وہ کسی کو قرض حسن سے امداد پہنچانا گوارا نہیں کرتا چہارم سود سے انسان کی طبیعت میں درندوں سے زیادہ بے رحمی پیدا ہوتی ہے اور سود خوار اپنے مدیون کی تباہی و بربادی کا خواہش مند رہتا ہے اس کے علاوہ بھی سود میں اور بڑے بڑے نقصان ہیں اور شریعت کی ممانعت عین حکمت ہے مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سود خوار اور اس کے کارپرداز اور سودی دستاویز کے کاتب اور اس کے گواہوں پر لعنت کی اور فرمایا وہ سب گناہ میں برابر ہیں۔ (خزائن العرفان)

وَأَمَّا الْأَحَادِيثُ فَكَثِيرَةٌ فِي الصَّحِيحِ مَشْهُورَةٌ. مِنْهَا حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ السَّاعِي فِي الْبَابِ قَبْلَهُ.

باقی احادیث اس باب سے متعلق صحیح میں بہت مشہور ہیں ان میں سے ایک حدیث حضرت ابو ہریرہ سے مروی پچھلے باب میں گزر چکی ہے۔

(1620) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْلَ الرِّبَا وَمُؤْكَلَهُ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ زَادَ التِّرْمِذِيُّ وَغَيْرُهُ: وَشَاهِدِيهِ وَكَاتِبَهُ.

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے والے اور کھلانے والے پر لعنت فرمائی۔ (مسلم) ترمذی وغیرہ نے یہ اضافہ کیا ہے کہ اس کے گواہوں پر بھی اور اس کے لکھنے والے پر بھی۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب لعن اکل الربا و مؤکله، جلد 5، صفحہ 50، رقم 4177، السنن الصغری للبیہقی، باب تحریم الربا، جلد 2، صفحہ 57، رقم 1934، سنن ابوداؤد، باب فی اکل الربا و مؤکله، جلد 3، صفحہ 249، رقم 3335، سنن ابن ماجہ، باب التغلیظ فی الربا، جلد 2، صفحہ 764، رقم 2277، سنن ترمذی، باب ماجاء فی اکل الربا، جلد 2، صفحہ 512، رقم 1206

ریا کاری کی حرمت

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور ان لوگوں کو تو یہی حکم ہوا کہ اللہ کی بندگی کریں نہ اس پر عقیدہ لاتے ایک طرف کے ہو کر اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور یہ سیدھا دین ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے ایمان والو اپنے صدقے باطل نہ کرو و احسان رکھ کر اور ایذا دے کر اس کی طرح جو اپنا مال لوگوں کے دکھاوے کے لئے خرچ کرے۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: لوگوں کو دکھاوا کرتے ہیں اور اللہ کو یاد نہیں کرتے مگر تھوڑا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ سب حصہ داروں سے زیادہ بے پرواہ میں ہوں جس نے کسی کام میں میرے ساتھ کسی کو شریک کر لیا تو میں اس کو اور اس کے شرک کو چھوڑ دیتا ہوں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب من أشرك في عمله غير الله، جلد 8، ص 223، رقم 7666، تہذیب الآثار للطبری، ذکر بعض ما حضرنا ذكره من ذلك مما صح به، جلد 1، ص 131، رقم 893، جامع الاصول لابن اثیر، کتاب الربیع فی الریاء، جلد 4، صفحہ 545، رقم 2651، جمع الجوامع للسيوطی، حرف القاف، جلد 6، صفحہ 151، رقم 15152

شرح حدیث: ریا کاری کو اس مثال سے سمجھئے

حجۃ الاسلام حضرت سیدنا امام ابو حامد محمد بن محمد بن محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی ریا کاری کو اس مثال سے سمجھاتے ہیں: مثلاً کوئی شخص سارا دن بادشاہ کے سامنے کھڑا رہے جس طرح خدام کی عادت ہوتی ہے لیکن اس کا مقصود بادشاہ کا قرب حاصل کرنا نہ ہو بلکہ اس کی کسی کنیز کو دیکھنا ہو تو یہ (یعنی اس شخص کا کھڑا ہونا) بادشاہ کے ساتھ یقیناً مذاق ہے۔ تو اس

145- بَابُ تَحْرِيمِ الرِّيَاءِ

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَاءَ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ وَذَلِكَ دِينُ الْقَيِّمَةِ) (البينة: 5).

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (لَا تُبْطِلُوا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْأَذَى كَالَّذِي يُفِيقُ مِثْلَهُ رِئَاءَ النَّاسِ) (البقرة: 264).

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (يُرَائُونَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُونَ اللَّهَ إِلَّا قَلِيلًا) (النساء: 142).

(1621) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: أَنَا أَغْنَى الشُّرَكَاءِ عَنِ الشُّرْكِ، مَنْ عَمَلَ عَمَلًا أَشْرَكَ فِيهِ مَعِيَ غَيْرِي تَرَكَتُهُ وَشُرْكَهُ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

سے زیادہ قابلِ حقارت و نفرت اور کیا بات ہوگی کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت اُس کے کمزور و لاچار بندے کو دکھانے کے لئے کرے جو اس کو بالذات (یعنی ذاتی طور پر) نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان۔ (احیاء العلوم ج ۳ ص ۶۹ منلخصاً)

ریا کی تعریف

ریا کاری کے بعض نقصانات کی معلومات تو ہوئی، آئیے! اب یہ معلوم کرتے ہیں کہ گناہوں بھری ریا کاری کہتے کے ہیں! تو سنے: ریا کی تعریف یہ ہے: ”اللہ عزوجل کی رضا کے علاوہ کسی اور ارادے سے عبادت کرنا۔“ گویا عبادت سے یہ غرض ہو کہ لوگ اس کی عبادت پر آگاہ ہوں تاکہ وہ ان لوگوں سے مال بٹورے یا لوگ اس کی تعریف کریں یا اسے نیک آدمی سمجھیں یا اسے عزت وغیرہ دیں۔ (الزواجر ج ۱ ص ۷۶)

(1622) وَعَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "إِنَّ أَوْلَ النَّاسِ

يُقْطَعُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَيْهِ رَجُلٌ اسْتَشْهَدَ، فَأَتَى بِهِ،

فَعَرَفَهُ نِعْمَتَهُ، فَعَرَفَهَا، قَالَ: فَمَا عَمِلْتَ فِيهَا؟ قَالَ:

قَاتَلْتُ فِيكَ حَتَّى اسْتَشْهَدْتُ. قَالَ: كَذَبْتَ،

وَلَكِنَّكَ قَاتَلْتَ لِأَنْ يُقَالَ: جَرِيٌّ! فَقَدْ قِيلَ، ثُمَّ

أُمِرَ بِهِ فَسُحِبَ عَلَى وَجْهِهِ حَتَّى أُلْقِيَ فِي النَّارِ.

وَرَجُلٌ تَعَلَّمَ الْعِلْمَ وَعَلَّمَهُ، وَقَرَأَ الْقُرْآنَ، فَأَتَى بِهِ

فَعَرَفَهُ نِعْمَتَهُ فَعَرَفَهَا. قَالَ: فَمَا عَمِلْتَ فِيهَا؟ قَالَ:

تَعَلَّمْتُ الْعِلْمَ وَعَلَّمْتُهُ، وَقَرَأْتُ فِيكَ الْقُرْآنَ،

قَالَ: كَذَبْتَ، وَلَكِنَّكَ تَعَلَّمْتَ لِيُقَالَ: عَالِمٌ!

وَقَرَأْتَ الْقُرْآنَ لِيُقَالَ: هُوَ قَارِءٌ، فَقَدْ قِيلَ، ثُمَّ

أُمِرَ بِهِ فَسُحِبَ عَلَى وَجْهِهِ حَتَّى أُلْقِيَ فِي النَّارِ.

وَرَجُلٌ وَسَّعَ اللَّهُ عَلَيْهِ، وَأَعْطَاهُ مِنْ أَصْنَافِ الْمَالِ،

فَأَتَى بِهِ فَعَرَفَهُ نِعْمَتَهُ، فَعَرَفَهَا. قَالَ: فَمَا عَمِلْتَ

فِيهَا؟ قَالَ: مَا تَرَكَتُ مِنْ سَبِيلٍ تُحِبُّ أَنْ يُنْفَقَ

فِيهَا إِلَّا أَنْفَقْتُ فِيهَا لَكَ. قَالَ: كَذَبْتَ، وَلَكِنَّكَ

فَعَلْتَ لِيُقَالَ: جَوَادٌ! فَقَدْ قِيلَ، ثُمَّ أُمِرَ بِهِ

انہی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو

فرماتے ہوئے سنا کہ بے شک لوگوں میں سب سے پہلے

جس کے خلاف فیصلہ ہوگا وہ وہ آدمی ہے جو شہید کیا گیا

ہے پس اسے لایا جائے گا (اللہ تعالیٰ) اس کو اپنی نعمتیں

پہچان کروائے گا وہ پہچانے گا فرمائے گا کیا تو نے ان

سے کیا کام کیا وہ عرض کرے گا میں نے تیرے راستہ

میں جہاد کیا۔ حتیٰ کہ شہید ہو گیا، فرمائے گا تو نے جھوٹ

بولایا ہے تو نے لڑائی کی تھی تاکہ کہا جائے کہ یہ بہادر ہے۔

پھر اس کے بارے میں حکم دیا جائے گا۔ تو اس کو گھسیٹ

کر آگ میں ڈالا جائے گا اور تب ایک آدمی جس نے علم

سیکھا اور سکھایا تھا اور قرآن پاک پڑھا تھا اس کو لایا

جائے گا اس کو نعمتوں کی پہچان کروائے گا وہ نہیں

پہچانے گا (اللہ تعالیٰ) فرمائے گا تو نے اس میں کیا عمل کیا

وہ کہے گا میں نے سیکھا اور سکھایا تھا اور قرآن پڑھا (اللہ

تعالیٰ) فرمائے گا تو نے جھوٹ کہا، تو نے اس لئے علم

سیکھا تاکہ کہا جائے کہ تو عالم کہلائے اور تو نے قرآن

پڑھا تاکہ تجھے قاری کہا جائے پھر حکم دیا جائے تو اسے

منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ اور ایک

فَسُجِبَ عَلَى وَجْهِهِ حَتَّى أُلْقِيَ فِي النَّارِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ. "جَرِيٌّ يَفْتَحُ الْجَيْمَ وَكَثْرَ الرِّاءِ وَالْمَدَّ: أَيْ شُبَّاعٌ حَازِقٌ.

آدمی جس پر اللہ تعالیٰ نے وسعت فرمائی اس کو ہر قسم کا مال عطا فرمایا اس کو لایا جائے گا اسے اپنی نعمتوں کی پہچان کروائے گا۔ تو وہ اسے پہچانے گا فرمائے گا تو نے اس میں کیا عمل وہ عرض کرے گا میں نے تیرے پسندیدہ خرچ کا کوئی راستہ نہیں چھوڑا۔ ہر راستہ میں تیرے لیے خرچ کیا ہے (اللہ تعالیٰ) فرمائے گا تو نے جھوٹ بولا بلکہ تو نے یہ اس لیے کیا تھا تا کہ کہا جائے کہ یہ بہت سخی ہے پھر حکم دیا جائے گا تو اس کو گھسیٹ کر منہ کے بل آگ میں ڈالا جائے گا۔ (مسلم) "جَرِيٌّ": جیم پر زبر راء پر زیر اور مد کے ساتھ اس کا مطلب ہے بہت زیادہ بہادر۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب من قاتل للرياء والسبعة استحق النار، جلد 6، ص 47، رقم 8032؛ السنن النسائي، باب من قاتل ليقال فلان جري، جلد 3، صفحہ 17، رقم 4345 مشکوٰۃ المصابیح، کتاب العلم، الفصل الاول، جلد 1، ص 44، رقم 205، جامع الاصول لابن اثير، کتاب الرابع في الرياء، جلد 4، ص 538، رقم 2645، جامع الاحاديث للسيوطي، ان المشددة مع الهمز، جلد 8، ص 434، رقم 7632

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(جو شہید کیا گیا ہے) یہ اولیت اضافی ہے نہ کہ حقیقی یعنی ریاکاروں میں سے پہلے ریاکار شہید کا فیصلہ ہوگا۔ لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ پہلے حساب نماز کا ہوگا یا پہلے ظلماً قتل کا حساب ہوگا۔ عبادات میں نماز کا، معاملات میں قتل کا، ریا میں ایسے شہید کا فیصلہ پہلے ہے۔ شہید سے وہ مراد ہے جو اللہ کی راہ میں مارا گیا۔

(نعمتیں پہچان کروائے گا) یعنی میں نے تجھے اندرونی بیرونی کروڑوں نعمتیں دیں تو نے کون سی نیکی کی۔ معلوم ہوا کہ

نیکیاں رب کے انعام کا شکر یہ بھی ہیں۔

یعنی تیرے جہاد اور شہادت کا عوض یہ ہو گیا کہ لوگوں نے تیری واہ واہ کر دی کیونکہ تو نے اسی نیت سے جہاد کیا تھا نہ کہ خدمت اسلام کیلئے۔ معلوم ہوا کہ اگر غازی میں اخلاص ہو تو لوگوں کی واہ واہ سے ثواب کم نہیں ہوگا۔ یہ تو رب کی طرف سے دنیوی انعام ہے۔ صحابہ کرام اور خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں جہاں میں واہ واہ ہو رہی ہے۔ خیال رہے کہ فقط غنیمت یا ملک حاصل کرنے کیلئے جہاد کرنے کا انجام بھی یہی ہے۔ جہاد صرف اللہ رسول کی رضا کے لئے چاہئے۔

(تو اس کو گھسیٹ کر آگ میں ڈالا جائے گا) یعنی نہایت ذلت کے ساتھ، مرے ہوئے کتے کی طرح ٹانگ سے

گھسیٹ کر کنارہ جہنم سے نیچے پھینکا جائے گا۔ جہنم کی گہرائی آسمان و زمین کے فاصلہ سے کروڑوں گناہ زیادہ ہے اللہ کی پناہ۔

تیری یہ ساری محنت خدمت دین کے لئے نہ تھی بلکہ علم کے ذریعہ عزت اور مال کمانے کی تھی وہ تجھے حاصل ہو گئے، ہم سے کیا چاہتا ہے، اسی حدیث کو دیکھتے ہوئے، بعض علماء نے اپنی کتابوں میں اپنا نام بھی نہ لکھا اور جنہوں نے لکھا ہے وہ ناموری کے لئے نہیں بلکہ لوگوں کی دعا حاصل کرنے کے لئے۔

معلوم ہوا کہ جیسے اخلاص والی نیکی جنت ملنے کا ذریعہ ہے ایسے ہی ریاد والی نیکی جہنم اور ذلت حاصل ہونے کا سبب۔ اس جگہ چار مسئلے یاد رکھنے چاہئیں: ایک یہ کہ یہاں ریاکار شہید، عالم اور سخی ہی کا ذکر ہوا اس لئے کہ انہوں نے بہترین عمل کیئے تھے جب یہ عمل ریا سے برباد ہو گئے تو دیگر اعمال کا کیا پوچھنا، ریا کے حج و زکوٰۃ اور نماز کا بھی یہی حال ہے۔ دوسرے یہ کہ بعض ریاکار وہ ہیں جو ریا ہی کے لئے نیکیاں کرتے ہیں اگر ان کی تعریف نہ ہو تو نیکی کرتے ہی نہیں، بعض وہ ہیں کہ ریا کے لئے اچھی طرح عمل کریں تنہائی میں متمولی، بعض وہ ہیں جو خلوت و جلوت میں عمل یکساں کریں مگر نام نمود سے خوش ہوں، یہاں پہلی قسم کا ریاکار مراد ہے، دوسری دو قسم کے ریاکار اصل نیکی کا ثواب پائیں گے مگر ناقص۔ تیسرے یہ کہ اس حدیث میں قانون اور رب کے عدل کا ذکر ہے فضل دوسری چیز ہے، رب فرماتا ہے: "فَأُولَٰئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ لَّهَذَا يَدْعُو الْغِيَاثَ" یعنی اللہ اس حدیث معافی کی آیات و احادیث کے خلاف نہیں۔ شعر:

عدل کرے تو تھر تھر کانپیں اونچی شانوں والے
فضل کرے تو بخشنے جانویں مجھ جیسے منہ کالے

چوتھے یہ کہ مؤمن کی یہ ساری سزائیں تنہائی میں ہوں گی، علانیہ نہیں، اللہ سے ذلت اور رسوائی سے بچائے گا، ذلت و رسوائی صرف کافروں کے لئے ہوگی جیسا کہ آیت قرآنیہ سے ثابت ہے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ ریا کے خوف سے عمل نہ چھوڑ دے عمل کیے جائے کبھی اخلاص بھی نصیب ہو ہی جائے گا۔ کھیلوں کے ڈر سے کھانا نہ چھوڑ دو۔ (برزاق الناجح، ج ۱ ص ۲۰۳)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کچھ لوگوں نے

(1623) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنْ

ان سے کہا ہم اپنے بادشاہوں کے پاس جاتے ہیں ہم

نَايَسًا قَالُوا لَهُ: إِنَّا نَدْخُلُ عَلَى سَلَاطِينِنَا فَنَقُولُ

ان کے لیے وہاں (ان کے پاس) وہ بات کرتے ہیں

لَهُمْ بِخِلَافِ مَا نَتَكَلَّمُ إِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِهِمْ؛

جو اس بات کے خلاف ہوتی ہے جو ہم باہر آ کر کرتے

قَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: كُنَّا نَعُدُّ هَذَا نِفَاقًا

ہیں حضرت ابن عمر نے فرمایا: ہم اس بات کو رسول

عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. رَوَاهُ

اللہ ﷻ کے زمانہ میں منافقت سمجھتے تھے۔ (بخاری)

الْبُخَارِيُّ.

شرح حدیث: ریا کی لغوی و اصطلاحی تعریف

ریاء، رَوِيَّةٌ اور مُتَمَعَّةٌ، بِمَعْنَى مَأْخُذٍ هُوَ. جس ریا کی مذمت کی گئی ہے اس کی تعریف یہ ہے: بندہ اللہ عزوجل

کی رضا کے علاوہ کسی اور نیت یا ارادے سے عبادت کرے۔ مثلاً لوگوں کو اپنی عبادت اور کمال سے آگاہ کرنا مقصود ہوتا کہ اسے لوگوں سے مال و جاہ یا ثناء وغیرہ حاصل ہو۔

ریا کاری کی پہچان کے طریقے

ریا کی چند اقسام ہیں: (۱) ریاء بالاحوال (۲) ریاء بالاقوال (۳) ریاء بالاعمال (۴) ریاء بالانساب۔

(۱) ریاء بالاحوال

اس کی پہچان کا طریقہ یہ ہے کہ کسی کا اپنے جسم پر تھکن یا پیلاہٹ ظاہر کرنا، پراگندہ بال اور گھٹیا ہیئت کا اظہار، غم کی کثرت، غذا کی قلت اور اہم کام میں مشغول ہونے کی وجہ سے اپنے آپ پر توجہ نہ دینے اور لگاتار روزوں اور شب بیداریوں، دنیا اور دنیا والوں سے بے رغبتی اور عبادت میں خوب کوشش کا وہم پیدا کرنے کے لئے پست آواز میں بولنا اور آنکھیں بند رکھنا۔

ایسے ذلیل و رسوا لوگ کیا جانیں کہ اس وقت وہ بہتہ خوروں اور ڈاکوؤں جیسے لوگوں سے بھی بدتر ہوتے ہیں کیونکہ وہ تو اپنے گناہوں کے معترف ہیں اور ان رسوا اور ذلیل لوگوں کی طرح اپنی دینداری پر غور نہیں کرتے، جبکہ یہ بد بخت و ذلیل لوگ گناہ بھی کرتے ہیں اور اس پر دلیری بھی دکھاتے ہیں۔

یا پھر صالحین کا ساحلیہ اختیار کرنا جیسے چلتے وقت سر جھکائے رکھنا، پُر وقار انداز میں چلنا، چہرہ پر سجود کا اثر باقی رکھنا، اپنی اور کھردرا لباس پہننا اور ہر وہ صورت اپنانا کہ یہ وہم پیدا ہو کہ وہ علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ اور سادات صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ میں سے ہے حالانکہ وہ علم کی حقیقت اور باطن کی صفائی کے معاملہ میں مفلس ہو۔

یہ دھوکے باز شخص اس بات کو نہیں جانتا کہ جو کچھ اسے یہ لبادہ اوڑھنے کی وجہ سے ملا ہے اس کو قبول کرنا اس پر حرام تھا، اگر اس نے وہ چیز قبول کر لی تو وہ باطل طریقے سے لوگوں کا مال کھانے کی وجہ سے فاسق ہو جائے گا۔

(۲) ریاء بالاقوال

کسی کا وعظ و نصیحت اور سنتوں کو زبانی یاد کرنے کا اظہار کرنا بھی ریا کاری ہے، نیز مشائخ سے ملاقات اور علوم کی پختگی وغیرہ بہت سے ایسے طریقے ہیں جو ریا کاری کے اسباب بن سکتے ہیں کیونکہ قول کے ذریعے ریا کا وقوع کثیر ہے نیز اس کی انواع کو شمار بھی نہیں کیا جاسکتا۔

(۳) ریاء بالاعمال

ارکان نماز کو طویل کرنا اور انہیں عمدگی سے ادا کرنا اور ان میں خشوع ظاہر کرنا، اسی طرح روزہ اور حج وغیرہ دیگر عبادات اور اعمال میں بھی ریا کاری کی انواع بے شمار ہیں۔

بعض اوقات ریاکار دکھاوے کے کاموں کو پختہ کرنے کا اتنا حریص ہوتا ہے کہ تنہائی میں بھی ان افعال کی مشق کرتا رہتا ہے تاکہ لوگوں کے مجمع میں بھی اس کی یہ عادت قائم رہے، لیکن وہ ایسا خوفِ خدا عزوجل اور اس سے حیا کے سبب نہیں کرتا۔

(۴) ریاء بالاصحاب

اسی طرح دوستوں اور ملاقات کے لئے آنے والوں کے ذریعے بھی ریاکاری ہو سکتی ہے جیسے کوئی کسی عالم، امیر یا نیک صالح بندے سے اپنے ہاں آنے کی تمنا کرے اور اس سے اس کی رفعت اور بزرگوں کا اس سے برکت حاصل کرنے کا گمان پیدا ہو اور اسی طرح کوئی شخص دوسروں کے سامنے فخر کرتے ہوئے کہے کہ وہ بہت سے شیوخ سے ملا ہے۔

یہ صورت ریاکاری کے ان ابواب کا مجموعہ ہے جو جاہ و منزلت اور شہرت کے حصول پر ابھارتا ہے تاکہ لوگ اس کی تعریف کریں اور سازی دنیا کا مال و متاع اس کے پاس جمع ہو۔ (الزَّوَادِجُ مِنْ اَثَرِ ابْنِ الْكَلْبِ ۱۵۳)۔

(1624) وَعَنْ جُنْدُبِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ

حضرت جندب بن عبد اللہ بن سفیان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شہرت طلب کرے اللہ اس کے عیب کو مشہور کر دے گا اور جو ریاکاری کرے گا اس کے عیوب اللہ تعالیٰ ظاہر کرے گا۔ (متفق علیہ) مسلم نے بھی اس کو از حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کیا ہے۔ ”سَمِعَ“ میم پر شد کے ساتھ اس کا مطلب ہے وہ عمل جو لوگوں کو دکھلاوے کے لیے ظاہر کیا جائے۔ سَمِعَ اللہ بہ اس کا مطلب ہے: اللہ اس کو روز قیامت رسوا کرے گا۔ مَنْ رَأَى كَمَا مَعْنَى هِيَ جَس نے لوگوں کے لیے عمل صالح ظاہر کیا تاکہ وہ ان کی نظروں میں بڑا ہو جائے رَأَى اللہ بہ یعنی اس کے راز کو اللہ تعالیٰ لوگوں کے سامنے ظاہر کر دے گا۔

سُفْيَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ سَمِعَ سَمِعَ اللَّهُ بِهِ، وَمَنْ يُرَائِي يُرَائِي اللَّهُ بِهِ»۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَرَوَاهُ مُسْلِمٌ أَيْضًا مِنْ رِوَايَةِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا. «سَمِعَ بِتَشْدِيدِ الْيَمِيمِ، وَمَعْنَاهُ: أَظْهَرَ عَمَلَهُ لِلنَّاسِ رِيَاءً». «سَمِعَ اللَّهُ بِهِ آخِي: فَضَعَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. وَمَعْنَى: «مَنْ رَأَى آخِي: مَنْ أَظْهَرَ لِلنَّاسِ الْعَمَلَ الصَّالِحَ لِيَعُظَّمَهُ عِنْدَهُمْ». «رَأَى اللَّهُ بِهِ آخِي: أَظْهَرَ سِرِّيَّتَهُ عَلَى رُؤُوسِ الْخَلَائِقِ»۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب الریاء والسبعة، جلد 5، ص 238، رقم 6134 صحیح مسلم، باب من اشرك في عمله غير الله، جلد 8، ص 223، رقم 7668 الآداب للبيهقي، باب من اخلص العمل لله عزوجل، جلد 2، صفحہ 2، رقم 822 المعجم الكبير للطبرانی، من اسمه جندب بن عبد الله بن سفیان، جلد 2، ص 110، رقم 1696 مع الزوائد للهيثمی، باب في ذي الوجوهين، جلد 8، ص 180، رقم 13153

شرح حدیث: ریاکاری حرام ہے

جان لیجئے اریا کاری حرام ہے اور ریا کار پر اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا غضب ہوتا ہے، اس پر اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے یہ فرامین دلالت

کرتے ہیں۔

چنانچہ، اللہ عزَّ وَّجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

(1) قَوْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ ۝ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ۝ الَّذِينَ هُمْ يُرَاءُونَ ۝

ترجمہ کنز الایمان: تو ان نمازیوں کی خرابی ہے جو اپنی نماز سے بھولے بیٹھے ہیں وہ جو دکھاوا کرتے ہیں۔

(پ 30، الماعون: 6-4)

(2) فَمَنْ كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا ۝

ترجمہ کنز الایمان: تو جسے اپنے رب سے ملنے کی امید ہو اسے چاہے کہ نیک کام کرے اور اپنے رب کی بندگی

میں کسی کو شریک نہ کرے۔ (پ 16، الکہف: 110)

حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا گیا: یا رسول اللہ عزَّ وَّجَلَّ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ

وسلم! نجات کس چیز میں ہے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

أَنْ لَا يَعْمَلَ الْعَبْدُ بِطَاعَةِ اللَّهِ تَعَالَى يُرِيدُ بِهَا النَّاسَ۔

ترجمہ: بندہ اللہ عزَّ وَّجَلَّ کی عبادت لوگوں کو دکھانے کے لئے نہ کرے۔

نبی مکرَّم، نور مجسم، رسول اکرم، شہنشاہ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عبرت نشان ہے: مجھے تم پر سب سے

زیادہ خوف شرک اصغر کا ہے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی: یا رسول اللہ عزَّ وَّجَلَّ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! شرک

اصغر کیا ہے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ریاء کاری۔ (پھر فرمایا) بروز قیامت جب بندہ اپنے اعمال

لے کر حاضر ہوگا تو اللہ عزَّ وَّجَلَّ ارشاد فرمائے گا: ان لوگوں کے پاس جاؤ جن کے لئے دنیا میں دکھاوا کرتے تھے اور دیکھو! کیا

ان کے پاس کوئی بدلہ پاتے ہو۔ (السند للامام احمد بن حنبل، حدیث محمود بن لبید، الحدیث ۲۳۶۹۲، ج ۹، ص ۱۶۰) (الباب الاحیاء ۲۷۷)

(1625) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ تَعَلَّمَ

عِلْمًا مِمَّا يُبْتَغَى بِهِ وَجْهُ اللَّهِ - عَزَّ وَجَلَّ - لَا يَتَعَلَّمُهُ

إِلَّا يُصِيبَ بِهِ عَرَضًا مِنَ الدُّنْيَا، لَمْ يَجِدْ عَرَفَ

الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَعْنِي: رِيئَهَا. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ

بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ وَالْأَحَادِيثُ فِي الْبَابِ كَثِيرَةٌ

مَشْهُورَةٌ.

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب اذا اثني على الصالح ففهي بشرى ولا لضره، جلد 8، ص 44، رقم 6891 صحیح ابن حبان، باب

باب کے متعلق احادیث مشہور ہیں۔

البدح جلد 13، صفحہ 82، رقم 5768 مسند امام احمد بن حنبل، حدیث المشائخ عن ابي بن كعب، جلد 5، ص 156، رقم 21417 مسند البزار، مسند ابي طر الغفاري رضي الله عنه، جلد 2، ص 89، رقم 3955 مشكاة المصابيح، باب التوكل والصبر، الفصل الاول، جلد 3، ص 153، رقم 5317

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اللہ عنہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ حدیث گزشتہ احادیث کی شرح ہے جس میں فرمایا گیا کہ علم دین رضائے الہی کے لیے حاصل کرو اسے صرف دنیا حاصل کرنے کا ذریعہ نہ بناؤ۔ دنیا کے سامان سے روپیہ پیسہ بھی مراد ہے اور دنیوی عزت و جاہ بھی۔ مرقاۃ نے فرمایا کہ علم دین کے ذریعے دنیا حاصل کرنے کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ دنیا اصل مقصود ہو اور علم دین محض اس کا وسیلہ یہ سخت برا ہے وہی یہاں مراد ہے۔ دوسرے یہ کہ علم دین سے دین ہی مقصود ہو مگر تبعا دنیا بھی حاصل کی جائے تاکہ فراغت سے خدمت دین ہو سکے یہ ممنوع نہیں، کیونکہ اب دین مقصود ہے اور دنیا اس کا وسیلہ۔ فقیر عالم کا وعظ دلوں میں موثر نہیں ہوتا۔ حضرات خلفائے راشدین نے خلافت پر تنخواہیں لیں۔ جہاد کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر فقط غنیمت کے لئے کرتا ہے تو برا اور اگر تبلیغ دین کے لئے ہے اور غنیمت و ملک اس کا وسیلہ ہے تو اچھا ہے۔

یعنی اولاً اگر چہ ریاض کاری کی سزا بھگت کر یا حضور کی شفاعت کے ذریعہ معافی ہو جائے گی۔ (مرآۃ المناجیح، ج 1 ص 222)

جن چیزوں کے بارے میں ریاء کا

146- بَابُ مَا يَتَوَهَّمُ أَنَّهُ

وہم کیا جاتا ہے جبکہ وہ ریاء نہ ہوں

رِيَاءٌ وَ لَيْسَ هُوَ رِيَاءً

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

(1626) وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ:

اللہ ﷺ سے عرض کیا گیا: یا رسول اللہ بتائیں کہ آدمی اچھا

قِيلَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَرَأَيْتَ

عمل کرتا ہے اور لوگ اس کی تعریف کرتے ہیں فرمایا یہ

الرَّجُلَ الَّذِي يَعْمَلُ الْعَمَلَ مِنَ الْخَيْرِ، وَيَحْمَدُهُ

ایمان دار کی جلدی والی بشارت ہے۔ (مسلم)

النَّاسُ عَلَيْهِ؛ قَالَ: «تِلْكَ عَاجِلُ بُشْرَى الْمُؤْمِنِ»

رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اللہ عنہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آزمائش کر لو کہ جو کام اللہ کے لیے چھپ کر کرو خود بخود اس کا چرچہ ہو جاتا ہے اور لوگ اس کی تعریفیں کرنے لگتے

ہیں، لوگ چھپ کر تہجد پڑھتے ہیں مگر ان کے چہرے کا نور ان کا یہ عمل شائع کر دیتا ہے۔ اشارتاً اس سوال میں یہ صورت بھی

داخل ہے سوال یہ ہے کہ یا رسول اللہ کیا یہ بھی ریاء ہے۔

یعنی یہ ریاء نہیں ہے بلکہ قبولیت کی علامت ہے کہ لوگوں کے منہ سے خود بخود اس کی تعریف نکلتی ہے۔ صحابہ کرام کے

چھپے ہوئے عمل اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضور نے احادیث میں ایسے شائع کیے کہ آج تک دنیا میں مشہور ہیں یہ بشارت

ربانی ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: لَهُمُ الْمُسَامَاةُ فِي الْعَالَمِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ غَرْضُكَ رِيَاكَ تَعْلُقُ عَامِلُ كِي نِيَتٍ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٍ كَمَا وَه
دکھلاوے شہرت کی نیت سے نیکی کرے یہ ہے ریا۔ (بڑا الناجح، ج ۷، ص ۱۵۸)

ضرورت شرعیہ کے بغیر اجنبی عورت
اور بے ریش لڑکے کو
دیکھنا حرام ہے

147- بَابُ تَحْرِيمِ النَّظْرِ إِلَى الْمَرْأَةِ
الْأَجْنَبِيَّةِ وَالْأَمْرِدِ الْحَسَنِ
لِغَيْرِ حَاجَةٍ شَرْعِيَّةٍ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ ایمان دار مردوں کو
فرمادیں کہ وہ اپنی نظروں کو جھکائیں۔
اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: یقیناً کان آنکھ اور
دل ہر ایک سے سوال کیا جائے گا۔

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ
أَبْصَارِهِمْ) (النور: 30)،
وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ
كُلُّ أُولَئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا) (بنی اسرائیل:
36).

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اللہ جانتا ہے چوری
چھپے کی نگاہ اور جو کچھ سینوں میں چھپا ہے
اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک تمہارے رب
کی نظر سے کچھ غائب نہیں۔

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا
تُخْفِي الصُّدُورُ) (المومن: 19)،
وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ)
(الفجر: 14).

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی آدم کے لیے زنا میں اس کا
حصہ لکھ دیا گیا ہے جو وہ لازماً کرے ہی کرے گا
آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے کانوں کا زنا سننا ہے اور زبان کا
زنا کلام کرنا ہے اور ہاتھ کا زنا پکڑنا ہے اور پاؤں کا زنا
چلنا ہے اور دل کا زنا تمنا کرنا اور خواہش کرنا ہے اور شرم
گاہ اس کی تصدیق یا تکذیب کرتی ہے۔ (متفق علیہ) یہ
الفاظ حدیث مسلم کے ہیں اور بخاری نے بھی اسے مختصراً
روایت کیا ہے۔

(1627) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ
النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "كُتِبَ عَلَى ابْنِ
آدَمَ نَصِيبُهُ مِنَ الزَّانَا مُدْرِكُ ذَلِكَ لَا مَحَالَةَ:
الْعَيْنَانِ زِنَاهُمَا النَّظْرُ، وَالْأُذُنَانِ زِنَاهُمَا
الاسْتِمَاعُ، وَاللِّسَانُ زِنَاهُ الْكَلَامُ، وَالْيَدُ زِنَاهَا
الْبَطْشُ، وَالرِّجْلُ زِنَاهَا الْخَطَا، وَالْقَلْبُ يَهْوَى
وَيَتَمَلَّى، وَيُصَدِّقُ ذَلِكَ الْفَرْجُ أَوْ يُكَذِّبُهُ". مُتَّفَقٌ
عَلَيْهِ. هَذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ، وَرِوَايَةُ الْبُخَارِيِّ
مُخْتَصِرَةٌ.

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب قدر علی ابن آدم حظہ من الزنی وغیرہ، جلد 8، ص 52، رقم 6925، صحیح بخاری، باب زنا
الجوارح دون الفرج، جلد 5، صفحہ 230، رقم 5889، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب تحريم انظر الى الاجنبيات من غير سبب، جلد 7، ص

89 رقم 13893 المستدرک للحاکم، کتاب الایمان، جلد 1، صفحہ 75، رقم 180 سنن ابو داؤد، باب ما یومر بہ من بعض البصر، جلد 2، ص 212، رقم 2154

شرح حدیث: حکیم الثامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہاں ہر آدمی سے عام انسان مراد ہے جس سے بچپن میں فوت ہو جانے والے بچے، خاص اولیاء سارے انبیائے کرام خصوصاً محمدی و عیسیٰ علیہم السلام علیحدہ ہیں، جو حضرات انبیاء کو اس میں داخل مانے وہ بے دین ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مومن انسان زنا یا مقدمات زنا میں پھنستے ہیں۔ رب تعالیٰ کا فضل ہے کہ اعضاء کی غیر اختیاری حرکتوں اور گندے خیالات پر پکڑ نہیں فرماتا۔ حضرت شیخ نے اشعہ میں فرمایا کہ زنا کے حصے سے مراد اسباب زنا ہیں اس طرح کہ انسان میں شہوت اور عورتوں کی طرف میلان قدرتی طور پر پیدا کیا گیا ہے مگر جسے اللہ چاہے اس سے بچائے۔ خیال رہے کہ یوسف علیہ السلام کے قلب پاک میں اس خاص موقعہ پر زلیخا کی طرف میلان بھی نہ پیدا ہوا۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَهَمَّ بِهَا لَوْلَا اَنْ رَّا بَوَظُنَّ رَبِّهٖ یعنی وہ بھی مائل ہو جاتے اگر رب کی دلیل نہ دیکھ لیتے۔

(آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے) غیر عورتوں پر شہوت سے۔ خیال رہے کہ اچانک نگاہ معاف ہے عمدتاً دیکھنے پر پکڑ ہے، یہاں دوسری نظر مراد ہے۔

(زبان کا زنا کلام کرنا ہے) اجنبی عورتوں کے حسن و جمال کی تعریف زبان کا زنا ہے، اسے شوق سے سننا لذت کے لیے کان کا زنا ہے، بعض عورتیں اپنے خاوندوں سے دوسری عورتوں کا حسن بیان کرتی ہیں یہ سخت جرم ہے۔ کان لگا کر توجہ سے اسی لیے یہاں "استماع" باب "افتعال" سے فرمایا گیا۔

خلاصہ یہ ہے کہ ایک زنا بہت سے چھوٹے چھوٹے زناؤں کا مجموعہ ہے۔ ہر عضو کا زنا علیحدہ ہے، زانی بوقت زنا آنکھ، کان، زبان، ہاتھ، پاؤں، شرمگاہ سب ہی کا زنا کرتا ہے اسی لیے سنگسار کیا جاتا ہے، صرف خفی نہیں کیا جاتا۔ لہذا انسان کو چاہیے کہ مقدمات زنا سے بھی بچے، سینما، مروجہ ریڈیو پر فلمی گیتوں کی نشر و اشاعت کا انجام دیکھا جا رہا ہے۔ مرقات میں ہے کہ اجنبیہ عورتوں کو ناجائز خطوط لکھنا یا پہنچانا اُدھر کنکر پھینکنا اشارے کرنا سب ہاتھ کے زنا ہیں۔

(مزاۃ المناجیح، ج 1 ص 83)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ راستوں میں بیٹھنے سے اپنے آپ کو بچاؤ، لوگ کہنے لگے: یا رسول اللہ! ہمارا یہاں بیٹھنے بغیر چارہ نہیں ہے ہم یہاں بیٹھ کر آپس میں باتیں کرتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تمہارا یہاں بیٹھنا لازمی ہی ہے تو پھر راستے کو اس کا حق ادا کرو تو انہوں

(1628) وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "إِيَّاكُمْ وَالْجُلُوسَ فِي الطَّرِيقَاتِ! قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَا لَنَا مِنْ حَاجِلِسِنَا بُدُّ، نَتَحَدَّثُ فِيهَا. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "فَإِذَا أَبَيْتُمْ إِلَّا الْمَجْلِسَ، فَأَعْظُوا الطَّرِيقَ حَقَّهُ قَالُوا: وَمَا حَقُّ

الطَّرِيقِ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ: «عَضُّ الْبَصْرِ، وَكَفُّ
الْأَذَى، وَرَدُّ السَّلَامِ، وَالْأَمْرُ بِالْمَعْرُوفِ، وَالنَّهْيُ
عَنِ الْمُنْكَرِ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.»

نے عرض کیا: یا رسول اللہ! راستے کا حق کیا ہے؟ تو آپ
نے فرمایا کہ نگاہ کو جھکا کر رکھنا، تکلیف دہ چیز کو ہٹانا،
سلام کا جواب دینا، نیکی کا حکم کرنا اور برائی سے روکنا۔

(متفق علیہ)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

چونکہ راستہ سے عورتیں بچے گزرتے رہتے ہیں، نیز وہاں سے لوگوں کے مال سواریاں گزرتی ہیں اس لیے وہاں بیٹھنا
خطرناک بد نظری کا اندیشہ ہے۔

یعنی ہماری ضروریات راستوں پر بیٹھنے سے وابستہ ہیں وہاں بیٹھ کر ہم کاروبار اور دیگر ضروریات کی باتیں کرتے
ہیں۔

یعنی راستہ میں بیٹھ کر وہ نیکیاں کرو جس کی برکت سے تمام وہاں کے گناہوں سے بچے رہو اور ثواب کمالو، یہاں حق
بمعنی استحقاق ہے کہ راستہ ان اعمال کا مستحق ہے۔

یعنی راستوں پر بیٹھ کر یہ پانچ نیکیاں یا ان میں سے جس قدر بن پڑیں کیا کرو: نگاہیں نیچی رکھو تا کہ اجنبی عورتوں پر نہ
پڑیں، راستہ سے کانٹا اینٹ پتھر الگ کر دیا کرو تا کہ کسی راہ گیر کو نہ چھبے نہ ٹھوکر لگے، جو راستہ گزرنے والا تمہیں سلام کرتا
ہو اگر گزرے اس کا جواب دو، اگر تم راستہ میں کسی کو کوئی برا کام کرتے دیکھو تو اس سے روکو، اس کی عوض اسے اچھے کام کرنے
کا مشورہ دو اس صورت میں تمہارا وہاں بیٹھنا بھی عبادت ہے۔ سبحان اللہ! کیسی پیتل، تانبہ کو سونا کر دیتی ہے، حضور کی تعلیم
گناہوں کو ثواب بنا دیتی ہے۔ شعر

تیرے کرم کارسالت مآب کیا کہنا

ثواب ہو گئے سارے عقاب کیا کہنا

(مراۃ المناجیح، ج ۶ ص ۷۷)

حضرت ابو طلحہ زید بن اہل سے روایت ہے کہ
ہم چوباروں میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے پس رسول
اللہ ﷺ تشریف لائے اور ہمارے پاس آ کر کھڑے
ہو گئے فرمایا تمہیں کیا ہے؟ کہ تم یہاں چوباروں پر بیٹھے
ہوں اپنے آپ کو چوباروں پر بیٹھنے سے بچاؤ۔ ہم نے
عرض کیا: ہم اس طرح بیٹھے ہیں جس کا مقصد حرج والا
نہیں ہے۔ ہم بیٹھ کر گفتگو کر رہے ہیں اور بات چیت کر

(1629) وَعَنْ أَبِي طَلْحَةَ زَيْدِ بْنِ سَهْلٍ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا قُعُودًا بِالْأَفْنِيَةِ نَتَحَدَّثُ
فِيهَا فَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ
عَلَيْنَا، فَقَالَ: «مَا لَكُمْ وَلِمَجَالِسِ الصُّعَدَاتِ؟
اجْتَنِبُوا مَجَالِسِ الصُّعَدَاتِ فَقُلْنَا: إِنَّمَا قَعَدْنَا
لِغَيْرِ مَا بَأْسٍ، قَعَدْنَا نَتَذَاكَرُ، وَنَتَحَدَّثُ. قَالَ: «إِنَّمَا
لَا فَادُوا حَقَّهَا: عَضُّ الْبَصْرِ، وَرَدُّ السَّلَامِ، وَحُسْنُ

رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا اگر ضروری ہے تو اس کا حق ادا کرو، نگاہ کو جھکاؤ، سلام کا جواب دینا اچھی گفتگو کرنا۔

(مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب سن حق الجلوس علی الطريق رد السلام، جلد 7، ص 2، رقم 5773 المستدرک للحاکم، کتاب الادب، جلد 6، صفحہ 276، رقم 7688 صحیح ابن حبان، باب الجلوس علی الطريق، جلد 2، صفحہ 357، رقم 596 مسند ابی یعلیٰ، مسند ابی طلحہ، جلد 3، صفحہ 13، رقم 1421 جامع الاصول لابن اثیر، الفرع الاول، فی الجلوس بالطریق، جلد 6، ص 1533، رقم 4742 شرح حدیث: ابو حامد حضرت سیدنا امام محمد بن محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی اپنی منفرد تصنیف کالدب فی الذین میں راستے میں بیٹھنے کے آداب یوں ارشاد فرماتے ہیں:

راستے میں بیٹھنے کے آداب

(راستے میں بیٹھنے والے کو چاہے کہ) نگاہیں جھکا کر بیٹھے، مظلوم کی مدد کرے، ستم رسیدہ و حسرت زدہ کی فریادری کرے، ضعیف و کمزور کی مدد کرے، راستہ بھولے ہوئے کی راہنمائی کرے، سلام کا جواب دے، سوال کرنے والے کو کچھ نہ کچھ عطا کرے، ادھر ادھر متوجہ نہ ہو، لطافت و شفقت کے ساتھ نیکی کا حکم دے اور برائی سے منع کرے، اگر کسی کو گناہوں پر اصرار کرنے والا پائے تو اسے ڈرائے اور اس پر سختی کرے (یعنی بقدر استطاعت اسے روکنے کی کوشش کرے)، بغیر دلیل کے کسی چغل خور کی باتوں پر دھیان دے نہ کسی کی ٹوہ میں پڑے اور لوگوں کے بارے میں اچھا گمان رکھے۔

(الأدب فی البین ص ۴۹)

(1630) وَعَنْ جَرِيرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نَظْرِ الْفَجَاءَةِ فَقَالَ: "أَصْرِفْ بَصْرَكَ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اچانک نظر پڑ جانے کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: اپنی نظر پھیر لو۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب نظر الفجاءة، جلد 6، ص 181، رقم الحدیث 5770 المعجم الكبير للطبرانی، من اسمه جریر بن عبد اللہ الجبلی، جلد 2، ص 337، رقم 2407 سنن ابو داؤد، باب ما يؤمر به من غض البصر، جلد 2، ص 211، رقم 2150 جامع الاصول فی احادیث الرسول، الفرع الثانی فی النظر الیهن، جلد 6، صفحہ 660، رقم 4953 سنن الدارمی، باب فی نظرة الفجاءة، جلد 2، ص 361، رقم 2643

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی اگر اجنبیہ عورت پر بلا قصد نظر پڑ جائے تو اس میں گناہ کیا ہے اور اس کا کفارہ کیا ہے۔

یعنی اس اچانک نظر پڑ جانے میں تو گناہ نہیں مگر فوراً نگاہ ہٹا لو اگر دوبارہ دیکھ لیا یا اسے دیکھتے رہے تو گنہگار ہوں گے کہ اس میں گناہ کا ارادہ پایا گیا۔ اس حدیث کی بنا پر بعض علماء نے فرمایا کہ عورت پر منہ چھپانا واجب نہیں بلکہ مرد پر نگاہ نیچی رکھنا ضروری ہے کیونکہ سرکار نے مرد کو نظر پھیر لینے کا حکم دیا (مرقات) مگر یہ اسدلال ضعیف ہے اگلی حدیث میں آئے گا کہ

عورت بھی اجنبی مرد کو نہ دیکھے اگرچہ مرد نابینا ہو یہاں وہ صورت مراد ہے کہ عورت بے پردہ نہ تھی پھر مرد کی نظر پڑ گئی۔

(بزازۃ المناجیح، ج ۶ ص ۷۷)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھی اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بھی آپ کے پاس تھیں۔ عبد اللہ بن ام مکتوم آئے اور یہ ہمارے حجاب کے حکم سے بعد کا واقعہ ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم دونوں اس سے حجاب کرلو۔ ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ کیا وہ نابینا نہیں کہ وہ ہمیں نہ دیکھے گا نہ پہچانے گا۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم دونوں بھی نابینا ہو کیا تم اس کو نہیں دیکھتیں۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(1631) وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كُنْتُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَعِنْدَهُ مَيْمُونَةُ، فَأَقْبَلَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ، وَذَلِكَ بَعْدَ أَنْ أَمَرْنَا بِالْحِجَابِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَحْتَجِبْنَا مِنْهُ فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، الْيَسُّ هُوَ أَعْمَى! لَا يُبْصِرُنَا، وَلَا يَعْرِفُنَا؛ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَفْعَمِيَا وَإِنَّمَا أَلَسْتُمَا تُبْصِرَانِهِ؟" رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ".

تخریج حدیث: سنن ابوداؤد، باب فی قوله عزوجل "وقل للمؤمنات بغضن من ابصارهن"، جلد 4، ص 109، رقم 4114 سنن ترمذی، باب ماجاء احتجاب النساء من الرجال جلد 5، ص 102، رقم 2778 السنن الکبریٰ للبیہقی، باب مساواة المرأة الرجل فی حکم الحجاب، جلد 7، ص 91، رقم 13908 جامع الاصول لابن اثیر، الفرع الرابع فی نظر المرأة الاعمی، جلد 6، ص 663، رقم 4959 سنن النسائی، باب نظر النساء الی الاعمی، جلد 5، ص 393، رقم 9241

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس طرح کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جناب ام سلمہ کے گھر میں رونق افروز تھے اور بی بی میمونہ ملنے کے لیے وہاں آئی ہوئی تھیں۔ اسی لیے لفظ میمونہ کو معطوف فرمایا اور معطوف علیہ سے اس کا کچھ فاصلہ کر دیا۔ جیسے رب تعالیٰ فرماتا ہے: **وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ** تاکہ معلوم ہو بنائے کعبہ میں ابراہیم علیہ السلام اصل تھے اور حضرت اسماعیل ان کے معاون۔

آپ وہ ہی عبد اللہ بن ام مکتوم ہیں جن کے متعلق سورہ عبس شریف نازل ہوئی آپ اجازت لے کر دولت خانہ میں حاضر ہوئے۔

یا تو حضرت عبد اللہ کے اندر آتے وقت اندر پہنچنے سے پہلے حضور انور نے یہ حکم دیا یا آپ پہلے داخل ہو گئے داخل ہوتے ہی یہ فرمایا پہلا احتمال زیادہ قوی ہے کہ پہلے پردہ کرایا جاتا ہے پھر آنے والے کو بلا یا جاتا ہے۔

عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ مرد کو حرام ہے کہ اجنبی عورت کو دیکھے، عورت کے لیے اجنبی عورت کو دیکھنا حرام نہیں، اور حضرت عبد اللہ تو نابینا ہیں، ہم کو دیکھتے نہیں پھر ہم پردہ کیوں کریں۔

جواب عالی کا مقصد یہ ہے کہ عورت و مرد پر دو طرفہ پردہ واجب ہے کہ نہ تو مرد اجنبی عورت کو دیکھے نہ اجنبی عورت مرد کو۔ اس حدیث کی بنا پر بعض علماء کا فرمان ہے کہ عورت بھی اجنبی مرد کو نہیں دیکھ سکتی، بعض نے فرمایا کہ دیکھ سکتی ہے ان کی دلیل حضرت عائشہ صدیقہ کی وہ روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حبشیوں کا کھیل دکھایا، اس طرح حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم خود پردہ ہو کر آپ کے سامنے کھڑے ہو گئے کہ کوئی مرد تو آپ کو نہ دیکھ سکا، مگر آپ حبشیوں اور ان کے کھیل کو دیکھتی رہیں، یہ کھیل دکھانے کا واقعہ سے پہلے میں ہوا جب کہ جناب عائشہ کی عمر شریف سولہ سال تھی اور پردہ کا حکم آچکا تھا، نیز نماز جماعت میں عورتوں کو حاضری کا حکم تھا مردوں سے علیحدہ ہو کر نماز پڑھتی تھیں مردوں سے پیچھے رہتی تھیں کہ مرد تو ان کو نہ دیکھ سکتے تھے مگر بیویاں یقیناً اپنے سے آگے کے مردوں کو دیکھ سکتی تھیں لہذا حق یہ ہے کہ حضرت عائشہ کی حدیث بیان جواز کے لیے ہے اور یہ حدیث بیان احتیاط کے لیے یہ تمام تحقیق ان پاک باز کے متعلق ہے جہاں بے حیائی کا خیال بھی نہ پیدا ہو، لیکن اگر اس کا خدشہ ہو تو عورت کا مردوں کو دیکھنا بھی سخت حرام ہے۔ (از لمعات، ومرقات، و اشعاع زیادة) (مراۃ المناجیح، ج 5 ص 37)

(1632) وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «لَا يَنْظُرُ الرَّجُلُ إِلَى عَوْرَةِ الرَّجُلِ، وَلَا الْمَرْأَةُ إِلَى عَوْرَةِ الْمَرْأَةِ، وَلَا يُفْضِي الرَّجُلُ إِلَى الرَّجُلِ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ، وَلَا تُفْضِي الْمَرْأَةُ إِلَى الْمَرْأَةِ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ».

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مرد مرد کی شرمگاہ کو نہ دیکھے اور عورت عورت کی شرمگاہ کو نہ دیکھے۔ اور مرد مرد کے ساتھ ایک کپڑے میں نہ لیٹے اور عورت عورت کے ساتھ ایک کپڑے میں نہ لیٹے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب تحریم النظر إلى الصور، جلد 1، صفحہ 183، رقم 794، الادب للہی، باب النهی عن التصری، صفحہ 348، رقم 577، سنن ابوداؤد، باب ما جاء فی التصری، جلد 4، صفحہ 72، رقم 4020، سنن الترمذی، باب فی کراہیة مباشرة الرجال، جلد 5، ص 109، رقم 2793، صحیح ابن حبان، کتاب المخطر والاباحۃ، جلد 12، صفحہ 385، رقم 5574

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ناف سے گھٹنے تک کے اعضاء مطلقاً چھپانا واجب ہیں کہ نہ مرد مرد کے یہ اعضاء دیکھے نہ عورت عورت کے لیکن عورت مرد اجنبی کے لیے سر سے پاؤں تک لائق پردہ ہے اور نماز کے لیے عورت سر سے پاؤں تک جسم ڈھکے سوائے چہرہ کلائیوں تک ہاتھ اور ٹخنے کے نیچے پاؤں کے۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ بے داڑھی مونچھ کا مرد لڑکا بھی بعض احکام میں عورت کی طرح ہے کہ اس کو دیکھنے سے بھی احتیاط کرے۔ (اشعاع) ضرورتاً شریعت کے احکام جدا گانہ ہیں کہ بچہ جنتے وقت دایہ ستر دیکھتی ہے، یوں ہی بعض صورتوں میں مرد کو بنگا کرنا پڑتا ہے۔ محرم مرد اپنی محرمہ عورت کا چہرہ ہاتھ پاؤں سرد دیکھ سکتا ہے، خاوند بیوی کا آپس میں کوئی پردہ نہیں، اس سے کسی عضو کا چھپانا واجب نہیں، ہاں شرمگاہ کا دیکھنا بینائی ضعیف کرتا ہے ماں باپ اپنے جوان بیٹے بیٹی کو چوم سکتے ہیں، سونگھ سکتے ہیں یوں ہی جوان لڑکا لڑکی اپنے ماں باپ کو چوم سکتا ہے دیکھنے و چھونے کے مکمل

احکام شامی عالمگیری وغیرہ باب المس والنظر میں دیکھئے۔

یعنی مرد مرد کے ساتھ یوں ہی عورت عورت کے ساتھ ننگے نہ لیٹیں کہ یہ حرام بھی ہے اور بے غیرتی بھی لہذا دو ننگے مرد ایک چادر اوڑھ کر نہ سوئیں، یوں ہی دو ننگی عورتیں سبحان اللہ! کیسی پاکیزہ تعلیم ہے۔ (مزاۃ المناجیح، ج ۵ ص ۲۱)

148- بَابُ تَحْرِيمِ الْخُلُوةِ بِالْأَجْنَبِيَّةِ

اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی حرام ہے
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: برتنے کی کوئی چیز مانگو تو
پردے کے باہر سے مانگو۔

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا
فَأَسْأَلُوهُنَّ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ) (الأحزاب: 53).

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم عورتوں پر داخل ہونے سے
بچو ایک انصاری آدمی نے عرض کیا: دیور کے بارے میں
کیا حکم ہے تو آپ نے فرمایا: دیور موت ہے۔ (متفق
علیہ) الحمو: خاوند کے قریبی جیسے اس کا بھائی، اس کا بھتیجا،
اس کا چچا زاد۔

(1633) وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ:
يَا أَيُّكُمْ وَالِدُ الدُّخُولِ عَلَى النِّسَاءِ! فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ
الْأَنْصَارِ: أَفَرَأَيْتَ الْحَمُو؟ قَالَ: "الْحَمُو الْمَوْتُ!"
مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. "الْحَمُو": قَرِيبُ الزَّوْجِ كَأَخِيهِ، وَابْنُ
أَخِيهِ، وَابْنُ عَمِّهِ.

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب لا یخلون رجل بامرأة الا ذو محرم، جلد 5، ص 200، رقم 4934 صحیح مسلم، باب تحریم
الخلوة بالاجنبیة والدخول علیہا صحیح ابن حبان، کتاب الخطر والاباحة، جلد 12، صفحہ 401، رقم 5588 سنن الدارمی، باب فی النہی
عن الدخول علی النساء، جلد 2، صفحہ 361، رقم 2642 سنن ترمذی، باب کراهیة الدخول علی المغیبات، جلد 3، ص 474، رقم 1171
شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

پچھلی حدیث میں خلوت کا ذکر تھا یہاں بے پردہ آمنے سامنے آنا کا ذکر ہے یعنی غیر محرم عورت کے پاس بے پردہ نہ
جاؤ اگرچہ ذی رحم ہی ہو، جیسے چچا زاد، خالہ زاد، پھوپھی زاد بھائی بہن کہ ان سے پردہ چاہیے کہ اگرچہ ذی رحم تو ہیں مگر محرم
نہیں ان سے نکاح درست ہے۔

یعنی بھانجی کا دیور سے بے پردہ ہونا موت کی طرح باعث ہلاکت ہے۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ حمو سے مراد
صرف دیور یعنی خاوند کا بھائی ہی نہیں بلکہ خاوند کے تمام وہ قرابت دار مراد ہیں جن سے نکاح درست ہے جیسے خاوند کا چچا
ماموں پھوپھا وغیرہ اسی طرح بیوی کی بہن یعنی سالی اور اس کی بھتیجی بھانجی وغیرہ سب کا یہی حکم ہے۔ خیال رہے کہ دیور کو
موت اس لیے فرمایا کہ عادتاً بھانجی دیور سے پردہ نہیں کرتیں بلکہ اس سے دل لگی، مذاق بھی کرتی ہیں اور ظاہر ہے کہ اجنبیہ
غیر محرم سے مذاق دل لگی کسی قدر فتنہ کا باعث ہے اب بھی زیادہ فتنہ دیور بھانجی اور سالی بہنوئی میں دیکھے جاتے ہیں۔

(مزاۃ المناجیح، ج ۵ ص ۲۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول

(1634) وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا يَخْلُونَ أَحَدُكُمْ بِأَمْرَاةٍ إِلَّا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی بھی کسی عورت کے پاس تنہا نہ ہو سوائے اپنی محرمات کے۔ (متفق علیہ)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الحنبلان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

جب کوئی شخص اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی میں ہوتا ہے خواہ دونوں کیسے ہی پاکباز ہوں اور کسی مقصد کے لئے جمع ہوں شیطان دونوں کو برائی پر ضرور ابھارتا ہے اور دونوں کے دلوں میں ضرور ہیجان پیدا کرتا ہے خطرہ ہے کہ زنا واقع کرادے اس لئے ایسی خلوت سے بہت ہی احتیاط چاہئے، گناہ کے اسباب سے بھی بچنا چاہئے، بخار روکنے کیلئے نزلہ و زکام روکو۔

(مرآة المناجیح، ج ۵، ص ۲۱)

اجنبیہ عورت کے ساتھ خلوت یعنی دونوں کا ایک مکان میں تنہا ہونا حرام ہے، ہاں اگر وہ بالکل بوڑھی عورت ہے کہ شہوت کے قابل نہیں تو خلوت ہو سکتی ہے۔ محارم کیساتھ خلوت جائز ہے یعنی دونوں ایک مکان میں تنہا ہو سکتے ہیں مگر رضاعی بہن اور ساس کیساتھ تنہائی جائز نہیں جبکہ یہ جوان ہوں۔ یہی حکم اپنی عورت کی جوان لڑکی کا ہے جو دوسرے شوہر سے ہے۔

(اسلامی اخلاق و آداب، ص ۱۰۲) (بہار شریعت، حصہ ۱۲، ص ۸۱)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجاہدین کی بیویوں کی حرمت بیٹھنے والوں پر ان کی ماؤں کی طرح ہے۔ بیٹھنے والوں میں سے جو کوئی کسی مجاہد کے گھر میں اس کی عدم موجودگی میں آئے اور خیانت کرے تو قیامت کے روز اس کے سامنے اس کو کھڑا کیا جائے گا وہ اس کی نیکیوں سے جتنی چاہے گالے لے گا حتیٰ کہ وہ راضی ہو جائے گا پھر رسول اللہ ﷺ نے ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا تمہارا کیا گمان ہے۔ (مسلم)

(1635) وَعَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «حُرْمَةُ نِسَاءِ الْمُجَاهِدِينَ عَلَى الْقَاعِدِينَ كَحُرْمَةِ أُمَّهَاتِهِمْ، مَا مِنْ رَجُلٍ مِنَ الْقَاعِدِينَ يَخْلُفُ رَجُلًا مِنْ الْمُجَاهِدِينَ فِي أَهْلِهِ، فَيَخُونُهُ فِيهِمْ إِلَّا وَقَفَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَيَأْخُذُ مِنْ حَسَنَاتِهِ مَا شَاءَ حَتَّى يَرْضَى، ثُمَّ التَّفَتَ إِلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: «مَا ظَنُّكُمْ؟» رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب حرمة نساء المجاہدین و اثم من فالهم فیہن، جلد 6، صفحہ 42، رقم 5017- السنن الکبریٰ للبیہقی، باب ما جاء فی حرمة نساء المجاہدین، جلد 9، ص 173، رقم 19051- سنن ابوداؤد، باب فی حرمة نساء، جلد 2، صفحہ 316، رقم 2498- سنن النسائی، باب من خان غازیاً فی اہله، جلد 3، صفحہ 34، رقم 4400- سنن سعید بن منصور، باب ما جاء فیمن خان غازیاً فی اہله، جلد 2، صفحہ 130، رقم 2331

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الحنبلان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

حرمت سے مراد یا حرام ہونا ہے حلت کا مقابل یا اس سے مراد عزت و حرمت ہے جیسے کہا جاتا ہے بیت اللہ الحرام یعنی اگرچہ ہر غیر منکوحہ غیر مملوکہ عورت سے صحبت کرنا زنا ہے جس کی سزا رجم ہے مگر اپنی ماں سے صحبت کرنا سخت تر گناہ اور بے حیائی ہے ایسے ہی اگرچہ اور دوسری عورتیں بھی اس مسلمان پر حرام ہیں مگر مجاہد غازی کی بیوی زیادہ حرام، اگر کوئی مسلمان غازی کی بیوی سے زنا کرے بلکہ اسے بد نظری سے ہی دیکھے تو سخت عذاب کا، وبال کا، قہر الہی کا مستحق ہوگا کہ اس نے ایسے مقبول خدا کی خیانت کی جو راہ خدا میں جان کی بازی لگا رہا ہے یا جیسے ماں کی عزت و حرمت اولاد پر اشد ضروری ہے ایسے ہی مجاہد غازی کی بیوی کی عزت و احترام ہر مسلمان پر لازم ہے کہ اس کی حفاظت کریں، ان کی تکالیف دور کرنے کی کوشش کریں ان کا کام کاج کریں۔

اس طرح کہ غازی جہاد کو جاتے وقت اسے اپنے گھر کا نگران و منتظم بنایا گیا ہو یا وہ تو اچانک میدان جہاد میں چلا گیا ہو، اس کے بال بچوں نے اسے اپنا سر پرست مان لیا ہو، یہ کلمہ دونوں معنی میں شامل ہے۔ گھر والوں سے مراد بیوی، بچے، لونڈی اور بوڑھے ماں باپ وغیرہ سب ہی شامل ہیں۔

یہاں خیانت سے عزت، عصمت، مال، زمین وغیرہ تمام کی خیانتیں شامل ہیں۔ ان میں سے کسی قسم کی خیانت کرے اس کی سزا وہی ہے جو آئندہ مذکور ہے۔

اگر چاہے گا تو اس خائن کی تمام عمر کی ساری عبادتیں چھین لے، روزے، نمازیں، حج، زکوٰۃ وغیرہ گویا یہ خیانت نیکیاں چھین جانے کا سبب ہے۔

یعنی خود خیال کر لو کہ مجاہد ایسے خائن کی کوئی نیکی چھوڑے گا ہرگز نہیں۔ نیکی چھین لینے کے یہ معنی ہیں کہ اس خائن کو نیکی کا ثواب نہ ملے بلکہ جو اسے ثواب و درجہ ملتا وہ اس غازی کو دے دیا جائے یا یہ مطلب ہے کہ سوچو کہ رب تعالیٰ کے ہاں مجاہد کی کیا عزت و حرمت ہے۔ (بزاة النایح، ج ۵ ص ۶۹۴)

لباس اور حرکات و سکنات میں مردوں کو عورتوں کی اور عورتوں کو مردوں کی مثلثا بہت اختیار کرنا حرام ہے

149- بَابُ تَحْرِيمِ تَشْبِهِ الرَّجَالِ بِالنِّسَاءِ
وَتَشْبِهِ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ فِي لِبَاسٍ
وَحَرَكَةٍ وَغَيْرِ ذَلِكَ

حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ رسول

(1636) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا،

اللہ ﷻ نے زنا نہ مردوں پر اور مردانی عورتوں پر لعنت

قَالَ: لَعَنَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فرمائی۔ ایک اور روایت میں یہ ہے کہ رسول اللہ ﷻ نے

الْمُخَنَّثِينَ مِنَ الرِّجَالِ، وَالْمُتَرَجِّلَاتِ مِنَ

ان مردوں پر لعنت فرمائی جو عورتوں کے ساتھ مشابہت

النِّسَاءِ. وَفِي رِوَايَةٍ: لَعَنَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ الْمُتَشَبِّهِينَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ، اخْتِيَارَ كَرْتِهِ هِيَ أَوْرَانِ عَوْرَتُونَ بِرَعْنَتِ فَرْمَائِي جُومَرِدُونَ
وَالْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ. رَوَاهُ
الْبُخَارِيُّ.

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب المتشبهین بالنساء والمتشبهات بالرجال، جلد 5، ص 220، رقم 5546 سنن سعید بن منصور، بالطلاق لا رجوع فيه، صفحہ 370، رقم 1609 الاداب للبيهقي، باب في اخراجهم من البيوت، جلد 1، صفحہ 356، رقم 592 سنن ابوداؤد، باب في الحكم من المخشيين، جلد 4، صفحہ 438، رقم 4932 سنن ترمذی، باب ما جاء في المتشبهات بالرجال من النساء، جلد 5، ص 106، رقم 2785

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

مخنت بنا ہے خنت سے بمعنی نرمی یا پیچیدگی۔ مخنت وہ لوگ جو ہوں تو مرد مگر ان کی آواز و وضع قطع عورتوں کی سی ہو۔ مخنت دو قسم کے ہیں: ایک پیدائشی، دوسرے بناوٹی یہاں بناوٹی مخنتوں کا ذکر ہے انہیں پر لعنت ہے کہ پیدائشی مخنت تو مجبور ہے۔ معلوم ہوا کہ مرد کا عورتوں کی طرح لباس پہننا، ہاتھ پاؤں میں مہندی لگانا، عورتوں کی طرح بولنا، ان کی حرکات و سکنات اختیار کرنا سب حرام ہے کہ اس میں عورتوں سے تشبیہ ہے، اس پر لعنت کی گئی بلکہ ڈاڑھی مونچھ منڈانا حرام ہے کہ اس میں بھی عورتوں سے مشابہت اور عورتوں کے سے لے بال رکھنا، ان میں مانگ چوٹی کرنا حرام ہے کہ ان سب میں عورتوں سے مشابہت ہے، عورتوں کی طرح تالیاں بجانا، مثلنا، کوئے بلانا سب حرام ہے اسی وجہ سے۔

یعنی عورتوں کا مردوں کی سی شکل بنانا، ان کا لباس پہننا، ان کی طرح بے پردہ پھرنا حرام ہے لہذا عورتیں بادشاہ یا حاکم نہ بنیں کہ یہ کام مردوں کے ہیں۔

مخنت کو اپنے گھروں میں نہ آنے دو تمہاری عورتیں اس سے پردہ کریں کہ یہ بڑے بد معاش ہوتے ہیں، پردہ نشین عورتوں کا ذکر غیر مردوں سے کرتے ہیں یا یہ مطلب ہے کہ مخنت اور مردوں کی ہم شکل بننے والی عورتیں دونوں کو گھروں سے نکال دو اور اپنی عورتوں کو ان سے پردہ کراؤ کہ ایسی عورتیں آوارہ ہیں ان سے پردہ واجب۔ (اشعہ) فقہاء فرماتے ہیں کہ آوارہ عورتوں سے شریف عورتوں کا اسی طرح پردہ کرنا فرض ہے جیسے مردوں سے پردہ کرنا ضروری ہے کہ آوارہ عورتیں مردوں سے زیادہ خطرناک ہیں، ایسی آوارہ عورتوں نے شریفوں کے بہت گھرا جاڑ دیئے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۶ ص ۲۷۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے مرد پر لعنت فرمائی جو عورتوں جیسا لباس پہنے اور ایسی عورت پر جو مردوں جیسا لباس پہنے۔ اسے ابوداؤد نے اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا۔

(1637) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّجُلَ يَلْبَسُ لِبْسَةَ الْمَرْأَةِ، وَالْمَرْأَةَ تَلْبَسُ لِبْسَةَ الرَّجُلِ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ.

تخریج حدیث: سنن ابوداؤد، باب لباس النساء، جلد 4، صفحہ 104، رقم 4100 الاداب للبيهقي، باب من تشبه من الرجال

بالنساء، جلد 1، صفحہ 356، رقم 591 المستدرک للحاکم، کتاب اللباس، جلد 6، صفحہ 184، رقم 7415 صحیح ابن حبان، باب اللعن، جلد 13، صفحہ 62، رقم 5751 مسند امام احمد، مسند أبي هريرة رضي الله عنه، جلد 2، صفحہ 325، رقم 8292

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی جو عورت مردوں کا سالباس پہنے اس پر لعنت ہے اور جو مرد عورتوں کا سالباس پہنے اس پر لعنت ہے۔ چاہیے یہ کہ مرد عورتیں لباس میں ممتاز رہیں، عورت پگڑی نہ باندھے، مرد دوپٹہ نہ پہنے، یوں ہی قمیض شلوار میں زنانہ مردانہ میں فرق رہے۔ (مزاۃ المناجیح، ج ۶ ص ۳۱۰)

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دوزخیوں کی دو قسموں کو میں نے نہیں دیکھا ایک وہ قوم کہ ان کے پاس گائے کی دموں کی طرح کے کوڑے ہوں گے وہ لوگوں کو ان کے ساتھ ماریں گے اور وہ عورتیں جو (کپڑے) پہننے والی تنگی ہوں گی مائل کرنے والی اور مائل ہونے والی ہوں گی ان کے سر بختی اونٹوں کی کوبانوں کی طرح ہوں گے وہ جنت میں داخل ہوں گی نہ اس کی خوشبو سونگیں گی جب کہ اس کی خوشبو اتنے اتنے فاصلہ (یعنی قریب) سے آ رہی ہوگی۔ (مسر)

(1638) وَعَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "صِنْفَانِ مِنَ أَهْلِ النَّارِ لَمْ أَرَهُمَا: قَوْمٌ مَعَهُمْ سِيَاطٌ كَأَذْنَابِ الْبَقَرِ يَضْرِبُونَ بِهَا النَّاسَ، وَنِسَاءٌ كَأَسِيَّاتِ عَارِيَّاتِ مُمَيَّلَاتٍ مَائِلَاتٍ، رُؤُوسُهُنَّ كَأَسِنَّةِ الْبُغْتِ الْمَائِلَةِ لَا يَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ، وَلَا يَجِدْنَ رِجْعَهَا، وَإِنَّ رِجْعَهَا لَيُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ كَذَا وَكَذَا." رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مَعْنَى "كَأَسِيَّاتِ أَيْ: مِنْ نِعْمَةِ اللَّهِ "عَارِيَّاتٍ مِنْ شُكْرِهَا. وَقِيلَ مَعْنَاهُ: تَسْتُرُ بَعْضَ بَدَنِهَا، وَتَكْشِفُ بَعْضَهُ إِظْهَارًا لِحَبَالِهَا وَنَحْوِهِ. وَقِيلَ: تَلْبَسُ ثَوْبًا رَقِيقًا يَصِفُ لَوْنَ بَدَنِهَا. وَمَعْنَى "مَائِلَاتٍ" قِيلَ: عَنِ طَاعَةِ اللَّهِ وَمَا يَلْزُمُهُنَّ حِفْظُهُ "مُمَيَّلَاتٍ أَيْ: يُعَلِّمْنَ غَيْرَهُنَّ فِعْلَهُنَّ الْمَذْمُومَ. وَقِيلَ: مَائِلَاتٌ يَمْتَشِينَ مُتَبَخَّرَاتٍ، مُمَيَّلَاتٌ لِأَكْتَاْفِهِنَّ، وَقِيلَ: مَائِلَاتٌ يَمْتَشِطْنَ الْبِشْطَةَ الْمَيْلَاءَ: وَهِيَ مِشْطَةُ الْبَغَايَا، وَ"مُمَيَّلَاتٌ يَمْتَشِطْنَ غَيْرَهُنَّ تِلْكَ الْبِشْطَةَ" رُؤُوسُهُنَّ كَأَسِنَّةِ الْبُغْتِ أَيْ: يُكَبِّرُنَهَا

کاسیئات: کا مطلب ہے اللہ کی نعمت کا لباس عاریات: اس کا معنی ہے! اس کے شکر سے تنگی ہوں گی اور کہا گیا ہے کہ اس کا معنی ہے کہ اپنے حسن و شباب کو ظاہر کرنے کے لیے اپنے جسم کا کچھ حصہ چھپائیں گی اور کچھ حصہ نکار کھیں گی اور یہ بھی کہا گیا کہ اتنا بار یک کپڑا پہنیں گی جس سے ان کے بدن کی رنگت واضح طور پر ظاہر ہوگی۔ مائلات: اس کا مطلب ہے اللہ کی طاعت سے اور جس چیز کا انہیں حکم دیا گیا ہے اس سے منہ موڑنے والیاں ہوں گی، ممیلات: غیروں کو اپنے برے عمل بتانے والیاں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ٹٹک لٹک کر چلنے والیاں، مائلات: کے متعلق ایک قول یہ بھی کہا

وَيُعْظِمْنَهَا بِلَبِّ عِمَامَةٍ أَوْ عِصَابَةٍ أَوْ تَحْوِيهَا.

گیا کہ وہ بالوں کو سنوارنے والیاں ہوں گی تاکہ وہ کشش کا ذریعہ بنیں اور یہ بدکار زانیہ کا طریقہ ہے۔
 هميلات: دوسری عورتوں کے بھی اپنی طرح بال سنوارنے والیاں۔ کاسنمة البخت: عمامہ یا پٹی وغیرہ کو اس انداز سے باندھنا کہ سر بڑے ظاہر کیے ہوئے ہوں۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب النساء الکاسیات العاریات المائلات الممیلات، جلد 6، ص 168، رقم 5704، الاذاب للبیہقی، باب فی حجاب النساء، جلد 1، صفحہ 355، رقم 590، مشکاة المصابیح، باب ما یضہن من الجنایات، الفصل الاول، جلد 2، صفحہ 301، رقم 3524

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی ایسے ظالم فاسق لوگ ہمارے زمانہ میں پیدا نہ ہوں گے بلکہ ہمارے بعد ہوں گے، یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے کہ آئندہ ہونے والے لوگوں کے اعمال کی خبر دے رہے ہیں۔

(وہ لوگوں کو ان کے ساتھ ماریں گے) ظلمنا ماریں گے حق پر کوڑے مارنا درست ہے، رب تعالیٰ کنوارے زانی کے متعلق فرماتا ہے: **فَاَجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ** اور پاکدامن عورت کو تہمت لگانے والوں کے متعلق فرماتا ہے: **فَاَجْلِدُوهُمْ ثَلَاثِينَ جَلْدَةً**۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ وہ ظالم حکام یا ان کے کارندے کوڑھے ساتھ لیے پھریں گے بات بات پر لوگوں کو اس سے مارا کریں گے، کسی نے انہیں سلام نہ کیا یا ان کی تعظیم کے لیے نہ اٹھایا ان کے ظلم کی تائید نہ کی اسے بے تحاشہ پیٹ دیا۔ خدا کی پناہ!

(نگلی ہوں گی) یعنی جسم کا کچھ حصہ لباس سے ڈھکیں گی اور کچھ حصہ ننگا رکھیں گی یا اتنا باریک کپڑا پہنیں گی جس سے جسم ویسے ہی نظر آئے گا یہ دونوں عیوب آج دیکھے جا رہے ہیں یا اللہ کی نعمتوں سے ڈھکی ہوں گی شکر سے نگلی یعنی خالی ہوں گی یا زیوروں سے آراستہ تقویٰ سے نگلی ہوگی۔

لوگوں کے دلوں کو اپنی طرف مائل کریں گی اور خود ان کی طرف مائل ہوں گی یا دوپٹہ اپنے سر سے برقعہ اپنے منہ سے ہٹا دیں گی یا اپنی باتوں یا گانے سے لوگوں کو اپنی طرف مائل کریں گی، خود ان کی طرف مائل ہوں گی یہ سب باتیں آج دیکھنے میں آرہی ہیں، قربان ان نگاہوں کے جو قیامت تک کے واقعات دیکھ رہی ہیں، نیچی نظریں گل کی خبریں۔

اس جملہ مبارک کی بہت تفسیریں ہیں بہتر تفسیر یہ ہے کہ وہ عورتیں راہ چلتے شرم سے سر نیچا نہ کریں گی بلکہ بے حیائی سے اونچی گردن سراٹھائے ہر طرف دیکھتی، لوگوں کو گھورتی چلیں گی جیسے اونٹ کے تمام جسم میں کوہان اونچی ہوتی ہے ایسے ہی ان کے سراونچے رہا کریں گے، یہ حدیث پڑھو اور آج کل کی عورتوں کو دیکھو، یہ اس غیب داں محبوب کی غیبی خبریں ہیں۔ شعر

ابن مالک کو دی بشارت تاج

اے مرے غیبِ دال ترے صدقہ

یہاں لایجدن اور لایدخلن میں دونوں جماعتیں مراد ہیں کوڑے والے ظالموں کی جماعت اور ان بے حیا عورتوں کی جماعت۔ مطلب یہ ہے کہ اگر دونوں جماعتوں کا خاتمہ ایمان پر ہو بھی گیا تب بھی وہ اولاً جنت میں نہ جائیں گی، وہاں سے دور رہیں گی اپنی ان حرکتوں کی سزا دوزخ میں بھگتیں گی اگرچہ بعد میں ایمان کی وجہ سے جنت میں پہنچ جائیں لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں، یا مطلب یہ ہے کہ جو ان کاموں کو حلال جان کر یہ کرے وہ کافر ہے پھر جنت میں کیسے جائے یا مطلب یہ ہے کہ پاکدامن عورتوں کی طرح اولاً جنت میں نہ جائیں گی۔

اتنی اتنی سے مراد بہت دراز مسافت ہے مثلاً سو سال کی راہ یا اس سے بھی زیادہ ان احادیث کو اس باب میں لانے کا مقصد یہ ہے کہ عورتوں کو بے پردگی کی بنا پر کوئی شرعی حد نہ لگے گی حاکم چاہے تو تعزیر کے طور پر سزا دے۔ (مراۃ المناجیح ج ۵ ص ۲۲۲)

شیطان اور کافروں کے ساتھ

150- بَابُ النَّهْيِ عَنِ التَّشْبِيهِ

مشابہت رکھنا منع ہے

بِالشَّيْطَانِ وَالْكَفَّارِ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

(1639) عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ:

اللہ ﷺ نے فرمایا: تم بائیں ہاتھ سے نہ کھاؤ کیونکہ بائیں

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَأْكُلُوا

ہاتھ سے شیطان کھاتا پیتا ہے۔ (مسلم)

بِالشِّمَالِ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَأْكُلُ وَيَشْرَبُ بِالشِّمَالِ"

رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب آداب الطعام و الشراب، جلد 6، صفحہ 108، رقم 5383 سنن ابن ماجہ، باب الاکل باليمن، جلد 2، صفحہ 1088، رقم 3268 سنن النسائی الکبیری، باب النهی عن الاکل بالشمال، جلد 4، صفحہ 172، رقم 6749 مسند ابی یعلیٰ، مسند جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ، جلد 5، صفحہ 175، رقم 2260 مسند امام احمد بن حنبل، مسند جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ، جلد 3، صفحہ 334، رقم 14627

شرح حدیث: کھانے کا طریقہ

کھانا کھانے سے پہلے اور بعد میں دونوں ہاتھ گٹوں تک دھوئے صرف ایک ہاتھ یا فقط انگلیاں ہی نہ دھوئے کہ اس سے سنت ادا نہ ہوگی لیکن اس کا دھیان رہے کہ کھانے سے پہلے ہاتھ دھو کر پونچھنا نہ چاہیے اور کھانے کے بعد ہاتھ دھو کر تو لیا یا رومال سے پونچھ لینا چاہیے تاکہ کھانے کا اثر باقی نہ رہے۔ (الفتاویٰ الھندیہ، کتاب الکراہیہ، الباب الحادی عشر فی الکراہیہ۔۔۔ الخ، ج ۵، ص ۳۳۷)

بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کریں اور بلند آواز سے بسم اللہ پڑھیں تاکہ دوسرے لوگوں کو بھی یاد آ جائے اور سب بسم

اللہ پڑھ لیں۔ (الفتاویٰ الھندیہ، کتاب الکراہیہ، الباب الحادی عشر فی الکراہیہ فی الاکل وما یحصل بہ۔۔۔ الخ، ج ۵، ص ۳۳۷)

اور اگر شروع میں بسم اللہ پڑھنا بھول گیا ہو تو جب یاد آ جائے یہ دعا پڑھے بِسْمِ اللَّهِ أَوْلَهُ وَآخِرَهُ

(جامع الترمذی، کتاب الاطعمه، باب ماجاء فی التسمیة۔۔۔ الخ، رقم ۱۸۶۵، ج ۳، ص ۳۳۹)

روٹی کے اوپر کوئی چیز نہ رکھی جائے اور ہاتھ کو روٹی سے نہ پونچھیں۔ (رد المحتار، کتاب المعطر والاباحہ، ج ۹، ص ۵۶۲)

کھانا ہمیشہ داہنے ہاتھ سے کھائیں بائیں ہاتھ سے کھانا پینا شیطان کا کام ہے۔

(جامع الترمذی، کتاب الاطعمه، باب ماجاء فی النہی۔۔۔ الخ، رقم ۱۸۰۶، ج ۳، ص ۳۳۳)

مسئلہ: کھانا کھاتے وقت بائیں پاؤں بچھا دے یا دہنا پاؤں کھڑا رکھے یا سرین پر بیٹھے اور دونوں گھٹنے کھڑے

رکھے۔ (اشعة المصائب، کتاب الاطعمه، فصل ۱، ج ۳، ص ۵۱۸) اور اگر بھاری بدن یا کمزور ہونے کی وجہ سے اس طرح نہ بیٹھ سکے تو

پالسی مار کر کھانے میں بھی کوئی حرج نہیں۔

کھانا کھانے کے درمیان میں کچھ باتیں بھی کرتا رہے بالکل چپ رہنا یہ مجوسیوں کا طریقہ ہے مگر کوئی بے ہودہ یا پھوہر

بات ہرگز نہ بکے بلکہ اچھی اچھی باتیں کرتا رہے۔ (الفتاویٰ الہندیہ، کتاب النکاحیہ، الباب الثانی عشر فی الہدایا والنسیا، ج ۵، ص ۳۲۵)

کھانے کے بعد انگلیوں کو چاٹ لے اور برتن کو بھی انگلیوں سے پونچھ کر چاٹ لے۔

(الفتاویٰ الہندیہ، کتاب النکاحیہ، الباب الحادی عشر فی الاکل وما یحصل بہ، ج ۵، ص ۳۲۷)

کھانے کی ابتداء نمک سے کریں اور نمک ہی پر ختم کریں کہ اس میں بہت سی بیماریوں سے شفاء ہے۔

(رد المحتار علی الدر المختار، کتاب المعطر والاباحہ، ج ۹، ص ۵۶۲)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول

(1640) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ

اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی بھی اپنے بائیں ہاتھ

رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «لَا يَأْكُلَنَّ

سے ہرگز نہ کھائے اور نہ اس کے ساتھ پیئے کیونکہ

أَحَدُكُمْ بِشِمَالِهِ، وَلَا يَشْرَبَنَّ بِهَا، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ

شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا اور پیتا ہے۔ (مسلم)

يَأْكُلُ بِشِمَالِهِ وَيَشْرَبُ بِهَا». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب آداب الطعام و الشراب، جلد 6، صفحہ 109، رقم 5384، الادب المفرد، باب لا یأخذ

ولا یعض الا بالیمنی، صفحہ 406، رقم 1189، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب الاکل و الشرب بالیمنی، جلد 7، صفحہ 277، رقم

15005، المنتقی لابن الجارود، باب ماجاء فی الاطعمه، صفحہ 220، رقم 869، سنن أبی داؤد، باب الاکل بالیمنی، جلد 3، صفحہ 410، رقم

3778

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

دودھ یا پانی یا کوئی اور چیز ہمیشہ داہنے ہاتھ سے برتن کھائے۔ جمہور علماء کے نزدیک یہ حکم استحبابی ہے اور داہنے ہاتھ

سے کھانا پینا مستحب سنت، بعض اماموں کے ہاں امر و وجوب کے لیے ہے ان کی دلیل وہ حدیث ہے کہ حضور نبی کریم صلی

اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو بائیں ہاتھ سے کھاتے دیکھا تو فرمایا داہنے ہاتھ سے کھا وہ بولا کہ میں اس ہاتھ سے کھا نہیں

سکتا، فرمایا اب نہ کھاسکے گا چنانچہ اس کے بعد اس کا داہنا ہاتھ اس کے منہ تک نہ اٹھ سکا رواہ مسلم عن سلمہ ابن

اکوع۔ (مرقات) طبرانی نے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سبیعہ اسمیہ کو بائیں ہاتھ سے کھاتے دیکھا تو

اسے بددعا فرمائی وہ طاعون سے مری۔ (مرقاۃ) اگر یہ حکم وجوبی نہ ہوتا تو آپ اتنی سختی کیوں فرماتے مگر جمہور علماء فرماتے ہیں کہ یہ واقعات زجر و تنبیہ کے لیے ہوئے کبھی مکروہ عمل پر بھی تنبیہ کر دی جاتی ہے۔ (مرقات) (بزاز الناجح، ج ۶ ص ۱۳)

(1641) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "إِنَّ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى لَا يَضْبَعُونَ لَخَالِفُوهُمْ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. الْمُرَادُ: خِضَابُ شَعْرِ اللَّحْيَةِ وَالرَّأْسِ الْأَبْيَضِ بِصُفْرَةٍ أَوْ حُمْرَةٍ، وَأَمَّا السَّوَادُ، فَمِنْهُي عَنْهُ كَمَا سَنَدُ كُرَّةً فِي الْبَابِ بَعْدَهُ، إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہود و نصاریٰ اپنے بالوں کو نہیں رنگتے لہذا تم ان کی مخالفت کرو۔ (متفق علیہ) خضاب سے مراد داڑھی اور سر کے بالوں کو زرد رنگ یا سرخ رنگ سے رنگنا ہے اور رہا کالا خضاب تو وہ منع ہے جیسا کہ ہم انشاء اللہ تعالیٰ اس کے بعد والے باب میں عنقریب ذکر کریں گے۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب ما ذکر عن بنی اسرائیل، جلد 3، صفحہ 127، رقم 3275 صحیح مسلم، باب فی مخالفة الیہود فی الصبغ، جلد 6، صفحہ 155، رقم 5632 الادب للبیہقی، باب فی خضاب الرجال، جلد 1، صفحہ 328، رقم 546 سنن ابوداؤد، باب فی الخضاب، جلد 4، صفحہ 136، رقم 4205 سنن ابن ماجہ، باب الخضاب بالحناء، جلد 2، صفحہ 1196، رقم 3621

شرح حدیث: امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں خضاب سے متعلق فرماتے ہیں:

تنہا مہندی مستحب ہے اور اس میں کتم کی پتیاں ملا کر کہ ایک گھاس مشابہ برگ زیتون ہے جس کا رنگ گہرا سرخ مائل سیاہی ہوتا ہے اس سے بہتر اور زرد رنگ سب سے بہتر، اور سیاہ و سے کا ہو خواہ کسی چیز کا مطلقاً حرام ہے۔ مگر مجاہدین کو۔ سنن ابی داؤد میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے:

مر على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم رجل قد خضب بالحناء فقال ما احسن هذا قال فمراخر قد خضب بالحناء و الکتتم فقال هذا احسن من هذا ثم مراخر قد خضب بالصفير فقال

هذا احسن من هذا كله - (سنن ابی داؤد کتاب الترجمل باب فی خضاب الصفرة آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۲۳)

یعنی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے ایک صاحب مہندی کا خضاب کئے گزرے فرمایا یہ کیا خوب ہے۔ پھر دوسرے گزرے انھوں نے مہندی اور کتم ملا کر خضاب کیا تھا فرمایا: یہ اس سے بہتر ہے، پھر تیسرے زرد خضاب کئے گزرے فرمایا: یہ ان سب سے بہتر ہے۔

معجم کبیر طبرانی و مستدرک میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے

ہیں:

الصفرة خضاب الیومن والحبرة خضاب المسلم والسواد خضاب الکافر۔

(المستدرک علی الصحیحین کتاب معرفۃ الصحابہ ذکر عبداللہ بن عمرو بن العاص دار الفکر بیروت ۳/۵۲۶) (کنز العمال بحوالہ طب وک عن ابن عمر حدیث

زر و خضاب ایمان والوں کا ہے اور سرخ اہل اسلام کا اور سیاہ خضاب کافروں کا ہے۔

امام احمد مسند اور ابوداؤد ونسائی وابن حبان وحاکم و ضیاء اپنی اپنی صحاح اور بیہقی سنن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

يكون قوم في آخر الزمان يخضبون بهذا السواد كحواصل الحمام لا يجدون رائحة الجنة۔

(سنن ابی داؤد کتاب الترجل باب ما جاء فی خضاب السواد آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۲۲) (سنن النسائی کتاب الزینۃ الخضاب بالسواد ۲/۲۷۷)

وسند احمد بن حنبل ۱/۲۷۳

آخر زمانے میں کچھ لوگ ہوں گے کہ سیاہ خضاب کریں گے جیسے جنگلی کبوتروں کے پونے، وہ جنت کی بونہ سونگھیں گے۔
طبرانی کبیر اور ابن ابی عاصم کتاب السنہ میں حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من خضب بالسواد سود الله وجهه يوم القيامة۔

(کنز العمال بحوالہ طب عن ابی الدرداء حدیث ۱۴۳۳ موسسۃ الرسالہ بیروت ۶/۶۷۱)

جو سیاہ خضاب کرے اللہ تعالیٰ روز قیامت اس کا منہ کالا کرے گا۔

علامہ حموی و طحاوی و شامی فرماتے ہیں:

هذا في حق غير الغزاة ولا يحرم في حقهم للارهاب۔ (رد المحتار مسائل شتی و اراخیا التراث العربی بیروت ۵/۴۸۲)

یہ حکم مجاہدین کے سوا دوسروں کے لئے ہے لہذا ان کے لئے سیاہ خضاب کا استعمال حرام نہیں دشمنوں کو ڈرانے اور انھیں مرعوب کرنے کے لئے وہ اس کا استعمال کر سکتے ہیں۔

اشعة اللمعات شرح مشکوٰۃ شریف میں ہے:

بصحت رسیده است کہ امیر المؤمنین ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خضاب می کرد بخنا و کتم کہ نام گیا ہے است لیکن رنگ

آں سیاہ نیست بلکہ سرخ مائل بسیاہی است۔ (اشعة اللمعات شرح مشکوٰۃ المصابیح کتاب اللباس باب الترجل مکتبہ نوریہ رضویہ سکر ۳/۵۷۰)

طریقہ صحت تک یہ راویت پہنچی ہوئی ہے کہ امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتم گھاس کی پتیاں

ملا کر خضاب کیا کرتے تھے جس کا رنگ سیاہ نہیں بلکہ گہرا سرخ مائل بسیاہی ہوا کرتا تھا۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۲۳، ص ۳۸۶)

مرد اور عورت کا اپنے بالوں کو

151- بَابُ نَهَى الرَّجُلِ وَالْمَرْأَةِ عَنِ

سیاہ خضاب لگانا منع ہے

خِضَابِ شَعْرِهِمَا بِسَوَادٍ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (رسول

(1642) عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: أُنِيَ

بَابُ عُقَافَةِ وَالِدِ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا. اللهُ ﷻ کے پاس) ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما کے والد حضرت
 يَوْمَ فَتَحَ مَكَّةَ وَرَأْسَهُ وَلِحَيْثُهَا كَالْقَعَامَةِ بَيَاضًا. ابوقحافہ کو فتح مکہ کے دن لایا گیا تو ان کے سر اور داڑھی
 فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "غَيِّرُوا كَيْتُورًا" کی طرح سفید تھے تو رسول
 هَذَا وَاجْتَنِبُوا السَّوَادَ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ. اللهُ ﷻ نے فرمایا: اس کو بدل دو لیکن سیاہ رنگ سے بچو۔
 (مسلم)

مخرج حدیث: صحیح مسلم، باب فی صبغ الشعر و تغمیر الشیپ، جلد 6، صفحہ 155، رقم 5631 الادب للبیہقی، باب فی
 خضاب الرجال، جلد 1، صفحہ 329، رقم 549 سنن ابوداؤد، باب فی الخضاب، جلد 4، صفحہ 137، رقم 4206 سنن النسائی، باب الخضاب
 عن الخضاب بالسواد، جلد 5، ص 416، رقم 9347 مسند ابی یعلیٰ، مسند جابر بن عبداللہ الانصاری، جلد 3، صفحہ 352، رقم 1819
 شرح حدیث: امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ سیاہ خضاب سے متعلق فرماتے ہیں:
 سیاہ خضاب خواہ مازو و ہلیہ و نیل کا ہو خواہ نیل و حنا مخلوط خواہ کسی چیز کا سوا مجاہدین کے سب کو مطلقاً حرام ہے۔ اور
 صرف مہندی کا سرخ خضاب یا اس میں نیل کی کچھ پتیاں اتنی ملا کر جس سے سرخی میں پختگی آجائے اور رنگ سیاہ نہ ہونے
 پائے سنت مستحبہ ہے۔

شیخ محقق علامہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ الشریف اشعة اللمعات شرح مشکوٰۃ شریف میں فرماتے ہیں:

خضاب بسواد حرام است وصحابہ وغیرہم خضاب سرخی کر دندگا ہے زرد نیز اہ ملخصا۔

(اشعة اللمعات شرح مشکوٰۃ کتاب اللباس باب الترتیل نور یہ رضویہ سکر ۳/۵۶۹)

سیاہ خضاب لگانا حرام ہے صحابہ اور دوسرے بزرگوں سے سرخ خضاب کا استعمال منقول ہے اور کبھی کبھار زرد
 رنگ کا خضاب بھی اہ ملخصا۔ (ت)

حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الصفرة خضاب المؤمن والحصرة خضاب المسلم والسواد خضاب الکافر، رواه الطبرانی فی الکبیر
 والحاکم فی المستدرک عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

(المستدرک للحاکم کتاب معرفة الصحابة ذکر عبداللہ بن عمر دار الفکر بیروت ۵/۲۸۲)

زرد خضاب ایمان والوں کا ہے اور سرخ اسلام والوں کا اور سیاہ خضاب کافروں کا، (طبرانی نے کبیر میں اور
 حاکم نے مستدرک میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حوالے سے اسے روایت کیا ہے۔)
 محیط پھر منخ الغفار پھر رد المحتار میں ہے:

اما الحصرة فهو سنة الرجال وسیم المسلمین۔ (رد المحتار کتاب الخفی مسائل شتی دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۸۲)
 رہی سرخی کی بات تو یہ مردوں کے لئے خصوصاً مسلمانوں کے لئے سنت ہے۔

قاضی خاں پھر شرح مشارق پھر شامی میں ہے:

مذہبنا ان الصبغ بالحناء والوسمة حسن۔ (رد المحتار کتاب الخدلی مسائل شتی دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۸۲)
ہمارا مذہب یہ ہے کہ مہندی اور وسمہ لگانا اچھا ہے۔

احادیث میں سیاہ خضاب پر سخت سخت وعیدیں اور مہندی کے خضاب کی ترغیبیں بکثرت وارد ہیں۔

وقد حققنا مسألة تحريم السواد مطلقا فتاونا فيه شفاء۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ہم نے اپنے فتاویٰ میں علی الاطلاق سیاہ خضاب کے حرام ہونے کی ایسے انداز میں تحقیق کی ہے کہ جس میں بیمار طبائع کے لئے شفا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۲۳، ص ۳۸۵)

152- بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْقَزَعِ وَهُوَ حَلْقُ
بَعْضِ الرَّأْسِ دُونَ بَعْضٍ، وَابَاحَةُ حَلْقِهِ
كُلِّهِ لِلرَّجُلِ دُونَ الْمَرْأَةِ

سر کے کچھ بال مونڈ لینا اور کچھ چھوڑ دینا اور
مرد کے لیے سر کے بالوں کا مونڈنا جائز ہے
اور عورت کے لیے جائز نہیں ہے

(1643) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ:
نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْقَزَعِ.
مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قزع (سر کے کچھ بال مونڈ دینا اور کچھ رہنے
دینا) سے منع فرمایا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب القزع، جلد 5، صفحہ 221، رقم 557 صحیح مسلم، باب كراحة القزع جلد 6، صفحہ
164، رقم 5681 الادب للبيهقي، باب في النهي عن القزع، جلد 1، ص 341، رقم 567 سنن ابوداؤد، باب في الذوابة، جلد 4، صفحہ 133،
رقم 4195 سنن ابن ماجه، باب النهي عن القزع، جلد 2، صفحہ 120، رقم 3637

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

قزع قاف کے فتح سے بمعنی بادل کے ٹکڑے، اب اصطلاح میں سر کا بعض حصہ منڈوانے یا کترانے اور بعض
رکھانے کو قزع کہتے ہیں اسے بادل کے ٹکڑوں سے تشبیہ دیتے ہوئے، یہ ممانعت بچوں بڑوں سب کے لیے ہے۔ مجبوری
کے حالات اس سے علیحدہ ہیں جیسے کبھی سرسام میں بیمار کا تالو کھول دیا جاتا ہے یعنی صرف بیچ کھوپڑی کے بال مونڈ دیئے
جاتے ہیں ویسے بلا ضرورت ممنوع ہے کہ کراہت تنزیہی ہے، انگریزی حجامت بھی قزع ہے۔

بچوں کا ذکر اتفاقاً ہے کہ عرب میں بچوں ہی کی حجامت اس طرح کی جاتی ہے ورنہ یہ ممانعت چھوٹے بڑوں سب کے

لیے ہے۔

یعنی اس روایت میں اس طرح مروی ہے کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی یہ تفسیر ارشاد فرمائی۔ (بزاۃ النایح، ج ۲، ص ۲۶۹)

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک

(1644) وَعَنْهُ، قَالَ: رَأَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَبِيًّا قَدْ حُلِقَ بَعْضُ شَعْرِ رَأْسِهِ
وَبُرِكَ بَعْضُهُ، فَتَاهُمْ عَنْ ذَلِكَ، وَقَالَ: "أَخْلِقُوا
كُلَّهُ، أَوْ التَّرْكُوكَةَ كُلَّهُ". رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ
عَلَى شَرْطِ الْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ.

بچے کو دیکھا جس کے سر کا بعض حصہ منڈا ہوا تھا اور بعض
حصہ چھوڑا ہوا تھا تو آپ نے ان کو اس سے منع فرمایا اور
ارشاد فرمایا اس کے پورے سر کو مونڈو ادو یا پورے کو
چھوڑ دو۔ اسے ابو داؤد نے اسناد صحیح کے ساتھ بخاری اور
مسلم کی شرط پر روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: سنن ابو داؤد، باب فی الذواہب، جلد 4، صفحہ 134، رقم 4197 سنن النسائی الکبزی، باب الرخصة فی حلق
الرأس، جلد 5، ص 407، رقم 9296 صحیح ابن حبان، کتاب الزینة و التظیف، جلد 12، صفحہ 318، رقم 5508 الفتح الکبیر
للسیوطی، حرف الهمزة، جلد 1، صفحہ 52، رقم 427

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

خیال رہے کہ کل سر منڈانا جائز ہے مگر بہتر نہیں سوا احرام سے کھلنے کے وقت کہ وہاں سر منڈانا بہتر ہے باقی حالات میں
منڈانا بہتر نہیں کہ سوا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کسی صحابی نے سر نہ منڈایا نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ (مرقات) حضرت
علی کے سر منڈانے کی حکمت شروع کتاب میں عرض کی گئی۔ اس زمانہ میں تو سر منڈانا بہت ہی برا ہے کہ وہابیوں کی علامت
ہے، حضور نے وہابیوں کے متعلق ارشاد فرمایا سیاہم التحلیق ان کی علامت سر منڈانا ہوگی۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ
انگریزی بال رکھنا یا قلمیں بنوانا سب ممنوع ہے کہ اس میں قزع ہے۔ (مرآة المناجیح، ج 6 ص 240)

(1645) وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَعْفَرٍ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهُمَا: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَهْلَ آلِ
جَعْفَرٍ ثَلَاثًا ثُمَّ أَتَاهُمْ فَقَالَ: "لَا تَبْكُوا عَلَيَّ أَيُّهَا
بَعْدَ الْيَوْمِ ثُمَّ قَالَ: "أَدْعُوا لِي يَبْنَى أَيُّهَا فَيَجِيءَ بِنَا
كَأَنَّا أَفْرُخٌ فَقَالَ: "أَدْعُوا لِي الْخَلَاقَ فَأَمْرَةٌ، فَحَلَقَ
رُؤُوسَنَا. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ عَلَى شَرْطِ
الْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ.

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آل جعفر کو تین دن کی مہلت دی پھر
ان کے پاس تشریف لائے تو فرمایا کہ آج کے دن
میرے بھائی پر نہ رونا پھر فرمایا میرے بھتیجوں کو بلاؤ تو
جب ہمیں لایا گیا تو گویا کہ ہم چوزے ہوں آپ نے
فرمایا کہ حجام کو بلاؤ پس آپ نے اس کو حکم دیا تو اس نے
ہمارے سر مونڈ دیئے۔ اسے ابو داؤد نے اسناد صحیح کے
ساتھ بخاری و مسلم کی شرط پر روایت کیا۔

تخریج حدیث: سنن ابو داؤد، باب فی حلق الرأس، جلد 4، صفحہ 133، رقم 4194 سنن النسائی الکبزی للبیہقی، باب حلق
رؤوس العبیان، جلد 5، ص 407، رقم 9295 مجمع الزوائد للہیثمی، باب غزوة مؤتة، جلد 6، صفحہ 230، رقم 10218 مسند امام احمد
بن حنبل، حدیث عبداللہ بن جعفر بن ابی عباس، جلد 1، ص 204، رقم 1250 مشکوة المصابیح، باب الترجل، الفصل الاول، جلد 2،
صفحہ 511، رقم 4463

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

حضرت جعفر بھی صحابی ہیں اور ان کے بیٹے عبداللہ ابن جعفر بھی حضرت جعفر جناب علی مرتضیٰ کے بھائی ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد کیونکہ جعفر ابن ابی طالب ہیں، حضرت جعفر غزوہ موتہ میں شہید ہوئے یہاں اسی کا ذکر ہے۔
تعزیت کے لیے بیٹھنے اور عزیز و اقرباء کے تسلی دینے کے لیے آنے کی مہلت تین دن تک دی جیسے آج کل میت والے تین دن تک چٹائی ڈالتے ہیں یہ سنت سے ثابت ہے اس کا یہاں ذکر ہے، بعض لوگ ان دنوں میں میت کے لیے فاتحہ پڑھتے رہتے ہیں یہ بھی بہت اچھا ہے۔

یہاں رونے سے مراد آنکھ کے آنسو نہیں بلکہ تعزیت کے لیے بیٹھنا اور چہرے سے غم کے آثار کا ظاہر ہونا ہے۔ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرنا حرام ہے سوا خاوند کے کہ اس کی بیوہ بیوی چار ماہ دس دن سوگ کرے۔
یعنی حضرت جعفر کے بچوں کو جو اب یتیم ہو چکے تھے۔ یہ واقعہ غزوہ موتہ کے بعد کا ہے جس میں حضرت جعفر شہید ہوئے تھے، ان کے بچوں کے بال بڑھے ہوئے تھے اس لیے چڑیا کے بچوں سے تشبیہ دی گئی۔

اس سے معلوم ہوا کہ یتیم عزیزوں کی خبر گیری کرنا ان کی ضروریات پوری کرنا سنت ہے اور یہاں بال منڈوا دینا علامت تھی مدت تعزیت ختم ہو جانے کی۔ خیال رہے کہ احرام سے کھلتے وقت کے سوا اور موقعوں پر بال منڈوانا اچھا نہیں مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے خیال فرمایا کہ اب ان کی والدہ حضرت اسماء بنت عمیس ان کی بالوں کی نگرانی و خدمت نہ کر سکیں گی اپنی عدت و غم میں گرفتار رہیں گی اس لیے حضور نے ان کے سر منڈوا دیئے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یتیموں کا والی تصرف کر سکتا ہے جیسے حجامت اور ختنہ وغیرہ۔ (مرقات) (بڑا ذخیرہ، ج ۶ ص ۳۰۴)

(1646) وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تَحْلِقَ الْمَرْأَةُ رَأْسَهَا. رَوَاهُ النَّسَائِيُّ.

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عورت کو اپنے سر کے بال منڈوانے سے منع فرمایا ہے۔ (نسائی)

تخریج حدیث: سان النسائی، باب النهی عن حلق المرأة رأسها، جلد 8، صفحہ 130، رقم 5049 سنن ترمذی، باب کراهية الحلق للنساء، جلد 2، صفحہ 257، رقم 915، جامع الاصول لابن اثیر، باب الحلق والحجز، جلد 4، صفحہ 753، رقم 2892 مشكاة المصابيح باب الحلق الفصل الاول جلد 2 صفحہ 97، رقم 2653، مجمع الزوائد للهيتمي، باب النهی عن حلق المرأة جلد 3، صفحہ 581، رقم 5607 شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

جیسے مرد کو ڈاڑھی منڈانا حرام ہے ایسے ہی عورت کو سر کے گیسو منڈانا یا کتر وانا حرام ہے، مرد کی زینت ڈاڑھی سے ہے عورت کی زینت سر کے گیسو سے۔ اس میں گفتگو ہے کہ مرد کو سر منڈانا سنت ہے یا رخصت حتیٰ کہ رخصت ہے سنت نہیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور سارے صحابہ نے سوا احرام سے کھلنے کے کبھی سر نہیں منڈایا، حضرت علی ضرورہ منڈایا کرتے تھے۔ (مرقات) فقیر کہتا ہے کہ حضرت امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ کا سر منڈانا ثابت نہیں کترایا کرتے تھے۔ (بڑا ذخیرہ، ج ۶ ص ۳۲۶)

153 سَابُّ تَحْرِيمِ وَصْلِ الشَّعْرِ وَالْوَشْمِ وَالْوَشْرِ وَهُوَ تَحْدِيدُ الْإِسْكَانِ

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (إِنَّ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ الْأَلْحَاثِ
وَإِنَّ يَدْعُونَ إِلَّا شَيْطَانًا مَرِيدًا لَعَنَهُ اللَّهُ وَقَالَ
لَأُقَدِّنَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيبًا مَفْرُوضًا وَلَا ضِلَّةَ لَهُمْ
وَلَأَمْتِنَنَّ لَهُمْ وَلَا مُرْتَهَبَهُمْ فَلْيُبْتِئِكُنَّ أَذَانَ الْأَنْعَامِ
وَلَأَمْرَتَهُمْ فَلْيَغْيِرْنَ خَلْقَ اللَّهِ) (النساء: 119).
(-117).

(1647) وَعَنْ أَسْمَاءَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: أَنَّ
امْرَأَةً سَأَلَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ ابْنَتِي أَصَابَتْهَا الْحُضْبَةُ
فَتَمَرَّقَ شَعْرُهَا، وَإِنِّي زَوَّجْتُهَا، أَفَأَصِلُ فِيهِ؟ فَقَالَ:
"لَعَنَ اللَّهُ الْوَاصِلَةَ وَالْمَوْصُولَةَ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِي
رِوَايَةٍ: "الْوَاصِلَةَ، وَالْمُسْتَوْصِلَةَ". قَوْلُهَا:
"فَتَمَرَّقَ هُوَ بِالرَّاءِ وَمَعْنَاهُ: انْتَثَرَ وَسَقَطَ."
"وَالْوَاصِلَةُ": الَّتِي تَصِلُ شَعْرَهَا، أَوْ شَعْرَ غَيْرِهَا
بِشَعْرِ آخَرَ. "وَالْمَوْصُولَةُ": الَّتِي يُوَصَّلُ
شَعْرُهَا. "وَالْمُسْتَوْصِلَةُ": الَّتِي تَسْأَلُ مَنْ يَفْعَلُ
لَهَا ذَلِكَ.

مصنوعی بال لگانا گودنا اور دانتوں کو

باریک کرنا حرام ہے

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: یہ شرک والے اللہ کے
سوا نہیں پوجتے مگر کچھ عورتوں کو اور نہیں پوجتے مگر سرکش
شیطان کو جس پر اللہ نے لعنت کی اور بولا قسم ہے میں
ضرور تیرے بندوں میں سے کچھ ٹھہرایا ہوا حصہ لوں گا
قسم ہے میں ضرور بہکا دوں گا اور ضرور انہیں آرزو میں
دلاؤں گا اور ضرور انہیں کہوں گا کہ وہ چوپایوں کے
کان چیریں گے اور ضرور انہیں کہوں گا کہ وہ اللہ کی
پیدا کی ہوئی چیزیں بدل دیں گے۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے ایک عورت
نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: پس اس ن کہا: یا رسول
اللہ! میری بیٹی کو تو حصہ (مرض) لگی ہے اس وجہ سے
اس کے بال جھڑ گئے ہیں میں اس کی شادی کر رہی ہوں
کیا اس کے بالوں میں بال لگا دوں۔ تو آپ نے فرمایا:
اللہ نے مصنوعی بال لگانے والی اور لگوانے والی پر لعنت
کی ہے۔ (متفق علیہ) اور ایک روایت میں "الواصلۃ" و
"المستوصلۃ" کے الفاظ ہیں فتہرق: را کے
ساتھ اس کا مطلب ہے بکھر گئے اور جھڑ گئے۔
الواصلۃ: جو اپنے بال کسی دوسری کے بالوں کے ساتھ
ملائے۔ الموصولۃ: وہ عورت جس کے بالوں کو ملایا
جائے۔ المستوصلۃ: بالوں کو ملانے کا کہنے والی۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب الوصل فی الشعر، جلد 5، صفحہ 2216، رقم 5589 صحیح مسلم، باب تحریم فعل الواصلۃ
والمستوصلۃ والواشمۃ، جلد 6، ص 165، رقم 5687 الادب للبیہقی، باب ما لا يجوز للمرأة أن تتزين به، جلد 1، ص 334، رقم
556 المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمہ مطلب، جلد 8، صفحہ 299، رقم 8693 سنن ابن ماجہ، باب الواصلۃ والواشمۃ، جلد 1، ص
639، رقم 1988

(1648) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا تَحْوَةً. حضرت عائشہ سے ایک روایت اسی کی مثل روایت کی گئی ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب الوصل فی شعر، جلد 5، صفحہ 2216، رقم 5590 مسند امام احمد بن حنبل، حدیث السیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا، جلد 8، ص 111، رقم 24848 صحیح ابن حبان، کتاب الزیادۃ والتطیب، جلد 12، ص 323، رقم 5514 شرح حدیث: امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں بال گودنا سے متعلق فرماتے ہیں: رب تبارک وتعالیٰ ان آیات اور ان کے امثال میں نبی کا حکم بعینہ اپنا حکم اور نبی کی اطاعت بعینہ اپنی اطاعت بتاتا ہے تو تمام احکام کہ احادیث میں ارشاد ہوئے سب قرآن عظیم سے ثابت ہیں جو اخلاقی حکم حدیث میں ہے کتاب اللہ اس سے ہرگز خالی نہیں اگرچہ بظاہر تصریح جزئیہ ہماری نظر میں نہ ہو۔

احمد و بخاری و مسلم و ابوداؤد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ سب ائمہ اپنی مسند و صحاح میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ انھوں نے فرمایا:

لعن اللہ الواشبات والمستوشبات والمتفججات للحسن البغیرات لخلق اللہ۔ اللہ کی لعنت بدن گودنے والیوں اور گدوانے والیوں اور منہ کے بال نوچنے والیوں اور خوبصورتی کے لئے دانتوں میں کھڑکیاں بنانے والیوں اللہ کی بنائی چیز بگاڑنے والیوں پر۔

یہ سن کر ایک بی بی خدمت مبارک میں حاضر ہوئیں اور عرض کی: میں نے سنا ہے آپ نے ایسی ایسی عورتوں پر لعنت فرمائی فرمایا:

مالی لا العن من لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و ہونی کتاب اللہ۔

مجھے کیا ہوا کہ میں اس پر لعنت نہ کروں جس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی اور جس کا بیان قرآن عظیم میں ہے۔

ان بی بی نے کہا: میں نے قرآن اول سے آخر تک پڑھا اس میں کہیں اس کا ذکر نہ پایا فرمایا:

إِنْ كُنْتِ قَرَأْتِيهِ لَقَدْ وَجَدْتِيهِ أَمَا قَرَأْتِ مَا اتَّكَمَ الرَّسُولُ فَخَذْوَةٌ وَمَا نَهَكُمُ عَنْهُ فَاتْتَهَوَا۔

اگر تم نے قرآن پڑھا ہوتا یہ بیان اس میں ضرور پائیں۔ کیا تم نے یہ آیت نہ پڑھی کہ جو رسول تمہیں دے وہ لو اور جس سے منع فرمائے باز رہو۔

انھوں نے عرض کی: ہاں! فرمایا: فائدہ قدھی عنہ اے تو بے شک نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان حرکات سے منع فرمایا:

منکر دیکھے کہ اس کا خیال وہی ان بی بی کا خیال اور ہمارا جواب بعینہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا جواب ہے

یا نہیں۔ یہ بی بی ام یعقوب اسدیہ ہیں کبار تابعین و ثقات مصالحت سے ہونے میں تو کلام نہیں اور حافظ الشان نے فرمایا:

صحابیہ سے معلوم ہوتی ہیں۔ (مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت 1/ 434) صحیح بخاری کتاب اللباس باب

المصوره قدی کتب خانہ کراچی ۲/۸۷۹) (سنن ابی داؤد کتاب التزہل باب صلیۃ اشعر آتھاب عالم پرنس ۱۱: ۲/۲۱۸) (جامع الترمذی ابواب اللادب باب ماہر فی الوصلۃ الخ امین کہنی دہلی ۲/۱۰۲) (سنن نسائی کتاب الایۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/۲۹۲) (فتاویٰ رضویہ، ج ۲۲، ص ۶۳۳)

(1648) وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ: أَنَّهُ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَامَ حَجِّ عَلَى الْمِنْبَرِ وَتَنَاوَلَ قُصَّةً مِنْ شَعْرِ كَأَنَّ فِي يَدِ حَرَسِيٍّ فَقَالَ: يَا أَهْلَ الْمَدِينَةِ إِنِّي عُلَمَاءُكُمْ؛! سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَنْهَى عَنْ مِثْلِ هَذَا، وَيَقُولُ: «إِنَّمَا هَلَكْتُ بِنُؤْسِ إِثِيلٍ حِينَ اتَّخَذَهَا نِسَاؤُهُمْ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت حمید بن عبدالرحمن سے روایت ہے کہ انہوں نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے حج کے سال سنا آپ منبر پر کھڑے تھے اور اپنے غلام کے ہاتھوں سے بالوں کا گچھا پکڑا اور فرمایا: اے اہل مدینہ تمہارے علماء کہاں ہیں؟ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے منع فرماتے ہوئے سنا تھا اور آپ فرماتے تھے کہ بنی اسرائیل تب ہلاک ہوئے جب ان کی عورتوں نے یہ طریقہ اپنایا۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح البخاری، باب أم حسبت أن أصحاب الكهف والرقيم، جلد 3، ص 127، رقم 3281 مسند الحمیدی احادیث معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ، جلد 2، ص 273، رقم 600 سنن ترمذی، باب ما جاء فی کراہیۃ اتخاذا العقۃ، جلد 5، ص 104، رقم 2781 معرفة السنن والآثار للبيهقي، باب الاختلاف فی صوم يوم عاشوراء، جلد 7، صفحہ 266، رقم 2711 المعجم الكبير للطبرانی، باب من اسمه معاوية، جلد 19، ص 343، رقم 16413

شرح حدیث: بالوں میں پیوند

حضرت سیدنا قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: تم نے ایک بُرا ببادہ اوڑھ لیا ہے، حالانکہ حسن اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوبِ ربِّ اکبر عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس باطل کام سے منع فرمایا ہے۔ حضرت سیدنا قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مزید فرماتے ہیں کہ ایک شخص لائھی کے سہارے چلتا ہوا آیا، اس کے سر پر بالوں کا گچھا تھا تو حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: سن لو! یہ باطل ہے۔ حضرت سیدنا قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: باطل کام سے مراد عورتوں کا بالوں میں کثرت سے پیوند لگانا ہے۔

(المہندللامام احمد بن حنبل، حدیث معاویہ بن ابی سفیان، الحدیث ۱۶۸۴۳، ج ۶، ص ۱۶)

(1650) وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوِصِلَةَ، وَالْوَأَشِمَةَ وَالْمُسْتَوِشِمَةَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بال منڈانے والی بال لگوانے والی اور گودنے والی اور گدوانے کی خواہش کرنے والی عورت پر لعنت فرمائی ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب الوصل فی الشعر، جلد 7، صفحہ 165، رقم 5937 صحیح مسلم، باب تحريم فعل الواصلة و

البتوصلة والواشمة، جلد 6، ص 166، رقم 5693 سنن ابن ماجہ، باب الواصلة والواشمة، جلد 1، ص 639، رقم 1987 صحیح ابن حبان، کتاب الزینة والتطیب، جلد 12، صفحہ 323، رقم 5513 مصنف ابن ابی شیبہ، باب فی واصلة الشعر بالشعر، جلد 5، ص 201، رقم 25220

شرح حدیث: مذکورہ احادیث مبارکہ کے بعض الفاظ کی وضاحت

وَاصِلَةٌ سے مراد وہ عورت ہے جو بالوں کو دوسرے بالوں سے جوڑتی ہے۔ وَاشِمَةٌ سے مراد وہ عورت ہے جو گودتی ہے اور یہ ایک معروف کام ہے۔ تَامِصَةٌ سے مراد اُبر کے بال نوچ کر باریک کرنے والی عورت ہے۔ جبکہ یہ مشہور ہے کہ تَامِصَةٌ چہرے کے بال نوچنے والی کو کہتے ہیں اور مُتَفَلِّجَةٌ سے مراد خوبصورتی کے لئے ریتی وغیرہ سے دانتوں کو کشادہ کرنے والی ہے جبکہ مُسْتَوِصِلَةٌ، مُتَنَبِّصَةٌ اور مُسْتَوِشِمَةٌ سے مراد وہ عورتیں ہیں جن کے ساتھ یہ افعال کئے جائیں۔

تنبیہ

ان تمام گناہوں کو کبیرہ گناہ اس لئے شمار کیا گیا کہ شیخ الاسلام سیدنا جلال بلقینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پہلے دو کو کبیرہ گناہ قرار دیا ہے جبکہ دیگر علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے سب کو کبیرہ گناہ قرار دیا ہے اور یہ بات بالکل ظاہر ہے کیونکہ لعنت کبیرہ گناہوں کی علامات میں سے ہے۔ مگر ہمارے بہت سے علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے اسے مطلق نہ رکھا بلکہ فرمایا: شوہر اور آقا کی اجازت کے بغیر گدوانا اور دانت کشادہ کرنے کے علاوہ دیگر افعال حرام ہیں۔ مگر یہ بات اشکال پیدا کرتی ہے کیونکہ آپ انصاری خاتون کا قصہ جان چکے ہیں کہ شاہ ابرار، ہم غریبوں کے غمخوار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اسے بال جوڑنے سے منع فرمادیا تھا حالانکہ اس نے عرض کی تھی کہ اس کے شوہر نے بال جوڑنے کا حکم دیا ہے۔

بیان شدہ نمٹنے کی دونوں صورتوں کو مکروہ کہنا بھی عجیب ہے حالانکہ اس کے بارے میں لعنت وارد ہوئی ہے نیز علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے مطلقاً نمٹنے کے علاوہ باقی صورتوں کی حرمت کا قول کیا ہے یا شوہر کی اجازت کے بغیر ایسا کرنا ان کے نزدیک اختلافی مسئلہ ہے، بہر حال جب ان سب پر ایک ہی حدیث پاک میں لعنت واقع ہوئی تو اب کون سا فرق باقی رہ جاتا ہے؟ اور حضرات علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس مسئلہ کے مقام پر اس کے جواب کی طرف اشارہ کیا ہے۔ (الذَّوَابِرُ عَنِ اثْرِافِ الْكَبِيرِ ص ۲۵۹)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے گودنے والی گدوانے والی اور پلکوں کے بال اکھیڑنے والی اور زینت کے لیے دانتوں کو باریک کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔ ایک عورت نے

(1651) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: لَعَنَ اللَّهُ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُسْتَوِشِمَاتِ وَالْمُتَنَبِّصَاتِ، وَالْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ، الْمُغَيَّرَاتِ خَلَقَ اللَّهُ، فَقَالَتْ لَهُ امْرَأَةٌ فِي ذَلِكَ فَقَالَ: وَمَا لِي لَا

الْعَنْ مَنْ لَعَنَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ فِي كِتَابِ اللَّهِ؛ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا) (سورة الحشر: 7). مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. "الْمُتَفَلِّجَةُ هِيَ: الَّتِي تَبْرُدُ مِنْ أَسْنَانِهَا لِيَتَّبَعَدَ بَعْضُهَا عَنْ بَعْضٍ قَلِيلًا، وَتَحْسِنُهَا وَهُوَ الْوَشْرُ. "وَالنَّامِصَةُ": الَّتِي تَأْخُذُ مِنْ شَعْرِ حَاجِبِ غَيْرِهَا، وَتُرَقِّقُهُ لِيَصِيرَ حَسَنًا. "وَالْمُتَنَبِّضَةُ": الَّتِي تَأْمُرُ مَنْ يَفْعَلُ بِهَا ذَلِكَ.

اس بارے میں ان سے گفتگو کی تو انہوں نے فرمایا کہ میں اس کو لعنت کیوں نہ کرو جس پر رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرمائی ہے اور یہ اللہ کی کتاب میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو یہ (رسول اللہ ﷺ) تم کو دیں اس کو لے لو اور جس سے منع کریں اس سے رک جاؤ۔ (متفق علیہ) المتفلجة: وہ عورت جو دانتوں میں تھوڑا سا فاصلہ بنانے کے لیے دانتوں کو باریک کر دے تاکہ خوبصورت لگے اس کو وشر کہتے ہیں۔ النامصة: وہ عورت جو ابروؤں کے بال اکھیڑے اور انہیں باریک کریں تاکہ خوبصورت نظر آئے۔ المتنبضة: جو ایسا کام کرنے کا کہے اسے کہتے ہیں۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، تفسیر سورة الحشر، جلد 4، صفحہ 185، رقم 4604 صحیح مسلم، باب تحریم فعل الواصلة والمستوصلة والواشمة والمستوشمة، جلد 6، ص 166، رقم 5695 الادب اللبیبی، باب ما لا يجوز للمرأة أن تتزين به، جلد 1، ص 334، رقم 556 سنن ابوداؤد، باب فی صلة الشعر، جلد 4، صفحہ 126، رقم 4171 سنن الدارمی، باب فی الواصلة والمستوصلة، جلد 2، ص 363، رقم 2647

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ لفظ بنا ہے نماص سے، نماص بال اکھیڑنے کہ آلہ کو کہتے ہیں جسے پنجاب میں موچنا کہا جاتا ہے یہاں چہرے کا روگنٹا اکھیڑنا مراد ہے یہ حرام ہے ورنہ اگر عورت کے ڈاڑھی یا موچھیں نکل آویں تو انہیں ضرور اکھیڑ دے۔ (مرقات)

متفلجات بنا ہے فلج سے، فلج اس کھڑکی یا کشادگی کو کہتے ہیں جو دودانتوں کے درمیان ہوتی ہے، بعض عورتیں مشین کے ذریعہ اپنے دانت پتلے کروا کر درمیان میں جھریاں کرا لیتی ہیں اسے اپنے لیے حسن و خوبصورت تصور کرتی ہیں یہ حرام ہے، اس سے دانت بھی خراب ہو جاتے ہیں پھر ٹھنڈا پانی گرم چائے یا دودھ نہیں پی سکتیں دانتوں میں لگتا ہے۔ للحسن کا تعلق یا تو صرف متفلجات سے ہے یا والشہات اور متنہصات اور متفلجات تینوں سے ہے یعنی جو عورتیں یہ تینوں کام خوبصورتی کے لیے کریں وہ لعنتی ہیں جو مجبوراً کسی مرض کی وجہ سے کریں انہیں معافی ہے۔

خیال رہے کہ تبدیلی خلق اللہ دو طرح کی ہے: ایک شرعاً جائز دوسری حرام۔ چنانچہ ختنہ کرنا، ناخن کٹوانا، موچھیں ترشوانا، حجامت کرانا ان میں بھی تبدیلی خلق اللہ تو ہے مگر اس کا حکم ہے اور یہ مذکورہ چیزیں دانت پتلے کرانا وغیرہ تبدیلی خلق اللہ ہے مگر حرام، یہاں حرام تبدیلی مراد ہے یعنی چونکہ اس حرکت میں حرام تبدیلی ہے لہذا یہ ممنوع ہے۔ (اشعۃ اللمعات)

یعنی کسی مسلمان پر لعنت جائز نہیں تو تم نے ان مسلمان عورتوں پر لعنت کیوں کی تم نے صحابی رسول ہو کر ایسی جرات کس بنا پر کی۔

یعنی میں نے خود اپنی طرف سے ان پر لعنت نہیں کی بلکہ اللہ رسول نے لعنت کی ہے میں تو ان لعنتوں کا ناقل ہوں لعنت رسول تو میں نے خود سنی ہے لعنت اللہ قرآن مجید سے معلوم کی ہے لہذا میری یہ لعنت برحق ہے لہذا یہ حدیث مرفوع ہو گئی۔

یعنی اس کے متعلق حدیث حدیث تو ہو گئی جو میں نے نہ سنی ہو آپ نے سنی ہو کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بہت زیادہ حاضر رہتے تھے مگر قرآن کریم تو مقرر و معین ہے میں اسے دن رات پڑھتی ہوں میں نے کسی آیت میں ان عورتوں اور ان پر لعنت کا ذکر نہ دیکھا میں اس میں آپ کو سچا کیسے مان لوں۔ لو حین سے مراد قرآن مجید کی جلد کے دو گتے ہیں جن کے بیچ میں قرآن مجید ہوتا ہے مراد ہے سارا قرآن مجید۔

مطلب یہ ہے کہ اگر تم قرآن مجید غور سے پڑھتیں سمجھ بوجھ کر تو تم کو اس میں یہ لعنت مل جاتی اور تم میری تصدیق کر دیتیں۔

سبحان اللہ! کیسا ایمان افروز شاندار استنباط ہے اس آیت سے یہ ثابت فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام منع فرمائی ہوئی چیزیں قرآن مجید کی ممانعت میں داخل ہیں اور حضور نے تو ان سے منع فرمایا ہے لہذا قرآن نے بھی انہیں منع فرمایا حضور کی لعنت خدا تعالیٰ کی لعنت ہے۔ (مرقات) لہذا حضور کی رحمت و کرم رب تعالیٰ کی رحمت ہے۔

اس حدیث کو احمد، ترمذی ابن ماجہ، ابوداؤد، نسائی نے بھی روایت کیا۔ (مرقات) اس فرمان عالی سے معلوم ہوا کہ حدیث کے احکام کو قرآن کی طرف نسبت کر سکتے ہیں کہ کتاب قرآن خاموش قرآن ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بولتے ہوئے قرآن ہیں، لہذا کہہ سکتے ہیں کہ نماز کی تعداد و مقدار زکوٰۃ کی مقداریں وغیرہ سب کچھ قرآن میں ہے کیونکہ یہ حضور نے بتا دیے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۶ ص ۲۷۳)

مرد کا سر اور داڑھی کے سفید بال اکھیڑنا اور بے ریش کا داڑھی کے بالوں کو شروع ہی سے اکھیڑنا ممنوع ہے

154- بَابُ النَّهْيِ عَنِ نَتْفِ الشَّيْبِ مِنَ
الْبَلْحِيَّةِ وَالرَّأْسِ وَغَيْرِهِمَا، وَعَنْ نَتْفِ
الْأَمْرِدِ شَعْرَ بَلْحِيَّتِهِ عِنْدَ أَوَّلِ ظُلُوعِهِ

(1652) عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ

جَدِّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ، قَالَ: «لَا تَنْتِفُوا الشَّيْبَ؛ فَإِنَّهُ نُورٌ

حضرت عمرو بن شعیب از والد خود از جد خود روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سفید بال نہ نوچو کیونکہ یہ قیامت کے روز مسلمان کا نور ہوں گے۔ یہ

المُسْلِمِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ حَدِيثٌ حَسَنٌ، رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ. حَدِيثٌ حَسَنٌ هُوَ اسے ابوداؤد ترمذی اور نسائی نے
وَالرُّمَذِيُّ، وَالنِّسَائِيُّ بِأَسَانِيدٍ حَسَنَةٍ، قَالَ اسانید حسن کے ساتھ روایت کیا ہے اور ترمذی نے فرمایا
الرُّمَذِيُّ: "هُوَ حَدِيثٌ حَسَنٌ". کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: سنن ابوداؤد، باب فی نتف الشیب، جلد 4، ص 136، رقم 4204 مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ
بن عمرو رضی اللہ عنہ، جلد 2، ص 179، رقم 6672 الاداب للبیہقی، باب کراہیۃ نتف الشیب، جلد 1، ص 327، رقم 544 اتحاف
الخیرۃ المہرۃ للبوصیری، باب ماجاء فی کراہیۃ نتف الشیب، جلد 4، ص 553، رقم 4138 مصنف عبدالرزاق، باب صباغ و نتف
الشعر، جلد 11، صفحہ 155، رقم 20186.

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی جب سریاڈاڑھی میں چٹے بال شروع ہو جاویں تو انہیں مت اکھیڑوان چٹے بالوں سے نفس کمزور ہوتا ہے وہ سمجھتا
ہے کہ اب میں بوڑھا ہو چلا ہوں آخرت کی تیاری کروں یہ بال اکھیڑ دینے سے وہ اپنے کو جوان ہی سمجھے گا، یہ فرق ہے
خضاب اور سفید بال اکھیڑنے میں اس لیے خضاب کا حکم دیا اکھیڑنے سے منع فرمایا، سفید بال خواہ سفید ہی رہیں یا سرخ
کر دیئے جاویں قبر یاد دلاتے ہیں کہ تیاری کرو چلنے کا وقت قریب آ گیا سو برا ہو گیا اب جاگ جاؤ۔ شعر

اٹھ جاگ مسافر بھور ہوئی اب رات کہاں جو سووت ہے جو جاگت ہے سو پاوت ہے جو سووت ہے وہ کھووت

ہے

اٹھ نیند سے اکھیاں کھول ذرا اور رب سے اپنے دھیان لگا یہ پریت کرن کی ریت نہیں رب جاگت ہے تو سووت ہے
امام مالک نے بروایت سعید ابن مسیب نقل فرمایا کہ سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بال سفید ہوئے
آپ نے پوچھا یا رب یہ کیا فرمایا یہ وقار اور نور ہے، فرمایا الہی میرا وقار اور نور اور زیادہ کر۔ وہ جو حاکم و ابن سعد نے حضرت
عائشہ صدیقہ سے روایت کی کہ رب تعالیٰ نے حضور کو چٹے بال سے بگاڑا نہیں (حاشیہ بیضاوی) وہاں معنی یہ ہیں کہ حضور کے
کچھ بال سفید ہوئے تو اس سے حضور کا حسن اور بھی زیادہ ہو گیا کچھ کمی نہ آئی۔ علماء فرماتے ہیں کہ سفید بال اکھیڑنا زینت
کے لیے ہو تو منع ہے۔ (مرقات) (مراۃ المناجیح، ج ۶ ص ۲۹۹)

(1653) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے آپ فرماتی

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ عَمِلَ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے ایسا کام کیا جس

عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرٌ نَأْفُهُ وَرَدٌّ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ. کا ہم نے حکم نہیں، تو وہ مردود ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب نقض الاحکام الباطلة ورد محدث الامور، جلد 5، ص 132، رقم 4590 مسند امام احمد
بن حنبل، حدیث السیدۃ عائشہ رضی اللہ عنہا، جلد 6، ص 146، رقم 25171 جامع الاصول لابن اثیر، الكتاب الثاني في الاعتصام
بالكتاب والسنة، جلد 1، ص 289، رقم 75 الفتح الكبير للسيوطي، حرف الميم، جلد 3، صفحہ 204، رقم 12052 سنن المدارقطنی
باب فی المرأة تفتل اذا ارتدت، جلد 4، ص 227، رقم 81

شرح حدیث: حکیم الأُمّت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی وہ ایجاد کرنے والا مردود ہے یا اس کی یہ ایجاد مردود ہے۔ خیال رہے کہ امر سے مراد دین اسلام ہے اور مآ سے مراد عقائد، یعنی جو شخص اسلام میں خلاف اسلام عقیدے ایجاد کرے وہ شخص بھی مردود اور وہ عقائد بھی باطل۔ لہذا روافض، قادیانی، وہابی وغیرہ بہتر ۷۲ فرقے جن کے عقائد خلاف اسلام ہیں باطل ہیں۔ یا امر سے مراد دین ہے اور مآ سے مراد اعمال ہیں اور کیس منہ سے مراد قرآن و حدیث کے مخالف، یعنی جو کوئی دین میں ایسے عمل ایجاد کرے جو دین، یعنی کتاب و سنت کے مخالف ہوں جس سے سنت اٹھ جاتی ہو وہ ایجاد کرنے والا بھی مردود ایسے عمل بھی باطل جیسے اردو میں خطبہ نماز پڑھنا، فارسی میں اذان دینا وغیرہ۔ اس کی تفسیر وہ حدیث ہے جو آگے آرہی ہے کہ جو کوئی بدعت ایجاد کرے تو اللہ سنت کو اٹھا لیتا ہے۔ ہماری اس تفسیر کی بنا پر یہ حدیث اپنے عموم پر ہے اس میں کوئی قید لگانے کی ضرورت نہیں۔ مرقا نے فرمایا کیس منہ سے معلوم ہوا کہ دین میں ایسے کام کی ایجاد جو کتاب و سنت کے خلاف نہ ہو بڑی نہیں۔ (بزاۃ الناجح، ج ۱ ص ۱۳۸)

155- بَابُ كَرَاهَةِ الْاِسْتِنْجَاءِ بِالْيَمِينِ

بغیر عذر شرمگاہ کو چھونا اور دائیں

ہاتھ سے استنجاء کرنے کی ممانعت

وَمَسَّ الْفَرْجِ بِالْيَمِينِ مِنْ غَيْرِ عُدَّةٍ

حضرت ابوقادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی پیشاب کرے تو

اپنی شرمگاہ کو دائیں ہاتھ سے نہ پکڑے اور دائیں ہاتھ

سے استنجاء نہ کرے اور برتن میں سانس بھی نہ لے۔

(متفق علیہ)

(1654) وَعَنْ أَبِي قَتَادَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ

النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «إِذَا بَالَ

أَحَدُكُمْ، فَلَا يَأْخُذَنَّ ذَكَرَهُ بِيَمِينِهِ، وَلَا يَسْتَنْجِ

بِيَمِينِهِ، وَلَا يَتَنَفَّسُ فِي الْإِقَاءِ» مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب لا یمسک ذکرہ بیمیئہ اذا بال، جلد 1، ص 169، رقم 153 صحیح ابن خزیمہ، باب النہی عن

الاستطابۃ بالیمین، جلد 1، ص 43، رقم 79 السنن الکبریٰ للبیہقی، باب النہی عن مس الذکر عند البول بالیمین، جلد 1، ص 555، رقم

112 سنن ابن ماجہ، باب کراہۃ مس الذکر بالیمین والاستنجاء بالیمین، جلد 1، ص 113، رقم 310 سنن النسائی، باب النہی عن

الاستطابۃ بالروثا، جلد 1، صفحہ 38، رقم 40

شرح حدیث: حکیم الأُمّت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کا نام حارث ابن ربیع یا ابن نعمان ہے، انصاری ظفری ہیں، بیعت عقبہ اور تمام غزوات میں شامل

ہوئے، بدر یا احد میں آپ کی آنکھ نکل پڑی تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی جگہ ٹکا کر اپنا لعاب شریف لگا دیا تو دوسری

آنکھ سے زیادہ روشن ہوئی، ابوسعید خدری کے انخیانی یعنی ماں شریکے بھائی ہیں، ستر سال عمر پائی ۵۴ھ میں مدینہ منورہ میں

وفات پائی۔

بلکہ برتن منہ سے علیحدہ کر کے سانس لے تا کہ تھوک یا ریخت پانی میں نہ پڑے، نیز سانس میں اندر کی گرمی اور زہریلا

مادہ ہوتا ہے جو پانی میں مل کر بیماری پیدا کرتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ چائے وغیرہ گرم چیز میں پھونکیں مارنا منع ہے۔ کیونکہ داہنا ہاتھ کھانے پینے اور تسبیح و تہلیل شمار کرنے کے لیے ہے، لہذا اسے گندے کام میں استعمال نہ کرے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ اسی طرح زبان و آنکھ و کان کو گناہوں میں استعمال نہ کرے کہ یہ چیزیں اللہ کا ذکر کرنے قرآن دیکھنے و سننے کے لیے ہیں۔ (بزائۃ المناجیح، ج ۱ ص ۱۳۸)

اس باب میں کثرت سے صحیح احادیث وارد ہیں۔

بلا عذر ایک جوتے یا ایک موزے میں

چلنا مکروہ ہے اور بلا عذر کھڑے ہو کر

جوتا اور موزہ پہننا مکروہ ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی ایک جوتے میں نہ چلے دونوں کو پہنے یا دونوں کو اتار دے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ یا دونوں پاؤں ننگے کر دے۔ (متفق علیہ)

وَفِي الْبَابِ أَحَادِيثُ كَثِيرَةٌ صَحِيحَةٌ.

156- بَابُ كَرَاهَةِ الْمَشْيِ فِي نَعْلٍ وَاحِدَةٍ

أَوْ خُفٍّ وَاحِدٍ لِّغَيْرِ عُنْدٍ وَكَرَاهَةِ لُبْسِ

النَّعْلِ وَالْخُفِّ قَائِمًا لِّغَيْرِ عُنْدٍ

(1655) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ

رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا يَمْشِي

أَحَدُكُمْ فِي نَعْلٍ وَاحِدَةٍ، لِيَنْتَعِلَهُمَا جَمِيعًا، أَوْ

لِيُخْلَعَهُمَا جَمِيعًا." وَفِي رِوَايَةٍ: "أَوْ لِيُخْفِيَهُمَا

جَمِيعًا." مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب لامشی فی نعل واحد، جلد 5، ص 220، رقم 5518 صحیح مسلم، باب اذا انتعل فلیبدأ بالیمن واذا خلع فلیبدأ بالشمال، جلد 6، ص 153، رقم 5616 سنن ابوداؤد، باب فی الانتعال، جلد 4، ص 117، رقم 4138 صحیح ابن حبان، کتاب اللباس وادابہ، جلد 12، ص 274، رقم 5460 جامع الاصول لابن اثیر، النوع الثامن فی النعال والانتعال، جلد 10، ص 648، رقم 8272

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ ممانعت کراہت تنزیہی کی ہے اسی حکم میں کرتے اچکن وغیرہ کا پہننا ہے کہ کرتے اچکن کی ایک آستین پہن لینا دوسری یوں ہی لنگتی رکھنا ممنوع ہے۔ یہاں مرقاة میں اس حکم کی بہت سی حکمتیں بیان فرمائیں: ایک یہ ہے کہ یہ طریقہ شیطان کا ہے کہ وہ ایک جوتہ پہن کر چلتا ہے، نیز اس طرح چلنا کچھ دشوار بھی ہوتا ہے خصوصاً جب کہ جوتی کچھ اونچی ہو اور جگہ ناہموار ہو، نیز یہ طریقہ شرفاء کا نہیں اور یہ کم عقلی کی علامت ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ کی روایت میں جو آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے ایک جوتا شریف میں چلتے دیکھا وہ یا تو اس حکم سے منسوخ ہے یا وہ عمل شریف گھر کے اندر کا ہے اور یہ حکم شریف یا باہر سڑک کا یا وہ حکم بیان جواز کے لیے ہے اور یہ حکم بیان استحباب کے لیے یا وہ اتفاقاً نادر تھا، یہ ممانعت ہمیشگی اور عادت ڈال لینے سے ہے لہذا احادیث میں تعارض نہیں۔ اس کی پوری تحقیق کتب فقہ میں ملاحظہ فرمائیں۔ (بزائۃ المناجیح، ج ۱ ص ۲۵۵)

انہی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو

(1656) وَعَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: "إِذَا انْقَطَعَ بِشَيْءٍ نَعْلٍ أَحَدِكُمْ، فَلَا يَمْسِسْ فِي الْأُخْرَى حَتَّى يُصْلِحَهَا". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب تم میں سے کسی کے جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے تو وہ دوسرے میں نہ چلے حتیٰ کہ اس کو درست کرے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب إذا انتعل فليبداء باليمين وإذا خلع فليبداء بالشمال، جلد 6، ص 153، رقم 5618، الادب المفرد، باب ضرب الرجل يده على فخذة عند التعجب، ص 331، رقم 956، المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمه على، جلد 4، صفحہ 216، رقم 4014، سنن ابوداؤد، باب في الانتعال، جلد 4، صفحہ 117، رقم 4139، سنن النسائی، باب كراهية المتنى في نعل واحد، جلد 5، ص 505، رقم 9796

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یا وہاں ہی بیٹھ کر درست کر لے یا گھرتک دونوں پاؤں سے ننگے جاوے اور وہاں درست کر کے پھر پہننے۔ مقصد یہ ہے کہ ضرورت پڑ جانے پر بھی ایک جوتا پہن کر نہ چلوچہ جائیکہ بلا ضرورت اس کی عادت ڈال لینا یہ تو بہت ہی برا ہے۔

عربی میں خف چمڑے کے موزے کو کہتے ہیں جس پر مسح ہو سکے اور جو راب سوتی اوننی ریشمی موزے کو کہا جاتا ہے جو قابل مسح نہیں۔ اہل عرب کبھی چمڑے کے موزے کو جوتے کی طرح استعمال کرتے ہیں، صرف ایک موزہ پہننا کہ دوسرا پاؤں کھلا رہے ممنوع ہے خواہ موزہ چمڑے کا ہو یا سوتی اوننی۔ (مرآة المناجیح، ج 6 ص 256)

(1657) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ يَنْتَعَلَ الرَّجُلُ قَائِمًا. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آدمی کو کھڑا ہو کر جوتا پہننے سے منع فرمایا۔ اسے امام ابوداؤد نے اسناد حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: سنن ابوداؤد، باب في الانتعال، جلد 4، ص 117، رقم 4137، الادب المفرد، باب في الانتعال، جلد 1، ص 308، رقم 517، سنن ابن ماجه، باب الانتعال قائما، جلد 2، صفحہ 1195، رقم 3618، مسند أبي يعلى، مسند انس بن مالك، جلد 3، صفحہ 212، رقم 3307، مشكاة المصابيح، باب النعال، الفصل الاول، جلد 2، ص 501، رقم 4414

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ ممانعت ان جوتوں میں ہے جن کے پہننے میں ہاتھ لگانا پڑتا ہے جیسے آج کل فل بوٹ تسمے والے یا چمڑے کے موزے کہ انہیں کھڑے کھڑے پہنے انکے تسمے باندھنے میں گر جانے کا اندیشہ ہے۔ عام معمولی جوتے جو بہ آسانی بغیر ہاتھ لگائے پہن لیے جاتے ہیں وہ کھڑے کھڑے پہننا بالکل جائز ہے جیسے دیسی اور گرگابی جوتے۔

(مرقات و اشعة الممعات) (مرآة المناجیح، ج 6 ص 258)

سوتے وقت گھر میں آگ چھوڑنا

منع ہے وہ چراغ میں ہو یا اس کے

157- بَابُ النَّهْيِ عَنِ تَرْكِ النَّارِ فِي

الْبَيْتِ عِنْدَ النَّوْمِ وَنَحْوِهِ سِوَا

كَانَتْ فِي سِرَاجٍ أَوْ غَيْرِهِ

علاوہ کسی اور چیز میں

(1658) عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، عَنِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «لَا تَتْرُكُوا النَّارَ

نے فرمایا: سوتے وقت گھروں میں آگ نہ چھوڑو۔

فِي بُيُوتِكُمْ حِينَ تَنَامُونَ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب لا تترك النار في البيت عند النوم، جلد 5، ص 231، رقم 5935 صحیح مسلم، باب الامر
تہفطية الاناء وایکا السقاء و اغلاق الابواب، جلد 6، ص 107، رقم 5376 سنن ابوداؤد، باب في اطفاء النار بالليل، جلد 4، صفحہ 533،
رقم 5248 سنن الترمذی، باب ماجاء في تخمير الاناء و اطفاء السراج و النار عند المنام، جلد 2، ص 264، رقم 1813 مسند ابی یعلیٰ،
مسند عبداللہ بن مسعود جلد 9، صفحہ 369، رقم 5486۔

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

جلتا ہوا چراغ گل کر دو، چولہے میں آگ ہو تو بجھا دو، کبھی آگ جلتی چھوڑ کر نہ سوؤ نہ کہیں جاؤ، اس میں صد ہا حکمتیں

ہیں۔ آگ خطرناک چیز ہے ذرا سی بے احتیاطی میں گھر اور سامان جلا ڈالتی ہے، بے خبر سوتے ہوئے جل جاتے ہیں۔ خدا

کی پناہ! یہاں آگ سے مراد وہ ہی آگ ہے جس سے آگ لگ جانے کا اندیشہ ہو بجلی کی آگ میں یہ اندیشہ نہیں۔

(مراۃ المناجیح، ج ۶ ص ۱۳۷)

(1659) وَعَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

عَنْهُ، قَالَ: اخْتَوَقَ بَيْتٌ بِالْمَدِينَةِ عَلَى أَهْلِهِ مِنْ

مدینہ منورہ میں ایک گھر اپنے اہل سمیت رات کے وقت

اللَّيْلِ، فَلَمَّا حَدَّثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

جل گیا۔ جب ان کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

وَسَلَّمَ بِشَأْنِهِمْ، قَالَ: «إِنَّ هَذِهِ النَّارَ عَدُوُّكُمْ،

بیان کیا گیا: تو آپ فرمایا یقیناً یہ آگ تمہاری دشمن ہے

فَإِذَا نِمْتُمْ، فَأَظْفِقُواهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

جب سونے لگو تو اس کو بجھا دیا کرو۔ (متفق علیہ)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس طرح کہ گھر مع گھر والوں کے جل گیا یا گھر جل کر ان لوگوں پر گر گیا۔ غرضیکہ گھر والے بھی ہلاک ہو گئے خواہ جل کر

یاد بکر۔

کیونکہ آگ ہمارے بدن ہمارے مال کی ہلاکت کا ذریعہ ہے، اگر احتیاط سے برتی جائے تو مفید ہے ورنہ

ہلاکت۔ اسے دشمن فرمانا اس معنی سے ہے یعنی بے احتیاطی سے برتی جائے تو دشمن ہے لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں

کہ آگ تو بڑی مفید چیز ہے۔ حد میں رہ کر ہر چیز مفید ہے حد سے بڑھ کر مضر۔ ہم بھی حد میں رہیں تو اچھے ورنہ حد سے بڑھ

جائیں تو خود اپنے دشمن ہیں۔ اللہ تعالیٰ حد میں رکھے۔

یہ حکم بطور مشورہ ہے لہذا استنباطی ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۶ ص ۱۳۸)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: برتنوں کو ڈھانپ کر رکھو اور مشک کا سقمہ منہ کر کے سویا کر ڈھانپ کر دو اور بند کیا کرو اور دیا بچھا دیا کرو کیونکہ شیطان ایسے سقمہ کو نہیں کھولتا اور نہ بند دروازے کو کھولتا ہے اور نہ ہی برتن کو کھولتا ہے۔ اگر تم میں سے کوئی لکڑی کے علاوہ کوئی چیز نہ پائے جس کو اس برتن پر رکھے اور صرف اللہ کا نام لے۔ تو اسے ایسا کرنا چاہیے کیونکہ ایک چوہا بھی گھر کو گھر والوں سمیت جلا دیتا ہے۔ (مسلم) الفویسقة: چوہا و تضررہ: جلا دیتا ہے۔

(1660) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «عَطَّلُوا الْإِنَاءَ وَأَوْكُوا السِّقَاءَ وَأَغْلِقُوا الْأَبْوَابَ. وَأَطْفِئُوا السِّرَاجَ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَحُلُّ سِقَاءً وَلَا يَفْتَحُ بَابًا، وَلَا يَكْشِفُ إِنَاءً. فَإِنْ لَمْ يَجِدْ أَحَدًا كُمْ إِلَّا أَنْ يُعْرَضَ عَلَى إِيَّائِهِ عُوْدًا، وَيَذْكُرَ اسْمَ اللَّهِ، فَلْيَفْعَلْ، فَإِنَّ الْفُؤَيْسِقَةَ تُضَرُّهُ عَلَى أَهْلِ الْبَيْتِ بَيْنَهُمْ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ. «الْفُؤَيْسِقَةُ»: الْفَارَةُ، وَتُضَرُّهُ: تُحْرِقُ.

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب الامر بتغطية الاناء وایکاء واغلاق الابواب، جلد 5، ص 105، رقم 5384 السنن الکبریٰ للبیہقی، باب الماء القلیل ینجس بالنجاسة محدث فیہ، جلد 1، ص 256، رقم 1257 سنن ابن ماجہ، باب تخبیر الاناء، جلد 2، صفحہ 1129، رقم 3410 مسند ابی یعلیٰ، مسند جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ، جلد 4، صفحہ 178، رقم 2258 مستخرج ابی عوالہ، بیان الاخبار الموجبة لتغطية الاناء وایکاء السقاء، جلد 9، ص 90، رقم 6577

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہاں بھی برتنوں سے مراد وہ برتن ہیں جن میں کھانے پینے کی چیزیں ہوں، یوں ہی مشکیزے سے مراد وہ مشکیزے ہیں جن میں پانی یا نبیذ وغیرہ ہوں اور یہاں بھی چراغ سے مراد کھلا چراغ ہے جس کی بتی چوہا کھینچ سکے، موجودہ بجلی کی روشنی اس حکم سے خارج ہے جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا۔

یہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے کہ اس نے ان شیاطین کو یہ قدرت نہیں دی کہ ان چیزوں کو کھول سکیں جیسے شیطان اس کھانے کو نہیں کھا سکتا جو بسم اللہ پڑھ کر کھایا جائے لہذا حدیث شریف بالکل ظاہر معنی پر ہے اس میں کسی تاویل و توجیہ کی ضرورت نہیں۔

یعنی اگر برتن ڈھکنے کے لیے کوئی ڈھکنا نہ ملے تو اس پر اللہ کا نام لے کر لکڑی کھڑی کر دو وہ برتن اس لکڑی اور اللہ کے ذکر کی وجہ سے ان بلاؤں سے محفوظ رہے گا۔

اس سے معلوم ہوا کہ یہ حکم بطور مشورہ ہے لہذا مستحب ہے واجب نہیں، اس میں بہت ہی منافع اور فوائد ہیں۔

(بزازۃ المناجیح، ج 6 ص 133)

158 بَابُ النَّهْيِ عَنِ التَّكْلِيفِ وَهُوَ فِعْلٌ
وَقَوْلٌ مَّا لَا مَصْلِحَةَ فِيهِ بِمَشَقَّةٍ
بہ تکلف کوئی کام یا بات کرنا جس میں مشقت
کے سوا کوئی مصلحت نہ ہو منع ہے

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: تم فرماؤ میں اس قرآن پر
تم سے کچھ اجر نہیں مانگتا اور میں بناوٹ والوں میں نہیں۔
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہمیں تکلف
سے روکا گیا ہے۔ (بخاری)

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ
أَجْرٍ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ) (ص: 86).
(1661) وَعَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ:
نُهَيْتَنَا عَنِ التَّكْلِيفِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب ما یکره من کثرة السؤال و تکلف ما لا ینبئہ، جلد 6، ص 256، رقم 6863 تحفة الاصراف
لللمزی، احادیث السن بن مالک عن عمر، جلد 8، صفحہ 14، رقم 10413 جامع الاصول لابن الثیر، کتاب الرابع فی السؤال، جلد 5،
صفحہ 58، رقم 3061

شرح حدیث: تکلف اور بناوٹ سے گفتگو کرنا

تکلف کے ساتھ فصاحت و بلاغت سے بھرپور اور بناوٹی کلام کرنا۔ اللہ کے رسول، رسول مقبول عَزَّ وَجَلَّ وَصَلَّى اللَّهُ
تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا:
أَنَا وَاتَّقِيَاءُ أُمَّتِي بَرَاءٌ مِنَ التَّكْلِيفِ۔

ترجمہ: میں اور میری امت کے پرہیزگار لوگ تکلف سے بری ہیں۔

حضرت سیدتنا فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں، حضور نبی رحمت، شفیع امت، قاسم نعمت صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ
وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: میری امت کے بُرے لوگ وہ ہیں جو طرح طرح کی نعمتوں سے پروان چڑھتے ہیں، مختلف قسم کے
کھانے کھاتے ہیں، طرح طرح کے لباس پہنتے ہیں اور (تکلف کے ساتھ) گفتگو کرتے ہیں۔

(الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، الرقم ۱۳۶۶۔ عبد الحمید بن جعفر بن الحکم الانصاری، ج ۷، ص ۴)

حضرت مسروق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت
ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو انہوں نے فرمایا: اے
لوگو! جو کسی چیز کے بارے نہ جانتا ہو تو وہ کہہ دے کہ اللہ
ہی زیادہ علم والا ہے، کیونکہ یہ چیز بھی علم سے ہے کہ آدمی
جو نہ جانتا ہو اس کے بارے میں اللہ علم کہہ دے۔ اللہ
تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا کہ میں تم سے کوئی
صلہ نہیں مانگتا اور نہ میں تکلف کرنے والوں سے
ہوں۔ (بخاری)

(1662) وَعَنْ مَسْرُوقٍ، قَالَ: دَخَلْنَا عَلَى
عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَالَ: يَا أَيُّهَا
النَّاسُ، مَنْ عَلِمَ شَيْئًا فَلْيَقُلْ بِهِ، وَمَنْ لَمْ يَعْلَمْ،
فَلْيَقُلْ: اللَّهُ أَعْلَمُ، فَإِنَّ مِنَ الْعِلْمِ أَنْ يَقُولَ لِمَا لَا
يَعْلَمُ: اللَّهُ أَعْلَمُ. قَالَ اللَّهُ تَعَالَى لِنَبِيِّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: (قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ وَمَا
أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ). رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب قوله: وما أنا من المتكلفين، جلد 4، ص 180، رقم 4531 صحیح ابن حبان ذکر دعاء
المصطفى صلی اللہ علیہ وسلم على المشركين بالسنن، جلد 14، ص 548، رقم 6585 مشكاة المصابيح، كتاب العلم، الفصل الاول، جلد 1، صفحہ 58.

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ حدیث موقوف ہے یعنی حضرت عبداللہ ابن مسعود کا اپنا فرمان۔ مقصد یہ ہے کہ کوئی عالم اپنی بے علمی ظاہر کرنے میں شرم نہ کرے، اگر کوئی مسئلہ معلوم نہ ہو تو گھڑ کر نہ بتائے ہماری بے علمی علم سے زیادہ ہے رب فرماتا ہے: وَمَا أَوْتَيْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا فرشتوں نے عرض کیا تھا: لَا عِلْمَ لَنَا حضرت علی سے سر منبر کوئی مسئلہ پوچھا گیا آپ نے فرمایا مجھے معلوم نہیں، وہ گستاخ بولا کہ آپ بے علمی کے باوجود منبر پر کیوں کھڑے ہو گئے؟ آپ نے فرمایا کہ میں بقدر علم منبر پر چڑھا ہوں اگر بقدر جہالت چڑھتا تو آسمان پر پہنچ جاتا۔ (مرقاۃ)

یعنی اپنی بے علمی جاننا بھی علم ہے، اپنی جہالت سے ناواقف ہونا جہل مرکب، مفتیان کرام فتوے کے آخر میں لکھتے ہیں اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ وہ یہاں سے اخذ ہے۔

حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اولین و آخرین سب سے بڑے عالم، تمام جہان کے معلم ہیں مگر انہیں حکم دیا گیا جس چیز کا علم آپ کو اب تک نہ دیا گیا ہو متکلف نہ بتائیں۔ چنانچہ حضور سے اصحاب کہف کی تعداد پوچھی گئی نہ بتائی کیونکہ اس کا علم بعد میں عطاء ہوا، حضرت عمر سے سوال ہوا کہ فاکھ اور اب (میوہ اور چارہ) میں کیا فرق ہے؟ فرمایا مجھے خبر نہیں، حضرت امام مالک نے چھتیس مسائل میں فرمایا کہ میں نہیں جانتا، حضرت امام ابو حنیفہ سے پوچھا گیا کہ دھڑ کیا چیز ہے فرمایا مجھے خبر نہیں۔

(مراۃ المناجیح، ج 1 ص ۲۵۲)

میت پر نوحہ کرنے سے پہلے گریبان

پھاڑنے بال نوچنے سر منڈانے

اور واویلا کرنے کی حرمت کا بیان

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کہ میت کو اپنی قبر میں اس پر نوحہ کرنے پر عذاب ہوتا ہے۔ ایک روایت میں ہے جب تک اس پر نوحہ کیا جائے۔ (متفق علیہ)

159- بَابُ تَحْرِيمِ النَّيَاحَةِ عَلَى الْمَيِّتِ

وَلَطْمِ الْحَدِّ وَشَقِّ الْجَيْبِ وَنَتْفِ الشَّعْرِ

وَحَلْقِهِ وَالذُّعَاءَ بِالْوَيْلِ وَالشُّبُورِ

(1663) عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "الْمَيِّتُ يُعَذَّبُ فِي قَبْرِهِ بِمَا نِيحَ عَلَيْهِ". وَفِي رِوَايَةٍ: "مَا نِيحَ عَلَيْهِ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب ما یکرہ من النیاحۃ علی المیت، جلد 5، ص 77، رقم 3978 صحیح مسلم، باب المیت یعذب بیکاء اہلہ علیہ، جلد 3، ص 41، رقم 2182 سنن النسائی الکبیری، النیاحۃ علی المیت، جلد 1، صفحہ 608، رقم الحدیث 1980 مسند ابی یعلی، مسند عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، جلد 1، ص 144، رقم 156 مسند امام احمد بن حنبل، مسند عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، جلد 1، ص 26، رقم 180

شرح حدیث: امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن نوحہ کرنے پر عذاب کے متعلق فتاویٰ رضویہ میں

ایک جگہ فرماتے ہیں: چلا کے رونے سے مردے کو ضرور تکلیف ہوتی ہے۔ اہلسنت کے مذہب میں موت سے روح نہیں مرنی، نہ اس کا علم و سمع و بصر ذائل ہوتا ہے بلکہ ترقی پاتا ہے، جنازہ رکھا ہوتا ہے لوگ جو کچھ کہتے کرتے ہیں مردہ سب سنا دیکھتا ہے۔ یہ سب امور احادیث کثیرہ سے ثابت ہیں کما بینکناہ فی حیاة الاموات فی بیان سماع الاموات (جیسا کہ ہم نے اس مسئلہ کو حیات الاموات فی بیان سماع الاموات میں بیان کیا ہے۔ ت) چلا کے رونے سے زندے پریشان ہو جاتے ہیں ایذا پاتے ہیں نہ کہ مردہ جس پر ابھی ایسی سخت تکلیف چلانے کی گزر چکی ہے اس کی پریشانی اس کی ایذا، بیان سے باہر ہے۔ پھر وہ تو دار حق میں گیا اب اسے ہر مصیبت رنج دیتی اور ہر حسہ سرور بخشتی ہے یہ امر اس کے لئے صد گونہ ایذا کا باعث ہوتا ہے، بچہ ہو یا جوان اس میں سب یکساں ہیں۔

حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لَا تُؤْذُوا أَمْوَاتِكُمْ بَعْوِيلٍ۔ رَوَاهُ ابْنُ مَنْدَةَ وَالدَّيْلَمِيُّ۔ عَنِ امْرِئِ الْمُؤْمِنِينَ أُمِّ سَلْمَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا
(الفردوس برأ ثور الخطاب حدیث ۳۱۸ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/۹۸)

چلا کر رونے سے اپنے مردوں کو ایذا نہ دو (محدث ابن مندۃ اور دیلمی نے ام المؤمنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اس کو روایت کیا ہے۔)

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک جنازے میں کچھ عورتیں دیکھیں فرمایا:

ارجعن ما زورات غیر ما جورات انکن لتفتن الاحیاء وتؤذین الاموات۔ رَوَاهُ سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ
فِي سَنَنِهِ۔ (کنز العمال بحوالہ الخطیب عن ابی ہدیہ حدیث ۳۲۶۰۷ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۵/۶۵۷)

پلٹ جاؤ وبال سے بھری ثواب سے بری، تم زندوں کو فتنوں میں ڈالتی اور مردوں کو ایذا دیتی ہو (سعید بن منصور نے اس کو اپنی سنن میں روایت کیا ہے۔)

امام بکر بن عبداللہ مزنی تابعی فرماتے ہیں:

انه ما من ميت يموت الا وروحه في يد ملك الموت فهم يغسلونه ويكفونونه وهو يري ما يصنع اهله
فلم يقدر على الكلام لنهاهم عن الرثة والعويل۔ رَوَاهُ الْإِمَامُ أَبُو بَكْرٍ بِنَ ابْنِ الدُّنْيَا۔

(شرح الصدور بحوالہ ابن ابی الدنیا باب معرفۃ المیت من بغسلہ الخ خلافت اکیڈمی منگورہ سوات ص ۴)

مجھے حدیث پہنچی کہ جو مرتا ہے اس کی روح ملک الموت کے ہاتھ میں ہوتی ہے لوگ اسے غسل و کفن دیتے ہیں اور وہ دیکھتا ہے جو کچھ اس کے گھر والے کرتے ہیں ان سے بات نہیں کرتا کہ انہیں شور و فریاد سے منع

کرے (امام ابو بکر بن ابی الدنیا نے اس کو روایت کیا۔)

ایک حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ماں باپ پر ان کی موت کے بعد آدمی کے اعمال پیش ہوتے ہیں، نیکیوں پر شاد ہوتے ہیں اور ان کے منہ اور زیادہ چمکنے لگتے ہیں فاتقوا اللہ ولا تؤذوا اَمْوَاتِكُمْ تَوَالِدُ

ڈرو اپنے مردوں کو اپنے گناہوں سے ایذا نہ دو۔

رواہ الامام الترمذی۔ الحکیم عن والد عبد العزیز

(امام حکیم ترمذی نے عبد العزیز کے والد سے اس کو روایت کیا ہے۔)

(الجامع الصغير بحوالہ الحکیم عن والد عبد العزیز حدیث ۳۳۱۶ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/۱۹۹)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان النیت لیعذب ببکاء اہلہ علیہ۔ روایہ الشیخین عن عمرو وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

پیشک مردے پر جو اس کے گھروالے روتے ہیں اس سے اسے عذاب والم ہوتا ہے (اس کو بخاری مسلم نے

عمرو وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔) (جامع الترمذی ابواب الجنائز باب ماجاء فی کراہیۃ البکاء امین کہنی دہلی ۱/۱۱۹)

علماء فرماتے ہیں:

المراد بالعذاب هو الالم الذی یحصل للبیۃ اذ سبعمہم یبکون او بلغہ ذلک فانہ یحصل لہ تالم

بذلک نقلہ ملا علی القاری فی البرقاۃ عن السید الشاہ میرک البحدث عن الامام شمس

الدین محمد بن محمد بن محمد الجزری انہ قال فی تصحیح البصایح عندی واللہ اعلم لیکن

المراد بالعذاب الخ قلت وقد تخالج صدری قبل ان اطلع علیہ حتی رأیتہ فیہا واللہ الحمد،

واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

(مرقات المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح کتاب الجنائز باب البکاء علی المیت مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴/۲۲۴)

(حدیث مذکور میں) عذاب سے وہ احساس دکھ مراد ہے جو میت کو حاصل ہوتا ہے جو انہیں روتے پٹے سنتی ہے

کیونکہ اس رویہ سے وہ درد و الم محسوس کرتی ہے، چنانچہ ملا علی قاری نے مرقات شرح مشکوٰۃ میں سید میرک شاہ

محدث بخاری کے حوالہ سے اسے نقل فرمایا اس نے امام شمس الدین محمد بن محمد بن محمد جزی سے نقل کیا انہوں

نے تصحیح المصابیح میں ذکر فرمایا اللہ تعالیٰ سب کچھ بہتر جانتا ہے مگر میرے نزدیک حدیث مذکور میں عذاب سے

درد و کرب مراد ہے الخ میں کہتا ہوں اس پر مطلع ہونے سے پہلے میرے دل میں بھی یہی بات کھٹکتی تھی یہاں

تک کہ میں نے ان دونوں بزرگوں کے کلام میں اسے دیکھ لیا۔ اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے تمام خوبیاں، محاسن،

مخامد ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ پاک اور برتر بڑا عالم ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۲۴ ص ۴۷۸-۴۷۹)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

(1664) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ ہم میں سے نہیں جو رخسار پیٹے

قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

گر بیان پھاڑے اور جاہلیت کی طرح آواز بلند کرے۔

لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُودَ، وَشَقَّ الْجُيُوبَ، وَدَعَا

بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب لیس منا من ضرب الحدود جلد 2، صفحہ 82، رقم 1297 صحیح مسلم، باب تحریم ضرب الحدود وشرع الجیوب، جلد 1، ص 69، رقم 298 المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمه علی، جلد 4، صفحہ 199، رقم 3967 المستطی لابن الجارود، کتاب الجنائز، جلد 1، صفحہ 136، رقم 516 سنن ابن ماجہ، باب ماجاء فی النهی عن ضرب الحدود وشرع الجیوب، جلد 1، ص 504، رقم 1584

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی میت وغیرہ پر منہ پٹینے، کپڑے پھاڑنے، رب تعالیٰ کی شکایت، بے صبری کی بکواس کرنے والا ہماری جماعت یا ہمارے طریقے والوں سے نہیں ہے یہ کام حرام ہے، ان کا کرنے والا سخت مجرم ہے۔ اس سے روافض عبرت پکڑیں جن کے ہاں سینہ کو بی کرنا اور حرام مرثیے پڑھنا عبادت ہے۔ اس حدیث کی تائید قرآن کریم فرما رہا ہے: وَيَسِيرًا الضَّالِّينَ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمُ مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔ اسی لیے شہدائے کربلا، اہل بیت اطہار نے تازیست یہ حرکتیں نہ کیں۔

(مراۃ المناجیح، ج ۲ ص ۷۷۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت

ابوموسیٰ بیمار تھے پس ان پر بے ہوشی طاری ہو گئی اور ان کا سر ان کے خاندان میں سے ایک عورت کی گود میں تھا وہ بلند آواز سے چیخنے لگی، آپ کو یہ طاقت نہ تھی کہ اس کو روکتے جب آپ کو افاقہ ہوا تو فرمایا میں ان سے بیزار ہوں جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیزاری کا اظہار فرمایا۔ یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نوحہ کرنے والی سرمنڈوانے والی اور گریبان پھاڑنے والی سے بیزار ہیں۔ (متفق علیہ) الصَّالِقَةُ: وہ عورت جو نوحہ کرتے وقت اپنی آواز بلند کرنے۔ العالِقَةُ: وہ عورت جو مصیبت کے وقت سرمنڈوائے۔ الشَّاقَّةُ: وہ عورت جو اپنے کپڑے

پھاڑے۔

(1665) وَعَنْ أَبِي بُرْدَةَ، قَالَ: وَجَعَ أَبُو مُوسَى،

فَغَشِيَ عَلَيْهِ، وَرَأَسُهُ فِي حَجْرِ امْرَأَةٍ مِّنْ أَهْلِهِ، فَأَقْبَلَتْ تَصِيحُ بَرْنَةً فَلَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يَرُدَّ عَلَيْهَا شَيْئًا، فَلَمَّا أَفَاقَ قَالَ: أَنَا بَرِيءٌ مِّمَّنْ بَرِيءٌ مِنْهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَرِيءٌ مِّنَ الصَّالِقَةِ وَالْحَالِقَةِ، وَالشَّاقَّةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. "الصَّالِقَةُ": الَّتِي تَرَفَعُ صَوْتَهَا بِالنِّيَاحَةِ وَالنَّدْبِ. "وَالْحَالِقَةُ": الَّتِي تَحْلِقُ رَأْسَهَا عِنْدَ الْمُصِيبَةِ. "وَالشَّاقَّةُ": الَّتِي تَشُقُّ ثَوْبَهَا.

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب ما ینہی من الخلق عند المصیبة، جلد 1، صفحہ 436، رقم 1234 صحیح مسلم، باب تحریم

ضرب الحدود وشرع الجیوب، جلد 1، صفحہ 270، رقم 298 مسند ابو عوالہ، بیان الاعمال الی بڑی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، جلد 1، ص 60، رقم

154 عمدة الاحکام من کلام خیر الانام للمقدسی، کتاب الجنائز، جلد 1، صفحہ 59، رقم 165 سنن الکبزی للبیہقی، باب ما ینہی عنہ

من الدعاء بدعوی الجاهلیة و ضرب الحد، جلد 4، ص 64، رقم 6911

شرح حدیث: حکیم الأُمّت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
آپ کا نام عامر ابن عبداللہ ابن قیس ہے، تابعین میں سے ہیں اور عبداللہ ابن قیس یعنی ابو موسیٰ اشعری کے فرزند
ہیں، حضرت علی کی طرف سے قاضی شریح کے بعد کوفہ کے قاضی رہے، پھر حجاج نے آپ کو معزول کیا۔
رَنَّهُ عربی میں رونے کی کانپتی آواز کو کہتے ہیں۔

یعنی میں تمہیں ہمیشہ یہ حدیث سناتا رہا تم میرے جیتے جی ہی بھول گئیں۔ اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ عرب میں بھی
کسی کی موت پر سر منڈانے کا رواج تھا جیسے ہمارے ہاں ہندو سر، ڈاڑھی اور مونچھیں سب منڈوا دیتے ہیں جسے بھدرا کہتے
ہیں، مگر مرد منڈاتے ہیں عورتیں نہیں یہ بھی بے حیائی کی علامت ہے۔ خیال رہے کہ صحابہ کرام ایسی حالت میں تبلیغ اور اپنے
بال بچوں کی اصلاح سے غافل نہیں رہتے تھے۔ (بزازۃ المناجیح، ج ۲ ص ۹۳)

(1666) وَعَنِ الْمَغِيْرَةِ بْنِ شَعْبَةَ رَضِيَ اللهُ
عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَقُولُ: "مَنْ نِيحَ عَلَيْهِ، فَإِنَّهُ يُعَذَّبُ بِمَا نِيحَ عَلَيْهِ
يَوْمَ الْقِيَامَةِ." مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں
نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا: جس پر نوحہ کیا
جائے اس کو قیامت کے دن نوحہ کی وجہ سے عذاب ہوگا۔
(متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب ما یکرہ من النیاحۃ، جلد 1، صفحہ 434، رقم 1229 صحیح مسلم، باب البیت یعذب
ببکاء اہلہ علیہ، جلد 3، صفحہ 45، رقم 2200 السنن الکبریٰ للبیہقی، باب سیاق اخبار تدل علی أن البیت یعذب بالنیاحۃ، جلد 4،
ص 72، رقم 7420 سنن ترمذی، باب کراہیۃ النوح، جلد 3، صفحہ 324، رقم الحدیث 1000

شرح حدیث: حکیم الأُمّت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
یعنی میت پر نوحہ کرنا پٹنے کی وجہ سے قیامت میں میت کو بھی عذاب ہوگا جیسے خود نوحہ کرنے والوں کو ہوگا۔ یہ اس
صورت میں ہے کہ میت نوحہ اور پٹنے کی وصیت کر گیا ہو یا اس سے راضی ہو جیسے زمانہ جاہلیت میں مرنے والے وصیت
کرتے تھے کہ مجھ پر ایسا نوحہ کرنا کہ نام ہو جائے، اس زمانہ میں نوحہ پر بھی فخر ہوتا تھا لہذا اس حدیث سے یہ لازم نہیں کہ
امام حسین اور دیگر شہداء کو بلا کو بھی عذاب ہو کہ ان پر راضی بہت نوحہ اور کوٹا پٹنی کرتے ہیں کیونکہ ان سرکاروں نے نہ اس کی
وصیت کی نہ اس سے راضی ہوئے۔ (بزازۃ المناجیح، ج ۲ ص ۹۳)

(1667) وَعَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ نُسَيْبَةَ - بِصَمِّ
التُّونِ وَفَتْنِهَا - رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: أَخَذَ عَلَيْنَا
رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ الْبَيْعَةِ أَنْ
لَا نَنُوحَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ام عطیہ نسیبہ (نون پر زبر اور پیش کے
ساتھ) رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ ہم سے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت کے وقت وعدہ لیا کہ ہم نوحہ
نہیں کریں گی۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب ما یمنی من النوح والبیضاء والزجر عن ذلك، جلد 2، ص 84، رقم 1306 صحیح مسلم، باب

التشديد في النباحة، جلد 3، صفحہ 46، رقم 2206 السنن الكبرى للبيهقي، باب النهي عن النباحة على الميت، جلد 4، صفحہ 62، رقم 7358 سنن النسائي، باب بركة النساء، جلد 4، صفحہ 428، رقم 7803 مسند امام احمد بن حنبل، حديث امر عطيه رضي الله عنها، جلد 5، ص 85، رقم 20817

شرح حدیث: نوحہ کے معنی اور اس کے بعض احکام

(1) نوحہ یعنی میت کے اوصاف (خوبیاں) مبالغہ کے ساتھ (خوب بڑھا چڑھا کر) بیان کر کے آواز سے رونا جس کو بین (بھی) کہتے ہیں یا لا جماع حرام ہے۔ یوہیں واویلا، وانصیتاہ (یعنی ہائے مصیبت) کہہ کر چلانا (2) گر بیان پھاڑنا، مونہہ نوجنا، بال کھولنا، سر پر خاک ڈالنا، سینہ کونٹا، ران پر ہاتھ مارنا یہ سب جاہلیت کے کام ہیں اور حرام (3) آواز سے رونا منع ہے اور آواز بلند نہ ہو تو اس کی ممانعت نہیں، بلکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے (اپنے لختِ جگر) حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات پر بکا فرمایا۔ (یعنی آنسو بہائے) (بہار شریعت حصہ 4 ص 203، 204)

(1668) وَعَنِ النَّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: أُغْمِيَ عَلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ رَوَاحَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَجَعَلَتْ أُخْتُهُ تَبْكِي، وَتَقُولُ: وَاجْبِلَاةُ، وَآكَاةُ، وَآكَاةُ، تُعَدِّدُ عَلَيْهِ. فَقَالَ حِذِّنِ أَفَاقِي: مَا قُلْتُ شَيْئًا إِلَّا قِيلَ لِي أَنْتَ كَذَلِكَ؟! رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت نعمان بن بشیر سے روایت ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن رواحہ پر بے ہوشی طاری ہو گئی تو ان کی بہن رونے لگی اور کہنے لگی اے پہاڑ ہائے فلاں فلاں اس طرح اس کی خوبیاں بیان کیں جب انہوں نے افاقہ پایا تو کہا کہ تو نے جو کچھ بھی کہا مجھ سے پوچھا گیا کیا تو اس طرح ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب غزوة مؤتة من ارضي الشام، جلد 5، صفحہ 144، رقم 4267 المستدرک للحاکم، کتاب المغازی والسرایا، جلد 4، صفحہ 103، رقم 4353 مشکاة المصابیح، باب دفن الميت، الفصل الاول، جلد 1، ص 392، رقم 1745 تحفة الاشراف للہزی، ومن مسند عبداللہ بن رواحہ، جلد 4، صفحہ 318، رقم 5253

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی تم یہ کہہ کر پٹی تھیں اور فرشتہ مجھ سے یہ پوچھتا تھا۔ خیال رہے کہ یہاں فرشتے کا یہ پوچھنا آپ پر عتاب کے لیے نہ تھا کیونکہ آپ تو نوحہ سے راضی تھے ہی نہیں اور نہ آپ نے اس کا حکم دیا تھا۔ منشاء صرف یہ تھا کہ آپ ہوش میں آ کر اپنی بہن کو فرشتہ کا یہ سوال سنائیں جس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کی تصدیق ہو اور بہن و سارے سننے والوں کو تبلیغ کہ وہ اس سے باز رہیں۔ چنانچہ پھر آپ کی بہن آپ کی وفات پر بھی نہ روئیں۔ (مراۃ المناجیح، ج 2 ص 92)

(1669) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: اشْتَكَيْ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ شَكْوَى، فَأَتَاهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،

حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ بیمار ہو گئے تو رسول اللہ حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص اور

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ان کی عیادت کے لئے گئے تو وہاں پہنچ کر انہیں بے ہوش پایا آپ نے پوچھا: کیا یہ فوت ہو گئے ہیں؟ گھر والوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! نہیں تو! پس رسول اللہ ﷺ رو پڑے۔ پس جب لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کو روٹا دیکھا تو وہ بھی رو پڑے۔ آپ نے فرمایا: کیا تم سنتے نہیں، وہ کہ اللہ تعالیٰ آنسو بہانے یا دلی طور پر غم کھانے پر عذاب نہیں دیتا لیکن اس کے ذریعے عذاب دیتا ہے یا رحم فرماتا ہے اور آپ نے اپنی زبان مبارک کی طرف اشارہ فرمایا۔

(مشفق علیہ)

يَعُوذُكَ مَعَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، وَسَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَاصٍ، وَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ۔ فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ، وَجَدَهُ فِي غَشِيَةٍ فَقَالَ: "أَقْضَى؟" قَالُوا: لَا يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَبَكَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا رَأَى الْقَوْمَ بُكَاءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَكَوْا، قَالَ: "أَلَا تَسْمَعُونَ؟ إِنَّ اللَّهَ لَا يُعَذِّبُ بِدَمْعِ الْعَيْنِ، وَلَا بِحُزْنِ الْقَلْبِ، وَلَكِنْ يُعَذِّبُ بِهَذَا، وَأَشَارَ إِلَى لِسَانِهِ - أَوْ يَزِيحُهُمْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

شاید راوی کو بیماری کا پتہ نہ لگا کہ انہیں کیا بیماری تھی۔ خیال رہے کہ حضرت سعد اس بیماری میں فوت نہیں ہوئے بلکہ ۱۵ عہد فاروقی میں مقام حوراں علاقہ شام میں وفات پائی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ کو جنات نے قتل کیا۔ خیال رہے کہ انبیاء و اولیاء کے حالات مختلف ہوتے ہیں کبھی اپنے سے بھی بے خبر ہو جاتے ہیں۔ اسی کو شیخ سعدی فرماتے ہیں۔ شعر

دسے پیدا اور دیگر دم نہاں است

گہے بر پشت پائے خود نہ بینیم

بکفت احوال ما برق جہاں است

گہے بر طارم اعلیٰ تشییم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب کی موت کے وقت اور جگہ سے خبردار ہیں کہ بدر میں ایک دن پہلے ہی ہر کافر کے قتل کی جگہ اور وقت بتا دیا کہ کل یہاں فلاں مرے گا اور آج یہ فرما رہے ہیں۔ مرقات نے فرمایا کہ یہ کلام عتابانہ تھا لوگ انہیں گھیرے ہوئے تھے، چادر اوڑھائی ہوئی تھی تو فرمایا کہ کیا یہ فوت ہو گئے ہیں جو تم نے چادر اوڑھادی تب تو مطلب بالکل ظاہر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ رونا انکی موت کے خوف سے نہ تھا بلکہ ان کی تکلیف دیکھ کر رحمت کی بنا پر اور یہ کلام حکیمانہ منبغانہ تھا کہ کسی کی بیماری یا موت پر بے صبری یا نوحہ نہ کرنا چاہئے۔ مطلب یہ ہے کہ جو مصیبت پر حمد الہی کرتا ہے اللہ اس پر رحم کرتا ہے اور جو بکو اس بکتا ہے وہ سزا پاتا ہے۔

اس کی پوری شرح آگے آئے گی۔ یہاں اتنا سمجھ لو کہ میت سے مراد وہ ہے جس کی جان نکل رہی ہو اور عذاب سے مراد تکلیف ہے یعنی اگر جان نکلتے وقت رونے والوں کا شور مچ جائے تو اس شور سے مرنے والے کو تکلیف ہوتی ہے، بلکہ بیمار کے

پاس بھی شور نہ کرنا چاہئے کہ اس سے بیمار کو ایذا پہنچتی ہے لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ کسی کا گناہ میت پر کیوں پڑتا ہے۔

(بزاز السنن، ج ۲، ص ۹۳۶)

(1670) وَعَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «الْتَّائِحَةُ إِذَا لَمْ تَتُبْ قَبْلَ مَوْتِهَا تُقَامُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَعَلَيْهَا سِرْبَالٌ مِنْ قَطِرَانٍ، وَدِرْعٌ مِنْ جَرَبٍ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نوحہ کرنے والی جب مرنے سے پہلے توبہ نہ کرے تو قیامت کے دن اس کو کھڑا کیا جائے گا کہ اس پر تارکول کی قمیص اور خارش کا دوپٹہ ہوگا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب التشدید فی النیاحۃ، جلد 3، صفحہ 45، رقم 2203 السنن الکبریٰ للبیہقی، باب ماورد التغلیظ فی النیاحۃ والاستماع لها، جلد 4، ص 63، رقم 7361 المستدرک للحاکم، کتاب الجنائز، جلد 2، صفحہ 8، رقم 1413 مسند ابی یعلیٰ، مسند ابو مالک الاشعری، جلد 3، ص 148، رقم 1577 مسند امام احمد، حدیث ابی مالک الاشعری رضی اللہ عنہ، جلد 5، ص 344، رقم 22963

شرح حدیث: یہ حدیث مرآة میں یوں بیان کی گئی ہے:

روایت ہے حضرت ابو مالک اشعری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری امت میں جہالت کی چار باتیں ہیں جنہیں وہ نہ چھوڑیں گے: قومی فخر، نسب میں طعنے اور تاروں سے بارش مانگنی اور نوحہ فرمایا اگر نوحہ والی موت سے پہلے توبہ نہ کرے تو قیامت میں اس طرح کھڑی ہوگی کہ اس پر رال کا لباس اور جرب کی قمیص ہوگی۔ (مسلم)

حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس میں غیبی خبر ہے جو بالکل سچی ہوئی، مسلمانوں میں اب تک عموماً چاروں عیوب موجود ہیں۔ کبھی حسب اور نسب ایک ہی معنی میں آتے ہیں مگر کبھی یوں فرق کر دیتے ہیں کہ اماں کی طرف سے رشتوں کا نام حسب ہے اور باپ کی طرف کا نام نسب۔ کبھی اس طرح کہ باپ دادوں کے اوصاف شمار کرنا جب کہ ان کی قومیت و ذات بتاتے پھرنا نسب۔ کفار کے مقابلہ میں حسب و نسب پر فخر کرنا بھی عبادت ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ حنین میں کفار سے فرمایا اَنَا اِبْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ (جانتے ہو میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں) مگر مسلمان کے کسی نسب کو ذلیل جاننا یا انہیں کمین کہنا حرام ہے مسلمان شریف ہیں اگرچہ سید حضرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کی وجہ سے اشرف ہیں مگر انہیں بھی کسی مسلمان کو کمین کہنے کا کوئی حق نہیں، ہاں مسلمانوں کو ان کا احترام کرنا چاہیے۔ نسب انبیاء اللہ کی رحمت ہے۔ اس کی پوری تحقیق ہماری کتاب الکلام المقبول فی شرافۃ نسب الرسول میں ملاحظہ کیجئے۔ تاروں سے اوقات معلوم کرنا اور راستوں و سمتوں کا پتہ لگانا جائز ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُونَ مگر ان میں بارش وغیرہ کی تاثیریں ماننا اور ان سے غیبی خبریں معلوم کرنا حرام ہے، لہذا علم نجوم باطل ہے علم توقیت حق۔ مردے کے سچے اوصاف بیان کرنا مذہب کہلاتا ہے اور اس کے جھوٹے

اوصاف بیان کر کے رونا نوحہ ہے۔ مذبح جائز ہے، نوحہ حرام۔ حضرت فاطمہ الزہراء نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر مذبح کیا تھا نوحہ نہیں۔

(اس پر رال کا لباس اور جرب کی قمیص ہوگی) رال میں آگ جلد لگتی ہے اور سخت گرم بھی ہوتی ہے۔ جرب وہ کپڑا ہے جو سخت خارش میں پہنایا جاتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ نائچہ پر اس دن خارش کا عذاب مسلط ہوگا کیونکہ وہ نوحہ کر کے لوگوں کے دل مجروح کرتی تھی تو قیامت کے دن اسے خارش سے زخمی کیا جائے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ نوحہ خواہ عملی ہو یا قولی سخت حرام ہے، چونکہ اکثر عورتیں ہی نوحہ کرتی ہیں اس لیے عموماً نائچہ تانیث کا صیغہ فرمایا۔ (بزاۃ النایح، ج ۲ ص ۹۱۱)

(1671) وَعَنْ أُسَيْدِ بْنِ أَبِي أُسَيْدٍ الثَّابِعِيِّ،
عَنِ امْرَأَةٍ مِنَ الْمُبَايَعَاتِ، قَالَتْ: كَانَ قِيَمًا أَخَذَ
عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِي
الْمَعْرُوفِ الَّذِي أَخَذَ عَلَيْنَا أَنْ لَا نَعْصِيَهُ فِيهِ: أَنْ
لَا نُخْبِشَ وَجْهًا، وَلَا نَدْعُو وَيلاً، وَلَا نَشُقَّ جَيْبًا،
وَأَنْ لَا نَلْشُرَ شَعْرًا. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ.

حضرت اُسید بن ابوالاسید تابعی سے روایت ہے وہ
(کہ رسول اللہ ﷺ سے) بیعت والی عورتوں میں سے
ایک عورت سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتی ہیں کہ
رسول اللہ ﷺ نے ہم سے جو عہد لیا اس میں یہ بھی تھا کہ
ہم بھلے کام میں آپ (ﷺ) کی نافرمانی نہ کریں گی، ہم
چہرہ نہ نوچیں گی، ہلاکت کو نہ پکاریں گی اور گریبان نہ
پھاڑیں گی اور بال نہ بکھیریں گی۔ اسے ابوداؤد نے
اسناد حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: سنن ابوداؤد، باب فی النوح جلد 3، صفحہ 163، رقم 3133 السنن الکبریٰ للبیہقی، باب ماینہی عنہ من
الدعاء بدعوی الجاہلیة و ضرب الخد، جلد 4، ص 64، رقم 7372 جامع الاصول لابن اثیر، الفرع الثانی فی النہی عن ذلك، جلد 11،
صفحہ 106، رقم 8579 معرفة الصحابة لأبي نعيم، امرأة من المبايعات حديثها عند اسيد بن أبي اسيد، جلد 4، ص 450، رقم 7425

شرح حدیث: ان کے منہ مٹی سے بھر دو

ام المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب خاتم المرسلین، رحمۃ اللعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت سیدنا زید بن حارثہ، حضرت سیدنا جعفر بن ابی طالب اور حضرت سیدنا عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شہادت کی خبر ملی، تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بیٹھ گئے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ انور پر غم کے آثار عیاں تھے، ام المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ارشاد فرماتی ہیں: میں نے دروازے کی جھریوں سے دیکھا کہ ایک شخص آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت عالی شان میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا: یا رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! حضرت سیدنا جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر کی عورتیں۔ اور پھر ان کی چیخ و پکار کا ذکر کیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اسے حکم دیا کہ انہیں ایسا کرنے سے منع کرو۔ پھر وہ شخص دوبارہ حاضر ہوا اور عرض کی: خدا عزوجل کی قسم! وہ مجھ پر غالب آگئیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میرا

خیال ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ان کے منہ مٹی سے بھر دو۔ تو میں نے اس شخص سے کہا: اللہ عزوجل تمہاری ناک خاک آلود کرے، خدا عزوجل کی قسم! تم نہ تو کچھ کرتے ہو اور نہ ہی رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا پچھا چھوڑتے ہو۔ (صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب التشدید فی النیاحۃ، الحدیث: ۲۱۶۱، ص ۸۲۳)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی مرتا ہے پس رونے والا کھڑا ہو کر کہتا ہے اے پہاڑ جیسے اے سردار اس قسم کے کلمات تو اس پر دو فرشتے مقرر ہو جاتے ہیں جو اس کے سینہ میں مکے مارتے ہیں اور کہتے ہیں تو اس طرح تھا۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔ اللہ: اس کا مطلب ہے سینے پر مکے مارنا۔

(1672) وَعَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَا مِنْ مَيِّتٍ يَمُوتُ فَيَقُومُ بَأَكْبِهِمْ فَيَقُولُ: وَاجْبَلَاةُ، وَاسِيدَاةُ، أَوْ نَحْوَ ذَلِكَ إِلَّا أُوْجِلَّ بِهِ مَلَكَانِ يَلْهَزَانِهِ: أَحَدَا كُنْتُ؟" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ". "الْلَهْزُ": الدَّفْعُ بِجَمْعِ الْيَدِ فِي الضَّنْدِ.

تخریج حدیث: سان ترمذی، باب کراہیۃ، البکاء علی المیت، جلد 3، صفحہ 326، رقم 1003 جامع الاحادیث للسیوطی، حرف الیم، جلد 19، صفحہ 291، رقم 20787، کلز العمال للمتقی، الفصل السابع فی ذم النیاحۃ علی المیت، جلد 15، ص 959، رقم 42431

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

يَلْهَزَانِ لَهْزًا مِنْ بِنَاءِ بَعْنَى تَهَيَّرَ مَارِنًا، نِزْمًا مِثْلَ بَيْتِنَا جَهَنَّمُ مَارِنًا، يِهَابُ تَيْنُونَ مَعْنَى هُوَ سَكْتَةٌ هِيَ أَوْ رُوهُ مَرْدَةٌ مَرَادُ هِيَ جَوْزَنْدُغِي مِثْلُ نُوْحٍ سَ رَاضِي هُوَ يَمُرْتَهُ وَقْتُ اس كِي وَصِيْتِ كَرُغِيَا هُوَ۔ اس عذاب کے متعلق علماء کے دس قول ہیں مگر قوی قول وہی ہے جو فقیر نے عرض کیا کہ اگر میت نوح سے راضی ہو یا اس کی وصیت کر گیا ہو تو اسے نوح پر سزا ملتی ہے ورنہ نہیں اس کا ذکر پہلے ہو چکا۔ (مراۃ المناجیح، ج ۲ ص ۹۱۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو باتیں لوگوں میں ایسی ہیں جو ان میں کفر کا سبب بنی ہیں نسب میں طعن دینا اور میت پر نوح کرنا۔ (مسلم)

(1673) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "الْفِتْنَانِ فِي النَّاسِ هُمَا بِيَهُمْ كُفْرًا: الظُّعْنُ فِي النَّسَبِ، وَالنِّيَاحَةُ عَلَى الْمَيِّتِ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

شرح حدیث: درہم بٹور نے کے لئے رونا

سیدنا امام اوزاعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک گھر سے رونے کی آواز سنی تو اس میں داخل ہو گئے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ کچھ اور لوگ بھی تھے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کو ہٹاتے ہٹاتے اس نوح کرنے والی عورت کے پاس پہنچ گئے اور اسے اتنا مارا کہ اس کا دوپٹہ گر

کمایا، پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: اسے مارو کیونکہ یہ نائجہ (یعنی نوحہ کرنے والی) ہے اور اس کی کوئی حرمت یا لحاظ نہیں، یہ تمہارے غم کی وجہ سے نہیں روتی بلکہ تم سے درہم بٹورنے کے لئے روتی ہے، یہ تمہارے مردوں کو قبروں میں اور زندوں کو گھروں میں ایذا پہنچاتی ہے، یہ صبر سے روکتی ہے حالانکہ اللہ عزوجل نے صبر کا حکم دیا ہے اور سوگ کی ترغیب دیتی ہے حالانکہ اللہ عزوجل نے اس سے منع فرمایا ہے۔ (کتاب الکبائر، الکبیرۃ التاسعة والاربعون، ص ۲۱۲)

کاہنوں، نجومیوں، قیافہ شناسوں، کنکریاں
یا جو پھینک کر قسمت معلوم کرنے
والوں کے پاس جانا ممنوع ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کاہنوں کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: وہ کچھ نہیں ہیں لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! وہ ہمیں جو باتیں بتاتے ہیں کبھی وہ حق ہوتی ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ کلمہ حق سے ہے جس کو جن اچک لیتا ہے اور اپنے دوست کے کان میں ڈال دیتا ہے پس وہ اس کے ساتھ سو جھوٹ ملاتے ہیں۔ (متفق علیہ) اور بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ فرشتے بادلوں سے اترتے ہیں اور ایسے فیصلہ کا ذکر کرتے ہیں جو آسمانوں میں ہوا ہے۔ شیطان کان لگا کر چوری سے سن لیتا ہے پھر وہ کاہنوں کی طرف آہستگی سے ڈال دیتا ہے تو وہ اس کے ساتھ اپنے پاس سے سو جھوٹ ملا دیتے ہیں۔ فیقر ہا: یا پر زبر اور قاف اور را پر پیش کے ساتھ اس کا مطلب ہے ڈالتا ہے۔ العنان: عین پر زبر کے ساتھ ہے۔

160 سَبَابُ النَّهْيِ عَنِ اثْتِيَانِ الْكُهَّانِ
وَالْبُنَجِيِّينَ وَالْعُرَّافِ وَأَصْحَابِ الرَّمْلِ
وَالطَّوَارِقِ بِالْحَصَى وَبِالشَّعِيرِ وَمَحْوِ ذَلِكَ

(1674) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَاسٌ عَنِ الْكُهَّانِ، فَقَالَ: "لَيْسُوا بِشَيْءٍ فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّهُمْ يُحَدِّثُونَ أَحْيَانًا بِشَيْءٍ، فَيَكُونُ حَقًّا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "تِلْكَ الْكَلِمَةُ مِنَ الْحَقِّ يَخْطِفُهَا الْجِبِّيُّ فَيَقْرُهَا فِي أُذُنِ وَلِيِّهِ، فَيَخْلِطُونَ مَعَهَا مِئَةَ كَذِبَةٍ." مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِي رِوَايَةٍ لِلْبُخَارِيِّ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: أَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "إِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَنْزِلُ فِي الْعَنَانَ - وَهُوَ السَّحَابُ فَتَذَكُرُ الْأَمْرَ قُضِيَ فِي السَّمَاءِ، فَيَسْتَرْقِي الشَّيْطَانُ السَّمْعَ، فَيَسْمَعُهُ، فَيُوجِّهُهُ إِلَى الْكُهَّانِ، فَيَكْذِبُونَ مَعَهَا مِئَةَ كَذِبَةٍ مِنْ عِنْدِ أَنْفُسِهِمْ." قَوْلُهُ: "فَيَقْرُهَا هُوَ بِفَتْحِ الْيَاءِ وَضَمِّ الْقَافِ وَالرَّاءِ، آئِي: يُلْقِيهَا، وَالْعَنَانَ بِفَتْحِ الْعَيْنِ."

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب الکھانۃ، جلد 7، صفحہ 136، رقم 5762 صحیح مسلم، باب تحریم الکھانۃ واتیان الکھان، جلد 7، صفحہ 36، رقم 5952 السنن الکبریٰ للبیہقی، باب ماجاء فی النهی عن الکھانۃ واتیان الکھان، جلد 8، ص 138، رقم 16953 مسند امام احمد بن حنبل، حدیث السیدۃ عائشہ رضی اللہ عنہا، جلد 6، ص 87، رقم 24614 مشکوٰۃ المصابیح، باب الکھانۃ، الفصل الاول، جلد 2، صفحہ 540، رقم 4593

شرح حدیث: حکیم الأُمّت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ عنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کہ کاہنوں کو غیب کی باتیں معلوم ہوتی ہیں یا نہیں کبھی انکی خبریں درست نکلتی ہیں جیسا کہ اگلے مضمون سے واضح ہے۔ اس طرح کہ فرشتے لوح محفوظ سے غیبی باتیں معلوم کر کے آپس میں ذکر کرتے ہیں۔ یہ جن چھپ چھپا کر اسے سن لیتے ہیں وہ بات کاہنوں تک پہنچاتے ہیں وہ بالکل درست صحیح ہوتی ہے۔

بعض نسخوں میں بجائے دجاہ کے زجاہ ز سے ہے وہ درست نہیں مرغی اپنے بچے کے منہ سے منہ ملا کر دانہ کھلاتی ہے ایسے ہی یہ شیطان کاہن کے کان سے منہ ملا کر یہ بات چپکے سے بیان کرتا ہے۔ دوسرا نہ سن سکے۔ سو کا ذکر زیادتی بیان فرمانے کے لیے ہے صرف یہ عدد مراد نہیں۔ (بزازۃ الناجح، ج ۶ ص ۳۲۹)

(1675) وَعَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ أَبِي عُبَيْدٍ، عَنْ

بَعْضِ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَرَضِيَ

اللَّهُ عَنْهَا، عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ:

"مَنْ آتَى عَرَّافًا فَسَأَلَهُ عَنْ شَيْءٍ فَصَدَّقَهُ، لَمْ تُقْبَلْ

لَهُ صَلَاةٌ أَرْبَعِينَ يَوْمًا"۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت صفیہ بنت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ازواج مطہرات میں سے کسی ایک زوجہ مطہرہ سے روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کسی نبوی کے پاس آیا اور اس نے کسی شے کے بارے میں پوچھا تو اس نے اس کی بات کی تصدیق کر دی تو اس کی چالیس دن کی نمازیں قبول نہیں ہوں گی۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب تحریم الکھانۃ واتیان الکھان، جلد 7، ص 37، رقم 5957 جامع الاصول لابن اثیر، کتاب الخامس فی السحر و الکھانۃ، جلد 5، ص 65، رقم 3076 مسند امام احمد بن حنبل، حدیث بعض ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم، جلد 5، ص 380، رقم 23270 الاداب للبیہقی، باب کراہیۃ اقتباس علم النجوم، جلد 1، ص 205، رقم 343 المعجم الاوسط للطبرانی، باب من اسما مصعب، جلد 9، ص 76، رقم 9172

شرح حدیث: حکیم الأُمّت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ عنان لکھتے ہیں:

اسے سچا سمجھ کر اس سے آئندہ غیبی خبریں پوچھنے کے لیے گیا اس کی وہ سزا ہے جو یہاں مذکور ہے لیکن اگر کوئی اسے جھوٹا سمجھ کر لوگوں کو اس کا جھوٹ ظاہر کرنے کے لیے اس کے پاس گیا اس سے کچھ پوچھتا کہ اس کی جھوٹی خبر لوگوں کو سنا دے اس کی یہ سزا نہیں۔

یعنی اس کی یہ نمازیں ادا ہو جائیں گی اللہ کے ہاں ان کا ثواب نہ ملے گا جیسے غضب شدہ زمین میں نماز کہ اگرچہ ادا تو ہو جاتی ہے مگر اس پر ثواب نہیں ملتا لہذا ان نمازوں کا لوٹانا اس پر لازم نہیں۔ خیال رہے کہ نیکیوں سے گناہ تو معاف

ہو جاتے ہیں۔ مگر گناہوں سے نیکیاں برباد نہیں ہوتیں وہ تو صرف ارتداد سے برباد ہوتیں ہیں (مرقات) اور جب نمازیں ہی قبول نہ ہوئیں تو دوسری عبادتیں بھی قبول نہ ہوں گی بعض شارحین نے فرمایا کہ چالیس راتوں کی نمازیں سے مراد تہجد کی نمازیں ہیں۔ فرائض و واجبات قبول ہو جائیں گے مگر حق یہ ہے راتوں سے مراد دن و رات سب ہیں اور کوئی نماز قبول نہیں ہوتی (اشعہ) دوسری حدیث میں ہے کہ ایسے شخص کی چالیس دن تک تو بہ قبول نہیں ہوتی بہر حال نجومیوں سے غیب کی خبریں پوچھنا بدترین گناہ ہے۔ (بزاۃ المناجیح، ج ۶ ص ۲۳۱)

حضرت قبیصہ بن مخارق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا بد فالی اور پرندے اڑانا حرام اور شیطانی کام ہے۔ اسے ابو داؤد نے سند حسن کے ساتھ روایت کیا۔ اور کہا کہ الطرق کا مطلب ہے: جھڑکنا، یعنی پرندے کو اڑانا تو اگر وہ دائیں طرف جائے تو برکت والا یا مبارک سمجھنا اور اگر بائیں طرف جائے تو نحوست و پریشانی سمجھنا۔ امام ابو داؤد کہتے ہیں: العیافۃ لکیر کھینچنے کے لیے استعمال ہوتا ہے جو ہری نے صحاح میں لکھا ہے کہ جبت: ایسا کلمہ ہے جو بت کا ہن اور جادو گر وغیرہ پر واقع ہوتا ہے۔

(1676) وَعَنْ قَبِيصَةَ بْنِ الْمُخَارِقِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "الْعِيَافَةُ، وَالطَّيْرَةُ، وَالطَّرْقُ، مِنَ الْجُبْتِ". رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ. وَقَالَ: "الطَّرْقُ هُوَ الزَّجْرُ: أَي زَجْرُ الطَّيْرِ وَهُوَ أَنْ يَتَيَّمَنَ أَوْ يَتَشَائِمَ بِطَيْرَانِهِ، فَإِنْ طَارَ إِلَى جِهَةِ الْيَمِينِ تَيَّمَنَ، وَإِنْ طَارَ إِلَى جِهَةِ الشِّمَالِ تَشَائِمَ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: "وَالْعِيَافَةُ": الْخُطُّ. قَالَ الْجَوْهَرِيُّ فِي الصِّحَاحِ: الْجُبْتُ كَلِمَةٌ تَقَعُ عَلَى الصَّنَمِ وَالْكَاهِنِ وَالسَّاحِرِ وَنَحْوِ ذَلِكَ.

تخریج حدیث: سنن ابو داؤد باب فی الخط و زجر الطیر، جلد 4، صفحہ 23، رقم 3909 الاداب للبینقی، باب کراہیۃ الطیرۃ، جلد 1، ص 206، رقم 344 المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمہ قبیصہ بن مخارق الہلالی، جلد 18، ص 369، رقم 15652 جامع الاصول لابن اثیر، کتاب الخامس فی الطیرۃ والفاء ل والشؤم، جلد 7، ص 639، رقم 5810 صحیح ابن حبان، کتاب النجوم والانواء، جلد 13، صفحہ 502، رقم 6131

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

عیافت کی بہت شرحیں کی گئی ہیں مشہور شرح یہ ہے کہ پرندوں کے نام سے فال لینا عیافت ہے جیسے کسی نے عقاب دیکھ کر سمجھا کہ ہم کو عتاب یعنی عذاب ہوگا غراب (کوئے) سے غربت و سفر سمجھنا، ہد ہد سے ہدایت کا امیدوار ہونا یہ عیافت ہے، کنکر پھینکنا یا ریت میں لکیریں کھینچنا فال کے لیے یہ ہے طرق ط اور ر کے فتح سے۔

جبت سے مراد یا جادو ہے یا کہانت یا بت یا شیطان۔ مطلب یہ ہے کہ یہ کام بت پرستوں، کاهنوں، جادو گروں

کے سے ہیں۔ (بزاۃ المناجیح، ج ۶ ص ۲۱۹)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول

(1677) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا،

اللہ ﷻ نے فرمایا: جس نے علم نجوم سے ایک حصہ لیا، اس نے جادو کا حصہ لیا جتنا زیادہ وہ علم لے گا اسی قدر زیادہ جادو لیتا ہے۔ اسے ابو داؤد نے اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا۔

قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ اقْتَبَسَ عِلْمًا مِّنَ النُّجُومِ، اقْتَبَسَ شُعْبَةً مِّنَ السِّخْرِ زَادَ مَا زَادَ". رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ.

تخریج حدیث: سنن ابو داؤد، باب فی النجوم، جلد 4، ص 22، رقم 3907، الادب للبیہقی، باب کراہیۃ القتباس علم النجوم والیان الکھان، جلد 1، ص 204، رقم 342، سنن ابن ماجہ، باب تعلیم النجوم، جلد 2، ص 1228، رقم 3726، مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن العباس بن عبدالمطلب، جلد 1، ص 311، رقم 2841، مصنف ابن ابی شیبہ، باب فی تعلیم النجوم، ماقالو الفہما، جلد 8، ص 414، رقم 26159

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ نے اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

علم نجوم سے مراد کہانت کا علم ہے کہ ستاروں سے علم غیب حاصل کیا جائے۔ اسی علم کو جادو سے تشبیہ دینا اس کی انتہائی ذلت کے اظہار کے لیے ہے یعنی علم نجوم جادو کی طرح برا ہے جادو کفر ہے یا قریب کفر۔

یعنی جس قدر علوم نجوم میں زیادتی کرے گا۔ اس قدر گویا جادو میں زیادتی کرے گا اپنے گناہ بڑھائے گا۔ لہذا دونوں جگہ زاد بمعنی ماضی ہے اور مازاد میں ما بمعنی مادام ہے بعض شارحین نے فرمایا کہ زاد مازاد حضرت عبداللہ ابن عباس کا قول ہے اور زاد کا فاعل نبی صلی اللہ علیہ وسلم یعنی حضور نے علم نجوم کی برائی میں بہت زیادتی فرمائی لہذا مازاد مفعول ہے زاد کا۔ (اشعۃ اللمعات) پہلے معنی زیادہ قوی ہیں۔ خیال رہے کہ تاروں سے بارش کا وقت، آندھیاں چلنا سردی گرمی، ارزانی گرانی آئندہ کے حالات معلوم کرنا حرام ہے کہ یہ علوم غیبیہ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے مگر ان سے اوقات اور راستے، سمت قبلہ معلوم کرنا بالکل حق ہے۔ چاند کے طلوع کی خبر جو بذریعہ تاروں کے دی جائے شرعاً معتبر نہیں حضرت فرماتے ہیں کہ علم نجوم اس قدر حاصل کرو جس سے تم سمت قبلہ اور راستے معلوم کر لو پھر باز رہو (مرقات) لہذا علم توقیت برحق ہے۔ یوں ہی علم ریاضی، علم ہیئت وغیرہ درست ہے اپنی حد میں رہ کر۔ (مزاۃ النبی، ج 6، ص 333)

(1678) وَعَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ الْحَكَمِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي حَدِيثُ عَهْدٍ بِالْجَاهِلِيَّةِ، وَقَدْ جَاءَ اللَّهُ تَعَالَى بِالْإِسْلَامِ، وَإِنَّمَا رَجَالًا يَأْتُونَ الْكُهَّانَ؟ قَالَ: "فَلَا تَأْتِهِمْ قُلْتُ: وَمِمَّا رَجَالٌ يَتَطَيَّرُونَ؟ قَالَ: "ذَلِكَ شَيْءٌ يَجِدُونَهُ فِي صُدُورِهِمْ، فَلَا يَصُدُّهُمْ قُلْتُ: وَمِمَّا رَجَالٌ يَخْطُونَ؟ قَالَ: "كَانَ نَبِيٌّ مِّنَ الْأَنْبِيَاءِ يَخْطُ، فَمَنْ

حضرت معاویہ بن حکم سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں زمانہ جاہلیت کے بہت قریب ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مذہب اسلام عطا کیا ہے اور ہم میں سے کچھ لوگ کاهنوں کے پاس آتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: تو ان کے پاس نہ جا۔ میں نے عرض کی: ہم میں سے کچھ لوگ بدفالی پکڑتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: وہ ایک چیز ہے جو وہ اپنے سینوں میں پاتے ہیں وہ ان کو

وَأَفْقَى حَقْلَةً، فَذَلِكَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

اس سے نہ روکے میں نے عرض کیا اور ہم میں سے کچھ لوگ لکیریں کھینچتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: انبیاء میں سے ایک نبی لکیریں کھینچا کرتے تھے تو جو لکیر ان سے موافق ہو گئی تو وہ جائز ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: سنن ابوداؤد، باب تشبیه العاطس فی الصلاة، جلد 1، ص 349، رقم 931 السنن الصغری، باب سجود السهو، جلد 1، ص 284، رقم 904 المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمه معاویة بن الحکم السلمی، جلد 19، ص 400، رقم 16613 سنن النسائی الکبڑی، باب الکلام فی الصلوة، جلد 1، ص 362، رقم 1141 صحیح ابن حبان، باب ما یکره للبصلی ومالایکره، جلد 6، ص 22، رقم 2247

شرح حدیث: حکیم الأئمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ صحابی ہیں سلمی ہیں مدینہ منورہ میں رہتے رہتے ہیں، کے ایک سوسترہ ہجری میں وفات پائی۔ آپ سے عطا ابن یسار وغیرہ نے روایات لیں۔

غیبی باتیں چھپی چیزیں گم شدہ مال چوری کا اسباب دل کی سوچی باتیں پوچھنے کے لیے فرمایا جائے کہ یہ عمل کیسا ہے۔ کاہنوں سے غیبی خبریں پوچھنا حرام ہے انہیں عالم غیب جاننا ان کی خبروں کی تصدیق کرنا کفر ہے ہاں انہیں جھوٹا کرنے کے لیے ان سے کچھ پوچھ کر لوگوں پر ان کا جھوٹا ظاہر کرنا اچھا ہے کہ یہ تبلیغ ہے یہاں پہلی صورت مراد ہے اس سے منع فرمایا گیا ہے۔

یعنی یہ پرندے وغیرہ اڑانا نفس کے دھوکے ہیں انکی حقیقت کچھ نہیں اگر تم کسی کام کو جارہے ہو اور کوئی پرندہ بائیں طرف کو اڑتے دیکھو تو اپنے کام سے نہ رک جاؤ اپنے کام کو جاؤ رب تعالیٰ پر توکل کرو کام بنانا نہ بننا اس کی طرف سے ہے۔ یعنی علم جفر یا رمل کے طریقہ سے خطوط کھینچ کر غیبی خبریں معلوم کرتے ہیں ان کا یہ عمل از روئے شریعت اسلامیہ جائز ہے یا نہیں۔

یہ نبی یا تو حضرت دانیال ہیں یا حضرت ادریس علیہم السلام ان کا معجزہ یہ علم خط تھا۔ یعنی علم جفر یا رمل جس سے وہ غیبی بات دریافت فرمالتے تھے۔ (مرقات)

خلاصہ جواب یہ ہے کہ یہ عمل عوام کے لیے حرام ہے کیونکہ ان نبی کے خط سے مشابہت معدوم ہے یا موہوم اور معدوم و موہوم پر اعتماد کرنا ممنوع ہے۔ (مرقات و اشعة المنعات) (مزاہد التاج، ج 6، ص 228)

حضرت ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کی رقم زانیہ کی کمائی اور کاہن کی مٹھائی کھانے سے منع کیا ہے۔ (مشق علیہ)

(1679) وَعَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْبَدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ تَمْرٍ الْكَلْبِ، وَمَهْرِ الْبَيْغِيِّ، وَخُلْوَانِ الْكَاهِنِ. مُتَّفَقٌ

عَلَيْهِ.

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب کسب البهی والاماء، جلد 2، ص 797، رقم 2162 صحیح مسلم، باب تحریم ثمن الکلب وحلوان الکاهن ومهر البهی، جلد 5، ص 35، رقم 4092 السنن الصغری للبیہقی، باب البهی من ثمن الکلب وعن العذائہ، جلد 2، ص 94، رقم 2070 المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمه محمد، جلد 5، ص 363، رقم 5561 المنذقی لابن المہارود، باب فی التجارات، صفحہ 150، رقم الحدیث 581

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الحائنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ کے ہاں یہ ممانعت یا تو تشریحی ہے یا اس وقت کی ہے جب کتا پالنا اسلام میں مطلقاً ممنوع تھا، جب شکار و حفاظت کے لیے اس کی اجازت ہوگئی تو یہ ممانعت بھی منسوخ ہوگئی، امام شافعی و دیگر آئمہ کے ہاں اب بھی کراہت تحریمی باقی ہے، دیوانہ کتے کی قیمت ہمارے ہاں بھی ممنوع ہے کہ وہ قابل نفع مال نہیں جیسے گند انا مال نہیں۔

مہربنی سے مراد زانیہ کی اجرت زنا ہے اور کابن کی مٹھائی سے مراد اس کے قال کھولنے غیبی باتیں بتانے یا ہاتھ دیکھ کر تقدیر بتانے کی اجرت ہے، چونکہ یہ اجرت بغیر محنت حاصل ہو جاتی ہے اس لیے اسے مٹھائی فرمایا، یہ دونوں اجرتیں بالاتفاق حرام ہیں کہ یہ دونوں کام حرام لہذا ان کی اجرت بھی حرام۔ (مزاۃ المناجیح، ج ۳ ص ۷۳)

شگنون لینے کی ممانعت

161- بَابُ النَّهْيِ عَنِ التَّطْيِيرِ

اس باب کی حدیثیں اس سے پہلے باب میں گزر چکی ہیں۔

فِيهِ الْاَحَادِيثُ السَّابِقَةُ فِي الْبَابِ قَبْلَهُ

(1680) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مرض کا متعدی ہونا کچھ نہیں، بدقالی کچھ نہیں اور نیک قالی مجھے اچھی لگتی ہے۔ صحابہ نے عرض کیا: اور قال کیا ہے تو آپ نے فرمایا: پاکیزہ بات۔ (متفق علیہ)

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا عَدْوِي وَلَا طَيْرَةٌ، وَيُعْجِبُنِي الْفَالُ قَالُوا: وَمَا الْفَالُ؟ قَالَ: «كَلِمَةٌ طَيِّبَةٌ» مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب الفال، جلد 7، صفحہ 135، رقم 5756 صحیح مسلم، باب الطيرة والفال وما يكون فيه الشؤم، جلد 7، ص 33، رقم 5933 الاداب للبیہقی، باب لا عدوی ولا صفر ولا هام، جلد 1، صفحہ 209، رقم 348 السنن ابو داؤد، باب فی الطيرة، جلد 4، ص 26، رقم 3918 مسند ابی یعلی، مسند انس بن مالک رضی اللہ عنہ، جلد 5، ص 373، رقم 3026

شرح حدیث: امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن مرض کے متعدی نہ ہونے کے متعلق فتاویٰ رضویہ میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

امام اجل امین، امام الفقہاء و امام المحدثین، و امام اہل الجرح والتعدیل، و امام اہل التصحیح والتعلیل، حدیث و فقہ دونوں کے حاوی سیدنا امام ابو جعفر طحاوی شرح معانی الآثار شریف میں دربارہ نئی عدوی احادیث سعد بن مالک و علی مرتضیٰ و عبد اللہ بن عباس و ابی ہریرہ و عبد اللہ بن مسعود و عبد اللہ بن عمرو و جابر بن عبد اللہ و انس بن مالک و سائب بن یزید و ابی ذر رضی اللہ

تعالیٰ عنہم روایت کر کے فرماتے ہیں:

تقد نفی رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم العدوئى ونى هذه الاثار وقد قال فمن اعدى الاول
اى لما كان ما اصاب الاول انما كان بقدر الله عزوجل كان ما اصاب الثانى كذلك، فان قال قائل
فنجعل هذا مضادا لما روى عن النبى صلى الله تعالى عليه وسلم لا يورد ممرض على مصح كما
جعله ابوهريرة رضى الله تعالى عنه قلت لا ولكن يجعل قوله لا عدوى كما قال النبى صلى الله
تعالى عليه وسلم نفى العدوئى ان يكون ابداً ويجعل قوله صلى الله تعالى عليه وسلم لا يورد
ممرض على مصح على الخوف منه ان يورد عليه فيصيبه بقدر الله تعالى ما اصاب الاول فيقول
الناس اعداء الاول فكرة ايراد المصح على الممرض خوف هذا القول، وقد روينا عن رسول الله
صلى الله تعالى عليه وسلم فى هذه الاثار ايضا وضعه يد المجدوم فى القصعة فدل فعل رسول الله
صلى الله تعالى عليه وسلم ايضا على نفى الاعداء لانه لو كان الاعداء مما يجوز ان يكون اذا لما
فعل النبى صلى الله تعالى عليه وسلم ما يخاف ذلك منه لان فى ذلك جر التلف اليه وقد نهى الله
عزوجل عن ذلك فقال ولا تقتلوا انفسكم ومر رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم بهدف
مائل فاسرع فاذا كان يسرع من الهدف المائل مخافة الموت فكيف يجوز عليه ان يفعل
ما يخاف منه الاعداء، فهذا معنى هذه الاثار عندنا والله تعالى اعلم ملتقطاً۔ (شرح معانى الآثار

للطحاوى كتاب الكراهة باب الاجتناب من ذى داء الطاعون الخ ايج ايم سعيد كهنى كراچي ۲/ ۳۱۷)

پیشک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان آثار میں (احادیث) تعدیہ مرض کی نفی فرمائی، چنانچہ آپ کا ارشاد
ہے کہ پہلے مریض کو کیسے تعدیہ مرض ہوا بلکہ اللہ تعالیٰ عزوجل کی تقدیر سے لاحق ہوا۔ اس لئے دوسرے کو بھی جو
کچھ پہنچا اسی طرح پہنچا، اگر کوئی قائل یوں کہے کہ ہم اس کو اس حدیث کے متضاد قرار دیتے ہیں جو حضور صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ کوئی مریض کسی تندرست آدمی کے پاس نہ جائے جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی
اللہ تعالیٰ عنہ نے یہی کہا ہے۔ قلت (میں کہتا ہوں کہ) ہم ایسا نہیں کرتے بلکہ ان کے ارشاد لا عدوی کو لیتے
ہیں جیسا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو تعدیہ مرض کی ہمیشہ نفی ہوگی اور ہم حضور صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کوئی مریض کسی تندرست پر نہ وارد ہوگی بنیاد اس اندیشہ پر رکھتے ہیں کہ مریض کبھی کبھار
صحت مند اور تندرست کے پاس جائے اور پھر تندرست کو تقدیر الہی سے وہی مرض لاحق ہو جائے جس میں
مریض مبتلا ہو چکا ہو تو لوگ کہیں گے کہ پہلے کا مرض (بطور تجاوز) اس میں سرایت کر گیا ہے تو پھر اس کہنے کے
اندیشہ سے کسی تندرست کا مریض کے پاس جانا یا اس کا الٹ ناپسند کیا گیا اور ہم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وآلہ وسلم سے ان آثار میں روایت کی کہ آپ نے خود جذامی کا ہاتھ پکڑ کر کھانے کے پیالے میں رکھا، اس طرح رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا اپنا مبارک عمل بھی تعدیہ مرض کی نفی کی دلیل ہے۔ اگر تعدیہ مرض کسی طرح امکان رکھتا تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کبھی ایسا خطرناک کام (جذامی کو اپنے ساتھ کھانا کھلانے والا) نہ کرتے کیونکہ اس میں ایذا کو اپنی طرف کھینچ کر لانا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ بزرگ و برتر نے اس سے منع فرمایا ہے چنانچہ ارشادِ ربانی ہے: (لوگوا) اپنے آپ کو قتل نہ کرو، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک جھکے ہوئے (گرنے والے) ٹیلے کے پاس سے گزرے تو گزرنے میں جلدی سے کام لیا، جب آپ نے گرنے والے ٹیلے سے گزرتے ہوئے اس خطرے کے پیش نظر کہ کہیں اس کے گر پڑنے سے ہلاکت نہ ہو جائے آپ نے جلدی فرمائی، تو پھر آپ کے لئے کیسے روا ہے کہ آپ وہ کام کریں کہ جس سے تعدیہ مرض کا اندیشہ اور خطرہ رہے۔ پھر ہمارے نزدیک ان آثار کا یہ مفہوم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم ملحقاً۔

عمدة القاری میں ہے:

التوفیق بین الحدیثین باقالہ ابن بطلال و هو ان لاعدوی اعلام بانہا لاحقیقة لها واما النہی فلثلا یتوہم البصیح ان مرضها من اجل ورود المرضی علیہا فیکون داخلا بتوہمہ ذلک فی تصحیح ما بطلہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من العدوی۔

(عمدة القاری شرح البخاری کتاب الطب باب لاهامة ادارة الطباعة المہریۃ بیروت ۲۱/۲۸۸)

دونوں حدیثوں میں موافقت ابن بطلال کے قول کے مطابق یہ ہے کہ لاعدوی کسی مرض میں تجاوز کے لئے نہیں بلکہ اس بات کا اعلان ہے کہ تعدیہ مرض کی کوئی حقیقت نہیں، رہا یہ کہ پھر ایسے مریضوں کے ساتھ میل جول سے کیوں روکا گیا؟ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ تندرست آدمی کو اگر مریض کے پاس آمد و رفت کے دوران وہی مرض لگ گیا تو اس کے دل میں وہم پیدا ہو جائے گا کہ اسے یہ مرض مریض ہی سے لگا ہے اور پھر وہ اس وہم سے تعدیہ مرض کی صحت کا قائل ہو جائے گا کہ جس کا خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابطال فرمایا

ما ثبت بالنسبة میں جامع الاصول سے ہے: یقال اعدی المرض اذا اصابہ مثلہ لمقارنتہ ومجاورتہ او مؤاکلتہ ومباشرتہ وقد ابطالہ الاسلام۔ (ما ثبت بالنسبة مترجمہ کر شہر مفر ادارہ نعیمیہ رضویہ سواد اعظم لاہور ص ۵۲)

کہا جاتا ہے اعدی المرض یعنی مرض تجاوز کر گیا جبکہ کسی مریض کے ساتھ میل جول اور اس کے ساتھ کھانے پینے اور مباشرت سے کسی تندرست آدمی کو اسی جیسا مرض لگ جائے (تو اس وقت یہ کہا جاتا ہے کہ مریض کا مرض اڑ کر فلاں تندرست آدمی کو لاحق ہو گیا ہے) حالانکہ اسلام نے تعدیہ مرض کا ابطال کیا ہے۔

اسی میں مشارق الانوار امام قاضی عیاض سے ہے:

العدوى ما كانت تعتقد الجاهلية من تعدى داء ذى الداء الى من يجاوره ويلاصقه ممن ليس به داء فنفاة الشراع وقوله صلى الله تعالى عليه وسلم لا عدوى يحتمل النهى عن قول ذلك واعتقاده والنفى لحقيقة ذلك كما قال صلى الله تعالى عليه وسلم لا يعدى شيئاً شيئاً وقوله فمن اعدى الاول وكلاهما مفهوم من الشراع - (ما ثبت بالسنة مترجم ذكر شهر صفر ادارة نعيمه سواد اعظم لاهور ص ۵۲)

تعدى مرض جس کا اعتقاد اہل جاہلیت رکھتے تھے کہ کسی مریض کا مرض اس شخص تک تجاوز کرتا اور پہنچ جاتا ہے جو اس مریض سے قرب اور اتصال رکھے باوجودیکہ اس میں پہلے کوئی مرض نہ تھا پس شریعت نے اس اعتقاد کی نفی فرمائی ہے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد لا عدوی یہ احتمال رکھتا ہے کہ اس کہنے اور اعتقاد رکھنے سے نہیں ہو اور اس کی حقیقت کی نفی ہو۔ جیسا کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کوئی چیز کسی دوسری چیز کی طرف تجاوز نہیں کرتی، اور آپ کا ارشاد گرامی ہے پھر پہلے مریض میں کیسے تعدیہ مرض پیدا ہوا۔ اور یہ دونوں باتیں شریعت سے سمجھی گئیں۔

اسی میں نزہۃ النظر للحافظ ابن حجر سے ہے:

الاولی فی الجمع ان يقال ان نفيه صلى الله تعالى عليه وسلم للعدوى باق على عمومہ و قد صح قوله صلى الله تعالى عليه وسلم لا يعدى شيئاً وقوله فمن اعدى الاول يعنى ان الله سبحانه وتعالى ابتداءً ذلك في الثاني كما ابتداءً في الاول واما الامر بالفراغ من البعدوم فمن باب سد الذرائع لئلا يتفق للشخص الذي يخالطه شيئاً من ذلك بقدر الله تعالى ابتداءً لا بالعدوى المنفية فيظن ان ذلك بسبب مخالطة فيعتقد صحة العدوى فيقع في الحرج فامر بتجنبه حسب السادة، والله تعالى اعلم - (ما ثبت بالسنة مترجم ذكر شهر صفر ادارة نعيمه سواد اعظم لاهور ص ۸۳)

دونوں حدیثوں کو جمع کرنے میں بہتر یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تعدیہ مرض کی نفی کرنا اپنے عموم پر باقی ہے اور بلاشبہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی صحیح ہے کہ کوئی چیز کسی دوسری چیز کی طرف تجاوز نہیں کرتی، اور آپ کا یہ ارشاد مبارک کہ پہلے میں کیسے مرض ہوا۔ اللہ تعالیٰ پاک و برتر نے ہی دوسرے مریض کو بھی مرض لاحق کیا جس طرح اس نے پہلے مریض کو لاحق کیا تھا۔ جہاں تک جذامی سے دور بھاگنے اور دور رہنے کے حکم کا تعلق ہے تو یہ ذرائع اور وسائل کو بند کرنے کے باب سے ہے، یعنی جو شخص تندرست حالت میں جذامی آدمی کے ساتھ اختلاط اور میل جول رکھے اور اتفاقاً اسے اللہ تعالیٰ کی رضا و قدر سے وہی مرض لاحق ہو جائے تو وہ یہ کہنے لگے گا کہ یہ مرض اس مریض سے میل جول اور اختلاط کی وجہ سے پیدا ہو گیا ہے پھر وہ صحت تعدیہ کا اعتقاد رکھنے لگے گا اور حرج میں پڑ جائے گا بایں وجہ اسے جذامی آدمی سے دور

رہنے اور بچنے کا حکم دیا گیا تاکہ شکوک و شبہات پیدا ہی نہ ہونے پائیں اور مادہ ہی کٹ جائے، واللہ تعالیٰ اعلم! شرح مصابیح امام تورپشتی و شرح مشکوٰۃ علامہ طیبی و مرقاۃ علامہ قاری و شرح الموطا للعلامة محمد الزرقانی وغیرہا میں ہے: واللفظ للزرقانی الاكثر ان المراد نفي ذلك وابطاله كما دل عليه ظاهر الحديث۔

(شرح الزرقانی علی موطا امام مالک باب عمادة المريض والطيرة دار المعرفۃ بیروت ۳/۳۳۳)

علامہ زرقانی کے الفاظ یہ ہیں اکثر کی رائے یہ ہے کہ اس نفی سے اس کا ابطال مراد ہے جیسا کہ اس پر ظاہر حدیث دلالت کرتی ہے۔

اشعة اللمعات شیخ محقق میں ہے:

اکثر برآئند کہ مراد نفی عدوی و ابطال اوست مطلقاً چنانچہ ظاہر احادیث در آن ست۔

(اشعة اللمعات شرح مشکوٰۃ باب الطب والرقي باب الفال والطيرة مکتبہ نوریہ رضویہ سکر ۳/۲۲۲)

اکثر اہل علم اس نظریہ پر قائم ہیں کہ نفی تعدیہ سے اس کا مطلقاً ابطال مراد ہے جیسا کہ ظاہر احادیث اس پر دال ہیں اسی میں ہے:

اعتقاد جاہلیت آل بود کہ بیمارے کہ در پہلوئے بیمارے نشیند یا ہمراہ وے بخورد سرایت کند بیماری او بوے گفتہ اند کہ بزعم اطبا ایں سرایت در ہفت مرض است جذام و جرب و جدری و حصبہ و بخرورد و امراض و بانیہ پس شارع آنرا نفی کرد و ابطال نمود یعنی سرایت نمی باشد بلکہ قادر مطلق ہچنان کہ اورا بیمار کرد ایں را نیز کرد۔

(اشعة اللمعات شرح مشکوٰۃ کتاب الطب والرقي باب الفال والطيرة مکتبہ نوریہ رضویہ سکر ۳/۲۲۰)

اہل جاہلیت کا اعتقاد یہ تھا کہ اگر کوئی تندرست آدمی کسی بیمار کے پہلو میں بیٹھے یا اس کے ساتھ کھانے پینے میں شریک ہو تو اس مریض کا مرض تندرست آدمی میں سرایت کر جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ اطباء کے خیال میں متعدی امراض سات ہیں اور وہ یہ ہیں: (۱) کوڑھ (۲) خارش (۳) چچک (۴) خسرہ (۵) گندہ دہن ہونا (۶) آنکھوں کی بیماری (۷) وبائی امراض (یعنی ہیضہ، طاعون وغیرہ) شارع نے ان سب کے تعدیہ کی نفی فرمائی اور اس کا ابطال کیا، پس شارع کی مراد یہ ہے کہ کسی مرض میں سرایت اور تجاوز نہیں (کہ ایک کا مرض بوجہ اختلاط دوسرے کو لگ جائے) بلکہ قادر مطلق نے جس طرح ایک کو بیمار کیا اسی طرح دوسرے کو بھی بیماری لاحق کر دی۔

بالجملہ ان پانچوں اقوال پر عدوی باطل محض ہے یہی مذہب ہے حضرت افضل الاولیاء الاولین والآخرین سیدنا صدیق اکبر و حضرت سیدنا فاروق اعظم و حضرت سلمان فارسی و حضرت ام المومنین صدیقہ و حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجلہ صحابہ کرام کا، اور اسی کو اختیار فرمایا امام اجل طحاوی سید الحنفیہ و امام یحییٰ بن یحییٰ مالکی و امام عیسیٰ بن دینار مالکی و امام ابن بطلال ابوالحسن علی بن خلف مغربی مالکی و امام ابن حجر عسقلانی شافعی و علامہ طاہر حنفی و شیخ محقق عبدالحق محدث حنفی وغیرہم جمہور علمائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے عمدۃ القاری میں طبری سے ہے:

كان ابن عمر وسليمان رضي الله تعالى عنهم يصنعان الطعام للبيدومين وياكلان معهم ومن
عائشة رضي الله تعالى عنها قالت كان مولانا اصحابه ذلك الداء فكان ياكل في صحان ويشرب
في اقداح وينام على فراشي - (عمدة القاري شرح بخاري كتاب الطب باب الهذام ادارة الطهارة المنيرة بريدت ۲۱/۲۲۷)
يعني عبداللہ بن عمر وسليمان رضي الله تعالى عنهم مہذبومين کے لئے کھانا تیار فرماتے اور ان کے ساتھ کھاتے اور ام
المؤمنين رضي الله تعالى عنها سے مروی ہوا کہ ہمارے ایک غلام آزاد شدہ کو یہ مرض ہو گیا تھا وہ میرے برتنوں
میں کھاتا میرے پیالوں میں پیتا بچھونوں پر سوتا۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۲۲ ص ۲۵۳)

(1681) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا،
عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول
قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا
عَنْدِي وَلَا طَيْرَةٌ. وَإِنْ كَانَ الشُّومُ فِي شَيْءٍ فِي
الدَّارِ، وَالْمَرْأَةِ، وَالْفَرَسِ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.
اللہ نے فرمایا: مرض کا متعدی ہونا کچھ نہیں اور بدفالی
کچھ نہیں اگر کسی چیز میں نحوست ہوتی تو گھر، عورت اور
گھوڑے میں ہوتی۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب ما یقتل من شوم المرأة، جلد 5، صفحہ 195، رقم 4806 صحیح مسلم، باب الطیرة والغال
وما یكون فيه الشوم، جلد 7، ص 33، رقم 5937 تحف الخیرة البهرة، باب ما جاء فی شوم المرأة، جلد 4، صفحہ 29، رقم 3111 مؤطا
امام مالک، باب ما یقتل من الشوم، جلد 2، صفحہ 972، رقم 1750 سنن ابوداؤد، باب فی الطیرة، جلد 4، صفحہ 28، رقم 3924
شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الحنفیان اس بارے میں لکھتے ہیں:

شوم بنا ہے شام سے یمن کا مقابل، یمن کے معنی ہیں برکت، لہذا شوم کے معنی ہیں نحوست، اس حدیث کے بہت
معنی کیے گئے ایک یہ کہ اگر کسی چیز سے نحوست ہوتی تو ان تین میں ہوتی، دوسرے یہ کہ عورت کی نحوست یہ ہے کہ اولاد نہ
جنے اور خاوند کی نافرمان ہو، مکان کی نحوست یہ ہے کہ تنگ ہو وہاں اذان کی آواز نہ آئے اور اس کے پڑوسی خراب
ہوں، گھوڑے کی نحوست یہ ہے کہ مالک کو سواری نہ دے، سرکش ہو۔ بہر حال یہاں شوم سے مراد بدفالی نہیں کہ اس کی وجہ
سے رزق گھٹ جائے یا آدمی مرجائے کہ اسلام میں بدفالی ممنوع ہے۔ لہذا یہ حدیث لا طیرة کی حدیث کے خلاف نہیں۔
خیال رہے کہ بعض بندے اور بعض چیزیں مبارک تو ہوتی ہیں کہ ان سے گھر میں مال میں عمر میں زیادتیاں ہو جاتی ہیں جیسے
عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں وَجَعَلَنِي مُبَارَكًا مَكْرُوكًا كَوْنِي فِي شَيْءٍ مِنْهُ، ہاں کافر، کفر، زمانہ عذاب
منحوس ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے: فِي يَوْمٍ نَخِسُ - (مراۃ المناجیح، ج ۵ ص ۸)

(1682) وَعَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ
النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَتَطَيَّرُ. رَوَاهُ
عبداللہ بريدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول
صحيح
اللہ بدفالی نہیں لیتے تھے۔ اسے ابوداؤد نے اسناد صحیح
کے ساتھ روایت کیا۔
أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ.
تخریج حدیث: سنن ابوداؤد، باب فی الطیرة، جلد 4، صفحہ 27، رقم 3922 الاداب للبيهقي، باب كراهية الطیرة، جلد 1

صفحہ 208، رقم 345 جامع الاصول لابن الثیر، کتاب الخامس فی الطیبة والفأل والشؤم، جلد 7، ص 628، رقم 5798، مشکوٰۃ المصابیح، باب الفأل والطیبة، الفصل الاول، جلد 2، ص 538، رقم 4588 الفتح الکبیر للسیوطی، حرف الکاف، جلد 2، ص 349، رقم 9284

شرح حدیث: حکیم الأمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الحنان اس بارے میں لکھتے ہیں:

حضور انور اچھے مقام وغیرہ سے نیک فال لیتے کہ انہیں سن کر دیکھ کر رحمت الہی کے امیدوار ہو جاتے تھے مگر کسی چیز سے بدفالی نہیں لیتے تھے کہ اللہ سے ناامیدی نہیں چاہیے۔ (بزاۃ النایح، ج ۶ ص ۴۱۸)

امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں بدفالی کے متعلق پوچھے جانے والے ایک سوال کے جواب میں جگہ فرماتے ہیں:

مسئلہ ۷۳: مسؤلہ زین العابدین از بنگالہ ضلع پابنا قصبہ سراج گنج ۴ رجب المرجب ۱۳۲۰ھ

چہ می فرمایند علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں رسوم کہ در ملک بنگال چنانست کہ مردمان برائے تولد فرزند ان خانہ دیگر از خانہ بود و باش جداگانہ بنامی کنند و زادن فرزند در خانہ بود و باش بدفالی شمارند چنانست قسم خانہ مخصوص در ہر بار بنا نمودن شرعاً درست است یا نہ؟ و در زمانہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بود یا نہ؟

علمائے دین اور مفتیان شرع متین اس رسم کے بارے میں کیا فرماتے ہیں کہ بنگال میں یہ رواج ہے کہ نومولود کی ولادت کے لئے اس کی ولادت سے قبل الگ کمرہ تعمیر کیا جاتا ہے اور پہلے سے تعمیر شدہ مکان جہاں وہ رہائش پذیر ہوتے ہیں اس میں نئے بچے کی ولادت منحوس خیال کی جاتی ہے۔ کیا ان کا یہ اقدام شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور حضرت سیدنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ایسے ہوتا تھا یا نہیں؟

الجواب: ایں رسم شنیع در آں زمان پاک اصلانہ بود بلکہ بعد آں نیز تا قرون معظاولہ بلکہ ہنوز ہم در عامہ ولایت اسلام از ان نشانے نیست ایں برسم مشرکین و ہنود مانند بلکہ از ان ہم بالاتر رفتہ است ہندوان نیز ایں چنانست نہ کنند ایں کار اگر بخیاں ضلال بدفال بودی اسراف بودے واللہ تعالیٰ یقول ولا تسرفوا ان اللہ لا یحب المسرین اے اسراف نکنید کہ خدائے دوست ندارد و اسراف کنندگان را بلکہ بوجہ خلوا از فائدہ تہذیر بودے واللہ تعالیٰ یقولوا ان المہذبین کانوا اخوان الشیطین ۲۔ مال بے سود برباد و ہندگان برادران شیاطین اند حالانکہ مبتنی براں وہم شیطانی ست ضلالی دگر بر آں افروز سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمود الطیبرۃ من الشکر بدفال گرفتن و براں کار بند شدن شیوہ مشرکان رواہ الائمة الاحمد اے فی المسند و البخاری فی الادب المفرد و ابوداؤد و الترمذی و النسائی و ابن ماجہ و الحاکم فی صحیح کلہم عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند صحیح و معنی الحدیث علی ما فسرنا کما افصحت عنہ الاحادیث و حقیقۃ العقول۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہاں مذکور ہے۔

قال سے مراد نیک قال ہے جو اچھی بات اچھا نام سننے سے لی جائے یعنی یہ جائز ہے لیکن کوئی شخص کسی کام کو جاتے وقت ناپسندیدہ چیز دیکھے یا سنے جس سے بدشگونی لی جائے تو وہ محض اس وجہ سے اپنے کام سے واپس نہ ہو، اللہ پر توکل کرے اور کام کو جائے۔

یہ عمل بہت ہی مجرب ہے ان شاء اللہ اس دعا کی برکت سے کوئی بری چیز اثر نہیں کرتی تمام مروجہ بدفالیوں بدشگونیوں کا بہترین علاج ہے۔ واللہ اعلم! (بزاۃ الناجح، ج ۶ ص ۳۲۷)

جاندار کی تصویر کا بچھونے، پتھر، کپڑے، درہم، دینار، گدے اور تکیے وغیرہ پر بنانا حرام ہے اور دیوار، چھت، پردے، دستار، کپڑے وغیرہ پر تصویر بنانا حرام ہے اور اس تصویر کو ضائع کرنے کا حکم ہے

162- بَابُ تَحْرِيمِ تَصْوِيرِ الْحَيَوَانِ فِي بَسَاطٍ أَوْ حَجَرٍ أَوْ ثَوْبٍ أَوْ دِرْهَمٍ أَوْ فَخْدَةٍ أَوْ دِينَارٍ أَوْ وَسَادَةٍ وَغَيْرِ ذَلِكَ وَتَحْرِيمِ إِتِّخَاذِ الصُّورَةِ فِي حَائِطٍ وَسَقْفٍ وَبَيْتٍ وَعِمَامَةٍ وَثَوْبٍ وَنَحْوِهَا وَالْأَمْرِ بِإِثْلَافِ الصُّورَةِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو لوگ تصویریں بناتے ہیں ان کو قیامت کے دن عذاب ہوگا ان سے کہا جائے گا جو تم نے بنایا ہے اس کو زندہ کرو۔ (متفق علیہ)

(1684) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِنَّ الَّذِينَ يَصْنَعُونَ هَذِهِ الصُّورَ يُعَذَّبُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، يُقَالُ لَهُمْ: أَحْيُوا مَا خَلَقْتُمْ." مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب التجارة فیما یکره لیسہ للرجال والنساء، جلد 3، ص 63، رقم 2105 صحیح مسلم، باب لا تدخل الملائكة بیتا فیہ کلب ولا صورة، جلد 6، ص 160، رقم 5655 السنن الکبریٰ للبیہقی، باب التشدید فی المنع من التصوير، جلد 7، ص 268، رقم 14960 المعجم الصغیر للطبرانی، من اسمہ محمد، جلد 2، صفحہ 207، رقم 1040 مؤطا امام مالک، باب ما جاء فی الصور العماثل، جلد 2، صفحہ 966، رقم 1736

شرح حدیث: تصویروں کا بیان

مسئلہ: جاندار چیزوں کی تصویر بنانا، بنوانا، اس کا رکھنا، اس کا بیچنا، خریدنا، حرام ہے۔ ہاں البتہ غیر جاندار چیزوں جیسے درختوں، مکانوں وغیرہ کی تصویر بنانے اور ان کے رکھنے ان کی خرید و فروخت میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اوپر کی حدیثوں میں جن تصویروں کی ممانعت ہے ان سے مراد جاندار کی تصویریں ہیں۔

مسئلہ: کچھ لوگ مکانوں میں زینت کے لئے انسانوں اور جانوروں کی تصویریں یا مورتیاں رکھتے ہیں یہ حرام ہے کچھ

لوگ مٹی یا پلاسٹک یادھاتوں کی مورتیاں بچوں کے کھیلنے کے لئے خریدتے ہیں یہ سب حرام و ممنوع ہیں اپنے بچوں کو اس سے روکنا چاہے اور ایسے کھلونوں اور گڑیوں کو توڑ پھوڑ دینا یا جلادینا چاہے۔

مسئلہ: جانوروں اور کھیتی اور مکان کی حفاظت اور شکار کے لئے کتابالنا جائز ہے ان مقصدوں کے علاوہ کتابالنا جائز نہیں۔

(بہار شریعت، ج ۱۱، ص ۱۸۶)

بعض بچے کتوں کے بچوں کو شوقیہ پالتے اور گھروں میں لاتے ہیں ماں باپ کو لازم ہے کہ بچوں کو اس سے روکیں اور اگر وہ نہ مانیں تو سختی کریں حدیث میں جن کتوں کے گھر میں رہنے سے رحمت کے فرشتوں کے نہ آنے کا ذکر ہے ان کتوں سے مراد وہی کتے ہیں جن کو پالنا جائز نہیں ہے۔ (بہار شریعت، ج ۱۱، ص ۱۸۶)

جاندار کی تصویروں کو خواہ قلم سے بنائیں یا کیمرے سے فوٹولیں، یا پتھر، یا لکڑی پر کھود کر بنائیں، بہر صورت حرام و ناجائز ہے۔ اسی طرح ان تصویروں کو بیچنا اور خریدنا، یا عزت کے ساتھ اپنے پاس رکھنا بھی حرام و گناہ ہے۔ بعض لوگ اپنے پیروں کی تصویروں کو تعظیم کے ساتھ جو کٹھے میں لگا کر مکانوں میں رکھتے ہیں اور اس پر پھول کی مالائیں چڑھاتے ہیں اور اگر بتی سلگاتے ہیں یہ اور بھی شدید حرام اور سخت گناہ ہے بلکہ یہ بت پرستی کے مثل مشرکانہ عمل ہے جس کی سزا آخرت میں جہنم کا دردناک عذاب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی

ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ سفر سے واپس آئے تو میں نے ایک طاق کو کپڑے سے ڈھانپ رکھا تھا جس میں تصویریں تھی تو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے یہ دیکھا تو آپ کے چہرہ کا رنگ بدل گیا اور فرمایا: اے عائشہ اللہ کے ہاں قیامت کے دن سب لوگوں سے سخت ترین عذاب والے وہ ہیں جو اللہ کی تخلیق سے مشابہت رکھتے ہیں۔ آپ فرماتی ہیں: پس ہم نے اس کو کاٹ دیا اور اس کے ایک یا دو ٹکے بنالئے۔ (متفق علیہ) القرام: قاف پر زیر کے ساتھ پردہ کو کہتے ہیں السہوہ سین مہملہ پر زیر کے ساتھ۔ اور وہ گھر کے سامنے کا چبوترہ ہے بعض نے کہا کہ طاق ہے جو دیوار میں بناتے ہیں۔

(1685) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا،

قَالَتْ: قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ سَفَرٍ، وَقَدْ سَتَرْتُ سَهْوَةً لِي بِقِرَامٍ فِيهِ تَمَاثِيلٌ، فَلَمَّا رَأَاهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَلَوَّنَ وَجْهَهُ، وَقَالَ: «يَا عَائِشَةُ، أَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا عِنْدَ اللَّهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الَّذِينَ يُضَاهَوْنَ بِخَلْقِ اللَّهِ!» قَالَتْ: فَقَطَعْنَا مِنْهُ وَسَادَةً أَوْ وَسَادَتَيْنِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. «الْقِرَامُ» بِكَسْرِ الْقَافِ هُوَ: السِّتْرُ. «وَالسَّهْوَةُ» بِفَتْحِ السِّينِ الْمُهْمَلَةِ وَهِيَ: الصُّفَّةُ تَكُونُ بَدَنَ يَدَيِ الْبَيْتِ، وَقِيلَ: هِيَ الطَّاقُ النَّافِذُ فِي الْحَائِطِ.

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس بارے میں لکھتے ہیں:

اس طرح کہ وہ طاق وغیرہ پر لٹکانے کے قابل نہ رہا تب اسے بچھانا پڑا لٹکانے اور بچھانے کے احکام میں فرق ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر تصاویر بستر یا فرش میں ہوں جو پاؤں تلے تصویریں روندی جاتی ہوں تو جائز ہے یہ حدیث بظاہر پچھلی حدیث کے مخالف معلوم ہوتی ہے کہ وہاں تو تکیوں کی تصاویر سے منع فرمایا گیا اور یہاں اس کی اجازت دی گئی لہذا یا تو یہ تصویریں جاندار کی نہ تھیں اور اس پر پردہ کو پھاڑنا اس لیے تھا کہ دیواروں چھت پر غلاف ڈالنا دنیاوی تکلف ہے جس سے اہل بیت کو بچنا چاہیے اور اگر جاندار کی تصاویر تھیں تو ان کے سر کاٹ دیئے گئے تھے جن سے انکا استعمال جائز ہو گیا لہذا یہ حدیث گزشتہ کے خلاف نہیں۔ (اشعۃ اللمعات) خیال رہے کہ یہ فرق حکم استعمال کے لیے ہے، رہی تصویر سازی وہ مطلقاً حرام ہے خواہ فرش پر ہو یا بستر میں یا کاغذ یا شیشہ میں یا دیوار وغیرہ میں۔ (مزاۃ المناجیح، ج ۶ ص ۲۳۲)

(1686) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "كُلُّ مُصَوِّرٍ فِي النَّارِ يُجْعَلُ لَهُ بِكُلِّ صُورَةٍ صَوَّرَهَا نَفْسٌ فَيُعَذِّبُهُ فِي جَهَنَّمَ". قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فَإِنْ كُنْتَ لَا بُدَّ فَأَعْلًا، فَاصْنَعِ الشَّجَرَ وَمَا لَارُوحَ فِيهِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہر مصور دوزخ میں جائے گا اس کے لیے اس کی ہر بنائی ہوئی صورت کے بدلے میں ایک جان بنائی جائے گی جو اس کو دوزخ میں سزا دے گی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اگر تو نے ضرور ہی تصویریں بنانی ہوں تو درخت اور بے جان کی تصویریں بنا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب بیع الصاویر الی لیس فیہا روح و ما یکرہ من ذلک، جلد 3، ص 82، رقم 2225 صحیح مسلم، باب لا تدخل النلائکة بیتا فیہ کلب ولا صورة، جلد 6، ص 161، رقم 5662 مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن العباس، جلد 1، صفحہ 308، رقم 2811 جامع الاحادیث فی احادیث الرسول، الباب السابع فی الصور والنقاش، جلد 4، ص 795، رقم 2956 مشکاة المصابیح، باب التصاویر، الفصل الاول، جلد 2، ص 519، رقم 4498

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس بارے میں لکھتے ہیں:

یا تو اس کی بنائی ہوئی ہر تصویر میں جان ڈال دی جائے گی اور وہ سب مل کر اسے عذاب دیں گی یا ہر تصویر کی عوض ایک فرشتہ اس پر مسلط ہوگا جو اسے عذاب دے گا لہذا نفس سے مراد یا روح ہے یا ذات دوسرے معنی زیادہ ظاہر ہیں۔ اس استثناء سے معلوم ہوا کہ ہر غیر جاندار کی تصویر بنانا جائز ہے، بعض علماء نے فرمایا کہ پھل دار درختوں کی تصویر بنانا مکروہ ہے مگر حق یہ ہی ہے کہ مکروہ بھی نہیں، ہاں لہو و لعب کی نیت سے بنانا اس لیے مکروہ ہوگا کہ کھیل کو مکروہ ہے۔

(مزاۃ المناجیح، ج ۶ ص ۲۳۹)

(1687) وَعَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "مَنْ صَوَّرَ صُورَةً فِي

انہی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا جس نے دنیا میں کوئی صورت بنائی تو

الدُّنْيَا، كُفِّفَ أَنْ يَنْفُخَ فِيهَا الرُّوحَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اس کو روز قیامت مجبور کیا جائے گا کہ اس میں روح
وَلَيْسَ يَنَافِخُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. پھونکنے اور وہ اس میں روح پھونکنے والا نہیں ہوگا۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب من صور صورة كلف يوم القيامة أن ينفخ فيها الروح جلد 7، ص 169، رقم
5963 صحیح مسلم، باب لا تدخل الملائكة بيتا فيه كلب ولا صورة، جلد 6، ص 162، رقم 5663 الادب اللطيف، باب النهي عن
تزيين البيوت بالتماثيل والصور، جلد 1، ص 317، رقم 531 مسند أبي يعلى، مسند ابن عباس، جلد 5، ص 87، رقم 2691 مسند امام
احمد بن حنبل، مسند عبد الله بن العباس، جلد 1، صفحہ 241، رقم 2162

شرح حدیث: بت پرستی کی جڑ

حضرت نوح علیہ السلام ساڑھے نو سو برس تک ان لوگوں کو وعظ سنا سنا کر اس بت پرستی سے منع فرماتے رہے۔ بالآخر
طوفان میں غرق ہو کر سب ہلاک ہو گئے۔ مگر شیطان اپنی اس چال سے باز نہیں آیا اور ہر دور میں اپنے وسوسوں کے جادو
سے لوگوں کو اس طور پر بت پرستی سکھاتا رہا کہ لوگ اپنے صالحین کی تصویروں اور مجسمے بنا کر پہلے تو کچھ دنوں تک ان کی
زیارت کرتے رہے اور ان کے دیدار سے اپنا دل بہلاتے رہے۔ پھر رفتہ رفتہ ان تصویروں اور مجسموں کی عبادت کرنے
لگے۔ اس طرح شرک و بت پرستی کی لعنت میں دنیا گرفتار ہو گئی اور خدا پرستی اور توحید خالص کا چراغ بجھنے لگا جس کو روشن
کرنے کے لئے انبیاء سابقین یکے بعد دیگرے برابر مبعوث ہوتے رہے۔ یہاں تک کہ ہمارے حضور خاتم النبیین صلی
اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ کے لئے بت پرستی کی جڑ اس طرح کاٹ دی کہ آپ نے تصویروں اور مجسموں کا بنانا ہی حرام فرما دیا
اور حکم صادر فرما دیا کہ تصاویر اور مجسمے ہرگز ہرگز کوئی شخص کسی آدمی تو آدمی کسی جاندار کے بھی نہ بنائے اور جو پہلے سے بن چکے
ہیں ان کو جہاں بھی دیکھو فوراً مٹا کر اور توڑ پھوڑ کر تباہ و برباد کر دو تا کہ نہ رہے گا بانس نہ بچے گی بانسری۔

آج کل میں نے دیکھا ہے کہ بہت سے پیروں کے مریدین تے اپنے پیروں کی تصویروں کو چوکھٹوں میں بند کر کے
اپنے گھروں میں رکھ چھوڑا ہے اور خاص خاص موقعوں پر اس کی زیارت کرتے کرتے رہتے ہیں بلکہ بعض تو ان تصویروں
پر پھول مالائیں چڑھا کر اگر بتی بھی سلگایا کرتے ہیں اور اس کے دھوئیں کو اپنے بدن پر ملا کرتے ہیں۔ اگر یہ لوگ اپنی ان
خرافات سے باز نہ رہے اور علماء اہل سنت نے اس کے خلاف علم مخالفت نہ بلند کیا تو اندیشہ ہے کہ شیطان کا پرانا حربہ اور
اس کی شیطانی چال کا جادو مسلمانوں پر چل جائے گا اور آنے والی نسلیں ان تصویروں کی عبادت کرنے لگیں گی۔ خوب کان
کھول کر سن لو کہ:

حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے بت پرستی کے جس درخت کی جڑوں کو کاٹ دیا تھا۔ آج کل کے یہ جاہل بدعتی
پیروں اور ان کے توہم پرست مریدین بت پرستی کی ان جڑوں کو پیچ پیچ کر پھر شرک و بت پرستی کے درخت کو ہرا بھرا اور تناور بنا
رہے ہیں۔ آج کل کے جاہل اور دنیا دار پیروں سے تو کیا امید کی جاسکتی ہے کہ وہ اس کے خلاف زمان کھولیں مگر اگر

حق پرست اور حق گو علماء اہل سنت سے بہت کچھ امیدیں وابستہ ہیں کہ وہ ان کے خلاف شرع اعمال و افعال کے خلاف ان شاء اللہ تعالیٰ ضرور علم جہاد بلند کریں گے کیونکہ تاریخ گواہ ہے کہ ہر اس موقع پر جب کہ اسلام کی کشتی گمراہیوں کے بھنور میں ڈمگانے لگی ہے تو علماء اہل سنت ہی نے اپنی جان پر کھیل کر کشتی اسلام کی ناخدائی کی ہے۔ اور آخر طوفانوں کا رخ موڑ کر اسلام کی کشتی کو غرقاب ہونے سے بچالیا ہے۔

مگر اس زمانے میں اس کا کیا علاج ہے؟ کہ ان بے شرع پیروں اور مکار باباؤں نے چند روپیوں کے بدلے کچھ مولویوں کو خرید لیا ہے اور یہ مولوی صاحبان ان بے شرع پیروں اور مکار باباؤں کو مجذوب یا فرقہ ملامتیہ کا خوبصورت لبادہ اوڑھا کر خوب خوب ان کے کشف و کرامت کا ڈنکا بجا رہے ہیں۔ اور ان باباؤں کے نذرانے سے اپنی مٹھی گرم کر رہے ہیں اور اگر کوئی حق گو عالم ان لوگوں کے خلاف کوئی کلمہ کہہ دے تو بابا لوگ اپنے داداؤں کو بلا کر اس عالم کی مرمت کرا دیں اور ان کے زر خرید مولوی اپنی مخالفانہ تقریروں کی بوچھاڑ سے بے چارے حق گو عالم کی زندگی دو بھر کر دیں۔ میں نے بارہا علماء اہلسنت کو پکارا اور لکارا کہ لکھو اور حق کے لئے کمر بستہ ہو کر کم از کم اتنا تو کر دو کہ متفقہ فتویٰ کے ذریعے یہ اعلان کر دو کہ یہ داڑھی منڈے، اول فول بکنے والے، گنجیری، تارکِ صوم و صلوة، بے شرع بابا لوگ فاسق معلن ہیں۔ جو خود گمراہ اور مسلمانوں کے لئے گمراہ کن ہیں اور ان لوگوں کو ولایت و کرامت سے دور کا بھی کوئی واسطہ نہیں۔ مگر افسوس کہ ایک مولوی بھی مجھ عاجز کی آواز پر لبیک کہنے والا نہیں ملا۔

بلکہ پتا یہ چلا کہ ہر بابا کی جھوٹی میں کوئی نہ کوئی مولوی چھپا ہوا ہے۔ جس کے خلاف کچھ کہنا خطرے سے خالی نہیں۔ کیونکہ جو بھی ان باباؤں کے خلاف زبان کھولے گا ان نذرانہ خور مولویوں کی کاؤں کاؤں اور چاؤں چاؤں میں اس کی مٹی پلید ہو جائے گی۔

فيا اسفاه ويا حسراتا انا لله وانا اليه راجعون (عجائب القرآن مع غرائب القرآن ص ۳۹۵)

(1688) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَقُولُ: "إِنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ
الْمُصَوِّرُونَ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کے دن لوگوں میں سے سخت ترین عذاب مصوروں کو ہوگا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب عذاب المصورین یوم القیامة، جلد 7، صفحہ 167، رقم 5950 صحیح مسلم، باب لا تدخل الملائكة بیتا فيه كلب ولا صورة، جلد 6، ص 161، رقم 5659 السنن الکبریٰ للبیہقی، باب التشدید فی المنع من التصوير، جلد 7، صفحہ 268، رقم 14961 سنن النسائی الکبریٰ، باب التصاویر، جلد 5، صفحہ 504، رقم 9794 مسند احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عمر، جلد 2، صفحہ 26، رقم 4792

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الحنان اس بارے میں لکھتے ہیں:

یہاں مصورین سے مراد بت ساز بت تراش ہیں جو پرستش کے لیے بت بنا سکیں یا وہ مصور مراد ہیں جو رب تعالیٰ کے مقابلہ کے لیے تصویر سازی کریں یہ دونوں کافر ہیں اور کافر واقعی سخت عذاب مستحق ہیں اور اگر مصورین سے مراد عام فوٹو گرافر ہیں تو یہ فرمان عالی ڈرانے کے لیے ہے تاکہ لوگ اس حرکت سے باز آجائیں ورنہ ایسے لوگ فاسق ہیں اور فاسق کا عذاب کافر سے ہلکا ہے یا اس صورت میں ناس سے مراد مسلمان ہیں یعنی گنہگار مسلمانوں میں سب سے زیادہ سخت عذاب تصویر سازوں کو ہوگا۔ تصویر سے مراد جاندار کی تصویر ہے جیسا کہ اوپر گزر گیا اور آگے بھی آ رہا ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۶ ص ۳۳۸)

(1689) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ ذَهَبَ يَخْلُقُ كَخَلْقِي، فَلْيَخْلُقُوا ذَرَّةً أَوْ لِيَخْلُقُوا حَبَّةً، أَوْ لِيَخْلُقُوا شَعِيرَةً. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کون اس سے زیادہ ظالم ہے جو میری تخلیق کی طرح تخلیق کرنے لگے تو وہ ایک ذرہ پیدا کریں یا ایک دانہ بنا کر دکھائیں یا جوہی بنا کر دکھائیں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب قول الله تعالى "والله خلقكم وما تعملون"، جلد 6، ص 274، رقم 7120 صحیح مسلم، باب لا تدخل الملائكة بيتا فيه كلب ولا صورة، جلد 6، ص 162، رقم 5665 السنن الكبرى للبيهقي، باب التشديد في المنع من التصوير، جلد 7، ص 268، رقم 14962، مسند أبي يعلى، مسند أبي هريرة، جلد 10، صفحہ 488، رقم الحدیث 6101، مسند امام احمد بن حنبل، مسند أبي هريرة رضي الله عنه، جلد 2، ص 232، رقم 7166

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس بارے میں لکھتے ہیں:

یعنی اس تصویر سازی میں اللہ تعالیٰ سے تشبیہ یا اس سے مقابلہ کی بوہے لہذا اس سے بچے یہ حکم اطاعت ہے، ہم حکم کے بندے ہیں بے جان کی تصویریں بنانا درست ہے جاندار کی صورتیں بنانا حرام، ہم کو بسرو چشم قبول ہے۔

خیال رہے کہ پرستش کے لیے بت بنانا یا اللہ تعالیٰ کے مقابلہ کے لیے تصویریں بنانا کفر ہے، اگر یہ دونوں خیال نہ ہوں تو جاندار کی تصویریں بنانا حرام ہے کفر نہیں۔ پرستش کے چاند سورج کے فوٹو، پینل کے درخت کا مجسمہ بنانا بھی حرام ہے کہ یہ بت سازی ہے۔ خیال رہے کہ غیر جاندار چیزوں میں بندے کے کسب کو دخل ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ یہ باغ میرا لگایا ہوا ہے، یہ کھیت میرا لگایا ہوا ہے مگر جاندار چیز میں کسی کے کسب کو دخل نہیں کوئی نہیں کہہ سکتا کہ چڑیا میری بنائی ہوئی ہے اس لیے جاندار کی تصویر سازی جرم ہے غیر جاندار کی نہیں۔ (مرقات) (مراۃ المناجیح، ج ۶ ص ۳۳۶)

(1690) وَعَنْ أَبِي طَلْحَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيهِ كَلْبٌ وَلَا صُورَةٌ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فرشتے ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا تصویر ہو۔ (متفق علیہ)

مخریج حدیث: صحیح البخاری، باب التصاویر، جلد 7، صفحہ 167، رقم 5949 صحیح مسلم، باب لا تدخل الملائکۃ بیتا
 فیہ کلب ولا صورۃ جلد 8، ص 158، رقم 5636 الاداب الملبی، باب النہی عن تزیین البیوت جلد 1، ص 314، رقم 528 المستدرک
 للعاکم، کتاب الطہارۃ جلد 1، صفحہ 238، رقم 611

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الختان اس بارے میں لکھتے ہیں:

آپ کا نام اہل ابن زید ہے، انصاری ہیں، حضرت انس کے سوتیلے والد مگر اپنی کنیت میں مشہور ہیں، آپ کا مزار بصرہ
 میں ہے، فقیر نے زیارت کی ہے۔

ملائکہ سے مراد رحمت کے فرشتے ہیں، حافظین کاتبین اور عذاب کے فرشتے تو ہر جگہ پہنچ جاتے ہیں۔ کتے سے مراد
 غیر ضروری کتاب ہے اور تصاویر سے مراد جاندار کی تصویریں ہیں جو شوقیہ بلا ضرورت ہوں اور احترام سے رکھی جاویں یہ قیدیں
 ضروری یاد رہیں لہذا نوٹ روپیہ پیسہ کی تصاویر جو ضروری ہیں اور فرش و بستر پر تصاویر جو پاؤں سے روندی جاویں
 جائز ہے ان کی وجہ سے فرشتے آنے سے نہیں روکتے، بچوں کی گڑیاں ان سے کھیلنا بچوں کے لیے جائز ہے مگر اس کی تجارت
 ممنوع ہے مذہب امام مالک، بعض نے فرمایا کہ گڑیا سازی کی احادیث منسوخ ہیں مگر صحیح یہ ہے کہ غیر منسوخ
 ہیں۔ (مرقات) اور بچیوں کا گڑیاں بنانا ان سے کھیلنا درست ہے۔ (مزاۃ الناجح، ج ۶ ص ۳۳۰)

مووی کا شرعی حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس بارے میں کہ مووی بنانا اور بنوانا کیسا ہے؟ بہت سے علماء
 سے اس کے بارے میں سنا تھا کہ یہ ناجائز ہے لیکن اس وقت کثیر تعداد میں علماء ٹی، وی پر آتے ہیں یا اپنے جلسوں، محفلوں،
 نعت خوانیوں کی مووی بنواتے ہیں اور یہ موویز بازار میں عام ملتی ہیں۔ آپ اس مسئلے کے بارے میں اپنی تحقیق سے مطلع
 فرمائیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

الجواب بعون الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

ٹی وی، ویڈیو کے مسئلے میں علماء کی آراء میں اختلاف ہے چنانچہ بعض نے اسے تصویر پر قیاس کرتے ہوئے ناجائز
 قرار دیا اور بعض نے تصویر ہونے کی نفی کی اور اسے آئینے کے عکس کی مثل قرار دیتے ہوئے جائز قرار دیا کہ جیسے آئینے میں
 نظر آنے والا عکس تصویر کے حکم میں نہیں بلکہ وہاں اصلاً تصویر ہی نہیں تو یہاں بھی یہی حکم ہے۔ چنانچہ ٹی وی اسکرین
 پر شعاعوں سے بننے والے عکس پر تصویر کا حکم دیا جانا غلط ہے۔ بہر حال اگر یہ ثابت ہو جائے کہ ٹی وی اسکرین پر نظر آنے
 والا عکس تصویر ہی ہے تو از روئے قیاس اس پر حکم حرمت ہی ہوگا۔ اور اگر اس کے برعکس تصویر ثابت نہ ہو تو جائز امور کی
 مووی فلم جائز ہوگی۔ اور امام اہل سنت مجددین و ملت امام محمد رضا خان و صدر الشریعہ بدرالطریقہ مفتی محمد امجد علی اعظمی
 رحمہما اللہ تعالیٰ کی کتب سے یہی ظاہر ہے کہ شعاعوں سے بننے والے عکس تصویر نہیں ہیں۔

سیدی اعلیٰ حضرت امام اہل سنت علامہ مولانا الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن ارشاد فرماتے ہیں:

سئلت عن صلی و امامہ مرآة فأجبت بالجواز أخذاً مباحاً هنا إذا لم تعبد ولا الشبه المنطبع
 فيها ولا هو من صنيع الكفار نعم ان كان بحيث يبدوله فيه صورته و افعاله ركوعاً وسجوداً
 وقياماً وعوداً و ظن ان ذلك يشغله فاذن لا ينبغى قطعاً۔ (جدو استارچ ص ۳۱۱-۳۱۲ اور تحقیقات امام احمد رضا کراچی)
 مجھ سے ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا گیا کہ جس نے آئینے کے سامنے نماز پڑھی تو میں نے یہاں بیان
 کردہ (شرح منیہ کے) قول سے اخذ کرتے ہوئے جواز کا فتویٰ دیا۔ کیونکہ نہ تو آئینے کی عبادت کی جاتی ہے
 اور نہ اس میں کوئی صورت چھپی ہوتی ہے اور نہ یہ کفار کی مصنوعات (یعنی کفار کے شعائر) سے ہے۔ ہاں
 اگر نماز پڑھنے کے دوران اسے اپنی حرکات مثل رکوع و سجود و قیام و قعود نظر آتی ہو اور یہ خیال کرتا ہے کہ یہ اسے
 نماز سے مشغول اور غافل کر دیں گی تو اسے آئینے کے سامنے ہرگز نماز نہیں پڑھنی چاہیے۔

یونہی صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے جب اسی قسم کا سوال کیا گیا تو آپ رحمۃ اللہ
 تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ، آئینہ سامنے ہو تو نماز میں کراہت نہیں ہے کہ سبب کراہت تصویر اور وہ یہاں
 موجود نہیں۔ اور اگر اسے تصویر کا حکم دیں تو آئینے کا رکھنا بھی مثل تصویر ناجائز ہو جائے حالانکہ بالاجماع جائز ہے۔
 اور حقیقت امر یہ ہے کہ وہاں تصویر ہوتی ہی نہیں بلکہ خطوط شعاعی آئینہ کی صقالت کی وجہ سے لوٹ کر چہرے پر آتے ہیں
 گویا یہ شخص اپنے کو دیکھتا ہے نہ یہ کہ آئینہ میں اس کی صورت چھپتی ہے۔ (فتاویٰ امجدیہ ج ۱ ص ۱۸۳ مطبوعہ: مکتبہ رضویہ کراچی)
 امام اہل سنت مجددین و ملت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن اور صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی امجد علی اعظمی رحمہما اللہ
 تعالیٰ کی عبارات سے یہ بالکل واضح ہے کہ شعاعوں سے بننے والے عکس تصویر نہیں ہیں۔ لہذا ٹی وی اور وڈیو فلم
 کا جائز استعمال بھی جائز ہوا کہ ان میں نظر آنے والے پیکر بھی شعاعوں ہی پر مشتمل ہوتے ہیں۔ خصوصاً صدر الشریعہ رحمہ
 اللہ تعالیٰ کے فتویٰ سے درج ذیل امور ظاہر ہوئے۔

(اول) آئینے میں نظر آنے والا عکس تصویر کے حکم میں نہیں بلکہ وہاں اصلاً تصویر ہی نہیں۔

(دوم): شعاعوں سے بننے والے پیکر کا نام تصویر نہیں ہے بلکہ عکس ہے اگرچہ وہ ظاہری طور پر تصویر کے مثل ہی کیوں

نہ ہو۔

(سوم): جب شعاعوں سے بننے والا پیکر تصویر نہیں تو خواہ آئینے میں ایسا پیکر بنے یا خارج آئینہ کسی اور چیز پر، وہ
 تصویر نہیں کیونکہ آئینے میں بننے والے پیکر سے تصویر کی نفی آئینہ کی وجہ سے نہیں بلکہ شعاع ہونے کی وجہ سے ہے۔ یہی
 وجہ ہے کہ پانی پر اور چمکدار شے مثلاً اسٹیل اور پالش کئے ہوئے فرش پر بننے والے واضح عکس کو نہ تو تصویر سمجھا جاتا ہے
 اور نہ ہی اس پر تصویر کا اطلاق کر کے اسے حرام کہا جاتا ہے بلکہ اسے آئینے کے عکس کے مثل سمجھا جاتا ہے۔

حالانکہ آئینے اور ان اشیاء کے اجزائے ترکیبی کا فرق کسی ذی عقل سے ہرگز پوشیدہ نہیں ہے۔ لہذا ظاہر ہوا کہ ان اشیاء میں بننے والے عکوس کو تصویر کے حکم میں صرف اس لئے نہیں داخل کیا جاتا کہ یہ شعاعوں سے بنتے ہیں۔ جیسا کہ صدر الشریعہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت سے ظاہر ہے۔

حضرت غزالی و دراز علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جائز و ڈیوڈ فلم کے جواز کے قائل تھے۔ اور آپ علیہ الرحمۃ نے ٹی، وی اور مووی کے جواز پر لکھی گئی کتاب کی زوردار انداز میں تصدیق فرمائی۔ چنانچہ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے نہ صرف شہزادہ محدث اعظم ہند کچھوچھوی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) حضرت علامہ محمد مدنی میاں اشرفی مدظلہ العالی کی وڈیو اور ٹی وی کے شرعی استعمال سے متعلق تحقیق کی تصدیق فرمائی بلکہ اس تحقیق پر انھیں رئیس المحققین کے شاندار لقب سے بھی نوازا۔ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں،

رئیس المحققین حضرت علامہ سید محمد مدنی الاشرفی البیلانی دامت معالیہم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہ۔ مزاج

اقدم؟

حضرت کا مقدور گرامی شرف صدور لایا۔ یاد فرمائی کا بے حد شکریہ۔ جناب کے ارسال کردہ استفتاء و فتاویٰ کو بغور سنا، تینوں فتاویٰ حضرت کی فہم و ذکاؤ اور تحقیق و جستجو کا منہ بولتا شاہکار ہیں۔ بے شک جناب کی ذہانت اور استنباط لائق صد ستائش اور قابل تحسین اور آفرین ہیں۔ آپ نے جس آسانی سے ایسے مشکل مسائل کو عام فہم انداز میں ڈھال کر حل فرمایا ہے وہ آپ ہی کا حصہ ہے۔ بزرگان دین اور علماء امت کے مختلف اقوال کو جس عمدگی سے بیان فرمایا ہے اور جس حسن و خوبی سے نبھایا ہے وہ آپ کی اشراج صدر اور علوم عقلی اور نقلی میں مہارت تامہ کا مظہر اتم ہے۔ خصوصاً طرز استدلال اور انداز تحریر باعث رشک ہیں۔

میں ہر سہ فتاویٰ میں آپ سے متفق ہوں۔ خصوصاً وڈیو کیسٹ، ٹی وی اور فلم کے بارے میں جس قدر عرق ریزی سے جناب نے تحقیق فرمائی اور پھر جس خوبصورتی سے ان حقائق کی روشنی میں جائز و ناجائز صورتوں میں امتیاز کرتے ہوئے فتویٰ قلمبند فرمایا وہ قابل تقلید ہے۔ (وڈیو، ٹی وی کا شرعی استعمال ص ۱۰)

الحمد لله عز وجل علماء اہلسنت کے اقوال سے ظاہر ہے کہ مووی فلم تصویر کے حکم میں نہیں ہے اور از روئے شرع جائز امور کی مووی فلم دیکھنا، بنانا اور بنوانا جائز ہے۔

دور حاضر میں وڈیو کا مسئلہ اتنا عام ہو چکا ہے کہ اگر کسی بڑے اسٹور میں سامان خریدنے کیلئے جانا پڑے تو وڈیو کا سامنا کرنا پڑتا ہے بلکہ ترقی یافتہ ممالک یا جہاں پیسے کی ریل پیل ہوتی ہے وہاں تو عموماً ہر اسٹور ہی میں وڈیو کیمرے لگے ہوتے ہیں۔

اسی طرح تقریباً ہر حساس جگہ پر حفاظت (Security) کے پیش نظر وڈیو کیمرے نصب کئے جاتے ہیں۔ اور آنے

جانے والے کوئی زاویوں سے دیکھنے کے لئے ایک سے زائد وڈیو کیمرے نصب کئے جاتے ہیں۔ سرکاری تنصیبات پر خصوصی انتظام کیا جاتا ہے۔ یونہی ہوائی جہاز سے سفر کیا جائے تو ہوائی اڈے میں داخل ہونے سے لیکر ہوائی جہاز میں بیٹھنے تک اور اسی طرح جہاز میں بیٹھنے کے بعد سے ہوائی جہاز سے اترنے تک بلکہ اسکے بعد بھی ایئر پورٹ سے نکلنے تک مسلسل وڈیو کیمرے چلتے رہتے ہیں اور آدمی کی وڈیو فلم بنتی رہتی ہے۔

یونہی زیارت حرمین شریفین کے لئے اگر بذریعہ ہوائی جہاز جایا جائے تو عموماً اپنے ملک کے ایئر پورٹ سے لے کر عرب شریف کے ایئر پورٹ تک مسلسل کیمرے کی زد میں رہنا پڑتا ہے۔ پھر معاملہ یہاں تک ہی نہیں رہتا بلکہ مسجدین کریمین میں داخل ہونے کے بعد سے نکلنے تک مسلسل کیمرے کے ذریعے سے کئی اطراف سے نگاہوں میں رکھا جاتا ہے۔

مذکورہ امور کو ذہن میں رکھتے ہوئے اس بات پر غور فرمائیں کہ عرب و عجم، مشرق و مغرب کے سینکڑوں علماء و مشائخ جہازوں میں سفر کرتے ہیں، یورپ و امریکا و انگلینڈ و افریقہ میں آئے دن تبلیغ دین کے لئے آتے جاتے رہتے ہیں۔ ہندو پاک سے چند مشاہیر کے نام لکھے جاتے ہیں جو نقلی حج و عمرہ کی سعادت حاصل کرنے اور تبلیغ دین کے لئے دنیا کے مختلف ممالک میں آتے جاتے رہے ہیں اور ان میں بہت سے اب بھی آتے جاتے ہیں۔ مثلاً ہند سے فقیہ اعظم ہند حضرت علامہ شریف الحق امجدی رحمہ اللہ تعالیٰ، محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ اعظمی، تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی اختر رضا ازہری، ابوالبرکات حضرت علامہ امین میاں برکاتی مارہروی معینا اللہ تعالیٰ بفیوضہم اسی طرح اور دیگر علماء و مشائخ اور پاکستان سے حضرت علامہ مفتی عبدالقیوم ہزاروی رحمہ اللہ تعالیٰ، کثیر التصانیف جامع المعقول والمنقول حضرت علامہ فیض احمد اویسی، مناظر اسلام شیخ الحدیث والتفسیر صاحب مقام رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حضرت علامہ منظور احمد فیضی، استاذ الاساتذہ حضرت علامہ محمد حسن حقانی، مفتی احمد میاں برکاتی، مفتی عبدالعزیز حنفی، حضرت مولانا شاہ تراب الحق صاحب، علامہ مولانا عبدالکیم شرف قادری وغیرہم دامت برکاتہم العالیہ۔ اب کوئی عقل سے پیدل ہی ہوگا جو معاذ اللہ ان مذکورہ مشاہیر اور دیگر علماء پر فسق کافتوی لگانے کی جرأت کریگا۔ اللہ تعالیٰ ایسی الٰہی عقل کے شر سے ساری امت کو محفوظ فرمائے۔

آج کفار بد اطوار اسلحے کی جنگ کے ساتھ ساتھ ٹی وی اور وڈیو کے ذریعے سے مسلمانوں کے گھروں میں پہنچ کر اسلام کے خلاف زہرا گل رہے ہیں۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ اپنے باطل دلائل کے ذریعے سے اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بے عیب شان میں گستاخیاں کر رہے ہیں۔ یونہی تمام اقسام کے گمراہ مذاہب نے ٹی وی اور وڈیو کو اپنے عقائد باطلہ کی ترویج کا ذریعہ بنا لیا ہے۔ جس کا جو دل چاہے بکتا ہے۔ ان لوگوں نے مختلف ٹی وی چینلز کے اوقات خرید رکھے ہیں بلکہ قادیانیوں نے تو ایک عرصے سے پورا چینل شروع کیا ہوا ہے جس پر وہ باقاعدگی سے روزانہ کئی گھنٹے اپنے گمراہ کن عقائد کا پرچار کرتے ہیں۔

اور فی زمانہ ہمارے معاشرے کا یہ حال ہے کہ ٹی وی اور ویڈیو کی کھسکی میں پڑے ہوئے ہیں۔ ٹی وی اور ویڈیو معاشرے کے افراد کے لئے تفریح کا سامان بھی ہے اور حصول معلومات کا عمومی ذریعہ بھی ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ بہت سے لوگ اپنے اکثر اوقات ٹی وی کے سامنے ہی گزارتے ہیں۔ لہذا جو کچھ ٹی وی میں دیکھتے ہیں خواہ برادریکھیں یا بھلا دیکھیں۔ اس سے متاثر ہو جاتے ہیں اور رفتہ رفتہ اسے اپنا لیتے ہیں اور تہذیب کا حصہ سمجھنے لگتے ہیں۔ ان تمام امور کو سامنے رکھتے ہوئے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ مووی بنوانا جائز ہے۔

کتب فقہیہ میں اس قسم کی کئی مثالیں مل جاتی ہیں کہ علماء نے حالات زمانہ کو دیکھتے ہوئے راجح اقوال کو چھوڑ کر مرجوح اقوال پر بھی فتوے دیے جیسا کہ خاتم الفقہاء علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ، فقہ ابو الیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پہلے میں تین باتوں کی ممانعت کا فتویٰ دیا کرتا تھا اور اب ان کے جواز کا فتویٰ دیتا ہوں۔ پہلے میں فتویٰ دیتا تھا کہ تعلیم قرآن پر اجرت لینا حلال نہیں، اسی طرح فتویٰ دیتا تھا کہ عالم کے لئے جائز نہیں کہ وہ سلطان (بادشاہ) کی صحبت اختیار کرے اور عالم کے لئے جائز نہیں کہ وہ دیہاتوں میں اجرت پر وعظ کرنے جائے۔ مگر اب تعلیم قرآن کے ضیاع کے خوف، لوگوں کی حاجت کی اور دیہاتیوں کی جہالت کی وجہ سے میں نے ان سے رجوع کر لیا۔

(رسائل ابن عابدین جلد ۱ صفحہ ۱۵۷ سہیل اکیڈمی لاہور)

لیکن اس کے ساتھ اس بات کا خیال رکھنا نہایت ضروری ہے کہ یہ حکم جائز و حلال پر و گراموں کے بارے میں ہے، جیسے علمائے اہلسنت کے بیانات، تلاوت قرآن اور نعت کی مووی اور شادی کے موقع پر جو عورتوں کی بے پردہ موویاں یونہی فلموں، ڈراموں، گانوں، باجوں کی موویاں بنائی جاتی ہیں وہ سب ناجائز و حرام ہیں۔ وَاللّٰهُ وَرَسُولُهُ عَلِيمٌۢ وَعَزَّ وَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

الجواب صحیح

کتبہ مختص فی الفقہ الاسلامی
ابوالصالح محمد قاسم القادری

محمد عقیل رضا العطاری المدنی

۲۶ شعبان ۱۴۲۶ھ یکم اکتوبر ۲۰۰۵ء

۲۴ شعبان ۱۴۲۶ھ ۲۹ ستمبر ۲۰۰۵ء

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت جبریل علیہ السلام نے وعدہ کیا کہ ان کے پاس آئیں گے پھر دیر کر دی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ بات گراں گزری آپ باہر آئے تو حضرت جبریل علیہ السلام آپ سے ملے آپ نے ان سے شکوہ کیا تو حضرت جبریل کہنے لگے ہم ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس

(1691) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: وَعَدَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جِبْرِيلَ أَنْ يَأْتِيَهُ، فَرَأَتْ عَلَيْهِ حَتَّى اشْتَدَّ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَخَرَجَ فَلَقِيَهُ جِبْرِيلُ فَشَكَاَ إِلَيْهِ، فَقَالَ: إِنَّا لَا نَدْخُلُ بَيْتًا فِيهِ كَلْبٌ وَلَا صُورَةٌ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. "رَأَتْ": أَبْطَأَ.

وَهُوَ بِالثَّأَةِ الْمُقْلَفَةِ.

میں کتاب یا تصویر ہو۔ (بخاری) رات: ثنا مثله کے ساتھ اس کا مطلب ہے دیر کر دی۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب لا تدخل الملائكة بیتا فیہ کلب ولا صورة، جلد 6، ص 155، رقم 5633 سنن ابوداؤد، باب فی الصور، جلد 4، صفحہ 123، رقم 4159 الحاف الخیرة البهرة للبو صیری، کتاب الادب، جلد 6، صفحہ 91، رقم 5409 مجمع الزوائد للہیثمی، باب ماجاء فی الکلاب، جلد 4، صفحہ 66، رقم 6111 صحیح بخاری، باب شهود الملائكة بدوا، جلد 4، صفحہ 1470، رقم 3780

شرح حدیث: امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:

صحیح بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے:

ود و سواع و یغوث و یعوق و نسرا سباء رجال صالحین من قوم نوح فلما هلکوا اوحى الشیطان الی قومهم ان انصبوا الی مجالسهم الی کانوا یجلسون انصابا و سبوا باسباہم ففعلوا فلم تعبد حتی اذا هلک اولئک و تنسخ العلم عبت هذا مختصرا۔

(صحیح البخاری کتاب التفسیر باب وذا سواع الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۷۳۲)

ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے نیک لوگوں کے نام ہیں جب وہ فوت ہو گئے تو شیطان نے ان کے دلوں میں یہ وسوسہ ڈالا کہ جہاں وہ بیٹھتے تھے وہاں ان کی مجالس میں ان کے بت نصب کرو اور ان کے نام لیا کرو، تو وہ ایسا ہی کرنے لگے، پھر اس دور میں تو ان کی عبادت نہیں ہوئی مگر جب وہ لوگ ہلاک ہو گئے اور علم مٹ گیا سابق لوگوں کے بارے میں جہالت کا پردہ چھا گیا تو رفتہ رفتہ ان مجسموں کی عبادت و پرستش شروع ہو گئی، یہ حدیث کے مختصر الفاظ ہیں۔

بائیں ہمہ اگر وساوس و ہوا جس سے تسکین نہ پائیں تو احادیث صحیحہ صریحہ سے خاص تصاویر معظمین کا جزئیہ لیجئے۔

حدیث ۲۲: صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے:

انه قال دخل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم البیت فوجد فیہ صورة ابراهیم وصورة مریم علیہما الصلوٰۃ والسلام فقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم املہم فقد سبوا ان الملائكة لا تدخل بیتا فیہ صورة الحدیث هذا لفظہ فی الانبیاء و فیہ ایضا ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لما رأى الصور فی البیت لم یدخل حتی امر بها فبحیت الحدیث: و فی المغازی فاخرج صورة ابراهیم واسعیل علیہما الصلوٰۃ والسلام الحدیث هذه کلها روایات البخاری و ذکر ابن ہشام فی سیرتہ قال وحدثنی بعض اهل العلم ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دخل البیت یوم الفتح فرأی فیہ صور الملائكة و غیرہم فرأی ابراهیم علیہ الصلوٰۃ والسلام مصورا ف ذکر الحدیث الی ان قال ثم امر بتلك الصور کلها فطست۔

(صحیح البخاری کتاب الانبیاء باب قول اللہ عزوجل والحمد للہ ابراہیم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۷۳) صحیح البخاری کتاب الانبیاء قدیمی کتب خانہ کراچی

(۱/ ۴۷۳) صحیح البخاری کتاب المغازی قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۶۱۳) سیرۃ النبی لابن ہشام امر الرسول بلمس ما بالبيت من صور دار ابن کثیر ۳۲۰ ۳

حضرت ابن عباس نے فرمایا: جب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کعبہ شریف کے اندر تشریف لے گئے تو وہاں آپ نے حضرت ابراہیم اور سیدہ مریم علیہما الصلوٰۃ والسلام کی تصاویر پائیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آگاہ ہو جاؤ کہ آگاہ ہو جاؤ کہ تصویریں بنانے والوں نے بھی یہ بات سن رکھی تھی (یعنی ان کے کانوں تک بھی یہ بات پہنچی ہوئی تھی کہ) بیشک جس گھر میں تصویر ہو وہاں فرشتے نہیں آتے (الحديث) یہ الفاظ حدیث کتاب الانبیاء میں آئے ہیں، اور اسی میں ہے: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کعبہ شریف میں تصویریں دیکھیں تو اندر داخل نہ ہوئے یہاں تک کہ ان کے متعلق حکم فرمایا تو وہ مٹادی گئیں الحدیث، اور مغازی میں ہے کہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسمعیل علیہما الصلوٰۃ والسلام کی تصاویر باہر نکال دی گئیں الحدیث، یہ سب بخاری شریف کی روایات ہیں اور ابن ہشام نے اپنی سیرت میں بیان فرمایا کہ مجھ سے بعض اہل علم نے بیان کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فتح کے روز بیت اللہ شریف میں داخل ہوئے تو وہاں فرشتوں وغیرہ کی تصاویر دیکھیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مجسمہ دیکھا، پھر بقیہ حدیث ذکر فرمائی، یہاں تک کہ فرمایا پھر تمام تصاویر کے بارے میں حکم فرمایا کہ مٹادی جائیں تو وہ مٹادی گئیں

ان احادیث کا حاصل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روز فتح مکہ کعبہ معظمہ کے اندر تشریف فرما ہوئے اس میں حضرت ابراہیم و حضرت اسمعیل و حضرت مریم و ملائکہ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام وغیرہم کی تصویریں نظر پڑیں کچھ پیکر دار کچھ نقش دیوار، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ویسے ہی پلٹ آئے اور فرمایا خبردار رہو بیشک ان بنانے والوں کے کان تک بھی یہ بات پہنچی ہوئی تھی کہ جس گھر میں کوئی تصویر ہو اس میں ملائکہ رحمت نہیں جاتے، پھر حکم فرمایا کہ جتنی تصویریں منتوش تھیں سب مٹادی گئیں اور جتنی مجسم تھیں سب باہر نکال دی گئیں انھیں بھی حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ و حضرت سیدنا اسمعیل ذبیح اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ ابیہما الاکرم و علیہما وبارک و سلم کی تصویریں بھی باہر لائی گئیں جب تک کعبہ معظمہ سب تصاویر سے پاک نہ ہو گیا حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے قدم اکرم سے اسے شرف نہ بخشا۔

حدیث ۲۳: مسند امام احمد میں جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے:

قال کان فی الکعبۃ صور فامر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عمر بن الخطاب ان یحوھا فیل عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ثوبا و محابا بہ فدخنھا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و ما فیہا متنا شیئ
۱۔ و فی حدیثہ عند الامام الواقدی و کان عمر قد ترت صورۃ ابراہیم فلما دخل صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم راھا فقال یا عمر الم أمرت ان لاتدع فیہا صورۃ ثم رای صورۃ مریم فقال امحواما

فیہا من الصور قاتل اللہ تو ما یصورون ما لا یخلقون ۲۔ - هذا مختصراً۔ (۱۔ مسند احمد بن حنبل از مسند جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ السب الاسلامی بیروت ۳/۳۹۶) (۲۔ کتاب الغازی للواقدی شان غزوة الفتح مؤسسة الاعلیٰ بیروت ۲/۸۴۴)

حضرت جابر نے فرمایا ایام جاہلیت میں کعبہ شریفہ کے اندر تصویریں تھیں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم فرمایا کہ تصویریں نقوش مٹا دو، تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گیلے کپڑے کے ساتھ ان نقوش کو مٹا دیا اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کعبہ شریف میں داخل ہوئے تو وہاں کوئی تصویریں نقش موجود نہ تھا، اس سند میں امام واقدی کا یہ اضافہ بھی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہاں حضرت ابراہیم علیہم السلام کی تصویر چھوڑ دی تھی یعنی اسے نہیں مٹایا تھا۔ پھر جب اندر تشریف لے جا کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے دیکھا تو ارشاد فرمایا اے عمر! کیا میں نے تمہیں حکم نہ دیا تھا کہ یہاں کوئی تصویر باقی نہ رہنے دو، پھر آپ نے سیدہ مریم کی تصویر دیکھی تو فرمایا یہاں جتنی بھی تصویریں ہیں ان سب کو مٹا دیا جائے اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو برباد کرے جو ایسی چیزوں کی تصویریں بناتے ہیں جنہیں وہ پیدا نہیں کر سکتے۔

حدیث ۲۴: عمر بن شیبہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی:

ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دخل الکعبۃ فامرنی فاتیتہ بباء فی دلو فجعل یبیل الشوب ویضرب بہ علی الصور ویقول قاتل اللہ تو ما یصورون ما لا یخلقون۔ (فتح الباری بحوالہ عمر بن شیبہ کتاب الغازی

مصطفیٰ البابی مصر ۹/۷۸) (المصنف لابن ابی شیبہ کتاب العقیدہ حدیث ۵۲۶۵ و کتاب الغازی حدیث ۱۸۷۵۶ ۸/۲۹۶ و ۱۳/۳۹۰)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کعبہ شریف میں داخل ہوئے تو مجھے حکم فرمایا تو میں پانی کا ڈول بھر کر لایا آپ خود بنس نفیس اس پانی سے کپڑا تر کرنے لگے پھر ان تصویروں پر وہ بھیگا ہوا کپڑا رکھتے ہوئے فرمانے لگے اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو ہلاک کرے جو ایسی چیزوں کی تصویر کشی کرتے ہیں جنہیں وہ پیدا نہیں کر سکتے۔

حدیث ۲۵: ابو بکر بن ابی شیبہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی:

ان المسلمین تجردوا فی الازر واخذوا الدلاء وارتجزوا علی زمزم یغسلون الکعبۃ ظہرها و بطنها

فلم یدعوا اثر من المشرکین الا محوۃ او غسلوۃ۔

(المصنف لابن ابی شیبہ کتاب الغازی حدیث ۱۸۷۶۵ ادارة القرآن کراچی ۱۳/۳۹۴)

(اس وقت) مسلمانوں نے اپنی اپنی چادریں اتاریں اور ڈول میں آب زمزم بھر بھر کر کعبہ شریف کو اندرون

و بیرون سے خوب دھونے لگے چنانچہ مشرکین کے تمام اثانات شرک، جو ڈالے اور منادے۔

حاصل ان احادیث کا یہ ہے کہ کعبہ میں جو تصویریں تھیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امیر المؤمنین عمر فاروق

اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم فرمایا کہ انہیں مٹا دو۔ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر صحابہ کرام چادریں اتار اتار کر اتشال علم اقدس

میں سرگرم ہوئے زمزم شریف سے ڈول کے ڈول بھر کر آتے اور کعبہ کو اندر پاہر سے دھویا جاتا، کپڑے بھگو بھگو کر تصویریں منائی جاتیں، یہاں تک کہ وہ مشرکوں کے آثار سب دھو کر مٹا دئے، جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خبر پائی کہ اب کوئی نشان باقی نہ رہا اس وقت اندر رونق افروز ہوئے، اتفاق سے بعض تصاویر مثل تصویر ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نشان رہ گیا تھا، پھر نظر فرمائی تو حضرت مریم کی تصویر بھی صاف نہ دھلی تھی حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک ڈول پانی منگا کر بنفس نفیس کپڑا تر کر کے ان کے مٹانے میں شرکت فرمائی اور ارشاد فرمایا: اللہ کی مار ان تصویر بنانے والوں پر۔

فتح الباری شرح صحیح بخاری میں ہے:

فی حدیث اسامة انه صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دخل الکعبة فرأى صورة ابراهيم فدعا بساء فجعل يسحوها وهو محمول علی، انه بقية تخفى علی من محاسن اولاد۔

(فتح الباری کتاب الغازی باب ابن رکن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الرایۃ یوم الفتح مصنفی البابی مصر ۹/ ۷۷، ۷۸)

حضرت اسامہ کی حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کعبہ شریف کے اندر تشریف لے گئے تو کچھ تصاویر اٹھٹی دیکھ کر پانی منگوا یا اور انھیں اپنے دست اقدس سے خود مٹانے لگے، یہ حدیث اس پر محمول ہے کہ بعض تصویروں کے کچھ نشانات باقی رہ گئے تھے جنہیں پہلی دفعہ مٹانے والا نہ دیکھ سکا، (تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دوبارہ انھیں مٹا دیا)

حدیث ۲۶: صحیحین میں ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے:

لما اشتكى النبي صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ذکر بعض نسائه كنيسة يقال لها مارية وكانت ام سلمة وام حبيبة اتتارض الحبشة فذكرتا من حسنهما وتساوير فيها فرفع رأسه فقال اولئك اذا مات فيهم الرجل الصالح بنوا على قبره مسجدا ثم صوروا فيه تلك الصور اولئك شرار خلق الله۔

(صحیح البخاری کتاب الصلوٰۃ باب الصلوٰۃ فی البیتۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۲) (صحیح البخاری کتاب الجنائز باب المسجد علی القبر قدیمی کتب خانہ کراچی ۱)

(۱۷۹) (صحیح مسلم کتاب المساجد باب النبی عن بناء المسجد علی القبر قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۰۱)

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مرض میں بعض ازواج مطہرات نے ایک گرجا کا ذکر کیا جس کا نام ماریہ تھا اور حضرت ام المؤمنین ام سلمہ و ام المؤمنین ام حبیبہ ملک حبشہ میں ہو آئی تھیں ان دونوں بیبیوں نے ماریہ کی خوبصورتی اور اس کی تصویروں کا ذکر کیا، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سراٹھا کر فرمایا یہ لوگ جب ان میں کوئی نیک بندہ نبی یا ولی انتقال کرتا ہے اس کی قبر پر مسجد بنا کر اس میں قبر کا اس کی تصویر لگاتے ہیں یہ لوگ بدترین خلق ہیں۔

فی البرقاة الرجل الصالح ای من نبی او ولی تلك الصور ای صور الصلحاء تذکیرا بهم وترغیبا فی

العبادة لاجلهم الخ۔ (مرقاۃ المفاتیح کتاب اللباس باب التصاویر الفصل الثالث مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۸/ ۲۸۲)

مرقاۃ (از محدث علی قاری) میں ہے مرد صالح یعنی وہ نبی یا ولی فوت ہو جاتا اس کی تصاویر بناتے اور لکھتے کرتے تھے ان کی یادگار اور ان کی وجہ سے عبادت میں رغبت دلانے کے لئے اٹھ۔

حدیث ۲۷: امام بخاری کتاب الصلوٰۃ جامع صحیح میں تعلیقاً بلا قصہ اور عبدالرزاق و ابوبکر بن ابی شیبہ اپنے اپنے مصنف اور بیہقی سنن میں اسلم مولیٰ امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے موصولاً مع القصہ راوی جب امیر المؤمنین ملک شام کو تشریف لے گئے ایک زمیندار نے آکر عرض کی میں نے حضور کے لئے کھانا تیار کرایا ہے میں چاہتا ہوں حضور قدم رنجہ فرمائیں کہ پچھموں میں میری عزت ہو امیر المؤمنین نے فرمایا:

انا لاندخل کنائسکم من اجل الصور التي فيها۔ (المصنف عبدالرزاق باب التماثل وما جاء فيه حدیث ۱۱۹۳۸۶، المکتب

الاسلامی بیروت ۱۰/۳۹۷) (صحیح البخاری کتاب الصلوٰۃ باب الصلوٰۃ فی البیتۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۶۲)

ہم ان کنیسوں میں نہیں جاتے جن میں یہ تصویریں ہوتی ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲۱ ص ۴۳۳-۴۳۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جبریل امین علیہ السلام نے ایک وقت پر آنے کا وعدہ کیا جب وہ وقت آیا تو جبریل امین نہ آئے۔ ام المؤمنین کہتی ہیں کہ آپ کے ہاتھ میں عصا تھا آپ نے یہ فرماتے ہوئے اپنے ہاتھ سے پھینک دیا کہ اللہ اور اس کے فرشتے وعدہ خلافی نہیں کرتے پھر آپ متوجہ ہوئے تو کتے کا ایک بچہ چار پائی کے نیچے تھا۔ آپ نے فرمایا: یہ کتا کب داخل ہوا میں نے عرض کیا: اللہ کی قسم مجھے نہیں پتا آپ نے اس کے بارے میں حکم دیا تو اس کو وہاں سے نکالا گیا تو جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے مجھ سے وعدہ کیا تھا میں تمہارے انتظار میں بیٹھا رہا اور تم نہ آئے تو انہوں نے کہا کہ مجھے اس کتے نے روک رکھا جو آپ کے گھر میں تھا ہم اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویر یا کتا ہو۔ (مسلم)

(1692) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: وَاعِدَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ، فِي سَاعَةٍ أَنْ يَأْتِيَهُ، فَجَاءَتْ تِلْكَ السَّاعَةُ وَلَمْ يَأْتِهِ! قَالَتْ: وَكَانَ بِيَدِهِ عَصَا، فَطَرَحَهَا مِنْ يَدِهِ وَهُوَ يَقُولُ: "مَا يُخْلِفُ اللَّهُ وَعْدَهُ وَلَا رُسُلُهُ ثُمَّ التَفَتَ، فَإِذَا جَرَوْ كَلْبٍ تَحْتَ سَرِيرِهِ. فَقَالَ: "مَتَى دَخَلَ هَذَا الْكَلْبُ؟ فَقُلْتُ: وَاللَّهِ مَا كَرَيْتُ بِهِ، فَأَمَرَ بِهِ فَأَخْرَجَ فَجَاءَهُ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "وَعَدْتَنِي، فَجَلَسْتُ لَكَ وَلَمْ تَأْتِنِي" فَقَالَ: مَنَعَنِي الْكَلْبُ الَّذِي كَانَ فِي بَيْتِكَ، إِنَّا لَا نَدْخُلُ بَيْتًا فِيهِ كَلْبٌ وَلَا صُورَةٌ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

باب فی الصور، جلد 4، صفحہ 123، رقم 4160 مسند ابی یعلیٰ، مسند عائشہ رضی اللہ عنہا، جلد 8، ص 7، رقم 4508 جامع الاصول فی احادیث الرسول، کراہیۃ الصور والستور، جلد 4، ص 815، رقم 2973

شرح حدیث: امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:

کتا پالنا حرام ہے، جس گھر میں کتا ہو اس گھر میں رحمت کافرشتہ نہیں آتا، روز اس شخص کی نیکیاں گھٹتی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: لا تدخل الملائکۃ بیتا فیہ کلب ولا صورۃ۔

رواۃ احمد والشیخان والترمذی والنسائی وابن ماجہ عن ابی طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

(صحیح البخاری کتاب بدء الخلق 1/ 358 و کتاب المغازی 2/ 540 صحیح مسلم کتاب اللباس 2/ 200) (جامع الترمذی ابواب الاب 2/ 103

وسنن النسائی ابواب الصيد 2/ 193)

فرشتے نہیں آتے اس گھر میں جس میں کتا یا تصویر ہو۔ (امام بخاری، مسلم، احمد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے

اس کو حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حوالہ سے روایت کیا ہے۔)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

من اقتنی کلبا الا کلب ماشیۃ اوضار یا نقص من عملہ کل یوم قیراطان۔ رواۃ احمد والشیخان

والترمذی والنسائی عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ (صحیح البخاری کتاب الذبائح 2/ 823 صحیح مسلم کتاب

المساقات 2/ 21) (جامع الترمذی ابواب الصيد 1/ 180 وسنن النسائی ابواب الصيد 2/ 193) (مسند امام احمد بن حنبل عن ابن عمر 2/ 40، 41، 42، 43، 44)

جو کتا پالے مگر گلی کا کتا یا شکاری، روز اس کی نیکیوں سے دو قیراط کم ہوں (ان قیراطوں کی مقدار اللہ ورسول

جانے جل جلالہ، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) (امام احمد، بخاری، مسلم، ترمذی اور نسائی نے حضرت عبداللہ ابن عمر

رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی سند کے ساتھ اس کو روایت کیا ہے۔)

تو صرف دو قسم کے کتے اجازت میں رہے ایک شکاری جسے کھانے یا دوا وغیرہ منافع صحیحہ کے لئے شکار کی حاجت ہو،

نہ شکار تفریح کہ وہ خود حرام ہے، دوسرا وہ کتا جو گلے یا کھیتی یا گھر کی حفاظت کے لئے پالا جائے اور حفاظت کی سچی حاجت ہو،

ورنہ اگر مکان میں کچھ نہیں کہ چور لیس یا مکان محفوظ جگہ ہے کہ چور کا اندیشہ نہیں، غرض جہاں یہ اپنے دل سے خوب جانتا ہو

کہ حفاظت کا بہانہ ہے اصل میں کتے کا شوق ہے وہاں جائز نہیں، آخر آس پاس کے گھر والے بھی اپنی حفاظت ضروری سمجھتے

ہیں اگر بے کتے کے حفاظت نہ ہوتی تو وہ بھی پالتے، خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے حکم میں حیلہ نہ نکالے کہ وہ دلوں کی بات جاننے

والا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم! (فتاویٰ رضویہ، ج 24، ص 258)

حضرت ابو الہیاج حبان بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے

(1693) وَعَنْ أَبِي الْهَيَّاجِ حَبَانَ بْنِ حَصِينٍ،

ہیں کہ مجھے حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا

قَالَ: قَالَ لِي عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَلَا

میں تم کو اس کام کے لیے نہ بھیجوں جس کام کے لیے مجھے

أُرْعَفُكَ عَلَى مَا بَعَثَنِي عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؛ أَنْ لَا تَدَعَ صُورَةً إِلَّا ظَمَسْتَهَا، وَلَا قَبْرًا مُشْرِفًا إِلَّا سَوَّيْتَهُ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

رسول اللہ ﷺ نے بھیجا تھا کہ تو جو تصویر دیکھے اس کو مٹا دے اور جو بلند قبر دیکھے اس کو برابر کر دے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب الامر بتسوية القبر، جلد 3، صفحہ 61، رقم 2287 السنن الصغری للبیہقی، باب السنة فی سل البيت من قبل رجل القبر، جلد 1، ص 348، رقم 1137 المستدرک للحاکم، کتاب الجنائز، جلد 1، صفحہ 524، رقم 1366 جامع الاصول فی احادیث الرسول، کراهية الصور والتسور، جلد 4، ص 816، رقم 2975 سنن أبي داود، باب فی تسوية القبر، جلد 3، صفحہ 207، رقم 3220

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ نے اس بارے میں لکھتے ہیں:

آپ کا نام حیان ابن حصین ہے، کنیت ابو الہیتاج ہے، قبیلہ بنی اسد سے ہیں، حضرت عمار ابن یاسر کے کاتب تھے، تابعی ہیں اور منصور ابن حیان مشہور تابعی کے والد ہیں۔

یعنی جس کام کے لیے مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا تھا اسی کام کے لیے میں تمہیں بھیجتا ہوں، تصویروں اور مجسموں کو مٹانا اور اونچی قبروں کو گرا کر زمین کے ہموار کر دینا۔ خیال رہے کہ یہاں قبروں سے یہود و نصاریٰ کی قبریں مراد ہیں نہ کہ مسلمانوں کی چند وجہ سے: ایک یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ پاک میں صحابہ کرام کی قبریں اونچی کیسے بن گئیں جنہیں مٹانے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت کو علی کو بھیجا کیونکہ ان بزرگوں کا کفن دفن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں اور آپ کی اجازت سے ہوتا تھا۔ دوسرے یہ کہ قبر کو فونٹو و مجسمہ سے کیا نسبت، مسلمانوں کی قبروں پر نہ فونٹو ہوتے ہیں نہ مجسمہ، ہاں عیسائیوں کی قبریں بہت اونچی بھی ہوتی ہیں اور ان پر میت کا مجسمہ یا فونٹو بھی ہوتا ہے۔ تیسرے یہ کہ مسلمان کی قبر زمین کے برابر نہیں کی جاسکتی بلکہ وہ ایک بالشت یا ایک ہاتھ اونچی رکھی جائے گی اور یہاں برابر کر دینے کا حکم ہے۔ چوتھے یہ کہ اس کی تائید بخاری شریف کی اس حدیث سے ہوتی ہے جو مسجد نبوی کی تعمیر کے باب میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کی قبریں اکھیڑنے کا حکم دیا تو اکھیڑ دی گئیں اسی کام کے لیے علی مرتضیٰ مامور ہوئے تھے۔ پانچویں یہ کہ فتح الباری شرح بخاری میں اس حدیث پر عنوان قائم کیا کہ کیا مشرکین جاہلیت کی قبریں اکھیڑی جاسکتی ہیں یعنی ان کے علاوہ نبیوں اور ان کے قبعیں کی نہیں کیونکہ ان کی قبریں اکھیڑنے میں ان کی توہین ہے۔ چھٹے یہ کہ اسی فتح الباری میں تھوڑی دور جا کر فرمایا حدیث سے معلوم ہوا کہ مملوک مقبرے میں تصرف جائز ہے اور پرانی قبریں اکھیڑ دینا جائز ہیں بشرطیکہ وہ قبریں حرمت والی نہ ہوں۔ ساتویں یہ کہ مسلمان کی اونچی قبر بنانا منع ہے لیکن اگر بن گئی ہے تو اسے گرانانا جائز کہ اس میں قبر اور صاحب قبر کی اہانت ہے۔ جب مسلمان کی قبر سے تکیہ لگانا، اس پر چلنا پھرنا منع ہے تو اس پر پھاؤ ڈالے چلانا کب جائز ہوگا جیسے چھوٹے سائز کے قرآن شریف و حمائیں چھاپنا منع ہے لیکن اگر چھپ چکے ہوں تو انہیں جلانا حرام۔ آٹھویں یہ کہ بخاری کتاب الجنائز باب الجرید علی القبر میں تعلیقا ہے حضرت خارجہ فرماتے کہ ہم زمانہ عثمانی میں تھے اور ہم سے بڑا بہادر وہ تھا جو عثمان ابن مظعون کی قبر کو پھلانگ جاتا۔ معلوم ہوا کہ وہ قبر اتنی اونچی بنائی گئی تھی جسے پھلانگنا دشوار

تھا اور یہ قبر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بنائی تھی۔ لوں یہ کہ ابھی مشکوٰۃ شریف میں حدیث آئی گی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان ابن مظعون کی قبر کے سرہانے کی طرف ایک اونچا پتھر لگایا جس کی شرح حضرت خارجہ کی حدیث نے کر دی کہ وہ اتنا اونچا تھا جسے پھلانگنا دشوار تھا۔ بہر حال اگر یہاں مسلمانوں کی قبریں مراد ہوں تو یہ حدیث بہت احادیث کے خلاف ہوگی اور اس میں ایسی مشکلات پیدا ہوں گی جو حل نہ ہو سکیں گی۔ افسوس نجدیوں نے اس حدیث کو آڑ بنا کر حرمین طیبین میں صحابہ کبار، اہل بیت اطہار کی قبروں کو تو گرایا مگر اسی علاقہ میں امریکن تیل کمپنی جس کا ٹھیکہ نجدیوں نے امریکہ کو دیا ہے ان کے فوت شدہ انگریزوں کی بڑی بڑی اونچی ہیں مگر ہاتھ نہ لگایا یعنی جن کے لیے حدیث تھی ان پر عمل نہ کیا گیا مسلمانوں کی قبروں پر یہ ستم کیا گیا۔ (مزاہد النایح، ج ۲ ص ۹۱۹)

163 بَابُ تَحْرِيمِ اِتِّخَاذِ الْكَلْبِ

اِلَّا لَصَيْدٍ اَوْ مَا شِئِيَ اَوْ زُرْعٍ

شکار جانوروں یا کھیتی کی رکھوالی کے لئے
بغیر کتا رکھنا حرام ہے

(1694) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ:

سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ:

«مَنْ اِقْتَنَى كَلْبًا اِلَّا كَلْبَ صَيْدٍ اَوْ مَا شِئِيَ فِائِهِ

يَنْقُصُ مِنْ اَجْرِهِ كُلَّ يَوْمٍ قَيْرَاطَانٍ». مُتَّفَقٌ

عَلَيْهِ. وَفِي رِوَايَةٍ: «قَيْرَاطٌ».

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا جس نے شکار یا

جانوروں کی رکھوالی کے بغیر کتا پالا اس کے ثواب سے

روزانہ دو قیراط ثواب کم کر لیا جاتا ہے۔ (متفق علیہ) ایک

روایت میں ایک قیراط کا ذکر ہے۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب من اقتنى كلبا ليس يكلب صيدا وما شية، جلد 5، ص 208، رقم 5164 صحیح مسلم،

باب الامر بقتل الكلاب وبيان نسخه وبيان تحريم اقتنائها، جلد 5، ص 36، رقم 4106 السنن الكبرى للبيهقي، باب ما جاء في اهل

اقتناوة من الكلاب، جلد 6، صفحہ 9، رقم 11350 سنن النسائي، باب صفة الكلاب التي امر بقتلها، جلد 7، صفحہ 185، رقم

4280 مسند أبي يعلى، مسند عبد الله بن عمر، جلد 10، صفحہ 206، رقم 5836

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی جانوروں کی حفاظت یا شکار کے لیے کتا پالنا بالکل درست ہے جس سے کوئی بُرا اثر نہیں پڑا۔ ضار اصل میں

ضاری تھا، ہی تخفیف کر کے گرا دی گئی تھی، ضاری بنا ہے ضری سے بمعنی بھڑکانا ضاری بمعنی شکار کو بھڑکانے والا کتا یعنی

شکاری کتا۔

عمل سے مراد نیک اعمال کا ثواب ہے نہ کہ اصل عمل کیونکہ مذہب اہل سنت یہ ہے کہ کسی گناہ کی وجہ سے نیکی برباد نہیں

ہوتی نیکیاں صرف کفر سے برباد ہوتی ہیں اور کتا پالنا گناہ ہے کفر نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ نیکیوں کا جو ثواب کتا نہ پالنے والے

کو ملتا ہے وہ کتا پالنے والے کو نہیں ملتا، اس کمی کی وجہ یہ ہے کہ ایسے کتے سے رحمت کے فرشتے گھر میں نہیں آتے یا اس لیے

کہ کتے سے لوگوں کو تکلیف پہنچتی ہے یا اس لیے کہ کتے والے گھر کے برتن اور کپڑے مشکوک ہوتے ہیں کہ کبھی کتا یہ چیزیں

چاٹ لیتا ہے گھر والوں کو خبر نہیں ہوتی لہذا جتنی یقینی پاکی و طہارت بغیر کتے والے گھر میں ہوتی ہے ایسی طہارت کتے والے گھر میں نہیں ہوتی یہ تحقیق ضرور خیال میں رکھی جائے۔ (مرقات) بہر حال نیکیوں سے تو گناہ مٹتے ہیں اَنْ تَحْبِطَ اَعْمَلُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ مگر گناہوں سے نیکیاں کبھی نہیں مٹتیں وہ صرف کفر سے مٹی ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ۔ قیراط ایک خاص وزن کا نام ہے، یہاں قیراط فرمانا سمجھانے کے لیے ہے ورنہ ثواب اعمال یہاں کے باٹوں سے نہیں تو لاجاتا۔ (مزاۃ المناجیح، ج ۵ ص ۹۹۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کتا پالا اس کے عمل سے روزانہ ایک قیراط کم ہوتا ہے۔ البتہ کھیتی اور رکھوالی کا کتا مستثنیٰ ہے۔ (متفق علیہ) اور مسلم کی روایت یوں ہے کہ جس نے کتا پالا جو نہ شکار کے لیے تھا نہ جانوروں اور زمین کی رکھوالی کے لیے تھا تو ایسے شخص کے اجر و ثواب میں روزانہ دو قیراط کم ہوتے جائیں گے۔

(1695) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ أَمْسَكَ كَلْبًا، فَإِنَّهُ يَنْقُصُ مِنْ عَمَلِهِ كُلَّ يَوْمٍ قِيرَاطًا إِلَّا كَلَبَ حَرْبٍ أَوْ مَاشِيَةٍ." مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: "مَنْ أَقْتَلَى كَلْبًا لَيْسَ بِكَلَبٍ صَيْدٍ، وَلَا مَاشِيَةٍ وَلَا أَرْضٍ، فَإِنَّهُ يَنْقُصُ مِنْ أَجْرِهِ قِيرَاطَانِ كُلَّ يَوْمٍ."

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب اقتناء الكلب للحرب، جلد 3، صفحہ 103، رقم 2322 صحیح مسلم، باب الامر بقتل الكلاب، جلد 5، صفحہ 38، رقم 4115 السنن الکبریٰ للبیہقی، باب ما جاء فيما يجعل اقتناءه من الكلاب، جلد 6، صفحہ 10، رقم 11353 سنن النسائی، باب الرفعة في امساك الكلب الصيد، جلد 7، ص 188، رقم 4286 صحیح ابن حبان، باب قتل الحيوان، جلد 12، صفحہ 469، رقم 5652

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس حدیث میں کھیتی باڑی کے کتے کا اضافہ ہے یعنی کھیت کی حفاظت کے لیے کتا پالنا بھی جائز ہے اسی طرح باغ کی حفاظت بھی ہے اور گھر کی حفاظت بھی۔ خیال رہے کہ مکہ معظمہ مدینہ منورہ میں بلا ضرورت کتے پالنے پر دو قیراط کی کمی ہوگی اور کسی جگہ ایک قیراط کی، یا گاؤں و جنگلوں میں کتے پالنے پر ایک قیراط کی کمی ہے شہر میں دو قیراط کی کمی سے زیادہ تکلیف شہر میں ہوتی ہے، یا اولاً دو قیراط کی کمی کا قانون تھا پھر احکام نرم ہونے پر ایک قیراط کی کمی رہ گئی، غرضیکہ یہ حدیث گزشتہ دو قیراط والی حدیث کے خلاف نہیں۔ (مرقات) مگر اشعة اللمعات نے فرمایا کہ اقتناء اور ہے اتخاذ کچھ اور، اقتناء میں دو قیراط کم ہوں گے اتخاذ میں ایک قیراط، محبت سے کتا پالنا اسے اپنے ساتھ بٹھانا ساتھ کھلانا اقتناء ہے مگر اسے پالنا اس سے محبت نہ کرنا اس سے علیحدہ رہنا اتخاذ ہے لہذا احادیث متعارض نہیں۔ (مزاۃ المناجیح، ج ۵ ص ۹۹۲)

اونٹ وغیرہ جانوروں کے گلے میں گھنٹی

لٹکانے کی کراہت اور سفر میں کتے

164- بَابُ كَرَاهِيَةِ تَعْلِيْقِ الْجَرَسِ فِي

الْبَعِيرِ وَغَيْرِهِ مِنَ الدَّوَابِّ وَكَرَاهِيَةِ

اِسْتِصْعَابِ الْكَلْبِ وَالْجَرَسِ فِي السَّفَرِ اور گھنٹی کو ساتھ رکھنا مکروہ ہے

(1696) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَصْعَبُ الْمَلَائِكَةُ رُفْقَةً فِيهَا كَلْبٌ أَوْ جَرَسٌ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فرشتے ان لوگوں کے ساتھ نہیں ہوتے جن میں کتاب یا گھنٹی ہو۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب کراہة الکلب والجرس فی السفر، جلد 6، صفحہ 162، رقم 5668 سنن ابوداؤد، باب فی تعلیق الاجراس، جلد 2، صفحہ 330، رقم 2556 الاداب للبیہقی، باب فی کراہیة تعلیق الاجراس، جلد 1، صفحہ 383، رقم 632 المعجم الاوسط للطبرانی، باب من اسمه محمود، جلد 8، صفحہ سنن ترمذی، باب کراہیة الاجراس علی الخیل، جلد 4، صفحہ 207، رقم 1703

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہاں ساتھیوں سے مراد سفر کے ساتھی ہیں، کتے سے مراد وہ کتا ہے جو شوقیہ رکھا گیا ہو بلا ضرورت، شکار یا حفاظت کے کتے کا یہ حکم نہیں۔ فرشتوں سے مراد رحمت کے فرشتے ہیں جو خصوصیت سے سفر میں مسلمانوں کے ساتھ رہتے ہیں خصوصاً غازی حاجی مسافروں کے ہمراہ۔ جس وہ گھنگر و باجہ وغیرہ جو اونٹ گھوڑوں کی گردن میں محض آواز کے لیے باندھے جاویں ہمارے ہاں یہ مکروہ تنزیہی ہیں، بعض علماء شام فرماتے ہیں کہ چھوٹے گھنگر و جائز ہیں بڑے اور بہت آواز والے مکروہ، ضرورتاً یہ بھی جائز ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ نے ایک بچی کے پاؤں سے آواز والے جھانجن اتروا دیے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت زبیر کے پاؤں سے جھانجن اتروا دیے اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ ہر باجے کے ساتھ شیطان ہے۔ (مرقاۃ) (بزاز المراجع، ج 5 ص 488)

(1697) وَعَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "الْجَرَسُ مَزَامِيرُ الشَّيْطَانِ". رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ عَلَى شَرْطِ مُسْلِمٍ.

ان ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گھنٹی شیطان کے سازوں میں سے ہے۔ اسے ابوداؤد نے شرط مسلم کے ساتھ صحیح سند سے روایت کیا۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب کراہة الکلب والجراس فی السفر، جلد 6، صفحہ 163، رقم 5670 الاداب للبیہقی، باب فی کراہیة تعلیق الاجراس، جلد 1، صفحہ 383، رقم 631 مسند امام احمد، مسند ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ، جلد 2، صفحہ 372، رقم 8838 مسند ابی یعلیٰ، مسند ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ، جلد 12، صفحہ 314، رقم 6518 مشکاة المصابیح، باب آداب السفر، الفصل الاول، جلد 2، صفحہ 385، رقم 3895

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

مزامیر جمع ہے زمار کی یہ زمار سے بنا بمعنی آرائشی آواز، اصطلاح میں ہر باجہ زمار ہے مگر جھانجھ تو مطلقاً حرام ہے، جھانجھ کے علاوہ دیگر باجے تاشہ نقارہ طبل وغیرہ اگر بیوہ و لعب کے لیے ہوں تو حرام ہیں ضرورتاً جائز ہیں جیسے جہاد میں

طبل جنگ، اعلان نکاح کے لیے دف یا تاشہ۔ سحری و افطاری کے لیے طبل یا نقارہ بجانا کہ یہ جائز ہیں اس کی کچھ بحث کتاب النکاح میں گزر چکی ہے، یہاں مرقات نے بھی کچھ بحث کی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جھانجھ کی حرمت بعینہ دوسرے باجوں کی حرمت لغیرہ۔ قوالی اور اس کے ڈھول کا مسئلہ ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول میں ملاحظہ کرو وہاں ہم نے اس کی نفیس بحث کی ہے۔ (بزائۃ النایح، ج ۵ ص ۷۸۹)

جلالہ جانور پر سواری مکروہ ہے اور وہ ایسے اونٹ یا ڈاچی ہیں جو گوہر کھاتے ہیں تو اگر یہ پاک چارا کھائیں حتیٰ کہ ان کا گوشت عمدہ ہو جائے تو کراہت زائل ہو جائے گی

165- بَابُ كَرَاهَةِ رُكُوبِ الْجَلَالَةِ وَهِيَ
الْبَعِيرُ أَوِ النَّاقَةُ الَّتِي تَأْكُلُ الْعُدْرَةَ
فَإِنْ أَكَلَتْ عَلْفًا ظَاهِرًا فَطَابَ
لِحُبِّهَا، زَالَتِ الْكَرَاهَةُ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گندگی کھانے والے اونٹ پر سواری سے منع فرمایا ہے۔ اسے ابو داؤد نے اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا۔

(1698) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا،
قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ
الْجَلَالَةِ فِي الْإِبِلِ أَنْ يُرْكَبَ عَلَيْهَا. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ
بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ.

تخریج حدیث: سنن ابو داؤد، باب فی رکوب الجلالۃ، جلد 2، صفحہ 330، رقم 2560 الاداب للبیہقی، باب کراہیۃ رکوب الجلالۃ، جلد 1، صفحہ 384، رقم 636 جامع الاصول لابن الیوم، باب الجلالۃ، جلد 7، صفحہ 433، رقم 5512
شرح حدیث: امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن جلالہ جانور کے متعلق فتاویٰ رضویہ میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

اسی سے تکرار لسان میں فرمایا اسی طرح بقیہ کتب میں مذکور ہے، ہندیہ کی کتاب الکراہیۃ میں قنیہ سے ہے:
ذکر محمد رحمہ اللہ تعالیٰ جدی او حمل یرضع بلبن الاتان یحل اکلہ ویکرہ۔
امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا بکری یا گائے کا بچہ گدھی کے دودھ سے پرورش پائے اس کا کھانا حلال ہے اور مکروہ ہے۔
(فتاویٰ ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب الحادی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۳۹)
اسی قنیہ میں بعض علماء سے قول ثانی نقل کیا، وہی ظاہر کلام فتاویٰ کبریٰ و خزائنہ المفتین کا مفاد، اور امام عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ارشاد سے استفاد، رد المحتار میں ہے:
فی شرح الوہبانیۃ عن القنیۃ راقما انہ یحل اذا ذبح بعد ایام والالا۔
شرح وہبانیۃ میں قنیہ سے نقل کیا کہ اگر چند روز کے بعد ذبح کیا تو حلال ہے ورنہ نہیں۔
(رد المحتار کتاب الکراہیۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۱۷)

سید ابوالسعود ازہری فتح اللہ المعین حاشیہ کنز میں فرماتے ہیں:

الجدی اذا ربی بلبین الاتان، قال ابن المبارک یکرہ اکلہ قال واخبرنی رجل عن الحسن، قال اذا ربی الجدی بلبین الخنزیر لابس بہ۔ قال معناه اذا اعتلف ایاما بعد ذلك كالجلالة کذا بخط شیخنا عن الغانیة۔ (فتح المعین علی الکفر لاسلام مسکین کتاب الکربہ فی فصل فی الاکل والشرب ایچ ایم سعید کہنی کراچی ۳/۳۸۶) بھیڑ کا بچہ گدھی کے دودھ سے پرورش پائے تو ابن مبارک نے فرمایا اس کا کھانا مکروہ ہے مجھے یک شخص نے حسن سے خبر دی انھوں نے کہا بھیڑ کا بچہ اگر خنزیر کے دودھ سے پرورش پائے تو حرج نہیں، انھوں نے فرمایا اس کا معنی یہ ہے کہ اس کے بعد وہ چارہ کھاتا رہا تو وہ جلالہ یعنی گندگی کھانیوالے جانور کی طرح ہے ہمارے شیخ کے سے یوں خانہ سے منقول ہے۔

ہندیہ کی کتاب الصيد والذباح میں ہے:

الجدی اذا کان یبوی بلبین الاتان والخنزیران اعتلف ایاما، فلا یاس لانه بمنزلة الجلالة والجلالة اذا حبست ایاما فعلقت لابس بها فكذا هذا، کذا فی الفتاویٰ الکبریٰ۔

(فتاویٰ ہندیہ کتاب الذباح الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۲۹۰)

بکری کا بچہ گدھی یا خنزیر کے دودھ سے پرورش پائے پھر چند روز چارہ کھالے تو کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ گندگی کھانے والے جانور کی طرح ہے اور یہ گندگی کھانے والا اگر چند روز قید میں رکھا جائے اور چارہ کھائے تو کوئی حرج نہیں اسی طرح یہ بھی ہے، فتاویٰ کبریٰ میں ایسے ہی ہے۔

اسی طرح خزانة المفتین میں برمز فتاویٰ کبریٰ سے منقول:

فقد علق نفي الباس على الاعتلاف فافاد وجوده عند عدمه، والباس انما هو فيما ينهي عنه۔

انھوں نے حرج کی نفی کو چارہ کھانے سے معلق کیا ہے تو چارہ نہ کھانے کی صورت میں حرج کا وجود ثابت ہوتا ہے اور حرج کا تعلق ممنوع چیز ہے۔

لہذا اختلاف علماء سے بچنے کے لئے اسلم وہی ہے کہ چند روز کا وقفہ دے کر ذبح کریں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ رضویہ، ج ۸، ص ۶۲۲)

مسجد میں تھوکن منع ہے اور تھوک پڑا ہو

تو اسے دور کرنے اور دیگر گندگیوں سے

مسجد کو پاک رکھنے کا حکم

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

166- بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْبُصَاقِ فِي الْمَسْجِدِ

وَالْأَمْرِ بِإِزَالَتِهِ مِنْهُ إِذَا وَجِدَ فِيهِ

وَالْأَمْرُ بِتَنْزِيهِهِ الْمَسْجِدِ عَنِ الْأَقْدَارِ

(1699) عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ

اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «الْبُصَاقُ فِي الْمَسْجِدِ خَطِيئَةٌ، وَكَفَّارَتُهَا دَفْنُهَا». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَالْمُرَادُ بِدَفْنِهَا إِذَا كَانَ الْمَسْجِدُ تَرَابًا أَوْ رَمْلًا وَنَحْوَهُ، فَيُؤَارِيهَا تَحْتَ تَرَابِهِ. قَالَ أَبُو الْمَعَاسِينِ الرَّوْيَانِيُّ مِنْ أَصْحَابِنَا فِي كِتَابِهِ الْبَحْرُ وَقِيلَ: الْمُرَادُ بِدَفْنِهَا إِخْرَاجُهَا مِنَ الْمَسْجِدِ، أَمَا إِذَا كَانَ الْمَسْجِدُ مُبَلَّطًا أَوْ مُجْتَصَّصًا، فَذَلِكَهَا عَلَيْهِ بِمَدَاسِهِ أَوْ بِغَيْرِهِ كَمَا يَفْعَلُهُ كَثِيرٌ مِنَ الْجُهَّالِ، فَلَيْسَ ذَلِكَ بِدَفْنٍ، بَلْ زِيَادَةٌ فِي الْخَطِيئَةِ وَتَكْثِيرٌ لِلْقَدْرِ فِي الْمَسْجِدِ، وَعَلَى مَنْ فَعَلَ ذَلِكَ أَنْ يَتَمَسَّحَهُ بَعْدَ ذَلِكَ بِتُوبِهِ أَوْ بِيَدِهِ أَوْ غَيْرِهِ أَوْ يَغْسِلَهُ.

نے فرمایا: مسجد میں تھوکنے کا گناہ ہے اس کا کفارہ اس کو دفن کرنا ہے۔ (متفق علیہ) دفن سے مراد ہے جب مسجد میں مٹی یا ریت ہو تو اس کو مٹی یا ریت کے نیچے دبا دیا جائے۔ ابوالحسن رویانی نے کتاب البحر میں ہمارے اصحاب سے بیان کیا اور کہا گیا ہے کہ دفن سے مراد مسجد سے اس کو باہر نکالنا ہے۔ بہر حال جب مسجد پختہ یا کچی ہو تو جھاڑو وغیرہ سے مل دینا جیسا کہ بہت جاہل کرتے ہیں یہ اسے دفن کرنا نہیں بلکہ غلاظت کی آلودگی میں اضافہ ہے اور یہ گناہ میں بھی اضافہ کا باعث ہے اور بعض نے یہ کہا کہ اس پر لازم ہے کہ مسجد سے اس کو کپڑے یا ہاتھ وغیرہ سے صاف کر دے۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب كفارة البتراق في المسجد، جلد 1، صفحہ 161، رقم 405 صحیح مسلم، باب النهی عن البصاق في المسجد في الصلاة، جلد 1، صفحہ 390، رقم 552 الاداب للبيهقي، باب النهی عن البصاق في المسجد، جلد 1، صفحہ 226، رقم 372 جامع الاصول لابن اثير، الفرع الاول في البصاق، جلد 11، صفحہ 194، رقم 8732 سنن النسائي، باب البصاق في المسجد، جلد 2، صفحہ 50، رقم 723

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ نے اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس سے معلوم ہوا کہ مسجد کے پکے فرش اور وہاں کی چٹائیوں، مصلوں پر ہرگز نہ تھو کے کیونکہ وہاں اسے دفن نہ کر سکے گا۔ یہ ان مسجدوں کے لیے حکم تھا جہاں کے فرش کچے تھے اور وہ بھی سخت ضرورت کے موقع پر جب کہ نماز میں کھنکارا جائے اور باہر جانے کا موقع نہ ہو، بلا وجہ وہاں تھوکنے سے منع اور اہانت کے لیے وہاں تھوکنے کفر ہے۔ (برزاة الناجح، ج 1 ص ۶۶۸)

حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول

اللہ ﷺ نے دیوار قبلہ میں سینڈھ یا تھوک یا بلغم دیکھا تو اس کو کھرتی دیا۔ (متفق علیہ)

(1700) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: أَنَّ

رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى فِي جِدَارِ الْقِبْلَةِ مَخَاطًا، أَوْ بُزَاقًا، أَوْ نُخَامَةً، فَحَكَّهُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب حك البتراق باليد في المسجد، جلد 1، صفحہ 90، رقم 407 صحیح مسلم، باب النهی عن البصاق في المسجد في الصلاة، جلد 2، صفحہ 76، رقم 1255 الموطأ امام مالك، باب النهی عن البصاق في القبلة، جلد 1، ص 195، رقم 458 مسند امام احمد، حدیث السيدة عائشة رضي الله عنها، جلد 6، صفحہ 148، رقم 25197 جامع الاصول لابن اثير، الفرع الاول في البصاق، جلد 11، صفحہ 195، رقم 8733

شرح حدیث: قبلہ کی جانب منہ کر کے نہ تھو کے

حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج السالکین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے قبلہ کی جانب تھوک دیکھا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر بہت گراں گزرا یہاں تک کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ اقدس سے غضب عیاں ہونے لگا، پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خود کھڑے ہوئے اور اپنے دست اقدس سے اس کو مٹل کر صاف کر دیا اور ارشاد فرمایا: تم میں سے جب کوئی نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو وہ اپنے رب عزوجل سے مناجات کر رہا ہوتا ہے۔ یا ارشاد فرمایا: یقیناً اس کے اور قبلہ کے درمیان اس کا رب کریم عزوجل (اپنی شان کے مطابق) ہوتا ہے لہذا تم میں سے کوئی بھی قبلہ کی جانب منہ کر کے نہ تھو کے، بلکہ اپنے بائیں یا اپنے قدموں میں یا پھر مسجد کے علاوہ کہیں اور جا کر تھو کے۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی چادر مبارک کا ایک کونہ پکڑا اور اس میں تھوک کر اس کو بقیہ چادر کے حصے پر ملتے ہوئے رگڑا اور ارشاد فرمایا: یا پھر وہ ایسا کر لیا کرے۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی، کتاب الصلوٰۃ، باب من بزق وجویصلی، الحدیث: ۳۵۹۵، ج ۲، ص ۴۱۵، بدون الغضب)

قبلہ کی طرف تھوکنے والے کی حکایت

میرے آقا علی حضرت، امام اہلسنت، مولینا شاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: حضرت سیدنا ابو یزید بسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمی بسطامی کے والد رحمہما اللہ تعالیٰ سے فرمایا: چلو اُس شخص کو دیکھیں جس نے اپنے آپ کو بنام ولایت مشہور کیا ہے۔ وہ شخص تریح ناس و مشہور زہد تھا، (یعنی عقیدہ تمندوں کا اُس کے پاس نجوم رہتا تھا اور دنیا سے بے رغبتی میں اُس کی شہرت تھی) جب وہاں تشریف لے گئے اتفاقاً اُس نے قبلہ کی طرف تھوکا، حضرت سیدنا ابو یزید بسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوراً واپس آئے اور اس سے سلام علیک نہ کی اور فرمایا: یہ شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے آداب سے ایک ادب پر تو آمین ہے نہیں، جس چیز کا اِذِ عا (یعنی دعویٰ کرنا) رکھتا ہے اُس پر کیا امین ہوگا۔

(الرسالة الفخیر پیہ میں 38۔ فتاویٰ رضویہ ج 21 ص 539)

اور دوسری روایت میں ہے، فرمایا: یہ شخص شریعت کے ایک ادب پر تو امین ہے نہیں اسرار الہیہ (یعنی اللہ عزوجل کے رازوں) پر کیوں کر امین ہوگا! (ایضاً ص 292 ایضاً ص 540)

حضرت سیدنا ابو یزید بسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: اگر تم کسی شخص کو ایسی کرامت دیا گیا بھی دیکھو کہ ہو پر چارزانو بیٹھ سکتا ہے تب بھی اُس سے فریب (دھوکا) نہ کھانا جب تک کہ فرض و واجب، مکروہ و حرام اور محافظتِ خد و دو آداب شریعت میں اس کا حال نہ دیکھ لو۔ (ایضاً ص 38 ایضاً ص 540)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ مساجد پیشاب اور غلاظت کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، قَالَ: إِنَّ هَذِهِ (1701) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ

بِالْكُلِّ لَأَقْتَنِيهِ يَه تَوَالِدُ تَعَالَى كَيْ ذَكَرَ أَوْ قَرَأَ حَكِيمَ كِي
تَلَاوَتِ كَيْ لِي هِي يَ أَوْ جَسَ طَرَحَ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ نِي
فَرَمَا يَ - (مَسْلَم)

الْمَسَاجِدَ لَا تَصْلُحُ لِشَيْءٍ مِّنْ هَذَا الْبَوْلِ وَلَا
الْقَدْرِ، إِنَّمَا هِيَ لِذِكْرِ اللَّهِ تَعَالَى، وَقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ أَوْ
كَمَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: رَوَاهُ
مُسْلِمٌ.

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب وجوب غسل البول وغیرہ من النجاسات اذا حصلت فی المسجد، جلد 1، ص 163، رقم
687، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب نجاسة الابوال والاروات، جلد 2، ص 412، رقم 4311 المعجم الاوسط للطبرانی، باب من اسمه
الفضل، جلد 5، صفحہ 162، رقم 4947 صحیح ابن حبان، باب تطهير النجاسة، جلد 4، صفحہ 246، رقم 1401، مسند امام احمد بن
حنبل، مسند انس بن مالک رضی اللہ عنہ، جلد 3، ص 191، رقم 13007

شرح حدیث: ذکر، نماز اور تلاوت قرآن کیلئے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مسجد میں
موجود تھے کہ ایک اعرابی آیا اور مسجد میں کھڑے ہو کر پیشاب کرنا شروع کر دیا۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے
اصحاب رضی اللہ عنہم نے (اسے) فرمایا، رک، جارک جا۔ رحمت کونین نے ارشاد فرمایا کہ اسے نہ روکو چھوڑ دو۔ صحابہ
کرام علیہم الرضوان نے اسے چھوڑ دیا حتیٰ کہ اس نے پیشاب کر لیا۔ پھر مبلغ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اسے بلا کر
(نرمی و شفقت) سے فرمایا یہ مساجد پیشاب اور گندگی کیلئے نہیں، یہ تو صرف اللہ عزوجل کے ذکر، نماز اور تلاوت قرآن کیلئے
ہیں۔ پھر آپ نے قوم کے ایک آدمی کو حکم فرمایا وہ پانی کا ایک ڈول لایا، جسے اس نے اس (پیشاب کی جگہ) پر بہا دیا۔
(مسلم، کتاب الطہارۃ، باب وجوب غسل البول الخ، ص 125، رقم: 100)

مسجد میں جھگڑا کرنا آواز بلند کرنا

گمشدہ چیز کا اعلان کرنا، خرید و

فروخت کرنا اور اجارہ وغیرہ

معاملات کرنا مکروہ ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں
نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جو مسجد میں کسی کو
گمشدہ چیز کا اعلان کرتے ہوئے سنے تو اس کو چاہیے کہ
وہ یہ کہے اللہ اس چیز کو تجھ پر واپس نہ کرے مساجد اس
کام کے لیے نہیں بنائی گئیں۔ (مسلم)

167- بَابُ كَرَاهَةِ الْخُصُومَةِ فِي الْمَسْجِدِ

وَرَفْعِ الصَّوْتِ فِيهِ وَنَشْدِ الضَّالَّةِ

وَالْبَيْعِ وَالشِّرَاءِ وَالْإِجَارَةِ

وَنَحْوِهَا مِنَ الْمُعَامَلَاتِ

(1702) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ

سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: «مَنْ

سَمِعَ رَجُلًا يَنْشُدُ ضَالَّةً فِي الْمَسْجِدِ فَلْيَقُلْ: لَا

رَدَّهَا اللَّهُ عَلَيْكَ، فَإِنَّ الْمَسَاجِدَ لَمْ تُبْنَ لِهَذَا»

رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب النهی عن لثه الضالة فی المسجد وما یقولہ من مع الشاذل جلد 2، ص 82، رقم 1288
 السنن الصغری، باب اللقیط، جلد 2، صفحہ 168، رقم 2362 سنن ابی داؤد، باب فی کراہیۃ الشاذل الضالۃ فی المسجد جلد 1، ص 177،
 رقم 473 سنن ابن ماجہ، باب النهی عن الشاذل الضوال فی المسجد جلد 1، ص 252، رقم 767 صحیح ابن حبان، باب المساجد جلد 4،
 صفحہ 529، رقم 1651

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ جانتان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
 چیخ کر شور مچا کر جس سے نمازیوں کی نمازوں میں خلل واقع ہو کیونکہ خاموشی سے گمشدہ چیز مسجد میں ڈھونڈھ لینا ممنوع
 نہیں جیسا کہ منشاء حدیث سے ظاہر ہے۔

یعنی مسجدیں دنیاوی باتیں کرنے، شور مچانے کے لئے نہیں بنیں، یہ تو نماز اور اللہ کے ذکر کے لیے بنی ہیں۔ بہتر یہ ہے
 کہ اس شور مچانے والے کو سنا کر کہے تاکہ وہ اس سے باز آجائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسجد میں بھیک مانگنا دیگر قسم کی
 دنیاوی باتیں کرنا منع ہے۔ بلکہ بعض علماء فرماتے ہیں کہ مسجد کے بھکاری کو خیرات نہ دو کہ یہ گناہ پر بدد ہے، حضرت علی مرتضیٰ
 نے جو نماز کی حالت میں سائل کو انگوٹھی خیرات کی وہ سائل غالباً مسجد سے باہر ہوگا یا آپ مسجد کی علاوہ کسی اور جگہ نماز پڑھ
 رہے ہوں گے۔ خیال رہے کہ نکاح، دینی وعظ، نعت خوانی، قاضی اسلام کے فیصلے یہ سب چیزیں دینی ہیں، لہذا مسجد میں
 جائز ہیں۔ ان کے متعلق احادیث وارد ہیں، البتہ جماعت کے وقت جب پہلی جماعت ہو رہی ہو یہ کام نہ کئے جاویں تاکہ
 نماز میں حرج نہ ہو بعد میں کئے جاویں۔ (بزاۃ الناجح، ج 1 ص ۲۶۸)

(1703) وَعَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "إِذَا رَأَيْتُمْ مَنْ يَبِيعُ أَوْ يَبْتَاغُ فِي الْمَسْجِدِ، فَقُولُوا: لَا أَرْبِحَ اللَّهُ بِتِجَارَتِكَ، وَإِذَا رَأَيْتُمْ مَنْ يَنْشُدُ ضَالَّةً فَقُولُوا: لَا رَدَّهَا اللَّهُ عَلَيْكَ". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ".
 انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
 جب تم اس شخص کو دیکھو جو مسجد میں خرید و فروخت کرتا
 ہے تو اسے کہو اللہ تجھے تیری تجارت میں نفع نہ دے اور
 جب تم گمشدہ چیز کے اعلان والے کو سنو تو کہو اللہ تیری چیز
 کو تجھ پہ نہ لوٹائے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ
 حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: سنن ترمذی، باب النهی عن البیع فی المسجد، جلد 3، صفحہ 610، رقم 1321 السنن الکبریٰ للبیہقی، باب
 کراہیۃ انشاء الضالۃ فی المسجد وغیر ذلک، جلد 2، ص 447، رقم 4518 سنن الدارمی، باب النهی عن استنشاد الضالۃ فی المسجد، جلد
 1، صفحہ 379، رقم 1401 البستدرک للحاکم، کتاب البیوع جلد 2، صفحہ 65، رقم 2339 المنتقى لابن الجارود، باب فی التجارات،
 جلد 1، ص 145، رقم 562

شرح حدیث: امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:
 اور ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں ایک ضابطہ کلیہ فرمایا ہے جس سے ان سب جزئیات کا حکم صاف
 ہو جاتا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

من سمع رجلا ینشد ضالة فی المسجد فلیقل لاردها الله علیک فان المساجد لم تبین لهذا۔
رواه مسلم عن ابی ہریرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(صحیح مسلم باب النبی عن نشد الضالة فی المسجد الخ مطبوعہ نور محمد اصح الطابع کراچی ۲۱۰/۱)

جو کسی شخص کو سنے کہ مسجد میں اپنی گم شدہ چیز دریافت کرتا ہے تو اس پر واجب ہے کہ اس سے کہے اللہ تیری گئی چیز مجھے نہ ملائے مسجد میں اس لئے نہیں بنیں، اسے مسلم نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

اسی حدیث کی دوسری روایت میں ہے:

اذا رایتہم من یتباع فی المسجد فقولوا لا اربح الله تجارتک یہ رو الترمذی وصححه والحاکم عنہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (جامع الترمذی ابواب البیوع باب النبی عن البیوع فی المسجد مطبوعہ امین کہنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱۵۸/۱)

جب تم کسی کو مسجد میں خرید و فروخت کرتے دیکھو تو کہو اللہ تیرے سودے میں فائدہ نہ دے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور اسے صحیح کہا اور حاکم نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

اور ظاہر ہے کہ مسجد میں سونے۔ کھانے پینے کو نہیں بنیں تو غیر معتکف کو ان میں ان افعال کی اجازت نہیں اور بلاشبہ اگر ان افعال کا دروازہ کھولا جائے تو زمانہ فاسد ہے اور قلوب ادب و ہیبت سے عاری، مسجدیں چوپال ہو جائیں گی اور ان کی بے حرمتی ہوگی وکل مادی الی منظور منظور (ہر وہ شخص جو ممنوع تک پہنچائے ممنوع ہو جاتی ہے۔ ت) جو بخیاں تہجد یا جماعت صبح مسجد میں سونا چاہے تو اسے کیا مشکل ہے اعتکاف کی نیت کر لے کچھ حرج نہیں، کچھ تکلیف نہیں، ایک عبارت بڑھتی ہے۔ اور سونا بالاتفاق جائز ہو جاتا ہے

مدیة المفتی پھر غمزا العیون اور سراجیہ پھر ہندیہ پھر رد المحتار میں ہے:

واذا اراد ذلك ینبغی ان ینوی الاعتکاف فیدخل فیذکر الله تعالیٰ بقدر مانوی اویصلی ثم

یفعل ماشاء۔ واللہ تعالیٰ اعلم (رد المحتار باب الاعتکاف مطبوعہ ایچ ایم سعید کہنی کراچی ۲۳۶/۲)

جب ارادہ کرے کھانے پینے کا، تو اعتکاف کی نیت کرے، پھر مسجد میں داخل ہو جائے۔ پس اللہ تعالیٰ کا ذکر

نیت کے مطابق کرے یا نماز پڑھے، پھر وہاں جو چاہے کرے، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۸، ص ۹۲)

(1704) وَعَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ

رَجُلًا نَشَدَ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ: مَنْ دَعَا إِلَى الْجَمَلِ

الْأَحْمَرِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

«لَا وَجَدْتُ، إِنَّمَا بُنِيَتِ الْمَسَاجِدُ لِمَا بُنِيَتْ لَهُ»۔

رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی

نے مسجد میں اعلان کیا کہ مجھ کو سرخ اونٹ کے بارے

کون بتائے گا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو نہ پائے

مساجد تو اس لیے بنائی گئی ہیں جس کے لیے بنائی گئی

ہیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب النہی عن نشہ الضالۃ فی المسجد وما یقولہ من سمع الناشد، جلد 2، ص 82، رقم 1290 السنن الکبریٰ للبیہقی، باب کراهیۃ النشاد الضالۃ فی المسجد وغیر ذلک، جلد 2، ص 447، رقم 4517 سنن ابن ماجہ، باب النہی عن النشاد الضوال فی المسجد جلد 1، ص 252، رقم 765 صحیح ابن حبان، باب الساجد، جلد 4، صفحہ 530، رقم 1652 صحیح ابن خزیمہ، باب النہی عن نشہ الضوال فی المسجد، جلد 2، صفحہ 272، رقم 1301

شرح حدیث: امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں: اور شبہہ نہیں کہ یہ اہتمام صاحب مقام کی ہیبت و اجلال کے لیے ہے (صلی اللہ تعالیٰ وسلم) تو دربار الہی جل جلالہ کا ادب و احترام تو اس سے بد رجہا اعلیٰ و اہم ہے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کس نے نہ سنا: قیامت کے دن دربار الہی میں ساری آوازیں سہمی ہوں گی اور سرگوشی کے علاوہ کچھ بھی سن نہ سکو گے۔ مسجد اللہ تبارک و تعالیٰ کا دربار عالی ہے، واللہ العظیم اگر آدمی مسجد کی حاضری کے وقت قیامت میں رب العالمین کے حضور اپنا کھڑا ہونا یاد کرے اور مقام کی عظمت یاد کر کے سوچے کہ کہاں اور کس واسطے کھڑا ہے تو اجازت یافتہ انسانوں کے علاوہ (یعنی قاری اور خطیب) کسی کی آواز نہ نکلے پس اصل حکم یہی ہوا کہ مسجد میں اجازت یافتہ لوگوں کے سوا کسی کی سرگوشی کے علاوہ کچھ نہ سنا جاسکے اسی لیے احادیث کریمہ میں مسجد میں آواز بلند کرنے کی ممانعت آئی۔

① ابن ماجہ عن واثلۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جنبوا

امساجدکم صبیانکم و مجانینکم و شعاءکم و بیعکم و خصوصاتکم و رفع اصواتکم۔

(سنن ابن ماجہ ابواب المساجد والجماعات باب کبرہ فی المسجد ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۵۵)

ابن ماجہ نے واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی مسجدوں کو اپنے بچوں، پاگلوں، خرید و فروخت، لڑائی جھگڑا اور بلند آوازی سے محفوظ رکھو

② وابن عدی و الطبرانی فی الکبیر و البیہقی و ابن عساکر عن مکحول عن واثلۃ و ابی الدرداء و

ابی امامۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جنبوا مساجدکم صبیانکم

و مجانینکم و سل سیوفکم و اقامۃ حدودکم و رفع اصواتکم و خصوصاتکم۔

(کنز العمال، بحوالہ عدو طب و ق و ذکر عن مکحول عن واثلہ و ابی الدرداء و ابی امامۃ حدیث ۲۰۸۳۳ / ۷ / ۶۷۰) (تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ العلماء بن کثیر

۵۵۸۸ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵۰ / ۱۵۳) (المجموع الکبیر حدیث ۷۶۰۱ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۸ / ۱۵۶)

ابن عدی اور طبرانی نے بمعجم کبیر میں اور بیہقی و ابن عساکر نے مکحول سے انہوں نے واثلہ سے اور ابوالدرداء اور ابو

امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی اپنی مسجدوں کو اپنے بچوں، پاگلوں اور بے نیام تلواریں، حدیں قائم

کرنے اور جھگڑنے سے محفوظ رکھو۔

③ عبد الرزاق فی مصنفہ قال حدثنا محمد بن مسلم عن عبد ربہ بن عبد اللہ عن مکحول عن

معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جنبوا مساجدکم و مجانینکم و رفع اصواتکم و سل سیوفکم و شعاءکم و اقامۃ حدودکم و خصوصاتکم۔

نینکم و صبیانکم و رفع اصواتکم و سل سیوفکم و بیعکم و شعاءکم و اقامۃ حدودکم و خصوصاتکم۔

(المصنف لعبدالرزاق حدیث ۱۷۲۶ المکتبۃ الاسلامیہ بیروت ۱-۲۲-۲۳۱)

(۳) عبدالرزاق نے اپنے مصنف میں محمد ابن مسلم، عبد ربہ ابن عبد اللہ مکحول عن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ وسلم روایت کی اپنی مسجدوں کو اپنے پاگلوں، بچوں اور آواز بلند کرنے، تلواریں بے نیام کرنے بیع و شراء اور حدود قائم کرنے اور جھگڑوں سے محفوظ رکھو۔

⑥ والا ما مر ابن النبارك عن عبيد الله بن ابي حفص يرفعه الى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال من اجاب داعي الله واحسن عماره مساجد الله كانت تحفته بذلك من الله الجنة قيل يا رسول الله ما احسن عماره مساجد الله قال لا يرفع فيها صوت ولا يتكلم فيها بالرفث۔

(کنز العمال بحوالہ ابن مبارک عن عبيد الله حدیث ۲۰۸۳۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۷-۲۷۱)

(۴) امام عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے عبيد اللہ بن ابی حفص سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک سند پہنچائی کہ آپ نے فرمایا کہ جس نے اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے کی پکار کا جواب دیا اور مسجد کو اچھی طرح آباد کیا تو بدلہ میں اس کا جنت کا تحفہ ملے گا لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد کو اچھی طرح آباد کرنا کس طرح ہوتا ہے فرمایا اس میں آواز بلند نہ کرو اور یا وہ گوئی میں بتا نہ ہو۔ (قادی رضویہ، ج ۲۸، ص ۱۵۶)

حضرت عمرو بن شعیب نے اپنے والد سے انہوں

(1705) وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ،

نے ان کے دادا سے روایت کی ہے رسول اللہ ﷺ نے مسجد میں خرید و فروخت کرنے سے اور اس میں گشہ چیز کا اعلان کرنے سے اور اس میں شعر پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ اسے ابو داؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا

عَنْ جَدِّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الشِّرَاءِ وَالْبَيْعِ فِي الْمَسْجِدِ، وَأَنْ تُنْشَدَ فِيهِ ضَالَّةٌ، أَوْ يُنْشَدَ فِيهِ شِعْرٌ۔ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ"۔

کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: سنن ابو داؤد، باب التعلق يوم الجمعة قبل الصلاة، جلد 1، ص 419، رقم 1081 سنن ترمذی، باب النهی عن البيع في المسجد، جلد 3، صفحہ 610، رقم 1321 خلاصۃ الاحکام فی مہمات السنن للنووی، باب النهی عن التعلق في الجامع قبل الصلاة، جلد 2، ص 787، رقم 2761 السنن الکبریٰ للبیہقی، باب کراهية انشاد الضالّة في المسجد وغير ذلك، جلد 2، ص 448، رقم 4521 سنن النسائی الکبریٰ، باب النهی عن الشراء والبيع في المسجد، جلد 1، ص 262، رقم 793

شرح حدیث: اشعار کا بیان

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وَالشُّعْرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ ۚ أَلَمْ تَرَ أَنَّهُمْ فِي كُلِّ وَادٍ يَهِيمُونَ ۚ وَأَنَّهُمْ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ ۚ إِلَّا الَّذِينَ

أَمَّنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ۚ ذَٰلِكُمْ وَاللَّهُ كَشِيفٌ لِأَشْوَابِهَا ۚ أَتَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا ۙ (پ ۱۹، اشراء: ۲۲۵-۲۲۷)

اور شاعروں کی پیروی گمراہ کرتے ہیں، کیا تو نے نہ دیکھا کہ وہ ہرنالے میں بھٹکتے پھرتے ہیں اور وہ کہتے ہیں جو

نہیں کرتے مگر وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے اور بکثرت اللہ (عزوجل) کی یاد کی اور بدلا لیا اس کے بعد کہ ان پر ظلم ہوا۔ یعنی ان کے لیے وہ حکم نہیں۔

حدیث ۱: صحیح بخاری میں ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بعض اشعار حکمت ہیں۔ (صحیح بخاری، کتاب الادب، باب ما يجوز من الشعر... الخ، الحدیث: ۶۱۳۵، ج ۴، ص ۱۳۹)

حدیث ۲: صحیح بخاری و مسلم میں براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ مشرکین کی ہجو کرو، جبریل تمہارے ساتھ ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حسان سے فرماتے: تم میری طرف سے جواب دو۔ الہی تو روح القدس سے حسان کی تائید فرما۔

(صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابہ، باب فضائل حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ، الحدیث: ۱۵۱- (۲۳۸۵)، و: ۱۵۳- (۲۳۸۶)، ص ۱۳۵- (۳۵۱) حدیث ۳: صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی، کہتی ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حسان سے یہ فرماتے سنا کہ روح القدس ہمیشہ تمہاری تائید میں ہے، جب تک تم اللہ و رسول (عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف سے مدافعت کرتے رہو گے۔

(صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابہ، باب فضائل حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ، الحدیث: ۱۵۷- (۲۳۹۰)، ص ۱۳۵۲) حدیث ۴: دارقطنی نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس شعر کا ذکر آیا۔ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: وہ ایک کلام ہے، اچھا ہے تو اچھا ہے اور برا ہے تو برا۔ (سنن الدارقطنی، کتاب الوکالہ، خبر الواحد یوجب العمل، الحدیث: ۴۲۶۱، ج ۴، ص ۱۸۳)

حدیث ۵: صحیح بخاری و مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی کا پیٹ پیپ سے بھر جائے جو اسے فاسد کر دے، یہ بہتر ہے اس سے کہ شعر سے بھرا ہو۔

(صحیح بخاری، کتاب الادب، باب ما یکرہ ان یكون الغالب علی ال انسان... الخ، الحدیث: ۶۱۵۵، ج ۴، ص ۱۳۳) حدیث ۶: صحیح مسلم میں ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ عرج میں جا رہے تھے، ایک شاعر شعر پڑھتا ہوا سامنے آیا۔ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: شیطان کو پکڑو آدمی کا جوف پیپ سے بھرا ہو، یہ اس سے بہتر ہے کہ شعر سے بھرا ہو۔ (صحیح مسلم، کتاب الشعر، الحدیث: ۹- (۲۲۵۹)، ص ۱۲۳۹)

حدیث ۷: امام احمد نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت قائم نہ ہوگی جب تک ایسے لوگ ظاہر نہ ہوں جو اپنی زبانوں کے ذریعہ سے کھائیں گے، جس طرح گائے اپنی زبان سے کھاتی ہے۔ (السند امام احمد بن حنبل، مسند ابی اسحاق سعد بن ابی وقاص، الحدیث: ۱۵۹۷، ج ۱، ص ۳۸۹)

یعنی ان کا ذریعہ رزق لوگوں کی تعریف و مذمت کرنا ہے اور اس میں حق و ناحق کا بالکل خیال نہ کریں گے، جس طرح گائے اس کا خیال نہیں کرتی ہے کہ یہ چیز مفید ہے یا مضر جو چیز زبان کے سامنے آگئی کھائی۔

ان احادیث سے یہ معلوم ہوا کہ اشعار اچھے بھی ہوتے ہیں اور برے بھی، اگر اللہ و رسول (عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) کی تعریف کے اشعار ہوں یا ان میں حکمت کی باتیں ہوں اچھے اخلاق کی تعلیم ہو تو اچھے ہیں اور اگر لغو و باطل پر مشتمل ہوں تو برے ہیں اور چونکہ اکثر شعر ایسے ہی بے تکی ہاںکتے ہیں اس وجہ سے ان کی مذمت کی جاتی ہے۔

مسئلہ ۱: جو اشعار مباح ہوں ان کے پڑھنے میں حرج نہیں، اشعار میں اگر کسی مخصوص عورت کے اوصاف کا ذکر ہو اور وہ زندہ ہو تو پڑھنا مکروہ ہے اور مرچکی ہو یا خاص عورت کا ذکر نہ ہو تو پڑھنا جائز ہے۔ شعر میں لڑکے کا ذکر ہو تو وہی حکم ہے جو عورت کے متعلق اشعار کا ہے۔ (الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الکراہیۃ، الباب السابع عشر فی الغناء، ج ۵، ص ۳۵۱-۳۵۲)

مسئلہ ۲: اشعار کے پڑھنے سے اگر یہ مقصود ہو کہ ان کے ذریعہ سے تفسیر و حدیث میں مدد ملے یعنی عرب کے محاورات اور اسلوب کلام پر مطلع ہو، جیسا کہ شعراء جاہلیت کے کلام سے استدلال کیا جاتا ہے، اس میں کوئی حرج نہیں۔ (المرجع السابق، ص ۳۵۲) بہار شریعت حصہ شانزدہم (۱۶) ص ۵۱۳-۵۱۴

حضرت سائب بن یزید صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں مسجد میں تھا مجھے کسی نے ایک کنکری ماری میں نے دیکھا تو وہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تھے فرمایا جا ان دو کو میرے پاس بلا کے لا۔ پس میں ان دونوں کو آپ کے پاس لایا تو آپ نے فرمایا: تم کہاں سے آئے ہو انہوں نے کہا ہم اہل طائف سے ہیں۔ آپ نے فرمایا: تم اگر اس شہر والوں سے ہوتے تو میں تم کو سزا دیتا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں آواز بلند کرتے ہو۔

(1706) وَعَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدٍ الصَّخَاوِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كُنْتُ فِي الْمَسْجِدِ فَخَصَبَنِي رَجُلٌ، فَنظَرْتُ فَإِذَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَالَ: أَذْهَبَ فَأَتِيَنِي بِهَذَيْنِ، فِجَنَّتُهُ بِيَهْمًا، فَقَالَ: مِنْ أَيْنَ أَنْتُمْ؟ فَقَالَ: مِنْ أَهْلِ الطَّائِفِ، فَقَالَ: لَوْ كُنْتُمَا مِنْ أَهْلِ الْبَلَدِ، لَأَوْجَعْتُكُمَا، تَرَفَعَانِ أَصْوَاتَكُمَا فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ! رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

(بخاری)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب رفع الصوت فی المساجد، جلد 1، ص 101، رقم 470 السنن الکبریٰ للبیہقی، باب کراہیۃ انشاد الضالۃ فی المسجد وغیر ذلک، جلد 2، ص 447، رقم 4519 خلاصۃ الاحکام فی مہمات السنن للنوی، باب فیما ینہی عنہ من الاقوال والافعال فی المسجد، جلد 1، ص 307، رقم 885 تحفة الاشراف المعرفۃ الالمراف لللمزی، حدیث السائب بن یزید الکنندی جلد 8، ص 22، رقم 10442 کنز العمال، باب حقوق المسجد، جلد 8، صفحہ 528، رقم الحدیث 23084

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ بہت نوجوان صحابی ہیں، اپنے والد کے ساتھ حجۃ الوداع میں حضور کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اس وقت آپ

کی عمر سات سال تھی۔

حضرت سائب کا مسجد نبوی میں سونا اس لئے تھا کہ آپ مسافر تھے یا نیت اعتکاف کر لیتے تھے یا آپ جائز سمجھتے

تھے۔ بعض علماء مسجد میں سونے کو مکروہ کہتے ہیں، بعض بلا کراہت جائز، حضرت فاروق اعظم نے انہیں آواز دے کر نہ جگایا

مسجد پاک کا احترام کرتے ہوئے۔

مسجد نبوی میں بلند آواز سے باتیں کرنے پر کیونکہ مدینہ والے یہاں کے آداب سے واقف ہیں تم لوگ پر دیسی ہو مسائل سے پورے واقف نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حاکم گناہ صغیرہ پر بھی تعزیر اسزا دے سکتا ہے، جہاں علم کی روشنی کم پہنچتی ہو یا بالکل نہ پہنچی ہو وہاں کے لوگوں کو بے علمی پر معذور رکھا جاسکتا ہے، ورنہ بے علمی عذر نہیں۔ خیال رہے کہ طائف حجاز کا مشہور شہر ہے، مکہ معظمہ سے تین منزل دور سیدنا عبداللہ ابن عباس کا مزار پر نواز وہیں ہے۔ فقیر نے زیارت کی ہے۔

مرقاۃ نے فرمایا کہ مسجد نبوی کی حرمت دوسری مسجدوں سے زیادہ ہے کہ حضور اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں، وہاں حضور کا دربار ہے، اس کا ادب چاہیے۔ وہ حضرات دنیوی باتیں اونچی آواز سے کر رہے تھے، ورنہ مسجد میں درس و تدریس، ذکر اللہ، نعت شریف وغیرہ بلند آواز سے کر سکتے ہیں، جب کہ نمازیوں کو تکلیف نہ ہو۔ (مزاۃ المناجیح، ج 1 ص ۷۰۱)

لہسن پیاز گندنا وغیرہ بدبودار چیز

کھائی ہو تو بدبو زائل کرنے سے

پہلے بلا ضرورت مسجد میں

جانا منع ہے

168 بَابُ نَهْيِ مَنْ أَكَلَ ثُومًا أَوْ بَصَلًا

أَوْ كَرَاثًا أَوْ غَيْرَهُ مِمَّا لَهُ رَائِحَةٌ كَرِيهَةٌ

عَنْ دُخُولِ الْمَسْجِدِ قَبْلَ زَوَالِ

رَائِحَتِهِ إِلَّا لِبُضْرَةٍ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اس درخت سے یعنی لہسن

سے کھایا ہو وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے۔ ایک

روایت میں ہے ہماری مسجدوں کے قریب نہ

آئے۔ (مشق علیہ) مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے

کہ ہماری مسجدوں کے قریب نہ آئے۔

(1707) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ

النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «مَنْ أَكَلَ مِنْ

هَذِهِ الشَّجَرَةِ - يَعْنِي: الثُّومَ - فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا»

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: «مَسَاجِدَنَا».

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب ماجاء فی الثوم والنبی والبصل والکراث، جلد 1، ص 170، رقم 853 صحیح مسلم، باب نہی

من أكل ثوماً أو بصلاً أو کراثاً أو نحوها، جلد 2، ص 79، رقم 1279 الاداب للبيهقي، باب فی الثوم والبصل والکراث، جلد 1، صفحہ

257، رقم 426 سنن ابوداؤد، باب فی اکل الثوم، جلد 3، صفحہ 425، رقم 3827 سنن الدارمی، باب فی اکل الثوم، جلد 2، صفحہ 139،

رقم 2053

شرح حدیث: امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن نماز جنازہ میں پڑھی جانے والی دعاؤں کے متعلق

فتاویٰ رضویہ میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

مسجد کو بو سے بچانا واجب ہے، ولہذا مسجد میں مٹی کا تیل جلانا حرام، مسجد میں دیاسلانی سلگانا حرام، حتی کہ حدیث میں

ارشاد ہوا: وان یسرفیہ بلحم نیئ۔ یعنی مسجد میں کچا گوشت لے جانا جائز نہیں،

(سنن ابن ماجہ ابواب المساجد باب ما یکرہ فی المساجد صحیح ایم سعید کمپنی کراچی ص ۵۵)

حالانکہ کچے گوشت کی بو بہت خفیف ہے تو جہاں سے مسجد میں بو پہنچے وہاں تک ممانعت کی جائے گی، مسجد عام جماعت کیلئے بنائی جاتی ہے اور جماعت ہر مسلمان پر واجب ہے یہاں تک کہ ترک جماعت پر صحیح حدیث میں فرمایا: ظلم ہے اور کفر ہے۔ اور نفاق یہ کہ آدمی اللہ کے منادی کو پکارتا سنے اور حاضر نہ ہو۔

صحیح مسلم شریف میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے:

لَوْ صَلَّيْتُمْ فِي بَيْوتِكُمْ كَمَا يَصِلُ هَذَا الْبَتَّخْلَفُ لَتَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ وَلَوْ تَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ لَضَلَلْتُمْ ا-

وفی روایة ابی داؤد لکفرتم ۲۔ (۱) صحیح مسلم کتاب المساجد باب فضل صلوة الجماعة و بیان التثدیة یدارح قدیمی کتب خانہ کراچی /

(۲۳۲) (۲) سنن ابوداؤد کتاب الصلوة باب التثدیة فی ترک الجماعة آفتاب عالم پریس لاہور / ۸۱

یعنی اگر مسجد میں جماعت کو حاضر نہ ہو گے اور گھروں میں نماز پڑھو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے ایمان سے نکل

جاؤ گے (اور ابوداؤد کی روایت میں ہے تم کافر ہو جاؤ گے۔)

بایں ہمہ صحیحین کی حدیث میں ارشاد ہوا:

من اکل من هذه الشجرة الخبيثة فلا يقرب من مصلانا۔

(صحیح مسلم کتاب المساجد باب من اکل ثوما لحدیث قدیمی کتب خانہ کراچی / ۲۰۹)

جو اس گندے پیڑ میں سے کھالے یعنی کچا پیاز یا کچا لہسن وہ ہماری مسجد کے پاس نہ آئے۔ اور فرمایا:

فان السلکة تتأذى مبايتأذى منه بنوا دم۔

یعنی یہ خیال نہ کرو کہ اگر مسجد خالی ہے تو اس میں کسی بو کا داخل کرنا اس وقت جائز ہو کہ کوئی آدمی نہیں جو اس سے ایذا

پائے گا ایسا نہیں بلکہ ملائکہ بھی ایذا پاتے ہیں اس سے جس سے ایذا پاتا ہے انسان۔ مسجد کو نجاست سے بچانا فرض

ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (صحیح مسلم کتاب المساجد باب من اکل ثوما لحدیث قدیمی کتب خانہ کراچی / ۲۰۹) (فتاویٰ رضویہ، ج ۱۶ ص ۲۲۹)

حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ رسول

(1708) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ:

اللہ نے فرمایا: جس نے اس درخت لہسن سے کھایا ہو

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ أَكَلَ مِنْ

وہ ہمارے قریب نہ آئے اور ہمارے ساتھ نماز نہ

هَذِهِ الشَّجَرَةِ فَلَا يَقْرَبَنَا، وَلَا يُصَلِّيَنَّ مَعَنَا۔

پڑھے۔ (متفق علیہ)

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب ماجاء فی الثوم والنبی والبصل والکراث، جلد 1، ص 171، رقم 856 صحیح مسلم، باب من

من اکل ثوما او بصل او کراٹا او نحوھا، جلد 2، صفحہ 79، رقم 1278 السنن الکبریٰ للبیہقی، باب ماجاء فی منع من اکل ثوما او بصل

او کراٹا، جلد 3، ص 76، رقم 5253 الالمام باحدیث الاحکام لابن دقیق العید، باب صلاة الخوف، جلد 1، ص 207، رقم 370 سنن

ترمذی، باب کراهیة اکل الثوم والبصل، جلد 4، صفحہ 260، رقم 1806

شرح حدیث: کچی پیاز کھانے سے بھی منہ بد بودار ہو جاتا ہے

کچی مٹولی، کچی پیاز، کچا لہسن اور ہر وہ چیز کہ جس کی بو ناپسند ہو اسے کھا کر مسجد میں اُس وقت تک جانا جائز نہیں جب تک کہ ہاتھ منہ وغیرہ میں بو باقی ہو کہ فرشتوں کو اس سے تکلیف ہوتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے، اللہ کے محبوب، دانائے عُیُوب، مُنَزَّہ عَنِ الْعُیُوبِ عَزَّ وَجَلَّ وَصَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: جس نے پیاز، لہسن یا گندنا (لہسن سے مشابہ ایک ترکاری) کھائی وہ ہماری مسجد کے قریب ہرگز نہ آئے۔ اور فرمایا: اگر کھانا ہی چاہتے ہو تو پکا کر اس کی بو دور کر لو۔

(صحیح مسلم ص ۲۸۲ حدیث ۵۶۳ دار ابن حزم بیروت)

صدر الشریعہ بدر الطریق علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: مسجد میں کچا لہسن اور کچی پیاز کھانا یا کھا کر جانا جائز نہیں جب تک کہ بو باقی ہو۔ اور یہی حکم ہر اُس چیز کا ہے جس میں بو ہو جیسے گندنا (یہ لہسن سے ملتی جلتی ترکاری ہے) مٹولی، کچا گوشت اور مٹی کا تیل، وہ دیا ستلانی جس کے رگڑنے میں بو اڑتی ہو، ریح خارج کرنا وغیرہ وغیرہ۔ جس کو گندہ ذہنی کا عارضہ (یعنی منہ سے بد بو آنے کی بیماری) یا کوئی بد بودار زخم ہو یا کوئی بد بودار دوا لگائی ہو تو جب تک بو منقطع (یعنی ختم) نہ ہو اُس کو مسجد میں آنے کی ممانعت ہے۔ (بہار شریعت ج ۳ ص ۱۵۴)

بد بودار منہ لے کر مسلمانوں کے مجمع میں جانے کی ممانعت

مفسر شہیر حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں: مسلمانوں کے مجمعوں، درس قرآن کی مجلسوں، علمائے دین و اولیائے کابلیں کی بارگاہوں میں بد بودار منہ لے کر نہ جاؤ۔ (مراۃ ج ۶ ص ۲۵) مزید فرماتے ہیں: جب تک منہ میں بد بو رہے گھر میں ہی رہو، مسلمانوں کے جلسوں، مجمعوں میں نہ جاؤ۔ حقہ پینے والے، تمباکو والا پان کھا کر کھلی نہ کرنے والوں کو اس سے عبرت پکڑنی چاہئے۔ فقہائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: جسے گندہ ذہنی کی بیماری ہو اُسے مسجدوں کی حاضری مُعَاف ہے۔ (مراۃ ج ۶ ص ۲۶)

بد بودار مرہم لگا کر مسجد میں آنے کی ممانعت

میرے آقا علی حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: جس کے بدن میں بد بو ہو کہ اُس سے نمازیوں کو ایذا ہو مثلاً معاذ اللہ گندہ ذہن (یعنی جس کو منہ سے بد بو آنے کی بیماری ہو) گندہ بغل (یعنی جس کو بغل سے بد بو آنے کا مرض ہو) یا جس نے خارش وغیرہ کے باعث گندھک ملی (یا کوئی سابد بو دار مرہم یا لوشن لگایا) ہو اُسے بھی مسجد میں نہ آنے دیا جائے۔ (فتاویٰ رضویہ تخریج شدہ ج ۸ ص ۷۲)

آرٹھی کا تیل

ملک العلماء مولانا محمد ظفر الدین بہاری علیہ رحمۃ اللہ الہادی (المتوفی ۱۳۸۲ھ) حیاتِ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں رقم طراز ہیں: مولانا سید ایوب علی علیہ رحمۃ اللہ الغنی کا بیان ہے برسات کا موسم تھا، عشاء کے وقت ہوا کے تیز

جھونکے مسجد کے کڑوے تیل کا چراغ بار بار گل کر دیتے تھے، جس کے روشن کرنے میں بارش کی وجہ سے سخت دقت ہوتی تھی۔ اور اسکی وجہ ایک یہ بھی تھی کہ خارج مسجد دیا سلائی جلانے کا حکم تھا۔ اس زمانہ میں ناروے کی دیا سلائی استعمال کی جاتی تھی، جس کے روشن کرنے میں گندھک کی بو نکلتی تھی، لہذا اس تکلیف کی مدافعت حضور کے خادم خاص حاجی کفایت اللہ صاحب نے یہ کی کہ ایک لائٹن میں معمولی شیشے لگوا کر کچی میں ارنڈی کا تیل ڈالا اور روشن کر کے امام اہلسنت اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن کے ساتھ ساتھ مسجد کے اندر لے جا کر رکھ دی۔

تھوڑی دیر ہوئی کہ اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ الرحمن کی نظر اس پر پڑی، ارشاد فرمایا حاجی صاحب! آپ نے یہ مسئلہ بارہا سنا ہوگا کہ مسجد میں بدبودار تیل نہیں جلانا چاہیے۔ انھوں نے عرض کیا حضور! اس میں ارنڈی کا تیل ہے۔ فرمایا راغبیر دیکھ کر کیسے سمجھیں گے کہ اس لائٹن میں ارنڈی کا تیل جل رہا ہے؟ وہ تو یہی کہیں گے کہ دوسروں کو فتویٰ دیا جاتا ہے کہ مٹی کا بدبودار تیل مسجد میں نہ جلاؤ اور خود مسجد میں لائٹن جلوار ہے ہیں، ہاں! اگر آپ برابر اسکے پاس یہ کہتے رہیں کہ اس لائٹن میں ارنڈی کا تیل ہے، تو مضائقہ نہیں، چنانچہ حاجی صاحب نے فوراً اس لائٹن کو گل کر کے خارج مسجد کر دیا۔ (حیات اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ، ج ۱، ص ۱۳۹)

(1709) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ أَكَلَ ثُومًا أَوْ بَصَلًا فَلْيَعْتَزِلْنَا، أَوْ فَلْيَعْتَزِلْ مَسْجِدَنَا». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: «مَنْ أَكَلَ الْبَصَلَ وَالثُّومَ، وَالْكُرَاتِ، فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا، فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَتَأَذَّى مِنْهَا يَتَأَذَّى مِنْهُ بَنُو آدَمَ».

حضرت جابر رضي الله عنه سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلى الله عليه وسلم نے فرمایا: جس نے لہسن یا پیاز کھایا ہو وہ ہم سے علیحدہ رہے یا فرمایا وہ ہماری مسجد سے علیحدہ رہے۔ (متفق علیہ) اور مسلم کی ایک روایت میں ہے جس نے پیاز لہسن یا گندنا کھایا ہو تو وہ ہماری مسجدوں کے ہرگز قریب نہ آئے کیونکہ فرشتوں کو اس سے اذیت ہوتی ہے جس سے اولاد آدم کو اذیت ہوتی ہے۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب ما جاء في الثوم والنبی والبصل والكرات، جلد 1، ص 170، رقم 855 صحیح مسلم، باب نہی من اكل ثوما او بصلا او كراتا او لحوها عن حضور المسجد، جلد 2، ص 80، رقم 1281 السنن الكبرى للبيهقي، باب الدليل على ان اكل ذلك غير حرام، جلد 3، ص 76، رقم 5258 سنن ابوداؤد، باب في اكل الثوم، جلد 3، صفحہ 424، رقم 3824 صحیح ابن خزیمہ، باب النهی عن اتیان المساجد، جلد 3، ص 83، رقم 1664

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی جو کچی پیاز یا کچا لہسن کھائے تو جب تک منہ سے بو آتی ہو تب تک کسی مسجد میں نہ آئے، لہذا حقہ پی کر، کچی مولیٰ یا گندنا کھا کر بھی نہ آئے، نیز جس کے کپڑوں یا منہ سے بدبو ظاہر ہو مسجد میں نہ آئے، گندہ دہن کا حکم بھی یہی ہے۔ خیال رہے کہ تمام دنیا کی مسجدیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیں، لہذا مَسْجِدُنَا یعنی ہماری مسجد فرمانا درست ہے۔ اس سے صرف مسجد نبوی مراد نہیں، جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔ بعض روایات میں بجائے مَسْجِدُنَا کے الْمَسَاجِدُ ہے۔

یعنی اگر مسجد انسانوں سے خالی بھی ہو تب بھی وہاں بدبو لے کر نہ جائے کہ وہاں رحمت کے فرشتے ہر وقت رہتے ہیں اس کی بدبو سے ایذا پائیں گے۔ خیال رہے کہ مسجد کے فرشتے رحمت کے فرشتے ہیں، ان کی طبیعت نازک اور ان کا احترام زیادہ ہے، لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ فرشتے تو ہر انسان کے ساتھ ہر وقت رہتے ہیں تو چاہیے کہ کبھی یہ چیزیں نہ کھائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ساتھی فرشتوں کی طبیعت اور قسم کی بنائی ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کے کسی مجمع میں بدبو دار منہ یا کپڑے لے کر نہ جائے تاکہ لوگوں کو ایذا نہ پہنچے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۱ ص ۶۷۷)

(1710) وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّهُ خَطَبَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ فِي خُطْبَتِهِ: ثُمَّ إِنَّكُمْ أَيُّهَا النَّاسُ تَأْكُلُونَ شَجَرَتَيْنِ مَا أَرَاهُمَا إِلَّا خَبِيثَتَيْنِ: الْبَصَلُ، وَالثُّومُ. لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذَا وَجَدَ رِيحَهُمَا مِنَ الرَّجُلِ فِي الْمَسْجِدِ أَمَرَهُ، فَأُخْرِجَ إِلَى الْبَقِيعِ، فَمَنْ أَكَلَهُمَا، فَلْيَبْتِهِنُهَا طَبْخًا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے جمعہ کے دن خطبہ دیا اور دوران خطبہ فرمایا: اے لوگو! تم دو قسم کے درختوں سے کھاتے ہو جن کو میں برا سمجھتا ہوں۔ پیاز اور لہسن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جس آدمی سے ان چیزوں کی بو آتی تو اس کو مسجد سے نکال کر باہر بقیع کی طرف نکال دیتے اور جو ان کو کھائے پکا کر کھائے تاکہ اس کی بو ختم ہو جائے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب نہی من اکل ثوما او بصلا او کراثا او نحوھا عن حضور المسجد جلد 2، ص 81، رقم 1286۔ السنن الکبریٰ للبیہقی، باب ما یومر بہ من اکل شیئا من ذلک ان یمیتہ بالطبخ، جلد 3، ص 78، رقم 5266 سنن النسائی الکبریٰ، باب من ینخرج من المسجد جلد 2، ص 43، رقم 708 مسند امام احمد بن حنبل، مسند عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، جلد 1، صفحہ 27، رقم 186

شرح حدیث: مسجدوں کو خوشبودار رکھیے!

اُمّ المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت فرماتی ہیں حضور پر نور، شافعِ یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے محلّوں میں مسجدیں بنانے کا حکم دیا اور یہ کہ وہ صاف اور خوشبودار رکھی جائیں۔

(سنن ابی داؤد، ج ۱ ص ۱۹۷ حدیث ۴۵۵)

ایک دوسری روایت میں ہے:

مَنْ تَطَيَّبَ لِلَّهِ تَعَالَى جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ رِيحُهُ أَطْيَبُ مِنَ الْبِسْكِ وَمَنْ تَطَيَّبَ لِغَيْرِ اللَّهِ جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ رِيحُهُ أَنْتَنُ مِنَ الْجِيفَةِ

ترجمہ: یعنی جو اللہ (عزوجل) کے لئے خوشبو لگائے تو قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اسکی خوشبو

کتوری سے زیادہ مہک رہی ہوگی اور جو غیر اللہ (کو راضی کرنے) کے لئے خوشبو لگائے تو قیامت کے دن اس

حال میں آئے گا کہ اسکی بدبو مردار سے زیادہ ہوگی۔ (مصنف عبدالرزاق، ج ۳ ص ۳۱۹، حدیث ۷۹۳۲)

خوشبو کا استعمال مباح ہے لیکن اچھی یا بری نیت کرنے سے معاملہ کہاں سے کہاں پہنچ جاتا ہے البتہ یہاں ایک

سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ خوشبو تو انسان اپنی ذات ہی کیلئے لگاتا ہے، اللہ تعالیٰ کیلئے لگانے کا کیا مطلب ہوا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جو شخص جمعۃ المبارک کے دن یا کسی اور وقت خوشبو لگاتا ہے تو اسکے بارے میں کئی باتوں کا گمان کیا جاسکتا ہے مثلاً یہ کہ وہ شخص محض لذت دنیا حاصل کرنا چاہتا ہے یا اسکے ذریعے لوگوں پر اپنی مالی حیثیت جتا کر تکبر کا اظہار کرتا ہے تاکہ اسکے ساتھی اس سے حسد کریں یا وہ لوگوں کو دکھانا چاہتا ہے تاکہ لوگوں کے دلوں میں اس کا رعب و دبدبہ بیٹھ بھی زیادہ ہوگی۔ البتہ پہلا ارادہ یعنی نفس کا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے لطف اندوز ہونا گناہ تو نہیں لیکن اسکے بارے میں سوال ضرور ہوگا۔ اور جس بندے سے سوال اور حساب و کتاب میں سختی ہو وہ برباد ہو گیا۔

اور جو آدمی دنیا میں مباح چیزوں کو استعمال کرتا ہے اگرچہ قیامت میں اسے عذاب نہیں ہوگا لیکن اسی حساب سے اسکی آخری نعمتیں کم کر دی جائیں گی۔

بیٹھے بیٹھے اسلامی بھائیو! غور کا مقام ہے اور کتنے بڑے نقصان کی بات ہے کہ آدمی فانی نعمتوں کے حصول میں جلد بازی کرے اور آخری نعمتوں کو ان پر قربان کر دے۔ البتہ خوشبو لگانے میں اچھی نیتیں بھی کی جاسکتی ہیں۔
مثلاً:

(۱) جمعہ کے دن خوشبو لگانا پیارے آقا، سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی سنت مبارک ہے اسی لئے خوشبو لگائے۔
(۲) مسجد اللہ (عزوجل) کا گھر ہے اور مسجد کی تعظیم اللہ تعالیٰ کی تعظیم ہے چنانچہ اگر خوشبو اس لئے لگائی کہ مسجد کا احترام پیش نظر ہے نیز کیونکہ یہ شخص اللہ (عزوجل) کی زیارت کیلئے جا رہا ہے اللہ تبارک و تعالیٰ کے احترام میں خوشبو لگائی یا۔

(۳) مسلمانوں اور اپنے ساتھ بیٹھنے والوں کو راحت پہنچانے کیلئے خوشبو لگائی تاکہ وہ سکون کے ساتھ عبادت الہی (عزوجل) میں مصروف رہ سکیں۔

(۴) یا اس لئے خوشبو لگائی کہ لوگ اسکی غیبت سے بچیں کیونکہ بدبودار شخص کے پیٹھے پیچھے اسکی برائی کا تذکرہ ضرور کیا جاتا ہے۔ (فیضان احیاء العلوم ص ۳۰)

169 بَابُ كَرَاهَةِ الْإِحْتِبَاءِ يَوْمَ

الْجُمُعَةِ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ لِأَنَّهُ

يَجْلِبُ النَّوْمَ فَيَفُوتُ

اسْتِمَاعُ الْخُطْبَةِ وَيُخَافُ

اِنْتِقَاضَ الْوَضُوءِ

جمعہ کے دن امام کے خطبہ کے وقت احتباء

یعنی گھٹنوں کو پیٹ سے ملا کر کپڑا باندھ کر

بیٹھنا مکروہ ہے کیونکہ یہ نیند کو کھینچتا ہے جس

سے خطبہ کا سننا فوت ہو جائے گا اور وضو

ٹوٹنے کا خوف ہے

(1711) عَنْ مُعَاذِ بْنِ أَنَسٍ الْجُهَنِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْحَبْوَةِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالْإِمَامُ يُخَطِّبُ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ".

حضرت معاذ بن انس جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احتباء سے منع فرمایا ہے جمعہ کے دن جب کہ امام خطبہ دے رہا ہو۔ اسے ابو داؤد اور ترمذی نے دونوں نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: سنن الترمذی، باب ما جاء في كراهية الاحتباء والامام يخطب، ج 2، ص 390، رقم 514 السنن الكبرى للبيهقي، باب من كره الاحتباء في هذه الحالة لهافيه من اجتناب، جلد 3، ص 235، رقم 6123 السنن الكبرى للبخاري، كتاب الجمعة، جلد 1، صفحہ 427، رقم 1069 سنن ابو داؤد، باب الاحتباء والامام يخطب، جلد 1، صفحہ 432، رقم 1112 صحيح ابن خزيمة، باب النهي عن الحبوقة يوم الجمعة، جلد 3، صفحہ 158، رقم 1815

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کیونکہ اس بیٹھک میں نیند بھی آتی ہے اور ریح نکلنے کا بھی اندیشہ ہوتا ہے۔ بزرگان دین تو فرماتے ہیں کہ دوزانو بیٹھ کر خطبہ سے پہلے خطبہ میں ہاتھ باندھے اور دوسرے میں زانوؤں پر ہاتھ رکھے تو ان شاء اللہ دو رکعت کا ثواب ملے گا کیونکہ خطبہ فرض ظہر کے دو رکعتوں کے قائم مقام ہے۔ (بزاۃ المناجیح، ج 2، ص ۶۲۰)

170 بَابُ نَهَى مَنْ دَخَلَ عَلَيْهِ عَشْرُ ذِي الْحِجَّةِ وَأَرَادَ أَنْ يُضَحِّيَ عَنْ أَخَذِ شَيْءٍ مِّنْ شَعْرِهِ أَوْ أَظْفَارِهِ حَتَّى يُضَحِّيَ

جس کا ارادہ قربانی کرنے کا ہو تو وہ عشرہ ذی الحجہ شروع ہونے کے بعد ناخن اور بال قربانی سے پہلے نہ کاٹے

(1712) عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ كَانَ لَهُ ذَبْحٌ يَذْبَحُهُ، فَإِذَا أَهَلَ هِلَالَ ذِي الْحِجَّةِ، فَلَا يَأْخُذَنَّ مِنْ شَعْرِهِ وَلَا مِنْ أَظْفَارِهِ شَيْئًا حَتَّى يُضَحِّيَ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ام سلمی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے پاس ذبح کا جانور ہو جس کو وہ ذبح کرے گا تو جب ذی الحج کا چاند نظر آجائے وہ اپنے بال یا ناخنوں میں سے کچھ بھی ہرگز نہ کاٹے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب من دخل عليه عشر ذی الحجۃ وهو مرید التضحیۃ، جلد 6، ص 83، رقم 5236 صحیح ابن حبان، کتاب الاضحیۃ، جلد 13، صفحہ 239، رقم 5917 سنن ابو داؤد، باب الرجل یاخذ من شعرة فی العشر وهو یرید ان یضحی، جلد 3، ص 51، رقم 2793 مسند ابی یعلی، مسند ام سلمة زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم، جلد 12، ص 348، رقم 6917 الالبان باحادیث الاحکام لابن دلیق العبد، باب الہدی، جلد 2، ص 423، رقم 814

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی جو امیر و ذونا یا فقیر نقلاً قربانی کا ارادہ کرے وہ بقر عید کا چاند دیکھنے سے قربانی کرنے تک ناخن بال اور مردار کھال وغیرہ نہ کاٹے نہ کٹوائے تاکہ حاجیوں سے قدرے مشابہت ہو جائے کہ وہ لوگ احرام میں حجامت نہیں کرا سکتے اور

تاکہ قربانی ہر بال ناخن کا فدیہ بن جائے، یہ حکم استحبابی ہے و جو بی نہیں، لہذا قربانی والے پر حجامت نہ کرانا بہتر ہے لازم نہیں، اس سے معلوم ہوا کہ اچھوں سے مشابہت بھی اچھی ہے۔

بلکہ جو قربانی نہ کر سکے وہ بھی اس عشرہ میں حجامت نہ کرائے، بقرعید کے دن بعد نماز حجامت کرائے تو ان شاء اللہ ثواب پائے گا، جیسا کہ بعض روایات میں ہے۔ خیال رہے کہ مَنْ أَرَادَ مِنْ أَرَادَ سے بعض شواہد فرماتے ہیں کہ قربانی واجب نہیں صرف سنت ہے ورنہ یہ کیوں فرمایا جاتا کہ جو قربانی کرنا چاہے وہ حجامت نہ کرائے اور کہتے ہیں کہ حضرت صدیق و فاروق قربانی نہیں کرتے تھے تاکہ لوگ اسے واجب نہ سمجھ جاویں، مگر یہ دلیل بہت کمزور ہے کیونکہ حدیث شریف میں نماز جمعہ کے اور حج کیلئے بھی مَنْ أَرَادَ ارشاد ہوا ہے کہ فرمایا جو جمعہ پڑھنا چاہے وہ غسل کرے جو حج کرنا چاہے وہ جلدی کرے حالانکہ جمعہ بھی فرض ہے اور حج بھی، چونکہ جمعہ و حج ہر شخص پر فرض نہیں اور قربانی ہر شخص پر واجب نہیں اسی لیے اس طرح ارشاد ہوا، اور حضرت صدیق و فاروق کا قربانی نہ کرنا کہیں ثابت نہیں۔ (مرقاۃ) (بزائغ المناجیح، ج ۲ ص ۲۸۵)

مخلوق کے نام کی قسم کھانا منع ہے جیسے نبی کریم، کعبہ، فرشتے آسمان، آباؤ اجداد زندگی، روح، سر بادشاہ کی زندگی، بادشاہ کی نعمت، فلاں کی قبر اور امانت کی قسم اور ان آخری الفاظ کی سب سے زیادہ سخت ممانعت ہے

171- بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْحَلْفِ بِمَخْلُوقٍ
كَالنَّبِيِّ وَالْكَعْبَةِ وَالْبَلَائِكَةِ وَالسَّهَاءِ
وَالْأُبَاءِ وَالْحَيَاةِ وَالرُّوحِ وَالرَّأْسِ وَحَيَاةِ
السُّلْطَانِ وَنِعْمَةِ السُّلْطَانِ وَثُرْبَةِ فَلَانٍ
وَالْأَمَانَةِ، وَهِيَ مِنْ أَشَدِّهَا نَهْيًا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تم کو اپنے باپوں کے ناموں سے حلف اٹھانے سے منع فرماتا ہے جس نے حلف اٹھانا ہو وہ اللہ کے نام پر حلف دے یا خاموش رہے۔ (متفق علیہ) صحیح کی ایک روایت میں ہے جس نے حلف اٹھانا ہو وہ صرف اللہ کے نام کا حلف اٹھائے یا خاموش رہے۔

(1713) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَنْهَاكُمْ أَنْ تَحْلِفُوا بِآبَائِكُمْ، فَمَنْ كَانَ حَالِفًا، فَلْيَحْلِفْ بِاللَّهِ، أَوْ لِيَصْبُتْ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِي رِوَايَةٍ فِي الصَّحِيحِ: "فَمَنْ كَانَ حَالِفًا فَلَا يَحْلِفُ إِلَّا بِاللَّهِ، أَوْ لِيَصْبُتْ".

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب من لم یرا کفار من قال ذلك متأولا او جاهلا، جلد 5، ص 226، رقم 5757 صحیح مسلم، باب النهی عن الحلف بغير الله، جلد 5، ص 80، رقم 4346 السنن الصغری للبیہقی، باب الحلف بالله دون غیرہ جلد 3، صفحہ 218، رقم 4356 مؤطا امام مالک، باب جامع الايمان، جلد 2، صفحہ 480، رقم 1020 سنن ابوداؤد، باب فی کراهیة الحلف بالاباء، جلد 3، صفحہ

217، رقم 3251 شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی غیر خدا کی قسم کھانے سے منع فرمایا گیا، چونکہ اہل عرب عموماً باپ دادوں کی قسم کھاتے تھے اس لیے اسی کا ذکر ہوا، غیر خدا کی قسم کھانا مکروہ ہے، وہ جو حدیث شریف میں ہے اَللّٰحِ وَالْاٰبِیْ یعنی قسم میرے والد کی وہ کامیاب ہو گیا وہ قسم شرعی نہیں محض تاکید کلام کے لیے ہے اور یہاں شرعی قسم سے ممانعت ہے یا وہ حدیث اس حدیث سے منسوخ ہے یا وہ بیان جواز کے لیے ہے یہ حدیث بیان کراہت کے لیے۔ (مرقات)

اللہ سے مراد رب تعالیٰ کے ذاتی وصفاتی نام ہیں لہذا قرآن شریف کی قسم کھانا جائز ہے کہ قرآن شریف کلام اللہ کا نام ہے اور کلام اللہ صفت الہی ہے، قرآن مجید میں زمانہ، انجیر، زیتون وغیرہ کی قسمیں ارشاد ہوئیں وہ شرعی قسمیں نہیں نیز یہ احکام ہم پر جاری ہیں نہ کہ رب تعالیٰ پر۔ (مرقات) (مزاۃ النایح، ج ۵ ص ۳۲۲)

حضرت عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنوں کی قسمیں نہ کھاؤ نہ اپنے باپ دادا کی۔ (مسلم) طواغی: طاغیہ کی جمع ہے اس کا معنی بت ہے اس معنی میں طاغیہ دوس قبیلہ کا بت اور معبود مراد ہے۔ اور مسلم کی روایت کے سوا دو روایات میں طواغیت بھی آیا ہے جو طاغوت کی جمع ہے اس کا معنی شیطان اور بت ہے۔

(1714) وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمَانَ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَخْلِفُوا بِالطَّوَاغِي، وَلَا بِآبَائِكُمْ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ. "الطَّوَاغِي": جَمْعُ طَاغِيَةٍ، وَهِيَ الْأَصْنَامُ. وَمِنْهُ الْحَدِيثُ: "هَذِهِ طَاغِيَةٌ كَوَيْسٍ" أَيْ: صَنَمُهُمْ وَمَعْبُودُهُمْ. وَرُوِيَ فِي غَيْرِ مُسْلِمٍ: "بِالطَّوَاغِيَّتِ جَمْعُ طَاغُوتٍ، وَهُوَ الشَّيْطَانُ وَالصَّنَمُ".

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب من حلف باللات والعزی فلیقل لا الہ الا اللہ، جلد 5، ص 82، رقم 4351 سنن ابن ماجہ، باب النہی ان یحلف بغیر اللہ، جلد 1، صفحہ 678، رقم 2095 مسند ابن ابی شیبہ، من اسمہ عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ، صفحہ 161، رقم 860 مسند البزار، مسند سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ، جلد 2، صفحہ 158، رقم 4658 مشکاة المصابیح، کتاب الایمان والنور، الفصل الاول، جلد 2، صفحہ 276، رقم 3408

شرح حدیث: قسم اٹھانا مکروہ

امام نووی رحمہ اللہ کا قول ہے: رب کائنات کے اسماء اور صفات کے علاوہ ہر چیز کی قسم اٹھانا مکروہ ہے چاہے نبی علیہ السلام ہوں یا کعب یا فرشتے یا امانت، زندگی یا روح وغیرہ ہو ان سب سے زیادہ بری امانت کی قسم ہے... علماء کا قول ہے: غیر اللہ کی قسم اٹھانے سے منع کرنے کی حکمت یہ ہے کہ جس کی قسم اٹھائی جاتی ہے قسم اس کی تعظیم کا تقاضا کرتی ہے اور عظمت کی حقیقت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہے کوئی بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ مذکورہ احادیث کا ظاہر قسم کو اللہ کے ساتھ خاص کرتا ہے لیکن فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ قسم اللہ کی اور اس کی ذات اور بلند صفات سے بھی منعقد ہو جاتی ہے

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم (1715) وَعَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ

رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «مَنْ حَلَفَ بِالْأَمَانَةِ فَلَيْسَ مِنَّا حَدِيثٌ صَوِيحٌ، رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَوِيحٍ.»

نے فرمایا: جس نے امانت کی قسم اٹھائی وہ ہم میں سے نہیں۔ اسے ابو داؤد نے اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا۔

تخریج حدیث: سنن ابو داؤد، باب فی کراهیة الحلف بالأمانة، جلد 3، ص 218، رقم 3255، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب من حلف بغیر اللہ ثم حلف بالبرأة من الاسلام، جلد 10، ص 30، رقم 20331، مسند بریدہ بن الحصیب رضی اللہ عنہ، جلد 2، صفحہ 141، رقم 4426، جامع الاصول فی احادیث الرسول، الفصل الثانی فیما نہی عن الحلفا بہ، جلد 11، ص 656، رقم 9284

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اگر امانت سے مراد شرعی احکام ہیں یعنی نماز روزہ وغیرہ تو یہ قسم ناجائز ہے اور اس میں کفارہ نہیں، قرآن کریم میں شرعی احکام کو امانت فرمایا گیا ہے اِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلَهَا وَإِنَّ كُنَّ لَشَاقِقَاتٍ خِشْيًا وَإِنَّ عَلَى الْبِشَارِ لَمَنْعًا وَإِنَّ كُنَّ لَمَكْرُوهَاتٍ لِمَنْعًا وَإِنَّ كُنَّ لَشَاقِقَاتٍ خِشْيًا وَإِنَّ عَلَى الْبِشَارِ لَمَنْعًا وَإِنَّ كُنَّ لَمَكْرُوهَاتٍ لِمَنْعًا وَإِنَّ كُنَّ لَشَاقِقَاتٍ خِشْيًا وَإِنَّ عَلَى الْبِشَارِ لَمَنْعًا

مراد امانت اللہ ہے تو قسم معتبر ہے اسی پر کفارہ واجب کہ امانت اللہ کی صفت ہے اور صفات الہی کی قسم معتبر ہے جیسے اللہ کے علم یا قدرت یا سمع بصر کی قسم، رب تعالیٰ کا نام شریف امین بھی ہے۔ (مرقات، داؤد) خیال رہے کہ جو کہے بسم اللہ میں یہ کروں گا اگرچہ قسم ہی کی نیت سے کہے قسم نہ ہوگی کہ یہ عرف کے خلاف ہے ایسے ہی حق اللہ کی قسم معتبر نہیں۔ (بازاۃ المناجیح، ج 5 ص 335)

(1716) وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ حَلَفَ فَقَالَ: إِنِّي بَرِيءٌ مِنَ الْإِسْلَامِ، فَإِنْ كَانَ كَاذِبًا، فَهُوَ كَمَا قَالَ، وَإِنْ كَانَ صَادِقًا، فَلَنْ يَرْجِعَ إِلَى الْإِسْلَامِ سَالِمًا.» رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے قسم اٹھائی اور کہا کہ یہ کام کروں تو میں اسلام سے بری ہوں اگر وہ جھوٹا ہے تو وہ ایسا ہے جیسے اس نے کہا اور اگر سچا ہے تو پھر بھی اسلام کی طرف سلامتی سے نہیں لوٹا۔

تخریج حدیث: سنن ابو داؤد، باب ماجاء فی الحلف بالبرأة وعملة غیر الاسلام، جلد 3، ص 219، رقم 3260، المستدرک للحاکم، کتاب الایمان والندور، جلد 4، صفحہ 331، رقم 7818، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث بریدۃ الاسلامی رضی اللہ عنہ، جلد 5، ص 355، رقم 23056، مسند البزار، مسند بریدۃ بن الحصیب رضی اللہ عنہ، جلد 2، ص 139، رقم 4405، مشکاة المصابیح، کتاب الایمان والندور، الفصل الاول، جلد 2، ص 278، رقم 3421

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی یوں کہے کہ اگر میں نے یہ کیا ہو تو میں اسلام سے بری و دور ہو جاؤں گا اور وہ جانتا ہے کہ اس نے یہ کام کیا اس وقت جھوٹ بول رہا ہے۔

یعنی اسلام سے بری دور ہو ہی جائے گا، یہ فرمان انتہائی ڈرانی کے لیے ہے جیسے فرمایا گیا جو نماز چھوڑے اس نے کفر کیا۔ مطلب یہ ہے کہ اس قسم میں اس کے کفر کا اندیشہ ہے۔ خیال رہے کہ اگر گزشتہ پر یہ قسم کھائی ہے تو صرف گناہ ہوگا

کفارہ نہ ہوگا کیونکہ غموس قسم میں کفارہ نہیں ہوتا۔ اگر آئندہ پر یہ الفاظ بولے کہ اگر میں یہ کام کروں تو اسلام سے بیزار و بری ہو جاؤں اگر حلال کو حرام کرنے کے لیے کہا ہے تو قسم ہو جائے گی کہ تحریم حلال قسم ہے۔

یعنی اگر اپنے کو سچا سمجھ کر یہ کلمات کہے اور واقعہ تھا وہ جھوٹا تب بھی اس نے بڑا گناہ کیا مثلاً اس نے کہا کہ اگر میں نے فلاں سے بات کی ہو تو میں اسلام سے دور ہو جاؤں خیال تھا کہ میں نے بات نہیں کی مگر کی تھی، تب بھی اس کلمہ میں گناہ ہے کہ اس نے اسلام کو معمولی دیکھا سمجھا، یہ ہی حکم ہے یہ کہنے کا میں نماز و روزہ حج زکوٰۃ سے بری ہوں، کیونکہ اسلامی احکام کو ہلکا جاننا بات بات پر ان سے بیزاری کا اظہار کرنا بڑا ہی خطرناک ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۵ ص ۳۳۶)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک آدمی کو سنا کہ کعبہ کی قسم اٹھا رہا ہے تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ کے غیر کے ساتھ قسم نہ اٹھا کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا جس نے اللہ کے غیر کے نام کے ساتھ قسم اٹھائی اس نے کفر کیا یا فرمایا شرک کیا۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔ بعض علمائے وضاحت کی کہ کفر اور شرک تغلیظ کے طور پر ہے جیسا کہ حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: ریا شرک ہے۔

(1717) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّهُ سَمِعَ رَجُلًا يَقُولُ: لَا وَالْكَعْبَةِ. فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: لَا تَحْلِفْ بِغَيْرِ اللَّهِ، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: "مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللَّهِ، فَقَدْ كَفَرَ أَوْ أَشْرَكَ". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ". وَفَسَّرَ بَعْضُ الْعُلَمَاءِ قَوْلَهُ: "كَفَرَ أَوْ أَشْرَكَ عَلَى التَّغْلِيظِ، كَمَا رُوِيَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "الرِّيَاءُ شِرْكٌ".

تخریج حدیث: سنن ترمذی، باب ماجاء فی کراہیۃ الحلف بغير اللہ، جلد 3، ص 46، رقم 1535 السنن الکبریٰ للبیہقی، باب کراہیۃ الحلف بغير اللہ عزوجل، جلد 10، ص 29، رقم 20324 المستدرک للحاکم، کتاب الایمان والندور، جلد 6، صفحہ 318، رقم 7814 سنن ابوداؤد، باب فی کراہیۃ الحلف بالآباء، جلد 3، صفحہ 217، رقم 3253 صحیح ابن حبان، کتاب الایمان، جلد 10، ص 199، رقم 4358

شرح حدیث: اللہ عزوجل کی قسم

اللہ عزوجل کے جتنے نام ہیں ان میں سے جس نام کے ساتھ قسم کھائے گا قسم ہو جائیگی خواہ بول چال میں اس نام کے ساتھ قسم کھاتے ہوں یا نہیں۔ مثلاً اللہ (عزوجل) کی قسم، خدا کی قسم، رحمن کی قسم، رحیم کی قسم، پروردگار کی قسم۔ یو ہیں خدا کی جس صفت کی قسم کھائی جاتی ہو اس کی قسم کھائی ہوگی مثلاً خدا کی عزت و جلال کی قسم، اوس کی کبریائی (2) کی قسم، اوس کی بزرگی یا بڑائی کی قسم، اوس کی عظمت کی قسم، اوس کی قدرت و قوت کی قسم، قرآن کی قسم، کلام اللہ کی قسم، ان الفاظ سے بھی قسم ہو جاتی ہے حلف کرتا ہوں، قسم کھاتا ہوں، میں شہادت دیتا ہوں، خدا گواہ ہے، خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں۔ مجھ پر قسم ہے۔ لا الہ الا اللہ میں یہ کام نہ کروں گا۔ اگر یہ کام کرے یا کیا ہو تو یہودی ہے یا نصرانی یا کافر یا کافروں کا شریک،

مترتے وقت ایمان نصیب نہ ہو۔ بے ایمان مرے، کافر ہو کر مرے، اور یہ الفاظ بہت سخت ہیں کہ اگر جھوٹی قسم کھائی یا قسم توڑ دی تو بعض صورت میں کافر ہو جائے گا۔ جو شخص اس قسم کی جھوٹی قسم کھائے اوس کی نسبت حدیث میں فرمایا: وہ ویسا ہی ہے جیسا اوس نے کہا۔ یعنی یہودی ہونے کی قسم کھائی تو یہودی ہو گیا۔ یوہیں اگر کہا خدا جانتا ہے کہ میں نے ایسا نہیں کیا ہے اور یہ بات اوس نے جھوٹ کہی ہے تو اکثر علماء کے نزدیک کافر ہے۔ (الفتاویٰ المصنوعہ، کتاب الایمان، الباب الثانی فیما یؤمن یسئاً... راجع، الفصل الاول، ج ۲، ص ۵۲-۵۳) (والدر المختار، کتاب الایمان، مطلب: فی الفرق... راجع، ج ۵، ص ۳۹۹-۵۰۳، وغیرہا)

172 بَابُ تَغْلِيظِ الْيَمِينِ الْكَاذِبَةِ عَمْدًا

جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھانا سخت منع ہے

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی مسلمان کے مال پر ناحق حلف اٹھایا وہ اللہ تعالیٰ کو اس کی ناراضگی کی حالت میں ملے گا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تصدیق میں اللہ عزوجل کی کتاب کی ہم پر تلاوت سے کی "وہ لوگ جو اللہ کے وعدہ اور اپنی قسموں کے بدلے تھوڑی رقم خریدتے ہیں۔ ان کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے نہ اللہ تعالیٰ ان سے کلام فرمائے گا اور نہ ان کی طرف قیامت کے روز نظر رحمت سے دیکھے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے"۔ (متفق علیہ)

(1718) عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنْ حَلَفَ عَلَى مَالِ امْرِئٍ مُسْلِمٍ بِغَيْرِ حَقِّهِ، لَقِيَ اللَّهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضَبَانُ" قَالَ: ثُمَّ قَرَأَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مِصْدَاقَهُ مِنْ كِتَابِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ: (إِنَّ الدِّينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَهْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ) (آل عمران: 77). مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب المحضومة فی البئر والقضاء فیہا، جلد 2، ص 831، رقم 2229 صحیح مسلم، باب وعید من اقتطع حق مسلم بیمن فاجرة بالنار، جلد 1، ص 86، رقم 374 الاحادو المشائی لاحد الشیبانی، حدیث عدی بن عدی الکندی، جلد 4، ص 396، رقم 2445 السنن الکبریٰ للبیہقی، باب من قال علی عهد اللہ یریدہ یمینا، جلد 10، ص 44، رقم 20403 المنتقی لابن الجارود، باب ما جاء فی الاحکام، جلد 1، صفحہ 251، رقم 1004

شرح حدیث: جھوٹی قسم کھانے والے تاجر کیلئے دردناک عذاب ہے

حضرت سیدنا ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غیوب، منترہ عن العیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "تمین شخص ایسے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نہ کلام فرمائے گا، نہ ان کی طرف نظر کرم فرمائے گا اور نہ ہی انہیں پاک کرے گا بلکہ ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔" اب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ عزوجل کے حبیب، حبیب لیبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بات تمین بار ارشاد فرمائی تو میں نے عرض کی: وہ تو ستارہ و برباد ہو گئے، وہ کون لوگ ہیں؟ ارشاد فرمایا: (۱) تکبر سے اپنا تہیہ نہ لگانے والا اور (۲) احسان جتانے والا

اور (۳) جھوٹی قسم کھا کر اپنا مال بیچنے والا۔ (صحیح مسلم ص ۶۷ حدیث ۱۷۱۷ (۱۰۶))

جھوٹی قسم سے بَرَکت مٹ جاتی ہے

اس روایت سے خصوصاً وہ تاجر و دکاندار حضرات عبرت پکڑیں جو جھوٹی قسمیں کھا کر اپنا مال فروخت کرتے ہیں، اشیاء کے عُیُوب (یعنی خامیاں) چھپانے اور ناقص و گھٹیا مال پر زیادہ نفع کمانے کی خاطر پے در پے قسمیں کھائے چلے جاتے ہیں اور اس میں کسی قسم کی عار (یعنی شرم و جھجک) محسوس نہیں کرتے، ان کیلئے لمحہ فکریہ ہے کہ شیعہ روز شمار، دو عالم کے مالک و مختار پازن پروردگار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عبرت نشان ہے: جھوٹی قسم سے سودا فروخت ہو جاتا ہے اور بَرَکت مٹ جاتی ہے۔ (کنز العمال ج ۱۶، ص ۲۹۷ حدیث ۴۶۳۷۶) ایک اور جگہ فرمایا: ”قسم سامان یکوانے والی ہے اور بَرَکت مٹانے والی ہے۔“ (صحیح بخاری ج ۲، ص ۱۵ حدیث ۲۰۸۷)

مُفْتِیْ رَہْمِیْہِ حَکِیْمِ الْأُمَّتِ حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں: بَرَکت (مٹ جانے) سے مراد آئندہ کاروبار بند ہو جانا ہو یا کئے ہوئے بیوپار میں گھانا (یعنی نقصان) پڑ جانا یعنی اگر تم نے کسی کو جھوٹی قسم کھا کر دھوکے سے خراب مال دے دیا وہ ایک بار تو دھوکا کھا جائے گا مگر دوبارہ نہ آئے گا نہ کسی کو آنے دے گا، یا جو رقم تم نے اُس سے حاصل کر لی اُس میں بَرَکت نہ ہوگی کہ حرام میں بے برکتی ہے۔ (مرآة السانج ج ۳، ص ۳۳۳)

(1719) وَعَنْ أَبِي أَمَامَةَ إِيَّاسِ بْنِ ثَعْلَبَةَ الْحَارِثِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنْ اقْتَطَعَ حَقَّ امْرِئٍ مُسْلِمٍ بِبَيْئَتِهِ، فَقَدْ أَوْجَبَ اللَّهُ لَهُ النَّارَ. وَحَرَّمَ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: وَإِنْ كَانَ شَيْئًا يَسِيرًا يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: "وَإِنْ كَانَ قَضِيْبًا مِنْ أَرَاكِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ."

حضرت ابو امامہ ایاس بن ثعلبہ حارثی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی مسلمان آدمی کا حق اپنی قسم کے ساتھ کاٹا اللہ نے اس کے لیے آگ لازم کر دی اور اس پر جنت حرام کر دی تو ایک آدمی نے عرض کیا: (یا رسول اللہ) اگرچہ وہ معمولی چیز ہو فرمایا اگرچہ پیلو کی شاخ بھی ہو۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب نذیب من حلف بيمينه فرأى غيرها خيرا منها أن يأتي الذي، جلد 5، ص 85، رقم 4361 سنن ترمذی، باب ما جاء في الكفارة قبل الحديث، جلد 2، صفحہ 107، رقم 1530 السنن الصغرى للبيهقي، باب الكفارة بالمال قبل الحديث، جلد 3، ص 229، رقم 4394 سنن النسائي الكبرى، باب الكفارة قبل الحديث، جلد 3، ص 127، رقم 4723

شرح حدیث: مُفْتِیْ رَہْمِیْہِ حَکِیْمِ الْأُمَّتِ حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں:

و: مارا ہوا حق مال ہو یا کوئی اور چیز جیسے حق قذف (تہمت) بیوی کی باری کا حق یا مردار کی کھال یا وہ نجاستیں جو مال

نہیں مگر ان کا استعمال جائز ہے، یہ حدیث ان سب حقوق کو شامل ہے۔ (مرقات) پھر حق حقیر ہو یا عظیم۔ مسلمان کی قید

اہتمام ظاہر کرنے کے لیے ہے ورنہ ذمی اور مستامن کافر کا حق مار لینے کی بھی یہی سزا ہے لہذا حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا

کہ ذمی کافر کا حق مار لینا جائز ہے۔ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فدماہ ہم کدماہ ناوا موالمہم کا موالننا ان کافروں کے خون اور مال مسلمانوں کے خون و مال کی طرح محترم ہیں اس لیے اگر مسلمان ذمی کافر کا مال چوری کرے تو اس کا ہاتھ کٹے گا۔ اگر اس مجرم نے یہ کام حلال جان کر کیے تو کافر ہو اور دائی جہنم کا حقدار اور اگر حرام سمجھ کر کیا تو ابرار کے ساتھ جنت کا اول داخلہ اس پر حرام ہو گیا، اشرار کے ساتھ اولاً سزا پائے گا پھر ایمان کی برکت سے بخشا جائے گا کیونکہ مسلمان کے لیے دوزخ میں پیشگی نہیں۔

عرب میں پیلو (وان) بہت معمولی درخت ہے، پھر اس کی شاخ جس کی مسواک ہوتی ہے وہ تو بہت ہی حقیر چیز ہے اس لیے معمولی چیز کو اس سے تشبیہ دے دیتے ہیں۔ (مرآة المناجیح ج ۴ ص ۳۳۳)

(1720) وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «الْكَبَائِرُ: الْإِشْرَاكُ بِاللَّهِ، وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ، وَقَتْلُ النَّفْسِ، وَالْيَسِينُ الْغَبُوسُ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. وَفِي رِوَايَةٍ لَهُ: أَنَّ أَعْرَابِيًّا جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا الْكَبَائِرُ؟ قَالَ: «الْإِشْرَاكُ بِاللَّهِ، قَالَ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: «الْيَسِينُ الْغَبُوسُ قُلْتُ: وَمَا الْيَسِينُ الْغَبُوسُ؟ قَالَ: «الَّذِي يَقْتَطِعُ مَالَ امْرِئٍ مُسْلِمٍ! يَغْنَبِي بَيْنَيْنِ هُوَ فِيهَا كَاذِبٌ»

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کبیرہ گناہ اللہ کا شریک ٹھہرانا والدین کی نافرمانی کرنا جان کو قتل کرنا اور ارادہ سے کسی کے کام پر جھوٹی قسم کھانا۔ (بخاری) اور ان کی ایک اور روایت میں ہے ایک دیہاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا عرض کی: یا رسول اللہ! کبیرہ گناہ کون سے ہیں۔ آپ نے فرمایا: جھوٹی قسم کھانا اس نے عرض کی جھوٹی قسم کیا ہوتی ہے۔ فرمایا: وہ جو مسلمان آدمی کا مال ہتھیالے یعنی ایسی قسم کے ساتھ جس میں وہ جھوٹا ہو۔

شرح حدیث: جھوٹی قسم کی سزا

اسرائیلیات میں ہے کہ حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کی: یارب عزوجل! جو تیرے نام کی جھوٹی قسم اٹھائے اس کی سزا کیا ہے؟ فرمایا: میں اس کی زبان کو آگ کے دو انکاروں کے درمیان پاٹ دوں گا۔ عرض کیا: یارب عزوجل! تو جو جھوٹی قسم کے ذریعے کسی مسلمان کا مال لوٹ لے اس کی سزا کیا ہے؟ فرمایا: میں جنت سے اس کا حصہ کاٹ دوں گا۔

(بخاری مؤرخ ص ۲۸۹)

جھوٹی قسم گھروں کو ویران کر چھوڑتی ہے

جھوٹی قسم کے نقصانات کا نقشہ کھینچتے ہوئے میرے آقا علی حضرت، امام اہلسنت، مولانا شاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: جھوٹی قسم گھروں کو ویران کر چھوڑتی ہے (فتاویٰ رضویہ نثر ج ۶ ص ۶۰۲)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں: جھوٹی قسم گزشتہ بات پر دانستہ (یعنی جان بوجھ کر کھانے والے پر اگرچہ) اس کا کوئی کفارہ نہیں، (مگر) اس کی سزا یہ ہے کہ جہنم کے کھولتے دریا میں غوطے دیا جائے گا۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۱۳ ص ۶۱۱)

173 بَابُ نَذْبِ مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ
فَرَأَى غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا أَنْ يَفْعَلَ ذَلِكَ
الْمَحْلُوفَ عَلَيْهِ ثُمَّ يُكْفِرُ عَنْ يَمِينِهِ

جو کوئی حلف اٹھائے پھر اس سے کوئی کام بہتر
دیکھے جس پر قسم اٹھائی تو وہ کر لے جس کو بہتر
دیکھے اور قسم کا کفارہ دے دے

حضرت عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تو کسی کام پر قسم اٹھا
لے پھر اس کے سوا تو اس سے بہتر دیکھے تو وہ کر جو بہتر
ہے اور اپنی قسم کا کفارہ دے دے۔ (متفق علیہ)

(1721) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ
اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ: "وَإِذَا حَلَفْتَ عَلَى يَمِينٍ، فَرَأَيْتَ غَيْرَهَا
خَيْرًا مِنْهَا، فَأَتِ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ وَكْفِرْ عَنْ يَمِينِكَ."
مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

شرح حدیث: مفسر فقیر حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الرحمن اس حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں:
جو شخص گناہ کرنے یا فرائض ادا نہ کرنے کی قسم کھالے مثلاً خدا کی قسم میں شراب پیوں گا یا نماز نہ پڑھوں گا تو ایسی قسم کا
توڑنا اور کفارہ ادا کر دینا واجب ہے اور جو غیر مناسب کام کی قسم کھالے مثلاً خدا کی قسم میں ایک ماہ تک اپنی بیوی سے صحبت
نہ کروں گا ایسی قسم کا توڑ دینا مستحب ہے، اور جائز کاموں کی قسموں کا پورا نہ کرنا ضروری ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَاحْفَظُوا
آيَاتِنَا كَمَا جِئْتُمْ بِهَا لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ۔ یہ روٹی نہ کھاؤں گا، یہ کپڑا نہ پہنوں گا۔

مگر ہر قسم کی قسم توڑنے میں کفارہ واجب ہے کیونکہ قسم تو اللہ تعالیٰ کے نام کی حرمت کے اظہار کے لیے ہے کہ اس نے
رب کو ضامن دے کر ایک وعدہ کیا مگر پورا نہ کیا نام پاک کی اس میں بے حرمتی کی تو کفارہ دے۔ (مرآة المناجیح ج ۵ ص ۲۷۷)

(1722) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنْ حَلَفَ
عَلَى يَمِينٍ، فَرَأَى غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا، فَلْيُكْفِرْ عَنْ
يَمِينِهِ، وَلْيَفْعَلِ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ." رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی بات پر قسم اٹھائی پھر
دوسری بات کو اس سے بہتر دیکھا تو وہ اپنی قسم کا کفارہ
دے دے اور وہ کرے جو بہتر ہے۔ (مسلم)

شرح حدیث: مفسر فقیر حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الرحمن اس حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں:
اس کی شرح پہلے ہو چکی کہ قسم پہلے توڑے کفارہ بعد میں دے، واؤ صرف جمع چاہتا ہے ترتیب نہیں چاہتا، یہ امر بعض
موقعوں پر وجوب کے لیے ہوگا، بعض موقعوں پر استحباب کے لیے جیسا کہ ابھی عرض کیا گیا۔ (مرآة المناجیح ج ۵ ص ۲۲۸)

(1723) وَعَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ
حَضْرَتَ ابْنِ مَسْعُودٍ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِنِّي وَاللَّهِ
 إِنْ شَاءَ اللَّهُ لَا أَحْلِفُ عَلَى يَمِينٍ، ثُمَّ أَرَى خَيْرًا مِنْهَا
 إِلَّا كَفَرْتُ عَنْ يَمِينِي، وَآتَيْتُ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ»
 مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

اللہ نے فرمایا: اللہ کی قسم میں انشاء اللہ کسی کام پر
 حلف اٹھاؤں پھر دیکھوں جو اس سے بہتر ہے تو میں اپنی
 قسم کا کفارہ دے دوں گا اور وہ کروں گا جو اس سے بہتر
 ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، کتاب الایمان والذنوب، جلد 6، ص 244، رقم الحدیث 6249 صحیح مسلم، باب لدب من
 حلفا یمینا فرأی غیرها خیرا منها أن یأتی الذی هو خیر، جلد 5، ص 82، رقم 4352 السنن الکبریٰ للبیہقی، باب الحلف باللہ عزوجل او باسم
 من اسماء اللہ، جلد 10، ص 26، رقم 20302 سنن ابوداؤد، باب الرجل یکفر قبل ان یحلف، جلد 3، صفحہ 195، رقم 3278 سنن ابن
 ماجہ، باب من حلف علی یمین فرأی غیرها خیرا منها، جلد 1، ص 681، رقم 2107

شرح حدیث: مُفسِّرٌ خَیْرٌ حَکِیْمٌ لِأَمَّتِ حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ انان اس حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں:
 یہاں یمین سے مراد وہ کام ہے جس پر قسم کھائی جائے لہذا حدیث بالکل واضح ہے اس پر یہ اعتراض نہیں کہ حلف اور
 یمین تو ایک ہی چیز ہے پھر علی یمین کے لیے؟

یعنی قسم توڑ کر کفارہ دوں گا یا کفارہ دینے کا ارادہ کر لوں گا پھر قسم توڑوں گا کہ قسم توڑنے سے پہلے کفارہ کیسا کیونکہ قسم
 توڑنا کفارہ کا سبب ہے اور کبھی حکم سبب سے پہلی نہیں ہو سکتا، وقت سے پہلے نماز، رمضان سے پہلے روزہ جائز نہیں اسی
 طرح قسم توڑنے سے پہلے کفارہ درست نہیں۔ خیال رہے کہ امام شافعی کے ہاں کفارہ مالی حنت سے پہلے ہو سکتا ہے مگر روزہ
 کفارہ حنت سے پہلے نہیں ہو سکتا یعنی قسم توڑنے سے پہلے کفارہ کے روزے نہیں رکھ سکتے۔ وہ فرماتے ہیں کہ کفارہ کا سبب
 قسم ہے حنت تو اسکی شرط ہے، رب تعالیٰ نے فرمایا: كَفَرَةٌ أَيُنِيْنُكُمْ كَفَارَهُ كُتْمِ كِي طرف منسوب فرمایا، نسبت سے معلوم ہوا کہ
 کفارہ کا سبب قسم ہے جیسے کہا جاتا ہے رمضان کے روزے عصر کی نماز، کعبہ کا حج، نسبت و اضافت سبب ہونے کی علامت
 اور حکم اپنے سبب پر مقدم نہیں ہوتا، شرط پر مقدم ہو سکتا ہے۔ سال سے پہلے زکوٰۃ دے سکتے ہیں، ہمارے امام اعظم کے ہاں
 کوئی کفارہ مالی ہو یا بدنی حنت سے پہلے جائز نہیں کیونکہ کفارہ کا سبب حنت ہے نہ قسم کفارہ کے معنی ہیں گناہ مٹانے یا
 چھپانے والی چیز قسم کھانا گناہ نہیں قسم توڑنا گناہ ہے لہذا توڑنا ہی سبب کفارہ ہوا اور حکم سبب سے پہلے نہیں ہو سکتا قرآن کریم
 میں کفارہ کی نسبت شرط کی طرف ہے جیسا کہا جاتا ہے اس سال کی زکوٰۃ، دیکھو سال زکوٰۃ کی شرط ہے سبب نہیں مگر اضافت
 ہو رہی ہے پھر شواہد جب قسم کو کفارہ کا سبب مانتے ہیں تو روزوں کو مقدم کرنا درست کیوں مانتے ہیں۔

مثلاً اگر قسم کھائی جائے کہ میں اپنے والد سے کلام نہ کروں گا تو چاہیے کہ قسم توڑ دے اپنے والد سے کلام کرے پھر
 کفارہ دے دے۔ خیال رہے کہ واؤ جمع کے لیے ہے ترتیب کے لیے نہیں لہذا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ کفارہ پہلے
 دے پھر قسم توڑے، بعض روایات میں ثم وارد ہوا فلیکفر عن یمینہ ثم لیأت بالذی ہو خیر مگر یہ روایت درست
 نہیں۔ مسلم، بخاری میں وارد ہے یہاں مرقات نے ثم اور واؤ کی روایات میں بہت عمدہ بحث کی ہے واؤ کی روایت کو ترجیح

دی اگر تم کی روایات صحیح بھی ہوں تو بھی شوائع کے خلاف ہیں کہ وہ بھی کفارہ کا مقدم کرنا واجب نہیں مانتے صرف جائز مانتے ہیں مگر اس روایت سے ثابت ہوگا کہ کفارہ پہلے دینا قسم بعد میں توڑنا واجب ہے۔ (مراۃ المناجیح ج ۵ ص ۲۲۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کسی کا اپنے گھروالوں کے بارے قسم پر ضد کرنا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کے لیے اس سے زیادہ گناہ کا باعث ہے کہ وہ قسم توڑ کر کفارہ ادا کرے جو اس پر اللہ تعالیٰ نے فرض کیا ہے۔ (متفق علیہ) یلج: لام پر زبر اور جیم پر شد کے ساتھ اس کا مطلب ہے اس پر ڈٹا رہے اور کفارہ ادا نہ کرے اور اثم: ثا مثلثہ کے ساتھ اس کا مطلب ہے گناہ زیادہ کرنا۔

(1724) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا يَلْجُ أَحَدٌ كُمْ فِي يَمِينِهِ فِي أَهْلِهِ أَثْمٌ لَهُ عِنْدَ اللَّهِ تَعَالَى مِنْ أَنْ يُعْطَى كَفَّارَتَهُ الَّتِي فَرَضَ اللَّهُ عَلَيْهِ." مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. قَوْلُهُ: "يَلْجُ بِفَتْحِ اللَّامِ وَتَشْدِيدِ الْجِيمِ أَيْ: يَتَمَادَى فِيهَا، وَلَا يُكْفَرُ، وَقَوْلُهُ: "أَثْمٌ هُوَ بِالْقَاءِ الْمُثَلَّثَةِ، أَيْ: أَكْثَرُ أَيْمًا."

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الایمان والنذور، جلد 6، صفحہ 244، رقم الحدیث 6250 صحیح مسلم، باب النہی عن الاصرار علی الیمن فیما یتأذی بہ اهل الحالف مالیس حرام، جلد 5، ص 88، رقم 4381 السنن الکبریٰ للبیہقی، باب من حلف علی یمین فرای خیرا منها فلیات الذی ہو خیر، جلد 10، ص 32، رقم 20347 مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ، جلد 2، ص 317، رقم 8193 مشکوٰۃ الصالحین، کتاب الایمان والنذور، الفصل الاول، جلد 2، ص 277، رقم 3414

شرح حدیث: مُفْتَبِّرٌ فَصِيحٌ حَلِيمٌ لِأُمَّتٍ حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الرحمن اس حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں: یلجی کے فتح لام کے کسرہ اور جیم کے شد سے لجاؤ و لجاچہ کا مضارع ضرب یضرب سے لجاچہ کے معنی ہیں اڑ جانا، مصر ہو جانا، قائم رہنا یعنی جو شخص اپنے گھروالوں میں سے کسی کا حق فوت کرنے پر قسم کھالے مثلاً یہ کہ میں اپنی ماں کی خدمت نہ کروں گا یا بیوی سے ایک دو ماہ صحبت نہ کروں گا۔

یعنی ایسی قسموں کا پورا کرنا گناہ ہے اس پر واجب ہے کہ ایسی قسمیں توڑے اور گھروالوں کے حقوق ادا کرے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَلَا تَجْعَلُوا اللَّهَ عُرْضَةً لِأَيْدِيكُمْ أَنْ تَبْكُذُوا وَتَتَّقُوا وَتُصَلِّحُوا بَيْنَ النَّاسِ۔ خیال رہے کہ یہاں تم تفضیل مقابلہ کے لیے نہیں، یہ مطلب نہیں کہ یہ قسم پوری نہ کرنا بھی گناہ مگر پوری کرنا زیادہ گناہ ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ ایسی قسم پوری کرنا بہت بڑا گناہ ہے پوری نہ کرنا ثواب کہ اگرچہ رب تعالیٰ کے نام کی بے ادبی قسم توڑنے میں ہوتی ہے اسی لیے اس پر کفارہ واجب ہوتا ہے مگر یہاں قسم نہ توڑنا زیادہ گناہ کا موجب ہے۔ (مراۃ المناجیح ج ۵ ص ۲۲۶)

لغو قسم معاف ہے اس میں کفارہ نہیں

وہ وہ ہے جو بلا ارادہ زبان پر جاری

174- بَابُ الْعَفْوِ عَنِ لَعْنِ الْيَمِينِ وَأَنَّهُ لَا

كَفَّارَةٌ فِيهِ، وَهُوَ مَا يَجْرِي عَلَى اللِّسَانِ

يَغْيِرُ قَصْدَ الْيَسْبِينِ كَقَوْلِهِ عَلَى الْعَادَةِ:

لَا وَاللَّهِ، وَبَلَى وَاللَّهِ، وَتَحْوِ ذَلِكِ

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (لَا يُؤَاخِذُكُمْ اللَّهُ بِاللُّغُو فِي أَيْمَانِكُمْ وَلَكِنْ يُؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُمُ الْأَيْمَانَ فَكَفَّارَتُهُ إِطْعَامُ عَشْرَةِ مَسَاكِينَ مِنْ أَوْسَطِ مَا تُطْعَمُونَ أَهْلِيكُمْ أَوْ كِسْوَتُهُمْ أَوْ تَحْرِيرُ رَقَبَةٍ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ ذَلِكَ كَفَّارَةُ أَيْمَانِكُمْ إِذَا حَلَفْتُمْ وَاحْفَظُوا أَيْمَانَكُمْ) (البائنة: 89).

ہو جائے جیسے لا والہ بلی واللہ وغیرہ

اور اس قسم کے الفاظ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم کو اللہ تعالیٰ تمہاری قسموں میں لغو کی وجہ سے گرفت نہیں فرماتا لیکن اس پر گرفت فرماتا ہے جن قسموں کا تم نے ارادہ کیا تو اس کا کفارہ دس مسکینوں کو متوسط کھانا دینا یا ان کو لباس دینا یا غلام آزاد کرنا ہے تو جس نے (یہ) نہ پایا تو اس پر تین دن کے روزے ہیں یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسمیں اٹھاؤ اور اپنی قسموں کا خیال کرو۔

(1725) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا،

قَالَتْ: أَنْزِلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ: (لَا يُؤَاخِذُكُمْ اللَّهُ بِاللُّغُو فِي أَيْمَانِكُمْ) فِي قَوْلِ الرَّجُلِ: لَا وَاللَّهِ، وَبَلَى وَاللَّهِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ یہ آیت اتری: ”اللہ تم کو تمہاری قسموں کی وجہ سے نہ پکڑے گا“۔ یہ آیت آدمی کے قول لا والہ اور بلی والہ کے بارے نازل ہوئی۔ (بخاری)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب ”لا یؤاخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم“ جلد 4، ص 168، رقم 4337 السنن الکبریٰ للبیہقی، باب لغو الیسین، جلد 10، صفحہ 48، رقم 20427 المنتقی لابن الجارود، باب ما جاء فی الايمان، جلد 1، صفحہ 232، رقم 925 مسند الشافعی، الباب الاول فیما یتعلق بالیسین، جلد 1، صفحہ 135، رقم 245 مصنف عبدالرزاق، باب اللغو وما هو، جلد 8، صفحہ 473، رقم 15951

شرح حدیث: مُفْتَسِّرُ فَهْمِ حَكِيمِ الْأُمَّتِ حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الرحمن اس حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں: قسم لغو وہ ہے جس میں نہ کفارہ ہو نہ گناہ، لغو بمعنی بے کار، قسم لغو کی تفسیر میں اختلاف ہے۔ امام شافعی کے ہاں قسم لغو یہ ہے کہ بغیر ارادہ منہ واللہ باللہ نکل جائے جیسے بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے واللہ آئے واللہ جائے وغیرہ، یہ حدیث امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل ہے، ہمارے امام اعظم کے نزدیک قسم لغو یہ ہے کہ کسی بات پر اسے سچ سمجھ کر قسم کھائے مگر وہ ہو جھوٹ جیسے کسی کو زید کے آجانے کا یقین تھا وہ کہے قسم خدا کی زید آ گیا لیکن وہ آیا نہ تھا، یہ قسم لغو ہے حضرت عبداللہ ابن عباس نے قسم لغو کی یہی تفسیر فرمائی امام اعظم و امام احمد کا یہی مذہب ہے لہذا ہمارے ہاں اگر بغیر قصد قسم نکل جانے پر قسم کے احکام جاری ہوں گے مثلاً عادت کے طور پر کہہ دے واللہ میں جاؤں گا واللہ کھاؤں گا اگر نہ جائے نہ کھائے تو کفارہ واجب ہوگا اگرچہ قسم کی نیت سے واللہ نہ کہا ہو، نذر کا بھی یہی حکم ہے کہ بغیر قصد نذر کے الفاظ جاری ہونے سے نذر ہو جاتی ہے کیونکہ بعض احادیث میں ہے کہ تین چیزیں عمدتاً ہوں تب بھی درست ہیں خطاء یا بھول کر ہوں جب بھی درست، نکاح،

طلاق اور قسم۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ حدیث میں ہے کہ میری امت سے خطا و نسیان اٹھالیے گئے تو خطا کی قسم پر احکام کیسے؟ مگر یہ کمزوری بات ہے کیونکہ خطا و نسیان پر سزا اٹھالی گئی نہ کہ احکام پر، روزے میں خطا پانی پی لینے سے روزہ جاتا رہتا ہے اگرچہ اس پر گناہ نہیں ایسے خطا قسم پر گناہ نہیں احکام مرتب ہیں۔ اس کی پوری بحث فتح القدر میں اور مرقات میں اسی جگہ دیکھئے۔

یعنی شرح سنہ میں اس حدیث کے وہ الفاظ منقول ہیں جو مصابیح میں نقل فرمائے، وہ یہ ہیں قالت لغوا لیسین قول الھمان

لا والله ولی والله۔ (اشع) (مرآة النایح ج ۵ ص ۳۲۲)

بیع میں حلف اٹھانا پسندیدہ

نہیں اگرچہ سچا ہو

175 بَابُ كَرَاهَةِ الْحَلْفِ فِي

الْبَيْعِ وَإِنْ كَانَ صَادِقًا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ قسم سامان کے

بکنے کا سبب ہے۔ برکت کے مننے کا سبب ہے۔ (متفق

علیہ)

(1726) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

يَقُولُ: «الْحَلْفُ مَنْفَقَةٌ لِلسَّلْعَةِ، مَبْحَقَةٌ لِلْكَسْبِ،

مُتَّفِقٌ عَلَيْهِ.

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب بحق اللہ الربا ویربی الصدقات، جلد 2، ص 785، رقم 1981 صحیح مسلم، باب النہی عن

الحلف فی البیع، جلد 5، صفحہ 56، رقم 4209 السنن الکبیری للبیہقی، باب کراہیة الیسین فی البیع، جلد 5، ص 265، رقم 10709 سنن

ابوداؤد باب فی کراہیة الیسین فی البیع، جلد 3، صفحہ 250، رقم 3337 مسند البزار، مسند أبی ہریرة رضی اللہ عنہ، جلد 2، ص 382،

رقم 7755

شرح حدیث: مُفْتَرِ شَمِیر حکیم الأُمّت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللحنان اس حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں:

ممکن ہے کہ یہاں الحلف میں الف لام عہدی ہو اور قسم سے مراد جھوٹی قسم ہو، برکت سے مراد آئندہ کاروبار بند ہو

جانا ہو یا کیے ہوئے بیوپار میں گھانا پڑ جانا یعنی اگر تم نے کسی کو جھوٹی قسم کھا کر دھوکے سے خراب مال دے دیا وہ ایک بار

تو دھوکہ کھا جائے گا مگر دوبارہ نہ آئے گا نہ کسی کو آنے دے گا یا جو تم تم نے اس سے حاصل کر لی اس میں برکت نہ ہوگی کہ

حرام میں بے برکتی ہے، صفائی معاملات سیکھو۔ (مرآة النایح ج ۲ ص ۳۰۰)

حضرت ابوقادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں

نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اپنے آپ کو

بیع میں زیادہ حلف سے بچاؤ کیونکہ یہ سامان کو فروخت

کروا دیتا ہے پھر برکت مٹا دیتا ہے۔ (مسلم)

(1727) وَعَنْ أَبِي قَتَادَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّهُ

سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ:

«إِيَّاكُمْ وَكَثْرَةَ الْحَلْفِ فِي الْبَيْعِ، فَإِنَّهُ يُنْفِقُ ثُمَّ

يَمْحَقُ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب النہی عن الحلف فی البیع، جلد 5، ص 56، رقم 4210 السنن الکبیری للبیہقی، باب

کراہیۃ الیسون فی البیع، جلد 5، ص 265، رقم 10190 مسند امام احمد بن حنبل، حدیث ابی قتادہ الانصاری رضی اللہ عنہ، جلد 5، ص 297، رقم 22597 مصنف ابن ابی شیبہ، باب ما نہی عنہ من الحلف، جلد 7، صفحہ 20، رقم 22633 مستخرج ابی عوانہ، باب حظر کثرة الحلف فی البیع ووجوب اجتنابہ فیہ، جلد 6، ص 115، رقم 4448

شرح حدیث: مُفسِّر شَیخِہِ عَلَیْمِ الْأُمَمَاتِ حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں: بعض شارحین نے فرمایا کہ یہاں زیادہ قسم سے ممانعت ہے تھوڑی قسموں کی اجازت ہے کہ تجارت میں بھی قسم کھانی ہی پڑ جاتی ہے، بعض نے فرمایا کہ جھوٹی قسموں سے ممانعت ہے سچی قسم کی اجازت ہے مگر ترجیح اسے ہے کہ مطلقاً قسم سے ممانعت ہے، کثرة کا لفظ اتفاقی ہے جیسے رب تعالیٰ فرماتا ہے: لَا تَأْكُلُوا الرِّبَا أَضْعَافًا مُّضَاعَفَةً۔ مقصد یہ ہے کہ خرید و فروخت میں سچی قسمیں بھی نہ کھاؤ کہ کبھی جھوٹی قسم بھی منہ سے نکل جائے گی نزلہ سے بچو تا کہ بخار سے محفوظ رہو۔

يُنْفِقُ ف کے شد اور کسرہ سے ہے تنفیق کا مضارع، انفاق سے نہیں ہے، تنفیق بمعنی ترویج ہے یعنی قسم سے لوگ دھوکا کھا کر خرید لیتے ہیں اور مال چل پڑتا ہے مگر آئندہ کو جھوٹے تاجر کا اعتبار نہیں رہتا، تجارت اعتبار پر چلتی ہے۔ فسوس کہ یہ سبق مسلمان تاجر بھول گئے، کفار خصوصاً انگریزوں نے یاد کر لیا، آج ان کی راستبازی ضرب المثل بن چکی ہے اسی لیے وہ تجارت میں سب سے آگے ہیں۔ (مرآة المناجیح ج ۴ ص ۲۹۹)

یہ مکروہ ہے کہ آدمی اللہ عزوجل کی ذات کا

واسطہ دے کر جنت کے سوا کچھ اور مانگے

اور جو اللہ تعالیٰ کے نام پر مانگے

اس کو نہ دینا بھی مکروہ ہے

176- بَابُ كَرَاهَةِ أَنْ يُسْأَلَ

الْإِنْسَانَ بِوَجْهِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ

غَيْرَ الْجَنَّةِ، وَكَرَاهَةِ مَنْعِ مَنْ

سَأَلَ بِاللَّهِ تَعَالَى وَتَشَفَّعَ بِهِ

(1728) عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ:

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا يُسْأَلُ بِوَجْهِ

اللَّهِ إِلَّا الْجَنَّةُ". رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے

فرمایا: اللہ کی ذات کا واسطہ دے کر جنت کے سوا کچھ نہ

طلب کیا جائے۔

تخریج حدیث: سنن ابوداؤد، باب کراہیۃ المسئالۃ بوجہ اللہ تعالیٰ، جلد 2، ص 55، رقم 1673 جامع الاصول لابن اثیر،

الفرع الرابع فی احادیث متفرقة، جلد 10، ص 160، رقم 7644 مشکوٰۃ المصابیح، باب افضل الصدقة، جلد 1، ص 438، رقم 1944

شرح حدیث: مُفسِّر شَیخِہِ عَلَیْمِ الْأُمَمَاتِ حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں:

شیخ نے اس حدیث کے دو مطلب بیان کئے: ایک یہ کہ کسی شخص سے اللہ کے نام پر کچھ نہ مانگو کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نام

پر مانگنے کی چیز جنت ہے اور یہ شخص جنت دے نہیں سکتا۔ دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ سے اس کے نام پر دنیاوی چیز نہ مانگو بلکہ

اس کے نام پر اس سے جنت مانگو یہ عرض کروا لہم اِنَّا نَسْتَسْئَلُكَ بِوَجْهِكَ الْكَرِيمِ اَنْ تُدْخِلَنَا الْجَنَّةَ۔ فقیر احمد یار کہتا ہے

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ کے نام پر جنت مانگو جیسے حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ

وسلم سے جنت مانگی اسْتَسْأَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِي الْجَنَّةِ۔ بعض عشاق کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ سے جناب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مانگو اور جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خدا تعالیٰ کو مانگو۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم از توے خواہم خدارا
خدایا از تو عشق مصطفیٰ را

حضرت ربیعہ نے بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے حضور ہی کو مانگا مگر چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جنت ہی میں ملیں گے اس لیے جنت بھی مانگ لی عرض کیا آپ سے آپ کی ہمراہی مانگتا ہوں جو جنت میں ہوگی۔ (مرآة المناجیح ج ۳ ص ۱۷۰)

(1729) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ اسْتَعَاذَ بِاللَّهِ، فَأَعِيدُوهُ، وَمَنْ سَأَلَ بِاللَّهِ، فَأَعْطُوهُ، وَمَنْ دَعَاكُمْ، فَأَجِيبُوهُ، وَمَنْ صَنَعَ إِلَيْكُمْ مَعْرُوفًا فَكَافِئُوهُ، فَإِنْ لَمْ تَجِدُوا مَا تُكَافِئُونَهُ بِهِ، فَادْعُوا لَهُ حَتَّى تَرَوْا أَنَّكُمْ قَدْ كَافَأْتُمُوهُ". حَدِيثٌ صَوِّحَ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتَّنَسَائِيُّ بِإِسْنَادٍ الصَّحِيحَيْنِ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اللہ کے ساتھ پناہ حاصل کرے اس کو پناہ دے دو اور جو اللہ کے نام پر مانگے اس کو دے دو اور جو تم کو دعوت دے۔ اس کی دعوت کو قبول کرو اور جس نے بھلائی کی تمہارے ساتھ اس کو بدلہ دو اگر تم کو بدلہ دینے کے لیے کچھ نہ ملے تو اتنی دعائیں دے دو کہ تم سمجھ لو اب اس کے احسان کا بدلہ ہو چکا ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے اسے ابو داؤد اور نسائی نے صحیح اسانید کے ساتھ روایت کیا۔

تخریج حدیث: سنن ابو داؤد، باب عطیة من سأل الله، جلد 2، صفحہ 52، رقم 1674، صحیح ابن حبان، باب المسألة والاخذ وما يتعلق به من المكافأة والثناء والشكر، جلد 8، ص 199، رقم 3408، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب عطیة من سأل بالله عزوجل، جلد 4، صفحہ 199، رقم 8143، مسند عبد بن حمید، احادیث بن عمر، جلد 1، ص 256، رقم 806، مسند امام احمد، مسند عبد اللہ بن عمر، جلد 2، صفحہ 95، رقم 5703

شرح حدیث: مفسر ہشیر حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ انان اس حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں: یعنی جو تمہاری سختی یا غیر کی سختی سے تمہارے پاس اللہ کی پناہ مانگے تو اسے دیدو کہ اگر تم کسی کو مارنا چاہتے ہو تو معافی دے دو یا کوئی دوسرا اس پر سختی کرنا چاہتا ہے اور تم دفع کر سکتے ہو تو کہہ دو، یہ حکم اپنے ذاتی معاملات میں ہے، قوم یا دین کے مجرم کو ہرگز معاف نہیں کر سکتے اگرچہ وہ کیسی ہی پناہ لے تاکہ امن و دین میں خلل نہ پڑے لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ آپ نے فاطمہ مخزومیہ کو جس نے چوری کر لی تھی معافی نہ دی۔

بشرطیکہ وہ دعوت ممنوعات شرعیہ سے خالی ہو لہذا جس ولیمہ میں ناچ گانا خاص کھانے کی جگہ ہو وہاں نہ جائے ایسے ہی میت کے کھانے پر رکی دعوت قبول نہ کرے لہذا یہ فرمان فتویٰ فقہاء کے خلاف نہیں۔

اس طرح کہ وہ جس قسم کا سلوک تم سے کرے قولی، عملی، مالی تم بھی اس سے ویسا سلوک کرو۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے: هَلْ

جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ اور فرماتا ہے: وَأَحْسِنُ كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ۔ یہ حکم ہم جیسے کم ہمت لوگوں کے لیے ہے ہمت والے تو اپنے دشمنوں کی برائی کا بدلہ معافی اور بھلائی سے کرتے ہیں۔ شعر

لِذَا ظَلَمَ كَاغْفُوهُ بِانْتِقَامٍ
عَلِيهِ الصَّلَاةُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اس طرح کہ کہو جزاک اللہ یا اس کا کھانا کھا کر کہو اللہم اطعم من اطعمنا واسق من سقانا وغیرہ حضرت عائشہ صدیقہ کو جب کوئی سائل دعائیں دیتا تو آپ پہلے اسے دعائیں دیتیں پھر بھیک عطا فرماتیں کسی نے پوچھا کہ آپ عطا سے پہلے دعا کیوں دیتی ہیں فرمایا کہ میرا صدقہ عوض سے بچا ہے، رضی اللہ عنہا۔ (مرقات)

اس بنا پر حضرات صوفیاء فرماتے ہیں کہ ہمیشہ ہی درود شریف پڑھنا چاہیے کیونکہ کوئی شخص نہ تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات کا بدلہ کر سکتا ہے اور نہ بقدر احسان دعائیں ہی دے سکتا ہے کہ ان کے احسانات ہر آن بے شمار پہنچ رہے ہیں، ہر کلمہ، ہر تلاوت، ہر نماز بلکہ ہر نیک عمل میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم پر احسانات ہیں لہذا مرتے مرتے ان کو دعائیں دو یعنی درود پاک پڑھو۔ شعر

مرتے دم تک اس کی مدحت کیجئے

اس کے پیارے سے محبت کیجئے

جی و باقی جس کی کرتا ہے ثنا

جس کا حسن اللہ کو بھی بھا گیا

(مرآة المناجیح ج ۳ ص ۱۶۹)

بادشاہ کو شہنشاہ کہنا حرام ہے کیونکہ

اس کا (کہنا) معنی بادشاہوں کا

بادشاہ ہے اور یہ وصف اللہ سبحانہ

کے لیے ہے اور کسی کے لیے نہیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ ناپسند

نام اس آدمی کا ہے جو ملک الاملاک کہلائے۔ (مشق علیہ)

سفیان بن عیینہ کہتے ہیں کہ ملک الاملاک شہنشاہ کی طرح

ہے۔

177- بَابُ تَحْرِيمِ قَوْلِهِ: شَاهُنشَاهُ

لِلسُّلْطَانِ وَغَيْرُهُ لِأَنَّ مَعْنَاهُ مَلِكُ

الْمُلُوكِ، وَلَا يُوصَفُ بِذَلِكَ

غَيْرُ اللَّهِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى

(1730) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ

النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِنَّ أَخْنَعَ اسْمٍ

عِنْدَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ رَجُلٌ تَسْمَى مَلِكِ الْأَمْلاَكِ"

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ قَالَ سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ: "مَلِكِ

الْأَمْلاَكِ مِثْلُ: شَاهُنشَاهُ"

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب البغض الاسماء الی اللہ، جلد 8، صفحہ 45، رقم 6205 صحیح مسلم، باب تحریم الشمی

مملک الاملاک و مملک الملوک، جلد 6، صفحہ 174، رقم 5734 السنن الکبریٰ للبیہقی، باب ما یکرہ ان یسبی بہ، جلد 9، صفحہ 306

رقم 19790 المستدرک للحاکم، کتاب الادب، جلد 6، صفحہ 290، رقم 7724 سنن ابوداؤد، باب فی تغییر الاسم القبیح، جلد 4

صفحہ 445، رقم 4863

شرح حدیث: مُفَسِّرٌ عَمِیرٌ حَکِیمٌ لَأَمَّتْ حَضْرَتُ مَفْتٰی اَحْمَدِ یَارْخَانَ عَلَیْهِ رَحْمَةُ الْاِحْنَانِ اِسْ حَدِیْثِ پَاکِ كے تَحْتِ فرماتے ہیں:
اس لیے کہ ان ناموں میں فخر و تکبر کا اظہار ہے نہ ذلت کے نام رکھو نہ فخر و تکبر کے۔ خیال رہے کہ ناموں کا اور حکم ہے
القاب و خطابات کا دوسرا حکم۔ کسی کو ملک العلماء کا خطاب دینا ممنوع نہیں نام رکھنا ممنوع ہے، ملک الاملاک کا ترجمہ
ہے بادشاہوں کا بادشاہ یعنی شہنشاہ اور ظاہر ہے کہ اس نام میں تکبر ہے۔ اس عبارت میں رجل سے پہلے نام محذوف ہے اور
یہ اخنی الاسماء کی خبر ہے۔ (اشعد)

یعنی حقیقی اور دائمی بادشاہ اللہ تعالیٰ ہے بندوں کی بادشاہت و ملکیت عارضی ہے ایسے نام رکھنے والا گو یا رب تعالیٰ کا
مقابلہ کرتا ہے۔ خیال رہے کہ املاک جمع ہے ملک کی لام کے کسرہ سے اور ممالک جمع ہے ملک کی لام کے ضمہ سے مملوک
جمع ہے ملک بمعنی بادشاہ کی مالک المملوک، مالک الاملاک اور مالک ممالک تمام نام ممنوع ہیں۔ خیال رہے کہ یہ ناراضی
جب ہے جب کہ وہ شخص اس نام سے راضی ہو اگر راضی نہیں تو وبال اس کے ماں باپ پر ہے جنہوں نے اس کا نام یہ رکھا
اسے چاہیے کہ اپنا نام تبدیل کرے۔ (مرآة الناجح ج ۶ ص ۵۹۲)

فاسق اور بدعتی کو سردار کہہ کر
پکارنے کی ممانعت

178- بَابُ التَّهْنِي عَنْ مَخَاطَبَةِ الْفَاسِقِ
وَالْمُبْتَدِعِ وَنَحْوِهِمَا بِسَيِّدٍ وَنَحْوِهِ

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فاسق کو سردار نہ کہو کہ اگر وہ تمہارا
سردار ہے تو تم نے اپنے رب کو ضرور ناراض کر دیا۔ اسے
ابوداؤد نے اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا۔

(1731) عَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا تَقُولُوا
لِلْمُنَافِقِ سَيِّدًا، فَإِنَّهُ إِنْ يَكُ سَيِّدًا فَقَدْ أَشْحَطْتُمْ
رَبَّكُمْ عَزَّ وَجَلَّ». رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ.

تخریج حدیث: سنن ابوداؤد، باب لا یقول المملوک، جلد 4، صفحہ 451، رقم 4979 الاداب للبیہقی، باب حفظ المنطق،
جلد 1، صفحہ 189، رقم 321 الاداب المفرد للبخاری، باب لا یقل للمنافق سید، جلد 1، صفحہ 267، رقم 760 مشکل الآثار، باب بیان
مشکل ماروی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من نھیة ان یقال للمنافق سید، جلد 13، ص 201، رقم 5229

شرح حدیث: مُفَسِّرٌ عَمِیرٌ حَکِیمٌ لَأَمَّتْ حَضْرَتُ مَفْتٰی اَحْمَدِ یَارْخَانَ عَلَیْهِ رَحْمَةُ الْاِحْنَانِ اِسْ حَدِیْثِ پَاکِ كے تَحْتِ فرماتے ہیں:
اس حکم میں کافر، فاسق، منافق سب ہی داخل ہیں بلا ضرورت خوشامد کے لیے ان لوگوں کو ایسے الفاظ کہنے سخت جرم
ہیں، رب تعالیٰ نے عزیز مصر کو حضرت یوسف علیہ السلام کا سید نہ کہا بلکہ زلیخا کا سید یعنی خاوند کہا اَلْقِیَا سَیِّدًا هَا لَدَا الْبَابِ۔
اس سے معلوم ہوا کہ بے دین کو نہ تو صرف سید کہو نہ سید القوم کہو بے دین تو ذلیل ہے سید عزت والا ہوتا ہے، یوں ہی
اسے سردار، سرور، حضور وغیرہ کہنا حرام ہے کہ تعظیمی الفاظ کفار کے لیے استعمال کرنا رب تعالیٰ کی ناراضی کا باعث ہیں
ضرورت دین یا ضرورت دنیاوی کی وجہ سے یہ کہنا معاف ہے یوں ہی بیدینوں کو مولانا تعظیمنہا کہنا جائز نہیں کہ مولیٰ تو سید

سے بھی زیادہ تعظیم کا لفظ ہے اللہ تعالیٰ کے لیے مولانا فرمایا گیا سیدنا نہیں کہا گیا انت مولانا، ہاں اگر مولیٰ بمعنی غلام مراد لے کر اسے مولانا کہا جاوے تو جائز، رب تعالیٰ فرماتا ہے: **فَاخُونَكُمْ فِي الدِّينِ وَ مَوَالِيكُمْ** بہر حال تو یہ جائز ہے تعظیم ناجائز، اس کی پوری تحقیق یہاں ہی مرقات میں دیکھو۔ (مرآة المناجیح ج ۱ ص ۶۱۶)

بخار کو گالی دینا مکروہ ہے

179- بَابُ كَرَاهَةِ سَبِّ الْحُمِيِّ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن ام سائب یا ام مسیب پر داخل ہوئے فرمایا: اے ام سائب یا اے ام مسیب! (تمہیں کیا ہوا) کانپ کیوں رہی ہو؟ تو انہوں نے عرض کی: بخار ہے اس میں اللہ تعالیٰ برکت نہ دے۔ آپ نے فرمایا: بخار کو گالی نہ دے یہ تو اولاد آدم کی غلطیوں کو ختم کر دیتا ہے جس طرح بھٹی لوہے کے میل کو ختم کر دیتی ہے۔ (مسلم) تزفرفین: یعنی تجھ پر سخت کپکپی طاری ہے اور اس کا مطلب ہے تو کانپ رہی ہے اور یہ تا پر پیش اور زامکررہ اور فامکررہ کے ساتھ آئی ہے اور رامکررہ اور قاف کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے۔

(1732) عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَى أُمِّ السَّائِبِ، أَوْ أُمِّ الْمُسَيْبِ فَقَالَ: "مَا لِكَ يَا أُمَّ السَّائِبِ - أَوْ يَا أُمَّ الْمُسَيْبِ - تُزْفِرِينَ؟" قَالَتْ: الْحُمِيُّ لَا بَارَكَ اللَّهُ فِيهَا! فَقَالَ: "لَا تُسَبِّي الْحُمِيَّ فَإِنَّهَا تُذْهِبُ خَطَايَا بَنِي آدَمَ كَمَا يُذْهِبُ الْكَبِيرُ خَبَثَ الْحَدِيدِ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ. "تُزْفِرِينَ أَي تَتَحَرَّكِينَ حَرَكَةً سَرِيعَةً وَمَعْنَاهُ: تَرْتَعِدُ. وَهُوَ بِضَمِّ التَّاءِ وَبِالزَّايِ الْهَكَرَّةِ وَالْفَاءِ الْهَكَرَّةِ، وَرُويَ أَيضًا بِالرَّاءِ الْهَكَرَّةِ وَالْقَافِينِ."

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب ثواب المؤمن فیما یصیبه من مرض اور حزن اونحو ذلك، جلد 8، ص 16، رقم 6735، الادب للبیہقی، باب ما یرجی فی المصیبات من تکفیر السیئات و رفع الدرجات، جلد 1، ص 448، رقم 737، الادب المفرد للبخاری، باب عیادة المرضى، صفحہ 182، رقم 516، المستدرک للحاکم، کتاب الایمان، جلد 1، صفحہ 102، رقم 247، السنن الکبریٰ للسنائی، باب التنہی عن لعن الحمی، جلد 6، صفحہ 262، رقم 10902

شرح حدیث: مفسر فقیر حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں: اور بیماریاں ایک یا دو عضو کو ہوتی ہیں مگر بخار سر سے پاؤں تک ہر جگہ میں اثر کرتا ہے، لہذا یہ سارے جسم کی خطاؤں اور گناہوں کو معاف کرانے گا۔ امام سیوطی نے ایک کتاب لکھی کشف الغمہ فی اخبار الحمی، اس میں بروایت حسن مرفوعاً نقل کیا کہ ایک رات کا بخار تمام خطائیں معاف کر دیتا ہے، حضرت ابو الدرداء فرماتے ہیں کہ مؤمن کا ایک رات کا بخار ایک سال کا کفارہ ہے، حضرت ابو امامہ فرماتے ہیں کہ بخار جہنم کی بھٹی ہے اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے مؤمن کو جہنم سے بچاتا ہے، حضرت ابی ابن کعب نے دعا مانگی تھی کہ خدایا مجھے ایسا بخار نصیب کر جو تیری راہ میں چلنے، تیرے گھر آنے اور تیرے نبی کی مسجد تک پہنچنے سے نہ روکے۔ چنانچہ آپ کو ہمیشہ ہلکا بخار رہتا تھا اور اسی حال میں مسجد وغیرہ جایا کرتے

تھے۔ (مرقاۃ) امام اہل سنت اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی فرماتے ہیں کہ الحمد للہ مجھے بھی ہمیشہ باک بخار رہتا ہے مگر اس حالت میں اعلیٰ حضرت نے دین کی وہ خدمتیں کیں کہ سبحان اللہ! (مرآۃ المناجیح ج ۲ ص ۷۶۸)

ہوا کو گالی دینا منع ہے اور ہوا چلے تو

کیا کہنا چاہیے؟ اس کا بیان

180- بَابُ النَّهْيِ عَنِ سَبِّ الرِّيحِ، وَبَيَانِ

مَا يُقَالُ عِنْدَهُبُوبَهَا

(1733) عَنْ أَبِي الْمُنْذِرِ أَبِي بِنِ كَعْبٍ رَضِيَ

اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ: «لَا تَسُبُّوا الرِّيحَ، فَإِذَا رَأَيْتُمْ مَا تَكْرَهُونَ،

فَقُولُوا: اَللَّهُمَّ إِنَّا نَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ هَذِهِ الرِّيحِ وَخَيْرِ

مَا فِيهَا وَخَيْرِ مَا أَمْرَتْ بِهِ. وَنَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ هَذِهِ

الرِّيحِ وَشَرِّ مَا فِيهَا وَشَرِّ مَا أَمْرَتْ بِهِ». رَوَاهُ

الترمذی، وَقَالَ: «حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ».

حضرت ابو منذر ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہوا کو گالی نہ دو جب تم ناپسند

چیز دیکھو تو کہو اے اللہ ہم تجھ سے اس ہوا کی بھلائی کا اور

جو کچھ اس میں ہے اس کی بھلائی کا سوال کرتے ہیں اور

جس کا حکم اسے دیا گیا ہے اس کی بھلائی کا سوال کرتے

ہیں اور اس ہوا کے شر سے اور جو اس میں ہے اس کے شر

سے اور جس کا اسے حکم دیا گیا ہے اس کے شر سے ہم تیری

پناہ مانگتے ہیں۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ

حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: سنن ترمذی، باب ما جاء فی لانی عن سب الرياح جلد 4، ص 521، رقم 2252 الادب المفرد للبخاری،

باب لا تسبوا الريح صفحہ 251، رقم 719 سنن النسائی الکبزی، باب ما يقول اذا هاجت الريح، جلد 6، صفحہ 231، رقم 10769 جامع

الاصول لابن اثیر، الفصل السابع فی الدعاء عند الريح، جلد 4، ص 322، رقم 2331 مسند امام احمد بن حنبل، حدیث عبد الرحمن بن

ابزی، جلد 5، صفحہ 123، رقم 21176

شرح حدیث: مفسر فقیر حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں:

یعنی ہوا کو گالی دینے سے فائدہ تو کوئی نہ ہوگا تم مجرم اور گنہگار ہو جاؤ گے۔ اس دعا کے پڑھ لینے سے ثواب بھی پاؤ

گے، امن بھی اور کوئی نقصان نہ ہوگا۔ امام غزالی فرماتے ہیں کہ لعنت کے اسباب کل تین ہیں: کفر، بدعت، فسق۔ ہوا میں یہ

کوئی نہیں تو اس پر لعنت کیسی۔ (مرآۃ المناجیح ج ۲ ص ۷۶۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہوا اللہ کی رحمت

سے ہے رحمت بھی لاتی ہے اور عذاب بھی لاتی ہے جب

تم اس کو دیکھو تو اس کو گالی نہ دو اور اللہ تعالیٰ سے اس کی

بھلائی مانگو اور اس کے شر سے پناہ مانگو۔ اسے ابو داؤد

(1734) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ:

سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ:

«الرِّيحُ مِنْ رُوحِ اللَّهِ، تَأْتِي بِالرَّحْمَةِ، وَتَأْتِي بِالْعَذَابِ،

فَإِذَا رَأَيْتُمُوهَا فَلَا تَسُبُّوهَا، وَسَلُّوا اللَّهَ خَيْرَهَا،

وَاسْتَعِينُوا بِاللَّهِ مِنْ شَرِّهَا». رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ

بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ. قَوْلُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ رَزَّوَجَ اللَّهُ هُوَ يَفْتَحُ الرَّاءَ: أَيْ رَحْمَتِهِ بِعِبَادِهِ."
 نے اسناد حسن کے ساتھ روایت کیا۔ اور آپ ﷺ کا فرمان: "مَنْ رَزَّوَجَ اللَّهُ" را کی زبر کے ساتھ اس کا مطلب ہے اس کی اپنے بندوں پر رحمت۔

تخریج حدیث: سنن ابوداؤد، باب ما یقول اذا حاجت الريح، جلد 4، ص 486، رقم 5099، الادب المفرد للبخاری، باب لا تسبو الريح، صفحہ 251، رقم 720، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب ما کان یقول عند هبوب الريح وینہی عن سبها، جلد 3، ص 361، رقم 6696، المستدرک للحاکم، کتاب الادب، جلد 6، صفحہ 303، رقم 7769، صحیح ابن حبان، باب الادب، جلد 3، صفحہ 287، رقم 1007

شرح حدیث: مفسر شہیر حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ نے اس حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں: یعنی اگر کبھی ہوا سے کوئی نقصان یا تکلیف پہنچے تو ہوا کو گالیاں نہ دو کیونکہ وہ تو حکم الہی سے سب کچھ لاتی ہے۔ خیال رہے کہ ہوا رحمت ہے مگر کافروں پر عذاب لاتی ہے، مؤمنوں کے لیے رحمت ہے، ایسے غافلوں کی گوشمالی کرتی ہے یہ بھی رحمت ہے لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ جب ہوا رحمت ہے تو عذاب کیوں لاتی ہے۔

ہوائیں آٹھ ہیں: چار رحمت کی۔ ناشرات، ذاریات، مرسلات، مبشرات اور چار عذاب کی۔ عاصف، قاصف، صرصر، عقیم، پہلی دو سمندروں میں عذاب کی ہیں، آخری دو خشکی میں۔ (مرقاۃ) (مرآۃ المناجیح ج ۲ ص ۷۴)

(1735) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا،
 قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا
 عَصَفَتِ الرِّيحُ قَالَ: "اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ خَيْرَهَا
 وَخَيْرَ مَا فِيهَا وَخَيْرَ مَا أُرْسِلَتْ بِهِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ
 شَرِّهَا وَشَرِّ مَا فِيهَا وَشَرِّ مَا أُرْسِلَتْ بِهِ." رَوَاهُ
 مُسْلِمٌ.
 حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب ہوا تیز چلتی تو کہتے اے اللہ میں تجھ سے اس کی بھلائی کا سوال کرتا ہوں اور جو اس میں ہے اس کی بھلائی کا سوال کرتا ہوں اور جس کے ساتھ بھیجی گئی اس کی بھلائی کا سوال کرتا ہوں اور تیری پناہ میں آتا ہوں اس کے شر سے اور اس کے شر سے جو اس میں ہے اور اس کے شر سے جس کے ساتھ یہ بھیجی گئی ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب التعوذ عند رؤية الريح والغيم والفرح بالمطر، جلد 3، ص 26، رقم 2122، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب ما کان یقول عند هبوب الريح وینہی عن سبها، جلد 3، ص 360، رقم 6694، سنن ترمذی، باب ما یقول اذا حاجت الريح، جلد 5، صفحہ 503، رقم 3449، السنن النسائی، باب ما یقول اذا عصفت الريح، جلد 6، ص 233، رقم 10776، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث عبدالرحمن بن ابی، جلد 5، ص 123، رقم 21177
 شرح حدیث: مفسر شہیر حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ نے اس حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آندھی کے وقت یہ دعا پڑھتے تھے۔ اب بھی پڑھنی چاہیے، یعنی اے مولیٰ! میں اس ہوا کی

عمومی بھلائی بھی مانگتا ہوں اور خصوصی بھلائی بھی اور اس کے عمومی اور خصوصی شے سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

یعنی اے عائشہ! رب پر امن نہ چاہیے، ہمیشہ اس سے ڈرتے رہنا چاہیے، بادل کبھی عذاب بھی لاتا ہے، قوم عاد پر عذاب بادل ہی کی شکل میں آیا تھا۔ خیال رہے کہ اللہ کی ہیبت قوت ایمانی کی دلیل ہے اور اللہ کے وعدوں پر بطمینانی کفار کا طریقہ ہے اور سخت کفر ہے، یوں ہی خدا سے امید ایمان کا رکن ہے، خدا پر امن کفر ہے، یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلی قسم کا خوف ہوتا تھا یعنی آیت خدائے تعالیٰ۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اگرچہ رب تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ فرمایا تھا کہ تمہارے ہوتے کافروں پر بھی عذاب نہ آئے گا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وعدے پر اطمینان نہ تھا اس لیے ڈرتے تھے کہ کہیں رب نے وعدہ خلافی کی ہو اور عذاب بھیج دیا ہو جیسا کہ بعض احمقوں نے یہ سمجھا۔ (مراۃ المناجیح ج ۲ ص ۴۸)

مرغ کو گالی دینا مکروہ ہے

181- بَابُ كَرَاهَةِ سَبِّ الدِّيَكِ

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مرغ کو گالی نہ دو وہ تو نماز کے لیے بیدار کرتا ہے۔ اسے ابو داؤد نے اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا۔

(1736) عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدِ الْجُهَنِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا تَسُبُّوا الدِّيَكِ فَإِنَّهُ يُوقِظُ لِلصَّلَاةِ». رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ يَتَّحِجُّ.

تخریج حدیث: سنن ابو داؤد صباب ماجاء فی الدیك والبهائم. جلد 4. صفحہ 487. رقم 5103 المعجم الاوسط للطبرانی. من اسمہ سعید. جلد 4. صفحہ 64. رقم 3620 سنن النسائی الکبزی. باب ما یقول اذا سمع صیاح الدیكة. جلد 6. صفحہ 234. رقم 10781 مسند امام احمد بن حنبل حدیث زید بن خالد الجہنی. جلد 5. ص 192. رقم 21723 مسند الحمیدی. احادیث زید بن خالد الجہنی. جلد 2. صفحہ 356. رقم 814.

شرح حدیث: مُشْتَرِفٌ مُشْتَرِفٌ حَلِیمٌ لِأَمْتٍ حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الرحمن اس حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں:

دیك اسم جنس ہے واحد و جمع سب پر بولا جاتا ہے بمعنی مرغ نر، مادہ کو دجا جہ کہتے ہیں یعنی مرغ کو نہ برا کہوں نہ برا سمجھوں، یہ بڑا مبارک جانور ہے۔

یعنی نماز تہجد اور نماز فجر کے لیے اٹھاتا ہے۔ مرغ میں قدرت نے عجیب کرشمہ رکھا ہے کہ یہ رات کے اوقات سے خبردار رہتا ہے، رات لمبی ہو یا چھوٹی آخری تہائی رات میں بھی بولتا ہے اور صبح صادق کے وقت بھی، حتیٰ کہ بعض علماء نے مجرب مرغ کی آواز پر نماز تہجد پڑھنا جائز فرمایا اور کہا کہ اس کی آواز پر اعتماد جائز ہے، بعض صحابہ کرام سفر میں مرغ ساتھ رکھتے تھے نمازوں کے لیے۔ سفید مرغ کے بڑے فضائل ہیں اس کا گوشت اور دل بہت ہی قوی ہوتا ہے۔ (مرآت)

بعض روایات میں ہے کہ عرش اعظم کے نیچے ایک جانور سفید مرغ کی شکل کا ہے، ہر سحر کو اذان دیتا ہے، اس کی اذان زمین کے تمام مرغ اذان سحر دیتے ہیں اس لیے مرغ سحر کی اذان کے وقت دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ (مرقات)

(مراۃ المناجیح ج ۲ ص ۱۰۲۸)

182 بَابُ التَّهْيِ عَنْ قَوْلِ

الْإِنْسَانِ: مُطِرْنَا بِنَوْءٍ كَذَا

(1737) عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
 قَالَ: صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 صَلَاةَ الصُّبْحِ بِالْمُحَدَّيْبِيَّةِ فِي إِثْرِ سَمَاءٍ كَانَتْ مِنَ
 اللَّيْلِ، فَلَمَّا انْصَرَفَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ، فَقَالَ:
 "هَلْ تَدْرُونَ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ؟ قَالُوا: اللَّهُ وَرَسُولُهُ
 أَعْلَمُ. قَالَ: "قَالَ: أَصْبَحَ مِنْ عِبَادِي مُؤْمِنٌ بِي
 وَكَافِرٌ، فَأَمَّا مَنْ قَالَ: مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللَّهِ وَرَحْمَتِهِ،
 فَذَلِكَ مُؤْمِنٌ بِي كَافِرٌ بِالْكَوْكِبِ، وَأَمَّا مَنْ قَالَ
 مُطِرْنَا بِنَوْءٍ كَذَا وَكَذَا، فَذَلِكَ كَافِرٌ بِي مُؤْمِنٌ
 بِالْكَوْكِبِ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَالسَّمَاءُ هُنَا: الْمَطَرُ.

انسان کا فلاں ستارے کی وجہ سے

بارش ہوئی کہنا منع ہے

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
 ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ میں صبح کی نماز پڑھائی
 ہے۔ اس رات بارش ہوئی جب آپ نماز سے فارغ
 ہوئے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے فرمایا: کیا تم جانتے
 ہو جو تمہارے رب نے فرمایا: ہے صحابہ نے عرض کیا:
 اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔ آپ نے
 فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ میرے بندوں ہی میں
 سے بعض نے ایمان اور بعض نے کفر کی حالت میں صبح
 کی ہے تو جس نے کہا کہ ہم کو اللہ کے فضل سے اور اس کی
 رحمت سے بارش نصیب ہوئی ہے وہ میرے ساتھ ایمان
 رکھنے والا ہے اور ستارے سے کفر کرنے والا ہے تو جس
 نے کہا کہ فلاں ستارے / برج کی وجہ سے بارش ہوئی
 ہے تو وہ میرے ساتھ کفر کرنے والا اور ستارے پر
 ایمان رکھنے والا ہے۔ (متفق علیہ) اور السماء کا یہاں پر
 مطلب بارش ہے۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب يستقبل الامام الناس اذا سلم، جلد 1، ص 169، رقم 846 صحیح مسلم، باب بیان کفر
 من قال مطرنا بالنوء، جلد 1، ص 59، رقم 240 السنن الکبریٰ للبیہقی، باب الامام یقبل علی الناس بوجهه اذا سلم، جلد 2، ص 188،
 رقم 3151 سنن ابوداؤد، باب فی النجوم، جلد 4، صفحہ 22، رقم 3908 مسند امام احمد بن حنبل، بقیة حدیث زید بن خالد الجہنی،
 جلد 4، ص 117، رقم 17102

شرح حدیث: مفسر فقیر حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں:
 غالباً یہ واقعہ حدیبیہ کے موقع پر ہوا۔ حدیبیہ ایک جنگل ہے جدہ اور مکہ معظمہ کے درمیان بحیرہ منزل سے دور مکہ
 معظمہ سے قریب اس کا کچھ حصہ حل میں ہے کچھ حصہ حرم میں یہاں بیعت رضوان ہوئی بڑا مقدس جنگل ہے ہم نے اس کی
 زیارت کی ہے۔

یعنی رب تعالیٰ نے فرمایا کہ اس بارش کی وجہ سے بعض بندے مؤمن رہے بعض کافر ہو گئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ حق

تعالیٰ جو کلام فرشتوں سے فرماتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف فرما ہوتے ہوئے اسے سنتے ہیں جو رب کی سن سکتے ہیں وہ مخلوق کی بھی سن سکتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔

یعنی وہ ستاروں کو مؤثر نہیں مانتے۔ خیال رہے کہ ستاروں کو بعض چیزوں کی علامات ماننا درست ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے: **وَبِالنُّجُومِ هُمْ يَنْهَتُونَ** مگر انہیں مؤثر ماننا حرام یا کفر ہے ستاروں سے وقت، سمت، آفتاب کا طلوع وغریب معلوم کر لیا جاتا ہے۔

یعنی فلاں تارہ فلاں برج میں پہنچا لہذا بارش ہوئی اس کے تاثیر سے بادل اور برسایہ کہنا حرام بلکہ بعض معانی سے کفر ہے۔ خیال رہے کہ ستاروں کو فاعل مدبر ماننا کفر ہے انہیں بارش کی علامت ماننا اگرچہ کفر نہیں مگر یہ کہنا بہت ہی برا ہے کہ فلاں تارے سے یہ بارش ہوئی کہ اس میں کفار کے عقیدے کا اظہار ہے اور ناشکری کے الفاظ ہیں۔ اس لیے بعض روایت میں ہے۔ **اصبح من الناس شاکراً وکافراً۔ (مرقات) (مراة المناجیح ج ۶ ص ۳۳۲)**

183- بَابُ تَحْرِيمِ قَوْلِهِ لِبُسْلِيمٍ: يَا كَافِرُ

مسلمان کو اے کافر! کہنا حرام ہے

(1738) **عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِذَا قَالَ الرَّجُلُ لِأَخِيهِ: يَا كَافِرُ، فَقَدْ بَاءَ بِهَا أَحَدُهُمَا، فَإِنْ كَانَ كَمَا قَالَ وَالْآخَرُ جَعَلَ عَلَيْهِ مُتَّفِقٌ عَلَيْهِ.**
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب آدمی اپنے بھائی کو کہے اے کافر تو ان میں سے ایک اس کے ساتھ لوٹا اگر وہ ایسا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ کہنے والے پر (اس کا قول) لوٹ جاتا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب ما ینہی من السباب واللعن، جلد 5، ص 224، رقم 5698 صحیح مسلم، باب بیان حال ایمان من قال لافیه المسلم یا کافر، جلد 1، ص 56، رقم 225 صحیح ابن حبان، باب ماجاء فی صفات المؤمنین، جلد 1، ص 484، رقم 250 مسند ابو عوانہ، بیان المعاصی الی اذا قالها الرجل و عملها کان کفراً و فسقاً، جلد 1، ص 32، رقم 54

شرح حدیث: **مُفْتَرٍ ظَهَرَ حُكْمُهُ** امامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ انان اس حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں: یعنی جو مسلمان دوسرے مسلمان کو کافر کہے اگر وہ مسلمان واقعی کوئی کفریہ کام یا کفریہ کلام کر چکا ہے تب تو یہ کفر اس پر پڑے گا لیکن اگر اس میں کوئی کفر نہ ہو تو یہ کہنے والا کافر ہو جاوے گا جب کہ کسی قطعی ایمان والے کو کافر کہے جیسے صحابہ کرام کو خصوصاً مبشرین الجنۃ کو کافر کہنے والا یقیناً کافر ہے کہ قرآن حدیث تو انہیں مؤمن کہہ رہے ہیں اور یہ انہیں کافر کہتا ہے تو قرآن و حدیث کا منکر ہے یا کسی عقیدہ اسلامیہ کی بنا پر کافر کہتا ہے تو بھی یہ کہنے والا کافر ہے، اس سے وہ شخص مراد نہیں جو کسی کو گالی کے طور پر کافر کہے یا کافر کے معنی ناشکر یا اچھپانے والا کرے لہذا حدیث واضح ہے حضرت خسرو فرماتے ہیں

ہر گ من نار گشتہ حاجت نار نیست

کافر عشقم مسلمانی مرادر کار نیست

یہاں کافر عشق سے مراد ہے عشق کا چھپانے والا اسے دل میں رکھنے والا، رب تعالیٰ فرماتا ہے: **فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّغُوتِ وَيُؤْمِنْ**

بِاللَّهِ جَوْكُوْنِي بَنُوْنَ كُوْا اَنْكَارُ كَرَّعِ اللّٰهُ پَر اِيْمَانِ لَآئِي۔ يِهَا ل كَفْرٍ بِمَعْنَى اَنْكَارٍ هِيَ لِهَذَا يِهْ حَدِيْثِ اِسْ آيْتِ كَيْ خِلَافِ نَبِيْسِ۔ اِمَامِ نُوْوِيْ
فَرَمَاتِيْ هِيْنَ كِي يِهْ حَدِيْثِ بِيْتِ مَشْكَلِ هِيَ، فُقَيْرِيْ نِيْ جُوْ جِيْهِيْ كِي هِيَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ اِسْ سِيْ اَشْكَالِ نِيْ رِهَا۔ (مِرَاةُ السَّنَانِيْ ج ٦ ص ٦٥٠)

(1739) وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّهُ سَمِعَ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: «مَنْ دَعَا
رَجُلًا بِالْكَفْرِ، أَوْ قَالَ: عَدُوَّ اللَّهِ، وَلَيْسَ كَذَلِكَ إِلَّا
حَارَ عَلَيْهِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. «حَارٌ»: رَجَعَ.
حضرت ابو ذر رضي الله عنه سے روایت ہے کہ انہوں نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے کسی آدمی
کو کفر کے ساتھ آواز دی یا کہا اے اللہ کے دشمن اور وہ
اس طرح نہ ہو تو کہنے والے پر (اس کا کہنا) لوٹ آتا
ہے۔ (متفق علیہ) حَارٌ کا مطلب ہے: لوٹنا مڑا۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب نسبة الیسم الی اسماعیل، جلد 4، صفحہ 180، رقم 3508 صحیح مسلم، باب بیان حال
ایمان من رغب عن ابیه وهو یعلم، جلد 1، ص 57، رقم 226 السنن الکبریٰ للبیہقی، باب من ادعی الی غیر ابیه، جلد 2، ص 412، رقم
15728 مسند امام احمد بن حنبل، حدیث المشایخ عن ابی بن کعب، جلد 5، ص 166، رقم 21503 مشکاة المصابیح، باب السلام،
الفصل الاول، جلد 3، ص 44، رقم 4817

شرح حدیث: مفسر شہیر حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الجنان اس حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں:
اس کا مطلب ابھی عرض کیا گیا کہ مسلمان کو کسی عقیدہ اسلامیہ کی وجہ سے کافر کہنے والا یا ایسے مسلمان کو جس کا اسلام
یقینی قطعی ہو کہنے والا خود کافر ہے بطور گالی کافر کہنے کا سخت گنہگار ہے جیسے کسی کو حرامی کہا تو اسے قذف لگ سکتی ہے۔

(مِرَاةُ السَّنَانِيْ ج ٦ ص ٦٥٢)

بے حیائی اور زبان درازی کی ممانعت

184- بَابُ النَّهْيِ عَنْ الْفُحْشِ وَبَدَاءِ اللِّسَانِ

(1740) عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ،
قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:
«لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَانِ، وَلَا اللَّعَانِ، وَلَا
الْفَاحِشِ، وَلَا الْبِدِيَّةِ رَوَاهُ ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ، وَقَالَ:
«حَدِيثٌ حَسَنٌ».
حضرت ابن مسعود رضي الله عنه سے روایت ہے کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان دار طعنہ دینے والا لعنت کہنے
والا بے حیا اور زبان دراز نہیں ہوتا۔ اسے ترمذی نے
روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

شرح حدیث: مفسر شہیر حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الجنان اس حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں:
یعنی یہ عیوب سچے مسلمان میں نہیں ہوتے اپنے عیب نہ دیکھنا دوسرے مسلمانوں کے عیب ڈھونڈھنا ہر ایک کو لغن طعن
کرنا اسلامی شان کے خلاف ہے یہ حدیث بہت جامع ہے۔ بعض لوگ جانوروں کو، ہوا کو، گالیاں دیتے ہیں، بعض کے ہاں
حضرات صحابہ کو گالیاں دینا عبادت ہے نعوذ باللہ بعض لوگ گالی پہلے دیتے ہیں بات پیچھے کرتے ہیں سب لوگ اس سے

عبرت پکڑیں۔ (مراۃ المناجیح ج ۶ ص ۶۸۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے حیائی جس چیز میں ہوتی ہے اس کو عیب دار کر دیتی ہے اور حیا جس چیز میں ہو اس کو مزین کر دیتا ہے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

(1741) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا كَانَ الْفُحْشُ فِي شَيْءٍ إِلَّا شَانَهُ، وَمَا كَانَ الْحَيَاءُ فِي شَيْءٍ إِلَّا زَانَهُ". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ".

تخریج حدیث: سنن ترمذی، باب ماجاء فی الفحش والتفحش، جلد 3، صفحہ 186، رقم 1974-الادب المفرد، باب الحیا، صفحہ 210 رقم 601-جامع الاصول فی احادیث الرسول، الكتاب الرابع فی الحیا، جلد 3، ص 622 رقم 1959-مسند شہاب للقضاعی، باب ما كان الرفق فی شیء الا زانته، جلد 2، ص 16، رقم 794-مشكاة المصابیح، باب السلام، الفصل الاول، جلد 3، صفحہ 52، رقم 4854

شرح حدیث: مفسر شہیر حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں: یعنی اگر بے حیائی اور حیا و شرم انسان کے علاوہ اور مخلوق میں بھی ہوں تو اسے بھی بے حیائی خراب کر دے اور حیا اچھا کر دے تو انسان کا کیا پوچھنا حیا ایمان کی زینت، انسانیت کا زیور ہے، بے حیائی انسانیت کے دامن پر بد نما دھبہ ہے۔ (مراۃ المناجیح ج ۶ ص ۶۸۰)

کلام میں تکلف اور لا پرواہی اور عوام سے گفتگو میں وضاحت ظاہر کرنا پیچیدہ الفاظ اور مشکل اعراب وغیرہ کا استعمال کرنا مکروہ ہے

185-بَابُ كَرَاهَةِ التَّقْعِيرِ فِي الْكَلَامِ وَالتَّشْدُقِ فِيهِ وَتَكْلُفِ الْفَصَاحَةِ وَاسْتِعْمَالِ وَحْشِيَةِ اللُّغَةِ وَدَقَائِقِ الْاِعْرَابِ فِي مُحَاظَبَةِ الْعَوَامِ وَنَحْوِهِمْ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مبالغہ کرنے والے بلاک ہو گئے۔ تین بار آپ نے یہ فرمایا۔ (مسلم) متنطعون: مبالغہ کرنے والے تکلف کرنے والے۔

(1742) عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُونَ، قَالَهَا ثَلَاثًا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ." "الْمُتَنَطِّعُونَ": الْمَبَالِغُونَ فِي الْأُمُورِ.

شرح حدیث: مفسر شہیر حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں: تنطع بنا ہے نطع سے بمعنی حلق یا منہ کا غار، اس کے لفظی معنی ہیں حلق سے نیچے سے بات نکالنے والے اور مراد ہے مزیت فصیح و بلیغ اور مبالغہ آمیز نگرے فائدہ بلکہ نقصان دہ کلام کرنے والے جیسا کہ خوشامدی (جھولی چک) لوگ امیروں کی تعریف میں عموماً کرتے ہیں۔ کلام وہ ہے کہ سادہ ہو تو تھوڑا ہو مگر دل کی گہرائیوں سے نکلے اس کا دوسرے پر اثر ہوتا ہے

قرآن و حدیث کی فصاحت بناوٹی نہیں نہ بیکار ہے بلکہ اس سے بے شمار فائدے ہیں کلام کی شیرینی اللہ کی رحمت ہے۔

(مرآة المناجیح ج ۶ ص ۶۸۷)

(1743) وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِنَّ اللَّهَ يُبْغِضُ الْبَلِيغَ مِنَ الرِّجَالِ الَّذِي يَتَخَلَّلُ بِلسَانِهِ كَمَا تَتَخَلَّلُ الْبَقْرَةُ". رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ".

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ بلیغ آدمی کو ناپسند فرماتا ہے جو زبان سے اس طرح کھاتا ہے جس طرح کے گائے کھاتی ہے۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: سنن ابوداؤد، باب ماجاء فی المتشوق فی الکلام، جلد 4، ص 459، رقم 5007 سنن ترمذی، باب ماجاء فی الفصاحة والبیان، جلد 5، ص 141، رقم 2853 الادب للبیہقی، باب کراهیة التشوق فی الکلام و حرفه لیستوبہ القلوب، جلد 1، ص 86، رقم 316 مصنف ابن ابی شیبہ، باب ما یستحب من الکلام، جلد 9، صفحہ 15، رقم 26822 مجمع الزوائد للہیثمی، باب البیان تشقیق الکلام، جلد 8، ص 216، رقم 13282

شرح حدیث: مفسر شہیر حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ انان اس حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں: بلیغ یا تو بلاغت سے ہے یا مبالغہ سے اگر بلاغت سے ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ جو کوئی صرف کلام کی خوبیوں میں کوشش کرے سچ جھوٹ کی پرواہ نہ کرے، اگر مبالغہ سے ہے تو مطلب ظاہر ہے کہ وہ شخص لوگوں کی تعریف یا ہجو میں مبالغہ کرے جھوٹی سچی بات کی پرواہ نہ کرے۔

یتخلل بنا ہے خلل سے بمعنی درمیان یا بیچ اس سے ہے خلال وہ تنکا جو دانتوں کے بیچ میں جائے۔ یتخلل کے معنی ہوئے اپنی زبان کو منہ کے بیچ میں گھمائے یعنی بہت بولے بے احتیاطی سے بولے اس کے ذریعہ روزی کمائے بے احتیاطی سے کھائے جیسے گائے باہر زبان نکال کر گھما کر چارا پکڑتی منہ میں لے جاتی ہے اچھی بری چیز میں فرق نہیں کرتی۔ (مرقات، اشع) بقر، بقرہ، باقر، باقرہ سب کے معنی ہیں بیل، گائے۔ بقر کے معنی ہیں چیرنا، چونکہ گائے بیل کے ذریعہ زمین ہل چلا کر چیرتی جاتی ہے اس لیے اسے باقرہ کہتے ہیں یعنی زمین کو چیرنے والے۔ بڑے عالم کو باقر العلوم کہتے ہیں گویا اس نے علم کو چیر کر اس پر قبضہ کر لیا ہے اس لیے ایک امام کا نام باقر ہے، اس میں وہ واعظین بھی داخل ہیں جو محض پیشہ ورواعظ ہیں صرف روزی کمانے کے لیے تقریریں کرتے ہیں سوالوگوں کو خوش کرنے کے اور کوئی غرض نہیں رکھتے۔ یہاں مرقات نے بروایت حکم حضرت ابو ہریرہ سے مرفوعاً حدیث نقل فرمائی کہ اللہ تعالیٰ دنیا کے عالم، آخرت کے جاہل کو ناپسند فرماتا ہے وعظ تبلیغ دین کے لیے چاہیے۔ (مرآة المناجیح ج ۶ ص ۶۸۷)

(1744) وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن تم میں سے

إِنَّ مِنْ أَحَبِّكُمْ إِلَيَّ، وَأَقْرَبِكُمْ مِنِّي مَجْلِسًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ، أَحْسِنُكُمْ أَخْلَاقًا، وَإِنَّ أَبْغَضَكُمْ إِلَيَّ، وَأَبْعَدَكُمْ مِنِّي يَوْمَ الْقِيَامَةِ، التُّنَّارُونَ وَالْمُتَشَدِّقُونَ وَالْمُتَفَيِّهُونَ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ". وَقَدْ سَبَقَ شَرْحُهُ فِي بَابِ حُسْنِ الْخُلُقِ.

میرے نزدیک پسندیدہ اور مجلس میں میرے نزدیک وہ لوگ ہوں گے جو اخلاق کے اعتبار سے سب سے اچھے ہیں اور قیامت کے دن میرے نزدیک سب سے ناپسندیدہ اور دور وہ لوگ ہوں گے جو تکلف سے زیادہ گفتگو کرنے والے اپنی گفتگو کے ذریعے لوگوں پر فخر کرنے والے اور تکبر سے منہ بھر بھر کر گفتگو کرنے والے ہوں گے۔ اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے اور اس کی تشریح سابقہ باب حسن اخلاق میں گزر چکی ہے۔

شرح حدیث: پر حکمت گفتگو کا سبب

بعض حکماء کہتے ہیں: فضول کلام چھوڑ دینا گفتگو میں حکمت پیدا کرتا ہے، پریشان نظری چھوڑ دینا خشوع اور خشیت (یعنی عاجزی اور خوف) پیدا کرتا ہے، فضول شے کھانے سے اجتناب کرنا عبادت میں مٹھاس پیدا کرتا ہے، زیادہ ہنسنے کو چھوڑنا رعب پیدا کرتا ہے اور حرام میں رغبت نہ کرنا محبت پیدا کرتا ہے، لوگوں کے عیوب کی جستجو چھوڑنا عیوب کی اصلاح کا سبب ہے اور اللہ عزوجل کے معاملہ میں وہم کو چھوڑ دینا شک، شرک اور نفاق کو ختم کر دیتا ہے۔

اشعار

فَلَرَبِّ صَمْتٍ فِي الْكَلَامِ شِفَاءٌ

لِسَقَامِ قَلْبِكَ فَالْقُرْآنُ دَوَاءٌ

الصَّمْتُ نَفْعٌ وَالْكَلَامُ مُضِرَّةٌ

فَإِذَا أَرَدْتَ مِنَ الْكَلَامِ شِفَاءً

ترجمہ: (۱) خاموشی نفع بخش اور (فضول) گفتگو نقصان دہ ہے، اکثر گفتگو سے پرہیز ہی میں فائدہ ہوتا ہے۔

(۲) جب تو گفتگو سے اپنے قلبی مرض کی شفا کا ارادہ کرے تو تلاوت قرآن مجید اس کی بہترین دوا ہے۔

سلامتی کا نسخہ

حضرت سیدنا القمان حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ بیٹا! جو رحم کرتا ہے اس پر رحم کیا جاتا ہے اور جو خاموش رہتا ہے وہ سلامت رہتا ہے اور جو اچھا کام کرتا ہے وہ نسیمت پاتا ہے اور جو برا کام کرتا ہے وہ گنہگار ہوتا ہے اور جو اپنی زبان کو قابو میں نہیں رکھتا وہ نادوم ہوتا ہے۔

چند اشعار

أَحْفَظُ لِسَانَكَ أَيُّهَا الْإِنْسَانُ

لَا يَفْتُلُتُكَ إِنَّهُ تُعْبَانُ

كَمْ فِي الْمَقَابِرِ مِنْ قَتِيلٍ لِسَانِهِ

كَانَتْ يَهَابُ لِقَائِهِ الشَّجَعَانُ

ترجمہ: (۱) اے انسان! اپنی زبان کی نگہبانی کر، یہ کہیں تجھے ہلاکت میں نہ ڈال دے، بے شک یہ اثر دہا (بڑا سانپ) ہے۔

(۲) اپنی زبان کی ہلاکتوں سے کتنے لوگ مگر قبروں میں مدفون ہیں، اور اب (قبر کے) خطرناک سانپ ان کو ڈرارہے ہیں۔ (بخاری الموع ص ۲۳۵)

186- بَابُ كَرَاهَةِ قَوْلِهِ: خَبِثَتْ نَفْسِي

میرا نفس شریر ہو گیا کہنا مکروہ ہے

(1745) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، عَنِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول

النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «لَا يَقُولَنَّ

اللہ نے فرمایا: تم میں سے کوئی یہ نہ کہے کہ میرا نفس

أَحَدُكُمْ: خَبِثَتْ نَفْسِي وَلَكِنْ لِيَقُلْ: لِقِسَتْ

خبیث ہے بلکہ اس کو کہنا چاہیے لقسیت نفسی میرا

نَفْسِي مُتَّفِقٌ عَلَيْهِ. قَالَ الْعُلَمَاءُ: مَعْلَى «خَبِثَتْ»:

نفس متلاتا ہے۔ (مشق علیہ) علماء نے کہا ہے کہ خبیث

عَثَتْ، وَهُوَ مَعْلَى: «لِقِسَتْ» وَلَكِنْ كَرَاهَةَ لَفْظِ

اور غشیت دونوں کا معنی ایک ہے۔ یعنی دل متلانا لیکن

الْخَبِيثِ.

خبث کا لفظ استعمال کرنا مکروہ ہے۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب لا یقل خبیث نفسی، جلد 5، صفحہ 228، رقم 5825 صحیح مسلم، باب کراہۃ قول
الإنسان خبیث نفسی، جلد 7، ص 47، رقم 6015 الادب اللبیبی، باب حفظ المنطق، جلد 1، صفحہ 188، رقم 319 المعجم الاوسط
للطبرانی، باب من اسماہ ابراہیم، جلد 3، صفحہ 99، رقم 2612 سنن ابوداؤد، باب لا یقال خبیث نفسی، جلد 4، صفحہ 452، رقم 4980
شرح حدیث: مفسر شہیر حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الرحمن اس حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں:

عربی میں خبیث اور نفس ہم معنی ہیں بمعنی پریشان برائی مگر خبیث فساد عقیدہ پر بھی بولا جاتا ہے کفر بیدینی خباثت ہے
لہذا اپنے لیے یہ لفظ مشترک استعمال نہ کرو کہ اس میں ایک معنی سے اپنے کفر یا بے دینی کا اقرار ہے بلکہ بجائے خبیث کی
لقسیت کہو گویا جس کے لفظ کے دو معنی ہوں اچھے و برے ایسے لفظ کو اپنے لیے نہ بولو۔ وہ جو حدیث شریف میں ہے کہ جو صحیح کو
پڑا سوتا رہتا ہے وہ خبیث النفس کسلان اٹھتا ہے وہاں اپنے کو یا کسی خاص شخص کو خبیث نہیں کہا گیا بلکہ ایک قاعدہ کلیہ بیان
ہوا، کسی معین مسلمان پر لعنت کرنا حرام ہے مگر یہ کہہ سکتے ہیں کہ جھوٹے پر لعنت۔

یعنی مصابیح میں وہ حدیث یہاں تھی ہم نے مناسبت کے لحاظ سے کتاب الاہمان میں بیان کر دی ہے وہاں دیکھو۔
(مراۃ المناجیح ج ۶ ص ۶۰۲)

انگور کو کرم کا نام دینا مکروہ ہے

187- بَابُ كَرَاهَةِ تَسْبِيَةِ الْعَيْنِ كَرْمًا

(1746) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ. قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا تُسَبُّوا الْعَيْنَ الْكُرْمَ، فَإِنَّ الْكُرْمَ الْمُسْلِمُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَهَذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ. وَفِي رِوَايَةٍ: «فَإِنَّمَا الْكُرْمُ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ». وَفِي رِوَايَةٍ لِلْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ: «يَقُولُونَ الْكُرْمَ، إِنَّمَا الْكُرْمُ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ».

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ انکو کور کو کرم نہ کہنا کرو کیونکہ کرم تو مسلمان ہے۔ (متفق علیہ) اور ایک روایت میں ہے کہ کرم مسلمان کا دل ہے اور بخاری اور مسلم دونوں کی روایت میں ہے کہ کرم مومن کا دل ہے۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب کراہۃ تسمیۃ العنب کرم، جلد 7، صفحہ 46، رقم 6007 صحیح بخاری، باب لا تسبو الدهر، جلد 5، صفحہ 228، رقم 5828 مسند ابی یعلیٰ، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، جلد 10، صفحہ 335، رقم 5929 مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، جلد 2، صفحہ 464، رقم 9978 مسند البزار، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، جلد 2، ص 447، رقم 8602

شرح حدیث: مُفْتَبِّرٌ شَمِیْرٌ حَکِیْمٌ الْأَمْتُ حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ انان اس حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں: اہل عرب ہر مصیبت کو زمانہ کی طرف سے سمجھتے تھے اس لیے مصیبت پڑنے پر زمانہ کی شکایات کرتے بلکہ زمانہ کو گالیاں دیتے تھے انکے محاورہ کے الفاظ میں اسے یہ لفظ بھی یا ضیۃ الدهر ہائے زمانہ کی محرومی اور زمانہ کا نقصان و خسارہ ہم کو اس سے منع فرمایا گیا۔

اس جملہ کی شرح کتاب الایمان میں گزر گئی اس جملہ کے معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی زمانہ کو پھیرنے والا ہے۔ زمانہ کو بڑا کہنا در پردہ رب تعالیٰ کی شان میں گستاخی کرنا ہے، ہمارے ہاں بھی یہ بیماری ہے عوام کا ذکر کیا بعض پڑھے لکھے لوگ زمانہ کو برا کہتے ہیں۔ چنانچہ مولوی محمود حسن صاحب دیوبندی نے اپنے بزرگ رشید احمد صاحب گنگوہی کا مرثیہ لکھا تو اس میں زمانہ کو بڑی جلی کٹی سنائیں وہ مرثیہ گنگوہی دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ لوگ کیسے ہیں اپنے بزرگوں کو نبیوں سے بڑھا دیتے ہیں۔ (مرآة المناجیح ج 1 ص 100)

(1747) وَعَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: «لَا تَقُولُوا: الْكُرْمَ، وَلَكِنْ قُولُوا: الْعَيْنُ، وَالْحَبَلَةُ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ. الْحَبَلَةُ بِفَتْحِ الْحَاءِ وَالْبَاءِ، وَيُقَالُ أَيْضًا بِإِسْكَانِ الْبَاءِ.

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کرم نہ کہو لیکن (انکو کور) عنب اور حبلہ کہہ کر پکارو۔ (مسلم) حبلہ: حا اور فا پر زبر کے ساتھ اور باء کو ساکن بھی پڑھا گیا انکو رکی بیل کو کہتے ہیں۔

تخریج حدیث: مسلم، باب کراہۃ تسمیۃ العنب کرم، جلد 7، ص 46، رقم 6009 سنن الدارمی، باب فی النہی ان یسبو عنب الکرْم، جلد 2، ص 159، رقم 2114 صحیح ابن حبان، باب الاسماء والکنی، جلد 13، صفحہ 144، رقم 5831 مسند ابی یعلیٰ، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، جلد 11، صفحہ 220، رقم 6336 مشکوٰۃ المصابیح، باب السلام، المخصل الاول، جلد 3، ص 32، رقم 4761

شرح حدیث: مُفَسِّرٌ فَهِيْرٌ حَكِيْمٌ الْأَمْتِ حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ انان اس حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں: یہاں عنب سے مراد درخت انگور ہے نہ کہ انگور کا پھل، جبکہ درخت انگور کی جڑ کو کہتے ہیں اور عنب انگور کے پھل کو بھی کہتے ہیں اور درخت انگور کو بھی۔ (مرآة المناجیح ج ۲ ص ۵۹۹)

188- بَابُ النَّهْيِ عَنِ وَصْفِ مُحَاسِنِ الْمَرْأَةِ لِرَجُلٍ إِلَّا أَنْ يَحْتَاجَ إِلَى ذَلِكَ لِغَرَضٍ شَرْعِيٍّ كِنِكَاحِهَا وَنَحْوِهِ

کسی آدمی کے لیے عورت کی خوبیوں کی تعریف کرنا ممنوع ہے ہاں اگر شرعی نکاح وغیرہ کی وجہ سے ضرورت ہو تو اجازت ہے

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول

اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک عورت دوسری عورت کو بوسہ نہ دے کہ پھر اپنے شوہر سے اس کی خوبیوں بیان کرے جیسے کہ وہ اسے دیکھ رہا ہے۔ (مشفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب لا تباشر المرأة المرأة فتنتعها لزوجها، جلد 7، ص 38، رقم 5240 صحیح مسلم، باب ندب انظر الى وجه المرأة ويفها لمن تريد تزوجها، جلد 4، ص 143، رقم 3553 السنن الکبریٰ للبیہقی، باب ما يستدل به علی ان الحيوان يضبط بالصفة، جلد 6، ص 23، رقم 11438 سنن ابوداؤد، باب ما يؤمر به من غرض البصر، جلد 2، ص 212، رقم 2152 صحیح ابن حبان، باب معاشر الزوجین، جلد 9، صفحہ 468، رقم 4160

انسان کو یہ کہنا مکروہ ہے کہ اے اللہ!

اگر تو چاہے تو مجھے بخش دے بلکہ

یقین کے ساتھ مانگے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی یہ نہ کہے کہ اے اللہ! اگر تو چاہے تو مجھے بخش دے۔ اے اللہ! اگر تو چاہے تو مجھ پر رحم فرما بلکہ سوال عزم محکم سے کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کو مجبور کرنے والا کوئی نہیں۔ اور مسلم کی ایک اور روایت میں ہے کہ عزم اور بڑی رغبت سے سوال کرے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی بھی چیز دینا اس کے اختیار سے

باہر نہیں۔

(1748) عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تُبَاشِرِ الْمَرْأَةَ الْمَرْأَةَ، فَتَصِفَهَا لِزَوْجِهَا كَأَنَّهُ يَنْظُرُ إِلَيْهَا". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

189- بَابُ كَرَاهَةِ قَوْلِ الْإِنْسَانِ:

اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي إِنْ شِئْتَ

بَلْ يَجْزِمُ بِالطَّلَبِ

(1749) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ

رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا يَقُولَنَّ أَحَدُكُمْ: اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي إِنْ شِئْتَ: اللَّهُمَّ ارْحَمْنِي إِنْ شِئْتَ، لِيَعْزِمَ الْمَسْأَلَةَ، فَإِنَّهُ لَا مُكْرَهَ لَهُ". وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: "وَلَكِنْ لِيَعْزِمَ وَلِيَعْظِمَ الرَّغْبَةَ فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى لَا يَتَعَاظَمُهُ شَيْءٌ أَعْظَاهُ".

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب لیعزم المسألة فانه لامکره له، جلد 8، ص 74، رقم 6339 صحیح مسلم، باب العزم بالدعاء ولا يقبل، ان شئت، جلد 8، ص 64، رقم 6988 موطاء امام مالك، باب ماجاء في الدعاء، جلد 1، صفحہ 213، رقم 496 سنن ابوداؤد باب الدعاء، جلد 1، صفحہ 551، رقم 1485 صحیح ابن حبان، باب الادعية، جلد 3، صفحہ 257، رقم 977

شرح حدیث: مفسر فقیر حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں: کیونکہ ان الفاظ سے کچھ بے رغبتی سی ظاہر ہوتی ہے مطلب یہ نکل آتا ہے کہ مجھے اس چیز کی ضرورت تو نہیں لیکن اگر تو چاہتا ہے تو دے دے وہاں دل کی رغبت دیکھی جاتی ہے۔

یعنی تم دل کے یقین سے دعا کرو اور عرض کرو کہ مجھے ضرور یہ عطا فرما دے رہی عطا وہ تو بہر حال اس کے کرم پر موقوف ہی ہے تم خود تو یقین قبول رکھو۔ (مراۃ المناجیح ج ۳ ص ۲۵۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی دعا کرے تو پختہ یقین سے سوال کرے اور یوں نہ کہے اے اللہ اگر تو چاہے تو دے کیونکہ اس کو مجبور کرنے والا کوئی نہیں۔ (متفق علیہ)

(1750) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا دَعَا أَحَدُكُمْ فَلْيَعْزِمِ الْمَسْأَلَةَ، وَلَا يَقُولَنَّ: اَللَّهُمَّ إِنِّي شِئْتُ، فَأَعْطِنِي، فَإِنَّهُ لَا مُسْتَكْرَةَ لَهُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب لیعزم المسألة فانه لامکره له، جلد 8، صفحہ 74، رقم 6338 صحیح مسلم، باب العزم بالدعاء ولا يقبل ان شئت، جلد 8، ص 63، رقم 6987 صحیح ابن حبان، باب الادعية، جلد 3، صفحہ 257، رقم 988 سنن النسائی، باب النهی ان يقول الرجل اللهم اغفر لي ان شئت، جلد 6، ص 151، رقم 10420 مسند امام احمد، مسند انس بن مالك رضي الله عنه، جلد 3، صفحہ 101، رقم 11999

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: کیونکہ ان الفاظ سے کچھ بے رغبتی سی ظاہر ہوتی ہے مطلب یہ نکل آتا ہے کہ مجھے اس چیز کی ضرورت تو نہیں لیکن اگر تو چاہتا ہے تو دے دے وہاں دل کی رغبت دیکھی جاتی ہے۔

یعنی تم دل کے یقین سے دعا کرو اور عرض کرو کہ مجھے ضرور یہ عطا فرما دے رہی عطا وہ تو بہر حال اس کے کرم پر موقوف ہی ہے تم خود تو یقین قبول رکھو۔ (مراۃ المناجیح، ج ۳ ص ۲۵۰)

صدر الافاضل، بدر الامثل سید مولانا نعیم الدین مراد آبادی کی بیان کردہ تفسیر سے ایک نہایت مختصر مگر جامع اقتباس ملاحظہ فرمائیں:

اللہ تعالیٰ بندوں کی دعائیں اپنی رحمت سے قبول فرماتا ہے اور ان کے قبول کے لیے چند شرطیں ہیں: ایک اخلاص دعا میں، دوسرے یہ کہ قلب غیر کی طرف مشغول نہ ہو، تیسرے یہ کہ وہ دعا کسی امر ممنوع پر مشتمل نہ ہو، چوتھے یہ کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت پر یقین رکھتا ہو، پانچویں یہ کہ شکایت نہ کرے کہ میں نے دعائیں قبول نہ ہوئی جب ان شرطوں سے دعا کی جاتی ہے

قبول ہوتی ہے حدیث شریف میں ہے کہ دعا کرنے والے کی دعا قبول ہوتی ہے یا تو اس کی مراد دنیا ہی میں اس کو جلد دست دی جاتی ہے یا آخرت میں اس کے لیے ذخیرہ ہوتی ہے یا اس سے اس کے گناہوں کا کفارہ کر دیا جاتا ہے

(خزائن العرفان، ص ۷۵۳، مطبوعہ مرکز اہلسنت برہانہ رضا، ہند)

جو اللہ چاہے اور فلاں چاہے

یوں کہنا مکروہ ہے

190- بَابُ كَرَاهَةِ قَوْلِ:

مَا شَاءَ اللَّهُ وَشَاءَ فَلَانٌ

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یوں نہ کہو کہ جو اللہ چاہے اور

فلاں چاہے بلکہ یوں کہو کہ جو اللہ چاہے پھر فلاں

چاہے۔ اسے ابوداؤد نے اسناد حسن صحیح کے ساتھ روایت

کیا۔

(1751) عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ رَضِيَ اللَّهُ

عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ: «لَا

تَقُولُوا: مَا شَاءَ اللَّهُ وَشَاءَ فَلَانٌ، وَلَكِنْ قُولُوا: مَا

شَاءَ اللَّهُ، ثُمَّ شَاءَ فَلَانٌ». رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ

صَحِيحٍ.

تخریج حدیث: سنن ابوداؤد، باب لا یقال خبیث نفسی، جلد 4، صفحہ 452، رقم 4982 الاداب للبیہقی، باب حفظ المنطق جلد 1، ص 189، رقم 321 السنن النسائی، باب النہی ان یقال ماشاء اللہ و شاء فلان، جلد 6، ص 245، رقم 10821 مسند امام احمد بن حنبل، حدیث حذیفہ بن الیمان جلد 5، ص 384، رقم 23313 مشکوٰۃ المصابیح، باب السلام، الفصل الاول، جلد 3، صفحہ 35، رقم

4778

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی جب کسی وعدہ یا آئندہ خبر کو تم اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف کرو اور ساتھ ہی کسی اور کے ارادہ کا بھی ذکر کرو تو رب

و مربوب خالق و مخلوق کے نام واؤ سے نہ ملا کہ اس میں مساوات یا بے ادبی کا احتمال ہے بلکہ تم کہو تا کہ تم کی تراخی سے

ربوبیت و عبدیت کا فرق معلوم ہو جاوے رب کا ذکر پہلے بندے کا بعد میں اور بیچ میں تم ہو کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت و ارادہ

دائمی قدیم ہے اور ذاتی ہے بندہ کی مشیت حادث ہے اور رب کی مشیت کے تابع، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا

أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ غرضیکہ یہ فرمان بہت اعلیٰ ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۲، ص ۶۱۴)

اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ بِرَبِّهِ

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطان بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عظمت نشان

ہے: اگر تم اللہ عَزَّ وَجَلَّ پر اس طرح بھروسہ کرو جیسے اس پر بھروسہ کرنے کا حق ہے، تو وہ تمہیں اس طرح رزق عطا فرمائے

گا جیسے پرندے کو عطا فرماتا ہے کہ وہ صبح کے وقت خالی پیٹ نکلتا اور شام کو سیر ہو کر لوٹتا ہے۔

(جامع الترمذی، ابواب الزہد، باب فی التوکل علی اللہ، الحدیث ۲۳۳۳، ص ۱۵۸)

191- بَابُ كَرَاهَةِ الْحَدِيثِ

بَعْدَ الْعِشَاءِ الْآخِرَةِ

نماز عشاء کے بعد نَسْتَلُو

کرنا مکروہ ہے

اس سے مراد وہ بات ہے جو دیگر اوقات میں مباح ہے اس کا کرنا اور چھوڑنا برابر ہے وہ نَسْتَلُو جو دیگر اوقات میں حرام یا مکروہ ہے وہ اس وقت زیادہ حرام اور زیادہ مکروہ ہے اور بھلائی کی باتیں کرنا جیسے علمی مذاکرے صالحین کی حکایات اخلاق کی باتیں مہمان کے ساتھ باتیں حاجت مند کے ساتھ باتیں وغیرہ تو اس میں قطعاً کراہت نہیں بلکہ یہ مستحب ہے یونہی کسی عذر یا رکاوٹ کی وجہ سے ہوں تو اس میں بھی کراہت نہیں۔ احادیث صحیحہ کے دلائل اس پر جو میں نے ذکر کیا ہے ظاہر ہیں۔

وَالْمُرَادُ بِهِ الْحَدِيثُ الَّذِي يَكُونُ مُبَاحًا فِي غَيْرِ هَذَا الْوَقْتِ، وَفِعْلُهُ وَتَرْكُهُ سَوَاءً. فَأَمَّا الْحَدِيثُ الْمَحْرَمُ أَوْ الْمَكْرُوهُ فِي غَيْرِ هَذَا الْوَقْتِ، فَهُوَ فِي هَذَا الْوَقْتِ أَشَدُّ تَحْرِيمًا وَكَرَاهَةً. وَأَمَّا الْحَدِيثُ فِي الْخَيْرِ كَمَذَاكِرَةِ الْعِلْمِ وَحِكَايَاتِ الصَّالِحِينَ، وَمَكَارِمِ الْأَخْلَاقِ، وَالْحَدِيثُ مَعَ الضَّيْفِ، وَمَعَ طَالِبِ حَاجَةٍ، وَنَحْوِ ذَلِكَ، فَلَا كَرَاهَةَ فِيهِ، بَلْ هُوَ مُسْتَحَبٌّ، وَكَذَا الْحَدِيثُ لِعُدِّ وَعَارِضٍ لَا كَرَاهَةَ فِيهِ. وَقَدْ تَطَاهَرَتِ الْأَحَادِيثُ الصَّحِيحَةُ عَلَى كُلِّ مَا ذَكَرْتَهُ.

(1752) عَنْ أَبِي بَرْزَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ

رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَكْرَهُ النَّوْمَ قَبْلَ الْعِشَاءِ وَالْحَدِيثِ بَعْدَهَا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابی بززہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء سے پہلے سونا اور عشاء کے بعد باتیں کرنا ناپسند فرماتے تھے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب ما یکرہ من النوم قبل العشاء، جلد 1، ص 118، رقم 568 صحیح مسلم، باب ما یقول عند النوم واخذ المضجع، جلد 8، ص 77، رقم 7057 مسند امام احمد بن حنبل، حدیث ابی بززہ الاسلمی، جلد 4، صفحہ 421، رقم 19796 صحیح ابن خزیمہ، باب الزجر عن السهر بعد صلاة، جلد 2، صفحہ 290، رقم 1339 جامع الاصول لابن الیبر، الفرع الاول، فی تعیین اوقات الصلوات، جلد 6، ص 218، رقم 3277

شرح حدیث: عشاء کے بعد جلد سونے کی عادت ڈالنے کی نصیحت

اللہ تعالیٰ نے رات آرام کے لئے اور دن کام کے لیے بنایا۔ لہذا عشاء کے بعد لمبی محفلیں لگانا معیوب ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ نبی علیہ السلام کی عادت مبارکہ تھی کہ آپ عشاء کی نماز سے پہلے سونے کو ناپسند فرماتے تھے اور عشاء کے بعد دیر تک باتیں کرنے کو ناپسند فرماتے تھے۔ ہاں کوئی دین کا پروگرام ہو تو اس کے لئے تو ساری رات گزر جائے پھر بھی تھوڑی ہے۔

کچھ ضروری مسائل

مسئلہ: عشا میں تہائی رات تک تاخیر مستحب ہے اور آدھی رات تک تاخیر مباح یعنی جب کہ آدھی رات ہونے سے پہلے فرض پڑھ چکے اور اتنی تاخیر کہ رات ڈھل گئی مکروہ ہے، کہ باعثِ تقلیلِ جماعت ہے۔

(الدر المختار، کتاب الصلاة، ج ۲، ص ۳۲، البحر الرائق، کتاب الصلاة، ج ۱، ص ۴۳۰)

مسئلہ: نماز عشا سے پہلے سونا اور بعد نماز عشا دنیا کی باتیں کرنا، قصے کہانی کہنا سننا مکروہ ہے، ضروری باتیں اور تلاوت قرآن مجید اور ذکر اور دینی مسائل اور صالحین کے قصے اور مہمان سے بات چیت کرنے میں حرج نہیں، یوں طلوع فجر سے طلوع آفتاب تک ذکر الہی کے سوا ہر بات مکروہ ہے۔

(الدر المختار، کتاب الصلاة، ج ۲، ص ۵۵) (ورد المختار، کتاب الصلاة، مطلب فی طلوع الشمس من مغربها، ج ۲، ص ۳۳)

مسئلہ: جو شخص جاگنے پر اعتماد رکھتا ہو اس کو آخر رات میں وتر پڑھنا مستحب ہے، ورنہ سونے سے قبل پڑھ لے، پھر اگر پچھلے کو آنکھ کھلی تو تہجد پڑھے و تر کا اعادہ جائز نہیں۔ (الدر المختار و رد المختار، کتاب الصلاة، مطلب فی طلوع الشمس من مغربها، ج ۲، ص ۳۳)

مسئلہ: ابر کے دن عصر و عشا میں تعجیل مستحب ہے اور باقی نمازوں میں تاخیر۔

(الهدایۃ، کتاب الصلاة، باب الاول فی المواقی، فصل فی استحباب الاسفار بالفجر، ج ۱، ص ۳۱)

مسئلہ: سفر وغیرہ کسی عذر کی وجہ سے دو نمازوں کا ایک وقت میں جمع کرنا حرام ہے، خواہ یوں ہو کہ دوسری کو پہلی ہی کے وقت میں پڑھے یا یوں کہ پہلی کو اس قدر مؤخر کرے کہ اس کا وقت جاتا رہے اور دوسری کے وقت میں پڑھے مگر اس دوسری صورت میں پہلی نماز ذمہ سے ساقط ہوگئی کہ بصورت قضا پڑھ لی اگرچہ نماز کے قضا کرنے کا گناؤ کبیرہ سر پر ہوا اور پہلی صورت میں تو دوسری نماز ہوگی ہی نہیں اور فرض ذمہ پر باقی ہے۔ ہاں اگر عذر سفر و مرض وغیرہ سے صورت جمع کرے کہ پہلی کو اس کے آخر وقت میں اور دوسری کو اس کے اول وقت میں پڑھے کہ حقیقتاً دونوں اپنے اپنے وقت میں واقع ہوں تو کوئی حرج نہیں۔

(الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصلاة، الباب الاول فی المواقی، الفصل الثانی، ج ۱، ص ۵۲)

مسئلہ: روز ابر کے سوا مغرب میں ہمیشہ تعجیل مستحب ہے اور دو رکعت سے زائد کی تاخیر مکروہ تنزیہی اور اگر بغیر عذر سفر و مرض وغیرہ اتنی تاخیر کی کہ ستارے گتھے گئے، تو مکروہ تحریمی۔

(الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصلاة، الباب الاول فی المواقی، الفصل الثانی، ج ۱، ص ۵۲) (الدر المختار، کتاب الصلاة، ج ۲، ص ۳۳)

(1753) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الْعِشَاءَ فِي آخِرِ حَيَاتِهِ، فَلَمَّا سَلَّمَ قَالَ: «أَرَأَيْتُمْ لَيْلَتَكُمْ هَذِهِ؟ فَإِنَّ عَلَى رَأْسِ مِئَةِ سَنَةٍ لَا يَبْقَى مِنْهُنَّ هُوَ عَلَى

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں نماز عشاء پڑھانے کے بعد سلام پھیر کر فرمایا یہ تمہاری جو آج کی رات ہے اسے جان لو آج سے سو سال پورے ہونے

ظَهَرِ الْأَرْضِ الْيَوْمَ أَحَدًا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. کے بعد جو اب زمین پر ہیں ان میں سے کوئی بھی زندہ نہ ہوگا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب السير فی العلم، جلد 1، صفحہ 34، رقم 116 صحیح مسلم، باب قوله ﷺ، لَاتَأْتِي مِائَةَ سَنَةٍ وَ عَلِ الْأَرْضِ مَنْفُوسَةُ الْيَوْمِ، جلد 7، ص 186، رقم 6642 صحیح ابن حبان، فصل فی اعمار هذه الامة، جلد 7، صفحہ 256، رقم 2989 مصنف عبدالرزاق، باب مئة سنة، جلد 11، صفحہ 275، رقم 20534 مسند الشاميين للطبرانی، حدیث شعيب عن الزهري عن سالم، جلد 4، ص 227، رقم 3147

شرح حدیث: جنتی کون ہے؟

حضرت سیدنا مغیرہ بن حبیب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سیدنا مالک بن دینار علیہ الرحمۃ کو دیکھا کہ آپ نے عشاء کے بعد وضو کیا، پھر جائے نماز پر پہنچ کر اپنی داڑھی پکڑ کر رونے لگے اور عرض کرنے لگے، اے اللہ عزوجل! مالک کے بڑھاپے کو جہنم پر حرام فرمادے، اے اللہ عزوجل! تو جانتا ہے کہ جنتی کون ہے اور جہنمی کون؟ اور مالک ان دونوں میں سے کون ہے۔؟ اور مالک کا اخروی گھر کونسا ہے؟ آپ علیہ الرحمۃ طلوع فجر تک یہی مناجات کرتے رہے۔ حضرت سیدنا عمرو بن عتبہ بن فرقہ علیہ الرحمۃ روزانہ رات کو اپنے گھر سے نکل کر قبرستان آتے اور کہتے، اے قبر والو! صحیفے لپیٹ دیئے گئے اور اعمال اٹھالپے گئے۔ پھر قدم سیدھے کر کے ساری رات نماز پڑھتے رہتے پھر واپس آ کر نماز فجر میں حاضر ہو جاتے۔

حضرت سیدنا عبدالعزیز بن رواد رحمۃ اللہ علیہ رات کو سونے کے لئے اپنے بستر پر آتے اور اس پر ہاتھ پھیر کر کہتے، تُو بہت نرم اور عمدہ ہے مگر اللہ عزوجل کی قسم! جنت کا بستر تجھ سے زیادہ نرم ہوگا پھر ساری رات نماز پڑھتے رہتے۔

(الْمُنَجِّجُ الزَّانِعُ فِي ثَوَابِ الْعَمَلِ الصَّالِحِ ص 13)

حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے

رسول اللہ ﷺ کا انتظار کیا تو آپ تقریباً نصف شب میں تشریف لائے ان کو عشاء کی نماز پڑھائی پھر خطبہ دیا۔ پس فرمایا: لوگ نمازیں پڑھ کر سو چکے اور تم نماز میں رہے جب تک تم نماز کے انتظار میں ہو۔ (بخاری)

(1754) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّهُمْ

انْتَظَرُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَاءَهُمْ قَرِيبًا مِنْ شَطْرِ اللَّيْلِ فَصَلَّى بِهِمْ - يَعْنِي: الْعِشَاءَ - ثُمَّ خَطَبْنَا فَقَالَ: «أَلَا إِنَّ النَّاسَ قَدْ صَلُّوا، ثُمَّ رَقَدُوا، وَأَنْتُمْ لَنْ تَزَالُوا فِي صَلَاةٍ مَا أَنْتَظَرْتُمْ الصَّلَاةَ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب السير فی الفقہ والخیر بعه العشاء جلد 1، ص 123، رقم 600 صحیح مسلم، باب وقت العشاء وتأخیرها، جلد 2، صفحہ 116، رقم 1480 مسند أبي يعلى، مسند انس بن مالك، جلد 6، صفحہ 64، رقم 3313 مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالك رضي الله عنه، جلد 3، ص 267، رقم 13846 مشکوٰۃ المصابیح، باب تعجيل الصلوات، الفصل الاول، جلد 1، ص 136، رقم 618

شرح حدیث: سیدنا مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مناجات

حضرت سیدنا مغیرہ بن حبیب علیہ رحمۃ اللہ الجلیب فرماتے ہیں کہ میں محبوبانِ خدا عزوجل کے مجاہدات اور عارفین کی مناجات کے بارے میں سنا کرتا اور ان میں سے کسی کے حال پر مطلع ہونے کی خواہش کرتا تھا۔ لہذا میں حضرت سیدنا مالک بن دینار علیہ رحمۃ اللہ العُفَّار کے ہاں گیا اور چھپ کر انہیں دیکھنے لگا۔ میں کئی راتوں تک ان کی عبادات کو دیکھتا رہا۔ وہ عشاء کے بعد وضوء کرتے اور نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے۔ بعض اوقات ایک یا دو آیتوں کی تکرار میں پوری رات گزار دیتے۔ کبھی آہستہ آہستہ تلاوت کی آواز بڑھادیتے پھر جب سجدہ کر لیتے اور نماز سے فارغ ہوتے تو اپنی داڑھی پکڑ لیتے اور بچوں سے بچھڑ جانے والی ماں کی طرح فریاد کرتے اور پریشان حال شخص کی طرح روتے ہوئے یوں دعا مانگتے: یا الہی عزوجل! اے میری زندگی کے مالک! اے میری تنہائی کے رفیق! اے مناجات کے سننے والے! تو نے اپنے اس فرمان سے فضل و احسان کیا:

يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ

ترجمہ کنز الایمان: وہ اللہ کے پیارے اور اللہ ان کا پیارا۔ (پ 6، المائدہ: 54)

اور محب اپنے حبیب کو عذاب نہیں دیتا لہذا تو مالک بن دینار کے بڑھاپے کو جہنم پر حرام فرما دے، یا الہی عزوجل! تو جہنمیوں اور جنت میں داخل ہونے والوں کو جانتا ہے، مالک بن دینار کا ان میں سے کونسا گھر ہے؟ اور مالک کا ٹھکانا کونسا ہے؟ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یونہی طلوع فجر تک مناجات کرتے رہتے اور عشاء کے وضوء سے فجر کی نماز ادا کرتے۔ (بخاری، ص ۱۲۵)

شوہر بیوی کو ہمبستری کے لیے بلائے

اور بیوی کے پاس شرعی عذر نہ ہو تو

اس کے لیے شوہر کی بات نہ ماننا حرام ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی آدمی اپنی بیوی کو اپنے بستر

پر بلائے اور وہ انکار کر دے پس اس کا شوہر اس پر

ناراض ہو تو صبح تک فرشتے اس پر لعنت کرتے رہتے

ہیں۔ (متفق علیہ) اور ایک روایت میں ہے حتیٰ کہ لوٹ

آئے۔

192- بَابُ تَحْرِيمِ امْتِنَاعِ الْمَرْأَةِ

مِنْ فِرَاشِ زَوْجِهَا إِذَا دَعَاَهَا

وَلَمْ يَكُنْ لَهَا عُدَّةٌ شَرْعِيَّةٌ

(1755) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا دَعَاَهَا

الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ إِلَى فِرَاشِهِ فَأَبَتْ، فَبَاتَ غَضْبَانَ

عَلَيْهَا، لَعَنَتَهَا الْمَلَائِكَةُ حَتَّى تَصْبِحَ مُتَّفِقَةً

عَلَيْهِ. وَفِي رِوَايَةٍ: «حَتَّى تَرْجِعَ».

شرح حدیث: مُكْتَبِرٌ مُهْمِرٌ حَكِيمٌ لَمُتْ حَضْرَتِ مَفْتِيْ اَحْمَدِ يَارْخَانَ عَلَيْهِ رَحْمَةُ الْعَمَانِ اِسْ حَدِيْثِ پَاكِ كَيْ تَعْتَمِدُ فَرَمَاتِيْ هِي: رات کے وقت صحبت کے لیے یا کسی اور خدمت کے لیے پہلے معنی زیادہ ظاہر ہیں، اس سے اشارۃً چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ گھر میں چند بستر رکھنا جائز ہے خاوند کا علیحدہ بیویوں کا علیحدہ، دوسرے یہ کہ صحبت میں پردہ علیحدگی بہت ضروری ہے، تیسرے یہ کہ عورت کا مرد کے بستر پر جانا بہتر ہے، بمقابلہ اس کے کہ مرد عورت کے بستر پر جائے عموماً مرد کا بستر بمقابلہ عورت کے بستر کے پاک و صاف ہوتا ہے عورت کا بستر بچوں کی وجہ سے میلا۔

بغیر عذر آنے سے انکار کر دے۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ بحالت حیض بھی مرد کے بلانے پر پہنچ جائے کہ حیض میں صحبت حرام ہے نہ کہ بوس و کنار اور ساتھ لیٹنا وغیرہ۔ (مرقات)

یہاں رات کو بلانے کا خصوصیت سے ذکر ہے اس لیے ہوا کہ عموماً بیویوں کے پاس رہنا سہنا رات ہی کو ہوتا ہے دن میں کم ورنہ اگر دن میں خاوند بلائے عورت نہ آئے تو شام تک فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں، رات کی لعنت صبح کو اس لیے ختم ہو جاتی ہے کہ صبح ہونے پر خاوند کام و کاج میں لگ جاتا ہے رات کا غصہ ختم یا کم ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ جس کی حکومت، ملکیت، آسمان میں بھی ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے: **بِئِی السَّمٰوٰتِ اِلٰهُ وَبِی الْاَرْضِ اِلٰهُ** اگرچہ زمین و آسمان والا مکان سب ہی اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں مگر چونکہ آسمان فیض دینے والا ہے زمین فیض لینے والی، اس حیثیت سے آسمان زمین سے اشرف ہے اسی لیے صرف آسمان کا ذکر ہوا، یا آسمان میں رہنے والے فرشتے، تب یہ حدیث پچھلے مضمون کے موافق ہے، اس سے معلوم ہوا کہ آسمان میں رہنے والے فرشتے زمین والوں کے ہر کھلے چھپے حالات سے خبردار ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم ان فرشتوں سے کہیں زیادہ ہے آپ بھی ہمارے ہر ظاہر و پوشیدہ حالات سے باخبر ہیں۔

معلوم ہوا کہ خاوند کی رضا میں رب تعالیٰ اور فرشتوں کی رضا ہے جب خاوند کی رضا مندی شہوت نفسانی میں اتنی اہم ہے تو دینی امور میں اسے راضی کرنا کتنا ضروری ہوگا، مگر خیال رہے کہ شرعی حرام کاموں میں خاوند تو کیا کسی کی رضا حاصل نہ کرے، لہذا بحالت حیض خاوند کو صحبت نہ کرنے دے۔ (مرآة المناجیح ج 5 ص 164)

شوہر موجود ہو تو اس کی اجازت کے بغیر بیوی

کے لیے نفلی روزے رکھنا حرام ہے

193- بَابُ تَحْرِیْمِ صَوْمِ الْمَرْأَةِ

تَطَوُّعًا وَرَوْجَهَا حَاضِرًا اِلَّا بِاِذْنِهِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ کسی عورت کے لیے اس کے شوہر کی

موجودگی میں روزہ رکھنا جائز نہیں ہے اور نہ اس کی اجازت

کے بغیر اس کی کمائی سے خرچ کرے۔ (متن علیہ)

(1756) وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ

رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا يَجِزُّ

لِلْمَرْأَةِ اَنْ تَصُومَ وَرَوْجَهَا شَاهِدًا اِلَّا بِاِذْنِهِ، وَلَا

تَاذِنَ فِي بَيْتِهِ اِلَّا بِاِذْنِهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

مخریج حدیث: صحیح بخاری، باب لا تاخذن المرأة فی بیت زوجها لاحد الا باذنه، جلد 5، ص 30، رقم 4899 صحیح مسلم، باب

من الفی العبد من مال مولاه جلد 3 صفحہ 91 رقم 2417 سنن النسائی الکبریٰ باب صوم النیرا کابیر الطن زوجها جلد 2 صفحہ 175 رقم 2921 الاداب للبرہان باب فی مراعات حق الازوج جلد 1 ص 28 رقم 48 المستدرک للحاکم کتاب النیر والصلیة جلد 4 ص 191 رقم 7329

شرح حدیث: امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:

حکم بحالت سنیت پیشک نکاح کی ترغیب بتاکید کی جائے اور اس سے انکار پر سخت اعتراض پہنچتا ہے اسی قدر جتنا ترک سنیت پر چاہئے اور در صورت اباحت نہ نکاح پر اصلاً جبر کا اختیار نہ اس سے انکار پر کچھ اعتراض و انکار کہ مباح و شرع مطہر نے مکلف کی مرضی پر چھوڑا ہے چاہے کرے یا نہ کرے، پھر انصاف کی میزان ہاتھ میں لیجئے تو عورتوں کے حق میں سنیت نکاح بھی بہت ندرت سے ثابت ہوگی، ہزار میں ایک ہی ایسی نکلے گی جس کے لئے سنت کہہ سکیں، کیا کسی عورت کی نسبت خود وہ یا اس کے اولیاء یا یہ تشدد والے حضرات پورے طور پر ضامن ہو جائیں گے کہ اس سے نا فرمانی شوہر یا اس کے کسی حق میں ادنیٰ تقصیر واقع ہونے کا اصلاً اندیشہ نہیں، ایسی بے معنی ضمانت وہی کر سکتا ہے جسے نہ مردوں کے حقوق عظیمہ پر اطلاع، نہ عورات کی عادات و نقصان عقل و دین پر وقوف کیا، حدیث صحیح میں حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد سنا کہ:

رأیت النار فلم ارکالیوم منظر اقط افظع ورأیت اکثر اهلها النساء

میں نے دوزخ ملاحظہ فرمائی تو آج کی برابر کوئی چیز سخت و شنیع نہ دیکھی اور میں نے اہل دوزخ میں عورتیں زیادہ

دیکھیں۔

فقالوا یا رسول اللہ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ یعنی حضور! اس کا کیا سبب ہے؟ قال یکفر ہن فرمایا ان کے کفر کے باعث۔ قیل یکفرن باللہ عرض کی گئی کیا اللہ عزوجل سے کفر کرتی ہیں؟ قال یکفرن العشیر ویکفرن الاحسان فرمایا شوہر کی ناشکری کرتی ہیں اور احسان نہیں مانتی ہیں لو احسنت الی احدھن الدھرثم رأت منك شیئاً قالت ما رأیت منك خیراً قط اگر تو ان میں سے کسی کے ساتھ عمر بھر احسان کرے پھر ذرا سی بات خلاف مزاج تجھ سے دیکھے تو کہے میں نے کبھی تجھ سے کوئی بھلائی نہ دیکھی رواہ الشیخان عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما (اس کو شیخین نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔ ت)

(اصحیح بخاری باب صلوة الکسوف قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۳۳) (اصحیح مسلم باب صلوة الکسوف قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۷۸۲)

حدیث ۲: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

ان المرأة خلقت من ضلع اعوج لن تستقیم لك علی طریقة فان استتعت بہا وبها عوج وان ذہبت

تقیہا کسرتھا وکسرها طلاقھا۔ رواہ مسلم والترمذی عن ابی ہریرۃ ونحوہ احمد ابن حبان

والحاکم عن سیرة بن جبدر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ (اصحیح مسلم باب اودیۃ بالنساء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۹۸)

عورت ٹیڑھی پسلی سے بنی ہے ہرگز سی راہ پر تیرے لئے سیدھی نہ ہوگی، اگر تو اس سے نفع لے تو اس کی کبھی کے ساتھ نفع لے اور سیدھا کرنے چلے تو توڑ دے، اور اس کا توڑنا طلاق دینا ہے (اس کو امام مسلم و ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور اس کی مچل کو امام احمد، ابن حبان اور حاکم نے حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔

حاصل یہ کہ پسلی ٹوٹ جائے گی مگر سیدھی نہ ہوگی، عورت بھی بائیں پسلی سے بنی ہے نہ شبھے تو طلاق دے دے مگر ہر طرح موافق آئے یہ مشکل ہے۔

حدیث ۳: ایک بی بی نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی: یا رسول اللہ! میں عورتوں کی فرستادہ ہوں، حضور کی بارگاہ میں جن عورتوں کو خبر ہے اور جنہیں خبر نہیں سب میری اس حاضری کی خواہاں ہیں، اللہ عزوجل مردوں عورتوں سب کا پروردگار ہے اور حضور مردوں عورتوں سب کی طرف اس کے رسول، اللہ عزوجل نے مردوں پر جہاد فرض کیا کہ فتح پائیں تو دولت مند ہو جائیں اور شہید ہوں تو اپنے رب کے پاس زندہ رہیں رزق پائیں اور ہم عورتیں اُن کے کاموں کا انتظام کرنے والیاں ہیں تو ہمارے لئے وہ وہ کون سی طاعت ہے جو ثواب میں جہاد کے برابر ہو۔ فرمایا:

طاعة اذواجهن بحقوقهم وقليل منكن من يفعله۔ رواه البزار والطبرانی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

(مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی حق المرأة علی الزوج دارالکتب بیروت ۳/۲۰۶) (مصنف عبدالرزاق حدیث ۵۹۱۴ حیب الرحمن الاعظمی بیروت ۸/۳۶۳) شوہروں کی اطاعت اور اُن کے حق پہچاننا اور اس کی کرنے والیاں تم میں تھوڑی ہیں (اس کو بزار اور طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔

حدیث ۴: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: حاملات والذات مرضعات رحیات باولادھن لولا مایأتین الی اذواجهن لدخل مصلیا تهن الجنة۔ اخرجه الامام احمد وابن ماجه والطبرانی فی الکبیر والحاکم فی المستدرک عن ابی امامة رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (المعجم الکبیر حدیث ۷۹۸۶ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۸/۲۰۲) (مسند امام احمد دارالفکر بیروت ۵/۲۵۲)

حمل کی سختیاں اٹھانے والیاں، دودھ پلانے والیاں، جننے کی تکلیف جھیلنے والیاں، اپنے بچوں پر مہربانیں، اگر نہ ہوتی وہ تقصیر جو اپنے شوہروں کے ساتھ کرتی ہیں تو ان کی نماز والیاں سیدھی جنت میں جائیں (اس کو امام احمد، ابن ماجہ، کبیر میں طبرانی نے اور مستدرک میں حاکم نے حضرت ابو امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرمایا۔

توسنتیت درکنار اکثر عورتوں کے لئے حدیث اباحت ہی ثابت رہے یہی بڑی بات ہے پھر اُن کے انکار پر اعتراض اور نکاح پر اصرار کی کیا سبیل نہ کہ اعتراض بھی معاذ اللہ تا حد کفار اور اصرار بھی ہم پہلوئے اکراہ واجبار، ولہذا احادیث میں

وارد کہ حقوق شوہر اور ان کی شدت عن کر متعدد بیویوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے عمر بھر نکاح نہ کرنے کا عہد کیا اور حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انکار نہ فرمایا مگر جاہل و اعظین خصوصاً وہابیہ ہمیشہ خدا اور رسول سے بڑھ کر چلا چاہتے ہیں جل جلالہ، و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

حدیث ۱: ایک زن شعمیہ نے خدمت اقدس سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کی: یا رسول اللہ! حضور مجھے سنائیں کہ شوہر کا حق عورت پر کیا ہے کہ میں زن بے شوہر ہوں اُس کے ادا کی اپنے طاقت دیکھوں تو نکاح کروں ورنہ یوں ہی بیٹھی رہوں، فرمایا:

فان حق الزوج علی الزوجة ان سألها نفسها وهی علی ظهر بغير ان لا تمنعه نفسها ومن حق الزوج علی الزوجة ان لا تصوم تطوعا الا باذنه فان فعلت جاعت وعطشت ولا يقبل منها ولا تخرج من بيتها الا باذنه فان فعلت لعنتها ملئكة السماء وملئكة الارض وملئكة الرحمة وملئكة العذاب حتى ترجع۔

(کشف الاستار عن زوائد البزار باب حق الزوج علی المرأة مؤسسة الرسالة بیروت ۲/ ۱۷۷) (مجمع الزوائد باب حق الزوج علی المرأة دار الکتاب بیروت ۳/ ۷-۳۰۶)

تو بیشک شوہر کا حق زوجہ پر یہ ہے کہ عورت کجاوہ پر بیٹھی ہو اور مرد اسی سواری پر اس سے نزدیکی چاہے تو انکار نہ کرے، اور مرد کا حق عورت پر یہ ہے کہ اس کے بے اجازت کے نفل روزہ نہ رکھے اگر رکھے گی تو عبث بھوک پیاسی رہی روزہ قبول نہ ہوگا اور گھر سے بے اذن شوہر کہیں نہ جائے اگر جائے گی تو آسمان کے فرشتے، زمین کے فرشتے، رحمت کے فرشتے، عذات کے فرشتے سب اُس پر لعنت کریں گے جب تک پلٹ کر آئے۔

یہ ارشاد سن کر بی بی نے عرض کی: لاجرم لا تزوج ابدا ٹھیک ٹھیک یہ ہے کہ نکاح نہ کرونگی رواہ الطبرانی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما (اس کو طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۱۲ ص ۳۰۱)

مقتدی کو رکوع و سجود میں امام سے

پہلے سراٹھانا حرام ہے

194- بَابُ تَحْرِيمِ رَفْعِ الْمَأْمُومِ رَأْسَهُ

مِنَ الرَّكُوعِ أَوْ السُّجُودِ قَبْلَ الْإِمَامِ

(1757) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ

النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «أَمَا يَجْشِي

أَحَدُكُمْ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ قَبْلَ الْإِمَامِ أَنْ يَجْعَلَ اللَّهُ

رَأْسَهُ رَأْسَ حِمَارٍ! أَوْ يَجْعَلَ اللَّهُ صُورَتَهُ صُورَةَ

حِمَارٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی جب امام سے پہلے سر

اٹھائے تو کیا وہ ڈرتا نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کے سر کو گدھے

کا سر بنا دے یا اس کی شکل کو گدھے کی شکل بنا دے۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب التمس من رفع راسه قبل الامام، جلد 1، ص 140، رقم 691، صحیح مسلم، باب التمس عن

سبق الامام برکوع او سجود، جلد 2، صفحہ 28، رقم 992 السنن الکبریٰ للبیہقی، باب اثم من رفع راسه قبل الامام، جلد 2، ص 93، رقم 2704 المنتہی لابن الجارود، باب القراءة وراء الامام، جلد 1، صفحہ 89، رقم 325 سنن ابو داؤد، باب التشديد فيمن يرفع قبل الامام، جلد 1، ص 240، رقم 623

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ حدیث اپنے ظاہری معنی پر ہے کسی کی تاویل کی ضرورت نہیں یعنی امام سے آگے بڑھنا اتنا جرم ہے کہ اس پر صورت مسخ ہو سکتی ہے اگر کبھی نہ ہو تو یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کا صدقہ ہے۔ یہاں مرقاۃ نے ایک عجیب واقعہ بیان کیا کہ ایک محدث دمشق کے کسی مشہور شیخ کے پاس حدیث سیکھنے گئے وہ شیخ پردے میں رہ کر انہیں حدیث پڑھایا کرتے تھے ایک دن ان کے اصرار پر پردہ اٹھایا تو ان کی صورت گدھے کی سی تھی اور فرمایا کہ میں اس حدیث کو خلاف عقل سمجھ کر آزمائش کے لیے امام سے آگے بڑھا تھا تو اس مصیبت میں گرفتار ہو گیا۔ (بزاۃ النایح، ج 2 ص 265)

نماز میں امام سے سبقت کرنا

شیخ طریقت، امیر اہلسنت، بانی دعوت اسلامی حضرت علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری دامت برکاتہم العالیہ اپنی کتاب نماز کے احکام میں بہار شریعت کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا امام نووی علیہ رحمۃ اللہ القوی حدیث لینے کے لئے ایک بڑے مشہور شخص کے پاس دمشق گئے۔ وہ پردہ ڈال کر پڑھاتے، مدتوں تک ان کے پاس بہت کچھ پڑھا مگر ان کا منہ نہ دیکھا، جب زمانہ دراز گزرا اور ان محدث صاحب نے دیکھا کہ ان کو (یعنی امام نووی) کو علم حدیث کی بہت خواہش ہے تو ایک روز پردہ ہٹا دیا، دیکھتے کیا ہیں کہ ان کا گدھے جیسا منہ ہے!! انہوں نے فرمایا: صاحبزادے! دورانِ جماعت امام پر سبقت کرنے سے ڈرو کہ یہ حدیث جب مجھ کو پہنچی میں نے اسے مُسْتَبْعِد (یعنی بعض راویوں کی عدم صحت کے باعث ذوراً قیاس) جانا اور میں نے امام پر قصدِ سبقت کی تو میرا منہ ایسا ہو گیا جیسا تم دیکھ رہے ہو۔ (نماز کے احکام، باب نماز کا طریقہ، ص 254)

نماز میں پہلو پر ہاتھ

رکھنا مکروہ ہے

195- بَابُ كَرَاهَةِ وَضْعِ الْيَدِ

عَلَى الْخَاصِرَةِ فِي الصَّلَاةِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

اللہ ﷺ نے نماز میں پہلو پر ہاتھ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔

(متفق علیہ)

(1758) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ

رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْخَضْرِ فِي

الصَّلَاةِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب الحضرة في الصلاة، جلد 2، صفحہ 66، رقم 1219 صحیح مسلم، باب كراهية الاختصار في الصلاة، جلد 2، ص 74، رقم 1246 السنن الکبریٰ للبیہقی، باب كراهية التخصر في الصلاة، جلد 2، صفحہ 287، رقم 3704 المستدرک للعاکم، باب التأمین، جلد 1، ص 358، رقم 974 المنتہی لابن الجارود، باب الافعال المجائزة في الصلاة، جلد 1، ص 65، رقم 220

شرح حدیث: حکیم الأُمّت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
یعنی نماز کی کسی حالت میں، قیام، قومہ، قعود میں کوکھ پر ہاتھ رکھنا منع ہے بلکہ نماز سے خارج بھی ممنوع ہے کہ یہ ابلیس کا طریقہ ہے، نیز دوزخی تھک کر ایسے ہاتھ رکھا کریں گے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہاں خصر سے مراد لاشی یا دیوار پر ٹیک لگانا ہے، عربی میں خاصہ لاشی کو کہتے ہیں، یہ ٹیک بلا ضرورت ممنوع، ضرورۃً جائز ہے، بوڑھا آدمی لاشی بغل میں لے کر نماز پڑھ سکتا ہے، سلیمان علیہ السلام نے اپنی آخری نماز لاشی کی ٹیک پر ہی پڑھی جس میں آپ کی وفات ہوئی۔

(مزاۃ الناجح، ج ۲ ص ۲۰۶)

کھانے کی طرف دل مائل ہو اور کھانا
آجائے تو نماز پڑھنا مکروہ ہے یونہی
پیشاب پاخانہ کی حاجت ہو تو اس کو
روک کر نماز پڑھنا مکروہ ہے

196 بَابُ كَرَاهَةِ الصَّلَاةِ بِحَضْرَةِ الطَّعَامِ

وَنَفْسِهِ تَتَوَقُّ إِلَيْهِ أَوْ

مَعَ مُدَافَعَةِ الْأَخْبَثَيْنِ:

وَهُمَا الْبَوْلُ وَالْغَائِطُ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں
نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ کھانے کی
موجودگی میں نماز نہیں اسی طرح پیشاب اور پاخانے کی
حاجت میں (نماز نہیں)۔ (مسلم)

(1759) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ:

سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ:

"لَا صَلَاةَ بِحَضْرَةِ طَعَامٍ، وَلَا وَهُوَ يُدَافِعُهُ

الْأَخْبَثَيْنِ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب کراہۃ بحضرة الطعام الذی یرید الیکہ فی الحال، جلد 2، ص 78، رقم 1274 سنن ابوداؤد،
باب یصلی الرجل وهو حاقن، جلد 1، صفحہ 33، رقم 89 سنن الکبیری للبیہقی، باب ترک الجماعة لحضرة الطعام و نفسه الیه شدیدة،
جلد 3، ص 23، رقم 4816 صحیح ابن خزیمہ، باب الزجر عن مدافعة الغائط، جلد 2، ص 66، رقم 933 مسند امام احمد، حدیث السیدة
عائشہ رضی اللہ عنہا، جلد 6، ص 43، رقم 24212

شرح حدیث: حکیم الأُمّت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہاں کمال نماز کی نفی ہے، یعنی جب بھوک کی تیزی یا پیشاب پاخانہ کی حاجت کی وجہ سے نماز میں دل نہ لگے تو نماز
کامل نہیں، قے، درد وغیرہ تمام عوارض کا یہی حکم ہے حتیٰ کہ اگر دوران نماز یہ عارضے پیش آجائیں تو نماز توڑ دے بعد فراغت
دوبارہ پڑھے۔ (مزاۃ الناجح، ج ۲ ص ۲۰۶)

نماز میں آسمان کی طرف

دیکھنا ممنوع ہے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

197 بَابُ النَّهْيِ عَنْ رَفْعِ

الْبَصْرِ إِلَى السَّمَاءِ فِي الصَّلَاةِ

(1760) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا بَالُ أَقْوَامٍ يَرْفَعُونَ أَبْصَارَهُمْ إِلَى السَّمَاءِ فِي صَلَاتِهِمْ! فَاشْتَدَّ قَوْلُهُ فِي ذَلِكَ حَتَّى قَالَ: لَيَنْتَهِيَنَّ عَن ذَلِكَ، أَوْ لَتُخَطَفَنَّ أَبْصَارُهُمْ!». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کچھ قوموں کا کیا حال ہے کہ اپنی نمازوں میں نظریں آسمان کی طرف اٹھاتے ہیں پھر آپ نے اس بارے میں سخت بات کہی حتیٰ کہ آپ نے فرمایا چاہئے کہ وہ اس سے رک جائیں ورنہ ان کی نظریں اچک لی جائیں گی۔ (بخاری)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب رفع البصر الی السماء فی الصلاة جلد 1، ص 150، رقم 750 السنن الکبریٰ للبیہقی، باب کراهیة رفع البصر الی السماء فی الصلاة جلد 2، ص 282، رقم 3677 سنن ابوداؤد، باب النظر فی الصلاة جلد 1، ص 343، رقم 914 سنن الدارمی، باب کراهیة رفع البصر الی السماء فی الصلاة جلد 1، ص 339، رقم 1302 مسند ابی یعلیٰ، مسند انس بن مالک، جلد 5، ص 449، رقم 3160

شرح حدیث: امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ فتاویٰ رضویہ، ج 8 میں ایک جگہ فرماتے ہیں: بیشک دیوار قبلہ میں عام مصلیوں کے موضع نظر تک کوئی ایسی چیز نہ چاہئے جس سے دل بٹے اور ہو تو کپڑے سے چھپادی جائے۔ احمد و ابوداؤد و عثمان بن طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دعا بعد دخوله الکعبة فقال انی کنت رأیت قرنی الکبش حین دخلت البیت فنسیت ان آمرک ان تخمرها فخرها فانه لاینبغی ان یکون فی قبلۃ البیت شیء یلہس المصلی۔ (مسند امام احمد بن حنبل مروی از امراة ام عثمان بن طلحہ مطبوعہ دار الفکر بیروت 5/380)

رسالتاً بصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دخول کعبہ کے بعد انھیں بلایا اور فرمایا جب میں بیت اللہ میں داخل ہوتو میں نے دنبے کے دو (۲) سینگ دیکھے مجھے تجھ سے یہ کہنا یاد نہ رہا کہ انھیں ڈھانپ دو، کیونکہ قبلہ بیت اللہ میں ایسی کسی شے کا ہونا مناسب نہیں جو نمازی کو مشغول کر دے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کعبہ معظمہ میں تشریف فرما ہوئے عثمان بن طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کلید بردار کعبہ کو طلب فرما کر ارشاد فرمایا: ہم نے کعبہ میں دنبے کے سینگ ملاحظہ فرمائے تھے (دنبہ کہ سیدنا اسمعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ندیہ ہوا اس کے سینگ کعبہ معظمہ کی دیوار غربی میں لگے ہوئے تھے) ہمیں تم سے یہ فرمانا یاد نہ رہا کہ ان کو ڈھانک دو اب ڈھانکو کہ نمازی کے سامنے کوئی چیز ایسی نہ چاہئے جس سے دل بٹے۔ ہاں اگر اتنی بلندی پر ہو کہ سر اٹھا کر دیکھنے سے نظر آئے تو یہ نمازی کا قصور ہے، اسے آسمان کی طرف نگاہ اٹھانا کب جائز ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

لینتہین اقوام یرفعون ابصارہم الی السماء فی الصلوٰۃ اولتخطفن ابصارہم۔ رواہ احمد و مسلم والنسائی عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

وہ جو نماز میں آسمان کی طرف نگاہ اٹھاتے ہیں یا تو اس سے باز آئیں گے یا ان کی نگاہ اچک لی جائیگی یعنی واپس نہ آئے گی اندھے ہو جائیں گے۔ اسے امام احمد مسلم اور نسائی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۸، ص ۱۲۱)

نماز میں بغیر عذر کے ادھر

ادھر متوجہ ہونا مکروہ ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی

ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز میں ادھر ادھر

دیکھنے کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: وہ

جھپٹ ہے جو شیطان بندے کی نماز سے اچک لیتا

ہے۔ (بخاری)

198- بَابُ كَرَاهَةِ الْإِلْتِفَاتِ

فِي الصَّلَاةِ لِغَيْرِ عُدْرٍ

(1761) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ:

سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ

الْإِلْتِفَاتِ فِي الصَّلَاةِ، فَقَالَ: «هُوَ اخْتِلَافٌ

يَخْتَلِسُهُ الشَّيْطَانُ مِنْ صَلَاةِ الْعَبْدِ». رَوَاهُ

الْبُخَارِيُّ.

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب رفع البصر الی السماء فی الصلاة، جلد 1، ص 150، رقم 750 السنن الکبریٰ للبیہقی، باب

کراہیۃ رفع البصر الی السماء فی الصلاة، جلد 2، ص 282، رقم 3677 سنن ابوداؤد، باب النظر فی الصلاة، جلد 1، ص 343، رقم

914 سنن الدارمی، باب کراہیۃ رفع البصر الی السماء فی الصلاة، جلد 1، ص 339، رقم 1302 مسند ابی یعلیٰ، مسند انس بن مالک،

جلد 5، ص 449، رقم 3160

شرح حدیث: رحمت پھیر لیتا ہے

رسول بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے: جب آدمی نماز کے لئے آتا

ہے تو اللہ عزوجل کی رحمت اس کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے، پھر جب وہ کسی اور جانب متوجہ ہوتا ہے تو اللہ عزوجل فرماتا ہے

: اے ابن آدم! تو کس کی طرف متوجہ ہو گیا؟ کیا وہ تیرے لئے مجھ سے زیادہ بہتر ہے؟ میری طرف متوجہ ہو جا۔ پھر جب

وہ آدمی دوسری مرتبہ متوجہ ہوتا ہے تو اللہ عزوجل یہی بات ارشاد فرماتا ہے اور پھر جب وہ بندہ تیسری مرتبہ غیر کی جانب

متوجہ ہوتا ہے تو اللہ عزوجل اس سے اپنی رحمت پھیر لیتا ہے۔

(کنز العمال، کتاب الصلوٰۃ، فصل فی مفصلات الصلوٰۃ۔۔۔۔۔ الخ، الحدیث: ۲۲۴۴۳، ج ۸، ص ۸۳، ملخصاً)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا: نماز میں ادھر ادھر دیکھنے سے بچو کیونکہ نماز

میں ادھر ادھر دیکھنا ہلاکت کا باعث ہے۔ اگر ضروری ہو

تو نوافل میں اجازت ہے فرائض میں نہیں۔ اسے ترمذی

(1762) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِيَّاكَ

وَالْإِلْتِفَاتِ فِي الصَّلَاةِ، فَإِنَّ الْإِلْتِفَاتِ فِي الصَّلَاةِ

هَلَكَةٌ، فَإِنْ كَانَ لَا بُدَّ، فَفِي التَّطَوُّعِ لَا فِي

الْفَرِيضَةُ - رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ" نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: سنن ترمذی، باب ذکر فی الالتفات فی الصلوٰۃ، جلد 2، ص 484، رقم 589، المعرر فی الحدیث لابن عبد الہادی، کتاب الصلاۃ، جلد 1، ص 215، رقم 292، المعجم الصغیر للطبرانی، باب البیم من اسمہ محمد، جلد 2، ص 100، رقم 856، شرح حدیث: مسئلہ: ادھر ادھر مونہ پھیر کر دیکھنا مکروہ تحریمی ہے، کل چہرہ پھر گیا ہو یا بعض اور اگر مونہ نہ پھیرے، صرف کنکھیوں سے ادھر ادھر بلا حاجت دیکھے، تو کراہت تنزیہی ہے اور نادراً کسی غرض صحیح سے ہو تو اصلاً حرج نہیں، نگاہ آسمان کی طرف اٹھانا بھی مکروہ تحریمی ہے۔ (بہار شریعت حصہ سوم 3)

مکروہاتِ نماز

مکروہاتِ نماز بعض امور کی وجہ سے نماز ناقص ہو جاتی ہے یعنی نمازی اصل اجر و ثواب اور کمال سے محروم رہتا ہے، انہیں مکروہات کہتے ہیں۔ ان سے اجتناب کرنا چاہیے۔ نماز کو مکروہ بنانے والے امور درج ذیل ہیں:

ہر ایسا کام جو نماز میں اللہ کی طرف سے توجہ ہٹا دے مکروہ ہے۔ داڑھی، بدن یا کپڑوں سے کھیلنا۔ ادھر ادھر منہ پھیر کر دیکھنا۔ آسمان کی طرف دیکھنا۔ کمر یا کولہے وغیرہ پر ہاتھ رکھنا۔ کپڑا سمیٹنا۔ سڈل ٹوب یعنی کپڑا لگانا مثلاً سر یا کندھوں پر اس طرح ڈالنا کہ دونوں کنارے لٹکتے ہوں۔ آستین آدھی کلائی سے زیادہ چڑھی ہوئی رکھنا۔ انگلیاں چٹھانا۔ بول و براز (پاخانہ/پیشاب) یا ہوا کے غلبے کے وقت نماز ادا کرنا۔ اگر دورانِ نماز میں یہ کیفیت پیدا ہو جائے اور وقت میں بھی گنجائش ہو تو نماز توڑ دینا واجب ہے۔ تعدہ یا سجدوں کے درمیان جلسہ میں گھٹنوں کو سینے سے لگانا۔ بلا وجہ کھٹکارنا۔ ناک و منہ کو چھپانا۔ جس کپڑے پر جاندار کی تصویر ہو اس کو پہن کر نماز پڑھنا۔ کسی کے منہ کے سامنے نماز پڑھنا۔ پگڑی یا عمامہ اس طرح باندھنا کہ درمیان سے سر ننگا ہو۔ کسی واجب کو ترک کرنا مثلاً رکوع میں کمر سیدھی نہ کرنا، قومہ یا جلسہ میں سیدھے ہونے سے پہلے سجدہ کو چلے جانا۔ قیام کے علاوہ اور کسی جگہ پر قرآن حکیم پڑھنا۔ رکوع میں قرأت ختم کرنا۔ صرف شلوار یا چادر باندھ کر نماز پڑھنا۔ امام سے پہلے رکوع و سجود میں جانا یا اٹھنا۔ قیام کے علاوہ نماز میں کسی اور جگہ قرآن حکیم پڑھنا۔ چلتے ہوئے تکبیر تحریمہ کہنا۔ امام کا کسی آنے والے کی خاطر نماز کو بلا وجہ لمبا کرنا۔ قبر کے سامنے نماز پڑھنا۔ غصب کی ہوئی زمین/مکان/کھیت میں نماز پڑھنا۔ الٹا کپڑا پہن/اوڑھ کر نماز پڑھنا۔ اچکن وغیرہ کے بٹن کھول کر نماز پڑھنا جبکہ نیچے قمیص نہ ہو۔

قبروں کی طرف (منہ کر کے)

نماز پڑھنا ممنوع ہے

199- بَابُ النَّهْيِ عَنِ الصَّلَاةِ

إِلَى الْقُبُورِ

حضرت ابو مرثد کناز بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت

(1763) عَنْ أَبِي مَرْثَدٍ كَنَازِ بْنِ الْحَصِينِ

رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "لَا تُصَلُّوا إِلَى الْقُبُورِ، وَلَا تَجْلِسُوا عَلَيْهَا". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ قبروں کی طرف منہ کر کے نماز نہ پڑھو اور نہ قبروں پر بیٹھو۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب النہی عن الجلوس علی القبر والصلاة علیہ، جلد 3، صفحہ 62، رقم 2295 سنن النسائی الکبزی، باب النہی عن الصلاة الی القبر، جلد 2، ص 67، رقم 760 مسند امام احمد، حدیث اُبی مرثد الغنوی رضی اللہ عنہ، جلد 4، ص 135، رقم 17254 الاحاد والمثنائی لاحمد الشیبانی، ومن ذکر اُبی مرثد الغنوی، جلد 1، ص 242، رقم 316 معرفة الصحابة لابن نعیم، من اسمہ ابو مرثد الغنوی، جلد 3، صفحہ 56، رقم 6380

شرح حدیث: امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن قبروں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کے متعلق فتاویٰ رضویہ میں ایک جگہ فرماتے ہیں: اس مسئلہ میں تحقیق یہ ہے کہ نماز قبر پر مطلقاً مکروہ و ممنوع ہے بلکہ قبر پر پاؤں رکھنا ہی جائز نہیں، علمگیری میں ہے:

ياثم بوطء القبور لان سقف القبر حق البيت اه وقد حققنا في اهلاک الوهابین -

(فتاویٰ ہندیہ الباب السادس عشر فی زیارة القبور راجع مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور 5/ 351)

قبروں پر پاؤں رکھنے سے گناہ گار ہوتا ہے کیونکہ قبر کی چھت میت کا حق ہے اور اس کی تحقیق ہم نے اہلاک الوهابین میں کی ہے۔

اور قبر کی طرف بھی نماز مکروہ و ممنوع ہے جبکہ سترہ نہ ہو اور صحرا یا مسجد کبیر میں قبر موضع سجود میں ہو یعنی اتنے فاصلے پر جبکہ یہ خاشعین کی سی نماز پرھے اور اپنی نگاہ خاص موضع سجود پر جمی رکھے تو اس پر نظر پڑے کہ نگاہ کا قاعدہ ہے جس محل خاص پر اُسے جمایا جائے اُس سے کچھ دُور آگے بڑھتی ہے مذہب اصح میں بحالت مذکورہ جہاں تک نگاہ پہنچے سب موضع سجود ہے کما نص علیہ فی الحلیۃ وغیرہا۔ مجتبیٰ۔ پھر بحر پفتح اللہ المعین میں ہے:

یکره ان یطائر القبر او یجلس او ینام علیہ او یصلی علیہ او الیہ۔

(فتح المعین علی شرح الکفر فی الصلوٰۃ علی المیت ص 1-2 سعید کمپنی کراچی 1/ 362)

مکروہ ہے کہ قبر پر پاؤں رکھے یا سوائے یا اس پر نماز پڑھے یا اس کی طرف (منہ کر کے) نماز پڑھے۔

جنازہ حلیہ پھر جنازہ رد المحتار میں ہے: تکره الصلاة علیہ والیہ لورود النہی عن ذلك -

(رد المحتار مطلب فی القراءۃ للمیت وابداء ثوابہا لمطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر 1/ 66)

قبر کے اوپر یا اس کی طرف نماز مکروہ ہے، کیونکہ اس سے منع کیا گیا ہے۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے: انکان بینہ وبين القبر مقدار مالوکان فی الصلاة ویمر انسان لایکراه، فہنا ایضاً

لایکرہ۔ کذا فی التتارخانیۃ۔ (فتاویٰ ہندیہ الفصل الثانی فیما ینکرہ فی الصلوٰۃ وما لایکرہ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور 1/ 106)

اگر اس کے درمیان اور قبر کے درمیان اتنا فاصلہ ہو کہ اگر یہ شخص نماز پڑھ رہا ہو اور اس کے سامنے سے کوئی گزرے تو

اس کا گزرنا مکروہ نہ ہو، تو یہاں بھی مکروہ نہیں ہے۔ اسی طرح تارخانہ میں ہے۔

در مختار میں ہے: ولا یفسدھا مرور ما زنی الصحراء او بسجد کبیر بوضع سجودہ، فی الاصح، او مرورہ بین یدیہ الی حائط القبلة فی بیت و مسجد صغیر، فانه کبقعة واحدة؛ وان اثم البار۔

(الدر المختار ما یفسدہ الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا مطبوعہ مطبع مجتہدائی دہلی ۱/۹۱)

اصح یہ ہے کہ صحرا یا بڑی مسجد میں نمازی کی جائے سجدہ سے کسی کا گزرنا نماز کو فاسد نہیں کرتا۔ اسی طرح گھر میں یا چھوٹی مسجد میں کہ چھوٹی مسجد ایک ہی قطعے کے حکم میں ہے، کسی کا قبلے والی جانب سے نمازی کے آگے سے گزرنا، نماز کو فاسد نہیں گزرتا، اگرچہ گزرنے والا گناہگار ہوتا ہے۔

اور اگر قبر دہنے بائیں یا پیچھے ہے تو اصلاً موجب کراہت نہیں، جامع المضممرات پھر جامع الرموز پھر طحاوی علی مرآۃ الفلاح و رد المحتار علی الدر المختار میں ہے:

لا تکبرہ الصلاة الی جهة قبر الا اذا کان بین یدیہ، بحیث لوصلی صلاة الخاشعین وقع بصراۃ علیہ۔

(رد المحتار ما یفسدہ الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱/۴۸۴)

قبر کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہے ہاں اگر قبر بالکل اس کے سامنے ہو کہ اگر وہ خاشعین والی نماز پڑھے تو قبر پر اس کی نظر پڑے، اس صورت میں مکروہ ہے۔

علی قاری حنفی مرقاة شرح مشکوٰۃ میں زیر حدیث لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زائرات القبور و البتخذین علیہا المساجد

(رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کرنے والیوں پر اور قبروں پر مسجدیں بنانے والوں پر لعنت کی ہے۔ ت)

تحریر فرماتے ہیں:

قال ابن البلد انما حرم اتخاذ المساجد علیہا لان فی الصلاة فیہا استنانا بسنة اليهود۔ او وقید علیہا یفید ان اتخاذ المساجد بجنبہا لابس بہ۔ ویدل علیہ قوله علیہ السلام لعن اللہ اليهود والنصارى، الذین اتخذوا قبور انبیاءہم و صالحیہم مساجد۔

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ المصابیح باب المساجد و مواضع الصلوٰۃ، الفصل الاول مطبع امدادیہ ملتان ۲/۲۱۹)

ابن الملک نے کہا ہے کہ قبروں پر مسجدیں بنانا اس لئے حرام قرار دیا ہے کیونکہ ان میں نماز پڑھنا یہودیوں کی طریقے کی پیروی ہے۔ اہ اور قبروں پر کی قید سے یہ فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ اگر قبروں کے پاس مسجد بنائی جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ اللہ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے جنہوں نے اپنے انبیاء اور صالحین کی قبروں کو مسجدیں بنا لیا، اسی پر دلالت کرتا ہے۔

بلکہ اگر مزارات اولیائے کرام ہوں اور ان کی ارواح طیبہ سے استمداد کے لئے ان کی قبور کریمہ کے پاس رہنے یا بائیں نماز پڑھے تو اور زیادہ موجب برکت ہے، امام علامہ قاضی عیاض مالکی شرح صحیح مسلم شریف پھر علامہ طیبی شافعی شرح مشکوٰۃ شریف پھر علامہ علی قاری حنفی مرقاۃ المفاتیح میں فرماتے ہیں:

كانت اليهود والنصارى يسجدون بقبور انبيائهم ويجعلونها قبلة ويتوجهون في الصلاة نحوها، فقد اتخذوها اوثانا، فلذلك لعنهم، ومنع المسلمين عن مثل ذلك، امامن اتخذ مسجدا في جوار صالح، او صلى في مقبرة، وقصد الاستظهار بروحه، او وصل اثر ما من اثر عبادته اليه، لالتعظيم له والتوجه نحوه، فلا حرج عليه؛ الا ترى ان مرقد اسمعيل عليه الصلاة والسلام في المسجد الحرام عند الحطيم، ثم ان ذلك المسجد افضل مكان يتحرى المصلى لصلاته -

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ المصابیح باب المساجد ومواضع الصلوة، الفصل الاول مطبع امدادیہ بلقان ۲/۲۰۲)

یہود و نصاریٰ اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ کرتے تھے، انہیں اپنا قبلہ بنا لیتے تھے اور نماز میں انہی کی طرف منہ کرتے تھے، اس طرح انہوں نے قبروں کو بت بنا لیا تھا اس لئے آپ نے ان پر لعنت بھیجی اور مسلمانوں کو ایسے کاموں سے منع کیا، رہا وہ آدمی جو کسی صالح کی قبر کے پاس مسجد بنائے یا مقبرے میں نماز پڑھے اور اس کا مقصد یہ ہو کہ اس صالح انسان کی روح سے تقویت حاصل کرے یا اس کی عبادت کے اثرات میں سے کچھ اثر اس تک بھی پہنچ جائے، اور قبر کی تعظیم اور اس کی طرف منہ کرنا مقصود نہ ہو، تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ کیا تم نہیں جانتے کہ اسمعیل علیہ السلام کی قبر مسجد حرام میں حطیم کے پاس ہے، اس کے باوجود یہ مسجد ان تمام مقامات سے افضل ہے جنہیں کوئی نمازی، نماز پڑھنے کیلئے تلاش کرتا ہے۔

علامہ طاہر حنفی مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں:

لعن الله اليهود والنصارى اتخذوا قبورا انبيائهم مساجد - كانوا يجعلونها قبلة، يسجدون اليها في الصلاة، كالوثن، واما من اتخذ مسجدا في جوار صالح، او صلى في مقبرة، قاصدا به الاستظهار بروحه، او وصل اثر ما من اثر عبادته اليه، لالتعظيم له، فلا حرج فيه؛ الا ترى ان مرقد اسمعيل في الحجر في المسجد الحرام والصلوة فيه افضل - (مجمع بحار الانوار تحت لفظ قبر مطبع نولکشور لکھنؤ ۳/۱۰۴)

لعنت بھیجے اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر کہ انہوں نے انبیاء کی قبروں کو مسجدیں بنا لیا یعنی ان کو قبلہ بنا لیا اور نماز میں انہی کی طرف سجدہ کرتے تھے جیسا کہ بت کے روبرو۔ ہاں اگر کسی نیک انسان کے پڑوس میں کوئی شخص مسجد بنائے یا ایسے ہی مقبرے میں نماز پڑھے اور مقصد یہ ہو کہ اس نیک انسان کی روح سے تقویت حاصل کرے یا اس کی عبادت کے اثرات سے کچھ اثر اس شخص تک پہنچ جائے، یہ مقصد نہ ہو کہ اس کی طرف منہ کرے اور اس

کی تعظیم کرے، تو اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔ کیا معلوم نہیں ہے کہ اسمعیل علیہ السلام کی قبر مسجد حرام میں ہے، اس کے باوجود اس میں نماز افضل ہے۔

قاضی ناصر الدین بیضاوی شافعی پھر امام علامہ بدر الدین محمود یعنی حنفی عمدۃ القاری پھر علامہ احمد محمد خطیب قسطلانی شافعی ارشاد الساری شروح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں:

من اتخذ مسجداً فی جوار صالح وقصد التبرک بقرب منه، لا التعظیم ولا التوجه الیه، فلا یدخل فی الوعید السنکور۔ (ارشاد الساری باب جواز الدفن بالدلیل مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت ۲/۲۳۸)

جو شخص کسی نیک انسان کے پڑوس میں قبر بنائے اور مقصد یہ ہو کہ اس کے قرب سے برکت حاصل کرے، اس کی تعظیم اور اس کی طرف منہ کرنا مقصود نہ ہو تو ایسا شخص حدیث میں مذکور وعید (یعنی لعنت) میں داخل نہیں ہوگا۔ امام علامہ تورپشتی حنفی شرح مصابیح میں زیر حدیث اتخذوا قبوراً نبیاً ہم مناجد فرماتے ہیں:

هو مخرج علی وجهین، احدهما، انهم كانوا یسجدون بقبور الانبیاء تعظیماً لهم وقصداً للعبادة فی ذلك۔ وثانیہما، انهم كانوا یتحرون الصلوة فی مدافن الانبیاء والتوجه الی قبورهم فی حالة الصلوة، وكلا الطریقین غیر مرضیة، فاما اذا وجد بقربها موضع بنی للصلوة، او مكانا یسلم البصلی فیہ عن التوجه الی القبور، فانه فی فسخه من الامر۔ وكذلك اذا صلی فی موضع قد اشتہر بان فیہ مدفن نبی، ولم یرفیه للقبور علیا، ولم یکن قصداً ما ذکرناہ من الشریک الخفی؛ اذ قد تواطأت اخبار الامم علی ان مدفن اسمعیل علیہ الصلوة والسلام فی المسجد الحرام عند الحطیم، وهذا المسجد افضل مكان یتحرى الصلوة فیہ۔ مختصراً

(لغات التفتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، باب المساجد وموضع الصلوة حدیث ۷۱۲ مطبوعہ المعارف العلمیہ لاہور ۳/۵۲)

اس کی دو چیزیں ہیں: ایک تو یہ کہ یہود و نصاریٰ قبور انبیاء کو بطور تعظیم اور بقصد عبادت سجدہ کیا کرتے تھے، دوسری یہ کہ وہ انبیاء کے مقبروں میں نماز پڑھنے کی خصوصی طور پر کوشش کرتے تھے اور نماز میں ان کی طرف منہ کرتے تھے اور یہ دونوں طریقے ناپسندیدہ ہیں۔ ہاں اگر قبرستان کے قریب کوئی ایسی جگہ ہو جو بتائی ہی نماز کے لئے گئی ہو یا ایسی جگہ ہو کہ وہاں نماز پڑھنے والے کا منہ قبروں کی طرف نہ ہوتا ہو تو ایسی جگہوں پر نماز پڑھی جاسکتی ہے، اسی طرح اگر کسی ایسی جگہ میں نماز پڑھے جہاں کے بارے میں مشہور ہے کہ یہاں کس نبی کا مدفن ہے لیکن قبر کی کوئی علامت نظر نہ آتی ہو اور نمازی کا مقصد بھی شرک خفی نہ ہو (تو نماز پڑھنی جائز ہے) کیونکہ روایات اس پر متفق ہیں کہ اسمعیل علیہ السلام کی قبر مسجد حرام میں حطیم کے پاس ہے اس کے باوجود یہ مسجد ان تمام جگہوں سے افضل ہے جہاں نماز پڑھنے کی جستجو کی جاتی ہے۔ مختصراً

شیخ محقق حنفی لمعات شرح مشکوٰۃ شریف میں اسے نقل کر کے فرماتے ہیں:

وفی شرح الشیخ ایضا مثله، حیث قال وخرج بذلك اتخاذ مسجد بجوار نبی او صالح، وللصلاة عند قبره، لالتعظیمه والتوجه نحوه؛ بل لحصول مدد منه، حتی تکمل عبادته ببرکة مجاورته لتلك الروح الطاهرة، فلا حرج فی ذلك، لباوردان قبر اسمعیل علیه الصلاة والسلام فی الحجر تحت المیزاب، وان فی الحطیم، بین الحجر الاسود و زمزم، قبر سبعین نبیا، ولم ینه احد عن الصلاة فیہ اذ وکلام الشارحین متطابق فی ذلك -

(لمعات التفتیح شرح مشکوٰۃ الصالح، باب المساجد ومواضع الصلوة حدیث ۱۳ مطبوعہ المعارف العلمیہ لاہور ۳/۵۲)

اور شیخ کی شرح میں بھی اسی طرح ہے۔ چنانچہ شیخ نے کہا ہے کہ اس سے وہ صورت خارج ہو گئی جس میں کسی نبی یا صالح کے پاس اس لئے مسجد بنائی جائے کہ اس کی قبر کے پاس نماز پڑھی جائے، لیکن مقصود قبر کی تعظیم اور اس کی طرف منہ کرنا نہ ہو بلکہ غرض یہ ہو کہ صاحب قبر سے مدد حاصل کی جائے تاکہ اس پاک روح کے قرب کی وجہ سے عبادت مکمل ہو جائے، تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ روایات میں آیا ہے کہ اسمعیل علیہ السلام کی قبر حطیم میں میزاب رحمت کے نیچے ہے اور حطیم کے پاس حجر اسود اور زمزم کے درمیان ستر انبیاء کی قبریں ہیں، اس کے باوجود وہاں نماز پڑھنے سے کسی نے منع نہیں کیا اھ اس مسئلہ میں تمام شارحین نے ایسی ہی گفتگو کی ہے۔

امام اجل برہان الدین فرغانی حنفی صاحب ہدایہ کتاب التجنیس والمزید میں فرماتے ہیں:

قال ابویوسف ان کان موازیا للکعبۃ تکرہ صلاته، وان کان عن بیئنه ویسارہ لا تکرہ۔

(کتاب التجنیس والمزید)

ابو یوسف نے کہا ہے کہ اگر قبر قبلے والی جانب ہو تو نماز مکروہ ہے اور اگر دائیں بائیں ہو تو مکروہ نہیں ہے۔ جاوی۔ پھر تاتارخانیہ پھر عالمگیریہ میں ہے:

ان كانت القبور ما وراء البصلی لایکرہ، فانه ان کان بینہ و بین القبور مقدار مالوکان فی الصلاة ویسر انسان لایکرہ، فھنا ایضا لایکرہ۔ (فتاویٰ ہندیہ الفصل الثانی فیما یکرہ فی الصلوة وما لایکرہ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۰۷)

قبریں نمازی کے پیچھے ہوں تو نماز مکروہ نہیں ہے کیونکہ اگر سامنے بھی ہوں لیکن اتنے فاصلے پر ہوں کہ اگر یہ

شخص نماز میں ہو اور کوئی سامنے سے گزرے تو اس کا گزرنا مکروہ نہ ہو، تو یہاں بھی مکروہ نہیں ہے۔

اور یہ امر کہ سامنے ہونا زیادہ مکروہ ہے اور دہنے بائیں اس سے کم اور پیچھے ہونا اس سے بھی کم کتب حنفیہ میں تصویر جاندار کی نسبت ہے نہ کہ قبر کی،

رد المحتار میں زیر قول در مختار واختلف فیما اذا کان التمثال خلفه، والاظهر الکراهة

(الدر المختار، فیما اذا کان التمثال خلفه، والاظهر الکراهة)

(اگر تصویر اس کے پیچھے ہو تو اس میں اختلاف ہے، اظہر یہی ہے کہ مکروہ ہے۔)

تحریر فرماتے ہیں: دلی البحر، قالوا واشدھا کراهة ما یكون علی القبلة امام المصلی، ثم ما یكون فوق راسه، ثم ما یكون عن یمینه ویسارہ علی الحائط، ثم ما یكون خلفه علی الحائط او الستر۔

(رد المحتار مطلب فی الفرس فی المسجد مطبع مصطفی البابی معرا/ ۳۷۹)

اور بحر میں ہے کہ علماء نے کہا ہے کہ سب سے زیادہ کراہت اس صورت میں ہے جب تصویر قبلے والی طرف ہو اور نمازی کے سامنے ہو، پھر جو اس کے سر کے اوپر ہو، پھر جو اس کے دائیں بائیں دیوار پر ہو، پھر جو اس کے پیچھے دیوار پر یا پردے پر ہو۔

جامع الرموز میں ہے:

انما خص الصورة لانه یکرہ فی جهة القبر الا اذا کان بین یدیه۔ کہانی جنائز المضرات۔

(جامع الرموز فصل ما یفسد الصلوة، المکتبۃ الاسلامیہ گنبد قاسم ایران ۱/ ۱۹۶)

تصویر کی تخصیص اس لئے کی ہے کہ قبر کی طرف منہ کرنا مکروہ نہیں ہے، جب تک قبر بالکل روبرو نہ ہو، جیسا کہ

مضرات کی کتاب الجنائز میں ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۵ ص ۳۵۲-۳۵۱)

نمازی کے آگے سے
گزرنا حرام ہے

200- بَابُ تَحْرِيمِ الْمُرُورِ
بَيْنَ يَدَيْ الْمُصَلِّي

حضرت ابو جہیم عبد اللہ بن حارث بن صمد انصاری سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر نمازی کے آگے سے گزرنے والا اس (گناہ) کو جانتا جو اس پر ہے تو آگے سے گزرنے کے بجائے چالیس (سال دن) تک کھڑا رہنا اس کے لیے بہتر ہو۔ راوی کہتے ہیں کہ مجھے یہ معلوم نہیں رہا کہ آپ نے چالیس دن یا چالیس ماہ یا چالیس سال کیا فرمایا۔ (متفق علیہ)

(1764) عَنْ أَبِي الْجَهِّيمِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ الصِّتَّةِ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَوْ يَعْلَمُ الْمَارُّ بَيْنَ يَدَيْ الْمُصَلِّي مَاذَا عَلَيْهِ لَكَانَ أَنْ يَقِفَ أَرْبَعِينَ خَيْرًا لَهُ مِنْ أَنْ يَمْرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ قَالَ الرَّاوِي: لَا أَدْرِي قَالَ: أَرْبَعِينَ يَوْمًا، أَوْ أَرْبَعِينَ شَهْرًا، أَوْ أَرْبَعِينَ سَنَةً. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب اثم الماربین یدی المصلی، جلد 1، ص 108، رقم 510 صحیح مسلم، باب منع الماربین یدی المصلی، جلد 2، ص 58، رقم 1160 السنن الکبریٰ للبیہقی، باب دفع الماربین یدی المصلی، جلد 1، صفحہ 289، رقم 918 مؤطا امام مالک، باب التشدید فی أن یمر احدین یدی المصلی، جلد 1، ص 154، رقم 362 سنن ابوداؤد، باب ما یمنی عنہ من المرور بین یدی المصلی، جلد 1، ص 258، رقم 201

شرح حدیث: نمازی کے آگے سے گزرنا

مسئلہ: مصلیٰ کے آگے سے گزرنا بہت سخت گناہ ہے۔

ابن ماجہ کی روایت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر کوئی جانتا کہ اپنے بھائی کے سامنے نماز میں آڑے ہو کر گزرنے میں کیا ہے؟ تو سو برس کھڑا رہنا اس ایک قدم چلنے سے بہتر سمجھتا۔

(سنن ابن ماجہ، ابواب اقامة الصلوات والسنن فیہا، باب المرورین یدی المصلی، الحدیث: ۹۳۶، ج ۱، ص ۵۰۶)

امام مالک نے روایت کیا کہ کعب احبار فرماتے ہیں: نمازی کے سامنے گزرنے والا اگر جانتا کہ اس پر کیا گناہ ہے؟ تو زمین میں دھنس جانے کو گزرنے سے بہتر جانتا۔

(الموطا، کتاب قصر الصلاة فی السفر، باب التثدی فی ان یراحدین یدی المصلی، الحدیث: ۳۷۱، ج ۱، ص ۱۵۳)

امام مالک سے روایت صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ہے ابو جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مکہ میں دیکھا حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ابطح میں چڑھے کے ایک سُرخ قبہ کے اندر تشریف فرما ہیں اور بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے وضو کا پانی لیا اور لوگ جلدی جلدی اسے لے رہے ہیں جو اس میں سے کچھ پا جاتا اسے مونہ اور سینہ پر ملتا اور جو نہیں پاتا وہ کسی اور کے ہاتھ سے تری لے لیتا پھر بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک نیزہ نصب کر دیا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سُرخ دھاری دار جوڑا اپنے تشریف لائے اور نیزہ کی طرف مونہ کر کے دو رکعت نماز پڑھائی اور میں نے آدمیوں اور چوپاؤں کو نیزے کے اُس طرف سے گزرتے دیکھا۔

(صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب سترۃ المصلی والندب الی الصلاة... الخ، الحدیث: ۲۵۰- (۵۰۳)، ص ۲۵۷)

مسئلہ ۱۷: میدان اور بڑی مسجد میں مصلیٰ کے قدم سے موضع سجد تک گزرنا ناجائز ہے۔ موضع سجد سے مراد یہ ہے کہ قیام کی حالت میں سجدہ کی جگہ کی طرف نظر کرے تو جتنی دور تک نگاہ پھیلے وہ موضع سجد ہے اس کے درمیان سے گزرنا ناجائز ہے، مکان اور چھوٹی مسجد میں قدم سے دیوار قبلہ تک کہیں سے گزرنا جائز نہیں اگر سترہ نہ ہو۔

(الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصلاة، الباب السابع فیما یفسد الصلاة وما یکرہ فیہا، الفصل الاول، ج ۱، ص ۱۰۳)

مسئلہ: مصلیٰ کے آگے سترہ ہو یعنی کوئی ایسی چیز جس سے آڑ ہو جائے، تو سترہ کے بعد سے گزرنے میں کوئی حرج نہیں۔

(الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصلاة، الباب السابع فیما یفسد الصلاة وما یکرہ فیہا، الفصل الاول، ج ۱، ص ۱۰۳)

جب مؤذن جماعت قائم کرنے

کے لیے اقامت کہنا شروع کر دے

تو مقتدی کے لیے ہر قسم کے نفل

پڑھنے منع ہیں

201- بَابُ كَرَاهَةِ شُرُوعِ التَّامُّومِ فِي

تَأْفِئَةٍ بَعْدَ شُرُوعِ الْمُؤَذِّنِ فِي إِقَامَةِ

الصَّلَاةِ سِوَاءَ كَانَتِ النَّافِلَةَ سُنَّةَ

تِلْكَ الصَّلَاةِ أَوْ غَيْرَهَا

(1765) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا صَلَاةَ إِلَّا الْمَكْتُوبَةَ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب جماعت کھڑی ہو جائے تو فرض نماز کے سوا کوئی نماز درست نہیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب کراهة الشروع في نافلة بعد شروع المؤذن، جلد 2، صفحہ 153، رقم 1678 السنن الكبرى للبيهقي، باب كراهية الاشتغال بها بعد ما اقيمت الصلاة، جلد 2، ص 482، رقم 4724 المعجم الصغير للطبراني من اسمه على، جلد 1، ص 318، رقم 529 سنن ابوداؤد، باب اذا ادرك الامام ولم يصل ركعتي الفجر، جلد 1، ص 489، رقم 1268 سنن ابن ماجه، باب ما جاء في اذا اقيمت الصلاة فلا صلاة الا المكتوبة، جلد 1، ص 384، رقم 1151

شرح حدیث: امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں ایک استفتاء کے جواب میں فرماتے ہیں:

اس مسئلہ میں کیا حکم ہے کہ بکر وضو نماز فجر کا کر کے ایسے وقت میں آیا کہ امام قعدہ اخیرہ میں ہے، جو سنت پڑھتا ہے تو جماعت جاتی ہے اور جماعت میں ملتا ہے تو سنتیں فوت ہوتی ہے، اس صورت میں سنتیں پڑھے یا قعدہ میں مل جائے۔ بینوا تو اجر و

الجواب: اس صورت میں بالاتفاق جماعت میں شریک ہو جائے کہ جماعت میں ملنا سنتیں پڑھنے سے اہم و آکد ہے، جب یہ جانے کہ سنتیں پڑھوں گا تو جماعت ہو چکے گی بالاتفاق جماعت میں مل جانے کا حکم ہے اگرچہ ابھی امام رکعت ثانیہ کے شروع میں ہو، قعدہ تو ختم نماز ہے اس میں کیونکہ امید ہو سکتی ہے کہ امام کے سلام سے پہلے یہ سنتیں پڑھ کر جماعت میں مل سکے گا،

في الدر المختار اذا خاف فوت ركعتي الفجر لا اشتغاله بسنتها تركها الجماعة اكل الخ والله تعالى اعلم۔

(در مختار باب ادراك الفريضة مطبوع مطبع مجتہبائی دہلی ۱/۹۹)

در مختار میں ہے جب کسی کو یہ خطرہ ہو کہ اگر فجر کی سنتیں ادا کیں تو جماعت فوت ہو جائے گی تو وہ سنتیں ترک کر دے کیونکہ جماعت اکمل ہے الخ واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ رضویہ، ج ۸، ص ۱۳۶)

202-بَابُ كَرَاهَةِ تَخْصِيصِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ بِصِيَامٍ أَوْ لَيْلَتِهِ بِصَلَاةٍ مِنْ بَيْنِ اللَّيَالِي

جمعہ کے دن روزے کے لیے روز جمعہ کی رات کو نفل نماز کے لئے مخصوص کر لینا مکروہ ہے

(1766) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا تَخْصُوا لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ بِصِيَامٍ مِنْ بَيْنِ اللَّيَالِي، وَلَا تَخْصُوا يَوْمَ الْجُمُعَةِ بِصِيَامٍ مِنْ بَيْنِ الْأَيَّامِ، إِلَّا أَنْ يَكُونَ فِي

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: جمعہ کی رات کو قیام کے لیے راتوں کے درمیان میں سے خاص نہ کرو اور جمعہ کے دن کو دنوں کے درمیان سے روزے کے لیے خاص نہ کرو البتہ جب کہ

صَوْمٌ يُصُومُهُ أَحَدُكُمْ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ. اس دن تم میں سے کسی کا روزہ (عادی طریقہ کے مطابق) آجائے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب کراہیۃ صیام یوم الجمعة منفردا، جلد 3، ص 154، رقم 2740 المستدرک للحاکم، کتاب صلاة التطوع، جلد 1، صفحہ 419، رقم 1172 صحیح ابن حبان، باب الصوم البتہی عنہ، جلد 8، صفحہ 376، رقم 3612 صحیح ابن خزیمہ، باب البتہی عن أن تحض لیلۃ، جلد 2، ص 198، رقم 1176

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس طرح کہ صرف اسی رات میں عبادت کو لازم کر لویا سمجھ لو دوسری راتوں میں بالکل ہی غافل رہو بلکہ اور راتوں میں بھی عبادت کیا کرو، اس توجیہ پر حدیث بالکل صاف ہے یعنی جمعہ کی رات میں عبادت کرنا منع نہیں بلکہ اور راتوں میں بالکل عبادت نہ کرنا مناسب نہیں کہ یہ غفلت کی دلیل ہے، چونکہ جمعہ کی رات ہی زیادہ عظمت والی ہے، اندیشہ تھا کہ لوگ اس کو نقلی عبادتوں سے خاص کر لیں گے اس لیے اسی رات کا نام لیا گیا۔

کیونکہ جمعہ ہفتہ بھر کی عید ہے صرف عید میں روزہ رکھنا کیسا۔ لمعات میں امام مالک علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ کوئی فقیہ صرف جمعہ کے روزے کو منع نہیں کرتا بلکہ بعض فقہاء ارادۃ جمعہ ہی کا روزہ رکھتے ہیں۔ (اشعہ) خلاصہ یہ کہ تمام فقہاء کے ہاں یہ حدیث خلاف اولیٰ کے لیے ہے کیوں کہ آگے صراحت حدیث میں آ رہا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کو بہت کم افطار کرتے، روزہ ہی رکھتے تھے۔

مثلاً کوئی شخص ہر گیارہویں یا بارہویں تاریخ کو روزہ رکھنے کا عادی ہو اور اتفاق سے اس دن جمعہ آجائے تو رکھ لے اب خلاف اولیٰ بھی نہیں، بعض لوگ مخصوص تاریخوں میں خاص عبادتیں کرنے کو منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اپنی طرف سے عبادت یا دن مقرر کرنا حرام ہے اور ان دو حدیثوں کی آڑ پکڑتے ہی، الحمد للہ اس جملے نے ان کے خیال کو باطل کر دیا، صاف بتا دیا کہ جمعہ کا روزہ مقرر کرنے کی وجہ سے حرام نہیں ہوا بلکہ اسکی وجہ کچھ اور ہیں جو پہلے عرض کی گئیں ورنہ یہ تاریخوں کا مقرر کرنا کیوں درست ہوتا۔ اس کی پوری بحث اس جگہ مرقات میں ملاحظہ فرمائیے۔ (مراۃ المناجیح، ج 3 ص 280)

(1767) وَعَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ

فَرَمَاتِهِ هُوَ سَنَا كَمَا تَمَّ فِي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: «لَا يَصُومُ مَنْ أَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِلَّا يَوْمًا قَبْلَهُ أَوْ بَعْدَهُ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. انہی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ تم میں سے کوئی جمعہ کا روزہ نہ رکھے ہاں ایک دن پہلے یا بعد کا ملائے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب الصوم آخر الشهر، جلد 3، صفحہ 42، رقم 1985 صحیح مسلم، باب کراہیۃ صیام یوم الجمعة منفردا، جلد 3، ص 154، رقم 2739 السنن الکبریٰ للبیہقی، باب ما ورد من النہی عن تخصیص یوم السبت بالصوم، جلد 4، ص 302، رقم 8756 جامع الاصول لابن اثیر، النوع الرابع صوم الجمعة والسبت، جلد 6، صفحہ 359، رقم 4525 مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، جلد 2، ص 422، رقم 9448

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی نفلی روزہ صرف جمعہ کا نہ رکھے یا جمعرات جمعہ یا جمعہ ہفتہ دونوں روزے رکھے، اس کی تحقیق آگے آرہی ہے۔
فتح القدیر میں ہے کہ امام ابو حنیفہ و امام محمد کے ہاں صرف جمعہ کا روزہ جائز ہے یہ ممانعت تزیہی ہے وہ بھی بعض صورتوں میں جیسا کہ اگلی حدیث میں آرہا ہے۔ نفلی روزہ صرف جمعہ کا نہ رکھنا بہتر اس کی وجہ اللہ رسول ہی جانتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ چونکہ یہ دن غسل کرنے، کپڑے بدلنے، خطبہ سننے، نماز جمعہ پڑھنے وغیرہ عبادات کا ہے ممکن ہے روزے کی وجہ سے بندہ یہ کام بخوبی انجام نہ دے سکے جیسے حاجی کے لیے عرفے کے دن روزہ رکھنا بہتر نہیں کہ وہ اس دن روزہ رکھ کر آج کے کام اچھی طرح نہ کر سکے گا۔ شارحین نے اور بہت سی وجہیں بیان کی ہیں لیکن یہ وجہ زیادہ قوی معلوم ہوتی ہے۔ بعض نے فرمایا کہ یہود کے ہاں ہفتہ کا دن افضل ہے اور عیسائیوں کے ہاں اتوار بہتر، وہ لوگ ان دنوں میں روزے رکھتے ہیں اگر مسلمان اپنے افضل دن یعنی صرف جمعہ کا روزہ رکھیں تو ان سے مشابہت ہو جائے گی۔ واللہ اعلم!

(مراۃ المناجیح، ج ۳ ص ۲۷۹)

(1768) وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبَّادٍ، قَالَ: سَأَلْتُ
حَضْرَتَ مُحَمَّدَ بْنَ عَبَّادٍ كَيْفَ كَانَتْ عِبَادَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ صَوْمِ الْجُمُعَةِ؟ قَالَ: نَعَمْ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.
سے سوال کیا کہ رسول اللہ نے جمعہ کے روزے سے منع فرمایا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: ہاں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب الصوم آخر الشهر، جلد 3، صفحہ 42، رقم 1984، صحیح مسلم، باب کراهية صيام يوم الجمعة منفردا، جلد 3، ص 153، رقم 2737، السنن الکبریٰ للنسائی، باب النهی عن صيام يوم الجمعة، جلد 2، صفحہ 116، رقم 2745، سنن ابن ماجہ، باب فی صيام يوم الجمعة، جلد 1، صفحہ 549، رقم 1724، جامع الاصول لابن اثیر، النوع الرابع صوم الجمعة صوم والسبت، جلد 6، صفحہ 360، رقم 4527

شرح حدیث: جمعہ کا روزے

بعض روایتوں میں ہے کہ جمعہ کو روزے سے خاص نہ کرو۔

معلوم ہوا کہ کسی دن کی تعیین منع ہے۔ چونکہ میلاد اور عرس میں تاریخ مقرر ہوتی ہے لہذا منع ہے۔ (وہابی)

جواب: اس کا جواب اسی حدیث میں آگے ہے کہ اگر جمعہ کسی ایسی تاریخ میں آجائے جس کے روزے کے تم عادی ہو تو رکھو یعنی اگر کسی کی عادت بارہویں کے روزے کی ہے اور جمعہ بارہویں کو آگیا تو رکھ لے، نیز فرماتے ہیں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کہ صرف جمعہ کو روزہ نہ رکھے بلکہ آگے پیچھے ایک دن اور بھی ملائے معلوم ہوا کہ مقرر کرنا منع نہیں بلکہ جمعہ کے روزہ کی ممانعت ہے ممانعت کی وجہ کچھ اور ہے۔ کیا وجہ ہے؟ اس کے متعلق علماء کے بہت سے قول ہیں ایک یہ بھی ہے کہ جمعہ مسلمانوں کی عید ہے اور عید کو روزہ منع ہوتا ہے اس مناسبت سے اس کا روزہ منع ہے یعنی یہ مشابہ عید کے ہے دوسرے یہ کہ جمعہ کا دن کام کاج کا ہے غسل کرنا، کپڑے تبدیل کرنا، جمعہ کی تیاری کرنا، خطبہ سننا، نماز جمعہ پڑھنا، ممکن ہے کہ روزے کی وجہ سے تکلیف ہو لہذا ان کاموں کی وجہ سے روزہ نہ رکھے جیسے حاجی کو نوں تاریخ بقر عید کا روزہ اور حاجی کو بقر عید کی نماز

مکروہ ہے اس لئے کہ وہ دن اس کے کام کے ہیں روزے سے اس کے کاموں میں حرج ہوگا۔ تیسرے یہ کہ صرف جمعہ کے روزے میں یہود سے مشابہت ہے کہ وہ صرف ہفتہ کا روزہ رکھتے ہیں تم اگر جمعہ کا روزہ رکھو تو آگے پیچھے ایک دن اور ملا لوتا کہ مشابہت نہ رہے۔ چوتھے یہ کہ خود نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ دو شنبہ کا روزہ کیسا ہے فرمایا کہ اسی دن ہماری ولادت ہے اسی دن نزول وحی کی ابتداء ہوئی۔ لہذا روزہ رکھو اور خود نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے عاشورہ کا روزہ اسی خوشی میں رکھا کہ اس تاریخ میں موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے نجات ملی اگر یادگاریں منانا برا ہوتا تو یہ یادگاریں کیوں منائی جاتیں؟ (علم القرآن ۲۱۷)

أم المؤمنین حضرت جویریہ بنت حارث ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان پر جمعہ کے دن داخل ہوئے ان کا روزہ تھا آپ نے فرمایا کیا تو نے گزشتہ کل روزہ رکھا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کی نہیں فرمایا آئندہ کل روزے کا خیال ہے۔ میں نے عرض کیا: نہیں فرمایا تو روزہ افطار کر لے۔ (بخاری)

(1769) وَعَنْ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ جُوَيْرِيَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَهِيَ صَائِمَةٌ. فَقَالَ: "أَصُمْتِ أُمِّس؟" قَالَتْ: لَا. قَالَ: "تُرِيدِينَ أَنْ تَصُومِي غَدًا؟" قَالَتْ: لَا. قَالَ: "فَأَفْطِرِي". رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب الصوم آخر الشهر، جلد 3، ص 42، رقم 1986 سنن ابوداؤد، باب الرخصة في ذلك (صيام)، جلد 2، ص 296، رقم 2424 مسند امام احمد بن حنبل، حدیث جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا، جلد 6، ص 430، رقم 27465 معرفة السنن والآثار للبيهقي، باب صوم يوم الجمعة، جلد 7، ص 294، رقم 2735 مصنف ابن ابی شیبہ، باب ما ذکر فی صوم يوم الجمعة، جلد 3، ص 43، رقم 9333

شرح حدیث: بے اجازت کے نفل روزہ نہ رکھے

ایک زن (یعنی خاتون) ختمیہ نے خدمتِ اقدسِ حضورِ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کی: یا رسول اللہ! حضور مجھے سنا کہ شوہر کا حق عورت پر کیا ہے کہ میں زن بے شوہر ہوں اس کے ادا کی اپنے میں طاقت دیکھوں تو نکاح کروں ورنہ یوں ہی بیٹھی رہوں۔ فرمایا: تو بیشک شوہر کا حق زوجہ پر یہ ہے کہ عورت کجاوہ پر بیٹھی ہو اور مرد اسی سواری پر اس سے نزدیکی چاہے تو انکار نہ کرے، اور مرد کا حق عورت پر یہ ہے کہ اس کے بے اجازت کے نفل روزہ نہ رکھے اگر رکھے گی تو عیب (بے کار) بھوک پیاسی رہی روزہ قبول نہ ہوگا اور گھر سے بے اذن (یعنی بے اجازت) شوہر کہیں نہ جائے اگر جائے گی تو آسمان کے فرشتے، رحمت کے فرشتے، عذاب کے فرشتے سب اس پر لعنت کریں گے جب تک پلٹ کر آئے۔ یہ ارشاد سن کر ان بی بی نے عرض کی: ٹھیک ٹھیک یہ ہے کہ میں کبھی نکاح نہ کروں گی۔

(مجمع الزوائد ج ۲ ص ۵۶۳ حدیث ۷۳۸)

صوم وصال کی حرمت اور وہ یوں کہ دو یا اس

203- بَابُ تَجْرِيمِ الْوِصَالِ فِي الصَّوْمِ

وَهُوَ أَنْ يَصُومَ يَوْمَيْنِ أَوْ أَكْثَرَ وَلَا يَأْكُلُ

وَلَا يَشْرَبُ بَيْنَهُمَا

(1770) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَعَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ

عَنْهُمَا: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ

الْوَصَالِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

سے زیادہ مسلسل روزے اس طرح رکھا

جائیں کہ ان کے درمیان میں نہ کھائے نہ پیئے

حضرت ابو ہریرہ اور عائشہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صوم وصال سے منع فرمایا۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب الوصال ومن قال ليس في الليل صيام، جلد 3، ص 37، رقم 1961 صحیح مسلم، باب النهي عن الوصال في الصوم، جلد 3، ص 133، رقم 2618 السنن الكبرى للبيهقي، باب الوصال له مباح ليس لغيره، جلد 7، ص 61، رقم 13787 المنتقى لابن الجارود، باب الصيام، جلد 1، صفحہ 106، رقم 394 مؤطا امام مالك، باب النهي عن الوصال في الصيام، جلد 1، ص 300، رقم 667

شرح حدیث: جب تک زندہ رہوں گا دن میں روزہ رکھوں گا

حضرت سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطانِ بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو میرے بارے میں بتایا گیا کہ میں کہتا ہوں کہ جب تک زندہ رہوں گا دن میں روزہ رکھوں گا اور رات میں عبادت کیا کروں گا۔ تو آپ نے مجھ سے فرمایا، کیا یہ بات تم نے ہی کہی ہے؟ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! میں نے ہی کہی ہے، تو آپ نے فرمایا، تم اس کی طاقت نہ رکھ سکو گے لہذا! روزہ بھی رکھو اور افطار بھی کرو، آرام بھی کرو اور قیام بھی کرو، ہر مہینے تین روزے رکھ لیا کرو کیونکہ ایک نیکی دس کے برابر ہے لہذا یہ ساری زندگی کے روزوں کے برابر ہونگے۔

میں نے عرض کیا، میں اس سے بھی زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ ارشاد فرمایا، دو دن چھوڑ کر ایک دن روزہ رکھو۔ میں نے پھر عرض کیا، میں اس سے بھی زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ ارشاد فرمایا، ایک دن چھوڑ کر ایک دن روزہ رکھو، یہ صیام داؤدی ہیں اور یہ سب سے بہتر روزے ہیں۔ میں نے پھر عرض کیا، میں اس سے بھی زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپ نے ارشاد فرمایا، ان روزوں سے افضل کوئی نہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تین روزوں والا فرمان عالی شان قبول کر لیتا تو یہ مجھے اپنے اہل اور مال سے زیادہ پسندیدہ ہوتا۔ جبکہ ایک روایت میں ہے کہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مجھے خبر ملی ہے کہ تم رات کو قیام کرتے ہو اور دن میں روزہ رکھتے ہو؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم! میں نیکی ہی کے ارادے سے ایسا کرتا ہوں۔ فرمایا جو ہمیشہ روزہ رکھے اس کا کوئی روزہ نہیں مگر میں تمہیں صوم دہر کے بارے میں بتاتا ہوں، (وہ یہ ہے کہ) ہر مہینے میں تین دن کے روزے رکھا کرو۔ (صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب النهی عن صوم الدھر۔۔۔۔۔ الخ، رقم 1159، ص 582)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول

(1771) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا.

قَالَ: تَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوِصَالِ. قَالُوا: إِنَّكَ تُوَصِّلُ؟ قَالَ: "إِنِّي لَشَيْءٌ مِثْلُكُمْ، إِنِّي أَطْعَمُ وَأُسْقَى". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَهَذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ.

اللہ نے صوم وصال سے منع فرمایا لوگوں نے عرض کیا: آپ خود تو صال کے روزے رکھتے ہیں آپ نے فرمایا: میں تمہاری مثل نہیں ہوں، میں کھلایا اور پلایا جاتا ہوں۔ (متن نامیہ) یہ لفظ بخاری کے ہیں۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب صوم الصبیان، جلد 3، ص 37، رقم 1962 السنن الکبریٰ للبیہقی، باب النہی عن الوصال فی الصوم، جلد 4، صفحہ 282، رقم 8633 سنن الدارمی، باب النہی عن الوصال فی الصوم، جلد 2، ص 14، رقم 1703 صحیح ابن حبان، باب الصوم النہی عنہ، جلد 8، ص 341، رقم 3775 مسند امام احمد، مسند عبداللہ عمر بن الخطاب، جلد 2، ص 143، رقم 6299

شرح حدیث: انبیائے کرام بشر ہیں مگر افضل البشر

سب سے اول بات تو یہ ہے کہ انبیائے کرام بشر ہیں اور یہ قرآن سے ثابت ہے اور اس کا مطلقاً انکار کرنا کفر ہے، اہل سنت کا مشہور فقہی انسائیکلو پیڈیا بہار شریعت جلد اول حصہ اول عقائد متعلقہ نبوت میں پہلا عقیدہ ہی یہ لکھا ہے کہ نبی اس بشر کو کہتے ہیں جسے اللہ عزوجل نے ہدایت کے لئے وحی بھیجی ہو۔ اور اسی عبارت کے نیچے دوسرا عقیدہ یہ لکھا ہے کہ انبیاء علیہم السلام سب بشر تھے اور مرد، نہ کوئی جن نبی ہوا اور نہ عورت۔ انبیاء کرام بشر ہیں اس سے کون انکار کرتا ہے جب کہ یہ تو قرآن پاک میں ارشاد ہوا ہے، لیکن اصل مسئلہ یہ ہے کہ یہ لوگ حضور کو اپنے جیسا بشر سمجھتے ہیں یا خود کو حضور جیسا بشر، اگر تو اپنے جیسا بشر سمجھتے ہیں تو جو خصوصیات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاصل ہوئیں وہ کسی دوسرے نبی کو نہ حاصل ہو سکیں تو ان کو کیسے حاصل ہو جائیں گی اور اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے جیسا سمجھتے ہیں تو سوائے رب تعالیٰ کی نعمتوں سے حسد کے سوا ان کے ہاتھ کچھ نہ آئے گا کیونکہ رب تعالیٰ تو ہر لمحہ ہر آن اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درجات کو بلندی عطا فرماتا ہے جس کا ثبوت قرآن پاک کی بیشتر آیات میں ہے جیسے ورفعتنا لک ذکرک اے محبوب ہم نے آپ کے ذکر کو آپ کے لئے بلند فرما دیا۔ اہلسنت کا نظریہ کہ انبیاء کرام علیہم السلام بشر ہیں لیکن ہم جیسے نہیں وہ بے مثل ہیں، مخلوق میں سے کوئی بھی ان کے ہم پلہ نہیں۔ سورہ الاحزاب کی آیت نمبر 32 کا یہ حصہ ملاحظہ فرمائیں۔

لِنِسَاءِ النَّبِيِّ لَسْتُمْ كَأَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ

اے نبی کی بیبیوں تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو۔

غور فرمائیں کہ وہ عورتیں جن کو آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نسبت زوجیت حاصل ہوئی اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں ارشاد فرما دیا کہ تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو، جب رب تعالیٰ نے ان عورتوں کو نسبت رسول کی وجہ سے دیگر عورتوں سے ممتاز فرما دیا تو اور کسی کی کیا جرات کہ وہ خود کو حضور کی مثل کہے یا حضور کو اپنی مثل کہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ مزید اس ضمن میں اجادیش مبارکہ ملاحظہ ہوں

ان لست کاحدکم انی ابیت عند ربی فیطعننی ویسقینی

بے شک میں تم میں سے کسی کی مثل نہیں ہوں میں اپنے رب کے ہاں رات گزارتا ہوں پس وہی مجھے کھلاتا بھی ہے اور پلاتا بھی۔

امام بخاری نے اپنی صحیح جلد 4 صفحہ 134، 123، 118 میں ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صوم وصال رکھنے سے منع فرمایا تو ایک مسلمان نے عرض کی بلاشبہ آپ تو صوم وصال رکھتے ہیں، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ایکم مثلی انی ابیت یطعمنی ربی ویسقینی

تم میں سے کون ہے میری مثل میں تو اس حال میں رات گزارتا ہوں کہ میرا پروردگار مجھے کھلاتا بھی ہے اور پلاتا بھی۔
مسند الامام احمد جلد 2 صفحہ 231، 102، 21 اور الجامع الصغیر جلد 1 صفحہ 115 الموطا للامام مالک جلد 1 صفحہ 130 اور سنن الدارمی جلد 1 صفحہ 374 اور جامع الترمذی جلد 1 صفحہ 163 اور سنن ابی داؤد جلد 2 صفحہ 279 اور صحیح مسلم جلد 3 صفحہ 134 اور ایک روایت صحاح ستہ میں سے تین کتابوں میں پائی جاتی ہے ایک مثلی انی ابیت یطعمنی ربی ویسقینی تم میں سے کون ہے میرا مثل کون ہے میرا رب مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے (بخاری شریف کے علاوہ مسلم شریف کے صفحہ 351 اور ابوداؤد صفحہ 335 پر بھی موجود ہے) بخاری شریف کی ایک روایت یوں ہے: حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کو اچھے کاموں کا حکم دیتے تو ایسے اعمال و افعال بتاتے جو وہ آسانی کر سکتے تھے یہاں پر صحابہ کرام عرض کرتے:

انا لسنا کھیئتک یا رسول اللہ

آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم آپ کی مثل تو نہیں ہیں

یہ بات انتہائی باعث عار اور گستاخی و بے ادبی کی علت ہے کہ ایک امتی اپنی ذات سے بڑھ کر اپنے بے مثال نبی کی مثل ہونے کا دعویٰ کرے۔ ان ارشادات عالیہ سے یہ بات واضح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بشریت کے متعلق تمام اشکالات ختم فرمادئے اور یہ بھی یاد رہے کہ ایک مثلی کے مخاطب صحابہ کرام ہیں جب اتنی برگزیدہ ہستیاں آپ کی مثل نہیں تو کسی اور کو اس دعویٰ کی کیا مجال ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ حق بات کو سمجھنے اور اپنانے کی توفیق مرحمت فرمائے، آمین
بجاء النبی الامین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

قبر پر بیٹھنے کی حرمت

204- بَابُ تَحْرِيمِ الْجُلُوسِ عَلَى قَبْرِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

(1772) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ:

اللَّهُ ﷺ نِيَّاتِي فِي سَمْعِي كَمَا نِيَّاتِي فِي بَصَرِي

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا يَجْلِسُ أَحَدٌ كُمْ عَلَى بَجْرَةٍ فَتُحْرِقَ ثِيَابَهُ فَتُخْلَصَ

بیٹھنا جو اس کے کپڑوں کو جلا کر راکھ کر دے اور وہ اس کی

پس اس نے فرمایا: یقیناً تم میں سے کسی کا انگارے پر

إِلَى جِلْدِهِ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَجْلِسَ عَلَى قَبْرِ . . . رَوَاهُ
کھال تک جا پہنچے یہ کسی کی قبر پر بیٹھنے سے بہتر
ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب النهی عن الجلوس على القبر و الصلاة عليه، جلد 3، ص 62، رقم السنن الکبریٰ للبیہقی، باب النهی عن الجلوس على القبور، جلد 4، ص 79، رقم سنن ابوداؤد، باب فی کراهیة القعود على القبر، جلد 3، ص 210، رقم سنن ابن ماجہ، باب ماجاء فی النهی عن المشی على القبور، جلد 1، ص 499، رقم مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرة رضی اللہ عنہ، جلد 2، ص 311، رقم 8093

شرح حدیث: حکیم الأُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی مسلمان کی قبر پر بیٹھنا آگ پر بیٹھنے سے بدتر ہے کہ اس کے کپڑے اور جسم چلیں گے اور اس سے ایمان برباد ہوگا۔ اس حدیث نے گزشتہ حدیث کی تفسیر کر دی کہ وہاں بھی قبر پر بیٹھنے سے مراد قبر پر سوار ہو کر بیٹھنا ہے۔

(مراۃ المناجیح، ج 2 ص 92)

امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:

عمارہ بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: مجھے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک قبر پر بیٹھے دیکھا، ارشاد فرمایا: او قبر پر بیٹھنے والے! قبر سے اتر آ، صاحب قبر کو ایذا نہ دے، نہ وہ مجھے ایذا دے۔

اخر ج الطحاوی فی معانی الآثار والطبرانی فی المعجم الکبیر بسند حسن والحاکم وابن مندۃ عن
عمارۃ بن حزم رضی اللہ تعالیٰ علیہ رانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جالساً علی قبر فقال یا
صاحب القبر انزل من علی القبر لا تؤذی صاحب القبر ولا یؤذیک۔ ولفظ الامام الحنفی

فلا یؤذیک۔ طحاوی نے معانی الآثار میں اور طبرانی نے معجم کبیر میں بسند حسن اور حاکم اور ابن مندہ نے عمارہ بن حزم سے روایت کی کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک قبر پر بیٹھے دیکھا تو فرمایا: اے قبر پر بیٹھنے والے قبر سے اتر اور قبر والے کو تکلیف نہ دے اور وہ تجھے تکلیف نہ دے۔ اور امام حنفی کے لفظ یہ ہیں فلا یؤذیک (پس وہ تجھے تکلیف نہ دے۔ ت) (شرح الصدور بحوالہ الطبرانی والحاکم وابن مندۃ باب تازیہ بسائر وجوه الاذی

خلافت اکیڑی سوات ص 126) (شرح معانی الآثار باب الجلوس علی القبور راجع ایم سعید کمپنی کراچی 1/326)

اور امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی مسند میں یوں روایت کیا: عمرو بن حزم کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وآلہ وسلم نے ایک قبر سے تکیہ لگائے دیکھا، فرمایا:

لا تؤذ صاحب القبر، کما فی مشکوٰۃ قلت وهذا الحدیث لا یلائمه تاویل الامام ابی جعفر والنہی

عن شیء لاینافی النهی عن اعم منه فافهم۔ (مشکوٰۃ الصالح باب من الیت فصل ثالث مطبع مجتہدائی دہلی 1/139)

صاحب قبر کو ایذا نہ دے، جیسے مشکوٰۃ میں ہے، میں کہتا ہوں اس حدیث سے امام ابو جعفر کی تاویل مناسب نہیں

رکھتی ہے اور کسی چیز سے روکنا اس چیز سے عالم کے روکنے کو مستلزم نہیں، تو غور کیجئے۔
شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ شرح میں فرماتے ہیں:

شاید کہ مراد آنست کہ روح و نئے ناخوش می وارد و راضی نیست بہ تکیہ کردن بر قبر وے جہت تفسمن وے اہانت
واستخفاف را بوے۔

شاید مراد یہ ہے کہ اس کی روح ناراض ہوتی ہے اپنی قبر پر تکیہ لگائے کی وجہ سے اہانت محسوس کرتی ہے۔ اھ
(اشعة اللغات باب فن المیت نوریہ رضویہ ستمبر ۱/۲۹۹)

اقول اس توجیہ پر امام علامہ عارف باللہ حکیم الامتہ سیدی محمد بن علی ترمذی قدس سرہ، نے جزم فرمایا، تصریح فرماتے
ہیں کہ: ارواح کو ان کی بے حرمتی و تنقیص شان معلوم ہو جاتی ہے لہذا ایذا پاتی ہیں۔

قال سیدی عبد الغنی فی الحدیقة عن نوادر الاصول معناه ان الارواح تعلم بالترك اقامة
الحرمة وبالاستهانہ فتتأذى بذلك۔

(حدیقہ ندیہ الصنف الثامن الامناف القسمۃ فی آفات الرجل مکتبہ نوریہ رضویہ فصل آباد ۲/۵۰۵)

سیدی عبد الغنی نے حدیقہ میں نوادر سے نقل کرتے ہوئے فرمایا: اس کے یہ معنی ہیں کہ ارواح اپنی اہانت و ذلت
کو محسوس کرتی ہیں اور اس سے انھیں ایذا ہوتی ہے اھ
حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لان امرشی علی جبرۃ اوسیف او اخصف نعلی برجلیہ احب الی من ان امشی علی قبر۔

رواہ ابن ماجہ عن عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ و اسنادہ جید کما فاد البنذری۔

(سنن ابن ماجہ باب ماجاء فی النبی عن امشی علی القبر راجع الی سعید کہنی کراچی ص ۱۱۳)

البتہ چنگاری یا تلوار پر چلنا یا جوتا پاؤں سے گانٹھنا مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ کسی قبر پر چلوں اسے ابن ماجہ
نے عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا، اس کی سند عمدہ ہے جیسا کہ منذری نے افادہ کیا۔
عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

لان اطاع علی جبرۃ احب الی من ان اطاع علی قبر مسلم، رواہ الطبرانی فی الکبیر باسناد حسن۔
قالہ امام عبد العظیم۔

بے شک مجھے آگ پر پاؤں رکھنا زیادہ پیارا ہے مسلمان کی قبر پر پاؤں رکھنے سے، اسے طبرانی نے معجم کبیر میں
بسنہ حسن روایت کیا۔ جیسا کہ امام عبد العظیم نے کہا ہے۔

(الترغیب والترہیب الترہیب من الجلس علی القبر الخ مصطفیٰ البابی مصر ۳/۳۷۲)

ان ہی صحابی اجل سے کسی نے قبر پر پاؤں رکھنے کا مسئلہ پوچھا، فرمایا:

کما کرہ اذاى المؤمن فى حياته فانى اكره اذا بعد موته۔ اخراجہ سعید بن منصور فى سننه كما فى شرح الصدور۔ (شرح الصدور باب تاديب اذى خلافت اكيذى منكره سوات ص ۱۲۶)

میں جس طرح مسلمان کی ایذا اس کی زندگی میں مکروہ جانتا ہوں یونہی بعد موت اس کی ایذا کو ناپسند کرتا ہوں۔ اسے سعید بن منصور نے اپنی سنن میں بیان کیا جیسا کہ شرح الصدور میں ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۹، ص ۴۴۵)

205- بَابُ النَّهْيِ عَنِ تَجْصِيصِ الْقَبْرِ وَالْبِنَاءِ عَلَيْهِ

قبر کو گچ کرنے اور اس پر عمارت بنانے کی ممانعت کا بیان

(1773) عَنْ جَابِرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُجْصَصَ الْقَبْرُ، وَأَنْ يُقْعَدَ عَلَيْهِ، وَأَنْ يُبْنَى عَلَيْهِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ قبر پکی کی جائے اور یہ کہ اس پر بیٹھا جائے اور یہ کہ اس پر عمارت بنائی جائے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب النهی عن تجصیص القبر و البناء علیہ، جلد 3، ص 61، رقم 2289، مصنف ابن ابی شیبہ، باب فی تجصیص القبر و الأجر یجعل له، جلد 3، ص 25، رقم 11764، قول: امام تقی الدین ابو الفتح محمد بن علی بن وہب مطبع القشیری المعروف بابن دقین العید (المتوفی 702 ہجری) فرماتے ہیں کہ یہ حدیث معمول نہیں چونکہ شرق تا غرب آئمہ کرام قبور پر لکھے جانے کے قائل ہیں یہ عمل خلف نے سلف سے حاصل کیا ہے (الامام باحدیث الاحکام، فصل فی حمل الجنائز، جلد 1/293)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

خیال رہے کہ قبر میں تین چیزیں ہیں: ایک اس کا اندرونی حصہ جو میت کے جسم سے ملا ہوا ہوتا ہے اسے پختہ کرنا، وہاں لکڑی یا پکی اینٹ لگانا مطلقاً ممنوع ہے خواہ ولی کی قبر ہو یا عام مسلمان کی، جسم میت مٹی میں رہنا چاہیے حتیٰ کہ اگر کسی وقت مجبوراً میت کو تابوت یا صندوق میں دفن کرنا پڑے تب بھی اس کے اندرونی حصے میں مٹی سے کہگل کر دی جائے۔ دوسرا قبر کا بیرونی حصہ جو لوگوں کو نظر آتا ہے اس کا پختہ کرنا عوام کی قبروں میں منع، اولیاء و مشائخ و علماء کی قبور کا جائز کیونکہ عوام کے لیے یہ بیکار ہے اور خاص قبروں کی حرمت و تعظیم کا باعث اسی پر ہمیشہ مسلمانوں کا عمل رہا اور ہے، خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان ابن مظعون کی قبر کے سرہانے پتھر لگایا۔ تیسرے یہ کہ قبر کے آس پاس چبوترہ پختہ ہو اور تعویذ قبر کچا یہ مطلقاً جائز ہے۔ لہذا یہاں قبر سے مراد قبر کا اندرونی حصہ ہے اسی لیے علی القبر نہ فرمایا گیا، یا عام قبریں مراد ہیں جن سے مشائخ اور علماء کی قبریں مستثنیٰ ہیں۔ ابھی اسی باب میں آئے گا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق و فاروق کی قبور پر عہد صحابہ میں سرخ بگری بچھادی گئی تھی بالکل خام نہ رکھی گئی۔

اس طرح کہ قبر پر دیوار بنائی جائے قبر دیوار میں آجائے یہ حرام ہے کہ اس میں قبر کی توہین ہے اسی لیے یہاں علیہ فرمایا گیا کہ نہ فرمایا یا اس طرح کہ قبر کے آس پاس عمارت یا قبہ بنایا جائے یہ عوام کی قبروں پر بنا جائے کہ

علماء و مشائخ کی قبروں پر جہاں زائرین کا ہجوم رہتا ہے جائز ہے تاکہ لوگ اس کے سایہ میں آسانی سے فاتحہ پڑھ سکیں۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور پر عمارت اول ہی سے تھی اور جب ولید ابن الملک کے زمانہ میں اس کی دیوار مگر گئی تو صحابہ نے بنائی، نیز حضرت عمر نے زینب بنت جحش کی قبر پر، حضرت عائشہ نے اپنے بھائی عبدالرحمن کی قبر پر، محمد ابن حنیفہ نے حضرت عبداللہ ابن عباس کی قبر پر قبے بنائے، دیکھو خلاصۃ الوفاء اور مستقی شرح مؤطا، مرقات نے اس مقام پر اور شامی نے ذن میت کی بحث میں فرمایا کہ مشہور علماء و مشائخ کی قبر پر قبے بنانا جائز ہیں۔

یعنی قبر پر چڑھ کر بیٹھ جائے یہ حرام ہے کیونکہ اس میں قبر کی توہین ہے لیکن قبر کے پاس تلاوت قرآن کے لیے بیٹھنا یا وہاں کا انتظام کرنے کے لیے مجاور بن کر بیٹھنا بالکل جائز ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کی مجاورہ تھیں اور کلید بردار لوگ آپ سے حجرہ کھلوا کر قبر انور کی زیارت کرتے تھے۔ اسی مشکوٰۃ کے اگلے باب میں بخاری کی روایت سے آرہا ہے کہ حضرت حسن ابن علی کی قبر پر ان کی بیوی صاحبہ نے قبہ بنایا اور وہاں ایک سال تک مجاورہ بن کر بیٹھی رہیں، اب بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضے پر بہت مجاور رہتے ہیں جنہیں اغواٹ کہتے ہیں جن کا ایک سردار ہوتا ہے جسے شیخ الاغواٹ کہا جاتا ہے۔ فقیر نے دوسرے حج میں شیخ الاغواٹ خلیل عبدالسلام صاحب کی قدم بوسی کی اور تیسرے حج میں شیخ الاغواٹ خواجہ الیاس کی، ان مجاوروں کو نجدی حکومت بھی نہ ہٹا سکی۔ مرقات نے فرمایا کہ یہاں بیٹھنے سے استنجے کے لیے بیٹھنا مراد ہے یعنی قبر پر پیشاب پاخانہ نہ کرو۔ (بزاۃ المناجیح، ج ۲ ص ۹۲۰)

غلام کا اپنے آقا کے پاس سے
فرار ہونا سخت حرام ہے

206- بَابُ تَغْلِيظِ تَحْرِيمِ اَبَاقِ

الْعَبْدِ مِنْ سَيِّدِهِ

حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

(1774) عَنْ جَرِيرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ

اللہ ﷻ نے فرمایا: جو غلام فرار ہو جائے تو اس سے ذمہ
بری ہو گیا۔ (مسلم)

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَيُّمَا عَبْدٍ أَبَقَ،
فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ الذِّمَّةُ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب تسمیة العبد الايق کافرا، جلد 1، ص 59، رقم 238 سنن اللیبیہقی، باب العبد یرتد، جلد 2، ص 291، رقم 17329 مسند امام احمد بن حنبل، ومن حدیث جریر بن عبداللہ، جلد 4، ص 365، رقم 19262 مصنف ابن ابی شیبہ، باب ما قولوا فی العبد یا بقون الی ارض العدو، جلد 6، ص 451، رقم 32861

شرح حدیث: نماز قبول نہیں

نبی مکرم، نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان معظم ہے: تین شخصوں کی نماز ان کے کانوں سے تجاوز نہیں کرتی: (۱) بھاگا ہوا غلام جب تک واپس نہ آئے (۲) وہ عورت جو اس طرح رات گزارے کہ اس کا شوہر اس پر ناراض ہو اور (۳) قوم کا وہ امام جسے اس کی قوم ناپسند کرتی ہو۔ (جامع الترمذی، ابواب الصلوٰۃ، باب ما جاء فیمن ام قوما، الحدیث: ۳۶۰، ص ۱۶۷)

(1775) وَعَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِذَا أَبَقَ الْعَبْدُ، لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلَاةٌ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَفِي رِوَايَةٍ: "فَقَدْ كَفَرَ".
 انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب غلام فرار ہو جائے تو اس کی نماز قبول نہیں ہوتی۔ اور ایک اور روایت میں ہے کہ اس نے کفر کیا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب تسمیة العبد الأبقی کافراً، جلد 1، صفحہ 59، رقم 239 السنن الکبریٰ للبیہقی، باب العبد یرتد، جلد 2، ص 292، رقم 17330 صحیح ابن خزیمہ، باب نفی قبول صلاۃ المرآة، جلد 2، ص 69، رقم 941 مشکاة المصابیح، باب النفقات وحق المملوک، جلد 2، ص 262، رقم 3350

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ جریر ابن عبداللہ بکلی ہیں، کنیت ابو عمرو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے چالیس دن پہلے اسلام لائے، پھر بہت عرصہ کوفہ میں رہے، مقام قرسیا ۵۱ھ میں وفات پائی مشہور صحابی ہیں، آپ سے بہت خلق نے احادیث لیں۔ (امکان)
 یعنی بھاگے ہوئے غلام کی نماز اگرچہ شرعاً درست ہو جائے مگر اللہ کے ہاں قبول نہیں، شرائط جواز اور ہیں شرائط قبول کچھ اور۔

اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر غلام مرتد ہو کر کفار کے ملک میں چلا جائے تو اسلام کی امان سے نکل جاوے گا اس کا قتل جائز ہوگا یا یہ مطلب ہے کہ بھاگا ہوا غلام اگر دارالسلام میں رہے تو اس سے اللہ کی امان اٹھ جاتی ہے اس کو مارا پیٹا جاسکتا ہے یا مطلب یہ ہے کہ بھاگنے کے زمانہ کا خرچہ مالک پر نہیں اور اس زمانہ کی قباحت و جرم کا اثر مولے پر نہ ہوگا۔
 کافر سے مراد یا لغوی کافر ہے یعنی ناشکر یا شرعی کافر، تو مطلب یہ ہے کہ قریب الکفر ہو گیا یا اس نے کافروں کا سا کام کیا۔

حتیٰ کہ تعلق یا تو تمام روایات سے ہے اور یہ جملہ ان تینوں جرموں کی انتہا ہے یا فقط آخری جملہ سے ہے یعنی کافروں
 ناشکر رہے گا لوٹ آنے تک۔ (مرآة المناجیح، ج ۵ ص ۲۶۷)

207- بَابُ تَحْرِيمِ الشَّفَاعَةِ فِي الْحُدُودِ

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِئَةَ جَلْدَةٍ وَلَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ
 الحدود میں سفارش کرنا حرام ہے
 اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو عورت بدکار ہو اور جو مرد تو ان میں ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ اور تمہیں ان پر ترس نہ آئے اللہ کے دین میں اگر تم ایمان لاتے ہو اللہ اور پچھلے دن پر اور چاہیے کہ ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کا ایک گروہ حاضر ہو۔

شرح: حضرت صدرالفاضل سیدنا مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

یہ خطاب حکام کو ہے کہ جس مرد یا عورت سے زنا سرزد ہو اس کی حد یہ ہے کہ اس کے سو کوڑے لگاؤ، یہ حد خیر غیر محصن کی ہے کیونکہ خیر محصن کا حکم یہ ہے کہ اس کو زخم کیا جائے جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ ما عزر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بحکم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زخم کیا گیا اور محصن وہ آزاد مسلمان ہے جو مکلف ہو اور نکاح صحیح کے ساتھ صحبت کر چکا ہو خواہ ایک ہی مرتبہ ایسے شخص سے زنا ثابت ہو تو زخم کیا جائے گا اور اگر ان میں سے ایک بات بھی نہ ہو مثلاً خرنہ ہو یا مسلمان نہ ہو یا عاقل بالغ نہ ہو یا اس نے کبھی اپنی بی بی کے ساتھ صحبت نہ کی ہو یا جس کے ساتھ کی ہو اس کے ساتھ نکاح فاسد ہو تو یہ سب غیر محصن میں داخل ہیں اور ان سب کا حکم کوڑے مارنا ہے۔

مسائل: مرد کو کوڑے لگانے کے وقت کھڑا کیا جائے اور اس کے تمام کپڑے اتار دیئے جائیں سوا تہبند کے اور اس کے تمام بدن پر کوڑے لگائے جائیں سوائے سر چہرے اور شرم گاہ کے، کوڑے اس طرح لگائے جائیں کہ اُلم گوشت تک نہ پہنچے اور کوڑا متوسط درجہ کا ہو اور عورت کو کوڑے لگانے کے وقت کھڑا نہ کیا جائے نہ اس کے کپڑے اتارے جائیں البتہ اگر پوشین یا روئی دار کپڑے پہنے ہوئے ہو تو اتار دیئے جائیں، یہ حکم خرا اور خرہ کا ہے یعنی آزاد مرد اور عورت کا اور باندی غلام کی حد اس سے نصف یعنی پچاس کوڑے ہیں جیسا کہ سورہ نساء میں مذکور ہو چکا۔ ثبوت زنا یا تو چار مردوں کی گواہیوں سے ہوتا ہے یا زنا کرنے والے کے چار مرتبہ اقرار کر لینے سے پھر بھی امام بار بار سوال کرے گا اور دریافت کرے گا کہ زنا سے کیا مراد ہے کہاں کیا، کس سے کیا، کب کیا؟ اگر ان سب کو بیان کر دیا تو زنا ثابت ہوگا ورنہ نہیں اور گواہوں کو صراحتہ اپنا معائنہ بیان کرنا ہوگا بغیر اس کے ثبوت نہ ہوگا۔ لواطت زنا میں داخل نہیں لہذا اس فعل سے حد واجب نہیں ہوتی لیکن تعزیر واجب ہوتی ہے اور اس تعزیر میں صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے چند قول مروی ہیں (۱) آگ میں جلا دینا (۲) غرق کر دینا (۳) باندی سے گرانا اور اوپر سے پتھر برسانا، فاعل و مفعول دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔ (تفسیر احمدی)

یعنی حدود کے پورا کرنے میں کمی نہ کرو اور دین میں مضبوط اور متصل رہو۔ (خزان العرفان)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ قریش کو ایک مخرومی عورت کے معاملے نے بہت پریشان کیا جس نے چوری کی تھی انہوں نے کہا اس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کون بات کرے گا۔ انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے سوا کون اس کی جرأت کر سکتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ نے بات کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا اللہ کی حدود میں سے ایک حد کی تو سفارش کرتا

(1776) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: أَنَّ قَرِيْشًا أَهْمَهُمْ شَأْنُ الْمَرْأَةِ الْمَخْرُومِيَّةِ الَّتِي سَرَقَتْ، فَقَالُوا: مَنْ يُكَلِّمُ فِيهَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالُوا: وَمَنْ يَجْتَرُّ عَلَيْهِ إِلَّا أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ، حُبُّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَكَلَّمَهُ أُسَامَةُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «الْتَشْفَعُ فِي حَدٍّ مِنْ حُدُودِ اللَّهِ تَعَالَى؟» ثُمَّ قَامَ فَاخْتَطَبَ، ثُمَّ قَالَ: «إِنَّمَا أَهْلَكَ

ہے پھر آپ نے کھڑے ہو کر لوگوں کو خطبہ دیا جس میں ارشاد فرمایا کہ تم سے پہلے لوگ صرف اسی وجہ سے ہلاک ہوئے تھے کہ جب ان میں سے کوئی سردار چوری کر لیتا تو اس کو چھوڑ دیتے اور جب ان میں کوئی کمزور چوری کر لیتا تو اس پر حد قائم کرتے اور اللہ کی قسم اگر فاطمہ بنت محمد (ﷺ) بھی چوری کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔ (متفق علیہ) اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) کے چہرہ کا رنگ بدل گیا آپ نے فرمایا کیا اللہ کی حدود میں سے کسی حد کی تو سفارش کرتا ہے۔ حضرت اسامہ (رضی اللہ عنہ) نے کہا یا رسول اللہ میرے لیے مغفرت طلب کریں پھر اس عورت کے بارے میں آپ نے حکم دیا اور اس کا ہاتھ کاٹا گیا۔

الدین قبلكم انهم كانوا اذا سرق فيهم الشريف تركوه، واذا سرق فيهم الضعيف اقاموا عليه الحد، وايم الله لو ان فاطمة بنت محمد سرقت لقطعت يدها. - متفق عليه. وفي رواية: فتلون وجهه رسول الله صلى الله عليه وسلم. فقال: "انشفع في حد من حدود الله!" فقال اسامة: استغفر لي يا رسول الله. قال: ثم امر بتلك المرأة فقطعت يدها.

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب النهی عن التغلی فی الطرق و الظلال، جلد 1، ص 156، رقم 641 السنن الصغری للبیہقی، باب الاستنجااء جلد 1، ص 22، رقم 54 البستدرک للعاکم، کتاب الطہارۃ، جلد 1، صفحہ 256، رقم 664 سنن ابوداؤد، باب المواضع التي نهى النبي ﷺ عن البول فيها، جلد 1، ص 11، رقم 25 مسند أبي يعلى، مسند أبي هريرة رضي الله عنه، جلد 1، صفحہ 369، رقم 6483

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

مخزوم قریش کا بہت بڑا قبیلہ ہے اسی قبیلہ میں ابو جہل تھا، اس عورت کا نام فاطمہ بنت اسود ابن عبدالاسد ہے حضرت ابوسلمی کی بھتیجی، بہت عالی نسب اشرف قوم تھیں۔

(اس کے بارے میں رسول اللہ سے کون بات کرے گا) یہ مشورہ حضرات صحابہ نے کیا اس خیال سے کہ ایسی عالی خاندان عورت کا ہاتھ کٹوانے سے اس خاندان کے بگڑ جانے کا خطرہ ہے جس سے بڑا فساد پھیل سکتا ہے لہذا اس پر جرمانہ وغیرہ کر دیا جائے ہاتھ نہ کاٹا جائے، قرآن کریم فرماتا ہے: الْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ۔

اور حضرت اسامہ ابن زید نے اس آیت پر نظر رکھ کر سفارش کی کہ مَنْ يَشْفَعُ شَفَعَةً حَسَنَةً يَكُنْ لَهُ نَصِيبٌ مِمَّا هُوَ فِيهَا۔ یہ سمجھے کہ یہ سفارش بھی اچھی شفاعت میں داخل ہے۔ غرضکہ تمام صحابہ کرام اور حضرت اسامہ کی نیت بخیر تھی انہیں اس مسئلہ کی خبر نہ تھی جو اب بیان ہو رہا ہے۔

(کیا اللہ کی حدود میں سے ایک حد کی تو سفارش کرتا ہے) یہ فرمان عالی تعجب کے طور پر ہے کہ تم جیسے عقل مند ایسی

سفارش کرتے ہیں یہ سفارش تو شفاعت سیئہ میں داخل ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: مَنْ يُشْفَعُ شَفْعَةً سَيِّئَةً يَكُنْ لَهُ كِفْلٌ مِنْهَا لَهَذَا اس سفارش میں نہ تو حضرات صحابہ پر اعتراض ہے نہ حضرت اسامہ پر، یہ پہلے معلوم ہو چکا کہ چوری کا مقدمہ دائر ہونے سے پہلے حق العبد ہے کہ مالک مال معاف کر سکتا ہے اور مقدمہ پیش ہو جانے پر حق اللہ بن جاتا ہے کہ کوئی معاف نہیں کر سکتا، یہاں مقدمہ بارگاہ رسالت میں پیش ہو چکا تھا۔

اهلك یا معروف ہے تو اس کا فاعل انهم الخ ہے یا مجہول ہے تو اس کا نائب فاعل الذین ہے ان لوگوں سے مراد یہود و عیسائی ہیں اور ہلاکت سے مراد قومی تباہی ملکی بد نظمی ہے۔

یعنی یہود و نصاریٰ میں زنا چوری قتل وغیرہ جرائم اس لیے بڑھ گئے کہ ان کے حکام و سلاطین نے مالداروں اور بڑے آدمیوں کی حدود میں رعایتیں کرنا شروع کر دیں۔ ملکی انتظام صرف دو چیزوں سے قائم رہ سکتا ہے سزائیں سخت ہوں جیسے اسلامی سزائیں ہیں اور کسی مجرم کی رعایت ضمانت نہ ہو کوئی بد معاش قانون کی گرفت سے بچ نہ سکے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَ لَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يٰۤاٰهٰلَ الْاٰلَمِیۡنِ چوںکہ چوری کا مقدمہ درپیش تھا اس لیے حضور عالی نے چوری کا ذکر فرمایا اور نہ ان لوگوں میں ہر جرم کی سزا کا یہ ہی حال تھا زانی ہو یا قاتل ان رعایتوں اور چودھری وغیر چودھری کے فرق کا نتیجہ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں، اللہ تعالیٰ ہم کو اسلامی حکومت دکھائے۔

بھری کہتے ہیں کہ ایم بنا ہے ایمن یا یمن سے بمعنی برکت اور یہاں قسم پوشیدہ ہوتا ہے یعنی اللہ کی برکتوں کی قسم کہتے ہیں کہ ایم جمع ہے یمین کی بمعنی قسم بہر حال ایم اللہ کے معنی ہیں اللہ کی قسم۔

سبحان اللہ! یہ ہے عدل و انصاف جس سے زمین و آسمان قائم ہے۔ خیال رہے کہ تمام اولاد اطہار میں حضور کو جناب سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا بہت ہی پیاری ہیں کیونکہ سب اولاد میں چھوٹی ہیں، نیز ان کی والدہ ماجدہ ام المؤمنین خدیجہ الکبریٰ، آپ کو بہت چھوٹی عمر میں چھوڑ کر وفات پا گئیں لہذا آپ حضور ہی کی گود شریف میں پلیں بڑھیں اس لیے آپ کا نام شریف ہی لیا اور نہ مراد ساری اولاد ازواج و عزیز واقارب ہیں صلوة اللہ و سلامہ علیٰ ایہا و علیہا و علیہا و ابنہا۔ اور یہ قضیہ شرطیہ وہ ہے جس کے دونوں جز مقدم و تالی ناممکن ہیں جیسے اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا الْوَلَدُ الْعَبْدُ۔

اس عورت کی پہچان کرانے کے لیے ہے کیونکہ وہ اس وصف میں مشہور ہو چکی تھی نہ کہ بیان جرم کے لیے کیونکہ اس کا ہاتھ اس انکار کی وجہ سے نہ کٹا تھا بلکہ اس نے ایک بار چوری کر لی تھی لہذا اس کا ہاتھ کٹا یعنی وہ عورت جس کا یہ حال تھا چوری میں پکڑی گئی تو حضور انور نے اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ بعض لوگوں نے کہا کہ امام احمد و امام اسحاق کے نزدیک عاریت کے انکار پر بھی ہاتھ کٹ جاتا ہے اس حدیث کے ظاہری معنی کی بنا پر۔ واللہ اعلم! مگر دیگر احادیث میں اس کی چوری کا صریح ذکر ہے۔ (اشعہ و مرقات)

یعنی فاطمہ مخزومیہ پہلے تو عاریت کے انکار کا جرم کرتی تھی پھر چوری میں پکڑی گئی تھی۔ خیال رہے کہ حقوق اللہ والی

حدوں میں سفارش کرنا حرام ہے مگر تعزیر اور حقوق العباد والی سزاؤں میں سفارش کرنا جائز بلکہ ثواب ہے جب کہ ملزم شریعہ نہ ہو خواہ مقدمہ حاکم کے پاس پہنچ گیا ہو یا نہ پہنچا ہو جیسے قتل کا قصاص کہ اس میں مقتول کے وارثوں سے معافی یا صلح کرا دینے میں حرج نہیں۔ (مرقات) زنا اور چوری کی سزائیں حق اللہ ہیں ان میں سفارش کرنا حرام ہے، زنا کی سزا پہلے سے ہی حق اللہ ہے اور چوری حاکم کے پاس مقدمہ پہنچنے کے بعد حق اللہ بن جاتی ہے، اگر کوئی مالک مال سے سفارش کر کے مقدمہ حکومت میں نہ پہنچنے دے تو جرم نہیں۔ (بزاۃ المناجیح، ج ۲ ص ۹۱۱)

لوگوں کے راستہ سایہ اور پانی کے قریب اترنے کے مقام وغیرہ میں پاخانہ کرنا منع ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور جو ایمان والے مردوں اور عورتوں کو بے کئے ستاتے ہیں انہوں نے بہتان اور گھلا گناہ اپنے سر لیا۔

208- بَابُ النَّهْيِ عَنِ التَّغْوِطِ فِي طَرِيقِ

النَّاسِ وَظِلِّهِمْ وَمَوَارِدِ الْمَاءِ وَمَحْوَهَا

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدْ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِينًا) (الأحزاب: 58).

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو لعنت کے کاموں سے بچو صحابہ نے عرض کیا: وہ لعنتی کام کون سے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: وہ جو لوگوں کے راستہ یا سایہ میں قضاء حاجت کرتا ہے۔

(1777) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اتَّقُوا اللَّاعِنِينَ قَالُوا: وَمَا اللَّاعِنَانِ؟ قَالَ: "الَّذِي يَتَخَلَّى فِي طَرِيقِ النَّاسِ أَوْ فِي ظِلِّهِمْ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب النهی عن التغلی فی الطرق والظلال، جلد 1، ص 156، رقم 641 السنن الصغری للبیہقی باب الاستنجاء جلد 1، ص 22، رقم 54 المستدرک للحاکم، کتاب الطہارۃ، جلد 1، صفحہ 256، رقم 664 سنن ابوداؤد، باب المواضع العلیٰ علی النہی صلی اللہ علیہ وسلم عن البول فیہا، جلد 1، ص 11، رقم 25 مسند ابی یعلیٰ، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، جلد 11، صفحہ 369، رقم 6483

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی جن دو کاموں کی وجہ سے لوگ کرنے والے کو طعن لعن کرتے ہیں ان سے پرہیز کرو۔

یعنی راستہ عام طور پر جہاں مسلمانوں کا گزر گاہ ہو وہاں پاخانہ نہ کرو، یوں ہی جس سایہ میں لوگ دھوپ کی وقت عموماً بیٹھتے لیٹے ہوں وہاں نہ کرو کہ اس سے رب تعالیٰ بھی ناراض ہوتا ہے، لوگ بھی برا کہتے ہیں۔ لہذا یہ حدیث اس روایت کے خلاف نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نخلستان میں حاجت قضا فرمائی کیونکہ وہ جگہ لوگوں کے آرام کی نہ تھی۔ مرقاۃ نے فرمایا کہ پانی کے گھاٹ اور گزرگاہ عوام پر پاخانہ نہ کرے اور کسی کی ملک زمین میں اس کی بغیر اجازت نہ کرے۔

(بزاۃ المناجیح، ج ۱ ص ۳۲۳)

209- بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْبَوْلِ وَتَحْوِيهِ فِي الْمَاءِ الرَّائِي

کھڑے پانی میں پیشاب
وغیرہ کرنا منع ہے

(1778) عَنْ جَابِرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ يُبَالَ فِي الْمَاءِ
الرَّائِي. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہوئے پانی میں پیشاب کرنے سے
منع فرمایا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب النهی عن البول في الماء الراكد، جلد 1، ص 162، رقم 681، السنن الصغرى للبيهقي، باب
الاستنجاء، جلد 1، ص 23، رقم 59، السنن النسائي الكبرى، باب ذكر نهى الجنب عن الاغتسال في الماء الدائم، جلد 1، ص 197، رقم
399، مسند امام احمد، مسند أبي هريرة رضي الله عنه، جلد 2، ص 288، رقم 7855، مسند أبي هريرة رضي الله عنه، جلد 2،
ص 371، رقم 7818

شرح حدیث: قضائے حاجت کے آداب

انسان کو چاہے کہ قضائے حاجت کے لئے صحراء یا کھلی جگہ میں لوگوں کی نظروں سے دور جائے اور اگر کوئی چیز میسر ہو تو
اس کے ساتھ پردہ کرے اور بیٹھنے کی جگہ کے قریب ہونے سے قبل اپنا ستر ظاہر نہ کرے نیز قبلہ کی طرف چہرہ کرے نہ پیٹھ
اور نہ ہی سورج اور چاند کی طرف رخ کرے لیکن اگر گھر میں ہو تو کر سکتا ہے اور گھر میں ہوتے ہوئے بھی قبلہ رخ ہونے یا
پیٹھ کرنے سے بچنا مستحب ہے۔ ٹھہرے ہوئے پانی میں، پھل دار درختوں کے نیچے اور بیلوں (یعنی سوراخوں) میں پیشاب
نہ کرے۔ اسی طرح سخت جگہ اور ہوا کے رخ پر بھی پیشاب نہ کرے تاکہ اس کے چھینٹوں سے بچ سکے۔

بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت بائیں پاؤں پہلے اندر رکھے اور نکلتے وقت پہلے دایاں پاؤں نکالے اور کھڑا ہو کر
پیشاب نہ کرے اور نہ ہی غسل خانہ میں پیشاب کرے کیونکہ سید المبلغین، رَحْمَةُ اللَّهِ عَلَيْهِمْ، ص 127، الحدیث 127، ص 127
کا فرمانِ غیب نشان ہے: عَامَّةُ الْوَسْوَاسِ مِنْهُ تَرْجَمُهُ: عام طور پر وسوسے اسی سے پیدا ہوتے ہیں۔
(سنن ابی داؤد، کتاب الطہارۃ، باب فی البول فی الاستنجاء، الحدیث 127، ص 127)

210- بَابُ كَرَاهَةِ تَفْضِيلِ الْوَالِدِ بَعْضَ أَوْلَادِهِ عَلَى بَعْضٍ فِي الْهَبَةِ

والد کا اولاد میں سے بعض کو بعض پر
ہبہ میں فضیلت دینا مکروہ ہے

(1779) عَنِ النَّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهُمَا: أَنَّ أَبَاهُ أَتَى بِهِ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَقَالَ: إِنِّي نَحَلْتُ ابْنِي هَذَا غُلَامًا كَانَ لِي،
فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَكَلَّ

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان
کے والد ان کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں
حاضر ہوئے، عرض کی: یا رسول اللہ میں نے اپنے اس
بیٹے کو ایک غلام عطیہ دیا ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وَلَدِكَ تَحْلَتُهُ مِثْلَ هَذَا، فَقَالَ: لَا، فَقَالَ رَسُولُ
 اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "فَارْجِعْهُ". وَفِي رِوَايَةٍ:
 فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَفْعَلْتِ
 هَذَا بِوَلَدِكَ كُلِّهِمْ؟" قَالَ: لَا، قَالَ: "اتَّقُوا اللَّهَ
 وَاعْبُدُوا فِي أَوْلَادِكُمْ فَرَجَعَ أَبِي، فَرَدَّ تِلْكَ
 الصَّدَقَةَ. وَفِي رِوَايَةٍ: فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَا بَشِيرُ أَلَيْكَ وَلَدٌ سِوَى هَذَا؟" فَقَالَ:
 نَعَمْ، قَالَ: "أَكُلُّهُمْ وَهَبْتَ لَهُ مِثْلَ هَذَا؟" قَالَ: لَا،
 قَالَ: "فَلَا تُشْهِدُنِي إِذَا قَاتِي لَا أَشْهَدُ عَلَى جَوْرٍ". وَفِي
 رِوَايَةٍ: "لَا تُشْهِدُنِي عَلَى جَوْرٍ". وَفِي رِوَايَةٍ: "أَشْهَدُ
 عَلَى هَذَا غَيْرِي! ثُمَّ قَالَ: "أَيْسُرُكَ أَنْ يَكُونُوا
 إِلَيْكَ فِي الْبِرِّ سَوَاءً؟" قَالَ: بَلَى، قَالَ: "فَلَا إِذَا
 مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ."

کیا اپنے سب بچوں کو تو نے اس کی مثل عطیہ دیا ہے۔ تو
 انہوں نے عرض کیا: نہیں! تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
 اس سے رجوع کرو اور ایک روایت میں ہے کیا تم نے
 اپنی ساری اولاد سے یہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا:
 نہیں تو فرمایا اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد میں انصاف کرو تو
 میرے والد نے وہ عطیہ واپس لے لیا اور ایک روایت
 میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے بشیر! تیرے
 اس کے سوا اور بیٹے ہیں؟ انہوں نے کہا: ہاں! آپ نے
 فرمایا: کیا ان سب کو بھی تم نے عطیہ دیا ہے عرض کیا:
 نہیں۔ تو آپ نے فرمایا: پھر میں ظلم پر گواہ نہیں بنتا۔
 ایک اور روایت میں فرمایا مجھ کو ظلم پر گواہ نہ بنا اور ایک
 روایت میں ہے اس پر میرے غیر کو گواہ بنا۔ پھر فرمایا کیا
 تو یہ چاہتا ہے کہ سب تیری طرف سے بھلائی میں برابر
 ہوں، عرض کیا: کیوں نہیں! تو فرمایا پھر اس وقت
 (نا انصافی کیوں کرتے ہو) (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب الہبة للولد واذا اعطی بعض ولده شیئا، جلد 3، ص 157، رقم 2586، صحیح مسلم، باب
 کراہة تفضیل بعض الاولاد فی الہبة، جلد 5، ص 65، رقم 4262، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب النسبة فی التسوية بین الاولاد فی العطية،
 جلد 6، ص 176، رقم 12349، مؤطا امام مالک، باب ما لا يجوز من النحل، جلد 2، صفحہ 751، رقم 1437، مصنف ابن ابی شیبہ، باب
 التسوية بین الاولاد فی العطية، جلد 14، ص 152، رقم 37218

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ خود بھی صحابی ہیں آپ کے والدین بھی صحابی، آپ کی کنیت ابو عبد اللہ ہے، انصاری ہیں، اسلام میں سب سے
 پہلے بچے ہیں جو انصار میں پیدا ہوئے، ہجرت کے چودھویں مہینے پیدا ہوئے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت
 آپ کی عمر آٹھ سال سات ماہ تھی، کوفہ میں قیام رہا، امیر معاویہ کی طرف سے حمص کے حاکم تھے، ۶۳ھ میں قتل کیے
 گئے۔ (اکمال، اشعہ، مرقات)

اس سے معلوم ہوا کہ اولاد کو برابر عطیے دے، بعض کو بعض پر ترجیح نہ دے کہ کسی کو کچھ نہ دے یا کسی کو زیادہ
 دے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ زندگی میں لڑکی لڑکے کو برابر دے، لڑکے کا دو گنا حصہ میراث میں ہے نہ کہ عطیہ میں، بعض

نے فرمایا کہ زندگی میں بھی لڑکے کو دو گنا دے اور لڑکی کو ایک حصہ۔ (در مختار، شامی، وغیرہ) بعض بزرگ لڑکیوں کو دو گنا دیتے ہیں کہتے ہیں کہ لڑکیاں ماں باپ کے گھر مہمان ہیں، لڑکے مقیم۔

(اس سے رجوع کرو) اس سے معلوم ہوا کہ باپ اولاد کو دے کر واپس لے سکتا ہے دوسرے اہل قرابت نہیں لے سکتے۔ قرابت اسے مانع ہے یعنی تب تم بھی اپنے عطیہ میں فرق نہ کرو برابر دو۔

عمرہ عین کے فتح سے، نعمان کی والدہ ہیں، بشیر کی بیوی، عبداللہ ابن رواحہ کی بہن ہیں۔

تاکہ عطیہ پختہ ہو جائے تمہارے بعد اولاد کا آپس میں جھگڑا نہ ہو، آج کل جو غیر منقول جائیداد کے بیع نامہ رجسٹری کرائے جاتے ہیں اسی کی اصل یہ حدیث ہے، رجسٹری میں حکومت کو گواہ بنایا جاتا ہے۔

معلوم ہوا کہ نعمان تو عمرہ بنت رواحہ سے تھے باقی اور اولاد دوسری بیویوں سے جن کی مائیں فوت ہو چکی ہوں گی اس

لیے یہ واقعہ ہوا۔

اس حدیث کی بنا پر علماء فرماتے ہیں کہ باپ اپنی زندگی میں بیٹا بیٹی ساری اولاد میں برابری کرے، بیٹے کے لیے دو گنا حصہ بعد وفات ہے حتیٰ کہ پیار محبت بلکہ چومنے میں بھی برابری کرے۔ (مرقات) اگرچہ قدرتی طور پر چھوٹے بچے سے زیادہ محبت ہوتی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فاطمہ زہرا بہت پیاری تھیں کہ سب سے چھوٹی تھیں۔

اس حدیث کی بنا پر امام احمد ثوری و اسحاق نے فرمایا کہ اولاد کے عطیوں میں کمی بیشی کرنا حرام ہے کیونکہ حضور انور نے اسے ظلم فرمایا ہے اور ظلم حرام ہے، ان بزرگوں کے ہاں اس صورت میں ہبہ درست ہی نہ ہوگا مگر امام ابوحنیفہ، شافعی و مالک و جمہور علماء رحمہم اللہ کے ہاں یہ زیادتی مکروہ ہے جب کہ بلا وجہ ہو، اس میں ہبہ درست ہی ہوگا۔ اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ ہبہ درست ہو گیا تھا ورنہ رجوع کے کیا معنی، نیز دوسری روایات میں ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس عطیہ پر کسی اور کو گواہ بنا لو، اگر یہ حرام قطعی ہوتا تو کسی اور کو گواہ بنانے کے کیا معنی۔ حضرت ابو بکر صدیق نے حضرت عائشہ صدیقہ کو اکیس وسق کھجوریں دیں جو اور اولاد کو نہ دیں، حضرت عمر نے اپنے بیٹے عاصم کو ایک دفعہ ایک خاص عطیہ دیا جو اور اولاد کو نہ دیا، عبدالرحمن ابن عوف نے اپنی بیٹی ام کلثوم کی اولاد کو خاص عطیہ دیا جو اور اولاد کو نہ دیا، تمام صحابہ نے یہ واقعات دیکھے اور کسی نے انکار نہ کیا لہذا اس کے جواز پر صحابہ کا اجماع ہو گیا۔ (مرقات) خیال رہے کہ متقی بیٹے کو فاسق بیٹے سے زیادہ دینا یا غریب معذور بے دست و پا اولاد کو دوسری امیر اولاد سے کچھ زیادہ دینا بلا کراہت درست ہے۔

(بزاۃ الناجح، ج ۴ ص ۶۱۵)

کسی میت پر عورت کا تین دن سے زیادہ

سوگ کرنا حرام ہے سوائے اپنے شوہر کے

وہ اس پر چار ماہ دس دن سوگ کرے

211- بَابُ تَحْرِيمِ اِحْدَادِ الْمَرَاةِ عَلٰی

مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ اِلَّا عَلٰی زَوْجِهَا

اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَعَشْرَةَ اَيَّامٍ

(1780) عَنْ زَيْنَبِ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ رَضِيَ
 اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَتْ: دَخَلْتُ عَلَى أُمِّ حَبِيبَةَ رَضِيَ اللَّهُ
 عَنْهَا، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حِينَ تُوِّفِي
 أَبُوهَا أَبُو سُفْيَانَ بْنِ حَرْبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَدَعَتْ
 بِطَيْبٍ فِيهِ صُفْرَةٌ خَلُوقٍ أَوْ غَيْرِهِ، فَدَهَنْتُ مِنْهُ
 جَارِيَةً، ثُمَّ مَسَّتْ بِعَارِضِيهَا، ثُمَّ قَالَتْ: وَاللَّهِ مَا
 لِي بِالطَّيِّبِ مِنْ حَاجَةٍ، غَيْرَ أَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ عَلَى الْبَيْتِ: «لَا يَحِلُّ
 لِمَرْأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تُجِدَّ عَلَى مَيِّتٍ
 فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ، إِلَّا عَلَى زَوْجِ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ
 وَعَشْرًا». قَالَتْ زَيْنَبُ: ثُمَّ دَخَلْتُ عَلَى زَيْنَبِ
 بِنْتِ جَحْشٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا حِينَ تُوِّفِي أَخُوَهَا،
 فَدَعَتْ بِطَيْبٍ فَمَسَّتْ مِنْهُ ثُمَّ قَالَتْ: أَمَا وَاللَّهِ مَا
 لِي بِالطَّيِّبِ مِنْ حَاجَةٍ، غَيْرَ أَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ عَلَى الْبَيْتِ: «لَا يَحِلُّ
 لِمَرْأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تُجِدَّ عَلَى مَيِّتٍ
 فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ، إِلَّا عَلَى زَوْجِ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا».
 مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت زینب بنت ابوسلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے
 کہ میں حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا پر داخل ہوئی جو رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہیں جب ان کے باپ حضرت
 ابوسفیان رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو انہوں نے خوشبو منگائی جس
 میں پہلے رنگ کا خلوق یا کسی اور خوشبو کا تھا ایک لونڈی
 نے اس میں ملایا تو اس میں سے کچھ حضرت ام حبیبہ رضی
 اللہ عنہا کے رخساروں پر مل دیا اور انہوں نے کہا: اللہ کی
 قسم! مجھے خوشبو کی ضرورت نہ تھی لیکن میں نے رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر فرماتے ہوئے سنا جو عورت اللہ اور روز
 آخرت پر ایمان رکھتی ہے اس کے لیے حلال نہیں کہ کسی
 میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے لیکن اپنے شوہر
 پر چار ماہ دس دن تک سوگ کرے۔ زینب بنت ابوسلمی
 کہتی ہیں بعد میں میں زینب بنت جحش کے پاس حاضر
 ہوئی جب ان کے بھائی فوت ہوئے تو انہوں نے خوشبو
 منگائی تو اس میں سے لگائی پھر کہا اللہ کی قسم مجھے خوشبو کی
 ضرورت نہ تھی لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر
 فرماتے ہوئے سنا کہ جو عورت اللہ اور قیامت کے دن پر
 ایمان رکھتی ہے اس کے لیے کسی میت پر تین دن سے
 زیادہ سوگ کرنا جائز نہیں۔ سوائے اپنے شوہر کے چار
 مہینے اور دس دن۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب تعدد المتوفی عنہا زوجها أربعة أشهر أو عشرًا، جلد 7، ص 59، رقم 5334 صحیح مسلم، باب
 وجوب الاحداد فی عدة الوفاة وجموعہ فی غیر ذلك، جلد 4، ص 202، رقم 3798 السنن الکبری للبیہقی، باب الاحداد، جلد 7، صفحہ
 437، رقم 15921 مؤطا امام مالک، باب ما جاء فی الاحداد، جلد 2، ص 596، رقم 1245 سنن ابوداؤد، باب احداد المتوفی عنہا زوجها،
 جلد 2، ص 257، رقم 2301

شرح حدیث: امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن سوگ کے متعلق فتاوی رضویہ میں ایک جگہ فرماتے

درمنا میں ہے:

وللموت اربعة اشهر وعشرا مطلقا وطئت اولاد ولو صغيرة او كتابية تحت مسلم ولو عهد اقله يخرجه

عنها الا الحامل۔ (درمنا باب العدة مطبع مجتہائی دہلی ۱/۲۵۶)

موت کی عدت مطلقاً چار ماہ دس دن ہے بیوی مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ اگرچہ نابالغہ ہو یا کتابیہ مسلمان آزاد کے نکاح میں ہو یا مسلمان غلام کے نکاح میں، صرف حاملہ کا حکم اس سے علیحدہ ہے کہ اس کی عدت وضع حمل

ہے (ت)

احکام الہی میں چون و چرا نہیں کرتے، الاسلام گردن نہادن نہ کہ زبان بجات کشادن (اسلام، سر تسلیم خم کرنا ہے نہ کہ دلیری سے لب کشائی کرنا۔ ت) بہت احکام الہیہ تعبدی ہوتے ہیں اور جو معقول المعنی ہیں ان کی حکمتیں بھی من و تو کی سمجھ میں نہیں آتیں۔ صبح کو دو، مغرب کی تین، باقی کی چار چار کعتیں کیوں ہیں، تعرف براءت رحم کے لئے ایک حیض کافی تھا تین اگر احتیاط رکھے گئے تو عدت وفات حیضوں سے بدل کر مہینے کیوں ہوئی اور ہوتی تو تین مہینے ہوتی جس طرح آنسو و صغیرہ میں تین حیض کی جگہ تین مہینے قائم فرمائے ہیں ایک مہینہ دس دن اور زائد کیوں فرمائے گئے، غرض ایسے بیہودہ سوالوں کا دروازہ کھولنا علوم و برکات کا دروازہ بند کرنا ہے، مسلمان کی شان یہ ہے:

سبعنا و اطعنا غفرانک ربنا والیک البصیر (القرآن الکریم ۲/۲۸۵)

ہم نے سنا اور اطاعت کی، تیری بخشش کے طلبگار ہیں اور تیری طرف ہی لوٹنا ہے۔

صورت طلاق تعرف براءت رحم کے لیے ہے قبل خلوت براءت خود معلوم پھر عدت کیوں ہو اور عدت وفات میں صرف یہی مقصود نہیں بلکہ موت شوہر کا سوگ بھی۔ اور اس میں خلوت ہونے نہ ہونے کو کچھ دخل نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لا یحل لامرأة تؤمن بالله والیوم الآخر ان تحد علی میت فوق ثلث لیلال الاعلی زوج اربعة اشهر

وعشرا۔ رواة البخاری ومسلم عن ام المومنین ام حبیبہ وزینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ

عنہما۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (صحیح مسلم باب وجوب الاحداد فی عدة الوفاة الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۸۶)

اللہ اور آخر پر ایمان رکھنے والی عورت کے لئے حلال نہیں کہ وہ خاوند کی موت کے بغیر کسی میت پر تین دن سے

زائد سوگ کرے، صرف خاوند کے موت کے لئے چار مہینے دس دن سوگ ہے۔ اس کو بخاری اور مسلم نے ام

المومنین ام حبیبہ اور زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ رضویہ، ج ۱۳، ص ۲۹۸)

شہری کا دیہاتی کے لئے بیع کرنا تجارتی

212-باب تحريم بیع

قافلے کو راستے میں جا کر ملنا کسی بھائی کے
معاملے پر معاملہ طے کرنا اور کسی کے پیغام
نکاح پر نکاح کا پیغام دینا حرام ہے البتہ اگر
اس کا مسلمان بھائی اسے اجازت دے
دے یا وہ خود اسے چھوڑ دے تو جائز ہے

الْحَاضِرِ لِلْبَادِيِّ وَتَلَقَّى
الرُّكْبَانَ وَالْبَيْعَ عَلَى بَيْعِ
أَخِيهِ وَالْخُطْبَةَ عَلَى
خُطْبَتِهِ إِلَّا أَنْ
يَأْذَنَ أَوْ يَرُدَّ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

(1781) عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: نَهَى

اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے کہ کوئی شہری دیہاتی کے لئے
سودا کرے اگرچہ وہ اس کا حقیقی بھائی ہو۔ (متفق علیہ)

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَبِيعَ حَاضِرٌ
لِبَادِيٍّ وَإِنْ كَانَ أَخَاهُ لِأَبِيهِ وَأُمِّهِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب من کرہ أن یبیع حاضر لبیاد بأجر، جلد 2، صفحہ 758، رقم 2051 صحیح مسلم، باب
تحريم بیع الحاضر للبادي، جلد 5، صفحہ 6، رقم 3904 سنن النسائي الكبزي، باب بیع الحاضر للبادي، جلد 4، ص 12، رقم 6083 مسند
الليث، مسند انس بن مالك، جلد 2، ص 307، رقم 6736 مصنف ابن أبي شيبة، باب ما جاء في بیع الحاضر لبیاد، جلد 6، ص 243، رقم
21300

شرح حدیث: مسائل فقہیہ

مسئلہ: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا: کہ شہری آدمی دیہاتی کے لیے بیع کرے یعنی دیہاتی
کوئی چیز فروخت کرنے کے لیے بازار میں آتا ہے مگر وہ ناواقف ہے کسی بیچ ڈالے گا شہری کہتا ہے تو مت بیچ، میں اچھے
داموں بیچ دوں گا، یہ دلالت بن کر بیچتا ہے اور حدیث کا مطلب بعض فقہانے یہ بیان کیا ہے کہ جب اہل شہر قحط میں مبتلا ہوں
ان کو خود غلہ کی حاجت ہو ایسی صورت میں شہر کا غلہ باہر والوں کے ہاتھ گراں کر کے بیچ کرنا ممنوع ہے کہ اس سے اہل شہر کو
ضرر پہنچے گا اور اگر یہاں والوں کو احتیاج نہ ہو تو بیچنے میں مضائقہ نہیں، ہدایہ میں اسی تفسیر کو ذکر فرمایا۔

(الهدایہ، کتاب البیوع، فصل فیما یکرہ، ج 2، ص 52) (فتح القدیر، کتاب البیوع، باب بیع القاسد، ج 6، ص 104)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

(1782) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا،

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تجارتی (قافلے کے) سامان کو

قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا

آگے جا کر نہ ملو یہاں تک کہ وہ بازاروں میں اتار لیا

تَتَلَقَّوْا السِّلْعَ حَتَّى يُهْبِطَ بِهَا إِلَى الْأَسْوَاقِ". مُتَّفَقٌ

جائے۔ (متفق علیہ)

عَلَيْهِ.

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب النهی للبائع ان لا یحفل الابل والبقر والغنم، جلد 2، ص 755، رقم 2042 صحیح مسلم،
باب تحريم تلقى الجلب، جلد 5، ص 5، رقم 3894 المعجم الاوسط للطبرانی، باب من اسمه محمد، جلد 5، صفحہ 361، رقم 5557 السنن
الكبزي للبيهقي، باب النهی عن تلقى السلع، جلد 5، ص 347، رقم 11231 سنن ابوداؤد، باب فی التلقى، جلد 3، صفحہ 281، رقم 3438

شرح حدیث: مسئلہ: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منگنی جلب سے ممانعت فرمائی۔ یعنی باہر سے تاجر جو غلہ لارہے ہیں ان کے شہر میں پہنچنے سے قبل باہر جا کر خرید لینا اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ اہل شہر کو غلہ کی ضرورت ہے اور یہ اس لیے ایسا کرتا ہے کہ غلہ ہمارے قبضہ میں ہوگا نرخ زیادہ کر کے بیچیں گے دوسری صورت یہ ہے کہ غلہ لانے والے تاجر کو شہر کا نرخ غلط بتا کر خریدے، مثلاً شہر میں پندرہ سیر کے گیلوں بکتے ہیں، اس نے کہہ دیا اٹھارہ سیر کے ہیں دھوکا دیکر خریدنا چاہتا ہے اور اگر یہ دونوں باتیں نہ ہوں تو ممانعت نہیں۔

(الہدایہ، کتاب البیوع، فصل فیما یرکبہ، ج ۲، ص ۵۳) (فتح القدیر، کتاب البیوع، باب بیع الفاسد، ج ۶، ص ۱۰۷)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم تجارتی قافلوں سے راستے میں جا کر نہ ملو اور نہ کوئی شہری دیہاتی کے لئے سودا کرے۔ حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا: شہری دیہاتی کے لئے سودا نہ کرے اس سے کیا مراد ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ وہ اس کے لئے دلال نہ بنے۔ (متفق علیہ)

(1783) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا تَتَلَقُوا الرُّكْبَانَ، وَلَا يَبِيعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ فَقَالَ لَهُ طَاوُوسٌ: مَا لَا يَبِيعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ؟ قَالَ: لَا يَكُونُ لَهُ بِمَسَارًا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب البیوع والشراء مع النساء، جلد 3، ص 72، رقم 2158 صحیح مسلم، باب تحریم بیع الحاضر للبادی، جلد 5، ص 5، رقم 3900 السنن الکبریٰ، باب النهی عن تلقی السلع، جلد 5، صفحہ 347، رقم 11232 سنن ابوداؤد، باب فی النهی ان یربع حاضر لبیاد جلد 3، ص 282، رقم 3441 مسند امام احمد، مسند عبداللہ بن عباس، جلد 1، ص 368، رقم 3482

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا کہ کوئی شہری دیہاتی کے لئے سودا کرے اور فرمایا: دوسروں کو دھوکہ دینے کے لئے سامان کی قیمت نہ بڑھاؤ اور آدمی اپنے بھائی کے سودے پر سودا نہ کرے اور نہ اپنے بھائی کے منگنی کے پیغام پر منگنی کا پیغام دے اور کوئی عورت اپنی (مسلمان) بہن کی طلاق کا مطالبہ نہ کرے تاکہ جو کچھ اس کے برتن میں ہے اسے اوندھا کر دے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قافلے کو آگے جا کر ملنے شہری کو دیہاتی کے لئے خریدنے عورت کو اپنی

(1784) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَبِيعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ، وَلَا تَتَأَجَّشُوا وَلَا يَبِيعُ الرَّجُلُ عَلَى بَيْعِ أَخِيهِ، وَلَا يَخْطُبُ عَلَى خِطْبَةِ أَخِيهِ، وَلَا تَسْأَلُ الْمَرْأَةُ طَلَاقَ أُخْتِهَا لِتَكْفَأَ مَا فِي إِنْاءِهَا. وَفِي رِوَايَةٍ قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ التَّلَقِي، وَأَنْ يَبْتَاعَ الْمُهَاجِرُ لِلْأَعْرَابِيِّ، وَأَنْ تَشْتَرِيَ الْمَرْأَةُ طَلَاقَ أُخْتِهَا، وَأَنْ يَسْتَأْمَ الرَّجُلُ عَلَى سَوْمِ أَخِيهِ، وَنَهَى عَنِ النَّجْشِ وَالتَّضْرِيَةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

مسلمان بہن کی طلاق کی شرط لگانے، آدمی کو اپنے بھائی کے سودے پر سودا کرنے، دھوکہ دینے کے لئے قیمت بڑھانے اور کئی دن کا دودھ روک کر فروخت کرنے سے منع فرمایا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب لا یبیع علی بیع افیہ ولا یسوم علی سوم افیہ، جلد 2، ص 752، رقم 2033 صحیح مسلم، باب تحریم بیع الرجل علی بیع افیہ وسومہ علی سومہ، جلد 5، ص 3، رقم 3890 السنن الکبریٰ، باب لا یبیع بعضکم علی بیع بعض، جلد 5، ص 344، رقم 11207 المنتقی لابن الجارود کتاب النکاح، جلد 1، ص 170، رقم 677 مصنف عبدالرزاق، باب لا یبیع حاضر لباد، جلد 8، ص 198، رقم 14867

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ لکھتے ہیں:

یعنی تجارتی قافلے کی آمدن کر شہر سے باہر ہی ان سے سامان نہ خرید لو، بلکہ انہیں بازار میں مال لے آنے دو تا کہ انہیں بازاری بھاؤ کی خبر ہو جائے اور ان کے بازار میں آمد سے نرخ ارزاں ہو جائے۔

(آدمی اپنے بھائی کے سودے پر سودا نہ کرے) یہاں لفظ بیع بمعنی فروخت بھی ہو سکتا ہے اور بمعنی خرید بھی یعنی جب دو شخص کوئی چیز خرید و فروخت کر رہے ہوں اور سودا طے ہو چکا اور قریباً بات پختہ ہو گئی تو نہ تو کوئی شخص بھاؤ بڑھا کر وہ چیز خریدے اور نہ کوئی شخص بھاؤ سستا کر کے خریدار کو توڑے، یہ دونوں باتیں ممنوع ہیں، نیلام کا یہ حکم نہیں ہاں بولی دیتے وقت بات طے نہیں ہوتی جو بولی بڑھائے وہ لے لے یہ جائز ہے۔

(دوسروں کو دھوکہ دینے کے لئے سامان کی قیمت نہ بڑھاؤ) نیلام میں اگر کوئی شخص بولی بڑھا دے مگر خریدنا مقصود نہ ہو صرف چیز کی قیمت بڑھانا مقصود ہو کہ دوسرا آدمی اس سے زیادہ کی بولی دے یہ نجس ہے اور ممنوع ہے کہ دھوکا دہی ہے۔ اس طرح مال لانے والے دیہاتیوں کو آج کے بھاؤ پر مال فروخت نہ کرنے دے بلکہ اس کا مال خود سنبھال لے کہ جب مہنگا ہوگا فروخت کر دوں گا، جیسا کہ آج کل بعض آڑھتی یاد لال کرتے ہیں ناجائز ہے کہ اس سے چیزیں مہنگی ہوتی ہیں بلکہ قحط پڑ جانے کا خطرہ ہوتا ہے باہر کا مال بکنے دو تا کہ مخلوق کو آرام رہے۔

(کئی دن کا دودھ روک کر فروخت کرنے سے منع فرمایا) تصروا، ت کے پیش ص کے فتح سے، یا بالعکس ت کے فتح ص کے پیش سے۔ (اشعہ) تصر یہ سے بنا بمعنی دودھ تھن میں روک دینا، نہ نکالنا ایسے جانور کو مصرات کہتے ہیں یہ حرکت خریدار کو دھوکا دینے کے لیے کی جاتی ہے کہ وہ زیادتی دودھ سے دھوکا کھا کر قیمت زیادہ دے جائے۔

اگر کسی نے دودھ کا جانور خریدنا مگر دھوکا کھا گیا کہ خریدتے وقت تو دودھ زیادہ تھا بعد میں کم نکلا، تا جرنے کئی وقت سے دودھ نکالنا تھا اس لیے اس وقت دودھ بہت ہوا تو اب خریدار کو اختیار ہے۔ اگر جانور رکھنا ہے تو خیر اور اگر رکھنا نہیں ہے تو اس دودھ کے عوض جو اس نے پیساڑھے چار سیر خر سے جانور فروخت

کرنے والے کو دے دے، اس دودھ کے عوض جو خریدتے وقت جانور کے ساتھ لیا تھا کہ وہ تاجر کے مملوکہ جانور کا تھا لہذا تاجر کی ملک تھا۔ اس حدیث کے ظاہر پر امام شافعی کا عمل ہے وہ فرماتے ہیں کہ وہ دودھ تھوڑا ہو یا زیادہ اس کے عوض ایک صاع چھوہارے ہی دیئے جائیں گے جیسے نفس کی دیت سوانٹ ہیں کہ قاتل مقتول کی دیت سوانٹ دے گا، نفس مقتول خواہ کیسا ہی ادنیٰ یا اعلیٰ ہو اور خریدار کو مصرات جانور کے واپس کر دینے کا حق ہوگا، امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث قابل عمل نہیں کہ قرآن کریم کی اس آیت کے خلاف ہے فَاعْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدَى عَلَيْكُمْ جس سے دودھ مصرات کی قیمت یا مثل دینا معلوم ہوتا ہے یا یہ حدیث سود حرام ہونے سے پہلے کی ہے کہ اس وقت معاملات میں اس قسم کی کمی بیشی درست تھی۔ (مرقات، لغات وغیرہ) (مراۃ المناجیح، ج ۲ ص ۹۱۱)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص دوسرے کے سودے پر سودا نہ کرے اور نہ اپنے بھائی کی منگنی کے پیغام پر منگنی کا پیغام بھیجے مگر جب کہ وہ اس کی اجازت دے دے۔ (متفق علیہ) اور یہ الفاظ مسلم کی روایت کے ہیں۔

(1785) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا يَبِيعُ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ بَعْضٍ، وَلَا يَخْطُبُ عَلَى خِطْبَةِ أَخِيهِ إِلَّا أَنْ يَأْذَنَ لَهُ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَهَذَا لَفْظٌ مُسْلِمٍ.

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب تحریم بیع الرجل علی بیع اخیہ و سومی علی سومی، جلد 5، ص 3، رقم 3884 السنن الکبریٰ، باب لا یبیع بعضکم علی بیع بعض، جلد 5، ص 344، رقم 11205 سنن ابوداؤد، باب فی التلقی، جلد 3، ص 281، رقم 3438 صحیح ابن حبان، باب البیع المنہی عنہ، جلد 11، صفحہ 339، رقم 4965 مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عمر، جلد 2، ص 7، رقم 4531

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ دونوں ممانعتیں جب ہیں جب کہ خریدار و تاجر ایک قیمت پر راضی ہو چکے ہوں، ایسے ہی لڑکے لڑکی والے پیغام نکاح پر راضی ہو چکے ہوں کہ اس صورت میں اس کے بھاء بڑھادینے یا پیغام نکاح دینے میں پہلے کا نقصان ہوگا، ہاں اگر پہلا شخص اجازت دیدے تو درست ہے اور اگر پہلے فریقین کی رضامندی مکمل نہ ہوئی تھی صرف کچی پکی بات ہی تھی تو دوسرا شخص بھاء بڑھا بھی سکتا ہے اور پیغام بھی دے سکتا ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۲ ص ۲۵۲)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن مومن کا بھائی ہے۔ لہذا کسی مومن کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی کی بیع پر بیع کرے اور نہ اپنے بھائی کی منگنی کے پیغام پر منگنی کا

(1786) وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «الْمُؤْمِنُ مِنْ أَخُو الْمُؤْمِنِ، فَلَا يَحِلُّ لِمُؤْمِنٍ أَنْ يَبْتَاعَ عَلَى بَيْعِ أَخِيهِ وَلَا يَخْطُبَ عَلَى خِطْبَةِ أَخِيهِ حَتَّى

يَنْدَرُ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ
پیغام بھیجے حتیٰ کہ پہلا شخص چھوڑ دے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب تحریم الخطبة علی خطبة اخیہ حتی یأذن اویترک، جلد 4، ص 139، رقم 3529 السنن الکبریٰ للبیہقی، باب لایسوم احد کم علی سوم اخیہ، جلد 5، صفحہ 346، رقم 10681 مسند ابی عوانہ، باب حظر المسلم أن یخطب علی خطبة المسلم حتی یترک اویأذن له، جلد 3، ص 41، رقم 4134

شرح حدیث: حکیم الأمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ لکھتے ہیں:

یعنی اگر کسی عورت کے کسی جگہ سے پیغام و سلام آرہے ہیں اور فریقین قریباً راضی بھی ہو گئے ہیں تو دوسرا شخص پیغام دے کر پہلے کا پیغام نہ خراب کرے، جب وہاں سے بات چیت ٹوٹ جائے تب پیغام دے یہ حکم استجابی ہے اور اگر صرف پیغام میں رضامندی نہیں ہوئی تو دوسرا بھی پیغام دے سکتا ہے یہ ہی حکم بیع کے متعلق بھی آیا ہے وہاں بھی یہ ہی مراد ہے ورنہ نیلام پر بولی پر بولی دی جاتی ہے اس توجیہ پر یہ حدیث بالکل واضح ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج 5 ص 63)

شرعی عذر کے بغیر مال

ضائع کرنا منع ہے

213- بَابُ النَّهْيِ عَنِ إِضَاعَةِ الْمَالِ فِي

غَيْرِ وُجُوهِهِ الَّتِي آذِنَ الشَّرْعُ فِيهَا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری تین باتوں

پر راضی ہوتا ہے اور تمہارے تین کاموں کو پسند کرتا ہے

اور وہ یہ ہیں: (۱) تم اسی ہی کی عبادت کرو اور اس کے

ساتھ کسی چیز کے شریک نہ ٹھہراؤ۔ (۲) تم اللہ تعالیٰ کی

رسی کو مضبوطی سے مل کر تھامے رکھو (۳) اختلاف و تفرقہ

نہ ڈالو اور وہ تین ناپسندیدہ باتیں یہ ہیں: (۱) بے سود

بحث و تکرار کرنا (۲) کثرت سے سوال کرنا (۳) مال کو

بے فائدہ ضائع کرنا۔ (مسلم) اس کی تشریح پہلے بیان ہو

چکی ہے

(1787) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ اللَّهَ

تَعَالَى يَرْضَى لَكُمْ ثَلَاثًا، وَيَكْرَهُ لَكُمْ ثَلَاثًا:

فَيَرْضَى لَكُمْ أَنْ تَعْبُدُوهُ، وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا،

وَأَنْ تَعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا،

وَيَكْرَهُ لَكُمْ: قَيْلٌ وَقَالَ، وَكَثْرَةُ السُّؤَالِ، وَإِضَاعَةُ

الْمَالِ." رَوَاهُ مُسْلِمٌ، وَتَقَدَّمَ شَرْحُهُ.

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب النهی عن كثرة المسائل، جلد 5، ص 130، رقم 4578 الادب للبیہقی، باب فی کراهیة

إضاعة المال، جلد 1، ص 45، رقم 83 الادب المفرد للبخاری، باب السرف فی المال، صفحہ 158، رقم 442 مسند امام احمد، حدیث

البنغیرة بن شعبه رضی اللہ عنہ، جلد 4، ص 264، رقم 18172

شرح حدیث: حساب نعمت کے بارے میں لرزہ خیز 9 فرامین مصطفیٰ

فان الذلّاتوں سے اپنے آپ کو بچانے کا جذبہ بڑھانے اور دنیوی نعمتوں کے سبب ہونے والے حسابِ آخرت سے خود

کو ڈرانے کیلئے دل ہلا دینے والے 9 فرامینِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ملاحظہ ہوں:

(1) جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے ایک بندے کو بلا کر اپنے سامنے کھڑا کر دے گا اور اُس سے اُس کے جاہ و مرتبے کے متعلق اسی طرح سوال کرے گا جس طرح اس کے مال کے بارے میں سوال فرمائے گا۔ (المجم الاوسط ج 1 ص 130 حدیث 328)

(2) بندہ کوئی بھی قدم اٹھاتا ہے تو قیامت میں اُس سے سوال ہوگا کہ وہ قدم کس لئے اٹھایا تھا؟ (تاریخ دمشق ج 6 ص 53)

(3) قیامت کے دن سب سے پہلے بندے سے یہ سوال ہوگا کہ کیا میں نے تیرا جسم تند زست نہیں رکھا تھا؟ کیا میں نے تجھے ٹھنڈے پانی سے سیراب نہ کیا تھا؟ (تُو نے ان کے حقوق ادا کئے یا نہیں؟) (المستدرک ج 5 ص 191 حدیث 285)

(4) مالک اور مملوک (یعنی غلام) کو اور زوج (یعنی شوہر) اور زوجہ کو لایا جائے گا پھر ان سے حساب ہوگا، یہاں تک کہ مرد سے کہا جائے گا تُو نے فلاں فلاں دن لذت کے ساتھ پانی پیا اور شوہر سے کہا جائے گا کہ فلاں عورت سے نکاح کے اور بھی طلبگار تھے لیکن تُو نے اُس کا نکاح چاہا تو میں نے ان سب کو چھوڑ کر اس کا نکاح تیرے ساتھ کر دیا۔ (کیا تُو نے ان نعمتوں کا حق ادا کیا؟) (مجمع الزوائد ج 10 ص 633 حدیث 18390)

(5) قیامت میں مؤمن سے ہر عمل کا سوال ہوگا یہاں تک کہ اس سے اپنی آنکھوں میں سرمہ ڈالنے کے متعلق بھی سوال کیا جائے گا (حلیۃ الاولیاء ج 10 ص 31)

(6) بندہ جو خطبہ پڑھتا (یعنی وعظ اور بیان کرتا) ہے اس کے بارے میں بھی اُس سے سوال ہوگا کہ اس سے تیرا کیا ارادہ تھا؟ (الصمت مع موسوع ابن ابی الدنیاج 7 ص 293 حدیث 513) (مُبلِغین و مقترِرین غور فرمائیں کہ بیان کا مقصود نیکی کی دعوت تھی یا بیان کی تعریف اور واہ واہ کی طلب یا حصولِ شہرت یا دولت؟)

(7) جو شخص کسی شے کی جانب بلائے گا قیامت کے دن اسے اُس کی دعوت (یعنی بلانے) کے ساتھ کھڑا کیا جائے گا، خواہ ایک ہی آدمی کو دعوت کیوں نہ دی ہو! (ابن ماجہ ج 1 ص 134 حدیث 208) (اس روایت میں خلوص کی طرف اشارہ ہے مثلاً نیکی کی دعوت محض رضائے الہی کیلئے دی تھی یا کوئی اور مقصد تھا! انفرادی کوشش کرنے والے مبلغین بھی غور فرمائیں)

(8) قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، تم جس نعمت کے متعلق قیامت میں سوال کئے جاؤ گے وہ ٹھنڈا سایہ اور عمدہ کھجور اور ٹھنڈا پانی ہے۔ (ترمذی ج 3 ص 123 حدیث 2346)

(9) قیامت میں ہر غنی و فقیر (یعنی ہر امیر و غریب) آرزو کرے گا کہ کاش! دنیا میں اس کے پاس صرف ثوت ہوتا (ابن ماجہ ج 2 ص 222 حدیث 3130) (ثوت یعنی صرف اتنا کھانا ہوتا جس سے زندگی بچ سکے اور بس)

مال زیادہ وبال زیادہ

- (1) حضرت سیدنا عبداللہ بن عمیرہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: جتنا مال زیادہ ہوگا اتنا حساب زیادہ ہوگا۔
(البدور السافرة فی امور الآخرة ص ۲۶۳)
- (2) حضرت سیدنا ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: قیامت میں ایک درہم والے کے مقابلے میں دو درہم والے کا حساب زیادہ سخت ہوگا۔ (الزہد لامام احمد بن حنبل ص ۷۰ احادیث ۷۹۷)
- (3) جلیل القدر تابعی سیدنا معاویہ بن قرہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: قیامت میں سب سے سخت حساب تند رُست فارغ البال (یعنی خوش حال) شخص سے ہوگا۔ (تاریخ مدینہ دمشق ج ۵۹ ص ۲۷۱)

صدقہ پیارے کی حیا کا کہ نہ لے مجھ سے حساب
بخش بے پوچھے نجائے کو لجانا کیا ہے
(حدائق بخشش شریف)

مشکل الفاظ کے معانی: صدقہ: وسیلہ۔ بے پوچھے: بے حساب۔ لجانا: شرمندہ کرنا
شرح کلام رضا: میرے آقا اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس شعر کے اندر بارگاہ خداوندی میں عرض کر رہے ہیں: یا
اللہ عزوجل تجھے تیرے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شرم و حیا کا واسطہ! مجھے محشر میں پوچھ گچھ کئے بغیر ہی
بخش دے، میں تو اپنے گناہوں پر پہلے ہی شرمندہ ہوں میرے اعمال کا حساب لے کر مزید شرمندہ نہ فرما۔

امتحان کے کہاں قابل ہوں میں پیارے اللہ
بے سبب بخش دے مولیٰ ترا کیا جاتا ہے
(وسائل بخشش ص ۱۲۶)

حضرت وزاد جو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے
کاتب تھے روایت کرتے ہیں کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ
نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ایک خط لکھا اور مجھ سے یہ
الفاظ لکھوائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر فرض نماز کے بعد یہ دعا
پڑھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق
نہیں ہے، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے
لئے بادشاہی ہے اور اسی کے لئے تعریف ہے اور وہ ہر
چیز پر قادر ہے۔ اے اللہ! کوئی روکنے والا نہیں ہے اس
چیز کو جو تو عطا فرمائے اور کوئی دینے والا نہیں ہے جسے تو
روک لے اور کسی بزرگی والے کی بزرگی تیرے سامنے

(1788) وَعَنْ وَزَادِ كَاتِبِ الْمُغِيرَةِ قَالَ:
أَمَلِي عَلَى الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ فِي كِتَابٍ إِلَى مُعَاوِيَةَ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ
يَقُولُ فِي دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ مَكْتُوبَةٍ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى
كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، اللَّهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ، وَلَا
مُعْطَى لِمَا مَنَعْتَ، وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ
الْجَدُّ وَكَتَبَ إِلَيْهِ أَنَّهُ كَانَ يَنْهَى عَنْ قَيْلٍ وَقَالَ:
وَإِضَاعَةَ الْمَالِ، وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ، وَكَانَ يَنْهَى عَنْ
عُقُوقِ الْأُمَّهَاتِ، وَوَادِ الْبَنَاتِ، وَمَنْعِ وَهَاتِ

مُتَّفِقٌ عَلَيْهِ، وَسَبَقَ شَرْحُهُ.

فائدہ نہیں دے سکتی اور انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ بھی لکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے بحث و تکرار اور مال کے ضائع کرنے اور کثرت سوال سے منع فرمایا ہے اور آپ ماں باپ کی نافرمانی کرنے، بیٹیوں کو زندہ درگور کرنے اور حقدار کو اس کا حق نہ دینے اور ظلم سے کسی چیز کے لینے سے منع فرماتے تھے۔ (متفق علیہ) اور اس حدیث کی تشریح گزر چکی ہے۔

شرح حدیث: امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:

اقول: اسراف کی تفسیر میں کلمات متعدد وجہ پر آئے:

ف: اسراف کے معنی کی تفصیل و تحقیق۔

(۱) غیر حق میں صرف کرنا۔ یہ تفسیر سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمائی۔

الغریابی وسعید بن منصور وابوبکر بن ابی شیبہ والبخاری فی الادب المفرد وابنا جریر والمنذر

دابن حاتم والطبرانی والحاکم وصححه والبیہقی فی شعب الایمان واللفظ لابن جریر کلہم عنہ رضی

اللہ تعالیٰ عنہ فی قوله تعالیٰ نُبْذِرُكَ وَلَا تَبْذُرُنِي نُبْذِرُكَ قَالَ التَّبْذِيرُ فِي غَيْرِ الْحَقِّ وَهُوَ الْإِسْرَافُ -

(جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت الآیہ ۱۷/۲۶ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۵/۸۵)

فریابی، سعید بن منصور، ابوبکر بن ابی شیبہ ادب المفرد میں، بخاری، ابن جریر، ابن منذر ابن ابی حاتم، طبرانی،

حاکم بافادہ تصحیح، شعب الایمان میں بیہقی اور الفاظ ابن جریر کے ہیں۔ یہ سب حضرات عبداللہ بن مسعود رضی

اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد باری تعالیٰ وَلَا تَبْذُرُنِي تَبْذِيرًا کے تحت راوی ہیں کہ انہوں نے فرمایا تبذیر غیر حق میں

صرف کرنا اور یہی اسراف بھی ہے۔

اور اسی کے قریب ہے وہ کہ تاج العروس میں بعض سے نقل کیا:

وضع الشیخ فی غیر موضعه - (تاج العروس باب الفاضل السین دار احیاء التراث العربی بیروت ۶/۱۳۸)

یعنی بیجا خرچ کرنا۔

ابن ابی حاتم نے امام مجاہد تلمیذ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کی:

لَوَانْفَقْتُ مِثْلَ ابْنِ قَبِيْسٍ ذَهَبًا فِي طَاعَةِ اللَّهِ لَمْ يَكُنْ إِسْرَافًا وَلَوْ أَنْفَقْتُ صَاعًا فِي مَعْصِيَةِ اللَّهِ كَانَ

إِسْرَافًا - (تفسیر ابن ابی حاتم تحت الآیہ ۶/۱۳۱ مطبع نزار مصطفیٰ الباز مکتبہ المکرّم)

(مفتاح الغیب) (التفسیر الکبیر) بحوالہ مجاہد تحت الآیہ ۶/۱۳۱ ادارہ لکتاب العلمیہ بیروت ۱۳/۱۷۶)

اگر تو پہاڑ برابر سونا طاعت الہی میں خرچ کر دے تو اسراف نہیں اور اگر ایک صاع جو گناہ میں خرچ کرے تو اسراف ہے۔

کسی نے حاتم کی کثرت داد و دہش پر کہا: لا خیر فی سرف اسراف میں خیر نہیں۔ اُس نے جواب دیا:

لا سرف فی خیر۔ (مفتاح الغیب) (التفسیر الکبیر) بحوالہ مجاہد تحت الآیہ ۶/۱۳۱ ادارہ لکتاب العلمیہ بیروت ۱۳/۱۷۶)

خیر میں اسراف نہیں۔

اقول: حاتم کا مقصود تو خدا نہ تھا نام تھا کما نص علیہ فی الحدیث (جیسا کہ حدیث میں نص وارد ہے۔ ت) تو اس کی ساری داد و دہش اسراف ہی تھی مگر سخائے خیر میں بھی شرع مطہر فاعتدال کا حکم فرماتی ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۲، ص ۹۲۶)

اسلحہ وغیرہ سے کسی مسلمان کی طرف

سنجیدگی یا مزاح سے اشارہ کرنے

اور تنگی تلوار پکڑنے کی ممانعت

214- بَابُ التَّهْنِئَةِ عَنِ الْإِشَارَةِ إِلَى مُسْلِمٍ

بِسَلَاحٍ وَنَحْوِهَا سِوَاءَ مَا كَانَ جَادًّا أَوْ مَزَاحًا،

وَالْتَهْنِئَةِ عَنِ تَعَاطِي السَّيْفِ مَسْلُورًا

(1789) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنْ

رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا يُشِيرُ

أَحَدُكُمْ إِلَى أَخِيهِ بِالسَّلَاحِ، فَإِنَّهُ لَا يَدْرِي لَعَلَّ

الشَّيْطَانَ يَنْزِعُ فِي يَدِهِ، فَيَقَعُ فِي حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ».

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ قَالَ: قَالَ أَبُو

الْقَاسِمِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ أَشَارَ إِلَى أَخِيهِ

بِحَدِيدَةٍ، فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَلْعَنُهُ حَتَّى يَنْزِعَ، وَإِنْ كَانَ

أَخَاهُ لِأَبِيهِ وَأُمِّهِ، قَوْلُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

«يَنْزِعُ ضَبِطَ بِالْعَيْنِ الْمُهْمَلَةَ مَعَ كَسْرِ الزَّايِ،

وَبِالْعَيْنِ الْمُعْجَمَةِ مَعَ فَتْحِهَا، وَمَعْنَاهُمَا مُتَقَارِبٌ،

وَمَعْنَاهُ بِالْمُهْمَلَةِ يَزِي، وَبِالْمُعْجَمَةِ أَيضًا يَزِي

وَيُفْسِدُ، وَأَصْلُ النَّزْعِ: الطَّعْنُ وَالْفَسَادُ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت

کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: تم میں سے کوئی اپنے

بھائی کی طرف ہتھیار سے اشارہ نہ کرے اس لیے کہ وہ

نہیں جانتا کہ شاید شیطان اس کے ہاتھ سے اسے چلوا

دے۔ پس وہ اس کی وجہ سے دوزخ کے گڑھے میں جا

گرے۔ (متفق علیہ) اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ

ابو القاسم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس نے اپنے کسی مسلمان بھائی

کی طرف ہتھیار سے اشارہ کیا بے شک فرشتے اس پر

لعنت بھیجتے ہیں اگرچہ اس کا وہ ماں باپ کی طرف سے

حقیقی بھائی ہی کیوں نہ ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد: يَنْزِعُ:

عین مہملہ کے ساتھ اور زاء کے نیچے زیر کے ساتھ۔ نیز

اس کو عین معجمہ کے ساتھ زاء پر زبر کے ساتھ بھی لکھا گیا

ہے یعنی ينزع معنی دونوں کے قریب قریب ایک ہی

ہیں۔ عین کے ساتھ معنی بھی پھینکنا اور عین کے ساتھ بھی

یہی معنی ہے کہ وہ ہتھیار پھینکتا ہے اور فساد کرواتا ہے اور
نزع کے اصل معنی نیزہ مارنا اور فساد کرنا ہے۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب قول النبی ﷺ من حمل علينا السلاح فليس منا، جلد 9، ص 49، رقم 7072 صحیح مسلم،
باب النهي عن الاشارة بالسلاح الى مسلم، جلد 8، ص 34، رقم 6834 السنن الكبرى للبيهقي، باب لا يشير بالسلاح الى من لا يسحق
الفعل، جلد 8، ص 23، رقم 16295 جامع الاصول لابن الثير، الفصل الخامس في قتال المسلمين بعضهم لبعض، جلد 10، ص 66، رقم
7533 جمع الهوامع للسيوطي، حرف اللام، جلد 1، صفحہ 195، رقم 1925

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ نے اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

نہ لڑتے وقت نہ ہنسی دل لگی میں کہ بری چیز کی دل لگی بھی بری ہے۔

یعنی ہو سکتا ہے کہ اس کا ارادہ مارنے کا نہ ہو مگر اتفاقاً لگ جائے اور سامنے والا مر جائے ایسے واقعات بہت دیکھے گئے
ہیں کہ مذاق دلی میں پستول کا اشارہ کیا وہ چل گیا اور سامنے والے کو گولی لگی جس سے وہ ہلاک ہو گیا۔ خدا کی پناہ!
اس طرح کہ یہ اس کا قاتل بن جائے اور دوزخ میں جائے۔ معلوم ہوا کہ ایسا قاتل بھی عذاب نار کا ذریعہ ہے اور ایسے
قاتل پر تاوان بھی ہے۔ (بزارة المناجیح، ج 8 ص 198)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

(1790) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: تَهَلَّى

اللہ ﷻ نے ننگی تلوار پکڑنے کی ممانعت فرمائی ہے۔ اس

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُتَعَاطَى

حدیث کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا اور کہا

السَّيْفُ مَسْلُوكًا رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ:

کہ یہ حدیث حسن ہے۔

"حَدِيثٌ حَسَنٌ"

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب النهي عن الاشارة بالسلاح الى مسلم، جلد 8، ص 33، رقم 6832 جامع الاصول لابن
الثير، الفصل الخامس في قتال المسلمين، جلد 10، ص 65، رقم 7531 المعجم الاوسط للطبراني، من اسمه على، جلد 4، ص 270، رقم
4169 مشکوٰۃ المصابیح، باب ما يضمن من الجنایات، الفصل الاول، جلد 2، ص 300، رقم 3519

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ نے اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی تلوار ایک دوسرے کو میان میں دینا چاہیے، ننگی تلوار کے لین دین میں کسی کو لگ جانے کا خطرہ ہے یہ نبی تنزیہی

ہے اور ضرورت کے وقت ننگی تلوار کا لین دین بلا کراہت درست ہے۔ (ازمرقات) (بزارة المناجیح، ج 8 ص 198)

اذان کے بعد مسجد سے نکلنا مکروہ ہے

215- بَابُ كَرَاهَةِ الْخُرُوجِ مِنَ الْمَسْجِدِ

سوائے عذر کے حتیٰ کہ فرض نماز پڑھ لے

بَعْدَ الْاِذَانِ اِلَّا لِعُذْرٍ حَتَّى يُصَلِّيَ لِمَكْتُوبَةٍ

حضرت ابو شعثناء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم

(1791) عَنْ أَبِي الشَّعْثَاءِ قَالَ: كُنَّا قُعُودًا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے

مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي الْمَسْجِدِ، فَأَذَّنَ

تھے۔ پس مؤذن نے اذان دی تو ایک شخص اٹھ کر مسجد سے جانے لگا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس کی طرف غور سے دیکھتے رہے، حتیٰ کہ وہ مسجد سے نکل گیا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس شخص نے ابو القاسم رضی اللہ عنہ کی نافرمانی کی۔ (مسلم)

الْمُؤَذِّنُ، فَقَامَ رَجُلٌ مِنَ الْمَسْجِدِ يَمْشِي، فَأَتْبَعَهُ أَبُو هُرَيْرَةَ بَصْرَةً حَتَّى خَرَجَ مِنَ الْمَسْجِدِ، فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: أَمَا هَذَا فَقَدْ عَطَىٰ أَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

تخریج حدیث: سنن ترمذی، باب ماجاء فی النهی عن تعاطی السیف مسلولا، جلد 4، ص 246، رقم 2163 المستندک للحاکم، کتاب الادب، جلد 6، ص 309، رقم 7785 سنن ابوداؤد، باب فی النهی ان یتعاطی السیف مسلولا، جلد 2، ص 336، رقم 2590 صحیح ابن حبان، باب ماجاء فی الفتن، جلد 13، ص 275، رقم 5946

شرح حدیث: مؤذن کا اذان کہنے کے بعد مسجد سے باہر جانا کیسا؟

عرض: مؤذن اذان کہنے کے بعد باہر مسجد کے جا سکتا ہے یا نہیں؟

ارشاد: اگر کوئی ضرورت درپیش ہو اور جماعت میں دیر ہو تو حرج نہیں ورنہ بلا ضرورت اجازت نہیں اور مؤذن ہی نہیں ہر اس شخص کے لیے یہی حکم ہے جس نے ابھی اُس وقت کی نماز نہ پڑھی جس کی یہ اذان ہوئی اور اذان ہونے ہی کی خصوصیت نہیں بلکہ مراد دخول وقت (یعنی وقت کا شروع ہونا) ہے۔ جو مسجد میں ہو اور کسی نماز کا وقت شروع ہو جائے اور یہ دوسری مسجد کا مقیم جماعت (یعنی جماعت قائم کرنے والا) نہ ہو اُسے بغیر نماز پڑھے مسجد سے باہر جانا جائز نہیں مگر یہ کہ کسی حاجت سے نکلے اور قبل جماعت واپسی کا ارادہ رکھے۔ (رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الصلاة، ج 2، ص 212)

ورنہ حدیث میں فرمایا وہ منافق ہے۔

(کنز العمال، کتاب الصلاة، قسم الاقوال، حدیث 21022، ج 4، ص 289) (ملفوظات اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ص 258)

بغیر عذر کے خوشبو کا تحفہ واپس کرنے کی ممانعت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس پر ریحان پیش کی جائے وہ اسے واپس نہ کرے کیونکہ اس کو اٹھانا آسان اور اس کی مہک اچھی ہے۔ (مسلم)

216- بَابُ كَرَاهَةِ رَدِّ الرَّيْحَانِ لِغَيْرِ عُدْرٍ (1792) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ عَرِضَ عَلَيْهِ رَيْحَانٌ، فَلَا يَرُدُّهُ، فَإِنَّهُ خَفِيفُ الْمَحِيلِ، كَطَيْبِ الرِّيحِ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب استعمال المسك وانه اطيب الطيب، جلد 7، ص 48، رقم 6020 جامع الاصول لابن اثير، الباب الخامس فی الطيب والدھن، جلد 4، ص 767، رقم 2916 مسند ابی یعلیٰ، مسند ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ، جلد 11، صفحہ 127، رقم 6253 اتحاف الخیرة البھرة، باب استحباب الطيب وما جاء فیمن عرض علیہ طيب فلا یردہ، جلد 4، ص 536، رقم 4099

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الختان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ہم نے تحفہ کی قید اس لیے لگائی کہ تجارت کی نوعیت نکل جائے، بعض عطر فروش کسی کو قیماً عطر پیش کرتے ہیں، اگر اسے خریدنا نہ ہو اور وہ انکار کرے تو حدیث پڑھ کر اسے خریدنے پر مجبور کرتے ہیں، وہ اس حدیث کی منشاء سے یا تو واقف نہیں یا واقف ہیں مگر اس کے ذریعہ اپنا بیوپار چلانا چاہتے ہیں۔ ریحان ریح سے بنا بمعنی خوشبو اس سے ہر خوشبو مراد ہے، پھول ہوں یا عطر جنبیلی وغیرہ کا تیل۔

یعنی اگرچہ دوسرے ہدیے بھی واپس کرنا خلاف اخلاق ہے مگر خوشبو واپس کرنا تو بہت ہی خشک مزاجی کی دلیل ہے کہ اس میں وزن ہلکا قیمت معمولی خوشبو اعلیٰ ہے۔ مرقات نے فرمایا کہ خوشبو جنت سے آئی ہے اور وہاں کا ہی پتہ دیتی ہے۔ مبسوط سرخسی باب اللبس میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فاطمہ زہرا کو سونگھا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ ان سے جنت کی مہک آتی ہے اسی لیے آپ کو زہراء کہتے ہیں یعنی جنت کی کٹی۔ (بزاۃ النایح، ج ۸ ص ۱۹۸)

(1793) وَعَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَرُدُّ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خوشبو کا ہدیہ واپس نہیں کیا کرتے تھے۔

الطَّيِّبِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب ما لا یرد من الہدیۃ، جلد 2، ص 912، رقم 2443 الاداب للبیہقی، باب فی الطیب، جلد 1، صفحہ 365، رقم 603 الشیائل البعیدیۃ للترمذی، باب ما جاء فی تعطر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ص 247، رقم 216 مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک رضی اللہ عنہ، جلد 3، صفحہ 133، رقم 12379 مسند البزار، مسند انس بن مالک رضی اللہ عنہ، جلد 2، صفحہ 349، رقم 7319

شرح حدیث: خوشبو

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خوشبو بہت زیادہ پسند تھی آپ ہمیشہ عطر کا استعمال فرمایا کرتے تھے حالانکہ خود آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم اطہر سے ایسی خوشبو نکلتی تھی کہ جس گلی میں سے آپ گزر جاتے تھے وہ گلی معطر ہو جاتی تھی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ مردوں کی خوشبو ایسی ہونی چاہیے کہ خوشبو پھیلے اور رنگ نظر نہ آئے اور عورتوں کے لئے وہ خوشبو بہتر ہے کہ وہ خوشبو نہ پھیلے اور رنگ نظر آئے۔ کوئی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس خوشبو بھیجتا تو آپ کبھی رد نہ فرماتے اور ارشاد فرماتے کہ خوشبو کے تحفہ کو رد مت کرو کیونکہ یہ جنت سے نکلی ہوئی ہے۔

(الشیائل الحمدیۃ، باب ما جاء فی تعطر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، الحدیث: ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۱۰، ۲۱۱، ص ۱۳۰، ۱۳۲، ملخصاً)

منہ پڑ اس شخص کی تعریف کرنے کی ممانعت

217- بَابُ كَرَاهَةِ الْمَدْحِ فِي الْوَجْهِ

ہے جس کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ غرور

لَيْسَ خِيْفَ عَلَيْهِ مُفْسِدَةٌ مِّنْ

وغیرہ میں مبتلا ہو جائے گا اور جس سے یہ خطرہ

إِنْجَابٍ وَمُخْوَةٍ، وَجَوَازٍ لِّمَنْ

نہ ہو اس کے حق میں تعریف کرنا جائز ہے

أَمِنَ ذَلِكَ فِي حَقِّهِ

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی سے سنا کہ وہ دوسرے آدمی کی تعریف کر رہا تھا اور اس کی تعریف میں مبالغہ کر رہا تھا تو آپ نے فرمایا: تم نے اس آدمی کی کمر توڑ دی۔ (متفق علیہ) الاظراء: کسی کی تعریف میں مبالغہ کرنا۔

(1794) وَعَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا يُثَنِّي عَلَى رَجُلٍ وَيُطْرِيهِ فِي الْمِدْحَةِ، فَقَالَ: "أَهْلَكُكُمْ - أَوْ قَطَعْتُكُمْ - ظَهَرَ الرَّجُلُ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. "وَالْإِظْرَاءُ: الْمُبَالَغَةُ فِي الْمَدْحِ."

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب ما یکره من الاطناب فی المدح ولیقل ما یعلم، جلد 2، ص 947، رقم 2520 صحیح مسلم، باب النهی عن المدح اذا کان فیہ افراط وخیف منه فتنة، جلد 8، ص 228، رقم 7696 السنن الکبریٰ للبیہقی، باب الشاعر یمدح الناس بما لیس فیہم حتی یكون ذلک کثیرا، جلد 6، ص 242، رقم 21666 جامع الاصول لابن اثیر، کتاب الثالث فی المدح جلد 11، صفحہ 52، رقم 8519 مسند امام احمد، حدیث ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ، جلد 4، ص 412، رقم 19707

شرح حدیث: تعریف پسندی

کچھ مرد اور عورتیں اس خراب عادت میں مبتلا ہیں کہ جو شخص ان کے منہ پر ان کی تعریف کر دے وہ اس سے خوش ہو جاتے ہیں اور جو شخص ان کے عیبوں کی نشاندہی کر دے اس پر مارے غصہ کے آگ بگولا ہو جاتے ہیں۔ آدمی کی یہ خصلت بھی نہایت ناقص اور بہت بری عادت ہے۔ اپنی تعریف کو پسند کرنا اور اپنی تنقید پر ناراض ہو جانا یہ بڑی بڑی گمراہیوں اور گناہوں کا سرچشمہ ہے اس لئے اگر کوئی شخص تمہاری تعریف کرے تو تم اپنے دل میں سوچو اگر واقعی وہ خوبی تمہارے اندر موجود ہو تو تم اس پر خدا کا شکر ادا کرو کہ اس نے تم کو اس کی توفیق عطا فرمائی اور ہرگز اپنی اس خوبی پر اکترا کر خوش نہ ہو جاؤ۔ اور اگر کوئی شخص تمہارے سامنے تمہاری خامیوں کو بیان کرے تو ہرگز ہرگز اس پر ناراضگی کا اظہار نہ کرو۔ بلکہ اس کو اپنا مخلص دوست سمجھ کر اس کی قدر کرو اور اپنی خامیوں کی اصلاح کر لو اور اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کر لو کہ ہر تعریف کرنے والا دوست نہیں ہوا کرتا۔ اور ہر تنقید کرنے والا دشمن نہیں ہوا کرتا۔ قرآن وحدیث کی مقدس تعلیم سے پتا چلتا ہے کہ اپنی تعریف پر خوش ہو کر پھول جانے والا آدمی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بے حد ناپسند ہے اور اس قسم کے مردوں اور عورتوں کے ارد گرد اکثر چاپلوسی کرنے والوں کا مجمع اکٹھا ہو جایا کرتا ہے اور یہ خود غرض لوگ تعریفوں کا پل باندھ کر آدمی کو بے وقوف بنایا کرتے ہیں۔ اور جھوٹی تعریفوں سے آدمی کو الو بنا کر اپنا مطلب نکال لیا کرتے ہیں۔ اور پھر لوگوں سے اپنی مطلب برآری اور بیوقوف بنانے کی داستان بیان کر کے لوگوں کو خوش طبعی اور ہنسنے ہنسانے کا سامان فراہم کرتے رہتے ہیں۔ لہذا ہر مرد و عورت کو چاپلوسی کرنے والوں اور منہ پر تعریف کرنے والوں کی عیارانہ چالوں سے ہوشیار رہنا چاہیے۔ اور ہرگز ہرگز اپنی تعریف سن کر خوش نہ ہونا چاہیے۔ (جنی زیور ۱۳۲)

حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک شخص کا ذکر ہوا تو ایک آدمی نے

(1795) وَعَنْ أَبِي بَكْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ

أَحَدًا ذُكِرَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَثَلِي

عَلَيْهِ رَجُلٌ خَلِدًا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "وَيْحَكَ! قَطَعْتَ عُنُقَ صَاحِبِكَ يَقُولُهُ مِرَاثًا: "إِنْ كَانَ أَحَدُكُمْ مَادِحًا لَا مَحَالَةَ فَلْيَقُلْ: أَحْسِبُ كَذَا وَكَذَا إِنْ كَانَ يَزِي أَنَّهُ كَذَلِكَ وَحَسِبُهُ اللَّهُ، وَلَا يُزَكِّي عَلَى اللَّهِ أَحَدٌ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

اس کی تعریف کی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تجھ پر افسوس ہے تو نے اپنے ساتھی کی گردن کو توڑ دیا ہے۔ آپ یہ بار بار فرماتے رہے۔ پھر آپ نے فرمایا: تم نے اگر ہر صورت میں کسی کی تعریف کرنی ہی ہو تو یوں کہا کرو کہ میرا گمان ہے کہ وہ ایسا ہے۔ اگر وہ اسکو ایسا سمجھتا ہو اور اس کا حساب اللہ کے سپرد ہے اور اللہ کے سامنے کوئی آدمی پاک بازی کا دعویٰ مت کرے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب ما یکرہ من التمداح، جلد 8، صفحہ 18، رقم 6061 صحیح مسلم، باب النہی عن المدح اذا کان فیہ افراط و خیف منہ فتنہ، جلد 8، ص 227، رقم 7693 السنن الکبریٰ للبیہقی، باب الشاعر بمدح الناس بما لیس فیہم حتی یكون ذلک کثیرا، جلد 10، ص 242، رقم 21664 سنن ابوداؤد، باب فی کراہیۃ التمداح، جلد 4، صفحہ 401، رقم الحدیث 4807 سنن ابن ماجہ، باب المدح، جلد 2، صفحہ 1232، رقم الحدیث 3744

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی بہت زیادہ تعریف کی بہت مبالغہ سے، غالباً وہ شخص وہاں موجود ہوگا جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے دیکھو

مرقات۔

یعنی وہ شخص ایسی طبیعت کا ہے کہ تیری تعریف سن کر مغرور و متکبر ہو جاوے گا ایسے شخص کی منہ پر تعریف اسے نقصان دیتی ہے۔ خیال رہے کہ بعض لوگ اپنی تعریف سن کر اور زیادہ نیکیاں کرنے لگتے ہیں اور بعض لوگ غرور میں آجاتے ہیں پہلے قسم کے لوگوں کے منہ پر تعریف کرنا مفید ہے، دوسرے لوگوں کے لیے نقصان دہ یہاں دوسری صورت کا ذکر ہے۔

یعنی کسی کی تعریف کرنے کی دو شرطیں ہیں: ایک یہ کہ یقین کے ساتھ تعریف نہ کرے کہ وہ ایسا ہی ہے بلکہ اپنے خیال کا اظہار کرے۔ دوسرے یہ کہ جو سمجھتا ہو وہ ہی کہے اگر واقعی اسے اچھا سمجھتا ہے تو اچھا کہے دل میں برا جاننا منہ سے اچھا کہنا جھوٹ بھی ہے اور خوشامد بھی۔

یعنی واقعہ کی گواہی نہ دے کہ واللہ وہ بہت ہی اچھا ہے مگر یہ تمام شرائط اس کے متعلق ہیں جس کی برائی بھلائی نص سے ثابت نہ ہو۔ حضرات انبیاء خصوصاً حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کے آل و اصحاب کی تعریفیں کامل یقین سے کرے اور خوب کرے مثلاً میں کہہ سکتا ہوں کہ قسم رب تعالیٰ کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہ اللہ کے پیارے بندے ہیں، یوں ہی وہ حضرات جنہیں مخلوق ولی اللہ کہتی ہے انہیں ہم یقین سے ولی کہہ سکتے ہیں کہ مخلوق کی زبان خالق کا قلم ہے لہذا یہ حدیث نہ تو آیت قرآنیہ کے خلاف ہے نہ دوسری احادیث کے، حضور فرماتے ہیں انتم شهداء اللہ فی الارض۔

حضرت ہمام بن حارث حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تعریف کرنے لگا تو حضرت مقداد رضی اللہ عنہ قصداً گھنٹوں کے بل بیٹھ گئے اور اس کے منہ میں کنکریاں ڈالنے لگے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہیں کیا ہو گیا۔ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم تعریف میں مبالغہ کرنے والوں کو دیکھو تو ان کے منہ میں مٹی ڈالو۔ (مسلم) یہ تمام احادیث ممانعت کی ہیں اور اس کے جواز میں بھی بہت سی صحیح احادیث آئی ہیں۔ علماء نے ان احادیث میں تطبیق کی صورت یہ بتائی ہے کہ اگر جس کی تعریف کی جا رہی ہے وہ مکمل ایمان اور یقین رکھتا ہو ہے اور اسے ریاضت نفس اور کامل معرفت بھی حاصل ہو جس کی وجہ سے اس تعریف سے اس کے فتنے میں مبتلا یا نفس کے فریب میں مبتلا ہونے کا ڈر نہ ہو اور نہ اس تعریف سے وہ خوش ہوتا ہو تو یہ نہ حرام ہے اور نہ مکروہ اور اگر اس کے بارے میں ان چیزوں کا خطرہ ہو تو پھر اس کے منہ پر اس کی تعریف کرنا سخت ناپسندیدہ ہے۔ اسی تفصیل پر اس بارے میں مختلف احادیث کو محمول کیا جائے گا اور جو احادیث جائز ہونے کے بارے میں ہیں ان میں سے ایک وہ ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: مجھے امید ہے کہ تم ان لوگوں میں سے ہو گے یعنی ان لوگوں میں سے جن کو جنت میں داخل ہوتے وقت جنت کے تمام دروازوں سے بلایا جائے گا۔ اور ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم ان لوگوں میں

(1796) وَعَنْ هَمَامِ بْنِ الْحَارِثِ عَنِ الْبِقْدَادِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَجُلًا جَعَلَ يَمْدَحُ عُمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَعَبِدَ الْبِقْدَادُ، فَجَعَلَ عَلَى رُكْبَتَيْهِ، فَجَعَلَ يَحْمُو فِي وَجْهِهِ الْحَصْبَاءَ. فَقَالَ لَهُ عُمَانُ: مَا شَأْنُكَ؟ فَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِذَا رَأَيْتُمُ الْمَدَاحِينَ، فَاحْتُوا فِي وُجُوهِهِمُ التُّرَابَ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ. فَهَذِهِ الْأَحَادِيثُ فِي النَّهْيِ، وَجَاءَ فِي الْإِبَاحَةِ أَحَادِيثُ كَثِيرَةٌ صَحِيحَةٌ. قَالَ الْعُلَمَاءُ: وَطَرِيقُ الْجَمْعِ بَيْنَ الْأَحَادِيثِ أَنْ يُقَالَ: إِنْ كَانَ الْمَدْمُوحُ عِنْدَهُ كِتَابُ إِيْمَانٍ وَيَقِينٍ، وَرِيَاضَةٌ نَفْسٍ، وَمَعْرِفَةٌ تَامَّةٌ بِحَيْثُ لَا يَفْتِنُ، وَلَا يَغْتَرُّ بِذَلِكَ، وَلَا تَلْعَبُ بِهِ نَفْسُهُ، فَلَيْسَ بِحَرَامٍ وَلَا مَكْرُوهٍ، وَإِنْ خِيفَ عَلَيْهِ شَيْءٌ مِنْ هَذِهِ الْأُمُورِ، كَرِهَةَ مَدْحِهِ فِي وَجْهِهِ كَرَاهَةً شَدِيدَةً، وَعَلَى هَذَا التَّفْصِيلِ تُنَزَّلُ الْأَحَادِيثُ الْمُخْتَلِفَةُ فِي ذَلِكَ. وَمِمَّا جَاءَ فِي الْإِبَاحَةِ قَوْلُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: «أَرْجُو أَنْ تَكُونَ مِنْهُمْ» أَيْ مِنَ الَّذِينَ يُدْعَوْنَ مِنْ جَمِيعِ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ لِدُخُولِهَا. وَفِي الْحَدِيثِ الْآخِرِ: «لَسْتُ مِنْهُمْ»: أَيْ لَسْتُ مِنَ الَّذِينَ يُسْبَلُونَ أَرْزَهُمْ خِيَلًا. وَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: «مَا رَأَى الشَّيْطَانُ سَالِكًا فَجًّا إِلَّا سَلَكَ فَجًّا غَيْرَ فَجِّكَ».

سے نہیں ہو جو تکبر کی وجہ سے چادر ٹخنوں کے نیچے لٹکاتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: جب شیطان تمہیں کسی راستے پر چلتا دیکھتا ہے تو وہ اس راستے کو چھوڑ کر اور راستہ اختیار کر لیتا ہے اور جائز ہونے میں اور بھی کثرت سے احادیث آئی ہیں جن میں سے کچھ احادیث میں نے اپنی کتاب ”الاذکار“ میں بیان کر دی ہیں۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب النہی عن المدح اذا کان فیہ افراط و خیف منہ فتنة، جلد 8، ص 228، رقم 7698 صحیح ابن حبان، باب المدح، جلد 13، صفحہ 83، رقم 5770 الاداب المفرد للبخاری، باب یحیی فی وجوہ المداحین، صفحہ 141، رقم 259 مسند امام احمد حدیث المقداد بن الاسود رضی اللہ عنہ، جلد 6، ص 5، رقم 23874 مسند ابن ابی شیبہ، حدیث المقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ، صفحہ 685، رقم 485

شرح حدیث: اور ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ نے حضرت ابو بکر صدیق سے فرمایا: تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو جو تکبر کی وجہ سے چادر ٹخنوں کے نیچے لٹکاتے ہیں اور رسول اللہ نے حضرت عمر سے فرمایا: جب شیطان تمہیں کسی راستے پر چلتا دیکھتا ہے تو وہ اس راستے کو چھوڑ کر اور راستہ اختیار کر لیتا ہے۔

تعریف کرنا

بعض مقامات پر تعریف کرنا منع ہے اور مذمت کرنا تو صریح غیبت اور عزت کے درپے ہونا ہے اس کا حکم گزر چکا ہے، تعریف کرنے میں چھ آفات ہیں، چار آفات کا تعلق تعریف کرنے والے سے اور دو کا تعلق اس کے ساتھ ہے جس کی تعریف کی جائے۔

تعریف کرنے والے کے لئے آفات

- (۱)۔۔۔۔۔ حد سے بڑھ کر تعریف کرتا ہے یہاں تک کہ جھوٹ میں داخل ہو جاتا ہے۔
- (۲)۔۔۔۔۔ اظہار محبت کے لئے تعریف کرتا ہے اور اس میں ریاء کاری کو داخل کر دیتا ہے۔
- (۳)۔۔۔۔۔ بعض اوقات بغیر تحقیق کے بات کرتا ہے اور اس پر مطلع نہیں ہوتا۔
- (۴)۔۔۔۔۔ ممدوح (یعنی جس کی تعریف کی جائے اس) کو خوش کرتا ہے حالانکہ وہ ظالم یا فاسق ہوتا ہے اور یہ جائز نہیں۔ نبی اکرم، رسول محتشم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عبرت نشان ہے:

إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَغْضَبُ إِذَا مَدِحَ الْفَاسِقُ۔

 ترجمہ: جب فاسق کی تعریف کی جائے تو اللہ غمزہ و جھل ناراضگی فرماتا ہے۔

(موسوعۃ لابن ابی الدنیا، کتاب القنوت و آداب اللسان، باب الغیۃ التي یحل۔۔۔۔۔ الخ، الحدیث ۲۳۰، ج ۷، ص ۱۵۴)

ممدوح کے لئے آفات

دو اعتبار سے تعریف ممدوح (یعنی جس کی تعریف کی جائے اس) کے لئے نقصان دہ ہے۔

(۱)۔۔۔۔۔ اس میں تکبر اور خود پسندی آجاتی ہے۔

(۲)۔۔۔۔۔ جب اس کی اچھی تعریف کی جاتی ہے تو خوش ہوتا ہے اور اپنے نفس پر مطمئن ہوتا ہے اور اس کی کوتاہی کو بھول جاتا ہے لہذا اس کی نیکی کی کوشش میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔ اسی لئے نبی اکرم، نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تَقَطَّعَتْ عُنُقُ صَاحِبِكَ، وَيُحَكُّ لَوْ سَبَعَهَا مَا أَفْدَحَ۔

ترجمہ: تم نے اپنے دوست کی گردن کاٹ دی، تیری خرابی ہو اگر وہ اسے سنتا تو کامیابی نہ پاتا۔

(السند للامام احمد بن حنبل، حدیث ابی بکرہ نفع بن الحارث بن کلدہ، الحدیث ۲۰۵۳، ج ۷، ص ۳۳۳، بتقدم و تاخر) (باب الاحیاء ص ۲۴۵-۲۴۶)

اور جائز ہونے میں اور بھی کثرت سے احادیث آئی ہیں جن میں سے کچھ احادیث میں نے اپنی کتاب ”الاذکار“ میں بیان کر دی ہیں۔

وَالْأَحَادِيثُ فِي الْإِبَاحَةِ كَثِيرَةٌ، وَقَدْ ذَكَرْتُ بَعْضَ مِمَّنْ أَطْرَافَهَا فِي كِتَابِ الْأَذْكَارِ۔

218- بَابُ كَرَاهَةِ الْخُرُوجِ مِنْ بَلَدٍ

وَوَقَعَ فِيهَا الْوَبَاءُ فِرَارًا مِنْهُ

وَكَرَاهَةِ الْقُدُومِ عَلَيْهِ

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (إِنَّمَا تَكُونُوا يُدْرِكُكُمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِي بُرُوجٍ مُّشِيدَةٍ) (النساء: 78)

جس علاقہ میں وبا پھیل جائے

وہاں سے فرار ہونا اور باہر سے

اس علاقہ میں آنا پسندیدہ ہے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تم جہاں کہیں ہو موت تمہیں آ لے گی اگرچہ مضبوط قلعوں میں ہو اور انہیں کوئی بھلائی پہنچے۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو۔

وَقَالَ تَعَالَى: (وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ) (البقرة: 195)

(1797) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما ملک شام کی طرف نکلے

اور مقام سرغ میں پہنچے تو لشکر کے امراء یعنی حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہما اور ان کے ساتھی آ

أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ خَرَجَ إِلَى الشَّامِ حَتَّى إِذَا كَانَ بِسَرِغٍ لَقِيَهُ أُمَرَاءُ الْأَجْنَادِ - أَبُو

عَبِيدَةَ بْنِ الْجَرَّاحِ وَأَصْحَابُهُ - فَأَخْبَرُوهُ أَنَّ الْوَبَاءَ قَدْ

وَقَعَ بِالشَّامِ. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فَقَالَ لِي عُمَرُ: ادْعُ
 لِي الْمُهَاجِرِينَ الْأُولِيْنَ، فَدَعَوْتُهُمْ فَاسْتَشَارَهُمْ
 وَأَخْبَرَهُمْ أَنَّ الْوَبَاءَ قَدْ وَقَعَ بِالشَّامِ، فَاخْتَلَفُوا،
 فَقَالَ بَعْضُهُمْ: خَرَجْتَ لِأَمْرٍ، وَلَا نَرَى أَنْ تَرْجِعَ
 عَنْهُ. وَقَالَ بَعْضُهُمْ: مَعَكَ بَقِيَّةُ النَّاسِ وَأَصْحَابُ
 رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَا نَرَى أَنْ
 تُقَدِّمَهُمْ عَلَى هَذَا الْوَبَاءِ. فَقَالَ: ارْتَفِعُوا عَنِّي. ثُمَّ
 قَالَ: ادْعُ لِي الْأَنْصَارَ، فَدَعَوْتُهُمْ، فَاسْتَشَارَهُمْ،
 فَسَلَكُوا سَبِيلَ الْمُهَاجِرِينَ، وَاخْتَلَفُوا
 كَاخْتِلَافِهِمْ، فَقَالَ: ارْتَفِعُوا عَنِّي. ثُمَّ قَالَ: ادْعُ
 لِي مَنْ كَانَ هَاهُنَا مِنْ مَشِيخَةِ قُرَيْشٍ مِنْ مَهَاجِرَةِ
 الْفَتْحِ، فَدَعَوْتُهُمْ، فَلَمْ يَخْتَلِفْ عَلَيْهِ مِنْهُمْ
 رَجُلَانِ، فَقَالُوا: نَرَى أَنْ تَرْجِعَ بِالنَّاسِ، وَلَا
 تُقَدِّمَهُمْ عَلَى هَذَا الْوَبَاءِ، فَنَادَى عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ
 عَنْهُ فِي النَّاسِ: إِنِّي مُصَبِّحٌ عَلَى ظَهْرٍ، فَأَصْبَحُوا
 عَلَيْهِ، فَقَالَ أَبُو عَبِيدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ:
 أفراراً من قَدْرِ اللَّهِ؟ فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: لَوْ
 غَيْرَكَ قَالَهَا يَا أَبَا عَبِيدَةَ! - وَكَانَ عُمَرُ يَكْرَهُ خِلَافَهُ
 - نَعَمْ، نَفَرُ مِنْ قَدْرِ اللَّهِ إِلَى قَدْرِ اللَّهِ، أَرَأَيْتَ لَوْ
 كَانَ لَكَ إِبِلٌ، فَهَبَطْتَ وَادِيًّا لَهُ عُدْوَتَانِ، إِحْدَاهُمَا
 خَضْبَةٌ، وَالْأُخْرَى جَدْبَةٌ، أَلَيْسَ إِنْ رَعَيْتَ الْخَضْبَةَ
 رَعَيْتَهَا بِقَدْرِ اللَّهِ، وَإِنْ رَعَيْتَ الْجَدْبَةَ رَعَيْتَهَا
 بِقَدْرِ اللَّهِ؟ قَالَ: فَجَاءَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ رَضِيَ
 اللَّهُ عَنْهُ، وَكَانَ مُتَعَبِّبًا فِي بَعْضِ حَاجَتِهِ، فَقَالَ: إِنَّ
 عِنْدِي مِنْ هَذَا عَلْمًا، سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

آ کر ملے اور ان لوگوں نے اطلاع دی کہ ملک شام میں
 وباء پھیلی ہوئی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ
 فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا کہ
 مہاجرین اولین کو بلاؤ۔ پس میں نے انہیں بلایا۔
 حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے مشورہ لیا اور اطلاع دی کہ
 ملک شام میں وباء پھیل چکی ہے۔ پس ان کی آراء میں
 اختلاف پیدا ہو گیا۔ بعض نے کہا آپ ایک کام کے
 لئے نکلے ہیں تو یہ مناسب نہیں کہ آپ اس کو حاصل کیے
 بغیر واپس چلے جائیں اور بعض نے کہا آپ کے پاس
 بہترین لوگ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام ہیں اور ہم
 یہ نہیں سمجھتے کہ آپ انہیں اس وباء کی طرف لے جائیں
 گے۔ پھر آپ نے فرمایا: تم میرے پاس سے اٹھ جاؤ۔
 پھر مجھے کہا کہ انصار کو بلاؤ۔ پس میں نے ان کو بلایا اور
 آپ نے ان سے مشورہ طلب کیا۔ وہ بھی مہاجرین کے
 راستے پر چلے اور اسی طرح اختلاف کیا جیسا کہ انہوں
 نے کیا تھا۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا: میرے پاس سے
 اٹھ جاؤ۔ پھر فرمایا: میرے پاس قریش کے بوڑھے
 لوگوں کو بلاؤ جنہوں نے فتح مکہ کے موقع پر ہجرت کی۔
 میں نے ان کو بلایا۔ ان میں سے دو آدمیوں نے بھی
 اختلاف نہ کیا بلکہ سب نے کہا کہ ہماری رائے یہ ہے کہ
 آپ لوگوں کے ساتھ لوٹ جائیں اور اس وباء کی طرف
 آگے نہ بڑھیں۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں
 اعلان کر دیا کہ ہم صبح واپسی کے لئے سوار ہوں گے تم بھی
 تیاری کر لو۔ اس پر حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے کہا
 کیا آپ اللہ کی تقدیر سے فرار ہو کر واپس جا رہے ہیں؟

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "إِذَا سَمِعْتُمْ بِهِ بَارِضٌ فَلَا تَقْدِمُوا عَلَيْهِ، وَإِذَا وَقَعَ بَارِضٌ وَأَنْتُمْ بِهَا فَلَا تَخْرُجُوا فِرَارًا مِنْهُ فَحَيْدَ اللَّهِ تَعَالَى جُمُرٌ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَأَنْصَرَفَ مُتَّفِقٌ عَلَيْهِ وَالْعُدْوَةُ: جَانِبِ الْوَادِي."

تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابو عبیدہ! اگر تمہارے علاوہ کوئی اور یہ بات کہتا تو کوئی بات نہیں تھی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کی مخالفت کو ناپسند کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا: ہاں! ہم اللہ کی تقدیر سے اللہ کی تقدیر کی طرف بھاگ رہے ہیں۔ تم یہ بتاؤ کہ اگر تمہارے پاس ایک اونٹ ہو اور تم اس اونٹ کو لے کر ایک وادی میں اترو جس کے دو کنارے ہوں۔ ایک سرسبز اور دوسرا خشک کیا تو ایسا نہیں کہ اگر آپ اونٹوں کو سرسبز حصے میں چرائیں گے تو اللہ کی تقدیر سے چرائیں گے اور اگر آپ قحط زدہ حصہ میں جائیں تو اللہ کی تقدیر سے چرائیں گے۔ حضرت عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ اس دوران حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ آگے جو اپنے کسی کام کی وجہ سے پہلے وہاں نہیں تھے۔ انہوں نے عرض کیا: میرے پاس اس معاملے کے بارے میں معلومات ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب تم سنو کہ کسی جگہ پر کوئی وبا پھیلی ہوئی ہے تو وہاں مت جاؤ اور جب کسی ایسی جگہ وبا پھیلے جہاں تم موجود ہو تو اس سے بھاگنے کے لئے وہاں سے مت نکلو۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی تعریف کی اور واپس آگئے۔ (متفق علیہ) الْعُدْوَةُ: وادی کا کنارہ۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب ما یدکر فی الطاعون، جلد 5، ص 216، رقم 5397 صحیح مسلم، باب الطاعون والطیبة والکھانة و لیموها، جلد 7، صفحہ 29، رقم 5915 الآداب للبیہقی، باب الوباء یقع بأرض، صفحہ 213، رقم 353 مؤطا امام مالک، باب ما جاء فی الطاعون، جلد 2، صفحہ 894، رقم 1587 صحیح ابن حبان، باب ما جاء فی الصبر و ثواب، جلد 7، صفحہ 218، رقم 2953 شرح حدیث: امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں ایک جگہ فرماتے ہیں: طاعون کے خوف سے شہر یا محلہ یا گھر چھوڑ کر بھاگنا حرام و گناہ کبیرہ ہے، اس کا کافی بیان ہمارے رسالہ تیسیر الماعون لیسکن فی الطاعون میں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الفار من الطاعون كالفار من الزحف۔

طاعون سے بھاگنے والا ایسا ہے جیسا کفار کو پیٹھ دے کر بھاگنے والا۔

(مسند امام احمد بن حنبل عن عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۸۲، ۱۳۵، ۲۵۵) (الزواجر الکبیرة التمسحہ والتسعون بعد

الثلاثاء دار الفکر بیروت ۲/ ۸۸-۲۸۷)

جس کے لئے قرآن عظیم میں فرمایا کہ اس کا ٹھکانا جہنم ہے، ایسا نفر من قدر اللہ الی قدر اللہ جہاد سے بھاگنے والا بھی کہہ سکتا ہے وہ بھی بھاگ کر تقدیر ہی میں جائے گا مگر اس بھاگنے کا منتہی جہنم ہے، طاعون عموماً شام میں تھا امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں کے عزم سے روانہ ہو چکے تھے جب سرحد شام و حجاز موضع سرغ پر پہنچے ہیں خبر پائی کہ شام میں شدت طاعون ہے امیر المؤمنین نے مہاجرین کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مشورہ کیا بعض نے کہا حضرت کام کے لئے چلے ہیں رجوع نہ چاہئے بعض نے کہا حضرت کے ساتھ بقیہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ہماری رائے نہیں کہ انہیں واپس کر لیں، پھر انصار کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بلا یا وہ بھی یوں مختلف ہوئے پھر اکابر المؤمنین فتح کو بلا یا انہوں نے بالاتفاق نہ جانے کی رائے دی امیر المؤمنین نے واپسی کی ندا کر دی، اس پر حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: افرار من قدر اللہ کیا تقدیر الہی سے بھاگنا، امیر المؤمنین نے فرمایا: کاش کوئی اور ایسا کہتا نعم نفر من قدر اللہ الی قدر اللہ ہاں ہم تقدیر الہی سے تقدیر الہی کی طرف بھاگتے ہیں۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی کام کو گئے ہوئے تھے جب واپس آئے انہوں نے کہا مجھے اس مسئلہ کے حکم کا علم ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا:

اذا سبعتم به بارض فلا تقدموا عليه واذا وقع بارض واتتم بها فلا تخروا جوارا امنه۔

(صحیح البخاری کتاب الطب باب ما یذکر فی الطاعون قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۵۳)

جب تم کسی زمین میں طاعون ہونا سنو تو وہاں طاعون کے سامنے نہ جاؤ اور جب تمہاری جگہ واقع ہو تو اس سے بھاگنے کو نہ نکلو۔ اس پر امیر المؤمنین حمد الہی بجالائے کہ ان کا اجتہاد موافق ارشاد واقع ہو اور واپس ہو گئے۔

ایسی جگہ نفر من قدر اللہ الی قدر اللہ کہنا ٹھیک ہے کہ موافق حکم ہے، طاعون سے بھاگنا فسق ہے بھاگنے والوں سے فاسقوں کا سا برتاؤ چاہئے، بدعت بمعنی بد مذہبی نہیں، ہاں اگر احادیث صحیحہ مشہورہ میں ارشاد قدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم معلوم ہے اور انہیں رد کرتا اور اپنی نامرادی و بزردی کے حکم کو ان پر ترجیح دیتا ہے تو ضرور بد مذہب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ رضویہ، ج ۲۳، ص ۲۰۵)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

(1798) وَعَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم کسی علاقے میں طاعون

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِذَا سَمِعْتُمْ

پھلنے کی خبر سنو تو وہاں مت جاؤ اور اگر تم ایسی جگہ پر

الطَّاعُونَ بِأَرْضٍ، فَلَا تَدْخُلُوهَا، وَإِذَا وَقَعَ بِأَرْضٍ

وَأَنْتُمْ فِيهَا، فَلَا تَخْرُجُوا مِنْهَا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. موجود ہو جہاں یہ بیماری پھیل جائے تو وہاں سے مت نکلو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب ما یذکر فی الطاعون، جلد 7، صفحہ 130، رقم 5728 صحیح مسلم، باب الطاعون والطیرۃ والکفایۃ ونحوها، جلد 7، صفحہ 26، رقم 5903 الاصاب للمیثقی، باب الوباء یقع بأرض، جلد 1، صفحہ 212، رقم 352 مؤطا امامہ مالک، باب ما جاء فی الطاعون، جلد 2، ص 894، رقم 1587 سنن ابوداؤد، باب الخرج من الطاعون، جلد 3، ص 153، رقم 3105 شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ بنی اسرائیل تھے جن سے کہا گیا تھا کہ تم توبہ کے لیے بیت المقدس میں سجدہ کرتے ہوئے جاؤ تو وہ گھسٹتے ہوئے گئے تھے، انہیں پر طاعون بھیجا گیا جس سے ایک ساعت میں چوبیس ہزار ہلاک ہو گئے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِّنَ السَّمَاءِ۔ اس سے معلوم ہوا کہ محبوبوں کے شہروں کی بے ادبی کرنے پر عذاب الہی آجاتا ہے۔ کیونکہ یہ ایک بلاء ہے اور بلاء میں خود جانا نہیں چاہیے اور جب آجائے تو گھبرانا نہیں چاہیے۔ خیال رہے کہ بلاء سے فرار نہیں بچاتا بلکہ استغفار بچاتا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی طاعون کی جگہ سے کسی ضرورت کے لیے باہر جائے مضانقہ نہیں، بھاگنے کی نیت سے نکلنا گناہ ہے۔ (بزاؤ النایح، ج 2 ص 443)

جاد و سحر حرام ہے

219- بَابُ التَّغْلِيظِ فِي تَحْرِيمِ السِّحْرِ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور سلیمان نے کفر نہ کیا ہاں

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ وَلَكِنَّ

شیطان کا فر ہوئے لوگوں کو جادو سکھاتے ہیں۔

الشَّيَاطِينُ كَفَرُوا يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ)

(البقرة: 102)

شرح: حضرت صدرالافاضل سیدنا مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی خزائن العرفان میں اس کے

تحت لکھتے ہیں:

شان نزول: حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں بنی اسرائیل جادو سیکھنے میں مشغول ہوئے تو آپ نے ان کو اس سے روکا اور ان کی کتابیں لے کر اپنی کرسی کے نیچے دفن کر دیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے کی وفات کے بعد شیاطین نے وہ کتابیں نکلوا کر لوگوں سے کہا کہ سلیمان علیہ السلام اسی کے زور سے سلطنت کرتے تھے بنی اسرائیل کے صلحاء و علماء نے تو اس کا انکار کیا لیکن ان کے جہاں جادو کو حضرت سلیمان علیہ السلام کا علم بتا کر اس کے سیکھنے پر ٹوٹ پڑے۔ انبیاء کی کتابیں چھوڑ دیں اور حضرت سلیمان علیہ السلام پر ملامت شروع کی سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ تک اسی حال پر رہے اللہ تعالیٰ نے حضور پر حضرت سلیمان علیہ السلام کی براءت میں یہ آیت نازل فرمائی۔ (خزائن العرفان)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

(1799) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنْ

اللہ ﷻ نے فرمایا: سات ہلاک کر دینے والی چیزوں

التَّبَيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «اجْتَنِبُوا

السَّبْعَ الْمُؤَبَّاتِ". قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَمَا هُنَّ؟ قَالَ: "الشِّرْكُ بِاللَّهِ، وَالسِّحْرُ، وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ، وَאَكْلُ الرِّبَا، وَאَكْلُ مَالِ الْيَتِيمِ، وَالتَّوَلَّى يَوْمَ الزَّحْفِ، وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

سے بچو۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ! وہ کیا ہیں؟ تو آپ (ﷺ) نے فرمایا: اللہ کے ساتھ شرک کرنا، جادو کرنا، کسی کو ناحق قتل کرنا، جس کو اللہ نے حرام کیا، سوائے حق کے سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، لڑائی کے وقت بھاگ جانا، پاک دامن مومن غافل عورتوں پر تہمت لگانا۔ (متفق علیہ)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(اللہ کے ساتھ شرک کرنا) یعنی مطلقاً کفر کیونکہ کوئی کفر گناہ صغیرہ نہیں سب کبیرہ ہیں۔

(جادو کرنا) یعنی جادو کرنا یا بلا ضرورت جادو سیکھنا۔ خیال رہے کہ جادو اتارنے کے لیے جادو سیکھنا جائز بلکہ ضروری ہے۔ اگر جادو میں الفاظ کفریہ ہیں تو جادو گر مرتد ہو جاتا ہے۔ ورنہ فقط مفسد دونوں قسم کے جادو گر واجب القتل ہیں۔ پہلا ارتداد اور فساد کی وجہ سے اور دوسرا فقط فساد کی بناء پر۔ (از اشعة اللمعات)

(سود کھانا) یعنی سود لینا خواہ کھائے خواہ پہنے یا کسی اور کام میں لائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ سود لینا گناہ کبیرہ ہے نہ کہ

دینا۔

(یتیم کا مال کھانا) یعنی ظلمنا اس کا مال مارنا کیونکہ یتیم رحم کے قابل ہے اس پر ظلم بدترین گناہ ہے۔

(لڑائی کے وقت بھاگ جانا) یعنی کفار کے مقابلہ سے بھاگ جانا کیونکہ اس میں غازیوں کو نقصان پہنچانا ہے اور

اسلام کی توہین۔ خیال رہے کہ جہاد سے بھاگنا گناہ کبیرہ جب ہے کہ بزوری سے ہو اگر کفار کا دباؤ بڑھ جانے سے مجبوراً

مورچہ چھوڑنا پڑے تو اس کا یہ حکم نہیں ایسے موقع پر ڈٹ جانا اور شہید ہو جانا افضل ہے لیکن پیچھے پھر جانا گناہ کبیرہ نہیں۔ تدبیر جنگی کی بنا پر پیچھے ہٹنا ثواب ہے۔

(عورتوں پر تہمت لگانا) زنا کا یعنی جو نیک بخت زنا کو جانتی بھی نہ ہوں انہیں تہمت لگانا گناہ ہے صراحۃً، ضمناً لہذا کسی

عورت کو غصہ میں زانیہ یا بد معاش کہنا بھی اسی میں داخل ہے۔ خیال رہے کہ نیک مرد اور چالاک عورتوں کو بھی زنا کی تہمت

لگانا گناہ ہے مگر غافلہ عورتوں کو تہمت لگانا بہت زیادہ گناہ ہے جس کی سزا دنیا میں اسی کوڑے اور آخرت میں سخت عذاب۔

مرقاۃ میں ہے کہ ۱۷ گناہ کبیرہ بہت سخت ہیں: چار دل کے: (۱) شرک و کفر (۲) گناہ پر اڑنے کی نیت (۳) اللہ کی

رحمت سے مایوسی (۴) عذاب پر امن۔ چار زبان میں: (۱) جھوٹی گواہی (۲) پاک دامنوں کی تہمت (۳) جھوٹی

قسم (۴) جادو۔ تین پیٹ کے گناہ: (۱) یتیم کا کھانا (۲) شراب پینا (۳) سود کھانا۔ دو شرم گاہ کے: (۱) زنا (۲)

لواطت۔ دو ہاتھ کے: (۱) چوری (۲) ناحق قتل۔ ایک پاؤں کا (۱) میدان جہاد سے بھاگ جانا۔ ایک سارے بدن

کا: (۱) یعنی والدین کی نافرمانی۔ (مزاہد النایج، ج ۱ ص ۵۰)

220- بَابُ التَّهْنِیِّ عَنِ الْمُسَافِرَةِ

بِالْبُصْحَفِ إِلَى بِلَادِ الْكُفَّارِ إِذَا

خِيفَتْ وَقُوْعُهُ بِأَيْدِي الْعَدُوِّ

کفار کے علاقہ میں قرآن پاک لے کر

جانا منع ہے جب اس بات کا خوف ہو کہ

ان کے ہاتھ لگ جائے گا

(1800) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا کہ قرآن حکیم

کے ساتھ دشمن کے علاقے میں سفر کیا جائے۔ (متفق علیہ)

تَهْنَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُسَافَرَ

بِالْقُرْآنِ إِلَى أَرْضِ الْعَدُوِّ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب السفر بالمصحف الى ارض العدو، جلد 1، صفحہ 56، رقم 2990 صحیح مسلم، باب التهنی

ان ليسافر بالمصحف الى ارض الكفار، جلد 6، ص 30، رقم 4946 السنن اللیبقی، باب لا يحمل المصحف الا طاهر ولا يقرأ القرآن

جنبه، ص 321، رقم 1011 المنتقى لابن الجارود، باب كراهية ادخال المصحف ارض العدو، ص 266، رقم 1064 مؤطا امام مالك،

باب التهنی عن أن ليسافر بالقرآن الى ارض العدو، جلد 2، صفحہ 446، رقم 962

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ نے اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ قرآن شریف سے مراد یہ ہی لکھا ہوا قرآن مجید ہے اور دشمن سے مراد کفار حربی ہیں اور جانے سے مراد وہ

جانا ہے جس میں کفار سے قرآن کریم کی بے حرمتی کا اندیشہ قوی ہو لہذا اگر لشکر اسلام قرآن شریف لے کر دار الحرب میں

جائے یا اکیلا مسلمان کفار کی امن لے کر وہاں جائے یا جو مسلمان کفار کی رعایا بن کر ان کے ملک میں رہتے ہوں اور ان

کے پاس قرآن شریف ہو تو کوئی مضائقہ نہیں کہ ان صورتوں میں قرآن کی بے حرمتی کا قوی اندیشہ نہیں لہذا اب قرآن کریم

کے پارسل کفار کے ملک میں بھیجنے یا خود کفار کے ہاتھ قرآن پاک فروخت کرنا یا کفار کے خط میں قرآنی آیت لکھنا یا انہیں

قرآن نسانا سب کچھ جائز ہے کہ یہ تبلیغ ہے، بعض شارحین نے فرمایا کہ یہاں قرآن سے مراد حافظ قرآن ہیں یا وہ صحیفے جن

میں زمانہ صحابہ میں قرآنی آیات لکھی ہوئی تھیں۔ مقصد یہ ہے کہ آج کل حافظ قراء اکیلے دشمن کے ملک میں نہ جائیں کہ اگر

یہ پہنچ کر دیئے گئے تو قرآن مجید ضائع ہو جائے گا یا یہ صحیفے لے کر دشمن کے ملک میں اکیلے نہ جاؤ کہ اگر یہ برباد ہو گئے تو

قرآن کریم کا بہت حصہ جاتے رہنے کا اندیشہ ہے۔ لمعات و مرقات نے فرمایا کہ اس میں غیبی خبر ہے کہ آئندہ قرآن کریم

کتابی شکل میں جمع ہوگا کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قرآن کریم کتابی شکل میں نہ تھا۔

اور لے کر اس کی توہین کرے یا تم کو واپس نہ دے یا اسے پھاڑ دے یا جلادے۔ (مزاہد النایج، ج 3 ص ۴۲۲)

کھانے پینے اور طہارت کے لیے

سونے اور چاندی کے برتنوں کا

استعمال منع ہے

221- بَابُ تَحْرِيمِ اسْتِعْمَالِ اِنَاءِ الذَّهَبِ

وَ اِنَاءِ الْفِضَّةِ فِي الْاَكْلِ وَالشَّرْبِ وَالطَّهَارَةِ

وَسَائِرِ وُجُوْهِ الْاِسْتِعْمَالِ

(1801) عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «الَّذِي يَشْرَبُ فِي آيَةِ الْفِضَّةِ، أَلْمَأُ يُهْرَجُ فِي بَطْنِهِ نَارٌ جَهَنَّمَ مُتَّفِقٌ عَلَيْهِ. وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: «إِنَّ الَّذِي يَأْكُلُ أَوْ يَشْرَبُ فِي آيَةِ الْفِضَّةِ وَالذَّهَبِ».

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص چاندی کے برتن میں پیتا ہے وہ گویا اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھرتا ہے۔ (متفق علیہ) اور مسلم کی ایک روایت میں ہے: بلاشبہ جو شخص سونے یا چاندی کے برتنوں میں کھاتا اور پیتا ہے۔

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آئیہ جمع ہے اداء کی بمعنی برتن، آئیہ کے معنی ہوئے برتنوں بروزن افعلة جمع قلت ہے۔

یہ جو بنا ہے جو جرقہ سے بمعنی شیر کی آواز، اب ہانڈی میں پانی کھولنے کی آواز کو جرقہ کہتے ہیں یعنی چاندی کے برتنوں میں پینا آگ جہنم پیٹ میں بھرنے کا سبب ہے اس لیے اس طرح فرمایا گیا۔ خیال رہے کہ آگ خود نہیں کھولتی بلکہ پانی کو کھولاتی ہے، یہاں کھولنے ایلنے کی نسبت آگ کی طرف مجازاً ہے جیسے جاری النہر۔

تمام علماء کا اس میں اتفاق ہے کہ چاندی سونے کے برتن میں کھانا پینا، اس کے چمچے استعمال کرنا، اس کی انگلیٹھی میں خوشبو سلگانا، اس کی عطردانی سے عطر لگانا، اس کے برتن سے وضو یا غسل کرنا، اس کے برتنوں سے چھت یا گھر سجانا، اس کی گھڑی میں وقت دیکھنا، اس کے قلم سے لکھنا، مرد و عورت، چھوٹے بڑے سب کو حرام ہے۔ عورتوں کو چاندی سونے کے صرف زیور پہننے کی اجازت ہے باقی دیگر استعمال ان کو بھی ویسے ہی حرام ہے جیسے مردوں کو حرام ہے۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ امام شافعی کا قول قدیم یہ تھا کہ سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا پینا مکروہ ہے، داؤد ظاہری کا قول ہے سونے چاندی کے برتنوں میں کچھ پینا حرام ہے ان میں کھانا یا اور طرح استعمال کرنا بالکل درست ہے مگر داؤد ظاہری کا یہ قول باطل ہے۔ اس مردود کے نزدیک سور کا صرف گوشت حرام ہے اور اس کے کلیجی گردے حلال ہیں، ضرورت میں پھنس جانے پر ان میں سے چیز نکال کر استعمال کرے جیسے سونے کی تیل دانی سے تیل لگانا پڑ جائے تو اس سے ہتھیلی پر تیل لوٹ لے پھر اسے سر میں مل لے۔ (مرقات و اشعہ) یوں ہی سونے چاندی کی سلائی سے سرمہ لگانا حرام ہے، ہاں علاج سونے کی سلائی آنکھ میں پھیرنا حلال کہ یہ علاج ہے نہ کہ استعمال، یوں ہی سونے چاندی وغیرہ کا کشتہ کھانا حلال ہے کہ یہ غذا ہے یا دوا۔

(مزاۃ المناجیح، ج ۳ ص ۴۲۲)

(1802) وَعَنْ حُدَيْفَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ:

«إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَانَا عَنِ الْحَرِيرِ وَالذِّيْبَاجِ وَالشَّرْبِ فِي آيَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ، وَقَالَ: «هُنَّ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا، وَهِيَ لَكُمْ فِي الْآخِرَةِ».

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو ریشم اور دیباج کے استعمال اور سونے چاندی کے برتن میں کھانے پینے سے منع فرمایا ہے اور فرمایا کہ یہ چیزیں دنیا میں کافروں کے لئے ہیں اور

آخرت میں تمہارے لئے ہیں۔ (متفق علیہ) بخاری اور مسلم کی ایک اور روایت میں ہے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا: تم ریشم اور دیباچ مت پہنو اور نہ سونے چاندی کے برتنوں میں کھاؤ اور پیو۔

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِي رِوَايَةٍ فِي الصَّحِيحَيْنِ عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «لَا تَلْبَسُوا الْحَرِيرَ وَلَا الدِّيبَاجَ وَلَا تَشْرَبُوا فِي إِنِيَّةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَلَا تَأْكُلُوا فِي صِصَافِهَا».

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

جس کپڑے کا تانا بانا یا صرف بانا ریشم کا ہو وہ مرد کو پہننا حرام ہے عورت کو حلال اور جس کا تانا ریشم کا ہو بانا سوت کا یا اون کا اس کا پہننا مرد کو بھی حلال ہے۔ ریشم سے مراد کپڑے کا ریشم ہے، دریائی ریشم یا سن کا ریشم سب کو حلال ہے کہ وہ حریر و دیباچ نہیں۔

یعنی کفار اگر سونے چاندی کے برتنوں میں کھائیں تم انہیں نہ روکو نہ ان سے لڑو مگر ان کی دیکھا دیکھی تم نہ پہنو تمہارے واسطے سونا چاندی جنت میں تیار ہے ان شاء اللہ خوب استعمال کرنا، اس ممانعت میں لاکھوں حکمتیں ہیں۔ اگر مسلمان مردوں نے سونے چاندی کے زیور پہننا شروع کر دیئے تو تلوار و بندوق سے جہاد کون کرے گا، مسلمان کا زیور علم اور ہتھیار ہیں۔ (بزاۃ المناجیح، ج ۳ ص ۳۲۲)

حضرت انس بن سیرین سے روایت ہے کہ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے ساتھ مجوس کے ایک گروہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اس دوران چاندی کے برتن میں فالودہ لایا گیا تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اسے نہ کھایا۔ ان سے کہا گیا کہ آپ اس کو بدل دیں تو انہوں نے اس کو ایک بڑے پیالے میں بدل کر دیا اور وہ لایا گیا تو آپ نے اسے کھالیا۔ اس حدیث کو امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حسن اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے۔ الخَلْنَجُ: پیالہ کو کہتے ہیں۔

(1803) وَعَنْ أَنَسِ بْنِ سِيرِينَ، قَالَ: كُنْتُ مَعَ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عِنْدَ نَفَرٍ مِنَ الْمَجُوسِ، فَبِئِجِيَ بِفَالُوذَجٍ عَلَى إِنَاءٍ مِّنْ فِضَّةٍ، فَلَمْ يَأْكُلْهُ، فَقِيلَ لَهُ: حَوِّلْهُ، فَحَوَّلَهُ عَلَى إِنَاءٍ مِّنْ خَلْنَجٍ وَجِئِي بِهِ فَأَكَلَهُ. رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ. الْخَلْنَجُ: الْجَفَنَةُ.

تخریج حدیث: السنن الکبریٰ للبیہقی، باب الممنوع من الاکل فی صحاف الذهب والفضة، جلد 1، ص 28، رقم 106

شرح حدیث: سونے چاندی کے برتنوں کا استعمال

صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی بہار شریعت حصہ 16

صفحہ 38, 39 پر لکھتے ہیں:

- ☆ سونے چاندی کے برتن میں کھانا پینا اور ان کی پیالیوں سے تیل لگانا یا ان کے عطر دان سے عطر لگانا یا ان کی انگیٹھی سے بخور کرنا (یعنی دھونی لینا) منع ہے اور یہ ممانعت مرد و عورت دونوں کے لیے ہے۔
- ☆ سونے چاندی کے چمچے سے کھانا، ان کی سلائی یا سرمہ دانی سے سرمہ لگانا، ان کے آئینہ میں منہ دیکھنا، ان کی قلم دوات سے لکھنا، ان کے لوٹے یا طشت سے وضو کرنا یا ان کی کرسی پر بیٹھنا، مرد و عورت دونوں کے لیے ممنوع ہے۔
- ☆ چائے کے برتن سونے چاندی کے استعمال کرنا ناجائز ہے۔
- ☆ سونے چاندی کی چیزیں محض مکان کی آرائش و زینت کے لیے ہوں، مثلاً قرینہ سے یہ برتن و قلم و دوات لگا دیے، کہ مکان آراستہ ہو جائے اس میں حرج نہیں۔ یوہیں سونے چاندی کی کرسیاں یا میز یا تخت وغیرہ سے مکان سجا رکھا ہے، ان پر بیٹھتا نہیں ہے تو حرج نہیں۔ (بہار شریعت حصہ 16 صفحہ 38, 39)
- خیال رہے کہ اگر کھانے پینے کا سامان سونے چاندی کے برتن میں موجود ہو تو کھانے کو ضائع نہ کیا جائے بلکہ اسے کسی اور قابل استعمال برتن میں پلٹ لیا جائے اور اس کھانے کو کھالیا جائے۔

زعفران سے رنگا ہوا

کپڑا پہننا منع ہے

222- بَابُ تَحْرِيمِ لِبَسِ

الرَّجُلِ ثَوْبًا مَزَعْفَرًا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولاللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرد کو زعفران سے رنگا ہوا کپڑا پہننے سے منع

فرمایا ہے۔ (متفق علیہ)

(1804) عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: نَهَى

النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَتَزَعْفَرَ الرَّجُلُ.

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب النهی عن التزعفر للرجال، جلد 7، صفحہ 153، رقم 5846 صحیح مسلم، باب النهی عن التزعفر للرجال، جلد 6، ص 155، رقم 5629 الاداب للبیہقی، باب نہی الرجال عن التزعفر وعن لبس البعصر، جلد 1، صفحہ 286، رقم 480 المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمه مقدمات، جلد 8، صفحہ 365، رقم 8888 سنن ابوداؤد، باب فی الخلق للرجال، جلد 4، ص 129، رقم 4181

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی اپنے کپڑے یا بدن میں زعفرانی رنگ استعمال کرنا مرد کے لیے ممنوع قرار دیا عورتوں کو یہ سب کچھ جائز ہے، بعض شارحین نے فرمایا کہ تھوڑا سا زعفرانی رنگ لگا لینا مرد کو جائز ہے زیادہ ممنوع ہے مگر حق یہ ہے کہ مطلقاً ممنوع ہے۔ جن احادیث سے اس جواز کا دھوکا ہوتا ہے ان میں رنگ لگ جاتا ہے لگانا نہیں لہذا یہ حدیث اپنے اطلاق پر ہے۔

(بازاۃ المناجیح، ج ۶ ص ۲۷۷)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت

(1805) وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ

ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے معصم سے رنگے ہوئے دو کپڑے پہنے ہوئے دیکھا تو آپ نے فرمایا: کیا تیری ماں نے تجھے یہ کپڑے پہننے کا حکم دیا ہے؟ میں نے عرض کیا: کیا میں دھودوں؟ آپ نے فرمایا: بلکہ تم انہیں جلا دو۔ اور ایک روایت میں ہے۔ آپ نے فرمایا: یہ کفار کے کپڑے ہیں لہذا تم ان کو نہ پہنو۔ (مسلم)

رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: رَأَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيَّ ثَوْبَيْنِ مُعْصَفَرَيْنِ، فَقَالَ: "أُمُّكَ أَمَرَتْكَ بِهَذَا؟ قُلْتُ: أَعَسَلُهُمَا؟ قَالَ: "بَلْ أَحْرَقْتُهُمَا". وَفِي رِوَايَةٍ، فَقَالَ: "إِنَّ هَذَا مِنْ ثِيَابِ الْكُفَّارِ فَلَا تَلْبَسْهَا". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب النہی عن لبس الرجل الثوب المصفر، جلد 6، ص 144، رقم 5557 مشکاة المصابیح، کتاب اللباس، الفصل الاول، جلد 2، ص 483، رقم 4327

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کسم ایک پھل ہوتا ہے جو سرخ رنگ دیتا ہے اور خالص سرخ رنگ مرد کے لئے ممنوع ہے عورتوں کے لیے جائز ہے۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ اگر بنا ہوا کپڑا سرخ رنگ لیا جائے تو ممنوع ہے اور اگر سرخ سوت سے بنا جائے تو جائز ہے، بعض کے نزدیک مطلقاً ممنوع ہے، یہ حدیث ان حضرات کی دلیل ہے جو یہ تفصیل کرتے ہیں، اس کی تحقیق کتب فقہ میں ملاحظہ کرو۔

یعنی کفار حرام و حلال لباس میں یوں ہی مردانہ زمانہ لباس میں فرق نہیں کرتے جیسا کپڑا چاہتے ہیں پہن لیتے ہیں۔ چنانچہ سرخ کپڑا عورتوں کا لباس ہے مگر ان کے مرد بھی پہنتے پھرتے ہیں تم ایسا نہ کرو تم مردانہ زمانہ جوڑے میں فرق کرو۔ (ازمرقات) معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو کفار کے لباس سے اور مردوں کو عورتوں کے لباس سے بچنا چاہیے۔

(مراۃ المناجیح، ج ۶ ص ۱۷۱)

صبح سے شام تک خاموش

رہنا منع ہے

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان یاد ہے کہ بالغ ہونے کے بعد تیسری نہیں اور صبح سے شام تک خاموشی جائز نہیں۔ اس حدیث کو ابو داؤد نے حسن اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے۔ امام خطابی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں خاموشی

223- بَابُ النَّهْيِ عَنْ

صَمْتِ يَوْمِ إِلَى اللَّيْلِ

(1806) عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ:

حَفِظْتُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا يُتَمَّ بَعْدَ احْتِلَامِهِ، وَلَا صَمَاتِ يَوْمٍ إِلَى اللَّيْلِ". رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ. قَالَ الْحَظْلَبِيُّ فِي تَفْسِيرِهِ هَذَا الْحَدِيثِ: كَانَ مِنْ نُسُكِ الْجَاهِلِيَّةِ الصَّمَاتِ. فَهِيَ فِي الْإِسْلَامِ عَنْ ذَلِكَ وَأَمْرٌ

بِالذِّكْرِ وَالتَّحْدِیْثِ بِالْحَدِیْثِ۔

بھی عبادت میں شمار ہوتی تھی مگر اسلام میں مسلمانوں کو اس سے منع کر دیا گیا ہے اور انہیں حکم دیا گیا ہے کہ وہ اللہ کے ذکر میں مصروف رہا کریں اور بھلائی کی باتیں کیا کریں۔

تخریج حدیث: سنن ابو داؤد، باب ما جاء معنی ینقطع الیتیم، جلد 3، ص 74، رقم 2875 السنن الکبریٰ للبیہقی، باب البلوغ بالاحتلام، جلد 6، صفحہ 57، رقم 11642 جامع الاصول لابن اثیر، النوع السابع فی الوصی و الیتیم، جلد 11، ص 642، رقم 9264 معرفة الصحابة لابن نعیم، باب من اسمه حصین، جلد 3، ص 361، رقم 2045

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

جس کا باپ فوت ہو جائے وہ یتیم کہلاتا ہے بشرطیکہ نابالغ ہو بالغ لڑکا یتیم نہیں کہلاتا۔

یعنی اسلام میں چپ کاروزہ نہیں پچھلے دینوں میں تھا اگرچہ بری باتوں سے خاموشی بہتر ہے مگر خاموشی ہمارے ہاں عبادت نہیں بلکہ اس میں ہندوؤں اور عیسائیوں سے مشابہت ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج 5 ص 200)

حضرت قیس بن ابو حازم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خمس قبیلے کی ایک عورت کے پاس تشریف لے گئے اس کا نام زینب تھا۔ آپ نے اسے دیکھا کہ وہ بولتی نہیں۔ آپ نے فرمایا: اے کیا ہو گیا ہے کہ باتیں نہیں کرتی، اس کے گھر والوں نے بتایا کہ اس نے خاموش رہنے کا ارادہ کیا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا: گفتگو کرو کیونکہ کہ یہ خاموشی جائز نہیں، یہ جاہلیت کا عمل ہے۔ پس اس نے بولنا شروع کر دیا۔

(1807) وَعَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ، قَالَ:

دَخَلَ أَبُو بَكْرٍ بْنُ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَلَى امْرَأَةٍ مِنْ أُمَّمَسْ يُقَالُ لَهَا: زَيْدُبُ، فَرَأَاهَا لَا تَتَكَلَّمُ. فَقَالَ: مَا لَهَا لَا تَتَكَلَّمُ؟ فَقَالُوا: حَجَّتْ مُضِبَّةً، فَقَالَ لَهَا: تَكَلِّبِي، فَإِنَّ هَذَا لَا يَجِلُّ، هَذَا مِنْ عَمَلِ الْجَاهِلِيَّةِ، فَتَكَلَّمْتُ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

(بخاری)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب ایام الجاہلیة، جلد 5، ص 41، رقم 3831 السنن الکبریٰ للبیہقی، باب ما یوفی بہ من النذور وما لا یوفی، جلد 10، ص 76، رقم 20590 سنن الدارمی، باب فی کراہیة اخذ الرأی، جلد 1، ص 82، رقم 212 مصنف ابن ابی شیبہ، باب من قال لا ندر فی معصیة اللہ، جلد 3، ص 67، رقم 12156

شرح حدیث: علم سے گفتگو اور حلم سے خاموشی

حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: مسائت اشخاص قیامت کے دن اللہ عزوجل کے سایہ رحمت میں ہوں گے جس دن اس کے علاوہ کوئی سنا یہ نہ ہوگا (1) وہ شخص جو اپنے مسلمان بھائی سے ملاقات کرے اور کہے کہ میں اللہ عزوجل کے لئے تجھ سے محبت کرتا ہوں۔ اور دوسرا بھی اسی کی

سئل کہے (۲) وہ شخص جو اللہ عزَّ وَجَلَّ کا ذکر کرے تو خوفِ خدا عزَّ وَجَلَّ سے اس کی آنکھیں اشکبار ہو جائیں (۳) وہ شخص جو اپنے دائیں ہاتھ سے صدقہ کرے تو اُسے بائیں سے چھپائے (۴) وہ شخص جسے کوئی منصب و جمال والی عورت اپنی طرف دعوت (گناہ) دے اور وہ کہے کہ میں اللہ عزَّ وَجَلَّ سے ڈرتا ہوں۔ (۵) وہ شخص جس کا دل مساجد سے محبت کی وجہ سے انہی میں لگا رہے (۶) وہ شخص جو اوقاتِ نماز کے لئے سورج کی رعایت کرتا ہو (یعنی وقت میں نماز پڑھتا ہو) اور (۷) وہ شخص کہ اگر بولے تو علم کی بات کرے اور اگر خاموش رہے تو حلم کے سبب خاموش رہے۔

(کتاب الزهد لامام احمد بن حنبل، الحدیث ۸۱۹، ص ۱۷۳)

224-بَابُ تَحْرِيمِ اِنْتِسَابِ

باپ کے علاوہ کسی دوسرے کی طرف نسبت کرنا اور خود کو اپنے مالک کے علاوہ کسی اور کی طرف منسوب کرنا جائز نہیں

الْاِنْسَانِ اِلَى غَيْرِ اَبِيهِ

وَتَوَلِّيهِ اِلَى غَيْرِ مَوَالِيهِ

(1808) عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِي وَقَّاصٍ رَضِيَ اللهُ

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے جان بوجھ کر اپنے آپ کو کسی اور کی طرف منسوب کیا اس پر جنت حرام ہے۔ (متفق علیہ)

عَنْهُ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنْ اَدْعَى اِلَى غَيْرِ اَبِيهِ وَهُوَ يَعْلَمُ اَنَّهُ غَيْرُ اَبِيهِ، فَالْجَنَّةُ عَلَيْهِ حَرَامٌ"۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب غزوة الطائف فی شوال سنة ثمان، جلد 5، ص 156، رقم 4326 صحیح مسلم، باب بیان حال ایمان من رغب عن ابيه وهو يعلم، جلد 1، ص 57، رقم 229 السان الکبزی للبیہقی، باب من ادعى الی غیر ابيه، جلد 7، ص 403، رقم 15728 المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمه طالب، جلد 4، صفحہ 88، رقم 3683 سان ابوداؤد، باب فی الرجل ینتمی الی غیر موالیه، جلد 4، ص 490، رقم 5115

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: یعنی جو دیدہ و دانستہ اپنے کو اپنے باپ کے سوا کسی اور شخص کا بیٹا بتائے یا اس کی میراث لینے کے لیے یا اپنی عزت و آبرو بڑھانے کے لیے یا کسی اور مصلحت سے تو وہ اولاً یا ابرار کے ساتھ جنت میں نہ جاسکے گا یا جو شخص یہ کام حلال جان کر کرے وہ جنت سے بالکل محروم ہے۔ اس حدیث سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو سید نہیں مگر اپنے کو سید کہتے کہلواتے ہیں یہ بیماری بہت لوگوں میں ہے یہ حدیث مختلف اسنادوں سے مختلف الفاظ سے آئی ہے چنانچہ ابوداؤد ابن ماجہ، احمد نے ان ہی دونوں صحابیوں سے اور ابوداؤد نے حضرت انس سے روایت کی کہ جو شخص اپنے غیر باپ کو باپ بتائے یا اپنے غیر مولے کی طرف اپنے کو منسوب کرے اس پر تاقیامت اللہ کی لعنت ہے پے در پے (مرقات) (مرآۃ المناجیح، ج 5 ص ۲۳۱)

(1809) وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے باپ دادا سے اعراض نہ کرو۔

النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا تَرْتَابُوا عَنِ"

أَبَائِكُمْ، فَمَنْ رَغِبَ عَنْ أَبِيهِ، فَهُوَ كُفْرٌ. مُتَّفَقٌ. پس جس شخص نے اپنے باپ سے منہ پھیرا اس نے کفر علیہ کیا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب من ادعی الی غیر ابیہ، جلد 8، صفحہ 156، رقم 6168 صحیح مسلم، باب بیان حال ایمان من رغب عن ابیہ وهو یعلم، جلد 1، ص 57، رقم 227 صحیح ابن حبان، باب الوعد علی ترک الصلاة، جلد 4، ص 328، رقم 1466 تحف الخیرة المہرۃ، کتاب الامارۃ، باب بر الوالدین و صلتهما، جلد 5، ص 468، رقم 5015 مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، جلد 2، ص 526، رقم 10825

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اگر وہ غریب یا غیر عزت والے ہوں تو اپنے کو ان کی اولاد کہنے سے شرم و غیرت نہ کرو۔

جو شخص اپنا نسب بدلنے کو حلال جانے وہ کافر ہے اور اجماع امت کا مخالف ہے اور جو حرام جان کر یہ حرکت کرے وہ

کافر کا سا کام کرتا ہے یا اپنے خاندان کا ناشکر ہے یا رب تعالیٰ کا ناشکر، بہر حال یہ فعل یا کفر ہے یا حرام۔ (مرقات)

یعنی وہ حدیث مصابیح میں یہاں بھی تھی میں نے تکرار سے بچنے کے لیے یہاں سے حذف کر دی (مرقات)

آپ عبد شمس ابن عبد مناف کی اولاد سے ہیں، آپ کا نام پہلے عبد الکعبہ تھا کنیت ابو سعید شمس، حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے عبد الرحمن نام رکھا، مشہور صحابی ہیں، قرشی ہیں، فتح مکہ کے سال ایمان لائے۔

طواغی جمع ہے طاغیہ کی بمعنی سرکشی کرنے والے یا سرکش بنانے والے، اس سے مراد بت ہیں کہ یہ لوگوں کی سرکشی کا

باعث ہیں۔ اہل عرب بتوں اور باپ دادوں کی قسمیں بہت کھاتے تھے ان دونوں سے منع فرما دیا گیا۔ خیال رہے کہ

بتوں کی قسم کھانا شرک ہے باپ دادوں کی قسم کھانا ممنوع و مکروہ ہے۔ (بزاۃ المناجیح، ج 5 ص 232)

حضرت یزید بن شریک بن طارق سے روایت

ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو منبر پر خطبہ دیتے

ہوئے دیکھا اور یہ فرماتے ہوئے سنا: اللہ کی قسم!

ہمارے پاس کوئی کتاب نہیں جس کو ہم پڑھیں۔ سوائے

کتاب اللہ کے اور وہ جو کہ اس صحیفے اور دستاویز میں

ہے۔ پھر اس صحیفے کو پھیلا دیا تو اس میں اونٹوں کی عمریں

اور نرخیوں کے احکام تھے اور اس میں یہ بھی تھا کہ رسول

اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے ثور تک کا علاقہ مدینہ منورہ کا

حرم ہے جس نے اس میں کوئی نئی چیز ایجاد کی یا کسی بدعتی

کو پناہ دی اس پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی

(1810) وَعَنْ يَزِيدَ بْنِ شَرِيكِ بْنِ طَارِقٍ،

قَالَ: رَأَيْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَلَى الْمِنْبَرِ يُخْطِبُ،

فَسَبَعْتُهُ يَقُولُ: لَا وَاللَّهِ مَا عِنْدَنَا مِنْ كِتَابٍ

نَقَرُوهُ إِلَّا كِتَابَ اللَّهِ، وَمَا فِي هَذِهِ الصَّحِيفَةِ،

فَنَشَرَهَا فَإِذَا فِيهَا أَسْنَانُ الْإِبِلِ، وَأَشْيَاءُ مِنَ

الْجَرَاحَاتِ، وَفِيهَا: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ: "الْمَدِينَةُ حَرَمٌ مَّا بَيْنَ عَيْرٍ إِلَى ثَوْرٍ، فَمَنْ

أَحْدَثَ فِيهَا حَدَثًا، أَوْ أَوْى مُحَدِّثًا، فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ

وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ، لَا يَقْبَلُ اللَّهُ مِنْهُ

يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَرْفًا وَلَا عَدْلًا. ذِمَّةُ الْمُسْلِمِينَ

وَاحِدَةً، يَسْعَى بِهَا أَدْنَاهُمْ، فَمَنْ أَخْفَرَ مُسْلِمًا، فَعَلَيْهِ
 لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ، لَا يَقْبَلُ
 اللَّهُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَرْفًا وَلَا عَدْلًا، وَمَنْ أَدْعَى
 إِلَى غَيْرِ أَبِيهِ، أَوْ انْتَمَى إِلَى غَيْرِ مَوَالِيهِ، فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ
 اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ، لَا يَقْبَلُ اللَّهُ
 مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَرْفًا وَلَا عَدْلًا، مُتَّفَقٌ
 عَلَيْهِ، «ذِمَّةُ الْمُسْلِمِينَ أَمِيٌّ: عَهْدُهُمْ وَأَمَانَتُهُمْ»
 «وَأَخْفَرَكَ»: نَقَضَ عَهْدَهُ، «وَالصَّرْفُ»: التَّوْبَةُ،
 وَقَبِلَ الْحِيلَةَ: «وَالْعَدْلُ»: الْفِدَاءُ

لعنت ہو۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی فرض عبادت
 اور نفل عبادت بھی قبول نہیں فرمائے گا۔ مسلمانوں کا عہد
 ایک ہے جس کے ساتھ ان کا ایک ادنیٰ آدمی کوشش کرتا
 ہے سو جس نے کسی مسلمان کا عہد توڑ دیا۔ اس پر اللہ اس
 کے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ اللہ تعالیٰ
 قیامت کے دن اس کی فرضی یا نفل عبادت قبول نہیں
 فرمائے گا اور جس نے دوسرے باپ کی طرف نسبت کی
 یا اپنے آقاؤں کو چھوڑ کر کسی اور کی طرف نسبت کی۔ اس
 پر اللہ اور اس کے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔
 اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کی نہ فرضی عبادت قبول
 کرے گا اور نہ نفل۔ (متفق علیہ) ذِمَّةُ الْمُسْلِمِينَ: یعنی
 ان (مسلمانوں) کا عہد اور ان کی امانتیں۔ أَخْفَرَہُ:
 یعنی اس کے عہد کو توڑ ڈالا اور الصَّرْفُ کے معنی ہیں توبہ
 اور کہا گیا ہے کہ اس کا معنی "حیلہ" بھی ہے۔ اور الْعَدْلُ
 اس کا معنی ہے فدیہ۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب الثم من لبراء من موالیہ، جلد 6، صفحہ 248، رقم 6374، صحیح مسلم، باب فضل
 المدینة و دعاء النبی ﷺ فیہا بالبکرة، جلد 4، ص 115، رقم 3393 السنن الکبریٰ للبیہقی، باب ما جاء فی حرم المدینة، جلد 5، ص
 196، رقم 10244 سنن النسائی الکبریٰ، باب منع الدجال من المدینة، جلد 2، صفحہ 486، رقم 4278، مسند ابن یعلیٰ، مسند علی بن
 ابی طالب رضی اللہ عنہ، جلد 1، صفحہ 228، رقم 263

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: حضرت علی کے زمانہ خلافت میں رخص اور خروج کی جڑیں قائم ہوئیں چھپے منافق ان گروہوں کی شکل میں نمودار
 ہوئے، روافض نے مشہور کیا کہ حضرت علی کے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خصوصی وصیت نامہ اور خلافت نامہ ہے جس
 میں لکھا ہے کہ آپ اسلام کے خلیفہ اول ہیں لہذا اگر شیعہ خلافتیں باطل تھیں اور یہ کہ آپ کے پاس کوئی خاص چھپا ہوا قرآن
 ہے اور وہی اصلی ہے اس لیے بعض لوگ آپ سے اس کے متعلق سوال کرتے تھے اور جناب علی مرتضیٰ یہ جواب دیتے
 تھے، بعض روافض کو آپ نے زندہ جلواد یا جیسا کہ مشکوٰۃ کتاب الحدود میں آئے گا مگر یہ دلی چنگاری سلگتی ہی رہی۔ صحیفہ
 ایک کاغذ تھا جس میں کچھ شرعی احکام لکھے ہوئے تھے جو جناب علی کی تلوار کے پر تلہ میں رہتا تھا جو آپ لوگوں کو دکھایا بھی

کرتے تھے اور سنا تے بھی تھے، وہی واقعہ یہاں بیان ہو رہا ہے آپ فرما رہے ہیں کہ ہمارے پاس کوئی اور قرآن نہیں یہی قرآن ہے اور حضور انور کی کوئی خاص وصیت یا تحریر نہیں صرف یہ ورق ہے جس میں کچھ احکام لکھے ہوئے ہیں۔

عیر وثور کے متعلق شارحین کے بہت اقوال ہیں۔ حضرت شیخ نے اشعہ میں فرمایا کہ یہ دونوں پہاڑ ہیں جو مدینہ منورہ کے کناروں پر واقع ہیں، بعض نے فرمایا کہ یہ دونوں پہاڑ مکہ معظمہ میں ہیں۔ ثور پہاڑ وہ ہے جس کے غار میں ہجرت کی رات حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مع صدیق اکبر چھپے تھے اس لیے اسے غار ثور کہتے ہیں اور حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جتنا فاصلہ مکہ کے دو پہاڑوں عیر وثور کے درمیان ہے اتنا فاصلہ مدینہ منورہ کا حرم ہے، بعض نے فرمایا کہ عیر تو مدینہ منورہ میں ہے اور ثور مکہ معظمہ میں، بعض کے خیال میں ہے کہ عیر وثور پہاڑ نہیں بلکہ اطراف مدینہ کے دو میدانوں کا نام ہے جنہیں حوتین کہتے ہیں، بعض روایات میں عیر واحد ہے راوی نے غلطی سے بجائے احد کے ثور کہا، بہر حال مدینہ منورہ کے حدود مراد ہیں۔

یہ فرمان امام اعظم کی قوی دلیل ہیں کہ حدود مدینہ میں شکار حرام نہیں بلکہ یہ چیزیں حرام ہیں جو حضرت علی نے بیان فرمائیں یعنی یہاں بدعتیں ایجاد کرنا بدعتیوں کو مدینہ میں جگہ دینا سخت گناہ ہے کہ اس میں مدینہ منورہ کی بے حرمتی بھی ہے اور دین میں فساد بھی۔ خیال رہے کہ بدعت و بدعتی سے عقیدہ کی بدعتیں و بدعتی مراد ہیں جیسے رفض و خوارج، وہابیت وغیرہ نہ کہ عملی بدعتیں کہ وہ تو کبھی فرض واجب بھی ہوتی ہیں جیسے کتب حدیث کا جمع کرنا یا قرآن کریم کے تیس پارے اور علم فقہ وغیرہ، اگرچہ ہر جگہ ہی بدعتیں بری ہیں مگر مدینہ پاک میں زیادہ بری۔

صرف سے مراد فرائض ہیں یا شفاعت یا توبہ اور عدل سے مراد نوافل ہیں یا فدیہ گناہ کہ صرف کے معنی ہیں پھیرنا فرائض کی ادا یا شفاعت یا توبہ سے عذاب الہی پھر جاتا ہے، لوٹ جاتا ہے، عدل کے معنی ہیں برابری نفل کبھی فرض کی کمی پوری کر کے کامل فرض کے برابر کر دیتے ہیں یا فدیہ اصل فوت شدہ کے برابر ہوتا ہے۔

یعنی اگر معمولی درجے کا مسلمان کسی کافر کو امان یا ذمہ یا پناہ دے دے تو تمام مسلمانوں پر اس کا پورا کرنا لازم ہے اسے توڑنا حرام ہے اور باعث مذمت، سارے مسلمان ایک جسم کے اعضاء کی طرح ہیں کہ روح سب کی ایک ہے کوشش کرنے سے مراد والی یا متولی یا ذمہ دار ہوتا ہے۔

یعنی جو مسلمان دوسرے مسلمان کے ذمہ یا اس کی دی ہوئی امان توڑے یا اس کے کیے ہوئے وعدوں کے خلاف کرے اس پر لعنت ہے۔

ولاء دو قسم کی ہے ولاء مولات اور ولاء عتاقہ، ولاء مولات قوموں کے معاہدے کو کہتے ہیں کہ چند قومیں کسی معاہدے میں شریک ہو کر ایک دوسرے کے معاون و مددگار بن جائیں، ان میں سے ہر ایک بغیر دوسرے ساتھیوں سے مشورہ کیے کسی اور قوم سے معاہدہ نہ کرے کہ اس میں عہد شکنی ہے جو حرام ہے یا یہ مطلب ہے کہ آزاد کردہ غلام اپنے آزاد کرنے

والے مولیٰ کا عتاقہ ہے کہ اسے اس غلام کی میراث کا حق پہنچتا ہے، یہ غلام دوسرے کو اپنا مولیٰ نہ بتائے جس کا معتق ہے اسی کا رہے یا یہ مطلب ہے کہ کوئی مسلمان بھائی، بھائی مسلمان کو ستانے کے لیے کافر سے دوستی نہ کرے ورنہ لعنت کا مستحق ہوگا۔ غرضکہ اس جملہ کی تین شرحیں ہیں۔ اس کلام سے معلوم ہوا کہ علم لکھ لینا سنت صحابہ ہے، یہ بھی معلوم ہوا کہ روافض کا یہ قول غلط محض ہے کہ حضور انور نے اہل بیت کو خلافت کی وصیت کی یا کوئی خاص قرآن دیا یا انہیں قرآن کے ایسے خاص اسرار لکھائے جو دوسروں سے چھپائے۔ نعوذ باللہ! (مراۃ المناجیح، ج ۳ ص ۳۳)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جس شخص نے جان بوجھ کر اپنے آپ کو اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف منسوب کیا تو اس نے کفر کیا اور جس نے ایسی چیز کی ملکیت کا دعویٰ کیا جو اس کی نہیں ہے وہ ہم میں سے نہیں ہے اور اسے چاہئے کہ وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنا لے اور جس نے کسی شخص کو کافر کہہ کر پکارا یا اللہ کا دشمن کہا حالانکہ وہ ایسا نہیں تو یہ الزام اس کے کہنے والے کی طرف لوٹ آئے گا۔ (مشق علیہ) اور یہ الفاظ حدیث مسلم کی روایت کے ہیں۔

(1811) وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "لَيْسَ مِنْ رَجُلٍ ادَّعَى لِغَيْرِ أَبِيهِ وَهُوَ يَعْلَمُهُ إِلَّا كَفَرَ، وَمَنْ ادَّعَى مَا لَيْسَ لَهُ، فَلَيْسَ مِنَّا، وَلَيَتَبَوَّأَنَّ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ، وَمَنْ دَعَا رَجُلًا بِالْكَفْرِ، أَوْ قَالَ: عَدُوُّ اللَّهِ، وَلَيْسَ كَذَلِكَ إِلَّا حَارَ عَلَيْهِ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَهَذَا لَفْظُ رِوَايَةِ مُسْلِمٍ.

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب لسبۃ الیمن الی اسماعیل، جلد 4، صفحہ 180، رقم 3508 صحیح مسلم، باب بیان حال ایمان من رغب عن ابیہ وهو یعلم، جلد 1، ص 57، رقم 226 مسند امام احمد، حدیث المشایخ عن ابی بن کعب، جلد 5، ص 166، رقم 21503 جامع الاحادیث للسیوطی، حرف اللام، جلد 18، ص 311، رقم 19500

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

مقصد یہ ہے کہ کسی مسلمان کو کافر یا فاسق نہ کہو کیونکہ اگر وہ واقعی کافر یا فاسق ہو تب تو یہ لفظ اس پر صادق آوے گا ورنہ کہنے والے پر کہ یہ کہنے والا یا کافر و فاسق ہو جاوے گا یا کافر و فاسق کہنے کا وبال اس پر پڑے گا۔

مسلمان کو کسی عقیدہ اسلامیہ کی وجہ سے کافر کہنے والا یا ایسے مسلمان کو جس کا اسلام یقینی قطعی ہو کہنے والا خود کافر ہے بطور گالی کافر کہنے کا سخت گنہگار ہے جیسے کسی کو حرامی کہا تو اسے کذب لگ سکتی ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۶ ص ۶۵۲)

اللہ اور اس کے رسول نے جن

کاموں سے منع کیا ہے ان کے

225- بَابُ التَّحْذِيرِ مِنَ ارْتِكَابِ

مَا نَهَى اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ أَوْ رَسُولَهُ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهُ

کرنے سے ڈرانے کا ذکر

قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى: (فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ
أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ)
(النور: 63)،

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تو ڈریں وہ جو رسول کے حکم
کے خلاف کرتے ہیں کہ انہیں کوئی فتنہ پہنچے یا ان پر
دردناک عذاب پڑے۔

وَقَالَ تَعَالَى: (وَيُحْذِرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهُ) (ال
عمران: 30)،

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اللہ تمہیں اپنے عذاب
سے ڈراتا ہے۔

وَقَالَ تَعَالَى: (إِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيدٌ)
(البروج: 12)،

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک تیرے رب
کی گرفت بہت سخت ہے۔

وَقَالَ تَعَالَى: (وَكَذَلِكَ أَخْذُ رَبِّكَ إِذَا أَخَذَ
الْقُرَىٰ وَهِيَ ظَالِمَةٌ إِنَّ أَخْذَهُ أَلِيمٌ شَدِيدٌ) (هود:
102)۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ایسی ہی پکڑ ہے
تیرے رب کی جب بستیوں کو پکڑتا ہے ان کے ظلم پر
پیشک اس کی پکڑ دردناک کڑی ہے۔

(1812) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّ
النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى
يَغَارُ، وَغَيْرَةُ اللّٰهِ أَنْ يَأْتِيَ الْمَرْءُ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ."
مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ غیرت فرماتا ہے
اور اس کی غیرت یہ ہے کہ کوئی شخص جسے وہ کام کرے جسے
اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا دیا ہے۔ (متفق علیہ)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کیونکہ مؤمن اخلاق الہی سے موصوف ہوتا ہے معلوم ہوا کہ حیاء وغیرت صفات الہیہ سے ہے، جسے یہ نعمت مل گئی
اسے سب کچھ مل گیا اللہ تعالیٰ کی غیرت فرمانے کے کیا معنی ہیں اس کے لیے ہماری تفسیر نعیمی ہیں آیت إِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيٰ اَنْ
يُّضْرَبَ كِي تفسیر ملاحظہ فرمائیے۔

یعنی بندہ گناہ کرتا ہے رب کو اس سے غیرت آتی ہے جیسے غلام کی بری حرکتوں سے مولیٰ کو غیرت آتی ہے لہذا بندہ ہرگز
گناہ پر دلیری نہ کرے۔ یہ حدیث باب اللعان میں اس لیے لائے کہ لعان میں زنا کا الزام ہی تو ہوتا ہے اور زنا کرنا بھی
غیرت کی چیز ہے اور زنا کی تہمت لگانا بھی شرم کی بات لہذا کوئی خاوند اپنی بیوی کو زنا کی جھوٹی تہمت نہ لگائے۔

(بزاۃ النبی، ج ۵ ص ۲۲۷)

منع کردہ باتوں کے ارتکاب

226- بَابُ مَا يَقُولُهُ وَيَفْعَلُهُ

کرنیوالے کو کیا کہنا یا کیا کرنا چاہئے؟

مَنْ ارْتَكَبَ مِنْهَا عَنَّا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اگر تجھے شیطان کا کوئی
کو نچا پہنچے تو اللہ کی پناہ مانگ۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک وہ جو ڈروالے
ہیں جب انہیں کسی شیطانی خیال کی ٹھیس لگتی ہے ہوشیار
ہو جاتے ہیں اسی وقت ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور وہ کہ جب کوئی بے
حیائی یا اپنی جانوں پر ظلم کریں اللہ کو یاد کر کے اپنے
گناہوں کی معافی چاہیں اور گناہ کون بخشے سوا اللہ کے
اور اپنے کئے پر جان بوجھ کر اڑ نہ جائیں ایسوں کو بدلہ
ان کے رب کی بخشش اور جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں
رواں ہمیشہ ان میں رہیں اور کامیوں کا کیا اچھا نیک

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (وَأَمَّا يَلُوذُكَ مِنَ الشَّيْطَانِ
تَرَعُ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ) (فصلت: 36).

وَقَالَ تَعَالَى: (إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ
طَائِفٌ مِنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُمْ مُبْصِرُونَ)
(الاعراف: 201).

وَقَالَ تَعَالَى: (وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ
ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللَّهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ
وَمَنْ يَغْفِرِ الذُّنُوبَ إِلَّا اللَّهُ وَلَمْ يُصِرُّوا عَلَى مَا
فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ أُولَئِكَ جَزَاؤُهُمْ مَغْفِرَةٌ مِنْ
رَبِّهِمْ وَجَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ
فِيهَا وَنِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ) (آل عمران: 135).

(136).

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: اور اللہ کی طرف توبہ کرو
اے مسلمانو سب کے سب اس امید پر کہ تم فلاح پاؤ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے قسم کھائی اور اپنی قسم
میں کہا: لائت او عزی کی قسم! تو اسے چاہئے کہ لا الہ
إلا اللہ کہے اور جو شخص اپنے ساتھی سے کہے: آؤ جو
کھیلیں تو اسے صدقہ کرنا چاہیے۔ (مشق علیہ)

وَقَالَ تَعَالَى: (وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَا
الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ) (النور: 31).

(1813) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنْ حَلَفَ
فَقَالَ فِي حَلْفِهِ: بِاللَّاتِ وَالْعُزَّى، فَلْيَقُلْ: لَا إِلَهَ إِلَّا
اللَّهُ، وَمَنْ قَالَ لِصَاحِبِهِ: تَعَالَ أَقَامِرِكَ
فَلْيَتَصَدَّقْ» مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب "أفرأیتم اللات والعزی"، جلد 6، ص 141، رقم 4860 صحیح مسلم، باب من حلف
باللات والعزی فلیقل لا الہ الا اللہ، جلد 5، ص 81، رقم 4349 سنن ابوداؤد، باب الحلف باللات، جلد 3، صفحہ 216، رقم 3249 صحیح
ابن خزیمہ، باب ذکر الدلیل علی أن الکلام السیء والفحش فی المنطق، جلد 1، ص 28، رقم 45 مسند امام احمد، مسند ابی ہریرہ رضی
اللہ عنہ، جلد 2، ص 309، رقم 8073

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی اگر بھول کر لات و عزی کی قسم کھالے تو کفارہ کے لیے کلمہ طیبہ پڑھنے کے ٹیکیاں گناہ کو مٹا دیتی ہے اور اگر دیدہ
دانستہ بتوں کی تعظیم کرتے ہوئے ان کی قسم کھائی ہے تو کافر ہو گیا، دوبارہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جائے اور عزی، مکہ والوں کے

دو مشہور بت تھے جو کعبہ معظمہ میں رکھے ہوئے تھے اب جو گناہ جتنا یا رام لپھن کی قسم کھائے اس کا حکم یہی یہی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس جیسی قسم میں کفارہ نہیں صرف یہ ہی حکم ہے جو یہاں مذکور ہوا۔

یعنی جو اکیلنا تو درکنار اگر کسی کو جو اکیلنے کی دعوت بھی دے تو وہ جوئے کا مال جس سے جو اکیلنا چاہتا ہے وہ یا دوسرا مال صدقہ کر دے تاکہ اس ارادہ کا یہ کفارہ ہو جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ارادہ گناہ بھی گناہ ہے، یہ ہی مذہب جمہور ہے۔

(بِزَاةِ الْمَنَاجِحِ، ج ۵ ص ۲۲۲)



اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

متفرق احادیث اور

قیامت کی نشانیاں

متفرق احادیث اور قیامت کی نشانیوں کا بیان

حضرت نو اس بن سمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ ایک دن صبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کا ذکر کیا۔ اس ذکر کے دوران آپ کبھی اونچی آواز سے بات کرتے اور کبھی ہلکی آواز سے بات کرتے۔ یہاں تک کہ ہم یہ خیال کرنے لگے کہ دجال کھجوروں کے جھنڈ میں موجود ہے۔ پس جب ہم شام کے وقت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ہماری کیفیت کو جان لیا اور فرمایا: کیا بات ہے؟ ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آج صبح آپ نے دجال کا ذکر فرمایا: آپ کبھی تو بلند آواز سے بات کرتے اور کبھی ہلکی آواز سے بات کرتے۔ یہاں تک کہ ہمیں خیال ہوا کہ دجال کھجوروں کے جھنڈ میں چھپا ہوا ہے تو آپ نے فرمایا: مجھے دجال سے زیادہ اور فتنوں کا تمہارے لئے خطرہ ہے۔ دجال اگر میری زندگی میں ظاہر ہوا تو تمہاری جگہ میں خود اس سے نپٹ لوں گا اور اگر وہ اس وقت ظاہر ہوا جب میں تمہارے اندر موجود نہ ہوں تو ہر آدمی خود اپنے دفاع کا ذمہ دار ہوگا اور اللہ تعالیٰ ہر مسلمان پر نگہبان ہے۔ (پھر فرمایا: دیکھو) دجال نوجوان گھنگھریالے بالوں والا ہوگا۔ اس کی ایک آنکھ (انگور کی طرح) اوپر ابھری ہوئی ہوگی۔ گویا میں اسے عبدالعزیٰ بن قطن سے مشابہ دیکھتا ہوں۔ پس جو شخص اسے پائے تو اس پر سورہ کہف کی ابتدائی آیات پڑھے۔ وہ شام اور عراق کے درمیانی راستہ میں ظاہر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

19- کتاب المُنشُورَاتِ

وَالْمِلْحِ

227- بَابُ الْمُنشُورَاتِ وَالْمِلْحِ

(1814) عَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ذَكَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدَّجَالَ ذَاتَ غَدَاةٍ، فَخَفَّضَ فِيهِ وَرَفَعَ حَتَّى ظَنَّانَا فِي طَائِفَةِ النَّخْلِ. فَلَمَّا رُحْنَا إِلَيْهِ، عَرَفَ ذَلِكَ فَيِّنَا، فَقَالَ: «مَا شَأْنُكُمْ؟ قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، ذَكَرْتَ الدَّجَالَ الْغَدَاةَ، فَخَفَّضْتَ فِيهِ وَرَفَعْتَ، حَتَّى ظَنَّانَا فِي طَائِفَةِ النَّخْلِ، فَقَالَ: «غَيْرُ الدَّجَالِ أَخَوْفِي عَلَيْكُمْ، إِنْ يَخْرُجُ وَأَنَا فِيكُمْ، فَأَنَا حَاجِبُكُمْ دُونَكُمْ، وَإِنْ يَخْرُجُ وَلَسْتُ فِيكُمْ، فَأَمْرٌ حَاجِبٌ نَفْسِي، وَاللَّهُ خَلِيفَتِي عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ. إِنَّهُ شَابٌّ قَطَطٌ عَيْنُهُ طَافِيَةٌ، كَأَنَّ أُشْبَهُهُ بَعْبِدِ الْعُزَّى بْنِ قَطَنِ، فَمَنْ أَدْرَكَهُ مِنْكُمْ، فَلْيَقْرَأْ عَلَيْهِ فَوَاحِ سُوْرَةِ الْكَهْفِ؛ إِنَّهُ خَارِجٌ خَلَّةَ بَيْنِ الشَّامِ وَالْعِرَاقِ، فَعَاتِ يَمِينًا وَعَاتِ شِمَالًا، يَا عِبَادَ اللَّهِ، فَابْتُوا قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَمَا لُبُّهُ فِي الْأَرْضِ؟ قَالَ: «أَرْبَعُونَ يَوْمًا: يَوْمٌ كَسَنَةٍ، وَيَوْمٌ كَشَهْرٍ، وَيَوْمٌ كَجُمُعَةٍ، وَسَائِرُ أَيَّامِهِ كَأَيَّامِكُمْ قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَنَدِكَ الْيَوْمَ الَّذِي كَسَنَةٍ أَتَكْفِينَا فِيهِ صَلَوَةُ يَوْمٍ؟ قَالَ: «لَا، اقْدُرُوا لَهُ قَدْرَهُ». قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَمَا إِشْرَاحُهُ فِي الْأَرْضِ؟ قَالَ:

۱۰ كَالغَيْثِ اسْتَدْبَرْتُهُ الرِّيحُ فَيَأْتِي عَلَى الْقَوْمِ
 فَيَدْعُوهُمْ فَيُؤْمِنُونَ بِهِ وَيَسْتَجِيبُونَ لَهُ، فَيَأْمُرُ
 السَّمَاءَ فَتُنْطَرُ وَالْأَرْضُ فَتُنْبِتُ، فَتَرْوِحُ عَلَيْهِمْ
 سَارِحَتَهُمْ أَطْوَلَ مَا كَانَتْ تُدْرِي وَأَسْبَغَهُ طُرُوعًا
 وَأَمَدًا خَوَاصِرَ، ثُمَّ يَأْتِي الْقَوْمَ فَيَدْعُوهُمْ، فَيُرَدُّونَ
 عَلَيْهِ قَوْلَهُ، فَيَنْصَرِفُ عَنْهُمْ، فَيُضْبِحُونَ مُهْجِلِينَ
 لَيْسَ بِأَيْدِيهِمْ شَيْءٌ مِّنْ أَمْوَالِهِمْ، وَيَمُرُّ بِالْخَرِيبَةِ
 فَيَقُولُ لَهَا: أَخْرِجِي كُنُوزَكَ، فَتَتْبَعُهُ كُنُوزُهَا
 كَيْعَاسِيْبِ النَّحْلِ، ثُمَّ يَدْعُو رَجُلًا مُّتَمَلِّئًا شَبَابًا
 فَيَضْرِبُهُ بِالسَّيْفِ، فَيَقْطَعُهُ جِزْلَتَيْنِ رَمِيَّةَ
 الْغَرَضِ، ثُمَّ يَدْعُوهُ، فَيَقْبِلُ وَيَتَهَلَّلُ وَجْهَهُ
 يَضْحَكُ، فَبَيْنَمَا هُوَ كَذَلِكَ إِذْ بَعَثَ اللَّهُ تَعَالَى
 النَّسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَيَنْزِلُ
 عِنْدَ النَّارَةِ الْبَيْضَاءِ شَرْقِيًّا دِمَشْقَ بَيْنَ
 مَهْرُودَتَيْنِ، وَاضِعًا كَفْيَهُ عَلَى أَجْنَعَةِ مَلَكَئِنِ، إِذَا
 طَاطَأَ رَأْسَهُ قَطْرًا، وَإِذَا رَفَعَهُ تَحَدَّرَ مِنْهُ جُمَانٌ
 كَاللُّوْلُو، فَلَا يَحِلُّ لِكَافِرٍ يُجِدُّ رِيحَ نَفْسِهِ إِلَّا مَاتَ،
 وَنَفْسُهُ يَنْتَهِي إِلَى حَيْثُ يَنْتَهِي ظَرْفُهُ، فَيَطْلُبُهُ حَتَّى
 يُدْرِكَهُ بِبَابٍ لِّدٍ فَيَقْتُلُهُ، ثُمَّ يَأْتِي عِيسَى صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَوْمًا قَدْ عَصَبَهُمُ اللَّهُ مِنْهُ، فَيَمْسَحُ
 عَنْ وُجُوهِهِمْ وَيُحَدِّثُهُمْ بِدَرَجَاتِهِمْ فِي الْجَنَّةِ،
 فَبَيْنَمَا هُوَ كَذَلِكَ إِذْ أَوْحَى اللَّهُ تَعَالَى إِلَى عِيسَى صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنِّي قَدْ أَخْرَجْتُ عِبَادًا إِلَيَّ لَا يَدَانِ
 لِأَحَدٍ بِقِتَالِهِمْ، فَحَرِّزْ عِبَادِي إِلَى الطُّورِ، وَيَبْعَثُ
 اللَّهُ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ وَهُمْ مِنْ كُلِّ حَدْبٍ

ہوگا۔ وہ دائیں بائیں تباہی پھیلانے گا۔ اے اللہ کے
 بندو! پس ثابت قدم رہنا، ہم نے عرض کیا کہ یا رسول
 اللہ (ﷺ)! اس کا قیام زمین میں کتنی مدت تک ہوگا؟
 فرمایا: چالیس روز، ایک دن ایک سال کے برابر ہوگا اور
 ایک دن مہینہ کے برابر اور ایک دن ہفتہ کے برابر اور باقی
 ایام تمہارے دنوں کی طرح ہوں گے۔ ہم نے عرض کیا
 کہ یا رسول اللہ! جو دن سال کے برابر ہوگا تو کیا اس میں
 ہمارے لئے ایک دن کی نماز کافی ہو جائے گی۔ آپ نے
 فرمایا کہ نہیں بلکہ اندازہ مقرر کر لینا۔ ہم نے عرض کیا کہ
 یا رسول اللہ (ﷺ)! وہ زمین میں کتنی تیزی سے جائے گا۔
 آپ نے فرمایا: اس بادل کی طرح جسے پیچھے سے ہوا
 دھکیل رہی ہو۔ پھر ایک قوم کے پاس آئے گا اور اس کو
 اپنی طرف بلائے گا۔ وہ اس پر ایمان لے آئیگی اور اس کا
 حکم مانے گی وہ آسمان کو حکم کرے گا آسمان اس قوم پر
 پانی برسائے گا۔ زمین کو حکم دے گا وہ سبزہ پیدا کرے
 گی۔ اس قوم کے چرنے والے جانور شام کو واپس آئیں
 گے تو ان کے کوہان بہت بڑے پستان بہت لمبے اور
 کوکھیں (بھرنے کی وجہ سے) خوب تنی ہوئی ہوں گی۔
 اس کے بعد پھر ایک قوم پر سے گزرے گا اور ان کو اپنی
 طرف بلائے گا تو وہ اس کی بات کو رد کر دیں گے۔ دجال
 ان کے پاس سے چلا جائے گا۔ فوراً وہ قحط زدہ ہو جائیں
 گے۔ ان کے پاس اپنے مویشی نہ رہیں گے۔ دجال
 ویران مقامات پر سے گزرے گا اور ان سے کہے گا کہ
 اپنے خزانے پر آم کر دو۔ فوراً ان مقامات کے خزانے شہد
 کی لکھیوں کی طرح ان کے ساتھ چل پڑیں گے۔ اس

کے بعد وہ ایک لمحہ پورا ہوا ان کو اپنی طرف بلائے گا اور وہ انکار کر دے گا اور وہاں تک کہ اس سے وہ لگا کر دے گا اور ان دونوں ٹکڑوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہوگا جتنے فاصلے سے تیر کا نشانہ لیا جاتا ہے۔ پھر وہ اس نوجوان کو بلائے گا جب وہ نوجوان آئے گا تو اس کا چہرہ چمک رہا ہوگا اور وہ ہنس رہا ہوگا۔ وہ اسی حال میں ہوگا کہ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو نازل فرمائے گا۔ چنانچہ جامع مسجد دمشق کے مشرقی سفید کنارے کے پاس وہ زرد رنگ کی چادریں پہنے اتریں گے۔ اس حال میں کہ ان کے ہاتھ دو فرشتوں کے پروں پر ہوں گے۔ جب وہ سر جھکائیں گے تو اس سے قطرے ٹپکیں گے اور جب سر اٹھائیں گے تو چاندی کے موتیوں کی طرح قطرے گریں گے۔ ان کے سانس کی ہوا جس کا فر کو پہنچے گی تو وہ مر جائے گا اور ان کا سانس وہاں تک پہنچے گا جہاں تک ان کی نگاہ پہنچے گی۔ پس وہ دجال کو تلاش کریں گے یہاں تک کہ باب لد کے پاس اس کو پا کر قتل کر دیں گے۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام ایک ایسی قوم کے پاس آئیں گے جن کو اللہ تعالیٰ نے دجال سے محفوظ رکھا ہوگا۔ پس آپ ان کے چہروں پر ہاتھ پھیریں گے اور جنت میں ان کے درجات کی بابت بتلائیں گے۔ وہ ایسی حالت میں ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کرے گا کہ میں نے اپنے ان بندوں کو نکالا ہے کہ کسی کو ان سے لڑائی کی طاقت نہیں۔ پس تو میرے بندوں کو طور کی طرف لے جا کر ان کی حفاظت کر۔ اللہ تعالیٰ یا جوج ماجوج کو بھیجے گا اس حال میں کہ وہ بلندی سے پھیلنے

يُنْسِلُونَ فَيَمُرُّ أَوَائِلَهُمْ عَلَى بُحَيْرَةٍ ظَلَمِيَّةٍ فَيَمْرَبُونَ مَا فِيهَا وَيَمْرَأُ امْرُؤُهُمْ فَيَقُولُونَ: لَقَدْ كَانَ بِهِ مَرْقَةٌ مَاءٌ وَيُحَضِّرُ نَبِيُّ اللَّهِ عَيْسَى صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ حَتَّى يَكُونَ رَأْسُ الثَّوْرِ لِأَحَدِهِمْ نُحْرًا مِنْ مِثَّةِ دِينَارٍ لِأَحَدِكُمْ الْيَوْمَ. فَوَرَعْتُ نَبِيُّ اللَّهِ عَيْسَى صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ - إِلَى اللَّهِ تَعَالَى فَيُرْسِلُ اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِمُ التَّغْفُ فِي رِقَابِهِمْ. فَيُضْبِحُونَ قَرْنَى كَمَوْتِ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ. ثُمَّ يَهْبِطُ نَبِيُّ اللَّهِ عَيْسَى صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ - إِلَى الْأَرْضِ. فَلَا يَجِدُونَ فِي الْأَرْضِ مَوْضِعَ شِبْرٍ إِلَّا مَلَأَهُ زَهْمُهُمْ وَنَتْنُهُمْ. فَيَرَعُبُ نَبِيُّ اللَّهِ عَيْسَى صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ - إِلَى اللَّهِ تَعَالَى. فَيُرْسِلُ اللَّهُ تَعَالَى ظَمْرًا كَأَعْنَابِ الْبُنْتِ. فَتَحْمِلُهُمْ. فَتَنْظَرُهُمْ حَيْثُ شَاءَ اللَّهُ. ثُمَّ يُرْسِلُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ مَطْرًا لَا يُكِنُّ مِنْهُ بَيْتٌ مَدْرٍ وَلَا وَبْرٍ. فَيَغْسِلُ الْأَرْضَ حَتَّى يَبْرُكَهَا كَالرَّلَقَةِ. ثُمَّ يُقَالُ لِلْأَرْضِ: أَنْبِئِي تَمْرِكِ. وَرَدِّي بَرَكَتِكَ. فَيَوْمَئِذٍ تَأْكُلُ الْعِصَابَةُ مِنَ الرُّمَانَةِ. وَيَسْتَظِلُّونَ بِحُفَّتِهَا. وَيُبَارِكُ فِي الرِّسْلِ حَتَّى أَنْ اللَّفْحَةَ مِنَ الْإِبِلِ لَتَكْفِي الْفَيْئَامَ مِنَ النَّاسِ. وَاللَّفْحَةَ مِنَ الْبَقَرِ لَتَكْفِي الْقَبِيلَةَ مِنَ النَّاسِ. وَاللَّفْحَةَ مِنَ الْغَنَمِ لَتَكْفِي الْفَيْحَدَ مِنَ النَّاسِ. فَبَيْنَمَا هُمْ كَذَلِكَ إِذْ بَعَثَ اللَّهُ تَعَالَى رِيحًا طَيِّبَةً فَتَأْخُذُهُمْ تَحْتَ أَبْطِهِمْ فَتَقْبِضُ رُوحَ كُلِّ مُؤْمِنٍ

وَكُلِّ مُسْلِمًا، وَيَبْلَى شَرَّارُ النَّاسِ يَتَهَارَجُونَ فِيهَا
تَهَارَجَ الْحُرِّ، فَعَلَيْهِمْ تَقْوَمُ السَّاعَةُ. رَوَاهُ
مُسْلِمٌ.

والے ہوں گے۔ ان کا پہلا گروہ بحیرہ طبریہ پر گزرے گا
تو اس کا سارا پانی پی جائے گا اور پچھلا گروہ آئے گا تو وہ
کہے گا یہاں کبھی پانی ہوتا تھا۔ اللہ کے پیغمبر عیسیٰ علیہ السلام
اور ان کے ساتھی محصور ہوں گے یہاں تک کہ ایک نبل کا
سر ان کے نزدیک تمہارے آج کے سو دینار سے زیادہ
بہتر ہوگا۔ چنانچہ اللہ کے پیغمبر عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے
صحابہ ﷺ اللہ کی طرف رغبت کریں گے تو اللہ تعالیٰ
یا جوج ماجوج کی گردنوں میں ایک کیڑا پیدا فرما دے گا
اور وہ تمام اسی وقت مرجائیں گے۔ پھر اللہ کے نبی
حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے صحابہ ﷺ زمین کی
طرف اتر کر آئیں گے تو انہیں زمین پر ہاتھ برابر جگہ بھی
ایسی نہ ملے گی جہاں ان کی لاشیں اور بدبو نہ ہو۔ پھر
حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی اللہ تعالیٰ کی
طرف رجوع کریں گے تو اللہ تعالیٰ ایسے پرندے بھیجے گا
جس طرح بختی اونٹوں کی گردنیں ہوتی ہیں۔ وہ پرندے
ان کی لاشوں کو اٹھائیں گے اور جہاں اللہ کی مرضی ہوگی
وہاں ان کو پھینک دیں گے۔ پھر اللہ عزوجل بارش نازل
فرمائے گا جس سے کوئی گھرا اور خیمہ محفوظ نہیں رہے گا۔
پس وہ ساری زمین کو دھو دے گی یہاں تک کہ اسے چکنی
چٹان یا آسنے کی طرح صاف کر کے چھوڑے گی۔ پھر
زمین سے کہا جائے گا اپنے پھل اگا اور اپنی برکت واپس
کر۔ پس اس وقت ایک انار کو ایک جماعت کھائے گی
اور اس کے چھلکے سے سایہ حاصل کرے گی اور دودھ میں
اتنی برکت ڈال دی جائیگی کہ ایک دودھ دینے والی اونٹنی
لوگوں کی ایک جماعت کو کافی ہوگی اور ایک دودھ دینے

والے ہوں گے۔ ان کا پہلا گروہ بحیرہ طبریہ پر گزرے گا تو اس کا سارا پانی پی جائے گا اور پچھلا گروہ آئے گا تو وہ کہے گا یہاں کبھی پانی ہوتا تھا۔ اللہ کے پیغمبر عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی محصور ہوں گے یہاں تک کہ ایک نبل کا سر ان کے نزدیک تمہارے آج کے سو دینار سے زیادہ بہتر ہوگا۔ چنانچہ اللہ کے پیغمبر عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے صحابہ ﷺ اللہ کی طرف رغبت کریں گے تو اللہ تعالیٰ یا جوج ماجوج کی گردنوں میں ایک کیڑا پیدا فرما دے گا اور وہ تمام اسی وقت مرجائیں گے۔ پھر اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے صحابہ ﷺ زمین کی طرف اتر کر آئیں گے تو انہیں زمین پر ہاتھ برابر جگہ بھی ایسی نہ ملے گی جہاں ان کی لاشیں اور بدبو نہ ہو۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں گے تو اللہ تعالیٰ ایسے پرندے بھیجے گا جس طرح بختی اونٹوں کی گردنیں ہوتی ہیں۔ وہ پرندے ان کی لاشوں کو اٹھائیں گے اور جہاں اللہ کی مرضی ہوگی وہاں ان کو پھینک دیں گے۔ پھر اللہ عزوجل بارش نازل فرمائے گا جس سے کوئی گھرا اور خیمہ محفوظ نہیں رہے گا۔ پس وہ ساری زمین کو دھو دے گی یہاں تک کہ اسے چکنی چٹان یا آسنے کی طرح صاف کر کے چھوڑے گی۔ پھر زمین سے کہا جائے گا اپنے پھل اگا اور اپنی برکت واپس کر۔ پس اس وقت ایک انار کو ایک جماعت کھائے گی اور اس کے چھلکے سے سایہ حاصل کرے گی اور دودھ میں اتنی برکت ڈال دی جائیگی کہ ایک دودھ دینے والی اونٹنی لوگوں کی ایک جماعت کو کافی ہوگی اور ایک دودھ دینے

والی گائے لوگوں کے ایک قبیلے کو کافی ہوگی اور دودھ دینے والی ایک بکری لوگوں کے ایک گھرانے کو کافی ہوگی۔ پس وہ اسی حال میں ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ ایک پاکیزہ ہوا بھیجے گا جو ان مسلمانوں کو ان کی بغلوں کے نیچے سے لگے گی۔ پس وہ ہر مومن اور مسلمان کی روح قبض کر لے گی۔ (اس کے بعد) صرف بدترین لوگ باقی رہ جائیں گے جو اس زمین میں گدھوں کی طرح علانیہ لوگوں کے سامنے عورتوں سے جماع کریں گے۔ پس انہی لوگوں پر قیامت قائم ہوگی۔ (مسلم)

”خَلَّةٌ بَيْنَ الشَّامِ وَالْعِرَاقِ“ شام اور عراق

کے درمیان راستہ ”عاث“ عین اور ثاء کے ساتھ ہے اور الْعَيْثُ کے معنی ہیں بہت زیادہ فساد برپا کرنے والا۔ الْكُدْرُ: سے مراد ہے کوہان ذال معجمہ پر پیش کے ساتھ اور یہ خِذْوَةٌ کی جمع ہے ذال پر ضمہ اور کسرہ کے ساتھ اور ”الْيَعَاسِيْبُ“ شہید کی نر مکھیوں کو کہتے ہیں۔

”جَزَلَتَيْنِ“ بمعنی دو حصے یا دو ٹکڑے ”الْغَرَضُ“ اس سے مراد ہدف ہے اور ہدف اس چیز کو کہتے ہیں جس کی طرف تیروں کے ساتھ نشانہ کیا جاتا ہے یعنی اس طریقہ سے پھینکے گا جس طرح تیر نشانہ کی طرف پھینکا جاتا ہے۔

”الْمَهْرُودَةُ“ دال مہملہ اور مجمہ کے ساتھ ہے اس کا معنی ہے رزگا ہوا کپڑا ”لَا يَدَانِ“ یعنی کسی قسم کی طاقت ان کو حاصل نہ ہوگی۔ ”النَّعْفُ“ بمعنی کپڑا اور ”فَرَسِي“ جمع ہے فریس کی مقتول کے معنی میں ہے۔ ”الزُّلْفَةُ“ زاء اور

لام اور قاف کے زبر کے ساتھ ہے اور ”الزُّلْفَةُ“ بھی روایت کیا گیا ہے یعنی زاء کے پیش اور لام کے سکون اور

قَوْلُهُ: ”خَلَّةٌ بَيْنَ الشَّامِ وَالْعِرَاقِ“: آي طَرِيقًا بَيْنَهُمَا. وَقَوْلُهُ: ”عَاثٌ بِالْعَيْنِ الْمُهْمَلَةِ وَالثَّاءِ الْمُهْمَلَةِ، وَالْعَيْثُ: أَشَدُّ الْفَسَادِ. وَالذُّدَى: بِضَمِّ الذَّالِ الْمُعْجَمَةِ وَهُوَ أَعَالِي الْأَسْنِمَةِ وَهُوَ يَجْمَعُ فِرْوَةً بِضَمِّ الذَّالِ وَكَثْرَهَا ”وَالْيَعَاسِيْبُ“: ذُكُورُ النَّخْلِ. ”وَجَزَلَتَيْنِ“: أَي قِطْعَتَيْنِ ”وَالْغَرَضُ“: الْهَدَفُ الَّذِي يُرْمَى إِلَيْهِ بِالنَّشَابِ. أَي: يَرْمِيهِ رَمِيَّةً كَرْمِيَّةً النَّشَابِ إِلَى الْهَدَفِ. ”وَالْمَهْرُودَةُ بِالذَّالِ الْمُهْمَلَةِ وَالْمُعْجَمَةِ، وَهِيَ: الشُّوبُ الْمَصْبُوعُ. قَوْلُهُ: ”لَا يَدَانِ“: أَي لَا طَاقَةَ. ”وَالنَّعْفُ“: دُودٌ ”وَفَرَسِي“: يَجْمَعُ فَرَسِيْنَ، وَهُوَ الْقَتِيلُ. ”وَالزُّلْفَةُ“: بِفَتْحِ الزَّايِ وَاللَّامِ وَبِالْقَافِ، وَرُوي: الزُّلْفَةُ بِضَمِّ الزَّايِ وَاسْكَانِ اللَّامِ وَبِالْفَاءِ وَهِيَ الْمِرَاةُ.

فاء کے ساتھ جو کہ آئینہ کے منی میں آتا ہے۔

وَالْعِصَابَةُ: الْجَمَاعَةُ. وَالرِّسْلُ بِكَسْرِ
الرَّاءِ: اللَّيْنُ. وَاللِّقْحَةُ: اللَّيُونُ.
وَالْفِشَامُ بِكَسْرِ الْفَاءِ وَبَعْدَهَا هَمْزَةٌ مَمْدُودَةٌ:
بِمَعْنَى جَمَاعَةٍ. وَالْفَيْحُ مِنَ النَّاسِ: دُونَ الْقَبِيلَةِ.
الْعِصَابَةُ: جَمَاعَةٌ. جَمَاعَةٌ: الرِّسْلُ: رَاءِ كَيْفِي زِيْر
ہے اس کا معنی ہے دودھ۔ "الْلِقْحَةُ": دودھ دینے والا۔
"الْفِشَامُ": فاء کے نیچے زیر ہے اس کے بعد ہمزہ ہے۔
بمعنی جماعت۔ "الْفَيْحُ مِنَ النَّاسِ": لوگوں کا گروہ جو
قبیلے سے کم ہو یعنی خاندان یا گھرانہ۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب ذکر الدجال و صفته و مامعه، جلد 8، ص 197، رقم 7560 المستدرک للحاکم، کتاب
الفتن و الملاحم، جلد 4، صفحہ 537، رقم 8508 سنن ابوداؤد، باب خروج الدجال، جلد 4، صفحہ 199، رقم 4323 مسند امام احمد بن
حنبل، حدیث النواس بن سمران الکلابی، جلد 4، ص 181، رقم 17666 مشکوٰۃ المصابیح، باب العلامات بین یدی الساعة، جلد 3،
ص 188، رقم 5475

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ جتان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ فرمان عالی بالفرض ہے یعنی فرض کر لو کہ اگر وہ میری موجودگی میں آگیا تو تم کو اس سے کوئی نقصان نہ پہنچے وہ میرے
ہی ہاتھوں فنا ہو جاوے گا، اس کی شعبدے بازیاں میرے مقابل ناکارہ ہو جائیں گی۔ اس فرمان عالی سے دو فائدے
حاصل ہوئے: ایک یہ کہ اگرچہ اس مردود کا ظہور ابھی نہیں ہوگا مگر اس سے ڈرنا رکن ایمان ہے تم اس سے خوف کرو جیسے
قیامت ابھی نہیں آئے گی مگر اس سے ڈرتے رہو۔ خوف قیامت خوف دجال درحقیقت خوف خدا کا ذریعہ ہیں۔ دوسرے یہ
کہ دجال اگرچہ مارا جاوے گا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں لیکن اگر میرے زمانہ میں آجاتا تو میرے ہاتھوں ہی فنا
ہو جاتا بلکہ عیسیٰ علیہ السلام بھی حضور کے نائب ہونے کی حیثیت سے اسے قتل کریں گے۔

یعنی ہر شخص اپنی ذات کے لیے اس کا مقابلہ دلائل عقلیہ و شرعیہ سے کرے کہ دلائل سے سوچے کہ یہ خدا نہیں
ہو سکتا۔ یہاں بھی حجج بمعنی مقابل ہی ہے مگر یہ مقابلہ اسے قتل کرنے کا نہیں بلکہ اپنے ایمان بچانے کا ہے۔ (مرقات) گویا
حضور صلی اللہ علیہ وسلم دجال کو فنا کرنے کے لیے اس کے مقابل ہیں اور یہ ہر شخص اس سے بچنے کے لیے اس کا مقابل۔

یہاں خلیفہ بمعنی وکیل و محافظ ہے۔ اگر اس وقت ہم حیات ہوتے تو مسلمانوں کی حفاظت ہم کرتے، اب چونکہ ہم نہ
ہوں گے تو میری طرف سے میرا رب میری امت کی حفاظت کرے۔ اس سے معلوم ہوا بفضلہ تعالیٰ مؤمن ہمیشہ منصور و
محفوظ رہتا ہے۔

بالوں میں قدرے خم جسے جعد کہتے ہیں بہت اچھا ہے مگر بہت زیادہ خمی کہ بالوں کے کنڈل بن جاوے جسے قسط کہتے
ہیں یہ بری ہے، دجال کے بال بہت ہی خم دار ہوں گے۔

عبدالعزیٰ زمانہ جاہلیت میں ایک مشرک بادشاہ گزرا ہے، اس کی بد صورتی عرب میں مشہور تھی بلکہ اس کے دیکھنے

والے لوگ اس وقت موجود تھے، حضور نے اس سے تشبیہ دی۔ چونکہ دجال کی صورت بہت ہی بری ہوگی کہ اس جیسا بد شکل دنیا میں کوئی نہ گزرانہ اس وقت ہوگا اس لیے حضور انور نے جزم و یقین سے تشبیہ نہ دی بلکہ کائی فرمایا یعنی اسے کچھ کچھ مشابہت عبدالعزئی سے ہوگی ورنہ وہ عبدالعزئی سے کہیں بدتر ہوگا۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضور انور نے اگلے پچھلے اپنی نگاہوں سے دیکھے ہیں کہ عبدالعزئی پہلے گزر چکا ہے اور دجال آئندہ ہوگا مگر دونوں حضور کے علم و نظر میں ہیں۔ (ازمرقات)

یعنی اس زمانہ میں جو کوئی سورہ کہف کی شروع آیات کذبات تک پڑھتا رہے گا وہ دجال کے فتنہ سے محفوظ رہے۔ ان آیات میں یہ ذکر ہے کہ اصحاب کہف دقیانوس بادشاہ کے فتنے سے محفوظ رہے، ان کی حفاظت کی برکت سے اللہ انہیں دجال کے فتنہ سے محفوظ رکھے گا۔ جواز کا لفظی ترجمہ ہے پاسپورٹ کہ وہ ذریعہ امان ہوتا ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ سورہ کہف کی شروع کی دس آیات ہمیشہ پڑھنے والا دجال کے فتنہ سے محفوظ رہے گا، بعض لوگ ہمیشہ، بعض لوگ ہر جمعہ کو پڑھتے ہیں تاکہ موجودہ دجالوں سے بچے رہیں۔

خلہ نقطہ خ سے ریگستان میں راستہ وسیع محلہ ج بغیر نقطہ سے کوفہ و بغداد کے درمیان ایک شہر ہے۔ بعض روایات میں حلہ ہی ہے، وہاں کے لوگ اب بھی شری رہیں۔ (مرقات)

اس میں نذا اس زمانہ کے مسلمانوں سے ہے۔ (مرقات)

بعض روایات میں ہے کہ چالیس سال قیام کرے گا مگر وہ روایت ضعیف ہے، صحیح روایت چالیس دن کی ہے۔

حدیث بالکل ظاہر پر ہے۔ واقعی پہلا دن ایک سال کے برابر دراز ہوگا، اب بھی گرمیوں میں دن بجائے آٹھ گھنٹے کے چودہ گھنٹے کا ہوتا ہے۔ بعض لوگوں نے کہا کہ غم و اندوہ کی وجہ سے وہ دن سال برابر معلوم ہوگا مگر یہ غلط ہے جیسا کہ اگلے مضمون سے معلوم ہو رہا ہے۔

اس طرح کہ اس دن سورج نکلنے ہی فجر کی نماز پڑھنا پھر آٹھ گھنٹے بعد ظہر پڑھ لینا، پھر چار گھنٹے کے بعد عصر پھر دو گھنٹے بعد مغرب اور دو گھنٹے بعد عشاء، پھر چھ گھنٹے کے بعد فجر اس طرح پڑھے جانا شاید موجود گھنٹیاں اس دن کے حساب کے لیے رب تعالیٰ نے پیدا فرمادی ہیں۔ معلوم ہوا کہ جن ملکوں میں بعض زمانہ میں عشاء کا وقت نہیں آتا وہاں عشاء کی نماز معاف نہ ہوگی بلکہ پڑھنا پڑھے گی اندازہ سے جیسے لندن میں سال میں چند دن ایسے آتے ہیں کہ نماز عشاء کا وقت نہیں آتا شفق غائب نہیں ہوتی۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ یہ حکم خاص اس دن کے لیے ہے خلاف قیاس ورنہ نماز کے اوقات سورج کی حرکت سے وابستہ ہیں اس سال بھر کے دن میں بھی پانچ نمازیں ہی چاہئیں مگر چونکہ حدیث میں یہ حکم آگیا تو اس دن کے لیے قیاس چھوڑ دیا گیا۔ چنانچہ اس دن میں رمضان کا روزہ، نماز جمعہ و عیدین نہ پڑھی جائیں گی اگرچہ دن سال بھر کا ہے اور سال میں یہ چیزیں ہوتی ہیں۔

اس تشبیہ سے معلوم ہو رہا ہے کہ دجال اڑتا ہوا دنیا کی سیر کرے گا، ہوائی جہاز ایجاد ہو چکے ہیں جن سے تھوڑے عرصہ

میں دنیا کا چکر لگایا جاسکتا ہے یعنی جیسے بادل کے پیچھے جب ہوا ہو تو بہت تیز اڑتا ہے ایسے ہی وہ بہت تیز اڑے گا، آج آواز سے زیادہ رفتار والے ہوائی جہاز ایجاد ہو چکے ہیں۔

یہ رب تعالیٰ کی طرف سے خاص آزمائشیں ہوں گی کہ جو لوگ اسے خدا مان لیں گے ان پر بارش نہایت مناسب، پیداوار نہایت اعلیٰ، ان کے جانوروں کے دودھ، گھی میں بہت زیادتی ہو جاوے گی، ان کے اونٹ بہت موٹے تازہ اونچے ہو جاویں گے، دوسرے لوگ ان کی اس فراخی کو دیکھ کر دھوکہ کھا جائیں گے کہ واقعی وہ خدا ہی ہے۔ دیکھو اس نے اپنے ان بندوں کو کیسا آرام سے اور مالدار کرویا وہ لوگ ان لوگوں کی مالداری و عیش کو دیکھ کر اسے خدا مان لیں گے۔

اس فرمان عالی سے معلوم ہو رہا ہے کہ دجال کسی کو کفر پر مجبور نہ کر سکے گا، یہ شعبدے دکھا کر مائل ہی کرے گا، رب تعالیٰ فرماتا ہے: **إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ** یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض بندے دلائل کے ذریعے اس کی شر سے محفوظ رہیں گے۔

محل بنا ہے محل سے بمعنی خشکی و قحط سالی یعنی ان پر نہ تو بارش ہوگی نہ ان کی زمین میں سبزہ رہے گا۔
یعنی ان کا اپنا پہلا مال بھی فنا ہو جاوے گا، جانور یا خشک ہو جاویں گے یا مر جاویں گے، گھروں میں تباہی آ جاوے گی مگر یہ لوگ راضی بہ رضا رہیں گے۔

یعنی آبادیوں میں جا کر تو وہ آفت ڈھائے گا اور ویرانہ زمینوں میں پہنچ کر یہ فساد پھیلانے گا اس کے ساتھ اس کے ہالی موالی بہت رہیں گے، ویرانوں کے خزانوں کو اپنے ساتھ لے لے گا جنہیں ان کے ساتھ والے نکلتے دیکھیں گے اور دوسرے لوگوں کو یہ سب بتائیں گے۔ یعاسیب جمع ہے یعسوب کی بمعنی شہد کی مکھیوں کی سردار مکھی کہ جب وہ اڑتی ہے تو اس کے ساتھ سارے چھتے کی نکھیاں اڑتی ہیں اس لیے سردار کو یعسوب کہا جاتا ہے۔ یعاسیب جمع فرما کر ارشادہ بتایا کہ بے شمار مکھیوں کی طرح اس کے ساتھ بے شمار خزانے چلیں گے، یہ خزانے یا تو بذات خود چلیں گے یا کسی سواری میں جیسے آج لاکھوں من سامان ریل، موٹر، بحری جہاز، ہوائی جہاز دوڑتے تیرتے اڑتے پھر رہے ہیں۔

یہ جوان آدمی یا تو اس کے تابعین میں سے ہوگا، لوگوں کو اپنی قوت دکھانے کے لیے یہ حرکت کرے گا یا ان میں سے ہوگا جو ان کی پیروی نہ کریں گے اسے سزا دینے کے لیے یہ حرکت کرے گا۔ تلوار سے اسے چیر دے گا جیسے آرے سے چیرا جاتا ہے اور دونوں ٹکڑے اتنے فاصلہ پر پھینکے گا جو تیر اور اس کے نشانہ کے درمیان ہوتا ہے یعنی بہت دور۔

یعنی اس کی ایک آواز پر یہ دونوں ٹکڑے حرکت کر کے آپس میں مل جاویں گے پھر پورا جسم بن کر اس میں جان پڑ جاوے گی اور وہ جوان دوڑتا ہوا آ جاوے گا۔ ہم نے بعض جادو گروں کو دیکھا کہ آدمی کو چادر اوڑھا کر اس کا گلہ کاٹ دیتے ہیں اور پھر اسے اچھا خاصا کھڑا کر دیتے ہیں مگر یہ شعبدہ ہوتا ہے غالباً وہ حقیقتاً یہ کرے گا۔

اللہ تعالیٰ جھوٹے مسیح کو سچے مسیح کے ذریعے ہلاک کرے گا اس لیے اس مردود کو حضرت مہدی قتل نہ کریں گے کہ اس

کام کے لیے حضرت مسیح منتخب ہو چکے ہیں۔ مہر و دتین تشبیہ ہے، مہر و دتہ بمعنی غوطہ دیا ہوا یعنی آپ کے جسم شریف پر گیر دیا زعفران رنگے ہوئے دو کپڑے ہوں گے تہبند چادر۔

جہان گھنگرو کے دانہ یا موتی کی طرح گول قطرے جو نہایت صاف شفاف و سفید ہوں، آپ خود نہایت حسین ہوں گے آپ کا یہ پسینہ نہایت پاکیزہ و خوشبودار ہوگا۔

بعض شارحین نے فرمایا کہ نفس سے مراد سانس نہیں بلکہ دم کرنا ہے یعنی آپ جب دم کرنے کی نیت سے پھونک لگائیں گے تو آپ کا دم تاحد نظر پہنچے گا اور جس کافر کو لگے گا وہ مرے گا۔ اللہ کی شان ہے کہ پہلے اسی دم سے مردے زندہ ہوتے تھے اور اب زندہ کافر مردہ ہوں گے۔ یا جوج و ماجوج کفار پر آپ کریں گے ہی نہیں کیونکہ ان کی موت اور طرح سے واقع کرنا ہے، بعض نے فرمایا کہ نفس سے مراد سانس ہی ہے۔

لد بیت المقدس کی قریب ایک بستی ہے، اس بستی کے دروازے میں گھتے ہوئے اسے پائیں گے کہ وہ وہاں داخل ہو رہا ہوگا اسے دروازہ پر ہی قتل کر دیں گے اندر داخل نہ ہونے دیں گے جیسے شہداد اپنی جنت کے دروازے پر ہی قتل کر دیا گیا۔

یعنی ان مؤمنین کے چہرے جو گرد و غبار سے اٹے ہوں گے جیسا کہ عام غرباء فقراء کا حال ہوتا ہے، اسے خود حضرت مسیح اپنے ہاتھ شریف سے صاف کریں گے یا محبت و کرم سے ان کے چہروں پر ہاتھ پھیریں گے مگر پہلے معنی قوی ہیں جیسا کہ عن وجوہم فرمانے سے معلوم ہو رہا ہے۔ آپ غبار صاف فرماتے جائیں گے اور انہیں جنت کی بلکہ وہاں کے درجات کی خبر دیتے جائیں گے۔

یعنی اے عیسیٰ دجال تو آیا اور ہلاک ہو گیا اب کچھ روز کے لیے ایک بڑی مخلوق یا جوج ماجوج اس زمین پر آرہے ہیں جن کی ہلاکت تمہارے ہاتھوں سے نہیں بلکہ تمہاری بددعا سے ہوگی اس لیے یہ زمین خالی کر دو، طور پہاڑ ان کی شر سے محفوظ رہے گا ان مسلمانوں کو وہاں لے جاؤ۔ یہ ان کو تشبیہ فرما کر بتایا گیا کہ کسی انسان میں دونوں ہاتھوں سے بھی ان کے مقابلہ کی طاقت نہیں۔

یعنی جب یا جوج ماجوج کی دیوار ٹوٹے گی تو وہ ہر طرف سے دوڑتے ہوئے اس زمین پر آئیں گے ان کی کثرت سے زمین بھر جاوے گی۔

یعنی ان کی کثرت کا یہ حال ہوگا کہ دریا کا سارا پانی انکا اگلا حصہ ہی پی جاوے گا اور دریا خشک کر دے گا۔ بحیرہ تصغیر ہے بحر کی، بحیرہ طبریہ شام کے علاقہ میں دس میل لمبا دریا ہے، طبریہ ایک بستی کا نام ہے اردن کے علاقہ میں وہاں یہ دریا ہے اس لیے اسے بحیرہ طبریہ کہتے ہیں۔

خمر کے معنی ہیں چھپنا ڈھانپنا، اسی سے ہے خمار دوپٹہ، چونکہ وہ پہاڑ بہت سرسبز ہے کہ اس کی پوری زمین سبزہ اور درختوں سے چھپی ہوئی ہے اس لیے اسے جبل خمر کہتے ہیں یعنی سبزہ سے ڈھکا ہوا پہاڑ۔ (لمعات، مرقات)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان تو طور پہاڑ میں محفوظ ہو چکے ہوں گے مگر زمین میں کفار بہت ہوں گے یعنی دجال کو مان لینے والے وہ یا جوج ماجوج کے ہاتھوں مارے جائیں گے حتیٰ کہ زمین میں ان میں سے کوئی نہ بچے گا اس لیے یہ یا جوج ماجوج کہیں گے کہ زمین والوں کو تو ہم مار چکے آؤ آسمان والے فرشتوں کو بھی مار لیں تاکہ دنیا میں ہم ہی رہیں ہمارے سوا کوئی نہ رہے۔

ممکن ہے کہ یہ تیز چڑیوں کے لگیں ان کے خون میں بھیگ کر لوٹیں۔ اس میں اشارۃً یہ فرمایا کہ یا جوج ماجوج کا فساد صرف زمین میں نہ ہوگا بلکہ فضا میں بھی ہوگا۔

چونکہ اس زمانہ میں مسلمان صرف کوہ طور پر رہیں گے کہیں جا آئے سکیں گے اس لیے باہر سے مال کی درآمد برآمد بند ہوگی لہذا قحط بہت پڑ جاوے گا اور باوجودیکہ وہ علاقہ بہت سرسبز و شاداب ہے، پھر گرانی کا یہ حال ہوگا کہ جو قدر آج سو دینار کی ہے اس سے زیادہ قدر قیمت گائے کی ایک سری کی ہوگی، مسلمانوں پر یہ زمانہ بہت تنگی کا گزرے گا، جب گائے کی سری کی یہ قیمت ہوگی تو باقی گوشت کی قیمت اندازہ لگا لو، سری بہت سستی ہوتی ہے۔

اس طرح کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قوم یا جوج ماجوج کی ہلاکت کی دعا کریں گے مؤمنین آمین کہیں گے۔ نبی اللہ فرما کر یہ بتایا گیا کہ اس وقت بھی عیسیٰ علیہ السلام نبی ہوں گے نبوت کے منسوخ ہونے سے ان کے احکام بندوں پر جاری نہیں ہوتے مگر ان کا درجہ عند اللہ وہی رہتا ہے۔ اس سے بڑھ کر بات یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام جناب خضر کے پاس گئے تو ان کی نبوت منسوخ نہ ہوئی تھی مگر وہاں آپ نبوت کی شان سے نہ گئے تھے نہ حضرت خضر پر توریت کے احکام جاری فرمائے تو جب دین مضافی میں عیسیٰ علیہ السلام آویں گے تو قرآنی احکام ہوتے ہوئے اپنی منسوخ شریعت کے احکام کیسے جاری کریں گے، مرزائیوں کو اس میں غور کرنا چاہیے۔

یعنی ایک آن کی آن میں سب ہلاک ہو جائیں گے انہیں مرتے ہوئے ایک ساعت بھی نہ لگے گی، یہ پتہ نہ لگا کہ یہ لوگ زمین میں کتنے دن رہیں گے۔

یعنی تمام روئے زمین ان مردودوں کی لاشوں اور بدبو سے بھرا ہوگا، مسلمان اس قید سے نکل تو آئیں گے مگر اس مصیبت سے زمین میں کاروبار تو کیا چل پھر بھی نہ سکیں گے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا اور مسلمانوں کی آمین پر یہ پرندے رب تعالیٰ بھیجے گا جو تعداد میں بے شمار ہوں گے، جسامت میں بہت بڑے اور طاقتور کہ ایک پرندہ یا جوج کی لاش اٹھائے گا، کہاں سے آئیں گے اور کہاں غائب ہو جائیں گے یہ رب جانے۔ نڈی دل ہم نے آتے دیکھا ہے نہ معلوم کہاں سے آتا ہے اور پھر کہاں غائب ہو جاتا ہے، ان پرندوں کی شکل سختی اونٹوں کی گردنوں سے ملی ہوگی۔

یہ بھی رب تعالیٰ کی قدرت ہی ہوگی کہ اتنی زیادہ لاشیں جن سے روئے زمین بھری ہوگی نہ معلوم کہاں غائب کر دی

جائیں گی اس جگہ کا ذکر آگے آ رہا ہے۔

نہل بروزن منبر بمعنی بڑا پہاڑ۔ اور یہ ایک بستی کا نام بھی ہے جو بیت المقدس کے قریب ہے۔ غالباً اس بستی کا یہ نام اس پہاڑ کے نام سے ہے جیسے ہمارے پنجاب میں سالنگہ ہل ایک شہر کا نام ہے اس کے ایک پہاڑ کے نام پر جہلم ایک شہر ہے اور یا جہلم کے نام پر، اس چھوٹی سی جگہ میں اتنی لاشوں کا سما جانا بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت ہی سے ہوگا۔

یعنی یا جوج ماجوج تو مرجائیں گے مگر اپنی تیر ترکش، کمانیں اتنی بڑی تعداد میں چھوڑ جائیں گے کہ سات سال تک مسلمان انہیں جلا کر اپنے سب کام چلائیں گے مفت کی لکڑی پائیں گے۔

اس فرمان کا تعلق یا جوج ماجوج کی ہلاکت سے ہے یعنی ان مردودوں کے ہلاک ہو جانے اور ان کی نعشیں پھینک دیئے جانے پر عالمگیر بارش آوے گی، یہ مطلب نہیں کہ سات تیر و کمان ترکش چلا چکنے کے بعد بارش آوے گی۔

زلقہ قاف سے بمعنی صاف آئینہ، زلفہ سے اس کے بہت معنی ہیں: دھلی زمین، صاف تشری، سبز رنگ کا صاف گھڑا، سیب، صاف پتھر، صاف کردہ زمین، یہاں زلفہ سے بھی ہو سکتا ہے اور قاف سے بھی ہر معنی درست ہیں ز اور لام کے فتح سے۔

یعنی ایک انار اتنا بڑا ہوگا کہ اس کے دانوں سے ایک پوری جماعت شکم سیری ہو جاوے اور اس کا چھلکا پورے خیمہ کی طرح ہوگا۔ فحف کھوپڑی کے پیالہ کو کہتے ہیں، چونکہ انار کا چھلکا کھوپڑی کی طرح گول اور ڈھلوان ہوتا ہے اس لیے اسے فحف فرمایا گیا کوہ مری اور شملہ کی ایک ہری مرچ میں ڈیڑھ پاؤ قیمہ بھر جاتا ہے۔

لقحہ لام کے کسرہ قاف کے سکون سے نوز اسیدہ مادہ جانور خواہ اونٹنی ہو یا گائے یا بکری۔ خیال رہے کہ نوز اسیدہ کا دودھ کم ہوتا ہے، کچھ دن بعد جب خون ڈال دیتی ہیں تب دودھ بڑھتا ہے۔ فرمایا جا رہا ہے کہ جب نوز اسیدہ یعنی نئی نئی بیاہی ہوئی مادہ جانور کے دودھ میں ایسی برکت و کثرت ہوگی تو سمجھ لو کہ پرانی ہو کر اس کا دودھ کتنا ہوگا، ان احادیث میں تاویل کی ضرورت نہیں۔ ہم نے پہاڑ کے آلودیکھے ہیں ایک آلو ڈیڑھ سیر بلکہ دو سیر کا، آزاد کشمیر کی مولی بہت موٹی بہت لمبی کہ ایک آدمی ایک مولی اٹھا سکتا ہے، رب تعالیٰ کی قدرت ہمارے خیال سے ورا ہے۔ ہم نے دوسرے حج کے موقع پر طائف کے انار دیکھے چھوٹے تر بوز کے برابر جن کے دانے چھوٹے آلو کے برابر ایک انار کے شربت سے بوتل بھر جاتی تھی اور جدہ کے تر بوز اس زمانہ میں اتنے بڑے دیکھے کہ سبحان اللہ! لہذا یہ حدیث بالکل ظاہر پر ہے کسی تاویل کی ضرورت نہیں۔

یہاں مسلم و مؤمن ہم معنی ہیں، مسلم مؤمن کی تفسیر ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بہت عرصہ بعد ہوگا جب کہ دنیا میں پھر کافر پھیل چکے ہوں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں دنیا میں کوئی کافر نہ رہے گا سب مسلمان ہو چکے ہوں گے یا قتل۔ کبھی مسلم و مؤمن میں فرق کیا جاتا ہے کہ ظاہری اطاعت کرنے والا مسلم اور دل

سے عقائد اسلامیہ کو ماننے والا مؤمن۔ یہ ہوا ایک غیبی ہوا ہوگی جو ہر مسلمان کی جان نہایت آسانی سے نکال لے گی۔
 ہرج بمعنی قتل بھی آتا ہے اور بمعنی زنا بھی یہاں بمعنی زنا ہے۔ ہرج کے لغوی معنی خلط ملط ہونا ہے خواہ قتل کے لیے خواہ
 زنا کے لیے عورت و مرد کا اختلاط یہاں دوسرے معنی میں ہے۔ بعض شارحین نے بمعنی قتل فرمایا ہے مگر پھر گدھوں سے تشبیہ
 درست نہیں ہوگی، گدھا جفتی کے وقت رینگتا ہے جس سے دور تک خبر ہو جاتی ہے اس لیے یہاں گدھے سے تشبیہ دی نہ کہ
 دوسرے جانور سے اگرچہ چیل بھی اس وقت چیختی ہے مگر گدھے سے کم اس کی آواز آتی ہے لہذا گدھے سے تشبیہ نہایت ہی
 موزوں ہے۔

یعنی اتنی عبارت ترمذی شریف میں ہے مسلم میں نہیں۔ (بزازۃ المناجیح، ج ۷ ص ۳۱۹)

حضرت ربیع بن حراش سے روایت ہے کہ میں

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت حذیفہ
 بن یمان رضی اللہ عنہ کے گھر گیا تو حضرت ابو مسعود نے کہا: ہمیں
 وہ حدیث سنائیے جو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دجال
 کے بارے میں سنی ہے تو انہوں نے کہا کہ دجال خروج
 کرے گا تو اس کے ساتھ پانی اور آگ ہوگی لیکن جس کو
 لوگ پانی دیکھیں گے وہ جلانے والی آگ ہوگی اور جو
 لوگوں کو آگ نظر آئے گی وہ ٹھنڈا میٹھا پانی ہوگا اس لئے
 تم میں سے جس کو وہ زمانہ مل جائے تو اس کو چاہئے کہ وہ
 جسے آگ سمجھے اس میں کود جائے کیونکہ وہ میٹھا اور عمدہ
 پانی ہوگا۔ حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے بھی

یہ حدیث مبارکہ سنی ہے۔ (متفق علیہ)

(1815) وَعَنْ رَبِيعِ بْنِ حِرَاشٍ، قَالَ:

انطلقت مع أبي مسعود الأنصاري إلى حذيفة بن
 اليمان - رضى الله عنهم - فقال له أبو مسعود:
 حدثيني ما سمعت من رسول الله صلى الله عليه
 وسلم في الدجال، قال: إن الدجال يخرج وإن
 معه ماءً وناراً، فأما الذي يراه الناس ماءً فنارٌ
 تحرق، وأما الذي يراه الناس ناراً، فماءٌ باردٌ
 عذب. فمن أدركه منكم، فليقع في الذي يراه
 ناراً، فإنه ماءٌ عذبٌ طيبٌ فقال أبو مسعود: وأنا
 قد سمعته. متفق عليه.

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب ذکر الدجال، جلد 9، صفحہ 60، رقم 7130 صحیح مسلم، باب ذکر الدجال و صفته و

مامعہ، جلد 6، صفحہ 196، رقم 7555 جامع الاصول لابن اثیر، الباب الاول فی القيامة و علامتها، الفصل الثانی، جلد 10، صفحہ

350، رقم 7842 مسند امام احمد بن حنبل، حدیث حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ، جلد 5، ص 399، رقم 23431

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

پانی سے مراد صرف پانی نہیں جو نعمتیں پانی سے پیدا ہوتی ہیں وہ سب مراد ہیں لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف

نہیں کہ اس کے ساتھ باغ اور آگ ہوں گے۔ (مرقات)

یا تو یہ باغ و آگ محض شعبدہ ہوں گے جیسے جادوگر شعبدے باز مٹی کو روپیہ بنا کر دکھا دیتے ہیں یا حقیقتاً یہ ہی ہوں گے، دوسرے معنی زیادہ تو یہ ہیں۔ ایک ہی چیز کا ایک کے لیے باغ دوسرے کے لیے آگ ہونا ممکن بلکہ واقع ہے۔ ایک قبر میں دو شخص دفن ہو جاویں ایک مؤمن دوسرا کافر تو یہ ایک قبر مؤمن کے لیے جنت کا باغ ہے کافر کے لیے دوزخ کی بھٹی، ایک بستر پر دو آدمی سو رہے ہیں ایک شخص اچھی خواب دیکھ کر مزے لے رہا ہے دوسرا شخص اس بستر پر بری خواب دیکھ کر گھبرا رہا ہے۔ یہ باغ و آگ اس کے ساتھ ایسے چلیں گے جیسے آج ریل کے انجن میں پانی کا حوض اور آگ دوڑتے پھرتے ہیں آج ریل بحری جہاز، ہوائی جہاز کی سیر کرو معلوم ہوگا کہ آرام دہ مکانات کھیلنے کے میدان پاخانہ غسل خانہ باروچی خانہ دوڑتے پھر رہے ہیں بلکہ ہوا میں اڑ رہے ہیں۔

یعنی دجال کی ایک آنکھ تو ہوگی ہی نہیں وہ حصہ سر کے پیچھے کی طرح صاف ہوگا، دوسری آنکھ کانی ہوگی ابھرے ہوئے انگور کی طرح یا اس کی ایک آنکھ کبھی صاف سپاٹ ہوگی، کبھی ابھرا ہوا انگور یا کسی کو وہ آنکھ سپاٹ نظر آوے گی، کسی کو ابھرا انگور لہذا یہ حدیث گزشتہ احادیث کے خلاف نہیں جن میں اس کی آنکھ کو ابھرا ہوا انگور فرمایا گیا ہے۔ (مرقات شرح مشکوٰۃ)

یعنی اس تحریر کو مؤمن تو بے پڑھا بھی پڑھ لے گا سمجھ لے گا اور کافر پڑھا لکھا بھی نہ سمجھ سکے گا یہ بھی قدرت خداوندی ہوگی۔ (مزاۃ الناجح، ج ۷ ص ۳۱۷)

(1816) وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَخْرُجُ الدَّجَالُ فِي أُمَّتِي فَيَبْكُكُمْ أَرْبَعِينَ، لَا أَحَدِي أَرْبَعِينَ يَوْمًا أَوْ أَرْبَعِينَ شَهْرًا، أَوْ أَرْبَعِينَ عَامًا، فَيَبْعَثُ اللَّهُ تَعَالَى عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَيُظْلِمُهُ فَيَهْلِكُهُ، ثُمَّ يَمُكُّ النَّاسَ سَبْعَ سِنِينَ لَيْسَ بَيْنَ اثْنَيْنِ عَدَاوَةٌ، ثُمَّ يُرْسِلُ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ، رِيحًا بَارِدَةً مِّنْ قِبَلِ الشَّامِ، فَلَا يَبْقَى عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ أَحَدٌ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنْ خَيْرٍ أَوْ إِيمَانٍ إِلَّا قَبَضَتْهُ، حَتَّىٰ لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ دَخَلَ فِي كَبِدِ جَبَلٍ، لَدَخَلَتْهُ عَلَيْهِ حَتَّىٰ تَقْبِضَهُ، فَيَبْقَى شَرَارُ النَّاسِ فِي خِفَّةِ الطَّيْرِ، وَأَحْلَامِ السِّبَاعِ، لَا يَعْرِفُونَ مَعْرُوفًا، وَلَا

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں دجال خروج کرے گا اور وہ چالیس تک ٹھہرے گا۔ اب مجھے یہ معلوم نہیں کہ آپ حضور نے چالیس دن فرمایا تھا یا چالیس مہینے یا چالیس سال۔ پھر اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہا السلام کو بھیجے گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کو تلاش کر کے اس کو ماریں گے۔ اس سات سالہ مدت میں دو آدمیوں کے درمیان بھی کسی قسم کی عداوت نہ ہوگی۔ پھر اس کے بعد شام کی طرف سے اللہ تعالیٰ ایک ٹھنڈی ہوا بھیجے گا جس کی وجہ سے روئے زمین پر کوئی آدمی ایسا باقی نہ رہے گا جس کے دل میں ذرہ برابر نیکی یا ذرہ برابر ایمان ہوگا مگر یہ کہ ایسے ہر ایک شخص کی روح قبض ہو جائیگی۔ یہاں تک کہ اگر کوئی پہاڑ کی کھوہ میں بھی جا کر رہے گا۔

يُنْكِرُونَ مُنْكَرًا، فَيَتَمَثَّلُ لَهُمُ الشَّيْطَانُ، فَيَقُولُ:
 أَلَا تَسْتَجِيبُونَ؟ فَيَقُولُونَ: فَمَا تَأْمُرُنَا؟ فَيَأْمُرُهُمْ
 بِعِبَادَةِ الْأَوْثَانِ، وَهُمْ فِي ذَلِكَ دَارٌ رِزْقُهُمْ، حَسَنٌ
 عَيْشُهُمْ، ثُمَّ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ، فَلَا يَسْمَعُهُ أَحَدٌ إِلَّا
 أَصْعَى لَيْثًا وَرَفَعَ لَيْثًا، وَأَوَّلُ مَنْ يَسْمَعُهُ رَجُلٌ
 يَلُوطُ حَوْضِ إِبِلِهِ فَيُضَعِقُ وَيُضَعِقُ النَّاسَ حَوْلَهُ،
 ثُمَّ يُرْسِلُ اللَّهُ - أَوْ قَالَ: يُنْزِلُ اللَّهُ - مَطْرًا كَأَنَّهُ
 الظِّلُّ أَوْ الظِّلُّ، فَتَنْبُتُ مِنْهُ أَجْسَادُ النَّاسِ، ثُمَّ
 يُنْفَخُ فِيهِ أُخْرَى فَإِذَا هُمْ قِيَمٌ يَنْظُرُونَ، ثُمَّ
 يُقَالُ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ هَلُمَّ إِلَى رَبِّكُمْ، وَقِفُوهُمْ
 إِنَّهُمْ مَسْئُولُونَ، ثُمَّ يُقَالُ: أَخْرِجُوا بَعَثَ النَّارِ
 فَيُقَالُ: مِنْ كَمْ؟ فَيُقَالُ: مِنْ كُلِّ أَلْفٍ تِسْعِيَّةٌ
 وَتِسْعَةٌ وَتِسْعِينَ، فَذَلِكَ يَوْمٌ يَجْعَلُ الْوِلْدَانَ
 شِيبًا، وَذَلِكَ يَوْمٌ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ، رَوَاهُ
 مُسْلِمٌ - "أَلَيْتُ": صَفْحَةٌ الْعُنُقِ - وَمَعْنَاهُ يَضَعُ
 صَفْحَةَ عُنُقِهِ وَيَرْفَعُ صَفْحَتَهُ الْأُخْرَى.

بھی وہ ہوا وہاں جا کر اس کی روح کو قبض کر لے گی۔ پھر
 اس کے بعد شریر لوگ ہی باقی رہ جائیں گے جو شہوت رانی
 میں پرندوں کی طرح اور ظلم انگیزی میں درندوں کی طرح
 ہوں گے۔ نہ کسی بھلائی کو پہچانیں گے اور نہ ہی کسی بُرائی
 سے رکیں گے۔ پس شیطان ان کے پاس شیطانی شکل
 میں آئے گا اور کہے گا کیا تم میری بات نہیں مانتے؟ وہ
 کہیں گے تم ہمیں کیا حکم دیتے ہو؟ پس وہ انہیں بتوں کی
 پوجا کرنے کا حکم دے گا اور وہ اپنے رزق سے فائدہ حاصل
 کرتے ہوں گے اور ان کی زندگی بڑے آرام سے گزر
 رہی ہوگی۔ پھر صور پھونکا جائے گا۔ پس جو آدمی بھی اسے
 سنے گا وہ اپنی گردن کو جھکا لے گا اور پھر اسے اٹھائے
 گا۔ سب سے پہلا شخص جو اس آواز کو سنے گا وہ ہوگا جو
 اپنے اونٹوں کے حوض کو لپ رہا ہوگا۔ وہ اس سے بیہوش
 ہو کر گر پڑے گا اور ارد گرد والے دوسرے لوگ بھی۔ پھر
 اللہ تعالیٰ بارش بھیجے گا یا فرمایا کہ نازل فرمائے گا جو پھوار
 جیسی ہوگی جس سے انسانی جسم اگیں گے۔ پھر دوسری
 مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو اس وقت لوگ کھڑے ایک
 دوسرے کو دیکھ رہے ہوں گے۔ پھر کہا جائے گا۔ اے لوگو!
 اپنے رب کی طرف آؤ (فرشتوں کو کہا جائے گا) ان کو کھڑا
 کرو پھر کہا جائے گا اے لوگو! اپنے رب کی طرف آؤ
 انہیں کھڑا کیا جائے گا اور ان سے پوچھا جائے گا۔ پھر کہا
 جائے گا ان میں سے جہنمیوں کا گروہ نکال لو۔ پس فرشتوں
 کی طرف سے عرض کیا جائے گا کتنے؟ تو حکم ہوگا ہر ہزار
 میں سے نو سو ننانوے (۹۹۹)۔ پس یہی دن ہوگا۔ (جو غم
 کی وجہ سے) بچوں کو بوڑھا کر دے گا اور یہی دن ہوگا

جب پنڈلی کھولی جائے گی۔ (مسلم) اللیث: یعنی گردن کا کنارہ اور اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ گردن کا ایک کنارہ رکھے گا اور اس کے دوسرے کنارے کو اونچا کرے گا۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب خروج الدجال و مکثہ فی الارض و نزول عیسیٰ، جلد 8، ص 201، رقم 7568 جامع الاصول لابن اثیر، الفصل الحادی عشر فی احادیث جامعۃ الاشراف مععددۃ، جلد 10، ص 417، رقم 7938 جامع الاحادیث للسیوطی، یاء النداء مع الیاء، جلد 24، صفحہ 71، رقم 26652، کنز العمال، حرف القاف، جلد 24، صفحہ 62، رقم الحدیث 38745

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ شک ان راوی کو ہے کہ حضور انور نے کیا فرمایا کہ چالیس دن فرمائے یا چالیس ماہ یا سال ورنہ حضور انور نے چالیس دن فرمایا ایک دن ایک سال کی برابر وغیرہ۔

یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت عروہ ابن مسعود کے ہم شکل ہون گے، عروہ ابن مسعود سیدنا عبد اللہ ابن مسعود کے بھائی ہیں، بعض شارحین نے فرمایا کہ یہ عروہ ابن مسعود ثقفی ہیں جو صلح حدیبیہ کے دن کفار کی طرف سے حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے، پھر ۹ھ میں غزوہ طائف کے بعد یہ اسلام لائے پھر اپنی قوم کو دعوت اسلام دی جس پر قوم نے انہیں قتل کر دیا، یہ عبد اللہ ابن مسعود کے بھائی نہیں کہ وہ تو عبد اللہ ابن مسعود ابن غافل ہذلی ہیں یہ ہی صحیح ہے۔ (مرقات)

اس کی تحقیق پہلے کی جا چکی ہے کہ بعض روایات میں ہے چالیس سال، بعض میں ہے سات، سال والی روایات میں آپ کا پہلا قیام جو ۳۳ سال تھا اور سات سال یہ قیام بعد نزول والا ملا کر مراد ہے اور بھی زیادہ کی روایات ہیں۔

یعنی ان سات سال میں تمام دنیا میں اسلام ہی ہوگا سب مسلمان متقی ہوں گے، سب کے سینے کینہ سے پاک و صاف ہوں گے۔

حضرت عیسیٰ کے پردہ فرمانے کے بعد کچھ عرصہ تو یہ ہی خیر و برکت رہے گی، پھر انسان کافر بھی ہونے لگیں گے حتیٰ کہ کچھ عرصہ بعد دنیا میں کفار بھی بہت ہو جائیں گے لہذا حدیث شریف واضح ہے۔ اس پر یہ اعتراض نہیں کہ جب سارے انسان مسلمان ہو چکے تھے تو اس کے ہوا چلنے پر کافر کہاں سے آئے جو زندہ رہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس ہوا سے کوئی مسلمان کسی طرح بچے گا نہیں جہاں بھی ہوگا وفات پا جائے گا۔ یہ موت اللہ تعالیٰ کی بڑی رحمت ہوگی کہ بدترین لوگوں میں مسلمان نہ رہیں گے ہم کو اس دعا کی تعلیم دی گئی ہے تو فناء مع الابرار۔

یعنی وہ لوگ بالکل بے عقل ہوں گے اور سخت خونخوار۔ چڑیا ہر کام میں جلدی کرتی ہے ایسے ہی وہ ہر برائی بغیر سوچے سمجھے جلدی کریں گے گویا گناہ پراڑ کر پہنچیں گے اور بے رحمی، غصہ و حسرت، بربریت طیش میں خونخوار درندوں کی طرح ہوں گے، بغیر سوچے سمجھے ایک دوسرے کو بات بات پر قتل و غارت کریں گے۔

بلکہ برعکس اچھائیوں کو برا سمجھیں گے اور برائیوں کو اچھا سمجھیں گے، عقل و علم سے خالی ہوں گے اور ساتھ ہی بڑے

مالدار ہوں گے، جب مال ہو مگر عقل، دین، علم نہ ہو تو مال زہر ہے، مال سانپ ہے جس کا تریاق دین ہے۔

شیطان کا انسان کے دل میں وسوسے ڈالنا اس کا ادنیٰ فریب ہے مگر شکل انسانی میں آکر بہکانا اس کا بڑا ہی سخت فریب ہے جس سے بچنا مشکل ہے اس لیے قرآن مجید میں انسان شیطان کو جن شیطان سے سخت تر فرمایا کہ شَيْطَانِ الْإِنْسِ وَ الْجِنِّ۔ (مرقات) وہ کہے گا کہ تم خدا رسی کا ذریعہ کیوں اختیار نہیں کرتے اللہ کی راہ سے کیوں بہکے ہوئے ہو۔

یعنی تم لوگ بت پرستی کرو خدا رسی کے لیے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ اولاً کسی چیز کی عبادت نہ کرتے ہوں گے نہ خدا تعالیٰ کی نہ بتوں کی، جانوروں کی طرح یوں ہی زندگی گزارتے ہوں گے شیطان انہیں برے راستہ پر لگا دے گا۔ یعنی ان پر بڑا عذاب یہ ہوگا کہ اس بے علمی بے عقلی بے دینی کے ساتھ ان کے پاس مال و دولت رزق بہت ہی وسیع ہوگا کہ اس سے ان پر گناہوں کے دروازے کھل جائیں گے۔

ملیت لام کے کسرہ سے گردن کی ایک طرف ایک حصہ کو کہتے ہیں یعنی وہ گھبراہٹ میں کبھی گردن کی داہنی کروٹ اونچی کرے گا بائیں نیچی کبھی اس کے برعکس۔ اس کی یہ حرکت انتہائی گھبراہٹ میں ہوگی کہ کبھی وہ صور کی آواز دہنے کان سے سنے گا کبھی بائیں سے۔

صور کی آواز لازماً نہایت ہلکی اور باریک ہوگی جسے سوا اس شخص کے کوئی نہ سنے گا پھر آہستہ آہستہ تیز ہوتی جائے گی۔ پہلے بے ہوش ہوں گے پھر فنا، یا بے ہوشی سے مراد ہلاکت ہے، اشعة اللمعات نے یہ ہی معنی کیے۔ یہ واقعہ پہلے نوحہ سے چالیس سال بعد ہوگا اس دوران میں ان مردوں کے جسم گل چکے ہوں گے، اس بارش سے لوگوں کے جسم ایسے اگیں گے جیسے کھیت میں سبزہ اگتا ہے۔

اس فرمان عالی سے معلوم ہوا کہ جسموں کی بالیدگی تو اس ہلکی بارش سے ہوگی اور سب کا زندہ ہونا صور کی آواز سے ہوگا۔ پہلا خطاب زندہ ہونے والے لوگوں سے تھا کہ اے زندہ ہونے والو یہاں سے میدان حشر کی طرف یعنی شام کی زمین کی طرف چلو، جب یہ لوگ وہاں پہنچ جائیں گے تب فرشتوں سے کہا جائے گا کہ انہیں یہاں کھڑا کر دو یہاں ہی ان کا حساب ہوگا۔ اس فرمان عالی سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ فرشتوں کی نگرانی میں محشر تک جائیں گے اور انہیں فرشتے وہاں کھڑا کریں گے۔

یہ سوال جواب رب تعالیٰ اور ان فرشتوں کے درمیان ہوگا یعنی اے فرشتو تمام لوگوں میں سے آگ کے مستحقین کو الگ کر دو تب وہ یہ سوال کریں گے کہ آگ کا حصہ کتنا ہے، فرمایا جائے گا ہزار میں سے نو سو ننانوے۔ اس فرمان عالی کی دو شرحیں ہیں: ایک یہ کہ نو سو ننانوے میں کفار گنہگار جو بھی دوزخ کے لائق ہیں سب ہوں گے، پھر سارے گنہگار حضور کی شفاعت سے بخش دیئے جائیں گے، بعض تو یہاں ہی اور بعض دوزخ میں سزا پا کر صرف کفار وہاں رہیں گے۔ دوسری شرح یہ ہے کہ محشر کی اس جماعت میں یا جوج ماجوج بھی ہوں گے ان کی تعداد کا یہ حال ہے کہ یہاں بیرونی زمین کے انسان ان

کے مقابلے میں فی ہزار ایک ہیں۔ (اشعة اللمعات) بہر حال یہ خطاب بہت ہی ہولناک ہوگا۔
یعنی اس دن کی وحشت و درہشت کا یہ حال ہوگا کہ اگر اس دن بچے ہوتے تو بڑھے ہو جاتے غم و اندوہ کی وجہ سے۔
پنڈلی کھلنے سے مراد ہے سخت پریشان ہونا یعنی لوگوں کو اس وقت انتہائی پریشانی ہوگی۔ مرقات نے فرمایا کہ جب حاملہ اونٹنی
کے پیٹ میں بچہ مرجاتا ہے تو آدمی ہاتھ ڈال کر اسے نکالتا ہے، پہلے اس بچہ کی پنڈلی نمودار ہوتی ہے، یہ اونٹنی پر سخت تروقت
ہوتا ہے، پھر محاورہ میں ہر مشکل میں پھنسنے کو پنڈلی کھل جانے سے سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں جو ارشاد ہوا یَوْمَ
يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَيُدْعَوْنَ إِلَى الشُّجُودِ وَهَانَ پَنْدُلِي كَهَوْلِي جانے سے مراد بعض کے نزدیک یہ ہے کہ رب تعالیٰ اپنی
ساق قدرت کھولے گا، لوگوں کو حکم دے گا کہ ہماری ساق کو سجدہ کرو۔

وہ حدیث مصابیح میں اسی جگہ تھی ہم نے وہاں بیان کی وہاں کے زیادہ مناسب ہے۔ (مزاہ الناجح، ج ۷ ص ۳۶۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

(1817) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ:

اللہ نے فرمایا: دجال مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے علاوہ

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَيْسَ مِنْ

ہر شہر میں داخل ہوگا اور مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے ہر

بَلَدٍ إِلَّا سَيَطُوهُ الدَّجَالُ إِلَّا مَكَّةَ وَالْمَدِينَةَ :

راستے اور پہاڑی پر فرشتے صفیں باندھے ان دونوں کی

وَلَيْسَ نَقَبٌ مِّنْ أَنْقَابِهِمَا إِلَّا عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ

حفاظت کرنے پر مقرر ہوں گے۔ پس دجال

صَافِقِينَ تَحْرُسُهُمَا، فَيَنْزِلُ بِالسَّبْعَةِ، فَتَرْجُفُ

مقام سبغہ میں اترے گا اور مدینہ منورہ میں زلزلے

الْمَدِينَةَ ثَلَاثَ رَجَفَاتٍ، يُخْرِجُ اللَّهُ مِنْهَا كُلَّ كَافِرٍ

کے تین جھٹکے آئیں گے اور ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ ہر

وَمُنَافِقٍ" - رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

کافر، منافق کو مدینہ منورہ سے باہر نکال دے گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب قصة الجساسة، جلد 8، صفحہ 206، رقم 7577 اتحاد الخيرة البهرة، کتاب الفتن، جلد 8،
صفحہ 129، رقم 7647 سنن ابن ماجہ، باب فتنه الدجال وخروج عيسى بن مريم، جلد 2، صفحہ 1359، رقم 4077 مسند امام احمد
بن حنبل، مسند انس بن مالك رضي الله عنه، جلد 3، ص 191، رقم 13009 مسند البزار، مسند انس بن مالك رضي الله عنه، جلد 2،
صفحہ 284، رقم 6414

شرح حدیث: دجال کس کو کہتے ہیں؟

دجال مسیح کذاب کا نام ہے۔ اس کی ایک آنکھ ہوگی وہ کانا ہوگا اور اس کی پیشانی پر ک اف ر (یعنی کافر) لکھا ہوگا۔ ہر
مسلمان اس کو پڑھے گا، کافر کو نظر نہ آئے گا۔ وہ چالیس دن میں تمام زمین میں پھرے گا مگر مکہ شریف اور مدینہ شریف میں
داخل نہ ہو سکے گا۔ ان چالیس دن میں پہلا دن ایک سال کے برابر ہوگا، دوسرا ایک مہینہ کے برابر، تیسرا ایک ہفتہ کے برابر
اور باقی دن معمول کے دنوں کے برابر ہوں گے۔ دجال خدائی کا دعویٰ کریگا اور اسکے ساتھ ایک باغ اور ایک آگ ہوگی،
جس کا نام وہ جنت و دوزخ رکھے گا۔ جو اس پر ایمان لائے گا اس کو وہ اپنی جنت میں ڈالے گا، جو حقیقت میں آگ ہوگی اور

جو اس کا انکار کریگا اس کو اپنی جہنم میں داخل کریگا جو واقع میں آسائش کی جگہ ہوگی۔ بہت سے عجائب دکھائے گا۔ زمین سے سبزہ اُگائے گا۔ آسمان سے مینہ (بارش) برسائے گا۔ مُردے زندہ کریگا۔ ایک مومن صالح اس طرف متوجہ ہوں گے اور ان سے دجال کے سپاہی کہیں گے کیا تم ہمارے رب پر ایمان نہیں لاتے؟ وہ کہیں گے۔ میرے رب کے دلائل چھپے ہوئے نہیں ہیں۔ پھر وہ ان کو پکڑ کر دجال کے پاس لے جائیں گے۔ یہ دجال کو دیکھ کر فرمائیں گے اے لوگو یہ وہی دجال ہے جس کا رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ذکر فرمایا ہے۔ دجال کے حکم سے ان کو زد و کوب کیا جائے گا۔ پھر دجال کہے گا کیا تم میرے اوپر ایمان نہیں لاتے؟ وہ فرمائیں گے تو مسیح کذاب ہے۔ دجال کے حکم سے ان کا جسم مبارک سر سے پاؤں تک چیر کے دو حصے کر دیا جائے گا اور ان دونوں حصوں کے درمیان دجال چلے گا۔ پھر کہے گا اٹھ! تو وہ تندرست ہو کر اٹھ کھڑے ہوں گے۔ تب دجال ان سے کہے گا تم مجھ پر ایمان لاتے ہو؟ وہ فرمائیں گے میری بصیرت اور زیادہ ہو گئی۔ اے لوگو! یہ دجال اب میرے بعد کسی کے ساتھ پھر ایسا نہیں کر سکتا۔ پھر دجال انہیں پکڑ کر ذبح کرنا چاہے گا اور اس پر قادر نہ ہو سکے گا۔ پھر ان کے دست و پا سے پکڑ کر اپنی جہنم میں ڈالے گا۔ لوگ گمان کریں گے کہ ان کو آگ میں ڈالا۔ مگر درحقیقت وہ آسائش کی جگہ ہوں گے۔ (کتاب العقائد ص ۲۹)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول

(1818) وَعَنْهُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ

اللہ ﷺ نے فرمایا: اصفہان کے ستر ہزار یہودی دجال کی

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "يَتَّبِعُ الدَّجَالَ مِنْ

پیروی کریں گے اور انہوں نے جسموں پر سبز چادریں

يَلْبُودُ أَصْبَهَانَ سَبْعُونَ أَلْفًا عَلَيْهِمُ الطِّيَالِسَةُ"

اوڑھ رکھی ہوں گی۔ (مسلم)

رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب فی بقیة من احادیث الدجال، جلد 8، ص 206، رقم 7577 صحیح ابن حبان، باب اخبارہ

جلد 15، صفحہ 209، رقم 6798 مسند البزار، مسند انس بن مالک رضی اللہ عنہ، جلد 2، صفحہ 284، رقم 6416 مصنف

عبدالرزاق، باب الدجال، جلد 11، صفحہ 393، رقم 20825 مشکوٰۃ المصابیح، باب العلامات بین یدی الساعة، جلد 3، ص 189، رقم

5478

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

معلوم ہوا کہ اس زمانہ میں یہود شہر اصفہان میں کثرت سے ہوں گے۔ اصفہان ایران کا مشہور شہر ہے میں نے وہاں

کی سیر کی ہے یہاں ہی دجال کا زور زیادہ ہوگا اور دجال کے پہلے مددگار و معاون یہود ہوں گے، بعض نے کہا کہ دجال خود

یہود میں سے ہوگا۔

طیالسه جمع ہے طیلسان کی جو معرب ہے تالسان کا۔ تالسان وہ خاص رومال ہے جس سے سراور کندھا ڈھکا جاتا

ہے یا کوئی اور خاص لباس۔ طیلسان پہننے سے ممانعت بھی آتی ہے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا پہننا بھی ثابت

ہے، جب تک یہ یہود کا نشان خاص رہا ممنوع رہا، جب اس کا رواج عام ہو گیا تب حضور نے پہنا تمام لباسوں کا یہ ہی حال

کہ جو کفار کی علامت ہوں ان سے بچے اور جب علامت نہ رہیں مشترک بن جاویں تو جائز ہیں۔ (مرقات)

(مزاۃ المناجیح، ج ۷ ص ۳۲۲)

(1819) وَعَنْ أُمِّ شَرِيكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: حضرت اُمّ شریک رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں
أَنَّهَا سَمِعَتْ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: نَبِيٌّ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: لوگ دجال
"لَيَنْفِرَنَّ النَّاسُ مِنَ الدَّجَالِ فِي الْجِبَالِ". رَوَاهُ سے بھاگ کر پہاڑوں میں چلے جائیں گے۔ (مسلم)
مُسْلِمٌ.

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب فی بقیة من احادیث الدجال، جلد 8، ص 207، رقم 7580 مسند امام احمد، حدیث ام شریک رضی اللہ عنہا، جلد 6، ص 462، رقم 27661 المعجم الكبير للطبرانی، حدیث ام شریک القرشیة العاصریة، جلد 15، ص 96، رقم 21366 سنن ترمذی، باب مناقب فضل العرب، جلد 5، صفحہ 724، رقم 3930 معرفة الصحابة لابی نعیم، من اسمه غزيلة بنت جابر بن حکیم الدوسیة، جلد 23، رقم 391، رقم 7138

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ام شریک دو ہیں: ایک ام شریک انصاریہ صحابیہ، دوسری ام شریک قرشیہ عامریہ، یہاں ام شریک قرشیہ مراد ہیں اور جن ام شریک کے پاس فاطمہ بنت قیس کو عدت گزارنے کا حکم دیا گیا تھا وہ ام شریک انصاریہ تھیں۔ (اشعہ) یعنی احتیاطاً مسلمان اپنا دین بچانے کے لیے بستیوں بلکہ جنگلوں میں نہ ٹھہریں گے کیونکہ اس زمانہ میں کوئی جگہ اس کے شر سے محفوظ نہ ہوگی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کی تعریف فرماتے ہوئے یہ فرما رہے ہیں۔ معلوم ہوا کہ فتنہ کے زمانہ میں بستیاں چھوڑ کر گوشہ نشین ہو جانا اچھا ہے کہ اس میں دین کی بڑی حفاظت ہے۔

جناب ام شریک نے پوچھا کہ عرب تو بڑے بہادر ہیں یہ لوگ دجال پر جہاد کیوں نہ کریں گے، فرمایا کہ اس وقت عرب اتنے تھوڑے ہوں گے کہ جہاد کرنے پر قادر نہ ہوں گے۔ معلوم ہوا کہ جہاد کے لیے قدرت شرط ہے۔

(مزاۃ المناجیح، ج ۷ ص ۳۲۱)

(1820) وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "مَا بَيْنَ خَلْقِ آدَمَ إِلَى قِيَامِ السَّاعَةِ أَمْرٌ أَكْبَرُ مِنَ الدَّجَالِ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ. حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: آدم علیہ السلام کی پیدائش سے قیامت کے قائم ہونے تک دجال کے فتنے سے زیادہ خطرناک کوئی چیز نہیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب فی بقیة من احادیث الدجال، جلد 8، صفحہ 207، رقم 7582 مسند ابی یعلیٰ، مسند احمد، جلد 3، صفحہ 125، رقم 1555 مسند امام احمد بن حنبل، حدیث هشام بن عامر الانصاری، جلد 4، صفحہ 19، رقم 16298 جامع الاصول لابن الیر، الفصل الثانی فی الدجال، جلد 10، صفحہ 355، رقم 7847 المعجم الكبير للطبرانی، من اسمه هشام بن عامر الانصاری، جلد 22، صفحہ 173، رقم 18302

شرح حدیث: حکیم الأئمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی انسان کی ابتداء پیدائش سے لے کر قیامت تک دجال سے بڑا فتنہ کوئی نہیں یہ ہی انسان کے لیے بڑی آفت ہے، اس سے بہت لوگ گمراہ ہوں گے، لوگ دجال کے کرشمے دیکھ کر اسے خدامان لیں گے اس لیے نوح علیہ السلام سے لے کر آخر تک ہر نبی نے اپنی قوم کو دجال کے فتنہ سے آگاہ کیا۔ (مراۃ المناجیح، ج ۷ ص ۳۱۳)

(1821) وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ بْنِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «يَخْرُجُ الدَّجَالُ فَيَتَوَجَّهُ قِبَلَهُ رَجُلٌ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فَيَتَلَقَّاهُ الْمَسَاحُ: مَسَاحُ الدَّجَالِ. فَيَقُولُونَ لَهُ: إِلَى أَيِّنَ تَعْبُدُ فَيَقُولُ: أَعْبُدُ إِلَى هَذَا الَّذِي خَرَجَ فَيَقُولُونَ لَهُ: أَوْ مَا تُؤْمِنُ بِرَبِّنَا؟ فَيَقُولُ: مَا بِرَبِّنَا خَفَاءُ! فَيَقُولُونَ: اقْتُلُوهُ. فَيَقُولُ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ: أَلَيْسَ قَدْ نَهَاكُمْ رَبُّكُمْ أَنْ تَقْتُلُوا أَحَدًا دُونَهُ، فَيَنْطَلِقُونَ بِهِ إِلَى الدَّجَالِ، فَإِذَا رَأَاهُ الْمُؤْمِنُ قَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّ هَذَا الدَّجَالُ الَّذِي ذَكَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَيَأْمُرُ الدَّجَالُ بِهِ فَيَسْبُحُ: فَيَقُولُ: خُذُوهُ وَشَجُّوهُ. فَيُوسَعُ ظَهْرَهُ وَبَطْنَهُ صَرَبًا، فَيَقُولُ: أَوْ مَا تُؤْمِنُ بِرَبِّي؟ فَيَقُولُ: إِنَّكَ الْمَسِيحُ الْكَذَّابُ! فَيُؤْمَرُ بِهِ، فَيُؤْشَرُ بِالْمُنْشَارِ مِنْ مَفْرِقِهِ حَتَّى يُفَرِّقَ بَيْنَ رِجْلَيْهِ. ثُمَّ يَمْشِي الدَّجَالُ بَيْنَ الْقِطْعَتَيْنِ ثُمَّ يَقُولُ لَهُ: قُمْ، فَيَسْتَوِي قَائِمًا. ثُمَّ يَقُولُ لَهُ: أَتُؤْمِنُ بِرَبِّي؟ فَيَقُولُ: مَا أَرَدْتُ فِيكَ إِلَّا بَصِيرَةً. ثُمَّ يَقُولُ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّهُ لَا يَفْعَلُ بَعْدِي بِأَحَدٍ مِنَ النَّاسِ، فَيَأْخُذُهُ الدَّجَالُ لِيَذْبَحَهُ، فَيَجْعَلُ اللَّهُ مَا بَيْنَ رَقَبَتِهِ إِلَى تَرْقُوتِهِ نُحَاسًا، فَلَا يَسْتَطِيعُ إِلَيْهِ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دجال نکلے گا تو مومنوں میں سے ایک آدمی اس کی طرف جائیگا۔ پس راستے میں دجال کے چہرے دار اور جاسوس اسے ملیں گے۔ وہ اس مومن سے پوچھیں گے کہ تم کہاں کا ارادہ رکھتے ہو؟ تو وہ کہے گا میرا اس شخص کے پاس جانے کا ارادہ ہے جو ظاہر ہوا ہے وہ اس سے کہیں گے کیا تم ہمارے رب پر ایمان نہیں رکھتے ہو؟ تو وہ مومن جواب دے گا ہمارے رب سے تو کوئی پوشیدہ نہیں، پس وہ کہیں گے کہ اس کو (مومن) کو قتل کر دو۔ پھر وہ آپس میں ایک دوسرے کو کہیں گے کیا تمہارے رب نے تمہیں اس بات سے منع نہیں کیا ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر کسی کو بھی قتل نہ کرنا۔ پس وہ مومن کو دجال کے پاس لے جائیں گے۔ جب وہ مومن دجال کو دیکھے گا تو کہے گا۔ اے لوگو! یہی وہ دجال ہے جس کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تو دجال حکم دے گا کہ اس کو پیٹ کے بل لٹایا جائے اور کہے گا اسے پکڑو اور اس کے سر اور چہرے کو مارا جائے۔ پس مارنے سے اس مومن کی پشت اور پیٹ کو کشادہ کر دیا جائے گا۔ پھر دجال پوچھے گا کیا تو مجھ پر ایمان لاتا ہے؟ وہ کہے گا تو سچ کذاب ہے۔ پھر دجال اس کے بارے میں حکم دے گا کہ آ رہے سے اس کے سر کے درمیان سے اس کو چیر دیا

جائے۔ پھر دجال اس کی دونوں ٹانگوں کے درمیان چلے گا۔ پھر اسے حکم دے گا تو وہ سیدھا کھڑا ہو جائے گا۔ پھر دجال اس سے پوچھے گا کیا تو مجھ پر ایمان لاتا ہے؟ پس وہ جواب دے گا میری تیرے متعلق بصیرت میں اضافہ ہوا ہے۔ پھر وہ مومن کہے گا۔ اے لوگو! میرے بعد یہ کسی کو قتل نہ کر سکے گا۔ پس دجال اس کو پکڑ کر ذبح کرنا چاہے گا مگر اللہ تعالیٰ اس کی گردن اور ہنسی کے درمیان حصے کو تاننا بنا دے گا۔ لہذا دجال اس کے قتل کی کوئی طاقت نہیں پائے گا تو دجال اس کے ہاتھوں اور پاؤں سے پکڑ کر اسے آگ میں پھینک دے گا۔ لوگ سمجھیں گے کہ اس نے اس کو آگ میں پھینکا ہے مگر حقیقت میں وہ جنت میں ڈالا گیا۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ شخص رب العالمین کے نزدیک سب لوگوں سے زیادہ بڑی شہادت والا ہوگا۔ (مسلم) بخاری نے اس حدیث کے ہم معنی اس کا بعض حصہ روایت کیا ہے۔ **الْمَسَاحُ**: سپاہی، پہرہ دار۔

سَبِيلًا، فَيَأْخُذُهُ بِيَدَيْهِ وَرَجُلَيْهِ فَيَقْدِفُ بِهِ، فَيَحْسَبُ النَّاسُ أَنَّهُ قَذَفَهُ إِلَى النَّارِ، وَإِنَّمَا أُلْقِيَ فِي الْجَنَّةِ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -: "هَذَا أَعْظَمُ النَّاسِ شَهَادَةً عِنْدَ رَبِّ الْعَالَمِينَ." رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَرَوَى الْبُخَارِيُّ بَعْضَهُ بِمَعْنَاهُ. **الْمَسَاحُ**: هُمُ الْخُفْرَاءُ وَالظَّلَايِعُ.

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب فی صفة الدجال و تحريم المدينة علیه، جلد 8، ص 199، رقم 7564، مسند ابی یعلیٰ، من مسند ابی سعید الخدری، جلد 2، صفحہ 534، رقم 1410، جامع الاصول لابن اثیر، الفصل الثانی فی الدجال، جلد 10، صفحہ 348، رقم 7841، مشکوٰۃ البصایح، باب العلامات بین یدی الساعة، جلد 3، صفحہ 187، رقم 5476

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ نے اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ صاحب مدینہ سے نکلیں گے۔ غالباً حضرت خضر علیہ السلام ہوں گے کیونکہ وہ اب تک زندہ ہیں اور زندہ رہیں گے

آپ ہی پر دجال کا زور ختم ہوگا۔ (مرقات)

مساح ہے جمع مسلح کی، مسلح کے معنی ہیں ہتھیار رکھنے کی جگہ یعنی ملک کی سرحد پھر سرحد کے باشندے کو مساح کہنے لگے کہ وہ لوگ ہر وقت ہتھیار بند رہتے ہیں، پھر محافظ سپاہیوں کو مساح کہنے لگے کہ اکثر سپاہی ہتھیار بند ہوتے ہیں۔ (لمعات، مرقات، اشع) معلوم ہوا کہ دجال اپنے سپاہی چھوڑے گا جو لوگوں کو اس مردود تک پہنچائیں گے۔

آپ کا یہ فرمان نہایت حقارت کے انداز میں ہوگا۔ خراج سے اشارہ یہ فرمائیں گے کہ دجال راہ حق سے نکلا ہوا ہے

ایمان سے ہٹا ہوا ہے۔

اے بیوقوفو! رب تعالیٰ کسی سے ڈھکا چھپا نہیں وہ تمام عیوب سے پاک ہے تمام صفات سے موصوف ہے۔ دجال کھاتا پیتا ہے، پیشاب پاخانہ کرتا ہے، سوتا ہے اور بڑی بات یہ ہے کہ وہ کانا ہے جس میں یہ عیوب ہوں وہ رب کیساتم اسے رب کیوں مانتے ہو۔

خلاصہ یہ ہے کہ دجال کے سپاہیوں میں سے بعض کہیں گے کہ انہیں یہاں ہی قتل کر دو بعض کہیں گے کہ نہیں انہیں دجال کے پاس لے چلو۔

یعنی یہ صاحب دجال کی صورت اس کی کالی آنکھ کالا منہ دیکھ کر پکاریں گے کہ یہ خدا نہیں بلکہ خدا کا مردود بندہ ہے۔ پہلا شیخ بمعنی چوڑائی میں ڈال دینا یعنی مارنے کے لیے اس کو زمین پر الٹا لٹا دینا جسے پنجابی میں کہتے ہیں لٹا پا دینا۔ دوسرا شیخ بمعنی زخمی کرنے سے ہے یعنی پہلے انہیں زمین پر لٹا ڈالو پھر انہیں اتنا مارو کہ زخمی ہو جاویں ان دونوں کی اور کئی شرحیں ہیں جو اسی جگہ لمعات میں مذکور ہیں۔

پیٹھ چوڑی کرنا ایک خاص محاورہ ہے یعنی مار مار کر ایسا حال کر دیں گے کہ اگر ان کی پیٹھ لوہے یا سونے چاندی کی ہوتی تو کٹ کٹ کر چوڑی ہو جاتی۔ مقصد یہ ہے کہ بہت ہی باریں گے مگر وہ اف نہ کریں گے، ہر کام اور ہر شخص کا ایک وقت ہوتا ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام دجال پر اپنی کرامت یا معجزہ نہ جاری کریں گے کہ ابھی اس کا وقت نہیں آیا ورنہ یہ خضر وہ ہیں جنہوں نے ایک اشارہ گرتی دیوار سیدھی کر دی تھی اور ایک انگلی سے بچہ کا سرا کھینچ کر اسے مار دیا تھا جیسا کہ قرآن میں ہے۔

یعنی تو جھوٹا مسیح ہے جسے سچے مسیح علیہ السلام قتل کریں گے، یہ فیصلہ الہی ہے ورنہ میں ہی تجھے ہلاک کر دیتا۔ (مرقات) اللہ اکبر یہ ہے اللہ کی راہ میں مصیبت جھیلنا کہ کٹری کھیرے کی طرح آ رہے سے چیرے گئے اف نہ کی لوگ یہ تماشا دیکھ رہے ہوں گے۔

اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ مقابلہ کے وقت کرامت و معجزہ سارے جادو اور استدراج پر غالب رہتا ہے مگر جب مقابلہ نہ ہو تو جادو، استدراج وغیرہ ولی نبی پر اثر کر دیتے ہیں۔ دیکھو موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں سارے جادو گر ٹیل ہو گئے کہ وہاں مقابلہ تھا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو نے اثر کر دیا کہ وہاں مقابلہ نہ تھا بعض انبیاء کرام کو تلوار سے شہید یا زخمی کیا گیا یہاں دوسری صورت ہے۔ دوسرے یہ کہ اگر زندگی باقی ہو جب بھی عارضی موت آسکتی ہے۔ حضرت خضر کی زندگی قریب قیامت تک ہے مگر آج وہ دجال کے ہاتھوں عارضی طور پر شہید کر دیئے گئے، عیسیٰ علیہ السلام جن مردوں کو زندہ کرتے تھے وہ اپنی زندگی ختم کر کے مرے ہوتے تھے مگر اب دعا سے دوبارہ عمر پاتے تھے۔

یعنی تیرا یہ کرشمہ دیکھ کر مجھے تیرے دجال ہونے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی کا اور زیادہ یقین ہو گیا پہلے علم یقین تھا اب عین یقین ہو گیا۔

یعنی اس کی شعبہ بازیوں ختم ہوئیں اب یہ کسی کو مار کر زندہ نہ کر سکے گا مجھ پر اس کا زور ختم ہوا اور مسیح پر اس کا شور ختم ہو جائے گا، یہ مر کر گناہ ہو جائے گا۔

یعنی ذبح کے وقت جہاں چھری چلائی جاتی ہے وہاں یا تو بعینہ تانبہ کی تختی ہو جائے گی یا یہ جگہ تانبہ کی طرح سخت کر دی جائے گی جس پر چھری نہ چل سکے گی اور دجال یا اس کے سپاہی ان بزرگوں کو ذبح نہیں کر سکیں گے۔

اس جنت و آگ کی تحقیق ابھی کچھ پہلے کی جا چکی ہے یعنی دجال اپنی شرمندگی مٹانے کے لیے ان بزرگوں کو اپنی خور ساختہ آگ میں ڈالے گا جو دیکھنے میں آگ ہوگی مگر نارنمرد کی طرح درحقیقت نہایت آرام دہ باغ ہوگا۔

یعنی یہ صاحب اس زمانہ کے تمام شہید مسلمانوں میں اول درجہ کے شہید ہوں گے کیونکہ ایک بار تو آ رہے سے چیرے گئے پھر دوبارہ قتل و ذبح کے لیے لٹائے گئے پھر ظاہری آگ میں پھینکے گئے ان سب کے سوا ایسے موقع پر نہایت جرأت و ہمت سے مردانہ وار دجال کے مقابل ہو کر سینکڑوں کے ایمان کو بچا گئے اور ظاہر ہے کہ جیسے کارناموں جیسی تکلیف دیا درجہ۔ اس الناس میں حضرات شہداء احد، بدر و حنین یا شہداء کربلا داخل نہیں کہ ان کے درجہ تک کوئی مسلمان تاقیامت نہیں پہنچ سکتا لہذا حدیث واضح ہے۔ اس پر یہ اعتراض نہیں کہ سید الشہداء تو حضرت حمزہ یا شہداء کربلا امام حسین ہیں اور ہو سکتا ہے کہ یہ درجہ ان کی نبوت کی وجہ سے سب سے بڑھ جاوے کہ نبی کا عمل غیر نبی کے عمل سے زیادہ درجہ رکھتا ہے۔

(بزازۃ المناجیح، ج ۷ ص ۲۲۰)

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دجال کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مجھ سے زیادہ سوالات کسی سے نہیں پوچھے اور آپ نے مجھ سے فرمایا: وہ تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ میں نے عرض کیا: لوگ کہتے ہیں کہ اس کے ساتھ روٹیوں کا پہاڑ اور پانی کی نہر ہوگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ اللہ تعالیٰ پر اس سے بھی زیادہ آسان ہے۔ (مشق علیہ)

(1822) وَعَنِ الْمَغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: مَا سَأَلَ أَحَدًا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الدَّجَالِ أَكْثَرَ مِنَّا سَأَلْتُهُ، وَإِنَّهُ قَالَ لِي: "مَا يَضُرُّكَ ذَلِكَ: إِنَّهُمْ يَقُولُونَ: إِنَّ مَعَهُ جَبَلٌ خُبْزٍ وَنَهْرٌ مَاءٍ. قَالَ: "هُوَ أَهْوَنُ عَلَى اللَّهِ مِنْ ذَلِكَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب ذکر الدجال، جلد 9، صفحہ 59، رقم 7122 صحیح مسلم، باب فی الدجال وخواصہ علی اللہ عزوجل، جلد 8، صفحہ 200، رقم 7565 المعجم الكبير للطبرانی، حدیث مغیرة بن شعبه الثقفی، جلد 17، صفحہ 400، رقم 17707 جامع الاصول لابن اثیر، الفصا، الثانی فی الدجال، جلد 10، صفحہ 353، رقم 7843 سنن ابن ماجہ، باب فتنة الدجال و خروج عیسیٰ، جلد 2، صفحہ 1354، رقم 4073

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: یعنی تم دجال سے مطلقاً خوف نہ کرو گے کیونکہ دجال تم کو ایمان سے نہ ہٹا سکے گا یا اس لئے کہ وہ تمہاری زندگی میں نہ

آئے گا یا اس لیے کہ تم ایمان میں پختہ ہو اگر وہ تمہارے زمانہ میں آ بھی گیا تو تم کو بہکانہ سکے گا تم ایمانی قلعہ میں ہو۔ بہر حال اس میں حضرت مغیرہ کی عمر اور آپ کی پختگی ایمان دونوں کی ٹیہی خبر ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک کے حال سے خبردار ہیں۔ یعنی اس مردود کے ظہور کے وقت دنیا میں پانی اور رزق کی بہت تنگی ہوگی اور اس کے ساتھ روٹیوں کے پہاڑ اور پانی کی نہر ہوگی پھر مجھے وہ کیوں نہ بہکا سکے گا، روٹی پانی کی ایسی تنگی میں روٹی پانی سے بڑے بڑے بہک جاتے ہیں۔ سبحان اللہ! یہ ہے اپنے ایمان کا خوف، یہ خوف قوت ایمان کی دلیل ہے اس میں حضور انور کی خبر جھٹلانا نہیں بلکہ خوف کا اظہار ہے۔ حضرات انبیاء کرام سے رب تعالیٰ نے جنت کا وعدہ فرمایا مگر انہیں پھر بھی خدا تعالیٰ کی ہیبت ہے۔

ذالک سے اشارہ ہے گمراہ کرنے کی طرف یعنی دجال میرے صحابہ کو بہکانے سے مجبور ہے وہ اس سے زیادہ ذلیل ہے کہ میرے صحابہ پر داؤ چلائے۔ یا ذالک سے اشارہ روٹیوں کے پہاڑ اور پانی کی نہر کی طرف ہے یعنی دجال اس سے زیادہ ذلیل و خوار ہے کہ اس کے ساتھ روٹیوں کا پہاڑ وغیرہ ہو اس کے ساتھ جو کچھ ہوگا محض دھوکا شعبدہ ہوگا جس کی حقیقت کچھ نہیں۔ (اشع، مراقبات) (مزاۃ الناجح، ج ۷ ص ۳۲۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی نے اپنی امت کو کانے دجال سے ڈرایا۔ سنو! وہ کانہ ہوگا اور تمہارا پروردگار عزوجل کانہ نہیں ہے۔ اس دجال کی دونوں آنکھوں کے درمیان ک'ف' (کافر) لکھا ہوگا۔ (متفق علیہ)

(1823) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا وَقَدْ أَنْذَرَ أُمَّتَهُ الْأَعْوَرَ الْكَذَّابَ، إِلَّا إِيَّاهُ أَعْوَرٌ، وَإِنَّ رَبَّكُمْ عَزَّ وَجَلَّ لَيْسَ بِأَعْوَرَ، مَكْتُوبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ كَ ف ر"۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب التلبیة اذا الخدر فی الوادی، جلد 2، صفحہ 563، رقم 1480 صحیح مسلم، باب ذکر الدجال و صفته و مامعه، جلد 8، صفحہ 195، رقم 7550 تحف الخیرة المہرۃ للبو صیری، کتاب الفتن، جلد 8، صفحہ 138، رقم 7656 سنن ترمذی، باب ماجاء فی علامۃ الدجال، جلد 4، صفحہ 270، رقم 2235 المستدرک للحاکم، کتاب الفتن و الملاحم، جلد 4، صفحہ 575، رقم 8613

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ نے اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

حق یہ ہے کہ یہاں دجال سے مراد وہ ہی دجال ہے جو قریب قیامت نکلے گا اگرچہ ان انبیاء کرام کو خبر تھی کہ ہماری امتیں اسے نہ پائیں گی، پھر بھی اس سے ڈرانا اہتمام ظاہر کرنے کے لیے کہ وہ بڑی ہی ہیبت ناک چیز ہے اس سے پناہ مانگو یہ پناہ مانگنا بھی عبادت ہے۔ دیکھو جن صحابہ کو حدیث و قرآن نے انکے جنتی ہونے کی بشارت دے دی وہ بھی دوزخ سے پناہ مانگتے رہے کیونکہ یہ عمل عبادت ہے۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ دجال کے نکلنے کا وقت معین نہیں مگر یہ قوی نہیں کیونکہ اس کے قاتل عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور ان کا نزول قریب قیامت ہی ہے۔

یعنی تم اس کے بندہ ہونے اور کافر ہونے اور شرارتی ہونے میں شک نہ کرنا یہ دونوں علامتیں اس کے کافر اور بندہ

ہونے کی ہیں۔ اپنی آنکھ کو درست نہ کر سکتا علامت بندگی ہے اور ک، ف، ر اس کے کفر کی علامت ہے۔ یہاں مرقات نے لکھا کہ مادر زاد کا ناشرا تہی ہوتا ہے۔ خیال رہے کہ یہ حروف ہر پڑھا بے پڑھا آدمی پڑھے گا۔ (مزاۃ المناجیح، ج ۷ ص ۳۱۵)

(1824) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَلَا
أُحَدِّثُكُمْ حَدِيثًا عَنِ الدِّجَالِ مَا حَدَّثَ بِهِ نَبِيٌّ
قَوْمَهُ! إِنَّهُ أَعْوَرٌ، وَإِنَّهُ يَخْرُجُ مَعَهُ بِمِثَالِ الْجَنَّةِ
وَالنَّارِ، فَأَلْتَبِي يَقُولُ إِنَّهَا الْجَنَّةُ هِيَ النَّارُ." مُتَّفَقٌ
عَلَيْهِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں دجال کے بارے میں ایک ایسی بات نہ بتاؤں جو کسی نبی نے اپنی قوم کو نہیں بتائی۔ آگاہ ہو جاؤ وہ کانا ہے اور وہ اپنے ساتھ ایک چیز مثل جنت کے اور ایک چیز مثل دوزخ کے لیے ہوئے ہوگا اور جس کو وہ جنت کہے گا وہ حقیقت میں دوزخ ہوگی۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب قول الله تعالى "انا ارسلنا دوحا الی قومہ ان اذند قومک"، جلد 3، ص 121، رقم 3160، صحیح مسلم، باب ذکر الدجال و صفته و مامعه، جلد 8، ص 195، رقم 7548، جامع الاصول لابن اثیر، الفصل الثانی فی الدجال، جلد 10، صفحہ 354، رقم 7844، سنن ابوداؤد، باب فی الدجال، جلد 4، صفحہ 385، رقم 4759، مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک، جلد 3، ص 103، رقم 12023

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی پچھلے انبیاء کرام نے اپنی امتوں کو دجال کے دوسرے عیوب سے تو آگاہ کیا مگر اس کا کانا ہونا صرف میں ہی بیان کرتا ہوں۔

یہ فرمان عالی بالکل ظاہر معنی پر ہے۔ واقعی اس کے ساتھ خوشناباغ بھی ہوگا اور ہیبت ناک آگ بھی۔

یعنی جو آگ دکھائی دے گی وہ واقعہ میں باغ ہے اور جو باغ معلوم ہوگا وہ واقعہ میں آگ ہے جیسے دنیا عارفین کی نظر میں کہ اس کی نعمتیں حقیقت میں لعنتیں یعنی عذاب ہیں اور یہاں کی تکالیف حقیقت میں رحمت ہیں۔ نمرود کی آگ بظاہر آگ تھی مگر حضرت خلیل کے لیے باغ، دریائیل کا پانی بظاہر پانی تھا مگر فرعونوں کے لیے آگ، یہ آنکھوں کا دھوکا ہے۔ شعر

سوف تری اذا تجلل غبار

افرس تحتک ام حمار

تا کہ نوح علیہ السلام سے لے کر آخر تک کی امتیں دجال کا بدترین فتنہ ہونا معلوم کر لیں۔ خیال رہے کہ دجال کسی جگہ چند دن ٹھہرے گا نہیں بلکہ آندھی کی طرح دنیا میں پھر جاوے گا تا کہ کوئی اس کی حالت میں غور کر کے اسے جھٹلائے نہیں۔ اس وقت جسے اللہ ایمان پر قائم رکھے گا وہ ہی رہے گا۔ مشکل سے ہزار میں ایک اس کے شر سے محفوظ رہے گا۔ اس وقت امن مدینہ منورہ میں ہوگی۔ اس فرمان عالی سے معلوم ہو رہا ہے کہ نوح علیہ السلام سے پہلے نبیوں نے دجال سے نہیں ڈرایا تھا یہ ڈرانا حضرت نوح سے شروع ہوا۔ (مزاۃ المناجیح، ج ۷ ص ۳۱۶)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے سامنے دجال کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: اللہ تعالیٰ (نعوذ باللہ) کا نام نہیں ہے۔ خبردار! سح دجال دائیں آنکھ سے کاٹا گیا کہ اس کی آنکھ ابھرا ہوا انگور ہے۔ (متفق علیہ)

(1825) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ الدَّجَالَ بَيْنَ ظَهْرَاتِي النَّاسِ، فَقَالَ: "إِنَّ اللَّهَ لَيْسَ بِأَعْوَرَ، إِلَّا إِنْ الْمَسِيحَ الدَّجَالَ أَعْوَرَ الْعَيْنِ الْيُمْنَى، كَأَنَّ عَيْنَهُ عَيْنَةٌ طَافِيَةٌ." مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب قول اللہ تعالیٰ "ولتصع علی عینی"، جلد 9، صفحہ 121، رقم 7407 صحیح مسلم، باب فی ذکر المسیح ابن مریم و المسیح الدجال، جلد 1، صفحہ 107، رقم 444 مسند ابی یعلیٰ، مسند عبداللہ بن عمر، جلد 10، صفحہ 194، رقم 5823 جامع الاصول لابن اثیر، الفصل الثانی فی الدجال، جلد 10، صفحہ 355، رقم 7848 مسند امام احمد بن حنبل حدیث رجال من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم جلد 5، صفحہ 434، رقم 23733

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

حدیث شریف میں جب عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم مطلق آتا ہے تو اس سے مراد حضرت عبداللہ بن مسعود ہوتے ہیں وہ ہی یہاں مراد ہیں۔ یعنی اے لوگو! دجال کے حیرت انگیز کرشمے دیکھ کر اسے خدا نہ سمجھ لینا اس کی بندگی کی دلیل اس کی اپنی کانی آنکھ ہے وہ اپنے کو شفا نہ دے سکے گا۔

یعنی دجال کی داہنی آنکھ کانی بھی ہوگی اور اوپر کو انگور کی طرح ابھری ہوئی جو ہر شخص کو نظر آوے اپنے اس عیب کو دور نہ کر سکے گا۔ خیال رہے کہ جو خدا ہونے کا دعویٰ کرے اس کے ہاتھ پر عجیب کرشمے ظاہر ہو سکتے ہیں کیونکہ الوہیت تو مشتبہ ہو سکتی ہی نہیں مگر جو نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرے اس کے ہاتھ پر کوئی کرشمہ ظاہر نہیں ہو سکتا ورنہ نبوت مشتبہ ہو جاوے۔ دجال اگر دعویٰ نبوت کرے تو کوئی عجب نہیں دکھا سکتا یہ خوب خیال رکھو۔ یہاں مسیح بمعنی اسم مفعول ہے یعنی مسح العین ایک آنکھ کا کاٹنا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جو مسیح کہتے ہیں وہاں مسیح بمعنی اسم فاعل ہے یعنی برکت کے لیے چھونے والے اور چھو کر مردے زندہ، بیماروں کو اچھا کرنے والا۔ طافیہ بنا ہے طفی سے بمعنی اوپر ہونا اور ابھرنا اس لیے جو مچھلی پانی پر تر کر آ جاوے اسے طافیہ کہتے ہیں۔ (برز الخناج، ج 2، ص 313)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت اس وقت تک نہیں آئیگی جب تک مسلمانوں کی یہودیوں سے جنگ نہ ہو (اس وقت) یہاں تک نوبت پہنچ جائے گی کہ یہودی کسی پتھر یا درخت کے پیچھے (جان بچانے کے لئے) چھپے گا تو وہ پتھر اور درخت بول کر کہے گا کہ اے مسلمان مرد یہ

(1826) وَعَنِ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يُقَاتِلَ الْمُسْلِمُونَ الْيَهُودَ، حَتَّى يَخْتَبِعَ الْيَهُودِيُّ مِنْ وَرَاءِ الْحَجَرِ وَالشَّجَرِ. فَيَقُولُ الْحَجَرُ وَالشَّجَرُ: يَا مُسْلِمُ هَذَا يَهُودِيٌّ خَلْفِي تَعَالَ فَاقْتُلْهُ، إِلَّا الْغَرَقَدَ فَإِنَّهُ مِنْ شَجَرِ الْيَهُودِ." مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(دیکھ) میرے پیچھے یہودی چھپا ہوا ہے۔ آ جا اور اس کا کام تمام کر ڈال مگر غرقہ کا درخت (ایسے) نہ بولے گا۔ کیونکہ وہ یہودیوں کا درخت ہے۔ (مطلق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب لا تقوم الساعة حتى يمر الرجل بقبر الرجل فيتمني أن يكون مكان البيت، جلد 8، ص 188، رقم 7523 مسند امام احمد بن حنبل، مسند أبي هريرة رضي الله عنه، جلد 2، ص 417، رقم 9387 مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الفتن، الفصل الاول، جلد 3، ص 175، رقم 5414 جامع الاصول لابن اثير، الفصل الرابع في الفتن، جلد 10، صفحہ 381 رقم 7876

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہو رہا تھا کہ یہود کی سلطنت قائم ہوگی اور ان سے مسلمان کی بہت بڑی جنگ ہوگی، آخری جنگ میں مسلمانوں کی فتح اور یہود کی شکست ہوگی بلکہ یہود دنیا سے فنا ہو جائیں گے اور مسلمانوں کے ہاتھوں فنا ہوں گے ان شاء اللہ۔ چنانچہ یہود کی سلطنت فلسطین میں قائم ہو چکی ہے، امریکہ و برطانیہ کی بڑی مدد سے ان کا علاقہ پھیل رہا ہے، ۱۹۶۷ء میں عرب اور یہود کی جنگ ہوئی، مسلمانوں کو اس جنگ میں بڑی تکلیفیں پہنچی تھی کہ اس وقت بیت المقدس پر بھی یہود کا قبضہ ہے، اس عارضی فتح سے یہود کے حوصلے بہت بلند ہو گئے۔ ان شاء اللہ یہ اس جنگ کی تمہید ہے جس کی خبر اس حدیث پاک میں دی گئی۔

یہ فرمان عالی بالکل حق ہے اور ظاہری معنی پر ہے کسی تاویل کی ضرورت نہیں۔ واقعی اس وقت پتھر اور درخت مسلمانوں سے کلام کریں گے اور اپنے پیچھے چھپے ہوئے یہودی کی خبر دیں گے۔ یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں کہ یہود پر تا قیامت ذلت ڈال دی گئی کیونکہ یہود کی یہ سلطنت کا قیام ان کی بڑی ذلت کا پیش خیمہ ہے۔

غرقہ ایک خاردار درخت کا نام ہے اس لیے مدینہ منورہ کے قبرستان کا نام بقیع غرقہ ہے یعنی غرقہ کا علاقہ، چونکہ اس زمانہ میں اس میدان میں غرقہ کے درخت بہت تھے اس لیے اس کا بقیع غرقہ نام رکھا گیا۔ یہود اس درخت کی تعظیم کرتے انکے بعض جہلاء سے پوجتے ہیں، ان کا خیال ہے وادی طوی میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اسی درخت سے رب نے پکارا تھا، یہ ہی درخت کلام الہی کا مظہر یا مصدر بنا تھا، رب فرماتا ہے: **مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ يُؤَسَىٰ اِنِّي اَنَا اللّٰهُ مَكْرٌ يٰ غَلَطُ** ہے، وہ درخت بیری یا عناب کا تھا نہ کہ غرقہ کا۔ بہر حال یہود اس درخت کی تعظیم بہت کرتے ہیں اس لیے اسے شجر یہود کہتے ہیں، یہ درخت اس دن ان کی پردہ پوشی کرے گا۔ حدیث بالکل اپنے ظاہر پر ہے کسی تاویل کی ضرورت نہیں۔

(مراۃ المناجیح، ج ۷ ص ۲۵۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ دنیا ختم نہ ہوگی جب تک

(1827) **وَعَنْهُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا تَذْهَبُ الدُّنْيَا حَتَّى يَمُرَّ الرَّجُلُ عَلَى الْقَبْرِ،**

فَيَتَمَرَّغُ عَلَيْهِ وَيَقُولُ: يَا لَيْتَنِي كُنْتُ مَكَانَ
صَاحِبِ هَذَا الْقَبْرِ، وَلَيْسَ بِهِ الدِّينُ، مَا بِهِ إِلَّا
الْبَلَاءُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(وہ وقت نہ آجائے) کہ آدمی ایک قبر کے پاس سے
گزرے گا تو قبر پر مٹی میں لوٹ پوٹ ہوگا اور کہے گا
اے کاش! اس صاحب قبر کی جگہ آج میں ہوتا۔ ایسا کہنا
دین کی بنا پر نہ ہوگا بلکہ اس کا سبب دنیاوی مصائب و
آزمائشیں ہوں گی۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب لا تقوم الساعة حتى يمر الرجل بقبر الرجل فيتمني أن يكون مكان الميت، جلد 8، ص
182، رقم 7486 سنن ابن ماجہ، باب الصبر على البلاء، جلد 2، صفحہ 133، رقم 4025 تقریب الاسانید و ترتیب السانید للعراقی،
باب تمنیه لمصيبة الدين، جلد 1، ص 58 مشکوٰۃ المصابیح، باب اشرط الساعة، الفصل الاول، جلد 3، صفحہ 182، رقم 5445

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی دنیا میں فتنے اور آفتیں بلائیں، اس قدر ہوں گی کہ لوگ زندگی پر موت کو ترجیح دیں گے اور قبر کو دیکھ کر تمنا کریں
گے کہ اس قبر میں ہم دفن ہو چکے ہوتے۔

یعنی اس لوٹنے والے تمنا کرنے والے میں دین کا شائبہ بھی نہ ہوگا اور وہ دین کی وجہ سے یہ آرزو نہ کرے گا بلکہ فتنوں
میں مبتلا ہوگا، انہیں دنیاوی مصیبتوں کی وجہ سے یہ آرزو کرے گا، یا یہ مطلب ہے کہ زمین پر اس وقت دین نہ رہے گا فتنے
ہی فتنے بلائیں ہی بلائیں ہوں گی، وہ زمانہ وہ ہوگا جب زمین دین سے خالی ہو جاوے گی۔ (بزمۃ المناجیح، ج 1، ص ۲۸۹)

(1828) وَعَنْهُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ

رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَقُومُ
السَّاعَةُ حَتَّى يَحْسِرَ الْفُرَاتُ عَنْ جَبَلٍ مِنْ ذَهَبٍ
يُقْتَتَلُ عَلَيْهِ، فَيُقْتَلُ مِنْ كُلِّ مِئَةٍ تِسْعَةٌ وَتِسْعُونَ،
فَيَقُولُ كُلُّ رَجُلٍ مِنْهُمْ: لَعَلِّي أَنْ أَكُونَ أَمَا
أَنْجُو". وَفِي رِوَايَةٍ: "يُوشِكُ أَنْ يَحْسِرَ الْفُرَاتُ عَنْ
كَلْبٍ مِنْ ذَهَبٍ، فَمَنْ حَضَرَهُ فَلَا يَأْخُذُ مِنْهُ شَيْئًا."
مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت اس وقت تک نہیں
آئے گی جب تک دریائے فرات سونے کے ایک پہاڑ
کو ظاہر نہ کر دے۔ اس سونے کو حاصل کرنے کے لئے
لوگ آپس میں لڑائی کریں گے اور ہر سو افراد میں سے
نانوے مارے جائیں گے۔ (ایک بچے گا) ان میں
سے ہر کوئی یہی امید کرے گا کہ شاید میں بچ
جاؤں۔ ایک اور روایت میں ہے کہ قریب ہے فرات
خشک ہو جائے اور اس میں سے سونے کا خزانہ نکلے۔
پس جو اس وقت موجود ہو وہ اس میں سے کچھ بھی نہ
لے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب خروج النار، جلد 6، صفحہ 260، رقم 6702 صحیح مسلم، باب لا تقوم الساعة حتى يحسر

الفرات عن جبل من ذهب، جلد 8، ص 174، رقم 7454 سنن ابن ماجہ، باب اشراط الساعة، جلد 3، ص 134، رقم 4046 مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ، جلد 2، ص 346، رقم 8540 مسند البزار، مسند ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ، جلد 2، صفحہ 396، رقم 7920

شرح حدیث: حکیم الأمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

غالباً یہاں بھی وہی واقعہ ارشاد ہوا جس کا ذکر ابھی پہلے ہوا، عبارت مختلف ہے مقصد ایک ہے۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ یہ دوسرا واقعہ ہے، یہاں پہاڑ سے مراد بیٹھا سونا ہے یعنی پہاڑ بھر سونا ظاہری پہاڑ مراد نہیں۔ (اشعد مرقات) اس سونے پر سلطنتیں جنگ کریں گی عوام لڑیں گے۔ غرض کہ سونا کیا ہوگا جنگ و جدال کی جز اور اللہ کا عذاب ہوگا، ہر شخص یہ ہی آس لگائے گا کہ شاید یہ سارا مجھے مل جائے چلو قسمت آزمائی کروں اور لوگوں سے لڑوں بھڑوں۔

(بزاۃ المناجیح، ج ۷ ص ۲۸۹)

اور انہی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: لوگ مدینہ منورہ کو ہر قسم کی سہولت ہونے کے باوجود چھوڑ دیں گے اور وہاں عوانی کا مسکن بن جائے گا۔ عوانی سے مراد درندے اور پرندے ہیں۔ آخری وہ آدمی جن پر قیامت قائم ہوگی وہ مزینہ قبیلے کے دو چرواہے ہوں گے جو مدینہ کی طرف رخ کئے اپنی بکریوں کو ہانک کر لارہے ہوں گے کہ اسے وحشیوں کا مسکن پا کر واپس لوٹیں گے۔ وہ چلتے ہوئے ثنیۃ الوداع تک پہنچیں گے تو منہ کے بل گر پڑیں گے۔ (متفق علیہ)

(1829) وَعَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "يَتْرُكُونَ الْمَدِينَةَ عَلَى خَيْرِ مَا كَانَتْ، لَا يَغْشَاهَا إِلَّا الْعَوَاقِي يُرِيدُونَ عَوَاقِي السَّبَاعِ وَالطَّيْرِ - وَأَخْرُ مَنْ يُخْشِرُ رَاعِيَانِ مِنْ مَزِينَةَ يُرِيدَانِ الْمَدِينَةَ يَنْعِقَانِ بِغَنَمِهِمَا فَيَجِدَانِهَا وَحُوشًا، حَتَّى إِذَا بَلَغَا ثِنْيَةَ الْوَدَاعِ خَرَا عَلَى وَجُوهِهِمَا". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب من رغب عن المدینة، جلد 2، صفحہ 663، رقم 1775 صحیح مسلم، باب فی المدینة حین یترکھا أهلھا، جلد 4، صفحہ 123، رقم 3433 مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ، جلد 2، صفحہ 234، رقم 7193 مسند الشامیین للطبرانی، حدیث شعیب عن الزہری، جلد 4، ص 166، رقم 3014 جامع الاصول لابن اثیر، الفرع السادس فی عمارتھا وھرایھا، جلد 9، ص 331، رقم 6958

شرح حدیث: فضائل مدینہ طیبہ

حدیث ۱: صحیح مسلم وترمذی میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مدینہ کی تکلیف و شدت پر میری امت میں سے جو کوئی صبر کرے، قیامت کے دن میں اس کا شفیع ہوں گا۔ (صحیح مسلم، کتاب الحج، باب الترغیب فی سکنی المدینة... إلخ، الحدیث: ۷۸، ۷۹، ص ۷۱۶)

مدینہ طیبہ کی اقامت

حدیث ۲ و ۳: نیز مسلم میں سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: مدینہ لوگوں کے لیے بہتر ہے اگر جانتے، مدینہ کو جو شخص بطور اعراض چھوڑے گا، اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں اُسے لائے گا جو اس سے بہتر ہوگا اور مدینہ کی تکلیف و مشقت پر جو ثابت قدم رہے گا روز قیامت میں اس کا شفیق یا شہید ہوں گا۔

(صحیح مسلم، کتاب الحج، باب فی فضل المدینہ... راجع، الحدیث: ۱۳۶۳، ص ۷۰۹)

اور ایک روایت میں ہے، جو شخص اہل مدینہ کے ساتھ برائی کا ارادہ کریگا، اللہ (عزوجل) اُسے آگ میں اس طرح پگھلائے گا جیسے سیسہ یا اس طرح جیسے نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب الحج، باب فی فضل المدینہ... راجع، الحدیث: ۳۶۰، ص ۱۳۶۳، ص ۷۱۰)

اسی کی مثل بزار نے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔

حدیث ۴: صحیحین میں سفیان بن ابی زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: کہ یمن فتح ہوگا، اس وقت کچھ لوگ دوڑتے ہوئے آئیں گے اور اپنے گھر والوں کو اور ان کو جو ان کی اطاعت میں ہیں لے جائیں گے حالانکہ مدینہ ان کے لیے بہتر ہے اگر جانتے۔ اور شام فتح ہوگا کچھ لوگ دوڑتے آئیں گے اپنے گھر والوں اور فرمانبرداروں کو لے جائیں گے حالانکہ مدینہ ان کے لیے بہتر ہے اگر جانتے۔ اور عراق فتح ہوگا کچھ لوگ جلدی کرتے آئیں گے اور اپنے گھر والوں اور فرمانبرداروں کو لے جائیں گے حالانکہ مدینہ ان کے لیے بہتر ہے اگر جانتے۔ (صحیح البخاری، کتاب فضائل المدینہ، باب من رغب عن المدینہ، الحدیث: ۱۸۷۵، ج ۱، ص ۶۱۸)

حدیث ۵: طبرانی کبیر میں ابی اسید ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہتے ہیں ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر پر حاضر تھے (ان کے کفن کے لیے صرف ایک کملی تھی) جب لوگ اسے کھینچ کر ان کا مونہ چھپاتے قدم کھل جاتے اور قدم پر ڈالتے تو چہرہ کھل جاتا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کملی سے مونہ چھپا دو اور پاؤں پر یہ گھاس ڈال دو۔ پھر حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے سراقس اٹھایا، صحابہ کو روتا پایا۔ ارشاد فرمایا: لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ سرسبز ملک کی طرف چلے جائیں گے، وہاں کھانا اور لباس اور سواری انھیں ملے گی پھر وہاں سے اپنے گھر والوں کو لکھ بھیجیں گے کہ ہمارے پاس چلے آؤ کہ تم حجاز کی خشک زمین پر پڑے ہو حالانکہ مدینہ ان کے لیے بہتر ہے اگر جانتے۔ (المعجم الکبیر للطبرانی، الحدیث: ۵۸۷، ج ۱۹، ص ۲۶۵)

حدیث ۶ تا ۸: ترمذی و ابن ماجہ و ابن حبان و بیہقی ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس سے ہو سکے کہ مدینہ میں مرے تو مدینہ ہی میں مرے کہ جو شخص مدینہ میں مرے گا، میں اُس کی شفاعت فرماؤں گا۔ (الترمذی، ابواب المناقب، باب ماجاء فی فضل المدینہ، الحدیث: ۳۹۴۳، ج ۵، ص ۴۸۳)

اور اسی کی مثل صمیۃ اور سبیۃ اسمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی۔

مدینہ طیبہ کے برکات

حدیث ۹: صحیح مسلم وغیرہ میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہ لوگ جب شروع شروع پھل دیکھتے، اُسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر لاتے، حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اسے لے کر یہ کہتے: الہی! تو ہمارے لیے ہماری کھجوروں میں برکت دے اور ہمارے لیے ہمارے مدینہ میں برکت کر اور ہمارے صاع و مد میں برکت کر، یا اللہ! (عزوجل) بے شک ابراہیم تیرے بندے اور تیرے خلیل اور تیرے نبی ہیں اور بے شک میں تیرا بندہ اور تیرا نبی ہوں۔ انہوں نے مکہ کے لیے تجھ سے دُعا کی اور میں مدینہ کے لیے تجھ سے دُعا کرتا ہوں، اُسی کی مثل جس کی دعا مکہ کے لیے اُنہوں نے کی اور اتنی ہی اور (یعنی مدینہ کی برکتیں مکہ سے دوچند ہوں)۔ پھر جو چھوٹا بچہ سنا منے ہوتا اُسے بلا کر وہ کھجور عطا فرمادیتے۔ (صحیح مسلم، کتاب الحج، باب فضل المدینہ... إلخ، الحدیث: ۷۳، ۷۴، ص ۷۱۳)

حدیث ۱۰ تا ۱۳: صحیح مسلم میں اُم المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: یا اللہ! (عزوجل) تو مدینہ کو ہمارا محبوب بنا دے جیسے ہم کو مکہ محبوب ہے بلکہ اس سے زیادہ اور اُس کی آب و ہوا کو ہمارے لیے درست فرما دے اور اُس کے صاع و مد میں برکت عطا فرما اور یہاں کے بخار کو منتقل کر کے جحفہ میں بھیج دے۔ (صحیح مسلم، کتاب الحج، باب الترغیب فی سکنی المدینہ... إلخ، الحدیث: ۷۶، ۷۷، ص ۷۱۵)

(یہ دعا اُس وقت کی تھی، جب ہجرت کر کے مدینہ میں تشریف لائے اور یہاں کی آب و ہوا صحابہ کرام کو ناموافق ہوئی کہ بیشتر یہاں وبائی بیماریاں بکثرت ہوتیں) یہ مضمون کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے مدینہ طیبہ کے واسطے دعا کی کہ مکہ سے دوچند یہاں برکتیں ہوں۔ (صحیح مسلم، کتاب الحج، باب الترغیب فی سکنی المدینہ... إلخ، الحدیث: ۷۳، ۷۴، ص ۷۱۳)

مولیٰ علی و ابو سعید و انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی۔

اہل مدینہ کے ساتھ بُرائی کرنے کے نتائج

حدیث ۱۴: صحیح بخاری و مسلم میں سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جو شخص اہل مدینہ کے ساتھ فریب کریگا، ایسا گھل جائے گا جیسے نمک پانی میں گھلتا ہے۔

(صحیح بخاری، کتاب فضائل المدینہ، باب اثم من کاد اهل المدینہ، الحدیث: ۷۷، ۷۸، ج ۱)

حدیث ۱۵: ابن حبان اپنی صحیح میں جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

جو اہل مدینہ کو ڈرائے گا، اللہ (عزوجل) اُسے خوف میں ڈالے گا۔

(الاحسان بتریب صحیح ابن حبان، کتاب الحج، باب فضل المدینہ، الحدیث: ۷۳، ۷۴، ج ۶، ص ۲۰)

حدیث ۱۶ و ۱۷: طبرانی عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

فرمایا: یا اللہ (عزوجل)! جو اہل مدینہ پر ظلم کرے اور انھیں ڈرائے تو اُسے خوف میں مبتلا کر اور اس پر اللہ (عزوجل) اور فرشتوں اور تمام آدمیوں کی لعنت اور اس کا نہ فرض قبول کیا جائے، نہ نفل۔ (المعجم الاوسط للطبرانی، الحدیث: ۳۵۸۹، ج ۲، ص ۷۹) اسی کی مثل نسائی و طبرانی نے سائب بن خلاد رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

حدیث ۱۸: طبرانی کبیر میں عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اہل مدینہ کو ایذا دے گا، اللہ (عزوجل) اُسے ایذا دے گا اور اس پر اللہ (عزوجل) اور فرشتوں اور تمام آدمیوں کی لعنت اور اس کا نہ فرض قبول کیا جائے، نہ نفل۔

(مجمع الزوائد، کتاب الحج، باب فین اخاف اهل المدينة... راجع، الحدیث: ۵۸۲۶، ج ۳، ص ۶۵۹)

حدیث ۱۹: صحیحین میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے ایک ایسی بستی کی طرف (ہجرت) کا حکم ہوا جو تمام بستیوں کو کھا جائے گی (سب پر غالب آئے گی) لوگ اسے یثرب کہتے ہیں اور وہ مدینہ ہے، لوگوں کو اس طرح پاک و صاف کرے گی جیسے بھٹی لوہے کے میل کو۔

(صحیح البخاری، کتاب فضائل المدینہ، باب فضل المدینہ... راجع، الحدیث: ۱۸۷۱، ج ۱، ص ۶۱۷)

حدیث ۲۰: صحیحین میں انھیں سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مدینہ کے راستوں پر فرشتے (پہرہ دیتے ہیں) اس میں نہ دجال آئے، نہ طاعون۔

(صحیح مسلم، کتاب الحج، باب صیانة المدينة من دخول الطاعون... راجع، الحدیث: ۷۹۷۹، ص ۷۱۶)

حدیث ۲۱: صحیحین میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مکہ و مدینہ کے سوا کوئی شہر ایسا نہیں کہ وہاں دجال نہ آئے، مدینہ کا کوئی راستہ ایسا نہیں جس پر ملائکہ پر اباندھ کر پہرہ نہ دیتے ہوں، دجال (قریب مدینہ) شوز زمین میں آ کر اترے گا، اس وقت مدینہ میں تین زلزلے ہوں گے جن سے ہر کافر و منافق یہاں سے نکل کر دجال کے پاس چلا جائے گا۔ (صحیح مسلم، کتاب الفتن... راجع، الحدیث: ۲۹۴۳، ص ۱۵۷۷)

(1830) وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ بْنِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "يَكُونُ خَلِيفَةٌ مِنْ خُلَفَائِكُمْ فِي آخِرِ الزَّمَانِ يَحْشُو النَّهَالَ وَلَا يَعُدُّهُ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آخری زمانے میں تمہارے حکمرانوں میں سے ایک حکمران ہوگا جو لوگوں کو گنے بغیر مال دے گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، لا تقوم الساعة حتى يمر الرجل بقبر الرجل فيتمني أن يكون مكان الميت. جلد 8، ص 185. رقم 7501 جامع الاصول لابن اثير، الفصل العاشر في اشراط متفرقة. جلد 10، صفحہ 400، رقم 7914 مسند امام احمد بن حنبل. مسند جابر بن عبد الله رضي الله عنه، جلد 3، ص 317، رقم 14446 مجمع الزوائد للهيثمی، باب ما جاء في البهدي، جلد 7، صفحہ 615. رقم الحدیث 12407 جامع الاحادیث للسيوطی، حرف الميم، جلد 22، صفحہ 48، رقم 24273

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام مہدی جیسے صورت میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہہ ہوں گے ویسے ہی سیرت و اخلاق میں بھی، ان کی طبیعت میں جو سخاوت رحم و کرم انتہائی ہوگا گھڑی بھر بھر دینا جو منگتے سے اٹھ نہ سکے حضور انور کی ہی سخاوت ہے حضور انور نے حضرت عباس کو اتنا دیا کہ گھڑی ان سے اٹھ نہ سکی۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۷ ص ۲۹۹)

(1831) وَعَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَيَأْتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَطْوِفُ الرَّجُلُ فِيهِ بِالصَّدَقَةِ مِنَ الذَّهَبِ فَلَا يَجِدُ أَحَدًا يَأْخُذُهَا مِنْهُ، وَيُرَى الرَّجُلَ الْوَاحِدَ يَتَّبِعُهُ أَرْبَعُونَ امْرَأَةً يَلْدُنَ بِهِ مِنْ قِلَّةِ الرِّجَالِ وَكَثْرَةِ النِّسَاءِ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ آدمی اپنے سونے کے مال کا صدقہ لے کر چکر لگاتا پھرے گا مگر کوئی اسے قبول کرنے والا نہیں ہوگا اور ایک آدمی دیکھا جائے گا کہ چالیس چالیس عورتیں اس کی پناہ میں اس کے پیچھے ہوں گی اور اس کا سبب مردوں کی کمی اور عورتوں کی کثرت ہوگی۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب الصدقة قبل الرد، جلد 2، صفحہ 513، رقم 1348 صحیح مسلم، باب الترغيب في الصدقة قبل ان لا يوجد من يقبلها، جلد 3، ص 84، رقم 2385 جامع الاصول لابن القيم، الكتاب الخامس في الصدقة، الفصل الاول، جلد 6، ص 445، رقم 4643 مسند أبي يعلى، حديث ميهونة زوج النبي صلی اللہ علیہ وسلم، جلد 13، صفحہ 229، رقم 7299، كنز العمال للمتقي، حرف القاف، جلد 24، صفحہ 17، رقم 38483

شرح حدیث: قیامت کی نشانیاں

قیامت کے آنے سے پہلے دنیا سے علم اٹھ جائے گا۔ عالم باقی نہ رہیں گے۔ جہالت پھیل جائے گی۔ بدکاری اور بے حیائی زیادہ ہوگی۔ عورتوں کی تعداد مردوں سے بڑھ جائے گی۔ بڑے دجال کے سوا دجال اور ہوں گے ہر ایک ان میں سے نبوت کا دعویٰ کریگا باوجودیکہ حضور پُر نور سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر نبوت ختم ہو چکی۔ ان میں سے بعضے دجال تو گزر چکے جیسے مسیلمہ کذاب، اسود غنسی، مرزا علی محمد باب، مرزا علی حسین بہاء اللہ، مرزا غلام احمد قادیانی بعضے اور باقی ہیں وہ بھی ضرور ہوں گے۔

مال کی کثرت ہوگی۔ عرب میں کھیتی، باغ، نہریں ہو جائیں گی۔ دین پر قائم رہنا مشکل ہوگا۔ وقت بہت جلد گزرے گا۔ زکوٰۃ دینا لوگوں کو دشوار ہوگا۔ علم کو لوگ دنیا کیلئے پڑھیں گے۔ مرد، عورتوں کی اطاعت کریں گے۔ ماں باپ کی نافرمانی زیادہ ہوگی۔ شراب نوشی عام ہو جائے گی۔ نا اہل سردار بنائے جائیں گے۔ نہر فرات سے سونے کا خزانہ کھلے گا۔ زمین اپنے دھینے اگل دے گی۔ امانت، غنیمت سمجھی جائے گی۔ مسجدوں میں شور مچیں گے۔ فاسق، سرداری کریں گے۔ فتنہ انگیزوں کی عزت کی جائے گی۔ گانے باجے کی کثرت ہوگی۔ پہلے بزرگوں پر لوگ لعن طعن کریں گے۔ کوڑے کی نوک اور جوتے کے

تسے باتیں کریں گے۔ دَجَال اور ذَابَّةُ الارض اور یاجوج ماجوج نکلیں گے۔ حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ظاہر ہوں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائیں گے۔ آفتاب مغرب سے طلوع ہوگا اور توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا۔

(کتاب العقائد ص ۲۷)

قیامت کب آئے گی؟

قیامت کب ہوگی اسے اللہ (عَزَّ وَجَلَّ) جانتا ہے اور اس کے بتائے سے اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ قیامت ہی کا ذکر کر کے ارشاد فرماتا ہے:

عِلْمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَى

اللہ (عَزَّ وَجَلَّ) غیب کا جاننے والا ہے، وہ اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں فرماتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں

کے۔ (پ ۲۹، الجمن: ۲۶، ۲۷)

امام قسطلانی وغیرہ نے تصریح فرمائی کہ اس غیب سے مراد قیامت ہے جس کا اوپر متصل آیت میں ذکر ہے۔

(ارشاد الساری شرح صحیح البخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ عِلْمُ الْغَيْبِ۔۔۔۔۔ الخ، ج ۱۵، ص ۳۹۲)

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پہلے بعض علمائے کرام نے بملاحظہ احادیث حساب لگایا کہ یہ امت سن ہزار ہجری سے آگے نہ بڑھے گی۔ امام سیوطی (علیہ رحمۃ اللہ القوی) نے اس کے انکار میں رسالہ لکھا اَلْكَشْفُ عَنْ تَجَاوُزِ هَذِهِ الْأُمَّةِ الْأَلْفِ اس میں ثابت کیا کہ یہ امت ۱۰۰۰ھ سے ضرور آگے بڑھے گی۔ امام جلال الدین (سیوطی علیہ رحمۃ اللہ القوی) کی وفات شریف ۹۱۱ھ میں ہے، اور اپنے حساب سے یہ خیال فرمایا کہ ۱۰۰۰ھ میں خاتمہ ہوگا۔ بحمد اللہ تعالیٰ اسے بھی چھبیس برس گذر گئے اور ہنوز (یعنی ابھی تک) قیامت تو قیامت، اَشْرَاطُ کِبْرَى (یعنی بڑی نشانیوں) میں سے کچھ نہ آیا۔ امام مہدی کے بارے میں احادیث بکثرت اور متواتر ہیں مگر ان میں کسی وقت کا تعین نہیں اور بعض علوم کے ذریعہ سے مجھے ایسا خیال گذرتا ہے کہ شاید ۱۸۳۱ھ میں کوئی سلطنت اسلامی باقی نہ رہے اور ۱۹۰۰ھ میں حضرت امام مہدی ظہور فرمائیں۔ (ملفوظات اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ص ۱۶۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک شخص نے دوسرے سے زمین

خریدی۔ زمین کے خریدار نے اس زمین میں سے ایک

گڑھا پایا جس میں سونا (بھرا ہوا) تھا۔ پس اس نے

اس شخص کو کہا جس سے زمین خریدی تھی تو اپنا سونا لے

لے۔ بے شک میں نے تجھ سے زمین خریدی تھی سونا

(1832) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ

النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اشْتَرَى رَجُلٌ

مِنْ رَجُلٍ عَقَارًا، فَوَجَدَ الَّذِي اشْتَرَى الْعَقَارَ فِي

عَقَارِهِ جَرَّةً فِيهَا ذَهَبٌ، فَقَالَ لَهُ الَّذِي اشْتَرَى

الْعَقَارَ: خُذْ ذَهَبَكَ، إِنَّمَا اشْتَرَيْتُ مِنْكَ الْأَرْضَ

وَلَمْ أَشْتَرِ الذَّهَبَ، وَقَالَ الَّذِي لَهُ الْأَرْضُ: إِنَّمَا

بِعُثْكَ الْأَرْضَ وَمَا فِيهَا، فَتَحَاكَمْنَا إِلَى رَجُلٍ، فَقَالَ
الَّذِي تَحَاكَمْنَا إِلَيْهِ: الْكُفْمَا وَوَلَدًا، قَالَ أَحَدُهُمَا: لِي
غُلَامٌ، وَقَالَ الْأُخْرَى: لِي جَارِيَةٌ، قَالَ: أَنْتُمَا الْعُلَامُ
الْجَارِيَّةُ، وَأَنْفَقَا عَلَى أَنْفُسِهِمَا مِنْهُ وَتَصَدَّقَا.
مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

نہیں۔ زمین کا مالک کہے گا میں نے تم سے زمین اور
زمین میں جو کچھ ہے سب کا سودا کیا تھا۔ پس وہ دونوں
اپنا فیصلہ کرانے کے لئے ایک آدمی (قاضی) کے پاس
گئے تو اس شخص نے جن کے پاس وہ فیصلہ کروانے گئے
اس نے کہا کیا تم دونوں کی اولاد ہے؟ ان میں سے ایک
نے کہا کہ میرا ایک لڑکا ہے۔ دوسرے نے کہا: میری
ایک لڑکی ہے۔ اس فیصلہ کرنے والے نے کہا تم دونوں
اپنے لڑکے اور لڑکی کا باہم نکاح کرو اور ان کی شادی پر
اس سونے سے خرچ کرو اور جو باقی رہے اس کو صدقہ کر
دو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب "ام حسب ان اصحاب الکھف والرقيم"، جلد 3، صفحہ 128، رقم 3285 صحیح مسلم،
باب استعجاب اصلاح الحاکم بین الخصمین، جلد 5، صفحہ 133، رقم 4594 صحیح ابن حبان، باب الورع والتوکل، جلد 2، صفحہ
496، رقم 720 المراف المسند المعتل للعسقلانی، حدیث ہمام بن منبہ عن ابي هريرة، جلد 8، صفحہ 85، رقم 10441 مسند امام
احمد، مسند ابي هريرة رضي الله عنه، جلد 2، ص 316، رقم 8176

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی جب خریدار نے اس زمین میں کنواں یا بنیاد کھودی تو اس میں دفینہ پایا۔ کان و دفینہ مل جانے کے احکام کتب فقہ
میں دیکھئے۔

سبحان اللہ! کیسے ایماندار لوگ تھے، خریدار کہہ رہا ہے کہ میں نے صرف زمین خریدی ہے اور یہ سونا زمین میں نہیں یہ
تیرا ہے، بائع کہتا ہے کہ زمین کی فروخت میں اس کے اندر کی تمام چیزیں بک جاتی ہیں جیسے اس کے اندر کا پانی اور کان وغیرہ
لہذا یہ سونا بھی بک گیا اور زمین کی طرح اس کا بھی تو ہی مالک ہو گیا۔

ظاہر یہ ہے کہ یہ شخص حکومت کا مقرر کردہ حاکم نہ تھا بلکہ ان کا اپنا مقرر کردہ بیچ تھا اور ہو سکتا ہے کہ حاکم ہی ہو۔ مرقات
نے فرمایا کہ بعض محدثین کے خیال میں یہ حاکم داؤد علیہ السلام تھے۔ واللہ اعلم!

وَصَدِّقُوا يَا أَنْفِقُوا کا بیان ہے یا علیحدہ حکم یعنی ان بچوں پر سارا خرچ کرو جس میں صدقہ کا ثواب ملے گا یا کچھ ان پر
خرچ کرو کچھ فقراء پر۔ (حاشیہ مشکوٰۃ) خیال رہے کہ دفینہ کے یہ احکام ہمارے دین میں نہیں، ہمارے ہاں دفینہ اگر کفار کا
ہے تو اس کا اور حکم ہے اور اگر مسلمانوں کا ہے تو اور حکم، رہا یہ فیصلہ کہ کس کا دفینہ ہے علامت سے کیا جائے گا، تفصیل کتب فقہ
میں دیکھئے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قاضی و حاکم حتی الامکان فریقین میں صلح کی کوشش کرے اور ان کو اچھی بات کا حکم

کرے اور وہاں سے لوٹے۔

(1833) وَعَلَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "كَانَتْ امْرَأَتَانِ مَعَهُمَا ابْنَاهُمَا، جَاءَ الذِّئْبُ فَذَهَبَ بِأَبْنِ إِحْدَاهُمَا، فَقَالَتْ لِصَاحِبَتِهَا: إِنَّمَا ذَهَبَ بِأَبْنِكَ، وَقَالَتْ الْأُخْرَى: إِنَّمَا ذَهَبَ بِأَبْنِكَ، فَتَعَاكَمَا إِلَى دَاوُدَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَضَى بِهِ لِلْكُبْرَى، فَخَرَجَا عَلَى سُلَيْمَانَ بْنِ دَاوُدَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَتَاهُ، فَقَالَ: اتُّوْنِي بِالسِّكِّينِ أَشَقُّهُ بَيْنَهُمَا. فَقَالَتِ الصُّغْرَى: لَا تَفْعَلْ! رَحِمَكَ اللَّهُ، هُوَ ابْنُهَا. فَقَضَى بِهِ لِلصُّغْرَى: "مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ."

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: دو عورتیں تھیں جن کے ساتھ ان کے بیٹے تھے۔ بھیڑیا آیا اور ایک کے بیٹے کو لے گیا۔ ایک نے ان میں سے دوسری کو کہا: تمہارا بیٹا لے گیا۔ دوسری نے کہا وہ تمہارا بیٹا لے گیا۔ دونوں نے فیصلہ حضرت داؤد علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے اس بچے کا فیصلہ بڑی کے حق میں کر دیا۔ وہ دونوں نکل کر سلیمان بن داؤد علیہ السلام کے پاس آئیں اور یہ واقعہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا: چھری لاؤ میں اس کے ٹکڑے کر کے تمہارے درمیان تقسیم کر دوں۔ چھوٹی کہنے لگی ایسا نہ کیجئے اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے وہ اس (دوسری عورت) کا ہے۔ یہ سن کر آپ نے فیصلہ چھوٹی عورت کے حق میں فرما دیا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب اذا ادعت المرأة ابنا، جلد 8، ص 156، رقم 6769 صحیح مسلم، باب بیان اختلاف الجہتین جلد 5، صفحہ 133، رقم 4592 السنن الکبریٰ للبیہقی، باب ما استدلل به علی ان الولد الواحد لا یلحق بأحدین، جلد 10، صفحہ 268، رقم 21823 سنن نسائی، باب نقض المحاکم ما حکم به غیرہ من ہومثله، جلد 3، صفحہ 473، رقم 5960 مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرہ جلد 2، ص 322، رقم الحدیث 8263

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ دونوں عورتیں اپنے اپنے لڑکے جنگل میں بٹھال کر کسی کام میں مشغول ہو گئیں کہ یہ حادثہ پیش آ گیا اور باقی ماندہ بچہ میں جھڑپ ہو گیا۔

خلاصہ یہ ہے کہ ان دونوں عورتوں میں سے ہر ایک چاہتی تھی کہ یہ بچہ مجھے ملے ایک تو واقعی ماں تھی دوسری ماں بنی جا رہی تھی۔

بڑی کے حق میں یہ فیصلہ فرمانا اس لیے تھا کہ وہ اس بچہ پر قابض تھی یا اس لیے کہ بچہ اس کی ہم شکل تھا۔ بہر حال یہ فیصلہ حضرت داؤد علیہ السلام کے اجتہاد سے تھا، وحی الہی سے نہ تھا ورنہ اس کی اپیل نہ ہوتی اور نہ حضرت سلیمان علیہ السلام اس کے خلاف فیصلہ فرماتے۔ معلوم ہوا کہ مجتہد کا اجتہاد برحق ہے اور نبی بھی اجتہاد فرما سکتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ فیصلہ کی اپیل ہو سکتی ہے اور اپیل والا حاکم پہلے حاکم کے خلاف فیصلہ دے سکتا ہے بشرطیکہ پہلا فیصلہ اجتہاد سے ہوا ہو وحی سے نہ ہو وحی کی اپیل ناممکن ہے لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُمِئِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ۔

یعنی اس بچہ کی دو کھانپ کر کے تم دونوں کو ایک ایک دیدوں۔ خیال رہے کہ آپ نے اس بے گناہ بچے کے قتل کا ارادہ نہ فرمایا بلکہ اس کلام سے ان عورتوں کی شفقت و محبت کی آزمائش فرمائی لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ بے قصور کے قتل کا ارادہ کرنا گناہ ہے اور نبی گناہ سے معصوم ہوتے ہیں۔

اس وقت بڑی عورت یا تو خاموش رہی یا کچھ ہلکی تڑپی دکھلا دے کے لیے، حقیقی تڑپ اور بناوٹی تڑپ میں فرق ہوتا ہے۔ خیال رہے کہ یہ کلام اقرار کے لیے نہیں بلکہ بے قراری میں تڑپ کے طور پر ہے یعنی آپ اسے قتل نہ کریں اسی کو دے دیں لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ چھوٹی نے بڑی کے لیے اقرار کر لیا پھر آپ نے بڑی کو یہ بچہ نہ دیا، اس علامت سے آپ نے پہچان لیا کہ ماں یہ ہی ہے بچہ کی جان بچانے کے لیے کہہ رہی ہے۔

اس واقعہ سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ اجتہاد جائز ہے۔ دوسرے یہ کہ کبھی اجتہاد میں غلطی بھی ہو جاتی ہے جیسے حضرت داؤد علیہ السلام کے اجتہاد میں خطا ہوئی۔ تیسرے یہ کہ خطا اجتہادی پر پکڑ اور مواخذہ نہیں ہوتا، دیکھو حضرت داؤد علیہ السلام کا فیصلہ ٹوٹ تو گیا مگر ان سے رب نے پوچھ گچھ نہ کی۔ چوتھے یہ کہ کبھی افضل کے مقابلے میں مفضول کا فیصلہ قوی اور قابل عمل ہوتا ہے، دیکھو حضرت داؤد علیہ السلام صاحب کتاب صاحب شریعت نبی ہیں اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے والد ہیں، ان تمام باتوں کے باوجود عملی فیصلہ سلیمان علیہ السلام پر کیا گیا لہذا امام اعظم کے فرمان کے ہوتے ہوئے قول صاحبین پر فتویٰ دینا عمل کرنا درست ہے، یہ حدیث اس کا ماخذ ہے ایک مقدمہ کا ذکر تو قرآن مجید میں فرمایا ہے فَفَهَّمْنَاهَا سُلَيْمَانَ۔ (مراۃ المناجیح، ج ۷ ص ۵۵۰)

حضرت مرداس اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نیک لوگ ایک ایک کر کے دنیا سے رخصت ہو جائیں گے اور جو یا کھجور کے بھوسے کی مانند روی قسم کے لوگ باقی رہ جائیں گے جن کی اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی قدر و منزلت نہ ہوگی۔ (بخاری)

(1834) وَعَنْ مِرْدَاسِ الْأَسْلَمِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَذْهَبُ الصَّالِحُونَ الْأَوَّلُ فَأَلَّوْلُ، وَيَبْقَى حُثَالَةٌ كَحُثَالَةِ الشَّعِيرِ أَوْ الثَّنِيرِ لَا يُبَالِيَهُمُ اللَّهُ بَالَةً." رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب ذهاب الصالحین، جلد 5، صفحہ 236، رقم 6070 الاداب للبیہقی، باب من اختار عزلة الناس عند تغیر اکثرهم، جلد 1، ص 139، رقم 239 المستدرک للحاکم، کتاب الایمان، جلد 1، ص 29، رقم 61 المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمہ مرداس الاسلمی، جلد 20، صفحہ 298، رقم 17464 سنن الدارمی، باب فی ذهاب الصالحین، جلد 2، صفحہ 390، رقم

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
آپ صحابی ہیں، بیعت الرضوان میں شریک تھے، آپ سے صرف یہ ہی ایک حدیث مروی ہے قیس ابن جازم کی روایت سے۔

مثالہ اور مثالہ جو کی بھوسی یا خرمہ کا کوڑا جو کسی کام نہ آسکے۔ اس سے مراد وہ نفس پرست مسلمان ہیں جن کے صرف نام مسلمانوں کے سے ہوں باقی وہ دین یا قوم یا وطن کے لیے مطلقاً مفید نہ ہوں۔ اگر چھلکا مغز کے ساتھ رہے تو اس کی بھی قدر ہو جاتی ہے، مغز سے علیحدہ ہو کر پھینکا ہی جاتا ہے، اگر بروں کے ساتھ اچھے بھی ہوں تو یہ بھی تیر جاتے ہیں، اگر اچھے نکل جاویں تو ڈوب جاتے ہیں۔ یہاں یہ ہی فرمایا گیا کہ جب تک ان میں اچھے رہیں گے تب تک رب تعالیٰ ان کی پرواہ کرے گا، اچھوں کے اٹھ جانے پر ان بروں کی کوئی قدر نہ ہوگی ہر طرح غضب میں گرفتار ہوں گے۔ (مزاۃ الناجح، ج ۷ ص ۲۰۹)

(1835) وَعَنْ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعِ الزُّرَقِيِّ رَضِيَ
اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: جَاءَ جِبْرِيلُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَالَ: مَا تَعُدُّونَ أَهْلَ بَدْرٍ فِيكُمْ؟ قَالَ:
مِنْ أَفْضَلِ الْمُسْلِمِينَ أَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا. قَالَ:
وَكَذَلِكَ مَنْ شَهِدَ بَدْرًا مِنَ الْمَلَائِكَةِ. رَوَاهُ
الْبُخَارِيُّ.

حضرت رفاعہ بن رافع زرقی سے روایت ہے
حضرت جبرائیل علیہ السلام رسول اللہ کے پاس آئے
اور پوچھا: آپ لوگوں میں اہل بدر کا کیا مقام ہے؟ آپ
نے فرمایا: وہ سب مسلمانوں میں سے افضل ہیں۔ راوی
کہتے ہیں کہ یا اسی قسم کی کوئی بات ارشاد فرمائی تو حضرت
جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا: جنگ بدر میں شریک
ہونے والے فرشتوں کا بھی یہی مقام ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب شہود الملائكة بدرا، جلد 4، صفحہ 146، رقم 3992 تحفة الاشراف بمعرفة الاطراف
للمزی، ومن مسند رفاعہ بن رافع، جلد 13، صفحہ 390، رقم 19443 جامع الاصول لابن اثیر، الفصل الخامس فی فضائل اهل العقبة و
بدرا، جلد 9، ص 175، رقم 6736 مشکوة المصابیح، باب مناقب قریش، جلد 3، صفحہ 357، رقم 6217

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ صحابی ہیں، آپ کی کنیت ابو معاذ تھی، انصاری ہیں، بدر واحد اور سارے غزوات میں شریک ہوئے، جنگ جمل
و صفین میں حضرت علی کے ساتھ تھے، امیر معاویہ کی سلطنت کی ابتداء میں وفات پائی۔ (مرقات)

غالباً حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ واقعہ حضرات صحابہ سے بیان کیا ہوگا انہوں نے حضور سے سن کر روایت کیا اور
ہوسکتا ہے کہ ان حضرات نے حضرت جبریل کو حاضر ہوتے ہوئے یہ عرض کرتے سنا ہو اور اگرچہ حضرت جبریل شکل انسانی
میں تھے مگر اس گفتگو سے یہ حضرات پہچان گئے ہوں کہ آپ جبریل ہیں۔

یعنی یا رسول اللہ حضور اور صحابہ کرام اہل بدر کو اپنے مؤمنوں میں سے کس درجہ کا سمجھتے ہیں۔ تعدون میں خطاب حضور انور
اور صحابہ کرام سے ہے اور ما فرمانا نہایت ہی موزوں ہے، یہاں من کی جگہ نہیں ہے ما بمعنی کیف ہے یا ما درجہ کے لیے ہے۔

اس جواب شریف سے معلوم ہوا غزوہ بدر میں شریک ہونے والے حضرات ان صحابہ سے افضل ہیں جو شریک نہ ہوئے۔ خیال رہے کہ حضرت عثمان غنی بدر میں حکماً شریک تھے کہ ان کے لیے ان کا گھر میدان بدر بنا دیا تھا کیونکہ وہ حضور انور کے حکم سے گھر میں رہے جناب رقیہ بنت رسول اللہ کی تیمارداری کے لیے حضور جسے جو چاہیں بنا دیں، اگر چاہیں تو گجرات کو مدینہ بنا دیں، ہر مؤمن کی قبر ان شاء اللہ مدینہ ہوگی۔ شعر

نکالو بحر غم سے یہ سفینہ

بنادو میرے سینہ کو مدینہ

پانچ ہزار فرشتے بدر میں مسلمانوں کی مدد کے لیے آئے تھے یہ دوسرے فرشتوں سے افضل ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان میں حضرت میکائیل و اسرافیل علیہم السلام بھی ہوں گے۔ (مزاۃ المناجیح، ج ۸ ص ۴۶۷)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

(1836) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر

قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِذَا

عذاب نازل فرماتا ہے تو اس قوم کا ہر شخص عذاب میں

أَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى بِقَوْمٍ عَذَابًا، أَصَابَ الْعَذَابُ مَنْ

بتلا ہوتا ہے اور پھر ان کو ان کے اعمال کے مطابق اٹھایا

كَانَ فِيهِمْ، ثُمَّ بُعِثُوا عَلَىٰ أَعْمَالِهِمْ" - مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

جاتا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب اذا انزل الله بقوم عذابا، جلد 6، صفحہ 260، رقم 6691 صحیح مسلم، باب الامر بحسن الظن بالله تعالى عنه الموت، جلد 8، ص 165، رقم 7415 مسند ابی یعلیٰ، مسند عبداللہ بن مسعود، جلد 9، صفحہ 430، رقم 5582 مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عمر بن الخطاب، جلد 2، صفحہ 40، رقم 4985 مشکوٰۃ المصابیح، باب التوکل والصبر، الفصل الاول، جلد 3، ص 159، رقم 5344

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی جب کسی قوم پر عذاب آتا ہے تو صرف گنہگاروں پر ہی نہیں آتا بلکہ گنہگار نیک کار جو بھی وہاں ہوں سب پر آتا ہے، جب چکی چلتی ہے تو گندم اور اس میں رہنے والے لگھن سب کو ہی پس ڈالتی ہے۔ خیال رہے کہ یہ قانون کلی نہیں ہے کبھی نیکوں کو بچا بھی لیا جاتا ہے، کبھی وہاں سے نیکوں کو نکال دیا جاتا ہے، رب فرماتا ہے: فَأَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيهَا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ۔

یعنی ان بے قصور نیک لوگوں کو کل قیامت میں ان نیکوں کو جزا دے دی جاوے گی جو انہیں بے قصور پہنچ گئی جیسے باغیوں کی بستیوں پر حکومت بم باری کرے جس سے حکومت کے وفاداروں کے مکانات جائیداد بھی تباہ ہو جاویں تو انہیں ان کا معاوضہ دے دیا جاتا ہے۔ (مزاۃ المناجیح، ج ۸ ص ۴۶۷)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کھجور کا ایک تنا

(1837) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ

تھا جس سے ٹیک لگا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوا

جَدَّعَ يَقُومُ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -

يَعْنِي فِي الْخُطْبَةِ - فَلَمَّا وَضِعَ الْمِنْبَرُ سَمِعْنَا لِلجِدْعِ
مِثْلَ صَوْتِ الْعِشَارِ، حَتَّى نَزَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ، فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَيْهِ فَسَكَنَ. وَفِي رِوَايَةٍ: فَلَمَّا
كَانَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ قَعَدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
عَلَى الْمِنْبَرِ، فَصَاحَتْ النَّخْلَةُ الَّتِي كَانَ يُخْطَبُ
عِنْدَهَا حَتَّى كَادَتْ أَنْ تَنْشَقَّ. وَفِي رِوَايَةٍ: فَصَاحَتْ
صِيَاحَ الصَّبِيِّ، فَنَزَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،
حَتَّى آخَذَهَا فَضَمَّهَا إِلَيْهِ، فَجَعَلَتْ تَرْنُؤُا أَيْدِي الصَّبِيِّ
الَّذِي يُسَكُّ حَتَّى اسْتَقَرَّتْ، قَالَ: "بَكَتْ عَلَى مَا
كَانَتْ تَسْبَعُ مِنَ الذِّكْرِ". رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

کرتے تھے یعنی خطبہ دیتے وقت پس جب مسجد میں منبر
رکھ دیا گیا اور آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے تو ہم نے
اس تنے میں سے حاملہ اونٹنی کی طرح تکلیف کی طرح
آواز سنی یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ منبر پر سے نیچے
اترے اور اس پر اپنا دست مبارک رکھا تب اس کو سکون
ہوا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ جب جمعہ کا دن ہوا تو
رسول اللہ ﷺ خطبہ دینے کے لئے منبر پر تشریف فرما
ہوئے تو اس کھجور کے تنے نے چیخنا شروع کر دیا جس کے
پاس آپ کھڑے ہو کر خطبہ دیا کرتے تھے۔ یہاں تک
کہ قریب تھا کہ وہ (شدت الم کی وجہ سے) پھٹ
جائے۔ ایک روایت میں ہے کہ اس نے بچے جیسی چیخ
ماری۔ پھر رسول اللہ ﷺ اترے اور اس کو پکڑا اور اپنے
ساتھ ملایا۔ وہ اس بچے کی طرح سسکیاں لینے لگا جس کو
خاموش کرایا جائے۔ یہاں تک کہ وہ خاموش ہو گیا۔
آپ ﷺ نے فرمایا: یہ اس لئے (رویا) کہ یہ ذکر سنا کرتا
تھا۔ (بخاری)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب النجار، جلد 2، صفحہ 738، رقم 1989 جامع الاصول لابن اثیر، الفصل الثانی فی تکلیف
الجمادات له وانقیادها الیه، جلد 11، ص 332، رقم 8897 دلائل النبوة للبیہقی، باب ذکر المنبر الذی اتخذ لرسول الله ﷺ وما ظهر
عند وصفه، جلد 2، ص 449، رقم 828

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اثنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس ستون کا نام اسطوان حنانہ ہے، حنانہ بنا ہے حنین سے بمعنی باریک آواز سے رونا یہ ستون محراب النبی کے بائیں
طرف بالکل متصل ہے اب وہاں اینٹ کا ستون ہے اسے اسطوان حنانہ ہی کہتے ہیں۔ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب منبر
نہیں بنا تھا حضور انور زمین پر ہی کھڑے ہو کر خطبہ فرماتے تھے۔

رونے کی یہ آواز تمام صحابہ نے سنی یہ ستون کیوں رویا اس کے متعلق بعض ظاہر بین لوگوں نے کہا ہے کہ وہ ذکر الہی سنا
کرتا تھا اب اس سے محروم ہو گیا لہذا ذکر کی محرومی پر رویا۔ یہ محض غلط ہے آج ہم لوگ بھی ذکر الہی کرتے ہیں ستون کیوں
نہیں روتے، نیز خطبہ کی آواز تو اب بھی اس ستون تک آرہی تھی کہ وہ منبر سے بالکل ہی قریب تھا، نیز پھر وہ حضور کے سینہ

سے لگانے پر خاموش ہو گیا وجہ صرف یہ تھی کہ اس نے یہ کہا۔ شعر

مست من بودم از من تا ختی
بر سر منبر تو مستد سا ختی

در فراق تو مرا چوں سوخت جان
چوں نہ نالم بے تو اے جان جہاں

یہ گریہ وزاری اس لیے تھا کہ وہ جمعہ کے دن پشت پاک مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بوسہ لیتا تھا آج اس وصال کی نعمت سے محروم ہو گیا اس فراق پر رویا۔

یعنی جب حضور انور نے اس ستون کو اپنے سینہ پاک سے لگایا تو وہ اس طرح سسکیاں بھرنے لگا جیسے روتے بچے کو ماں سینے سے لگائے تو وہ خاموش ہونے سے پہلے سسکیاں بھرتا ہے۔ اس واقعہ سے دو مسئلہ معلوم ہوئے: ایک یہ کہ تمام حسینان جہاں صرف انسانوں کے محبوب رہے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسے انوکھے حسین ہیں کی ساری مخلوق کے محبوب ہیں کیوں نہ ہوں خالق کے محبوب ہیں، دیکھو لکڑیاں فراق میں گریہ وزاری کر رہی ہیں دوسرے یہ کہ سارے حسینوں کا یہ حال ہے کہ انہیں دیکھا ہزاروں نے مگر عاشق ہوا ایک۔ حسن یوسف کی عاشق صرف زینبا، لیلیٰ پر فریفتہ صرف مجنوں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسے حسین ہیں کہ آج انہیں دیکھنے والا کوئی نہیں مگر جاں نثار عاشق لاکھوں، حسن یوسفی صرف بازار مصر میں چمکا، حسن محمدی ہر جگہ تا ابد چمک رہا ہے۔

حسن یوسف پہ کشیں مصر میں انگشت زناں

سر کٹاتے ہیں تیرے نام پہ مردان عرب

یہ حاشیہ آرائی صرف قنادہ کی ہے کہ ستون ذکر الہی پر روتا تھا مگر قنادہ صاحب کے ذکر پر کبھی کوئی ستون نہیں رویا یہ غلط ہے فراق رسول میں روتا تھا۔ خواجہ حسن بصری جب یہ حدیث پڑھتے تو بہت روتے تھے فرماتے تھے کہ حضور کے عشق میں خشک لکڑی روئی تم اس لکڑی سے کم نہ ہو۔ علماء فرماتے ہیں کہ چاند چرنے اور ستون کے رونے کی حدیثیں معنی متواتر ہیں لفظاً مشہور مستفیض ہیں۔ (اشعۃ اللمعات) یہاں مرقات نے فرمایا کہ ستون قرب رسول فوت ہونے پر رویا تھا۔

(بزاۃ المناجیح، ج ۸ ص ۱۶۰)

حضرت ابو ثعلبہ خشنی جرثوم بن ناشر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے کچھ فرائض مقرر کئے ہیں پس ان کو ہرگز ضائع مت کرنا اور کچھ حدود مقرر کی ہیں۔ پس ان سے آگے نہ بڑھنا اور کچھ چیزوں کو حرام کیا ہے پس اس کی حرمت کو مت توڑنا اور کچھ چیزوں سے رحمت کے طور پر خاموشی اختیار فرمائی ہے۔ بھول کر ان کو نہیں چھوڑا۔ پس ان میں کریمت

(1838) وَعَنْ أَبِي ثَعْلَبَةَ الْخُسَيْبِيِّ جُرْثُومِ بْنِ

ثَاوِيْبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى فَرَضَ فَرَائِضَ فَلَا تُضَيِّعُوهَا، وَحَدَّ حُدُودًا فَلَا تَعْتَدُوهَا، وَحَرَّمَ أَشْيَاءَ فَلَا تَنْتَهِكُوهَا، وَسَكَّتْ عَنْ أَشْيَاءَ رَحْمَةً لَكُمْ غَيْرَ نِسْيَانٍ فَلَا تَبْحَثُوا عَنْهَا حَدِيثٌ حَسَنٌ. رَوَاهُ الدَّارِقُطَنِيُّ وَغَيْرُهُ.

کرد۔ یہ حدیث حسن ہے۔ اسے دارقطنی وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: سنن الدارقطنی، کتاب الرضاع، جلد 4، صفحہ 170، رقم 4443، تحف الخیرة المہرۃ للہو صدیقی، کتاب المواعظ، باب فی اوقات الصلوٰۃ، جلد 1، ص 423، رقم 777، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب مالہ یدکر تمہیمہ ولاکان فی معنی ما ذکر تمہیمہ مما یوکل او یشرب، جلد 10، ص 12، رقم 20217، مجمع الروائد للہیمی، باب فان منه فی اتباع الکتاب واللسۃ و معرفۃ الحلال من الحرام، جلد 1، ص 417، رقم 796، مشکوٰۃ المصابیح، باب الاعتصام بالکتاب واللسۃ، جلد 1، صفحہ 42، رقم 197

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کا نام جرثوم ابن ناشر ہے، قبیلہ بنی قزاعہ کے خاندان نطن سے متعلق ہیں، آپ جلیل القدر صحابی ہیں، بیعت الرضوان میں حاضر تھے۔ آپ کی وجہ سے آپ کی قوم اسلام، لائی شام میں قیام فرمایا، ۵۷ھ میں وفات پائی آپ سے چالیس احادیث مروی ہیں۔

یعنی فرض اعمال قرآن سے ثابت ہوں یا حدیث سے ان پر ضرور پابندی کرو، نیز اخلاص سے ادا کرو۔ خیال رہے کہ فرض وہ ہے جس کا ثبوت بھی یقینی ہو اور طلب بھی یقینی اس کا تارک فاسق ہے اور منکر کافر۔ اس طرح کہ حرام کے قریب بھی نہ جاؤ کرنا تو کجا۔

یعنی حلال و حرام کی حدوں کو نہ توڑو، نمازیں پانچ فرض ہیں۔ چار یا چھ نہ مانو، زکوٰۃ مال کا (۴۰) چالیسواں حصہ فرض ہے، کم و بیش پر عقیدہ مت رکھو، چار عورتوں تک کا نکاح جائز پانچویں کو حلال چوتھی کو حرام نہ سمجھیں وغیرہ۔

یعنی بعض چیزوں کی حلت و حرمت صراحتاً قرآن یا حدیث میں مذکور نہیں ان کی بحث میں نہ پڑو وہ مباح ہیں عمل کے جاؤ ان کے بارے میں رب فرماتا ہے: عَفِيَ اللَّهُ عَنْهَا حُضُورَ فَرَمَاتِهِ جَسَّسَ خَامُوشِي هُوَ مَعْفَا هِيَ جِيسَا كِتَابِ الْاِطْعَمَهُ فِي آيَاكَ۔ (ازمرقاة وغیرہ) (بزازة النواج، ج 1 ص 195)

(1839) وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: غَزَوْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَ غَزَوَاتٍ تَأْكُلُ الْجَرَادَ. وَفِي رِوَايَةٍ: تَأْكُلُ مَعَهُ الْجَرَادَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیؓ سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ سات جنگوں میں حصہ لیا۔ ہم ٹڈیاں کھاتے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ ہم آپ کے ساتھ ٹڈیاں کھاتے تھے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب اکل الجراد، جلد 5، صفحہ 209، رقم 5176، صحیح مسلم، باب اباحة الجراد، جلد 6، صفحہ 70، رقم 5167، سنن الدارمی، باب فی اکل الجراد، جلد 2، صفحہ 126، رقم 2010، مسند البزار، مسند عبداللہ بن ابی اوفی، جلد 1، صفحہ 495، رقم 3330، مصنف ابن ابی شیبہ، باب فی اکل الجراد، جلد 5، ص 144، رقم 24561

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ان کا نام عبداللہ ہے، والد کا نام انیس، قبیلہ جہنیہ سے ہیں، غزوہ احد میں شریک ہوئے، ۵۴ھ میں مدینہ منورہ میں

وفات پائی۔

نڈی حلال ہے حضور کے سامنے صحابہ کرام نے کھائی ہے مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کبھی نہ کھائی بلکہ فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی بڑی مخلوق ہے میں نہ اسے کھاتا ہوں نہ حرام کرتا ہوں، ہم نے پہلے عرض کر دیا ہے کہ خشکی کے بے خون جانور سارے حرام سوائے نڈی کے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۵ ص ۱۰۰۶)

(1840) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا يُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ بَجْرٍ وَاحِدٍ مَرَّتَيْنِ» - مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مؤمن ایک سوراخ سے دو بار نہیں ڈسا جاتا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب لا یلدغ المؤمن من حجر مرتین، جلد 8، ص 31، رقم 6133 صحیح مسلم، باب لا یلدغ المؤمن من حجر مرتین، جلد 8، صفحہ 227، رقم 7690 الاداب للبیہقی، باب الخلد، جلد 1، صفحہ 216، رقم 355 سنن ابوداؤد، باب فی الخلد من الناس، جلد 4، ص 417، رقم 4864 صحیح ابن حبان، باب الخوف والتقوی، جلد 2، صفحہ 437، رقم 663 شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس حدیث کا شان نزول یہ ہے کہ ایک کافر شاعر جس کا نام ابو عزہ تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی مخالفت میں سخت توہین آمیز اشعار کہا کرتا تھا، جنگ بدر میں گرفتار ہو گیا اس نے حضور انور سے گزشتہ کی معافی مانگی آئندہ اس حرکت سے باز رہنے کا عہد کیا حضور انور نے اسے چھوڑ دیا، وہ چھوڑ کر پھر اس حرکت میں مشغول ہو گیا، پھر جنگ احد میں گرفتار ہوا پھر اس نے معذرت کی اور صحابہ کرام نے اس کی رہائی کی سفارش کی تب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ مؤمن ایک سوراخ سے دو بار نہیں کاٹا جاتا اور اسے رہائی نہ بخشی یعنی جس سوراخ سے ایک بار بچھو نے کاٹ لیا ہو اس سوراخ میں دوبارہ انگلی مت ڈالو، جس شخص سے ایک بار دھوکا کھالیا ہو دوبارہ اس کے دھوکے میں نہ آؤ اس شاعر کو قتل کر دیا گیا۔

(مرقات و اشعہ) (مراۃ المناجیح، ج ۶ ص ۸۸۰)

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین آدمی ایسے ہیں جن سے اللہ قیامت کے دن بات نہ کرے گا نہ نظر رحمت سے ان کی طرف دیکھے گا نہ ان کو پاک کرے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔ (۱) وہ آدمی کہ ویرانہ میں اس کے پاس بچا ہوا پانی تھا مگر اس نے مسافر کو اس سے روک دیا۔ (۲) جس نے کسی آدمی کے ہاتھ عصر کے بعد سامان فروخت کیا اور اللہ کی قسم اٹھائی کہ اس نے اسی قیمت پر لیا ہے۔ پس خریدار نے اس کو سچا جانا حالانکہ وہ اس کے برعکس تھا۔ (۳) اور وہ آدمی جو کسی

(1841) وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ، وَلَا يَزْكِيهِمْ، وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ: رَجُلٌ عَلَى فَضْلِ مَاءٍ بِالْفَلَاحَةِ يَمْنَعُهُ مِنَ ابْنِ السَّبِيلِ، وَرَجُلٌ بَايَعَ رَجُلًا سِلْعَةً بَعْدَ الْعَصْرِ فَخَلَفَ بِاللَّهِ لِأَخْذِهَا بِكَذَا وَكَذَا فَصَدَّقَهُ وَهُوَ عَلَى غَيْرِ ذَلِكَ، وَرَجُلٌ بَايَعَ إِمَامًا لَا يُبَايِعُهُ إِلَّا لِلدُّنْيَا فَإِنْ أَعْطَاهُ مِنْهَا وَفِي وَإِنْ لَمْ يُعْطِهِ مِنْهَا لَمْ يَفِ» - مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

خليفة سے صرف دنیا حاصل کرنے کی غرض سے بیعت کرے۔ اگر وہ اس کو اس دنیا کے مال سے کچھ دے دے تو اس سے وعدہ نبھائے اور اگر اسے دنیا کا مال نہ دے تو بیعت پوری نہ کرے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب من باع رجلا لایبایعہ الا للدنیا، جلد 9، ص 79، رقم 7212 صحیح مسلم، باب بیان غلط تحریم اسبالی الا زار والهن بالعطیة، جلد 1، ص 72، رقم 310 السنن الکبریٰ للبیہقی، باب التشدید علی من کذب فی ثمن ما یبیع او فیما طلب منه، جلد 5، ص 330، رقم 11110 سنن ابوداؤد، باب فی منع الماء، جلد 3، صفحہ 295، رقم 3476 سنن ابن ماجہ، باب ما جاء فی کراهیة الایمان فی الشراء والبیع، جلد 2، ص 744، رقم 2207

شرح حدیث: رحمت الہی کی امید رکھنا واجب ہے

یعنی ابتدا میں نظر رحمت نہ فرمائے گا اس لئے گناہوں سے بچنا فرض ہے لیکن پیارے اسلامی بھائیو! اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت و کرم کی امید رکھنا ہم پر واجب ہے، کہ اس معاملے میں مایوسی انسان کو کفر تک پہنچا دیتی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا، لا تقنطوا من رحمة الله ط ان الله یغفر الذنوب جلیعاً۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہو، بے شک اللہ تعالیٰ تمام گناہ بخش دیتا ہے۔ (ترجمہ، کنز الایمان، پ 24۔ الزمر 53) اس فرمان عالیشان کی روشنی میں ہمیں ہر موقع پر اللہ تعالیٰ سے بہتری و بھلائی کی امید ہی رکھنی چاہیے۔ اس کے علاوہ ہمارے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اس معاملے میں تلقین ارشاد فرمائی ہے۔ جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو وفات سے 3 روز قبل فرماتے ہوئے سنا کہ "تم لوگ مرتے دم تک اللہ تعالیٰ سے اچھا گمان رکھنا۔" (مسلم)

اللہ تعالیٰ سے اچھا گمان رکھنے کے فوائد اللہ تعالیٰ سے ہر معاملے میں اچھا گمان رکھنا، نہ صرف آیت مبارکہ سے ثابت شدہ واجب پر عمل پیرا ہونے کی سعادت دلوائے گا بلکہ دیگر بہت سے ایسے فائدے بھی حاصل ہو سکتے ہیں کہ جن کا ذکر احادیث مبارکہ میں بکثرت ملتا ہے۔ ان میں سے چند فائدے آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں، گزارش ہے کہ انھیں بغور مطالعہ فرمائیے۔

(1) رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے کہ ہر شخص کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سے حسن ظن رکھے کہ یہی جنت کی قیمت ہے۔ (شرح الصدور)

وضاحت: یعنی جب بندہ اللہ تعالیٰ سے اچھا گمان رکھے گا تو اللہ عزوجل کی رحمت سے بعید ہے کہ اسے مایوس فرما دے۔ لہذا جب انسان اپنی خطاؤں کے باوجود اللہ تعالیٰ سے مغفرت اور جنت کی امید لگائے گا تو اللہ تعالیٰ اسے یہ دونوں چیزیں عطا فرما دے گا۔ تو گویا یہ حسن ظن ہی جنت کی قیمت ثابت ہوگا۔

(2) حضرت عبداللہ ابن مسعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں کہ واللہ! بندہ اللہ تعالیٰ سے جو اچھا گمان رکھے گا، اللہ تعالیٰ اسے پورا فرمادے گا۔ (شرح الصدور)

وضاحت: مذکورہ فرمان عالیشان میں دنیا۔۔۔ یا۔۔۔ آخرت کی کوئی قید نہیں ہے۔ گویا کہ اللہ تعالیٰ سے دنیا یا آخرت میں سے جس کے بارے میں بھی نیک گمان رکھا جائے، وہ اسے پورا فرمادے گا۔ ان فوائد کو حاصل کرنے کے لئے ہمیں چاہیے کہ اپنے رب کریم سے ہمہ وقت اچھا گمان رکھنے کی سعادت حاصل کر کے اس کی مزید رحمتوں کے مستحق بننے رہیں۔ امید رحمت، اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کی رضا کے عین مطابق ہے اگر احادیث مبارکہ کا مزید مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو جائے خود اللہ تبارک و تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یہی چاہتے ہیں کہ بندے اللہ تعالیٰ سے ہرگز ہرگز مایوس نہ ہوں، یہی وجہ ہے کہ پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کئی مقامات پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کی زیادتی کو بیان فرما کر بندوں کو مایوسی کی دلدل سے نکالنے۔۔۔ یا۔۔۔ بچانے کی کوشش فرمائی ہے۔ مثلاً

مروی ہے کہ ایک اعرابی نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی کہ "قیامت کے دن بندوں کے اعمال کا حساب کون کرے گا؟" آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، "اللہ تعالیٰ حساب فرمائے گا۔" اس نے عرض کی، "کیا وہ خود ہی حساب فرمائے گا؟" آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا، "ہاں" یہ سن کر وہ اعرابی ہنسنے لگا۔ آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے وجہ دریافت کی تو عرض کرنے لگا کہ، "میں اس لئے ہنس رہا ہوں کہ" کریم جب غالب ہوتا ہے تو وہ بندے کی تقصیر معاف فرمادیتا ہے اور حساب آسانی سے لیتا ہے۔" رحمت دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اعرابی نے سچ کہا، رب کریم سے زیادہ کوئی کریم نہیں ہے، یہ اعرابی بہت بڑا فقیہ اور دانش مند ہے۔" (احیاء العلوم)

(1842) وَعَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "بَيْنَ النَّفَّخَتَيْنِ أَرْبَعُونَ قَالُوا: يَا أَبَا هُرَيْرَةَ أَرْبَعُونَ يَوْمًا؟ قَالَ: أَبَيْتُ. قَالُوا: أَرْبَعُونَ سَنَةً؟ قَالَ: أَبَيْتُ. قَالُوا: أَرْبَعُونَ شَهْرًا؟ قَالَ: أَبَيْتُ. "وَيَبْلَى كُلُّ شَيْءٍ مِنَ الْإِنْسَانِ إِلَّا عَجَبَ الذَّنْبِ، فِيهِ يُرَكَّبُ الْخَلْقُ، ثُمَّ يُنَزَّلُ اللَّهُ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَيَنْبُتُونَ كَمَا يَنْبُتُ الْبَقْلُ." مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

اور انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دو صور پھونکنے کے درمیان چالیس کی مدت ہوگی۔ لوگوں نے پوچھا: اے ابو ہریرہ! کیا چالیس دن کی؟ انہوں نے کہا مجھے معلوم نہیں اور انسان کے جسم کی ہر چیز بوسیدہ ہو جائے گی سوائے دم کی ہڈی کے۔ اسی سے انسان کی تخلیق ہوگی۔ پھر اللہ آسمان سے بارش نازل فرمائے گا۔ پس انسان اس طرح زمین سے اگیں گے جس طرح سبزہ اگتا ہے۔ (متفق علیہ)

مطبوعہ دار الفکر، جلد 8، صفحہ 210، رقم 7603 سن النسانی بلب سورۃ الصافات جلد 6، صفحہ 449، رقم 11459 جامع الاصول
 (میں انہی القبول الاولیٰ للفتح الصور، جلد 10، صفحہ 421، رقم 7941 شعب الايمان للسويدي، فصل في كيفية انبعاث الحياه الاولي و
 بعداء الحياه جلد 1، ص 314، رقم 354)

شرح ۱۰: حکیم الثاقت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی مجھے یاد نہیں کہ حضور انور نے دن فرمایا یا مہینے یا سال اس لیے میں کچھ نہیں کہہ سکتا مگر دوسری روایات میں
 چالیس سال وارد ہے۔

یعنی اس نبی بارش سے یہ گلے جسم درست ہو جائیں گے، روح پڑنے کے لائق ہو جائیں گے پھر صور پھونکنے پر یہ
 اجسام زندہ ہو جائیں گے۔

عجب الذنب کے لفظی معنی ہیں دم گچھ، عجب بمعنی اصل ذنب بمعنی دم، جانور کی دم اس ہڈی کے کنارہ سے شروع ہوتی
 ہے اس کا نام ہے، ریڑھ کی جو گردن سے روغ ہوتی ہے چوڑ پر ختم ہوتی ہے اسی پر انسان بیٹھتا ہے یہ اس کے لیے ایسی
 ہے جیسے دیوار کے لیے بنیاد، اگر یہ ہی ہڈی مراد ہے تو حدیث کے معنی یہ ہیں کہ یہ ہڈی جلد فنا نہیں ہوتی، اسے خاک
 سو برس کے بعد گلاتی ہے اور اگر اس سے مراد ہیں اجزاء اصلیہ جو انسان کی جسم کی اصل ہیں تو وہ واقعی کبھی نہیں فنا ہوتے یہ
 ایسے باریک اجزاء ہیں جو خوردبین سے بھی دیکھنے میں نہیں آتے، انہیں انگریزی میں ایٹم کہتے ہیں۔ عربی میں اجزاء
 لاجزئی۔ انسان جل جاوے، اسے شیر کھا جاوے اور پاخانہ بن کر اس کے پیٹ سے نکل جاوے وہ اجزاء ویسے ہی رہے
 ہیں حتیٰ کہ غذا خون نطفہ میں یہ اجزاء ہوتے ہیں انہیں اجزاء سے انسان پہلے بھی بنا تھا اور آئندہ بھی بنے گا اس لیے ہم
 بڑھے کو کہتے ہیں کہ یہ وہ ہی ہے جو پہلے بالشت بھر کا بچہ بلکہ نطفہ تھا وہ ہی کیسے کہا جاتا ہے انہیں اصلی اجزاء کو یہ خوب یاد
 رہے۔ زائد اجزاء میں فرق ہوتا رہتا ہے کہ بیماری میں گل کر نکل جاتے ہیں آدمی دبلا ہو جاتا ہے، عیش میں اور اجزاء بڑھ
 جاتے ہیں مگر اصل اجزاء اسی طرح رہتے ہیں۔

لہذا اگرچہ جنت میں سارے انسان جوان اور ساٹھ ہاتھ کے ہوں گے، دوزخی انسان اتنا بڑا کہ اس کی ایک دائرہ
 پہاڑ کی برابر مگر ہوں گے وہ ہی دنیا کے انسان کیونکہ ان کے اصل اجزاء وہ ہی ہوں گے روح وہ ہی ہوگی جو دنیا میں تھی لہذا
 اسلام کا محشر اور ہے آریوں کا تناخ کچھ اور، حتیٰ کہ جو لوگ دنیا میں بندر سؤر بنا دیئے گئے ان کے بھی اجزاء اصلیہ وہ ہی تھے
 اور روح وہ ہی تھی لہذا وہ بھی تناخ نہیں۔

ہمارا جسم پہلے مٹی تھا پھر دانہ بنا پھر آٹا پھر غذا پھر خون پھر نطفہ پھر گوشت کا ٹکڑا پھر یہ انسانی جسم مگر اصلی اجزاء ہر جگہ وہ
 ہی رہے۔ شعر

بچو سبزہ بار بار و سیدہ ام

ہفت صد ہفتاد قالب دیدہ ام

(بزاۃ النبی، ج ۷ ص ۲۶۳)

(1843) وَعَنْهُ، قَالَ: بَيْنَمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَجْلِسٍ يُحَدِّثُ الْقَوْمَ، جَاءَ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ: مَتَى السَّاعَةُ؟ فَمَضَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَدِّثُ، فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ: سَمِعَ مَا قَالَ فَكِرَةً مَا قَالَ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: بَلْ لَمْ يَسْمَعْ، حَتَّى إِذَا قَطَى حَدِيثَهُ قَالَ: آتَيْنَ السَّائِلُ عَنِ السَّاعَةِ؟ قَالَ: هَا أَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ. قَالَ: إِذَا ضُيِّعَتِ الْأَمَانَةُ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ. قَالَ: كَيْفَ إِضَاعَتُهَا؟ قَالَ: إِذَا وَبَّسَ الْأَمْرُ إِلَى غَيْرِ أَهْلِهِ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

اور انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کسی مجلس میں تشریف فرماتے تھے اور لوگوں سے گفتگو فرما رہے تھے کہ اسی دوران ایک دیہاتی آیا اور اس نے پوچھا: قیامت کب آئے گی؟ آپ برابر گفتگو فرماتے رہے تو لوگوں میں سے کسی نے کہا اس دیہاتی نے جو کہا ہے وہ آپ نے سن تو لیا ہے لیکن اسے آپ نے پسند نہیں فرمایا اور بعض نے کہا کہ آپ نے اس کی بات سنی ہی نہیں ہے۔ یہاں تک کہ جب آپ بات مکمل فرما چکے تو فرمایا: قیامت کے بارے میں پوچھنے والا کہاں ہے؟ اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! میں یہاں ہوں۔ آپ نے فرمایا: جب امانت ضائع کی جائے تو قیامت کا انتظار کرنا۔ اس نے پوچھا: اس کے ضائع ہونے سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا: جب معاملہ نا اہل کے سپرد کیا جائے تو پھر قیامت کا انتظار کرنا۔ (بخاری)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب من سئل علماً وهو مشغول فی حدیثہ، جلد 1، ص 21، رقم 59 اطراف السند المعتدل للعسقلانی، حدیث عطاء بن یسار المذنب، جلد 7، ص 418، رقم 10069 جامع الاصول لابن اثیر، کتاب الثالث فی الامانة، جلد 1، ص 321، رقم 103 مشکوٰۃ المصابیح، باب اشراط الساعة، الفصل الاول جلد 3، صفحہ 181، رقم 5439 کنز العمال للہندی، الفصل الثالث فی اشراط الساعة، جلد 14، صفحہ 238، رقم 38422

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ لکھتے ہیں:

قیامت کی تاریخ مہینہ دن بتائیے۔ معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام کا عقیدہ یہ بھی تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب کلی بخشا اور یہ بھی عقیدہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کا علم دیا گیا اس لیے تو آپ سے یہ سوال کرتے تھے، حضور انور نے بھی انہیں اس سوال پر کافر یا مشرک نہ کہا بلکہ قیامت کی علامات بیان فرمادیں اور علامتیں وہ بیان کرتا ہے جسے ہر شے کا پتہ ہو۔

یہاں امانت سے مراد امامت حکومت سلطنت وغیرہ ہے جو رب تعالیٰ کے امانتیں ہیں جو اس نے چند روز کے لیے بندوں کو سپرد فرمائی ہیں جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔ اس طرح کہ حکومت فاسقوں یا عورتوں کو ملے، قاضی فقیر جاہل لوگ بنیں اور بے وقوف لوگ بادشاہ بنیں۔ تو سید بنا

ہے وسادۃ سے اس کے معنی ہیں تکیہ کسی کے نیچے رکھنا یعنی نااہلوں کے سر تلے ان امانتوں کا تکیہ رکھ دیا جائے۔

(بزاز، السنن، ج ۷ ص ۲۸۳)

اور انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حکمران تمہیں نماز پڑھائیں گے۔ پس اگر وہ درست پڑھائیں گے تو تمہارے لیے بھی ثواب ہے اور اگر وہ غلطی کریں گے تو بھی تمہارے لیے ثواب ہے اور ان کے لئے گناہ ہے۔ (بخاری)

(1844) وَعَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "يُصَلُّونَ لَكُمْ، فَإِنْ أَصَابُوا فَلَكُمْ، وَإِنْ أَخْطَأُوا فَلَكُمْ وَعَلَيْهِمْ". رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب اذا لم يتم الامام و اتم من خلفه، جلد 1، ص 140، رقم 694 السنن الکبریٰ للبیہقی، باب امامۃ الجنب، جلد 2، صفحہ 396، رقم 4233 مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، جلد 2، صفحہ 355، رقم 8648 مسند البزار، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، جلد 2، صفحہ 456، رقم 8714

شرح حدیث: ثواب پانے والا خوش نصیب امام

رسول بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ورضی اللہ تعالیٰ عنہا کا فرمانِ عالیشان ہے: جس نے لوگوں کی امامت کرائی اور وقت کو پا کر نماز مکمل کر لی تو اسے اپنا اور مقتدیوں کا بھی ثواب ملے گا اور جس نے نماز میں کوئی کمی کی تو اس کا گناہ اسی پر ہو گا نہ کہ مقتدیوں پر۔ (صحیح ابن حبان کتاب الصلوٰۃ، باب فرض متابعت الامام، الحدیث ۲۲۱۸، ج ۳ ص ۳۱۹)

خاتم النبیین، رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ کا فرمانِ عالیشان ہے: جو کسی قوم کا امام بنے اسے چاہے کہ اللہ عزوجل سے ڈرے اور یہ یاد رکھے کہ وہ ضامن ہے اور اس سے اس کی ضمانت کے بارے میں پوچھا جائے گا، لہذا جو اپنی ذمہ داری احسن طریقے سے نبھائے گا اسے اپنے پیچھے نماز پڑھنے والوں جتنا ثواب ملے گا اور ان مقتدیوں کے ثواب میں بھی کمی نہ ہوگی اور نماز میں جو کوتاہی ہوگی اس کا وبال بھی اسی پر ہوگا۔

(مجمع الزوائد، کتاب الصلوٰۃ، باب الامام ضامن، الحدیث: ۲۳۳۵، ج ۲ ص ۲۰۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ آیت كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (البقرہ: 110) کی تفسیر میں فرمایا: لوگوں کے لئے سب سے بہتر انسان وہ ہیں جو انہیں گردن میں زنجیریں ڈال کر لے آئیں یہاں تک کہ وہ اسلام میں داخل ہو جائیں۔

(1845) وَعَنْهُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: (كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ) (البقرة: 110) قَالَ: خَيْرُ النَّاسِ لِلنَّاسِ يَأْتُونَ بِهِمْ فِي السَّلَاسِلِ فِي أَعْنَاقِهِمْ حَتَّى يَدْخُلُوا فِي الْإِسْلَامِ.

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب - کنتم خیر امة افرجت الناس - جلد 6، صفحہ 37، رقم 4557 (یہ حدیث مبارکہ نقل فرمانے میں امام بخاری متفرد ہیں ملاحظہ ہو جامع الاصول فی احادیث الرسول، جلد 9، صفحہ 208، رقم 6784)

شرح حدیث: حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کوشش

حضرت سیدنا اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں سے فرمایا، کیا میں تمہیں اپنے اسلام قبول کرنے کا قصہ نہ بیان کروں؟ لوگوں نے عرض کی، کیوں نہیں۔ تو ارشاد فرمایا، میں پہلے پہل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بہت بڑا دشمن تھا۔ آپ صفا پہاڑی کے قریب ایک مکان میں تشریف فرما تھے کہ میں آپ کی خدمت میں پہنچا اور سامنے جا کر بیٹھ گیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میری قمیص پکڑ کر ارشاد فرمایا، اے خطاب کے بیٹے! اسلام لے آؤ۔ اور ساتھ ہی یہ دعا کی، اے اللہ عزوجل! اسے ہدایت عطا فرما۔ یہ سن کر فوراً میرے منہ سے نکلا، اشہد ان لا اله الا الله واشہد انک رسول الله۔ میرے اسلام قبول کرتے ہی مسلمانوں نے اتنی زور سے نعرہ تکبیر بلند کیا کہ مکہ کی گلیاں گونج اٹھیں۔ (حلیۃ الاولیاء، ج ۱، ص ۶۷، رقم الحدیث: ۹۵)

(1846) وَعَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "عَجِبَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ مِنْ قَوْمٍ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ فِي السَّلَاسِلِ رَوَاهُمَا الْبُخَارِيُّ مَعْنَاهُ: يُؤَسَّرُونَ وَيُقَيِّدُونَ ثُمَّ يُسَلِمُونَ فَيَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ." اور انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ عزوجل ان لوگوں سے خوش ہوگا جو زنجیروں میں جکڑے جنت میں داخل ہوں گے۔ ان دونوں احادیث کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ انہیں قید کر کے زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے۔ پھر وہ اسلام قبول کر لیتے ہیں اور جنت میں پہنچ جاتے ہیں۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب الاساری فی السلاسل، جلد 3، صفحہ 1096، رقم 2848 سنن ابوداؤد، باب فی الاسیر یوفی، جلد 3، ص 9، رقم 2679 مشکوٰۃ المصابیح، باب حکم الاسراء، الفصل الاول، جلد 2، صفحہ 400، رقم 3960 مصنف ابن ابی شیبہ، باب ما ذکر فی صفة الجنة، جلد 13، صفحہ 149، رقم 35250 جامع الاحادیث للسیوطی، حرف العين، جلد 14، صفحہ 171، رقم 14052

شرح حدیث: حضرت سیدنا وحشی بن حرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم نے حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کرنے والے وحشی بن حرب کے پاس اپنا نمائندہ بھیج کر اسلام قبول کرنے کے لئے دعوت دی۔ اس نے جواب میں یہ کہلا بھیجا، آپ کیونکر مجھے اسلام کی طرف آمادہ کر رہے ہیں جب کہ آپ کا دعویٰ ہے کہ قاتل، مشرک اور زانی جہنم میں ڈالا جائے گا اور قیامت کے دن اس کے عذاب کو دوگنا کر دیا جائے گا اور وہ ہمیشہ جہنم میں ذلیل و خوار ہوتا رہے گا۔ اور میں نے ان سب کاموں کو کیا ہے، تو کیا ان سب کے باوجود آپ میرے چھٹکارے کی کوئی راہ پاتے ہیں۔

اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی:

إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ * وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ۝
ترجمہ کنز الایمان: مگر جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھا کام کرے تو ایسوں کی برائیوں کو اللہ بھلائیوں سے بدل دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (الفرقان: ۷۰)

جب وحشی کو اس آیت کے بارے میں پتہ چلا تو اس نے اپنا اشکال پیش کیا کہ نیک اعمال اور توبہ کی شرط تو بہت کڑی ہے، عین ممکن ہے کہ میں اس کو پورا نہ کر پاؤں۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی، إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ ترجمہ کنز الایمان: بے شک اللہ اسے نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ کفر کیا جائے اور اس کفر سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرمادیتا ہے۔ (النساء: ۴۸)

اس آیت کو سن کر وحشی نے کہا، میرے گمان میں یہ خدا (عزوجل) کی مشیت پر ہے مجھے کیا پتہ کہ میری مغفرت ہوگی بھی یا نہیں؟ کیا اس کے علاوہ کوئی اور بھی امید افزاء بات ہے یا نہیں؟ تب یہ آیت نازل ہوئی يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ آمَنُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ ترجمہ کنز الایمان: اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی، اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔ (زمر: ۵۳)

یہ سن کر حضرت سیدنا وحشی بن حرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا، اب ٹھیک ہے۔ اور دامن اسلام میں آگئے۔

(مجمع الزوائد، ج ۷، ص ۲۲۴، رقم الحدیث ۱۱۳۱۴)

(1847) وَعَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «أَحَبُّ الْبِلَادِ إِلَى اللَّهِ مَسَاجِدُهَا، وَأَبْغَضُ الْبِلَادِ إِلَى اللَّهِ أَسْوَاقُهَا». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.
اور ان ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کو شہروں کے تمام حصوں میں سب سے زیادہ محبوب وہ حصے ہیں جن میں مسجدیں ہیں اور سب سے ناپسندیدہ حصے ان کے بازار ہیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب فضل الجلوس فی مصلاہ بعد الصبح و فضل المساجد جلد 2، صفحہ 132، رقم 1560، اتحاف الخیرة المہرۃ للبو صیری، کتاب المساجد، جلد 2، صفحہ 28، رقم 969، السنن الصغری للبیہقی، باب ما یفعل بالرجال البالغین من اهل الحرب بعد الاسر، جلد 2، ص 75، رقم 3861، البراف المسند المعتلی للعسقلانی، من مسند جیور بن معظم بن عدی، جلد 2، صفحہ 185، رقم 2069، صحیح ابن حبان، باب المساجد، جلد 4، صفحہ 477، رقم الحدیث 1600

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کیونکہ مسجدوں میں اکثر ذکر اللہ کے لیے حاضری ہوتی ہے اور بازاروں میں اکثر جھوٹ، فریب، غیبت وغیرہ، اگرچہ کبھی مسجدوں میں بھی جوتی چور اور بازاروں میں بھی اولیاء اللہ چلے جاتے ہیں اسی لیے فرمایا گیا کہ تم ان لوگوں میں سے ہونا کہ جن کا جسم بازار میں اور دل مسجد میں اور دل بازار میں ہو۔ خیال رہے کہ یہاں شہروں سے مراد عام شہر ہیں۔ مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ ان سے علیحدہ ہیں۔ وہاں کے توگلی کوچے بازار وغیرہ سب خدا کو

پیارے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَ هَذَا الْبَلَدِ الْأَمِينِ اور فرماتا ہے: لَا أَقْسِمُ بِهَذَا الْبَلَدِ۔ کیوں نہ ہو کہ یہ محبوب کی نگریاں ہیں۔

کھائی قرآن نے خاک گزر کی قسم

اس کف پاء کی حرمت پہ لاکھوں سلام

(مزاۃ المناجیح، ج ۱ ص ۶۵۶)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: اگر تو طاقت رکھے تو سب سے پہلے بازار میں داخل ہونے والا اور سب سے آخر میں نکلنے والا ہرگز نہ ہونا اس لیے کہ بازار شیطان کا میدان جنگ ہے اسی جگہ وہ اپنا جھنڈا گاڑتا ہے۔ (مسلم) اور امام برقانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم بازار میں سب سے پہلے داخل ہونے والے نہ بنو اور نہ اس میں سے سب سے آخر میں نکلنے والے بنو اس لئے کہ اسی میں شیطان انڈنے اور بچے دیتا ہے۔

(1848) وَعَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مِنْ قَوْلِهِ قَالَ: لَا تَكُونَنَّ إِنْ اسْتَطَعْتَ أَوَّلَ مَنْ يَدْخُلُ السُّوقَ، وَلَا آخِرَ مَنْ يَخْرُجُ مِنْهَا، فَإِنَّهَا مَعْرَكَةُ الشَّيْطَانِ، وَبِهَا يَنْصَبُ رَايَتَهُ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ هَكَذَا. وَرَوَاهُ الْبَرْقَانِيُّ فِي صَحِيحِهِ عَنْ سَلْمَانَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَكُنْ أَوَّلَ مَنْ يَدْخُلُ السُّوقَ، وَلَا آخِرَ مَنْ يَخْرُجُ مِنْهَا. فِيهَا بَأْضُ الشَّيْطَانِ وَفَرَّخٌ".

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب من فضائل ام سلمة ام المؤمنین رضی اللہ عنہا، جلد 7، ص 144، رقم 6469 مسند البزار، مسند سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ، جلد 1، صفحہ 392، رقم 2541 دلائل النبوة للبیہقی، باب ما جاء فی رؤية ام سلمة زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم، جلد 3، ص 121، رقم 2999 کنز العمال للبیہقی، حرف الباء، جلد 7، صفحہ 448، رقم الحدیث 9335 جمع الجوامع للسیوطی، حرف اللام، جلد 9، صفحہ 237، رقم 18397

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الرحمن اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں

یعنی انسانوں کے دو ٹولے ہیں: حزب اللہ اور حزب الشیطان۔ ان کی شناخت یہ ہے کہ رحمانی ٹولہ والے دن کی ابتداء نماز اور اللہ کے ذکر سے کرتے ہیں اور شیطانی ٹولہ والے بازار و دنیاوی کاروبار سے۔ خیال رہے کہ دنیوی کاروبار منع نہیں مگر سویرے اٹھتے ہی نہ خدا کا نام نہ اس کی عبادت بلکہ ان میں لگ جانا یہ شیطانی کام ہے۔ (مزاۃ المناجیح، ج ۱ ص ۶۰۱)

نوشیا طین کے نام و کام

حضرت علامہ ابن حجر عسقلانی قدس سرہ الرطانی نقل کرتے ہیں، امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ شیطان کی اولاد نو ہیں۔ (۱) زَلِیْتُون (۲) وَ یَثْنُون (۳) لَقُوس (۴) اَعْوَان (۵) هَفَاف (۶) مَرَّة (۷) مَسْوُط (۸) دَائِم اور (۹) وَلَهَان۔

زَلِيَّتُونَ: بازاروں میں مقرّر رہے، اور وہاں اپنا جھنڈا گاڑے رہتا ہے۔

وَدَيْنٌ: لوگوں کو ناگہانی آفات میں مبتلا کرنے کے لئے مقرّر رہے۔

لَقْوَسٌ: آتش پرستوں پر مقرّر رہے۔

أَعْوَانٌ: حکمرانوں کے ساتھ ہوتا ہے۔

هَقَافٌ: شرابیوں کے ساتھ ہوتا ہے۔

مُرَّةٌ: گانے باجے، بجانے والوں پر مقرّر رہے۔

مُسَوِّطٌ: انہیں عام کرنے پر مقرّر رہے۔ وہ لوگوں کی زبانوں پر افواہیں جاری کروا دیتا ہے، اور اسلحہ حقیقت سے

لوگ بے خبر رہتے ہیں۔

دَائِمٌ: گھروں میں مقرّر رہے۔ اگر صاحب خانہ گھر میں داخل ہو کر نہ سلام کرے اور نہ بسم اللہ پڑھ کر قدم اندر

رکھے، تو یہ ان گھر والوں کو آپس میں لڑوا دیتا ہے، حتیٰ کہ طلاق یا خلع یا مار پیٹ تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔

وَلَهَانَ: دُضُو، نماز اور دیگر عبادات میں وسوسے ڈالنے کے لئے مقرّر رہے۔ (المنہجات للنسقلانی، ص ۹۱)

حضرت عاصم احول، حضرت عبد اللہ بن سرجس رضی اللہ عنہما

سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

خدمت اقدس میں عرض کیا: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے

آپ کو خطاؤں سے محفوظ رکھا۔ آپ نے فرمایا: تمہاری

بھی مغفرت فرمائے۔ حضرت عاصم کہتے ہیں کہ میں نے

حضرت عبد اللہ بن سرجس رضی اللہ عنہما سے پوچھا: کیا آپ کے

لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مغفرت طلب فرمائی؟ انہوں نے

کہا ہاں! اور تمہارے لئے بھی مغفرت طلب فرمائی

ہے۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی: **وَاسْتَغْفِرْ لِدُنْبِكَ**

وَاللُّمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ (محمد: ۱۹) اور دعا کیا کریں

اللہ تعالیٰ آپ کو گناہوں سے محفوظ رکھے نیز مومنین اور

مومنات کے لئے مغفرت مانگیں۔ (مسلم)

(1849) وَعَنْ عَاصِمِ الْأَحْوَلِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ

بْنِ سَرْجِسَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قُلْتُ لِرَسُولِ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، غَفَرَ اللَّهُ لَكَ،

قَالَ: "وَلَكَ". قَالَ عَاصِمٌ: فَقُلْتُ لَهُ: أَسْتَغْفِرُ لَكَ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: نَعَمْ وَلَكَ،

ثُمَّ تَلَا هَذِهِ الْآيَةَ: (وَاسْتَغْفِرْ لِدُنْبِكَ

وَاللُّمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ) (محمد: 19). رَوَاهُ

مُسْلِمٌ.

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب اثبات خاتم النبوة و صفته و محله من صحیرہ رضی اللہ عنہما، جلد 7، ص 86، رقم 6234، تحائف الخیرہ

المہرۃ، کتاب الادب، سورۃ القتال، جلد 6، صفحہ 270، رقم 5820، الاحادو المشائی لاحمد الشیبانی، ذکر عبد اللہ بن سرجیس المزنی،

جلد 2، صفحہ 336، رقم 1104، مسند امام احمد، حدیث عبد اللہ بن سرجیس رضی اللہ عنہ، جلد 5، ص 82، رقم 20797، مسند أبی

یعلی، مسند عبدالرحمن بن سعید، جلد 3، صفحہ 131، رقم 1563

شرح حدیث: امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں ایک استفتاء کے جواب میں فرماتے ہیں:

مسئلہ ۱۴۳: مسؤلہ مولینا مولوی سید غلام قطب الدین صاحب پر دیسی جی برہمچاری از شہر محلہ باسمنڈی ۳ ربیع

الاول شریف ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ اب کی دس جنوری کی اشاعت میں راما سنگھم نے قرآن عظیم کی تین آیات کا حوالہ دے کر محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو (معاذ اللہ) گنہگار قرار دیا ہے ان میں سے پہلی دو میں رسول مقبول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو یوں مخاطب کیا ہے۔ تو اپنے گناہوں کی معافی مانگ۔ تیسری آیت کا مطلب یہ ہے فی الواقعہ ہم نے تیرے واسطے بلاشبہ کامیابی حاصل کی ہے کہ خدا تیرے اگلے پچھلے گناہ معاف کرتا ہے مسٹر حسن ہم کو اس بات کا یقین دلاتے ہیں کہ ان آیات میں تو سے مراد تو ہرگز نہیں ہے بلکہ اس کا اشارہ اسلام کے نبی کے پیروؤں کے گناہوں اور غلطیوں کی طرف ہے یہ بات مشکل ہے کہ اس مباحثہ کو قابل یقین سمجھا جائے کیونکہ اگر عربی زبان ایسی ہی پیچیدہ ہے کہ ہر ایک پڑھنے والا اپنی خواہش کے مطابق مطلب لے سکتا ہے تب قرآن عظیم سے جو چاہیں مطلب لے سکتے ہیں، تاہم مسٹر حسن کا یہ بیان ہے کہ وہ آیات زیر مباحثہ کے ان معنوں پر اعتقاد رکھتے اور قرآن عظیم کے مفسرین کی صنعت کو مانتے ہیں مجھ کو خوف ہے کہ مسٹر حسن نے تفسیروں کو غور سے نہیں پڑھا ہے۔ کیونکہ میں ذیل میں یہ دکھاؤں گا کہ قرآن عظیم کے مسلم مفسرین محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گنہگار ہونے کو (معاذ اللہ) صاف طور سے مانتے ہیں اور بعض موقعوں پر ان خاص گناہوں کو بتاتے ہیں جن کی بابت رسول مقبول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے معافی مانگنے کو کہا گیا ہم وہ تین آیات لیتے ہیں جو راما سنگھم نے نقل کی ہیں، اول سورہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی انیسویں آیت ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ تو معافی مانگ اپنے گناہوں اور اپنے معتقدین کی خواہ مردہوں خواہ عورت، یہاں پر کسی حالت میں بھی تو کے معنی پیروؤں کے نہیں ہو سکتے چونکہ ان لوگوں کا ذکر خود بھی آچکا ہے۔ اور حرف عطف سب پیچیدگیوں کو صاف کر دیتا ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پہلے اپنی اور بعد کو اپنے پیروؤں کی معافی مانگنے کو کہا گیا ہے۔ دوسری سورہ مومن کی پچیسویں آیت ہے اور اس کا مطلب یہ ہے تو اپنے گناہوں کی معافی مانگ اس بات کو یقین کرنا دشوار ہے کہ آپ کے مسٹر حسن نے درحقیقت مفسرین سے دریافت کیا ہوگا اگر وہ دریافت کر لیتے تو کبھی نہ کہتے کہ وہ لوگ اس بات کو راما سنگھم پر صاف عیاں کر دیں گے کہ مسلمانوں کے پیغمبر (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہر گناہ سے معصوم ہیں اس سے کہیں دور وہ صاف طور سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی گنہگاری کو مانتے ہیں، ابن عباس بڑے بھاری مفسرین میں سے ہیں اور اپنی تفسیر میں اس طرح سے کہتے ہیں:

واستغفر (عہ) لذنبك لتقصير والشكر على ما انعم الله عليك وعلى اصحابك اس کے معنی یہ ہیں کہ تو معافی مانگ اپنے گناہوں کی وہ یہ کہ تو نے خدا کی اس مہربانی کے شکر گزار ہونے میں غفلت کی جو کہ خدا نے تیرے پیروؤں پر کی۔

زمخشري ایک بڑے بھاری مفسر اپنی تفسیر الکشاف میں یوں لکھتے ہیں:

لكن يغفر الله لك ما تقدم من ذنبك قبل الوسى وما تاخر وما يكون بعد الوسى الى الموت اس کے معنی یہ ہیں کہ خدا تیرے گناہ جو کہ وحی آنے کے قبل ہوئے ہیں اور اس کے بعد میں یعنی مرتے وقت تک معاف کر دے۔ بینواتو جروا۔

الجواب: اس سوال میں آریہ نے افتراء و جہالت و نافرہی و بے ایمانی سے کامل لیا۔

(۱) عبارت کہ کشاف کی طرف نسبت کی محض بہتان ہے، کشاف میں اس کا پتہ نہیں،

(۲) بالفرض اگر کشاف میں ہوتی تو وہ ایک معتزلی بد مذہب بے ادب کی تصنیف ہے اس کا کیا اعتبار۔

(۳) یہ تفسیر کہ منسوب بسیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہے نہ ان کی کتاب ہے نہ ان سے ثابت یہ بسند محمد بن مروان عن

الکلبی عن ابی صالح مروی ہے اور ائمہ دین اس سند کو فرماتے ہیں کہ یہ سلسلہ کذب ہے تفسیر اتقان شریف میں ہے:

واوہی طرہقہ طریق الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباس فان انضم الی ذلک روایة محمد بن

مروان اسدی الصغیر فہی سلسلۃ الکذب۔

(الاتقان فی علوم القرآن النوع التاسع والسبعون فی غراب التفسیر مصطفی البابی مصر ۲/ ۱۸۹)

اس کے طرق میں سے کمزور ترین طریق کلبی کا ابو صالح سے اور اس کا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت

کرنا اگر اس کے ساتھ محمد بن مروان اسدی کی روایت مل جائے تو کذب کا سلسلہ ہے۔

(۴) اس کے ترجمے میں بھی آریہ نے تحریف کی ہے، عبارت یہ ہے:

لتقصير الشكر على ما انعم الله عليك وعلى اصحابك۔

یعنی اللہ عزوجل نے آپ پر اور آپ کے اصحاب پر جو نعمتیں فرمائیں ان کے شکر میں جس قدر کمی واقع ہوئی اس کے

اس لیے استغفار فرمائیے۔

کہاں کمی اور کہاں غفلت، نعمائے الہیہ ہر فرد پر بے شمار حقیقتاً غیر متناہی بالفعل ہیں

کما حققه المفتی ابوالسعود فی ارشاد العقل السليم

(جیسا کہ مفتی ابوالسعود نے ارشاد العقل السليم میں اس کی تحقیق کی ہے۔ ت۔)

قال الله عزوجل وان تعدوا نعمة الله لا تحصوها۔ (القرآن الکریم ۱۴/ ۳۴)

اگر اللہ کی نعمتیں گننا چاہو تو نہ گن سکو گے، جب اس کی نعمتوں کو کوئی گن نہیں سکتا تو ہر نعمت کا پورا شکر کون ادا کر سکتا ہے۔

از دست وزباں کہ برآید کز عہدہ شکرش بدرآید

(کس کے ہاتھ اور زباں سے ممکن ہے کہ اس کے شکر سے عہدہ برآ ہو سکے۔)

شکر میں ایسی کمی ہرگز گناہ بمعنی معروف نہیں بلکہ لازمہ بشریت ہے نعمائے الہیہ ہر وقت ہر لمحہ ہر آن ہر حال میں متزائد ہیں خصوصاً خاصوں پر خصوصاً ان پر جو سب خاصوں کے سردار ہیں اور بشر کو کسی وقت کھانے پینے سونے میں مشغولی ضرور، اگرچہ خاصوں کے یہ افعال بھی عبادت ہی ہیں مگر اضل عبادت سے تو ایک درجہ کم ہیں اس کمی کو تقصیر اور اس تقصیر کو ذنب سے تعبیر فرمایا گیا۔

(۵) بلکہ خود نفس عبارت گواہ ہے کہ یہ جسے ذنب فرمایا گیا ہرگز حقیقتہً ذنب بمعنی گناہ نہیں۔

ما تقدم سے کیا مراد لیا، وحی اترنے سے پیشتر کے، اور گناہ کسے کہتے ہیں، مخالفتِ فرمان کو، اور فرمان کا ہے سے معلوم ہوگا، وحی سے۔ تو جب تک وحی نہ اتری تھی فرمان کہاں تھا جب فرمان نہ تھا مخالفتِ فرمان کے کیا معنی، اور جب مخالفتِ فرمان نہیں تو گناہ کیا۔

(۶) جس طرح ما تقدم میں ثابت ہو لیا کہ حقیقتہً ذنب نہیں۔ یوں ہی ما تاخر میں نقد وقت ہے قبل ابتدائے نزول فرمان جو افعال جائز ہوئے کہ بعد کو فرمان ان کے منع پر اتر اور انہیں یوں تعبیر فرمایا گیا حالانکہ ان کا حقیقتہً گناہ ہونا کوئی معنی ہی نہ رکھتا تھا۔ یونہی بعد نزول وحی و ظہور رسالت بھی جو افعال جائز فرمائے اور بعد کو ان کی ممانعت اتری اسی طریقے سے ان کو ما تاخر فرمایا کہ وحی بتدریج نازل ہوئی نہ کہ دفعۃً۔

(۷) نہ ہر تفسیر معتبر نہ ہر مفسر مصیب، مشرک کا ظلم ہے کہ نام لے آیات کا اور دامن پکڑے نامعتبر تفسیرات کا۔ ایسا ہی ہے تو وہ لغویات و ہزلیات و فحشیات کہ ایک مہذب آدمی کو انہیں بکتے بلکہ دوسرے آدمی سے نقل کرتے عار آئے جو آریہ کے ویدوں میں اپنی گہلی پھر رہی ہیں اور خود بندگانِ دیدنے اس کے ترجموں میں وہی حد بھر کے گندے گھناؤنے فحش لکھے ان سے آریہ کی جان کیونکر چھوٹے گی مثلاً یجروید۔ ایشور کی بیماری کا حال لکھا کہ بستر بیماری پر پڑے پکار رہے ہیں کہ اوسیکڑوں کی طرح کی عقل و علم رکھنے والو! تمہاری سیکڑوں ہزاروں طرح کی بوٹیاں ہیں ان میں سے میرے شریک کو زروگ کرو، اے اماں جان! تو بھی ایسا ہی کر نیز یہ بھی فرما رہے ہیں کہ اے بوٹیوں کے مانند فائدہ دینے والی دیوی ماتا! میں فرزند تجھ کو بہت نصیحت کرتا ہوں ماما جی کہتی اے لائق بیٹے! میں والدہ تیرے گھوڑے گاکیں، زمین، کپڑے، جان کی حفاظت و پرورش کرتی تو مجھے نصیحت مت کرو اسی یجروید کے ادھیائے ۳۱ منتر اول میں ایشور کے متعلق ہے اس کے ہزار رہیں ہزار آنکھیں ہیں ہزار پاؤں ہیں زمین پر وہ سب جگہ ہے التاسید ہاتھ بھی دس انگلی کے فاصلے پر ہر آدمی کے آگے بیٹھا ہے۔ نیز ویدوں میں اس کا نام سرویا پک ہے یعنی وہ ہر جگہ سمایا

ہوا، ہر چیز میں رہا ہوا، ہر خلا میں گھسا ہوا ہے، ہر جانور کی مقعد ہر مادہ کی فرج ہر پاخانہ کی ڈھیری میں ایشور ہی ایشور ہے۔ دیانند نے محض زبردستی اُن کی کایا پلٹ کی اور انہیں فحش سے نکالا مگر اور مترجموں کا ترجمہ کہاں مٹ جائے گا مفسر تو اپنی طرف سے مطلب کہتا ہے اور مترجم خود اصل کلام کو دوسری زبان میں بیان کرتا ہے ترجمے کی غلطی اگر ہوتی ہے تو دو ایک لفظ کے معنی میں نہ کہ سارے کا سارا کلام محض فحش سے حکمت کی طرف پلٹ دیا جائے اور اگر سنسکرت ایسی ہی پیچیدہ زبان ہے جس کی سطروں کی سطریں چاہے فحش سے ترجمہ کر دو خواہ حکمت سے تو وہ کلام کیا ہوا بھان متی کا گورکھ دھندا ہوا اور اس کے کس حرف پر اعتماد ہو سکتا ہے، نہیں معلوم کہ مالاچی ہے یا گالی بکی ہے۔

(۸) استدلال بڑی ذمہ داری کا کام ہے آریہ بیچارہ کیا کھا کر اس سے عہدہ برآمد ہو سکتا ہے۔

نباشد بہ آئین تحقیق دال

کچوری و پوری و بھجیا و دال

شرط تمامی استدلال قطع ہر احتمال ہے علم کا قاعدہ مسلمہ ہے۔

اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال۔

جب احتمال آجائے تو استدلال باطل ہو جاتا ہے۔

سورہ مومن و سورہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آیات کریمہ میں کون سی دلیل قطعی ہے۔ کہ خطاب حضور اقدس صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم سے ہے، مومن میں تو اتنا ہے۔:

واستغفر لذنبك۔ (القرآن الکریم ۴۰/۵۵)

اے شخص اپنی خطا کی معافی چاہ کسی کا خاص نام نہیں کوئی دلیل تخصیص کلام نہیں،

قرآن عظیم تمام جہاں کی ہدایت کے لیے اترانہ صرف اس وقت کے موجودین بلکہ قیامت تک کے آنے والوں سے

وہ خطاب فرماتا ہے

اقیموا الصلوٰۃ۔ (القرآن الکریم ۲/۲۳)

نماز برپا رکھو۔

یہ خطاب جیسا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے تھا ویسا ہی ہم سے بھی ہے اور تا قیام قیامت ہمارے بعد آنے والی

نسلوں سے بھی۔

اسی قرآن عظیم میں ہے:

لاذکر کم بہ ومن بدغ۔ (القرآن الکریم ۶/۱۹)

تا کہ میں اس سے تمہیں ڈراؤں اور جن جن کو پہنچے۔

کتب کا عام قاعدہ ہے کہ خطاب ہر سامع سے ہوتا ہے بدایں اسعدک اللہ تعالیٰ (تو جان لے اللہ تعالیٰ تجھے سعادت

مند بنائے۔ ت) میں کوئی خاص شخص مراد نہیں۔

خود قرآن عظیم میں فرمایا:

ارأیت الذی ینہی ○ عبدا اذا صلی ○ ارأیت ان کان علی الہدی ○ او امر بالتقوی ○

(القرآن الکریم ۹۶/۱۱۳۹)

(ابو جہل لعین نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نماز سے روکنا چاہا اس پر یہ آیت کریمہ اتریں) کہ کیا تو نے دیکھا اُسے جو روکتا ہے بندے کو جب وہ نماز پڑھے، بھلا دیکھو تو اگر وہ بندہ ہدایت پر ہو یا پرہیزگاری کا حکم فرمائے۔

یہاں بندے سے مراد حضور اقدس ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، اور غائب کی ضمیریں حضور کی طرف ہیں اور مخاطب کی ہر سامع کی طرف، بلکہ فرماتا ہے: فسا یکن ذبک بعد بالذین۔ (القرآن الکریم ۹۵/۷)

(ان روشن دلیلوں کے بعد) کیا چیز تجھے روز قیامت کے جھٹلانے پر باعث ہو رہی ہے۔

یہ خطاب خاص کفار سے ہے بلکہ ان میں بھی خاص منکران قیامت مثل مشرکین آریہ و ہنود سے، یونہی دونوں سورہ کریمہ میں کاف خطاب ہر سامع کے لیے ہے کہ اے سننے والے اپنے اور اپنے سب مسلمان بھائیوں کے گناہ کی معافی مانگ۔

(۹) بلکہ آیت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں تو صاف قرینہ موجود ہے کہ خطاب حضور سے نہیں، اس کی ابتداء یوں ہے:

فاعلم انه لا الہ الا اللہ واستغفر لذنوبک وللذین امنین والذین امننت۔ (القرآن الکریم ۷۷/۱۹)

جان لے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اپنی اور مسلمان مردوں اور عورتوں کی معافی چاہ۔

تو یہ خطاب اُس سے ہے جو ابھی لا الہ الا اللہ نہیں جانتا اور نہ جاننے والے کو جاننے کا حکم دینا تحصیل حاصل ہے، تو معنی یہ ہوئے کہ اے سننے والے جسے ابھی توحید پر یقین نہیں کسے باشد توحید پر یقین لا اور اپنے اور اپنے بھائی مسلمانوں کے گناہ کی معافی مانگ، ہتمہ آیت میں اس عموم کو واضح فرما دیا کہ:

واللہ یعلم متقلبکم ومثوکم۔ (القرآن الکریم ۷۷/۱۹)

اللہ جانتا ہے جہاں تم سب لوگ کروٹیں لے رہے ہو، اور جہاں تم سب کا ٹھکانا ہے۔

اگر فاعلم میں تاویل کرے تو ذنبک میں تاویل سے کون مانع ہے اور اگر ذنبک میں تاویل نہیں کرتا تو فاعلم میں تاویل

کیسے کر سکتا ہے، دونوں پر ہمارا مطلب حاصل، اور مدعی معاند کا استدلال زائل۔

(۱۰) دونوں آیت کریمہ میں صیغہ امر ہے اور امر انشا ہے اور انشا وقوع پر دل نہیں تو حاصل اس قدر کہ بفرض وقوع

استغفار واجب نہ یہ کہ معاذ اللہ واقع ہوا، جیسے کسی سے کہنا اکرم ضیفک اپنے مہمان کی عزت کرنا، اس سے یہ مراد نہیں کہ اس

وقت کوئی مہمان موجود ہے نہ یہ خبر ہے کہ خواہی نحوہی کوئی مہمان آئے گا ہی بلکہ صرف اتنا مطلب ہے کہ اگر ایسا ہو تو یوں کرنا۔

(۱۱) ذنب معصیت کو کہتے ہیں اور قرآن عظیم کے عرف میں اطلاق معصیت عمدہی سے خاص نہیں،

قال الله تعالى، وعطى ادم ربه - (القرآن الکریم ۲۰/۱۲۱)

آدم نے اپنے رب کی معصیت کی،

حالانکہ خود فرماتا ہے: فانسو ولم نجد له عزما - (القرآن الکریم ۲۰/۱۱۵)

آدم بھول گیا ہم نے اس کا قصد نہ پایا، لیکن سہونہ گناہ ہے نہ اس پر مواخذہ،

خود قرآن کریم نے بندوں کو یہ دعا تعلیم فرمائی:

ربنا لاتؤاخذنا ان نسينا او اخطانا - (القرآن الکریم ۲/۲۸۶)

اے ہمارے رب! ہمیں نہ پکڑا اگر ہم بھولیں یا چوکیں۔

(۱۲) جتنا قرب زائد اسی قدر احکام کی شدت زیادہ۔۔۔۔۔ ع

جن کے رُتبے ہیں سوا ان کو سوا مشکل ہے۔

بادشاہ جبار جلیل القدر ایک جنگلی گنوار کی جو بات سن لے گا جو برتاؤ گوارا کرے گا ہر گز شہریوں سے پسند نہ کرے گا،

شہریوں میں بازار یوں سے معاملہ آسان ہوگا اور خاص لوگوں سے سخت اور خاصوں میں دربار یوں اور دربار یوں میں وزراء

ہر ایک پر بار دوسرے سے زائد ہے اس لیے وارد ہوا۔

حسنت الابرار سیئات المقربین -

نیکیوں کے جو نیک کام ہیں مقربوں کے حق میں گناہ ہیں۔ وہاں ترک اولی کو بھی گناہ سے تعبیر کیا جاتا ہے حالانکہ ترک

اولی ہر گز گناہ نہیں۔

(باب الاول (تفسیر الخازن) تحت آیت ۱۹/۳۷ مصطفیٰ البابی مصر ۱۸۰/۶) (ارشاد العقلم السلیم تحت آیت ۱۹/۳۷ دار احیاء التراث العربی بیروت ۸/۹۶)

(۱۳) آری بے چارے جن کے باپ دادا نے بھی کبھی عربی کا نام نہ سنا، اگر نہ جانے تو ہر ادنیٰ طالب علم جانتا ہے کہ

اضافت کے لیے ادنیٰ ملا بست بس ہے بلکہ یہ عام طور پر فارسی، اردو، ہندی سب زبانوں میں رائج ہے مکان کو جس طرح

اس کے مالک کی طرف نسبت کریں گے یونہی کرا یہ دار کی طرف، یونہی جو عاریت لے کر بس رہا ہے اس کے پاس جو ملنے

آئے گا یہی کہے گا کہ ہم فلانے کے گھر گئے تھے بلکہ پیمائش کرنے والے جن کھیتوں کو ناپ رہے ہوں ایک دوسرے سے

پوچھے گا تمہارا کھیت گے جریب ہوا، یہاں نہ ملک نہ اجارہ نہ عاریت، اور اضافت موجود یونہی بیٹے کے گھر سے جو چیز آئے

گی، باپ سے کہہ سکتے ہیں کہ آپ کے یہاں سے یہ عطا ہوا تھا، تو ذنبک سے مراد اہلبیت کرام کی لغزشیں ہیں اور اس کے

بعد للذمومین وللذمومت تعمیم بعد تخصیص ہے یعنی شفاعت فرمائیے اپنے اہلبیت کرام اور سب مردوں عورتوں کے لیے۔
اب آریہ کے اس جنون کا بھی علاج ہو گیا کہ پیروؤں کا ذکر تو بعد کو موجود ہے۔

تعمیم بعد تخصیص کی مثال خود قرآن عظیم میں ہے:

رب اغفر لی ولوالدی وللمن دخل بیتی مومننا وللذمومین والذمومت۔

اے میرے رب! مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور جو میرے گھر میں ایمان کے ساتھ آیا اور سب مسلمان

مردوں اور مسلمان عورتوں کو۔ (القرآن الکریم ۷۱/۲۸)

(۱۴) اسی وجہ پر آیت کریم سورہ فتح میں لام لک تعلیل کا ہے اور ما تقدم من ذنبک تمہارے اگلوں کے گناہ اعنی سیدنا
عبداللہ وسیدتنا آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منتہائے نسب کریم تک تمام آباء کرام و امہات طیبات باستثناء انبیاء کرام مثل
آدم وشیت ونوح وخیل و اسمعیل علیہم الصلوٰۃ والسلام، اور ما تاخر تمہارے پچھلے یعنی قیامت تک تمہارے اہلبیت و امت
مرحومہ تو حاصل آیت کریمہ یہ ہوا کہ ہم نے تمہارے لیے فتح مبین فرمائی تاکہ اللہ تمہارے سبب سے بخش دے تمہارے
علاقہ کے سب اگلوں پچھلوں کے گناہ۔ والحمد للہ رب العالمین۔

(۱۵) ما تقدم وما تاخر سے قبل و بعد نزول وحی کا ارادہ جس طرح عبارت تفسیر میں مصرح تھا آیت میں قطعاً محتمل، اور ہم

ثابت کر چکے کہ اب حقیقت ذنب خود مندرج

واللہ الحدی و صلی اللہ تعالیٰ علی شفیعیہ المذنبین وبارک و سلم الی یوم الدین وعلی الہ وصحبہ اجمعین،

واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۲۹ ص ۳۹۳-۳۰۱)

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

(1850) وَعَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انبیاء علیہم السلام کے کلام سے

اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

جو باتیں لوگوں نے حاصل کیں ان میں سے یہ بھی ہے

إِنَّ مِمَّا أَدْرَكَ النَّاسُ مِنْ كَلَامِ النَّبِيِّ الْأُولَى: إِذَا

جب تو شرم و حیا نہیں کرتا تو جو چاہے کر۔ (بخاری)

لَمْ تَسْتَحْ فَاصْتَحْ مَا شِئْتَ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب اذا لم تستح فاضع ماشئت، جلد 5، صفحہ 226، رقم 5769 المعجم الكبير للطبرانی، من

اسمہ عقبہ بن عمرو ابو مسعود جلد 17، صفحہ 236، رقم 14342 مسند امام احمد بن حنبل، حدیث ابی مسعود عقبہ بن عمرو، جلد 5،

صفحہ 273، رقم 22399 مسند ابن الجعد، حدیث شعبہ عن منصور بن السعتم، جلد 1، صفحہ 130، رقم 819 روضة العقلاء لابن

حبان، ذکر الحث علی نروم الحیاء و ترک القحۃ، صفحہ 28

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ کلام بمعنی چیز ہے یعنی گزشتہ انبیاء کرام نے اپنی امتوں سے جو حکیمانہ کلام فرمائے ان میں سے ایک یہ کلام شریف
بھی ہے کہ جب تیرے دل میں اللہ رسول کی اپنے بزرگوں کی شرم و حیا نہ ہوگی تو برے سے برے کام کر گزرے گا

کیونکہ برائیوں سے روکنے والی چیز تو غیرت ہے جب وہ نہ رہی تو برائی سے کون روکے، بہت لوگ اپنی بدنامی کے خوف سے برائیاں نہیں کرتے مگر جنہیں نیک نامی بدنامی کی پروا نہ ہو وہ ہر گناہ کر گزرتے ہیں۔ ایک شاعر کہتا ہے

ولم تستحي فاصنع ما تشاء

اذالم تخش عاقبة الليالي

وفي الدنيا اذا ذهب الليالي

فلا والله ما في العيش خير

(بزاة المناجیح، ج ۲ ص ۸۹۹)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

(1851) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن لوگوں کے درمیان

قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَوَّلُ

سب سے پہلے خونوں کے بارے میں فیصلے کیے جائیں

مَا يُقْضَى بَيْنَ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي الدِّمَاءِ"

گے۔ (متفق علیہ)

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب القصاص يوم القيامة، جلد 5، صفحہ 2394، رقم 6168 صحیح مسلم، باب المجازاة بالدماء في الأخره وانها اول ما يقضى فيه بين الناس، جلد 5، ص 107، رقم 4475 السنن الكبرى للبيهقي، باب تعزيم القتل من السنة، جلد 8، صفحہ 21، رقم 16280 سنن ابن ماجه، باب التغليظ في قتل مسلم، جلد 2، صفحہ 873، رقم 2615 سنن نسائي، باب تعظيم الدم، جلد 2، صفحہ 285، رقم 3454

شرح حدیث: کوئی ظالم مجھ سے نہ بچ سکے گا!

تاجدار رسالت، شہنشاہ نبوت، مخزن جود و سخاوت، پیکر عظمت و شرافت، محبوب رب العزت، محسن انسانیت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: اللہ عزوجل کے نزدیک سب سے بڑا گناہ اس جان کو قتل کرنا ہے جس کے قتل ناحق کو اللہ عزوجل نے حرام فرما دیا ہے اور کسی جان کو ناحق اذیت دینا حلال نہیں (پھر مثال بیان فرمائی) اگرچہ چڑیا ہی ہو کہ اگر کوئی شخص اس سے کھیلا یہاں تک کہ وہ مرگئی اور اسے بغیر حاجت کے ذبح بھی نہ کیا تو وہ قیامت کے دن کانوں کو پھاڑ دینے والی کڑک کی مثل آواز سے بارگاہ الہی عزوجل میں عرض گزار ہوگی:

اے میرے اللہ عزوجل! اس سے پوچھ کہ اس نے بلا وجہ مجھے اذیت کیوں دی اور مجھے قتل کیوں کیا تھا؟ اللہ تبارک و تعالیٰ فرمائے گا: مجھے میری عزت و جلال کی قسم! میں تیرا حق ضرور دلاؤں گا اور سن لو! کوئی ظالم مجھ سے نہ بچ سکے گا، میں ہر اس شخص کو عذاب دوں گا جس نے ناحق کسی جان کو اذیت دی ہوگی اور اگر میں کسی ظالم سے مظلوم کا پورا پورا بدلہ نہ دلاؤں تو میں خود بے جا کرنے والا ٹھہروں گا۔

پھر اللہ عزوجل فرمائے گا: میں ہی بدلہ دینے والا بادشاہ ہوں۔ میری عزت و جلال کی قسم! آج کے دن کسی پر ظلم نہ کروں گا اور آج کے دن کوئی ظالم مجھ سے نہ بچ سکے گا اگرچہ ایک طمانچہ ہو یا ہاتھ کی مار ہو یا ہاتھ کو مروڑا ہو اور میں سینگ والی بکری سے بغیر سینگ والی بکری کو بھی بدلہ دلاؤں گا اور لکڑی سے ضرور پوچھوں گا کہ تو نے لکڑی کو خراش کیوں لگائی؟ اور

پتھر سے ضرور پوچھوں گا کہ تُو نے پتھر کو تکلیف کیوں دی؟ اور وہ غصہ کہ جس پر مظلوم کا حق ہے اس وقت تک بہت میں داخل نہ ہوگا جب تک کہ اپنی نیکیوں سے اس کا حق ادا نہ کر دے اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہ ہوں گی تو مظلوم کے گناہوں کا بوجھ اس کے سر ڈال کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ (تُرْبَةُ النَّعْيَانِ وَمُفْرِجُ الْقَلْبِ لِحُزْنِ مَنْ ص ۷۸)

(1852) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا. حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فرشتوں کو نور سے پیدا کیا گیا ہے۔ جنوں کو آگ سے اور آدم علیہ السلام کو اس چیز سے پیدا کیا گیا جو تمہارے سامنے بیان ہو چکی (یعنی مٹی سے پیدا کیا)۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب فی احادیث متفرقة، جلد 8، صفحہ 226، رقم 7687، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب مبتداء الخلق، جلد 9، صفحہ 3، رقم 18164، صحیح ابن حبان، باب بدء الخلق، جلد 14، صفحہ 25، رقم 6155، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث السیدة عائشہ رضی اللہ عنہا، جلد 6، ص 153، رقم 25235، مسند عبد بن حمید، من مسند الصدیقة عائشہ، جلد 1، صفحہ 430، رقم 1479

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

نور کے معنی ہیں روشنی یعنی بذات خود ظاہر دوسروں کا مظہر، یہاں چمک دار جو ہر مراد ہے جس میں کثافت بالکل نہ ہو۔ (احمد اللغات) یعنی فرشتے کی پیدائش ایسے جوہر سے ہے جو چمکدار ہے اس میں کثافت بالکل نہیں، ہمارے جسموں کی پیدائش خاک سے ہے جو کثیف ہے اگرچہ اس میں آگ و پانی کی ملاوٹ بھی ہے۔

اس کا ذکر قرآن مجید میں بھی ہے الْجَانُّ مِنْ مَّارِجٍ مِنْ نَّارٍ اِذَا رَآه مِنْ تَحْتِهَا سَمِعَ لَهُمْ جَهَنَّمَ خَوَّاهُمْ كَخَوْفِهَا اس میں گرمی بھی ہے، نور میں گرمی نہیں صرف لطافت ہے، نیز آگ نور اور کثافت کے درمیان ہے خالص ہو تو محض چمک ہے، مگر ہو تو محض دھواں، یہی فرق ہے فرشتے اور جن کے درمیان۔ (اشع)

اس میں اشارہ اس آیت کریمہ کی طرف ہے مِنْ صَلْطَلٍ مِنْ حَبَا مُسْتَنْوِينَ یعنی ہم نے آدم علیہ السلام کو گلی اور سوکھی کھنکھاتی مٹی سے پیدا فرمایا۔ جسم انسانی کی پیدائش مٹی سے ہے، روح انسانی کی پیدائش امر ربی سے قُلِ النُّوُورُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم شریف خاک نورانی ہے، رب فرماتا ہے: يَسِّرَ اجَا مُنِيْرًا اَدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كِي يَبْجِي هُوَ كِي مَنِيْ مِنْ سَكْجُوْر، اَنَا رَاوْرَا نُوْرٍ پيدا كِي كِي جَنَّةِ كِي حُوْرِيْنَ زَعْفَرَانٍ سِيْ پيدا كِي كِي كِي۔ (مرقات) (بِرَاةِ السَّائِحِ، ج ۷ ص ۵۲۳)

(1853) وَعَنْهَا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ خُلِقَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقُرْآنَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ فِي مَجْلَدِهِ حَدِيثٌ طَوِيلٌ. حضرت عائشہ ؓ سے ہی روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا خلق قرآن حکیم تھا۔ اس حدیث کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک لمبی حدیث میں ذکر کیا ہے۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب جامع صلاة اللیل ومن نام عنه او مرض جلد 2، صفحہ 168، رقم 1773 المستدرک للعاکم، تفسیر سورة المؤمنون جلد 3، صفحہ 249، رقم 3481 دلائل النبوة للبیہقی، باب ذکر اخبار رویت فی شمائلہ و اخلاقہ علی طریق الاختصار، جلد 1، ص 276، رقم 243 سنن نسائی تفسیر سورة المؤمنون جلد 6، صفحہ 412، رقم 11350 مسند ابی یعلیٰ، مسند عائشہ رضی اللہ عنہا، جلد 7، صفحہ 332، رقم 4369

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی قرآن کریم پر عمل آپ کی جبلی عادات کریمہ تھیں، یہ خاموش قرآن ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بولتا ہوا قرآن، آپ کا ہر عمل قرآن کریم کی تفسیر ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بچپن شریف سے ہی قدرتی طور پر قرآن پر عامل تھے، قرآن ہماری ہدایت کے لیے آیا نہ کہ حضور کی صلی اللہ علیہ وسلم۔ اسی لیے فرمایا گیا ہڈی لئلس اور فرمایا ہڈی لئمتقین قرآن لوگوں کا یا متقین کا ہادی ہے نہ کہ آپ کا، آپ تو اول ہی سے ہدایت یافتہ ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔ (مزاۃ الناجح، ج 2 ص 295)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اللہ کی ملاقات کو پسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس کی ملاقات کو پسند کرتا ہے اور جو اللہ کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے تو اللہ اس کی ملاقات کو ناپسند کرتے ہیں۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا اس کا مطلب موت کو ناپسند کرنا ہے؟ ہم تو سارے ہی موت کو ناپسند کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ایسا نہیں بلکہ جب مومن کو اللہ کی رحمت اور اس کی رضامندی اور جنت کی خوشخبری دی جاتی ہے تو وہ اللہ کی ملاقات کو پسند کرتا ہے اور کافر کو جب اللہ کے عذاب اور اس کی ناراضگی کی بشارت دی جاتی ہے تو وہ اس کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے۔ (مسلم)

(1854) وَعَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ أَحَبَّ لِقَاءَ اللَّهِ أَحَبَّ اللَّهُ لِقَائَهُ، وَمَنْ كَرِهَ لِقَاءَ اللَّهِ كَرِهَ اللَّهُ لِقَائَهُ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَكْرَاهِيَةَ الْمَوْتِ، فَكُلُّنَا نَكْرَهُ الْمَوْتَ؟ قَالَ: «لَيْسَ كَذَلِكَ، وَلَكِنَّ الْمُؤْمِنَ إِذَا بُشِّرَ بِرَحْمَةِ اللَّهِ وَرِضْوَانِهِ وَجَنَّتِهِ أَحَبَّ لِقَاءَ اللَّهِ فَأَحَبَّ اللَّهُ لِقَائَهُ، وَإِنَّ الْكَافِرَ إِذَا بُشِّرَ بِعَذَابِ اللَّهِ وَسَخَطِهِ كَرِهَ لِقَاءَ اللَّهِ وَكَرِهَ اللَّهُ لِقَائَهُ.» رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب من احب لقاء الله احب الله لقاءه جلد 8، صفحہ 65، رقم 6996 المعجم الاوسط للطبرانی، باب من اسمه ابراهيم، جلد 3، صفحہ 188، رقم الحدیث 2882 سنن ابن ماجہ، باب ذکر الموت والاستعداد، جلد 2، صفحہ 142، رقم 4264 سنن ترمذی، باب ما جاء فی من احب لقاء الله احب الله لقاءه جلد 3، صفحہ 379، رقم 1067 سنن الدارمی، باب فی حب لقاء الله، جلد 2، صفحہ 402، رقم 2756

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہاں اللہ کو ملنے سے مراد موت ہے کیونکہ موت ہی خدا سے ملنے کا ذریعہ ہے یعنی منہ سے موت مانگنا منع مگر اسے پسند کرنا اچھا۔ پسند کرنے کے یہ معنی ہیں کہ دنیا میں دل نہ لگائے اور آخرت کی تیاری کرے، ایسے بندے کو رب پسند کرتا ہے، اس کی زندگی بھی خدا کو پیاری ہے اور موت بھی، ہر ایک کی زندگی، موت خدا کے ارادے سے ہی ہے مگر اس کی زندگی اور موت رب کے ارادے سے بھی ہے اور اس کی رضا سے بھی، ارادے اور رضا میں بڑا فرق ہے۔

جان کنی کی شدت اور اس کی سختیوں کی وجہ سے، نہ اس لیے کہ دنیا ہمیں پیاری ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج خصوصاً حضرت عائشہ صدیقہ نے دنیا کی لذتیں دیکھی ہی کہاں، فقر و فاقہ میں نہایت سادہ زندگی گزاری، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک پائی میراث نہ ملی، اٹھارہ سال کی عمر شریف میں بیوگی کی چادر اوڑھ لی اور ۵۳ سال کی عمر شریف یونہی گزاری رضی اللہ عنہا و عنہن۔

یہ تو عام مؤمنوں کا حال ہے، خواص کو جان کنی کے وقت جمال مصطفیٰ دکھا دیا جاتا ہے، ان کی اس وقت کی خوشی بیان سے باہر ہے، پھر انہیں جان کنی قطعاً محسوس نہیں ہوتی، روح خود بخود شوق میں جسم سے نکل آتی ہے جیسا کہ بارہا دیکھا گیا۔ چنانچہ کافر کو موت کے وقت میں تین مصیبتیں جمع ہو جاتی ہیں: دنیا چھوٹنے کا غم، آئندہ مصیبتوں کا خوف، جان نکلنے کی شدت۔ غرض کہ مؤمن کی موت عید ہے اور کافر کی موت مصیبت اسی لیے اولیاء اللہ کی موت کو عرس کہا جاتا ہے یعنی شادی۔ یعنی موت پہلے ہے، رب سے ملنا بعد میں لہذا اس وقت کی پسند و ناپسند ملاقات رب سے پہلے ہی کی پسندیدگی و ناپسندیدگی ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۲ ص ۸۲۶)

ام المؤمنین حضرت صفیہ بنت حمی سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اعتکاف میں تھے تو میں رات کو آپ (ﷺ) کی زیارت کے لئے حاضر ہوئی۔ میں نے آپ سے گفتگو کی۔ پھر واپسی کے لئے کھڑی ہوئی تو آپ بھی مجھے رخصت کرنے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ اسی دوران دو انصاری آدمی وہاں سے گزرے۔ جب انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تو تیز چلنے لگے تو اس پر آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: آہستہ چلو یہ صفیہ بنت حمی ہے۔ دونوں نے عرض کیا: سُبْحَانَ اللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ! تو آپ نے فرمایا: شیطان انسان کی رگوں میں اس طرح دوڑتا ہے جس طرح

(1855) وَعَنْ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ صَفِيَّةَ بِنْتِ حُمَيْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُعْتَكِفًا، فَأَتَيْتُهُ أُرْوِدُهُ لَيْلًا، فَحَاطَّتُهُ ثُمَّ قُمْتُ لِأَنْقَلِبَ فَقَامَ مَعِيَ لِيَقْلِبَنِي، فَمَرَّ رَجُلَانِ مِنَ الْأَنْصَارِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، فَلَمَّا رَأَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَشْرَعَا. فَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «عَلَى رِسْلِكُمَا، إِنَّهَا صَفِيَّةُ بِنْتُ حُمَيْرٍ، فَقَالَا: سُبْحَانَ اللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَقَالَ: «إِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِي مِنَ ابْنِ آدَمَ فَجَرَى الدَّمِ، وَإِنِّي خَشِيتُ أَنْ يَقْدِفَ فِي قُلُوبِكُمَا شَرًّا - أَوْ قَالَ: شَيْئًا - مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

خون۔ مجھے خطرہ ہے کہ کہیں تمہارے دلوں میں وہ کوئی
برائی نہ ڈال دے یا فرمایا کوئی چیز۔ (متفق علیہ)

مخرج حدیث: صحیح بخاری، باب زیارة المرأة زوجها في اعتكافه، جلد 3، صفحہ 50، رقم 2038 صحیح مسلم، باب بیان أنه
يستحب لمن رئي خالياً بامرأة وكانت زوجة او محرماً، جلد 7، ص 8، رقم 5807 الاداب للبيهقي، باب ما يستحب من ابعاد المتر عن نفسه
مواضع العهم، جلد 1، صفحہ 136، رقم 232 سنن ابوداؤد، باب المعتكف يدخل البيت لحاجته، جلد 2، صفحہ 309، رقم 2472 سنن
ابن ماجه، باب المعتكف يزوره اهله في المسجد، جلد 1، ص 566، رقم 1779

شرح حدیث: شارح بخاری علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ رحمۃ اللہ الغنی (الْمُنْتَهِيَاتُ فِي ٨٥٢ هـ) فتح الباری میں لکھتے ہیں:
اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایسے کاموں سے بچا جائے جو کسی کو بدگمانی میں مبتلا کر سکتے ہوں۔ علماء و مُتَشَدِّدِی ہستیوں
کو تو بطور خاص ہر اس کام سے بچنا چاہیے جس کی وجہ سے لوگ ان سے بدظن ہو جائیں اگرچہ اس کام میں ان کے لئے خلاصی
کی راہ موجود ہو کیونکہ بدظن ہونے کی صورت میں لوگ ان کے علم سے نفع نہیں اٹھائیں گے۔

(فتح الباری، الحدیث ۲۰۳۵، ج ۴، ص ۲۲۲)

گمان کسے کہتے ہیں؟

ہر وہ خیال جو کسی ظاہری نشانی سے حاصل ہوتا ہے گمان کہلاتا ہے، اسکو ظن بھی کہتے ہیں۔ مثلاً دور سے دُھواں اٹھتا
دیکھ کر آگ کی موجودگی کا خیال آنا۔ (مفردات، امام راغب، ص ۵۳۹، ماخوذاً)

گمان کی اقسام

بنیادی طور پر گمان (ظن) کی دو قسمیں ہیں:

- (1) حُسن ظن (یعنی اچھا گمان)
- (2) سوء ظن (یعنی بُرا گمان، اُسے بدگمانی بھی کہتے ہیں)

پھر ان میں سے ہر ایک کی دو قسمیں ہیں:

چنانچہ حُسن ظن کبھی تو واجب ہوتا ہے جیسے اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے ساتھ اچھا گمان رکھنا اور کبھی مُسْتَحَب جیسے مومن صالح کے
ساتھ نیک گمان۔ (خزائن العرفان، پ ۲۶، الحجرات، تحت الآیة ۱۲)

اسی طرح سوء ظن (بدگمانی) کی بھی دو قسمیں ہیں:

- (1) جائز
- (2) ممنوع

بدگمانی کے جائز ہونے کی صورتیں

پہلی صورت: فاسق مُغَلِب (یعنی علانیہ گناہ کرنے والے) کے ساتھ ایسا گمان کرنا جیسے افعال اس سے ظہور میں

آتے ہوں۔ (خزائن العرفان، پ ۲۶، الحجرات، تحت الآیة ۱۲)

علامہ محمد بن احمد انصاری قرطبی علیہ رحمۃ اللہ القوی (المکتوفی ۱۷۱ھ) لکھتے ہیں: اگر کوئی شخص نیک ہو تو اس کے بارے میں بدگمانی جائز نہیں اور جو علانیہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو اور فسق میں مشہور ہو تو اس کے بارے میں بدگمانی کرنا جائز ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن، پ ۲۶، الحجرات تحت الآیۃ ۱۲، ج ۸، ص ۲۳۸ ملخصاً)

علامہ سید محمود آلوسی علیہ رحمۃ اللہ الغنی (المکتوفی ۱۲۷۰ھ) ارشاد فرماتے ہیں: سوئے ظن اُس وقت حرام ہوگا جب مظنون (یعنی جس کے بارے میں گمان کیا جائے) ایسا شخص ہو جس کے عُیُوب کی پوشیدگی، صالحیت (یعنی نیک ہونے) اور امانت و دیانت کا مشاہدہ کیا جائے (یعنی وہ نیکی میں مشہور ہو) اور اگر کوئی شک میں مبتلا کرنے والے بُرے کاموں میں علانیہ طور پر مشغول ہو جیسے شراب کی دکان میں آنا جانا یا گانے والی فاجرہ عورتوں کی صحبت اختیار کرنا یا کسی بے ریش (بغیر داڑھی والے) کی طرف مسلسل دیکھتے رہنا، تو اس صورت میں بدگمانی حرام نہیں، چاہے گمان کرنے والے نے انہیں شراب پیتے یا زنا کرتے یا بے ہودہ کام (یعنی بد فعلی) کرتے ہوئے نہ دیکھا ہو۔

(روح المعانی، پ ۲۶، الحجرات تحت الآیۃ ۱۲، ج ۲۶، ص ۳۲۸ ملخصاً)

علامہ اسماعیل حقی علیہ رحمۃ اللہ القوی (المکتوفی ۱۱۳۷ھ) ارشاد فرماتے ہیں: گمان کی طرف اُس وقت تک پیش رفت نہ کی جائے جب تک کہ مظنون (یعنی جس کے بارے میں دل میں گمان آئے) کے بارے میں غور و فکر نہ کر لیا جائے۔ چنانچہ اگر مظنون نیک ہے تو اُس پر معمولی وہم کی وجہ سے بدگمانی نہ کی جائے بلکہ احتیاط برتی جائے اور تم اس وقت تک کسی کے ساتھ بدگمانی نہ کرو جب تک کہ تمہارے لئے حُسن ظن رکھنا ممکن ہو۔ رہا فساق کا معاملہ تو ان کے ساتھ ایسی بدگمانی رکھنا جائز ہے جو ان کے افعال سے ظاہر ہو۔ (روح البیان، پ ۲۶، الحجرات تحت الآیۃ ۱۲، ج ۹۹، ص ۸۵)

صدر الشریعہ، بدر الطریقہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی (المکتوفی ۱۳۷۶ھ) لکھتے ہیں: بے شک مسلمان پر بدگمانی حرام ہے مگر جبکہ کسی قرینہ سے اُس کا ایسا ہونا ثابت ہوتا ہو، تو اب حرام نہیں۔ مثلاً کسی کو بھٹی (یعنی شراب خانے) میں آتے جاتے دیکھ کر اُسے شراب خور (یعنی شراب پینے والا) گمان کیا تو اس (یعنی بدگمانی کرنے والے) کا قصور نہیں، اُس (یعنی شراب خانے میں آنے جانے والے) نے موضعِ تہمت (یعنی تہمت لگنے کی جگہ) سے کیوں اجتناب (یعنی پرہیز) نہ کیا۔ (فتاویٰ امجدیہ، ج ۱، ص ۱۲۳) امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: جو اپنے آپ کو خود تہمت کے لئے پیش کر دے تو وہ اپنے بارے میں بدگمانی کرنے والے کو ملامت نہ کرے۔

(الدر المنثور، ج ۷، الحجرات تحت الآیۃ ۱۲، ص ۵۶۶)

بدگمانی جائز ہونے کا مطلب

یاد رہے کہ اہل مَعْصِیَت اور علانیہ گناہ کرنے والوں سے بدگمانی جائز ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم ان کی بدگوئی یا عیب اچھالنا شروع کر دیں بلکہ ایسی صورت میں رضائے الہی عَزَّ وَجَلَّ کے لئے صرف دل میں انہیں برا سمجھا جائے۔

(الحدیقۃ الندیہ، ج ۲، ص ۱۱ ملخصاً) اللہ عزَّ وَجَلَّ کے محبوب، دانائے عُیُوب، مُتَزَّہ عَنِ الْعُیُوبِ صَلَّى اللہُ تَعَالَى عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ہر مسلمان کی عزت، مال اور جان دوسرے (مسلمان) پر حرام ہے۔

(جامع الترمذی، کتاب البر والصلة، الحدیث ۱۹۳۴، ج ۳، ص ۷۲)

دوسری صورت

جب نقصان میں مبتلا ہونے کا قوی احتمال ہو۔ مثلاً کسی اسلامی بھائی نے کسی کے ساتھ کاروباری شراکت کی یا خرید و فروخت کی یا اس سے کرائے پر کوئی چیز لی یا کسی بھی طرح کا مالی معاملہ طے کیا اور سامنے والے کی کسی مشکوک حرکت کی وجہ سے دل میں بے اختیار بدگمانی پیدا ہوئی اور اس نے اس بدگمانی کی بنیاد پر ایسی احتیاطی تدابیر اختیار کیں جس سے سامنے والے کو کوئی نقصان نہ پہنچے تو جائز ہے کیونکہ اگر حقیقتاً سامنے والے کی نیت دُرست نہ ہو اور یہ شخص حسن ظن ہی قائم کرتا رہ جائے تو نقصان میں مبتلا ہونے کا قوی امکان ہے۔

جیسا کہ علامہ سید سید محمود آلوسی بغدادی علیہ رحمۃ اللہ القوی (الْمُتَوَاتِرُ ۱۲۷۰ھ) تفسیر روح المعانی میں لکھتے ہیں: گمان کرنے والے کے لئے بُرے گمان کے تقاضے پر عمل کرنے میں کوئی حرج نہیں (جبکہ مظنون کو کوئی نقصان نہ پہنچے) مثلاً اُس نے کسی شخص کے بارے میں گمان کیا کہ وہ اُسے نقصان پہنچانا چاہتا ہے تو وہ اس سے بچنے کے لئے ایسے اقدامات کر سکتا ہے جن کی وجہ سے اُس (سامنے والے) شخص کو نقصان نہ پہنچے۔ طبرانی شریف میں ہے: لوگوں سے سوائے ظن کے ذریعے اپنی حفاظت کرو۔ (المعجم الاوسط، الحدیث ۵۹۸، ج ۱، ص ۱۸۱) مزید لکھتے ہیں: برے گمانوں میں سے بعض وہ ہیں جن کی پیروی مُباح (جائز) ہے جیسے معاشی معاملات میں بدگمانی ہونا۔

(روح المعانی، پ ۲۶، الحجرات تحت الآیۃ ۱۲، ج ۲۶، ص ۲۲۸، ۲۲۹)

علامہ اسماعیل حقی علیہ رحمۃ اللہ القوی (الْمُتَوَاتِرُ ۱۱۳۷ھ) تفسیر روح البیان میں لکھتے ہیں: بعض گمان مُباح (جائز) ہیں جیسے امورِ معاش یعنی دُنیاوی معاملات اور معاش کے مہتمات میں بدگمانی کرنا بلکہ ان امور میں بدگمانی موجدِ سلامتی (یعنی سلامتی کا سبب) ہے۔ (روح البیان، پ ۲۶، الحجرات تحت الآیۃ ۱۲، ج ۹، ص ۸۴)

حضرت ابو فضل عباس بن عبدالمطلب ﷺ سے

روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوہ حنین میں شریک ہوا۔ میں اور ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب بالکل رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ساتھ رہے اور ہم آپ سے علیحدہ نہ ہوئے۔ اور رسول اللہ ﷺ اپنی سفید خچر پر سوار تھے۔ جب مسلمانوں اور مشرکوں کا

(1856) وَعَنْ أَبِي الْفَضْلِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ

الْمُطَّلِبِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: شَهِدْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ حُنَيْنٍ، فَلَزِمْتُ أَنَا وَأَبُو سُفْيَانَ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمْ نَفَارِقْهُ، وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَلَى بَغْلَةٍ لَهُ بَيْضَاءَ، فَلَبَّأْنَا

التَّقَى الْمُسْلِمُونَ وَالْمُشْرِكُونَ، وَلَى الْمُسْلِمُونَ
 مُدِيرِينَ، فَطَفِقَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،
 يَرْكُضُ بَعْلَتَهُ قِبَلَ الْكُفَّارِ، وَأَنَا أَخِذُ بِلِجَامِ بَعْلَتِهِ
 رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَكْفَهَا إِرَادَةَ أَنْ
 لَا تُسْرِعَ، وَأَبُو سُفْيَانَ أَخِذَ بِرِكَابِ رَسُولِ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَيُّ عَبَّاسٍ، نَادِ أَصْحَابَ السُّبُرَةِ."
 قَالَ الْعَبَّاسُ - وَكَانَ رَجُلًا صَيِّتًا - فَقُلْتُ بِأَعْلَى
 صَوْتِي: أَيُّنَ أَصْحَابِ السُّبُرَةِ، فَوَاللَّهِ لَكَانَ عَظْفَتَهُمْ
 حِينَ سَمِعُوا صَوْتِي عَظْفَةُ الْبَقْرِ عَلَى أَوْلَادِهَا،
 فَقَالُوا: يَا لَبِيك يَا لَبِيك، فَاقْتَتَلُوا هُمْ وَالْكُفَّارَ،
 وَالِدَعْوَةَ فِي الْأَنْصَارِ يَقُولُونَ: يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ، يَا
 مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ، ثُمَّ قَصَرَتِ الدَّعْوَةُ عَلَى بَنِي
 الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ، فَنَظَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ عَلَى بَعْلَتِهِ كَالْمُتَطَاوِلِ عَلَيْهَا إِلَى
 قِتَالِهِمْ، فَقَالَ: "هَذَا حِينَ حَمَى الْوَطِيسُ"، ثُمَّ
 أَخَذَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حَصِيَّاتِ
 فَرَمَى بِهِنَّ وَجُوهَ الْكُفَّارِ، ثُمَّ قَالَ: "انْهَزْمُوا وَرَبِّ
 مُحَمَّدٍ"، فَذَهَبَتْ أَنْظُرُ فَإِذَا الْقِتَالُ عَلَى هَيْئَتِهِ فِيمَا
 أَرَى، فَوَاللَّهِ مَا هُوَ إِلَّا أَنْ رَمَاهُمْ بِحَصِيَّاتِهِ، فَمَا
 زِلْتُ أَرَى حَدَّهُمْ كَلِيلًا وَأَمْرَهُمْ مُدْبِرًا. رَوَاهُ
 مُسْلِمٌ - الْوَطِيسُ التَّنُورُ وَمَعْنَاهُ: اشْتَدَّتْ
 الْحَرْبُ. وَقَوْلُهُ: "حَدَّهُمْ هُوَ بِالْحَاءِ الْمُهْمَلَةِ: أَيُّ
 بَأْسَهُمْ."

مقابلہ ہوا تو مسلمان میدان سے بھاگنے لگے۔ تو رسول
 اللہ ﷺ نے اپنی خچر کو کفار کی طرف لے جانا شروع
 کر دیا۔ اور رسول اللہ ﷺ کی خچر کی میں لگام پکڑے
 ہوئے اسے روکے ہوئے تھا کہ وہ تیز نہ چلے اور ابو
 سفیان رسول اللہ ﷺ کی (سواری کی) رکاب پکڑے
 ہوئے تھے۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عباس
 کیکر کے درخت کے نیچے بیعت کرنے والوں کو آواز دو
 حضرت عباس رضی اللہ عنہ بلند آواز والے آدمی تھے۔ کہتے ہیں
 کہ میں نے اپنی بلند آواز میں کہا: کہاں ہیں درخت
 کے نیچے بیعت کرنے والے؟ پس اللہ کی قسم میری آواز
 سن کر ان کا مڑنا اسی طرح تھا جیسے گائے اپنے بچوں کی
 طرف مڑتی ہے۔ پس وہ یہ کہنے لگے: لیجئے ہم حاضر ہیں
 لیجئے ہم حاضر ہیں پھر انہوں نے اور کفار نے آپس میں
 لڑائی کی۔ اس دن انصار یہ کہہ رہے تھے۔ اے انصار
 کے گروہ! اے انصار کے گروہ۔ پھر بنو حارث بن خزرج
 پر یہ دعوت محدود ہو گئی۔ پس رسول اللہ ﷺ اپنے خچر پر
 سوار اپنی گردن کو بلند کر کے ان کی لڑائی کو دیکھ رہے
 تھے۔ پس آپ نے فرمایا: یہی وقت ہے جنگ کے زور
 پکڑنے اور شدت اختیار کرنے کا۔ پھر رسول اللہ ﷺ
 نے چند کنکریاں اٹھائیں اور کافروں کی طرف پھینکیں
 اور فرمایا: محمد کے رب کی قسم! وہ شکست کھا گئے۔ پس
 میں نے دیکھنا شروع کیا تو میرے خیال میں جنگ
 پورے جوش و خروش پر تھی۔ اللہ کی قسم! جوں ہی آپ
 ﷺ نے وہ کنکریاں کافروں کی طرف پھینکیں تو میں کیا
 دیکھتا ہوں کہ ان کافروں کی تیزی ختم ہو گئی ہے اور وہ

پیٹھ پھیر کر بھاگ رہے تھے۔ (مسلم) الْوَطِئِيسُ: تنور اور اس سے مراد ہے کہ لڑائی شدت اختیار کر گئی۔
حَدَّثَهُمْ: جاء مہملہ کے ساتھ ہے اس کا معنی ہے ان کی قوت۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب فی غزوة حنین، جلد 6، صفحہ 166، رقم 4712 المستدرک للعاکم، ذکر اسلام العباس رضی اللہ عنہ، جلد 3، صفحہ 370، رقم 5418 سنن نسائی، باب رمی الحصیات فی وجوه القوم، جلد 5، صفحہ 197، رقم 8653 مسند ابی عوانہ، بیان محاربة رسول اللہ ﷺ المشرکین یوم حنین، جلد 4، ص 276، رقم 6748 مشکوٰۃ المصابیح، باب فضائل سید المرسلین، جلد 3، صفحہ 280، رقم 5888

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الحثان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
حنین ایک جنگل کا نام ہے جو مکہ معظمہ اور طائف کے درمیان واقع ہے اس گنہگار نے وہاں کی زیارت کی ہے۔ غزوہ حنین فتح مکہ کے بعد ہوا، بنی ہوازن سے مسلمانوں کا مقابلہ ہوا تھا پہلے مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے تھے پھر اللہ نے مسلمانوں کو فتح کامل عطا فرمائی یہ بنی ہوازن جناب حلیمہ دانی کی ہم قوم تھی اس علاقہ میں جناب حلیمہ کا گھر تھا۔ حضور انور نے وہاں ہی پرورش پائی تھی غزوہ حنین بھی ۸ ہجری میں ہوا۔ (مرقات)

اس غزوہ میں مسلمان بارہ ہزار تھے اور کفار قریباً چار ہزار، مسلمانوں کو خیال ہوا کہ آج ہم زیادہ ہیں فتح پائیں گے رب تعالیٰ کی طرف سے عتاب ہوا فرماتا ہے: **اِذَا اَعْجَبْتُمْ كَثْرَتَكُمْ كَثُرْتُكُمْ فَلَمَّ تَغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا** ہوا یہ کہ حضرات صحابہ حضور انور سے آگے کفار سے لڑ رہے تھے، مسلمان قبیلہ ہوازن کی تیر اندازی کی تاب نہ لاسکے اس لیے ان کے قدم اکھڑ گئے تتر بتر ہو کر بھاگ پڑے، یہاں المسلمون سے مراد اکثر مسلمان ہیں سارے نہیں۔

یہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت و بہادری کہ ایسی حالت میں خاطر اقدس پر قطعاً گھبراہٹ نہیں تنہا ہیں مگر کفار کی طرف ہی بڑھ رہے ہیں۔

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنا خنجر کفار کی طرف دوڑانا چاہتے تھے اور جناب عباس اسے روکتے تھے آپ چاہتے تھے مسلمان سب جمع ہو جاویں تب حضور کا خنجر کفار میں پہنچے۔

آپ کا نام مغیرہ ہے کنیت ابوسفیان آپ ابن حارث ابن عبدالمطلب ہیں حضور کے چچا زاد بھائی بھی ہیں اور رضاعی بھائی بھی کیونکہ حلیمہ بنت ابوزویب سعدیہ نے آپ کو بھئی دودھ پلایا زمانہ کفر میں حضور انور کے سخت خلاف تھے حضور کے خلاف تصیدے لکھا کرتے تھے، فتح مکہ کے دن ایمان لائے اور زندگی بھر حضور انور کے سامنے کبھی سر نہ اٹھایا شرم و حیا کی وجہ سے ۲۰ بیس ہجری میں وفات پائی، حضرت عمر نے جنازہ پڑھایا دار عقیل میں دفن ہوئے۔ (اکمال)

اس وقت حضور انور کے ساتھ صرف یہ دو حضرات ہی تھے باقی صحابہ کرام جن کے قدم نہ اکھڑے تھے۔ وہ اپنے اپنے

مقام معین پر کھڑے تھے۔

سمرہ والے وہ حضرات ہیں جنہوں نے بیعتہ الرضوان میں شرکت کی تھی یعنی بیستیس رضوان والے صحابہ چونکہ یہ بیعت ایک خاردار درخت کے نیچے ہوئی تھی اس لیے انہیں اصحاب سمرہ کہا جاتا ہے انہیں پکارنا مدد کے لیے تھا اور یہ بتانے کے لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہاں ہیں ادھر آؤ۔

بعض روایات میں ہے کہ حضرت عباس کی آواز چند میل تک پہنچتی تھی۔ صیئا مبالغہ صامت کا صامت بمعنی آواز والا صیئا بہت بڑی آواز والا۔

یعنی جیسے گائے کے بچھڑے ہوئے بچے اپنی ماں کی آواز سن کر شوق و محبت میں دوڑے آتے ہیں ایسے ہی وہ حضرات میری آواز سن کر حضور انور کی طرف بڑے شوق سے آئے اور دوڑے ہوئے آئے۔

یعنی ان تمام گروہوں کو علیحدہ علیحدہ آوازیں دی گئیں اور وہ سب حضرات آتے گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد جمع ہوتے گئے۔

معلوم ہوا کہ بندوں سے مدد لینا انہیں مدد کے لیے بلانا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے بلکہ سنت انبیاء کرام ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مدد کے لیے لوگوں کو پکارا مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللَّهِ۔ تطاول کے معنی ہیں انتظار میں کسی کو گردن اٹھا کر دیکھنا کہ وہ ہماری مدد کرے۔

حسی کے معنی ہیں گرم ہونا۔ وطیس بمعنی تنور اس سے مراد جنگ و جہاد ہے (اشع) یعنی اب دیر نہ کرو جلد جہاد کرو یہ وقت رحمت الہی کے نزول کا ہے۔

اس فرمان عالی میں غیبی خبر ہے چونکہ اس خبر کا وقوع یقینی تھا اس لیے مستقبل کو ماضی سے تعبیر فرمایا یعنی یقین کر لو کہ وہ بھاگ ہی گئے۔

دھار کند ہونے سے مراد ہے ان کی تیزی ختم ہو جانا جوش ٹھنڈا پڑ جانا اور معاملہ ذلیل ہونے سے مراد ہے ان کفار کا ذلیل و خوار ہو جانا شکست کھا جانا۔ اس واقعہ میں حضور انور کے دو معجزے ظاہر ہوئے: ایک فعلی دوسرا قولی۔ فعلی معجزہ تو ایک مٹھی کنکروں کا تقسیم ہو کر سب کی آنکھوں میں پڑ جانا ہے اور قولی معجزہ ہے کہ یہ شکست کھا گئے پھر فوراً ہوا بھی ایسا ہی۔

(بزاۃ السناجیح، ج ۸ ص ۱۴۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! اللہ تعالیٰ پاک ہے اور پاکیزہ چیزیں ہی قبول فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو اسی چیز کا حکم دیا ہے جس کا حکم اس نے اپنے پیغمبروں کو

(1857) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّ اللَّهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ إِلَّا طَيِّبًا، وَإِنَّ اللَّهَ أَمَرَ الْمُؤْمِنِينَ بِمَا أَمَرَ بِهِ الْمُرْسَلِينَ. فَقَالَ

تَعَالَى: (يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُّوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا) (المؤمنون: 51)، وَقَالَ تَعَالَى: (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ) (البقرة: 172). ثُمَّ ذَكَرَ الرَّجُلُ يُطِيلُ الشَّفَرَ أَشْعَفَ آظَرَ يَمُدُّ يَدَيْهِ إِلَى السَّمَاءِ: يَا رَبِّ يَا رَبِّ، وَمَطْعَنَهُ حَرَامًا، وَمَشْرَبُهُ حَرَامًا، وَمَلْبَسُهُ حَرَامًا، وَغُذْيَ بِالْحَرَامِ، فَأَلَى يُسْتَجَابُ لِدَلِكِ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

دیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُّوا مِن الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا (المؤمنون: 51) اے رسولوں کی جماعت تم پاک چیزوں سے کھاؤ اور نیک عمل کرو۔ ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ اے ایمان والو! وہ پاکیزہ چیزیں کھاؤ جو ہم نے تم کو دی ہیں۔ پھر آپ نے اس آدمی کا ذکر فرمایا جو لہجہ کرتا ہے اس کے بال بکھرے ہوئے ہیں اور چہرے پر گرد و غبار ہے اور وہ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہتا ہے: اے میرے پروردگار! اے میرے پروردگار! حالانکہ اس کا کھانا حرام ہے اس کا پینا حرام ہے اس کا لباس حرام ہے اور وہ حرام غذا کھاتا ہے تو اس کی دعا کیسے قبول ہوگی؟ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب قبول الصدقة من الكسب الطيب و تربيتها، جلد 3، صفحہ 85، رقم 2393: الاداب للبطلي، باب في تطيب المطعم و اللبس و اجتناب المحرام و اتقاء الشهوات، جلد 1، ص 237، رقم 390: سنن ترمذی، تفسیر سورة البقرة جلد 5، صفحہ 220، رقم الحدیث 2989: سنن الدارمی، باب في اكل الطيب، جلد 2، صفحہ 389، رقم 2717: مسند امام احمد، مسند أبي هريرة رضي الله عنه، جلد 2، صفحہ 328، رقم 8330

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ نے اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی رب تعالیٰ بے عیب ہے اور بے عیب صدقات اور نقصانات سے خالی عبادات کو قبول فرماتا ہے۔

یعنی کسب حلال و طلب معاش ایسا مبارک مشغلہ ہے جس میں رب تعالیٰ نے انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور عوام کو جمع فرمادیا ہے لہذا یہ حکم خداوندی بھی ہے سنت مصطفوی بھی اور سنت انبیاء بھی اس لیے کسب حلال سنت سمجھ کر کرنا چاہیے، اس میں دنیا کی عزت بھی ہے آخرت کی سرخروئی بھی۔

یا تو میثاق کے دن رب تعالیٰ نے نبیوں سے یہ خطاب بیک وقت فرمایا تھا یا ہر نبی سے ان کے زمانہ میں یہ خطاب ہوا جو قرآن کریم میں نقل فرمایا گیا اور حضور انور کو سنایا گیا تاکہ معلوم ہو کہ رہبانیت اور ترک دنیا نہ اسلام میں ہے نہ پہلے کسی نبی کے دین میں تھی۔ چنانچہ انبیائے کرام نے مختلف پیشے اختیار کئے کسی نے چندوں یا سوال پر زندگی نہ گزاری سوائے مرزا قادیانی کے۔ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام اولاً کپڑا سازی پھر کھیتی باڑی کرتے تھے، نوح علیہ السلام لکڑی کا پیشہ، ادریس علیہ السلام درزی گری، ہود و صالح علیہما السلام تجارت، ابراہیم علیہ السلام کھیتی باڑی کرتے تھے، شعیب علیہ السلام جانور پالتے

تھے، لوط علیہ السلام کھیتی باڑی، موسیٰ علیہ السلام نے بھریاں چرانا، داؤد علیہ السلام زرہ بناتے، سلمان علیہ السلام اتنے بڑے ملک کے مالک ہو کر چنگھے اور زنبیلیں بنا کر گزارہ کرتے تھے، عیسیٰ علیہ السلام ہمیشہ سیاحی کرتے تھے، ہمارے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اولاً تجارت پھر جہاد کئے۔ (اسلامی زندگی)

طیب خبیث کی ضد ہے، حلال، پاک، تطیف، پسندیدہ، شرعی چیز طیب ہے، اللہ تعالیٰ طیب ہے کہ خبیث چیزیں ناپسند کرتا ہے تمام صفات غیر کمالیہ سے بری و پاک ہے، مسلمانوں کو حکم دیا کہ ظاہری و باطنی نجاست سے دور رہیں نیک اعمال کریں، چیزیں انسان کے لیے ہیں اور انسان رحمان کے لیے۔

یعنی بچپن سے ہی حرام میں پلا اور جوان ہو کر حرام کمائی ہی کی جس سے غذا لباس حرام کارہا۔

یہاں روئے سخن یا حرام خور حاجی یا غازی کی طرف ہے یعنی حرام کمائی سے حج یا غزوہ کرنے گیا، پراگندہ حال پریشان حال رہا، کعبہ معظمہ یا میدان جہاد میں دعائیں مانگیں مگر قبول نہ ہوئیں کہ روزی حرام تھی جب ایسے حاجی و غازی کی دعا بھی قبول نہیں تو دوسروں کا کیا کہنا۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ دعاء کے دو بازو یعنی پر ہیں: اکل حلال، صدق مقال اگر ان سے دعا خالی ہو تو قبول نہیں ہوتی۔ تقویٰ کی پہلی سیڑھی حلال روزی ہے، حرام سے بچنا عوام کا تقویٰ ہے، شبہات سے بچنا خواص کا تقویٰ، ذریعہ معصیت سے بچنا صدیقین کا تقویٰ اللہ نصیب کرے۔ جو محرّمات میں پھنس جائے اور لاچار ہو جائے تو اہوں پر کفایت کرنے۔ چنانچہ بحالت اضطرار اگر مردار بکری بھی ہو گدھا بھی تو بکری کھا کر جان بچائے اور اگر کتا و سور ہی میسر ہو اور بھوک سے جان نکل رہی ہو تو کتے سے جان بچالے اور سور کو ہاتھ نہ لگائے۔ (مرقات) (برزاة المناجیح، ج ۳ ص ۳۶۹)

(1858) وَعَنْهُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ. قَالَ: قَالَ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَلَا يُزَكِّيهِمْ، وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ، وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ: شَيْخُ زَانٍ، وَمَلِكٌ كَذَّابٌ، وَعَائِلٌ مُسْتَكْبِرٌ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ. "العَائِلُ": الْفَقِيرُ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین قسم کے آدمیوں سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بات نہیں کرے گا نہ انہیں (گناہوں سے) پاک کرے گا اور نہ ان کی طرف رحمت کی نظر سے دیکھے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ وہ تین آدمی یہ ہیں (۱) بوڑھا زانی (۲) جھوٹا بادشاہ (۳) مغرور فقیر۔ (مسلم) العائِلُ: فقیر کو کہتے ہیں۔

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی ان تین قسم کے لوگوں سے کرم و محبت کا کلام نہ کرے گا غضب و قہر کا کلام کرے گا لہذا حدیث واضح ہے یا یہ مطلب ہے کہ قیامت کے اول وقت جب عدل الہی کا ظہور ہوگا تب ان سے کلام نہ کرے گا یا مطلقاً بلا واسطہ کلام نہ کرے گا۔

کا بواسطہ فرشتوں کے کرے گا۔ (مرقات)

یعنی ان کے گناہ معاف نہ کرے گا یا ان کی صفائی لوگوں پر ظاہر نہ کرے گا، تزکیہ تک یہ دونوں معنی ہی آتے ہیں۔

یعنی نظر رحمت نہ کرے گا نظر تہر کرے گا۔

اس لیے کہ زنا اگرچہ بہر حال برا ہے سخت گناہ ہے مگر بڑھا آدمی کرے تو بدترین گناہ ہے کہ اس کی شہوت قریباً ختم ہو چکی ہے وہ مغلوب و مجبور نہیں جو ان آدمی کو یا معذور ہے۔ (مرقات)

کیونکہ بعض لوگ مجبوزا جھوٹ بولتے ہیں، بعض لوگ حاکم کے ڈر یا بادشاہ کے خوف سے جھوٹ بول دیتے ہیں، بعض لوگ تنگدستی سے تنگ آکر جھوٹ کے ذریعے روزی کماتے ہیں بادشاہ کو ان میں سے کوئی مجبوری نہیں وہ جھوٹ بولتا ہے تو بلا وجہ ہی بولتا ہے۔

حکومت والوں مال والوں کے پاس غرور تکبر کے اسباب موجود ہیں۔ اگر فقیر غرور کرے تو محض دلی خباثت کی وجہ سے ہی کرے گا اس لیے اس کا تکبر بدترین جرم ہے، بعض لوگ غریب ہوتے ہوئے معمولی نوکری معمولی کام نہیں کرتے زکوٰۃ و خیرات قبول نہیں کرتے، خود بھی بھوکے رہتے ہیں اور اپنے بال بچوں کو بھی بھوکا مارتے ہیں وہ بھی اس وعید میں داخل ہیں، بعض لوگ بہت غریب ہوتے ہیں مگر اپنی لڑکیوں لڑکوں کے لیے بڑے مالدار رشتے تلاش کرتے ہیں اس تلاش میں اولاد بوڑھی ہو جاتی ہے مگر شادی نہیں کرتے جس کے نتیجے بہت برے ظاہر ہوتے ہیں یہ سب اس فرمان عالی میں داخل ہیں۔ درود ہو اس حکیم مطلق محبوب کبریٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو ہم پر ہمارے ماں باپ بلکہ خود ہم سے زیادہ مہربان ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی تعلیم پر عمل کرنے کی توفیق عنایت فرمائے، اس ایک کلمہ میں کیسی ہدایتیں ہیں۔ (بزاة الناجح، ج ۶ ص ۹۳۰)

(1859) وَعَنْهُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "سَيِّحَانُ وَجَيْحَانُ وَالْفَرَاتُ وَالنَّيْلُ كُلُّهُنَّ مِنَ النَّهَارِ الْجَنَّةِ".
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سبحان، جیحان، فرات اور نیل چاروں جنت کی نہروں میں سے ہیں۔
رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب ما فی الدنیا من انہار الجنة، جلد 8، صفحہ 149، رقم 7340 اتحاد الخیرۃ المہرۃ کتاب الفتن، جلد 8، صفحہ 234، رقم الحدیث 7858 مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، جلد 2، صفحہ 289، رقم 7873 مسند البزار، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، جلد 2، صفحہ 398، رقم 7956 مشکوٰۃ الصابیح، باب صفة الجنة واهلها، الفصل الاول، جلد 3، ص 222، رقم 5628

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الرحمن اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

خیال رہے کہ سبحان اور جیحون ملک ارمن میں دونہریں ہیں یعنی ترکستان اور خراسان میں اور فرات و نیل ملک شام کی

دونہریں ہیں۔ (اشعد)

فرات کوفہ میں ہے نیل مصر میں، ان چاروں نہروں کا جنت سے ہونا۔ اس کی بہت تو جہیں ق کی گئیں ہیں مگر قوی یہ ہے کہ کوئی تاویل نہ کی جاوے اسے اپنے ظاہر پر رکھا جاوے کہ جنت سے ان کا پانی پہاڑوں میں بھیجا گیا اور پہاڑوں سے ان میدانوں میں جاری کیا گیا۔ چنانچہ یہ پانی بہت شیریں ہیں ہاضم ہیں، ان نہروں پر حضرات انبیاء کرام بزرگان دین بہت ہی کثرت سے تشریف فرمائے ہوئے ہیں، قریب قیامت جب قوم یا جوج و ماجوج کا خروج ہوگا تو قرآن مجید، علم دین، حجر اسود، مقام ابراہیم اور یہ چاروں نہریں دنیا سے غائب کر دی جائیں گی، رب فرماتا ہے: **وَإِنَّا عَلَىٰ ذَهَابٍ بِهَا لَقَدِيرُونَ**۔ (مرقات) (مراۃ المناجیح، ج ۷ ص ۳۶۲)

اور انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ کر ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمین کو ہفتے کے دن پیدا فرمایا اور اس پر پہاڑ اتوار کے دن پیدا فرمائے اور درخت پیر کے دن پیدا فرمائے اور ناپسندیدہ چیز کو منگل کو اور روشنی بدھ کو پیدا فرمائی اور جانور جمعرات کے دن پیدا فرمائے اور حضرت آدم علیہ السلام کو جمعہ کے دن عصر کے بعد سب مخلوقات کے بعد دن کی آخری گھڑی میں عصر اور رات کے درمیان پیدا فرمایا۔ (مسلم)

(1860) **وَعَنْهُ قَالَ: أَخَذَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِي فَقَالَ: "خَلَقَ اللَّهُ التُّرْبَةَ يَوْمَ السَّبْتِ، وَخَلَقَ فِيهَا الْجِبَالَ يَوْمَ الْأَحَدِ، وَخَلَقَ الشَّجَرَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ، وَخَلَقَ الْبَكْرَةَ يَوْمَ الثَّلَاثَاءِ، وَخَلَقَ النَّوْرَ يَوْمَ الْأَرْبَعَاءِ، وَبَتَّ فِيهَا الدَّوَابَّ يَوْمَ الْخَمِيْسِ، وَخَلَقَ آدَمَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بَعْدَ الْعَصْرِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فِي آخِرِ الْخَلْقِ فِي آخِرِ سَاعَةٍ مِنَ النَّهَارِ قِيَمًا بَيْنَ الْعَصْرِ إِلَى اللَّيْلِ"**۔
رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب ابتداء الخلق و خلق آدم علیہ السلام، جلد 8، ص 127، رقم 7231 السنن الکبریٰ للبیہقی، باب مبتداء الخلق، جلد 9، صفحہ 3، رقم 18159 سنن نسائی، تفسیر سورۃ البقرۃ، جلد 6، صفحہ 293، رقم الحدیث 11010 مسند ابی یعلیٰ، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، جلد 10، صفحہ 513، رقم 6132 مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، جلد 2، صفحہ 327، رقم 8323۔

شرح حدیث: علم و حکمت کے دلائل

اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کے کمال قدرت و علم و حکمت کے دلائل ذکر فرمایا گیا ہے کیونکہ مقصود اعظم اللہ سبحانہ اور اس کے تمام صفات و افعال کی معرفت ہے اور یہ جاننا کہ وہی تمام چیزوں کا پیدا کرنے والا ہے اور جو ایسا ہو وہی مستحق عبادت ہو سکتا ہے، نہ کہ وہ بت جنہیں مشرکین پوجتے ہیں۔ خشک دانہ اور گٹھلی کو چیر کر ان سے سبزہ اور درخت پیدا کرنا اور ایسی سنگلاخ زمینوں میں ان کے نرم ریشوں کو رواں کرنا جہاں آہنی میخ بھی کام نہ کر سکے اس کی قدرت کے کیسے عجائبات ہیں۔ اور انسان کی خلقت و ایجاد اللہ تعالیٰ کے عالم جمیع اشیاء ہونے کی دلیل ہے کیونکہ ایسی پر حکمت مخلوق کا پیدا کرنا بغیر علم محیط کے ممکن و متصور نہیں مرنے کے بعد زندہ ہونا کا فرحال جانتے تھے کہ جب اللہ تعالیٰ قادر ہے علیم ہے اور ابدان کے

مادے جمع و حیات کی صلاحیت بھی رکھتے ہیں تو موت کے بعد حیات کیسے محال ہو سکتی ہے پیدائش آسمان و زمین کے بعد اللہ تعالیٰ نے آسمان میں فرشتوں کو اور زمین میں جنات کو سکونت دی جنات نے فساد انگیزی کی تو ملائکہ کی ایک جماعت بھیجی جس نے انہیں پہاڑوں اور جزیروں میں نکال بھگایا۔

(1861) وَعَنْ أَبِي سُلَيْمَانَ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: لَقَدْ انْقَطَعَتْ فِي يَدَيْ يَوْمِ
مُوتِهِ تِسْعَةُ أَسْيَافٍ، فَمَا بَقِيَ فِي يَدَيْهِ إِلَّا صَفِيحَةٌ
بِمَائِيَّةٍ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.
حضرت ابو سلیمان خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنگ موتہ والے دن میرے ہاتھ سے نو تلواریں ٹوٹیں۔ صرف ایک چھوٹی یعنی تلوار میرے ہاتھ میں باقی رہی۔ (بخاری)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب غزوة مؤتة من ارض الشام، جلد 5، صفحہ 114، رقم 4265 المستدرک للحاکم، کتاب المغازی والسرائیا، جلد 3، صفحہ 44، رقم 4354 جامع الاصول لابن اثیر، باب غزوة مؤتة من ارض الشام، جلد 8، ص 351، رقم 6137 مصنف ابن ابی شیبہ، ذکر ما فضل الجهاد والمحکم علیہا، جلد 5، صفحہ 323، رقم 19789، کتاب الجهاد لعبد اللہ المبارک، صفحہ 176، رقم الحدیث 218

شرح حدیث: حضرت خالد بن الولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ خاندان قریش کے بہت ہی نامور اشراف میں سے ہیں۔ ان کی والدہ حضرت بی بی لبابہ صغری رضی اللہ تعالیٰ عنہا ام المؤمنین حضرت بی بی میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بہن تھیں۔ یہ بہادری اور فن سپہ گری و تدابیر جنگ کے اعتبار سے تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں ایک خصوصی امتیاز رکھتے ہیں۔ اسلام قبول کرنے سے پہلے انکی اور ان کے باپ ولید کی اسلام دشمنی مشہور تھی۔ جنگ بدر اور جنگ احد کی لڑائیوں میں یہ کفار کے ساتھ رہے اور ان سے مسلمانوں کو بہت زیادہ جانی نقصان پہنچا مگر ناگہاں ان کے دل میں اسلام کی صداقت کا ایسا آفتاب طلوع ہو گیا کہ سے میں یہ خود بخود مکہ سے مدینہ جا کر دربار رسالت میں حاضر ہو گئے اور دامن اسلام میں آ گئے اور یہ عہد کر لیا کہ اب زندگی بھر میری تلوار کفار سے لڑنے کے لئے بے نیام رہے گی چنانچہ اس کے بعد ہر جنگ میں انتہائی مجاہدانہ جاہ و جلال کے ساتھ کفار کے مقابلہ میں شمشیر بکف رہے یہاں تک کہ ۸ھ میں جنگ موتہ میں جب حضرت زید بن حارثہ و حضرت جعفر بن ابی طالب و حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم تینوں سپہ سالاروں نے یکے بعد دیگرے جام شہادت نوش کر لیا تو اسلامی فوج نے ان کو اپنا سپہ سالار منتخب کیا اور انہوں نے ایسی جاں بازی کے ساتھ جنگ کی کہ مسلمانوں کی فتح مبین ہو گئی۔ اور اسی موقع پر جب کہ یہ جنگ میں مصروف تھے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے مدینہ منورہ میں صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ایک جماعت کے سامنے ان کو سیف اللہ (اللہ کی تلوار) کے خطاب سے سرفراز فرمایا۔ امیر المؤمنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں جب فتنہ ارتداد نے سر اٹھایا تو انہوں نے ان معرکوں میں بھی خصوصاً جنگ یمامہ میں مسلمان فوجوں کی سپہ سالاری کی ذمہ داری قبول کی اور ہر محاذ پر فتح مبین حاصل کی۔ پھر امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے

دوران رومیوں کی جنگوں میں بھی انہوں نے اسلامی فوجوں کی کمان سنبھالی اور بہت زیادہ فتوحات حاصل ہوئیں، ۲۱ھ میں چند دن بیمار رہ کر وفات پائی۔ (الاکمال فی اسماء الرجال، حرف الخاء، فصل فی الصحابۃ، ص ۵۹۲ مختصراً) (وکنز العمال، کتاب الفضائل، فضائل الصحابۃ خالد بن الولید، الحدیث: ۳۷۰۲، ج ۷، الجزء ۱۳، ص ۱۶۱) (وتاریخ الخلفاء، الخلفاء الراشدون، ابو بکر الصدیق، فصل فیما وقع فی خلافتہ، ص ۵۸) (واسد الغابۃ، خالد بن الولید بن المغیر، ج ۲، ص ۱۳۵-۱۳۸ ملحقاً)

(1862) وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: "إِذَا حَكَمَ الْحَاكِمُ فَاجْتَهَدَ، ثُمَّ أَصَابَ، فَلَهُ أَجْرَانِ، وَإِذَا حَكَمَ وَاجْتَهَدَ، فَأَخْطَأَ، فَلَهُ أَجْرٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ."

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جب حاکم فیصلہ کرے اور اجتہاد سے کام لے اور اس کا اجتہاد صحیح ہو تو اس کے لیے دو گنا ثواب ہے اور جب وہ فیصلہ کرے اور اجتہاد کرتے ہوئے اس سے غلطی ہو جائے تو

اسے ایک اجر ملے گا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب اجر الحاکم اذا اجتهد فاصاب او اخطا، جلد 9، صفحہ 108، رقم 7352 صحیح مسلم، باب بیان اجر للحاکم اذا اجتهد فاصاب او اخطا، جلد 5، صفحہ 131، رقم 4584 سنن ترمذی، باب ماجاء فی القاضی، یصیب ویخطئ، جلد 2، صفحہ 255، رقم 1326 السنن الصغری، باب ما یحکم بہ الحاکم، جلد 3، صفحہ 258، رقم 4507 سنن ابوداؤد، باب فی القاضی یخطئ، جلد 3، ص 324، رقم 3576

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ لکھتے ہیں:

کہ اس کا فیصلہ اللہ رسول کے فرمان عالی کے مطابق ہو جائے، یہ بھی رب تعالیٰ کا کرم ہی ہے کہ انسان کا فیصلہ اس کے منشاء کے مطابق ہو جائے۔

ایک ثواب تو اجتہاد و کوشش کرنے کا اور دوسرا ثواب درست فیصلہ کرنے کا کہ درست بھی بڑا عمل ہے، قاضی عالم بلکہ درجہ اجتہاد والا چاہیے، اگر خود عالم و فقیہ نہ ہو تو فقہاء کے علم سے فائدہ اٹھائے ان کا مقلد اور تبع ہو۔

یہ حدیث تمام مجتہدین کو شامل ہے کہ مجتہد سے اگر غلطی بھی ہو جائے تب بھی اجتہاد کی محنت کا ثواب ہے لہذا چاروں مذہب یعنی حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی برحق ہیں کہ اگرچہ ان میں سے درست و صحیح تو ایک ہی ہے مگر گناہ کسی میں نہیں بلکہ جن آئمہ مجتہدین سے خطا ہوئی ایک ثواب نہیں بھی ہے، نیز حضرت علی و معاویہ میں گنہگار کوئی نہیں، حق پر حضرت علی ہیں اور جناب معاویہ سے غلطی ہوئی گنہگار وہ بھی نہیں۔ ایک موقع پر حضرت داؤد علیہ السلام سے خطا ہو گئی اور جناب سلیمان علیہ السلام نے درست فیصلہ فرمایا تو ان دونوں بزرگوں میں گنہگار کوئی نہیں ہوا۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے: فَفَهَّمْنَاهَا سُلَيْمَانَ۔ وہ حدیث کریمہ اس آیت کی تائید کرتی ہے مگر یہ حکم مجتہد عالم کے لیے ہے غیر مجتہد یا غیر عالم اگر غلط مسئلہ بتائے گا تو گنہگار ہوگا بلکہ غیر عالم کو فتویٰ دینا ہی جائز نہیں اور مسئلہ بھی فروعی اجتہادی ہو اصول شریعت میں غلطی معاف نہیں ہوتی۔ اس کی تحقیق

کتب اصول اور مرقات میں ملاحظہ کیجئے۔ اجتہادی خطا کی مثال یوں سمجھئے کہ مسافر جنگل میں نماز پڑھے اسے سمت قبلہ کا پتہ نہ چلے تو اپنی رائے سے کام لے، اگر چار رکعت میں چار طرف اس کی رائے ہوئی اور اس نے ہر رکعت ایک طرف پڑھی تو اگرچہ قبلہ ایک ہی طرف تھا مگر چاروں رکعتیں درست ہو گئیں اور اس کو نماز کا ثواب یقیناً مل گیا۔ اس کی نفیس بحث ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول میں دیکھئے۔

یہ حدیث احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ اور نسائی نے بروایت حضرت عمرو ابن عاص نقل فرمائی، احمد نے حضرت ابو ہریرہ سے بھی نقل کی۔ (بڑا النایح، ج ۷ ص ۳۶۲)

(1863) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "الْحُمَّى مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ فَأَبْرِئُوهَا بِالْمَاءِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ." حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بخار جہنم کی شدید حرارت سے ہے۔ پس تم اسے پانی سے ٹھنڈا کرو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب صفة ابواب الجنة، جلد 4، صفحہ 121، رقم 3264 صحیح مسلم، باب لكل داء دواء واستحباب التداوی، جلد 7، صفحہ 23، رقم 5881 تحف الخیر المہرۃ، باب ماجاء فی الحمی وصب الماء البارد علی المحموم، جلد 4، ص 415، رقم 3855 المستدرک للحاکم، کتاب الطبہ جلد 6، صفحہ 193، رقم الحدیث 7439 سنن ابن ماجہ، باب الحمی من فیح جہنم فأبرئوها بالماء، جلد 2، صفحہ 1149، رقم 3471

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کہ جیسے دوزخ کی آگ نقطہ ظاہری جسم پر ہی نہ ہوگی بلکہ اندرون بدن میں بھی تظلم علی الأفیڈۃ۔ یوں ہی بخار کی تپش دل و جگر پر بھی ہوتی ہے لہذا اس آگ کے مشابہ ہے۔

یعنی صفراوی بخار والے کو ٹھنڈا پانی پلاؤ، اس سے غسل دیا کیڑا تر کر کے سر اور بعض اعضاء پر رکھو یہ علاج ہر بخار کے لیے نہیں بلکہ خاص بخاروں کے لیے ہے جو عموماً اہل عرب کو ہوتا ہے، ہمارے ہاں بھی بعض بخاروں میں اطباء مریض کے سر پر تو کیڑا بلکہ برف رکھواتے ہیں لہذا یہ عمل طبیب کے مشورہ سے کیا جاوے، ہمارے ہاں کے اکثر بخاروں میں پانی مضر ہوتا ہے۔ احادیث پاک میں بخار والے کو سات مشکیزوں سے نہلانے کا مشورہ بھی دیا گیا ہے مگر وہ ہی بخار گرمی والے۔ حدیث شریف میں ہے کہ مؤمن کا ایک شب کا بخار ایک سال کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔

(بڑا النایح، ج ۷ ص ۳۶۲)

(1864) وَعَنْهَا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صَوْمٌ، صَامَ عَنْهُ وَلِيَّتُهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَالْمُخْتَارُ جَوَّازُ الصَّوْمِ عَمَّنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صَوْمٌ لِهَذَا" حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص وفات پا جائے اور اس کے ذمے روزے ہوں تو اس کا ولی اس کی طرف سے روزے رکھے۔ (متفق علیہ) اس حدیث مبارکہ کی رو سے

الْحَدِيثِ، وَالْمُرَادُ بِالْوَلِيِّ: الْقَرِيبُ وَإِنْ كَانَ أَوْ غَيْرَ
وَارِثٍ.

مختار بات یہ ہے کہ جو شخص فوت ہو جائے اور اس کے
ذمے روزے ہوں تو اس کی طرف سے روزے رکھنا
جائز ہے اور ولی سے مراد قریبی رشتے دار ہے چاہے وہ
وارث ہو یا نہ ہو۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب من مات وعلیه صوم، جلد 2، صفحہ 690، رقم 1851 صحیح مسلم، باب قضاء الصیام
عن البیت، جلد 3، صفحہ 155، رقم 2748 السنن الصغری للبیہقی، باب قضاء صوم رمضان، جلد 1، صفحہ 420، رقم 1407 المنتقی
لابن الجارود، باب ما جاء فی الذنور، جلد 1، صفحہ 237، رقم 943 سنن ابو داؤد، باب فیمن مات وعلیه صیام، جلد 2، صفحہ 289، رقم
2402

شرح حدیث: اس حدیث مبارکہ کی رو سے مختار بات یہ ہے کہ جو شخص فوت ہو جائے اور اس کے ذمے روزے
ہوں تو اس کی طرف سے روزے رکھنا جائز ہے اور ولی سے مراد قریبی رشتے دار ہے چاہے وہ وارث ہو یا نہ ہو۔
علیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی جس شخص پر رمضان یا نذر کاروزہ قضا ہو گیا پھر اسے قضا کرنے کا موقع ملا مگر قضا نہ کیا کہ مر گیا تو اس کا ولی وارث
اس کی طرف سے روزہ ادا کر دے۔ امام احمد کے ہاں اس طرح کہ روزے رکھ دے اور باقی تمام اماموں کے ہاں اس
طرح کہ روزوں کا فدیہ دے دے چند وجہوں سے: ایک یہ کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَكَ فِدْيَةٌ طَعَامِ
مِسْكِينٍ جو روزہ کی طاقت نہ رکھیں ان پر فدیہ ہے اور میت بھی طاقت نہیں رکھتا۔ دوسرے یہ کہ خود حدیث شریف میں
صراحتاً وارد ہوا کہ الا لا یصومن احدًا عن احد ولا یصلین احد عن احد کوئی کسی کی طرف سے نہ روزہ رکھے نہ نماز
پڑھے جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔ تیسرے یہ کہ خود صحابہ کرام کا فتوے یہ رہا کہ میت کی طرف سے روزوں کا فدیہ دیا جاوے
روزہ رکھنا نہ جائے، دیکھو مرقات۔ چوتھے یہ کہ قیاس شرعی بھی یہی چاہتا ہے کیونکہ نماز بمقابلہ روزہ زیادہ اہم اور ضروری
ہے مگر میت کی طرف سے کوئی نماز نہیں پڑھتا تو روزے کیسے رکھ سکتا ہے محض بدنی عبادت خود ہی کرنی پڑتی ہے
دوسرے سے نہیں کرائی جاتی۔ (مراۃ المناجیح، ج ۳ ص ۲۶۱)

حضرت عوف بن مالک بن طفیل سے روایت ہے
کہ حضرت عائشہ ؓ کے سامنے بیان کیا گیا کہ حضرت
عبداللہ بن زبیر ؓ نے کسی سودے یا عطیے کے بارے
میں جو حضرت عائشہ ؓ دیتی تھیں کہا کہ حضرت عائشہ
ؓ اس سے رک جائیں ورنہ میں ان پر پابندی عائد کر
دوں گا۔ حضرت عائشہ ؓ نے یہ سن کر فرمایا: کیا اس نے

(1865) وَعَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكِ بْنِ الطَّفَيْلِ:
أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، حَدَّثَتْ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ
الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَ فِي بَيْعٍ أَوْ عَطَاءٍ أَعْطَتْهُ
عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا: وَاللَّهِ لَتَنْتَهِيَنَّ
عَائِشَةُ أَوْ لَا تَجُرَّنَ عَلَيْهَا، قَالَتْ: أَهْوُ قَالَ هَذَا!
قَالُوا: نَعَمْ. قَالَتْ: هُوَ لِلَّهِ عَلَيَّ نَذْرٌ أَنْ لَا أَكَلِمَةً

ابن الزُبَيْرِ أَبَدًا، فَاسْتَشْفَعَ ابْنُ الزُّبَيْرِ إِلَيْهَا حِينَ طَالَتِ الْهَجْرَةَ. فَقَالَتْ: لَا، وَاللَّهِ لَا أَشْفَعُ فِيهِ أَبَدًا، وَلَا أَتَحَنَّنُ إِلَّا نَذِرِي. فَلَمَّا طَالَ ذَلِكَ عَلَى ابْنِ الزُّبَيْرِ كَلَّمَ الْبِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ، وَعَبْدَ الرَّحْمَنِ ابْنَ الْأَسْوَدِ بْنِ عَبْدِ يَغُوثَ وَقَالَ لَهَا: أَنْشُدْ كَمَا اللَّهُ لَنَا أَدْخَلْتَنِي عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، فَإِنَّمَا لَا يَجِلُّ لَهَا أَنْ تَنْدِرَ قَطِيعَتِي، فَأَقْبَلَ بِهِ الْبِسْوَرُ، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ حَتَّى اسْتَأْذَنَّا عَلَى عَائِشَةَ فَقَالَا: السَّلَامُ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ، أَنْدَخُلُ؟ قَالَتْ عَائِشَةُ: ادْخُلُوا. قَالُوا: كُلُّنَا؛ قَالَتْ: نَعَمْ، ادْخُلُوا كُلُّكُمْ، وَلَا تَعْلَمُ أَنَّ مَعَهُمَا ابْنَ الزُّبَيْرِ، فَلَمَّا دَخَلُوا دَخَلَ ابْنُ الزُّبَيْرِ الْمِحَابَ فَأَعْتَنَقَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، وَطَفِقَ يُنَاشِدُهَا وَيَبْكِي، وَطَفِقَ الْبِسْوَرُ، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ يُنَاشِدَانِهَا إِلَّا كَلِمَتَهُ وَقِيلَتْ مِنْهُ، وَيَقُولَانِ: إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَمَّا قَدْ عَلِمْتَ مِنَ الْهَجْرَةِ؛ وَلَا يَجِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ، فَلَمَّا أَكْثَرُوا عَلَى عَائِشَةَ مِنَ التَّذْكِيرِ وَالتَّحْرِيجِ طَفِقَتْ تُذَكِّرُهُمَا وَتَبْكِي، وَتَقُولُ: إِنِّي نَذَرْتُ وَالتَّذْذِيرُ شَدِيدٌ، فَلَمْ يَزَالَا بِهَا حَتَّى كَلِمَتِ ابْنِ الزُّبَيْرِ، وَأَعْتَنَقَتْ فِي نَذْرِهَا ذَلِكَ أَرْبَعِينَ رَقَبَةً، وَكَانَتْ تَذْكُرُ نَذْرَهَا بَعْدَ ذَلِكَ فَتَبْكِي حَتَّى تَبِلَّ دُمُوعُهَا خِمَارَهَا. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

واقعی ایسا کہا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا: ہاں۔ تو انہوں نے فرمایا: میں اللہ کے نام کی نذر مانتی ہوں کہ کبھی حضرت عبداللہ بن زبیر ؓ سے بات نہیں کروں گی۔ جب یہ قطع تعلقی لمبی ہوگئی تو حضرت عبداللہ بن زبیر ؓ نے حضرت عائشہ ؓ کی طرف سفارش کروائی تو انہوں نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں حضرت عبداللہ کے بارے میں کبھی سفارش نہیں مانوں گی اور نہ اپنی نذر توڑوں گی۔ پس جب یہ معاملہ لمبا ہو گیا تو حضرت عبداللہ نے حضرت مسور بن مخرمہ اور عبدالرحمن بن اسود بن عبد یغوث سے بات کی اور ان دونوں سے کہا کہ میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ تم مجھے (میری خالہ) حضرت عائشہ ؓ کے پاس لے چلو اس لیے کہ ان کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ میرے ساتھ قطع تعلقی کی نذر کو پورا کریں۔ پس حضرت مسور بن مخرمہ اور حضرت عبدالرحمن بن یغوث ؓ دونوں حضرت عبداللہ بن زبیر ؓ کو لے کر حضرت عائشہ ؓ کے گھر آئے اور حضرت عائشہ ؓ سے اندر آنے کی اجازت مانگی اور انہوں نے اس طرح کہا: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ کیا ہم اندر آ جائیں۔ حضرت عائشہ ؓ نے فرمایا: آ جاؤ۔ انہوں نے عرض کیا: کیا ہم سب لوگ آ جائیں تو حضرت عائشہ ؓ نے فرمایا: ہاں تم سب آ جاؤ اور آپ ؓ کو یہ معلوم نہ ہوا کہ ان کے ساتھ حضرت عبداللہ بن زبیر ؓ بھی ہیں۔ پس جب اندر گئے تو حضرت عبداللہ بن زبیر ؓ پر دے کے اندر چلے گئے اور حضرت عائشہ ؓ سے لپٹ کر انہیں قسمیں دینے لگے اور رونے لگے اور حضرت مسور

اور عبدالرحمن رضی اللہ عنہ بھی انہیں قسم دے کر کہنے لگے کہ وہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے بات شروع کر دیں اور ان کا عذر قبول فرمائیں۔ وہ کہنے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قطع تعلق سے منع فرمایا ہے جو آپ کے علم میں ہے اور کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ تین راتوں سے زیادہ اپنے مسلمان بھائی سے بول چال اور قطع تعلق رکھے۔ پس جب انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے وعظ اور نصیحت شروع کی تو وہ رونے لگیں اور فرمانے لگیں کہ میں نے نذر مانی اور نذر بہت سخت ہے اور دونوں حضرات برابر عرض کرتے رہے یہاں تک کہ حضرت ام المومنین نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے گفتگو فرمائی اور اپنی اس نذر میں چالیس غلام آزاد کئے لیکن بعد میں اپنی نذر کو یاد کرتی تھیں اور اتنی روتی تھیں کہ آپ کی اوڑھنی آپ کے آنسوؤں سے تر ہو جاتی تھی۔ (بخاری)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب الهجرة، جلد 5، صفحہ 225، رقم 5725 السنن الکبریٰ للبیہقی، باب الحجر علی البالغین، جلد 6، صفحہ 61، رقم 11671 صحیح ابن حبان، باب ما جاء فی التباعد والتحاسد جلد 12، صفحہ 478، رقم 5662، جامع الاصول لابن اثیر، الفصل الخامس عشر فی الهجرة، جلد 6، ص 649، رقم 4937

شرح حدیث: سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کنیت

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کنیت ام عبداللہ ہے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے کنیت مقرر کرنے کی درخواست کی چنانچہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنے بھانجے (یعنی عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے اپنی کنیت رکھ لو۔

ایک اور روایت میں آیا ہے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب اپنی بہن کے نوزائیدہ فرزند حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بارگاہ رسالت میں لے کر حاضر ہوئیں تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے منہ میں لعاب دہن ڈال کر فرمایا: یہ عبداللہ ہے اور تم ام عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

(مدارج النبوت، قسم پنجم، باب دوم در ذکر احوال مطہرات وی، ج ۲، ص ۳۶۸)

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں ایک لاکھ درہم بھیجے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اسی دن وہ سب درہم اتار بے فقرا میں تقسیم فرما دیئے۔ اس دن روزہ سے ہونے کے باوجود شام کے کھانے کے لئے کچھ نہ بچایا۔ باندی نے عرض کیا کہ اگر ایک درہم روٹی خریدنے کے لئے بچا لیتیں تو کیا ہوتا؟ فرمایا: یاد نہیں آیا اگر یاد آجاتا تو بچا لیتی۔ (مدارج النبوت، قسم پنجم، باب دوم، ذکر امہات المؤمنین، حضرت عائشہ، ج ۲، ص ۷۲)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احد کے شہداء کی طرف تشریف لے گئے اور ان کے لئے آٹھ سال بعد اس طرح دعا فرمائی جیسے زندوں اور مردوں کو رخصت کرنے والا دعا کرتا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف لائے اور ارشاد فرمایا کہ میں تم سے آگے جانے والا ہوں اور میں تم پر گواہ ہوں گا تمہارے ساتھ وعدے کی جگہ حوض ہے اور میں اس مقام پر سے اسے دیکھ رہا ہوں۔ خبردار! مجھے تم سے اندیشہ نہیں ہے کہ تم شرک کرو گے لیکن یہ اندیشہ ضرور ہے کہ تم دنیا میں رغبت کرنے لگو گے؟ حدیث کے راوی فرماتے ہیں میرے لیے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری زیارت تھی۔ (متفق علیہ) ایک اور روایت میں ہے کہ مجھے تمہارے بارے میں دنیا کا خطرہ ہے کہ تم اس میں رغبت کرنے لگو گے آپس میں اس کی وجہ سے لڑنے لگو گے اور اس طرح ہلاک ہو جاؤ گے جس طرح تم سے پہلے لوگ ہلاک ہوئے۔ راوی کہتے ہیں کہ یہ میرے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آخرت زیارت تھی۔ ایک روایت میں ہے۔ آپ نے فرمایا: میں تمہارے معاملات کا منتظم ہوں اور تمہارا گواہ ہوں اور اللہ کی قسم! میں اس وقت اپنے حوض کو دیکھ رہا ہوں اور مجھ کو زمین کے خزانوں کی کنجیاں دی گئی ہیں یا فرمایا کہ زمین کی کنجیاں

(1866) وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ إِلَى قَتْلِ أُحُدٍ، فَصَلَّى عَلَيْهِمْ بَعْدَ ثَمَانِ سِنِينَ كَالْمَوْدِعِ لِلأَحْيَاءِ وَالأَمْوَاتِ، ثُمَّ طَلَعَ إِلَى الْمِنْبَرِ، فَقَالَ: "إِنِّي بَلِّغُكُمْ فَرَطًا وَأَنَا شَهِيدٌ عَلَيْكُمْ وَإِنَّ مَوْعِدَكُمْ الْحَوْضُ، وَإِنِّي لَأَنْظُرُ إِلَيْهِ مِنْ مَقَامِي هَذَا، أَلَا وَإِنِّي لَسْتُ أَخْشَى عَلَيْكُمْ أَنْ تُشْرِكُوا، وَلَكِنْ أَخْشَى عَلَيْكُمْ الدُّنْيَا أَنْ تَنَافَسُوهَا قَال: فَكَانَتْ آخِرَ نَظَرٍ نَظَرْتُهَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِي رِوَايَةٍ: "وَلَكِنِّي أَخْشَى عَلَيْكُمْ الدُّنْيَا أَنْ تَنَافَسُوا فِيهَا، وَتَقْتَلُوا فَتَهْلِكُوا كَمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ". قَالَ عُقْبَةُ: فَكَانَ آخِرَ مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ. وَفِي رِوَايَةٍ قَالَ: "إِنِّي فَرَطٌ لَكُمْ وَأَنَا شَهِيدٌ عَلَيْكُمْ وَإِنِّي وَاللَّهِ لَأَنْظُرُ إِلَى حَوْضِي الآنَ، وَإِنِّي أُعْطِيكَ مَفَاتِيحَ خَزَائِنِ الأَرْضِ، أَوْ مَفَاتِيحِ الأَرْضِ، وَإِنِّي وَاللَّهِ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ تُشْرِكُوا بَعْدِي، وَلَكِنْ أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ تَنَافَسُوا فِيهَا. وَالْمُرَادُ بِالصَّلَاةِ عَلَى قَتْلِ أُحُدٍ: الدُّعَاءُ لَهُمْ، لَا الصَّلَاةَ الْمَعْرُوفَةَ.

دی گئی ہیں اور اللہ کی قسم! مجھ کو یہ خوف نہیں ہے کہ میرے بعد تم مشرک بن جاؤ گے بلکہ خوف اس بات کا ہے کہ تم دنیا کی رغبت کرنے لگو گے۔ امام نووی فرماتے ہیں کہ الصَّلَاةُ عَلَى قَتْلَى اُحُدٍ: شہداء احد پر نماز پڑھنے سے مراد ان کے لئے دعا کرنا ہے۔ معروف نماز جنازہ پڑھنا مراد نہیں۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب غزوة احد، جلد 4، صفحہ 148، رقم 3816 صحیح مسلم، باب اثبات حوض نبینا ﷺ و صفاتہ، جلد 7، صفحہ 67، رقم 6116 السنن الکبریٰ للبیہقی، باب ذکر روایة من روی انه صلی علیہم بعد ثمان سنین تو دبعالہم، جلد 4، ص 14، رقم 7058 المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمہ عقبہ بن عامر الجہنی، جلد 17، صفحہ 279، رقم 14456 صحیح ابن حبان، باب مرض النبی ﷺ، جلد 14، صفحہ 560، رقم 6595

شرح حدیث: حکیم الأمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

شواہد کہتے ہیں کہ یہاں صلوٰۃ سے مراد دعاء مغفرت ہے نہ کہ نماز جنازہ، ان کے ہاں شہید پر نماز جنازہ نہیں پڑھی جاتی مگر یہ بات قوی نہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال شہداء احد کی زیارت کرتے اور ان کے لیے دعاء مغفرت فرماتے تھے پھر اس دعا کا ذکر خصوصیت سے کیوں ہوا اللهم الا ان یقال کہ یہ دعاء خصوصی تھی۔ یعنی دعاء وداع جس میں وداعیہ کلمات تھے۔ ہمارا قوی جواب یہ ہے کہ حضور انور نے شہداء احد کی آج نماز جنازہ پڑھی آٹھ سال بعد نماز جنازہ پڑھنا حضور انور کی خصوصیت ہے، بعض روایت میں اس کی تصریح بھی ہے کہ یہ نماز جنازہ تھی لہذا یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے کہ شہید پر نماز جنازہ پڑھی جاوے گی اس کی مفصل بحث صلوٰۃ جنازہ میں گزر چکی۔

یعنی اس دعایا نماز جنازہ سے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ حضور انور زندہ اور مردہ مسلمانوں کو وداع فرما رہے ہیں، زندوں کو اس لیے کہ اب وفات کا وقت قریب ہے لوگ اب حضور کی زیارت نہ کر سکیں گے، مردوں کو اس لیے کہ اب مردوں کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں وغیرہ بند ہونے والی ہیں یہ واقعہ مرض وفات شروع ہونے سے پہلے ہوا۔

فرط بمعنی فارط ہے جیسے تبع بمعنی تابع۔ فرط وہ شخص ہے جو کسی جماعت سے آگے منزل پر پہنچ کر ان کے طعام قیام وغیرہ تمام ضروریات کا انتظام کرے جس سے وہ جماعت آ کر ہر طرح آرام پائے۔ مطلب یہ ہے کہ میں تم سے پہلے جا رہا ہوں تاکہ تمہاری شفاعت تمہاری نجات تمہاری ہر طرح کارسازی کروں، تم میں سے جو بھی ایمان پر فوت ہوگا وہ میرے پاس میری حفاظت میرے انتظام میں اس طرح آوے گا جیسے مسافر اپنے گھر آتا ہے بھرے گھر میں۔ (از اشعہ) مؤمن مرتے ہی حضور کی پاس پہنچتا ہے بلکہ بعض مؤمنوں کی جانکنی کے وقت حضور انور انہیں لینے تشریف لاتے ہیں جیسا کہ امام بخاری کا واقعہ ہوا اور بہت مرنے والوں سے سنا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آگئے۔ خیال رہے کہ چھوٹے فوت شدہ بچوں کو

بھی فرط فرمایا گیا ہے مگر وہ فرط ناقص ہیں حضور انور فرط کامل یعنی ہر طرح کے منتظم، نیز ایدیکم میں خطاب ساری امت سے ہے نہ کہ صحابہ کرام سے حضور اپنی امت کے دائمی منتظم ہیں۔

اس کی تائید اس آیت سے ہے **وَيَكُونُ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا** شہید بمعنی نگران گواہ ہے نہ کہ فقط گواہ ورنہ علی نہ آتا بلکہ لام آتا۔ شہادت کے ساتھ اگر علی ہو تو خلاف گواہی مراد ہوتی ہے یعنی اے مسلمانوں میں تمہارے ایمان، اعمال قلبی حالات کا علیم وخبیر و حفیظ و نگران ہوں، تم سب کے ایمان کی نبض پر میرا ہاتھ ہے، مجھے ہر شخص کے ایمان اور درجہ ایمان کی ہر وقت خبر ہے۔ اس کی نہایت لذیذ و نفیس تفسیر ہماری تفسیر نعیمی پارہ دوم کے شروع میں ملاحظہ کرو۔

یعنی میں نے جس شفاعت خاصہ کا تم سے وعدہ کیا ہے وہ شفاعت حوض کوثر پر کروں گا۔ (مرقات) یا قیامت میں میری تمہاری خصوصی ملاقات کی جگہ حوض کوثر ہے۔ (اشعہ) اس صورت میں یہاں خصوصی ملاقات مراد ہے ورنہ حضور کی ملاقات حضور کا دیدار تو مؤمن کو قبر میں ہی نصیب ہوتا ہے پھر قیامت میں بہت جگہ دیدار ہوگا، بعض لوگ بعد وفات تا قیامت حضور ہی کے پاس رہتے ہیں **اللهم اجعلنا منہم**۔

یہ ہے حضور کا حاضر و ناظر ہونا کہ مدینہ منورہ میں کھڑے ہوئے اس حوض کوثر کو دیکھ رہے ہیں جو جنت میں ہے اور جنت ساتوں آسمان سے اوپر ہے، جس کی نگاہ مدینہ سے جنت تک کو دیکھ سکتی ہے اس کی نظر ساری روئے زمین کو یہاں کے رہنے والوں کو بھی دیکھ سکتی ہے کیونکہ زمین حوض کوثر سے قریب ہے۔

اس طرح کہ مجھے زمین کے تمام خزانوں کا مالک مختار قاسم بنایا جسے جو ملے گا ہماری عطا سے ملے گا۔ فرماتے ہیں اللہ المعطی وانا قاسم۔ اشعہ نے فرمایا کہ یہ تو ظاہری خزانوں کا حال ہے رہے باطنی خزانے سو آسمان و زمین ملک و ملکوت کی چابیاں حضور کو عطا ہوئیں۔

دی کنجی تمہیں اپنے خزانوں کی خدانے سرکار کیا مالک و مختار بنایا

یعنی مجھے یہ خطرہ نہیں کہ تم سارے یا تم عموماً کافر ہو جاؤ لہذا یہ فرمان عالی اس کے خلاف نہیں کہ حضور انور کے بعد چند لوگ مرتد ہو گئے۔ (مرقات)

امام نووی نے فرمایا کہ اس میں حضور کے بہت سے معجزات کا ذکر ہے کہ حضور انور نے بہت سی غیبی خبریں دیں جو ہو ہو پوری ہوئیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۴۶۱)

حضرت ابو زید عمرو بن الخطاب انصاری رضی اللہ عنہ سے

روایت ہے کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز پڑھائی

اور منبر پر تشریف فرما ہوئے اور ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا۔

حتیٰ کہ ظہر کا وقت ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اترے اور

(1867) وَعَنْ أَبِي زَيْدٍ عَمْرٍو بْنِ أَخْطَبِ

الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: صَلَّى بِنَا رَسُولُ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْفَجْرَ، وَصَعِدَ الْمِنْبَرَ،

فَقَطَبْنَا حَتَّى حَضَرَتِ الظُّهُرُ، فَانزَلَ فَصَلَّى، ثُمَّ صَعِدَ

النَّبِيِّ فَخَطَبْنَا حَتَّى حَضَرَتِ الْعَصْرُ، ثُمَّ نَزَلَ فَصَلَّى،
ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتَّى غَرَبَتِ الشَّمْسُ،
فَأَخْبَرَنَا بِمَا كَانَ وَبِمَا هُوَ كَائِنٌ، فَأَعْلَمْنَا أَحْفَظْنَا.
رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

نماز پڑھائی اور منبر پر چڑھ کر خطبہ دیا یہاں تک کہ عصر کا
وقت ہو گیا۔ پھر آپ ﷺ منبر سے اترے نماز پڑھائی
اور پھر منبر پر چڑھ کر خطبہ دیا یہاں تک کہ سورج غروب
ہو گیا پس جو کچھ ہوا اور جو ہونے والا تھا۔ آپ نے ان
سب کی ہمیں اطلاع دی۔ ہم میں سے سب سے زیادہ
عالم وہ ہے جو ان باتوں کو ہم میں سے سب سے زیادہ یاد
رکھنے والا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب اخبار النبی ﷺ فیما یکون الی قیام الساعة، جلد 8، ص 173، رقم 7449 الاحاد والمثنائی
لاحمد الشیبانی، حدیث ابو زید عمرو بن اخطب، جلد 4، صفحہ 199، رقم 2183 المستدرک للحاکم، کتاب الفتن والملاحم، جلد 4،
صفحہ 533، رقم 8498 المعجم الكبير للطبرانی، من اسمه عمرو بن اخطب ابو زید الانصاری، جلد 17، صفحہ 28، رقم 13734 مسند
ابی یعلی، حدیث ابی زید عمرو بن اخطب، جلد 12، صفحہ 239، رقم 6845

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الحقان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ ابو زید اعرج کے نام سے مشہور ہیں، آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تیرہ غزوات کیے ہیں، حضور نے
ان کے سر پر ہاتھ شریف پھیرا اور ان کے لیے دعائے خیر کی، آپ کی عمر شریف سو سال ہوئی مگر شریف میں صرف چند بال
سفید ہوئے تھے۔ (اشعہ، مرقات)

یعنی حضور نے تھوڑے وقفہ کے بعد سارا دن وعظ و خطبہ ارشاد فرمایا، یہ خطبہ احکام کا نہ تھا بلکہ غیبی خبریں دینے کا تھا۔
یعنی تاقیامت قطرہ قطرہ ذرہ بتا دیا جو پرندہ تاقیامت پر ہلائے گا وہ سب کچھ تفصیل وار بتا دیا۔ یہ ہے حضور کا علم غیب
کلی۔ حضور کا یہ معجزہ ہے کہ سارے واقعات صرف ایک دن میں بتا دیئے جیسے حضرت داؤد علیہ السلام گھوڑا کتے کتے پوری
زبور شریف پڑھ لیتے تھے۔ اس معجزہ کا نام ہے طی الوقت یہ بھی طی الارض کی طرح ایک معجزہ ہے، کبھی کرامت کے طور پر
ولی کے ہاتھ پر بھی ظاہر ہوتا ہے۔

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کو یہ سارے واقعات یاد نہ رہے کسی کو زیادہ یاد رہے کسی کو کم لہذا ان میں سے کسی کا علم حضور
انور کے علم کے برابر نہیں ہو گیا۔ خیال رہے کہ تعلیم یعنی سکھانا اور چیز ہے اور خبر دینا یعنی اعلام یا انباء کچھ اور چیز اللہ تعالیٰ نے
حضور کو ہر چیز سکھادی وَعَلَيْكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ اور حضور نے یہ تمام باتیں لوگوں کو سنا دیں بتا دیں سکھائیں نہیں وَعَلَّمَ اَدَمَ
الْاَسْبَاءَ كُلَّهَا، فَلَمَّا اُنْبَاهُمْ فِي يَوْمٍ فَرَّقَ بَيْنَهُمْ۔ (بزاة الناجح، ج 8 ص 183)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اس بات کی نذر مانے کہ
(1868) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا،
قَالَتْ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ نَذَرَ

أَنْ يُطِيعَ اللَّهَ فَلْيُطِيعَهُ، وَمَنْ نَذَرَ أَنْ يَعْصِيَ اللَّهَ فَلَا يَعْصِهِ". رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

وہ اللہ کی اطاعت کرے تو اسے اللہ کی اطاعت کرنی چاہئے اور جو اس بات کی نذر مانے کہ وہ اللہ کی نافرمانی کرے گا تو وہ اللہ کی نافرمانی نہ کرے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب النذر فی الطاعة، جلد 6، صفحہ 246، رقم 6318 السنن الصغری للبیہقی، باب من نذر نذرا فی معصیة الله وفيما لا يكون برا، جلد 3، ص 236، رقم 4432 المنتقى لابن الجارود، باب ما جاء فی النذور، جلد 1، صفحہ 235، رقم 934 سنن ابوداؤد، باب ما جاء فی النذر فی المعصية، جلد 3، صفحہ 228، رقم 3291 سنن ابن ماجه، باب النذر فی المعصية، جلد 1، ص 687، رقم 2126

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کیونکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت تو ویسے بھی کرنی چاہیے اور جب نذر مان لی تو بدرجہ اولیٰ کرنی چاہیے۔

خیال رہے کہ جو کام بذات خود گناہ ہو اس کی نذر درست ہی نہیں جیسے شراب پینے، جو اکیلنے، کسی مسلمان کو ناحق قتل کرنے کی نذر کہ ایسی نذریں باطل ہیں ان کا پورا کرنا حرام مگر ان پر کفارہ واجب ہے کہ یہ کام ہرگز نہ کرے اور کفارہ ادا کرے، اس کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے کہ اس نے رب تعالیٰ کے نام کی بے حرمتی کی مگر جو کام کسی عارضہ کی وجہ سے ممنوع ہوں ان کی نذر درست ہے یا ان کی قضا کرے یا کفارہ دے جیسے عید کے دن کے روزے یا طلوع آفتاب کے وقت نفل پڑھنے کی منت کہ یہ منت درست ہے، یہ ہی مذہب احناف ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج 5 ص 322)

(1869) وَعَنْ أُمِّ شَرِيكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَهَا بِقَتْلِ الْأَوْزَاعِ وَقَالَ: "كَانَ يَنْفُخُ عَلَى إِبْرَاهِيمَ مُتَّفِقًا عَلَيْهِ".

حضرت ام شریک رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں گرگٹ کے مارنے کا حکم دیا اور آپ نے فرمایا: یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر (آگ میں) پھونکیں مارتا تھا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب قول الله تعالى "واتخذ الله ابراهيم خليلا"، جلد 3، صفحہ 122، رقم 3180 صحیح مسلم، باب استحباب قتل الوزغ جلد 7، ص 41، رقم 5979 مسند عبد بن حميد، من مسند ام شريك رضي الله عنها، جلد 1، صفحہ 450، رقم 1559 مسند امام احمد بن حنبل، حديث السيدة عائشة رضي الله عنها، جلد 6، ص 200، رقم 25684 السنن الكبرى للبيهقي، باب ما يجره من جهة ما لا تاكل العرب، جلد 9، ص 316، رقم 19848

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ام شریک دو ہیں اور دونوں صحابیہ ہیں، ایک کا نام عزمہ بنت دہ دان ہے، قرشیہ عامریہ ہیں، لوی ابن غالب کی اولاد سے، دوسری انصاریہ ہیں خبر نہیں یہ کون سی ام شریک ہیں۔ (مرقات و اشعہ) مگر یہ بے خبری مضر نہیں کہ تمام صحابہ عادل ہیں۔ وزغ جمع ہے وزغہ کی بمعنی گرگٹ، مشہور جانور ہے چھپکلی سے کچھ بڑا ہوتا ہے، دم لمبی ہوتی ہے، رنگ بدلتا ہے، ہیزیوں میں رہتا ہے۔

یعنی جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نمرودی آگ میں ڈالا گیا تو یہ مردود آگ سے میلوں دور بیٹھا ہوا آگ کی طرف پھونکیں مار رہا تھا کہ آگ تیز ہو کر حضرت ابراہیم کو تکلیف پہنچے، اگرچہ اس کی پھونک سے آگ تیز نہ ہو گئی وہ تو گلزار کر دی گئی مگر اس حرکت سے اس کی دل کی حالت معلوم ہو گئی کہ یہ دشمن خلیل ہے اس لیے اس کو مار دینے کا حکم دیا گیا، اس کے برعکس ہد ہد اپنی لمبی چونچ میں پانی لاتا دور سے آگ پر ڈال دیتا تھا کہ آگ بجھ جائے، اس کو پانی کا بادشاہ کر دیا گیا کہ اسے حضرت سلیمان علیہ السلام کا مصاحب بنایا گیا، اس کے ذریعہ ملکہ یمن بقیس کو ہدایت دی گئی جیسا کہ قرآن کریم سورہ نمل میں مذکور ہے۔ معلوم ہوا کہ عداوت نبی کا انجام برا ہے، محبت رسول کا انجام اچھا، یہ بھی معلوم ہوا جانوروں میں بھی بعض نبی کے محب ہیں بعض نبی کے دشمن، حضور فرماتے ہیں کہ احد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے، غیر پہاڑ ہم سے بغض کرتا ہے۔

(بزازۃ السنان، ج ۵ ص ۱۰۱۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے پہلی ضرب سے گرگٹ کو مارا اس کو اتنا اتنا ثواب ملے گا۔ جس نے دوسری ضرب سے مارا اس کے لئے اتنی نیکیاں ہیں لیکن پہلے شخص سے کم اور جس نے اسے تیسری ضرب سے مارا اس کو اتنا اتنا ثواب ملے گا۔ ایک اور روایت میں ہے جو شخص گرگٹ کو پہلی چوٹ میں مارے اس کے لئے سو نیکیاں لکھ دی جاتی ہے اور دوسری چوٹ میں مارنے پر اس سے کم اور پھر تیسری چوٹ میں مارنے پر اس سے کم۔ (مسلم) اہل لغت کہتے ہیں: **الْوَزَعُ** سے مراد بڑی چھکلی ہے جسے گرگٹ کہتے ہیں۔

(1870) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ قَتَلَ وَزَعَةً فِي أَوَّلِ ضَرْبَةٍ فَلَهُ كَذَا وَكَذَا حَسَنَةً، وَمَنْ قَتَلَهَا فِي الضَّرْبَةِ الثَّانِيَةِ فَلَهُ كَذَا وَكَذَا حَسَنَةً دُونَ الْأُولَى، وَإِنْ قَتَلَهَا فِي الضَّرْبَةِ الثَّلَاثَةِ فَلَهُ كَذَا وَكَذَا حَسَنَةً." وَفِي رِوَايَةٍ: "مَنْ قَتَلَ وَزَعًا فِي أَوَّلِ ضَرْبَةٍ كُتِبَ لَهُ مِئَةٌ حَسَنَةٍ، وَفِي الثَّانِيَةِ دُونَ ذَلِكَ، وَفِي الثَّلَاثَةِ دُونَ ذَلِكَ." رَوَاهُ مُسْلِمٌ. قَالَ أَهْلُ اللُّغَةِ: "الْوَزَعُ الْعِظَامُ مِنْ سَامِ أَبْرَصٍ."

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب استحباب قتل الوزع، جلد 7، صفحہ 42، رقم 5983 مشکوٰۃ البصایح، باب ما یجزل الہیہ وما یجرم، جلد 2، ص 437، رقم 4121 السنن الکبریٰ للبیہقی، باب قتل الحیة والعقرب فی الصلاة، جلد 2، صفحہ 267، رقم 3576 سنن ابوداؤد، باب فی قتل الوزع، جلد 4، صفحہ 537، رقم 5265 سنن ابن ماجہ، باب قتل الوزع، جلد 2، صفحہ 1076، رقم 3229 شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:-

اس فرمان عالی کا مقصد یہ ہے کہ گرگٹ کو جلد مار دینے کی رغبت دینا زور کی چوٹ لگانا کہ ایک ہی چوٹ میں لوٹ پوٹ ہو جائے بلکہ چوٹ میں ممکن ہے کہ بھاگ جائے۔ احمد و ابن حبان نے بروایت حضرت ابن مسعود مروغاً نقل فرمایا کہ جو سانپ کو مارے اس کو سات نیکیاں ہیں اور جو گرگٹ کو مارے تو اسے ایک نیکی۔ طبرانی نے بروایت ام المؤمنین عائشہ

صدیقہ رضی اللہ عنہا مرفوعاً نقل فرمایا کہ جو گرگٹ کو مار دے اللہ تعالیٰ اس کے سات گناہ معاف فرمائے گا۔
(مرقات) بہر حال اس کا قتل ثواب ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۵ ص ۱۰۱۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک آدمی نے کہا میں ضرور صدقہ و خیرات کروں گا۔ پس وہ صدقہ لے کر باہر جو نکلا تو (لا علمی میں) ایک چور کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ صبح ہوئی تو لوگ باتیں کر رہے تھے کہ رات کہ ایک چور کو صدقہ دیا گیا ہے۔ اس شخص نے دل میں کہا: اے اللہ سب تعریفیں تیرے ہی لئے ہیں (تیرا شکر ہے) میں اور صدقہ کروں گا۔ پس وہ صدقہ لے کر جو باہر نکلا تو وہ ایک بدکار عورت کے ہاتھ میں دے دیا۔ صبح ہوئی تو لوگ تذکرہ کر رہے تھے کہ رات ایک بدکار عورت کو خیرات دی گئی ہے۔ اس شخص نے کہا: اے اللہ! تیرا شکر ہے صدقہ تو بدکار عورت کو پہنچ گیا۔ میں اور صدقہ بھی ضرور کروں گا وہ صدقہ کا مال لے کر پھر باہر جو نکلا تو اتفاقاً کسی مالدار کو دے دیا۔ صبح کے وقت لوگ باتیں کر رہے تھے کہ آج غنی کو صدقہ دے دیا گیا۔ اس شخص نے کہا اے اللہ! تیرا شکر ہے (کہ تو نے میرا مال) چور زانیہ اور دولت مند کو دلوا دیا۔ چنانچہ خواب میں اس شخص سے کہا گیا تو نے جو چور کو صدقہ دیا ہے تو شاید اس کی وجہ سے وہ چوری سے باز آ جائے اور زانیہ کو جو تو نے صدقہ دیا ہے تو شاید اس کی وجہ سے وہ زنا کاری چھوڑ دے۔ باقی دولت مند بھی ممکن ہے کہ اس سے نصیحت حاصل کرے اور اللہ نے جو اس کو عطا فرمایا ہے اس کو اللہ کی راہ میں خرچ کرے۔ بخاری نے اس حدیث کو ان الفاظ کے

(1871) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "قَالَ رَجُلٌ لَا تَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ، فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهِ فَوَضَعَهَا فِي يَدِ سَارِقٍ، فَأَصْبَحُوا يَتَحَدَّثُونَ: تُصَدِّقُ عَلَيَّ سَارِقِي! فَقَالَ: اللَّهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ لَا تَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ، فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهِ فَوَضَعَهَا فِي يَدِ زَانِيَةٍ، فَأَصْبَحُوا يَتَحَدَّثُونَ: تُصَدِّقُ اللَّيْلَةَ عَلَيَّ زَانِيَةٍ! فَقَالَ: اللَّهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ عَلَى زَانِيَةٍ! لَا تَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ، فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهِ فَوَضَعَهَا فِي يَدِ غَنِيٍّ، فَأَصْبَحُوا يَتَحَدَّثُونَ: تُصَدِّقُ عَلَيَّ غَنِيٍّ! فَقَالَ: اللَّهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ عَلَى سَارِقٍ وَعَلَى زَانِيَةٍ وَعَلَى غَنِيٍّ! فَأُتِيَ فَقِيلَ لَهُ: أَمَّا صَدَقَتُكَ عَلَى سَارِقٍ فَلَعَلَّهُ أَنْ يُسْتَعْفَى عَنْ سَرِقَتِهِ، وَأَمَّا الزَّانِيَةُ فَلَعَلَّهَا تَسْتَعْفَى عَنْ زِنَاهَا، وَأَمَّا الْغَنِيُّ فَلَعَلَّهُ أَنْ يَعْتَبِرَ فَيَنْفِقَ بِمَا آعَطَاهُ اللَّهُ." رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ بِلَفْظِهِ وَمُسْلِمٌ بِمَعْنَاهُ.

ساتھ روایت کیا ہے اور مسلم نے اس کے ہم معنی روایت
بیان کی ہے۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب اذا تصدق علی غنی وهو لا یعلم، جلد 2، ص 516، رقم 1355 صحیح مسلم، باب ثبوت اجر
المتصدق وان وقعت الصدقة فی ید غیر اهلها، جلد 3، ص 89، رقم 2409 سنن نسائی، باب اذا عطاها غنیا وهو لا یشعر، جلد 5، صفحہ
55، رقم 2523 مسند الشامیین للطبرانی، حدیث شعیب عن ابی الزناد، جلد 4، ص 286، رقم 3315 مشکوٰۃ المصابیح، باب الانفاق و
کراهیۃ الامساک، جلد 1، صفحہ 423، رقم 1876

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی تم سے پہلے ایک بنی اسرائیلی نے اپنے دل میں کہا یا اپنے دوستوں یا گھروالوں پر اپنا یہ ارادہ ظاہر کیا یا رب تعالیٰ
کی بارگاہ میں عرض کیا کہ آج میں خیرات دوں گا۔ ظاہر یہ ہے کہ خیرات سے نفلی صدقہ مراد ہو۔ ممکن ہے اس نے کوئی نذرمانی
ہو جس کے پورا کرنے کا ارادہ کیا۔

یعنی رات کے اندھیرے میں اکیلے میں ایک شخص کو فقیر جان کر وہ خیرات دے دی، اس نے لوگوں میں پھیلا دیا کہ
مجھے ایک آدمی خیرات دے گیا جیسا کہ آوارہ لوگوں کا طریقہ ہے کہ دھوکا دینے پر فخر کرتے ہیں اور دھوکا کھانے والے کا
مذاق اڑاتے ہیں، اس کا لوگوں میں چرچا ہو گیا۔ مرقات نے فرمایا ممکن ہے کہ لوگوں کو یہ خبر الہام الہی سے معلوم ہوئی ہو اور
ہو سکتا ہے کہ کوئی فرشتہ شکل انسانی میں آکر لوگوں سے یہ کہہ گیا ہو، غرض کہ اس کا چرچا ہو گیا۔

یہ کلمہ تعجب کا ہے یعنی وہ شخص صدقہ ضائع ہونے پر دل تنگ نہیں ہوا بلکہ خدا کا شکر ہی کیا اور تعجب کے طور پر یہ کہا اللہ
کے مقبول بندے مصیبت پر بھی شکر ہی کرتے ہیں۔

یعنی میرا وہ صدقہ تو بیکار گیا کیونکہ صحیح مصرف پر نہ پہنچا جیسے کھاری زمین میں دانہ اس کی جگہ اور صدقہ دوں گا۔ اس سے
معلوم ہوا کہ اگر صدقہ صحیح جگہ نہ پہنچے تو واپس نہ لے بلکہ اس کی بجائے اور صدقہ دے چونکہ آج بھی صدقہ چھپانے کے لیے
اندھیری رات ہی میں نکلا تھا اس لیے ایک فاسقہ زاینہ عورت کو مسکین جان کر خیرات دے دی اور دھوکا کھا گیا۔

اس چرچا کی وجہ بھی بیان کر دی گئی کہ یا خود زانیہ نے ہی لوگوں میں پھونکا یا فرشتہ کے ذریعہ اس کا اعلان ہو گیا۔
اسے فقیر سمجھ کر یہ مالدار کوئی کنجوس تھا جو پھٹے پرانے کپڑے پہنے تھا اور حریص بھی کہ جانتے ہوئے خیرات لے لی
جیسا کہ آج کل بھی کنجوسوں کو دیکھا جاتا ہے، لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ دینے والے نے دھوکا کیسے کھایا اور لینے والے
نے غنی ہونے کے باوجود خیرات لے کیوں لی۔ موجودہ زمانہ کے حالات دیکھتے ہوئے ان اعتراضوں کی گنجائش ہی نہیں۔

ظاہر یہ ہے کہ غنی نے خود کسی سے نہ کہا ہوگا کہ کنجوس حریص لوگ ان باتوں کا چرچا نہیں کرتے بلکہ چھپانے کی کوشش
کرتے ہیں، یہ اعلان فرشتہ ہی کے ذریعہ ہوا ہوگا۔

یعنی مولے میں کیا صورت کروں کہ صدقہ صحیح جگہ پہنچے، تین دفعہ خیرات کر چکا ہر بار بیکار ہی گئی۔

خلاصہ یہ ہے کہ تیرے یہ تینوں صدقے کارآمد ہیں کوئی بیکار نہ گیا، چور اور زانیہ کے لیے تو گناہوں سے بچنے کا ذریعہ بنے گا اور غنی کے لیے سخاوت کی تبلیغ ہوگا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر غلطی سے زکوٰۃ غیر مصرف پر خرچ کر دی جائے مثلاً کسی کو فقیر سمجھ کر زکوٰۃ دی پھر پتہ لگا وہ غنی ہے تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی اس کا اعادہ واجب نہیں، طرفین کا یہی قول ہے ان کی دلیل یہ حدیث بھی ہے کیونکہ یہاں اسے چوتھی بار صدقہ دینے کا حکم نہیں دیا گیا مگر تمام آئمہ فرماتے ہیں کہ اس صورت میں صدقہ واپس نہ لے، ہاں اس میں اختلاف ہے کہ خود لینے والے کو یہ مال حلال ہے یا نہیں۔ قوی یہ ہے کہ اگر اس نے غلطی سے لے لیا ہے تو حلال ہے، دانستہ لیا ہے تو حرام، اس کی دلیل حضرت معن ابن یزید کی وہ حدیث ہے جو بخاری نے روایت کی کہ فرماتے ہیں میرے والد نے صدقہ کے کچھ دینا مسجد میں رکھے میں نے اٹھا لیے، پھر یہ واقعہ بارگاہ نبوی میں پیش ہوا تو حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا اے یزید تمہارے لیے تمہاری نیت اور اے معن جو تم نے لیا وہ تمہارا ہے۔

(فتح القدیر ذمقات) (مراۃ المناجیح، ج ۳ ص ۱۰۲)

اور انہی سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک دعوت میں موجود تھے۔ آپ کی خدمت اقدس میں دستی کا گوشت پیش کیا گیا اور آپ دستی کا گوشت بہت پسند فرماتے تھے۔ آپ نے اسے کھانا شروع کیا اور ارشاد فرمایا: میں قیامت کے دن سب لوگوں کا سردار ہوں گا کیا تم جانتے ہو کیسے؟ اس دن اللہ تعالیٰ ایک ہی میدان میں تمام اگلے پچھلے لوگوں کو جمع فرمائے گا۔ ایک دیکھنے والا ان سب کو دیکھے گا اور ایک پکارنے والا ان سب کو اپنی آواز سنا سکے گا۔ سورج ان کے قریب ہو جائے گا اور لوگوں کا غم اور بے چینی اس حد تک پہنچ جائے گی کہ ان کی طاقت اور برداشت سے باہر ہوگی۔ پس لوگ کہیں گے کیا تم دیکھتے نہیں کہ تمہاری تکلیف و مصیبت کس حد تک پہنچ چکی ہے؟ کیا تم کوئی ایسا شخص نہیں دیکھتے جو تمہارے لئے تمہارے پروردگار سے سفارش کرے؟ تو لوگ ایک دوسرے سے کہیں گے کہ تمہارے باپ سیدنا آدم علیہ السلام ہیں۔ پس لوگ ان کے پاس جائیں گے اور عرض کریں گے اے

(1872) وَعَنْهُ قَالَ: كَتَمَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي دَعْوَةٍ فَرَفَعَ إِلَيْهِ الذِّبَاعُ، وَكَانَتْ تُعْجِبُهُ، فَتَسَّ مِنْهَا نَهْسَةً وَقَالَ: "أَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، هَلْ تَدْرُونَ مِمَّا ذَاكَ يَجْمَعُ اللَّهُ الْأَوْلَى وَالْآخِرِينَ فِي صَعِيدٍ وَاحِدٍ فَيُبْصِرُهُمُ النَّاطِرُ، وَيُسْمِعُهُمُ الدَّاعِيَ، وَتَدْنُو مِنْهُمْ الشَّمْسُ، فَيَبْلُغُ النَّاسَ مِنَ الْعَمِّ وَالْكَرْبِ مَا لَا يُطِيقُونَ وَلَا يَحْتَمِلُونَ، فَيَقُولُ النَّاسُ: الْآ تَرُونَ مَا أَنْتُمْ فِيهِ إِلَى مَا بَلَّغَكُمْ، آ لَا تَنْظُرُونَ مَنْ يَشْفَعُ لَكُمْ إِلَى رَبِّكُمْ؟ فَيَقُولُ بَعْضُ النَّاسِ لِبَعْضٍ: أَبُوكُمْ أَدَمُ، فَيَأْتُونَهُ فَيَقُولُونَ: يَا أَدَمُ أَنْتَ أَبُو الْبَشَرِ، خَلَقَكَ اللَّهُ بِبَيْدِهِ، وَنَفَخَ فِيكَ مِنْ رُوحِهِ، وَأَمَرَ الْمَلَائِكَةَ فَسَجَدُوا لَكَ، وَأَسْكَنَكَ الْجَنَّةَ، آ لَا تَشْفَعُ لَنَا إِلَى رَبِّكَ؟ آ لَا تَرَى إِلَى مَا نَحْنُ فِيهِ وَمَا بَلَّغْنَا؟ فَقَالَ: إِنَّ رَبِّي غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ، وَلَا يَغْضَبُ بَعْدَهُ مِثْلَهُ.

آدم! آپ سب انسانوں کے باپ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا اور آپ کے اندر روح پھونکی اور اللہ نے فرشتوں کو حکم دیا۔ تو انہوں نے آپ کو سجدہ کیا اور آپ کو جنت میں سکونت دی۔ کیا آپ اپنے پروردگار سے ہماری سفارش نہیں کریں گے؟ کیا آپ ہماری وہ تکلیف نہیں دیکھ رہے ہیں جس میں ہم مبتلا ہیں اور جس حالت کو ہم پہنچے ہوئے ہیں؟ تو حضرت آدم علیہ السلام فرمائیں گے میرا پروردگار آج اتنے سخت غصے میں ہے کہ اس جیسا غضبناک وہ اس سے پہلے نہ ہوا اور نہ آئندہ کبھی اس طرح غضبناک ہوگا اور اس نے مجھے (جنت میں) ایک درخت کے پاس جانے سے منع کیا تھا لیکن مجھ سے بھول ہو گئی۔ مجھے تو اپنی فکر ہے اپنی فکر ہے اپنی فکر ہے۔ تم میرے علاوہ کسی اور کے پاس جاؤ تم حضرت نوح کے پاس جاؤ۔ پس لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور ان سے عرض کریں گے۔ اے نوح! آپ اہل زمین کی طرف سب سے پہلے رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام شکر گزار بندہ رکھا ہے۔ کیا آپ وہ تکلیف نہیں دیکھ رہے ہیں جس میں ہم مبتلا ہیں؟ کیا آپ نہیں دیکھ رہے ہیں کہ ہماری بے چینی کس حد تک پہنچی ہوئی ہے؟ آپ اپنے پروردگار سے ہماری سفارش کیوں نہیں کرتے؟ پس وہ فرمائیں گے میرا پروردگار آج اتنے سخت غصے میں ہے کہ اس جیسا غضبناک وہ اس سے پہلے کبھی ہوا اور نہ کبھی آئندہ ہوگا اور مجھے ایک دعا کرنے کا حق حاصل تھا جو میں نے اپنی قوم کے خلاف کر لی تھی۔ مجھے تو اپنی فکر ہے اپنی فکر ہے اپنی فکر ہے تم میرے علاوہ

وَإِنَّهُ نَهَانِي عَنِ الشَّجَرَةِ فَعَصَيْتُ، نَفْسِي نَفْسِي نَفْسِي، اذْهَبُوا إِلَىٰ غَيْرِي، اذْهَبُوا إِلَىٰ نُوحٍ، فَيَأْتُونَ نُوحًا فَيَقُولُونَ: يَا نُوحُ، أَنْتَ أَوَّلُ الرُّسُلِ إِلَىٰ أَهْلِ الْأَرْضِ، وَقَدْ سَمَّاكَ اللهُ عَبْدًا شَكُورًا، أَلَا تَرَىٰ إِلَىٰ مَا نَحْنُ فِيهِ، أَلَا تَرَىٰ إِلَىٰ مَا بَلَّغْنَا، أَلَا تَشْفَعُ لَنَا إِلَىٰ رَبِّكَ؟ فَيَقُولُ: إِنَّ رَبِّي غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ، وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ، وَإِنَّهُ قَدْ كَانَتْ لِي دَعْوَةٌ دَعَوْتُ بِهَا عَلَىٰ قَوْمِي، نَفْسِي نَفْسِي نَفْسِي، اذْهَبُوا إِلَىٰ غَيْرِي، اذْهَبُوا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ، فَيَأْتُونَ إِبْرَاهِيمَ فَيَقُولُونَ: يَا إِبْرَاهِيمُ، أَنْتَ نَبِيُّ اللهِ وَخَلِيلُهُ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ، اشْفَعْ لَنَا إِلَىٰ رَبِّكَ، أَلَا تَرَىٰ إِلَىٰ مَا نَحْنُ فِيهِ؟ فَيَقُولُ لَهُمْ: إِنَّ رَبِّي قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ، وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ، وَإِنِّي كُنْتُ كَذَّابٌ ثَلَاثَ كَذَبَاتٍ، نَفْسِي نَفْسِي نَفْسِي، اذْهَبُوا إِلَىٰ غَيْرِي، اذْهَبُوا إِلَىٰ مُوسَىٰ، فَيَأْتُونَ مُوسَىٰ فَيَقُولُونَ: يَا مُوسَىٰ أَنْتَ رَسُولُ اللهِ، فَضَلَّكَ اللهُ بِرِسَالَتِهِ وَبِكَلَامِهِ عَلَى النَّاسِ، اشْفَعْ لَنَا إِلَىٰ رَبِّكَ، أَلَا تَرَىٰ إِلَىٰ مَا نَحْنُ فِيهِ؟ فَيَقُولُ: إِنَّ رَبِّي قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ، وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ، وَإِنِّي قَدْ قَتَلْتُ نَفْسًا لَمْ أَوْمَرْ بِقَتْلِهَا، نَفْسِي نَفْسِي نَفْسِي، اذْهَبُوا إِلَىٰ غَيْرِي، اذْهَبُوا إِلَىٰ عِيسَىٰ، فَيَأْتُونَ عِيسَىٰ فَيَقُولُونَ: يَا عِيسَىٰ، أَنْتَ رَسُولُ اللهِ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَىٰ مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِنْهُ، وَكَلَّمْتُ النَّاسَ فِي الْبَهْدِ، اشْفَعْ لَنَا إِلَىٰ رَبِّكَ، أَلَا

تَرَى إِلَى مَا تَحْنُ فِيهِ؛ فَيَقُولُ عَيْسَى: إِنَّ رَبِّي قَدْ
غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ، وَلَنْ
يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ، وَلَمْ يَدُكُرْ ذَنْبًا، نَفْسِي نَفْسِي
نَفْسِي، اذْهَبُوا إِلَى عَدِيْبِي، اذْهَبُوا إِلَى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

کسی اور کے پاس جاؤ۔ تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے
پاس جاؤ۔ پس لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس
آئیں گے اور عرض کریں گے۔ اے ابراہیم! آپ اللہ کے
نبی اور زمین والوں میں سے اس کے خلیل ہیں۔ آپ اپنے
پروردگار کی بارگاہ میں ہماری سفارش کریں۔ کیا آپ وہ
تکلیف دیکھ نہیں رہے ہیں جس میں ہم مبتلا ہیں؟ پس
حضرت ابراہیم علیہ السلام ان سے فرمائیں گے۔ میرا
پروردگار آج اتنا غضبناک ہے کہ اتنا غضبناک اس سے
پہلے کبھی ہوا اور نہ آئندہ کبھی ہوگا اور میں نے تین بار خلاف
واقعہ بات کہی تھی۔ مجھے تو اپنی فکر ہے، اپنی فکر ہے، اپنی فکر
ہے۔ تم میرے علاوہ کسی اور کے پاس جاؤ۔ تم حضرت
موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ لوگ حضرت موسیٰ علیہ
السلام کے پاس آئیں گے اور ان سے عرض کریں
گے۔ اے حضرت موسیٰ (علیہ السلام) آپ اللہ تعالیٰ کے
رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت اور کلام سے لوگوں
پر آپ کو فضیلت عطا فرمائی۔ آپ اپنے پروردگار کی بارگاہ
میں ہمارے لیے سفارش فرمائیں۔ کیا آپ دیکھتے نہیں
کہ ہم کس قدر پریشان ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام
فرمائیں گے، میرا پروردگار آج اس قدر غضبناک ہے کہ اتنا
غضبناک آج سے پہلے کبھی اور نہ آئندہ ہوگا میں نے ایک
جان کو قتل کیا تھا جسے قتل کرنے کا مجھے حکم نہ تھا مجھے تو اپنی فکر
ہے اپنی فکر ہے اپنی فکر ہے تم کسی اور کے پاس جاؤ، تم
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ پس لوگ حضرت
عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور کہیں گے: اے
عیسیٰ! آپ اللہ کے رسول اور کلمہ ہیں جسے اس نے مریم کی

طرف بھیجا تھا اور آپ اس کی روح ہیں اور آپ نے پنگھوڑے میں لوگوں سے باتیں کی تھیں۔ آپ اللہ کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کریں۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے۔ بلاشبہ میرا پروردگار! آج کے دن اتنا ناراض ہے کہ نہ اس سے پہلے کبھی اتنا ناراض ہوا اور نہ بعد میں ہوگا۔ وہ کسی خطا کا ذکر نہیں فرمائیں گے۔ صرف نَفْسِي نَفْسِي کہیں گے اور فرمائیں گے۔ تم میرے علاوہ کسی اور کے پاس جاؤ۔ تم حضرت محمد ﷺ کی خدمت میں جا کر عرض کرو۔

اور ایک روایت میں ہے وہ میرے (محمد ﷺ) پاس آئیں گے اور عرض کریں گے: اے (نبی محترم) حضرت محمد ﷺ! آپ اللہ کے رسول ہیں اور سلسلہ نبوت کے ختم کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے طفیل آپ کی امت کے پہلے اور آخری لوگوں کے گناہ معاف فرما دیئے ہیں۔ اپنے پروردگار کی بارگاہ میں ہماری شفاعت فرمائیے۔ دیکھئے تو ہم کس قدر پریشانی میں مبتلا ہیں۔ (رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں) پس میں چلوں گا اور عرش کے نیچے جا کر اپنے پروردگار کے حضور سجدہ کروں گا۔ پھر اللہ تعالیٰ حمد و ثناء کے لیے الفاظ میرے لیے کھول دے گا۔ یہ الفاظ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پہلے کسی پر نہیں کھولے ہوں گے۔ پھر ارشاد ہوگا: اے محمد (ﷺ)! اپنے سر کو اٹھاؤ، مانگو تمہیں دیا جائے گا۔ شفاعت کرو تمہاری شفاعت قبول کی جائیگی۔ میں اپنا سراٹھاؤں گا اور عرض کروں گا: اے میرے رب! میری امت اے میرے رب! میری امت اے میرے رب! میری امت۔ تو

وَفِي رِوَايَةٍ: "فَيَأْتُونِي فَيَقُولُونَ: يَا مُحَمَّدُ أَنْتَ رَسُولُ اللَّهِ وَخَاتَمُ الْأَنْبِيَاءِ، وَقَدْ غَفَرَ اللَّهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ، اشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ، أَلَا تَرَى إِلَى مَا نَحْنُ فِيهِ؟ فَأَنْطَلِقُ فَأَتِي تَحْتَ الْعَرْشِ فَأَقْعُ سَاجِدًا لِرَبِّي، ثُمَّ يَفْتَحُ اللَّهُ عَلَيَّ مِنْ تَحْتِهَا مِدْبَةً، وَحُسْنِ الثَّنَاءِ عَلَيْهِ شَيْئًا لَمْ يَفْتَحْهُ عَلَى أَحَدٍ قَبْلِي، ثُمَّ يُقَالُ: يَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَأْسَكَ، سَلْ تُعْطَهُ، وَاشْفَعْ تُشْفَعْ، فَأَرْفَعُ رَأْسِي، فَأَقُولُ: أُمَّتِي يَا رَبِّ، أُمَّتِي يَا رَبِّ، أُمَّتِي يَا رَبِّ، فَيُقَالُ: يَا مُحَمَّدُ ادْخُلْ مِنْ أُمَّتِكَ مَنْ لَأَ حِسَابَ عَلَيْهِمْ مِنَ الْبَابِ الْأَيْمَنِ مِنَ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ، وَهُمْ شُرَكَاءُ النَّاسِ قِيمًا سِوَى ذَلِكَ مِنَ الْأَبْوَابِ". ثُمَّ قَالَ: "وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، إِنَّ مَا بَيْنَ الْبَصْرَاعَيْنِ مِنْ مَصَارِيحِ الْجَنَّةِ كَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَهَجَرَ، أَوْ كَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَبُصْرَى، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ".

ارشاد ہوگا: اے محمد (ﷺ)! اپنی امت کے ان افراد کو جن پر حساب نہیں جنت کے دروازوں میں سے دائیں طرف کے دروازہ سے داخل فرمائیے۔ یہ لوگ اس کے علاوہ اور دروازوں میں دوسرے لوگوں کے ساتھ برابر شریک ہیں۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے۔ جنت کے دروازوں کے دو بازوؤں اور کواڑوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا مکہ مکرمہ اور مقام ہجر کے درمیان یا مکہ مکرمہ اور بصری کے درمیان فاصلہ ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب "خربة من حملنا مع نوح انه كان عبدا شكورا"، جلد 6، ص 84، رقم 4712 صحیح مسلم، باب ادنی اهل الجنة ملالة فيها، جلد 1، صفحہ 127، رقم 501 سنن ترمذی، باب ماجاء فی الشفاعة، جلد 4، صفحہ 337، رقم 2433 سنن النسائی، تفسیر سورة الاسراء، جلد 6، صفحہ 378، رقم 11286 مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی هريرة رضی اللہ عنہ، جلد 2، صفحہ 435، رقم 9621

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الحتان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

دستی کا گوشت بے ریشہ ہوتا ہے اور نرم بھی مزے دار بھی، جلد گل جاتا ہے، سارے جانور میں یہ ہی گوشت بہت اچھا ہوتا ہے۔

نہیں خالی سین سے اگلے دانتوں سے نوچنا اور نہش نقطہ والے لشین سے داڑھوں سے گوشت نوچنا یعنی ہڈی سے بوٹی چھوڑا نا دونوں لفظ روایات میں وارد ہیں۔

اس ناس میں سارے انسان داخل ہیں حضرات انبیاء کرام اور ان کی ساری امتیں، اگرچہ حضور ہمیشہ سے ہی ساری مخلوق کے سردار ہیں مگر اس سرداری کا ظہور قیامت کے دن ہوگا کہ سارے لوگ آپ سے شفاعت کی درخواست کریں گے اور سب حضور کا منہ تکمیں گے کوئی آپ کی سرداری کے انکار کرنے کی ہمت نہ کر سکے گا کفار بھی اس کا اقرار کریں گے اور نادام ہوں گے اس لیے یوم القیامت کا ذکر فرمایا۔

یہ یوم القیامت کا بیان ہے، چونکہ یہ حاضری بارگاہ قیامت کا مقصود ہے اس لیے اس کا ذکر پہلے فرمایا اور نہ قیامت میں اور بھی کام ہوں گے جیسے کہ آگے سے معلوم ہو رہا ہے۔

گرمی کی شدت کا یہ حال ہوگا کہ انسان کا پسینہ سترگز زمین میں جذب ہو کر اس کے منہ کی لگام بن جائے گا یعنی منہ تک پسینہ میں آدمی ڈوبا ہوگا۔

معلوم ہوا کہ قیامت کے کاروبار کی ابتداء تو مسل یعنی وسیلہ کی تلاش سے ہوگی۔ آج جو حضور کے وسیلہ کے منکر ہیں وہ بھی یہ ہی کام پہلے کریں گے۔ اعلیٰ حضرت نے کیا خوب فرمایا شاعر

ہم بھی محشر میں سیر دیکھیں گے
نجدی آج ان سے التجانہ کرے

یہاں جہاں مجھے لوگ پائیں گے اور ساری مخلوق مجھے گھیرے گی وہاں سے روانہ ہو کر اپنے مقام شفاعت میں پہنچوں گا جو میرے لیے خالص تیار کیا گیا ہے۔ غالب یہ ہے کہ حضور انور ان سب کو لے کر وہاں پہنچیں گے۔ واللہ ورسولہ اعلم! وہ نظارہ عجیب ہوگا۔

یعنی اس دن جیسی حمد اپنے رب کی میں کروں گا ایسی حمد مخلوق الہی میں کسی نے نہیں کی ہوگی یہ حمد مجھے میرا رب بطور الہام سکھائے گا۔

اسے کہتے ہیں عرض سے پہلے قبولیت ابھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کے لیے لب نہیں ہلائے کہ قبولیت کا رب نے وعدہ فرمایا۔

ہم پہلے عرض کر چکے ہیں یہاں عبارت میں اجمال ہے۔ ابتداء ہوئی شفاعت عامہ کے ذکر سے اور انتہا ہوئی شفاعت خاصہ کے ذکر پر، یہ شفاعت اپنی امت کو جنت میں پہنچانے کی ہے عام لوگوں کے لیے شفاعت محشر سے نجات دلانے کی ہوگی۔

اس سے معلوم ہوا کہ قیامت میں سب کا حساب نہ ہوگا، بعض بے حساب جنت میں بھیجے جائیں گے۔ جو دنیا میں اپنا حساب خود لیتا رہے گا اس کا حساب یا تو ہوگا نہیں یا ہوگا تو ہلکا ہوگا۔

یعنی ان بے حساب جنتیوں کے لیے ایک دروازہ خاص ہے جس سے دوسرے جنتی داخل نہیں ہو سکتے مگر یہ حضرات ان دروازوں سے جا سکتے ہیں جیسے ریل کانسٹکلا اس کا مسافر ہر درجہ میں سفر کر سکتا ہے مگر تھرڈ کلاس لفسٹ میں سفر نہیں کر سکتے۔ ایک دروازے کے حصے ہوں تو ہر حصہ مصرع کہلاتا ہے اس سے مقصود ہے دروازہ جنت کی چوڑائی بیان کرنا۔

بجربینہ منورہ کے علاقہ میں ایک گاؤں کا نام بھی ہے اور بحرین کے ایک شہر کا نام بھی یہاں یہی شہر مراد ہے جو بحرین میں ہے، اس تشبیہ سے مقصود ہے اس دروازے کی فراخی بیان فرمانا حد بندی فرمانا مقصود نہیں۔ (اشعہ، مرقات)

(بزاۃ السناجیح، ج ۷ ص ۴۱۴)

شفاعتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تو بے واسطہ اللہ (عَزَّ وَجَلَّ) تک پہنچنے والے صرف محمد رسول اللہ ہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ یہ ہی سبب ہے کہ روز قیامت تمام انبیاء، اولیاء و علماء علیہم الصلوٰۃ والسلام کہ شفاعت فرمائیں گے، ان کی شفاعت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ہوگی۔ بازگاہِ عزت (عَزَّ وَجَلَّ) میں شفاعت فرمانے والے صرف حضور ہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ ولھذا

جامع ترمذی کی حدیث میں ارشاد ہوا:

أَنَا صَاحِبُ شَفَاعَتِهِمْ وَلَا فَخْرَ

شفاعتِ انبیاء کا صاحب میں ہوں اور یہ کچھ براہِ فخر نہیں فرماتا۔ (ملخصاً، مسند احمد، الحدیث ۲۱۳۱۳، ج ۸، ص ۵۳)

اسی طرف آیہ کریمہ اشارہ فرماتی ہے:

وَيَهْدِيكَ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا

ہمیں بھی حکم ہوا کہ عرض کرو: (پ ۲۶، الفتح: ۲)

إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ

ہمیں سیدھی راہ چلا۔ (پ ۱، الفاتحہ: ۵)

اور حضور کو بھی فرمایا:

وَيَهْدِيكَ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا

اے محبوب ہم نے تمہارے لیے فتح مبین اس لیے کی ہے کہ تمہیں سیدھی راہ بتائیں۔ (پ ۲۶، الفتح: ۲)

صراطِ مستقیم دو طرح کی ہوتی ہے: ایک تو یہ کہ سیدھی چلی گئی ہے جس میں پیچ و خم نہیں مگر واسطے کی ضرورت ہے کہ بغیر واسطہ نہیں پہنچ سکتا اور دوسری یہ کہ اٹھا اور سیدھا مقصود تک پہنچا۔ پہلی اور (یعنی دیگر) انبیاء (علیہم الصلوٰۃ والسلام) اور دوسری صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ہے۔

مطلب یہ کہ اے محبوب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) بس اٹھو اور مجھ تک چلے آؤ! تمہیں کسی توشل (یعنی وسیلہ اختیار کرنے) کی حاجت نہیں، سب کے لیے وسیلہ تم ہو، تمہارے لیے کون وسیلہ ہو! فلہذا حضور اقدس (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کے اسمائے طیبہ سے ہے صاحب الوسیلۃ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ واسطہ اگر حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کے لیے بھی مانا جائے تو در لازم آئے اس لئے کہ جو واسطہ ہوگا کامل ہوگا ناقص نہ ہوگا اور جب کامل ہوگا تو کمال وجود پر متفرع ہے اور وجود عالم حضور کے وجود اقدس پر موقوف۔ تو خلاصہ اعتقاد، شان رسالت (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) میں یہ ہے کہ مرتبہ وجود میں صرف اللہ عزَّ وَّجَلَّ ہے باقی سب ظلال اور مرتبہ ایجاد میں صرف حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں باقی سب عکس و پرتو۔

توحیدیں دو ہیں: ایک توحید الہی کہ اللہ ایک ہے، ذات و صفات و اسماء و افعال و احکام و سلطنت کسی بات میں اس کا کوئی شریک نہیں:

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

ترجمہ کنزالایمان: اللہ (عزَّ وَّجَلَّ) کے سوا کسی کی بندگی نہیں۔ (پ ۲۳، الضقت: ۳۵)

لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ

ترجمہ کنزالایمان: اس جیسا کوئی نہیں۔ (پ ۲۵، انشوری: ۱۱)

هَلْ تَعْلَمُ لَهُ سِبْيَانًا

ترجمہ کنزالایمان: کیا اس کے نام کا دوسرا جانتے ہو۔ (پ ۱۶، مریم: ۶۵)

هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللَّهِ

ترجمہ کنزالایمان: کیا اللہ کے سوا اور بھی کوئی خالق ہے۔

وَلَا يُشْرِكُ فِي حُكْمِهِ أَحَدًا

ترجمہ کنزالایمان: اور وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔ (پ ۱۵، الکہف: ۲۶)

وَلَمْ يَكُنْ لَهُ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ

ترجمہ کنزالایمان: اور بادشاہی میں کوئی اس کا شریک نہیں۔ (پ ۱۵، بنی اسرائیل: ۱۱۱)

اور دوسری توحید رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کہ حضور اپنے جمیع صفات کمالیہ میں تمام عالم سے متفرد (یعنی یکتا) ہیں۔

فَجَوْهَرُ الْحُسْنِ فِيهِ غَيْرُ مُنْقَسِمٍ

مُتَزَكٍّ عَنْ شَرِيكٍ فِي مَخَاسِينِهِ

(نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے محاسن و کمالات میں شریک سے پاک ہیں ان کی ذات پاک میں حسن و خوبی

کا جو جوہر ہے وہ غیر منقسم ہے۔)

خلاصہ ایمان یہ ہے جو محقق دہلوی فرماتے ہیں۔

دگر ہر وصف کہ میخوای اندر مدد حش املکن

مخوای او را خدا از بہر حفظ شرع و پاس دین

(دین کی پاسداری اور شریعت کی حفاظت کے لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو خدا نہ کہو اس کے علاوہ ان

کے دوسرے اوصاف جو چاہو ان کی مدح و ثنا میں لکھو۔)

اور ان سے پہلے حضرت امام محمد بوسیری قدس اللہ تعالیٰ سرہ الشریف فرما گئے۔

وَأَحْكَمُ بِمَا شِئْتَ مَذْحًا فِيهِ وَاحْتَكَمِ

دَعُ مَا ادَّعَتْهُ النَّصَارَى فِي نَبِيِّهِمْ

وَأَنْسَبَ عَلَى قَدْرِهِ مَا شِئْتَ مِنْ عِظَمِ

فَأَنْسَبَ إِلَى ذَاتِهِ مَا شِئْتَ مِنْ شَرَفِ

فِيُعْرَبُ عَنْهُ تَأْطِقُ بِفَمِ

فَإِنَّ فَضْلَ رَسُولِ اللَّهِ لَيْسَ لَهُ حَدٌّ

(تصیّد بردہ شریف مترجم، ص ۲۷-۲۸)

اتنی بات تو چھوڑ دے جو نصاریٰ نے اپنے نبی کے بارے میں اِدّعا کیا (یعنی خدا اور خدا کا بیٹا) اسے چھوڑ، باقی حضور

کی مدح میں جو کچھ تیرے جی میں آئے کہہ اور مضبوطی سے حکم لگا۔ تو ان کی ذات پاک کی طرف جتنا شرف چاہے منسوب کر

اور ان کے مرتبہ کریمہ کی طرف جتنی عظمت چاہے ثابت کر اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضل کی کوئی انتہا ہی

نہیں کہ بیان کرنے والا، کیسا ہی گویا ہو، اسے بیان کر سکے۔ (ملفوظات اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ص ۲۵۱-۲۵۲)

(1873) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: جَاءَ إِبْرَاهِيمَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأُمِّ إِسْمَاعِيلَ وَبَابِنَهَا إِسْمَاعِيلَ وَهِيَ تُرْضِعُهُ، حَتَّى وَضَعَهَا عِنْدَ الْبَيْتِ، عِنْدَ دَوْحَةٍ فَوْقَ زَمْزَمَ فِي أَعْلَى الْمَسْجِدِ، وَلَيْسَ بِمَكَّةَ يَوْمَئِذٍ أَحَدٌ، وَلَيْسَ بِهَا مَاءٌ، فَوَضَعَهَا هُنَاكَ، وَوَضَعَ عِنْدَهُمَا جِرَابًا فِيهِ تَمْرٌ، وَسِقَاءٌ فِيهِ مَاءٌ، ثُمَّ قَفَى إِبْرَاهِيمُ مُنْطَلِقًا، فَتَبِعَتْهُ أُمُّ إِسْمَاعِيلَ فَقَالَتْ: يَا إِبْرَاهِيمُ، أَيْنَ تَذْهَبُ وَتَتْرُكُنَا بِهَذَا الْوَادِي الَّذِي لَيْسَ فِيهِ أُنْيُسٌ وَلَا شَيْعٌ؟ فَقَالَتْ لَهُ ذَلِكَ مِرَارًا، وَجَعَلَ لَا يَلْتَفِتُ إِلَيْهَا، قَالَتْ لَهُ: اللَّهُ أَمَرَكَ بِهَذَا؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَتْ: إِذَا لَا يُضَيِّعُنَا، ثُمَّ رَجَعَتْ، فَانْطَلَقَ إِبْرَاهِيمُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حَتَّى إِذَا كَانَ عِنْدَ الثَّنِيَّةِ حَيْثُ لَا يَرُوتُهُ، اسْتَقْبَلَ بِوَجْهِهِ الْبَيْتَ، ثُمَّ دَعَا بِهَلْوَاءِ الدَّعَوَاتِ، فَرَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ: (رَبِّ إِنِّي أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ) حَتَّى بَلَغَ (يَشْكُرُونَ) (إِبْرَاهِيمَ): (37). وَجَعَلْتُ أُمُّ إِسْمَاعِيلُ تُرْضِعُ إِسْمَاعِيلَ وَتَشْرَبُ مِنْ ذَلِكَ الْمَاءِ، حَتَّى إِذَا نَفِدَ مَا فِي السِّقَاءِ عَطِشَتْ، وَعَطِشَ ابْنُهَا، وَجَعَلْتُ تَنْظُرُ إِلَيْهِ يَتَلَوَى - أَوْ قَالَ يَتَلَبَّطُ - فَانْطَلَقْتُ كَرَاهِيَّةً أَنْ تَنْظُرَ إِلَيْهِ، فَوَجَدْتُ الصِّفَا أَقْرَبَ جَبَلٍ فِي الْأَرْضِ يَلِيهَا، فَقَامْتُ عَلَيْهِ، ثُمَّ اسْتَقْبَلْتُ الْوَادِي تَنْظُرُ هَلْ تَرَى أَحَدًا؟ فَلَمْ تَرَ أَحَدًا. فَهَبَطْتُ مِنَ الصِّفَا حَتَّى إِذَا بَلَغْتَ الْوَادِي، رَفَعْتُ ظَرْفَ دِرْعِيهَا، ثُمَّ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ اور ان کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو جبکہ وہ دودھ پیتے تھے لے کر چلے یہاں تک کہ انہیں بیت اللہ کے قریب مسجد حرام کے بالائی حصے میں زمزم کے اوپر واقع ایک درخت کے پاس ٹھہرا دیا۔ اس زمانے میں مکے میں کوئی انسان آباد نہیں تھا نہ وہاں پانی ہی تھا۔ پس ان ماں بیٹے کو وہاں رکھا اور ان کے پاس ایک تھیلی رکھ دی جس میں کچھ کھجوریں تھیں اور پانی کا ایک مشکیزہ تھا۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام واپس جانے لگے تو حضرت اسماعیل کی والدہ ان کے پیچھے گئیں اور کہا، اے ابراہیم! ہمیں اس وادی میں چھوڑ کر جہاں کوئی غمخوار سا تھی ہے اور نہ ضرورت کی کوئی چیز کہاں جا رہے ہیں؟ انہوں نے یہ بات ان سے کئی بار کہی لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کی طرف توجہ ہی نہ فرماتے۔ بالآخر حضرت ہاجرہ نے کہا کیا اللہ نے آپ کو ایسا کرنے کا حکم دیا ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا ہاں تو انہوں نے کہا تب وہ ہمیں ضائع نہیں کرے گا پھر وہ واپس آ گئیں۔ پس حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی راہ پر چلے یہاں تک کہ جب مقام ثنیہ پر پہنچے جہاں سے ان کے اہل و عیال انہیں نہیں دیکھ رہے تھے۔ اپنا رخ بیت اللہ کی طرف کیا۔ پھر ان کلمات کے ساتھ دعائیں کیں پس اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور کہا اے میرے رب! میں نے اپنی اولاد کو بے آب و گیاہ جگہ پر آباد کیا ہے سے تاکہ وہ تیرا شکر ادا کریں تک۔ حضرت اسماعیل کی والدہ حضرت اسماعیل کو دودھ پلاتی رہیں اور خود

پانی پیتی رہیں یہاں تک کہ مشک کا پانی ختم ہو گیا۔ وہ خود بھی پیاس محسوس کر رہی تھیں اور یہ بھی دیکھ رہی تھیں کہ بیٹا بھی پیاس کی وجہ سے بلبلارہا ہے یا زمین میں لوٹ رہا ہے۔ وہ اس منظر کو ناپسند کرتے ہوئے چل دیں۔ انہوں نے اس جگہ سے سب سے زیادہ قریب صفا کے پہاڑ کو پایا پس وہ اس پر کھڑی ہو گئیں اور وادی کی طرف رخ کر کے دیکھنے لگیں کہ شاید کوئی انسان نظر آجائے لیکن بے سود۔ وہ صفا سے اتری اور وادی تک پہنچیں۔ پھر اپنی قمیض کا کنارہ اٹھا کر ایک مصیبت زدہ شخص کی مانند دوڑ کر وادی کو عبور کیا پھر مروہ پر آئیں اور اس پر کھڑی ہو گئیں اور دیکھا کہ کوئی انسان نظر آئے لیکن کسی کو نہ پایا۔ اس طرح انہوں نے یہ سات مرتبہ کیا۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس لئے لوگ صفا مروہ کے درمیان سعی کرتے ہیں جب وہ مروہ پر چڑھ گئیں تو انہوں نے ایک آواز سنی تو اپنے آپ کو کہنے لگیں خاموش! پھر انہوں نے کان لگایا تو دوبارہ وہ آواز سنی۔ اس پر انہوں نے کہا کہ تو نے آواز تو سنادی اگر تیرے پاس کوئی معاونت کا سلسلہ ہے (تو مدد کر) پس اسی لمحہ فرشتہ زم زم کی جگہ کے پاس تھا۔ پس اس نے اپنی ایڑی یا پر سے زمین کو کریدا۔ یہاں تک کہ پانی ظاہر ہو گیا۔ آپ (حضرت ہاجرہ) اس کے گرد حوض بنانے لگیں اور اپنے ہاتھ سے اس طرح کرنے لگیں اور پانی کو چلو میں لے کر مشک میں ڈالنے لگیں۔ وہ پانی جتنا چلو سے لیتی اتنا ہی پانی نیچے سے جوش مارتا اور ایک روایت میں ہے کہ جتنا وہ چلو میں لیتی اتنا وہ جوش مارتا۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے

سَعَتْ سَعَى الْإِنْسَانِ الْمَجْهُودِ حَتَّى جَاوَزَتْ الْوَادِي، ثُمَّ آتَتْ الْمَرْوَةَ فَقَامَتْ عَلَيْهَا، فَنظَرَتْ هَلْ تَرَى أَحَدًا؟ فَلَمْ تَرَ أَحَدًا، فَفَعَلَتْ ذَلِكَ سَبْعَ مَرَّاتٍ. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «فَلذَلِكَ سَعَى النَّاسِ بَيْنَهُمَا، فَلَمَّا اشْرَفَتْ عَلَى الْمَرْوَةِ سَمِعَتْ صَوْتًا، فَقَالَتْ: صَه - تُرِيدُ نَفْسَهَا - ثُمَّ تَسَبَعَتْ، فَسَمِعَتْ أَيضًا، فَقَالَتْ: قَدْ أَسْمَعْتُ إِنْ كَانَ عِنْدَكَ عَوَاتٌ، فَإِذَا هِيَ بِالْمَلِكِ عِنْدَ مَوْضِعِ زَمْزَمَ، فَبَحَثَ بِعَقْبِهِ - أَوْ قَالَ بِجَنَاحِهِ - حَتَّى ظَهَرَ الْمَاءُ، فَجَعَلَتْ تُحَوِّضُهُ وَتَقُولُ بِيَدَيْهَا هَكَذَا، وَجَعَلَتْ تَعْرِفُ مِنَ الْمَاءِ فِي سِقَائِهَا وَهُوَ يَفُورُ بَعْدَ مَا تَعْرِفُ. وَفِي رِوَايَةٍ: بِقَدْرِ مَا تَعْرِفُ. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «رَحِمَ اللَّهُ أُمَّ إِسْمَاعِيلَ لَوْ تَرَكَتْ زَمْزَمَ - أَوْ قَالَ لَوْ لَمْ تَعْرِفْ مِنَ الْمَاءِ - لَكَانَتْ زَمْزَمُ عَيْنًا مَعِينًا قَالَ: فَشَرِبَتْ وَأَرْضَعَتْ وَلَدَهَا، فَقَالَ لَهَا الْمَلِكُ: لَا تَخَافُوا الضَّيْعَةَ فَإِنَّ هَاهُنَا بَيْتًا لِلَّهِ يَبْنِيهِ هَذَا الْغَلَامُ وَأَبُوهُ، وَإِنَّ اللَّهَ لَا يُضَيِّعُ أَهْلَهُ، وَكَانَ الْبَيْتُ مُرْتَفِعًا مِنَ الْأَرْضِ كَالرَّابِيَةِ، تَأْتِيهِ السُّيُوفُ، فَتَأْخُذُ عَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ، فَكَانَتْ كَذَلِكَ حَتَّى مَرَّتْ بِهِمْ رُفْقَةٌ مِنْ جُرْهُمِ، أَوْ أَهْلُ بَيْتٍ مِنْ جُرْهُمِ مُقْبِلِينَ مِنْ طَرِيقِ كَدَاءٍ، فَانزَلُوا فِي أَسْفَلِ مَكَّةَ، فَرَأَوْا ظَائِرًا عَائِفًا، فَقَالُوا: إِنْ هَذَا الظَّائِرُ لَيَدُورُ عَلَى مَاءٍ، لَعَهْدُنَا بِهِذَا الْوَادِي

وَمَا فِيهِ مَاءٌ فَأَرْسَلُوا جَرِيًّا أَوْ جَرِيَّتَيْنِ، فَإِذَا هُمُ
بِالْمَاءِ، فَرَجَعُوا فَأَخْبَرُوهُمْ، فَأَقْبَلُوا وَأُمُّ
إِسْمَاعِيلَ عِنْدَ الْمَاءِ، فَقَالُوا: اتَّادِبِينَا لَنَا أَنْ نَنْزِلَ
عِنْدَكَ، قَالَتْ: نَعَمْ، وَلَكِنْ لَا حَقَّ لَكُمْ فِي الْمَاءِ،
قَالُوا: نَعَمْ. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "قَالَ لِي ذَلِكَ أُمُّ إِسْمَاعِيلَ، وَهِيَ تُحِبُّ
الْأَنْسَ فَنَزَلُوا، فَأَرْسَلُوا إِلَى أَهْلِهِمْ فَنَزَلُوا مَعَهُمْ،
حَتَّى إِذَا كَانُوا بِهَا أَهْلَ أَبِياتٍ وَشَبِّ الْغُلَامِ
وَتَعَلَّمَ الْعَرَبِيَّةَ مِنْهُمْ، وَأَنْفَسَهُمْ وَأَعْجَبَهُمْ حِينَ
شَبَّ، فَلَمَّا أَدْرَكَ زَوْجُوهَ امْرَأَاتِهِمْ: وَمَاتَتْ أُمُّ
إِسْمَاعِيلَ، فَجَاءَ إِبْرَاهِيمُ بَعْدَمَا تَزَوَّجَ إِسْمَاعِيلُ
يُطَالِخُ تَرِكَتَهُ، فَلَمَّ يَجِدُ إِسْمَاعِيلَ، فَسَأَلَ امْرَأَتَهُ
عَنْهُ فَقَالَتْ: خَرَجَ يَبْتَغِي لَنَا - وَفِي رِوَايَةٍ: يَصِيدُ
لَنَا - ثُمَّ سَأَلَهَا عَنْ عَيْشِهِمْ وَهَيْئَتِهِمْ، فَقَالَتْ:
نَحْنُ بِشَيْرٍ، نَحْنُ فِي ضَيْقٍ وَشِدَّةٍ، وَشَكَتَ إِلَيْهِ، قَالَ:
فَإِذَا جَاءَ زَوْجُكَ اقْرَأْ عَلَيْهِ السَّلَامَ، وَقُولِي لَهُ
يُغَيِّرُ عَتَبَةَ بَابِهِ. فَلَمَّا جَاءَ إِسْمَاعِيلُ كَأَنَّهُ أَنْسٌ
شَيْئًا، فَقَالَ: هَلْ جَاءَكُمْ مِنْ أَحَدٍ؟ قَالَتْ: نَعَمْ،
جَاءَنَا شَيْخٌ كَذَا وَكَذَا، فَسَأَلْنَا عَنْكَ فَأَخْبَرْتُنَا،
فَسَأَلَنِي: كَيْفَ عَيْشُنَا، فَأَخْبَرْتُهُ أَنَا فِي جَهْدٍ
وَشِدَّةٍ. قَالَ: فَهَلْ أَوْصَاكَ بِشَيْءٍ؟ قَالَتْ: نَعَمْ،
أَمَرَنِي أَنْ أَقْرَأَ عَلَيْكَ السَّلَامَ، وَيَقُولُ: غَيِّرُ عَتَبَةَ
بَابِكَ، قَالَ: ذَلِكَ أَبِي وَقَدْ أَمَرَنِي أَنْ أَفَارِقَكَ! الْحَقِّي
بِأَهْلِكَ، فَطَلَّقَهَا وَتَزَوَّجَ مِنْهُمْ أُخْرَى، فَلَبِثَ
عَنْهُمْ إِبْرَاهِيمُ مَا شَاءَ اللَّهُ، ثُمَّ آتَاهُمْ بَعْدَ فَلَمَّ

ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حضرت اسماعیل
کی والدہ پر رحم کرے۔ اگر وہ زم زم کر چھوڑ دیتیں یا پانی
کے چلونہ بھرتیں تو زم زم ایک بہتا ہوا چشمہ ہوتا۔ حضرت
عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت حاجرہ نے
اس سے خود پانی پیا اور اپنے بیٹے کو پلایا۔ فرشتے نے آپ
سے کہا تم اپنی جان کا کوئی خوف مت کھاؤ۔ بے شک
یہاں اللہ تعالیٰ کا گھر ہے۔ جس کی تعمیر یہ بچہ اور اس کے
والد کریں گے اور اللہ تعالیٰ یہاں کے رہنے والے لوگوں کو
ضائع نہیں کرے گا۔ بیت اللہ کی جگہ ٹیلے کی طرح زمین
سے کچھ اٹھی ہوئی تھی۔ سیلاب آتے اور اس کے آس
پاس سے گزر جاتے۔ حضرت اسماعیل کی والدہ اسی حالت
میں تھیں کہ قبیلہ جرہم کا ایک قافلہ یا ایک خاندان وہاں
سے گزرا وہ لوگ کدا کے راستے آرہے تھے۔ انہوں نے
مکہ کے زیریں حصہ میں پڑاؤ کیا۔ انہوں نے پرندے
منڈلاتے ہوئے دیکھے تو کہنے لگے کہ یہ پرندے پانی پر
گھوم رہے ہیں۔ ہمیں تو اس وادی سے آتے جاتے زمانہ
ہو گیا۔ اس میں تو پانی نہ تھا تو انہوں نے ایک دو قاصد
بھیجے۔ انہوں نے وہاں پانی پایا پس واپس جا کر باقی
ساتھیوں کو بتلایا تو وہ سب اس مقام پر آئے۔ حضرت
ہاجرہ پانی کے پاس تشریف فرما تھیں۔ یہ لوگ عرض کرنے
لگے کیا آپ ہم کو اپنے پاس پڑاؤ کرنے کی اجازت دیں
گی۔ آپ فرمانے لگیں ہاں لیکن پانی میں تمہارا کوئی حق
ملکیت نہ ہوگا۔ کہنے لگے ٹھیک ہے۔ حضرت ابن عباس
رضی اللہ عنہما کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ اس واقعہ نے
ام اسماعیل کی مراد پوری کر دی وہ بھی کوئی مونس چاہتی

يَجِدُهُ، فَدَخَلَ عَلَى امْرَأَتِهِ فَسَأَلَ عَنْهُ. قَالَتْ: خَرَجَ
يَبْتَغِي لَنَا قَالَ: كَيْفَ أَنْتُمْ؟ وَسَأَلَهَا عَنْ
عَيْشِهِمْ وَهَيْئَتِهِمْ، فَقَالَتْ: نَحْنُ بِخَيْرٍ وَسَعَةٍ،
وَأَنْتَ عَلَى اللَّهِ. فَقَالَ: مَا طَعَامُكُمْ؟ قَالَتْ:
اللَّحْمُ، قَالَ: فَمَا شَرَابُكُمْ؟ قَالَتْ: الْمَاءُ، قَالَ:
اللَّهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِي اللَّحْمِ وَالْمَاءِ. قَالَ النَّبِيُّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ يَوْمَئِذٍ حَبٌّ
وَلَوْ كَانَ لَهُمْ دَعَا لَهُمْ فِيهِ، قَالَ: فَهَبَا لَا يَجْلُوا
عَلَيْهِمَا أَحَدٌ بِغَيْرِ مَكَّةَ إِلَّا لَمْ يُوَافِقَا.

تھیں۔ پس آئے ہوئے لوگ وہیں ٹھہر گئے اور پیغام بھیج
کر اپنے گھر والوں کو بھی بلا لیا وہ بھی ان کے ساتھ قیام
کرنے لگے۔ یہاں تک کہ وہاں کئی گھر جمع ہو گئے اور
حضرت اسماعیل بھی جوان ہو گئے اور ان لوگوں سے عربی
زبان بھی سیکھ لی اور جوانی کے وقت حضرت اسماعیل ان کو
نفس اور خوش لگنے لگے۔ جب آپ بالغ ہو گئے تو قبیلہ
جرہم والوں نے اپنی ایک دختر سے آپ کی شادی کر دی۔
حضرت ہاجرہ اللہ کو پیاری ہو گئیں۔ شادی کے ایک عرصہ
بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام تشریف لائے تاکہ اپنے
چھوڑے ہوئے افراد کا پتہ کریں۔ آپ نے حضرت
اسماعیل علیہ السلام کو نہ پایا تو ان کی بیوی سے ان کے متعلق
دریافت فرمایا۔ تو وہ بولی ہمارے لئے رزق کی تلاش اور
ایک روایت میں ہے شکار کی تلاش میں باہر گئے ہیں۔ پھر
دریافت کیا کہ گزر اوقات کیسی ہو رہی ہے۔ بولی ہم بڑے
حال میں ہیں۔ بڑی تنگی اور سختی میں ہیں۔ اور آپ سے
شکایت کرتی رہی۔ آپ حضرت خلیل اللہ نے فرمایا: جب
تمہارے شوہر آجائیں تو انہیں میرا سلام پہنچانا اور پیغام
دینا کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ بدل ڈالیں۔ پس جب
حضرت اسماعیل علیہ السلام تشریف لائے تو بات سمجھ
گئے۔ دریافت فرمایا: کیا آج یہاں کوئی شخص آئے تھے۔
بیوی نے کہا ہاں ایسے ایسے حلیہ اور شکل و شباہت کے
بزرگ آئے تھے۔ آپ کے متعلق پوچھا تھا۔ میں نے
بتایا تھا۔ پھر مجھ سے دریافت کیا کہ ہماری گزر اوقات کیسی
ہے۔ میں نے بتلایا تھا کہ ہم بڑی تنگی اور سختی میں ہیں۔
فرمایا: کیا انہوں نے تجھ سے کسی معاملہ کی بات فرمایا تھا۔

بولی ہاں مجھے حکم فرمایا تھا کہ آپ کو ان کا سلام کہوں اور فرما رہے تھے کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ کو بدل دو۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا: وہ میرے والد محترم تھے۔ وہ مجھے حکم فرمائے ہیں کہ میں تجھ سے علیحدہ ہو جاؤں۔ تم اپنے گھر والوں کے پاس چلی جاؤ۔ پس انہوں نے اس عورت کو طلاق دیدی اور اس قبیلے کی کسی اور عورت سے شادی کر لی۔ پس حضرت ابراہیم علیہ السلام جب تک اللہ نے چاہا کچھ عرصہ ٹھہرنے کے بعد پھر ان کے پاس تشریف لائے تو پھر حضرت اسماعیل علیہ السلام کو گھر میں موجود نہ پایا۔ پس ان کی بیوی کے پاس آئے اور ان سے ان کی بابت پوچھا تو اس نے بتلایا کہ وہ ہمارے لئے رزق کی تلاش میں باہر گئے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا تمہارا کیا حال ہے؟ اور اس سے ان کی گزراوقات اور عام حالت کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا: ہم خیریت سے ہیں اور فراخی میں ہیں اور اس نے اللہ کی حمد و ثناء کی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا: تمہاری خوراک کیا ہے؟ اس نے عرض کیا: گوشت۔ پوچھا: پیتے کیا ہو۔ اس نے عرض کیا پانی۔ حضرت ابراہیم نے دعا کی اے اللہ! ان کے گوشت اور پانی میں برکت نازل فرما۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس دن ان کے پاس ایک دانہ بھی نہ تھا۔ اگر ہوتا تو آپ اس کے لئے بھی دعا فرماتے۔ آپ فرماتے ہیں کہ مکہ کے علاوہ کوئی بھی شخص صرف ان چیزوں پر گزر نہیں کر سکتا اور نہ یہ اس کو موافق آتی ہیں۔

اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ

وَفِي رِوَايَةٍ: فَبَاءَ فَقَالَ: أَيُّنِ اسْمَاعِيلُ؟

السلام آئے تو انہوں نے فرمایا: اسماعیل کہاں ہیں؟ ان کی بیوی نے کہا: وہ شکار کرنے گئے ہیں۔ ان کی بیوی نے کہا: آپ ہمارے پاس تشریف نہیں رکھتے کہ کھائیں پیئیں۔ آپ نے فرمایا: تمہارا کھانا پینا کیا ہے تو اس نے کہا ہمارا کھانا گوشت اور مشروب پانی ہے تو آپ نے دعا فرمائی: اے اللہ ان کے کھانے اور مشروب میں برکت نازل فرما۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ابو القاسم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی برکت ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: جب تمہارا شوہر آ جائے تو ان کو میرا سلام کہنا اور ان کو کہہ دینا کہ وہ اپنے دروازے کی چوکھٹ قائم رکھے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام واپس آئے تو کہا کیا تمہارے پاس کوئی آیا تھا؟ انہوں نے کہا جی ہاں ہمارے پاس ایک خوبصورت شکل والے شیخ آئے تھے اور ان کی تعریف بیان کی۔ چنانچہ انہوں نے مجھ سے تمہارے بارے میں پوچھا تو میں نے ان کو اس کی اطلاع دی۔ پھر انہوں نے مجھ سے پوچھا ہماری گزر اوقات کیسی ہے؟ تو میں نے ان کو بتایا کہ ہم خیریت سے ہیں۔ انہوں نے کہا کیا انہوں نے تمہیں کسی چیز کی نصیحت فرمائی؟ اس نے کہا جی ہاں وہ تمہیں سلام کہتے تھے اور حکم دیتے تھے کہ دروازے کی چوکھٹ قائم رکھو۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا: وہ میرے والد تھے اور چوکھٹ تو ہے۔ انہوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ تمہیں باقی رکھوں۔ پھر ابراہیم علیہ السلام ان سے جتنا اللہ نے چاہا رکھے۔ پھر اس کے بعد تشریف لائے۔ اس حال میں کہ حضرت اسماعیل زم زم کے قریب ایک درخت

فَقَالَتْ امْرَأَتُهُ: ذَهَبَ يَصِيدُ، فَقَالَتْ امْرَأَتُهُ: آلا تَأْتِي، فَتَطْعَمَ وَتَشْرَبَ؟ قَالَ: وَمَا طَعَامُكُمْ وَمَا شَرَابُكُمْ؟ قَالَتْ: طَعَامُنَا اللَّحْمُ وَشَرَابُنَا الْمَاءُ. قَالَ: اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِي طَعَامِهِمْ وَشَرَابِهِمْ. قَالَ: فَقَالَ أَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بَرَكَتُهُ دَعْوَةُ إِبْرَاهِيمَ. قَالَ: فَإِذَا جَاءَ رَوْحُكَ فَاقْرَأْ عَلَيْهِ السَّلَامَ وَمُرِّيهِ يُعْبِتُ عَتَبَةَ بَابِهِ. فَلَمَّا جَاءَ إِسْمَاعِيلُ قَالَ: هَلْ أَتَاكُمْ مِنْ أَحَدٍ؟ قَالَتْ: نَعَمْ، أَنَا شَيْخٌ حَسَنُ الْهَيْئَةِ، وَأَثْنْتُ عَلَيْهِ، فَسَأَلَنِي عَنْكَ فَأَخْبَرْتُهُ، فَسَأَلَنِي كَيْفَ عَيْشُنَا فَأَخْبَرْتُهُ أَنَا بِخَيْرٍ. قَالَ: فَأَوْصَاكَ بِشَيْءٍ؟ قَالَتْ: نَعَمْ، يَقْرَأُ عَلَيْكَ السَّلَامَ وَيَأْمُرُكَ أَنْ تُعْبِتَ عَتَبَةَ بَابِكَ. قَالَ: ذَلِكَ أَبِي، وَأَتَتِ الْعَتَبَةُ، أَمَرَنِي أَنْ أُمْسِكَ. ثُمَّ لَبِثَ عَنْهُمْ مَا شَاءَ اللهُ، ثُمَّ جَاءَ بَعْدَ ذَلِكَ وَإِسْمَاعِيلُ يَبْرُحُ نَبِيلاً لَهُ تَحْتِ دَوْحَةٍ قَرِيبًا مِنْ زَمْرَمَ، فَلَمَّا رَأَتْهُ قَامَتْ إِلَيْهِ، فَصَنَعَا كَمَا يَصْنَعُ الْوَالِدُ بِالْوَلَدِ وَالْوَالِدُ بِالْوَالِدِ. قَالَ: يَا إِسْمَاعِيلُ، إِنَّ اللَّهَ أَمَرَنِي بِأَمْرٍ، قَالَ: فَاصْنَعْ مَا أَمَرَكَ رَبُّكَ؟ قَالَ: وَتُعِينُنِي، قَالَ: وَأُعِينُكَ، قَالَ: فَإِنَّ اللَّهَ أَمَرَنِي أَنْ أَبْنِي بَيْنَنَا هَاهُنَا، وَأَشَارَ إِلَى أَكْبَةِ مُرْتَفِعَةٍ عَلَى مَا حَوْلَهَا، فَعِنْدَ ذَلِكَ رَفَعَ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ، فَجَعَلَ إِسْمَاعِيلُ يَأْتِي بِالْحِجَارَةِ وَإِبْرَاهِيمُ يَبْنِي حَتَّى إِذَا ارْتَفَعَ الْبِنَاءُ جَاءَ بِهَذَا الْحَجَرِ فَوَضَعَهُ لَهُ فَقَامَ عَلَيْهِ، وَهُوَ يَبْنِي وَإِسْمَاعِيلُ يُنَاوِلُهُ الْحِجَارَةَ وَهُمَا يَقُولَانِ: (رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا

إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ (البقرة: 127).

کے نیچے تیر بنا رہے تھے۔ جب ان کو دیکھا تو اٹھ کر ان کی خدمت میں پہنچے تو اسی طرح کیا جس طرح والد کا بیٹا احترام کرتا ہے اور انہوں نے اسی طرح شفقت کی جس طرح والد بیٹے کے ساتھ کرتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: اے اسماعیل! اللہ نے مجھے ایک بات کا حکم دیا ہے۔ اسماعیل نے کہا: آپ کے رب نے آپ کو جس بات کا حکم دیا ہے وہ کریں۔ انہوں نے پوچھا تو میری مدد کرے گا؟ انہوں نے کہا: میں آپ کی مدد کروں گا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں یہاں ایک گھر تعمیر کروں اور ایک ٹیلے کی طرف اشارہ فرمایا جو اردگرد کے حصوں سے بلند تھا۔ پس اسی وقت اس خاص گھر کی دیواریں اٹھائیں۔ اسماعیل علیہ السلام پتھر اٹھا کر لاتے اور ابراہیم علیہ السلام تعمیر کرتے یہاں تک کہ جب دیواریں اونچی ہو گئیں تو (مقام ابراہیم والا) پتھر لائے اور وہاں رکھ دیا۔ پس حضرت ابراہیم علیہ السلام اس پر کھڑے ہو کر تعمیر کرتے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام ان کو پتھر پکڑاتے جاتے اور دونوں یہ دعا پڑھتے: رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ۔ (البقرة: 127) ”اے ہمارے رب! ہمارا یہ عمل قبول فرما یقیناً تو بہت سننے والا اور جاننے والا ہے۔“

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت ابراہیمؑ حضرت اسماعیل اور ان کی والدہ کو لے کر نکلے ان کے ساتھ ایک مشک تھی جس میں پانی تھا۔ حضرت اسماعیل کی والدہ خود مشک کا پانی پی لیتی تھیں اور حضرت اسماعیل کو اپنا دودھ پلاتی تھیں۔ یہاں تک کہ مکہ مکرمہ پہنچے تو حضرت ہاجرہ کو

وَفِي رِوَايَةٍ: إِنَّ إِبْرَاهِيمَ خَرَجَ بِاسْمَاعِيلَ وَأُمِّ إِسْمَاعِيلَ، مَعَهُمْ شَنَّةٌ فِيهَا مَاءٌ، فَجَعَلَتْ أُمُّ إِسْمَاعِيلَ تَشْرَبُ مِنَ الشَّنَّةِ فَيَدِرُّ لَبَنُهَا عَلَى صَبِيحَتِهَا، حَتَّى قَدِمَ مَكَّةَ، فَوَضَعَهَا تَحْتَ دَوْحَةٍ، ثُمَّ رَجَعَ إِبْرَاهِيمُ إِلَى أَهْلِهِ، فَاتَّبَعَتْهُ أُمُّ إِسْمَاعِيلَ

حَتَّى لَهَا بَلَّغُوا كَذَاءَ نَادَتْهُ مِنْ وَرَائِهِ: يَا اِبْرَاهِيْمُ
 اِلَى مَنْ تَتْرُكُنَا؟ قَالَ: اِلَى اللّٰهِ، قَالَتْ: رَضِيْتُ بِاللّٰهِ،
 فَرَجَعَتْ وَجَعَلَتْ تَشْرَبُ مِنَ الشَّيْءِ وَيَدُّ لَبْنُهَا.
 عَلَى صَبِيَّهَا، حَتَّى لَهَا فَبِي الْمَاءِ قَالَتْ: لَوْ ذَهَبْتُ
 فَنَظَرْتُ لَعَلِّي اُحْسُ اَحَدًا. قَالَ: فَذَهَبْتُ
 فَصَعِدَتِ الصَّفَا، فَنَظَرْتُ وَنَظَرْتُ هَلْ تُحْسُ
 اَحَدًا، فَلَمْ تُحْسُ اَحَدًا، فَلَمَّا بَلَغَتِ الْوَادِي سَعَتْ،
 وَآتَتِ الْمَرْوَةَ، وَفَعَلَتْ ذٰلِكَ اَشْوَاظًا، ثُمَّ قَالَتْ: لَوْ
 ذَهَبْتُ فَنَظَرْتُ مَا فَعَلَ الصَّبِي، فَذَهَبْتُ فَنَظَرْتُ
 فَاِذَا هُوَ عَلَى حَالِهِ، كَاَنَّهُ يَنْشَغُ لِمَوْتِ، فَلَمْ تُقَرِّهَا
 نَفْسُهَا فَقَالَتْ: لَوْ ذَهَبْتُ فَنَظَرْتُ لَعَلِّي اُحْسُ
 اَحَدًا، فَذَهَبْتُ فَصَعِدَتِ الصَّفَا، فَنَظَرْتُ وَنَظَرْتُ
 فَلَمْ تُحْسُ اَحَدًا، حَتَّى اَتَمَّكَ سَبْعًا، ثُمَّ قَالَتْ: لَوْ
 ذَهَبْتُ فَنَظَرْتُ مَا فَعَلَ، فَاِذَا هِيَ بِصَوْتِ، فَقَالَتْ:
 اَعِيْكَ اِنْ كَانَ عِنْدَكَ خَيْرٌ، فَاِذَا جَبْرِيْلُ فَقَالَ
 بِعَقِبِهِ هَكَذَا، وَخَمَزَ بِعَقِبِهِ عَلَى الْاَرْضِ، فَاَنْبَشَقَ
 الْمَاءُ فَذَهَبَتْ اُمُّ اِسْمَاعِيْلَ، فَجَعَلَتْ تَحْفِنُ ...
 وَذَكَرَ الْحَدِيْثَ بِطَوِيْلِهِ، رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ بِهٰذِهِ
 الرَّوَايَاتِ كُلِّهَا.

ایک بڑے درخت کے نیچے اتار کر خود لوٹ کر چل دیئے تو
 حضرت ہاجرہ نے پیچھے سے آواز دے کر کہا۔ اے ابراہیم
 ہم کو کس کے بھروسے پر چھوڑے جاتے ہو حضرت ابراہیم
 علیہ السلام نے فرمایا: اللہ کے بھروسے پر حضرت ہاجرہ نے
 فرمایا تو میں اللہ تعالیٰ پر راضی ہوں۔ یہ کہہ کر واپس چلی
 آئیں خود اسی مشک کا پانی پیتی تھیں اور اپنے بچے کو اپنا دودھ
 پلاتی تھیں۔ بال آخر پانی جب ختم ہو گیا تو حضرت ہاجرہ
 (اپنے دل میں) کہنے لگیں اب مجھے کہیں جا کر دیکھنا
 چاہئے۔ شاید کہ کوئی نظر آ جائے لیکن کوئی نظر نہیں آیا۔ پھر
 میدان میں پہنچ کر کوہ مروہ پر دوڑ کر پہنچیں۔ پھر چند مرتبہ اسی
 طرح چکر لگائے۔ پھر کہنے لگیں کہ جا کر دیکھوں بچے کی کیا
 حالت ہے۔ جب لوٹ کر آئیں تو دیکھا کہ بچہ اپنی حالت
 پر ہے۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ (بچہ) مرنے کے لئے چلا رہا
 ہے۔ حضرت ہاجرہ اپنے نفس پر قابو نہ رکھ سکیں تو پھر کہنے
 لگیں کہ جا کر تو دیکھوں کہ شاید کوئی آدمی نظر آ جائے تو دوڑ
 کر کوہ صفا پر چڑھیں اور ادھر ادھر دیکھا لیکن کوئی شخص نظر
 نہیں آیا (اور اسی طرح دوڑ کر پھر مروہ پہاڑی پر آئیں)
 یہاں تک کہ اسی طریقہ سے سات چکر پورے ہو گئے۔ پھر
 (اپنے دل میں) کہنے لگیں کہ اب مجھے جا کر بچے کی حالت
 کو دیکھنا چاہیے۔ اتنے میں ایک آواز سنائی دی۔ حضرت
 ہاجرہ نے کہا کہ اگر تو کچھ بھلائی کر سکتا ہے تو فریاد سی کر فوراً
 حضرت جبرائیل علیہ السلام نظر آئے تو انہوں نے زمین پر
 اپنی ایڑی ماری پھر (وہاں سے پانی پھوٹ پڑا) تو اُم
 اسمعیل (حضرت ہاجرہ) حیران ہو گئیں اور اس کے ارد گرد
 گڑھا بنانا شروع کر دیا (تا کہ پانی ایک جگہ جمع رہے اور کسی

طرف کو بہہ نہ نکلے)۔ یہ سب روایات امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کی ہیں۔

«الدُّوْحَةُ الشَّجَرَةُ الْكَبِيرَةُ. قَوْلُهُ: "قَلْبِي": آتِي: وَابْنُ الْجَرِي: "وَالْجَرِي": الرَّسُولُ. "وَاللُّغَى": مَعْنَاةٌ وَجَدَ. قَوْلُهُ: "يَنْشَعُ": آتِي: يَشْهَقُ.

الدُّوْحَةُ: بڑا درخت۔ قَلْبِي: واپس جانا۔ الْجَرِي: پیغام پہنچانے والا۔ اللُّغَى: اس کا معنی ہے پایا۔ يَنْشَعُ: سسکیاں لینا۔

شرح حدیث: آب زمزم کے فضائل

خاتم المرسلین، رحمۃ اللعلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: جس وقت جبرائیل امین (علیہ السلام) نے اپنی ایڑی مار کر زمین سے چاہ زمزم جاری کیا تو حضرت اسماعیل (علیہ السلام) کی والدہ ماجدہ اسے واوی میں جمع کرنے لگیں، اللہ عزوجل ان پر رحم فرمائے اگر وہ اسے اسی طرح چھوڑ دیتیں تو ساری واوی بھر جاتی۔

(سنن التبری للنسائی، کتاب الناقب، باب ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، الحدیث: ۷۶، ۸۳، ج ۵، ص ۹۹)

سید المرسلین، رحمۃ اللعلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: آب زمزم جبرائیل (علیہ السلام) کا ہڑمہ (یعنی ہاتھ یا پاؤں سے زمین میں بننے والا گڑھا) ہے، اور پھر ان دونوں (یعنی حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور جبرائیل علیہ السلام) نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو پانی پلایا۔

(سنن الدارقطنی، کتاب الحج، باب المواقی، الحدیث: ۱۳، ج ۲، ص ۲۶۵)

شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراب الساکین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آب زمزم دنیا و آخرت کے جس مقصد کے لئے بھی پیا جائے کافی ہے۔

(سنن ابن ماجہ، ابواب المناک، باب الشرف من زمزم، الحدیث: ۲۳، ۳۰، ص ۲۶۲، بدون من امر اللہ نیا والا خرة)

محبوب رب العالمین، جناب صادق و امین عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: آب زمزم ہیٹ بھر کر پینا نفاق سے چھٹکارا دیتا ہے۔ (فردوس الاخبار، باب التاء، الحدیث: ۲۲۵۵، ج ۱، ص ۳۰۹)

سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب و سینہ، باعثِ نزولِ سکینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: آب زمزم زمین پر موجود ہر پانی سے بہتر ہے۔ (المعجم الکبیر، الحدیث: ۱۱۶۷، ج ۱۱، ص ۸۰)

(1874) وَعَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «الْكُمَاةُ مِنَ الْمَنِّ وَمَا وَحَا بِشَمَاءَ لِلْعَيْنِ مُشْفَقٌ عَلَيْهِ.»

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: کھلی من کی قسم سے ہے اور اس کا پانی آنکھوں کے لئے شفاء ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری باب تفسیر سورة البقرة جلد 7، صفحہ 126، رقم 5708 صحیح مسلم، باب فضل الکماء و

مداوة العين بها، جلد 6، صفحہ 124، رقم 5463 اتحاد الخيرة المهرة، باب ماجاء في الكفاة والعجوة والشلويين، جلد 4، ص 426، رقم 3878 الاداب للمبہلی، باب التداوی بالحجامة و غیرها، جلد 1، صفحہ 426، رقم 698 سنن ترمذی، باب ماجاء في الكفاة والعجوة، جلد 4، صفحہ 213، رقم 2067

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

برسات میں گلی لکڑی کے بھینگنے سے چھتری کی طرح ایک گھاں اگ جاتی ہے اسے عربی میں کماة شحم الارض، فارسی میں ساروق اور کلاہ دبو، اردو میں کھمبھی اور چتر مار کہتے ہیں۔ بعض لوگ اس کی جڑیں پکا کر کھاتے ہیں۔ برسات میں عموماً مل جاتی ہیں۔ من بمعنی منت اور نعمت ہے یا مطلب یہ ہے کہ من کی مثل بغیر قیمت مل جانے والی چیز ہے۔

اس کی تحقیق ان شاء اللہ کتاب الطب والرقی میں ہوگی۔ اس کے پانی کا آنکھ کے لیے شفا ہونا برحق ہے مگر کسی مرض میں کیسے استعمال کیا جائے اس کی تفصیل کتاب الطب میں ہے۔

یعنی یا تو بنی اسرائیل پر جو من اترتا تھا وہ ہی تھا جو کچھ فرق کے ساتھ اب اس شکل میں ہے یا جیسے بنی اسرائیل پر من اعلیٰ درجہ کی چیز اتری مگر بغیر محنت مشقت انہیں دی گئی ایسے ہی یہ بھی ہے۔ (مزاۃ المناجیح، ج ۶ ص ۳۳)



اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

استغفار کا بیان

مغفرت و بخشش طلب کرنا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: گناہوں کی معافی مانگو۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اللہ سے معافی چاہو

بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تو اپنے رب کی ثناء

کرتے ہوئے اس کی پاکی بولو اور اس سے بخشش چاہو

بے شک وہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پرہیزگار لوگوں کے

لئے ان کے رب کے ہاں باغات ہیں۔ (اللہ عزوجل

کے اس قول تک) اور رات کے آخری حصے میں استغفار

کرنے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جو کوئی برائی یا اپنی جان

پر ظلم کرے پھر اللہ سے بخشش چاہے تو اللہ کو بخشنے والا

مہربان پائے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اللہ کا کام نہیں کہ انہیں

عذاب کرے جب تک اے محبوب تم ان میں تشریف

فرما ہو اور اللہ انہیں عذاب کرنے والا نہیں جب تک وہ

بخشش مانگ رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور وہ کہ جب کوئی بے

حیاتی یا اپنی جانوں پر ظلم کریں اللہ کو یاد کر کے اپنے

گناہوں کی معافی چاہیں اور گناہ کون بخشنے سوا اللہ کے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

20- کتاب الاستغفار

228- تَابُ الْأَمْرِ بِالْإِسْتِغْفَارِ وَفَضْلِهِ

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ) (محمد:

19).

وَقَالَ تَعَالَى: (وَاسْتَغْفِرِ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ كَانَ

غَفُورًا رَحِيمًا) (النساء: 106).

وَقَالَ تَعَالَى: (فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ

إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا) (النصر: 3).

وَقَالَ تَعَالَى: (لِلَّذِينَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ

جَنَّاتٍ) إِلَى قَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ: (وَالْمُسْتَغْفِرِينَ

بِالْأَسْحَارِ) (ال عمران: 15-17).

وَقَالَ تَعَالَى: (وَمَنْ يَعْصِلْ سُوءًا أَوْ يَظْلِمْ

نَفْسَهُ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللَّهَ يَجِدِ اللَّهَ غَفُورًا

رَحِيمًا) (النساء: 110).

وَقَالَ تَعَالَى: (وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ

فِيهِمْ وَمَا كَانَ اللَّهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ)

(الأنفال: 33).

وَقَالَ تَعَالَى: (وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ

ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللَّهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ

وَمَنْ يَغْفِرِ الذُّنُوبَ إِلَّا اللَّهُ وَلَمْ يُصِرُّوا عَلَى مَا

فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ (ال عمران: 135)

اور اپنے کئے پر جان بوجھ کر اڑ نہ جائیں۔

(1875) وَعَنْ الْأَعْرَابِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ:

حضرت اعرابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِنَّهُ

اللہ ﷺ نے فرمایا: کبھی میرے دل میں خواہشات پیدا

لَيَغَانُ عَلَى قَلْبِي، وَإِنِّي لَأَسْتَغْفِرُ اللَّهَ فِي الْيَوْمِ مِئَةَ

ہو جاتی ہیں اس لیے میں دن میں سو بار استغفار کرتا

مَرَّةً. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

ہوں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب استغفار الاستغفار والاستكثار منه، جلد 8، ص 72، رقم 7033، الاصاب للمصنف، باب ما عاجل كل ذنب بالكتابة منه وسائل لئله المغفرة، جلد 2، ص 17، رقم 845، سنن ابوداؤد، باب في الاستغفار، جلد 1، صفحہ 559، رقم 1517، سنن النسائی، باب كم يستغفر في اليوم ويتوبه، جلد 6، صفحہ 116، رقم 10276، مسند امام احمد، حدیث الاعرابی رضی اللہ عنہ، جلد 4، ص 211، رقم 17882

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

يُغَانُ غَيْنٌ مِنْ بَاءٍ بِمَعْنَى يَرْدُهُ أَيْ لِيَسْفِيْدَ بَادِلَ كَوَغَيْنٍ كَمَا جَاءَتْ فِيهِ. اس پر دے کے متعلق شارحین نے بہت خامہ فرسائی کی ہے بعض کے نزدیک اس سے مراد حضور کی دنیا میں مشغولیت ہے، بعض نے فرمایا کہ اس سے سونا مراد ہے، بعض کے خیال میں اس سے مراد اجتہادی خطائیں ہیں مگر حق یہ ہے کہ یہاں غین سے مراد اپنی امت کے گناہوں کو دیکھ کر غم فرمانا ہے اور استغفار سے مراد ان گنہگاروں کے لیے استغفار کرنا ہے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تا قیامت اپنی امت کے سارے حالات پر مطیع ہیں، ان گناہوں کو دیکھتے ہیں، دل کو صدمہ ہوتا ہے اس صدمے کے جوش میں انہیں دعائیں دیتے ہیں۔ (لمعات، مرقات، اشعہ وغیرہ) اس کی تائید قرآن کی اس آیت سے ہوتی ہے عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ اے مسلمانو تمہاری تکلیفیں ان پر گراں ہیں۔ شعر

روح پاک مصطفی آمد بدرد

آنچه تو کردی کے باخود نہ کرد

رات بھر روؤ کراہو

بدنہیں تم ان کی خاطر

تم کہو ان کا بھلا ہو

بد کریں ہر دم برائی

(مراۃ المناجیح، ج 3، ص 538)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے

(1876) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ:

رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: اللہ کی قسم! میں ایک

قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

دن میں ستر سے زیادہ بار اللہ سے استغفار اور توبہ کرتا

يَقُولُ: "وَاللَّهِ إِنِّي لَأَسْتَغْفِرُ اللَّهَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ فِي

ہوں۔ (بخاری)

الْيَوْمِ أَكْثَرَ مِنْ سَبْعِينَ مَرَّةً رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب استغفار النبی ﷺ، جلد 5، ص 232، رقم 15948، تحائف الخیر المہرۃ، کتاب التوبۃ والاستغفار، جلد 7، ص 408، رقم 7199، المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمہ مطلب، جلد 8، صفحہ 329، رقم 8770، سنن النسائی

باب کہ استغفار فی الیوم و یعوبہ جلد 8، ص 114، رقم 10267 مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، جلد 2، ص 282، رقم 7780

شرح حدیث: حکیم اکثرت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

توبہ و استغفار روزے نماز کی طرح عبادت بھی ہے اسی لیے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس پر عامل تھے یا یہ عمل ہم گنہگاروں کی تعلیم کے لیے ہے ورنہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم معصوم ہیں گناہ آپ کے قریب بھی نہیں آتا۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ ہم لوگ گناہ کر کے توبہ کرتے ہیں اور وہ حضرات عبادت کر کے توبہ کرتے ہیں۔ شعر

زاہداں از گناہ توبہ کنند
عارفاں از عبادت استغفار

سیدنا علی مرتضیٰ فرماتے ہیں کہ ہم لوگوں کے لیے دنیا میں دو امانیں ہیں: ایک نے پردہ فرمایا اور دوسری قیامت تک

ہمارے پاس ہے یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور استغفار۔ (مزاۃ المناجیح، ج 3، ص 52)

توبہ و استغفار کی اہمیت و فضیلت

گناہ ایک سنگین و مہلک ترین روحانی مرض ہے، اللہ کی نافرمانی اور گناہ وہ مضر شے ہے جس سے انسان کے قلب میں زنگ لگ جاتا ہے اور قلب سیاہ ہو جاتا ہے، لیکن اس کا بہترین علاج اور تریاق توبہ ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ انسان خطا و نسیان کا پتلا ہے، غلطی اور گناہ کرنا اس کی جبلت میں داخل ہے، مگر بہترین گناہ گار وہ ہے جو اپنے گناہوں پر ندامت کے ساتھ آنسو بہائے اور اپنے کیے پر اللہ تعالیٰ سے رجوع کرے، معافی مانگے اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا عزم کرے۔ توبہ کیا ہے؟ دراصل تین چیزوں کے مجموعہ کا نام توبہ ہے، ایک یہ کہ جو گناہ سرزد ہو جائے اس پر دل سے ندامت و شرمندگی اور پشیمانی ہو، دوسرے یہ کہ جو گناہ ہو اس کو فوراً چھوڑ دے، تیسرے یہ کہ آئندہ گناہ نہ کرنے کا عزم مصمم (پکا ارادہ) ہو، ان ہی تین چیزوں کے مکمل ہونے پر توبہ تکمیل تک پہنچتی ہے۔

درحقیقت گناہ انسان کے حق میں نہایت خطرناک ہیں۔ اس سے دنیا اور آخرت دونوں برباد ہو جاتے ہیں اور گناہ کا

اثر جسم میں زہر کی طرح سرایت کر جاتا ہے۔

علم سے محرومی

علم نور الہی ہے اور گناہوں کے ارتکاب کی وجہ سے انسان علم سے محروم ہو جاتا ہے۔ امام شافعی علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

فأرشدنی إلى ترک المعاصی

ونور اللہ لا یہدی لعاصی

شکوت إلى و کیح سوء حفظی

وأخبرنی بأن العلم نور

میں نے اپنے استاد کو کیح سے کمزور حافظہ کی شکایت کی تو آپ نے مجھے ترک معاصی کی نصیحت فرمائی اور آپ نے یہ

بتایا کہ علم ایک نور ہے اور اللہ کا نور گنہگار کو نہیں دیا جاتا۔

رزق میں تنگی

گناہوں کا ایک اثر یہ بھی ہوتا ہے کہ انسان کی روزی اور رزق میں تنگی آجاتی ہے۔ حصولِ رزق اور فراخیِ معاش کے لیے ترکِ گناہ سے بہتر کوئی چیز نہیں۔

وحشتِ قلبی

گناہگاروں اور اللہ کے درمیان دوری ہو جاتی ہے اور دل کا سکون نہیں ملتا:

أَلَا بَدَأَ اللَّهُ تَطْمِئِنُّ الْقُلُوبُ. سورة الرعد 28

لوگوں سے وحشت اور دوری ہوتی ہے، خاص طور پر اصلاح کرنے والوں سے۔ ان کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے اور میل ملاقات سے گناہگار گریز کرتا ہے۔ یہاں تک کہ بیوی بچوں اور اپنے اقربا سے وحشت ہو جاتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ

(1877) وَعَنْهُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے دست

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «وَالَّذِي نَفْسِي

قدرت میں میری جان ہے۔ اگر تم گناہ نہ کرو تو اللہ تعالیٰ

بِيَدِهِ لَوْ لَمْ تُذْنِبُوا، لَذَهَبَ اللَّهُ تَعَالَى بِكُمْ، وَجَاءَ

تمہیں ختم کر کے ایسے لوگوں کو لے آئے جو گناہ کریں۔

بِقَوْمٍ يُذْنِبُونَ، فَيَسْتَغْفِرُونَ اللَّهَ تَعَالَى، فَيَغْفِرُ

پھر اللہ کے حضور استغفار کریں تو وہ انہیں معاف فرما

لَهُمْ رِوَاةُ مُسْلِمٍ.

دے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب سقوط الذنوب بالاستغفار توبة، جلد 8، ص 94، رقم 7141، مسند امام احمد بن حنبل، مسند أبي هريرة رضي الله عنه، جلد 2، ص 309، رقم 8068، مصنف عبدالرزاق، باب الذنوب، جلد 11، صفحہ 181، رقم 20271، مشکوٰۃ المصابیح، باب الاستغفار والتوبة، الفصل الاول، جلد 2، ص 24، رقم 2328، جامع الاصول لابن اثير، الكتاب الثاني في العفو، جلد 8، ص 38، رقم 5875

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس حدیث کا مقصد لوگوں کو گناہ پر دلیر کرنا نہیں بلکہ توبہ کی طرف مائل کرنا ہے یعنی اے انسانو! اگر تم بھی فرشتوں کی طرح سارے ہی معصوم بے گناہ ہوتے تو کوئی قوم ایسی پیدا کی جاتی جو غلطی و خطا سے گناہ کر لیا کرتی پھر توبہ کرتی اسے رب تعالیٰ معاف کرتا کیونکہ خلقت رب تعالیٰ کی صفات کا مظہر ہے اور جیسے رب کی صفت رزاق ہے ایسے ہی اس کی صفت غفار بھی ہے۔ رزاقیت کا ظہور رزق و مرزوق سے ہوتا ہے غفاریت کی جلوہ گری گناہ اور گنہگار سے ہوتی ہے۔ جو یہ حدیث دیکھ کر گناہ پر دلیر ہو اور پھر گناہ کرے تو کافر ہو اور یہاں ذکر گناہ کا ہے نہ کہ کفر کا۔ خلاصہ یہ ہے کہ اسے گنہگار رب کی رحمت سے مایوس نہ ہو بلکہ توبہ کر لے وہ غفور رحیم ہے تجھ سے گناہ کا صدور تقاضائے حکمت الہی ہے تم سے کوئی گناہ نہ ہو یہ ناممکن ہے۔ یہاں سے جانے سے مراد ہلاک کرنا نہیں ہے بلکہ انہیں آسمانوں پر پہنچا دینا، فرشتوں کے ساتھ رکھنا اور زمین پر

دوسری قوم قابل گناہ کو بسا نامراد ہے۔ (بزاۃ المناجیح، ج ۳ ص ۵۵۲)

(1878) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا،
قَالَ: كُنَّا نَعُدُّ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فِي الْمَجْلِسِ الْوَاحِدِ مِئَةَ مَرَّةٍ: "رَبِّ اغْفِرْ لِي وَتُبْ
عَلَيَّ إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ". رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ
وَالْإِسْمَاعِيلِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ".

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم شمار کرتے
تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی مجلس میں سو سے زیادہ بار یہ
الفاظ پڑھتے۔ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَتُبْ عَلَيَّ إِنَّكَ أَنْتَ
التَّوَّابُ الرَّحِيمُ۔ اے میرے پروردگار! مجھے بخش
دے اور میری توبہ قبول فرما بے شک تو بہت توبہ قبول
کرنے والا نہایت رحم والا ہے۔ اس حدیث کو ابو داؤد اور
امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح
غریب ہے۔

تخریج حدیث: سنن ترمذی، باب ما یقول اذا قام من المجلس، جلد 5، صفحہ 494، رقم 3434 سنن ابو داؤد، باب فی
الاستغفار، جلد 1، صفحہ 559، رقم الحدیث 1518 الادب المفرد للبخاری، باب سید الاستغفار، صفحہ 217، رقم 618 سنن ابن
ماجہ، باب الاستغفار، جلد 2، صفحہ 1253، رقم 3814 صحیح ابن حبان، باب الادعیۃ، جلد 3، صفحہ 206، رقم 927

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ نے اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی جگہ کام کے لیے تشریف فرما ہوتے تو تھوڑے تھوڑے وقفہ سے یہ کلمات
پڑھتے تھے اور اس کثرت سے پڑھتے تھے کہ اٹھنے سے پہلے سو بار تک فرما لیتے تھے، یہ تو عام مجالس پاک کا ذکر ہے خصوصی
عبادات کی مجلسوں کا کیا پوچھنا۔ مغفرت و توبہ کا فرق پہلے عرض کیا گیا، نیز یہ بھی کہ یہ کلمات ہماری تعلیم کے لیے ہیں، نیز ان
کا پڑھنا عبادت اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اعلیٰ درجہ کے عابد ہیں لہذا یہ حدیث عصمت انبیاء کے خلاف نہیں۔

(بزاۃ المناجیح، ج ۳ ص ۵۷۵)

مقبول توبہ کا بیان

نور بصیرت سے دیکھنے والے اور انوار قرآن سے فیض یاب ہونے والے لوگ جانتے ہیں کہ اللہ عزَّ وَّجَلَّ کی بارگاہ
میں مقبول ہر قلب سلیم کو بروز قیامت قرب خداوندی کا اعزاز حاصل ہوگا اور وہ اپنی باقی رہنے والی آنکھوں سے اللہ
عزَّ وَّجَلَّ کا دیدار کر سکے گا۔ اور انہیں معلوم ہے کہ دل اپنی اصل کے اعتبار سے سلامتی والا پیدا کیا گیا اور اس کی سلامتی
گناہوں کا گرد و غبار چھا جانے سے زائل ہوتی ہے۔ انہیں یہ بھی معلوم ہے کہ ندامت کی آگ اس غبار کو جلا کر رکھ کر دیتی
ہے اور نیکی کا نور دل کے چہرے سے گناہ کی تاریکی کو مٹا دیتا ہے اور نیکیوں کے انوار کے سامنے گناہوں کے اندھیرے نہیں
ٹھہرتے جیسے دن کی روشنی کے سامنے رات کے اندھیروں کا بس نہیں چلتا اور جس طرح صابن کی سفیدی سے میل کی
کدورت باقی نہیں رہتی، اسی طرح توبہ و استغفار اور ندامت کے نور سے گناہ باقی نہیں رہتے سوائے اس کے کہ گناہوں کی

کثرت اور ہیشگی کی وجہ سے دل خراب ہو گیا ہو۔ ہم اللہ عزوجل کی پناہ چاہتے ہیں۔

(1879) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا،
 قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ
 لَزِمَ الْأَسْتِغْفَارَ جَعَلَ اللَّهُ لَهُ مِنْ كُلِّ ضِيقٍ مَخْرَجًا،
 وَمِنْ كُلِّ هَمٍّ فَرَجًا، وَرَزَقَهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ."
 رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول
 اللہ نے فرمایا: جو شخص اپنے آپ پر استغفار کو لازم کر
 لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہر تنگی سے نکلنے کا راستہ بنا
 دیتا ہے اور ہر غم سے اسے نجات عطا کرتا ہے اور اسے
 ایسی جگہ سے روزی دیتا ہے جہاں سے اس کو گمان بھی
 نہیں ہوتا۔

تخریج حدیث: سنن ابوداؤد، باب فی الاستغفار، جلد 1، صفحہ 560، رقم 1520، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب ما یستحب من
 کثرة الاستغفار، جلد 3، صفحہ 351، رقم 6651، سنن ابن ماجہ، باب الاستغفار، جلد 2، ص 125، رقم 3819، جامع الاصول لابن اثیر،
 الفرع الاول فی الاستغفار، جلد 4، ص 389، رقم 2446

شرح حدیث: اس طرح کہ روزانہ استغفار کے کلمے زبان سے ادا کیا کرے گناہ کرے یا نہ کرے۔ بہتر یہ ہے کہ
 نماز فجر کے وقت سنت فجر کے بعد فرض سے پہلے ستر بار پڑھا کرے کہ یہ وقت استغفار کے لیے بہت ہی موزوں ہے، رب
 تعالیٰ فرماتا ہے: **وَبِالْأَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُونَ۔**

یہ عمل بہت ہی مجرب ہے۔ روزی سے مراد مال، اولاد، عزت سب ہی ہے۔ استغفار کرنے والے کو رب تعالیٰ یہ تمام
 نعمتیں غیبی خزانہ سے بخشتا ہے، قرآن کریم فرماتا ہے: **فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ
 مِدْرَارًا۔** قرآن کریم میں استغفار پر پانچ نعمتوں کا ذکر فرمایا اور اس حدیث نے تین نعمتوں کا مگر ہماری اس شرح سے وہ
 پانچوں نعمتیں ان تین میں آگئیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے: **وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا
 يَحْتَسِبُ۔** یہ حدیث اس آیت کی شرح ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۳ ص ۵۶۲)

مومن بندے کی توبہ

حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا
 ہے شک اللہ اپنے مومن بندے کی توبہ سے اس شخص سے زیادہ خوش ہوتا ہے جو کسی ہلاکت خیز پتھر ملی زمین پر پڑاؤ کرے
 اسکے ساتھ اس کی سواری بھی ہو جس پر اسکے کھانے پینے کا سامان لدا ہوا ہو پھر وہ سر رکھ کر سو جائے پھر جب بیدار ہو تو اس کی
 سواری جا چکی ہو تو وہ اسے تلاش کرے یہاں تک کہ گرمی اور شدتِ پیاس یا جس وجہ سے اللہ لچا ہے پریشان ہو کر کہے کہ
 میں اسی جگہ لوٹ جاتا ہوں جہاں سو رہا تھا پھر سو جاتا ہوں یہاں تک کہ مرجاؤں پھر وہ اپنی کلائی پر سر رکھ کر مرنے کے لئے
 سو جائے پھر جب بیدار ہو تو اسکے پاس اس کی سواری موجود ہو اور اس پر اس کا توشہ بھی موجود ہو تو اللہ عزوجل مومن
 بندے کی توبہ پر اس شخص کے اپنی سواری کے لوٹنے پر خوش ہونے سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب التوبہ، باب فی الحس علی التوبۃ والفرح بہا، رقم ۲۷۴۳، ص ۱۳۶۸)

(1880) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ
قَالَ: أَسْتَغْفِرُ اللَّهَ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ
وَأَتُوبُ إِلَيْهِ، غُفِرَتْ ذُنُوبُهُ، وَإِنْ كَانَ قَدْ فَرَّ مِنَ
الرَّحِبِ". رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالحَاكِمُ،
وَقَالَ: "حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ البُخَارِيِّ
وَمُسْلِمٍ".

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے یہ کلمات کہے: اَسْتَغْفِرُ
اللَّهَ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ،
میں اللہ سے بخشش مانگتا ہوں جس سے کوئی معبود نہیں
وہی زندہ ہمیشہ قائم رہنے والا ہے اور اسی کی طرف رجوع
کرتا ہوں تو اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے اگرچہ وہ
میدان جہاد سے بھاگا ہو۔ اس حدیث کو امام ابو داؤد
امام ترمذی اور امام حاکم نے روایت کیا اور کہا کہ یہ
حدیث بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

تخریج حدیث: سنن ابو داؤد، باب فی الاستغفار، جلد 1، ص 568، رقم 1517، سنن ترمذی، باب فی دعاء الضیفہ، جلد 5، ص
568، رقم 3577، المستدرک للحاکم، کتاب الجہاد، جلد 2، صفحہ 395، رقم 2550، جامع الاصول لابن اثیر، الفروع الاول فی
الاستغفار، جلد 4، ص 389، رقم 2447، مصنف ابن ابی شیبہ، باب فی کثرة الاستغفار والتوبة، جلد 7، ص 173، رقم 35079

شرح حدیث: مجھ سے مغفرت طلب کرو میں تمہیں بخش دوں گا

حضرت سیدنا ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غیوب، منزہ عن
الغیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رب عزوجل فرماتا ہے، اے میرے بندو! میں نے ظلم کرنے کو اپنے آپ پر
حرام کر دیا ہے اور اسے تمہارے درمیان بھی حرام کر دیا ہے لہذا ایک دوسرے پر ظلم نہ کیا کرو۔ اے میرے بندو! تم سب
گمراہ ہو مگر جسے میں نے ہدایت دی تو مجھ سے ہدایت چاہو میں تمہیں ہدایت دوں گا۔ اے میرے بندو! تم سب بھوکے ہو
مگر جسے میں نے کھلایا تو مجھ سے کھانا طلب کرو میں تمہیں کھلاؤں گا۔ اے میرے بندو! تم سب بے لباس ہو مگر جسے میں
نے کپڑے پہنائے تو مجھ سے لباس طلب کرو میں تمہیں لباس عطا فرماؤں گا۔ اے میرے بندو! تم دن رات گناہ کرتے
ہو اور میں تمام گناہوں کو بخش دیتا ہوں تو مجھ سے مغفرت طلب کرو میں تمہیں بخش دوں گا۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے، اے میرے
بندو! تم سب گناہ گار ہو مگر جسے میں نے بچایا، لہذا مجھ سے مغفرت کا سوال کرو، میں تمہاری مغفرت فرما دوں گا اور تم میں
سے جس نے یقین کر لیا کہ میں بخش دینے پر قادر ہوں پھر مجھ سے میری قدرت کے وسیلہ سے استغفار کیا تو میں اس کی
مغفرت فرما دوں گا۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الزہد باب ذکر التوبۃ، رقم ۴۲۵۷، ج ۴، ص ۴۹۵)

(1881) وَعَنِ شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «سَيِّدُ
الْإِسْتِغْفَارِ أَنْ يَقُولَ الْعَبْدُ: اَللَّهُمَّ أَنْتَ رَبِّي لَا إِلَهَ
إِلَّا أَنْتَ خَلَقْتَنِي وَأَنَا عَبْدُكَ، وَأَنَا عَلَى عَهْدِكَ
وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ، أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا
صَنَعْتُ، أَبُوؤُكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ، وَأَبُوؤُ بِنَدْبِي، فَاغْفِرْ
لِي، فَإِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ. مَنْ قَالَهَا مِنْ
النَّهَارِ مُوقِنًا بِهَا، فَمَاتَ مِنْ يَوْمِهِ قَبْلَ أَنْ يُمْسِيَ،
فَهُوَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ، وَمَنْ قَالَهَا مِنَ اللَّيْلِ، وَهُوَ
مُوقِنٌ بِهَا، فَمَاتَ قَبْلَ أَنْ يُصْبِحَ، فَهُوَ مِنْ أَهْلِ
الْجَنَّةِ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. «أَبُوؤُ بِنَاءٍ مَضْمُومَةٌ ثُمَّ
وَأَوْ هَمْزَةٌ مَمْدُودَةٌ وَمَعْنَاهَا: أَقِرُّ وَأَعْتَرِفُ»

روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: سید الاستغفار یہ ہے کہ بندہ اس طرح کہے: اے اللہ تو ہی میرا رب ہے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو نے ہی مجھے پیدا کیا اور میں تیرا بندہ ہوں اور میں تیرے عہد اور تیرے وعدے پر قائم ہوں جہاں تک کہ طاقت رکھتا ہوں میں تیری پناہ مانگتا ہوں اپنے بُرے اعمال سے اور میں اقرار کرتا ہوں تیرے انعام کا جو مجھ پر ہے اور میں اپنے گناہ کا اقرار کرتا ہوں پس تو مجھے بخش دے کیونکہ تیرے سوا کوئی گناہوں کو نہیں بخشا۔ جس نے یہ کلمات دن میں مکمل یقین کے ساتھ پڑھے اور وہ شام سے پہلے اسی دن فوت ہو گیا تو وہ جنتی ہے اور جس نے رات کے وقت یہ کلمات پڑھے اور اسے ان کے بارے میں یقین ہو اور پھر صبح سے پہلے اسے موت آ جائے تو وہ بھی جنتی افراد میں سے ہے۔ (بخاری) اَبُوؤُ بَا پر پیش پھر واؤ اور ہمزہ ممدودہ کے ساتھ اس کا معنی ہے میں اقرار اور اعتراف کرتا ہوں۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب افضل الاستغفار، جلد 8، ص 67، رقم 6306-تحف الخیرة البهرة للبوصیری، باب فی ای حین یستغفر وما جاء فی سید الاستغفار، جلد 7، ص 423، رقم 7239-المستدرک للحاکم، تفسیر سورة محمد ﷺ، جلد 2، ص 496، رقم 3707-سنن ترمذی، باب ما جاء فی الدعاء، اذا اصبح واذا امسى، جلد 5، ص 467، رقم 3393-صحیح ابن حبان، باب الادعیة، جلد 3، صفحہ 212، رقم 932

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

عربی میں سید وہ ہے جس کی طرف لوگ اپنی حاجتوں میں رجوع کریں یعنی استغفار کے الفاظ بہت ہیں مگر یہ استغفار ان تمام کی جامع ہے کیونکہ اس میں گزشتہ پرندامت آئندہ کے لیے عہد، رب تعالیٰ کے انعامات، اپنی احسان فراموشی، بے وفائی سب کچھ ہی ہے۔

معلوم ہوا کہ استغفار توبہ بلکہ تمام دعاؤں میں اللہ تعالیٰ کی حمد، اپنی بے کسی بیان کرنا بہتر ہے پھر جیسی دعا ہو ویسی ہی حمد چاہیے۔ دیکھو یہاں توبہ کرنا ہے تو پہلے اللہ کی ربوبیت اور اپنی بندگی کا اقرار کیا یعنی توبہ پالنے والا ہم پلنے والے، پلنے والے قصور کیا ہی کرتے ہیں پالنے والے بخشا ہی کرتے ہیں، بچے کپڑے اور بستر گندے کیا ہی کرتے ہیں ماں انہیں پاک و

صاف کیا ہی کرتی ہے حالانکہ وہ رب نہیں بلکہ مربی ہے۔

یعنی جہاں تک مجھ سے بن پڑے گا میں وہ عہد پورا کروں گا جو میثاق کے دن تجھ سے کیا ہے یا اسلام لاتے وقت تیرے پیارے حبیب سے کیا یا بیعت ہوتے وقت تیرے کسی ولی سے کیا کیونکہ یہ سارے عہد تجھ سے ہی ہیں۔ بقدر طاقت کی اس لیے قید لگائی کہ طاقت سے زیادہ کی پروردگار بھی تکلیف نہیں دیتا۔

شیخ نے اشعہ میں فرمایا کہ کئے سے مراد گناہ بھی ہیں اور نیکیاں بھی۔ گناہ کی شرط یہ ہے کہ اس سے توبہ کی توفیق نہ ملے اور نیکی کی شرط یہ ہے کہ اس پر تکبر و غرور نہ ہو جائے۔ خیال رہے کہ وہ گناہ جس کے بعد گریہ و زاری، عجز و نیاز و توبہ نصیب ہو اس نیکی سے بہتر ہے جس کے بعد تکبر و غرور ہو۔ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خطا گندم کھالینا شیطان کے سجدوں سے افضل تھا۔

سبحان اللہ! کیسی پیاری عرض و معروض ہے یعنی میں اقراری ہوں کہ کانٹے میرے پاس ہیں پھول تیرے پاس، خطائیں میری طرف سے، عطائیں تیری طرف سے، بحکم قرآن پاک ظلوم و جھول میں ہوں غفور رحیم تو ہے، جس لائق میں تھا وہ میں نے کر لیا جو تیری شان کے لائق ہے وہ تو کر، بدکاری میں نے کر لی ستاری تو کر، گنہگاری میں نے کر لی غفاری تو کر، تیرے ایک چھینٹے سے ہمارا بیڑا پار ہے۔ شعر

ما ایم پر گناہ تو دریائے رحمتی
آنجا کہ فضل تست چہ باشد گناہ ما

یقین کی قید لگائی تاکہ معلوم ہو کہ بندہ دعا اور توبہ کے وقت اس کے فضل کا یقین رکھے یہ سمجھے کہ مجھے رب تعالیٰ نے اپنے دروازے پر بلایا تو آیا ہوں اپنے آپ نہیں آیا اور کریم بھکاری کو بلا کر دیا ہی کرتے ہیں خالی نہیں پھیرتے جسے یہ یقین ہوگا ان شاء اللہ بخشا ہی جائے گا۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۵۵۹)

(1882) وَعَنْ ثَوْبَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا انْصَرَفَ مِنْ صَلَاتِهِ، اسْتَغْفَرَ اللَّهَ ثَلَاثًا وَقَالَ: «اللَّهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ، وَمِنْكَ السَّلَامُ، تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ.» وَهُوَ أَحَدُ رَوَاتِهِ :-
حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز کے بعد فارغ ہوتے تو تین بار استغفار پڑھتے اور یہ دعا پڑھتے: اللَّهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ، وَمِنْكَ السَّلَامُ، تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ۔ ”اے اللہ! تو سلامتی والا ہے۔ تجھ ہی سے سلامتی ہے تو بہت برکت والا ہے۔ اے بزرگ اور عزت دار۔ حضرت اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ (جو اس حدیث کے راویوں میں سے ہیں) سے پوچھا گیا کہ آپ کن الفاظ سے استغفار فرماتے تھے۔ تو انہوں نے فرمایا کہ

اسْتَغْفِرُ اللَّهَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

آپ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ پڑھتے تھے۔

(مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب استحباب الذکر بعد الصلاة، جلد 2، ص 94، رقم 1362، تحف الخیرة البهرة، باب ما یقولہ بعد السلام، جلد 2، ص 223، رقم 1388، سنن ترمذی، باب ما یقول اذا سلم من الصلاة، جلد 2، ص 24، رقم 298، السنن الصغری للبیہقی، باب ما یقول بعد السلام، جلد 1، ص 156، رقم 457، المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمہ عبدان، جلد 5، ص 35، رقم 4600

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

پہلے سلام سے سلامتی دینے والا مراد ہے اور دوسرے سے سلامتی۔ استغفار دعا کے آداب میں سے ہے اس لیے دعا سے پہلے استغفار فرماتے۔ یہ حدیث گزشتہ حدیث عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے خلاف نہیں کہ وہاں بھی تقریبی مقدار مراد تھی اور یہاں بھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ جن فرضوں کے بعد سنتیں ہوں ان میں دعا مختصر مانگے۔ خیال رہے کہ ذوالجلال سے مراد فاسقوں سے بدلہ لینے والا اور اکرام سے مراد نیک کاروں کو انعام دینے والا۔ (مراۃ المناجیح، ج 2، ص 186)

(1883) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا،
قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ
أَنْ يَقُولَ قَبْلَ مَوْتِهِ: «سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ، أَسْتَغْفِرُ
اللَّهَ، وَأَتُوبُ إِلَيْهِ مُتَّفِقٌ عَلَيْهِ.»
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے وصال سے پہلے یہ کلمات کثرت
کے ساتھ پڑھتے تھے۔ «سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ، أَسْتَغْفِرُ
اللَّهَ، وَأَتُوبُ إِلَيْهِ.» اللہ تعالیٰ پاک ہے اور اسی کے لئے
تعریفیں ہیں۔ میں اللہ سے بخشش مانگتا ہوں اور اسی کی
طرف رجوع کرتا ہوں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب سورة اذا جاء نصر الله، جلد 6، صفحہ 178، رقم 4967، صحیح مسلم، باب ما یقال فی
الركوع والسجود، جلد 2، صفحہ 50، رقم 1116، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث السیدة عائشہ رضی اللہ عنہا، جلد 6، ص 35، رقم
24111، صحیح ابن حبان، باب من صفته صلی اللہ علیہ وسلم، جلد 14، ص 323، رقم 6411، المسند المستخرج علی صحیح الامام مسلم، کتاب
الصلاة، جلد 2، ص 99، رقم 1078

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

فارغ ہو کر بلکہ وہاں سے اٹھتے وقت یہ کلمات کہتے تھے۔ (مرقات)

یا تو ان الف کے زبر سے ہے اور تکلم تا وک کے پیش سے یعنی ان کلمات کا بول لینا، پڑھ لینا یا ان الف کے
کسرہ (زیر) سے اور تکلم تا وک کے زبر سے ہے یعنی اے عائشہ اگر تم یہ کلمات پڑھ لیا کرو، پہلے معنی زیادہ قوی ہیں۔
یعنی جو دعائیہ کلمے میں پڑھا کرتا ہوں ان کی تاثیر یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اچھی باتیں کر کے یا کوئی عبادت کر کے یہ
کلمات پڑھے تو یہ کلمات ان باتوں یا عبادتوں کے لیے مثل مہر کے ہوں گے کہ تا قیامت محفوظ رہیں گے اور حساب کے

وقت وہ مقبول ہوں گے خود وہ کلمات بھی اور وہ عبادت یاد عا بھی جن پر یہ کلمات پڑھے گئے اور اگر کوئی بری باتیں بول کر یہ کلمات آخر میں کہہ لے تو یہ کلمات ان بری باتوں کا کفارہ بن جائیں گے کہ ان کی برکت سے رب تعالیٰ ان برائیوں پر پکڑ نہ فرمائے گا اس لیے ہم ہر مجلس کے آخر میں یہ کلمات پڑھ لیتے ہیں۔

یہ ان کلمات کا بیان ہے جن کا فائدہ ابھی بیان ہوا۔ استغفار و توبہ کا فرق بیان ہو چکا ہے کہ گناہ سے معافی مانگنے کا نام استغفار ہے اور عیوب سے معافی مانگنے کا نام توبہ، یا بڑے گناہوں سے معافی مانگنا استغفار ہے چھوٹے گناہوں سے معافی کا نام توبہ، یا کھلے گناہوں سے معافی استغفار اور چھپے گناہوں سے معافی توبہ وغیرہ، یہ بہت جامع دعا ہے جس میں رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بھی ہے اور توبہ و استغفار بھی۔ (مراۃ المناجیح، ج ۳ ص ۶۷)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے آدم کے بیٹے! جب تک تو مجھے پکارتا رہے گا اور مجھ سے امید رکھے گا تو میں تیرے سب گناہ معاف کر دوں گا اور مجھے اس کی پرواہ نہیں ہوگی۔ اے ابن آدم! اگر تیرے گناہ آسمان تک بھی پہنچ جائیں پھر تو مجھ سے بخشش طلب کرے تو میں تجھے بخش دوں گا اور میں کوئی پرواہ نہیں کروں گا۔ اے ابن آدم! اگر تو زمین بھر کر گناہوں کے ساتھ میرے پاس آئے۔ پھر تو مجھے اس حال میں ملے کہ تو نے میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا ہو تو میں بھی تجھے اپنی بخشش کے ساتھ ملوں گا جس سے زمین بھر جائے گی۔ اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔ عَنَّان السَّمَاء: عین پر زبر ہے اور اس کا معنی بادل بتایا گیا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اس کا معنی ہے جو چیز تیرے سامنے ظاہر ہو جائے۔ قَرَابُ الْأَرْضِ: جو زمین کے بھرنے کی مقدار ہو۔

(1884) وَعَنْ أَنَسِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: يَا ابْنَ آدَمَ، إِنَّكَ مَا دَعَوْتَنِي وَرَجَوْتَنِي غَفَرْتُ لَكَ عَلَى مَا كَانَ مِنْكَ وَلَا أُبَالِي، يَا ابْنَ آدَمَ، لَوْ بَلَغَتْ ذُنُوبُكَ عَنَانَ السَّمَاءِ، ثُمَّ اسْتَغْفَرْتَنِي، غَفَرْتُ لَكَ وَلَا أُبَالِي، يَا ابْنَ آدَمَ، إِنَّكَ لَوْ آتَيْتَنِي بِقُرَابِ الْأَرْضِ خَطَايَا، ثُمَّ لَقِيتَنِي لَا تُشْرِكُ بِي شَيْئًا، لَأَتَيْتُكَ بِقُرَابِهَا مَغْفِرَةً. رَوَاهُ الْإِسْمَاعِيلِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ". "عَنَّانُ السَّمَاءِ" بِفَتْحِ الْعَيْنِ: قَيْلٌ هُوَ السَّحَابُ، وَقَيْلٌ: هُوَ مَا عَنَ لَكَ مِنْهَا، أَيْ ظَهَرَ. "وَقُرَابُ الْأَرْضِ بِضَمِّ الْقَافِ، وَرُوي بِكسْرِهَا، وَالضَّمُّ أَشهر. وَهُوَ مَا يُقَارِبُ مِلَاهَا.

اسمہ عبد اللہ، جلد 4، ص 315، رقم 4305، جامع الاصول لابن الیوم، الكتاب الثانی فی العفو، جلد 8، صفحہ 40، رقم 5877 خلاصہ الاحکام فی مہمات السنن و قواعد الاسلام، باب ندب البریض ابی ان یحسن ظنہ باللہ، جلد 2، ص 900، رقم 3185، جامع الاحادیث للسیوطی، حرف القاف، جلد 15، صفحہ 79، رقم 15025

شرح حدیث: حضرت سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا طریقہ

حضرت سیدنا ابو محمدؐ کی اور حضرت سیدنا ابواللیث سمرقندی رحمہما اللہ تعالیٰ بیان فرماتے ہیں: جب حضرت سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جنت سے زمین پر اتارا گیا تو آپ علیہ السلام نے عرض کی: یا اللہ عَزَّ وَجَلَّ بحق مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میری لغزش معاف فرما اور میری توبہ قبول فرما۔ تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے استفسار فرمایا: اے آدم (علیہ الصلوٰۃ والسلام)! تجھے میرے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پہچان کیسے حاصل ہوئی؟ عرض کی: یا اللہ عَزَّ وَجَلَّ! جب تو نے مجھے پیدا کیا تو میں نے اپنا سر تیرے عرش کی جانب اٹھایا تو اس پر یہ لکھا ہوا پایا، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ۔ تو میں نے جان لیا کہ تیرے نزدیک اس ہستی سے بڑھ کر قدر و منزلت والا کوئی نہیں، پس میں نے تیری بارگاہ میں ان کا وسیلہ پیش کیا۔ جب حضرت سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعا کی تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور اپنے حبیب کریم، رءوف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے ان کی لغزش معاف فرمادی۔

(المستدرک، کتاب آیات رسول اللہ، باب استغفار آدم علیہ السلام، الحدیث ۴۲۸۶، ج ۳، ص ۵۱۷، جغیر)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عورتوں کی جماعت! تم صدقہ کیا کرو اور بہت زیادہ استغفار کیا کرو کیونکہ میں نے دوزخ میں عورتوں کو کثرت سے دیکھا ہے۔ ان میں سے ایک عورت نے عرض کیا: (یا رسول اللہ! ﷺ) ہم عورتوں کے دوزخ میں جانے کی کیا وجہ ہے۔ آپ نے فرمایا: تم لعن طعن زیادہ کرتی ہو اور اپنے شوہر کی ناشکری کرتی ہو۔ میں نے عقل اور دین میں ناقص ہونے کے باوجود تم عورتوں سے زیادہ عقل مند آدمی پر غالب آ جانے والا کوئی نہیں دیکھا۔ اس نے عرض کیا: ہمارے اندر عقل اور دین کی کیا کمی ہے؟ آپ نے فرمایا: عقل کی کمی تو یہ ہے کہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر ہے اور دین کے نقصان سے مراد یہ ہے کہ

(1885) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ تَصَدَّقْنَ، وَأَكْثِرْنَ مِنَ الْإِسْتِغْفَارِ، فَإِنَّ رَأَيْتُكُنَّ أَكْثَرَ أَهْلِ النَّارِ قَالَتْ امْرَأَةٌ مِّنْهُنَّ: مَا لَنَا أَكْثَرَ أَهْلِ النَّارِ؟ قَالَ: "تُكْثِرْنَ اللَّعْنَ، وَتَكْفُرْنَ الْعَشِيرَ، مَا رَأَيْتُ مِنْ نَاقِصَاتِ عَقْلِ وَدِينٍ أَغْلَبَ لِيذِي لُبٍّ مِنْكُنَّ قَالَتْ: مَا نَقْصَانُ الْعَقْلِ وَالدِّينِ؟ قَالَ: "شَهَادَةُ امْرَأَتَيْنِ بِشَهَادَةِ رَجُلٍ، وَتَمَكُّتُ الْآيَامِ لَا تُصَلِّيَ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

بعض دنوں میں تم کئی دنوں تک نماز نہیں پڑھ سکتیں۔

(مسلم)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب ترك الحائض الصوم، جلد 1، ص 88، رقم 304 الاداب للرجال، باب التغلیظ فی اللعن، جلد 1، صفحہ 196، رقم 331 المستدرک للحاکم، کتاب النکاح، جلد 2، صفحہ 207، رقم 2772 سنن النسائی، باب ما ذکر فی النساء، جلد 5، صفحہ 397، رقم 9255 صحیح ابن حبان، باب صدقة التطوع، جلد 8، ص 115، رقم 3323

شرح حدیث: سچی توبہ کسے کہتے ہیں؟

یاد رکھئے کہ ٹھنڈی آہیں بھرنے .. یا .. اپنے گالوں پر چپت مارنے .. یا .. اپنے ناک اور کانوں کو ہاتھ لگانے .. یا .. اپنی زبان دانتوں تلے دبالینے .. یا .. سر ہلاتے ہوئے توبہ، توبہ، توبہ کی گردان کرنے کا نام توبہ نہیں ہے بلکہ سچی توبہ سے مراد یہ ہے کہ بندہ کسی گناہ کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی جان کر اس پر نادم ہوتے ہوئے رب سے معافی طلب کرے اور آئندہ کے لئے اس گناہ سے بچنے کا پختہ ارادہ کرتے ہوئے، اس گناہ کے ازالہ کے لئے کوشش کرے، یعنی نماز قضا کی تھی تو اب ادا بھی کرے، چوری کی تھی یا رشوت لی تھی تو بعد توبہ وہ مال اصل مالک یا اس کے ورثاء کو واپس کرے یا معاف کروالے اور ان دونوں (یعنی اصل مالک یا ورثاء) کے نہ ملنے کی صورت میں اصل مالک کی طرف سے راہ خدا میں صدقہ کرنے۔ علیٰ ہذا القیاس (ماخوذ از فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۰، نصف اول، ص ۹۷)

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ قیامت کے دن کئی توبہ کرنے والے ایسے ہوں گے جن کو گمان ہوگا کہ وہ توبہ کرنے والے ہیں، حالانکہ وہ توبہ کرنے والے نہیں ہیں۔ یعنی توبہ کا طریقہ اختیار نہیں کیا، ندامت نہیں ہوئی، گناہوں سے رک جانے کا عزم نہیں کیا، جن پر ظلم کیا ہے ان سے معاف نہیں کرایا اور نہ ان کو حق دیا بشرطیکہ ممکن تھا، البتہ! جس نے کوشش کی اور ناکامی کی صورت میں اہل حقوق کے لیے استغفار کیا، تو امید ہے کہ اللہ عزوجل اہل حقوق کو راضی کر کے اسے چھڑالے گا۔

توبہ کی شرائط

شرح فقہ اکبر میں ہے: مشائخ عظام نے فرمایا کہ توبہ کے تین ارکان ہیں۔ (۱) ماضی پر ندامت۔ (۲) حال میں اس گناہ کو چھوڑ دینا۔ (۳) اور مستقبل میں اس کی طرف نہ لوٹنے کا پختہ ارادہ۔ یہ شرائط اس وقت ہوں گی کہ جب یہ توبہ ایسے گناہوں سے ہو کہ جو توبہ کرنے والے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہوں جیسے شراب پینا۔

اور اگر اللہ تعالیٰ کے حقوق کی ادائیگی میں کمی پر توبہ کی ہے جیسے نماز، روزے اور زکوٰۃ تو ان کی توبہ یہ ہے کہ اولاً ان میں کمی پر نادم و شرمندہ ہو پھر اس بات کا پکا ارادہ کرے کہ آئندہ انہیں فوت نہ کریگا اگرچہ نماز کو اس کے وقت سے مؤخر کرنے کے ساتھ ہو پھر تمام فوت شدہ کو قضا کرے۔

اور اگر توبہ ان گناہوں پر تھی کہ جن کا تعلق بندوں سے ہے، پس اگر وہ توبہ مظالم اموال سے تھی تو یہ توبہ ان چیزوں کے ساتھ ساتھ کہ جن کو ہم حقوق اللہ میں پہلے بیان کر چکے ہیں، مال کی ذمہ داری سے نکلنے اور مظلوم کو راضی کرنے پر موقوف ہوگی، اس صورت کے ساتھ کہ یا تو ان سے اس مال کو حلال کروالے (یعنی معاف کروالے) یا انہیں لوٹا دے، یا (اگر وہ نہ ہوں تو) انہیں (دے کہ) جو ان کے قائم مقام ہوں جیسے وکیل یا وارث وغیرہ۔ (توبہ کی روایات و حکایات ص ۱۸)

ایمان والوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے

جنت میں کیا نعمتیں تیار کی ہیں؟

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بیشک ڈروالے باغوں اور چشموں میں ہیں ان میں داخل ہو سلامتی کے ساتھ امان میں اور ہم نے ان کے سینوں میں جو کچھ کہنے تھے سب کھینچ لئے آپس میں بھائی ہیں تختوں پر روبرو بیٹھے نہ انہیں اس میں کچھ تکلیف پہنچے نہ وہ اس میں سے نکالے جائیں۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ان سے فرمایا جائے گا اے میرے بندو آج نہ تم پر خوف نہ تم کو غم ہو وہ جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے اور مسلمان تھے داخل ہو جنت میں تم اور تمہاری بیبیاں تمہاری خاطر میں ہوتیں ان پر دورہ ہوگا سونے کے پیالوں اور جاموں کا اور اس میں جو جی چاہے اور جس سے آنکھ کو لذت پہنچے اور تم اس میں ہمیشہ رہو گے اور یہ ہے وہ جنت جس کے تم وارث کئے گئے اپنے اعمال سے تمہارے لئے اس میں بہت میوے ہیں کہ ان میں سے کھاؤ۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بیشک ڈروالے امان کی جگہ میں ہیں باغوں اور چشموں میں پہنیں گے کریب اور قنادیز آسنے سامنے یونہی ہے اور ہم نے انہیں بیاہ دیا

229- سَبَابٌ بَيِّنٌ مَّا أَعَدَّ اللَّهُ

تَعَالَى لِلْمُؤْمِنِينَ فِي الْجَنَّةِ

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ادْخُلُوهَا بِسَلَامٍ أَمِينٍ وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِنْ غَلٍ إِخْوَانًا عَلَى سُرُرٍ مُتَقَابِلِينَ لَا يَمَسُّهُمْ فِيهَا نَصَبٌ وَمَا هُمْ مِنْهَا بِمُخْرَجِينَ) (الحجر: 45- تا 48)

وَقَالَ تَعَالَى: (يَا عِبَادِ لَا خَوْفَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَا أَنْتُمْ تَحْزَنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِآيَاتِنَا وَكَانُوا مُسْلِمِينَ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ أَنْتُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُونَ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِنْ ذَهَبٍ وَأَكْوَابٍ وَفِيهَا مَا تَشْتَهِيهِ الْأَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْأَعْيُنُ وَأَنْتُمْ فِيهَا خَالِدُونَ وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ لَكُمْ فِيهَا فَاكِهَةٌ كَثِيرَةٌ مِنْهَا تَأْكُلُونَ) (الزخرف: 68 تا 73)

وَقَالَ تَعَالَى: (إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي مَقَامٍ أَمِينٍ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ يَلْبَسُونَ مِنْ سُنْدُسٍ وَإِسْتَبْرَقٍ مُتَقَابِلِينَ كَذَلِكَ وَزَوَّجْنَاهُمْ بِحُورٍ عِينٍ يُدْعَوْنَ

نہایت سیاہ اور روشن بڑی آنکھوں والیوں سے اس میں ہر قسم کا میوہ مانگیں گے امن و امان سے اس میں پہلی موت کے سوا پھر موت نہ چکھیں گے اور اللہ نے انہیں آگ کے عذاب سے بچالیا تمہارے رب کے فضل سے یہی بڑی کامیابی ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک ٹکو کا ضرور چین میں ہیں تختوں پر دیکھتے ہیں تو ان کے چہروں میں چین کی تازگی پہچانے نھری شراب پلائے جائیں گے جو مہر کی ہوئی رکھی ہے اس کی مہر مشک پر ہے اور اسی پر چاہئے کہ للچائیں للچانے والے اور اس کی ملوئی تسنیم سے ہے وہ چشمہ جس سے مقربان بارگاہ پیتے ہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنتی جنت میں کھائیں گے اور پیئیں گے اور انہیں قضائے حاجت اور ناک کا میل صاف کرنے کی حاجت نہیں ہوگی۔ نہ وہ پیشاب کریں گے۔ پس ان کا یہ کھانا ایک ڈکار کی صورت میں ہضم ہو جائے گا۔ جس کی خوشبو کستوری کی طرح ہوگی۔ انہیں سبحان اللہ اللہ اکبر کا الہام ہوگا جیسا کہ انہیں سانس ڈالنا جاتا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب فی صفات الجنة و اهلها، جلد 8، صفحہ 147، رقم 7331، سنن الدارمی، باب فی اهل الجنة و لعینها، جلد 2، صفحہ 431، رقم 2827، صحیح ابن حبان، باب وصف الجنة و اهلها، جلد 16، صفحہ 462، رقم 7435، مسند امام احمد بن حنبل، مسند جابر بن عبد اللہ، جلد 3، ص 384، رقم 15157، مسند عبد بن حمید، من مسند جابر بن عبد اللہ، جلد 1، ص 315، رقم

1030

شرح حدیث: جنت کے ہر پھل سے کھاؤ

حضرت سیدنا احمد بن فتح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے سیدنا بشر بن حارث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو خواب میں دیکھا کہ وہ ایک باغیچہ میں بیٹھے ہیں۔ ان کے سامنے ایک دسترخوان ہے اور وہ اس میں سے کھا رہے ہیں۔ میں نے ان سے

فِيهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ آمِنٌ، لَا يَذُوقُونَ فِيهَا الْمَوْتَ إِلَّا الْمَوْتَةَ الْأُولَىٰ وَوَقَاهُمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ فَضْلًا مِنْ رَبِّكَ ذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ (الدخان: 51 تا 57)

وَقَالَ تَعَالَى: (إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ عَلَى الْأَرَائِكِ يَنْظُرُونَ تَعْرِفُ فِي وُجُوهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيمِ يُسْقَوْنَ مِنْ رَحِيْقٍ مَّخْتُومٍ خِتَامُهُ مِسْكٌ وَفِي ذَلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ وَمِمَّا أَجْتَهُ مِنْ تَسْنِيمٍ عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُونَ) (المطففين: 22 تا 28)

(1886) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَأْكُلُ أَهْلُ الْجَنَّةِ فِيهَا، وَيَشْرَبُونَ، وَلَا يَتَغَوَّطُونَ، وَلَا يَمْتَخِطُونَ، وَلَا يَبُولُونَ، وَلَكِنْ طَعَامُهُمْ ذَلِكَ جُشَاءٌ كَرَشِجِ الْمِسْكِ، يُلْهَمُونَ التَّسْبِيْحَ وَالتَّكْبِيْرَ، كَمَا يُلْهَمُونَ النَّفْسَ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

پوچھا: اے ابونصر! اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ جواب دیا: اس نے مجھ پر رحم فرمایا اور مجھے بخش دیا اور ساری جنت کو میرے لئے مباح فرمادیا اور مجھ سے فرمایا کجنت کے ہر پھل سے کھاؤ اور اس کی نہروں سے پیو اور اس کی تمام نعمتوں سے فائدہ اٹھاؤ کہ تم دنیا میں اپنے نفس کو خواہشات سے بچایا کرتے تھے۔

میں نے پوچھا: آپ کے بھائی حضرت سیدنا احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہاں ہیں؟ فرمایا کہ وہ جنت کے دروازے پر کھڑے ہیں اور ان سنتیوں کی شفاعت کر رہے ہیں جو یہ کہتے تھے کہ قرآن اللہ عزوجل کا کلام ہے مخلوق نہیں ہے۔ میں نے پوچھا کہ اللہ عزوجل نے حضرت سیدنا معروف کرخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ تو انہوں نے کہا کہ افسوس! ہائے افسوس! ہمارے اور ان کے درمیان بہت سے پردے حائل ہیں۔ حضرت سیدنا معروف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جنت کے شوق اور جہنم کے خوف سے اللہ عزوجل کی عبادت نہیں کرتے تھے بلکہ قرب الہی عزوجل کے شوق میں عبادت کرتے تھے لہذا! اللہ عزوجل نے انہیں رفیق اعلیٰ کی طرف اٹھالیا اور اپنے اور ان کے درمیان کے حجابات اٹھالئے۔ یہی وہ مجرب اکسیر ہے لہذا جس نے بارگاہ الہی عزوجل میں کوئی حاجت پیش کرنی ہو تو اسے چاہیے کہ حضرت سیدنا معروف کرخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار پر حاضر ہو کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگے تو ان شاء اللہ عزوجل اس کی دعاء ضرور قبول ہوگی۔ (بخاری مؤرخ ۶۱)

(1887) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: أَعَدَدْتُ لِعِبَادِي الصَّالِحِينَ مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ، وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ، وَلَا خَطَرَ عَلَى قَلْبِ بَشَرٍ، وَاقْرَأُوا إِن شِئْتُمْ: (فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ) (السجدة: 17). مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جن کو کسی آنکھ نے نہیں دیکھا اور کسی کان نے نہیں سنا اور نہ کبھی کسی انسان کے دل میں ان کا خیال پیدا ہوا اور اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو: (فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ) (السجدة: ۱۷) "کوئی شخص نہیں جانتا کہ ان کے لئے کیا آنکھوں کی ٹھنڈک چھپا کر رکھ دی گئی ہے"۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، تفسیر سورة السجدة، جلد 6، ص 116، رقم 4780 صحیح مسلم، باب الجنة وصفة نعيمها واهلها، جلد 8، ص 143، رقم 7310 سنن ترمذی، باب ومن سورة السجدة، جلد 5، ص 218، رقم 3196 سنن ابن ماجہ، باب صفة الجنة، جلد 2، ص 144، رقم 4328 سنن الدارمی، باب ما أعد الله لعباده الصالحين، جلد 2، ص 432، رقم 2828

شرح حدیث: جنت کا بیان

جنت ایک مکان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کے لیے بنایا ہے، اس میں وہ نعمتیں مہیا کی ہیں جن کو نہ آنکھوں

نے دیکھا، نہ کانوں نے سنا، نہ کسی آدمی کے دل پر ان کا خطرہ گزرا۔ جو کوئی مثال اس کی تعریف میں دی جائے سمجھانے کے لیے ہے، ورنہ دنیا کی اعلیٰ سے اعلیٰ شے کو جنت کی کسی چیز کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں۔ وہاں کی کوئی عورت اگر زمین کی طرف جھانکے تو زمین سے آسمان تک روشن ہو جائے اور خوشبو سے بھر جائے اور چاند سورج کی روشنی جاتی رہے اور اُس کا دوپٹا دنیا دہلیہا سے بہتر۔ اور ایک روایت میں یوں ہے کہ اگر خوراپنی ہتھیلی زمین و آسمان کے درمیان نکالے تو اس کے حسن کی وجہ سے خلعتِ فتنہ میں پڑ جائیں اور اگر اپنا دوپٹا ظاہر کرے تو اسکی خوبصورتی کے آگے آفتاب ایسا ہو جائے جیسے آفتاب کے سامنے چراغ اور اگر جنت کی کوئی ناخن بھر چیز دنیا میں ظاہر ہو تو تمام آسمان و زمین اُس سے آراستہ ہو جائیں اور اگر جنتی کا کنگن ظاہر ہو تو آفتاب کی روشنی مٹا دے، جیسے آفتاب ستاروں کی روشنی مٹا دیتا ہے۔ جنت کی اتنی جگہ جس میں کوڑا رکھ سکیں دنیا دہلیہا سے بہتر ہے۔

جنت کتنی وسیع ہے، اس کو اللہ و رسول (عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہی جانیں، اجمالی بیان یہ ہے کہ اس میں ۱۰۰ سو درجے ہیں۔ ہر دو درجوں میں وہ مسافت ہے، جو آسمان و زمین کے درمیان ہے۔ رہا یہ کہ خود اُس درجہ کی کیا مسافت ہے، اس کے متعلق کوئی روایت خیال میں نہیں، البتہ ایک حدیث ترمذی کی یہ ہے: کہ اگر تمام عالم ایک درجہ میں جمع ہو تو سب کے لیے وسیع ہے۔

جنت میں ایک درخت ہے جس کے سایہ میں ۱۰۰ سو برس تک تیز گھوڑے پر سوار چلتا رہے اور ختم نہ ہو۔ جنت کے دروازے اتنے وسیع ہوں گے کہ ایک بازو سے دوسرے تک تیز گھوڑے کی ستر برس کی راہ ہوگی پھر بھی جانے والوں کی وہ کثرت ہوگی کہ مونڈھے سے مونڈھا چھلتا ہوگا، بلکہ بھیڑ کی وجہ سے دروازہ چرچرانے لگے گا۔ اس میں قسم قسم کے جواہر کے محل ہیں، ایسے صاف و شفاف کہ اندر کا حصہ باہر سے اور باہر کا اندر سے دکھائی دے۔ جنت کی دیواریں سونے اور چاندی کی اینٹوں اور مشک کے گارے سے بنی ہیں، ایک اینٹ سونے کی، ایک چاندی کی، زمین زعفران کی، کنکر یوں کی جگہ موتی اور یاقوت۔ اور ایک روایت میں ہے کہ جنتِ عدن کی ایک اینٹ سفید موتی کی ہے، ایک یاقوتِ سرخ کی، ایک زَبْدِ سبز کی، اور مشک کا گارا ہے اور گھاس کی جگہ زعفران ہے، موتی کی کنکریاں، عنبر کی مٹی، جنت میں ایک ایک موتی کا خیمہ ہوگا جس کی بلندی ساٹھ میل۔ جنت میں چار دریا ہیں، ایک پانی کا، دوسرا دودھ کا، تیسرا شہد کا، چوتھا شراب کا، پھر ان سے نہریں نکل کر ہر ایک کے مکان میں جاری ہیں۔ وہاں کی نہریں زمین کھود کر نہیں بہتیں، بلکہ زمین کے اوپر اوپر رواں ہیں، نہروں کا ایک کنارہ موتی کا، دوسرا یاقوت کا اور نہروں کی زمین خالص مشک کی، وہاں کی شراب دنیا کی سی نہیں جس میں بدبو اور کڑواہٹ اور نشہ ہوتا ہے اور پینے والے بے عقل ہو جاتے ہیں، آپے سے باہر ہو کر بیہودہ بکتے ہیں، وہ پاک شراب ان سب باتوں سے پاک و منزہ ہے۔ جنتیوں کو جنت میں ہر قسم کے لذیذ سے لذیذ کھانے ملیں گے، جو چاہیں گے فوراً ان کے سامنے موجود ہوگا، اگر کسی پرند کو دیکھ کر اس کے گوشت کھانے کو جی ہو تو اسی وقت بھنا ہوا ان کے پاس آ جائے

گا، اگر پانی وغیرہ کی خواہش ہو تو کوزے خود ہاتھ میں آجائیں گے، ان میں ٹھیک اندازے کے موافق پانی، دودھ، شراب، شہد ہوگا کہ ان کی خواہش سے ایک قطرہ کم نہ زیادہ، بعد پینے کے خود بخود جہاں سے آئے تھے چلے جائیں گے۔ وہاں نجاست، گندگی، پاخانہ، پیشاب، تھوک، رینٹھ، کان کا میل، بدن کا میل اصلاً نہ ہوں گے، ایک خوشبودار فرحت بخش ڈکار آئے گی، خوشبودار فرحت بخش پسینہ نکلے گا، سب کھانا ہضم ہو جائے گا اور ڈکار اور پسینے سے مشک کی خوشبو نکلے گی۔ ہر شخص کو ۱۰۰ سو آدمیوں کے کھانے، پینے، جماع کی طاقت دی جائے گی۔ ہر وقت زبان سے تسبیح و تکبیر بہ قصد اور بلا قصد مثل سانس کے جاری ہوگی۔ (2) کم سے کم ہر شخص کے سر ہانے ۱۰ اس ہزار خادم کھڑے ہوں گے، خادموں میں ہر ایک کے ایک ہاتھ میں چاندی کا پیالہ ہوگا اور دوسرے ہاتھ میں سونے کا اور ہر پیالے میں نئے نئے رنگ کی نعمت ہوگی، جتنا کھاتا جائے گا لذت میں کمی نہ ہوگی بلکہ زیادتی ہوگی، ہر نوالے میں ۷۰ ستر مزے ہوں گے، ہر مزہ دوسرے سے ممتاز، وہ معاً محسوس ہوں گے، ایک کا احساس دوسرے سے مانع نہ ہوگا، جنتیوں کے نہ لباس پرانے پڑیں گے، نہ ان کی جوانی فنا ہوگی۔

پھلا گروہ جو جنت میں جائے گا، ان کے چہرے ایسے روشن ہوں گے جیسے چودھویں رات کا چاند اور دوسرا گروہ جیسے کوئی نہایت روشن ستارہ، جنتی سب ایک دل ہوں گے، ان کے آپس میں کوئی اختلاف و بغض نہ ہوگا، ان میں ہر ایک کو جوہر عین میں کم سے کم دو بیبیاں ایسی ملیں گی کہ ستر ستر جوڑے پہنے ہوں گی، پھر بھی ان لباسوں اور گوشت کے باہر سے ان کی پنڈلیوں کا مغز دکھائی دے گا، جیسے سفید شیشے میں شراب سُرخ دکھائی دیتی ہے اور یہ اس وجہ سے کہ اللہ عزوجل نے انہیں یا قوت سے تشبیہ دی اور یا قوت میں سوراخ کر کے اگر ڈورا ڈالا جائے تو ضرور باہر سے دکھائی دے گا۔ آدمی اپنے چہرے کو اس کے رُخسار میں آئینہ سے بھی زیادہ صاف دیکھے گا اور اس پر ادنیٰ درجہ کا جو موتی ہوگا، وہ ایسا ہوگا کہ مشرق سے مغرب تک روشن کر دے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ مرد اپنا ہاتھ اس کے شانوں کے درمیان رکھے گا تو سینہ کی طرف سے کپڑے اور جلد اور گوشت کے باہر سے دکھائی دے گا۔ اگر جنت کا کپڑا دنیا میں پہنا جائے تو جو دیکھے بے ہوش ہو جائے، اور لوگوں کی نگاہیں اس کا تحمل نہ کر سکیں، مرد جب اس کے پاس جائے گا اسے ہر بار کو آری پائے گا، مگر اس کی وجہ سے مرد و عورت کسی کو کوئی تکلیف نہ ہوگی، اگر کوئی حور سمندر میں تھوک دے تو اس کے تھوک کی شیرینی کی وجہ سے سمندر شیریں ہو جائے۔ اور ایک روایت ہے کہ اگر جنت کی عورت سات سمندروں میں تھو کے تو وہ شہد سے زیادہ شیریں ہو جائیں۔

جب کوئی بندہ جنت میں جائے گا تو اس کے سر ہانے اور پانہتی دو حوریں نہایت اچھی آواز سے گائیں گی، مگر ان کا گانا یہ شیطانی مزا میر نہیں بلکہ اللہ عزوجل کی حمد و پاکی ہوگا، وہ ایسی خوش گلو ہوں گی کہ مخلوق نے ویسی آواز کبھی نہ سنی ہوگی اور یہ بھی گائیں گی: کہ ہم ہمیشہ رہنے والیاں ہیں، کبھی نہ مریں گے، ہم چین والیاں ہیں، کبھی تکلیف میں نہ پڑیں گے، ہم راضی ہیں ناراض نہ ہوں گے، مبارک باد اس کے لیے جو ہمارا اور ہم اس کے ہوں۔ سر کے بال اور پلکوں اور بھوؤں کے سوا جنتی کے بدن پر کہیں بال نہ ہوں گے، سب بے ریش ہوں گے، سُریں آنکھیں تیس برس کی عمر کے معلوم ہوں گے

کبھی اس سے زیادہ معلوم نہ ہوں گے۔ ادنیٰ جنتی کے لیے ۸۰۰ سی ہزار خادم اور ۷۲ بہتر بیبیاں ہوں گی اور ان کو ایسے تاج ملیں گے کہ اس میں کا ادنیٰ موتی مشرق و مغرب کے درمیان روشن کر دے اور اگر مسلمان اولاد کی خواہش کرے تو اس کا حمل اور وضع اور پوری عمر (یعنی تیس سال کی)، خواہش کرتے ہی ایک ساعت میں ہو جائے گی۔ جنت میں نیند نہیں، کہ نیند ایک قسم کی موت ہے اور جنت میں موت نہیں۔ جنتی جب جنت میں جائیں گے ہر ایک اپنے اعمال کی مقدار سے مرتبہ پائے گا اور اس کے فضل کی حد نہیں۔ پھر انھیں دنیا کی ایک ہفتہ کی مقدار کے بعد اجازت دی جائے گی کہ اپنے پروردگار عزوجل کی زیارت کریں اور عرش الہی ظاہر ہوگا اور رب عزوجل جنت کے باغوں میں سے ایک باغ میں تھلی فرمائے گا اور ان جنتیوں کے لیے منبر بچھائے جائیں گے، نور کے منبر، موتی کے منبر، یا قوت کے منبر، زبرجد کے منبر، سونے کے منبر، چاندی کے منبر اور ان میں کا ادنیٰ مشک و کافور کے ٹیلے پر بیٹھے گا اور ان میں ادنیٰ کوئی نہیں، اپنے گمان میں کرسی والوں کو کچھ اپنے سے بڑھ کر نہ سمجھیں گے۔ اور خدا کا دیدار ایسا صاف ہوگا جیسے آفتاب اور چودھویں رات کے چاند کو ہر ایک اپنی اپنی جگہ سے دیکھتا ہے، کہ ایک کا دیکھنا دوسرے کے لیے مانع نہیں اور اللہ عزوجل ہر ایک پر تھلی فرمائے گا، ان میں سے کسی کو فرمائے گا: اے فلاں بن فلاں! تجھے یاد ہے، جس دن تو نے ایسا کیا تھا...؟! دنیا کے بعض معاصی یا ددلائے گا، بندہ عرض کریگا: تو اے رب! کیا تو نے مجھے بخش نہ دیا؟ فرمائے گا: ہاں! میری مغفرت کی وسعت ہی کی وجہ سے تو اس مرتبہ کو پہنچا، وہ سب اسی حالت میں ہونگے کہ ابر چھائے گا اور ان پر خوشبو برسائے گا، کہ اُس کی سی خوشبو ان لوگوں نے کبھی نہ پائی تھی اور اللہ عزوجل فرمائے گا: کہ جاؤ اُس کی طرف جو میں نے تمہارے لیے عزت تیار کر رکھی ہے، جو چاہو لو، پھر لوگ ایک بازار میں جائیں گے جسے ملائکہ گھیرے ہوئے ہیں، اس میں وہ چیزیں ہوں گی کہ ان کی مثل نہ آنکھوں نے دیکھی، نہ کانوں نے سنی، نہ قلوب پر ان کا خطرہ گزرا، اس میں سے جو چاہیں گے، ان کے ساتھ کر دی جائے گی اور خرید و فروخت نہ ہوگی اور جنتی اس بازار میں باہم ملیں گے، چھوٹے مرتبہ والا بڑے مرتبہ والے کو دیکھے گا، اس کا لباس پسند کریگا، ہنوز گفتگو ختم بھی نہ ہوگی کہ خیال کریگا، میرا لباس اُس سے اچھا ہے اور یہ اس وجہ سے کہ جنت میں کسی کے لیے غم نہیں، پھر وہاں سے اپنے اپنے مکانوں کو واپس آئیں گے۔ اُن کی بیبیاں استقبال کریں گی اور مبارکباد دے کر کہیں گی کہ آپ واپس ہوئے اور آپ کا جمال اس سے بہت زائد ہے کہ ہمارے پاس سے آپ گئے تھے، جواب دیں گے کہ پروردگار جبار کے حضور بیٹھنا ہمیں نصیب ہوا تو ہمیں ایسا ہی ہو جانا سزاوار تھا۔

جنتی باہم ملنا چاہیں گے تو ایک کا تخت دوسرے کے پاس چلا جائے گا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ان کے پاس نہایت اعلیٰ درجہ کی سواریاں اور گھوڑے لائے جائیں گے اور ان پر سوار ہو کر جہاں چاہیں گے جائیں گے۔ سب سے کم درجہ کا جو جنتی ہے اس کے باغات اور بیبیاں اور نعیم و خدام اور تخت ہزار برس کی مسافت تک ہوں گے اور ان میں اللہ عزوجل کے نزدیک سب میں معزز وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے وجہ کریم کے دیدار سے ہر صبح و شام مشرف ہوگا۔ جب جنتی جنت

میں جائیں گے اللہ عزوجل ان سے فرمائے گا: کچھ اور چاہتے ہو جو تم کو دوں؟ عرض کریں گے: تو نے ہمارے مونہ روشن کیے، جنت میں داخل کیا، جہنم سے نجات دی، اس وقت پردہ کہ مخلوق پر تھا اٹھ جائے گا تو دیدار الہی سے بڑھ کر انہیں کوئی چیز نہ ملی ہوگی۔

اللَّهُمَّ اذْرُقْنَا زِيَارَةَ وَجْهِكَ الْكَرِيمِ بِجَاهِ حَبِيبِكَ الرَّؤُوفِ الرَّحِيمِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالتَّسْلِيمُ، اٰمِيْن!

(بہار شریعت جلد اول ص ۱۵۲)

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پہلا گروہ جو جنت میں جائیگا ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتے ہوں گے۔ پھر ان کے بعد داخل ہونے والوں کے چہرے آسمان پر سب سے زیادہ روشن ستارے کی طرح ہوں گے۔ وہ نہ پیشاب کریں گے اور نہ پاخانہ اور نہ تھوکیں گے اور نہ ناک نکلیں گے۔ ان کی کنگھیاں سونے کی ہوں گی۔ ان کا پسینہ کستوری کی طرح خوشبودار ہوگا اور ان کی انگلیٹھی میں خوشبودار لکڑی ہوگی۔ ان کی بیویاں موٹی موٹی آنکھوں والی ہوں گی۔ یہ سب لوگ حضرت آدم علیہ السلام کی صورت پر پیدائش میں ایک جیسے ہوں گے۔ ان کا قد ساٹھ ہاتھ ہوگا۔ (متفق علیہ) اور بخاری و مسلم کی ایک اور روایت میں ہے کہ ان کے برتن سونے کے ہوں گے اور ان کا پسینہ جنت میں مشک کی طرح ہوگا۔ ہر شخص کے واسطے دو بیویاں ہوں گی جن کی پنڈلیوں کا مغز خوبصورتی کی وجہ سے گوشت کے اندر سے نظر آئے گا۔ اہل جنت میں آپس میں اختلاف اور بغض نہ ہوگا۔ سب کے دل ایک آدمی کے دل کی طرح ہوں گے اور سب صبح و شام اللہ کی پاکی بیان کریں گے۔ عَلٰی خَلْقِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ: بعض راویوں نے اس لفظ کو خاپرز بر اور لام پر جزم کے ساتھ پڑھا ہے

(1888) وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَوَّلُ زُمْرَةٍ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ عَلَى صُورَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُوبُهُمْ عَلَى أَشَدِّ كَوْكَبٍ دُرِّيٍّ فِي السَّمَاءِ إِضَاءَةً، لَا يَبُولُونَ، وَلَا يَتَغَوَّطُونَ، وَلَا يَتَفَلُّونَ، وَلَا يَمْتَخِطُونَ. أَمْشَاطُهُمُ الذَّهَبُ، وَرَشْحُهُمُ الْبِسْكَ، وَهَجَامِرُهُمُ الْأَلُوَّةُ - عَوْدُ الطَّيِّبِ - أَرْوَاهُمْ الْحُورُ الْعَيْنُ، عَلَى خَلْقِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ، عَلَى صُورَةِ أَبِيهِمْ آدَمَ سِتُّونَ ذِرَاعًا فِي السَّمَاءِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِي رِوَايَةِ الْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ: "أَنِيَّتُهُمْ فِيهَا الذَّهَبُ، وَرَشْحُهُمُ الْبِسْكَ. وَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ زَوْجَتَانِ يُزِيحُ سَاقِيهَا مِنْ وَرَاءِ اللَّحْمِ مِنَ الْحُسْنِ، لَا اخْتِلَافَ بَيْنَهُمْ، وَلَا تَبَاغُضَ، قُلُوبُهُمْ قَلْبٌ وَاحِدٌ، يُسَبِّحُونَ اللَّهَ بُكْرَةً وَعَشِيًّا." قَوْلُهُ: "عَلَى خَلْقِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ". رَوَاهُ بَعْضُهُمْ بِفَتْحِ الْحَاءِ وَإِسْكَانِ اللَّامِ وَبَعْضُهُمْ بِضَمِّهَا وَكِلَاهُمَا صَحِيحٌ.

اور بعض نے ان دونوں پر پیش کے ساتھ روایت کیا ہے
اور یہ دونوں صحیح ہیں۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب خلق آدم صلوات اللہ علیہ و آلہ و سلم، جلد 4، ص 132، رقم 3327 صحیح مسلم، باب اول
زمرۃ تدخل الجنة علی صورة القبر لیلة البدر، جلد 8، ص 146، رقم 7328 المعجم الاوسط، من اسمہ بکر، جلد 3، ص 317، رقم
3273 سنن ترمذی، باب فی صفة نساء اهل الجنة، جلد 4، ص 677، رقم 2535 سنن الدارمی، باب فی اول زمرۃ یدخلون الجنة، جلد 2،
ص 430، رقم 2823

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الختان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

پہلے گروہ سے مراد یا حضرات انبیاء کرام ہیں یا انبیاء کرام اور خاص اولیاء اللہ۔ (مرقات) ظاہر یہ ہے کہ صرف انبیاء
کرام مراد ہیں کہ جنت میں پہلے وہ ہی تشریف لے جائیں گے۔

جنت میں سارے نبی چاند کی طرح حسین ہوں گے ہمارے حضور سورج کی طرح حسین ہوں گے۔ (مرقات) کیوں
نہ ہوں کہ حضور نبوت کے آسمان کے سورج، رب فرماتا ہے: **وَسِرَاجًا مُنِيرًا۔**

یعنی حضرات انبیاء کرام کے بعد والے حضرات اولیاء، علماء، شہداء، صالحین چمک دار تاروں کی شکل میں ہوں گے
خصوصاً صحابہ کرام کہ وہ تو دنیا میں بھی آسمان ہدایت کے تارے ہیں اصحابی کالنجوم۔

یعنی جیسے اگر گھر میں اکیلا ایک آدمی ہو تو وہاں لڑائی جھگڑانا ممکن ہے ایسے ہی جنت میں بے شمار مخلوق ہوگی مگر لڑائی
جھگڑانا ممکن ہوگا۔

حور جمع ہے حورا کی بمعنی صاف و سفید، عین جمع ہے عیناء کی بمعنی بڑی آنکھ والی یعنی خاص حسن کی بیویاں جنس حور سے
صرف دو ہوں گی اس کے علاوہ اور بہت سی ہوں گی لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ ان جنتیوں کی بیویاں ستر سے زیادہ
ہوں گی کہ وہاں دوسرے درجے کی بیویاں مراد ہیں۔ (اشعد)

یعنی ان کا گوشت پوست ہڈیاں سب نورانی اور شفاف ہوں گی کہ ان میں کوئی چیز کسی کے لیے حجاب نہ ہوگی یہ
نورانیت اور شفافیت ان کے حسن کا باعث ہوگی۔ دنیا میں اگر گوشت پھٹ جاوے اور میٹنگ نظر آ جاوے تو برا معلوم ہوتا ہے
کہ یہاں یہ چیز نفرت انگیز ہے۔

یعنی ہر وقت بلکہ ہر سانس میں رب کی حمد اور قدوسی ہوگی، صبح شام سے مراد ہے ہمیشگی۔
یعنی یہ فضلات جنت میں نہ ہوں گے کہ یہ چیزیں گھن اور نفرت کا باعث ہیں، وہاں نفرت کہاں۔ تفل تھوک کو کہتے
ہیں اور مخاط رینٹ کو۔

خیال رہے کہ جنت میں کنگھی ہوگی جو بالوں میں کی جاوے گی مگر میل دور کرنے کے لیے نہیں کہ وہاں میل
جوں، کٹھنمل نہیں بلکہ بال نکھارنے حسن بڑھانے کے لیے، یوں ہی وہاں انگیٹھی بھی ہوگی اس میں لوبان بھی سلگے گا مگر

آگ کے بغیر کہ جنت میں آگ نہیں جیسے وہاں پرندوں کا بھنا ہوا گوشت ملے گا مگر یہ گوشت آگ پر نہ پکے گا، رب فرماتا ہے: **وَلَحْمٍ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَبُونَ**۔ نیز جنتیوں کو پسینہ آوے گا مگر گرمی سے نہیں کہ جنت میں نہ سورج کی گرمی نہ آگ کی تپش، یہ پسینہ بہت ہی آرام دہ ہوگا ان الفاظ سے دھوکا نہیں کھانا چاہیے۔

اگر خلق خ کے پیش سے ہے تو اس کی شرح ابھی ہو چکی کہ وہاں لڑائی جھگڑا بغض و حسد نہ ہوگا اور اگر خ کے فتح سے ہے تو معنی یہ ہیں کہ سب جنتی ایک ہی قد کے ہوں گے ہم عمر ہوں گے، تیس یا تینتیس سالہ جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے جیسا کہ معلوم ہوگا۔

یعنی سارے جنتی ساٹھ ہاتھ کے ہوں گے، شرعی گز ایک ہاتھ یعنی ڈیڑھ فٹ کا ہوتا ہے وہ ہی یہاں مراد ہے آدم علیہ السلام کا قد اتنا ہی تھا۔ فی السماء فرما کر بتایا گیا کہ اس سے لمبائی مراد ہے نہ کہ چوڑائی۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ سارے نبی نہایت حسین اور بہت ہی خوش آواز ہوں گے۔ (برزاة الناجح، ج ۲ ص ۲۵۴)

(1889) وَعَنِ الْمُغِيرَةَ بْنِ شُعْبَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "سَأَلَ مُوسَى صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَبَّهُ: مَا أَذْنِي أَهْلِ الْجَنَّةِ مَنْزِلَةٌ؟ قَالَ: هُوَ رَجُلٌ يَجِيئُ بَعْدَ مَا أُدْخِلَ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ، فَيَقَالُ لَهُ: ادْخُلِ الْجَنَّةَ. فَيَقُولُ: أَيُّ رَبِّ، كَيْفَ وَقَدْ نَزَلَ النَّاسُ مَنَازِلَهُمْ، وَأَخَذُوا أَخْدَانَهُمْ؟ فَيَقَالُ لَهُ: أَتَرْضَى أَنْ يَكُونَ لَكَ مِثْلُ مَلِكٍ مَلِكٍ مِّنْ مَّلُوكِ الدُّنْيَا؟ فَيَقُولُ: رَضِيْتُ رَبِّ، فَيَقُولُ: لَكَ ذَلِكَ وَمِثْلُهُ وَمِثْلُهُ وَمِثْلُهُ، فَيَقُولُ فِي الْخَامِسَةِ: رَضِيْتُ رَبِّ، فَيَقُولُ: هَذَا لَكَ وَعَشْرَةٌ أَمْثَالِهِ، وَلَكَ مَا اشْتَهَيْتَ نَفْسَكَ، وَلَدَّتْ عَيْنُكَ. فَيَقُولُ: رَضِيْتُ رَبِّ. قَالَ: رَبِّ فَأَعْلَاهُمْ مَنْزِلَةٌ؟ قَالَ: أَوْلِيَاكَ الَّذِينَ أَرَدْتُ، غَرَسْتُ كَرَامَتَهُمْ بِيَدِي، وَخَتَمْتُ عَلَيْهَا، فَلَمْ تَرَ عَيْنٌ، وَلَمْ تَسْمَعْ أُذُنٌ، وَلَمْ يَخْطُرْ عَلَى قَلْبِ بَشَرٍ." رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے پوچھا۔ اہل جنت میں سے کم درجے والا کون ہوگا۔ فرمایا: وہ شخص ہوگا جو اس وقت آئے گا جب جنتی جنت میں چلے جائیں گے۔ اس سے کہا جائے گا۔ جنت میں چلا جا۔ وہ عرض کرے گا: اے میرے رب! میں کیسے جاؤں جبکہ لوگ اپنی اپنی جگہ پہنچ چکے ہیں اور انہوں نے اپنی اپنی جگہ سنبھال لی ہے تو اس سے کہا جائے گا کیا تو اس پر خوش ہے کہ تجھے اتنا کچھ دیا جائے جتنا دنیا کے ایک بادشاہ کے پاس ہوتا تھا۔ وہ عرض کرے گا: اے میرے رب! میں اس پر خوش ہوں۔ پس اللہ فرمائے گا: تیرے لیے اتنا کچھ ہے اور اس کی مثل اور اس کی مثل اور اس کی مثل اور اس کی مثل اور پانچویں بار وہ عرض کرے گا: اے میرے رب! میں خوش ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: یہ اس سے دس گنا مزید تمہیں دیا۔ وہ بھی دیا جس کی تمہارے دل میں خواہش ہے اور تیری آنکھیں جس سے لذت

محسوس کریں۔ وہ عرض کرے گا: اے میرے رب! میں خوش ہوں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا: اے میرے رب! جنت میں سب سے اعلیٰ مرتبہ والے لوگ کون ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: وہ لوگ جن کو یہ عزت دینے کا میں نے ارادہ کیا۔ میں نے ان کی عزت کو اپنے بابرکت ہاتھ سے ثابت کیا اور اس پر مہر لگا دی۔ یہ وہ انعام ہے جو نہ کبھی کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ اس کا خیال کبھی کسی انسان کے دل میں آیا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب ادلی اهل الجنة منزلة فيها، جلد 1، ص 121، رقم 485 مسند الحمیدی، احادیث المغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ، جلد 2، ص 335، رقم 761 المعجم الکبیر للطبرانی من اسمہ مغیرة بن شعبہ الشقی، جلد 20، صفحہ 412، رقم 17745 صحیح ابن حبان، باب ہدء الخلق، جلد 14، صفحہ 99، رقم 6216 کذا العمال للمتقی، حرف القاف، جلد 24، ص 184، رقم 39423

شرح حدیث: جنت کتنی بڑی ہے؟

حضرت سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رحمت کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنت میں سو منزلیں ہیں اور ان میں سے ہر دو منزلوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین و آسمان کے درمیان ہے۔ (ترمذی، کتاب صفۃ الجنة، رقم الحدیث ۲۵۳۹، ج ۲، ص ۲۳۸)

جبکہ حضرت سیدنا ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنت میں سو منزلیں ہیں، اگر اس کے ایک درجہ میں تمام جہانوں کے لوگ بھی جمع ہو جائیں تو وہ سب کو کافی ہو جائے گا۔ (ترمذی، کتاب صفۃ الجنة، رقم الحدیث ۲۵۴۰، ج ۲، ص ۲۳۹)

جنت کے دروازے

حضرت سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنت کے آٹھ دروازے ہیں۔ (بخاری، کتاب بقاء الخلق، رقم ۳۲۵۷، ج ۲، ص ۳۹۲)

ایک دروازہ کتنا بڑا ہوگا؟

حضرت سیدنا عتبہ بن غزوٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنت (کے دروازوں) کی چوکھٹوں میں سے ہر دو چوکھٹ کے درمیان چالیس برس کا فاصلہ ہے۔ (مسلم، رقم الحدیث ۲۹۶۷، ص ۱۵۸۶)

(1890) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنِّي لَأَعْلَمُ أَخِيرَ أَهْلِ النَّارِ خُرُوجًا مِنْهَا، وَأَخِيرَ أَهْلِ الْجَنَّةِ دُخُولًا الْجَنَّةِ. رَجُلٌ يُخْرَجُ مِنَ النَّارِ حَبْوًا، فَيَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لَهُ: اذْهَبْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ، فَيَأْتِيهَا، فَيُخَيَّلُ إِلَيْهِ أَنَّهَا مَلَأَى، فَيَرْجِعُ، فَيَقُولُ: يَا رَبِّ وَجَدْتُهَا مَلَأَى فَيَرْجِعُ فَيَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لَهُ: اذْهَبْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ، فَيَأْتِيهَا، فَيُخَيَّلُ إِلَيْهِ أَنَّهَا مَلَأَى، فَيَرْجِعُ. فَيَقُولُ: يَا رَبِّ وَجَدْتُهَا مَلَأَى، فَيَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لَهُ: اذْهَبْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ، فَإِنَّ لَكَ مِثْلَ الدُّنْيَا وَعَشْرَةَ أَمْثَالِهَا؛ أَوْ إِنَّ لَكَ مِثْلَ عَشْرَةِ أَمْثَالِ الدُّنْيَا، فَيَقُولُ: أَلَسْخَرُ بِئِي، أَوْ تَضَعَكْ بِي وَأَنْتَ الْمَلِكُ قَالَ: فَلَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَمِكَ حَتَّى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ فَكَانَ يَقُولُ: «ذَلِكَ أَهْلُ الْجَنَّةِ مَنْزِلَةٌ مُتَّفِقٌ عَلَيْهِ».

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اس شخص کو جانتا ہوں جو سب سے آخر میں دوزخ سے نکلے گا اور جنتیوں میں سب سے آخر میں داخل ہوگا۔ یہ شخص سرین کے بل گھسٹتا ہوا جہنم سے نکلے گا تو اللہ عزوجل اس سے فرمائے گا: جا جنت میں داخل ہو جا۔ پس وہ جنت میں آئے گا تو اس کے دل میں یہ بات آئیگی کہ وہ تو بھری ہوئی ہے۔ پس وہ لوٹ کر واپس آ جائے گا اور کہے گا: اے میرے رب! میں نے تو اسے بھرا ہوا پایا ہے تو اللہ عزوجل اس سے فرمائے گا جا جنت میں داخل ہو جا۔ پس وہ جنت میں آئے گا تو اس کے دل میں یہ بات آئیگی کہ وہ تو بھری ہوئی ہے۔ پھر وہ لوٹ کر واپس آ جائے گا اور عرض کرے گا کہ اے رب! میں نے تو اسے بھرا ہوا پایا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا: جا جنت میں داخل ہو جا۔ تجھے دنیا اور اس کے دس گناہ برابر دے دیا یا فرمایا بے شک تجھے دس گنا دنیا کے برابر دیا۔ پس وہ کہے گا: اے اللہ! کیا تو مجھ سے خوش طبعی کر رہا ہے یا میرے ساتھ ہنسی کر رہا ہے حالانکہ تو مالک الملک ہے۔ راوی بیان کرتے ہیں میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتنے مسکرائے یہاں تک کہ آپ کے آخری دندان مبارک نظر آنے لگے۔ آپ فرمایا کرتے تھے یہ شخص ادنیٰ درجے کا جنتی ہوگا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب صفة الجنة والنار، جلد 5، صفحہ 2402، رقم 6202 صحیح مسلم، باب آخر اهل النار خروجاً، جلد 1، صفحہ 118، رقم 479 صحیح ابن حبان، باب صفة النار واهلها، جلد 16، صفحہ 517، رقم 7415 مسند امام احمد مسند عبداللہ بن مسعود جلد 1، ص 460، رقم 4391 مسند ابی یعلیٰ، مسند عبداللہ بن مسعود، جلد 9، ص 72، رقم 5139
شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اہل حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

فہو ہمیشی میں تفصیلیہ ہے جس سے اس شخص کے جنت میں داخلہ کی تفصیل بیان فرمائی گئی، تعقیبہ نہیں ہے۔
جنت میں داخل ہو جانے کے بعد چلنا اور گرنا کیسا یعنی جب جنت میں آتا ہوگا تو راستہ اس طرح طے کرے گا۔
تسفع کے لفظی معنی ہیں جلا کر نشان لگا دینا، بالکل جلا دینے کو خرق کہتے ہیں اور معمولی جلا کر چہرہ وغیرہ سیاہ کر دینے کو
سفع۔ (مرقات) لہذا اس کے معنی جھلسانا بہت موزوں ہیں مؤمن کو دوزخ کی آگ بالکل جلا ڈالنے پر قادر نہ ہوگی ہاں
جھلسا دے گی۔

اس کا آگ سے یہ کلام نہایت ہی فرحت و خوشی کی حالت میں ہوگا اس وقت اسے ایسی خوشی ہوگی کہ اگر موت ہوتی تو
آج اسے شادی مرگ ہو جاتی۔

اس کا یہ کلام بھی انتہائی خوشی کا ہوگا۔ خیال رہے کہ ادنیٰ جنتی کو بھی یہ خیال نہ آوے گا کہ میں ادنیٰ ہوں اگر یہ خیال
ہو جائے تو اسے رنج ہو اور جنت میں رنج کیسا۔

یہ درخت جنت سے باہر ہوگا اس کے پاس پانی کا چشمہ ہوگا جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے اس درخت کی سرسبزی
شادابی حسن و خوبصورتی بیان سے باہر ہے۔

یعنی میرے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ میں اس درخت تک پہنچ جاؤں ابھی اسے جنت کی خبر نہ ہوگی کہ وہاں کیا کیا ہے۔
رب تعالیٰ کا لعلی فرمانا اپنے شک کی بنا پر نہیں ہوتا بلکہ یا تو سامنے والے کے شک کی وجہ سے ہوتا ہے یا یقین کے
لیے۔ مطلب یہ ہے کہ تو یقیناً آگے اور بھی سوال کرے گا یا تو سوال نہ کرنے پر یقین نہ کر، تیری حالت اس مقام کی فرحت
ایسی ہے کہ تو اپنے اس یقین پر قائم نہ رہے گا۔

اس وقت بندے کو اپنے پر پورا اعتماد ہوگا کہ مجھے وہاں پہنچ جانا ہی کافی ہے میں اس کے سوا اور کچھ نہ مانگوں گا، نعوذ
باللہ جھوٹا وعدہ کرنے کی نیت نہ کرے گا لہذا اس فرمان پر کوئی اعتراض نہیں وہ جگہ جھوٹ بولنے کی ہوگی ہی نہیں۔

یہ شخص یہاں وہ عیش و بہار دیکھے گا جو اس کے خیال و گمان وہم سے وراہوں گے وہ چیزیں بیان میں نہیں آسکتیں۔
پہلا درخت بھی جنت کے راستہ ہی میں تھا اور یہ بھی وہاں ہی ہوگا مگر یہ درخت پہلے نظر نہ آوے گا اس درخت پر پہنچ کر
نظر آوے گا، یہ سب کچھ رب تعالیٰ کی طرف سے ہوگا، وہ ہی دکھائے گا، وہ ہی دل میں سوال پیدا کرے گا، وہ ہی عطا
فرمائے گا۔

وہ شخص یہ دعا فوراً نہ کرے گا اولاً عرصہ تک خاموش رہے گا، صبر کرنے کی کوشش کرے گا، پھر جب صبر کا جام چھلک
جائے گا تب یہ عرض کرے گا جیسا کہ دوسری روایات میں ہے۔

سبحان اللہ! یہ ارشاد عالی سے مانگنے پر ابھارنے کے لیے ہے کہ تو مجھ سے اور مانگ یہ سارے کلام محبت و کرم پر ہیں۔
بعض علماء کو میں نے فرماتے سنا کہ یہ وہ شخص ہوگا جو تھا تو مؤمن مگر اپنے والدین کی خدمت میں کوتاہی کرتا تھا، وہ

جوان تھا کماؤ تھا، اس کے ماں باپ بوڑھے اور معذور تھے یہ انہیں خرچہ دیتا تو تھا مگر ترسا ترسا کر بہت انتظار دکھا کر، اس کی سزا کا ظہور اس طرح ہوگا کہ اسے جنت ملے گی تو مگر دکھا دکھا کر ترسا ترسا کر۔ واللہ اعلم! غرض کہ ہوگا اسی طرح کا مجرم کہ اسے بہت انتظار کے بعد جنت دی جاوے ورنہ اور لوگ تو جنت میں بغیر انتظار داخل کیے جائیں گے۔

وہ دونوں درخت تو راستہ جنت میں تھے اب یہ درخت دروازہ جنت سے متصل ہوگا جو ان دونوں سے بہتر ہوگا اور یہاں سے جنت کا اندرونی حصہ دیکھنے میں آوے گا یہاں بہار ہی کچھ اور ہوگی جو بیان نہیں کی جاسکتی۔

وہ سمجھے گا کہ ان دونوں درختوں کی طرح وہاں بھی صرف سایہ اور پانی ہے اسے کیا خبر کہ وہاں جنت کے نظارے بھی ہیں اس لیے صرف سایہ لینے پانی پینے ہی کا ذکر کرے گا۔

یہاں ہذہ یا تو مبتداء ہے جس کی خبر پوشیدہ ہے یا مفعول ہے جس کا فعل پوشیدہ ہے یعنی آخری سوال میرا یہ ہی ہے اس کے بعد اور سوال نہ کروں گا یا تجھ سے آخری یہ ہی چیز مانگتا ہوں اب نہ مانگوں گا، وہ سمجھتا ہوگا کہ اس سے اعلیٰ تو کوئی چیز ہو سکتی ہی نہیں پھر سوال کیا۔

لہذا یہ وعدہ خلافتوں بے صبری کی وجہ سے ہوں گی۔

یا تو جنتی لوگوں کی آپس کی بات چیت سے گایا ان کی تسبیح تہلیل، تلاوت قرآن مجید کی آواز جنت میں ذکر اللہ اور تلاوت وغیرہ ہوں گے۔ خیال رہے کہ قیامت میں کوئی اندھا بہرہ نہ ہوگا سب کی یہ قوتیں بہت ہی تیز ہوں گی اس لیے یہ شخص جنت کے اندر کی آوازیں دروازے سے سن لے گا، رب فرماتا ہے: فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ۔

یصوینی باب ضرب کا مضارع ہے، یہ بنا ہے صری سے بمعنی ختم ہونا، منقطع ہونا، چھنکارا ملنا یعنی تیرا مجھ سے مانگنا ختم نہیں ہوتا تیری داد و حس سے فارغ نہیں ہوتا۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ یہاں ما استفہامیہ ہے۔ معنی یہ ہیں کہ کون چیز مجھے تجھ سے فارغ کرے گی بتا کس چیز پر تیری مانگ ختم ہوتی ہوگی۔ مرقات نے فرمایا کہ یہاں عبارت الٹی ہے اصل میں یہ تھا ما یصوینی منك میری کون سی عطا پر تیری طلب ختم ہوگی تو کس عطا پر مانگنے سے فارغ ہوگا یہ فرمان عالی نہایت ہی کرم و رحم کا ہے۔

یعنی اگر تجھے جنت کا اتنا رقبہ دے دوں جو ساری دنیا کے رقبہ سے دو گنا ہے تو کیا تو سوالات اور مانگ ختم کر دے گا لے تو اتنا لے لے اور اپنی مانگ ختم کر۔

یہ شخص انتہائی خوشی میں دربار عالیہ کے آداب بھی اور عرض کرنے کا طریقہ بھی بھول جاوے گا وہ سمجھے گا کہ جنت میں اتنی جگہ کہاں سے آئی مجھ سے یوں ہی میرے دل لگانے کے لیے فرمایا جا رہا ہے۔ استہزاء کے لغوی معنی ہیں دل لگی جو مخاطب کے دل کو لگ جاوے، اللہ تعالیٰ دل اور دل لگنے سے پاک ہے اور دل لگی کے ظاہر معنی سے بھی پاک ہے کہ کچھ دینا تو نہ ہو صرف اس کا دل لبھانے کے لیے یہ فرما دے۔ (اشعہ) مرقات نے فرمایا کہ اس کی یہ عرض و معروض ایسی بے خودی

میں ہوگی جیسی اس گم شدہ اونٹ والے نے اونٹ مل جانے پر کہا الہی انت عہدی وانارہک خدایا تو میرا بندہ ہے میں تیرا رب اسے خبر ہی نہ رہی کہ میرے منہ سے نکل گیا رہا ہے ایسی جوش کی حالت کی بے ادبی معاف ہوتی ہے، یہ بے ادبی نہیں بلکہ بے خودی کی بدحواسی ہے۔

رب تعالیٰ کے ہنسنے سے مراد ہے اس کا خوش ہو جانا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہنسنا ہے آپ کا تبسم فرمانا یہ، تبسم بھی اظہار خوشی کے لیے ہے، حضرت ابن مسعود کا ہنسنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نقل فرماتے ہوئے ہے۔ حضرات صحابہ کرام حضور کے افعال کریمہ کی روایت بالعمل بھی کرتے تھے جب غضب ہو تو بندہ کی عبادت پر ناراض ہو جائے اور جب کرم ہو تو اس کے گناہ پر خوش ہو جائے۔ بلا تشبیہ شیخ سعدی کا وہ مقولہ دیکھو

گہے بہ دشنامے خلعت و ہندہ

کہے برسلاے بر بخند و

اس کی تحقیق یہاں مرقات میں دیکھو۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا

ہوش میں جو نہ ہو وہ کیا نہ کرے

اس میں روضہ کا سجدہ ہو کہ طواف

رب ہم سے زیادہ ہم پر مہربان ہے۔

یعنی تو نے میری قدرت جانی نہیں تیری طلب سے میری رحمتیں زیادہ ہیں میری عطا کیں تیرے وہم و گمان سے وراہیں۔ یعنی مسلم کی روایت میں اتنی عبارت نہیں اور دوسری دراز عبارت ہے جو دوسری روایت میں مذکور ہے۔

سبحان اللہ! کیسا کریم رحیم ہے کہ خود ہی مانگنا سکھائے اور خود ہی عطا کیں فرمائے جب حاکم فرمائے کہ تم فلاں مضمون کی درخواست ہم کو دے دو مطلب یہ ہوتا ہے کہ نو کر رکھ لیا ہے قانونی کارروائی کے لیے درخواست مانگی ہے یہ ہی وہاں بنے گا بلکہ دنیا میں بھی ایسا ہی ہے وہ ہی دعا سکھاتا ہے وہ ہی عطا کیں فرماتا ہے۔

اس کا مطلب پہلے بیان ہو چکا کہ اولاً ایک مثل کی عطا ہوگی پھر دس گنا کی لہذا روایات میں کوئی تعارض نہیں۔

اس کی یہ بیبیاں اس کی منتظر تھیں۔ خیال رہے کہ اس جنتی کو دو بیویاں تو حور عین ملیں گی اور اس کی دنیا کی وہ بیوی جو اس کے نکاح میں فوت ہوئیں اگر اس کا خاتمہ ایمان پر ہوا ہے وہ بھی ملے گی ان کے سواء اور وہ عورتیں جو کنواری فوت ہوئیں یا وہ جن کے خاوند کافر مرے وہ بھی اسے ملے گی ہر جنتی کا یہ ہی حال ہوگا۔ چنانچہ حضرت مریم اور حضرت بی بی آسیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں ہوں گی، یہاں دو فرمانا صرف حوروں کے لیے ہے لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں کہ **وَلَهُمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ** ہاں ازواج جمع ارشاد ہوا ہے یہاں دو حوریں فرمایا گیا دونوں درست ہیں۔

یعنی اس رب نے تم کو ہمارے لیے اور ہم کو تمہارے لیے دائمی زندگی بخشی کہ اب نہ مرنا ہے نہ یہاں سے نکلنا نہ ہماری تمہاری جدائی تجھے ہم تک پہنچایا۔

یا تو اس شخص کو اعلیٰ درجات والے جنتیوں کی عطاؤں کی خبر نہ ہوگی وہ سمجھے گا سب سے اعلیٰ نعمتیں مجھے ہی دی گئی ہیں یا

اسے ان حضرات کے عطیوں کی طرف دھیان نہ جاوے گا اپنی نعمتوں پر ہی دھیان رہے گا تاکہ اسے رنج نہ ہو کہ جنت میں رنج و غم نہیں، مرقات نے پہلی توجیہ اختیار کی غرض کہ اس کی خوشی کی انتہا نہ ہوگی۔ (مزاہ المناجیح، ج ۳ ص ۴۲۰)

(1891) وَعَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِنَّ لِلْمُؤْمِنِ فِي الْجَنَّةِ كَحَيْمَةً مِنْ لَوْلُؤَةٍ وَاحِدَةٍ فَجُوفَةٌ طُولُهَا فِي السَّمَاءِ سِتُّونَ مِثْلًا. لِلْمُؤْمِنِ فِيهَا أَهْلُونَ يَطُوفُ عَلَيْهِمُ الْمُؤْمِنُونَ فَلَا يَرَى بَعْضُهُمْ بَعْضًا مُتَّفِقِينَ عَلَيْهِ. "الْمِثْلُ": سِتَّةُ أَلْفٍ فِزَاعٍ.

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلاشبہ مومن کے لئے جنت میں ایک خیمہ ہوگا جو ایک ہی موتی کا بنا ہوگا جو کہ اندر سے خالی ہوگا۔ اس کی لمبائی بلندی میں ساٹھ میل ہوگی۔ اس میں مومن کے گھر والے ہوں گے۔ مومن ان کے پاس بازی باری آئے گا لیکن وہ ایک دوسرے کو دیکھ نہ سکیں گے۔ (متفق علیہ) المِثْلُ: ایک میل چھ ہزار ہاتھ کے برابر ہوتا ہے۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب ماجاء فی صفة الجنة، جلد 3، ص 118، رقم 3071 صحیح مسلم، باب فی صفة خیام الجنة وما للمؤمنین فیها من الادلین، جلد 8، ص 148، رقم 7337 سنن ترمذی، باب صفة الجنة، جلد 4، صفحہ 673، رقم 2528 سنن الدارمی، باب فی خیام الجنة، جلد 2، صفحہ 433، رقم 2833 مسند امام احمد حدیث ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ، جلد 4، ص 400، رقم 19591

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اندازہ لگاؤ کہ اگر وہ موتی دنیا میں آجاوے تو اس کی قیمت کیا ہو، یہاں تو آدھے ماشے کا ایک سچا موتی کئی ہزار روپیہ کا ہوتا ہے، وہاں تو ساٹھ میل چوڑا ساٹھ میل لمبا ایک موتی ہے پھر اس کی صفائی اس کی چمک دمک کیسی ہے وہ خیال میں بھی نہیں آسکتی ان شاء اللہ دیکھ کر ہی پتہ چلے گا اللہ نصیب کرے۔

یعنی اس موتی کے مکان کے چاروں گوشوں میں اس کے مختلف گھر والے آباد ہوں گے کہیں اپنی دنیاوی بیوی بچے، کہیں وہ دنیاوی عورتیں جن کے خاندان کا فرمے اور انکے نکاح میں دی گئیں، کہیں وہ کنواری لڑکیاں جو دنیا میں بغیر شادی فوت ہوئیں، کہیں حوریں خدام ان کے علاوہ انہیں ایک دوسرے کو نہ دیکھنا فاصلہ کی وجہ سے نہ ہوگا کہ جنتی مومن کی نگاہ بہت دور سے دیکھے گی بلکہ ان جگہوں میں عمارتیں مختلف ہوں گی، کوٹھیاں بنگلے۔ خیال رہے کہ جنت میں پردہ ہوگا، رب فرماتا ہے: حُودٌ مَّقْصُورَاتٌ فِي الْخِيَامِ اور فرماتا ہے: قُصِرَاتُ الطَّرْفِ۔ پردہ اس لیے نہیں ہوگا کہ وہاں لوگ فاسق و فاجر ہوں گے بلکہ اس لیے کہ شرم و حیا اچھی چیز ہے، بے پردگی میں بے شرمی ہے ہاں دوزخ میں پردہ نہیں ہوگا، وہاں ننگے مرد و عورت ایک ہی تنور میں جلیں گے۔

کہ مومن کبھی اپنے اس گھر میں جاوے گا کبھی اس گھر میں اس جانے میں نہ اسے سواری کی ضرورت پڑی گی نہ دیر

لگے گی، آن کی آن میں ہر جگہ پتلیج جاوے گا ہر گھر میں گشت لگائے گا۔

خیال رہے کہ جنت پوری جنت کو بھی کہتے ہیں اور وہاں کے ہر باغ کو بھی دوسرے معنی سے یہ تشبیہ بھی ہوتی ہے جمع بھی مگر پہلے معنی سے ہمیشہ واحد ہی آتی ہے جیسے زمین پورے روئے زمین کو بھی کہتے ہیں اور زمین کے حصوں کو بھی یعنی جنتی کو چار باغ ملیں گے، دو باغ وہ جن کے درود یوار برتن سامان درخت وغیرہ سب چاندی کے ہوں گے اور دو وہ جن کی ہر چیز سونے کی ہوگی۔

خیال رہے کہ جیسے دنیا کے پھلوں کو جنت کے پھلوں سے کوئی نسبت ہی نہیں صرف نام یکساں ہیں یوں ہی دنیا کے سونے چاندی کو وہاں کے سونے چاندی سے کوئی نسبت نہیں وہاں کا ایک ماشہ سونا دنیا کے منوں سونے سے زیادہ قیمتی ہوگا، یہ ہی حال وہاں کے موتیوں وغیرہ تمام چیزوں کا ہے۔ چنانچہ وہاں کا سونا چاندی شیشے کی طرح شفاف ہوگا، یہاں یہ بات کہاں۔

اس کی بحث ان شاء اللہ دیدار الہی کی تحقیق میں آوے گی۔ یہاں اتنا سمجھ لو کہ کبریائی کی چادر دیدار کرانے کے لیے ہوگی نہ کہ آڑ کے لیے جیسے سورج پر بخارات کی چادر ہو تو بخوبی دیکھ لیا جاتا ہے اگر یہ چادر نہ ہو تو کوئی اسے نہیں دیکھ سکتا۔ ظاہر یہ ہے کہ یہاں جنت عدن لغوی معنی میں ہے یعنی پوری جنت کیونکہ ساری جنت دائمی قیام کی جگہ ہے یعنی دیدار الہی جنت ہی میں نصیب ہوگا، قیامت میں یہ دیدار نہ ہوگا وہاں دیدار کی دوسری نوعیت ہوگی۔ (مراۃ المناجیح، ج ۴ ص ۴۵۱)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں ایک درخت ایسا ہے

کہ نہایت تیز رفتار گھوڑے کا سوار سو سال تک بھی چلتا رہے تو اس درخت کے سائے کو طے نہیں کر سکے گا۔

(متفق علیہ) اور بخاری و مسلم نے اس حدیث کو حضرت

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا ہے کہ جنت میں ایک

درخت ہے جس کے سایہ میں سو برس تک سوار چل کر بھی

اس کو ختم نہیں کر سکتا۔

(1892) وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ

اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ:

"إِنَّ فِي الْجَنَّةِ شَجْرَةً يَسِيرُ الرََّاكِبُ الْجَوَادَ الْمَضْمَرِ

السَّرِيعِ مِئَةَ سَنَةٍ مَا يَقْطَعُهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَرَوَاهُ

فِي الصَّحِيحَيْنِ أَيْضًا مِنْ رِوَايَةِ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ

عَنْهُ قَالَ: "يَسِيرُ الرََّاكِبُ فِي ظِلِّهَا مِئَةَ سَنَةٍ مَا

يَقْطَعُهَا".

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب صفة الجنة والنار، جلد 5، صفحہ 239، رقم 6186 صحیح مسلم، باب ان الجنة شجرة يسير الراكب في ظلها مائة عام لا يقطعها، جلد 8، ص 144، رقم 7317 جامع الاحاديث للسيوطي، ان المشددة مع الهزة، جلد 9، ص 110، رقم 8022 سنن ترمذی، باب ماجاء في صفة شهر الجنة، جلد 4، ص 369، رقم 2523 صحیح ابن حبان، باب وصف الجنة واهلها، جلد 16، ص 426، رقم 7411

شرح حدیث: جنت کے باغات

جنت کے باغوں کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مؤمن جب جنت میں داخل ہوگا تو وہ ستر ہزار ایسے باغات دیکھے گا کہ ہر باغ میں ستر ہزار درخت ہوں گے اور ہر درخت پر ستر ہزار پتے ہوں گے اور ہر پتے پر یہ لکھا ہوگا: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ أُمَّةٌ مِّنْ أُمَّةٍ مَّذُنِبَةٌ وَرَبُّكَ غَفُورٌ اور ہر پتے کی چوڑائی مشرق سے مغرب تک کے برابر ہوگی۔ (تفسیر روح البیان، البقرة تحت الآیة: ۲۵، ج ۱، ص ۸۲)

جنتی لوگوں کو ایسے باغات عطا کئے جائیں گے جن کے نیچے ندیاں بہ رہی ہوں گی، جیسا کہ سورۃ الکہف میں ہے:

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ إِنَّا لَا نُضِيعُ أَجْرَ مَنْ أَحْسَنَ عَمَلًا ۖ أُولَٰئِكَ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ

ترجمہ کنز الایمان: بے شک جو ایمان لائے اور نیک کام کیے ہم ان کے نیک (اجر) ضائع نہیں کرتے جن کے کام اچھے ہوں ان کے لئے بسنے کے باغ ہیں ان کے نیچے ندیاں بہیں۔ (پ ۱۵، الکہف: ۳۱، ۳۰)

اپنے پروردگار کا خوف اپنے دل میں بسانے والوں کو جنت کے باغات اور چشمے عطا کئے جائیں گے، جیسا کہ رب تعالیٰ کا فرمان ہے۔

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ۝

ترجمہ کنز الایمان: بے شک ڈروالے باغوں اور چشموں میں ہیں۔ (پ ۱۶۳، الحجر: ۴۵)

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنتی لوگ اپنے سے اوپر بالا خانے والوں کو اس طرح دیکھیں گے جس طرح کہ تم مشرق و مغرب کے کنارے میں چمکنے والے ستارے کو دیکھتے ہو۔ گویا کہ اہل جنت کے درمیان درجات کا تفاوت اسی طرح فضیلت کے لحاظ سے ہوگا۔ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! یہ بلند مراتب تو انبیاء علیہم السلام ہی کو حاصل ہوں گے۔ دوسرے لوگ تو ان تک نہیں پہنچ سکیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کیوں نہیں؟ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور انہوں نے رسولوں کی تصدیق کی۔ (متفق علیہ)

(1893) وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِنَّ أَهْلَ الْجَنَّةِ لَيَتَرَاتُونَ أَهْلَ الْغُرَفِ مِنْ فَوْقِهِمْ كَمَا تَرَاتُونَ الْكَوْكَبَ الدَّرِّيَّ الْغَائِبَ فِي الْأُفُقِ مِنَ الْمَشْرِقِ أَوْ الْمَغْرِبِ لِتَفَاضُلِ مَا بَيْنَهُمْ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، تِلْكَ مَنَازِلُ الْأَنْبِيَاءِ لَا يَبْلُغُهَا غَيْرُهُمْ قَالَ: "بَلَىٰ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، رِجَالٌ آمَنُوا بِاللَّهِ وَصَدَّقُوا الْمُرْسَلِينَ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب صفة الجنة والنار، جلد 5، ص 239، رقم 6188 صحیح مسلم، باب ترائی اهل الجنة اهل
العرف کما یرى الکوکب، جلد 8، ص 144، رقم 7319 سنن ترمذی، باب ما جاء فی ترائی اهل الجنة فی العرف، جلد 4، ص 690، رقم
2556 صحیح ابن حبان، باب وصف الجنة واهلها، جلد 16، ص 404، رقم 7393 مسند امام احمد، حدیث ابی مالک سهل بن سعد، جلد
8، ص 340، رقم 22927

شرح حدیث: انبیاء علیہم السلام کے رتبے

انبیاء علیہم السلام کے مراتب میں فرق ہے۔ بعضوں کے رتبے بعضوں سے اعلیٰ ہیں۔ سب سے بڑا رتبہ ہمارے آقا
ومولی سید الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ اللہ تعالیٰ
نے نبوت کا سلسلہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ختم فرمادیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی کو نبوت نہیں مل
سکتی۔ جو شخص حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی کو نبوت ملنا جائز سمجھے وہ کافر ہو جاتا ہے۔ تمام انبیاء علیہم السلام کو جو
کمالات جدا جدا عنایت ہوئے وہ سب اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات عالی میں جمع فرمادیے اور حضور
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خاص کمالات بہت زائد ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں۔ خدا کی
راہ انبیاء علیہم السلام ہی کے ذریعے ملتی ہے اور انسان کی نجات کا دار و مدار انہیں کی فرمانبرداری پر ہے۔ (کتاب العقائد ۱۷)

(1894) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَقَابٌ
قَوْسٍ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِمَّا تَطْلُعُ عَلَيْهِ الشَّمْسُ أَوْ
تَغْرُبُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.»
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں ایک کمان کی مقدار کے
برابر جگہ دنیا کی ہر اس چیز سے بہتر ہے جس پر سورج
طلوع ہوتا یا ڈوبتا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب الغدوة والروحة فی سبیل اللہ وقاب قوس، جلد 3، ص 102، رقم 2640 مسند البزار،
مسند ابی ہریرة رضی اللہ عنہ، جلد 2، ص 410، رقم 8102 صحیح ابن حبان، باب وصف الجنة واهلها، جلد 16، صفحہ 435، رقم
7418 مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرة رضی اللہ عنہ، جلد 2، صفحہ 482، رقم 10265

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ درخت شجرہ طوبی ہے جس کے ہر پتے پر لکھا ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ سایہ سے مراد اس کے نیچے کا ایریا وہاں کا
علاقہ ہے، یا تجلی الہی اور وہاں کی نورانیت، اس کا سایہ ہوگا، یا خود اس درخت کا نور، ظل دھوپ اور روشنی کو بھی کہتے
ہیں۔ غرض کہ یہ سورج والا سایہ مراد نہیں کہ وہاں سورج نہیں ہوگا۔ سو اس سے مراد اتنا عرصہ ہے کہ اگر وہاں دن رات مہینے و
سال ہوتے تو سو سال لگتے۔

اس کی شرح ابھی کچھ پہلے گزر چکی ہے۔ قاب کے معنی ہیں برابر یا اندازہ، رب فرماتا ہے: فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ
أَعْنُ كُنَّارَهُ كَمَا نَبْغِي قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَعْنُ (اشعہ) اس سے مراد ہے کم سے کم جگہ ورنہ وہاں کسی جنتی کو اتنی چھوٹی جگہ نہ ملے گی
وہاں تو ادنیٰ جنتی کا علاقہ دنیا بھر سے زیادہ ہوگا۔ (مزاۃ النبی، ج ۳ ص ۴۵۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں ایک بازار ہے جہاں جنتی ہر جمعہ کو جائیں گے۔ پس شمال کی جانب سے ہوا چلے گی جو ان کے چہروں اور کپڑوں پر پڑے گی تو ان کی خوبصورتی میں اضافہ کر دے گی۔ پس جب وہ اپنے گھر والوں کی طرف واپس آئیں گے جبکہ ان کے حسن اور جمال میں اضافہ ہو چکا ہوگا تو ان سے ان کے گھر والے کہیں گے اللہ کی قسم تم تو پہلے سے زیادہ حسن و جمال میں بڑھ گئے ہو تو وہ کہیں گے اور تم بھی اللہ کی قسم ہمارے بعد پہلے سے زیادہ حسین و جمیل ہو گئے ہو۔ (مسلم)

(1895) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِنَّ فِي الْجَنَّةِ سُوقًا يَأْتُونَهَا كُلَّ جُمُعَةٍ. فَتَهْبُ رِيحُ الشَّمَالِ، فَتَحْتُو فِي وُجُوهِهِمْ وَثِيَابِهِمْ، فَيَزِدَادُونَ حُسْنًا وَجَمَالًا فَيَرْجِعُونَ إِلَى أَهْلِيهِمْ، وَقَدْ أَزْدَادُوا حُسْنًا وَجَمَالًا، فَيَقُولُ لَهُمْ أَهْلُوهُمْ: وَاللَّهِ لَقَدْ أَزْدَدْتُمْ حُسْنًا وَجَمَالًا! فَيَقُولُونَ: وَأَنْتُمْ وَاللَّهِ لَقَدْ أَزْدَدْتُمْ بَعْدَنَا حُسْنًا وَجَمَالًا". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب فی سوق الجنة وما ینالون فیها من النعم و الجمال، جلد 8، ص 145، رقم 7324، مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک رضی اللہ عنہ، جلد 3، ص 284، رقم 14067، مسند البزار، مسند ابی حمزہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ، جلد 2، صفحہ 327، رقم 6973، مصنف ابن ابی شیبہ، باب ما ذکر فی صفة الجنة، جلد 13، ص 150، رقم 35252

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

وہاں یہ بازار کاروبار یا خرید و فروخت کا نہیں بلکہ آپس کی ملاقات کا ہے اور رب کے دیدار کا، وہاں سارے جنتی جمع ہوا کریں گے اور وہاں دیدار یار کے سودے ملیں گے، حضور کا دیدار، صحابہ کرام کی ملاقات بلکہ رب العالمین کا دیدار یہاں ہوا کرے گا۔ جمعہ سے مراد پورا ہفتہ ہے اور اسی سے ہفتہ بھر کی مقدار مراد ہے کہ جنت میں نہ دن رات ہے نہ ہفتہ مہینہ وغیرہ۔ مرقات نے فرمایا کہ جنت کے بعض وقت دوسرے وقتوں سے افضل ہوں گے جسے علماء دین ہی پہچانیں گے اس افضل وقت کا نام جمعہ ہوگا۔ جنتی لوگ علماء سے وہ وقت معلوم کر کے اس بازار میں جایا کریں گے وہاں ان سے رب تعالیٰ فرمائے گا جو چاہو مانگو یہ لوگ علماء سے پوچھ کر مانگیں گے لہذا علماء کی ضرورت وہاں بھی ہوگی۔ (مرقات) گویا جنت میں یہ جمعہ کا دن رب کی نعمتوں کی زیادتی کا دن ہوگا جیسے دنیا میں جمعہ زیادتی عطا کا دن ہے اس میں ایک نیکی کا ثواب ستر ۰ ۷ گنا ہے۔

یعنی تم دنیا میں جس ہوا کو شمالی (اتر والی) ہوا کہتے ہو جو بارش لاتی ہے، وہاں ایسی ہوا چلے گی جو خوشبو و عطر وغیرہ ان کے جسموں سے بھر دے گی۔ خیال رہے کہ جب ہم مغرب کی طرف منہ کر کے کھڑے ہوں تو داہنے ہاتھ کا رخ شمال ہے۔ وہاں چونکہ مشرق و مغرب نہ ہوگا لہذا شمال و جنوب بھی نہ ہوگا۔ اہل عرب بلکہ تمام دنیا والے شمالی ہوا کو بہت مبارک سمجھتے ہیں اسے مون سون کہتے ہیں، یہ بارش لاتی ہے اس لیے اسے شمالی ہوا فرمایا۔ (مرقات)

یعنی یہ جنتی جب اس بازار سے اپنے گھر واپس ہوں گے تو ان کا حسن و جمال انکی مہک خوشبو وغیرہ اور بھی زیادہ ہو چکی ہوگی جس پر ان کے گھر والے یہ کہیں گے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس بازار میں صرف مرد جایا کریں گے، عورتیں اپنے گھروں میں رہا کریں گی تاکہ عورتوں مردوں کا خلط نہ ہو۔ پردہ وہاں بھی ہوگا مگر عورتوں کو یہاں ہی وہ سب کچھ دے دیا جایا کرے گا جو مردوں کو بازار میں بلا کر دیا جائے گا جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔

یعنی اے بیویو ہم تو اس بازار میں جا کر یہ حسن و جمال، خوشبو، مہک، بھڑک لائے تم کو یہاں گھر بیٹھے ہی یہ سب کچھ مل گیا۔ یا تو وہ ہوا ان بیویوں کو یہاں ہی پہنچ جایا کرے گی، یا ان مردوں کے قرب سے انہیں سے بھی وہ حسن و مہک ملے گا یا مردوں کو اپنا حسن اپنے گھر والوں میں نظر آوے گا، اپنی خوشبو ان سے بھی محسوس ہوگی۔ (مرقات) جس کا ہاتھ عطر سے مہک رہا ہو وہ جس سے مصالحت کرے اسے بھی مہکا دیتا ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۲ ص ۲۵۳)

(1896) وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ أَهْلَ الْجَنَّةِ لَيَتَرَاتُونَ الْغُرُفَ فِي الْجَنَّةِ كَمَا تَرَاتُونَ الْكُوكَبَ فِي السَّمَاءِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنتی بالا خانوں کو اس طرح دیکھیں گے جیسے تم آسمان پر ستاروں کو دیکھتے ہو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب صفة الجنة والنار، جلد 5، صفحہ 239، رقم 6188 صحیح مسلم، باب ترائی اهل الجنة اهل الغرف كما يرى الكوكب في السماء، جلد 8، ص 144، رقم 7319 مسند امام احمد حدیث ابی مالک سہل بن سعد جلد 5، ص 340، رقم 22927 جامع الاحادیث للسیوطی، ان المشددة مع الهمزة، جلد 8، صفحہ 415، رقم 7600 مسند الروایاتی حدیث یعقوب بن عبدالرحمن الزہری عن ابی حازم، جلد 3، ص 170، رقم 1011

شرح حدیث: ان لوگوں کو مبارک ہو جو خواہشات نفسانی سے بچتے رہے اور تنہائی میں آیات قرآن کی تلاوت کرتے رہے، اور ان سے جنتی محلات اور بالا خانوں کا وعدہ کیا گیا۔ ان کے تھوڑے سے اچھے اعمال بھی قبول کر لئے گئے اور برے افعال سے درگزر کر دیا گیا۔ ہائے افسوس! غافلوں کی محرومی! انہوں نے رب عز و جل کی ملاقات کو حرام کر لیا اور قطع تعلقی و وعدہ خلافی کرنے والے ہو گئے:

تُؤْبُوا فَقَدْ وَا فَا كُمْو شَهْرُ الصَّفَا
وَاللَّهُ فِيهِ عَنِ الْجَرَائِمِ قَدْ عَفَا
وَعَلَا عَلَى كُلِّ الشُّهُورِ مُشْرِفًا
وَأَجْرُ وَالْفُرْقَتِهِ الدَّمُوعَ تَأْسَفًا
فَهُوَ الذِّمِّي يَهَبُ الذُّنُوبَ تَلْظَفًا

يَا تَأْقِضِينَ الْعَهْدَ كَمَا هَذَا الْجَنَفَا
شَهْرُ الرِّضَا وَالْعَفْوِ عَنِ زَلَاتِكُمْ
شَهْرٌ عَلَى الْآيَامِ فَضْلٌ قَدْرُهُ
فَأَحْيُوا لِيَالِيهِ الْمُنِيرَةَ كُلَّهَا
فَعَسَى الْإِلَهِ يُجُودُ فِيهِ بِفَضْلِهِ

ترجمہ: (ا)۔۔۔۔۔ اے عہد توڑنے والو! کب تک جفا کرتے رہو گے اب توبہ کر لو تحقیق تمہارے پاس پاک

کرنے والا مہینہ تشریف لا چکا ہے۔

(۲)۔۔۔۔۔ یہ رضائے الہی عزوجل اور تمہاری لغزشوں سے عفو و درگزر کا مہینہ ہے اور اللہ عزوجل اس مہینے میں

جرموں کو معاف فرماتا ہے۔

(۳)۔۔۔۔۔ یہ وہ مہینہ ہے جس کی قدر و منزلت تمام مہینوں سے بڑھ کر ہے اور جو عظمت کے اعتبار سے تمام

مہینوں سے بلند ہے۔

(۴)۔۔۔۔۔ اس کی تمام نورانی راتیں جاگ کر گزارو اور اس کی جدائی میں افسوس کر کے آنسو بہاؤ۔

(۵)۔۔۔۔۔ قریب ہے کہ اللہ عزوجل اپنا فضل و کرم فرمائے اور وہ ایسا مہربان ہے جو اپنی مہربانی سے تمام

گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

حُوریں پانے کا عمل

غیبتوں اور گناہوں بھری باتوں سے جان چھڑائیے اور خود کو جنت کا حقدار بنائیے۔ تھوڑی سی زبان چلائیے، اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الْعَظِيمَ زبان پر لائیے اور جنت کی حوریں پائیے۔ چنانچہ ایک بزرگ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے چالیس سال تک اللہ عزوجل کی عبادت کی۔ ایک بار دعا کی: یا اللہ عزوجل! تیری رحمت سے مجھے جو کچھ جنت میں ملنے والا ہے اس کی کوئی جھلک دنیا میں بھی دکھا دے۔ ابھی دعا جاری تھی کہ یک دم محراب شق ہوئی اور اس میں سے ایک حسینہ و جمیلہ حُور برآمد ہوئی، اُس نے کہا کہ تجھے جنت میں مجھ جیسی سو حوریں عنایت کی جائیں گی، جن میں ہر ایک کی سو سو خادمائیں اور ہر خادمہ کی سو سو کنیزیں ہوں گی اور ہر کنیز پر سو سو ناظرین (یعنی انتظام کرنے والیاں) ہوں گی۔ یہ سن کر وہ بزرگ خوشی کے مارے جھوم اٹھے اور سوال کیا: کیا کسی کو جنت میں مجھ سے زیادہ بھی ملے گا؟ جواب ملا: اتنا تو ہر اُس عام جلتی کو ملے گا جو صبح و شام

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الْعَظِيمَ پڑھ لیا کرتا ہے۔ (روضہ الزیاحین ص ۵۵)

(1897) وَعَنْهُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: شَهِدْتُ

مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُجَلِّسًا وَصَفَ فِيهِ

الْجَنَّةَ حَتَّى انْتَهَى، ثُمَّ قَالَ فِي آخِرِ حَدِيثِهِ: "فِيهَا مَا

لَا عَيْنٌ رَأَتْ، وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ، وَلَا خَطَرَ عَلَى قَلْبٍ

بَشَرٍ، ثُمَّ قَرَأَ: (تَتَجَافَى جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ) إِلَى

قَوْلِهِ تَعَالَى: (فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ

قُرَّةِ أَعْيُنٍ) (السجدة: 16-17). رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

انہی سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی ایک

مجلس میں حاضر تھا جس میں آپ نے جنت کے بارے

میں بیان فرمایا: یہاں تک کہ آپ نے اپنی بات مکمل فرما

لی۔ حدیث کے آخر میں آپ نے فرمایا: جنت میں ایسی

نعمتیں ہوں گی جو نہ کسی آنکھ نے دیکھی ہیں اور نہ کسی کان

نے ان کے بارے میں سنا ہے اور نہ کسی انسان کے دل

میں ان کا کبھی خیال پیدا ہوا۔ پھر آپ نے یہ آیت مبارکہ

پڑھی: تَتَجَافَى جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ

رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ ۝ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ ۚ جَزَاءُ مِمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ (سجدة: ۱۷، ۱۸) ان کی کروٹیں بستروں سے علیحدہ رہتی ہیں اور وہ اپنے رب کو خوف اور امید کے ساتھ یاد کرتے ہیں اور جو رزق ہم نے انہیں دیا ہے۔ اس سے خرچ کرتے ہیں تو کوئی شخص نہیں جانتا کہ ان کے لئے کیا آنکھوں کی ٹھنڈک چھپا کر رکھ دی گئی ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، سورۃ التزلزل السجدۃ، جلد 4، ص 179، رقم 4502 صحیح مسلم، باب الجنۃ و صفۃ نعیبہا و اهلہا، جلد 8، صفحہ 143، رقم 7313 المستدرک للحاکم، تفسیر سورۃ السجدۃ، جلد 3، ص 275، رقم 3549 المعجم الکبیر للطبرانی، حدیث سهل بن سعد الساعدی، جلد 6، صفحہ 201، رقم 6013 مسند ابی یعلیٰ، حدیث سهل بن سعد الساعدی، جلد 6، صفحہ 457، رقم 7530

شرح حدیث: کروٹیں بستروں سے جدا

حضرت سیدتنا اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطان بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا، قیامت کے دن تمام لوگ ایک ہی جگہ اکٹھے ہوں گے پھر ایک منادی ندا کریگا کہ کہاں ہیں وہ لوگ جن کے پہلو بستروں سے جدا رہتے تھے؟ پھر وہ لوگ کھڑے ہوں گے اور وہ تعداد میں بہت کم ہوں گے اور بغیر حساب جنت میں داخل ہو جائیں گے، پھر تمام لوگوں سے حساب شروع ہوگا۔

(الترغیب، والترہیب، کتاب النوافل، رقم 9، ج 1، ص 230)

امیر المؤمنین حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے شہنشاہ خوش خصال، پیکرِ حسن و جمال، دافع رنج و ملال، صاحبِ مجود و نوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، بے شک جنت میں ایک درخت ہے جس کی شاخوں سے حلے یعنی کپڑوں کے نئے جوڑے نکلتے ہیں جبکہ اس کی جڑوں سے سونے کے گھوڑے نکلتے ہیں جو کہ زمین پہنے ہوئے ہیں۔ ان کی لگا میں موتی اور یاقوت کی ہوتی ہیں اور وہ بول و براز نہیں کرتے ان کے پر ہوتے ہیں اور وہ حدنگاہ پر قدم رکھتے ہیں اہل جنت ان پر اڑتے ہوئے سواری کریں گے اور ان سے ایک درجہ نیچے والے لوگ عرض کریں گے کہ اے اللہ عزوجل! ان لوگوں کو یہ درجہ کیسے ملا؟ تو ان سے کہا جائے گا، یہ رات کو نماز پڑھا کرتے تھے جبکہ تم سو جایا کرتے تھے، یہ دن میں روزہ رکھا کرتے جبکہ تم کھایا کرتے تھے اور یہ اللہ کی راہ میں جہاد کیا کرتے تھے جبکہ تم جہاد سے فرار اختیار کرتے تھے۔

(الترغیب والترہیب، کتاب النوافل، الترغیب فی قیام اللیل، رقم ۸، ج ۱ ص ۲۳۰)

حضرت ابو سعید اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب جنتی لوگ جنت میں چلے جائیں گے تو ایک منادی اعلان کرے گا۔ بے شک تم نے ہمیشہ جینا ہی جینا ہے تم پر کبھی موت نہ آئے گی۔ تم ہمیشہ صحت مند رہو گے اور کبھی بیمار نہیں ہو گے۔ تم ہمیشہ جوان رہو گے اور تم پر کبھی بڑھا پانہ آئے گا۔ تم ہمیشہ نعمتوں میں رہو گے اور کبھی تم پر تنگی نہ آئے گی۔ (مسلم)

(1898) وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِذَا دَخَلَ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ يُنَادِي مُنَادٍ: إِنَّ لَكُمْ أَنْ تَحْيُوا، فَلَا تَمُوتُوا أَبَدًا، وَإِنَّ لَكُمْ أَنْ تَصِحُّوا، فَلَا تَسْقُمُوا أَبَدًا، وَإِنَّ لَكُمْ أَنْ تَهْرَمُوا أَبَدًا، وَإِنَّ لَكُمْ أَنْ تَنْعَمُوا، فَلَا تَبْأَسُوا أَبَدًا». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب فیدوم نعیم اهل الجنة، جلد 4، ص 218، رقم 2836، سنن ترمذی، ومن تفسیر سورة الزمر، جلد 5، ص 374، رقم 3246، مسند امام احمد، مسند ابی سعید الخدری، جلد 3، ص 38، رقم 11350، مسند عبد بن حمید، من مسند ابی سعید الخدری، جلد 1، ص 293، رقم 942، اطراف المسند المعتلی، حدیث الاغر ابو مسلم المهدنی، جلد 7، صفحہ 136، رقم 8984

شرح حدیث: موت و حیات کی شکل

موت ایک مینڈھے کی شکل پر ہے عزرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قبضے میں، جس کے پاس سے وہ ہو کر نکلتی ہے وہ مرجاتا ہے۔ اور حیات ایک گھوڑی کی شکل پر ہے جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سواری میں، جس بے جان کے پاس سے ہو کر نکلتی ہے وہ زندہ ہو جاتا ہے۔ (تفسیر کبیر، الملک، تحت الایۃ ۲، ج ۱۰، ص ۵۷۹)

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝ وَيَبْقَىٰ وَجْهَ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ ۝

جتنے زمین پر ہیں سب فنا ہونے والے ہیں اور باقی رہے گا وجہ کریم رب العزۃ جل جلالہ کا۔

(پ ۲۷، الرحمن: ۲۶، ۲۷)

فرشتے بولے ہم بچے کہ ہم زمین پر نہیں۔ پھر آیت نازل ہوئی:

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ

ہر جاندار موت کو چکھنے والا ہے۔ (پ ۳، آل عمران: ۱۸۵)

فرشتوں نے کہا: اب ہم بھی گئے۔ جب آسمان و زمین سب فنا ہو جائیں گے اور صرف ملائکہ مقربین میں جبرئیل، میکائیل، اسرافیل، عزرائیل (علیہم الصلوٰۃ والسلام) اور چار فرشتے تھلکہ عرش (یعنی عرش کے اٹھانے والے) رہ جائیں گے۔ ارشاد فرمائے گا اور وہ خوب جاننے والا ہے عزرائیل! اب کون باقی ہے؟ عرض کریں گے کہ باقی ہیں تیرے بندے

جبریل، میکائیل، اسرافیل، عزرائیل اور چار فرشتے عرش کے اٹھانے والے اور یہ بھی فنا ہو جائیں گے اور باقی ہے تیرا وجہ کریم اور وہ ہمیشہ رہے گا۔ ارشاد فرمائے گا: جبریل کی روح قبض کر۔ جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح قبض کریں گے، وہ ایک عظیم پہاڑ کی طرح سجدہ میں رب العزت کی تسبیح و تقدیس کرتے ہوئے گر پڑیں گے۔ پھر فرمائے گا: عزرائیل! اب کون باقی ہے؟ عرض کریں گے: باقی ہیں تیرے بندے میکائیل، اسرافیل، عزرائیل اور عرش کے اٹھانے والے اور یہ بھی فنا ہوں گے اور باقی ہے تیرا وجہ کریم اور وہ کبھی فنا نہ ہوگا۔ فرمائے گا: میکائیل کی روح قبض کر۔ میکائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی ایک عظیم پہاڑ کی مانند سجدہ میں تسبیح کرتے ہوئے گر پڑیں گے۔ پھر ارشاد فرمائے گا: عزرائیل! اب کون باقی ہے؟ عرض کریں گے: باقی ہیں تیرے بندے اسرافیل، عزرائیل اور حملہ عرش اور یہ بھی فنا ہوں گی اور باقی ہے تیرا وجہ کریم اور وہ ہمیشہ رہے گا۔ ارشاد فرمائے گا: اسرافیل کی روح قبض کر۔ اسرافیل علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی ایک عظیم پہاڑ کی طرح سجدہ میں تسبیح و تقدیس کرتے ہوئے گر پڑیں گے۔ اور پھر فرمائے گا: عزرائیل! اب کون باقی ہے؟ عرض کریں گے: باقی ہیں تیرے بندے حملہ عرش اور باقی ہے تیرا بندہ عزرائیل اور یہ بھی فنا ہوں گے اور باقی ہے تیرا وجہ کریم اور وہ ہمیشہ باقی رہے گا۔ فرمائے گا: حملہ عرش کی روح قبض کر۔ وہ سب بھی اسی طرح مرجائیں گے۔ پھر ارشاد فرمائے گا: عزرائیل! اب کون باقی ہے؟ عرض کریں گے باقی ہے تیرا بندہ عزرائیل اور یہ بھی فنا ہوگا اور باقی ہے تیرا وجہ کریم اور کبھی فنا نہ ہوگا۔ ارشاد فرمائے گا: مر جا! عزرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی ایک عظیم پہاڑ کی مانند رب العزت (عَزَّ وَجَلَّ) کے حضور سجدہ میں تسبیح کرتے ہوئے گر پڑیں گے اور روح نکل جائے گی۔ اس وقت سوار رب العزت جل جلالہ کے کوئی نہ ہوگا اس وقت ارشاد ہوگا:

لَيْسَ الْمُلْكُ الْيَوْمَ

آج کس کے لیے بادشاہت ہے۔ (پ ۲۳، المؤمن: ۱۶)

کوئی ہو تو جواب دے، خود رب العزت جل جلالہ جواب فرمائے گا:

يَلَهُ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۝

اللہ واحد قہار کے لیے ہے۔ (پ ۲۳، المؤمن: ۱۶)

قیامت قائم ہونگی

جب تک چاہے گا یہی حالت رہے گی، پھر جب چاہے گا اسرافیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو زندہ فرمائے گا، وہ صور پھونکیں گے، قیامت قائم ہوگی، حساب ہوگا، جنتی جنت میں اور ابدی دوزخی دوزخ میں داخل ہو جائیں گے اور گنہگار مسلمان جہنم سے نجات پا جائیں گے کہ منادی جنت و دوزخ کے درمیان جنت و دوزخ والوں کو ندا کریگا۔ جہنمی نہایت خوشی سے جھانکنے لگیں گے کہ شاید نجات کے لیے ہم کو ندا دی گئی اور جنت والے نہایت خوف کے ساتھ جھمکتے ڈرتے غرقات جنت (یعنی

جنتی بالا خانوں) سے جھانکیں گے کہ کہیں پھر ہم سے کوئی خطا ہوگئی ہے جس سے دوزخ میں بھیج دیئے جائیں۔

موت کا مینڈھا

پھر موت کا مینڈھا لا یا جائے گا، جنتیوں سے پوچھا جائے گا تم اس کو پہچانتے ہو؟ سب کہیں گے: ہاں! یہ موت ہے۔ پھر جہنمیوں کی طرف منہ کر کے پوچھا جائے گا تم اس کو پہچانتے ہو؟ سب کہیں گے: ہاں! ہم پہچانتے ہیں، یہ موت ہے۔ پھر جنت و دوزخ کے درمیان یحییٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے ہاتھ سے اس کو ذبح فرمائیں گے۔ پھر جہنمیوں سے کہا جائے گا: اب تم ہمیشہ جہنم میں رہو، کبھی مرنا نہیں۔ بالکل مایوس ہو کر پلٹیں گے، ایسا رنج ان کو کبھی نہ ہوا ہوگا۔ پھر جنتیوں سے کہا جائے گا: اب تم جنت میں ہمیشہ رہو اب کبھی مرنا نہیں۔ وہ نہایت خوش ہو کر پلٹیں گے۔ ایسی خوشی ان کو کبھی نہ ہوئی ہوگی۔

(ملفوظات اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ص ۵۲۲-۵۲۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت میں ادنیٰ جنتی کا مرتبہ وہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا کہ آرزو کر۔ پس وہ آرزو کرے گا پھر آرزو کرے گا۔ پس اللہ تعالیٰ اس کو فرمائیں گے تو نے آرزو کر لی؟ وہ کہے گا: جی ہاں۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے پس بے شک تیرے لئے وہ سب کچھ ہے جو تو نے آرزو کی اور اتنا ہی اور بھی۔ (مسلم)

(1899) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِنَّ أَدْنَى مَقْعَدٍ أَحَدِكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ أَنْ يَقُولَ لَهُ: تَمَنَّ، فَيَتَمَلَّى وَيَتَمَلَّى فَيَقُولَ لَهُ: هَلْ تَمَنَّيْتَ؟ فَيَقُولُ: نَعَمْ، فَيَقُولَ لَهُ: فَإِنَّ لَكَ مَا تَمَنَّيْتَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ." رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب معرفة طریق الرؤية، جلد 1، ص 114، رقم 471 مسند ابی موانہ، باب فی صفة الشفاعة وان نبینا سید الناس، جلد 1، ص 147، رقم 437 مسند الشامیین، حدیث شعیب عن ابی الزناد عبداللہ، جلد 4، ص 291، رقم 3332 مشکوٰۃ البصایح، باب صفة الجنة واهلها، الفصل الاول، جلد 3، ص 222، رقم 5627

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس کرم کی ترتیب یہ ہوگی کہ پہلے اسے جنت میں داخلہ کی اجازت دی جاوے گی پھر جب وہ داخل ہو جائے گا تب اسے آرزوئیں کرنے کا حکم ہوگا، جب اس کی آرزوئیں ختم ہو جائیں گی تب رب تعالیٰ اس سے خود فرمائے گا کہ بندے یہ بھی مانگ لے۔ خیال رہے کہ مانگنے میں ہماری اپنی بندگی کا اظہار ہے رب چاہتا ہے کہ بندہ مجھ سے مانگتا رہے میں دیتا رہوں اور مانگنا سکھاتا ہے پھر دیتا ہے، ہمارا مانگنا بھی اس کی رحمت سے ہے۔ شعر

قدم یہ اٹھتے نہیں ہیں اٹھائے جاتے ہیں

میری طلب بھی تمہارے کرم کا صدقہ ہے

وہ تیری طلب پر تھیں مثل میری عطا و فضل سے اپنی منہ مانگی مرادیں بھی لے اور میرا فضل و کرم بھی لے۔ سبحان اللہ!

(مراۃ المناجیح، ج ۷، ص ۴۱۹)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ عزوجل جنتیوں سے فرمائے گا: اے جنتیو! وہ کہیں گے اے ہمارے پروردگار! ہم حاضر ہیں۔ تمام خیر و سعادت تیرے ہاتھوں میں ہے۔ پس اللہ کہے گا کیا تم راضی ہو؟ وہ کہیں گے اے ہمارے رب! ہم بھلا راضی کیوں نہ ہوں جبکہ تو نے ہمیں ان نعمتوں سے نوازا ہے جو تو نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو نہیں دیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا میں تمہیں اس سے افضل چیز نہ دوں؟ تو وہ کہیں گے اس سے افضل چیز کیا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں تم پر اپنی خوشنودی نازل کرتا ہوں اور آئندہ کبھی تم سے ناراض نہیں ہوں گا۔

(متفق علیہ)

(1900) وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُولُ لِأَهْلِ الْجَنَّةِ: يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ، فَيَقُولُونَ: لَبَّيْكَ رَبَّنَا وَسَعْدَيْكَ، وَالْخَيْرُ فِي يَدَيْكَ، فَيَقُولُ: هَلْ رَضِيتُمْ؟ فَيَقُولُونَ: وَمَا لَنَا لَا نَرْضَى يَا رَبَّنَا وَقَدْ أَعْطَيْتَنَا مَا لَمْ تُعْطِ أَحَدًا مِنْ خَلْقِكَ، فَيَقُولُ: آلا أُعْطِيكُمْ أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ؟ فَيَقُولُونَ: وَأَيُّ شَيْءٍ أَفْضَلُ مِنْ ذَلِكَ؟ فَيَقُولُ: أَجَلٌ عَلَيْكُمْ رِضْوَانِي فَلَا أَسْخَطُ عَلَيْكُمْ بَعْدَهُ أَبَدًا". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب صفة الجنة والنار، جلد 8، ص 114، رقم 6549 سنن ترمذی، باب ما جاء فی رؤية الرب تبارک وتعالی، جلد 4، ص 381، رقم 2555 صحیح ابن حبان، باب وصف الجنة واهلها، جلد 16، صفحہ 470، رقم 7440 صحیح مسلم، باب احلال الرضوان علی اهل الجنة فلا یسخط ابدا، جلد 8، ص 144، رقم 7318 مسند امام احمد، مسند ابی سعید الخدری، جلد 3، ص 88، رقم 11853

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

عربی میں جب آقا و مولیٰ کی پکار کا جواب دیتے ہیں تو ایسے الفاظ بولتے ہیں حضور حاضر ہوں، خدمت گار ہوں، ہر چیز آپ کے ہاتھ میں ہے۔ چونکہ جنت میں ہر کلام عربی زبان میں ہوگا آپس میں بھی اور رب تعالیٰ سے بھی اس لیے عربی کے محاورہ وہاں استعمال ہوں گے، بعض روایات میں ہے کہ اہل جنت کی عربی زبان ہے اور دوزخیوں کی زبان فارسی ہوگی کہ یہ رب تعالیٰ کے قہر کے اظہار کی زبان ہے۔

سبحان اللہ! کیسا دل نواز سوال ہے۔ دوستوں یہاں ہم رب کو راضی کر لیں وہاں ہم کو رب خوش کرے گا، یہ چند روزہ زندگی اس کی رضا میں گزاریں اللہ توفیق دے۔

یعنی مولیٰ تو نے ہم کو یہاں وہ نعمتیں بخشیں جو فرشتوں جنات وغیرہ کسی مخلوق کو نہ بخشیں۔ خیال رہے کہ جنات تو جنت میں جائیں گے ہی نہیں فرشتے اگرچہ وہاں ہوں گے مگر اہل جنت کی خدمت کے لیے نہ کہ وہاں کی نعمتیں استعمال کرنے کے لیے، وہ کھانے پینے شہوت سے پاک ہیں لہذا یہ عرض بالکل درست ہے۔

یعنی ہماری عقل میں یہ بات نہیں آتی کہ ان نعمتوں سے بہتر اور کون سی نعمت ہو سکتی ہے اعلیٰ سے اعلیٰ نعمتیں تو تو نے ہم کو عطا فرمادی ہیں۔

اس فرمان عالی سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کی رضا تمام نعمتوں سے اعلیٰ ہے کہ یہ رضا ہی بقاء کا دیدار کا ذریعہ ہے، جس سے مالک خوش ہو گیا تو ہر چیز اس کی ہو گئی۔ دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ کے راضی ہونے کی علامت یہ ہے کہ بندہ اس سے راضی ہو جاتا ہے، بندہ کے راضی ہو جانے کی علامت یہ ہے کہ وہ رب کے احکام اس کی بھیجی ہوئی تکالیف سے راضی رہتا ہے کبھی اس کی شکایت نہیں کرتا دیکھو یہاں رب تعالیٰ نے پہلے بندوں سے ان کی رضا پوچھی پھر اپنی رضا کی خبر دی۔ اس حدیث کی تائید وہ آیات کرتی ہیں وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللَّهِ أَكْبَرُ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ وَاللَّهُ عَنَّهُمْ وَرِضْوَانُهُ صُوفِيَاءُ فَرِمَاتے ہیں کہ اگر بندہ یہ جاننا چاہے کہ رب مجھ سے راضی ہے یا نہیں تو وہ غور کرے کہ وہ رب سے راضی ہے یا نہیں، راضی ہو جاؤ راضی کر لو، اس کا ذکر کرو اپنا ذکر کرنا۔ مولانا فرماتے ہیں شعر

گفت اللہ گفتنت لبیک ماست

ایں گدا ز سوز و دراز بیک ماست

(بزمۃ النایح، ج ۷ ص ۴۶۰)

حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر تھے کہ آپ نے چودھویں رات کے چاند کو دیکھا اور فرمایا: تم اپنے رب کو اسی طرح واضح طور پر دیکھو گے جس طرح تم اس چاند کو دیکھ رہے ہو اور اس کے دیدار سے تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ (متفق علیہ)

(1901) وَعَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ

عَنْهُ قَالَ: كُنَّا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَنَظَّرَ إِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ، وَقَالَ: "إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ عَيَانًا كَمَا تَرَوْنَ هَذَا الْقَمَرَ، لَا تَضَامُونَ فِي رُؤْيَيْهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ."

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب قول اللہ تعالیٰ "وجوه یومئذناظرة الی ربہا ناظرة"، جلد 9، ص 127، رقم 7435 صحیح مسلم، باب فضل صلاقی الصبح والعصر والمحافظة علیہما، جلد 2، ص 113، رقم 1466 جامع الاصول لابن اثیر، الباب الرابع فی رؤیة اللہ عزوجل، جلد 10، ص 557، رقم 8125 مشکوٰۃ المصابیح، باب رؤیة اللہ تعالیٰ، الفصل الاول، جلد 3، ص 228، رقم 5655 اطراف المسند المعتدل، ومن مسند جریر بن عبد اللہ، جلد 2، ص 202، رقم 2103 سنن ابوداؤد، باب فی الرؤیة، جلد 4، ص 374، رقم 4731

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ حدیث عامۃ المسلمین کی دلیل ہے کہ مؤمن رب تعالیٰ کو محشر میں بھی آنکھوں سے دیکھیں گے اور جنت میں بھی دیکھا کریں گے، خوارج اور معتزلہ اس کے منکر ہیں، یہ حدیث ان کی سخت تردید کر رہی ہے اس پر سوالات و جوابات علم کلام کی کتب میں تفصیل وار مذکور ہیں۔ خیال رہے کہ یہ دیدار بغیر کسی جہت و سمت کے ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ جہت و سمت سے پاک

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب صفة الجنة والنار، جلد 5، ص 239، رقم 6188 صحیح مسلم، باب ترائی اهل الجنة اهل
العرف کما یرى الکوکب، جلد 8، ص 144، رقم 7319 سنن ترمذی، باب ما جاء فی ترائی اهل الجنة فی العرف، جلد 4، ص 690، رقم
2556 صحیح ابن حبان، باب وصف الجنة واهلها، جلد 16، ص 404، رقم 7393 مسند امام احمد، حدیث ابی مالک سهل بن سعد، جلد
8، ص 340، رقم 22927

شرح حدیث: انبیاء علیہم السلام کے رتبے

انبیاء علیہم السلام کے مراتب میں فرق ہے۔ بعضوں کے رتبے بعضوں سے اعلیٰ ہیں۔ سب سے بڑا رتبہ ہمارے آقا
ومولی سید الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ اللہ تعالیٰ
نے نبوت کا سلسلہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ختم فرمادیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی کو نبوت نہیں مل
سکتی۔ جو شخص حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی کو نبوت ملنا جائز سمجھے وہ کافر ہو جاتا ہے۔ تمام انبیاء علیہم السلام کو جو
کمالات جدا جدا عنایت ہوئے وہ سب اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات عالی میں جمع فرمادیے اور حضور
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خاص کمالات بہت زائد ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں۔ خدا کی
راہ انبیاء علیہم السلام ہی کے ذریعے ملتی ہے اور انسان کی نجات کا دار و مدار انہیں کی فرمانبرداری پر ہے۔ (کتاب العقائد ۱۷)

(1894) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَقَابٌ
قَوْسٍ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِمَّا تَطْلُعُ عَلَيْهِ الشَّمْسُ أَوْ
تَغْرُبُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.»
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں ایک کمان کی مقدار کے
برابر جگہ دنیا کی ہر اس چیز سے بہتر ہے جس پر سورج
طلوع ہوتا یا ڈوبتا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب الغدوة والروحة فی سبیل اللہ وقاب قوس، جلد 3، ص 102، رقم 2640 مسند البزار،
مسند ابی ہریرة رضی اللہ عنہ، جلد 2، ص 410، رقم 8102 صحیح ابن حبان، باب وصف الجنة واهلها، جلد 16، صفحہ 435، رقم
7418 مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرة رضی اللہ عنہ، جلد 2، صفحہ 482، رقم 10265

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ درخت شجرہ طوبی ہے جس کے ہر پتے پر لکھا ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ سایہ سے مراد اس کے نیچے کا ایریا وہاں کا
علاقہ ہے، یا تجلی الہی اور وہاں کی نورانیت، اس کا سایہ ہوگا، یا خود اس درخت کا نور، ظل دھوپ اور روشنی کو بھی کہتے
ہیں۔ غرض کہ یہ سورج والا سایہ مراد نہیں کہ وہاں سورج نہیں ہوگا۔ سو اس سے مراد اتنا عرصہ ہے کہ اگر وہاں دن رات مہینے و
سال ہوتے تو سو سال لگتے۔

اس کی شرح ابھی کچھ پہلے گزر چکی ہے۔ قاب کے معنی ہیں برابر یا اندازہ، رب فرماتا ہے: فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ
أَعْنُ كُنَّارَهُ كَمَا نَبْغِي قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَعْنُ (اشعہ) اس سے مراد ہے کم سے کم جگہ ورنہ وہاں کسی جنتی کو اتنی چھوٹی جگہ نہ ملے گی
وہاں تو ادنیٰ جنتی کا علاقہ دنیا بھر سے زیادہ ہوگا۔ (مزاۃ النبی، ج ۳ ص ۴۵۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں ایک بازار ہے جہاں جنتی ہر جمعہ کو جائیں گے۔ پس شمال کی جانب سے ہوا چلے گی جو ان کے چہروں اور کپڑوں پر پڑے گی تو ان کی خوبصورتی میں اضافہ کر دے گی۔ پس جب وہ اپنے گھر والوں کی طرف واپس آئیں گے جبکہ ان کے حسن اور جمال میں اضافہ ہو چکا ہوگا تو ان سے ان کے گھر والے کہیں گے اللہ کی قسم تم تو پہلے سے زیادہ حسن و جمال میں بڑھ گئے ہو تو وہ کہیں گے اور تم بھی اللہ کی قسم ہمارے بعد پہلے سے زیادہ حسین و جمیل ہو گئے ہو۔ (مسلم)

(1895) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِنَّ فِي الْجَنَّةِ سُوقًا يَأْتُونَهَا كُلَّ جُمُعَةٍ. فَتَهْبُ رِيحُ الشَّمَالِ، فَتَحْتُو فِي وُجُوهِهِمْ وَثِيَابِهِمْ، فَيَزِدَادُونَ حُسْنًا وَجَمَالًا فَيَرْجِعُونَ إِلَى أَهْلِيهِمْ، وَقَدْ أَزْدَادُوا حُسْنًا وَجَمَالًا، فَيَقُولُ لَهُمْ أَهْلُوهُمْ: وَاللَّهِ لَقَدْ أَزْدَدْتُمْ حُسْنًا وَجَمَالًا! فَيَقُولُونَ: وَأَنْتُمْ وَاللَّهِ لَقَدْ أَزْدَدْتُمْ بَعْدَنَا حُسْنًا وَجَمَالًا". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب فی سوق الجنة وما ینالون فیها من النعم و الجمال، جلد 8، ص 145، رقم 7324، مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک رضی اللہ عنہ، جلد 3، ص 284، رقم 14067، مسند البزار، مسند ابی حمزہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ، جلد 2، صفحہ 327، رقم 6973، مصنف ابن ابی شیبہ، باب ما ذکر فی صفة الجنة، جلد 13، ص 150، رقم 35252

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

وہاں یہ بازار کاروبار یا خرید و فروخت کا نہیں بلکہ آپس کی ملاقات کا ہے اور رب کے دیدار کا، وہاں سارے جنتی جمع ہوا کریں گے اور وہاں دیدار یار کے سودے ملیں گے، حضور کا دیدار، صحابہ کرام کی ملاقات بلکہ رب العالمین کا دیدار یہاں ہوا کرے گا۔ جمعہ سے مراد پورا ہفتہ ہے اور اسی سے ہفتہ بھر کی مقدار مراد ہے کہ جنت میں نہ دن رات ہے نہ ہفتہ مہینہ وغیرہ۔ مرقات نے فرمایا کہ جنت کے بعض وقت دوسرے وقتوں سے افضل ہوں گے جسے علماء دین ہی پہچانیں گے اس افضل وقت کا نام جمعہ ہوگا۔ جنتی لوگ علماء سے وہ وقت معلوم کر کے اس بازار میں جایا کریں گے وہاں ان سے رب تعالیٰ فرمائے گا جو چاہو مانگو یہ لوگ علماء سے پوچھ کر مانگیں گے لہذا علماء کی ضرورت وہاں بھی ہوگی۔ (مرقات) گویا جنت میں یہ جمعہ کا دن رب کی نعمتوں کی زیادتی کا دن ہوگا جیسے دنیا میں جمعہ زیادتی عطا کا دن ہے اس میں ایک نیکی کا ثواب ستر ۰ ۷ گنا ہے۔

یعنی تم دنیا میں جس ہوا کو شمالی (اتر والی) ہوا کہتے ہو جو بارش لاتی ہے، وہاں ایسی ہوا چلے گی جو خوشبو و عطر وغیرہ ان کے جسموں سے بھر دے گی۔ خیال رہے کہ جب ہم مغرب کی طرف منہ کر کے کھڑے ہوں تو داہنے ہاتھ کا رخ شمال ہے۔ وہاں چونکہ مشرق و مغرب نہ ہوگا لہذا شمال و جنوب بھی نہ ہوگا۔ اہل عرب بلکہ تمام دنیا والے شمالی ہوا کو بہت مبارک سمجھتے ہیں اسے مون سون کہتے ہیں، یہ بارش لاتی ہے اس لیے اسے شمالی ہوا فرمایا۔ (مرقات)

یعنی یہ جنتی جب اس بازار سے اپنے گھر واپس ہوں گے تو ان کا حسن و جمال انکی مہک خوشبو وغیرہ اور بھی زیادہ ہو چکی ہوگی جس پر ان کے گھر والے یہ کہیں گے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس بازار میں صرف مرد جایا کریں گے، عورتیں اپنے گھروں میں رہا کریں گی تاکہ عورتوں مردوں کا خلط نہ ہو۔ پردہ وہاں بھی ہوگا مگر عورتوں کو یہاں ہی وہ سب کچھ دے دیا جایا کرے گا جو مردوں کو بازار میں بلا کر دیا جائے گا جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔

یعنی اے بیویو ہم تو اس بازار میں جا کر یہ حسن و جمال، خوشبو، مہک، بھڑک لائے تم کو یہاں گھر بیٹھے ہی یہ سب کچھ مل گیا۔ یا تو وہ ہوا ان بیویوں کو یہاں ہی پہنچ جایا کرے گی، یا ان مردوں کے قرب سے انہیں سے بھی وہ حسن و مہک ملے گا یا مردوں کو اپنا حسن اپنے گھر والوں میں نظر آوے گا، اپنی خوشبو ان سے بھی محسوس ہوگی۔ (مرقات) جس کا ہاتھ عطر سے مہک رہا ہو وہ جس سے مصافحہ کرے اسے بھی مہکا دیتا ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۲ ص ۲۵۳)

(1896) وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ أَهْلَ الْجَنَّةِ لَيَتَرَاتُونَ الْغُرُفَ فِي الْجَنَّةِ كَمَا تَرَاتُونَ الْكُوكَبَ فِي السَّمَاءِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنتی بالا خانوں کو اس طرح دیکھیں گے جیسے تم آسمان پر ستاروں کو دیکھتے ہو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب صفة الجنة والنار، جلد 5، صفحہ 239، رقم 6188 صحیح مسلم، باب ترائی اهل الجنة اهل الغرف كما يرى الكوكب في السماء، جلد 8، ص 144، رقم 7319 مسند امام احمد حدیث ابی مالک سہل بن سعد جلد 5، ص 340، رقم 22927 جامع الاحادیث للسیوطی، ان المشددة مع الهمزة، جلد 8، صفحہ 415، رقم 7600 مسند الروایاتی حدیث یعقوب بن عبدالرحمن الزہری عن ابی حازم، جلد 3، ص 170، رقم 1011

شرح حدیث: ان لوگوں کو مبارک ہو جو خواہشات نفسانی سے بچتے رہے اور تنہائی میں آیات قرآن کی تلاوت کرتے رہے، اور ان سے جنتی محلات اور بالا خانوں کا وعدہ کیا گیا۔ ان کے تھوڑے سے اچھے اعمال بھی قبول کر لئے گئے اور برے افعال سے درگزر کر دیا گیا۔ ہائے افسوس! غافلوں کی محرومی! انہوں نے رب عز و جل کی ملاقات کو حرام کر لیا اور قطع تعلقی و وعدہ خلافی کرنے والے ہو گئے:

تُؤْبُوا فَقَدْ وَا فَا كُمْو شَهْرُ الصَّفَا
وَاللَّهُ فِيهِ عَنِ الْجَرَائِمِ قَدْ عَفَا
وَعَلَا عَلَى كُلِّ الشُّهُورِ مُشْرِفًا
وَأَجْرُ وَالْفُرْقَتِهِ الدَّمُوعَ تَأْسَفًا
فَهُوَ الذِّي يَهَبُ الذُّنُوبَ تَلْطَفًا

يَا تَأْقِضِينَ الْعَهْدَ كَمَا هَذَا الْجَنَفَا
شَهْرُ الرِّضَا وَالْعَفْوِ عَنِ زَلَاتِكُمْ
شَهْرٌ عَلَى الْآيَامِ فَضْلٌ قَدْرُهُ
فَأَحْيُوا لِيَالِيهِ الْمُنِيرَةَ كُلَّهَا
فَعَسَى الْإِلَهِ يُجُودُ فِيهِ بِفَضْلِهِ

ترجمہ: (ا)۔۔۔۔۔ اے عہد توڑنے والو! کب تک جفا کرتے رہو گے اب توبہ کر لو تحقیق تمہارے پاس پاک

کرنے والا مہینہ تشریف لا چکا ہے۔

(۲)۔۔۔۔۔ یہ رضائے الہی عزوجل اور تمہاری لغزشوں سے عفو و درگزر کا مہینہ ہے اور اللہ عزوجل اس مہینے میں

جرموں کو معاف فرماتا ہے۔

(۳)۔۔۔۔۔ یہ وہ مہینہ ہے جس کی قدر و منزلت تمام مہینوں سے بڑھ کر ہے اور جو عظمت کے اعتبار سے تمام

مہینوں سے بلند ہے۔

(۴)۔۔۔۔۔ اس کی تمام نورانی راتیں جاگ کر گزارو اور اس کی جدائی میں افسوس کر کے آنسو بہاؤ۔

(۵)۔۔۔۔۔ قریب ہے کہ اللہ عزوجل اپنا فضل و کرم فرمائے اور وہ ایسا مہربان ہے جو اپنی مہربانی سے تمام

گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

حُوریں پانے کا عمل

غیبتوں اور گناہوں بھری باتوں سے جان چھڑائیے اور خود کو جنت کا حقدار بنائیے۔ تھوڑی سی زبان چلائیے، اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الْعَظِيمَ زبان پر لائیے اور جنت کی حوریں پائیے۔ چنانچہ ایک بزرگ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے چالیس سال تک اللہ عزوجل کی عبادت کی۔ ایک بار دعا کی: یا اللہ عزوجل! تیری رحمت سے مجھے جو کچھ جنت میں ملنے والا ہے اس کی کوئی جھلک دنیا میں بھی دکھا دے۔ ابھی دعا جاری تھی کہ یک دم محراب شق ہوئی اور اس میں سے ایک حسینہ و جمیلہ حُور برآمد ہوئی، اُس نے کہا کہ تجھے جنت میں مجھ جیسی سو حوریں عنایت کی جائیں گی، جن میں ہر ایک کی سو سو خادمائیں اور ہر خادمہ کی سو سو کنیزیں ہوں گی اور ہر کنیز پر سو سو ناظرین (یعنی انتظام کرنے والیاں) ہوں گی۔ یہ سن کر وہ بزرگ خوشی کے مارے جھوم اٹھے اور سوال کیا: کیا کسی کو جنت میں مجھ سے زیادہ بھی ملے گا؟ جواب ملا: اتنا تو ہر اُس عام جلتی کو ملے گا جو صبح و شام

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الْعَظِيمَ پڑھ لیا کرتا ہے۔ (روضہ الزیاحین ص ۵۵)

(1897) وَعَنْهُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: شَهِدْتُ

مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَلَسًا وَصَفَّ فِيهِ

الْجَنَّةَ حَتَّى انْتَهَى، ثُمَّ قَالَ فِي آخِرِ حَدِيثِهِ: "فِيهَا مَا

لَا عَيْنٌ رَأَتْ، وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ، وَلَا خَطَرَ عَلَى قَلْبٍ

بَشَرٍ، ثُمَّ قَرَأَ: (تَتَجَافَى جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ) إِلَى

قَوْلِهِ تَعَالَى: (فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ

قُرَّةِ أَعْيُنٍ) (السجدة: 16-17). رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

انہی سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی ایک

مجلس میں حاضر تھا جس میں آپ نے جنت کے بارے

میں بیان فرمایا: یہاں تک کہ آپ نے اپنی بات مکمل فرما

لی۔ حدیث کے آخر میں آپ نے فرمایا: جنت میں ایسی

نعمتیں ہوں گی جو نہ کسی آنکھ نے دیکھی ہیں اور نہ کسی کان

نے ان کے بارے میں سنا ہے اور نہ کسی انسان کے دل

میں ان کا کبھی خیال پیدا ہوا۔ پھر آپ نے یہ آیت مبارکہ

پڑھی: تَتَجَافَى جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ

رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ ۝ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ ۚ جَزَاءُ مِّمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ (سجدة: ۱۷، ۱۸) ان کی کروٹیں بستروں سے علیحدہ رہتی ہیں اور وہ اپنے رب کو خوف اور امید کے ساتھ یاد کرتے ہیں اور جو رزق ہم نے انہیں دیا ہے۔ اس سے خرچ کرتے ہیں تو کوئی شخص نہیں جانتا کہ ان کے لئے کیا آنکھوں کی ٹھنڈک چھپا کر رکھ دی گئی ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: صحیح بخاری، سورۃ التزلزل السجدۃ، جلد 4، ص 179، رقم 4502 صحیح مسلم، باب الجنۃ و صفۃ نعیما و اہلہا، جلد 8، صفحہ 143، رقم 7313 المستدرک للحاکم، تفسیر سورۃ السجدۃ، جلد 3، ص 275، رقم 3549 المعجم الکبیر للطبرانی، حدیث سهل بن سعد الساعدی، جلد 6، صفحہ 201، رقم 6013 مسند ابی یعلیٰ، حدیث سهل بن سعد الساعدی، جلد 6، صفحہ 457، رقم 7530

شرح حدیث: کروٹیں بستروں سے جدا

حضرت سیدتنا اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطان بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا، قیامت کے دن تمام لوگ ایک ہی جگہ اکٹھے ہوں گے پھر ایک منادی ندا کریگا کہ کہاں ہیں وہ لوگ جن کے پہلو بستروں سے جدا رہتے تھے؟ پھر وہ لوگ کھڑے ہوں گے اور وہ تعداد میں بہت کم ہوں گے اور بغیر حساب جنت میں داخل ہو جائیں گے، پھر تمام لوگوں سے حساب شروع ہوگا۔

(الترغیب، والترہیب، کتاب النوافل، رقم 9، ج 1، ص 230)

امیر المؤمنین حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے شہنشاہ خوش خصال، پیکرِ حسن و جمال، دافع رنج و ملال، صاحبِ مجود و نوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، بے شک جنت میں ایک درخت ہے جس کی شاخوں سے حلے یعنی کپڑوں کے نئے جوڑے نکلتے ہیں جبکہ اس کی جڑوں سے سونے کے گھوڑے نکلتے ہیں جو کہ زمین پہنے ہوئے ہیں۔ ان کی لگا میں موتی اور یاقوت کی ہوتی ہیں اور وہ بول و براز نہیں کرتے ان کے پر ہوتے ہیں اور وہ حدنگاہ پر قدم رکھتے ہیں اہل جنت ان پر اڑتے ہوئے سواری کریں گے اور ان سے ایک درجہ نیچے والے لوگ عرض کریں گے کہ اے اللہ عزوجل! ان لوگوں کو یہ درجہ کیسے ملا؟ تو ان سے کہا جائے گا، یہ رات کو نماز پڑھا کرتے تھے جبکہ تم سو جایا کرتے تھے، یہ دن میں روزہ رکھا کرتے جبکہ تم کھایا کرتے تھے اور یہ اللہ کی راہ میں جہاد کیا کرتے تھے جبکہ تم جہاد سے فرار اختیار کرتے تھے۔

(الترغیب والترہیب، کتاب النوافل، الترغیب فی قیام اللیل، رقم ۸، ج ۸، ص ۲۳۰)

حضرت ابو سعید اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب جنتی لوگ جنت میں چلے جائیں گے تو ایک منادی اعلان کرے گا۔ بے شک تم نے ہمیشہ جینا ہی جینا ہے، تم پر کبھی موت نہ آئے گی۔ تم ہمیشہ صحت مند رہو گے اور کبھی بیمار نہیں ہو گے۔ تم ہمیشہ جوان رہو گے اور تم پر کبھی بڑھا پانہ آئے گا۔ تم ہمیشہ نعمتوں میں رہو گے اور کبھی تم پر تنگی نہ آئے گی۔ (مسلم)

(1898) وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِذَا دَخَلَ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ يُنَادِي مُنَادٍ: إِنَّ لَكُمْ أَنْ تَحْيَوْا، فَلَا تَمُوتُوا أَبَدًا، وَإِنَّ لَكُمْ أَنْ تَصِحُّوا، فَلَا تَسْقُمُوا أَبَدًا، وَإِنَّ لَكُمْ أَنْ تَهْرَمُوا أَبَدًا، وَإِنَّ لَكُمْ أَنْ تَنْعَمُوا، فَلَا تَبْأَسُوا أَبَدًا». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب فیدوم نعیم اهل الجنة، جلد 4، ص 218، رقم 2836، سنن ترمذی، ومن تفسیر سورة الزمر، جلد 5، ص 374، رقم 3246، مسند امام احمد، مسند ابی سعید الخدری، جلد 3، ص 38، رقم 11350، مسند عبد بن حمید، من مسند ابی سعید الخدری، جلد 1، ص 293، رقم 942، اطراف المسند المعتلی، حدیث الاغر ابو مسلم المہلبی، جلد 7، صفحہ 136، رقم 8984

شرح حدیث: موت و حیات کی شکل

موت ایک مینڈھے کی شکل پر ہے عزرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قبضے میں، جس کے پاس سے وہ ہو کر نکلتی ہے وہ مرجاتا ہے۔ اور حیات ایک گھوڑی کی شکل پر ہے جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سواری میں، جس نے جان کے پاس سے ہو کر نکلتی ہے وہ زندہ ہو جاتا ہے۔ (تفسیر کبیر، الملک، تحت الایۃ ۲، ج ۱۰، ص ۵۷۹)

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا قَانٍ ۝ وَيَبْعَثُ وَجْهَ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ ۝

جتنے زمین پر ہیں سب فنا ہونے والے ہیں اور باقی رہے گا وجہ کریم رب العزۃ جل جلالہ کا۔

(پ ۲۷، الرحمن: ۲۶، ۲۷)

فرشتے بولے ہم بچے کہ ہم زمین پر نہیں۔ پھر آیت نازل ہوئی:

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ

ہر جاندار موت کو چکھنے والا ہے۔ (پ ۳، آل عمران: ۱۸۵)

فرشتوں نے کہا: اب ہم بھی گئے۔ جب آسمان و زمین سب فنا ہو جائیں گے اور صرف ملائکہ مقربین میں جبرئیل، میکائیل، اسرافیل، عزرائیل (علیہم الصلوٰۃ والسلام) اور چار فرشتے تھلکہ عرش (یعنی عرش کے اٹھانے والے) رہ جائیں گے۔ ارشاد فرمائے گا اور وہ خوب جاننے والا ہے عزرائیل! اب کون باقی ہے؟ عرض کریں گے کہ باقی ہیں تیرے بندے

جبریل، میکائیل، اسرافیل، عزرائیل اور چار فرشتے عرش کے اٹھانے والے اور یہ بھی فنا ہو جائیں گے اور باقی ہے تیرا وجہ کریم اور وہ ہمیشہ رہے گا۔ ارشاد فرمائے گا: جبریل کی روح قبض کر۔ جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح قبض کریں گے، وہ ایک عظیم پہاڑ کی طرح سجدہ میں رب العزت کی تسبیح و تقدیس کرتے ہوئے گر پڑیں گے۔ پھر فرمائے گا: عزرائیل! اب کون باقی ہے؟ عرض کریں گے: باقی ہیں تیرے بندے میکائیل، اسرافیل، عزرائیل اور عرش کے اٹھانے والے اور یہ بھی فنا ہوں گے اور باقی ہے تیرا وجہ کریم اور وہ کبھی فنا نہ ہوگا۔ فرمائے گا: میکائیل کی روح قبض کر۔ میکائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی ایک عظیم پہاڑ کی مانند سجدہ میں تسبیح کرتے ہوئے گر پڑیں گے۔ پھر ارشاد فرمائے گا: عزرائیل! اب کون باقی ہے؟ عرض کریں گے: باقی ہیں تیرے بندے اسرافیل، عزرائیل اور حملہ عرش اور یہ بھی فنا ہوں گی اور باقی ہے تیرا وجہ کریم اور وہ ہمیشہ رہے گا۔ ارشاد فرمائے گا: اسرافیل کی روح قبض کر۔ اسرافیل علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی ایک عظیم پہاڑ کی طرح سجدہ میں تسبیح و تقدیس کرتے ہوئے گر پڑیں گے۔ اور پھر فرمائے گا: عزرائیل! اب کون باقی ہے؟ عرض کریں گے: باقی ہیں تیرے بندے حملہ عرش اور باقی ہے تیرا بندہ عزرائیل اور یہ بھی فنا ہوں گے اور باقی ہے تیرا وجہ کریم اور وہ ہمیشہ باقی رہے گا۔ فرمائے گا: حملہ عرش کی روح قبض کر۔ وہ سب بھی اسی طرح مرجائیں گے۔ پھر ارشاد فرمائے گا: عزرائیل! اب کون باقی ہے؟ عرض کریں گے باقی ہے تیرا بندہ عزرائیل اور یہ بھی فنا ہوگا اور باقی ہے تیرا وجہ کریم اور کبھی فنا نہ ہوگا۔ ارشاد فرمائے گا: عزرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی ایک عظیم پہاڑ کی مانند رب العزت (عَزَّ وَجَلَّ) کے حضور سجدہ میں تسبیح کرتے ہوئے گر پڑیں گے اور روح نکل جائے گی۔ اس وقت سوار رب العزت جل جلالہ کے کوئی نہ ہوگا اس وقت ارشاد ہوگا:

لَيْسَ الْمُلْكُ الْيَوْمَ

آج کس کے لیے بادشاہت ہے۔ (پ ۲۳، المؤمن: ۱۶)

کوئی ہو تو جواب دے، خود رب العزت جل جلالہ جواب فرمائے گا:

يَلَهُ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۝

اللہ واحد قہار کے لیے ہے۔ (پ ۲۳، المؤمن: ۱۶)

قیامت قائم ہونگی

جب تک چاہے گا یہی حالت رہے گی، پھر جب چاہے گا اسرافیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو زندہ فرمائے گا، وہ صور پھونکیں گے، قیامت قائم ہوگی، حساب ہوگا، جنتی جنت میں اور ابدی دوزخی دوزخ میں داخل ہو جائیں گے اور گنہگار مسلمان جہنم سے نجات پا جائیں گے کہ منادی جنت و دوزخ کے درمیان جنت و دوزخ والوں کو ندا کریگا۔ جہنمی نہایت خوشی سے جھانکنے لگیں گے کہ شاید نجات کے لیے ہم کو ندا دی گئی اور جنت والے نہایت خوف کے ساتھ جھمکتے ڈرتے غرقات جنت (یعنی

جنتی بالا خانوں) سے جھانکیں گے کہ کہیں پھر ہم سے کوئی خطا ہوگئی ہے جس سے دوزخ میں بھیج دیئے جائیں۔

موت کا مینڈھا

پھر موت کا مینڈھا لا یا جائے گا، جنتیوں سے پوچھا جائے گا تم اس کو پہچانتے ہو؟ سب کہیں گے: ہاں! یہ موت ہے۔ پھر جہنمیوں کی طرف منہ کر کے پوچھا جائے گا تم اس کو پہچانتے ہو؟ سب کہیں گے: ہاں! ہم پہچانتے ہیں، یہ موت ہے۔ پھر جنت و دوزخ کے درمیان یحییٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے ہاتھ سے اس کو ذبح فرمائیں گے۔ پھر جہنمیوں سے کہا جائے گا: اب تم ہمیشہ جہنم میں رہو، کبھی مرنا نہیں۔ بالکل مایوس ہو کر پلٹیں گے، ایسا رنج ان کو کبھی نہ ہوا ہوگا۔ پھر جنتیوں سے کہا جائے گا: اب تم جنت میں ہمیشہ رہو اب کبھی مرنا نہیں۔ وہ نہایت خوش ہو کر پلٹیں گے۔ ایسی خوشی ان کو کبھی نہ ہوئی ہوگی۔

(ملفوظات اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ص ۵۲۲-۵۲۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت میں ادنیٰ جنتی کا مرتبہ وہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا کہ آرزو کر۔ پس وہ آرزو کرے گا پھر آرزو کرے گا۔ پس اللہ تعالیٰ اس کو فرمائیں گے تو نے آرزو کر لی؟ وہ کہے گا: جی ہاں۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے پس بے شک تیرے لئے وہ سب کچھ ہے جو تو نے آرزو کی اور اتنا ہی اور بھی۔ (مسلم)

(1899) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِنَّ أَدْنَى مَقْعَدٍ أَحَدِكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ أَنْ يَقُولَ لَهُ: تَمَنَّ، فَيَتَمَلَّى وَيَتَمَلَّى فَيَقُولَ لَهُ: هَلْ تَمَنَّيْتَ؟ فَيَقُولَ: نَعَمْ، فَيَقُولَ لَهُ: فَإِنَّ لَكَ مَا تَمَنَّيْتَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ." رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب معرفة طریق الرؤية، جلد 1، ص 114، رقم 471 مسند ابی موانہ، باب فی صفة الشفاعة وان نبینا سید الناس، جلد 1، ص 147، رقم 437 مسند الشامیین، حدیث شعیب عن ابی الزناد عبداللہ، جلد 4، ص 291، رقم 3332 مشکوٰۃ البصایح، باب صفة الجنة واهلها، الفصل الاول، جلد 3، ص 222، رقم 5627

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس کرم کی ترتیب یہ ہوگی کہ پہلے اسے جنت میں داخلہ کی اجازت دی جاوے گی پھر جب وہ داخل ہو جائے گا تب اسے آرزوئیں کرنے کا حکم ہوگا، جب اس کی آرزوئیں ختم ہو جائیں گی تب رب تعالیٰ اس سے خود فرمائے گا کہ بندے یہ بھی مانگ لے۔ خیال رہے کہ مانگنے میں ہماری اپنی بندگی کا اظہار ہے رب چاہتا ہے کہ بندہ مجھ سے مانگتا رہے میں دیتا رہوں اور مانگنا سکھاتا ہے پھر دیتا ہے، ہمارا مانگنا بھی اس کی رحمت سے ہے۔ شعر

قدم یہ اٹھتے نہیں ہیں اٹھائے جاتے ہیں

میری طلب بھی تمہارے کرم کا صدقہ ہے

وہ تیری طلب پر تھیں مثل میری عطا و فضل سے اپنی منہ مانگی مرادیں بھی لے اور میرا فضل و کرم بھی لے۔ سبحان اللہ!

(مراۃ المناجیح، ج ۷، ص ۴۱۹)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ عزوجل جنتیوں سے فرمائے گا: اے جنتیو! وہ کہیں گے اے ہمارے پروردگار! ہم حاضر ہیں۔ تمام خیر و سعادت تیرے ہاتھوں میں ہے۔ پس اللہ کہے گا کیا تم راضی ہو؟ وہ کہیں گے اے ہمارے رب! ہم بھلا راضی کیوں نہ ہوں جبکہ تو نے ہمیں ان نعمتوں سے نوازا ہے جو تو نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو نہیں دیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا میں تمہیں اس سے افضل چیز نہ دوں؟ تو وہ کہیں گے اس سے افضل چیز کیا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں تم پر اپنی خوشنودی نازل کرتا ہوں اور آئندہ کبھی تم سے ناراض نہیں ہوں گا۔

(متفق علیہ)

(1900) وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُولُ لِأَهْلِ الْجَنَّةِ: يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ، فَيَقُولُونَ: لَبَّيْكَ رَبَّنَا وَسَعْدَيْكَ، وَالْخَيْرُ فِي يَدَيْكَ، فَيَقُولُ: هَلْ رَضِيْتُمْ؟ فَيَقُولُونَ: وَمَا لَنَا لَا نَرْضَى يَا رَبَّنَا وَقَدْ أَعْطَيْتَنَا مَا لَمْ تُعْطِ أَحَدًا مِنْ خَلْقِكَ، فَيَقُولُ: آلا أُعْطِيْتُمْ أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ؟ فَيَقُولُونَ: وَأَيُّ شَيْءٍ أَفْضَلُ مِنْ ذَلِكَ؟ فَيَقُولُ: أَجَلُّ عَلَيْكُمْ رِضْوَانِي فَلَا أَسْخَطُ عَلَيْكُمْ بَعْدَهُ أَبَدًا". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب صفة الجنة والنار، جلد 8، ص 114، رقم 6549 سنن ترمذی، باب ما جاء فی رؤية الرب تبارک وتعالی، جلد 4، ص 381، رقم 2555 صحیح ابن حبان، باب وصف الجنة واهلها، جلد 16، صفحہ 470، رقم 7440 صحیح مسلم، باب احلال الرضوان علی اهل الجنة فلا یسخط ابدا، جلد 8، ص 144، رقم 7318 مسند امام احمد، مسند ابی سعید الخدری، جلد 3، ص 88، رقم 11853

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللحنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

عربی میں جب آقا و مولیٰ کی پکار کا جواب دیتے ہیں تو ایسے الفاظ بولتے ہیں حضور حاضر ہوں، خدمت گار ہوں، ہر چیز آپ کے ہاتھ میں ہے۔ چونکہ جنت میں ہر کلام عربی زبان میں ہوگا آپس میں بھی اور رب تعالیٰ سے بھی اس لیے عربی کے محاورہ وہاں استعمال ہوں گے، بعض روایات میں ہے کہ اہل جنت کی عربی زبان ہے اور دوزخیوں کی زبان فارسی ہوگی کہ یہ رب تعالیٰ کے قہر کے اظہار کی زبان ہے۔

سبحان اللہ! کیسا دل نواز سوال ہے۔ دوستوں یہاں ہم رب کو راضی کر لیں وہاں ہم کو رب خوش کرے گا، یہ چند روزہ زندگی اس کی رضا میں گزاریں اللہ توفیق دے۔

یعنی مولیٰ تو نے ہم کو یہاں وہ نعمتیں بخشیں جو فرشتوں جنات وغیرہ کسی مخلوق کو نہ بخشیں۔ خیال رہے کہ جنات تو جنت میں جائیں گے ہی نہیں فرشتے اگرچہ وہاں ہوں گے مگر اہل جنت کی خدمت کے لیے نہ کہ وہاں کی نعمتیں استعمال کرنے کے لیے، وہ کھانے پینے شہوت سے پاک ہیں لہذا یہ عرض بالکل درست ہے۔

یعنی ہماری عقل میں یہ بات نہیں آتی کہ ان نعمتوں سے بہتر اور کون سی نعمت ہو سکتی ہے اعلیٰ سے اعلیٰ نعمتیں تو تو نے ہم کو عطا فرمادی ہیں۔

اس فرمان عالی سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کی رضا تمام نعمتوں سے اعلیٰ ہے کہ یہ رضا ہی بقاء کا دیدار کا ذریعہ ہے، جس سے مالک خوش ہو گیا تو ہر چیز اس کی ہو گئی۔ دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ کے راضی ہونے کی علامت یہ ہے کہ بندہ اس سے راضی ہو جاتا ہے، بندہ کے راضی ہو جانے کی علامت یہ ہے کہ وہ رب کے احکام اس کی بھیجی ہوئی تکالیف سے راضی رہتا ہے کبھی اس کی شکایت نہیں کرتا دیکھو یہاں رب تعالیٰ نے پہلے بندوں سے ان کی رضا پوچھی پھر اپنی رضا کی خبر دی۔ اس حدیث کی تائید وہ آیات کرتی ہیں وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللَّهِ أَكْبَرُ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللَّهِ عَنَّهُمْ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللَّهِ عَنَّهُ۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ اگر بندہ یہ جاننا چاہے کہ رب مجھ سے راضی ہے یا نہیں تو وہ غور کرے کہ وہ رب سے راضی ہے یا نہیں، راضی ہو جاؤ راضی کر لو، اس کا ذکر کرو اپنا ذکر کرنا۔ مولانا فرماتے ہیں شعر

گفت اللہ گفتنت لبیک ماست

ایں گدا ز سوز و دراز بیک ماست

(بزمۃ النایح، ج ۷ ص ۴۶۰)

حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر تھے کہ آپ نے چودھویں رات کے چاند کو دیکھا اور فرمایا: تم اپنے رب کو اسی طرح واضح طور پر دیکھو گے جس طرح تم اس چاند کو دیکھ رہے ہو اور اس کے دیدار سے تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ (متفق علیہ)

(1901) وَعَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ

عَنْهُ قَالَ: كُنَّا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَنَظَّرَ إِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ، وَقَالَ: "إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ عَيَانًا كَمَا تَرَوْنَ هَذَا الْقَمَرَ، لَا تَضَامُونَ فِي رُؤْيَيْهِ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ."

تخریج حدیث: صحیح بخاری، باب قول اللہ تعالیٰ "وجوه یومئذناظرة الی ربہا ناظرة"، جلد 9، ص 127، رقم 7435 صحیح مسلم، باب فضل صلاقی الصبح والعصر والمحافظة علیہما، جلد 2، ص 113، رقم 1466 جامع الاصول لابن اثیر، الباب الرابع فی رؤیة اللہ عزوجل، جلد 10، ص 557، رقم 8125 مشکوٰۃ المصابیح، باب رؤیة اللہ تعالیٰ، الفصل الاول، جلد 3، ص 228، رقم 5655 اطراف المسند المعتل، ومن مسند جریر بن عبد اللہ، جلد 2، ص 202، رقم 2103 سنن ابوداؤد، باب فی الرؤیة، جلد 4، ص 374، رقم 4731

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ حدیث عامۃ المسلمین کی دلیل ہے کہ مؤمن رب تعالیٰ کو محشر میں بھی آنکھوں سے دیکھیں گے اور جنت میں بھی دیکھا کریں گے، خوارج اور معتزلہ اس کے منکر ہیں، یہ حدیث ان کی سخت تردید کر رہی ہے اس پر سوالات و جوابات علم کلام کی کتب میں تفصیل وار مذکور ہیں۔ خیال رہے کہ یہ دیدار بغیر کسی جہت و سمت کے ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ جہت و سمت سے پاک

یعنی رحمان کے چاند نے آسمان کے چاند کو دیکھا ڈوبنے والے گہنے چاند کو اس چاند نے دیکھا جو نہ غروب ہونہ گہنے، ظاہر کے چمکانے والے چاند کو اس چاند نے دیکھا جو دل و جان روح و ایمان کو چمکاتا ہے، رات میں چمکنے والے چاند کو اس چاند نے دیکھا جو ابد الابد تک ہر وقت دن رات چمکتا ہے اور چمکے گا میں کیا کہوں مجھے الفاظ بھی نہیں ملتے اللھم صل وسلم وبارک علیٰ بدد النبوة وشمس الرسالة صلی اللہ علیہ وسلم۔ یوں کہہ لو کہ اس چاند کو جو سورج سے چمکتا ہے اس چاند نے دیکھا جو سورج کو چمکاتا ہے جو دلوں پر دن نکال دیتا ہے۔ شعر۔

پائس نظرت الی لیلیٰ چوبہ طیبہ رسی عرضے بکنی

توری جوت کی جھل جھل جگ میں رچی موری شب نے نہ دن ہونا جانا

چاند بھی خوش نصیب ہے جسے محبوب نے دیکھا یہ چاند وہ ہی ہے جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہیں پڑی ہیں۔ لاتضامون یا تو بنا ہے ضیم سے بمعنی ظلم و نقصان تو میم پر پیش ہے شد نہیں یا بنا ہے ضم سے بمعنی ملنا بھیڑ کرنا تب میم پر شد اور پیش ہے یعنی تم دیدار الہی میں نقصان میں نہ رہو گے کہ کسی کو دیدار ہو کسی کو نہ ہو، کسی کو یقین سے ہو کسی کو مشکوک طریقہ سے یا تم رب تعالیٰ کو بھیڑ کر کے دشواری سے نہ دیکھو گے بلکہ آرام سے دیکھو گے اطمینان کے ساتھ۔ (اشعہ، مرقات) یہ دیدار قیامت میں تو ہوگا ہی جنت میں ہمیشہ ہوا کرے گا کسی کو جلد جلد کسی کو دیر سے۔

خیال رہے کہ جنت کی ساری نعمتیں نیک اعمال کا عوض ہوں گی خواہ اپنے اعمال کا خواہ اس کے اعمال کا جس کی طفیل جنت میں گیا مگر دیدار الہی کسی عمل کا عوض نہ ہوگا خالص عطاء ذوالجلال ہوگی، ان دو نمازوں پر پابندی اس دیدار کی لیاقت و قابلیت پیدا کرے گی یعنی فجر و عصر کی پابندی دنیا میں نماز ایسے پڑھو کہ گویا تم خدا کو دیکھ رہے ہو کیونکہ یہاں حجاب ہے وہاں حجاب اٹھ جائے گا گویا ختم ہو جائے گا اسے دیکھ کر اس سے کلام کرو۔ (اشعہ)

اس فرمان عالی سے معلوم ہوا کہ اس آیت میں تسبیح و تحمید سے مراد نماز ہے، چونکہ فجر و عصر کی نماز میں رات و دن کے محافظ فرشتے جمع ہو جاتے ہیں، نیز فجر کی نماز سونے کی غفلت کا وقت ہے اور نماز عصر کاروبار سیر و تفریح کی غفلت کا وقت، ان وجوہ سے ان نمازوں کی تاکید زیادہ کی ہے، رب فرماتا ہے: **إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا**، نماز عصر کے متعلق فرماتا ہے: **حَفِظُوا عَلَيَّ الصَّلَاةَ وَالصَّلَاةَ الْوَسْطَىٰ**۔ (بزازۃ المناجیح، ج ۷ ص ۲۸۸)

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

(1902) **وَعَنْ صُهَيْبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ**

اللہ ﷺ نے فرمایا: جب جنتی جنت میں داخل ہو جائیں

رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا دَخَلَ

گے تو اللہ تبارک و تعالیٰ فرمائے گا: کیا تم مزید کسی چیز کی

أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ يَقُولُ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى:

خواہش رکھتے ہو؟ اہل جنت عرض کریں گے: کیا تو نے

تُرِيدُونَ شَيْئًا أَزِيدُكُمْ؟ فَيَقُولُونَ: أَلَمْ تُبَيِّضْ

وَجُوهَنَا؛ أَلَمْ تُدْخِلْنَا الْجَنَّةَ وَتُنَجِّنَا مِنَ النَّارِ؟
فَيَكْشِفُ الْحِجَابَ، فَمَا أُعْطُوا شَيْئًا أَحَبَّ إِلَيْهِمْ
مِنَ النَّظَرِ إِلَى رَبِّهِمْ۔

ہمارے چہروں کو روشن نہیں کیا؟ کیا تو نے ہمیں جنت میں
داخل نہیں کیا اور جہنم سے چھٹکارا نہیں دیا؟ پس اللہ تعالیٰ
حجاب ہٹا دے گا (اور جنتی اپنے پروردگار کا دیدار کریں
گے) پس انہیں اللہ کے دیدار سے بڑھ کر کوئی چیز محبوب
نہیں لگے گی۔ (مسلم)

تخریج حدیث: صحیح مسلم، باب اثبات رؤیة المومنین، جلد 1، ص 112، رقم 467 سنن ترمذی، باب ومن سورۃ یونس،
جلد 5، ص 175، رقم 3105 المعجم الكبير للطبرانی، من اسمه صخر بن القعقاع الباهلی، جلد 8، ص 39، رقم 7330 سنن ابن ماجہ، باب
فیما انکرت الجہمیة، جلد 1، ص 67، رقم 187 صحیح ابن حبان، باب وصف الجنة واهلها، جلد 16، ص 471، رقم 7441

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی ان نعمتوں کے علاوہ اور نعمت دوں یا تمہارے اعمال کی جزا سے زیادہ عطا کروں جو تمہارے کسی عمل کا بدلہ نہ ہو
خاص میری عطا ہو یا تم کو وہ نعمت دوں جو ان سب سے زیادہ ہو سب سے افضل و اعلیٰ ہو۔ ازید کی تین شرحیں ہیں۔

یعنی اے مولیٰ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ ان نعمتوں سے زیادہ ان سے بڑھ کر اور کون سی نعمت ہوگی تو نے ہمارا منہ
اجیالا کیا، تو نے ہم کو نعمتوں کے مرکز جنت میں داخل جہاں ہر قسم کی راحتیں ہیں، تو نے ہمیں دوزخ سے بچایا، تیرے نام پر
ہماری جانیں فدا، اعلیٰ حضرت نے فرمایا۔ شعر

جملہ عالم بندۂ اکرام تو
صد چو جان من فدائے نام تو

وہ حجاب اٹھاوے گا جو طالب و مطلوب کے درمیان آڑ تھا اور وہ حجاب باقی رکھا جاوے گا جو دیدار کا ذریعہ ہے جسے
رداء کہہ یائی کہتے ہیں جیسے سورج پر ہلکے پتلے بادل کا حجاب جو سورج کو دکھا دیتا ہے اگر یہ حجاب نہ ہو تو سورج پر نظر نہیں
ٹھہرتی۔

دیدار یاری کی بہار یا تو مصری عورتوں سے پوچھو جنہوں نے جمال یوسفی کی ایک جھلک سے مست ہو کر اپنے ہاتھ کاٹ
ڈالے یا جناب ابو بکر صدیق سے پوچھو جو جمال محمدی سے مست ہو کر اپنا سب کچھ نذا کر بیٹھے، آج مخلوق کے حسن پر گردنیں
کٹ جاتی ہیں تو خالق کا حسن کیسا ہوگا۔

معلوم ہوا کہ زیادہ سے مراد دیدار الہی ہے، زیادہ کی تین شرحیں ابھی پچھلی حدیث میں عرض کی گئیں۔ یہ نعمت سب
سے زیادہ ہے بقیہ نعمتوں میں عدل کا ظہور ہے، اس میں فضل کی جلوہ گری۔ اس پوری حدیث کی شرح میں صوفیاء فرماتے
ہیں کہ صفات ذات کا پردہ بھی ہیں اور ذات کو دکھانے والی بھی یہاں جسم کو رنگت کے پردہ میں دیکھا جاتا ہے، اگر رنگ نہ ہو
تو جسم نظر نہ آئے، اللہ تعالیٰ ذات کا حجاب تو اٹھاوے گا مگر صفات کی چلمن میں ذات کا دیدار کرائے گا۔ (اشعہ) دنیا میں

رب نے ہم کو اپنا دیدار کرایا مگر خسار یار میں یعنی جمال محمدی میں وہ بے صورت اسی صورت میں نظر آتا ہے، حضرت اعلیٰ فاضل گولڑوی نے فرمایا۔ شعر

ایہ صورت ہے بے صورت دی
پر کام نہیں بے سوچت دا

بے صورت ظاہر صورت تھیں
کوئی دریاں موتی لے تریں

(بزازۃ المناجیح، ج ۷ ص ۳۸۹)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بیشک جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے ان کا رب ان کے ایمان کے سبب انہیں راہ دے گا ان کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی نعمت کے باغوں میں ان کی دعا اس میں یہ ہوگی کہ اللہ تجھے پاکی ہے اور ان کے ملتے وقت خوشی کا پہلا بول سلام ہے اور ان کی دعا کا خاتمہ یہ ہے کہ سب خوبیوں سرابا اللہ جو رب ہے سارے جہان کا۔

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے ہمیں اس کام کی ہدایت دی اور اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت نہ دیتا تو ہم ہدایت پانے والے نہ ہوتے۔ اے اللہ! اپنے بندے اور اپنے رسول اور نبی امی حضرت محمد ﷺ آپ کی آلازواج اور اولاد پر رحمت نازل فرما جس طرح تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل پر رحمت نازل فرمائی۔ اے اللہ! نبی امی حضرت محمد ﷺ آپ کی آلازواج اور اولاد پر برکت نازل فرما جس طرح تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل پر سب جہانوں میں برکت نازل فرمائی۔ بیشک تو تعریف کیا گیا اور بزرگی والا ہے۔

حضرت مؤلف (امام نووی) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں اس کتاب کی تالیف سے بروز پیر ۴ رمضان

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ يَهْدِيهِمْ رَبُّهُمْ بِإِيمَانِهِمْ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ دَعَوَاهُمْ فِيهَا سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلَامٌ وَأِخْرُ دَعَوَاهُمْ أَنْ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ) (يونس: 9-10).

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنْ هَدَانَا اللَّهُ. اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ، وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ وَأَزْوَاجِهِ وَخُرَيْتِهِ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ، وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ، وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ وَأَزْوَاجِهِ وَخُرَيْتِهِ، كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ فِي الْعَالَمِينَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ.

قَالَ مُؤَلِّفُهُ رَحِمَ اللَّهُ عَلَيْهِ فَرَعْتُ مِنْهُ يَوْمَ الْإِثْنَيْنِ رَابِعِ شَهْرِ رَمَضَانَ سَنَةِ سَبْعِينَ وَبِسْتِ

مِائَةٌ بِدِمَشْقَ. تَمَّ الْكِتَابُ بِعَوْنِ اللَّهِ تَعَالَى
 وَجَمِيلِ تَوْفِيقِهِ وَصَلَّى اللَّهُ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ
 الْأُمِّيِّ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ.

البارک ۶۷۰ھ میں دمشق میں فارغ ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی
 مدد اور اس کی عمدہ توفیق کے باعث یہ کتاب پایہ تکمیل کو
 پہنچی اور اللہ تعالیٰ ہمارے سید نبی امی حضرت محمد اور
 آپ کی آل اور آپ کے صحابہ کرام پر درود بھیجے اور
 سلامتی نازل فرمائے۔



مُرْتَبَعُ الْحَيْثُوتِ



المُسَمَّى

المختصر المختصر من المسند الصحيح عن النبي ﷺ



إمام الأئمة أبي بكر محمد بن إسحاق بن عزيمة إسماعيل النيسابوري

ولد سنة ٢٢٢ هـ وتوفي سنة ٢١١ هـ

رحمه الله تعالى



أبومرزة مفتي طبرستان حاشيتي

بسم الله الرحمن الرحيم
الحمد لله الذي هدانا لهذا
أما كنا لنكون من السالكين

أبومرزة مفتي طبرستان حاشيتي
تأليف

علماء اہلسنت کی کتب Pdf فائل میں حاصل
کرنے کے لئے

”فقہ حنفی PDF BOOK“

چینل کو جوائن کریں

<http://T.me/FiqahHanfiBooks>

عقائد پر مشتمل پوسٹ حاصل کرنے کے لئے

تحقیقات چینل ٹیلیگرام جوائن کریں

<https://t.me/tehqiqat>

علماء اہلسنت کی نایاب کتب گوگل سے اس لنک

سے فری ڈاؤن لوڈ کریں

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

@zohaibhasanattari

طالب دعا۔ محمد عرفان عطاری

زوہیب حسن عطاری